۲۸۶

حکیم الامت حضرت مولانا تھانوی دامت برکاتہم کے

ملفوظات و مکتوبات

کا

ایک نہایت نافع اور دلچسپ جدید و لذیذ عام فہم مجموعہ

ملقب بہ

حسن العزیز

مرتبہ خواجہ عزیز الحسن صاحب بی اے ڈپٹی کلکٹر رخصتی

(باہتمام منشی رفیق احمد و مولوی شبیر علی مالکان)

در مطبع امداد المطابع تھانہ بھون طبع گردید

(معین الدین پریس میرٹھی)

IDARAH-I ADABIYAT-I DELLI
2009, Qasimjan Street,
DELHI-6 (India)

MG1
.T367hus
1916

مژدہ اے دل کہ مسیحا نفسے می آید
کہ ز انفاس خوشش بوئے کسے می آید

تمہید حسن العزیز

قال اللہ تعالیٰ ھو الذی بعث فی الامیین رسولا منھم یتلوا علیھم اٰیاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ وقال تعالیٰ ومن یؤت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا۔ حمد و صلوٰۃ کے بعد یہ ناکارہ خدام آستانۂ اشرفی احقر الزمن عزیز الحسن عفی عنہ ڈپٹی کلکٹر رخصتی مدعا نگار ہے کہ بفضلہ تعالیٰ وبعونہ احقر کو آستانہ اشرفی کی چند روزہ حاضری کا شرف تو اکثر حاصل ہوتا رہا ہے لیکن مساعدت بخت و موافقت وقت سے پار سال یعنی مارچ ۱۹۱۵ء میں ایک ماہ کے قیام کا اتفاق ہوا اور امسال مارچ ہی کے مہینہ سے بحمد اللہ پھر قیام پذیر ہوں اور انشاء اللہ تعالیٰ ایک معتد بہ مدت تک حاضر رہنے کا قصد ہے۔ یہ امر اب بفضلہ تعالیٰ محتاج دلیل نہیں رہا کہ حضرت اقدس قطب العارفین مجدد الملۃ والدین حکیم الامتہ بالیقین شمس الہدیٰ مولانا و مقتدانا مرشدی و مولائی وسیلۂ یومی وغدی مولوی حاجی حافظ قاری شاہ **محمد اشرف علی** صاحب حنفی چشتی امدادی تھانوی لازالت شموس فیوضھم بازغہ کو منجانب اللہ اس چودھویں صدی میں حضور سرور عالم فخر بنی آدم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے سچے وارث اور حجۃ اللہ فی الارض ہونے کی حیثیت سے خدمت تبلیغ دین و تزکیۂ نفس و تعلیم حکمت کی خاص طور سے سپرد ہے جسکا ذکر آیت اوّل مذکورہ خطبہ میں ہے نیز حضرت اقدس کا وجود باجود مرکز رشد و ہدایت و سرچشمۂ علم و حکمت ہونیکے اعتبار سے مضمون آیت ثانیہ کا مِن و عن مصداق ہے جیسا کہ حضرت ممدوح کی تصانیف نافعہ متکثرہ و مواعظ متعددہ مؤثرہ سے روز روشن کی طرح ظاہر و باہر ہے ؎ آفتاب آمد دلیل آفتاب + بالخصوص امراض روحانی کی تشخیص اور انکے معالجہ میں تو وہ خداداد ملکہ اور دست شفاء حاصل ہے کہ حضرت حق کی جانب سے حکیم الامتہ کا لقب عام طور سے قلوب میں القا فرمادیا گیا ہے۔ وذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔

52765

بحمد اللہ دین کا کوئی جزو ایسا نہیں رہا کہ جسکی کافی تفصیل اور تشریح حضرت نے نہ کردی ہو۔ بالخصوص تصوف کا تو کوئی ضروری جزو ایسا باقی نہیں رہا جو مخفی رہگیا ہو اور جسکی پوری تحقیق تحریرًا و تقریرًا قالًا وحالًا حضرت نہ فرما چکے ہوں۔ غرض دین کے راستہ کو بحمد اللہ ایسا بے غبار اور واضح فرما دیا ہے کہ طالب حق کو کوئی وجہ خفا باقی نہیں رہی۔ رسوم و بدعات نے جو حقائق پر پردہ ڈال رکھا تھا اُسکو اٹھا کر دین کو اُسکی اصلی صورت میں جلوہ گر فرما دیا ہے اور اصلاح اخلاق کا باب جو مدت سے مسدود تھا اس زمانہ میں حضرت کے ہاتھوں بفضلہ تعالیٰ مفتوح ہوا ہے۔ علاوہ عام افادات کے روزمرہ کے خاص خطابات وارشادات جو مجلس شریف میں ہوتے رہتے ہیں اسقدر نافع اور عجیب و غریب مضامین سے مملو ہوتے ہیں کہ ان جواہراتِ بے بہا کا ضائع جانا (بہ لحاظ افادۂ عام کے) مدت سے احقر کو سخت شاق گذر رہا تھا ابھی تک جو مختلف اہلِ علم حضرات نے ملفوظات قلمبند کئے ہیں وہ علمی حیثیت سے واقعی نہایت پاکیزہ اور نافع ذخیرہ ہے لیکن احقر کا یہ خیال تھا کہ ان ملفوظات کو واقعات کی صورت میں کسیقدر تفصیل اور استیعاب کے ساتھ جمع کیا جاوے تو مزید دلچسپی اور نفع کی توقع ہے۔ اہلِ علم حضرات کو ضروری علمی خدمات سے نہ اتنی فرصت نہ اس خاص طرز سے دلچسپی نہ یہ کام اُنکی شانِ علمی کے شایاں اسلئے احقر نے باوجود بالکل بے علم اور نا اہل ہونیکے اپنے زمانۂ قیام میں محض توکلًا علی اللہ اور حضرت کی دعا و توجہ کے بھروسہ اس اہم کام کو اپنے ذمہ لیا اور ملفوظات کو بطرز خاص یعنی بطور واقعہ نگاری قلمبند کرنا شروع کیا ورنہ ؎

برنتابد کوہ را یک برگِ کاہ۔ گو بوجہ اسکے کہ اس کام کیلئے مجکو وقت بہت ہی کم ملتا ہے۔ نہایت عجلت اور رواروی میں لکھنا ہوتا ہے دوبارہ دیکھنے تک کی بھی نوبت نہیں آتی اور بہت کچھ گنجایشِ اصلاح باقی رہ جاتی ہے۔ نیز طبع میں بھی روانی بالکل نہیں اور میری عدم علمیت ظاہر ہے کہ ایک دنیادار انگریزی خواں عامی شخص ہوں اس لئے جیسا جی چاہتا تھا ویسا یہ کام مجھسے نہ ہوسکا لیکن بخیال ما لا یدرک کلہ لا یترک کلہ جو کچھ بھی اور جیسا کچھ بھی کرسکا ہوں اُسکو ہدیۂ ناظرین کرتا ہوں اصلی تقریرات کی آب و تاب تو بھلا کہاں مضامین کی بھی کافی تعبیر سے یہ بے بضاعت قاصر رہا ہے اس لئے ان ملفوظات سے حضرت کی برجستہ اور لذیذ جامع مانع تقریر کا اندازہ ہرگز نہیں ہوسکتا گو کوشش یہی کیگئی ہے کہ حتی المقدور حضرت ہی کے الفاظ لائے جاویں اور تقریر کی ترتیب بھی محفوظ رکھی جاوے (اور اسی وجہ سے اکثر عبارت کتابی زبان میں نہیں ہے بلکہ بول چال کے طرز پر ہے) لیکن مجکو معلوم ہے کہ میں اسمیں پوری طرح کامیاب نہیں ہوسکا

گو ایک حد تک بفضلہ کامیابی ضرور ہوگئی ہے جیسا کہ ناظرین خود اندازہ فرماویں گے۔ تاہم چونکہ حضرت خود نظر ثانی فرما چکے ہیں اسلئے مضامین قابلِ اعتبار ہوگئے ہیں اور طرزِ بیان کی بھی حضرت نے تحسین فرمائی ہے۔ چونکہ احقر کے ذہن میں اصلی تقریرات کی آب و تاب کا اور اُن کی روانی کا اثر موجود ہے اِس لئے اُن کے مقابلہ میں مجھے اپنی نقل واقعی بالکل پوچ اور ناتمام نظر آتی ہے جسکی بڑی وجہ علاوہ عدم گنجائش وقت کے یہ بھی ہے کہ جہانتک ہو سکا ہے حضرت ہی کے الفاظ کو قلمبند کرنے کی کوشش کیگئی ہے اور ظاہر ہے کہ اس کوشش میں کامیابی تقریر کی روانی کے وقت ناممکن تھی اس لئے عبارت میں پورا پورا نہ حضرت ہی کا رنگ تقریر آسکا نہ احقر ہی کا طرزِ تحریر محفوظ رہ سکا لہٰذا اگر کسی جگہ ظاہری حسنِ کلام کے کمی مانع دلچسپی ہو تو ناظرین احقر کو معذور تصور فرمائیں۔ بہرحال غائبین کو انشاء اللہ تعالیٰ اس مجموعہ سے پورا لطفِ حضوری حاصل ہو جائیگا بلکہ حاضرین بھی قندِ مکرر کا مزا پائیں گے جیسا کہ بعض مقامات کو سُنا کر احقر نے اس کا بخوبی اندازہ کر لیا ہے۔ اگر اسی طرح کچھ مدت تک بعونہ تعالیٰ یہ سلسلہ جاری رہا تو انشاء اللہ العزیز حضرت کا مجموعی طریقہ اصلاح و افاضہ کا جو اپنی نوعیت میں بے نظیر اور بوجہ موافقتِ ضروریاتِ موجودہ غایت نافع ہے آئندہ نسلوں تک کے لئے محفوظ ہو جائیگا جو احقر کی خاص غرض ہے۔ نیز رسوم و بدعات کے غلبہ نے شریعت و تصوف کے حقائق کو بالکل مستور اور مخلوط کر رکھا ہے۔ لوگ زوائد میں مبتلا ہو کر مقصود سے کوسوں دور جا پڑے ہیں اور عجیب خلط مبحث ہو رہا ہے۔ ان ملفوظات کے مطالعہ سے انشاء اللہ تعالیٰ مقصود اور غیر مقصود دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی نظر آجائیگا اور طالب کیلئے سب سے اول ضرورت کی چیز یہی ہے کہ مقصود کی حقیقت معلوم ہو جاوے۔ یہ غرض اس مجموعہ سے بفضلہ تعالیٰ بابلغ وجوہ حاصل ہو سکتی ہے۔ اگر قبل حاضری خدمت کے ان ملفوظات کو بغور ملاحظہ فرما لیا جاوے تو طالبین کے لئے موجبِ زیادتِ بصیرت و مورثِ مناسبتِ بالطریق ہو کر اخذِ فیض میں غایتِ سہولت و اختصار کا باعث ہو کیونکہ انشاء اللہ تعالیٰ ان کے مطالعہ سے حضرت کے طریقہ کا پورا خاکہ پیشِ نظر ہو جائیگا۔ گو حقیقت کے انکشافِ تام کیلئے صحبت کے بغیر چارہ نہیں کیونکہ علاوہ اسکے کہ ؏ شنیدہ کے بود مانندِ دیدہ۔ حضرت کے یہاں بیشمار باتیں ایسی بھی ہیں جو زبان و قلم سے ادا نہیں ہو سکتیں پاس رہنے ہی سے ذوقاً اُن کا ادراک ہوتا ہے ؏

خوبی ہمیں کرشمہ و ناز و خرام نیست	بسیار شیوہ ہاست بتاں راکہ نام نیست

اس مجموعہ کا نام بمناسبت نام اس احقر کے خود حضرت نے حسن العزیز تجویز فرمایا ہے۔ اسکی ترتیب میں یہ صنعت بھی رکھی گئی ہے کہ نام بھی ملفوظ ہے حمد و نعت بھی ملفوظ ہے منقبت خلفائے راشدین بھی ملفوظ ہے توصیف صاحب ملفوظات بھی ملفوظ ہے لیکن مستقل ملفوظات میں کسی قسم کی ترتیب مدنظر نہیں رکھی گئی نہ قید تاریخ کا لحاظ کیا گیا ہے کیونکہ مقصود مضامین کا منضبط کرنا ہے۔ بعض ملفوظات بقید تاریخ ہیں اور بعض بلاقید تاریخ اور خود تاریخیں بھی مقدم مؤخر ہو گئی ہیں پھر جو بقید تاریخ ہیں ان میں بھی اکثر ملفوظ بلا تاریخ کے شامل ہیں۔ ایسی جگہ ان الفاظ سے شروع کیا گیا ہے "ایکبار فرمایا" لیکن ہر جگہ اس کی بھی رعایت نہیں ہے بلکہ کہیں کہیں بغرض سہولت یا توضیح حال اور سابق کے ملفوظات کے مضامین بلا کسی فارق کے مختلط بھی کر دیئے گئے ہیں۔ لیکن ایسا بہت کم ہوا ہے۔ غرض اس تالیف کی مجذوبانہ ہیئت میرے رنگ طبیعت کو بخوبی ظاہر کر رہی ہے ؎

کیا کہوں دل کا کسی سے قصۂ آوارگی	کوئی بھی بے ربط ہوتی ہے کہانی اسقدر

مگر الحمد للہ ؎

گرچہ من قلاش و گر دیوانہ ایم	مست آں ساقی و آں پیمانہ ایم

حق تعالیٰ ببرکت سلسلۂ اشرفی اس آوارہ و ناکارہ کے متوحش قلب کو اپنے ساتھ وابستہ فرما کر اچھے مجھ کا لگے لگاوے آمین۔ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيزٍ ؎ باکریماں کارہا دشوار نیست ؎

گرچہ میں نالائق دربار ہوں	پر اسی گلشن سے ہوں گو خار ہوں ؎

بلبل ہمیں کہ قافیۂ گل شود بس ست + اکثر مکررات کا منشا جدت عنوان ہے لیکن بعض جگہ یاد کی بھی غلطی ہے۔ کچھ حصہ احقر کے قلمبند کئے ہوئے ملفوظات کا دعوات عبدیت جلد سوم .... میں شائع ہو چکا ہے اسکو بھی اس مجموعہ میں شامل کر دیا گیا ہے اور امتیاز کے لئے اس کا ایک خاص عنوان بھی مقرر کر دیا گیا ہے یعنی ملفوظات منقولہ از دعوات عبدیت حصہ سوم۔ نیز علاوہ اُن خطوط کے جو تربیت السالک میں نقل کئے جاتے ہیں روزمرہ کی ڈاک میں ایسے خطوط بھی ہوتے ہیں جنکے جواب میں کوئی مفید مضمون متعلق اصلاح ظاہر یا باطن کے ہوتا ہے یا کوئی عمل یا تعویذ وغیرہ

ہوتا ہے اُن کا خلاصہ مضمون بھی مع جواب کے روز کے روز نقل کرتا جاتا ہوں - یہ مجموعہ بھی مکتوبات کے عنوان سے حسن العزیز کا جزو قرار دیدیا گیا ہے - چونکہ بیشتر مختلط طور سے ان مکتوبات کو حسن العزیز میں شامل کرنیکا خیال تھا اس لئے بعض خطوط مجموعۂ مکتوبات سے علیحدہ ملفوظات میں بھی موجود ملیں گے -

ملفوظات اس کثرت سے اور اسقدر شرح و بسط کے ساتھ زبان فیض ترجمان سے صادر ہوتے رہتے ہیں کہ اُن سب کا احاطہ امکان سے باہر ہے ؏

دامانِ نگہ تنگ و گلِ حُسنِ تو بسیار	گلچین بہار تو ز داماں گلہ دارد

بالخصوص اس حالت میں کہ دو گھنٹہ روز کے اوسط سے بھی کم وقت اس کام کے لئے مجکو ملتا ہے ادہر کسی ملفوظ کے چھوڑنے کو جی چاہتا نہیں حالانکہ بارہا حضرت نے اس بارہ میں تاکید فرمائی لیکن ابتک باوجود کوشش تعمیل ارشاد پر قادر نہیں ہو سکا کیونکہ اس کشاکشی میں مبتلا ہوں کہ ؏

ز فرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم	کرشمہ دامنِ دل میکشد کہ جا اینجا ست
؏ ترے کہنے سے میں از بسکہ باہر ہو نہیں سکتا	ارادہ صبر کا کرتا تو ہوں پر ہو نہیں سکتا

اسی وجہ سے روز کا روز کام پورا نہیں ہوتا - بقایا بڑھتا جاتا ہے - بہت سے عجیب و غریب ملفوظات یوں ہی بلا صاف کئے ہوئے پڑے ہیں اور اکثر ذہن سے بالکل ہی نکل گئے - غرض اس مجموعہ کو یکے از صد سے بھی تعبیر نہیں کیا جا سکتا - بہر حال نمونہ از خروارے ضرور ہے اور بیشتر تحقیقاتِ عجیبہ و مضامین نافعہ کو شامل - چونکہ طرح طرح کے مضامین ہیں اور اکثر پوری صورتِ واقعہ دکھلا دیگئی ہے اسلئے یہ ذخیرہ بیحد دلچسپ بھی ہے - انشاء اللہ تعالیٰ یہ مجموعہ نہ صرف طالبین کیلئے بلکہ شیوخ و مصلحین کے لئے بھی اصلاحِ اخلاق و تربیتِ باطن کا ایک نہایت جامع اور مفید دستور العمل ہوگا - حق تعالیٰ صاحب ملفوظات کو مدتِ مدید تک بعافیت تمام ہم لوگوں پر باین فیوض و برکاتِ روز افزوں سایہ گستر رکھے اور اس سلسلہ کو اس احقر کے ہاتھوں حُسن و خوبی کے ساتھ انجام کو پہونچا کر مقبولیتِ عامّہ و نافعیتِ تامہ سے سرفراز فرما دے اور احقر کے لئے موجب نجات و ذریعۂ حصول مقصود بنادے آمین - اخیر میں یہ بھی دعا ہے کہ حق تعالیٰ ان کلماتِ طیبات پر عمل کی بھی توفیق نصیب فرمائیں ورنہ محض نقل سے کیا کام چلتا ہے بقول مولانا جامی ؏ اے خواجہ چند نقل کراماتِ شیخ شہر - نقدے ز وقت خویش بیار ایں فسانہ چیست - الراقم خواجہ عزیز الحسن - مرقومہ ۲۱ شعبان ۱۳۳۴ھ مطابق ۲۳ جون ۱۹۱۶ء

؏ صحنِ بستاں ذوق بخش و صحبت یاراں خوش ست + وقت گل خوش باد کز وے وقت میخواراں خوش ست

حسن العزیز

کا حصہ

ملفوظات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باغباں خانہ ات آباد ثنا خوانِ توام	چوں صبا باد فروشِ گلِ ریحانِ توام
دیگر	
الا اے طوطی گویائے اسرار	مبادا خالیت شکر ز منقار
سرت سبز و دلت خوش باد جاوید	کہ خوش نقشے نمودی از خطِ یار
دیگر	
گل از رخت آموختہ نازک بدنی را	بلبل ز تو آموختہ شیریں سخنی را
دیگر	
بہ گوش جان بشنو نکتہ ہای پیر ہرات	کہ مشکلاتِ طریق از بیانش آسان ست
دیگر	
ما ہر چہ خواندہ ایم فراموش کردہ ایم	الا حدیث یار کہ تکرار میکنیم
دیگر	
در پسِ آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند	آنچہ استادِ ازل گفت بگو میگویم

دیگر

درین زمانہ رفیقے کہ خالی از خلل ست | صراحیِ مئے ناب و سفینہ غزل ست

دیگر

حسد چہ می بری اے سست نظم بر حافظ | قبولِ خاطر و حُسنِ سخن خدا داد ست

دیگر

ز فرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم | کرشمہ دامنِ دل میکشد کہ جا اینجاست

دیگر

دامانِ نگہ تنگ و گلِ حُسنِ تو بسیار | گلچینِ بہارِ تو ز داماں گلہ دارد

دیگر

نہ حسنش غائتے دارد نہ سعدی را سخن پایاں | بمیرد تشنہ مستسقی و دریا ہمچناں باقی

دیگر

قلم بشکن سیاہی ریز و کاغذ سوز و دم درکش | حسنؔ ایں قصہ عشق ست در دفتر نمی گنجد

دیگر

آنکہ میگویند آں بہتر ز حسن | یارِ ما ایں دارد و آں نیز ہم

دیگر

خوبی ہمیں کرشمہ و ناز و خرام نیست | بسیار شیوہ ہاست بتاں را کہ نام نیست

(۱) حمد و نعت کے متعلق فرمایا کہ مجھے حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کی حمد و نعت بہت پسند ہے جو انھوں نے اپنی مثنوی کی شروع میں لکھی ہے ؎

خدا در انتظار حمد ما نیست | محمدؐ چشم بر راہ ثنا نیست
محمدؐ حامد حمد خدا بس | خدا مدح آفرین مصطفےٰ بس

اسی طرح درود شریف کے متعلق فرمایا کہ مجھے جب کبھی توفیق ہوتی ہے تو یہ درود شریف پڑھتا ہوں اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ کیونکہ یہ باوجود اختصار صلوٰۃ و سلام و برکت سبکو شامل ہے۔ دعا کے متعلق

فرمایا کہ سب سے زیادہ جامع دعا یہ ہے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مِنْ خَیْرِ مَا سَئَلَکَ مِنْہُ نَبِیُّکَ سَیِّدُنَا مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ مَا اسْتَعَاذَ مِنْہُ نَبِیُّکَ سَیِّدُنَا مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ چنانچہ احقر نے ایک بار کسی خاص دعا کی استدعا کی تو فرمایا کہ بس یہ دعا سب دعاؤں سے بڑھکر ہے کہ یا اللہ جو اچھی چیزیں تیرے پیغمبر نے تجھسے مانگی ہوں وہی میں بھی مانگتا ہوں اور جن برائیوں سے حضور نے پناہ مانگی ہو اُن سے میں بھی پناہ مانگتا ہوں اس دعا میں سب کچھ آگیا۔ ایکبار فرمایا کہ سب مسلمانوں کے لئے میں یوں دعا مانگا کرتا ہوں اَللّٰھُمَّ کُلَّ خَیْرٍ لِکُلِّ مُسْلِمٍ وَمُسْلِمَۃٍ۔

(۲) دوران وعظ میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی اسقدر بڑی شان ہے کہ اگر شاہان دنیا کی طرح اُسکے خطاب کیلئے مناسب شان القاب وآداب کی قید ہوتی تو عمریں تمام ہوجاتیں اور ایک بار بھی اُسکے نام لینے کی نوبت نہ آتی القاب وآداب ہی کبھی ختم نہ ہوتے لوگ نام لینے کے لئے ترس جاتے لیکن اللہ اکبر کیا رحمت ہے کہ اپنے نام لینے کے لئے کسی قسم کی قید نہیں لگائی جسوقت اور جس حالت میں جی چاہے اُسکا نام لیکر خطاب کرسکتے ہیں بجز چند خاص موقعوں اور چند خاص حالات کے کہ اُسوقت زبان سے ذکر کرنا خلاف ادب ہے غریب سے لیکر امیر تک اور عابد وزاہد سے لیکر فاسق و فاجر تک ہر شخص کو بے تکلف خطاب کرنیکی اجازت ہے ورنہ اُسکی عظمت وجلال کا مقتضا تو یہ تھا کہ ہماری زبان اگر سات سمندر کے پانی سے بھی دھوئی جاتی تب بھی اُسکے نام لینے کے قابل نہ ہوتی کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

ہزار بار بشویم دھن زمشک وگلاب	ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی ست

مگر قربان جائیے اُسکی رحمت کے کہ اپنا نام لینا بندوں پر کسقدر آسان فرمادیا۔

(۳) فرمایا کہ ہماری عبادت میں ہرگز اسکی اہلیت نہیں کہ وہ قبول بارگاہ خداوندی ہوسکے محض فضل نجات ہوگی۔ ورنہ ہماری عبادت کی تو وہ حالت ہے کہ اگر عتاب ہی نہو تو غایت حلم وکرم ہے قبولیت تو بڑی چیز ہے۔ ایک شخص محبت سے مجھے پنکھا جھل رہا تھا لیکن ایسی بے تمیزی کے ساتھ کہ کبھی تو پنکھا سر میں ماردیتا کبھی مُنہ پر لگ جاتا میں نے دلشکنی کی وجہ سے اُسکو روکا نہیں گھنٹہ بھر تک یہی مصیبت رہی وہ دل میں بہت خوش ہوتا ہوگا کہ میں نے بڑی خدمت کی لیکن کوئی

میرے جی سے پوچھتا کہ گھنٹہ بھر تک میں کس مصیبت میں مبتلا رہا الحمد للہ اُسیوقت حق تعالیٰ نے اس واقعہ سے مجھے یہ بات منکشف فرمادی کہ بس ہماری عبادت کی بھی یہی حالت ہے جو اُس شخص کی خدمت کی حالت تھی یعنی جسکو وہ خدمت سمجھ رہا تھا در اصل وہ ایک زحمت تھی اسیکو مولانا فرماتے ہیں ؎

؎ مابری از پاک و ناپاکی ہمہ ۔۔۔ وز گرانجانی و چالاکی ہمہ ؎
ایں ثنا گفتن زما ترکِ ثنا ست
؎ شاہ را گوید کسے جولاہہ نیست ۔۔۔ ایں نہ مدح ست او مگر آگاہ نیست

یعنی مولانا فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ پاکی سے بھی پاک ہیں یعنی جس قسم کی پاکی ہم بیان کرتے ہیں وہ اُس پاکی سے بھی پاک ہیں ہماری ثنا بھی گویا ترکِ ثنا ہے کیونکہ اگر کسی بادشاہ کی کوئی یہ تعریف کرے کہ آپ جولاہے نہیں ہیں تو در اصل یہ مدح نہیں بلکہ ایک قسم کی مذمت ہے واسرائے کی تعریف میں کوئی یہ کہنے لگے کہ آپ کے اختیارات کے کیا کہنے ہیں کانسٹبل کے بھی اختیارات آپ کو حاصل ہیں تو واقعی یہ بھلا کیا تعریف ہوئی یہ تو پوری توہین ہے لیکن باوجود اس کے ہمارے عجز پر نظر فرما کر حق تعالیٰ ہمارے اس ٹوٹے پھوٹے نماز روزہ کو بھی غایت رحمت و شفقت سے قبول فرمالیتے ہیں ؎

قبول ست گرچہ ہنر نیستت ۔۔۔ کہ جز ما پناہِ دگر نیستت

(۴) فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالِ عقل پر کفار بھی متفق ہیں بلکہ ایک طرح تو وہ مسلمانوں سے بھی زیادہ قائل ہیں کیونکہ حضور کے جو کچھ کارنامے ہیں مسلمان تو اُسکو نصرت حق کا ثمرہ سمجھتے ہیں اور کفار اُن سبکو آپ کے کمالِ عقل کی طرف منسوب کرتے ہیں اس لئے اُن کو اور بھی حیرت و استعجاب ہے برخلاف اسکے مسلمانوں کو کچھ بھی حیرت نہیں کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ تعجب ہی کی کیا بات ہے سب باتیں حق تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمادی تھیں۔

(۵) فرمایا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب کفار نے خبر دی کہ کچھ سُنا بھی تمھارے دوست معراج کا دعویٰ کرتے ہیں تو انھوں نے فوراً تصدیق کی کفار نے کہا کہ ایسی عجیب بات کی بھی تمنے اس طرح بے تامل تصدیق کردی فرمایا کہ میں تو اس سے بھی زیادہ عجیب

بات کی اس سے پیشتر تصدیق کر چکا ہوں کہ آسمان والے یعنی فرشتے خود اُن کے پاس آتے ہیں تو یہ بات تو اس سے کم ہے کہ خود آسمان والوں نے اُن کو اپنے پاس بلا لیا پھر اسمیں تعجب ہی کی کون سی بات ہے پھر ہمارے حضرت نے فرمایا کہ دیکھئے صحابہ کے یہ علوم ہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حکایت بھی اکثر بیان فرمائی کہ جب ہجرت کر کے بہمراہی حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ پہونچے تو حضرات انصار جوق جوق بغرض زیارت حاضر ہوئے چونکہ حضرت صدیق اکبر بوجہ اس کے کہ قوی میں حضور کے برابر نہ تھے عمر میں بڑے معلوم ہوتے تھے اس لئے لوگوں نے انھیں کو رسول اللہ سمجھکر مصافحہ کرنا شروع کر دیا حضرت صدیقؓ کا کمالِ فہم ملاحظہ فرمایئے کہ انھوں نے مصافحہ سے انکار نہیں کیا بلکہ برابر مصافحہ کرتے رہے اور چونکہ حضور سفر سے تھکے ہوئے تشریف لائے تھے اس طرح مصافحہ کی زحمت سے حضور کو بچایا۔ آج کل کوئی اپنے شیخ کے سامنے ایسا کرے تو بڑا گستاخ سمجھا جاوے اور لعن طعن ہونے لگے آج کل ظاہری تعظیم وتکریم ہی کو خدمت سمجھا جاتا ہے۔ اصلی خدمت تو راحت پہونچانا ہے خواہ اسمیں خود اپنے قلب پر کوئی بار ہی کیوں نہ ہو محبت کے تو یہی معنی ہیں۔ خدمت تو صحابہ نے کر کے دکھلا دی۔ چنانچہ جب حضرات صحابہ کو معلوم ہو گیا کہ حضور کو تعظیماً کھڑے ہونے سے تکلیف ہوتی ہے تو اپنے جوش کو دبائے ہوئے بیٹھے رہتے تھے اور گو بہت تقاضا دل میں پیدا ہوتا ہوگا لیکن کھڑے نہ ہوتے تھے اسی طرح حضرت صدیق اکبر نے اُس موقعہ پر کیا۔ اتنے میں دھوپ آگئی حضرت صدیق رضؓ اپنی چادر تان کر کھڑے ہو گئے تاکہ حضور پر دھوپ نہ پڑے اسوقت لوگوں نے جانا کہ مخدوم کون ہیں اور خادم کون۔

(۶) فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا باوجود نہایت مسکینی حالت میں رہنے کے اسقدر رعب تھا کہ ایک مرتبہ راہ میں تشریف لئے جا رہے تھے اور ساتھ میں بہت سے لوگ تھے کسی ضرورت سے پیچھے مڑ کر دیکھا تو جتنے آدمی پیچھے تھے سب گھٹنوں کے بل زمین پر گر گئے ہوشمندی اور فراست اسقدر بڑھی ہوئی تھی کہ ایکمرتبہ مال غنیمت کے اونٹ تقسیم فرما رہے تھے ایک ایک اونٹ دو دو آدمیوں کے حصہ میں دیا جا رہا تھا ایک شخص نے آ کر مانگا کہ احملنی وسحیماً علیٰ بعیر واحد یعنی یا امیر المومنین میرے اور سحیم کے لئے ایک اُونٹ دیجئے لفظ سحیم کے معنی مشک کے بھی ہیں

اور آدمی کا نام بھی ہوتا تھا۔ فوراً بانٹتے بانٹتے حضرت عمر رضؓ رُکے اور فرمایا کہ قسم دیکر پوچھتا ہوں کہ تیری مراد مجھ سے ہے عرض کیا کہ حضرت ہے تو یہی بات۔ فرمایا کہ تو دھوکہ دیکر تنہا ایک اونٹ لینا چاہتا تھا۔ جا کوئی اپنا ساتھی لیکر آ تب اونٹ ملیگا۔ بھلا کیا ٹھکانا ہے فراست اور ہوشمندی کا۔ اسقدر مجمع میں اور ایسی گڑبڑ میں بھی فوراً کیسا پہچان لیا ہر وقت باہوش کتنے رہتے تھے۔

(٧) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ بیان فرمایا کہ حضرت نے فتنہ کو اور مسلمانوں کی پریشانی کو گوارا نہیں کیا بلکہ اپنے قتل کو گوارا فرمایا۔

(٨) فرمایا کہ ایک شخص نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مسئلہ جبر و اختیار کا دریافت کیا فرمایا کہ ایک پیر اٹھا کر کھڑا ہو جا۔ اُس نے ایک پیر اٹھا لیا پھر فرمایا کہ دوسرا پیر بھی اُٹھا لے بھلا دوسرا پیر کس طرح اٹھ سکتا تھا۔ اُس نے عرض کیا کہ حضرت دوسرا پیر تو نہیں اُٹھ سکتا۔ فرمایا کہ بس یہی کیفیت بندہ کے اختیار کی ہے کہ اتنا تو اختیار ہے اور اتنا اختیار نہیں۔ نہ پورا مختار ہی ہے نہ پورا مجبور سبحان اللہ کس خوبی اور آسانی سے اس نازک مسئلہ کو ذہن نشین فرما دیا صحابہ کے علوم کی یہ حالت تھی۔

(٩) احقر نے جب ملفوظات و واقعات قلمبند کرنا شروع کیا تو فرمایا کہ نام کیا رکھئے گا عرض کیا کہ حضور ہی تجویز فرما دیں فرمایا کہ مجھے تو ایسا نام نہیں رکھنا چاہیئے لیکن ہاں ایک نام بہت اچھا ذہن میں آیکا نام عزیز الحسن آپکی تصنیف کا نام حسن العزیز یعنی اپنے عزیز کا حسن کیونکہ اصلی حسن تو یہی باتیں ہیں ایکبار عرض کیا کہ حضرت کیا عرض کروں جیسا جی چاہتا ہے ویسا ضبط نہیں ہو سکتا کیونکہ حضور کی زبان فیض ترجمان سے تو علوم و معارف کے دریا کے دریا نکلے چلے آتے ہیں یہ بے بضاعت کس طرح لکھے اور کیا کیا لکھے سخت الجھن ہوتی ہے ہنسکر فرمایا کہ جہاں ایسی الجھن ہوا کرے بس یہ شعر لکھدیا کیجئے

دامانِ نگہ تنگ و گلِ حسنِ تو بسیار
گلچینِ بہارِ تو ز داماں گلہ دارد

نام تو ایسے پرلطف اور بامعنی تجویز فرماتے ہیں کہ سبحان اللہ احقر نے ایک انتخاب مثنوی شریف کا کرنا شروع کیا تھا جس کے ایک حصہ میں سوز و گداز کے عاشقانہ اشعار اور دوسرے میں پند و نصیحت کے اشعار جمع کرنیکا ارادہ تھا حضرت نے فرمایا کہ پہلے حصہ کا نام برق مثنوی مناسب ہوگا کیونکہ انمیں عاشقانہ اشعار ہونگے اور دوسرے کا رعد مثنوی کیونکہ نصیحت آمیز اشعار میں تہدید و ترہیب ہوتی ہے جو مناسب رعد کے ہے اور مجموعہ کا نام سحاب مثنوی جسمیں

برق اور رعد دونوں ہوتے ہیں اور ٹائیٹل پر یہ آیۃ لکھی جاوے فیہ ظلماتٌ ورعدٌ وبرق اور چونکہ اثر ان دونوں قسم کے اشعار کا ہوگا وہ گویا باران رحمت ہوگی۔ ایکبار فرمایا کہ سوانح عمری لکھنے سے اتنا نفع نہیں جتنا کہ ملفوظات کے لکھنے سے۔

(۱۰) فرمایا کہ میرا سن ولادت ۱۲۸۰ھ ہجری ہے پانچویں ربیع الثانی بوقت صبح صادق مادۂ تاریخی کرم عظیم ہے یا مکرم عظیم کہئے۔ عبدیت کی صفت تو حضرت کے گویا خمیر میں داخل ہوگئی ہے۔ بارہا فرمایا کہ میں بقسم کہتا ہوں کہ مجھے آخرت میں درجوں کا وسوسہ بھی کبھی نہیں ہوتا بلکہ صرف یہ تمنا ہے کہ جنت میں جگہ ملجاوے چاہے جنتیوں کی جوتیوں ہی میں ہو اور یہ تمنا بھی بطور استحقاق کے نہیں بلکہ اسوجہ سے ہے کہ عذاب کا تحمل نہیں ایک مولوی صاحب کو خط اس طرح لکھا تھا۔ از احقر نام اشرف برائے نام۔ بخدمت الخ ...... ۔ احقر سے مادۂ تاریخی مذکورہ بالا کا لطیفہ فرما چکے تھے اُسکے بعد ایک صاحب نے بلا مشورہ و اجازت مٹھائی بازار سے منگا کر بطور ہدیہ پیش کی حضرت نے ناپسند فرمایا کہ جب آپ نے یہیں سے منگائی ہے تو مجھ سے بے تکلف دریافت کرلینا چاہئے تھا کیونکہ دیکھئے آپکا تو روپیہ خرچ ہوا اور میرے یہاں یہ مٹھائی کسی کام نہ آئیگی میرے کوئی بچہ نہیں جو کھاوے بس ہم دو میاں بی بی ہیں ہمیں مٹھائی کا شوق نہیں اب سوای اسکے کہ اوروں کو تقسیم کردیجاوے اور کیا ہو سکتا ہے احسان اور بوجھ تو میرے اوپر ہوا اور فائدہ دوسروں کا ہوا بھلا ایسے ہدیہ لینے سے کیا جی بھلا ہو چونکہ یہ خلافِ قاعدہ بات ہے اس لئے اگر اور کوئی ہوتا تو واپس کردیتا لیکن آپ کی دلشکنی کے خیال سے خیر اتنا کرتا ہوں کہ نصف لی و نصف لک آدھی میں لیلونگا آدھی آپ رکھئے تاکہ آپ کو بھی تو معلوم ہو کہ بے دلی سے جو چیز کھائی جاتی ہے وہ کیسی بُری معلوم ہوتی ہے کیونکہ آپ کھائیں گے لیکن مزا نہ آئیگا تو معلوم ہوگا کہ دوسرے کو بھی کچھ مزہ نہ آیا ہوگا آئندہ ایسی باتوں کا بہت خیال رکھنا چاہئے یہ آپنے تکلف کا برتاؤ کیا افسوس ہے اتنے دن ملتے جلتے ہوگئے لیکن میری طبیعت کا انداز آپکو معلوم نہیں ہوا۔ اب آپ ہی اس مٹھائی کے دو حصے آدھے آدھے کیجئے۔ (ہنسکر فرمایا) لیکن اُستادی نہ کیجئے گا۔ اُن صاحب نے اپنی طرف کا حصہ کم رکھا حضرت کی طرف کا زیادہ حضرت نے اُن کی طرف کا حصہ اٹھالیا کہ اب آپ اسکے خلاف تو کہہ ہی نہیں سکتے کہ یہ آدھا نہیں ہے کیونکہ آپ کے نزدیک اسکا آدھا ہونا مسلّم ہے وہ صاحب

بیچارے دیکھتے کے دیکھتے رہ گئے۔ حضرت نے احقر کو مخاطب کرکے فرمایا کہ دیکھئے میرا مادۂ تاریخی
مکرِ عظیم ٹھیک ہے یا نہیں۔ میں آخر شیخزادہ ہوں شیخ زادے بڑے فطرتی ہوتے ہیں مجھے بھی فطرتیں
بہت آتی ہیں لیکن الحمدللہ اُنہیں کبھی استعمال نہیں کرتا ہوں ہاں اگر کبھی ضرورت ہوتی ہے اور
دوسرے کا نقصان نہیں ہوتا تو اپنے دفع ضرر کے لئے استعمال بھی کرلیتا ہوں جیسے اسوقت کیا۔

(۱۱) فرمایا کہ ایک صاحب نے میرے نام کا سجع کہا تھا "از گروہِ اولیا اشرف علی" میں نے بھی
سیکڑوں سجعے لوگوں کی فرمائش سے کہے ہیں اور بہت عجیب عجیب لیکن محفوظ نہیں ہیں۔
ایک کسبی تھی جسکا نام نینی تھا اُس نے بہت سے شاعروں سے اپنے نام کے سجع کی فرمائش کی
لیکن چونکہ بیہودہ نام تھا سب نے ٹال دیا۔ ذوق سے فرمائش کی تو انھوں نے فی البدیہہ کہا
کہ تیرا سجع تو شیخ سعدی پہلے ہی فرما چکے ہیں ؎ نازت بکشم کہ نازنینی + واقعی کمال ہی کیا۔
کیسی سوجھی ہے۔

(۱۲) فرمایا کہ میرے والد بہت خوش حال تھے انھوں نے بڑے شوق کے ساتھ مجھے عربی
پڑھائی اور نہایت فراخ دلی سے میرے اوپر خرچ کیا۔ ہزاروں روپیہ میں نے اپنے ہاتھوں سے
خرچ کر دیئے اسکا یہ تو اثر ہوا کہ اب الحمدللہ دل میں کسی قسم کی تمنا نہیں رہی اور کسی رئیس یا نواب
کا اثر محض اُسکی وجاہت اور مال دولت کی وجہ سے میرے قلب پر مطلق نہیں پڑتا بلکہ یہ خیال
ہوتا ہے کہ ہم بھی تو غریب نہیں پھر فرمایا کہ مقبولیت عنداللہ کے لئے شرافتِ نسب اور عالی خاندانی
کی مطلق ضرورت نہیں کیونکہ اِنَّ اکرمکم عنداللہِ اتقاکم۔ لیکن جن سے حق تعالیٰ عام خدمت
دین لینا چاہتے ہیں ان کو عالی خاندان میں پیدا فرماتے ہیں تاکہ اُن کے اتباع میں اُمراء و شرفاء
کو بھی کسی قسم کی عار نہ آوے اسی مصلحت سے انبیاء علیہم السلام ہمیشہ عالی خاندان میں پیدا ہوے۔
کوئی نبی گھٹیا خاندان کا نہیں ہوا۔ ایسے لوگوں سے عام نفع بہت ہوتا ہے۔

(۱۳) فرمایا کہ کشف وغیرہ راہ سلوک میں کوئی چیز نہیں بلکہ یہ چیزیں اکثر موانع ہوجاتی ہیں
کشف نہ ہونا زیادہ اچھا اور بے خطر ہے لوگ خواہ مخواہ ہوس کیا کرتے ہیں۔ اسی طرح احوال و مواجید
جو طریق میں پیش آتے ہیں اُنکی ایسی مثال ہے کہ ایک شخص تو سواری گاڑی میں سفر کررہا ہے جو
ہر اسٹیشن پر ٹھہرتی ہوئی دلی پہونچتی ہے اور جسکی کھڑکیاں بھی کھلی ہوئی ہیں وہ شخص کھڑکیوں سے

راستہ کی سیر کرتا ہوا اور ٹونڈلہ اٹاوہ وغیرہ اسٹیشنوں پر ٹھہرتا اور اترتا ہوا دلی پہونچا دوسرا اسپیشل ٹرین میں سوار کھڑکیاں بند کانپور سے جو چلا تو دھر مودھڑ سیدھا دلی میں آکر اترا اب اسکو کچھ خبر نہیں کہ راستہ میں کونکونسے اسٹیشن پڑے کیونکہ یہ تو اسپیشل ٹرین میں سوار تھا جو راستہ میں کہیں رکی ہی نہیں - آناً فاناً دلی پہونچگیا - اب اگر وہ شخص جو سواری گاڑی میں بیٹھکر دلی پہونچا ہے اس شخص سے یہ کہے کہ راستہ میں ٹونڈلہ اٹاوہ اور فلاں فلاں اسٹیشن پڑے اور یہ شخص سنکر افسوس کرے کہ معلوم ہوتا ہے میں نے وہ راستہ قطع ہی نہیں کیا کیونکہ مجھکو تو یہ اسٹیشن کہیں ملے ہی نہیں اور اس سے استدلال کرے کہ میں دلی پہونچا ہی نہیں تو اس کی بڑی بے وقوفی اور ناشکری ہے کیونکہ یہ تو اسپیشل ٹرین میں سوار ہو کر چند گھنٹوں میں دلی پہونچا ہے جو سواری گاڑی سے کہیں زیادہ تیز رفتار ہوتی ہے اور دوسرے شخص نے اس سے کہیں زیادہ دیر میں یہ راستہ قطع کر پایا ہے کیونکہ وہ سواری گاڑی میں تھا جو جگہ جگہ ٹھہرتی ہوئی آئی ہے بلکہ سواری گاڑی والے کو یہ خطرہ ہے کہ کسی بیچ والے اسٹیشن کے نقش و نگار دیکھکر وہ وہیں نہ اتر پڑے اور عمر بھر دلی پہونچنا نصیب ہی نہ ہو اسی طرح بعضے سالکین انوار ہی کو مقصود سمجھکر انہیں میں مشغول رہتے ہیں آگے نہیں بڑھتے - اس لئے بلا کشف کے جو سلوک ہوتا ہے وہ زیادہ اسلم ہے - کشف بعض اوقات بڑے خطرہ کی چیز ہے -

(۱۴) فرمایا کہ جاہل صوفی نماز روزہ وغیرہ ارکان کو کچھ نہیں سمجھتے ذکر و شغل ہی کو اصل چیز سمجھتے ہیں حالانکہ اصل چیز یہ نماز روزہ ہی ہے ذکر و شغل اسی کی تقویت کیلئے کیا جاتا ہے تاکہ نماز اعلیٰ درجہ کی نماز ہو جاوے اور روزہ اعلیٰ درجہ کا روزہ ہو جاوے یہ اعمال بمنزلہ پودوں کے ہے اور ذکر شغل بمنزلہ پانی کے جس سے پودوں کا نشو و نما ہوتا ہے اگر کوئی احمق پودوں کو تو اکھیڑ کر پھینکدے اور خالی زمین میں پانی دئے جاوے تو اسکی سخت حماقت ہے اور بلا پودوں کے پانی دینا ایک فضول حرکت ہے بعینہ یہی حال اس کا ہے جو نماز روزہ کو تو رخصت کرے اور محض ذکر شغل پر اکتفا کرے - کیونکہ بلا نماز روزہ کے ذکر شغل محض لاحاصل ہے - ایکبار دوران وعظ میں فرمایا کہ جاہل صوفیہ اس آیت کا وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِيْنُ یہ ترجمہ کرتے ہیں کہ اپنے رب کی عبادت کرو یہانتک کہ یقین حاصل ہو جاوے حالانکہ یقین سے یہاں یقینی چیز یعنی موت مراد ہے اور یہ عجیب دندھی بات ہے کہ

جب تک یقین حاصل نہو تب تک تو عبادت کرو اور جب یقین حاصل ہو جاوے تو چھوڑ دو اسکی تو ایسی مثال ہوئی کہ جب تک یہ یقین نہو کہ یہ پلاؤ ہے یا کیا چیز ہے تب تک تو کھائے جاؤ اور جب یقین ہو جاوے کہ یہ پلاؤ ہے تو ہاتھ کھینچ لو حالانکہ یقین ہونے کے بعد تو اور بھی کھانا چاہیئے۔

(۱۵) دوران وعظ میں فرمایا کہ نئی روشنی والے پردہ کے متعلق کہتے ہیں کہ پردہ میں بھی تو خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں میں اس کا یہ جواب دیا کرتا ہوں کہ پردہ میں جو کچھ خرابیاں پیدا ہوتی ہیں وہ بھی بے پردگی ہی کی وجہ سے کیونکہ اگر پردہ میں خط وکتابت یا پیغام رسانی کیگئی تو یہ بھی بے پردگی ہی کی ایک قسم ہے غرض خرابی جب پیدا ہو گی بے پردگی ہی کی بدولت۔ پردہ میں بھی جبھی خرابی پیدا ہو سکتی ہے جبکہ کچھ نہ کچھ بے پردگی ہو ورنہ پورے پردہ میں کوئی خرابی پیدا ہونا ممکن ہی نہیں۔

(۱۶) ایک صاحب نے اس شعر کا مطلب دریافت کیا ؏

یک زمانے صحبتے با اولیا	بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

فرمایا کہ صحبت اولیاء اللہ میں ایک خاص بات قلب میں ایسی پیدا ہو جاتی ہے جس سے خروج عن الاسلام کا احتمال نہیں رہتا خواہ گناہ اور فسق وفجور سبھی کچھ اُس سے وقوع میں آویں لیکن ایسا نہیں ہوتا کہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جاوے مردودیت تک کبھی نوبت نہیں پہونچتی برخلاف اسکے ہزار برس کی عبادت میں بھی بذاتہ یہ اثر نہیں کہ وہ کسی کو مردودیت سے محفوظ رکھ سکے چنانچہ شیطان نے لاکھوں برس عبادت کی لیکن وہ اُس کو مردودیت سے نہ روک سکی یہی معنی ہیں اس شعر کے ؏ یک زمانے صحبتے با اولیا + بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا + کیونکہ ظاہر ہے کہ ایسی چیز جو مردودیت سے ہمیشہ کیلئے محفوظ کردے ہزار ہا سال کی اُس عبادت سے بڑھکر ہے جسمیں یہ اثر نہ ہو۔

(۱۷) فرمایا کہ اکثر لوگ کہتے ہیں کہ حدیثوں میں تصوف نہیں اور میں کہتا ہوں کہ وہ حدیث ہی نہیں جسمیں تصوف نہیں یعنی ہر حدیث میں تصوف ہے مگر لوگ تصوف کی حقیقت نہیں جانتے۔

(۱۸) حضرت ایک بار فرما رہے تھے کہ بدون صحبت شیخ کے اگر کوئی لاکھ تسبیحیں پڑھتا رہے کچھ نفع نہیں احقر نے عرض کیا کہ حضرت خود ذکر اللہ میں یہ صفت ہونی چاہیئے تھی کہ وہ خود کافی ہو جایا کرتا صحبت شیخ کی کیوں قید ہے۔ فرمایا کہ کام جب بناویگا ذکر اللہ ہی بناویگا لیکن عادت اللہ

یہ جاری ہے کہ بدون شیخ کی صحبت کے نرا ذکر کام بنانیکے لئے کافی نہیں اس کے لئے صحبت شیخ شرط ہے جس طرح کہ کاٹ جب کریگی تلوار ہی کرے گی لیکن شرط یہ ہے کہ وہ کسی کے قبضہ میں ہو ورنہ اکیلی تلوار کچھ نہیں کرسکتی گو کاٹ جب ہوگا تلوار ہی سے ہوگا۔

(۱۹) فرمایا کہ پیشتر میرا خیال تھا کہ شیخ کے پاس رہنے کی ایسی ضرورت نہیں ذکر شغل کرتا رہے تو گو شیخ سے دور ہو کافی ہے لیکن اب تجربہ کے بعد معلوم ہوا کہ جو نفع ذکر شغل کا شیخ کے پاس رہکر ہوتا ہے وہ دور رہ کر نہیں ہوتا صحبت میں بالخاصہ اثر ہے جیسے مقناطیس میں لوہے کے کھینچنے کا اثر ہے کوئی خاص وجہ اس اثر کی نہیں بتلائی جا سکتی۔ واقعی خربوزہ کو دیکھکر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے ایکبار فرمایا کہ شیخ کے پاس رہکر مشغول رہنے میں اور دور رہکر مشغول رہنے میں ایسا ہی فرق ہے جیسے مریض ایک تو طبیب کے پاس رہکر علاج کراوے اور دوسرا یہ کہ دور سے محض خط و کتابت کے ذریعہ سے علاج ہو ظاہر ہی کہ نفع میں زمین آسمان کا فرق ہوگا۔ ایکبار فرمایا کہ صحبت شیخ میں طالب دزدیدہ طور پر اپنے اندر اخلاق کو لیتا ہی۔ ایکبار بدون صحبت شیخ کے محض خط و کتابت پر اکتفا کرنے کی یہ مثال دی تھی کہ جیسے شوہر اور بیوی محض خط و کتابت کرتے رہیں اور اظہار محبت بھی کرتے رہیں لیکن ملتے جلتے نہ ہیں تو اولاد ہو چکی اسی طرح شیخ کے ساتھ محض خط و کتابت رکھنے سے کوئی معتد بہ نتیجہ نہیں پیدا ہو سکتا ثمراتِ خاصہ کے لئے گاہے گاہے صحبتِ شیخ ضروری ہے۔

(۲۰) فرمایا کہ بعض اصلاح منحصر ہوتی ہے اس بات پر کہ اجازت تعلیم و تلقین کی دیدی جاوے۔

(۲۱) فرمایا کہ بعد تکمیل کے پھر شیخ کا دخل تربیت میں نہیں رہتا نہ حاجت رہتی ہی خود منجانب اللہ بلا واسطہ اُسکی تربیت ہوتی رہتی ہے طالب شیخ سے مستغنی ہو جاتا ہے جیسے مشاطہ بنا سنوار کر دولھن کو دولہا تک پہونچا دیتی ہے اُسکے بعد پھر اُسکا وہاں گذر نہیں ہوتا۔ البتہ شیخ کا جسکی بدولت اُسکو یہ وصول الی اللہ میسر ہوا ہے ہمیشہ ممنون رہنا چاہئے ورنہ ناشکری موجب زوال ہو جاتی ہی

(۲۲) فرمایا کہ صحبت نیک کے متعلق یہ قطعہ مجھے بہت پسند ہے اسکو اکثر پڑھا کرتا ہوں ؎

گلے خوشبوئے در حمام روزے	رسید از دست محبوبے بدستم
بدو گفتم کہ مشکی یا عبیری	کہ از بوے دلاویز تو مستم
بگفتا من گلِ ناچیز بودم	ولیکن مدتے با گل نشستم +

جمال ہم نشیں در من اثر کرد		وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم	

(۲۳) ایک صاحب نے عرض کیا کہ نماز کی پابندی نہیں ہوتی فرمایا کہ اس کے دو علاج ہیں ایک سہل ایک مشکل مشکل علاج تو یہ ہے کہ اپنے اوپر کوئی جرمانہ مقرر کرے کہ جو نہ اسقدر زیادہ ہو کہ پابندی کے ساتھ اُسکا ادا ہونا ہی مشکل ہو اور نہ اسقدر کم ہو کہ نفس پر شاق ہی نہو یہ علاج تو مشکل ہے کیونکہ خود اپنے اوپر سزا جاری کرنا ہے مشکل کام۔ دوسرا اسہل علاج یہ ہے کہ جس سے عقیدت ہو اُس کے پاس کچھ دن رہے اس سے انشاء اللہ خود بخود اصلاح ہو جاویگی۔

(۲۴) فرمایا کہ شیخ جامع شرائط گو خود نہو لیکن بشرط صحت سلسلہ دوسرے کا تو کام بنا ہی دیتا ہے جیسے کیمیا کی بوٹی خود کچھ بھی قیمت نہیں رکھتی یہانتک کہ اگر اُسکو بیچا جاوے تو ساگ تو دھیلہ پیسہ میں بک بھی جاوے اُسے کوئی اتنے میں بھی نہ لے باوجود اسکے کہ وہ خود ایک بالکل بے قیمت چیز ہے لیکن اگر تانبہ اُسکے ساتھ مل گیا تو تانبہ کو تو کندن ہی بنا کر چھوڑے گی لہذا شیخ کی بڑی قدر کرنی چاہیئے یہ مثال ایک صاحب کو سنانے کیلئے دی تھی جو ہمیشہ حضرت سے دنیا کی سفارشیں کرایا کرتے تھے اور اُن ہی صاحب کے خطاب کے سلسلہ میں یہ بھی فرمایا کہ لوگوں نے اسقدر اس تعلق کی ناقدری کی ہے کہ اب میرا دل پھٹ گیا ہے ورنہ پیشتر مجھے بیحد تعلق شفقت کا تھا کیونکہ جو لوگ یہاں رہ کر ذکر شغل کرتے تھے وہ ایسے ہوتے تھے کہ برسوں انھیں وطن کی یاد کا وسوسہ بھی نہیں آتا تھا بس اُن کا ایسا حال ہو جاتا تھا جیسے مکھی شہد میں پھنس جاتی ہے۔ اسلئے مجھکو بھی بہت توجہ ہوتی تھی لیکن اس طریق کی ناقدری کر کر کے لوگوں نے مجھکو اسقدر دل برداشتہ کر دیا ہے کہ اب مجکو خود توجہ نہیں ہوتی ہاں طالب خود ہی اپنی طرف سے توجہ کرے اور کام میں مشغول رہے تو پھر میں کون ہوتا ہوں توجہ نہ کرنیوالا حق تعالی خود زبردستی مجکو متوجہ کریں گے پھر فرمایا کہ اب تو لوگ میری کتابوں سے نفع اُٹھاویں بحالت بے توجہی یہاں آنے میں نفع نہیں یہ سب باتیں انہیں صاحب مذکور بالا کے سنانیکے لئے فرمائی تھیں۔

(۲۵) فرمایا کہ تسخیر اور مقبولیت عند اللہ میں یہ فرق ہے کہ جو عملیات وغیرہ سے تسخیر کیجاتی ہے اُس کا اثر فوری ہوتا ہے دیرپا نہیں ہوتا اور مقبولیت عند اللہ کا اثر روز بروز گہرا ہوتا جاتا ہے اور کبھی زائل نہیں ہوتا جیسے ایک تو ملمع ہوتا ہے کہ شروع شروع میں گو اصلی کندن سے بھی زیادہ

اُسمیں آب وتاب ہوتی ہے لیکن کچھ دن کے بعد جب جھول اتر جاتا ہے تو پھر وہی تانبہ کا تانبہ برخلاف اسکے جو تانبہ کیمیا کے ذریعہ سے سونا بنجاتا ہے اُس کے جگر تک اثر پہونچ جاتا ہے اور اُسکے سونے ہونے کی خاصیت کبھی زائل نہیں ہوتی۔

(۲۶) فرمایا کہ عورتوں کا عشق خواہ حرام ہو لیکن وجداناً اُسکی ظلمت میں پھر ایک قسم کی کمی ہوتی ہے بخلاف امردوں کے عشق کے کہ اُسمیں ظلمت شدید ہوتی ہے کیونکہ عورتیں گو نامحرم ہوں لیکن کسی حال میں کسی شخص کیلئے تو محل تمتع ہیں امرد تو کسی شخص کے لئے محل تمتع فطرۃً ہیں ہی نہیں جیسے ایک تو تہ خانہ کی تاریکی ہے کہ اُس کی ظلمت میں بھی ایک قسم کی کمی ہے کیونکہ اُسکی ظلمت ظلمتِ محضہ تو نہیں ایک عارضِ خاص کی وجہ سے ظلمت ہے اور ایک تاریکی ہوتی ہے اندھیری رات کی جسکی ظلمت ذاتی ہے نورانیت کی صفت اس کی ذات ہی میں نہیں تو گویا عشق زناں تو مشابہ تہ خانہ کی تاریکی کے ہے اور عشق امردان مشابہ اندھیری رات کی تاریکی کے۔ گو دونوں حرام ہیں لیکن امردوں کا عشق حرام در حرام اور گُو در گُو کیونکہ حلت کا وہاں گذر ہی نہیں عورتیں فی نفسہ تو محل حلت ہیں گو عارض کی وجہ سے وہ حلت ثابت نہو۔

(۲۷) فرمایا کہ اگر یہاں دو برس کوئی رہ لے تو اور کچھ تو نہیں لیکن انشاء اللہ فہم دین تو اُس کو ضرور حاصل ہو جاوے اور یہی اصل چیز ہے ایکبار فرمایا کہ دین تو اُس کا سنبھلے ہی انشاء اللہ تعالیٰ دنیا بھی اُسکی درست ہو جاوے واقعی حضرت کے یہاں دنیا کے بھی انتظامات عجیب وغریب دیکھنے میں آتے ہیں جنکو اگر دستور العمل بنایا جاوے تو دنیاوی زندگی بھی نہایت راحت وآرام سے بسر ہو۔

(۲۸) عشق مجازی کے تذکرہ میں فرمایا کہ ایک بات میں بتلاتا ہوں جو مجھ ہی سے سنئے گا اس سے پہلے کبھی نہ سنی ہوگی اور اول وہلہ میں سمجھ میں بھی نہ آئیگی لیکن سچی بات ہے تجربہ کر لیا جاوے فی الحال تقلیداً مان لیجے وہ بات یہ ہے کہ اگر عاشق کی طبیعت بالکل ہی خبیث نہو تو متقی شخص کی طرف نفسانی میلان نہیں ہو سکتا کیونکہ تقوی کا قدرتی یہ اثر ہے کہ وہ وقایہ ہوتا ہے نفسانی میلان کا۔ خواہ تقوی کا دوسرے کو علم ہو یا نہو عشق مجازی ہی کے تذکرہ میں فرمایا کہ یہ سخت ابتلا کی چیز ہے اس سے بہت بچنا چاہئے قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اس معاملہ میں خود مجھکو اپنا اعتبار نہیں اور چونکہ میں خود کوئی چیز نہیں اسلئے میری حیثیت سے یہ بے اعتباری کوئی ایسی اہم نہیں ہے لیکن

جو شخص مجکو بڑا سمجھتا ہو اور مجھسے عقیدت رکھتا ہو اُس کیلئے یہ بہت بڑی عبرت کی بات ہے کہ جسکو ہم بڑا سمجھتے ہیں جب اُسکی یہ حالت ہے تو ہمیں تو بہت ہی احتیاط رکھنا چاہیئے۔

(۲۹) فرمایا کہ اگر کسی حسین صورت کو دیکھکر بُرا خیال دل میں آنے لگے تو فوراً اُس مجمع میں جو سب سے زیادہ بدصورت شخص ہو اُسکو بہت غور سے دیکھنے لگے اور اگر اُس جگہ کوئی بدشکل نہو تو پچھلے دیکھے ہوئے کسی بدشکل شخص کو ذہن میں لاوے ورنہ متخیلہ سے کوئی نہایت بھونڈی صورت تراش کر اُس کا مراقبہ کرنے لگے کیونکہ آخر قوت متخیلہ پھر اور کسوقت کام آویگی کسی ایسے موٹے بھدے آدمی کا تصور کرے کہ جسکا پیٹ نکلا ہوا ہو ہونٹ موٹے موٹے ہوں ناک بچکی ہوئی ہو رینٹھ بہہ رہی ہو مکھیاں بھنک رہی ہوں غرض جہانتک متخیلہ کام کر سکے ایک نہایت بدشکل شخص کی تصویر اختراع کر کے تصور میں لاوے ایسا کرنے سے انشاء اللہ فوراً وہ خیال بدجاتا رہیگا ایک صاحب کو تحریر فرمایا تھا کہ یہ تصور کیا کرو کہ مرکر اُس حسین کا کیا حال ہو جاویگا۔ بدن گل سڑ جاویگا پیٹ پھٹ جاویگا کیڑے پڑ جاویں گے غرض عجیب ہیئت ہو جاویگی اُسوقت اگر کوئی اس عاشق سے کہے کہ اُسکو گود میں لیکر پیار کرو تو وہاں سے ہزار نفریں کر کے لاحول پڑھ کے بھاگ آوے۔

(۳۰) ایک صاحب کا تذکرہ تھا فرمایا کہ اُن کو ابھی کچھ ذکر شغل بھی نہیں بتلایا صرف بیعت کیا ہے اُسپر اُن کا یہ حال ہے پھر فرمایا کہ یہ تو بجلی کا تار ہے کہ ہاتھ لگا نہیں کہ لپٹا نہیں۔

(۳۱) فرمایا کہ بزرگوں کے تعلق سے دین تو درست ہوتا ہی ہے دنیا کی بھی برکت ہوتی ہے لیکن دنیا کے قصد سے تعلق پیدا نہ کرے جس طرح کہ حج کو جاتے وقت اس کا قصد تو نہیں ہونا چاہیئے کہ بمبئی دیکھیں گے اور جہاز کی سیر کریں گے لیکن جو شخص حج کو جائیگا راستہ میں بمبئی بھی پڑے گی اور جہاز کی سیر بھی نصیب ہوگی اسی طرح گو بزرگوں سے تعلق محض دین کیلئے پیدا کرنا چاہیئے لیکن دُنیا کی برکت بھی لازمی طور سے اُسکو نصیب ہو ہی جاویگی مگر دنیا کا قصد ہرگز نہ کرے ورنہ کچھ بھی حاصل نہو گا۔

(۳۲) فرمایا کہ اہل حق کی کتابوں میں اثر ہوتا ہے مگر رسہ کر رستا رہتا ہے گو شروع میں اثر نہو لیکن بالآخر اثر ہو کر رہے گا۔

(۳۳) فرمایا کہ ایک تحصیلدار صاحب نے اپنے ایک عزیز کو میرے سامنے پیش کیا کہ ان کو کچھ شبہات

عقائد میں ہیں ان کے شبہات کو رفع فرما دیجئے ۔ میں نے کہا کہ جناب یہ طریقہ شبہات کے رفع کرنے کا نہیں ہے کہ یہ ایک ہی جلسہ میں اپنے شبہات پیش کریں اور میں انکا رد کردوں اس طرح گو میں ان کو ساکت کرسکوں لیکن قلب کو تو شفا نہ ہوگی اگر ان کو اپنی اصلاح منظور ہے تو میں اسکا طریقہ بتلاتا ہوں وہ یہ کہ یہ میرے ساتھ چار مہینہ کے لئے چلیں دو مہینہ تک تو ان کو کسی شبہ کے پیش کرنے کی بھی اجازت نہوگی البتہ جو شبہات پیدا ہوتے جاویں وہ ایک یادداشت میں درج کرتے جاویں اور اس درمیان میں خود کچھ گفتگو نہ کریں صرف جو کچھ میں مختلف جلسوں میں باتیں کرتا رہوں اُن کو بغور سنتے رہیں اور بعد کو بھی تنہائی میں ان تقریروں کو سوچا کریں بعد دو ماہ کے میں ان کو اجازت دونگا کہ اب آپ اپنے شبہات پیش کیجئے انشاء اللہ تعالیٰ آدھے سے زیادہ شبہات تو اس سکوت ہی کے زمانہ میں جاتے رہیں گے اور پیش کرنے کی نوبت ہی نہ آئیگی اور بقیہ شبہات بقیہ دو ماہ کی گفتگو میں طے ہو جاوینگے یہ ہے اصلاح کا طریقہ نہ یہ کہ میں نے تقریر کر دی اور انھوں نے سن لی ۔

(۳۴) فرمایا کہ ایک صاحب کیرانہ میں بیعت ہونیکے لئے جب آئے تو مٹھائی ایک اور شخص کے ہاتھ لائے میں نے دیکھ لیا کہ ہاں آپ میں شان ہے اور کبر کا مادہ ہے اتفاق سے مجھے کہیں جگہ جانا تھا ۔ میں نے ان سے کہا کہ مجھے یہاں فرصت نہیں ملی مجھے فلاں صاحب کے یہاں جانا ہے وہاں شاید بیعت کرسکوں وہاں چلئے چنانچہ مٹھائی کا طباق ہاتھ میں لئے ہوئے حضرت میرے ساتھ ہوئے ۔ وہاں پہونچکر بھی میں نے یہی کہا کہ کیا کہوں یہاں بھی فرصت نہ ملی وہاں چلئے غرض اسی طرح دو گھنٹے تک گھر گھر اُن کو مع مٹھائی کے لئے پھرا اور قصداً بازار میں ہو ہو کر جاتا تھا ۔ اور وہ صاحب ہاتھ میں مٹھائی کا طباق لئے لئے ساتھ پھرتے تھے جب میں نے خوب پریشان کرلیا اور سمجھ لیا کہ ہاں اب ان کے قلب میں سے یہ خبیث مادہ نکل گیا تب مرید کیا اور اپنی اس حرکت کی وجہ بھی ظاہر کردی ۔ چنانچہ تکبر کا اتنا بڑا مرض جو برسوں کے مجاہدوں اور ریاضتوں سے بھی نہ جاتا اس تدبیر سے بفضلہ دو گھنٹے میں جاتا رہا ۔ پھر فرمایا کہ حق تعالیٰ ایسی ہی تدبیریں سوجھا دیتا ہے بزرگان سلف نے بھی ایسی تدابیر کی ہیں ایکبار فرمایا کہ جب مجھے اپنے کسی عیب کی اصلاح کرنی منظور ہوتی ہے تو ایسا کرتا ہوں کہ اُسکے متعلق

وعظ کہدیتا ہوں اس تدبیر سے بفضلہ تعالیٰ وہ عیب اُسوقت تو جاتا رہتا ہے کیونکہ وعظ کہتے
وقت جوش ہوتا ہے اُس کا اثر خود اپنے قلب پر بھی پڑتا ہے دوسرے یہ ہے کہ غیرت بھی آتی ہے
کہ دوسروں کو تو نصیحت کیجاوے اور خود عمل نہ ہو اس سے بھی عمل کی توفیق ہوجاتی ہے چنانچہ غصہ
کا میں نے اسی طرح علاج کیا کہ ایک وعظ غصہ ہی کے متعلق کہہ دیا اس کا نام الغضب ہے اُسکے بعد سے
غصہ میں بہت اعتدال ہوگیا ہے پھر فرمایا کہ بحمد اللہ میرے یہاں تو ایسے ہی چٹکلوں میں علاج
ہوتے ہیں احقر نے اپنے غصہ کی شکایت کی تو فرمایا کہ الغضب دیکھ لیجے گا تو انشاء اللہ تعالیٰ جاتا
رہے گا لیکن افسوس ہے کہ وہ ابتک طبع ہی نہیں ہوا۔

(۳۵) فرمایا کہ میرے وعظ سنکر جو معتقد ہوتے ہیں اُن کے اعتقاد کا مجھے اعتبار نہیں کیونکہ
آخر وعظ میں گالیاں تو بکونگا نہیں اچھی ہی باتیں کہونگا ہاں جو یہاں آکر اور میرا طرز عمل دیکھکر
پھر بھی معتقد رہے اُسکا اعتقاد البتہ پختہ ہے ایکبار فرمایا کہ جسکو میری باتیں سنکر اعتقاد پیدا ہو وہ
معتبر نہیں کیونکہ تصوف کے نکات لطافت میں شاعری نکات سے ملتے جلتے ہوتے ہیں اس لئے
یہ بنار اعتقاد قابل اعتبار نہیں صحیح بنار اعتقاد کی کسی کے اقوال نہیں ہوتے بلکہ اُسکے اعمال
اور افعال ہوتے ہیں جو اعتقاد افعال سے ناشی ہو وہ معتبر ہے یعنی اعتقاد اس بنار پر پیدا ہو
کہ دیکھو افعال و اعمال نشست و برخاست تک باتیں کیسی سنت کے موافق ہیں۔

(۳۶) احقر کے چند احباب کا قصد حضرت کیخدمت میں بمقام تھانہ بھون حاضری کا ہوا حضرت
اس زمانہ میں کانپور تشریف لائے ہوئے تھے حضرت نے فرمایا کہ اگر محض ملاقات کے لئے آئیں
تو جس طرح چاہیں چلے آئیں لیکن اگر کچھ اور ارادہ ہو (یعنی اصلاح کا) تو مجموعی طور پر نہ آئیں بلکہ ہر
شخص تنہا آئے ورنہ نفع نہو گا کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ ہر شخص کے ساتھ اُس کے مناسب حال برتاؤ
کرنا چاہیئے اور اگر سب ایک ساتھ آئے تو سب کے ساتھ یکساں برتاؤ کرنا پڑیگا اور اگر کسی کے ساتھ سختی
کا برتاؤ کرنا مناسب ہوا تو اُسکو اپنے ساتھیوں سے شرمندگی ہوگی بس ہر شخص کا الگ الگ آنا ہی
ٹھیک ہے۔ یہ تو آخرت کا سفر ہے مردے قبروں میں علٰحدہ ہی علٰحدہ جاتے ہیں ایک صاحب نے
عریضہ میں اپنے ہمراہ اپنے والد صاحب کو بھی لانیکا قصد ظاہر کیا تحریر فرمایا کہ آپ کے ساتھ تشریف
لانے تو اُن کو مخدوم بنا کر رکھنا پڑیگا جسکے لئے میں تو بسر و چشم آمادہ ہوں لیکن اُن کو نفع نہو گا۔

مذکورہ بالا مصالح کے بنا پر حضرت کسی کا کسی کے ساتھ آنا پسند نہیں فرماتے یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ متعدد آدمیوں کے ساتھ آنے میں خاص توجہ کسی ایک کی طرف بھی نہیں ہوتی نہ موقع خاص خطاب کا ملتا ہے لہذا اس طرح آنے میں کچھ بھی نفع نہیں ہر شخص الگ الگ آوے

(۳۷) فتحپور کے سفر میں فرمایا کہ ہم لوگوں کا سفر بھی بعض دفعہ مُضر ہو جاتا ہے کیونکہ ہم لوگوں میں تو کوئی خاص اہتمام اشاعت طریقہ کا ہے نہیں اور فریق مخالف کے لوگ ہماری ایک دن کے اثر کو اُس جگہ مہینوں قیام کر کے آدمی آدمی کے قلب سے نکالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس لئے ایسے سفر سے بجای نفع کے نقصان ہوتا ہے کیونکہ پیشتر تو عوام خالی الذہن تھے اب مخالفین کی کوششوں سے مخالف ہو جاتے ہیں نہ سفر ہوتا نہ مخالفین کو اس طرف توجہ ہوتی اس سے تو عوام اگر خالی الذہن رہیں یہی غنیمت ہے چنانچہ مجھے خوف ہو کہ میں یہاں جو آیا ہوں تو کہیں دوسرے لوگ اس ایک دن کے اثر کو زائل کرنے کیلئے یہاں آکر مہینوں قیام نہ کریں احقر عرض کرتا ہے کہ حضرت کا فرمانا بالکل صحیح ثابت ہوا کیونکہ حضرت کے تشریف لیجانیکے بعد ہی مخالفین نے آکر ایک انجمن قائم کر دی جسکی غرض محض اہل حق کی تردید تھی سچ ہے ؎ قلندر ہرچہ گوید دیدہ گوید۔

(۳۸) فرمایا کہ ایک دفعہ میں بالاخانہ پر شرح مثنوی شریف کی لکھ رہا تھا پڑوس میں کسی کے گھر موسل سے چاول کوٹے جا رہے تھے اُنکی آواز سے میرے اندر ایک ایسی کیفیت پیدا ہو گئی کہ بے اختیار جی چاہتا تھا کہ خوب چلاؤں اور چیخوں میں نے بہت ضبط کیا تب وہ حالت فرو ہوئی پھر فرمایا کہ الحمد للہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کو بھی ایک بار موسل کی آواز پر وجد آگیا تھا اُن سے مشابہت حاصل ہو گئی۔ احقر عرض کرتا ہے کہ سبحان اللہ ؎

کسانیکہ یزداں پرستی کنند	برآواز دولاب مستی کنند

یہ حضرات ہیں جنکو سماع جائز ہے لیکن پھر بھی بغرض حفاظت عوام احتراز کئے ہوئے ہیں ایک بار حضرت نے فرمایا کہ میں نے ایک صوفی سے کہا کہ مجاہدہ ہم لوگ کرتے ہیں کہ باوجود نہایت تقاضا ہونیکے پھر بھی سماع نہیں سنتے تم لوگ کیا مجاہدہ کرو گے کہ جب جی چاہا لے بیٹھے اور سننے لگے۔ ایکبار حضرت قیلولہ فرما رہے تھے احقر پیر داب رہا تھا دور کے حجرہ میں کوئی لڑکا کچھ گنگنا رہا تھا۔ احقر نے تو سُنا تک نہیں حضرت کے کان میں سوتے ہوئے اُسکی آواز پہونچ گئی

آدمی بھیجکر منع فرمایا کہ کیا یہاں قوالی ہو رہی ہے پھر کروٹیں بدلنے لگے اور فرمایا کہ دیکھئے ہم لوگ اسقدر پرہیز کرتے ہیں لیکن پھر بھی چشتیت اپنا اثر کئے بغیر نہیں رہتی میرے قلب میں حرکت پیدا ہوگئی چشتیہ کو سماع سے آخر مناسبت تو ہوتی ہی ہے۔ ایکبار فرمایا کہ مجھے یقین ہے کہ اگر میں قوالی سنتا ہوتا تو میری جان اسی میں جاتی ایکبار ایک قوال کی تعریف فرمائی کہ ظالم ایسا خوش آواز ہے کہ کئی کا خون کر چکا ہے خونی مشہور ہے اسکی زبان سے اشعار سننے کو بہت جی چاہتا ہے۔

(۳۹) ایک صاحب سے فرمایا کہ تصوف کوئی عجیب چیز نہیں نہایت عقل کے موافق نہایت فطرت کے موافق نہایت سہل اور نہایت لذیذ چیز ہے۔

(۴۰) فرمایا کہ ذکر میں چاہے دل لگے یا نہ لگے لیکن برابر کئے جاوے رفتہ رفتہ اسکی ایسی عادت پڑ جاتی ہے کہ پھر بلا اسکے چین ہی نہیں پڑتا۔ جیسے شروع شروع میں حقہ پینے سے گھمیر بھی آتی ہے متلی بھی ہوتی ہے قے بھی ہوتی ہے لیکن پیتے پیتے پھر یہ حالت ہو جاتی ہے کہ چاہے کھانا نہ ملے لیکن حقہ کے دو کش ملجاویں ایکبار فرمایا کہ نفع تو شروع ہی سے ہونے لگتا ہے لیکن محسوس نہیں ہوتا جیسے بچہ روز کچھ نہ کچھ بڑھتا ہے لیکن یہ پتہ نہیں چلتا کہ آج اتنا بڑھا۔ کل اتنا بڑھا۔ البتہ ایک معتدبہ مدت گذر جانے کے بعد اسکی پچھلی حالت کو خیال میں لاکر موازنہ کیا جاوے تو زمین آسمان کا فرق معلوم ہو یہی حال ذکر کا ہے کہ شروع میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا کچھ بھی نفع نہیں ہو رہا حالانکہ در اصل نفع برابر ہو رہا ہے ایک معتدبہ مدت گذرنے کے بعد اپنی پچھلی حالت کو ذہن میں مستحضر کر کے اس سے حالت موجودہ کا موازنہ کرے تو زمین آسمان کا فرق نظر آئیگا ایک صاحب نے لکھا تھا کہ کچھ نفع نہیں معلوم ہوتا فرمایا کہ اسوقت کے ذکر کو بیکار نہ سمجھا جاوے یہ سب جمع ہو رہا ہے اور انشاء اللہ عنقریب سب کھل پڑیگا ایکبار فرمایا کہ پتھر پر پہلے اول قطرہ گرتا ہے پھر دوسرا پھر تیسرا یہانتک کہ پانی گرتے گرتے اسمیں گڑھا پیدا ہو جاتا ہے تو کیا یہ کہا جائیگا کہ اخیر قطرہ نے وہ گڑھا کر دیا۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ یہ گڑھا نتیجہ ہے قطروں کی مجموعی تعداد کا۔ گڑھا کرنے میں اول قطرہ کو بھی ویسا ہی دخل ہے جیسا کہ اخیر قطرہ کو اول قطرہ کو بے اثر ہرگز نہ سمجھنا چاہیئے گو بظاہر ایسا ہی معلوم ہوتا ہے اسی طرح اول روز کا ذکر جسکو بے ثمرہ سمجھا جاتا ہے ہرگز بے ثمرہ نہیں اخیر میں جو حالت خاص پیدا ہوگی اسمیں اول روز کے ذکر کو بھی اتنا ہی دخل ہوگا جتنا کہ اخیر روز کے ذکر کو یہ نہیں ہے کہ

صرف اخیر روز کا ذکر اُس حالت کو پیدا کر دیتا ہے بلکہ ایک مجموعی تعداد مقرر تھی کہ اتنے دن بعد کیفیت پیدا ہوگی جب وہ تعداد پوری ہوگئی وہ کیفیت ظہور پذیر ہوگئی ہر ہر دن کے ذکر کو اس کے پیدا کرنے میں یکساں دخل ہے یا جیسے کہ ایک شخص کوئی مقوی معجون یا مار اللحم کھاتا ہے یہانتک کہ ایک معتد بہ مدت کے استعمال کے بعد وہ سُرخ و سپید ہو جاتا ہے تو کیا صرف اخیر خوراک نے اسکو سُرخ و سفید بنا دیا ہرگز نہیں۔ بلکہ اتنے دنوں کی خوراکوں کی مجموعی تعداد نے اسکی یہ حالت کر دی ہے یہ نادانی ہے کہ اول خوراک کو بے اثر سمجھا جاوے۔

(۴۱) فرمایا کہ ذکر و نماز وغیرہ میں سرسری توجہ و استحضار کافی ہے زیادہ کاوش توجہ میں نہ کرے ورنہ قلب و دماغ ماؤف ہو جائیں گے۔ زیادہ کاوش سے تعب اور پریشانی ہوتی ہے جس سے نفع بند ہو جاتا ہے سرسری توجہ ہی سے شدہ شدہ ملکہ تامہ حاصل ہو جاتا ہے اسی طرح کسی خاص کیفیت یا حالت کی بقا کے لئے بھی زیادہ کاوش نہ کرے نہ اسکے پیچھے پڑے گھیر گھار مضر ہے اپنا کام کئے جاوے جیسی جیسی استعداد بڑھتی جاویگی اس کے مناسب احوال و واردات خود فائض ہوتے رہیں گے اپنے قلب کو مشوش نہ کرے نہ ثمرات و حالات کے درپے ہو۔ بڑی چیز کام میں مشغول رہنا ہے۔

(۴۲) فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب کے ذکر سے گو وہ کسی درجہ کا ہو میرے ہوش بجا نہیں رہتے گو دوسرے کو محسوس نہو لیکن مجھ پر تو گذرتی ہے میں بلا خوف تردید قطع نظر عقیدت و بیعت کے کہہ سکتا ہوں کہ ڈیڑھ سو دو سو برس سے ایسا شیخ محقق نہیں پیدا ہوا۔ حضرت اس فنِ تصوف کے مجتہد اور مجدد تھے۔

(۴۳) ایک صاحب نے کچھ نفس کی کشاکشی کی شکایت کی فرمایا کہ سبکی یہی حالت ہے نفس سے ہمیشہ مقابلہ کرتے رہنا چاہیئے دو پہلوان ہیں کبھی یہ اسکو پچھاڑ دے کبھی وہ اسکو نفس کا مردہ ہو جانا کس کام کا کہ جب مزاحمت ہی نہ رہی تو مقابلہ کا اجر کہاں۔

(۴۴) فرمایا کہ الحمد للہ اگر دین کا یا آبرو کا ذرہ برابر بھی نقصان ہوتا ہو تو ہفت اقلیم کی سلطنت کی بھی پرواہ نہ کروں۔

(۴۵) ایک صاحب کے ذریعہ سے حضرت کا قول پہونچا کہ تکبر سے مجکو کفر کی برابر نفرت ہے۔

(۴۶) فرمایا کہ مخالفین تو ہمارے حضرات کو کیا پہچانتے جو معتقدین اور موافقین ہیں انھوں نے

بھی اُن حضرات کو جیسا کہ حق ہے نہیں پہچانا۔

(۴۷) ایک صاحب نے جو دوسرے خاندان کے درویش تھے لکھا کہ مجکو فنا اور بقا کے درجے تو حاصل ہو چکے تھے اب ایک خواب کی بنا پر اُن کا خیال تھا کہ وہ ابدال ہو گئے حضرت سے بغرض اطمینان اُس خواب کی تعبیر چاہی حضرت نے بہت افسوس کیا فرمایا کہ آج کل بعض درویشوں میں یہ بڑا مرض ہو گیا ہے کہ کمالات کے بہت درپے ہوتے ہیں اور اپنے آپ کو کامل سمجھنے لگتے ہیں حالانکہ یہ شانِ عبدیت کے بالکل خلاف ہے کسی چشتی سے آپ ایسی بات کبھی نہ سُنیئے گا چشتیہ تو بس خاک اور سینہ چاک ہونا چاہتے ہیں اور بعض سلسلہ والے پاک ہونا چاہتے ہیں۔ ابدال ہو جانے پر حضرت نے ہنسکر فرمایا کہ بھائی ہم تو پہلے گوشت تھے اب دال ہو گئے ہیں کسی ایسے سے پوچھو جو گوشت ہو احقر نے عرض کیا کہ یہ کیوں نہ کہا جاوے کہ خود ہی پہلے گوشت تھے اب دال ہو گئے ہیں فرمایا ہاں یہ آپنے ٹھیک کہا۔ ایک بار ایک دوسرے سلسلہ کے ایک صاحب رخصت ہو کر تشریف لیگئے۔ فرمایا کہ یہ نیکبخت اور خوش عقیدہ شخص ہیں ایک بزرگ سے بیعت تھے اُن کا انتقال ہو گیا مجھسے بیعت ہونے کی درخواست کی میں نے کہا کہ میں خاص سلسلہ کی تعلیم کا پابند نہونگا بلکہ میرا جس طرح جی چاہے گا اور جو چیز میں مناسب سمجھونگا۔ اُسی سے شروع کراؤنگا۔ اور آپ ابھی تک دوسرے سلسلہ کی تعلیم کے پابند رہے ہیں اُسکو چھوڑنا آپ کو شاق ہوگا۔ لہذا مناسب ہے کہ کسی اُسی سلسلہ کے بزرگ سے بیعت ہو جایئے انھوں نے کہا کہ آخر چاروں سلسلوں میں بیعت کرنے کی تو اجازت آپکو ہے۔ میں نے کہا کہ میرے یہاں مخلوط طور پر تعلیم ہوتی ہے کسی خاص طریقہ کی پابندی نہیں ہے جو جسکے مناسب ہوا وہی اُسکو بتلایا جاتا ہے۔ انھوں نے پھر مجھسے اصرار کیا کہ اچھا مجھے یہ بھی منظور ہے میں نے کہا کہ جلدی نہ کیجئے مجھے قوی شبہ ہے کہ آپ کو سابقہ تعلیم کا ترک کرنا بہت شاق ہوگا۔ شب کو یہ گفتگو ہوئی آج ظہر کے بعد مجھسے کہا کہ واقعی آپ کا خیال سچا نکلا۔ میرا دل پچھلی تعلیم کے چھوڑنیکو گوارا ہی نہیں کرتا میں نے مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب کا نام تبلا دیا ہے اب وہاں گئے ہیں یہ بھی کہتے تھے کہ میرے شیخ کے صاحبزادے موجود ہیں اُن کے ہوتے ہوئے کسی اور بزرگ سے رجوع کرتے ہوئے شرم سی آتی ہے پھر فرمایا کہ یہ بھی اُن کی ناواقفی کی بات ہے کیونکہ مقصود پیر نہیں ہیں بلکہ حق تعالیٰ ہیں جہاں سے ملیں وہیں سے لینا چاہیئے۔ پھر فرمایا کہ بعض سلاسل میں تو باقاعدہ درس کے طور پر

سلوک کے مقامات کی تعلیم ہوتی ہے کہ اب یہ کرو پھر وہ کرو - ان کو یہ شاق گذرا کہ میری تعلیم تو ایک خاص درجہ تک پہونچ چکی ہے اُسکو چھوڑ کر پھر نئے سرے سے شروع کرنا اُن کو گوارا نہ ہوا۔ ہمارے حضرت حاجی صاحب کے طریق میں اسکی کوئی قید نہیں ہے۔ بعضے کو بالکل اخیر کی چیز شروع میں بتلا دیجاتی ہے بعضوں کو دور سے لوٹا کر پھر شروع کی چیزیں بتلانے لگتے ہیں جیسی جسکی مناسبت دیکھی یہ نہیں ہے کہ خواہ مناسبت ہو یا نہو سب چیزیں خواہ مخواہ اُس سے کرائی جاویں - میں نے کانپور میں ایک طالب علم کو جو ہدایہ پڑھتا تھا اُس سے چھوڑا کر ہدایۃ النحو شروع کرائی تھی اُسکو افسوس ہوا میں نے کہا کہ ہدایہ تو اب بھی ہے پہلے ہدایۃ الفقہ تھی اب ہدایۃ النحو ہے مضاف الیہ تو خارج ہی ہوا کرتے ہیں - رہی پھر بھی ہدایہ ہی ایک صاحب کو جنکو کچھ میلان غیر مقلدی کی طرف تھا اور تصوف کے متعلق اُن کو شبہات تھے بعد دفع شبہات درخواست تعلیم پر میں نے صرف قرآن شریف کی تلاوت بتلائی نہایت شگفتہ ہوئے اور کہا کہ یہ تو آپنے بالکل میرے مذاق کی چیز بتلائی مجھے تلاوت سے بیحد دلچسپی ہے حق تعالیٰ نے میری قلب میں ڈالدیا کہ ان کو تلاوت سے نفع ہوگا - ایک صاحب کو میں نے صرف نوافل کی کثرت بتلائی اور کوئی ذکر شغل نہیں بتلایا - اُن کو اسی سے بہت نفع ہوا تو ہمارے یہاں مناسبت دیکھکر تعلیم کرتے ہیں جس ذکر سے مناسبت طبعی ہوتی ہے اُس سے بیحد نفع ہوتا ہے۔

(۴۸) فرمایا کہ مختلف اذکار سے اسقدر نفع نہیں ہوتا جسقدر کہ ایک یا دو قسم کے ذکر سے ہوتا ہے کیونکہ مختلف اذکار میں طبیعت منتشر رہتی ہے کوئی ذکر بھی راسخ نہیں ہوتا - ایک دو اذکار پر مداومت کیجاوے تو وہ بہت جلد راسخ ہو جاتے ہیں۔

(۴۹) فرمایا کہ اور فنون میں تو علم پہلے ہوتا ہے عمل بعد کو اور صرف تصوف ایک ایسا فن ہے جسمیں عمل پہلے ہوتا ہے اور علم بعد کو اور یہ علم شریعت کا نہیں وہ تو پہلے ہی ہونا چاہئے حضرت حاجی صاحب سے جب کوئی کسی مسئلہ تصوف میں الجھتا تو فرما دیتے کہ میاں یہ کرنے کی چیز ہے قال و قیل سے سمجھ میں نہیں آسکتا۔

(۵۰) فرمایا کہ امید حق تعالیٰ سے طبعی ہونی چاہئے اور خوف عقلی اس سے عمل میں بہت قوت رہتی ہے۔

(۵۱) فرمایا کہ مبتدی کو نماز میں صرف الفاظ کی طرف توجہ ہوتی ہے اور متوسط کو معانی کی طرف اور منتہی کو محض ذات حق کی طرف توجہ ہوتی ہے نہ الفاظ کی طرف نہ معانی کی طرف اگر معانی یا الفاظ کی طرف وہ توجہ کرے تو اُسکو تو مصیبت ہو جاوے۔ احقر نے عرض کیا کہ معانی تو مقصود معلوم ہوتے ہیں فرمایا کہ اصل مقصود تصور ذاتِ حق ہے الفاظ اور ارکان جو نماز میں ہوتے ہیں وہ ایسے ہیں جیسے کہ دربار شاہی میں حاضری کے وقت کیلئے خاص آداب والقاب والفاظ مصطلحہ مقرر ہیں لیکن جسوقت بادشاہ کے سامنے وہ الفاظ دہرائے جاتے ہیں ظاہر ہے کہ اُسوقت نہ اُن الفاظ کی طرف التفات ہوتا ہے نہ معانی کی طرف بلکہ ہمہ تن توجہ بادشاہ کی طرف ہوتی ہے مکرر استفسار پر فرمایا کہ یہ ذوقی امر ہے کہنے سے سمجھ میں نہیں آسکتا جب حق تعالیٰ نصیب فرما دیتے ہیں تب ہی سمجھ میں آتا ہے

(۵۲) دوران وعظ میں فرمایا کہ آج کل لوگ شمس العلماء وغیرہ کو سمجھتے ہیں کہ وہ سچ مچ شمس العلماء ہیں حالانکہ یہ محض حکام کی قدردانی ہے باقی اس خطاب سے کیا کوئی لیاقت ثابت ہو گئی ہم لوگوں کو تو اتنی بھی سمجھ نہیں جتنی کہ ایک نائن کو تھی اُسکو کسی نے خوشخبری سُنائی کہ مبارک ہو تمھارے شوہر کو بادشاہ نے اُستاد کا خطاب عطا فرمایا ہے اُس کے شوہر نے بادشاہ کا خط سونیکی حالت میں اس طرح بنا دیا تھا کہ اُسکو خبر بھی نہ ہوئی جب اُٹھکر آئینہ دیکھا تو خط بنا ہوا دیکھکر حیرت ہوئی دریافت سے معلوم ہوا کہ فلاں نائی نے یہ خط سوتے میں بنایا ہے۔ بادشاہ بہت خوش ہوا اور اُسکو اُستاد کا خطاب دیدیا۔ اُسکی بیوی کو جب لوگوں نے یہ خوشخبری سُنائی تو اُس نے کہا کہ بادشاہ کیا جانے خط بنانا ہاں خوشی کی تو بات جب ہوتی جبکہ چار نائی ملکر یہ کہدیتے کہ یہ اُستاد ہے۔ اسی طرح اگر چار طالب علم ملکر کسی کو شمس العلماء کیا نجم العلماء بھی کہدیں تو وہ واقعی قابل اعتبار ہے۔

(۵۳) فرمایا کہ مجذوبوں کا پہچاننا ہر شخص کا کام نہیں۔ حضرت جنید رح کی خدمت میں ایکبار حضرت شبلی رح تشریف لائے اور بے پوچھے زنانہ مکان کے اندر گھس آئے بیوی پردہ میں دوڑنے لگیں آپنے فرمایا کچھ ضرورت نہیں۔ یہ اپنے ہوش میں نہیں بظاہر نہایت ہوش وحواس کی باتیں کرتے رہے تھوڑی دیر میں وہ رونے لگے فرمایا کہ اب پردہ میں چلی جاؤ۔ اب انکو ہوش آگیا سمجھئے جو حالت بظاہر ہوش کی تھی وہ تو دراصل بے ہوشی تھی اور جو حالت بظاہر بے ہوشی کی تھی وہ ہوش کی حالت تھی ایسی حالت میں عوام کو کیا پتہ چل سکتا ہے کہ کون مجذوب ہے کون نہیں۔ اسی طرح بہت سے یوں ہی

دیوانے ہوتے ہیں پھر استفسار پر فرمایا کہ بس جسکو اُسوقت کے اہل نظر بزرگ مجذوب کہیں اسی کو مجذوب سمجھے۔

(۵۴) احقر کا ایک عزیز جو بظاہر بہت کم عمر معلوم ہوتا ہے اُس کے بچہ ہونیکی امید ہوئی۔ حضرت غریب خانہ پر رونق افروز ہوئے تو بعض عزیز مستورات نے کہلایا کہ صرف اُس سے پردہ نہیں کرتے کیونکہ وہ چھوٹا سا ہے اور باقی سب سے پردہ ہے۔ فرمایا کہ نہیں اُس سے بھی پردہ کرنا چاہیئے اور جب وہ چھوٹا سا (یعنی بچہ) آجاویگا تب معلوم ہوگا کہ کیسا چھوٹا سا ہے۔

(۵۵) ایک شخص کو حضرت نے شروع میں علم تعبیر عطا ہونیکی بشارت دی تھی۔ بعد کو اُس نے شکایت کی کہ وہ اب جاتا رہا۔ فرمایا کہ کچھ غم نہیں۔ ایک تو شروع کا پھول ہوتا ہے جو جھڑ جاتا ہے اُس کے بعد پھر دوسرا پھول آتا ہے جو اصلی ہوتا ہے اُسکے بعد پھر پھل آتا ہے اسی طرح بہت سی عارضی حالتیں اس طریق میں پیش آتی ہیں جو مقصود نہیں ہوتیں۔ نظر مقصود پر رہنی چاہیئے۔ کیفیات اور حالات کا اعتبار نہ کرنا چاہیئے۔

(۵۶) ایک سب جج صاحب نے جو بہت دور کے یعنی ملک کاٹھیاواڑ کے رہنے والے تھے اور بمبئی یونیورسٹی کے انگریزی اور فارسی کے ایم۔ اے تھے اور ایل ایل بی بھی تھے حضرت کے مواعظ وکتب دیکھکر حاضری خدمت کی بغرض بعیت اجازت چاہی حضرت نے تحریر فرمادیا کہ بعیت کے قصد سے سفر نہ کیجیئے البتہ ملاقات کرنے کے لئے تشریف لانا چاہیں تو مضائقہ نہیں چنانچہ وہ صاحب حاضر ہوئے۔ دوسرے دن بعد مغرب خلوت کی گفتگو میں فرمایا کہ گو آپ کو طویل سفر کرنا پڑا لیکن یہ ضروری تھا کیونکہ اصل چیز اس طریق میں ایک دوسرے سے مناسبت پیدا ہو جاتا ہے بلا اسکے کچھ نفع نہیں ہو سکتا اور محض میری کتابیں یا وعظ دیکھکر جو اعتقاد پیدا ہو وہ قابل اعتبار نہیں کیونکہ اس اعتقاد کی بنا صحیح نہیں۔ ظاہر ہے کہ میں کتابوں میں کوئی بری باتیں تو لکھنے سے رہا۔ لہذا بلا اس کے کہ میرے روزمرہ کے اعمال وافعال یہاں رہ کر نہ دیکھے جائیں میرا مذاق میرا طرز میرا مشرب میرا طریقہ میرے مزاج کی حالت نہیں معلوم ہو سکتی محض کتابیں ان باتوں کے معلوم کرنے کے لئے کافی نہیں ہو سکتیں۔ اسی لئے میں ہمیشہ چند روز پاس رہنے کا مشورہ دیا کرتا ہوں تاکہ اصل حالت ایک دوسرے کی جانبین کو معلوم ہو جاوے اور مناسبت پیدا ہو جاوے

جو مدارِ نفع ہے۔ اسی لئے میں لکھدیا کرتا ہوں کہ بیعت کے قصد سے سفر نہ کیا جاوے بلکہ محض ملاقات کے لئے کیونکہ ملاقات ہونے کے بعد دونوں احتمال دونوں جانب سے ہیں کہ مناسبت پیدا ہو یا نہو۔ اسمیں دونوں طرف آزادی رہتی ہے۔ دوسرے یہ کہ آنیوالے کا مذاق بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ درویشی کو کیا سمجھ کر اسکا طالب ہوا ہے چنانچہ گو آپ سے غلط فہمی کا احتمال نہیں ہے لیکن پھر بھی احتیاطاً عرض کئے دیتا ہوں کہ بعضے لوگ تو یہ چاہتے ہیں کہ خوب جوش وخروش و مستی رہا کرے اور بالکل استغراق کی حالت رہے سو نہ یہ کیفیات مقصود ہیں نہ یہ اختیاری ہیں بعضے چاہتے ہیں کہ معاصی سے ایسی نفرت ہو جاوے کہ طبیعت کا میلان بھی باقی نہ رہے سو یہ بھلا کہاں ممکن ہے۔ میلان معاصی کا بعد کمال کے بھی رہتا ہے لیکن اتنا فرق ہو جاتا ہے کہ پہلے نفس کے تقاضے کے رد کرنے میں سخت کلفت ہوتی تھی اور اسپر غالب آنا نہایت دشوار ہوتا تھا گو بچنا اختیار میں اسوقت بھی ہوتا ہے یہ نہیں ہے کہ اختیار ہی میں نہو۔ بعد ذکر شغل کے اول تو تقاضا اس شدت کے ساتھ نہیں ہوتا اور دوسرے تھوڑی سی توجہ سے اور مخالفت سے وہ دب جاتا ہے باقی یہ نہیں ہو جاتا کہ تقاضا ہی نہو۔ اور کمال تو اسی میں ہے کہ باوجود تقاضے کے ضبط کرے ورنہ وہ تو دیوار ہو جاتا ہے اس کی بالکل ایسی مثال ہے جیسے شائستہ گھوڑا۔ یہ نہیں ہوتا کہ وہ کبھی کوئی شرارت ہی نہ کرے۔ بعد شائستگی کے بھی وہ کبھی کبھی دولتی پھینکنے لگتا ہے کبھی کھڑا ہو جاتا ہے لیکن تھوڑے سے اشارہ سے اور ایک دو بار ایڑ مارنے سے بہت جلد رام ہو جاتا ہے۔ اور جو گھوڑا شائستہ نہو وہ ایک تو بہت زیادہ شرارتیں کیا کرتا ہے اور جب شرارت کرتا ہے تو پھر اس کا سنبھالنا مشکل پڑ جاتا ہے۔ یہی نفس کا حال ہے بعد شائستگی کے بھی وہ کبھی کبھی شرارت کرنے لگتا ہے لیکن ادنیٰ توجہ میں دب جاتا ہے یہ نہیں ہے کہ ایڑ ہی کی ضرورت نہ رہے نفس کی منازعت تو عمر بھر رہتی ہے لہٰذا یہ ہوس کرنا بھی فضول ہے کہ نفس میں معاصی کا میلان بھی باقی نہ رہے۔ بعضے لوگ کشف وکرامات اور خرقِ عادات کے خواہاں ہوتے ہیں یہ بھی کوئی چیز نہیں اصل مقصود رضائے حق ہے اور اس کا ذریعہ دوام طاعت اور کثرت ذکر ہے۔ رضا کا ظہور آخرت میں ہوگا البتہ یہاں دنیا میں اسکی علامت یہ ہوتی ہے کہ کثرت ذکر سے حق تعالیٰ کے ساتھ قلب کو ایک خاص تعلق اور لگاؤ پیدا ہو جاتا ہے جس سے حظ اور تسلی رہتی ہے جیسے معشوق کے ساتھ دل کو لگاؤ ہو جاتا ہے اور اس کی یاد دل سے نہیں

اثر تو اُس سے حظ بھی ہوتا ہے اور تسلی بھی رہتی ہے اور اُس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ محبوب کے احکام کی تعمیل کا دل سے شوق ہو جاتا ہے اور گو ظاہری کلفت ہو لیکن اُن احکام کی تعمیل اُسپر آسان ہو جاتی ہے یہی حالت یہاں ہوتی ہے کہ کثرت ذکر سے حق تعالیٰ کے ساتھ ایک نسبت راسخہ پیدا ہو جاتی ہے جسکا لازمی اثر سہولت طاعت اور دوام ذکر ہے یہ باتیں میری کتابوں میں بھی لکھی ہوئی ہیں لیکن زبانی گفتگو سے جیسی سمجھ میں آتی ہیں ویسی محض مطالعہ سے سمجھ میں نہیں آسکتیں۔ انہیں مصلحتوں سے سفر مناسب ہوتا ہے۔ خط وکتابت ان باتوں کے لیئے ہرگز کافی نہیں۔ آپ یہاں سے واپس ہوکر خود مشاہدہ کریں گے کہ یہ سفر کرنا آپ کے لیئے کسقدر نافع ہوا اگر سفر نہ کرتے تو یہ بات پیدا نہ ہوتی اب اس سب گفتگو کے بعد مجھسے جو خدمت لیجاوے میں حاضر ہوں۔ اُن صاحب نے بیعت کی درخواست کی ہنسکر فرمایا کہ خیر یہ کوئی ایسی ضروری چیز نہیں۔ اصل چیز تو اتباع اور محبت ہے۔ باقی ہاتھ میں ہاتھ دینا یہ محض طالب کی تسلی کے لیئے ہوتا ہے کہ اُسکو اطمینان ہو جاوے کہ ہاں فلاں شخص کے ساتھ ایک خصوصیت ہوگئی۔ ورنہ نفع میں اس کا کچھ بھی دخل نہیں۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ نفع میں ذرہ برابر بھی کمی نہ ہوگی بلکہ بیعت کرنے سے میرے اوپر ایک بوجھ ہو جاتا ہے میں تو یہ چاہا کرتا ہوں کہ مجھسے بیعت تو نہ ہوں لیکن مجھسے دین کی خدمت لیں میں نہایت خوشی سے ہر مسلمان کی خدمت کرنے کیلئے آمادہ رہتا ہوں اور مجھپر بیعت کا کچھ بھی اثر نہیں ہوتا کیونکہ میں ہر مسلمان کی دل سے خدمت کرنا اپنے ذمّہ ضروری سمجھتا ہوں۔ اس لیئے خواہ کوئی بیعت ہو یا نہ ہو ہر حالت میں مجھے یکساں توجہ رہتی ہے صرف اسلام شرط ہے اور چونکہ میں نے اپنے ذمّہ ہر مسلمان کی دینی خدمت کو ضروری سمجھ رکھا ہے اس لیئے مجھے یہ بھی یاد نہیں کہ کون تو میرا مرید ہے اور کون نہیں میرے یہاں کوئی رجسٹر نہیں کچھ نہیں نہ مجھے اسکے یاد رکھنے کی ضرورت۔ ہاں کوئی بار بار مجھے اپنا مرید ہونا جتلاتا رہے تو دوسری بات ہے کہ یاد رہجاوے ورنہ جو لوگ صرف میرے پاس آتے جاتے ہیں یا خط وکتابت کرتے ہیں مجھ کچھ پتہ نہیں کہ کون مرید ہے اور کون نہیں یہ سُنکر اُن صاحب نے عرض کیا کہ بیعت تو سنت ہے فرمایا کہ سنت ہے مگر مستحب کے درجہ میں اور سنّت بھی بیعت کی حقیقت ہی نہ کہ صورت یعنی ہاتھ پر ہاتھ رکھنا بیعت کی صورت ہے نہ کہ حقیقت۔ حقیقت ہے محبّت اور اتباع جس کو محبّت ہو اور اتباع کرے اُسکو حقیقت بیعت کی حاصل ہے گو صورت بیعت کی حاصل نہ ہو یعنی

ہاتھ پر ہاتھ نہ رکھا ہو اور حقیقت ہی بیعت کی سنت ہے نہ کہ صورت کیونکہ اگر صورت سنت ہوتی تو
عورتیں اس دولت سے محروم رہتیں کیونکہ اُن کے ہاتھ پر ہاتھ نہیں رکھا جاتا۔ صورتِ بیعت کو
لوگوں نے حد سے زیادہ ضروری سمجھ رکھا ہے یہ سب پیرزادوں نے اپنے کھانے کمانے کے لئے
لوگوں کے ذہنوں میں بٹھا رکھا ہے کہ بدون ہاتھ میں ہاتھ دیئے نفع ہی نہیں ہوتا تاکہ مرید پھنس جاوے
اور کہیں نہ جاسکے ہمارا ہی پابند ہو جاوے حالانکہ ہاتھ میں ہاتھ دینے کو نفع میں مطلق دخل نہیں چنانچہ
میں نے جو بیعت کرنا قریب قریب ترک ہی کر دیا ہے تو اُس کی یہ بھی ایک مصلحت ہے کہ لوگوں نے
جو اس کے متعلق عقیدہ میں غلو کر رکھا ہے اُس کی اصلاح ہو کیونکہ جو چیز ایسی ضروری نہ ہو اُسکو
ضروری سمجھنا اور اُس کی حد سے اُس کو بڑھانا یہ بھی بدعت ہے۔ چنانچہ لوگ سمجھتے ہیں کہ دارومدار
نفع کا بیعت ہی ہے حالانکہ یہ بالکل غلط عقیدہ ہے۔ یہانتک کہ میں نے بعضوں کو محض ذکر
شغل تعلیم کر دیا اور بیعت نہیں کیا۔ انھوں نے یہاں رہکر کام کیا پھر میرے نزدیک وہ اس کے
اہل ہو گئے کہ خود اُن کو اجازت بیعت و تلقین کی دیجاوے چنانچہ جب میں نے اجازت دی تو اُنھوں
نے کہا کہ ابھی ہم خود تو مرید ہوئے ہی نہیں چنانچہ میں نے اجازت تو پہلے دی اور بیعت بعد کو کیا۔
سلف میں بھی بیعت کو ضروری نہیں سمجھا جاتا تھا چنانچہ شجروں میں بجائے بایَعَ یعنی بیعت
کیا کے صَحِبَ لکھا ہوا ہے کہ فلاں بزرگ کی صحبت میں رہے۔ چونکہ اُسوقت سلاطین بھی بیعت
لینے لگے تھے کیونکہ بیعت کا حاصل معاہدہ ہے وفاداری کا۔ اور اس اطاعت کا معاہدہ سلاطین
بھی اپنی رعایا سے بذریعہ بیعت لیا کرتے تھے۔ اس لئے مشائخ نے بیعت لینے کی رسم موقوف
کر دی تھی۔ چنانچہ کئی صدی تک بیعت کی رسم ملتوی رہی۔ اب دیکھئے اگر صورت بیعت کی
ضروری ہوتی تو شجروں کے سلسلے اوپر کو چل ہی نہیں سکتے یہ سب سنکر وہ صاحب خاموش رہے
حضرت نے فرمایا کہ اس تمام تقریر سے میرا یہ مطلب نہیں ہے کہ مجکو بیعت سے انکار ہے باوجود
اسکی حقیقت معلوم ہو جانیکے پھر بھی اگر کسی کی تسلی بغیر بیعت کے نہ ہو تو میں اُس کے لئے بھی
حاضر ہوں کیونکہ تقریر کا حاصل تو یہ ہوا کہ میں نے آپ کو اپنے مذاق سے مطلع کر دیا طبیعتیں اور
مذاق مختلف ہوتے ہیں بعضوں کی تسلی بغیر بیعت کے ہوتی ہی نہیں تو اُن کی طبیعت کو میں
کیسے بدل سکتا ہوں اور اُن کو کس طرح مجبور کر سکتا ہوں لیکن مجکو تقریر کر دینا تو ضروری تھا

کیونکہ بعضوں نے میری تقریر کو سُنکر یہی قبول کر لیا ہے کہ اچھا جب نفع میں کچھ کمی نہیں تو بیعت نہ سہی۔ اُن کو بلا بیعت ہی کے تسلی ہوگئی۔ اب چونکہ دونوں احتمال ہو سکتے ہیں اسلئے مجھے تقریر کر دینا ضروری تھا۔ باقی میں آپکو مجبور نہیں کرتا کہ آپ میرے ہی مذاق کے تابع ہوں۔ دو روز آپکے قیام کے اور باقی ہیں ان میں اچھی طرح سوچ لیجئے اور اگر پھر بھی آپکی یہی رائے ہو تو میں حاضر ہوں چونکہ میں آزادی کا بہت قدرداں ہوں اس مصلحت سے بھی مفصّل تقریر کر کے یہ ذہن نشین کر دیتا ہوں کہ بیعت کو نفع میں کچھ دخل نہیں تاکہ آزادی رہے کہ اگر کبھی دل کھٹا ہو تو بے تکلف مجکو چھوڑ دے ورنہ ہاتھ میں ہاتھ دیکر پھر خواہ مخواہ پھنس جاتا ہے دوسری جگہ اگر جانا چاہے تو نہیں جا سکتا کیونکہ بیعت عام طور سے دوسری جگہ رجوع کرنے سے مانع ہو جاتی ہے بیعت سے انکار میں ایک یہ بھی مصلحت ہے کہ میں کسی کی آزادی میں کیوں خلل ڈالوں۔ پس بیعت نہ ہونے میں یہ نفع ہے کہ اگر کسی وجہ سے دوسری جگہ رجوع کرنا چاہے تو آزادی سے کر سکتا ہے۔

(۵۷) ایک حاجی صاحب مالک مطبع سے ایک منشی صاحب ایک دوسرے مطبع جدید کے مالک نے بذریعہ خط معاملہ بابت لینے ایک کتاب کے حواشی کے طے کیا جو حاجی صاحب کے پاس لکھا ہوا تیار رکھا ہے لیکن نوبت طبع کی نہیں آئی اُسکو منشی صاحب بہ قیمت اُن سے حاصل کر کے اپنے مطبع میں طبع کرانا چاہتے تھے۔ حاجی صاحب نے حضرت کی خدمت میں ایک کارڈ بھیجا۔ جسمیں اُنھوں نے آخر میں یہ بھی لکھدیا کہ حاشیہ کی بابت منشی صاحب نے لکھا ہے اور تحریر کیا ہے کہ بمشورہ حضرت کے یہ خط طلبی تحشیہ کا لکھا گیا ہے اسکو پڑھکر حضرت کو نہایت ناگواری اور کبیدگی ہوئی اور دیر تک اظہار ناخوشی فرماتے رہے۔ فرمایا کہ دیکھئے میں انہیں تجربوں کی بنا پر کبھی کسیکو دنیوی امور میں رائے نہیں دیا کرتا۔ رائے کی حقیقت تو ہے محض کوئی نیک بات سوجھا دینی اور لوگ اسکو اپنے مقاصد کے حصول کا آلہ بناتے ہیں۔ افسوس طبیعتیں کیسی بھدّی ہوگئیں ذرا لطافت باقی نہیں رہی بس اغراض نے ادراک اور حس کو بالکل برباد کر دیا ہے ؏

چوں غرض آمد ہنر پوشیدہ شد	صد حجاب از دل بسوے دیدہ شد

اللہ کیا حالت ہوگئی لوگوں کی۔ بس اُنھوں نے یہ دیکھ لیا کہ اسمیں ہمارا مطلب نکلتا ہے کیونکہ اسکے لکھدینے سے وہ ضرور بھیجدیں گے۔ یہ خیال نہ آیا کہ اُسکو معلوم ہو جائیگا تو کیسی تکلیف ہوگی

غرض بھی کیا بُری چیز ہے کہ آدمی کو بالکل اعمیٰ کر دیتی ہے۔ واقعی مجکو سخت کبیدگی ہوئی جب اُنکو بقیمت ہی معاملہ طے کرنا تھا تو پھر میرے نام کو بیچ میں ڈالنے کی کیا حاجت تھی یہ بات تو محض اپنے میرا لوجھ ڈالنے کی غرض سے اُنہیں لکھی گئی جو مجکو ہرگز گوارا نہیں۔ کیا کہوں بعضوں کی مصلحت کے خیال سے مغلوب ہو کر میں مروت میں آجاتا ہوں اور محض مشورہ دیدیتا ہوں لیکن جب کبھی ایسا کیا ہمیشہ بعد کو کلفتیں پیش آئیں میں نے تو اُنہیں اپنے معمول سے مستثنےٰ کر رکھا تھا تاکہ اُن کو سہولت رہے لیکن انھوں نے قدر نہ کی۔ اب وہ بھی مستثنےٰ منہ میں داخل۔ انشاء اللہ اب میں اُنہیں کبھی کوئی رائے نہ دونگا۔ جو بات میرے اختیار کی ہے وہی میں کر سکتا ہوں اور اگر پھر بھی وہ میری شرکت رائے کو غلط طور پر ظاہر کرتے پھریں تو اسکی روک تھام میرے اختیار سے خارج ہے پھر فرمایا کہ یہ تو اُن لوگوں کا حال ہے جنکو رات دن اسی کا سبق پڑھایا جاتا ہے۔ اگر کوئی اور ہوتا تو یہ بھی کہہ سکتے تھے کہ بھائی ناواقف تھا۔ لوگوں کی عقلیں بھی کیسی بھدّی ہو گئی ہیں کہ رات دن انہیں باتوں کا سبق ہے لیکن پھر بھی دماغ میں نہیں بیٹھتیں۔ رسوم ایسی غالب ہو گئی ہیں کہ فہم مسخ ہو گئے یہ تو میں نہیں کہتا کہ باوجود اس خیال کے کہ مجکو تکلیف ہو گی۔ پھر بھی انھوں نے لکھدیا ہو۔ لیکن اُنھوں نے غور ہی نہیں کیا۔ اگر غور کرتے تو ضرور یہ خیال میں آجاتا۔ اور ایسا ہرگز نہ کرتے شکایت تو اسی بات کی ہے کہ اُنھوں نے غور کیوں نہیں کیا مجھے تو ایسے امور سے علحدگی کا یہانتک اہتمام ہے کہ میں نے صاف طور سے منشی صاحب سے کہدیا ہے کہ اپنے کتب کے اشتہار میرے مہمانوں کو ہرگز نہ دئے جاویں۔ ہاں اگر وہ خود ہی مطبع میں جاویں تو وہاں اُن کو دیسکتے ہیں۔ یہاں پر دینے میں یہ احتمال ہے کہ وہ یہ نہ سمجھیں کہ میرا بھی کچھ تعلق ہے اور میرے تعلق کی وجہ سے خواہ مخواہ خریدار بنیں اور یہ مجھے ہرگز گوارا نہیں کہ میرا دباؤ کسی شخص پر ہو مستحبات میں بھی بڑے میں چاہتا ہوں کہ استحباب تک میں بھی ہر شخص بالکل آزاد رہے میری وجہ سے کسی قسم کا بار کسی پر نہ پڑے۔ مجھسے لوگ خطوط میں دریافت کرتے ہیں کہ الامداد نافع پرچہ ہے یا نہیں تو میں اُنہیں لکھدیتا ہوں کہ نمونہ کا پرچہ منگا کر خود دیکھ لو میرے اوپر کیوں بوجھ ڈالتے ہو اگر کوئی یہ بھی لکھتا ہے کہ میرے نام پرچہ جاری کرا دو تو میں لکھدیتا ہوں کہ صاحب مطبع کو خود لکھو۔ بات یہ ہے کہ مجھے لوگوں کے طبائع اور فہموں کا تجربہ بہت ہو چکا ہے ان باتوں سے خواہ مخواہ یہ شبہ ہوتا ہے کہ

یہ بھی شریک تجارت ہے۔ لوگوں کے فہموں کا یہ حال ہے کہ مولوی عبداللہ صاحب تو کتابوں کی تجارت کرتے ہیں اور شکایتیں میرے پاس لکھی آتی ہیں کہ دیکھئے آپ کے یہاں ایسی گڑبڑ ہے ان باتوں سے میرے قلب کو نہایت کلفت ہوتی ہے پھر فرمایا کہ وہ حاجی صاحب بھی عجب عقلمند ہیں کہ انھوں نے یہ حرکت کی بھلا مجکو لکھنے کی کیا ضرورت تھی۔ جنسے معاملہ طے ہوا تھا انہیں کو لکھدینا کافی تھا انھوں نے یہ نامعقول حرکت کی کہ اُن کو بھی لکھا اور مجھے بھی دھر گھسیٹا۔ اس کا تو یہ مطلب ہوا کہ چونکہ آپ کی رائے تھی اس لئے مجبوراً میں معاملہ کرنے پر تیار ہو گیا ہوں لوگ خواہ مخواہ مجھے بھی اپنے دنیاوی امور میں آلودہ کرنا چاہتے ہیں مجھے ان قصوں سے کیا واسطہ۔ مجھسے تو بس یہ پوچھا جائے کہ اس بات میں شریعت کا کیا حکم ہے دنیاوی امور میں تو میں کسی پر ذرہ برابر بھی زور یا دباؤ نہیں ڈالنا چاہتا۔ ہاں دین کی باتوں میں میں حکم دینا تو کیا مارنے پیٹنے کو بھی تیار رہتا ہوں مگر خاص اپنے تعلق والوں کو۔ جب میں نے اپنی ہی دنیا کے سارے قصوں کو بالائے طاق رکھدیا ہے تو پھر دوسروں کی مُردار دنیا سے میں کیوں تعلق رکھوں۔ غیر لوگ تو پھر غیر ہیں۔ بھائی سے تو بڑھکر کوئی نہیں۔ میں اپنے بھائی کے دنیاوی امور میں تو کسی قسم کا دخل یا رائے دیتا ہی نہیں پھر دوسرے تو بیچارے کیا چیز ہیں بھائی اکبر علی کی اولاد کے رشتہ کی بابت میرے پاس خطوط آئے کیونکہ میں گھر میں بڑا ہوں لیکن میں نے صاف لکھدیا کہ ؎

ما ہیچ نداریم وغم ہیچ نداریم ۔۔۔ دستار نداریم وغم پیچ نداریم

جب بار بار یہی ہیچ پیچ لکھا ہوا گیا تو پھر خط آنے بند ہو گئے۔ بھائی اکبر علی خود ایکبار رات کو دو بجے آئے اور کنڈی کھٹکھٹائی میں نے کہا خیریت ہے کیسے آئے۔ وہ اپنے ایک رشتہ کی بابت مشورہ لینے آئے تھے میں نے کہدیا کہ میں ان معاملات میں کچھ نہیں جانتا مجھے ان قصوں سے معاف رکھو۔ اُنھوں نے کہا کہ میری کچھ اعانت تو کرنی چاہئے۔ میں نے کہا کہ میری اعانت ہی چاہتے ہو تو میں حق تعالیٰ سے دعا کرونگا کہ جو بہتر ہو وہی ہو جائے اور واقعی اس سے بڑھکر کوئی اعانت نہیں ہو سکتی باقی مشورہ وغیرہ میں کچھ نہیں دے سکتا۔ پھر فرمایا کہ جب بھائیوں کے ساتھ میرا یہ معاملہ ہے تو دوسرے تو پھر دوسرے ہی ہیں۔ اگر میں دنیاوی امور میں خود مبتلا بھی ہوتا مثلاً زمینداری یا تجارت کے قصوں میں تب بھی جنکو مجھسے دینی تعلق ہے اُن کو اپنے دنیاوی امور

میں پھر بھی ہرگز مجھ سے مشورہ یا رائے کچھ نہ لینا چاہئے تھا گو میں خود کتنا ہی آلودہ ہوتا۔ اور جب یہ بھی نہیں تب تو ایسا کرنا پوری حماقت ہی۔ علاوہ بریں جسکو ایسے امور سے کچھ بھی تعلق نہو اور ظاہر ہے کہ اس حالت میں تجربہ بھی نہوگا۔ وہ مشورہ یا رائے ہی کیا دے سکتا ہے۔ اگر کوئی کاشتکار مجھ سے آکر یہ دریافت کرے کہ میں اس موسم میں اپنے کھیت میں کیا بوؤں تو میں تو اُس سے یہی کہدوں کہ اپنا سر بودے مجھے ایسے فضول قصوں سے سخت الجھن ہوتی ہے جس کام کا میں ہوں اُس کام کی باتیں مجھ سے پوچھی جائیں کیونکہ اُس سے مجھے دلچسپی ہے دُنیاوی امور میں بحمد اللہ مجھے دلچسپی بھی تو نہیں۔ اور جس کام میں کسی کو دلچسپی نہو وہ اُس سے ہو بھی تو نہیں سکتا ۵

ماقصۂ سکندر و دارا نہ خواندہ ایم		از ما بجز حکایتِ مہر و وفا مپرس		

(۵۸) فرمایا کہ ایک بار میرا اتفاق کانپور جانے کا ربیع الثانی میں ہوا۔ میں نے وعظ میں گیارہویں کا بدعت ہونا بیان کیا بعد وعظ ایک سب انسپکٹر صاحب نے مجھ سے کہا کہ ایسے مسائل وعظ میں نہیں بیان کرنے چاہئیں اس سے سلمانوں میں تفریق ہوتی ہے۔ میں نے کہا کہ بانی تفریق تو وہ لوگ ہیں جنھوں نے یہ بدعت ایجاد کی کیونکہ یہ تو ظاہر ہے کہ اسکی اصل کتاب و سنت سے ثابت نہیں۔ یہ فعل بعد ہی کو ایجاد ہوا ہے تو جنھوں نے اسکو شروع کیا انھوں نے در اصل تفریق ڈالی وہی لوگ ذمہ دار اس تفریق کے ہیں نہ کہ منع کرنے والے۔ نہ آپ اس رسم کو نکالتے نہ ہم منع کرتے۔ اب آپ لوگ اسکو کرنا چھوڑ دیجئے ہم لوگ منع کرنا چھوڑ دیں گے یہ سُنکر وہ چپ رہ گئے۔ کچھ جواب نہ بن پڑا۔ بہت سوچنے کے بعد اُنھوں نے یہ کہا کہ آپ ہی جیسے مولوی یہ بھی کہتے ہیں کہ گیارہویں سے یوں برکت ہوتی ہے یوں ثواب ہوتا ہے۔ اسکا اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں ایک نہایت لطیف جواب ڈالا۔ میں نے کہا کہ میں قسم دیکر پوچھتا ہوں کہ کبھی یہ سوال آپ نے اُن مولویوں سے بھی کیا کہ آپ ہی جیسے مولوی وہ لوگ بھی تو ہیں جو اس فعل سے منع کرتے ہیں پھر تم جائز کہتے ہو کیا سارے جواب ہمارے ہی ذمہ ہیں اُن کے ذمہ کوئی بھی جواب نہیں بس اسی سے ثابت ہو گیا کہ آپ نے خود ہی پیشتر سے اس کا کرنا تجویز کر لیا ہے ورنہ اگر تردد ہوتا تو جس طرح ہم سے پوچھا جاتا ہے کہ مولوی ہی لوگ اسکو برکت اور ثواب کا فعل کہتے ہیں۔ اسی طرح اُن سے بھی تو کبھی یہ سوال کیا جاتا کہ صاحب وہ بھی تو آخر مولوی ہی ہیں جو اسکو بدعت کہتے ہیں اور

منع کرتے ہیں اسکی کیا وجہ ہے کہ ہمیں سے سب پوچھا جاتا ہے پھر میں نے اُن سے کہا کہ آپ اپنے اس اصول پر کہ تفریق نہ ڈالنی چاہیئے خود بہت آسانی کے ساتھ عمل کر سکتے ہیں کیونکہ اس فعل کو آپ فرض اور واجب تو سمجھتے ہی نہیں محض برکت اور ثواب کا کام سمجھتے ہیں اور منع کرنے والے اسکو بدعت سمجھکر روکتے ہیں اس صورت میں آپ تو مستحب کو چھوڑ سکتے ہیں اور وہ واجب یعنی منع کرنیکو نہیں چھوڑ سکتے ہاں جب آپ ترک کر دینگے پھر منع کی بھی ضرورت نہ رہے گی۔

(۵۹) ایک طبیب صاحب جنھوں نے حضرت کی خدمت میں پیشتر ایک عریضہ لکھا تھا جسمیں اُنھوں نے عقائد ضروریہ میں شک اور خلجان ہونیکی شکایت کرکے اس سخت مرض کا علاج چاہا تھا حسب مشورہ حضرت اقدس کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے تھے حسب معمول بعد مغرب حضرت نے انہیں اجازت عرض حال کی دی ہر چند گفتگو بطور خطاب خاص کے پوشیدہ تھی لیکن دوران کلام میں آواز بلند ہوگئی چونکہ مفید عام مضامین تھے اور نہایت بیش بہا احقر بھی کان لگا کر سنتا رہا۔ گو نا تمام سنا۔ کیا عرض کروں کیا حالت تھی چونکہ تقریر میرے بھی حسب حال تھی ایسا سماں بندھا کہ میں تو محو ہو گیا۔ بے اختیار یہ زبان پر آتا تھا کہ سبحان اللہ کیا جواہرات بکھیرے جا رہے ہیں بس نہیں تھا کہ گراموفون ہو کر من وعن سب مضامین کو قلب کے اندر جذب کر لوں تا کہ بالفاظہا حیز تحریر میں لاسکوں لیکن یہ اس نا اہل بے علم کم مایہ سے کب ممکن تھا پیچ وتاب کھا کھا کر رہ گیا ؎

دامان نگہ تنگ و گل حسن تو بسیار		گلچین بہار تو ز داماں گلہ دارد	

حق تعالیٰ اغیب سے جلد کوئی سامان ان کلمات طیبات وآیات بینات کے بالفاظہا قلمبند ہونیکا فرما دیں وما ذالک علی اللہ بعزیز۔ واللہ جان ودل اُن الفاظ وعبارات کو ترستے رہجاتی ہیں۔ ہائے جو کانوں نے سُن لئے وہ اب قیامت تک نہ سننے میں آئیں گے کوئی صاحب اہل ذوق وشوق میں سے فن مختصر نویسی؎ اسی غرض سے سیکھکر عمر بھر اسی خدمت میں مشغول رہیں جسکو میں اس زمانہ میں نہایت ہی ضروری سمجھتا ہوں تو میری بساط کی حد کے اندر اندر جتنا بھی صرف ہو جائے میں برداشت کرنے کے لئے تیار ہوں ؎ متاعِ جانِ جاناں جان دینے پر بھی سستی ہے میں جس بات کو ترستا ہوں وہ یہ ہے کہ بلا کم وکاست من وعن بعینہ انہیں الفاظ میں اور بالکل اسی انداز سے حضرت کے ملفوظ جمع ہو جائیں جس طرح سے کہ حضور کی زبان فیض ترجمان سے صادر

؎ بفضلہ تعالیٰ شروع ذیقعدہ ۱۳۴۲ھ سے اسکے شروع ہونے کا انتظام ہو گیا ہے دعائے تکمیل فرمائی جاوے ۱۲۔

ہوتے ہیں۔ تمہید تو اتنی لمبی چوڑی لکھ ڈالی اور ناظرین کو مشتاق بنا دیا اب جی ڈرتا اور شرماتا ہے کہ ہائے کیسی ہوگی کس طرح لکھ سکونگا بہرحال اس تمہید سے ایک عام مضمون کا اظہار مقصود تھا میری ٹوٹی پھوٹی بالکل ناتمام تعبیر ذیل سے حضرت کے مضامین و عبارات عالیہ کا ہرگز ہرگز اندازہ نہ فرمایا جاوے۔ ع

چہ نسبت خاک را با عالم پاک ع برنتابد کوہ را یک برگ کاہ

جب اُن صاحب نے عرض کیا کہ مجھے عقائد میں شکوک ہیں فرمایا کہ اگر ایسا ہے تو اس کا جلد تصفیہ ہو جانا نہایت ضروری ہے۔ ورنہ کوئی عمل مفید نہیں ہو سکتا سب اعمال بیکار جائیں گے لیکن پہلے اسکی تحقیق ہو جانی چاہیئے کہ آیا جسکو آپ شک سمجھ رہے ہیں وہ دراصل بھی شک ہے یا محض وسوسہ ہے کیونکہ شک اور چیز ہے وسوسہ اور چیز ہے اور دونوں کا جدا حکم ہے۔ عقائد ضروریہ میں شک کرنا موجب نقصان ایمان ہے اور وسوسہ معصیت کے درجہ میں بھی نہیں کیونکہ اُسپر کسی قسم کا مواخذہ نہیں۔ پھر دریافت فرمایا کہ آیا آپ کو اُن خیالات سے ایذا ہوتی ہے یا نہیں اور قلب کو پریشانی اور خلجان اور دفعیہ کا اہتمام ہوتا ہے یا نہیں۔ اُن صاحب نے جواب دیا کہ سخت پریشانی اور خلجان ہوتا ہے فرمایا کہ بس معلوم ہوا کہ محض وسوسہ ہے شک نہیں۔ شک اسکو نہیں کہتے وسوسہ اور شک کی پہچان یہی ہے کہ وسوسہ میں خلجان اور پریشانی ہوتی ہے اور قلب کو اُس سے اذیت ہوتی ہے اور اسکے دفعیہ کے اہتمام کے درپے ہوتا ہے اور اُسکو سخت ناگوار اور برا سمجھتا ہے اور شک میں مطلق ایذا نہیں ہوتی۔ قلب کو بالکل سکون ہو جاتا ہے کیا کسی کافر کو کفر سے متاذی و متالم دیکھا ہے۔ تاذی اور عدم تاذی ہی دونوں کی علامات شناخت ہیں بس یہ فرق ہے شک اور وسوسہ میں۔ آپ کو شک نہیں وسوسہ ہے جسکی طرف سے شریعت مقدسہ نے ہمکو بالکل مطمئن کر دیا ہے ہرگز پریشان نہ ہونا چاہیئے اور واقعی جب وہ کوئی مواخذہ ہی کی چیز نہیں پھر اُس سے پریشان ہونا ایک فضول امر ہے آپ بالکل مطمئن رہئے کیونکہ اسمیں کچھ مضرت نہیں۔ البتہ اذیت ضرور ہوتی ہے اور اذیت بھی کچھ نہیں اگر اسکی طرف سے بالکل بے پروائی اختیار کیجاوے۔ ہمت کر کے اسکی طرف التفات ہی نکرے اور یوں سمجھے کہ جب اسمیں مواخذہ نہیں اور کچھ مضرت نہیں تو پھر اس سے کیوں پریشان ہوں اونہہ اگر آتا ہے آنے دو۔ اس عدم التفات سے

وہ خود دفع ہو جاویگا لیکن اس عدم التفات میں بھی قصد دفع کا نہ کرے ورنہ پھر وہ بھی وسوسہ ہی کی طرف التفات ہو جاویگا غرض اُسکے دفع کرنے کے خیال سے ہرگز اس بے التفاتی کو اختیار نہ کرے کیونکہ جتنا اسکو کوئی دفع کرنا چاہتا ہے اتنا ہی اولپٹتا ہے۔ بلکہ اپنی طرف سے یہانتک آمادہ رہنا چاہیئے کہ اگر عمر بھر بھی اس سے چھٹکارا نہو تو بلا سے نہو کیونکہ یہ کوئی نقصان کی بات تو ہے نہیں میں ساری زندگی اسی وسوسہ اور خلجان میں گذارنے کے لئے تیار ہوں۔ البتہ اذیت ہے سو اگر کوئی مرض عمر بھر کے لئے لگ جاتا ہے تو کیا اُسی میں زندگی نہیں گذارنی پڑتی مثلاً روزمرہ ایک شخص کے گردہ میں درد اُٹھتا ہے اور دو گھنٹہ تک اُسے ایک لمحہ چین نہیں پڑتا تو کیا وہ اسی مصیبت میں اپنی زندگانی نہیں گذار دیتا جب مصیبت ہی مقدر ہے تو کوئی کیا کر سکتا ہے بس اسی طرح یوں سمجھ لے کہ میرے لئے یہی مقدر ہو چکا ہے کہ عمر بھر وسوسہ کی مصیبت ہی میں گذریگی لہذا گذار دونگا۔ اس سے زیادہ تو وسوسہ میرا کچھ نہیں بنا سکتا۔ پھر فرمایا کہ البتہ معصیت خواہ صغیرہ ہو یا کبیرہ وہ سخت اجتناب کے قابل ہے مثلاً آنکھ کا گناہ کان کا گناہ قلب کا گناہ ان سے نہایت اہتمام کے ساتھ بچنا چاہیئے اور اصلی قلق کی چیز یہی ہے۔ وسوسہ جو کچھ بھی قلق کی چیز نہیں اُسپر تو اتنا قلق اور اسقدر ناگواری ہوتی ہے اور جو اصل قلق کی چیز ہے یعنی معصیت اُسکو رات دن کرتے رہتے ہیں اسکا ذرا بھی قلق نہیں ہوتا۔ کتنا بڑا دھوکہ ہے معصیت سے قلب کی نورانیت زائل ہو جاتی ہے جس سے کبھی وساوس کا ہجوم ہونے لگتا ہے وساوس گو بذاتہ مضر اور قابل قلق نہیں لیکن اُن سے کبھی اُن کے منشا یعنی معاصی کا پتہ چلتا ہے یہ بات البتہ قابل قلق ہے اور اُن سے اجتناب کی کوشش ضروری ہے۔ پھر اُن طبیب صاحب نے کوئی اشکال مسمریزم کا پیش کیا جسکو احقر بوجہ دور ہونے کے نہیں سُن سکا۔ حضرت نے فرمایا یہ کوئی بات نہیں۔ اثباتِ مدعا کے لئے دلائل موضوع ہیں دلائل بیکار چیز نہیں ان کو استعمال کرنا چاہیئے ورنہ پھر کسی دعوئی کا بھی وجود متحقق نہیں ہو سکتا۔ یوں تو پھر ہر ہر چیز میں شک ہو سکتا ہے چنانچہ (حوض کی جانب اشارہ کر کے فرمایا) ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ جو حوض میں پانی بھرا ہے کیا خبر کہ آگ ہو اور اپنی ہستی میں بھی شک ہو سکتا ہے کہ کیا معلوم کہ ہم ہمیں ہیں یا اور کچھ ہیں اور کیا بھروسہ کہ جسکو ہم کان سمجھ رہے ہیں وہ کان ہی ہو ناک نہو۔ اور ممکن ہے کہ یہ ہماری ناک در اصل کان ہو۔ یہ کیسی مہمل بات ہے۔ چنانچہ اسی خیال کا ایک فرقہ لاادریہ ہے بھی

انہیں کسی چیز کا یقین نہیں۔ بس تو دلائل بیکار چیز نہیں ان سے کام لینا چاہئے اہل حق کے پاس اپنے دعوے حقیت کے اثبات کے لئے دلائل قویہ موجود ہیں۔ اہل باطل کے پاس کچھ بھی نہیں ان ہی دلائل سے اہل حق کو حق آفتاب کی طرح واضح ہے کوئی بھی شبہ نہیں۔ شک کی گنجایش ہی نہیں اگر دلائل سے قطع نظر کیجاوے تو پھر آپ کھانا کیوں کھاتے ہیں۔ کیونکہ ممکن ہو پاخانہ ہو۔ واہیات مہمل۔ اگر یوں کہا جاوے کہ یہ تو مشاہدہ کے خلاف ہے تو ہمارے مشاہدہ کی یہ حالت ہے کہ اگر دو ریلیں برابر کھڑی ہوں اور ایک ان میں سے چلنے لگے تو گاہے یہ معلوم ہوتا ہو کہ دوسری چل رہی ہے یہ آپ کے مشاہدہ کی حقیقت ہے۔ پھر فرمایا لیکن آپ کو سوچنا مضر ہوگا آپ سوچنا بالکل چھوڑ دیجئے کہ یہ کیوں ہے اور وہ کیوں ہے۔ اور ایسا کیوں ہے ویسا کیوں ہے۔ یہ تحقیق آپکے حال کے مناسب ہرگز نہیں ہر شخص تحقیقات کا اہل نہیں۔ آپکو تو بس تقلید چاہئے۔ بےچون وچرا اور بلادلیل اُن باتوں کو حق سمجھئے جنکا حق ہونا اہل حق بتلادیں کیونکہ آخر آپ بہت باتوں میں تقلید کرتے ہیں تقلید کے بغیر چارہ نہیں۔ آپ مرض میں طبیب کی تحقیق کے پابند ہوتے ہیں۔ لہذا آپ دلائل میں غور کرنا بالکل چھوڑ دیجے۔ یوں سمجھئے کہ جو لوگ مجھسے زیادہ علم اور فہم اور تقویٰ رکھنے والے ہیں اُنھوں نے جب اچھی طرح تحقیق کرلیا ہے تو پھر ہماری تحقیقات کی کیا حاجت ہو بس ہمیں ایسے لوگوں کی بلادلیل تقلید کرلینی کافی ہے کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ ہماری تحقیق اُن کی تحقیق کے برابر ہرگز نہیں ہوسکتی پھر ایک فضول امر کے درپے ہونا لغو حرکت ہے۔ آپ اگر دلائل کے فکر میں پڑیں گے تو وساوس کا دونا ہجوم ہوگا اور مرض بڑھتا ہی جاویگا۔ پھر کچھ دیر تامل فرماکر استفسار فرمایا کہ آخر یہ مرض آپکو پیدا کب سے ہوا۔ اُن صاحب نے عرض کیا کہ بچپن ہی سے یہ مرض ہے جبکہ میں ابتدائی کتابیں پڑھتا تھا۔ فرمایا کہ آپ نے اس کا اظہار کسی سے کیا۔ عرض کیا نہیں۔ فرمایا کہ آپنے غضب کیا اور سخت غلطی کی جو اس مرض کو چھپایا۔ اگر آپ کسی سے اس کا اظہار کردیتے تو وہ ہرگز آپ کو طب پڑھنے کا مشورہ نہ دیتا کہ اُسمیں صحبت اہل باطل کا زیادہ موقع ہے اور وہ خود ایسے شخص کے لئے مضر ہے۔ طب کا پڑھنا آپ کے لئے بالکل حرام تھا اور اب بھی میں آپ کیلئے طب کے مشغلہ کو ناجائز سمجھتا ہوں۔ طب کا شغل آپکے لئے سخت مضر ہوا۔ آپنے اپنے اوپر ظلم کیا جو طب کو پڑھا آپکو تو اب یہ چاہئے کہ اس مشغلہ کو بالکل ترک کرکے کسی کی جوتیوں

نیچے خاک ہوجایئے اور اہل اللہ کی جماعت میں ملے جُلے اور اُن سے لگے لپٹے رہکر مزدوری سے اپنا اور اہل وعیال کا پیٹ پالکر زندگی گذار دیجے ورنہ اُن سے علیحدہ اس مشغلہ میں مشغول رہنا تنہا سمندر میں کودنا ہے خطرۂ عظیم کا سامنا ہے اب اس مشورہ پر عمل کرنے نہ کرنیکا آپکو اختیار ہے اس گفتگو کے بعد طبیب صاحب نے عرض کیا کہ کوئی وظیفہ پڑھنے کو بتلا دیجے۔ بہ جوش فرمایا کہ ہر مرض کا علاج جدا ہے آپ کے مرض کا علاج وظیفہ پڑھنا ہرگز نہیں۔ بھلا آپ نے بھی کبھی ایسا کیا ہے کہ اگر آپکے کسی مریض کو خلط صفرا کا غلبہ ہوا اور اُسنے کہا ہو کہ مجھے سونگھنے کی دوا دید یجئے اور آپ نے اُسکے کہنے کے مطابق کوئی سونگھنے ہی کی دوا بتلا دی ہو۔ تو میں بھی اُس دوا کے نام سننے کا مشتاق ہوں گو بے ہوشیوں میں لخلخے سنگھا ئے جاتے ہیں لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہر مرض میں سونگھنے ہی کی دوا تجویز کر دی جایا کرے۔ ہر مرض کے لئے الگ نسخہ ہوتا ہے آپکو جو مرض ہے اُس کا بس وہی علاج ہے جو میں عرض کر چکا یعنی ۵ پیش مرد کاملے پامال شو + آپکا علاج صحبت صلحاء و خدمت اہل اللہ ہے۔ اُن کی صحبت سے اُن کے نورانی قلوب کا پرتو آپ کے قلب پر پڑیگا جس سے آپ کے بھی قلب میں ایک نورانیت پیدا ہوگی جسکے غلبہ سے ان وساوس کا پتہ بھی نہ رہیگا جو اب آپکو پریشان کئے ہوئے ہیں ایک سکون محض قلب کو حاصل ہوجائیگا۔ اگر یہ نہ ہوسکے تو دوسرے درجہ کا علاج صحبت بد سے احتراز ہے کیونکہ جس طرح یہ صحیح ہے کہ صحبت نیک سے قلب میں نور پیدا ہوتا ہے ویسے ہی یہ بھی صحیح ہے کہ اہل ظلمت کی صحبت سے اُنکی ظلمت کا عکس قلب میں پڑتا ہے۔ آپکو اس طب کے مشغلہ نے تباہ کر دیا۔ صحبت بد سے سابقہ رہتا ہے۔ اگر زیادہ توفیق نہیں تو کم از کم اتنا تو آپ کے لئے ضروری ہے کہ طب کے مشغلہ میں انہماک نہ رہے۔ اہل ظلمت سے بالکل احتراز رکھیئے رنڈی بھڑوے فساق فجار کے علاج سے قطعاً دست برداری کیجئے اور ایسے لوگوں سے بالکل علیحدگی اختیار کیجئے اکثر اوقات خلوت میں گذاریئے اور کچھ وقت خواہ تھوڑا ہی ہو مثلاً آدھ گھنٹہ روز ذکر اللہ میں صرف کیجئے اور بزرگوں کے ملفوظات و کلمات کے مطالعہ کا شغل رکھئے۔ غرض آپ کے مرض کے علاج صرف یہی دو ہیں۔ یعنی التزام صحبت اہل اللہ و احتراز صحبت ناجنس۔ پھر اُن صاحب نے کچھ بیعت کے متعلق عرض کیا جسکو احقر سن نہ سکا حضرت نے فرمایا کہ بیعت کی ایک صورت ہوتی ہے ایک حقیقت۔ اُسکی صورت مطلوب نہیں ہے

حقیقت مطلوب ہے چنانچہ بعیت کی حقیقت ہے اعتقاد و اعتماد جازم اپنے تعلیم کرنیوالے پر یعنی اُسکو یقین ہو کہ یہ میرا خیر خواہ ہے اور جو مشورہ دیگا وہ میرے لئے نہایت نافع ہوگا۔ غرض اُسپر پورا اطمینان ہو اور اپنی رائے کو اُسکی تجویز و تشخیص میں مطلق دخل نہ دے جیسا کہ طبیب حاذق و مشفق کے ساتھ معاملہ کیا جاتا ہے بس ویسا ہی اُسکے ساتھ کیا جاوے۔ باقی بعیت کی صورت اول وہلہ میں خواص کیلئے نافع نہیں عوام کے لئے البتہ اول وہلہ میں بعیت کی صورت بھی نافع ہوتی ہے کیونکہ اس سے اُن کے قلب پر ایک عظمت اور شان اُس شخص کی طاری ہو جاتی ہے جسکا یہ اثر ہوتا ہے کہ وہ اُسکے قول کو باوقعت سمجھکر اُسپر عمل کرنے کیلئے مجبور ہو جاتا ہے۔ خواص کیلئے کچھ مدت کے بعد بعیت نافع ہوتی ہے کیونکہ اسکا خاصہ ہے کہ جانبین میں ایک تعلق خاص پیدا ہو جاتا ہے پیر سمجھنے لگتا ہے کہ یہ ہمارا ہے اور مرید سمجھتا ہے کہ یہ ہمارے ہیں۔ ڈانوا ڈول حالت نہیں رہتی جس طرح اگر کوئی مریض ہمیشہ کسی ایک ہی طبیب سے رجوع کرتا ہو تو وہ طبیب یہ سمجھنے لگتا ہے کہ یہ ہمارا مریض ہے اور لوگوں سے کہتا بھی ہے کہ بھائی یہ ہمارے ہیں۔ اسی طرح مریض طبیب کو سمجھتا ہے کہ یہ ہمارے ہیں۔ اور اگر کوئی ایسا مریض ہو کہ کبھی ایک طبیب سے رجوع کرتا ہو کبھی دوسرے سے تو اُسپر پوری شفقت کسی کو نہیں ہوتی ہر طبیب یہی سمجھتا ہے کہ اسکو ہم سے کوئی خاص تعلق نہیں یہ تو وہاں بھی جاتا ہے اور وہاں بھی جاتا ہے مگر یہ نفع خواص کو اول وہلہ میں بعیت سے حاصل نہیں ہوتا جب تک کہ مناسبت اور اطمینان جانبین میں پوری طرح نہ ہو جاوے۔ جب تک یہ حالت نہو بعیت کرنا کرانا بالکل عبث ہے۔

(۶۰) ایک صاحب نے وساوس کی شکایت کی فرمایا کہ کچھ غم نہ کریں ہمت سے کام لیں اور ادھر بالکل التفات نہ کریں۔ ذکر کی طرف توجہ رکھیں اور ذکر کی طرف توجہ بھی وساوس کے دفع کے قصد سے نہ کریں بلکہ خود ذکر کو مقصود سمجھکر۔ کیونکہ اگر وساوس کے دفع کا قصد کیا تو وہ بھی تو وساوس ہی کا خیال ہو گیا۔ وساوس سے مطلق پریشان نہوں کیونکہ وہ اسکے قلب میں سے پیدا نہیں ہوتے بلکہ انہیں شیطان اوپر سے ڈالتا ہے جیسے کوئی سڑی سڑی گالیاں کسی کے باپ کو یا بادشاہ کو اس کے کان میں ڈالے تو اس بیچارہ کا کیا قصور۔ گناہ سے بچنے کے لئے بس ناگوار ہونا کافی ہے باقی مواخذہ جو کچھ ہے گالیاں بکنے والے پر ہے۔ اسی طرح قلب کے بھی کان ہیں اُن میں شیطان بُرے بُرے وسوسے ڈالتا ہے۔ سننے والے پر کچھ مواخذہ نہیں بلکہ اُسکو تو پریشانی کا اجر ملے گا۔

غرض اودہر التفات ہی نکرے ورنہ اگر دفع کرنیکی زیادہ کوشش کریگا تو اُن کا اور زیادہ ہجوم ہوگا۔ ہمّت قوی رکھے کہ شیطان ھے کیا چیز۔ وسوسے ڈالنے کے سوائے اور کر کیا سکتا ہے۔ دیکھیں تو کہانتک وسوسے ڈالتا ہے ہمّت کے ساتھ مقابلہ کیلئے تیار ہوجاوے پھر خود ہی شیطان عاجز ہوجاویگا اور وسوسے ڈالنے چھوڑ دیگا۔

(۶۱) فرمایا کہ اہل ذوق کو کلام اللہ میں اور حدیث شریف میں صاف فرق محسوس ہوتا ہے۔ اللہ کے کلام میں ایک خاص شوکت اور صولت ہے اور صاف معلوم ہوتا ہے کہ جسکا یہ کلام ہے وہ کسی سے دبتا یا ڈرتا نہیں جسوقت جو بات چاہی کہہ ڈالی۔ برخلاف اسکے حدیث شریف میں بشری عجز کی شان بھی پائی جاتی ہے۔

(۶۲) ایک صاحب نے اپنا کوئی حال باطنی کسی پر ظاہر کردیا تھا حضرت کو خبر ہوگئی بعد ظہر اتفاقاً وہ حضرت کے پاس ہو کر گذرے۔ تنبیہ کے لہجہ میں چپکے سے فرمایا کہ شرم نہ آئی۔ اپنی بیوی کو غیر کی بغل میں دینا کسی کو گوارا ہوسکتا ہے۔ بعد کو انہیں صاحب نے حسب معمول بعد عصر کے بغرض عرض حال پرچہ دینا چاہا لیکن حضرت نے نہیں لیا۔ نہایت تندی کے لہجہ میں دیر تک عبدیت پر نہایت مؤثر تقریر فرماتے رہے جس سے ایک شخص پر تو حال طاری ہوگیا۔ فرمایا کہ جناب اب تو آپ کامل ہوگئے ہیں میں کاملین کی اصلاح کرنیکا اہل نہیں۔ اب آپ کسی اور جگہ تشریف لیجایئے۔ میں آپکی اصلاح نہیں کرسکتا۔ پھر حضرت نے اُن کا اسباب نکلوا کر باہر رکھوا دیا۔ اور خانقاہ سے نکل جانیکا حکم دیدیا۔ اسپر وہ صاحب ڈہاڑیں مار مار کر رونے لگے۔ حضرت نے فرمایا کہ لوگ کشف کو بڑا کمال سمجھتے ہیں حالانکہ یہ کوئی چیز نہیں اسکو قرب میں کچھ بھی دخل نہیں بعضوں کو اس سے فطری مناسبت ہوتی ہے بعضوں کو نہیں۔ جیسے بعضوں کی نظر پیدائشی طور پر دُوربین ہوتی ہے بعضونکی نزدیک بین۔ پھر سقاوہ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ ایک شخص کی نظر تو صرف سقاوہ ہی تک پہونچتی ہے اور ایک کی باہر سڑک تک تو کیا جسکی نظر سڑک تک پہونچتی ہے وہ زیادہ مقرب ہوگیا۔ یہ تو محض نظر کی قسمیں ہیں اسکو قرب سے کیا علاقہ۔ اسی طرح طبائع مختلف ہوتے ہیں بعضوں کو کشف سے فطرتاً مناسبت ہوتی ہی نہیں۔ اصل چیز تو عبدیت ہے۔ واللہ اگر کسی کو لاکھ کشف ہوں لیکن وہ وجداناً محسوس کریگا کہ میرے قرب میں ذرہ برابر ترقی نہیں ہوئی اور اگر دو چار مرتبہ سبحان اللہ سبحان اللہ

بڑھکر اپنے وجدان کی طرف رجوع کرے تو صاف محسوس ہوگا کہ کچھ نہ کچھ اللہ تعالیٰ کے ساتھ قرب بڑھ گیا۔ اہل ذوقِ سلیم جب چاہے اسکا تجربہ کر لے حضرت نے بالآخر اُن صاحب کو خانقاہ سے باہر کر دیا۔ تین چار دن کے بعد سخت پریشانی اور توبہ و استغفار کے بعد معافی کا پرچہ اُن صاحب نے بھیجا جس پر حضرت نے تحریر فرمایا کہ اب میرے قلب میں مطلق کدورت آپکی طرف سے نہیں رہی جو علامت ہے آپکی توبہ مقبول ہو جانیکی۔ پھر حضرت نے انہیں خانقاہ میں واپس آجانیکی اجازت دیدی۔ وہ صاحب خود احقر سے فرماتے تھے کہ مجکو ان تین چار دنوں میں بے انتہا منافع حاصل ہوئے پھر تو بفضلہ وہ صاحبِ اجازت ہو کر یہاں سے تشریف لیگئے اور اب بحمد اللہ اُن کی ذات سے مخلوق کو خاص طور سے فیض حاصل ہو رہا ہے بارہا تجربہ ہو چکا ہے کہ حضرت کی سختی بس مسہل کا خاصہ رکھتی ہے جس سے آناً فاناً کامل تنقیہ حاصل ہو جاتا ہے عسیٰ ان تکرھوا شیئاً وھو خیر لکم ایک اور صاحب سے بعد نماز ظہر فرمایا کہ آپکی نماز کی ھیئت سے ذرا خشوع و خضوع نہیں معلوم ہوتا۔ نہایت بیدلی کے ساتھ آپ نماز ادا کرتے ہیں۔ یہ صاحب بڑے صاحبِ احوال اور بڑے ذاکر شاغل تھے۔ فرمایا یاد رکھو سب سے اول نماز پیش ہوگی اُسوقت تمہاری الا اللہ الا اللہ کی ضربیں کچھ کام نہ آئیں گی اصل چیز نماز ہے۔ اسی کو اگر اچھی طرح ادا نہ کیا تو محض تسبیحیں کس کام کی۔ یہ صاحب بھی بعد کو صاحب اجازت ہو گئے۔ ان صاحب پر اور بھی کئی موقعوں پر ڈانٹ پڑ چکی تھی ؎ سر دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی +

(۶۳) ایک صاحب نے عرض کیا کہ قبر پر جا کر فاتحہ پڑھنے میں کیا مصلحت ہے۔ جہاں سے چاہے ثواب پہونچا سکتا ہے۔ فرمایا اسمیں دو مصلحتیں ہیں ایک تو یہ کہ قبر پر جا کر فاتحہ پڑھنے سے علاوہ ایصال ثواب کے خود پڑھنے والے کو یہ فائدہ ہوتا ہے کہ وہاں استحضار موت کا زیادہ ہوتا ہے گھر بیٹھے اتنا نہیں ہو سکتا۔ دوسرے باطنی مصلحت یہ ہے کہ مردہ کو ذکر سے اُنس ہوتا ہے۔ خواہ آہستہ آہستہ پڑھا جاوے یا زور سے حق تعالیٰ مُردہ تک آواز کو پہونچا دیتے ہیں۔ یہ بات اولیاء کے ساتھ خاص نہیں بلکہ عام مسلمین بھی سنتے ہیں کیونکہ مرنے کے بعد روح میں بہ نسبت حیات کے کسیقدر ایک اطلاق کی شان پیدا ہو جاتی ہے اور اُسکا ادراک بڑھ جاتا ہے مگر نہ اتنا کہ کوئی اُن کو حاضر ناظر سمجھنے لگے۔ دوسرے یہ بھی ہے کہ ذکر کے انوار جو پھیلتے ہیں اُس سے بھی مردہ کو راحت

پہونچتی ہے۔ یہ بھی فرمایا کہ عبادت مالیہ کا ثواب بہ نسبت عبادت بدنیہ کے مردہ کے حق میں زیادہ افضل ہے کیونکہ یہ مسئلہ خود اہل سنّت والجماعۃ میں مختلف فیہ ہے کہ عبادت بدنیہ کا ثواب بھی مردہ کو پہونچتا ہے یا نہیں۔ امام شافعیؒ کے نزدیک صرف عبادت مالیہ کا ثواب پہونچتا ہے عبادت بدنیہ کا نہیں پہونچتا اور اماموں کے نزدیک بھی یہی بات ہے البتہ ہمارے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دونوں قسم کی عبادتوں کا ثواب پہونچتا ہے بہر حال عبادت مالیہ کے ثواب کی افضلیت مردہ کے حق میں اس وجہ سے ثابت ہے۔ استفسار پر فرمایا کہ حضرت حاجی صاحبؒ کے وجدان میں مُردوں کو برابر ثواب پہونچتا ہے تقسیم ہو کر نہیں پہونچتا لیکن حضرت مولانا گنگوہیؒ کا گمان غالب اسکے خلاف تھا۔ عرض کیا گیا کہ حضور کا گمان غالب کیا ہے فرمایا کہ میرا گمان یہی ہے کہ کسی گمان کی ضرورت ہی نہیں۔ استفسار پر فرمایا کہ ادب یہ ہے کہ کچھ پڑھکر علیحدہ بھی صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک کو ثواب بخشدیا کرے خواہ زیادہ کی ہمّت نہ ہو مثلاً تین بار قل ھو اللہ پڑھنے سے ایک کلام مجید کا ثواب پہونچ جاویگا۔ استفسار پر اپنا معمول بیان فرمایا کہ میں جو کچھ روزمرّہ پڑھتا ہوں اُنکا ثواب حضور کو اور تمام انبیا و صلحا و عام مسلمین و مسلمات کو جو مر چکے یا موجود ہیں یا آئندہ پیدا ہوں سبکو بخشدیتا ہوں اور کسی خاص موقعہ پر کسی خاص مردے کیلئے بھی کچھ پڑھکر علیحدہ بخشدیتا ہوں۔ استفسار پر فرمایا کہ زندوں کو بھی عبادات کا ثواب پہونچتا ہے۔

(۶۴) استفسار پر فرمایا کہ اللھم احینی مسکینا وامتنی مسکینا واحشرنی فی زمرۃ المساکین میں مسکین سے مراد قلیل المال ہے نہ کہ مسکین طبع کہ یہ تو بعض امرا پر بھی صادق ہے پھر اُن کا مقابلہ اغنیاء کے ساتھ جیسا حدیثوں میں ہے بامعنی نہ ہوگا۔ مساکین کا بڑا مرتبہ بوجہ عجز و مسکنت اور شکستہ حالی کے ہے کہ اُنمیں تواضع اور شکستگی بہت ہوتی ہے۔ تکبر نہیں ہوتا۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ مساکین اُمرا سے پانچسو برس پہلے جنت میں داخل ہونگے۔ لیکن اس حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ اُمرا اپنا سب مال و متاع خیرات کر کے مسکین ہو جائیں بلکہ جو اُمرا غربا سے محبت کریں گے وہ بھی بفحوائے حدیث المرء مع من احبّ جنت میں انشاء اللہ مساکین ہی کے ساتھ پہونچیں گے۔ عرض کیا گیا کہ اسراف کی حد کیا ہے فرمایا کہ جو اجازتِ شرعی کے خلاف خرچ ہو وہ اسراف ہے خواہ وہ بظاہر نیک ہی کام ہو مثلاً جسپر بیوی بچوں کا نفقہ واجب ہو اُسکو سارا مال خیرات کر دینا اسراف ہے

اور کھانے پینے میں وسعت کرنا بشرطیکہ کسی حدِ شرعی سے تجاوز لازم نہ آوے اسراف میں داخل نہیں۔ استفسار پر فرمایا کہ اچھے کپڑے وغیرہ پہننا اگر تحصیلِ جاہ کیلئے ہے تو ناجائز اور اسراف میں داخل ہے اور اگر دفع مذلت کے لئے ہے تو مطلوبِ شرعی ہے اور اسراف میں داخل نہیں۔ عرض کیا گیا کہ خلاف خلوص کے محض تکلف کی راہ سے کسی کی مہمانی وغیرہ کرنا کیسا ہے فرمایا کہ تحصیل جاہ کیلئے ہو تو حرام ہے اور اگر دفع مذلت کے لئے ہو تو عنداللہ مؤاخذہ نہیں مگر شرط یہ ہے کہ تحمل سے زیادہ نہو کہ مدیون یا مقروض ہو جاوے۔ ایک صاحب نے جو ہردوئی میں ڈپٹی کلکٹر ہیں اور حضرت سے مستفیض ہیں استفسار فرمایا کہ اگر کسی کی تنخواہ بڑی ہو لیکن مہینہ میں سب ختم ہو جاتی ہو تو وہ غنی ہوا یا مسکین فرمایا کہ وہ مسکین ہے کیونکہ غنی وہ ہے جسکے پاس کچھ ذخیرہ ہو۔ ایکبار فرمایا کہ ایک شخص کے لئے پچاس روپیہ گز کا کپڑا بھی پہننا جائز ہے یعنی جسکو گنجایش ہو اگر نیت ریا و تفاخر کی نہو اور دوسرے کیلئے پانچ آنہ گز کا بھی ناجائز ہے یعنی جسکو گنجایش نہ ہو یا نیت ریا یا تفاخر کی ہو۔

(۶۵) فرمایا کہ اگر شروع میں ذرا میری سختی جھیل لے پھر میں اُسکا عمر بھر کے لئے خادم ہوں میرا منشا اس سختی سے محض یہ ہے کہ اہتمام اور فکر اصلاحِ اخلاق کا قلب میں پیدا ہو جاوے پھر اول تو اُس سے غلطی کم واقع ہو گی دوسرے اگر کوئی غلطی بھی ہو گی تو چونکہ اُس شخص میں اہتمام اور فکر کا ہونا مجکو انداز سے معلوم ہو جاتا ہے وہ غلطی پھر اتنی ناگوار بھی نہیں معلوم ہوتی۔ اور بھلا یہ کہاں ممکن ہے کہ کسی سے غلطی ہو ہی نہیں۔ شروع میں تو میں واقعی نہایت سختی کرتا ہوں کہ اٹھنا بیٹھنا بھی غریب کو مشکل پڑ جاتا ہے لیکن یہ امتحان کی مصیبت بس کچھ روز ہی ہوتی ہے جب دل ملگیا پھر میرے یہاں کے برابر کہیں بھی وسعت نہیں۔ پھر کوئی قانون بھی نہیں میں تو اس راہ کا نمونہ دکھلا دیتا ہوں۔ اس راہ میں بھی اول اول سخت امتحانات حق تعالیٰ کی طرف سے ہوتے ہیں پھر تو واقعی نوابی ہے بس ؎ چند روزے جہد کن باقی بخند + ایک بار فرمایا کہ بحمداللہ میں غصہ کی حالت میں بھی کبھی ہوش و حواس سے باہر نہیں ہوتا۔ گو ظاہر میں بہت غل شور مچاتا ہوں لیکن کوئی سزا استحقاق سے زیادہ نہیں دیتا۔ مصلحت کے خلاف سختی کرتا ہوں الحمدللہ زیادتی بھی نہیں ہونے پاتی۔ مجھ میں حدت تو ضرور ہے لیکن شدت نہیں۔ جو ایسی اصلاح

کے لئے آتا ہے اُسکے ساتھ سختی کرنا بعض اوقات ضروری ہوتا ہے کیونکہ عملی تنبیہ کبھی نہیں بھولتی۔ لیکن اگر کوئی سختی برداشت نہ کرے تو پھر میں نرم پڑ جاتا ہوں کیونکہ مجھے خواہ مخواہ لڑائی مول لینا تھوڑا ہی ہے۔ جب معلوم ہو گیا کہ اسکو اپنی اصلاح ہی منظور نہیں پھر مجھے سختی کرنے سے کیا حاصل ؎ ناز براں کن کہ خریدار تست۔ اسی طرح اگر کوئی اپنے منہ سے صاف طور سے کہدے کہ میں آپ سے اب یہ تعلق نہیں رکھنا چاہتا پھر مجھے اُسکی کوئی حرکت بھی ناگوار نہیں ہوتی ایکبار فرمایا کہ طبیب کے پاس آنیوالے دو قسم کے لوگ ہوتے ہیں ایک تو محض ملاقات کیلئے آتے ہیں اُن کو پان بھی پیش کیا جاتا ہے شربت بھی پلایا جاتا ہے۔ اور ایک وہ ہے جو علاج کے لئے آتا ہے اُسکو تو کڑوی کڑوی دوائیں اور مسہل ہی تجویز کئے جائیں گے۔ ہاں بعض مریضوں کو محض خمیرے اور معجونیں ہی کافی ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح جو اصلاح کے لئے میرے یہاں آتا ہے اُسکی اصلاح کرنا میرے ذمہ لازمی ہے ورنہ ہر قسم کے لوگ مجھ سے ملنے آتے ہیں میں کسی سے کچھ نہیں کہتا۔ ایک بار فرمایا کہ ایک شخص اپنے قلب کو میرے سپرد کرتا ہے کہ اسکی اصلاح کیجئے اب اگر میں کوئی بات اپنے نزدیک قابلِ اصلاح اُسمیں دیکھوں لیکن مروت میں آکر کہ دل برا ہوگا۔ اسکو مطلع نہ کروں تو یہ خیانت ہے طالبین پر حضرت کا سختی فرمانا اور غیر طالبین کے ساتھ ظاہری اخلاق برتنا بعینہ اس شعر کا مصداق ہے

؎ نشود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت ٭ سر دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

احقر کو تو ایسے موقعوں پر بے اختیار یہی شعر یاد آجاتا ہے۔ پھر یہ بھی ہے کہ سختی کے بعد اسدرجہ شفقت سے اُسکا تدارک فرماتے ہیں کہ ذرہ برابر بھی اُس سختی کا اثر قلب میں باقی نہیں رہتا۔ واللہ حضرت کی اس سختی پر اوروں کی لاکھ شفقتیں قربان ؎ انکو آتا ہے پیار پر غصہ + مجکو غصہ پہ پیار آتا ہے

؎ ناخوشِ تو خوش بود بر جانِ من ٭ دل فدائے یارِ دل رنجانِ من

مجھ میں بدگمانی کا مادہ بہت ہے لیکن میں بقسم کہتا ہوں کہ سچی اور قلبی شفقت اور دلسوزی اور نیز رقیق القلبی حضرت میں اسدرجہ ہے کہ شاید کسی میں ہو۔ مجھے تو واللہ یہاں رہکر اس بارہ میں حق الیقین اور شرح صدر ہو چکا ہے محض حسنِ عقیدت کی بنا پر یہ عرض نہیں کیا گیا۔ اس اظہار کا مطلق قصد بھی نہ تھا لیکن بے اختیار اس موقع پر معرض تحریر میں آگیا۔

تنبیہ۔ یہ سب دور قدیم کے طرز عمل کے متعلق گفتگو تھی باقی یکم رمضان سنہ ۳۴ھ سے حضرت کا

دور جدید شروع ہوگیا ہے جسمیں ظاہری سختی کا برتاؤ بھی بالکلیہ متروک فرمادیا گیا ہے۔ اب سہولت کے ساتھ غلطی پر متنبہ فرمادیتے ہیں تسلط اور نگرانی بالکل موقوف فرمادی ہے کیونکہ یہ طرز عوام کے گمان میں باعث تکدر و تکدیر ہوتا تھا اور ادہر اس طرز کے متعلق حضرت کی تحریرات و تقریرات نہایت کافی مقدار میں مدوّن بھی ہو چکی ہیں اسلئے بھی طرز سیاست کی زیادہ ضرورت نہ رہی تھی۔ لہذا محض طرز موعظت کافی سمجھا گیا۔ دور قدیم و دور جدید کی مفصل تشریح غرہ رمضان المبارک ۱۳۵۰ھ کے ملفوظات کے شروع میں جو تحریر حضرت کی نقل کیگئی ہے اُس سے معلوم ہوگی۔ حضرت کے طرز عمل میں اب اسقدر حیرت انگیز فوری تغیر عظیم واقع ہوگیا ہے کہ دیکھنے والے حیران ہیں جن امور پر سخت سے سخت تنبیہ کیجاتی تھی اب ان پر نہایت سہولت کے ساتھ متنبہ فرمادیتے ہیں یک بیک اس سہولت کے ساتھ سالہا سال کے طرز عمل کو بالکل بدل دینا واقعی کمال عظیم اور کرامت اصلی ہے۔ یہی معنیٰ ہیں ابو الحال کے کہ جس حال کو چاہے اپنے اوپر طاری کرلے ابو الحال خود حال پر غالب ہوتا ہے جس حال کی جسوقت ضرورت ہوتی ہے اپنے اوپر وارد کرلیتا ہے بخلاف ابن الحال کے کہ وہ مغلوب ہوتا ہے اپنے حال سے۔

(۶۶) فرمایا کہ مجھے لڑکوں کا ادہر ادہر کے لوگوں سے ملنا نہایت ناگوار ہوتا ہے۔ مجھے ایسی ہی حیا آتی ہے جیسے لڑکیاں غیر لوگوں سے ملتی پھریں۔

(۶۷) احقر سے فرمایا کہ مجھسے جو کچھ پوچھنا ہو یا کوئی پرچہ وغیرہ دینا ہو تو ظہر کے بعد سے عصر تک چاہئے اور اوقات میں قلب بوجہ کثرت مشاغل فارغ نہیں رہتا سخت تکلیف ہوتی ہے احقر کو بارہا تجربہ ہوا کہ دیگر اوقات میں معمولی سی معمولی بات بھی عرض کی گئی تو سمجھ میں نہیں آئی فرمایا کہ دماغ حاضر نہیں اسلئے کچھ سمجھ میں نہیں آتا بعد ظہر کے کہئے گا۔ یہ بھی فرمایا کہ ایک اس بات کا خیال رکھئے کہ آپکے سوال پر جو میں جواب دیتا ہوں تو بعد جواب کے آپ چپ بیٹھے رہتے ہیں۔ اس سے مجھے سخت تکلیف ہوتی ہے۔ چاہتا یہ ہوں کہ اگر جواب سمجھ میں نہ آوے تو دوبارہ پوچھا جاوے۔ اور اگر سمجھ میں آگیا ہو تو کم از کم یہ ضرور کہدیا جاوے کہ ٹھیک ہے خاموش بیٹھے رہنے سے سخت الجھن اور تکلیف ہوتی ہے۔ یہ آداب تکلم کے خلاف ہے۔

(۶۸) فرمایا کہ دستر خوان پر دقیق دقیق باتیں نہیں کرنی چاہئیں بلکہ بہت معمولی معمولی

باتیں ہونی چاہئیں ورنہ کھانے کا کچھ لطف ہی نہیں آتا۔ کھانے کے وقت تو کھانے ہی کی طرف زیادہ توجہ ہونی چاہیئے۔ اگر کوئی ایسی باتیں کرتا ہے تو میں تو کان بھی نہیں لگاتا کیونکہ کھانیکا مزا جاتا رہتا ہے۔

(۶۹) فرمایا کہ مینے بعد عصر جو پرچہ بغرض طلب خلوت دیا جاتا ہے اُسکی بابتہ یہ انتظام کردیا ہے کہ ایک تختی پر بہ رعایت مہمانان بیرونی یہ ہدایت لکھا دی ہے کہ جو صاحب تین دن کے اندر جانیوالے ہوں وہ اپنا پرچہ دیدیں ورنہ پھر دوسرے لوگ پرچہ دیدیں گے اور خاص خاص ایام ان مہمانوں کے پرچہ دینے کے لئے مقرر کردیئے ہیں۔ بعد عصر کے ایک شخص کھڑا ہوکر تختی کو ہاتھ میں لیکر اُس عبارت کو پڑھ دیتا تھا ایک مرتبہ ایک اہل علم نے اپنی نوبت میں اُس تختی کی عبارت کو دیکھکر نہیں سُنایا بلکہ محض یاد سے سنا دیا۔ میں نے بہت ڈانٹا کہ تمکو یہ کسنے اجازت دی تھی کہ زبانی سنا دینا۔ تمھیں میری مصلحتوں کی کیا خبر۔ آخر میں نے کچھ مصلحتیں ہی سوچکر یہ تحریر تختی پر لکھوائی تھی۔ اور مجھکو جو تمھاری یہ حرکت زیادہ ناگوار گذری اُسکی خاص وجہ ایک اور ہے وہ یہ کہ اِس سے تمھارے ایک بہت بڑے مرض کا پتہ چلا۔ یہ یقینی ہے کہ تمکو تختی کی عبارت دیکھکر سُنانے میں بوجہ اپنے علم کے عار آئی کہ ایسی معمولی عبارت کو دیکھکر کیا سناؤں تمنے اسکو اپنی شان علمی کے خلاف سمجھا۔ یہ تکبر کا مرض تمام امراض باطنی کی جڑ ہے۔ احقر عرض کرتا ہے کہ سبحان اللہ بصیرت اور تشخیص اسکو کہتے ہیں۔

(۷۰) فرمایا کہ یہ جو میں بعض مرتبہ اُکھڑی اُکھڑی باتیں کرنے لگتا ہوں یہ اُن مجذوب صاحب کی نسبت کا اثر ہے جنکی دعا سے میں پیدا ہوا ہوں ورنہ حضرت حاجی صاحب تو مجسم رحمت ہی رحمت تھے۔

(۷۱) فرمایا کہ چشتیہ کے جلال کا راز یہ ہے کہ اُن پر فنا کا غلبہ رہتا ہے۔ کوئی گنجلک کی بات کہتا ہے یا جواب میں دیر کرتا ہے تو طبیعت میں جھنجھلاہٹ پیدا ہوتی ہے کیونکہ دل خواہ مخواہ دوسری طرف اُٹکا ہوا رہتا ہے تقاضا ہوتا ہے کہ جلدی سے بات ختم ہو تاکہ پھر حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوجائیں۔ اپنی توجہ کا حق تعالیٰ سے ہٹانا سخت شاق گذرتا ہے۔ مجھے بھی جو ایسی باتوں سے جھنجھلاہٹ پیدا ہوجاتی ہے اُسکی بھی وجہ اسی کے قریب قریب ہے۔ یعنی جی چاہتا ہے کہ قلب کو فارغ اور مہیا رکھا جاوے گو توجہ بحق کی توفیق نہو مگر موانع تو کم رہیں۔ یعنی قلب کو تیار تو رکھنا چاہیئے تاکہ جسوقت

توفیق ہو آسانی کے ساتھ اسکو متوجہ کر سکے ورنہ اگر کوئی قلب خالی نہ ہونیکی حالت میں حق تعالیٰ کی طرف توجہ کرنا بھی چاہے تب بھی نہیں کر سکتا۔

(۷۲) فرمایا کہ اب تو تعلقات سے بہت وحشت ہوتی ہے۔ جی چاہتا ہے کہ مجمع زیادہ نہو۔ اپنے ہمخیال کچھ لوگ ہوں اور یاد حق میں بقیہ زندگی گذرے۔ یہی وجہ ہے کہ میں اکثر یہ بہانہ کر کے اُٹھ جاتا ہوں کہ گھر ہو آؤں۔ بات یہ ہے کہ مجمع سے جی گھبراتا ہے ایکبار فرمایا کہ اگر چاروں طرف آدمی بیٹھے ہوں تو مجھے بہت وحشت ہوتی ہے۔ ہاں سامنے ایک ہی طرف اگر لوگ بیٹھے ہوں تو اتنا گراں نہیں ہوتا

(۷۳) فرمایا کہ میں رفتہ رفتہ اپنے متعلق جو کام ہیں اُن کو کم کرتا جاتا ہوں اکثر فتاوی میں مدرسہ دیوبند اور سہارنپور سے دریافت کرنے کو لکھدیتا ہوں۔ جی یوں چاہتا ہے کہ میرے بعد کسی کو ایک ساتھ زیادہ رنج نہو اور جب بہت سی خدمات ایک ساتھ منقطع ہو جائیں گی تو نہایت صدمہ لوگوں کو ہو گا اسلئے اپنے ذمہ جو میں نے کام لے رکھے ہیں اُنکو مختلف جماعتوں میں منتشر کر رہا ہوں ایک ہی شخص کے ساتھ دین کے متعدد کاموں کا اس طرح وابستہ رہنا مناسب نہیں کہ اُسکے فقدان سے سب پر اثر محسوس ہو۔

(۷۴) ۲۷ ربیع الثانی ۳۳ھ۔ فرمایا کہ طالب کو اپنے شیخ کے سامنے اپنی رائے کو بالکل فنا کر دینا چاہئے۔ دو چیزیں لازمۂ طریق ہیں اتباعِ سنت اور اتباعِ شیخ۔ جبتک یہ حالت مرید کی نہو کہ اگر شیخ جان بھی مانگے تو بھی دریغ نہ کرے تب تک کچھ لطف بعیت کا نہیں۔ جب ایسی حالت ہو تب اُس مرید کو بھی کچھ لطف بعیت کا حاصل ہو۔ اپنی رائے اور تجویز کو کوئی شخص فنا کر کے تو دیکھے میں اللہ تعالیٰ کے بھروسہ دعویٰ کرتا ہوں کہ حق تعالیٰ کی طرف سے اُسکو ایسے انعامات عطا ہوں جو اُسکی تجویزوں سے کہیں بڑھکر ہوں اور جو اُسکے ذہن میں کبھی آئے بھی نہ ہوں۔ اگر شیخ نوافل یا اوراد وغیرہ کم کرا دے تو ہرگز وسوسہ نہ لاوے کیونکہ وہ کوئی معصیت تو کراتا نہیں زیادہ سے زیادہ ترک مستحبات کراتا ہے ہاں اگر شیخ معصیت کا حکم کرے تو ایسے شیخ ہی کو سلام کرے۔ لوگ شیخ کی رائے میں تو دخل دیتے ہیں لیکن طبیب کی تجویز میں کبھی کوئی دخل نہیں دیتا بس وہاں تو غرض صحت ہوتی ہے کہ کسی طرح اچھے ہو جائیں اور یہاں کچھ بھی نہیں۔ اکثر فرمایا کہ ان دو ہم قافیہ لفظوں کو ہمیشہ یاد رکھے اتباع اور اطلاع یعنی جو کچھ شیخ تعلیم کرے اُسکو ہمیشہ نباہ کرتا رہے اور برابر اپنے

حالات سے اطلاع دیتا رہے خواہ کوئی نیا حال ہو یا نہ ہو کیونکہ کوئی حال نہ ہونا یہ بھی ایک حال ہے۔ ایکبار فرمایا کہ ہر شخص کو اپنا ایک معتقد فیہ ضرور رکھنا چاہیئے جس کی اگر صحبت میسر نہو سکے تو کم از کم اُسکے پاس ہر ہفتہ ایک جوابی کارڈ جسمیں چاہے محض خیریت ہی درج ہو ضرور بھیجتا رہے۔ اسکی برکت سے وہ دینی اور دنیوی دونوں قسم کی بہبودی خود مشاہدہ کریگا۔ ایکبار استفسار پر فرمایا کہ محض خط وکتابت سے بھی نفع پہونچ سکتا ہے کیونکہ بار بار جب خط آئیں گے تو اُسکے ساتھ محبت ہو جائیگی اور جب محبّت ہو جائیگی تو اُسکے لئے دل سے دعا نکلا کریگی۔ پھر حق تعالیٰ کبھی دعا کو قبول بھی فرما لیں گے اور اُسکی اصلاح کر دیں گے یہ بھی فرمایا کہ خط وکتابت کی برکت سے عقائد اور اعمال کی خرابی سے بھی محفوظ رہے گا اور دنیوی پریشانیوں سے بھی حفاظت رہے گی۔ احقر عرض کرتا ہے کہ واقعی ذاکر شاغل کے لئے جلد جلد اطلاع حالات کرتے رہنا مفتاح کامیابی ہے احقر نے اور احقر کے احباب نے ہمیشہ تجربہ کیا کہ جب کبھی حضرت کو عریضہ لکھا فوراً فائدہ محسوس ہوا۔

(۷۵) فرمایا کہ الحمد للہ میں نے اپنے بزرگوں کے ساتھ کبھی ظاہراً یا باطناً اختلاف نہیں کیا اور ہر طرح ادب ملحوظ رکھا۔ حالانکہ مجکو سیکڑوں احتمالات سوجھتے تھے لیکن مینے ہمیشہ یہی سوچا کہ ہم کیا جانیں اور اگر کبھی کوئی بات سمجھ میں نہ بھی آئی تب بھی دلکو یہ کہکر سمجھا لیا کہ یہ کیا ضرور ہے کہ کوئی بات بھی بلا سمجھے نہ رہے۔ بیشک واقعی طالب تحقیق کو پیشتر تقلید ہی ضروری ہے بعد کو بہ برکت تقلید کے تحقیق کا درجہ بھی حاصل ہو جاتا ہے ترتیب یہی ہے۔ دیکھئے اگر کوئی بچہ اپنے اُستاد کی تقلید نہ کرے اور پڑھاتے وقت کہے کہ کیا دلیل ہے کہ یہ الف ہے ب نہیں تو بس وہ پڑھ چکا۔ اُسکو چاہیئے کہ جو کچھ اوستاد پڑھاتا جاے اُسکو بے چون وچرا مانتا جاے پھر ایکدن وہ ہو گا کہ سب باتیں خود ہی اُسکو معلوم ہو جائیں گی۔ یہ بھی فرمایا کہ میں توکلاً علی اللہ دعوےٰ کرتا ہوں کہ میرے کسی بزرگ کے قلب میں میری طرف سے کبھی ایک منٹ کے لئے بھی ذرا کدورت یا تغیر نہیں پیدا ہوا۔

(۷۶) ایک شخص نے بیعت کی درخواست کی۔ اُس سے اصلاح الرسوم پڑھکر رائے قائم کرنیکے لئے حضرت نے فرمایا۔ اُس نے دوسرے روز کہا کہ میرے پاس دام نہ تھے اس لئے نہ پڑھ سکا حضرت نے فرمایا کہ اگر چاہتے تو انتظام کر سکتے تھے مثلاً تم آٹھ دن ٹھہرنے کہتے ہو اُسکے بجائے چھ دن ٹھہرتے اور جو کھانیکا بچتا اُس سے اصلاح الرسوم خرید لیتے یا منی آڈر کے ذریعہ سے روپیہ بآسانی آسکتا تھا

بہرحال دوسرے دن اُس شخص کو ازراہ ہمدردی ایک کوتاہ نظر نے اصلاح الرسوم اپنی طرف سے خرید کر دیدی اسکو تھوڑی دیر دیکھکر بلا اطلاع وہ شخص چلا گیا۔ حضرت نے شام کو اُس کوتاہ نظر کو محض بغرض اصلاح تیز لہجہ میں تنبیہ فرمائی کہ جس شخص سے حق تعالیٰ کوئی کام لیتے ہیں اُس شخص کو اُس کام کی سمجھ بھی دیدیتے ہیں ہر شخص کی حقیقتِ حال اُسپر منکشف فرما دیتے ہیں گو اجمالاً ہی سہی اور جو شخص جس برتاؤ کے قابل ہوتا ہے ویسا ہی برتاؤ اُسکے ساتھ کیا جاتا ہے۔ گو مجھے غیب کی خبر نہیں ہوتی لیکن قلب میں ایک کشیدگی اور انقباض پیدا ہوجاتا ہے گویا کسی نے کہدیا ہو۔ قلب کے قبول نہ کرنیکی مثال ایسی ہے جیسے اگر کوئی اندھا مکھی کھا جاوے تو معدہ قبول نہیں کرتا گو اُسکو پہچان مکھی کی نہو سکی لیکن معدہ کو تو پہچان ہے۔ وہ فوراً نکال کر باہر پھینکدیتا ہے۔ مجھکو پچیس برس کے قریب یہ کام کرتے ہوگیا قطع نظر بصیرت کے ویسے دنیاوی حیثیت سے بھی تو مجھکو اُس شخص سے زیادہ تجربہ ہے جس نے یہ کام پچیس دن بھی نہ کیا ہو۔ لہذا ایسے شخص کو کبھی ان امور میں دخل نہ دینا چاہیئے اپنے کام میں اُسکو رہنا چاہیئے دوسرے کے کاموں سے اُسکو کیا غرض میں چاہتا ہوں کہ جس شخص کے ساتھ میرا برتاؤ ہمدردی کا نہ ہو اُسکے ساتھ اپنی جماعت میں سے کسی شخص کو اظہار ہمدردی نہ کرنا چاہیئے۔ میں اپنے گھر کے لوگوں سے بارہا کہہ چکا ہوں کہ دیکھو تم میری رائے میں مزاحم مت ہوا کرو کیونکہ میں دیکھ چکا ہوں کہ الحمدللہ سو میں مشکل سے دو تین مرتبہ اگر خطا کرتی ہو تو کرتی ہو ورنہ بحمداللہ ایسے اکثر امور میں میری رائے ٹھیک نکلتی ہے۔ کئی روز بعد ایک شخص اپنے لڑکا کو ڈھونڈھتا ہوا آیا جسکا حلیہ اُسی سے ملتا تھا جو اصلاح الرسوم دیکھکر چلا گیا تھا اس سے معلوم ہوا کہ وہ باپ سے خفا ہو کر گھر سے مفرور تھا۔ پھر کچھ دنوں کے بعد یہ معلوم ہوا کہ وہی شخص ایک جاہل دنیا دار فقیر کا جاکر مرید ہوگیا ہے حضرت نے اُس کوتاہ نظر کو جسنے اصلاح الرسوم خرید کر دی تھی خطاب کرکے فرمایا کہ آپ نے اپنے موردِ رحم کا بھی حال سُنا۔ اب تو آپ کو میرے طریقِ عمل کے استحسان کا یقین ہوگیا۔ میں ایسی ایسی مثالیں دکھلا کر آپکو عین الیقین کرانا چاہتا ہوں جناب بات یہ ہے کہ بڑھئی خوب پہچانتا ہے کہ کونسی لکڑی کام کی ہے اور کونسی بیکار ہے اسی طرح معمار ہی کو اینٹ کی پہچان خوب ہوتی ہے کہ کون سی اچھی ہے اور کون سی بُری۔ حق تعالیٰ جس کے سپرد کوئی کام کرتا ہے اُسکا سلیقہ بھی اُسکو عطا فرما دیتا ہے۔ یہ اُس شخص کا کوئی کمال نہیں۔ ہر ماہر

فن کو اپنے فن کی بصیرت ہوتی ہے۔ چنانچہ میرے قلب میں بھی جو شخص جیسا ہوتا ہے ویسا ہی اثر اُسکو دیکھکر پیدا ہو جاتا ہے۔ بعضوں سے ملکر شروع ہی سے قلب میں بشاشت پیدا ہوتی ہے اور برابر لطف بڑھتا رہتا ہے اور بعضوں کے ساتھ شروع ملاقات ہی سے انقباض کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے جو بڑھتی ہی رہتی ہے۔ یہ اپنے اختیار کی بات نہیں مجھکو کوئی تفصیلی علم اُنکی حالت کا نہیں ہوتا لیکن حق تعالیٰ کو تو سب کچھ خبر ہے وُہی کام لینے والے ہیں اور وہی قلب میں اجمالی کیفیت انقباض یا انبساط کی پیدا فرما دیتے ہیں۔ میرا کوئی کمال نہیں۔ اگر آپ مجھسے تفصیل پوچھیں اور انقباض کی مثلاً دلیل طلب کریں تو میں کچھ بھی نہیں بتلا سکتا۔ دیکھئے آلات سے کام لیا جاتا ہے لیکن خود آلات کو کچھ بھی خبر نہیں ہوتی کہ ہم سے کام ہو رہا ہے حالانکہ کام اُن سے برابر ہو ہی رہا ہے۔ جس شخص کو حق تعالیٰ یہ کام سپرد کرنا چاہتا ہے اُسکو بلا اُسکے گمان کے پیشتر ہی سے یہ بصیرت بھی عطا فرما دیتا ہے۔ کتابی حکایت تو نہیں ایک یوں ہی افواہی قصہ ہے کہ ایک بادشاہ سے مرتے وقت لوگوں نے اُسکے جانشین کی بابت وصیت طلب کی کیونکہ اُسکے کوئی اولاد نہیں تھی اس نے ایک بیہودہ سی وصیت کی کہ کل صبح جو شخص سب سے پہلے شہر پناہ کے اندر داخل ہو اُسی کو بادشاہ بنا دیا جاوے۔ چنانچہ اتفاق سے ایک لنگوٹیا فقیر داخل ہوا۔ لوگوں نے بلا کر باوجود اُسکی منت سماجت کے کہ میں ایک ادنیٰ فقیر ہوں بادشاہی کرنا کیا جانوں اُسکو حمام میں غسل دیکر شاہی پوشاک پہنا کر تخت پر بٹھا دیا اور سب لوگ دست بستہ دربار میں کھڑے ہو گئے جب تخت نشینی کی رسم ہو چکی تو دربار ختم کیا گیا جب وہ فقیر محل سرا میں جانے کے لئے اُٹھنے لگا تو اُسنے نہایت شان کے ساتھ وزیر کو اشارہ کیا کہ بغل میں ہاتھ دو۔ وزیر نے فوراً بغل میں ہاتھ دیکر سہارا لگایا تب بادشاہ سلامت تخت سے اُٹھکر کھڑے ہوئے وزیر نے دل میں کہا کہ انوہ اب آپکی یہ شان ہو گئی۔ اُسوقت تو وزیر خاموش رہا لیکن دوسرے وقت موقع پاکر بہت ادب کے ساتھ پوچھا کہ حضور گستاخی معاف ہو یہ طریقہ شاہی حضور کو کہاں سے معلوم ہو گیا کیونکہ اس سے پیشتر تو کبھی دربار دیکھنے کا بھی اتفاق نہوا ہوگا۔ اُس فقیر نے جواب دیا کہ جس خدا نے مجکو گدائی سے شاہی عطا فرمائی ہے اُسی نے مجکو رسم شاہی طریق بھی سکھلا دئے۔ احقر سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ آپ ہی کو بارہا اتفاق ہوا ہوگا کہ کسی پیچیدہ مقدمہ کی صورت بھی آپ کی سمجھ میں نہ آتی ہوگی

لیکن فیصلہ لکھتے وقت خودبخود سب باتیں ذہن میں آجاتی ہوں گی۔ وہ تو حق تعالیٰ خود قلب میں
القا فرما دیتے ہیں حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب کی تاریخ پر بہت نظر تھی اُن سے ایک حکایت
عالمگیر کے زمانہ کی سُنی ہے کہ کسی راجہ کا انتقال ہو گیا اُسکا ایک لڑکا نابالغ تھا اور ایک اُس راجہ
کا بھائی بھی تھا سب لوگ راجہ کے بھائی کو اُسکی جگہ پر کرانا چاہتے تھے لیکن وزیر اور کچھ لوگ اُسکے
نابالغ لڑکے کے طرفدار تھے۔ چنانچہ وہ لوگ اُس لڑکے کو عالمگیر کے پاس بغرض سفارش لیگئے تاکہ
اُسکو دیکھکر کچھ رحم آجائے۔ راستہ میں وزیر نے اُس لڑکے کو جتنے محتمل سوالات ہو سکتے تھے سب کے
جوابات پڑھا دیئے کہ دیکھو اگر یہ پوچھیں تو یہ جواب دینا اور یہ سوال کریں تو یہ جواب دینا جسوقت
لڑکے نے دہلی کے اندر قدم رکھا ہے اسیوقت اُسنے وزیر سے یہ سوال کیا کہ تمنے مجھے ان سب سوالات
کے جواب تو سکھلا دیئے۔ لیکن اگر ان کے علاوہ مجھسے وہ اور کوئی سوال کرے تو اُسکا کیا جواب دونگا
وزیر اس سوال پر دنگ رہ گیا اور کہا کہ جسنے تیرے ذہن میں اسوقت یہ سوال پیدا کیا ہے وہی
امید ہے کہ تجکو جواب بھی اُسوقت سوجھا دیگا جسوقت لڑکا پہونچا ہے اسوقت عالمگیر محل سرا کے
اندر حوض پر غسل کر رہے تھے اُنھوں نے لڑکے کو وہیں بلوا لیا اور دونوں ہاتھ پکڑ کر حوض میں لٹکا کر
پوچھا کہ ڈبو دوں لڑکا اسپر زور سے ہنسنے لگا بادشاہ کو یہ حرکت ناگوار ہوئی کہ راجہ کا لڑکا ہو کر ایسا
بے تمیز ہے پوچھا کہ یہ کیا بے تمیزی ہے اسمیں ہنسنے کی کیا بات ہے لڑکے نے فوراً جواب دیا کہ
حضور واقعی یہ گستاخی مجھسے ضرور ہوئی لیکن بے اختیار ہنسنے کا سبب یہ ہوا کہ حضور کے اس
فرمانے پر کہ تجکو ڈبو دوں میرے اوپر ایک خیال ایسا غالب ہوا کہ میں اپنے آپکو ضبط نہ کر سکا اور بے اختیار
قہقہہ نکل گیا۔ وہ یہ کہ حضور کی تو وہ شان ہے کہ اگر حضور کسی کی ایک اُنگلی بھی پکڑ لیں تو وہ کسی طرح
نہیں ڈوب سکتا اور حضور میرے تو دونوں ہاتھ پکڑے ہوئے ہیں پھر بھلا میں کس طرح ڈوب سکتا
ہوں۔ اسلئے حضور کے ارشاد پر مجھے بے تحاشہ ہنسی آگئی کہ حضور یہ کیسی بات فرما رہے ہیں عالمگیر
یہ جواب سنکر نہایت خوش ہوئے اور سمجھے کہ واقعی یہ لڑکا راجہ بنائے جانیکے قابل ہے۔ چنانچہ
اُسکو گدی پر بٹھائے جانیکا حکم صادر کر دیا۔ پھر جناب مولانا عاشق الٰہی صاحب نے جو اسروز تشریف رکھتے
تھے اسی قسم کے دو تین واقعات انکار بیعت کے حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہٗ العزیز کے بیان
فرمائے۔ فرمایا کہ الحمدللہ توارد ہو گیا۔ احقر نے عرض کیا کہ یہ وسوسہ ہوتا ہے کہ اگر اُس شخص کو حضور

بیعت کر لیتے تو اُس جاہل پیر کے پاس نہ جاتا۔ فرمایا کہ ایسے بدفہم شخص کو بیعت کر لینے سے بھی کچھ نفع نہ ہوتا کیونکہ وہ بعد بیعت کے بھی کچھ رنگ لاتا۔

(۷۷) فرمایا کہ اکثر جگہ مریدوں کو خواہ مخواہ انکی خاصیت طبیعت کے خلاف ایک ہی سی تعلیم میں مشغول رکھتے ہیں اور گھونٹے جاتے ہیں جس سے مرید کو سخت تعب ہوتا ہے۔ ہمارے حضرت حاجی صاحب کے یہاں اسکی کوئی پابندی نہیں جس طرف سالک کی طبیعت جاوے اُسی طرف اُسکو لگا دیتے ہیں (بشرطیکہ حدود سے تجاوز نکرے) تاکہ انقباض نہو کیونکہ فرمایا کرتے تھے کہ جمعیت بڑی چیز ہے جس طرح گھوڑا اگر ایک طرف چراگاہ میں چرنے نہیں جاتا تو دوسری طرف سہی کیونکہ آخر اُس طرف بھی تو چراگاہ ہی ہے۔ جس طرف چاہے چرے لیکن رہے چراگاہ ہی میں۔ یہ ضروری نہیں کہ خواہ مخواہ اُسکو ایک ہی طرف چرنے کے لئے مجبور کیا جاوے۔ بلکہ یہ مضر ہے۔ سالک کی طبیعت جسمیں زیادہ لگے اسی میں اُسکو مشغول رہنے کی اجازت دیجاوے۔ خواہ مخواہ تنگی ڈالنی نہیں چاہیئے۔ سہولت مدنظر ہے۔ ایکبار احقر نے عرض کیا کہ میری طبیعت پابندی سے بہت بھاگتی ہے[۲]

(۷۸) ایک کاشتکار پٹی ملحقہ تھانہ بھون مسمی مساوی کا کچھ گڑ ہدیہ لایا۔ حضرت نے فرمایا کہ مساوی میں تو موروثی زمین کی بہت کثرت ہے۔ اُسنے کہا کہ یہ گڑ موروثی کا نہیں ہے اور یہ بھی کہا کہ جو کھیت موروثی کا ہے اُسمیں ایکھ نہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ پیداوار تو سب ملی جلی ہوتی ہے اُسنے کہا کہ نہیں علٰحدہ علٰحدہ ہے پھر بعد کو وہ شخص یہ کہنے لگا کہ میرے پاس موروثی کوئی کھیت نہیں حضرت نے فرمایا کہ ابھی ابھی تم خود اقرار کر چکے ہو کہ جو کھیت موروثی ہے اُسمیں ایکھ نہیں۔ اب میں کیسے یقین کر لوں کہ کوئی کھیت موروثی کا نہیں۔ اجی ہم ایسے متقی تو کہاں ہیں کہ دور تک کی تحقیق کریں لیکن اس طرح بھی آنکھیں نہیں بند کیجاتیں۔ بھائی دیکھ کر تو مکھی نہیں نگلی جاتی پھر عام خطاب کے طور پر فرمایا کہ ایک تو یہ بات ہے کہ دل میں شبہ پڑ گیا دوسرے یہ کہ باوجود اسکے کہ مساوی بالکل تھانہ بھون سے ملا ہوا ہے لیکن وہاں کے لوگوں کو اسقدر اجنبیت دین سے ہے جیسے کوئی دیہات پانچ سو کوس پر اہل علم سے ہو۔ کوئی بندہ خدا کا کبھی کوئی دین کی بات پوچھنے نہیں آتا۔ ہاں اگر آتے ہیں تو کوئی دودھ دینے آتا ہے کوئی گڑ چاول لاتا ہے اور میں لیتا نہیں کیونکہ اُس شخص سے کوئی چیز لینے میں نہایت ذلت معلوم ہوتی ہے جسکو خود کوئی نفع

[۲] مطلق العنان رہنا چاہتی ہے [illegible]

نہ پہونچا سکے ہاں جو دینی نفع حاصل کرتا رہے وہ اگر محبّت سے کبھی کچھ دے تو کسکو انکار ہے کیونکہ آخر میری گذر ہی اسی پر ہے لیکن یہ شرط ہے کہ دینے میں بجز محبّت کے اور کوئی نیت نہو یہانتک کہ ثواب کی بھی نیت نہونی چاہیئے گو جب حق تعالیٰ کے تعلق کی وجہ سے دیا تو ثواب تو اُسکو مل ہی گیا۔ دیکھئے اگر کوئی اپنے باپ یا لڑکے کو کچھ دے تو نیت ثواب کی نہیں ہوتی لیکن ثواب ملتا ہے جیسے حدیث شریف میں ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے منہ میں لقمہ دے تو اُسکو ثواب ملتا ہے حالانکہ بیوی کو کوئی ثواب کی نیت سے نہیں دیتا بلکہ اگر اُسکو ثواب کی نیت کی خبر ہو جاوے تو اُسکو ناگوار ہو۔ اور وہ انکار کر دے کہ کیا میں خیرات خوری ہوں پھر فرمایا کہ ان لوگوں کی نیت بھی ہم لوگوں کے دینے میں وہی ہوتی ہے جو پیر شہیدوں کی قبروں پر چڑھاوا چڑھانے میں ہوتی ہے کہ اگر ان ملانوں کا حصہ اسمیں ہو جاویگا تو برکت ہو جاویگی کھیت میں خوب ایکھ پیدا ہو گی۔ غرض دینے میں نیت بھی خراب ہوتی ہے پھر حضرت نے اُس شخص سے فرمایا کہ بھائی محبّت سے اگر کوئی چیز لائے تھے تو ڈھنگ سے لائے ہوتے اب تم دو برس تک برابر ملتے جلتے رہو اور دین کی باتیں پوچھتے پاچھتے رہو۔ اور لاؤ کچھ نہیں۔ گُڑ دینے کے لئے نہ آؤ بلکہ گُڑ لینے کے لئے آؤ یعنی دین کی باتیں سیکھنے۔ جب تعلق بڑھ جائے تب کوئی چیز لانیکا بھی مضائقہ نہیں لیکن پھر بھی پہلے پوچھ جاؤ کہ فلاں چیز لانا چاہتا ہوں کیونکہ اگر کسی وجہ سے نہ لینا ہوا تو قبل لانے ہی کے انکار کر دینے سے اتنا رنج نہیں ہوتا جتنا لائی ہوئی چیز کے انکار کر دینے سے ہوتا ہے اس کا ہمیشہ خیال رکھنا وہ شخص ایسی واضح گفتگو کے بعد بھی پھر اصرار کرنے لگا اسپر ترش رو ہو کر فرمایا کہ بھلا دیکھئے کہانتک طبیعت میں تغیر نہ آوے آخر میں بھی بشر ہوں۔ لوگ مجکو سخت کہتے ہیں۔ اگر کوئی میرے پاس رہکر ان حرکتوں کو دیکھے تو امید ہے کہ وہ مجھ سے بھی زیادہ سخت ہو جائے۔ جب حضرت نے خود انکار فرما دیا تو کہنے لگا کہ طالب علموں کو تقسیم کرا دو حضرت نے ناراضگی کے لہجہ میں فرمایا کہ تمنے طالب علموں کی اچھی قدر کی۔ گویا وہ ایسی گری پڑی چیز کے مستحق ہیں جو چیز یہاں سے مردود ہو گئی وہ اُن کے لائق ہوئی سو ہمارے یہاں کے طالب علم گو حاجتمند سہی لیکن بحمد اللہ وہ ایسے نہیں کہ ہر گری پڑی چیز پر رال ٹپکاتے پھریں۔ کچھ دیر بعد اُس شخص نے پھر پوچھا کہ جی تو کیا کہو ہو۔ غرض برابر ایسی ہی حرکتیں کرتا رہا

جو پاس بیٹھنے والوں کو بھی ناگوار ہوتی تھیں۔ آخر میں اُسنے ایک شخص سے اشارہ کیا کہ تم ہی کہدو یہ حرکت مزید براں تھی آخر میں معلوم ہوا کہ یہ گڑ زکوٰۃ عُشر کا تھا۔ یہ سب سے بڑھکر ہوئی۔ اسپر حضرت نے فرمایا کہ دیکھئے لوگ مجھکو خواہ مخواہ وہمی کہتے ہیں۔ گو گذشتہ واقعات نہ یاد رہیں لیکن اُنکا اثر تو قلب پر رہتا ہے۔ اب دیکھئے اگر میں بلا پوچھے گچھے لے لیتا اور بعد کو معلوم ہوتا تو طبیعت کو کسقدر ناگوار ہوتا اور اُنکی زکوٰۃ بھی ادا نہ ہوتی۔ وہ تو اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ قلب میں پہلے ہی نفرت پیدا ہو گئی تھی ورنہ انھوں نے اپنی طرف سے کیا کسر رکھی تھی پھر یہ شعر فرمایا

قتلِ ایں خستہ بہ شمشیرِ تو تقدیر نبود ورنہ ہیچ از دمِ شمشیرِ تو تقصیر نبود

بھلا ایسی صورت میں سوچنے سے کوئی کہاں تک احتمالات نکال سکتا ہے لیکن وہ تو خود حق تعالےٰ دستگیری فرماتے ہیں۔ قلب میں بحمد اللہ بس ایسا ہوتا ہے جیسے کوئی کہہ گیا ہو۔ اس شخص کی ناسمجھی کی باتوں پر ارشاد فرمایا کہ جو دین کا پابند نہیں ہوتا اُس کی دُنیا کی سمجھ بھی خراب ہو جاتی ہے اور جو شخص دیندار ہوتا ہے گو تجربہ دنیا کا نہو لیکن دنیاوی امور میں بھی اُسکی سمجھ سلیم ہو جاتی ہے حلال روزی میں بھی یہی اثر ہے۔ برخلاف اسکے حرام روزی سے فہم مسخ ہو جاتا ہے۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ بوجہ دیہاتی ہونے اور کم سمجھ ہونے کے اس سے یہ حرکتیں سرزد ہوئیں فرمایا کہ اس سے زیادہ سے زیادہ یہ ثابت ہوا کہ ان کی خطا نہیں لیکن اگر کوئی بے عنوانی ناسمجھی ہی سے کرے لیکن دوسرے کو تو اُس سے پریشانی اور تکلیف ہوتی ہی ہے۔ اگر کوئی شخص بلا قصد شکار کے کسی کو چھرّہ مار دے تو وہ مجرم نہ سہی لیکن دوسرے کے چوٹ تو آخر لگے ہی گی اور اگر سب لوگ جاہلوں کی جہالت پر تحمل ہی کر لیا کریں تو اُن کی جہالت کی اصلاح کبھی ہو ہی نہیں سکتی کیونکہ اس طرح سے تو اُنکو اپنی جہالت کا علم ہی نہ ہوگا۔ اور ہمیشہ بے تہذیب اور بے سلیقہ ہی رہے گا۔ اب یہ شخص کبھی کسی کے ساتھ ایسی حرکت نہ کریگا اور گو طالب علموں کے واسطے لے لینے میں بعض قواعد سے گنجایش تھی لیکن بمصلحت اصلاح نہ لینا ہی ضروری تھا کیونکہ پھر یہ شخص یہ سمجھتا کہ اجی ہم لیگئے تھے اور وہ لے ہی لیا گیا۔ کبھی اسکو جائز ناجائز کی فکر بھی نہ ہوتی۔ اب اسکو ہمیشہ کے لئے یہ بات معلوم ہو گئی کہ ناجائز چیز ایسی بُری ہوتی ہے اور آیندہ اسکے متعلق احتیاط رکھنے کی فکر ہو گی قطعی بے پروائی اس باب میں اسکو اب نہ رہے گی۔ اور جب کبھی کوئی چیز لانیکا قصد ہوگا تو بہت

احتیاط مدنظر رکھکر لائیگا گویا ہمیشہ کے لئے کافی سبق ہو گیا ورنہ اگر اسکی حرکتوں پر تحمل کر لیا جاتا تو اسکی کچھ بھی اصلاح نہ ہوتی۔

(۷۹) فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ اگر وساوس دفع نہوں تو اُن کو بھی مرآۃ جمال خداوندی بنالیوے اور سوچے کہ اللہ اکبر حق تعالیٰ نے قلب کو بھی کیسا بنایا ہے کہ کتنا ہی روکا جاوے مگر وساوس سے رُکتا ہی نہیں۔ کیا شان ہے۔ غرض ہر چیز کو مظہر ذات وصفات حق تعالیٰ کا تصور کرے ؎

ہر کہ بینم در جہاں غیرے تو نیست ۔۔۔ یا توئی یا خوئے تو یا بوئے تو

(۸۰) فرمایا کہ ذکر کے وقت ثمرات کا منتظر نہ رہے نہ کوئی کیفیت یا حالت اپنے لئے ذہن میں یا حق تعالیٰ کے سامنے تجویز کرے۔ اپنی تجویز کو مطلق دخل نہ دے سب احوال کو حق تعالیٰ کے سپرد کردے جو بہتر ہو گا وہ خود عطا فرمائیں گے ؎ خواجہ خود روش بندہ پروری داند + ذکر کے وقت سرسری توجہ ذکر کی طرف یا اگر آسانی سے ہو سکے تو مذکور کی طرف کافی ہے اسمیں بھی زیادہ تعب اور تکلف کی حاجت نہیں کیونکہ زیادہ تکلف سے قلب و دماغ ماؤف ہو جاتے ہیں۔ رفتہ رفتہ حسب استعداد خود ہی خیال رسوخ کے ساتھ جمنے لگے گا۔ نہ طبیعت میں تقاضا پیدا ہونے دے اس سے بعض اوقات یاس کی نوبت پہونچ جاتی ہے۔ میری طبیعت میں تقاضا اور جلدی بہت تھی اور اب بھی کسیقدر ہے اسکی وجہ سے یہانتک پریشانی کی نوبت پہونچی تھی کہ مجکو خودکشی کے وساوس آیا کرتے تھے۔ بس یہ حالت تھی کہ جو کچھ حاصل ہونا ہے جلد حاصل ہو جاوے۔

(۸۱) فرمایا کہ اگر ثمرات کی بھی تمنا ہو تب بھی ثمرات پر نظر نہ کرنا چاہئے کیونکہ ثمرات حاصل ہوتے ہیں یکسوئی سے اور جب ثمرات کے ورود کی جانب متوجہ رہا تو یکسوئی کہاں رہی۔ پھر فرمایا کہ ذہین اور ذکی آدمی کو کیفیات وغیرہ نہیں ہوتیں کیونکہ اُس کا ذہن ہمیشہ چلتا رہتا ہے اُسکو یکسوئی ہوتی ہی نہیں اور بلا یکسوئی کے کوئی کیفیت ہو نہیں سکتی اسیوجہ سے عاقل شخص کو کیفیات بہت کم ہوتی ہیں برخلاف اسکے جنمیں عقل کا مادہ کم ہوتا ہے اُن کو کشف وغیرہ کیفیات بہت ہوتی ہیں فلاں ملک والوں میں چونکہ ذکاوت کم ہوتی ہے اسلئے اُن کو ایسے آثار سے بہت مناسبت ہوتی ہے اسی لئے مولانا فرماتے ہیں کہ ؎

آزمودم عقل دور اندیش را   بعد ازیں دیوانہ سازم خویش را

لیکن ایسے شخص سے دوسروں کو فائدہ کم ہوتا ہے ایسا شخص اپنے کام کا تو خوب ہوتا ہے لیکن دوسروں کے کام کا نہیں ہوتا۔

(۸۲) فرمایا اگر بے اختیار شیخ کا تصور بندھ ہے تو تصور رکھے کیونکہ مفید ہے ورنہ حق تعالیٰ کا تصور رکھنا بہتر ہے حضرت حاجی صاحب کا یہی طریقہ تھا۔

(۸۳) فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب سے اگر کوئی ذکر و شغل کا نفع ظاہر کرتا تو فرماتے کہ بھائی استعداد تو تمہارے اندر خود موجود تھی میرے ذریعہ سے صرف ظاہر ہو گئی ہے لیکن تم ایسا مت سمجھنا تم یہی سمجھنا کہ مجھی سے تمکو یہ نفع پہونچا ہے ورنہ تمہارے لئے مضر ہوگا۔ اس سے اعلیٰ درجہ کی شانِ ارشاد حضرت کی ظاہر ہوتی ہے۔ یہ شان اہل مقام ہی کی ہوتی ہے کہ ہر پہلو پر نظر رہے ورنہ اہل حال ایک ہی بات کے پیچھے پڑ جاتے ہیں دوسرے پہلو پر اُن کی نظر ہی نہیں جاتی۔

(۸۴) ایک طالب بیعت پوری اور صاف بات نہیں کہتے تھے اگر پوری بات کہتے تھے تو کچھ جز و اسقدر آہستہ کہہ جاتے تھے کہ اصل مطلب سمجھ میں نہیں آتا تھا اور اگر صاف طور سے کچھ کہتے تھے تو پوری بات نہیں کہتے تھے مکرر سہ کرر کہلایا لیکن ٹھیک طور سے اُنھوں نے کہہ کر نہ دیا بیچ بیچ میں دیر تک کے لئے باوجود طلب جواب خاموش بھی بیٹھے رہتے تھے۔ سخت اُلجھن ہوتی تھی جب گفتگو شروع کی تو اپنی جگہ سے بلا ضرورت حضرت کے قریب جا کر بلا استجازت جا بیٹھے۔ حضرت نے فرمایا کہ سب سے پہلے تو اس کی اصلاح کرتا ہوں کہ لا یعنی کام کیوں کیا جائے یہ دین کے خلاف ہے لیکن ان باتوں کو آج کل یہ سمجھا جاتا ہے کہ ان کو دین سے کیا تعلق حالانکہ تہذیب اور سلیقہ سب دین نے سکھلایا ہے لیکن مذاق اسقدر بگڑ گیا ہے کہ بے نمازی نماز پڑھنے لگے گا اور فاسق فاجر تائب ہو جائیگا لیکن ان عادات کو باوجود تنبیہ و تاکید کے چھوڑنیکا خیال نہیں ہوتا ان عادات کا چھوڑنا ایسا مشکل ہو رہا ہے پھر اُن صاحب سے فرمایا کہ دیکھو جا ہے جہاں ہی سے گفتگو کرو لیکن جب کچھ کہو تو پوری بات کہو اور صاف طور سے کہو کہ سننے والا اچھی طرح سمجھ جائے کیا کہوں آداب المعاشرت[ع] ابھی تک چھپا ہی نہیں ورنہ طالب بیعت کو جہاں اور کتابیں دیکھنے کو بتلاتا ہوں اُسکو بھی ضرور دیکھنے کے لئے کہا کرتا۔

ع- آداب المعاشرت بحمد اللہ چھپگیا ہے۔

(۸۵) فرمایا کہ جو ذکر شغل کے لئے آوے اسکو کسی بات سے تعلق نہیں رکھنا چاہیئے بس اپنے کام میں مشغول رہے نہ کسی کا پیام پہونچاوے نہ کسی کا سلام شیخ کو پہونچائے خود بھی کسی اور جانب متوجہ نہو اور نہ شیخ کو متوجہ کرے بلکہ جہانتک ہو سکے شیخ کو اپنی طرف متوجہ رکھے اگر کسی کا سلام پہونچایا تو گویا اُس نے خود اپنے شیخ کو دوسرے کی طرف متوجہ کیا جو اسکی مصلحت کے بھی منافی ہے اور غیرتِ عشق کے بھی خلاف ہے۔

(۸۶) ایک مرید اپنے کسی عزیز کے ہمراہ آئے جو بغرض بیعت حاضر خدمت ہوئے تھے لیکن ان مرید نے یہ حال ظاہر نہیں کیا بلکہ محض یہ کہا کہ میں زیارت کے لئے حاضر ہوا ہوں اُس عزیز نے بیعت کی درخواست کی حسب معمول کچھ دن ٹھہر کر جانبین کے اطمینان کر لینے کے واسطے ارشاد ہوا اور فی الحال بیعت سے انکار کر دیا۔ جب وہ شخص رخصت ہو گیا تب اُن مرید نے ظاہر کیا کہ مجکو اپنے ساتھ لائے تھے اور کہتے تھے کہ اگر انھوں نے مرید نہ کیا تو مولانا شاہ عبد الرحیم صاحب کی خدمت میں چلا جاؤنگا اسپر فرمایا کہ دیکھیئے وہ تو حق تعالیٰ آتے ہی قلب میں انقباض پیدا فرما دیتے ہیں ورنہ کسی کے دل کا حال کیا معلوم۔ لوگ بیعت کے لئے کچھ دن قیام کرنا تو ضروری سمجھتے ہی نہیں بس گاجر مولی سمجھ رکھا ہے کہ پیسہ ڈالا اور کہا کہ لا مولی کچھ وقعت پیری مریدی کی نہیں رہی۔ بلا جانچ کے مرید کر لینا طریقہ کو بے وقعت اور بدنام کرنا ہے ایسے لوگ صرف داخل سلسلہ ہو جانا ضروری سمجھتے ہیں اور کچھ غرض نہیں ہوتی۔ پھر اُن مرید سے خفگی کا اظہار فرمایا کہ اب تمھارے آنے کی کچھ وقعت میرے دل میں نہ رہی اول تو تمکو اس کام کیلئے آنا ہی نہ چاہیئے تھا۔ دوسرے یہ کہ سب حالات کا اظہار کر دینا چاہیئے تھا۔ تیسرے یہ کہ تم اُسکے ساتھ یہانتک تو آئے اور یہاں آکر اُسکا ساتھ چھوڑ دیا یہ مروت کے خلاف ہے اُسی کے ساتھ جانا چاہیئے تھا۔ افسوس ہے کہ تمنے ابھی تک یہاں کا طریقہ بھی نہیں سمجھا۔ اگر میں اُس شخص کو بیعت کر لیتا اور بعد کو یہ معلوم ہوتا کہ وہ ایسے مذبذب ارادہ سے آیا تھا تو کسقدر واہیات بات ہوتی لیکن اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ قلب میں خود بخود ہی کشیدگی پیدا ہو جاتی ہے اسپر لوگ مجکو وہمی اور سخت کہتے ہیں اور یہ شکایت ہے کہ خشک برتاؤ کرتا ہوں۔ اب ایسے شخصوں کے ساتھ خشک برتاؤ نہ کروں تو کیا کروں ناصحین کو حقیقتِ حال نہیں معلوم ورنہ مجھسے بھی زیادہ سخت

ہو جائیں۔

(۸۷) ۳۰ ربیع الثانی ۱۳۳۳ھ ایک جماعت کے غیر منتظم ہونیکا ذکر فرمایا اور فرمایا کہ تجربہ سے یہ معلوم ہوا کہ جس کام میں زیادہ آدمی ہوتے ہیں اسکا انتظام ٹھیک نہیں ہو سکتا۔ وہ لوگ ماشاء اللہ ہوشیار اور دانا تو بہت ہیں لیکن نری دانائی اور قوت علمیہ سے کام نہیں چلتا بلکہ قوت عملیہ کی بھی ضرورت ہے ہنسکر فرمایا کہ جب آدمی بڑا ہو جاتا ہے تو اسکے کام بھی غیر منتظم ہو جاتے ہیں اس سے تو چھوٹا ہی رہنا اچھا۔

(۸۸) عرض کیا گیا کہ وحی میں ثقل اسقدر کیوں ہوتا ہے اور الہام میں اتنا کیوں نہیں حالانکہ ہیں دونوں منجانب اللہ فرمایا کہ دونوں کا مرتبہ یکساں نہیں۔ دیکھئے پہاڑ میں ثقل بہت زیادہ ہوتا ہے اور پتھر کے ٹکڑے میں کچھ بھی نہیں حالانکہ دونوں ایک ہی معدن سے ہیں جسقدر وارد قوی ہوتا ہے اُسی قدر اسمیں ثقل زیادہ ہوتا ہے وحی بہت زیادہ قوی وارد ہے اور الہام اس درجہ کا نہیں۔

(۸۹) آج کل حضرت دفتر ششم مثنوی شریف کی شرح تحریر فرما رہے ہیں۔ صبح سے نماز ظہر کے قریب تک اوپر کے کمرہ میں برابر تحریر میں مشغول رہتے ہیں اور اکثر قیلولہ تک کی فرصت نہیں ملتی فرمایا کرتے ہیں کہ بڑے جھگڑے کا کام ہے سراپا کھسپ جانا پڑتا ہے جنگل ہے ؎ دل افگندیم بسم اللہ مجریہا ومرسٰہا۔ بڑے بڑے مشکل مقامات ہوتے ہیں اپنے حضرت حاجی صاحب کے ارشادات کی اب قدر ہوتی ہے سچی بات ہے کہ اگر میں حضرت کے ارشادات نہ سُنے ہوتا تو ایسے مقامات کا حل کرنا ممکن نہ ہوتا۔ بحمد اللہ تعالیٰ میں تو حق تعالیٰ کی دستگیری کھلی آنکھوں دیکھ رہا ہوں بلا سوچے الفاظ تک قلب میں آجاتے ہیں جن سے دور تک کا مطلب حل ہو جاتا ہے مولانا ہر فن کی اصطلاحیں استعمال کرتے ہیں۔ دنیا بھر کے علوم وفنون سے بحث کرتے ہیں بڑے وسیع النظر ہیں۔ ایک مقام پر کبوتر بازوں کی ایک رسم تحریر فرمائی ہے جب میں اس مقام پر پہونچا تو بڑا پریشان ہوا کہ اس کا مطلب کیسے معلوم ہو۔ اتفاق سے اُسی وقت نیچے ایک کبوتر باز موجود تھا۔ میں نے اُس سے اُس اصطلاح کو حل کیا۔ جس سے مطلب بھی حل ہو گیا۔ ایسے ایسے فحش قصوں سے مولانا نے اپنے نتائج نکالے ہیں کہ حیرت ہوتی ہے مولانا بھی بڑے آزاد ہیں تمثیلوں میں ہمیشہ توسع ہوتا ہے وہ تو ...... ہی کے یہاں تمثیلوں پر بھی کفر کے فتوے ہو جاتے ہیں

وہ اگر مثنوی شریف کو دیکھے تو مولانا پر بھی کفر کا فتوی لگادے۔ نعوذ باللہ۔ پھر فرمایا کہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب کی بھی نظر نہایت وسیع تھی ہر فن کا ان کو شوق تھا یہاں تک کہ فرماتے تھے کہ یہاں اگر گالیوں کی کتاب بھی ہو تو اسکو بھی دیکھ لینا چاہیے اور کچھ نہیں تو دو چار گالیاں ہی یاد ہوجائیں گی ایک مرتبہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نے فرمایا کہ اگر کسی کتاب کو دس مرتبہ پڑھنے کا ارادہ ہو تو صرف آٹھ مرتبہ پڑھے دو کو باقی رکھے جس طرح جلکنی پھیرنے میں پوری ڈور نہیں چھوڑتے بلکہ دو ایک جگہ باقی رکھتے ہیں اور انہیں کے اوپر پھر جلکنی کو اٹھالیتے ہیں۔

(۹۰) نیا مکان حضرت کا بن رہا ہے۔ حافظ صاحب نے جو کہ حضرت کے مکان کو بنوا رہے ہیں آکر دریافت کیا کہ سیڑھی کی ضرورت ہے۔ مدرسہ کی سیڑھی لیلی جاوے۔ فرمایا کہ مکان سے کرایہ لیلیا جاوے۔ مدرسہ کی چیز وقف ہے۔ حافظ صاحب نے عرض کیا کہ مدرسہ کے کام کیلئے بھی تو اور جگہ سے ایسی چیزیں عاریت لیلی جاتی ہیں۔ فرمایا کہ یہ ان لوگوں کا تبرع ہے ان کو اختیار ہے وہ نہ دیا کریں لیکن مدرسہ کی چیزیں وقف ہیں میں ان کا اس طرح استعمال ناجائز سمجھتا ہوں حضرت کے یہاں ایسی باتوں کا نہایت درجہ اہتمام ہے۔

(۹۱) فرمایا کہ میں نے ایک مرتبہ یہ سوچا کہ وعظ میں مسائل فقہیہ کا بیان کرنا علماء کی بالکل عادت نہیں ہے حالانکہ بظاہر ضروری معلوم ہوتا ہے چنانچہ میں نے ایک وعظ میں صرف چار پانچ مسائل ربو کے جو عموماً پیش آتے ہیں بیان کردئے۔ بعد کو مختلف لوگوں نے مختلف باتیں ان مسائل کی بابت آکر مجھسے بیان کیں معلوم ہوا کہ اختلاف ہوگیا۔ اسوقت سمجھ میں آیا کہ علماء نے جو وعظ میں اسکا اہتمام نہیں کیا انھوں نے اسکی مضرت کو معلوم کرلیا تھا بجز کسی کھلے مسئلہ کے مسائل دقیقہ کا بیان عام مجمع میں خلاف مصلحت ہے۔ ایسے مسائل کو حدوث واقعہ کے وقت بتلاوے تاکہ اسکے اور آسانی کے ساتھ منطبق کیا جاسکے۔ برخلاف اسکے وعظ میں سوال فرض کرکرکے جواب دئے جائیں گے تو بعد کو وہ سوال تو غائب ہوجائیگا اور جواب میں خواہ مخواہ شبہے پڑیں گے اور لوگ گڑبڑ کریں گے۔ اسی مصلحت کی بنا پر علماء صرف مضامین ترغیب و ترہیب ہی کے وعظ میں بیان فرماتے ہیں۔

(۹۲) ایک مولوی صاحب تلاش شیخ میں ہیں۔ وہ حضرت کے پاس بھی آئے انھوں نے

حضرت سے سوال کیا کہ آپ مجھکو یہ بتلادیں کہ آیا آپ کے قلب میں میری جانب سے کچھ کدورت ہے اور اس کے قبل اُن سے بہت سی بے عنوانیاں ایذار کے رنگ میں ظاہر ہو چکی تھیں۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ آپ کیوں پوچھتے ہیں اُنھوں نے کہا کہ میں اس سے کچھ نتائج نکالونگا۔ حضرت نے فرمایا کہ میں اپنے آپ کو آپکے استدلالات کا کیوں تختۂ مشق بناؤں یہ تو گویا آپ یوں چاہتے ہیں کہ مجکو آپ اپنا تابع بنائیں اور آپ میرے متبوع بنیں۔ اگر آپ کو احتمال کدورت کا ہے تو اُسکے رفع کی یہ صورت نہیں جو آپنے اختیار کی ہے۔ خود اپنے اندر اُس کدورتِ محتملہ کے سبب کی تفتیش کیجئے پھر اُس سبب کو رفع کیجئے۔ ایسے سوال سے تو کدورت نہ بھی ہو تو ہو جائے۔ یا آپ کو سوال اس عنوان سے کرنا چاہئے تھا کہ مجھکو احتمال کدورت کا ہے اگر میرا یہ احتمال صحیح ہو تو مجھے اُسکا سبب معلوم ہو جائے تاکہ میں اُسکا ازالہ کروں۔ نہ اس طرح کہ جیسے آپ نے سوال کیا۔ پھر فرمایا لیکن اتنا میں ضرور کہے دیتا ہوں کہ جس غرض سے آپنے یہ سفر اختیار کیا ہے۔ (یعنی اصلاح باطن) اُس غرض کا وسوسہ بھی یہاں دل میں نہ لائیے کیونکہ اسمیں مناسبت طبائع میں ہونا ضروری ہے کیونکہ تزاحم کی صورت میں ہمیشہ تکدر جانبین کو رہے گا جسکی وجہ سے نفع کبھی نہیں ہو سکتا۔ یہ میں نے محض خیر خواہی کی بنا پر کہا ہے۔ اور آپکی یہ غرض مجکو معلوم ہو گئی ہے اسلئے میں واقعی صاف کہتا ہوں کہ میں امتحان سخت لیتا ہوں اور جب تک ہر طرح جانچکر مناسبت کی تحقیق نہیں کر لیتا اُسوقت تک بیعت نہیں کرتا اور اپنے اس معمول کو میں برا بھی نہیں سمجھتا کیونکہ اسمیں کسی واجب کا ترک لازم نہیں آتا بلکہ میں تو اس بیعت کو استحباب شرعی کے درجہ میں بھی نہیں خیال کرتا اگر آپ ابھی اس غرض کو دل سے نکال کر مجکو مطلع کر دیں پھر دیکھئے جو کوئی بھی بے عنوانی آپکی مجکو ناگوار ہو۔ پھر آپ جو چاہیں اعتراض کریں اور جسطرح چاہیں برتاؤ کریں۔ ۵

یا مکن با پیل باناں دوستی	یا بنا کن خانہ بر انداز پیل

یہ سب ناز تو اُسی کے ساتھ ہیں جو پیر بنانا چاہے ورنہ پھر کوئی میرے اخلاق دیکھے۔ یہ سُنکر ان مولوی صاحب نے کچھ جواب نہ دیا پھر شام کو حضرت نے رخصت کے وقت فرمایا کہ مولانا اب میں کچا چٹھا محض خیر خواہی کی غرض سے آپ سے عرض کئے دیتا ہوں کیونکہ جس کام کے لئے آپ نکلے ہیں وہ نیک کام ہے مگر اِسکا جو طریقہ آپنے اختیار کیا ہے اُس سے اِس

طریق میں کامیابی نہیں ہو سکتی - آپ میں دو بڑے مرض ہیں جو بہت بڑے مانع اس طریق کے ہیں ایک ایجادی رائے ہونا دوسرے آپکے اندر مادہ اعتراض کا ہونا اور انہیں دو سبب کی وجہ سے میرے قلب کے اندر کدورت تو نہیں لیکن شکایت ضرور ہے اور میں مسجد میں کھڑے ہو کر آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اپنے حضرات میں سے کسی سے بھی آپ جسروز بیعت ہو جائیں گے اور مجکو مطلع کر دیں گے انشاء اللہ تعالیٰ اسیوقت سے میرے قلب کے اندر شائبہ بھی کسی قسم کے تکدر کا آپکی جانب سے نہ رہے گا پھر میں آپکو اپنا دوست اور اپنے کو آپکا خادم سمجھونگا - باقی اپنی غرض کے حصول کا یہاں پر آپ خیال بھی نہ لاویں کیونکہ میں آپ جیسے ذی علم کی دستگیری کا ہرگز اہل نہیں ہوں - اسپر اگر آپ کہیں تو میں حلف اٹھا سکتا ہوں - اُن کے رخصت ہو جانیکے بعد حضرت نے فرمایا کہ اُن کو دو جگہ سے نفع ہو سکتا ہے یا تو حضرت مولانا **محمود حسن** صاحب سے جن سے انھوں نے پڑھا بھی ہے اور اُن کو اعتراضات سے کچھ تغیر بھی نہیں ہوتا - دوسرے مولانا شاہ **عبد الرحیم** صاحب سے کیونکہ وہاں اُن کو علمی اعتراضات کرنیکی نوبت ہی نہ آویگی علاوہ بریں وہ ایسے با اخلاق ہیں کہ اُن کو کوئی اعتراض ناگوار بھی نہو گا - پھر فرمایا کہ لوگ بے طریقہ آنا چاہتے ہیں - الابواب سے آنا چاہیے اور لوگ ظہور سے آنا چاہتے ہیں مولانا فرماتے ہیں

ادخلوا الابیات من ابوابہا ○ اطلبوا الارزاق من اسبابہا

پھر مولانا کی تعریف فرمائی کہ عربی میں بھی نظم کسقدر صاف فرماتے ہیں -

(۹۳) یکم جمادی الاول ۱۳۵۱ھ پنجشنبہ - ایک صاحب جو عرصہ ہوا بیعت ہوئے تھے آئے اور نقد اور کپڑا بطور ہدیہ کے پیش کیا ان صاحب نے اس عرصہ میں نہ کبھی کوئی خط بھیجا تھا نہ کوئی دین کی بات پوچھی تھی - خفگی کے ساتھ سب چیزیں پیش کردہ اٹھا کر واپس کر دیں اور تیز لہجہ میں فرمایا کہ بس اسی لئے پیر بنایا تھا کہ چڑھاوا چڑھاتے رہیں - آپنے میری سخت ذلت کی - گویا آپ نے مجکو ایسا سمجھا کہ اجی روپیہ اور چیتھڑے دیکھتے ہی بس پگھل جائیں گے - تو آپ نے مجکو دوکاندار سمجھا - سو گو میں متقی پرہیزگار تو نہیں لیکن اللہ کا شکر ہے کہ دوکاندار بھی نہیں گو میری گذر اسی پر ہے لیکن الحمد للہ یہ میری کمائی بھی نہیں - جس شخص کو مجھسے دین کا کچھ بھی نفع نہ پہونچا ہو اُس سے کوئی چیز لینا سخت ذلت کی بات ہے - یہ تو ایسا ہوا کہ گویا میں نے آپکو

اسی واسطے بیعت کیا تھا۔ لوگوں نے پیری مریدی کا ناس کر رکھا ہے۔ یہ سب خرابی ڈالی ہوئی ان پیرزادوں کی ہے انھوں نے یہ مسئلہ گھڑ رکھا ہے کہ جو خالی ہاتھ جاوے وہ خالی ہاتھ آئے بلا کچھ دیئے فیض حاصل ہو ہی نہیں سکتا۔ اگر کچھ نہو تو استنجا کے ڈھیلے ہی لیجاوے۔ بس یہ تصوف کا حاصل لوگوں کے ذہنوں میں بٹھا رکھا ہے۔ اسوقت یہ جو کچھ آپ لائے ہیں محض اس رسم کے پورا کرنیکے واسطے لائے ہیں کہ سامنے جائیں تو خالی لٹھ ایسے کس طرح جا کھڑے ہوں اور بلا کچھ دیئے وہاں روٹیاں توڑیں۔ اسمیں تو شیخی کر کری ہوتی ہے۔ ورنہ میں یہ پوچھتا ہوں کہ اتنے عرصہ میں صرف آج ہی یہ کیوں محبت کا جوش اُٹھا۔ اس سے پہلے اگر کبھی خط وغیرہ نہیں بھیجا تھا تو کوئی ہدیہ ہی بھیجا ہوتا۔ کیونکہ بہت سی چیزیں ڈاک کے ذریعہ سے بھیجی جا سکتی ہیں۔ یہ نہ ہوا کہ کبھی آٹھ آنہ پیسے ہی بھیجدیتے اس سے خدانہ کرے میرا یہ مطلب نہیں کہ اب آپ ڈاک کے ذریعہ سے چیزیں بھیجا کریں کیونکہ بفضلہ مجکو واپس کرنا بھی آتا ہے۔ یہ یقینی ہے کہ اگر آپ ڈاک کے ذریعہ سے بھی کچھ بھیجتے تو بھی میں واپس ہی کرتا لیکن اسوقت یہ شکایت تو نہوتی کہ بس منہ دیکھکر ہی محبت کا جوش اُٹھا۔ اُن صاحب نے قسم کھا کر محبّت کا موجب تحریک ہونا ظاہر کیا تو فرمایا بس قسمیں نہ کھایئے کیونکہ اسمیں حق تعالیٰ کے نام کی بے ادبی ہوتی ہے اور قسم کھانے سے میرا مُنہ بند ہو جاویگا پھر خواہ آپ کی کیسی ہی لغو تقریر ہو میں اسمیں کچھ نہ کہہ سکونگا۔ بلکہ میں یقین دلاتا ہوں کہ میں بلا قسم کے بھی تسلیم کر لونگا اگر آپ میرے اس سوال کا کوئی معقول جواب دیدیں جس سے چار سننے والوں ہی کو تسلی ہو جاوے۔ خواہ خود مجکو نہو۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں اُن چار آدمیوں کی اُسکے تسلیم کر لینے میں تقلید کر لونگا۔ وہ سوال یہی ہے کہ اگر محبت کی وجہ سے آپنے یہ ہدیہ دیا ہے تو اسکی کیا وجہ کہ اس سے پہلے کبھی کیوں محبت نہ ہوئی۔ اُن صاحب نے یہ بھی عرض کیا کہ حضور نے جو ارشاد فرمادیا تھا اسپر میں عمل کرتا رہا ہوں۔ فرمایا کہ کبھی آپنے یہ بھی کیا ہے کہ طبیب سے منضج کا نسخہ پوچھکر بس عمر بھر اُسیکو گھونٹا کئے ہوں۔ اور مسہل کا نسخہ پوچھنے کی آپنے ضرورت نہ سمجھی ہو۔ اگر صرف ایک ہی مرتبہ کی تعلیم پر کار بند ہو کر پھر کچھ پوچھنا گچھنا نہ تھا تو اسکے لئے بیعت ہی کی کونسی ضرورت تھی۔ ارشاد مرشد حضرت حاجی صاحب کی کتاب موجود ہے۔ میری بھی کتابیں موجود ہیں۔ بس انھیں میں سے دیکھکر عمل کرنا شروع کر دیا ہوتا۔ اور تعجب ہے آپکو اتنے عرصہ میں کبھی کسی مسئلہ کے پوچھنے کی بھی ضرورت

بیٹی نہ آئی۔ بھلا ایسے مرید ہونے سے کیا فائدہ۔ اسی لئے میں نے عام طور سے بیعت کرنا چھوڑ دیا ہے
اور اسقدر سختی پر بھی اگر میں نے کسی کو مرید کر لیا ہو تو یہ سمجھئے کہ اُنکی طرف سے بہت ہی زیادہ اصرار
ہوا ہو گا تب میں نے مرید کیا ہو گا لیکن اُسپر بھی یہ کیفیت ہے۔ تیسرے دن جب یہ صاحب
رخصت ہونے لگے تو اُنھوں نے معافی کی درخواست کی۔ فرمایا کہ جی آپ نے کوئی ایسا قصور نہیں
کیا جسکی معافی کی ضرورت ہو۔ البتہ جس سبب سے میں نے آپکا ہدیہ قبول نہیں کیا اُس کا تدارک ہونا
چاہیئے یعنی اب آپ برابر خط و کتابت جاری رکھیں۔ اور اگر آپ کی تسلی یوں نہیں ہوتی تو لیجئے
میں کہے دیتا ہوں کہ میں نے معاف کر دیا۔ پھر فرمایا بھلا آپ ہی انصاف سے کہئے کہ میری شکایت
کیا بیجا ہے۔ خط و کتابت نہ کرنا دلیل کام نہ کرنیکی ہے کیونکہ جو شخص کام کرتا ہے ممکن نہیں کہ اسکو
کچھ پوچھنا یا چھنانہ پڑے۔ پھر اُن صاحب نے کم از کم کپڑوں کا جوڑہ ہی قبول فرما لینے کی درخواست
کی اور عرض کیا کہ محض محبت سے سلوا کر لایا تھا۔ فرمایا کہ آپ کو محبّت تو ہے لیکن کم سمجھی کیساتھ کم سمجھی کی
باتیں نہیں کرنی چاہئیں۔ باوجود ایک مرتبہ کے انکار کے پھر اصرار کرنا تو گویا مجبور رائے دینا ہے۔ میں
آپکی رائے کا اتباع کروں یا آپ کو میری رائے کا اتباع کرنا چاہیئے۔ گویا آپ شیخ بننا چاہتے ہیں
آپ کو یہ سمجھنا کہ میرے انکار ہی میں مصلحت ہے شیخ کا حق ادا کرتا ہے اور اگر آپ نے یہ سمجھا کہ میں نے
بدنفسی سے انکار کیا تھا تو آپنے شیخ کا حق ادا نہیں کیا تو گویا آپ مجھ سے مصلحت فوت کرنے کی
درخواست کرتے ہیں۔ اب آپکو عمر بھر کے لئے تنبیہ ہو گئی کیونکہ قاعدہ ہے کہ عملی تنبیہ کبھی نہیں بھولتی
قولی تنبیہ کبھی یاد رہتی ہے کبھی نہیں یاد رہتی۔ دوبارہ قبول کر کے یہ ساری مصلحتیں میں کیسے برباد
کردوں۔ اپنی تو دنیا سنواروں اور دوسرے کا دین بگاڑوں یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ بھلا آپ سمجھ سکتے
ہیں کہ میں بلا مصلحت کسطرح لینے سے انکار کر سکتا تھا جبکہ میری گذر اسی پر ہے۔ نہ میرے یہاں
کوئی تجارت ہوتی ہے نہ کھیتی ہوتی ہے یہی میری آمدنی ہے۔ کوئی بھی شخص ایسا دنیا میں ہے
جسکو کوئی چیز آتی ہوئی بری معلوم ہوتی ہو اور اگر کسی کو اُسکی روزی آتی ہوئی بری معلوم ہوتی
ہو تو یہ اُسکی سخت بُرائی ہے۔ اسقدر تقریر کے بعد بھی اُن صاحب نے ذکر کیا کہ میں ایک جوڑی
کھڑاؤں بنوا کر لایا ہوں۔ اسپر فرمایا کہ یہ تو بچہ کا پھسلانا ہوا کہ بھائی حلوا کھا لے اگر حلوا نہیں کھاتا
تو لے بھائی چاول کھا لے اگر چاول نہیں تو دودھ ہی پی لے۔ کیا آپنے مجھے بچہ سمجھ لیا ہے یہ تو

آپ میرے ساتھ ہنسی سی کر رہے ہیں کچھ سمجھ سے بھی تو کام لینا چاہئے۔ خیر اب آپ مجھسے خط و کتابت کرتے رہیں جب میرا دل آپ سے کھل جاویگا اور میں دیکھ لونگا کہ ہاں اب آپ کام میں لگ گئے ہیں تب ہدیہ کا بھی مضائقہ نہیں۔ لیکن اگر کبھی کوئی چیز بھیجنے کو جی چاہے تو یہ ضرور کیجئے گا کہ پہلے دریافت کر لیجئے گا۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ اگر میرے معمول اور قاعدہ اور طبیعت کے خلاف نہوا تو اجازت بھی دیدونگا یہ نہ سمجھئے کہ ہمیشہ انکار ہی کر دیا کرونگا۔ ہاں اگر کوئی ہدیہ خلاف میرے معمول کے ہوگا تو انکار بھی کرونگا۔ یہ صاحب متعدد چیزیں لائے تھے چنانچہ زیادہ مقدار میں گڑ بھی تھا جو رکھے رکھے پگھل گیا تھا۔ جسکا ساتھ واپس لیجانا انھوں نے مشکل بتلایا۔ حضرت نے فرمایا کہ اگر آپکی مرضی ہو تو طالب علموں کو تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ انھوں نے بہت خوشی سے منظور کر لیا۔ اُن کے رخصت ہو جانیکے بعد حضرت نے فرمایا کہ میری طبیعت کچھ ایسی ہے کہ متعدد چیزیں اگر کوئی شخص ہدیہ میں دے تو بہت بوجھ معلوم ہوتا ہے مثلاً دس ۱۰ روپیہ ایک ساتھ کوئی دے تو انکا لینا گراں نہیں معلوم ہوتا اور اگر دس روپیہ کی متعدد چیزیں دے تو ہر چیز کا الگ الگ بار ہوتا ہے اور مجھے ایسے معاملات میں شبہ بہت ہوتا ہے متعدد چیزوں میں نیت یہ ہوتی ہے کہ اس چیز کی بھی قدر ہو۔ اُس چیز کی بھی قدر ہو۔ پھر فرمایا بس روپیہ سب سے بہتر ہدیہ ہے کیونکہ اس سے جتنی ضرورت کی چیزیں ہیں سب آسکتی ہیں۔ جب میں حج سے واپس آیا تو ایک صاحب نے محبت سے ایک روپیہ کی مٹھائی منگا کر میری دعوت کرنی چاہی۔ میں نے کہا کہ میاں مٹھائی میرے حصہ میں بھلا کتنی آئیگی میری خوشی ہی کرنی ہے تو روپیہ ہی مجھے کیوں نہ دیدو۔ انھوں نے بہت خوشی سے روپیہ دیدیا۔ میں اپنے صرف میں لے آیا۔ مٹھائی کا میں کیا کرتا۔ ایک صاحب نے خط میں دریافت کیا کہ میں ایک جوتہ ہدیہ میں بھیجنے کی اجازت چاہتا ہوں۔ میں نے لکھدیا کہ میرے پاس کئی جوڑے موجود ہیں۔ پھر انھوں نے لکھا کہ جو چیز پسند ہو وہ بھیجدوں۔ میں نے لکھ بھیجا کہ مجھے دماغ کا کام بہت کرنا پڑتا ہے مجھے بادام لیکر بھیجدو۔ چنانچہ انھوں نے بادام بھیجدیئے میں نے کھا لئے۔ یہ بے تکلفی بہت اچھی بات ہے لیکن ایسی بے تکلفی زیادہ ملنے جلنے سے یا زیادہ خط و کتابت سے پیدا ہوتی ہے۔ بلا اسکے طبیعت کھلتی نہیں۔ اُن صاحب کا گڑ زیادہ مقدار میں تھا فرمایا کہ میں اس معاملہ میں بہت بدگمان ہوں کیونکہ مجھے بہت تجربہ ہو چکا ہے۔ زیادہ مقدار میں دینے والے بس یہ سمجھتے ہیں کہ ہمنے

حق ادا کر دیا عمل کو پھر ضروری نہیں سمجھتے۔ زیادہ مقدار میں اہتمام و تکلف بھی بہت کرنا پڑتا ہے یہ کیا ضرور ہے کہ سارا گھر ہی خالی کر دے ہنسکر فرمایا کہ تھوڑا تھوڑا دینے میں پیر کی دنیا کا بھی نفع ہے کیونکہ تھوڑا تھوڑا کر کے بہت جمع ہو جاتا ہے ؎

چرا نستانی از ہر یک جو سیم   کہ گرد آید ترا ہر روز گنجے۔

اگر لوگ بہت بہت دیں تو جن کے پاس کم ہے اُن کی ہمت بھی دینے کی نہ پڑے۔ اس سے بہت نقصان ہے۔

(۹۴) فرمایا کہ موجدان یورپ کا یہ دعویٰ ہے کہ ہمنے ایسی ایسی ایجادیں کی ہیں۔ حالانکہ ان سب ایجادوں کے جو چیز جڑ ھے وہ کسی کے بھی اختیار میں نہیں یعنی کسی صورت صنعت کا قوت فکریہ میں فائض ہو جانا۔ اگر یہ اُن کے اختیار میں تھا تو قوت فکریہ تو بیس برس پہلے بھی تھی اسوقت کیوں وہ صورت ذہن میں نہیں آگئی۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کوئی بات ذہن سے اتر جاتی ہے تو لاکھ قوت فکریہ کو عمل میں لایئے وہ یاد ہی نہیں آتی۔ کسی بات کا سوجھا دینا یہ حق تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے۔

(۹۵) ایک شخص نے کسی امر سے اپنی خلاصی کی دعا بذریعہ خط نہایت تفصیل کے ساتھ کرائی کہ یہ صورت ہو جائے اور پھر وہ صورت ہو جاوے۔ فرمایا کہ بھلے مانس نے اللہ میاں کو رائے دی ہے۔ یہ اعتدا فی الدعا ہے۔ بس یہ دعا مانگنی چاہیئے کہ الٰہی اس بلا سے نجات عطا فرما۔ طریقے تجویز کرنا تو اللہ میاں کو رائے دینا ہے۔ یہ تو ایسا ہوا کہ کوئی لڑکا کہے کہ اماں مجھے چوتھی روٹی جو سکے وہ دیجیو۔ بھلا اس سے اُسکو کیا غرض۔ چاہے جونسی روٹی ہو اُسے روٹی سے مطلب ہماری ایک دادی تھی اللہ اکبر بڑی سیدھی تھی۔ جب وہ کھانا کھا چکتی تو کہتی کہ اللہ میاں جو میں نے میتھی کا ساگ کھایا ہے اسکا ثواب تو میتا کو دیجیو اور جو فلاں چیز کھائی ہے اُسکا ثواب فلاں کو غرض کھاتی تو سب کچھ خود اور ثواب بخشدیتی مُردوں کو اس تفصیل کے ساتھ۔ اسی طرح اکثر فاتحہ کرانے والے بھی خود ہی کھا جاتے ہیں۔ اُنکا عقیدہ یہ ہے کہ خود فاتحہ ہی سے ثواب پہونچ جاتا ہے۔ اُس چیز کے خیرات کرنیکی ضرورت نہیں گویا الفاظ فاتحہ ہی کے ساتھ لپٹ کر وہ کھانا بھی چلا جاتا ہے۔ بدعات دین کے خلاف تو ہیں ہی عقل کے بھی تو خلاف ہیں ایک

بی بی کو ہمارے یہاں سے ایک میت کے کپڑے بھیجے گئے تو اُسنے بُرا مانکر واپس کر دیئے کہ میں کیوں لینے لگی۔ اور روپیہ اُسی مد میں سے بھیجا تو وہ لیلیا۔ میں تو کہا کرتا ہوں کہ لوگ مُردے کی کپڑوں کو تو منحوس سمجھتے ہیں ہم تو جب جانیں جب اُسکی جائداد کو اور جو ہزار پانچسو روپیہ اُس نے بینک میں چھوڑے ہیں اُن کو بھی چھوڑ دیں۔ بس ساری نحوست اُسکے پہنے ہوئے کپڑوں ہی میں سمجھی جاتی ہے۔ یا جو کپڑے اُسنے پہننے کے ارادہ سے بنائے ہوں۔ روپیہ کو تو یہ سمجھتے ہیں کہ یہ تو چلتی ہوئی چیز ہے۔ کانپور میں موت کے وقت عجیب رسم ہے کہ گھر کے گھڑونکا پانی بھی گرادیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس پانی سے حضرت عزرائیل علیہ السلام نے چھُری دھوئی ہے۔

(۹۶) ایک شخص کا خط دیکھکر فرمایا کہ انھوں نے مجھے لکھا تھا کہ میرے سینہ میں سوزش معلوم ہوتی ہے وہ ذکر کا اثر سمجھے میں نے لکھا کہ کسی طبیب کو دکھلاکر علاج کراؤ کیونکہ یہ سوزش معدہ کی خرابی کی وجہ سے ہے۔ آثار ذکر سے نہیں۔ اب انھوں نے لکھا ہے کہ واقعی حکیم صاحب نے بھی یہی تجویز کیا۔ اور علاج سے سوزش جاتی رہی۔ پھر فرمایا کہ مجھے جلدی سے یقین نہیں ہوجاتا کہ یہ بھی کوئی باطنی حالت ہی۔ عرض کیا گیا کہ حضور نے یہ تشخیص باوجود حکیم ظاہری نہونے کے کیسے فرمائی۔ فرمایا کہ اجی گو میں حکیم نہیں لیکن اتنی بات تو جانتا ہی ہوں کہ معدہ کی تبخیر سے یہ سوزش پیدا ہوجاتی ہے سوزش کا آثارِ ذکر سے نہونیکے متعلق اپنا واقعہ یاد آیا کہ ایکبار احقر نے قلب کی حرکت کا ذکر کیا تو فوراً فرمایا کہ یہ ذکر نہیں ہے اختلاج ہے۔ درود شریف پڑھئے۔

(۹۷) فرمایا کہ حضرت مولانا گنگوہی بڑے ظریف تھے۔ ایسی بات چپکے سے فرما دیتے تھے کہ سننے والوں کے پیٹ میں ہنستے ہنستے بل پڑجاتے تھے لیکن خود بالکل نہیں ہنستے تھے۔ اور لوگ تو ہنس رہے ہیں اور آپ سبیح لئے اللہ اللہ کر رہے ہیں۔ اللہ اکبر بڑا وقار تھا۔ اور بہت کم گو تھے۔ گو عام طور سے جو لوگ کم گو ہوتے ہیں اُن کا کلام بہت مختصر اور مبہم ہوتا ہے لیکن مولانا باوجود اسقدر کم گو ہونے کے جسوقت گفتگو فرماتے تھے تو نہایت صاف، اور بلند آواز سے اور نہایت کافی شافی تقریر ہوتی تھی حضرت مولانا کو حق تعالیٰ نے ہر پہلو سے کامل پیدا فرمایا تھا میں نے کوئی شخص ایسے عادات وصفات کا نہیں دیکھا۔

(۹۸) فرمایا کہ جب میں کسی کے ہدیہ کو رد کرتا ہوں تو گو وجہ کے ساتھ ہو لیکن بہت ڈرتا ہوں

کیونکہ غور کرنے سے کسیقدر شک کبر کا ہوتا ہے جس سے نہایت خوف ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ معاف فرماوے۔ استغنا اور کبر میں فرق نہایت دشوار ہے۔ دونوں بہت متشابہ ہیں کبھی اسمیں دھوکہ ہوجاتا ہے کہ جسکو ہم استغنا سمجھ رہے ہیں وہ در اصل ہوتا ہے کبر۔ خدا ہی محفوظ رکھے تو انسان محفوظ رہ سکتا ہے ورنہ ہمارا ہر قول فعل حال قال سب ہی پُر از خطر ہے۔ کوئی حالت خطرہ سے خالی نہیں مجھے تو اب وہ شعر اکثر یاد آیا کرتا ہے جو کبھی بچپن میں پڑھا تھا ۵

من نگویم کہ طاعتم بپذیر	قلم عفو بر گناہم کش

بلکہ بروئے حدیث۵ تو بر گناہم کیا حق تعالیٰ ہماری طاعات کو معاف فرمائے۔ طاعات تو خیر کیا قابل معافی ہوتیں مطلب یہ ہے کہ جو اُن میں کوتاہی ہے وہ معاف فرمائے کیونکہ جنکو ہم اپنی طاعات سمجھ رہے ہیں وہ درحقیقت طاعات ہی کب ہیں جسطرح کوئی بے ڈھنگے طور سے پنکھا جھل رہا ہو یا اور کوئی خدمت کر رہا ہو تو وہ تو اپنے جی میں بڑا خوش ہوگا کہ ہم خدمت کر رہے ہیں حالانکہ بعضو نکی خدمت سے سخت اذیت ہوتی ہے لیکن محض دلشکنی کی وجہ سے اُنکو منع نہیں کیا جاتا۔ اسی طرح ہماری طاعات ہیں۔ کبھی کوئی یہ خیال نہ کرے کہ ہمنے گھنٹہ بھر تک اللہ اللہ کیا ہے۔ یہ خبر نہیں کہ وہاں کچھ پوچھ تک بھی نہیں ہوئی۔ ایسی طاعات پر میں کہتا ہوں کہ ہم لوگوں پر اگر مواخذہ نہو تو غنیمت ہے۔ درجات کی تو اہل درجات تمنا کریں یہاں تو بس یہ التجا ہے کہ حق تعالیٰ سزا سے بچاویں خواہ جنت میں صفِ نعال ہی میں جگہ ملجائے ردِ ہدیہ کے ذکر کے سلسلہ میں یہ بھی فرمایا کہ حضرت حاتم اصم کی حکایت ہے یا کسی اور بزرگ کی کہ ایک شخص نے ہدیہ پیش کیا آپ نے واپس فرمادیا اُس نے دوبارہ پیش کیا تو لیلیا۔ کسی خادم نے عرض کیا کہ حضرت آپ تو بہت جلدی راضی ہوگئے۔ فرمایا کہ بھائی میرے نہ لینے میں ہدیہ دینے والے کی ذلت تھی۔ اور میرے لے لینے میں میری ذلت ہوئی۔ میں نے اپنے بھائی مسلمان کی عزت کو اپنی عزت پر ترجیح دی۔ اللہ اکبر یہ حضرات تھے واقعی اللہ والے۔ ہر قول اور ہر فعل کے پُر از خطر ہونے کی تقریر کے سلسلہ میں ایک اور حکایت

۵ے حدیث میں ہے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضہ نے یہ فرمایا کہ ہمکو تو اپنے سب اعمال پر توقع اجر کی ہے حضرت عمر رضہ نے فرمایا کہ جو اعمال ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں ہوئے ہیں وہ تو مقبول ہو جاویں اور حضور کے بعد جو ہوئے ہیں اگر اُنپر مواخذہ نہو تو غنیمت ہے اجر کی ہم ہوس نہیں کرتے۔ ۱۲

فرمائی کہ ایک درویش بلا قصور کسی جرم میں ماخوذ ہو کر جیلخانہ بھیجدیئے گئے۔ انھوں نے دل میں خیال کیا کہ یا اللہ کون سی خطا میں یہ سزا ملی ہے۔ گو خطائیں ہر وقت ہی سرزد ہوتی رہتی ہیں لیکن چونکہ وہ عارف تھے اسلئے یہ سمجھتے تھے کہ کسی نئی خطا پر یہ نئی سزا دیگئی ہے ورنہ سیکڑوں خطائیں ہر وقت معاف ہوتی رہتی ہیں کیونکہ اگر ہر خطا پر سزا ہو تو کہیں ٹھکانا ہی نہ رہے۔ الغرض اُن درویش صاحب کو یہ سوچ ہوا۔ الہام ہوا کہ یاد کرو تمنے ہمسے دعا کی تھی کہ یا اللہ بس دو روٹی اسوقت اور دو روٹی اُسوقت کھانیکو ملجایا کریں۔ چنانچہ ہمنے اسکا سامان کر دیا۔ تمنے یہ نہیں کہا تھا کہ عافیت کے ساتھ ملیں۔ اگر تم صرف عافیت طلب کرتے تو اسمیں سب کچھ آجاتا۔ اُنھوں نے فوراً توبہ کی۔ اُسی وقت بادشاہ کا خاص آدمی پروانہ لیکر آیا کہ فلاں شخص کی بابتہ یہ ثابت ہوگیا ہے کہ وہ بے قصور سزایاب ہوا ہے لہذا اُسکو فوراً رہا کر دیا جاوے۔ چنانچہ فوراً رہا کر دیئے گئے۔ اسی وجہ سے احادیث کی دعائیں بالکل بے خطر ہیں ورنہ ہماری دعاؤں میں اس قسم کی کوتاہیاں ہو سکتی ہیں۔ بلکہ صحابہ تک سے ہوئی ہیں۔

(۹۹) ایک دیہاتی نے بعد عشاء جب حضرت گھر تشریف لیجانے لگے حضرت کا جوتہ اُٹھا کر پہننے کے واسطے آگے بڑھا کر رکھدیا۔ حضرت کے استعمال میں دو جوڑے رہتے ہیں ایک مضبوط جوتہ جو صبح کے وقت جنگل جانے کیلئے پہنا جاتا ہے اور ایک معمولی جوتہ گھر کے استعمال کے لئے۔ اُن صاحب نے وہ جوتہ رکھدیا جسکو شب کے وقت گھر جاتے ہوئے پہننا حضرت کا معمول نہ تھا۔ اسوجہ سے حضرت کو دوبارہ خود تکلیف کرنی پڑی اور خلجان ہوا وہ جُدا۔ حضرت نے فرمایا کہ اری بھائی جس شخص کو کسی کے معمولات کی خبر نہو اُسکو خدمت نہیں کرنا چاہئے۔ اب دیکھو اس تمھاری خدمت سے کسقدر زحمت ہوئی۔ بھلا ایسی خدمت سے کیا فائدہ نکلا۔ اسی لئے مجھے اپنے کام خود ہی کرنے میں راحت رہتی ہے کیونکہ جو شخص معمولات سے باخبر نہو وہ خدمت کس طرح کر سکتا ہے۔ اسی شخص نے شب گذشتہ بھی جوتہ لاکر رکھا تھا۔ اُس وقت چلتی ہوئی صرف یہ بات فرمائی تھی کہ ادھو آپنے بڑا بھاری کام کیا دس بیس کوس سے اتنا بھاری اسباب لادکر لے آئے ارے میاں یہ بھی بھلا کوئی خدمت ہوئی کوئی ایسا کام کیا ہوتا جس سے کچھ آرام تو پہونچتا۔ جوتہ کیا میں خود نہیں لاسکتا تھا دوسری شب کو پھر وہی کام کیا اور ایسے بے ڈھنگے پن سے جیسا اوپر مذکور ہوا۔ پھر راستہ بھر

یہی فرماتے رہے کہ قلوب میں رسوم کچھ ایسی غالب ہوگئی ہیں کہ چھوٹتی ہی نہیں۔ بس انھوں نے یہ دیکھ لیا کہ سب لوگ جوتے اٹھا اٹھا کر رکھتے ہیں لاؤ ہم بھی یہی کریں محض رسم پرستی رہگئی ہے مجھے شرم بھی آتی ہے کہ ایک شخص محبّت سے خدمت کرتا ہے اُسے کیا منع کروں لیکن کیا کروں میرا سخت حرج ہوجاتا ہے۔ اور مجھے ایک منٹ بھی اپنا ضائع ہونا سخت گراں گذرتا ہے۔ ہاں جسے سوائے مخدومیت کے اور کچھ نہ کرنا ہو وہ چاہے اسی قصہ میں رہے اب دیکھئے میں کتاب[۵۷] گھر لئے جارہا ہوں رات کو بھی لکھونگا۔ ان کی خدمت سے اتنی پریشانی فضول ہوئی اور جھک جھک میں وقت ضائع ہوا وہ الگ۔ اب آج انکو سمجھایا یہ رخصت ہوجائیں گے کل کو دوسرے نئے صاحب تشریف لائیں گے۔ اب میں بس اسی قصہ کا ہولیا کہ روز یہی سبق پڑھایا کروں اور بعضی بات عمل میں تو معمولی ہوتی ہے لیکن اسکو دوسرے کو سمجھانا بہت مشکل ہوتا ہے۔ جوتہ رکھنے کی حرکت اس احقر نے بھی کی تھی۔ فرمایا کہ بس جناب آپ پابندی نہ کیجئے نہ میں اوروں کو مقید کرنا چاہتا ہوں نہ خود مقید ہونا چاہتا ہوں اللہ کے فضل سے بہت سے خدمت کرنے والے ہیں۔ آپ کی ضرورت نہیں۔ آپ جس کام کے لئے آئے ہیں اُسی میں لگے رہئے مجھے راحت اُسی سے ہوتی ہے بلکہ خدمت سے اُلٹی کلفت ہوتی ہے پھر اُس دیہاتی کے متعلق فرمایا کہ یہ پچھلی مرتبہ مجھپر اعتراض کرکے گئے تھے کہ میں اتنے دن رہا مجھے روٹیوں کیلئے بھی نہ پوچھا مجھے کسی کے اعتراض سے ذرا تغیر نہیں ہوتا لیکن جو شخص محبّت کا دعوی کرے اُسکا اعتراض بالکل محبّت کے مقتضا کے خلاف ہے اسی شخص نے دوسرے موقعہ پر پیر دبانے چاہے تو انکار فرمادیا کہ بھائی مجھے تمھارا اعتراض ابھی بھولا نہیں ہے تمھارے پیر دابنے سے میرا کیا جی بھلا ہوگا۔ پھر اُن صاحب کا ذکر فرمایا جنکا ہدیہ رد فرمادیا تھا کہ دیکھئے اُنہیں سے جھک جھک ہوئی سچ کہتا ہوں مجھے نہایت خوف معلوم ہوتا ہے کہ حق تعالی یوں نہ فرمائیں کہ لمرے نالائق ہم تو تجکو دلواتے ہیں اور تو واپس کردیتا ہے۔ نہایت خوف ہوا کرتا ہے حق تعالی معاف فرمائیں۔ پھر فرمایا کہ گو اُن کے ہدیہ میں غالب محبّت ہی ہو لیکن

۵۷۔ شرح مثنوی دفتر ششم ختم ہونیوالی تھی۔ چونکہ ختم کے قریب ہر کام میں حضرت کو سخت تقاضا ہوتا ہی اسلئے رات بھر لکھتے رہے مطلق نہیں سوئے پھر ظہر کی اذان تک بلا قیلولہ کئے لکھتے رہے یہانتک کہ ختم ہی کرکے ظہر کی نماز کیلئے اٹھے سو واقعی حضرت جس کام کو لیتے ہیں اسی طرح اُسمیں کوشش کرتے ہیں رات دن مشاہدہ ہے۔

کچھ آمیزش اسکی بھی ضرور تھی کہ وہاں روٹیاں کھائیں گے کچھ نہ دینا ذلت کی بات ہے اس لئے میں نے اب ان روٹیوں کے قصہ ہی کو موقوف کر دیا۔ بس ایک وقت کھانا کھلا دیتا ہوں پھر کہہ دیتا ہوں کہ اپنا انتظام کر لیجئے۔ تاکہ لوگوں کو یہ خیال بھی نہو باستثنار خاص خاص موقعوں کے۔ پھر فرمایا کہ یہ جو اُن کے ساتھ ہیں وہ بھی مرید ہونے کے لئے آئے ہیں لیکن اب اُن کی ہمت نہ ہوگی کہ یہاں تو بڑی سختی ہوتی ہے۔ سو گو مجھسے کوئی مرید نہو لیکن اتنا فائدہ تو ضرور ہوتا ہے کہ اُس کو یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ مرید ہونا ایسی معمولی بات نہیں ہے اب اگر کسی دوسری جگہ جائیگا تو اُسکے ذہن میں یہ ضرور رہے گا کہ بعیت کے کچھ شرائط بھی ہیں اور اگر اُسکو اتنی سمجھ نہ بھی ہوئی تو اور سننے والوں کو تو حقیقت طریق کی معلوم ہو ہی جائیگی میں لوگوں کو یہی دکھلانا چاہتا ہوں کہ اصل طریق کیا ہے بس کوئی میری سختی کو جھیل لے پھر دیکھئے کہ میں عمر بھر کے لئے اُسکا خادم ہوں۔ احقر نے عرض کیا کہ اخلاق کی ایسی مفصل تعلیم تو بہت مدت سے کہنوئی ہوگی۔ فرمایا کہ جی ہاں میں تو کہا کرتا ہوں کہ علمار درسی کتابیں پڑھاتے ہیں اور میاں جی الف بے تے۔ سو الف بے تے پڑھانا میرے سپرد ہوا ہے عرض کیا گیا کہ خدا کرے یہ طریقہ خوب رواج پکڑ جائے فرمایا کہ مشکل معلوم ہوتا ہے کیونکہ اگر اور دو ایک جگہ بھی اس کا اہتمام ہوتا تو امید ہوتی لیکن اور بعض حضرات اسقدر سختی کے خلاف ہیں فرماتے ہیں کہ اس طرح تو پھر کوئی بھی نہ آوے لیکن اپنی اپنی رائے ہے۔ میرا خیال ہے کہ اگر سب جگہ یہی ہونے لگے تو پھر خوب لوگ آنے لگیں کیونکہ پھر آخر جائیں گے کہاں۔ میری نظر ذکر و شغل کی طرف اسقدر نہیں ہے جتنی کہ اخلاق پر کیونکہ انکا تعلق دوسروں سے ہی۔ گفتگو کرتے کرتے جب گھر پہونچے تو دیکھا کہ ملازم تنہا مردانہ مکان میں چراغ جلتا چھوڑ کر کہیں چلے گئے ہیں فرمایا کہ اسکی حدیث شریف میں سخت ممانعت ہے کبھی ایسا نہ کرنا چاہیئے کل رات میری چھتری میں آگ لگ گئی دیا سلائی کسی طرح اسپر جا پڑی ویسے تو خبر ہوئی نہیں جب ایک ساتھ دھڑ دھڑ جلنے لگی تب معلوم ہوا۔ خیریت ہوگئی کہ میں چراغ جلا کر کام کر رہا تھا ورنہ آگ سوتے میں نہ معلوم کہاں کی کہاں پہونچتی۔ کھانے کے واسطے جب ہاتھ دھوئے تو عرض کیا گیا کہ کیا ہاتھ دھونا ضروری ہے۔ فرمایا کہ سنت ہی کیونکہ باوجود پاک ہونے کے اکثر ہاتھ بے موقع پڑ جاتے ہیں کہیں کھجالیا کبھی ناک میں انگلی ڈالدی کہیں اور

بے موقع ہاتھ پڑ گیا۔ اور ایسے ہاتھوں سے کھانا کھانا نظافت کے خلاف ہے اسی لئے صرف ہاتھ دھونا سنت ہے کلی کرنا قبل کھانے کے مسنون نہیں کیونکہ منہ میں کوئی ایسی ویسی چیز تو لگی ہوئی نہیں اسلئے کلی نہ کرنا چاہیئے۔

(۱۰۰) رد ہدیہ کے موجب اندیشہ ہونے کے تذکرہ میں مولانا احمد حسن صاحب نے عرض کیا کہ ایسی حالت میں ہدیہ لیلے بعد کو اسکی مکافات کر دے۔ فرمایا کہ جناب اس طرح کس کس کے ہدیہ کو یاد رکھے۔ بالخصوص میری طبیعت میں تو اسقدر جلدی اور تقاضا ہے کہ اگر کسی کا ایک پیسہ بھی میرے پاس ہوتا ہے تو بس یہ تقاضا ہوتا ہے کہ جلدی اپنے پاس سے علیحدہ ہو۔ ایک مرتبہ میں نے اپنے گھر کے لوگوں سے ایک روپیہ لیا تھا آدھی رات کو خیال آیا کہ دینا ہے۔ بس چین نہ پڑا اٹھکر یہ دیکھا کہ آیا جاگ رہی ہیں یا سو رہی ہیں۔ چونکہ اُن کی بھی نیند کم ہے اُنھوں نے کہا کیا ہے۔ میں نے کہا یہ روپیہ اپنا لیلو۔ اُنھوں نے کہا یا اللہ ایسی کیا جلدی تھی میں نے کہا کہ میرے پاس سے لیلو ورنہ مجھے رات بھر نیند نہیں آئیگی۔ جب اُن کو دیدیا تب نیند آئی ایسی بُری طبیعت ہے۔ اسی طرح رات میں جب کوئی مضمون ذہن میں آتا ہے تو اُسی وقت چراغ جلا کر پرچہ پر لکھکر سرہانے رکھ لیتا ہوں جب اطمینان ہوتا ہے اسی جلدی اور تقاضا کی بنا پر کبھی بطور ناز کے میں حق تعالیٰ سے دعا کیا کرتا ہوں کہ یا اللہ مجھے تو آپ بلا سزا کے بخشد یجئے گا ورنہ سزا میں مجھے کیسے صبر ہو سکیگا کہ کب مغفرت ہوگی۔

جمعہ ۲ جمادی الاول ۱۳۳۳ہجری

(۱۰۱) دو صاحبوں نے بیعت کی درخواست کی۔ فرمایا کہ مجھے بیعت سے تو انکار نہیں لیکن میں اس امر میں جلدی کو مناسب نہیں سمجھتا قبل بیعت کے یہ ضروری ہے کہ آپ میرا اطمینان کریں اور میں آپکا اطمینان کروں اُنھوں نے عرض کیا کہ ہم لوگوں نے حضور کی تعلیم الدین وغیرہ کتابیں دیکھ لی ہیں۔ فرمایا کہ یہ تو گویا آپ نے اپنا اطمینان کر لیا ہے لیکن مجھے بھی تو آپکا اطمینان کر لینا ضروری ہے۔ پھر فرمایا کہ میرے طریقہ میں طول بہت ہے۔ میرے یہاں تعلیم تو فوراً شروع ہو جاتی ہے لیکن بیعت پورے اطمینان کے بعد کرتا ہوں اور اصل چیز تعلیم ہی ہے بیعت کوئی ضروری چیز نہیں۔ نفع ہونے کیلئے محض تعلق محبت کا کافی ہے پھر بعد اطمینان کے بیعت میں بھی مضائقہ

نہیں سو اکثر میرا طریقہ یہ ہے کہ پہلے میں قرآن مجید کی تصحیح کراتا ہوں کیونکہ بغیر اُسکے صحیح کئے نماز ہی پوری طرح ادا نہیں ہوتی بشرط قدرت۔ پھر ضروری مسئلوں کی تعلیم۔ اسلئے آپ اگر یہاں زیادہ نہ ٹھہر سکیں تو اپنے مکان پر ان دونوں باتوں کا انتظام کریں۔ کسی صحیح پڑھنے والے سے قرآن مجید کی تصحیح کریں اور بہشتی زیور و اصلاح الرسوم دیکھیں ان میں ضروی ضروری مسائل موجود ہیں اور اس درمیان میں برابر اپنے حالات سے اطلاع دیتے رہیں کہ پہلے ہم یہ یہ کرتے تھے اور اب کتابیں دیکھنے کے بعد ان باتوں کو چھوڑ دیا اور فلاں فلاں حالت میں فلاں فلاں فرق ہوا جب اس خط و کتابت سے میرا اطمینان ہو جائیگا کہ ہاں آپ کام کرنے لگے تب ذکر و شغل کی تعلیم ہوگی اسمیں بھی برابر حالات سے اطلاع دینی ہوگی اس طریقہ سے انشاءاللہ تعالیٰ حسب استعداد نفع ہونے لگے گا۔ اور اس طریق سے مجکو بھی اطمینان حاصل ہو جاویگا پھر اس اطمینان کے حاصل ہونے میں چاہے دو مہینے لگ جائیں یا دو برس لگ جائیں یہ میرے اختیار کا کام نہیں باقی یہ میں خیر خواہانہ رائے دیتا ہوں کہ چونکہ میرے یہاں کے طریقہ میں ان شرائط کے اعتبار سے طول بہت ہے اور آپ کے دل میں شوق اور اضطراب بیعت ہونیکا ہے علاوہ بریں میرا طریقہ اصلاح کا بھی بہت سخت ہے۔ چھوٹی چھوٹی باتوں پر میں سخت گرفت کرتا ہوں جسکا تحمل اکثر لوگوں پر شاق ہوتا ہے اسلئے زیادہ بہتر یہ ہے کہ آپ بیعت تو اپنے حضرات میں سے کسی اور بزرگ سے ہو جائیں کیونکہ بفضلہ سب ایک ہی ہیں کچھ فرق نہیں۔ اور خدمت تعلیم و تلقین کیلئے میں حاضر ہوں اس صورت میں بشاشت بھی بہت رہے گی اور آپ کی کسی بے عنوانی سے مجکو تکدر بھی نہ ہوگا بلکہ جتنی کچھ بھی طلب آپکے اندر ہوگی اُسکو نہایت غنیمت سمجھونگا اور بہت شوق اور رغبت کے ساتھ خدمت کرتا رہونگا۔ ایسی حالت میں انشاءاللہ تعالیٰ نفع کی بھی بہت امید ہے اس تقریر پر ان صاحبان نے عرض کیا کہ حضور کے ارشاد پر عمل کرنا ہمکو منظور ہے ہمیں تو حضور ہی سے عقیدت ہے اسپر فرمایا کہ اسکے جواب کی حاجت نہیں یہ تو میں نے محض خیر خواہانہ طور پر آپ کو مشورہ دیا ہے آیندہ آپکو اختیار ہے۔ باقی اکثر حالتوں میں میری اس مشورہ کی قدر بعد میں برتاؤ کی ہوتی ہے اسوقت معلوم ہوتا ہے کہ ہاں بھائی وہی رائے ٹھیک تھی۔ ایکبار فرمایا کہ بیعت میں جانبین کو چاہئے کہ جلدی ہرگز نہ کریں۔ میں تو کہہ دیا کرتا ہوں کہ معاملہ کی بات ہے آپ میرا

اطمینان کرلیں میں آپکا اطمینان کرلوں۔ میں کچھ پڑھنے کیلئے آپ کو بتلادوں آپ اُسکو کرتے رہیں اور برابر حالات سے اطلاع دیتے رہیں۔ اگر آپکو کچھ نفع ہونے لگے تو مجھسے رجوع کریں ورنہ مجھے چھوڑدیں اسی طرح خط وکتابت سے اگر مجھے اطمینان ہوجاویگا کہ آپ کام میں لگ گئے ہیں تو میں آپکو قبول کروں ورنہ جواب دیدوں معاملہ کی بات تو یہی ہے۔ پھر فرمایا کہ لوگ اصل چیز بیعت کو سمجھتے ہیں حالانکہ اصل چیز تعلیم ہے۔ گو میں بیعت کے برکات کا منکر نہیں لیکن محض بیعت بلا تعلیم کے بالکل کافی نہیں اور تعلیم بلا بیعت کے بالکل کافی ہے۔ اگر میں یہ کہوں کہ بیعت تو کرلونگا لیکن تعلیم کچھ نہ کرونگا تو ہزاروں لوگ مرید ہونے کیلئے تیار رہیں اور اگر میں یہ کہتا ہوں کہ بھائی بیعت تو ابھی کرتا نہیں لیکن تعلیم دینے کیلئے تیار ہوں اور نفع میں ذرہ برابر بھی کمی نہ ہونیکا یقین دلاتا ہوں لیکن اسکو کوئی قبول نہیں کرتا۔ دیکھئے جو چیز دراصل ضروری ہے یعنی تعلیم اُسکو تو ضروری نہیں سمجھا جاتا اور جو چیز کچھ بھی ضروری نہیں یعنی بیعت اُسکو اتنا ضروری سمجھتے ہیں۔ پھر بدعت اور کسکو کہتے ہیں۔ اہل حق اور بدعات کو تو منع کرتے ہیں لیکن اس طرف اُن کا بھی خیال نہیں گیا۔ جامع عرض کرتا ہے کہ اسکے متعلق نہایت مفصّل تحقیق ماہ رمضان المبارک ۳۴ھ کے ایک طویل ملفوظ میں آئیگی جسکے مخاطب ایک پیرزادہ صاحب ہیں۔ ناظرین منتظر رہیں۔

(۱۰۲) جناب مولانا عاشق الٰہی صاحب نے استفسار کیا کہ حضرت غوث پاک نے تحریر فرمایا ہے کہ ترکِ دعا عزیمت ہے اور دعا کرنا رخصت۔ فرمایا کہ یہ کسی غلبۂ حال میں فرمایا ہے یا یہ اُن کی رائے ہے۔ کیونکہ وہ اس فن کے مجتہد تھے باقی اکثر کا مذاق اور تحقیق یہی ہے کہ ترکِ دعا سے دعا ہی افضل ہے کیونکہ دعا میں افتقار الی اللہ ہے جو ترکِ دعا میں نہیں ہے۔ مستفسر صاحب نے عرض کیا کہ دعا کرنے میں تو حق تعالیٰ کے اختیار اور مصلحت کے خلاف کوئی امرِ خاص اپنی رائے سے اپنے لئے تجویز کرنا ہوتا ہے یہ تو گویا اپنے اختیار کو حق تعالیٰ کے اختیار پر ترجیح دینا ہوا اور ترک دعا میں یہ بات نہیں فرمایا کہ جی نہیں عین دعا کے وقت بھی یہ خیال ہوتا ہے کہ اگر یہ خاص بات میری مصلحت کے خلاف ہو اور حق تعالیٰ اسکو قبول نہ فرمائیں تب بھی میں راضی ہوں اور اگر دعا قبول نہیں ہوتی تو اُسکے قلب میں شکایت پیدا نہیں ہوتی کیونکہ محبت میں ناگوار باتیں بھی سب گوارا ہوجاتی ہیں جیسا کہ اگر کوئی شخص کسی عورت یا لڑکے پر

عاشق ہو جائے اور وہ اسکو مارے پیٹے تب بھی اُسکو ناگوار نہیں ہوتا اور حق تعالیٰ سے محبت ہونا فطری ہے ہر شخص کو یہانتک کہ کفار کو بھی محبت حق تعالیٰ سے ہے جیسا کہ مشاہدہ ہے گو وہ محبت اجمالی اور ناتمام ہی سہی۔ تو جتنے فضائل ترکِ دعا میں ہیں اُن سب کا مجموعہ دعا میں مع شیئے زائد حاصل ہے۔ علاوہ اسکے اختیارِ دعا میں یہ کتنی بڑی بات ہے کہ حق تعالیٰ کی رحمت و شفقت کا مشاہدہ ہوتا ہے کہ کیا ٹھکانا ہے رحمت کا کہ باوجود اس علم کے کہ فلاں حالت حق تعالیٰ کے علم میں اُنکی مصلحت کے خلاف ہے پھر بھی ہماری تسلی کے لئے اُسکا مانگنا ہمارے لئے جائز فرمادیا ہے اس تصور سے حق تعالیٰ کے ساتھ محبت کا غلبہ ہو کر عجیب کیفیت ہوتی ہے۔ اور بات یہ ہے کہ دعا کیوں نہ مانگیں جب ہم روز یہ مشاہدہ کر رہے ہیں کہ دعا مانگتے ہی ملجاتا ہے شاید دو تین موقعہ بھی ایسے مشکل سے نکلیں گے کہ جن میں دعا قبول نہوئی ہو۔ پھر مولانا عاشق الٰہی صاحب نے عرض کیا کہ بلا دعا، جو کچھ ہونا ہے وہ ہو جائیگا فرمایا کہ یہ تو مسئلہ قدر میں آپ گفتگو کرنے لگے اسکی بحث علیحدہ ہے اگر یہی ہے تو پھر نماز روزہ کی بھی ضرورت نہوگی کیونکہ جنت دوزخ جو کچھ ملنی ہے ملجائیگی اور میں نعوذ باللہ حضرت شیخ کا معارضہ نہیں کرتا لیکن اپنا اپنا مذاق ہے اور میں تو بعض احوال میں رخصت پر عمل کرنے کو بہ نسبت عزائم پر عمل کرنے کے افضل سمجھتا ہوں کیونکہ جو شخص ہمیشہ عزائم پر عمل کرتا ہے اُسکو ہمیشہ اپنے عمل پر نظر ہوتی ہے اور جو کچھ عطا ہوتا ہے اُسکو بمقابلہ اپنے عمل کے کم سمجھتا ہے اُسکے دل میں یہ شکایت پیدا ہوتی ہے کہ دیکھو میں اتنے دن سے ایسی مشقت زہد و تقویٰ کی اٹھا رہا ہوں اور اتنا عرصہ ذکر شغل کرتے ہو گیا اور ابتک کچھ بھی نصیب نہوا یہ کسقدر گندہ خیال ہے برخلاف اسکے جو بعض دفعہ رخصتوں پر عمل رکھتا ہے اُسکو اپنے عمل پر نظر کبھی ہو ہی نہیں سکتی اپنے ذکر شغل کو بھی وہ یوں ہی گِٹر پِٹر سمجھتا ہے اُسکو جو کچھ بھی عطا ہوتا ہے اُسکو بمقابلہ اپنے عمل کے ہمیشہ زیادہ سمجھتا ہے اور درصورت عدم ورود کیفیات وغیرہ کے بھی اُسکو کبھی شکایت نہیں پیدا ہو سکتی کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ میں عمل ہی کیا کرتا ہوں جو ثمرات کا مستحق ہوں اور سابق الذکر شخص ہمیشہ ثمرات عظیمہ کا منتظر رہتا ہے اور درصورت عدم عطا اُسکو شکایت پیدا ہوتی ہے بہر حال رخصت پر عمل کرنیوالے کی نظر میں ہمیشہ حق تعالیٰ کی عطاؤں کا پلہ بمقابلہ اُس کے اعمال کے بھاری رہتا ہے جس سے اُسکو طبعاً حق تعالیٰ کے ساتھ محبت پیدا ہو جاتی ہے کیونکہ ہمارے

قلوب بالخصوص اس زمانہ میں ایسے ضعیف ہیں کہ بلا مشاہدہ رحمت کے حق تعالیٰ سے تعلق
محبت کا پیدا نہیں ہوتا یہ کسقدر بڑی نعمت ہے اور یہ تقریر عامؐ طور سے تو کہنے کے قابل نہیں
تھی کیونکہ لوگ عمل میں سست ہوجائیں گے لیکن خیر اسوقت تو یہاں کوئی ایسا ناسمجھ نہیں ہے
جناب مولانا عاشق الٰہی صاحب نے پھر زہد کی فضیلت کی بابتہ عرض کیا۔ فرمایا کہ زہد ترک لذات
کا نام نہیں ہے بلکہ محض تقلیل لذات زہد کے لئے کافی ہے یعنی لذات میں انہماک نہو کہ رات
دن اسی کی فکر ہے کہ یہ چیز پکنی چاہیئے وہ چیز منگانا چاہیئے کہیں کے چانول اچھے ہیں تو
وہاں سے چانول آرہے ہیں کہیں کی بالائی مشہور ہے تو کہہ رہے ہیں کہ بھائی وہاں سے
بالائی لیتے آنا نفیس نفیس کپڑوں اور کھانوں ہی کی فکر میں رہنا یہ منافی زہد کے ہے ورنہ
اگر بلا تکلف وبلا اہتمام خاص کچھ لذات میسر ہوجائیں تو حق تعالیٰ کی نعمت ہے شکر کرنا چاہیئے
بہت کم کھانا بھی زہد نہیں ہے نہ یہ مقصود ہے اس کے کم کھانے سے کوئی خدا تعالیٰ کے خزانہ
میں توفیر جمع نہ ہوجائیگی یہ نہوگا کہ بھائی بڑے خیر خواہِ سرکار ہیں کہ پوری تنخواہ بھی نہیں لیتے
وہاں ان باتوں کی کیا پرواہ ہے لیکن اتنا بھی نہ کھاوے کہ پیٹ میں درد ہوجاوے حضرت
حاجی صاحب کا تو یہ مذاق تھا کہ نفس کو خوب آرام سے رکھے لیکن اس سے کام بھی لے
میرا تو یہ خیال ہے ؏ کہ مزدور خوشدل کند کار بیش ٭ جس دن معلوم ہوتا ہے کہ آج
اچھی چیز پکی ہے اس دن کام کرتے وقت یہ خوشی رہتی ہے کہ فارغ ہوکر اچھی چیز کھانیکو ملیگی۔
نفس کے واسطے کوئی ابھارنے والی چیز ضرور ہونی چاہیئے حضرت حاجی صاحب نے ایک روز
فرمایا کہ میاں اشرف علی پانی ہمیشہ ٹھنڈا پینا چاہیئے کہ ہر بنِ مو سے الحمد للہ نکلے ورنہ گرم پانی
پیکر زبان تو الحمد للہ کہے گی لیکن دل شریک نہوگا۔ پھر حضرت نے فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب
کی بھی عجیب شان تھی فرماتے تھے کہ جاہ عند الخلق تو سب کے نزدیک مذموم ہے لیکن جو لوگ عارف
ہیں ان کے نزدیک جاہ عند الخالق کا بھی قصد ناپسندیدہ ہے کیونکہ اس کا حاصل تو یہ ہوا

؏۔ یہاں پر یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ جب اس مضمون کی اشاعت کردی گئی تو پھر مخفی کہاں رہا کیونکہ جب یہ ظاہر کردیا
گیا کہ یہ تقریر عام طور سے کہنے کے قابل نہیں اس سے معلوم ہوگیا کہ اس مضمون میں غلط فہمی کا اندیشہ ہے
گویا یہ تنبیہ ہے کہ اگر غلط فہمی ہونے لگے تو کسی محقق سے رجوع کرلے از خود کوئی غلط معنی نہ سمجھ لے ۱۲

کہ یہ شخص حق تعالیٰ کے نزدیک کبیر بننا چاہتا ہے تو گویا یہ اپنے نزدیک ایسی شان رکھتا ہے کہ حق تعالیٰ کی نظروں میں بھی باوقعت ہو سکے۔ پھر ہمارے حضرت مولانا سلمہم اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ تو حضرت حاجی صاحب کا ارشاد ہے اور ایک اسکی میرے ذہن میں مثال آئی ہے جس سے اس مضمون کی بابتہ پورا شرح صدر ہو گیا ہے وہ یہ ہے کہ ایک معشوق فرض کیجئے کہ جو دنیا بھر کے حسینوں سے بڑھکر حسین وجمیل ہو اور اسکے مقابلہ میں اُس کا ایک عاشق تصور کیجئے جس سے بڑھکر دنیا بھر میں کوئی بدشکل اور بھونڈی صورت کا نہو یعنی جواندھا۔ لنجہ۔ گنجہ۔ کھدرہ ہر طرح بھونڈی بھانت کا ناک بھی پچکی ہوئی ہونٹ بھی موٹے موٹے دانت باہر کو نکلے ہوئے کالا بھجنگ چیچک کے گہرے گہرے داغ چہرہ پر غرض کوئی عیب نہیں جو اُسمیں موجود نہو۔ اب ایسا شخص اگر عمل حب کا کراتا پھرے کہ کسی طرح اُسکا حسین وجمیل معشوق خود اُسکے اوپر عاشق ہو جائے تو کیا لوگ اسکو پاگل نہ سمجھیں گے اور کیا اُسکی اِس آرزو کو خللِ دماغ ہی نہ بتلائیں گے۔ اس سے بھی کہیں بڑھکر تفاوت حضرت حق سبحانہ تعالیٰ کی شان اور ایک بندہ کی شان میں ہے۔ پھر فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب میں شانِ عبدیت بحد غالب تھی اپنے آپکو فاسق فاجر سے بھی زیادہ بُرا سمجھتے تھے نزولِ کامل حاصل تھا۔ ایسے شخص سے فیض ارشاد بہت زیادہ جاری ہوتا ہے۔ پھر فرمایا کہ وہ قول تو بطور کلیہ کے تھا ایک واقعہ جزئیہ بھی یاد پڑا جو حضرت کی اس شانِ عبدیت کو ظاہر کرتا ہے اور جس سے حاضرین پر ایک خاص کیفیت طاری ہو گئی تھی ایک مرتبہ کسی نے کسی ایسے عمل کی درخواست کی جس سے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت نصیب ہو جاوے حضرت نے فرمایا کہ بھائی تم بڑے درجہ کے لوگ ہو تمھارے بڑے حوصلے ہیں کہ حضرت کی زیارت کی تمنا ہے۔ ہمکو تو اگر حضرت کے گنبد خضرا ہی کی زیارت نصیب ہو جائے اُسی کو ہزار غنیمت سمجھتے ہیں کیونکہ ہم تو ایسے بھی نہیں کہ حضرت کے روضۂ مبارک کی بھی زیارت کے قابل ہوں تمھارے بڑے حوصلے ہیں کہ خود حضرت کی زیارت کی تمنا ہے ہمارا تو خیال بھی اتنی دور نہیں جاتا۔

(۱۰۳) فرمایا کہ آجکل سلامتی یکسوئی اور عزلت ہی میں ہے ایک بزرگ کا قول کسی کتاب میں دیکھا ہے کہ عزلت میں بھی یہ نیت نہونی چاہئے کہ میں لوگوں کے شر سے محفوظ رہوں بلکہ یہ نیت ہونی چاہئے کہ میں مثل سانپ بچھو کے ہوں مجھکو الگ ہی رہنا مناسب ہے تاکہ لوگ

میرے شر سے محفوظ رہیں اللہ اکبر سلف نے کہاں تک احتیاط عجب وغیرہ سے کی ہے لیکن بعضے خیال کا یہ تکلف جمانا ہونا بڑا مشکل ہے۔ اب آج کل ہمارے زمانہ میں ایسے نفوس کہاں ہیں کہ عزلت میں یہ نیت کرسکیں یہ خیال جمانا ہے ذرا مشکل کہ ہم عزلت اختیار کرکے دوسروں کو اپنے شر سے بچاویں۔ اسلئے میں نے اسمیں کچھ ترمیم تجویز کی ہے کہ یہ نیت کرے کہ بعض کو اپنے شر سے محفوظ رکھوں اور بعض کے شر سے اپنے آپ کو محفوظ رکھوں یہ آسان ہے عزلت میں سلامتی ہوتی ہے ذکر میں یہ بھی ارشاد فرمایا کہ گو میرے ماموں صاحب کا مشرب بوجہ غلبۂ حال کے ہم لوگوں سے جدا تھا لیکن تجربہ کار اور دانشمند شخص تھے فرماتے تھے کہ دیکھو میاں اشرف علی ایسا کبھی نہ کرنا کہ دوسرے کے جوتوں کی حفاظت میں اپنی گٹھڑی اٹھوا دو اپنی گٹھڑی کی حفاظت دوسرے کے جوتہ کی حفاظت سے زیادہ ضروری ہے سو واقعی بڑے تجربہ کی بات فرمائی آدمی دوسرے کی دنیا کے نفع کے پیچھے اپنے دین کا نقصان کر بیٹھتا ہے اور اگر دوسرے کے دین کی حفاظت میں اپنے دین کا اندیشہ ہو تو بھی اپنے دین کی حفاظت مقدم ہے۔

(۱۰۴) عرض کیا گیا کہ حدیث شریف میں چاند کے متعلق جو یہ دعا آئی ہے اعوذ باللہ من شر ھذا الغاسق تو چاند میں کیا شر ہے۔ فرمایا کہ بہت سے شر ہیں مثلاً چاند کی روشنی میں کسی برے کام کے واسطے چلنا کسی کو بری نگاہ سے گھورنا وغیرہ۔

(۱۰۵) جناب مولوی ظفر احمد صاحب سلمہ نے عرض کیا کہ معصیت پر غصہ کرنے میں عجب تو نہیں ہوتا فرمایا کہ غصہ کرنا بغض فی اللہ ہے اور بہت اچھی بات ہے۔ لیکن دوسرے کو حقیر نہ سمجھے غصہ ذات فعل پر ہونا چاہیئے۔ اور یہ سمجھے کہ گو اس معصیت کے اعتبار سے یہ شخص اچھا نہیں لیکن ممکن ہے کہ اسکے اندر اور اوصاف ایسے ہوں جو مجھ میں نہیں ہیں اور مجموعی حیثیت سے یہ شخص مجھ سے افضل ہو۔ یا یہ سوچے کہ اعتبار خاتمہ کا ہے۔ کیا خبر کہ کسکا خاتمہ کیسا ہو۔ اسپر جناب مولانا مولوی عاشق الٰہی صاحب نے عرض کیا کہ جب یہ خیال ہوگا تو پھر غصہ ہی کیوں رہیگا فرو نہ ہو جائیگا۔ فرمایا کہ جی فرو کیسے ہو جائیگا جبکہ اُسکا سبب موجود ہے جس سے وہ غصہ پیدا ہوا تھا۔ اس خیال سے غصہ فرو نہیں ہو جاتا جیسا کہ مشاہدہ ہے۔ تجربہ کرکے دیکھ لیجئے۔ البتہ دوسرے کی تحقیر قلب سے نکل جاتی ہے۔

(۱۰۶) ایک نومسلم صاحب نے خواب میں اپنے والد کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھنا بیان کیا حالانکہ وہ بظاہر اسلام نہیں لائے تھے انھوں نے عرض کیا کہ مولوی اصغر حسین صاحب نے اس خواب کی بابت فرمایا ہے کہ ممکن ہے وہ دل میں اسلام لے آئے ہوں لیکن اپنا اسلام ظاہر کرنے کی ہمت نہوئی ہو۔ نومسلم صاحب نے حضرت سے دریافت کیا کہ کیا اس سے میرے لئے اپنے والد کی بابتہ کوئی خاص حکم دعا و استغفار وغیرہ کا تو نہیں ثابت ہوتا فرمایا کہ جی آپ کیلئے اس سے کچھ بھی ثابت نہیں ہوتا بالخصوص خواب کی بات پر کوئی حکم کیسے ثابت ہو سکتا ہے خواب میں جو نظر آتا ہے وہ ایک قسم کا ظل ہوتا ہے جسکا واقعہ اکثر محتاج تعبیر ہوتا ہے پھر فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یا حضرت علی رضہ کے زمانہ میں ایک صاحب تشریف لائے اور ایک دوسرے شخص کو بھی ساتھ لائے اور عرض کیا کہ یا امیر المومنین اس شخص نے خواب میں میری ماں کیساتھ زنا کیا ہے جسکا یہ اقرار کرتا ہے اسکے اوپر حد جاری فرمائی جاوے۔ حضرت نے فرمایا کہ خواب کے زنا پر کہیں حد کا حکم دیا جا سکتا ہے۔ اُسنے عرض کیا کہ حضرت اسنے زنا کا اقرار کیا ہے اس سے میری سخت توہین ہوئی ہے اسکو ضرور سزا ملنی چاہیئے۔ حضرت نے فرمایا کہ اچھا اسکو دھوپ میں کھڑا کرو اور جلاد کو حکم دیا کہ اس کے سایہ پر سَو درے لگا دیو کیونکہ خود اس شخص نے تو زنا کیا نہیں ہے اسکے وجود ظلی نے اسکا ارتکاب کیا ہے چنانچہ اسکے سایہ کو جو اسکا وجود ظلی ہے درے لگا دیے گئے پھر فرمایا کہ سبحان اللہ خلفائے اسلام بڑے زیرک اور عاقل ہوئے ہیں۔

(۱۰۷) ایک کمیاب کتاب جسکا حوالہ مثنوی شریف کے کسی حاشیہ میں تھا حل مقام کے لئے حضرت نے خاص طور سے بزمانہ تصنیف کلید مثنوی اٹاوہ سے منگائی اور جس روز آئی اُسی روز دیکھنے کے بعد واپس فرمادی۔ فرمایا کہ دیکھیئے آٹھ آنہ پیسے خرچ ہوئے ہیں۔ آج ہی واپس کر رہا ہوں کوئی تصنیف کی قدر کیا جانے اب میں اس مقام پر ایک سطر میں مطلب لکھدونگا وہاں پڑھنے والوں کو یہ کیا معلوم ہوگا کہ اسکے لئے اتنی زحمت اٹھانی پڑی تھی پھر فرمایا کہ ایک کتاب دیکھنے کیلئے مظفر نگر کے سفر کا ارادہ تھا لیکن معلوم ہوا کہ وہ وہاں موجود نہیں ہے اب میں محض اپنی یاد سے لکھ سکونگا پورا اطمینان نہ ہو سکا جو دوبارہ دیکھنے سے ہوتا +

باقی آئندہ ذی الحجہ ۱۳۵۱ھ

مہتمم صاحب نے ایک لاکھ آدمیوں کے کھانے کا سامان کرلیا تھا۔ جنٹلمین لوگ حیرت میں تھے کہ یہ مُلّانے اتنا بڑا انتظام کسطرح کرینگے مگر بحمد اللہ بہت اچھا انتظام رہا۔ کھانا وقت پر مِلا اور نہایت صفائی و نفاست کیساتھ تیار کیا گیا تھا۔ میں نے تو اس خیال سے کھایا نہیں تھا کہ ہم چندہ دینے سے تو رہے اور اولٹا کھانا کھادیں۔ مگر معلوم ہوا کہ بہت اچھا کھانا تیار کرایا گیا تھا۔

(۲۴۳) فرمایا کہ عرب میں جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو اوسکو اوّل حرم شریف میں لاتے ہیں کہ پہلی نظر حرم شریف پر پڑے مگر وہاں لانے کا ایک بہت اچھا طریقہ ہے کہ ایک چمڑا جو بچے کے گلے تک آتا ہے اوسمیں رکھکر لاتے ہیں تاکہ پاخانہ پیشاب وغیرہ سب اوسی کے اندر رہے اور مسجد کی بے ادبی نہو۔ اسی طرح مُردے کو بھی اوّل وہیں لاتے ہیں اور دِل بھی یہی چاہتا ہے اگرچہ حنفیہ تو اسکو منع کرتے ہیں مگر اس امر میں وہاں سب کا امام شافعیؒ کے مذہب پر عمل ہے۔ وہاں ہر مذہب کے لوگ ہیں مگر آپسمیں تعصب نہیں ہے۔

(۲۴۴) ایک صاحب تعویذ لینے کیلیے آئے تھے مگر آکر بیٹھ گئے اور جب مثنوی شریف کا درس شروع ہوا تب اونھوں نے تعویذ مانگا۔ حضرت قبلہ نے فرمایا کہ بھائی اب تو دوسرا کام شروع ہوگیا تمنے پہلے سے نہیں کہا ورنہ لکھدیتا۔ پھر فرمایا کہ آنیوالے کو چاہیئے کہ آتے ہی کام کو کہدے پھر کام کرنے والے کو اختیار ہے کہ وہ چاہے اُسی وقت اُس کام کو کردے یا پھر کرے مگر اوسکو آتے ہی کہدینا چاہیئے۔

(۲۴۵) دَوران درس مثنوی شریف میں کسی مناسب موقع پر فرمایا کہ ماموں صاحب فرمایا کرتے تھے۔ کلامے کہ محتاج یعنی باشد لایعنی ست۔

(۲۴۶) دَوران درس مثنوی میں فرمایا کہ مولانا محمدؒ قلندر صاحبؒ جلال آبادی جو کہ عالم بھی تھے اور درویش بھی تھے مگر درویشی اُن پر غالب تھی۔ اونکی خدمت میں ایک فقیر آیا اور کہا کہ لا بابا مولوی ایکروپیہ بھنگ پینے کے لئے۔ مولانا نے کہا کہ ارے ایسے تو مت کہہ اور روپیہ نکالکر دیدیا اور کہا جا بھاگ جا۔ طالب علم جو پاس بیٹھے تھے اونکو اُس فقیر کا اسطرح مانگنا اور خصوصًا مولانا کا اوسکو دیدینا ناگوار ہوا پھر حضرت والا نے فرمایا کہ اُن پر ایک شان ترحم کی غالب تھی۔

(۲۴۷) دوران درس مثنوی شریف میں فرمایا کہ حضرت حاجی صاحبؒ کو مثنوی شریف میں اسقدر مہارت حاصل تھی کہ جونسا مقام چاہو نکالکر بیٹھ جاؤ حضرت اوسکے متعلق تقریر شروع کر دیتے تھے۔ ہم لوگ حالانکہ اہل علم کہلاتے ہیں مگر یہ بات حاصل نہیں۔ حالانکہ حضرت کی علمی تحصیل صرف کافیہ تک تھی البتہ حضرت کی تقریر مجمل ہوتی تھی زیادہ مفصل نہوتی تھی اور سُننے والوں میں سمجھدار کم ہوتے تھے۔ پھر فرمایا کہ مولانا گنگوہیؒ میں شان نبوت کا انتظام غالب تھا فرماتے تھے کہ حضرت کے یہاں جب سے مثنوی ہونے لگی ہے تب سے لوگ اپنا ایمان مکّہ ہی میں چھوڑ آتے ہیں پھر حضرت والا نے فرمایا کہ چونکہ حضرت حاجی صاحبؒ کی تقریر مجمل ہوتی تھی لوگوں کو شبہات ہوتے تھے حضرت سے جب دریافت کرتے تھے تو حضرت فرما دیتے تھے کہ بھائی فلاں شخص سے سمجھ لینا مگر وہ لوگ بوجہ کبر کے دوسروں سے سمجھتے نہ تھے اِس لئے وہ شبہات دل کے دل ہی میں رہتے تھے پھر وہی غلط باتیں یہاں آکر بیان کرتے تھے کہ حضرت یوں فرماتے تھے اور یوں فرماتے تھے بس اسوجہ سے مولانا گنگوہیؒ نے یہ فرمایا کہ ایسے لوگ ایمان مکّہ ہی میں چھوڑ آتے ہیں۔

۲۱ ربیع الثانی ۱۳۳۵ھ بروز چہار شنبہ

(۲۴۸) ایک صاحب نے خط میں لکھا تھا کہ فلاں صاحب جو کہ الامداد کے خریدار ہیں حضرت کی خدمت میں سلام عرض کرتے ہیں حضرت والا نے جواب تحریر فرمایا کہ خریدار الامداد کا لفظ شُبہ میں ڈالتا ہے کہ شاید رسالہ کی خریداری کا مجھپر کچھ احسان ہے تو جہ احسان کیا۔

(۲۴۹) فرمایا کہ اگر دُنیا دار تھوڑا سا بھی دین کی طرف متوجہ ہو تو غنیمت ہے اور اگر دیندار تھوڑا سا بھی دُنیا کی طرف متوجہ ہو تو رنج ہوتا ہے۔

(۲۵۰) فرمایا کہ ماموں صاحب فرماتے تھے کہ حیدرآباد کے فقراء تو دوزخی اور اُمراء جنتی۔ فقراء تو اُمراء سے دُنیا حاصل کرتے ہیں اور اُمراء فقراء سے دین حاصل کرتے ہیں۔ وہاں کے اُمراء بیچارے بہت ہی سلیم الطبع ہیں جب میں وہاں گیا تھا تو بڑے بڑے لوگ بیچارے ہاتھ جوڑکر سامنے کھڑے ہوتے تھے اگر کوئی اصلاح کرنیوالا ہو تو بہت آسانی سے اونکی اصلاح ہو سکتی ہے۔ وہ لوگ پیروں کی حد درجہ کی بلکہ حد سے بھی زیادہ اطاعت کرتے ہیں۔

۲۲ ربیع الثانی ۱۳۳۵ھ بروز پنجشنبہ

(۲۵۱) فرمایا کہ ایک ہی خط میں لوگ ہر قسم کے مضامین ٹھونس دیتے ہیں ہم تو جب جانیں کر دو کاشتکاروں کی نالش ایک ہی درخواست میں کر دیں۔

(۲۵۲) فرمایا کہ مولوی لوگ بیچارے کنجوس اسی وجہ سے مشہور ہیں کہ اُن بیچاروں کی نظر کارروائی پر ہے۔ بعض مرتبہ میں نے سینک سے خط لکھ لیا ہے۔ اسی طرح مولوی لوگ کاغذ بھی ذرا سا ہی بیکار اُس سے کام چلا لیتے ہیں۔

۲۳ ربیع الثانی ۱۳۳۵ھ بروز جمعہ

(۲۵۳) فرمایا کہ بعض لوگ بے وقت جبکہ میں کسی کام میں مصروف ہوتا ہوں پاس آکر بیٹھ جاتے ہیں اس حرکت سے ذہن اُس کام کے انجام دینے سے منتشر ہو جاتا ہے۔ ایک مولوی صاحب خلوت میں بلا اجازت میرے پاس پہنچ گئے میں نے کہا کہ آپ تو عالم ہیں استیذان کا مسئلہ جو حدیث و قرآن میں ہے وہ ایسے ہی خلوت کے موقعوں کے لئے ہے یہانتک کہ میں نے صاف صاف کہدیا کہ آپ یہاں سے تشریف لیجائیے مگر وہ نہ اُٹھے پھر فرمایا کہ اگر کوئی بے تکلف شخص ایسے کام کے وقت جسمیں دوسرے کے بیٹھنے سے طبیعت کو انتشار نہو آبیٹھے تو خیر مضائقہ نہیں مگر بے تکلفی کی یہ علامت ہے کہ اگر ہم پیر پھیلا کر اوسکے کندھے پر بھی رکھ لیں تو کسی جانب انقباض نہو۔ مگر ایسے بے تکلف بہت کم ہوتے ہیں۔

(۲۵۴) فرمایا کہ نواب سعادت علی خاں کے زمانہ میں کالیتھوں کو سرکاری مُلازمت بوجہ اونکے رشوت خوار ہونیکے نہیں ملتی تھی۔ ایک کالیتھ نے اس امر کی درخواست کی کہ آپنے سب کو یکساں سمجھ لیا ہے یہ اُصول آپکا غلط ہے اور گُلستاں سے اسکا احتجاج کیا کیونکہ اوسکو معلوم تھا کہ نواب صاحب کو گلستاں بوستاں سے زیادہ اُنسیت ہے چنانچہ یہ شعر لکھا کہ ؎

نہ ہر زن زن ست و نہ ہر مرد مرد — خدا پنج انگشت یکساں نہ کرد

نواب صاحب نے جواب لکھا "لیکن وقت خوردن ہمہ یکساں شوند"۔ یعنی جسطرح کھاتے وقت پانچوں اُنگلیاں برابر ہو جاتی ہیں اسی طرح جب رشوت ملنے لگے سب برابر ہو جاتے ہیں۔

(۲۵۵) فرمایا کہ نواب سعادت علی خاں نے یہ قاعدہ مقرر کر دیا تھا کہ جو منشی تحریر میں

کوئی غلطی کرے اوسپر اُس لفظ کے اعداد کی برابر جرمانہ کیا جاوے چنانچہ یہ قاعدہ خود اپنے اوپر بھی جاری کرتے تھے۔ اگر کوئی غلطی ہوتی تھی تو جرمانہ داخل کرتے تھے۔ ایک منشی بیچارے جدید ملازم ہوئے اونسے کسی پروانہ میں لفظ نوع کے لکھنے میں ع رہ گیا۔ نواب صاحب نے حکم جاری فرمایا جسکی یہ عبارت تھی۔ منشی نو لفظ نوع را بطرز نو نوشت عین خطا کرد ہفتاد روپیہ جرمانہ۔

(۲۵۶) فرمایا کہ نواب سعادت علیخاں نے کسی سُنّی کو حاکم مقرر کیا تو شیعوں نے شکایت کی کہ عمری کو کیوں حاکم مقرر کیا گیا یہ ہمپر زیادتی کرینگے۔ جواب لکھا کہ چوں عدالت بعمر تعلق وارد لہذا بعمریاں سپرد کردہ شد۔

(۲۵۷) فرمایا کہ واجد علی شاہ اپنی ذات میں اچھے تھے مگر رفقاء و ندماء نے خراب کرکے ناسس مار دیا تھا۔

(۲۵۸) ایک دیہاتی صاحب جنھوں نے پہلے حضرت والا سے بیعت کی درخواست کی تھی اور حضرت والا نے اُن سے یہ شرط فرمائی تھی کہ تم موروثی زمین چھوڑدو اِسپر وہ دوسری جگہ جاکر بیعت ہوگئے پھر حضرت والا کی خدمت میں حاضر ہوئے بعد دریافت اونھوں نے سب حال اپنا بیان کیا کہ میں فلاں جگہ جاکر بیعت ہوگیا اور وہاں کچھ پوچھ گچھ موروثی زمین کی ہوئی نہیں حضرت والا نے فرمایا کہ کیا تم وہاں بیعت ہونے سے موروثی زمین کو حلال سمجھنے لگو اونھوں نے جواب دیا کہ صاحب ہاں تو کچھ پوچھا ہی نہیں گیا۔ اِسپر حضرت والا نے فرمایا کہ اچھا یا تو تم ہمارے سامنے اوسکے چھوڑنے کا اقرار کرو چاہے زبان سے جھوٹ ہی کہدو ورنہ یہاں سے اوٹھ جاؤ اور ایسی حالت میں کبھی ہم سے ملنے نہ آنا وہ اوٹھکر چلے گئے پھر حضرت والا نے فرمایا کہ میں نے جان کر اِسوجہ سے اوٹھ جانے کو کہا کہ یہ شخص کچھ تو دلمیں اپنے اس فعل کو بُرا سمجھے اور کم سے کم شک تو ہوجائے کہ یہ فعل اِسقدر بُری چیز ہے اُس شخص کا جہل اسوجہ سے اور بھی پختہ ہوگیا کہ اگر موروثی زمین کا استعمال بُرا ہوتا تو وہ بزرگ کیوں نہ پوچھتے۔ پھر فرمایا کہ میں اسوجہ سے ایسی باتوں کی کُرید کیا کرتا ہوں مگر وہیں کرتا ہوں جہاں شبہ ہوتا ہے ہر جگہ نہیں۔ پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ ایک شخص ساکن تھانہ بھون نے جنکے پاس موروثی زمین ہے کچھ چیز بھیجی میں نے واپس کردی اور دریافت کرنے پر عذر بھی ظاہر کردیا۔ اِسپر اونھوں نے کہا کہ اگر ہم یہ زمین چھوڑدیں تو کھائیں کیا

اتفاق سے جب تھانہ بھون کو ریل نکلی تو اونکی زمین قریب قریب کُل اوسمیں لے لیگئی پھر اُس زمین کے نکل جانیکے بعد وہ اب کھاتے پیتے بھی ہیں اور سب کام کرتے ہیں۔ دلمیں تو آیا کہ کہلا کر بھیجوں مگر اِس خیال سے کہ اب اوسکی اِطلاع کرنا زخم پر نمک چھڑکنا ہے کچھ ذکر نہیں کیا۔

(۲۵۹) فرمایا کہ والد صاحب نے حضرت حاجی صاحب رح سے بیعت کا خیال ظاہر کیا ایکمرتبہ حضرت حاجی صاحب رح کچھ لوگوں کو بیعت فرما رہے تھے اوسی وقت والد صاحب سے بھی فرمایا کہ آؤ عبد الحق تم بھی بیعت ہو جاؤ والد صاحب نے جواب دیا کہ حضرت میں ابھی نہیں ہوتا میں ایسے کسطرح ہو جاؤں حضرت نے فرمایا کہ بھائی اور کسطرح ہوگے عرض کیا کہ حضرت مٹھائی تو منگالوں بس پھر ایک سینی میں مٹھائی منگائی اور ایک سفید عمامہ رکھا ہوا منگایا اور پچیس ۲۵ روپیہ نقد یہ سب چیزیں حضرت حاجی صاحب رح کی خدمت میں پیش کیں اور بیعت ہو گئے پھر حضرت والا نے فرمایا کہ پہلے کچھ رسم کی پابندی نہ تھی بلکہ سادگی سے ایسا کرتے تھے مگر اب چونکہ یہ رسم ہو گئی ہے کہ بغیر نذرانہ پیش کئے بیعت نہوں اس لئے اِس رسم کے توڑنیکی ضرورت ہوئی۔

(۲۶۰) فرمایا کہ مولانا نانوتوی رح کی شان نہ عالمانہ تھی نہ درویشانہ تھی بلکہ عاشقانہ شان تھی اور آپکی مجلس دوستانہ ہوتی تھی۔ گاڑھے کے کپڑے پہنتے تھے۔ ایکمرتبہ دیوبند سے نانوتہ کو تشریف لئے جاتے تھے ایک جولاہہ نے بوجہ سادگی کے اپنا ہم قوم سمجھکر پوچھا کہ سوت کا آج کیا بھاؤ ہے مولانا نے جواب دیا کہ بھائی آج بازار جانا نہیں ہوا وہ جولاہہ کچھ بڑبڑاتا ہوا چلا گیا۔

(۲۶۱) فرمایا کہ جب حضرت سید صاحب دہلوی رح کا عقد ہو گیا تو آپنے ایک شب کو گھر میں رہنے کی لوگوں سے اجازت چاہی کیونکہ قبل عقد تو باہر ہی سویا کرتے تھے بعد ختم شب صبح کو حضرت کو غسل کرنے میں ذرا دیر ہو گئی اور جماعت کی دوسری رکعت میں آکر شامل ہوئے بعد ختم نماز مولانا عبد الحی صاحب نے بیان فرمایا کہ لوگ اتباع سُنّت کا بڑا دعویٰ کرتے ہیں اور تکبیر اولیٰ تو الگ رہی رکعتیں تک جماعت کی چھوڑتے ہیں کیا اور سویرے سے غسل کا انتظام نہیں ہو سکتا تھا۔ اِسپر سید صاحب نے مولانا عبد الحی صاحب سے جو کہ سید صاحب کے مُرید تھے نہایت نرمی سے فرمایا کہ مولوی صاحب آئندہ ایسا نہیں ہوگا مجھسے بڑی کوتاہی ہوئی۔ پھر حضرت والا نے فرمایا کہ میری رائے میں جب اصرار کرتا ہوا دیکھے تب ادب سے کہدے اور

اگر کوئی نازک مزاج ہو تو نہ کہے کہ بُرا مانیگا۔

(۲۶۲) فرمایا کہ مولانا نانوتوی رح کی خدمت میں ایک شخص شکر لیکر حاضر ہوئے حاضرین میں وہ تقسیم ہو گئی پھر اونھوں نے بیعت کے لئے عرض کیا حضرت نے انکار فرمایا اونھوں نے عرض کیا کہ اگر بیعت نہیں کرتے تو میری شکر واپس کر دو۔ مولانا نے فرمایا کہ بھائی اتنی شکر لاکر دیدو اونھوں نے کہا کہ میں تو وہی شکر لونگا۔ مولانا نے فرمایا کہ بھائی وہ تو صرف میں آگئی عرض کیا کہ تو مجھے بیعت کر لیجئے یا شکر میری وہی واپس کیجئے۔ آخر حضرت مولانا نے مجبور ہو کر بیعت فرمالیا۔

(۲۶۳) فرمایا کہ ایک صاحب یہاں بغرض تعلیم و تلقین آئے میں نے اُن سے دریافت کیا کہ بیوی کا کیا انتظام کر کے آئے ہو جواب دیا کہ اپنے میکہ میں موجود ہیں آخر کار اور حال کُھلتے کُھلتے معلوم ہوا کہ آپسمیں نااتفاقی ہے اور بیوی طلاق کی خواستگار ہے میں نے کہا کہ پھر اوسکو کیوں مقید کر رکھا ہے اسکا فیصلہ کرنا ضروری ہے آپ جائیے اور معاملہ صاف کر کے آئیے یا تو وہ آپکے پاس رہنا قبول کرے ورنہ اوسکو طلاق دیجئے چنانچہ وہ گئے اور طلاق دیکر آئے پھر وہ کہتے تھے کہ جیسی یکسوئی سے میں نے اب کام کیا ہے ویسا پہلے ہرگز نہوتا۔ پھر فرمایا کہ مقصود تو شریعت ہی شریعت نہوئی تو طریقت کیا چیز ہے۔ حقوق العباد بڑی سخت چیز ہیں حقوق اللہ سے بھی۔ پھر فرمایا کہ خدا تعالیٰ کے بندے تو آلہ ہیں کہ جو اونھیں ایسی ایسی باتیں سوجھا کر کام کرا لیتے ہیں اصل کمال تو آلہ کا ہے آلہ کا کیا کمال ہے۔

(۲۶۴) فرمایا کہ اگرچہ شیطان جن ہے اور انسان کو بہت کچھ نقصان پُہنچا سکتا ہو مگر چونکہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت ہے اِس لئے وہ کچھ نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتے حفاظت کیلئے مقرر فرمادیئے ہیں ورنہ اگر حفاظت نہوتی تو شیطان ایک پتّھر اوٹھا کر مارتا اور کام تمام ہو جاتا۔

(۲۶۵) فرمایا کہ ایک صاحب سے کسی نے پوچھا کہ آپکا کوئی شیخ نہیں ہے اگر کوئی دشواری پیش آئی تو کسطرح حل ہوگی اونھوں نے جواب دیا کہ مجھے کوئی دشواری ہی پیش نہیں آتی پھر حضرت والا نے فرمایا کہ جو کوئی راستہ قطع کریگا تو اوسکو راستہ میں گھاٹی بھی ملیگی جنگل بھی پڑینگے اور جو راستہ ہی نہیں چلتا بلکہ چوکھٹ دروازہ کی پکڑے کھڑا ہے اوسکو کچھ بھی پیش نہ آویگا نہ گھاٹی نہ جھاڑی

(۲۶۶) فرمایا کہ نسبت باطن تو وہی ہے جسمیں اوس طرف سے بھی کچھ رضامندی ہو ورنہ اگر یہی اپنے دلمیں سمجھتے رہے اپنے آپکو مقبول تو اِس سے کیا ہوتا ہے جیسے کہ ایک طالبعلم سے کسی نے دریافت کیا کہ آجکل کس فکر میں ہو اونھوں نے جواب دیا کہ آجکل یہاں کی شہزادی سے شادی کرنیکی فکر میں ہوں پھر سائل نے پوچھا کہ کیا دیر ہے طالب علم صاحب نے جواب دیا کہ بس اِتنی دیر ہے کہ میں تو راضی ہوگیا ہوں مگر وہ راضی نہیں ہے اوسکے راضی ہونے کی دیر ہے وہ راضی ہوجاوے تو بس کام بن گیا۔

(۲۶۷) فرمایا کہ تجربہ کاروں نے منع کیا ہے کہ زیادہ قریب کے رشتہ کے علاقوں میں شادی نکرے کیونکہ اولاد ضعیف ہوتی ہے۔

(۲۶۸) فرمایا کہ سہسرام کے ایک مولوی صاحب نے وعظ میں جو کہ قوم کے جولاہہ تھے ایک مسئلہ بیان کیا۔ ایک وکیل صاحب نے مولوی صاحب سے کہا کہ فلاں مولوی صاحب تو اِس مسئلہ کو اِسطرح بیان فرماتے تھے واعظ مولوی صاحب نے جواب دیا کہ اُن مولوی صاحب کو دینیات نہیں آتی اِس لئے اونکا قول معتبر نہیں وکیل صاحب نے کہا کہ کسی جولاہہ سے سُن لیا ہوگا کہ اونھیں دینیات نہیں آتی یہ کہکر پھر وکیل صاحب نے مولوی صاحب سے نہایت عاجزی سے کہا کہ واللہ مولانا یاد نہیں رہا معاف کیجئے۔

(۲۶۹) فرمایا کہ ایک شخص مُرید ہونے کے لئے آئے میں نے اِنکار کردیا کیونکہ دِل نے قبول نہیں کیا اُس شخص کے دوسرے ساتھی نے بعد میں کہا کہ اِس شخص نے پہلے ہی راستہ میں یہ کہا تھا کہ اگر مجھے مُرید نکرینگے تو میں فلاں جگہ جاکر مُرید ہوجاؤنگا۔

(۲۷۰) فرمایا کہ حضرت حافظ ضامن صاحبؒ اور حضرت حاجی صاحبؒ دونوں میں وعدہ تھا کہ دونوں ایک ہی جگہ مُرید ہونگے اتفاق سے حضرت حاجی صاحبؒ کو یاد نہ رہا اور وہ حضرت میانجی صاحبؒ سے بیعت ہوگئے جب حافظ صاحب کو معلوم ہوا تو اونھوں نے حاجیصاحب سے شکایت کی حاجی صاحب نے فرمایا کہ بھائی مجھے خیال نہیں رہا پھر حافظ صاحب حاجی صاحب کے ہمراہ حضرت میانجی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت کے لئے عرض کیا۔ حضرت میانجی صاحب نے انکار کردیا۔ حافظ صاحب خاموش ہوگئے مگر تیسرے چوتھے دِن وہیں کھڑے رہتے تھے مگر بیعت

کر لینے پر اصرار نہیں کیا۔ آخر کار جب میانجی صاحب نے کثرت سے آمد و رفت دیکھی تو فرمایا کہ کیا اب بھی وہی خیال ہے عرض کیا کہ حضرت درخواست کو بے ادبی سمجھتا ہوں محبّت و عقیدت کافی ہے اور جگہ تو بیعت ہونگا نہیں پھر حضرت میانجی صاحب نے فرمایا کہ اچھا وضو کر لو پھر دو رکعتیں پڑھوائیں پھر حضرت والا نے فرمایا کہ ان واقعات سے میں سمجھتا ہوں کہ بیعت کو آجکل ایک رسم سمجھتے ہیں۔ حقیقت بیعت کی نہیں سمجھتے۔ بیعت میں کمی کرنے سے حقیقت سمجھ میں آوے۔ کسی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت اور جگہ تو کوئی انکار نہیں کرتا اگر ایک جگہ ایسا عملدر آمد ہو بھی تو کوئی معتد بہ فائدہ نہیں ہو سکتا فرمایا کہ کان میں یہ باتیں پڑ تو جاویں۔ بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ ایک کو خطاب کیا دس نے سُنا اونکو نفع ہوتا ہے۔

(۲۷۱) فرمایا کہ ایک شخص نے مجھسے کہا کہ میرا ارادہ تم سے بیعت کا تھا فلاں شخص مجھے گھیر گھار کر وہاں لیگیا میں نے تسلّی کی کہ کیا حرج ہے ایک ہی بات ہے خوب اچھی طرح اپنے مرشد کی اطاعت کرو پھر فرمایا کہ طرز سے معلوم ہوتا ہے کہ عقیدت نہیں بس جماعت میں داخل ہو گیا۔ اس لئے مناسب ہے کہ اوّل تعلیم و تلقین کیجائے پھر بیعت کا مضائقہ نہیں۔ تعلیم و تلقین اور اتباع کے بعد معلوم ہوگا کہ بیعت کیا چیز ہے پھر بیعت کی برکت نظر آوے گی۔

۲۴ ربیع الثانی ۱۳۳۵ھ بروز شنبہ

(۲۷۲) فرمایا کہ یہ تجربہ کی بات ہے کہ آدمی ذکر شغل کرکے اپنے کو مستحق حالات باطنی سمجھتا ہے چنانچہ ایک صاحب نے لکھا ہے کہ آپکے بتلائے ہوئے وظیفہ سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا اور قرآن مجید کی تلاوت کو اونھوں نے کچھ فائدہ نہیں سمجھا اس لئے میں نے اُن سے ذکر شغل چھوڑ دیا ہے تاکہ خناس تو نکلے دماغ کا۔ یہ سب مصلحت کیموافق ہے مگر ہر وقت طالب کی سمجھ میں تو مصلحتیں نہیں آتیں اگر مقلد ہوگا تو مان لیگا یہ وجہ ہے اس طریق میں تقلید کی۔

(۲۷۳) فرمایا کہ بہت سے کاموں کے جمع ہونے میں پھر تساہل ہوتا چلا جاتا ہے۔

(۲۷۴) فرمایا کہ بعض بلاد پورب میں آم کے درختوں کو پودینے اور سونف وغیرہ کے عرق سے سینچتے ہیں اس سے خوشبو آجاتی ہے پھل میں۔ صحبت بھی عجیب چیز ہے۔

(۲۷۵) حمیدیہ میں لکھا ہے کہ ایک درخت ہے اوسکا پتہ مکھی کا خون چوس لیتا ہے۔

(۲۷۶) فرمایا کہ قضا ایسی چیز ہے کہ خون کرنے والا بیچین ہو کر خود عدالت میں جا کر اقرار خون کا کر لیتا ہے بھلا پروانہ سے مرنے کو کس نے کہا ہو یہ سب قضا کا اثر ہے ؎

رزق را روزی رساں پرمے دہد   بے مگس ہرگز نماند عنکبوت

(۲۷۷) فرمایا کہ مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے جنت کی تعریف میں کیسا فصیح و بلیغ جامع اور چھوٹا سا جملہ ارشاد فرمایا کہ بہشت میں چھوٹی سی خدائی ہوگی۔ یہ خدا کی شان ہے کہ کن کہدیا اور ہو گیا۔ جنتی کی خواہش کا فوراً ہی ظہور ہو جانا اسی شان کا ظہور ہے۔ پھر فرمایا کہ گراموفون کے ایجاد سے منکرین کی گردنیں پست ہو گئیں پس اسی طرح جنت میں اگر کواڑ اور چوکھٹ بولیں تو کیا بعید ہے۔

(۲۷۸) فرمایا کہ مولانا رشید احمد صاحبؒ طب کو امور دینیہ کے لئے نہایت مضر فرماتے تھے۔ ایک راز یہ بھی ہے کہ اساتذہ کے دیندار نہونے سے فاسق ہو جانے کا قوی شبہ ہے میں نے خود بعض اطباء کے مطب میں دیکھا کہ رنڈیاں آتی تھیں۔

(۲۷۹) فرمایا کہ محمد شیر صاحب پیلی بھیت والے ان پڑھ تھے مگر سمجھدار بہت تھے انمیں دین کی سمجھ اچھی تھی۔ مجھسے کانپور اور پیلی بھیت میں ملاقات ہوئی تھی۔ اول ملاقات میں میں نے پوچھا کہ حضرت ایسا طریقہ بتلایئے جس سے خدا کی محبت پیدا ہو۔ مجھسے فرمایا کہ ہاتھ تو ملو میں نے ملے پوچھا کہ کچھ گرم بھی ہوئے میں نے کہا جی ہاں پھر فرمایا کہ بس یوں ہی رگڑتے رگڑتے اللہ کی محبت پیدا ہو جاتی ہے۔

(۲۸۰) فرمایا کہ حضرت بشر حافیؒ ان پڑھ تھے مگر حضرت امام احمد بن حنبلؒ ان کی بہت تعظیم کرتے تھے۔ کسی نے امام صاحب سے پوچھا تو فرمایا کہ ہم تو عالم بالکتاب ہیں اور وہ عالم بصاحب الکتاب ہیں۔ پھر فرمایا کہ نہ تو پہلے درویش اتنے زیادہ تر ہوتے تھے کہ ڈوب ہی جاویں اور نہ علماء بالکل خشک ہوتے تھے اب تو درویشوں میں تری اور علماء میں خشکی بہت بڑھ گئی ہے۔

(۲۸۱) فرمایا کہ بعض اہل علم نے لکھدیا ہے کہ جنت میں (نعوذ باللہ منہ) لواطت ہوگی حالانکہ یہ فعل قبیح لعینہ ہے اس لئے اسکی اجازت وہاں بھی نہیں ہو سکتی پھر فرمایا کہ جن لوگوں کی طبیعت اس جانب مائل ہے وہ دنیا میں تو بوجہ تقویٰ اس فعل سے بچے رہے مگر انھوں نے

وہیں کے لئے گنجائش نکالی۔ یہ طبیعت کا اثر ہے۔ پھر اس طبیعت کے اثر کو دخل ہونے پر ایک قصہ بیان فرمایا کہ ایک بادشاہ نے سُنا کہ دکھن کی عورتیں بدتمیز ہوتی ہیں اسکی جانچ کیلئے اس نے مختلف عورتوں کو مع ایک دکھن کی عورت کے بُلا کر محلسرائے میں رکھا جب رات آخر ہوئی تو بادشاہ نے اُن عورتوں سے پوچھا کہ بتاؤ رات کتنی ہے سب نے جواب دیا کہ صبح قریب ہے۔ بادشاہ نے سب سے سوال کیا کہ تم نے کیسے جان لیا اونمیں سے ایک نے جواب دیا کہ میری نتھ کے موتی ٹھنڈے ہیں اس سے پہچانا۔ دوسری نے کہا کہ پان کا مزا بدلا ہوا ہے۔ تیسری بولی کہ شمع کی روشنی ملکی پڑگئی ہے۔ دکھن والی بولی کہ گو آرہا ہے وہ روزانہ صبح کو پاخانہ جاتی تھی اس سے جانا کہ صبح قریب ہے پھر حضرت والا نے فرمایا کہ سب سے زیادہ صحیح دلیل یہ تھی جو دکھن والی نے بیان کی اگر تھوڑی دیر اور ہوتی تو دلیل سامنے ہی آجاتی۔

(۲۸۳) فرمایا کہ جب تھانہ بھون میں طاعون پھیلا تھا تو اُس سے پہلے میں ایک دن بیٹھا ہوا تھا کہ کچھ نیند کا سا غلبہ ہوا اور قلب میں یہ آیت آئی انا منزلون علیٰ اہل ہذہ القریۃ رجزاً جو کہ قوم لوط پر عذاب کے ذکر میں آئی ہے اسپر میں نے لوگوں کو اسطرح آگاہ کیا کہ بھائی ایک شخص کو یہ واقعہ (جو اوپر مذکور ہوا یعنی آیت کا قلب میں آنا) پیش آیا ہے اور میں جانتا ہوں کہ وہ شخص بیچارہ جھوٹ بھی نہیں بولتا ہے اس لئے میں آگاہ کرتا ہوں کہ اس زمانہ میں لواطت کا مرض لوگوں کو زیادہ ہے اس سے توبہ کرلو ورنہ اندیشہ عذاب کا ہے۔ کوئی توبہ تو کیا کرتا دو ایک شخصوں نے جو اس مرض کے تھے یہ کہا کہ ہمارے اوپر یہ لتاڑ ہے ہمیں سُنایا ہے آخر کار عذاب آہی گیا اور بہت طاعون پھیلا۔ سب سے اوّل قوم لوط نے یہ فعل ایجاد کیا اس سے پہلے کبھی نہیں ہوا۔ بغداد کے ایک شخص کہتے تھے کہ فلاں اسلامی شہر کے مدرسین اس مرض میں زیادہ مبتلا ہیں ایک مرتبہ وہاں کے بادشاہ نے ان لوگوں کو روس کے مقابلہ میں دعا کے لئے جمع کیا تو ساتھ میں لونڈے اونکی بغل میں تھے۔

(۲۸۴) ریاء الشیخ خیر من اخلاص المرید کے متعلق فرمایا کہ اس ریاء سے مراد ریاء لغوی یعنی دکھلانا بغرض اتباع کے۔ چنانچہ حضورؐ تشریع کے لئے بعض کام کیا کرتے تھے یہ صورت ریاء کی ہے دراصل ریاء نہیں چونکہ نفع متعدی نفع لازمی سے افضل ہے اس لئے اصلاح کا یہ افضل طریقہ کہ جو کام دوسروں سے کرانا چاہتے ہو اونکو خود کرنے لگو عمل لازم سے افضل ہوگا۔

(۲۸۵) فرمایا کہ اندھے بھی عاشق ہوتے ہیں حالانکہ اونکے آنکھیں نہیں پھر نہ معلوم وہ کسطرح سے بغیر دیکھے بھالے عاشق ہو جاتے ہیں۔ اسی سلسلہ میں یہ بھی کہا کہ ایک اندھے کی حکایت سُنی ہے کہ وہ سُوئی میں ڈورا کان کے پاس لاکر پرو دیتا تھا۔

(۲۸۶) فرمایا کہ ادب کی حقیقت ہے ایذا نہ پہونچانا مگر آجکل لوگ ایذا رسانی ہی کو ادب سمجھتے ہیں۔

(۲۸۷) فرمایا کہ عبداللہ چکڑالوی فرقۂ قرآنیہ کا موجد تھا اُس نے نماز میں سے سُنّتیں وغیرہ سب اوڑا دیں پھر جہال ایسی آسانی کی طرف کیوں نہ متوجہ ہوں۔

۲۵ ربیع الثانی ۱۳۳۵ھ بروز یکشنبہ

(۲۸۸) ایک غیر مقلد صاحب نے لکھا تھا کہ ذکر میں میری بیوی بھی میری برابر بیٹھکر ذکر کرتی ہیں اونکی طرف رجحان ہوتا ہے اسپر فرمایا کہ مُرید یعنی بیوی تو اللہ میاں کی طرف رجوع اور پیر صاحب مُرید کی طرف۔ پھر فرمایا کہ یہ صاحب ایسے پکّے غیر مقلد ہیں کہ اگر ان کے یہاں کوئی ایسا شخص ہوتا جو ذکر شغل کی تعلیم کرتا تو یہ اسطرف یعنی میری طرف کہ مقلد ہوں رجوع نہ ہوتے

(۲۸۹) فرمایا کہ دوسرے کے غم سے میرا دل اسقدر پگھلتا ہے کہ بس تاب نہیں ہوتی اور بھائی صاحب تو اسقدر رقیق القلب ہیں کہ اونھیں دونوں طرح سے اثر ہوتا ہے اپنے غم سے بھی اور غیر کے سے بھی۔

(۲۹۰) فرمایا کہ حکیم بوعلی سینا شیخ ابوالبرکات کی خدمت میں حاضر ہوئے بعد مُلاقات اور بات چیت کے جب حکیم چلے گئے تو شیخ سے کسی نے اونکا حال پوچھا فرمایا کہ بوعلی اخلاق ندارد رفتہ رفتہ اسکی اطلاع حکیم کو ہوئی اونھوں نے فن اخلاق میں ایک بہت موٹی کتاب تصنیف کرکے شیخ کی خدمت میں بھیجی شیخ نے ایک جواب میں تمام کتاب اوڑا دی۔ فرمایا کہ من کے گفتہ بودم کہ اخلاق نداند بلکہ من گفتہ بودم کہ اخلاق ندارد۔

۲۶ ربیع الثانی ۱۳۳۵ھ بروز دوشنبہ

(۲۹۱) فرمایا کہ مامون الرشید سے ایک شخص نے حج کے لئے خرچ مانگا۔ اونھوں نے جواب دیا کہ جب تمھارے پاس خرچ نہیں ہے تو تمھیں لوگوں سے مانگ کر حج کو جانا جائز نہیں

سائل نے کہا کہ میں آپ سے مسئلہ پوچھنے نہیں آیا۔ مسئلہ پوچھنے کے لئے بہت سے علماء موجود ہیں آپ کو بادشاہ سمجھکر آیا ہوں اگر آپ کو خرچ دینا ہے تو دیدیجئے ورنہ جانے دیجئے۔

(۲۹۲) فرمایا کہ مولانا محمد یعقوب صاحبؒ فرماتے تھے کہ کھٹمل کے معنی ہیں چار پائی کا پہلوان۔ مل کے معنی پہلوان کے ہیں اور کھٹ ہندی میں کھاٹ کا مخفف ہے جس کے معنی چار پائی کے ہیں۔

(۲۹۳) فرمایا کہ ہمیر پور کے کلکٹر کے یہاں ایک صاحب کا مقدمہ تھا وہ عطر چڑھوا کر اور اُس عطر کو کپڑوں میں لگاکر تب اجلاس میں گئے کلکٹر نے مقدمہ تو ہار کر دیا اور یہ ہدایت کی کہ آئندہ کسی انگریز کے اجلاس میں عطر لگا کر نہ جانا۔ انگریزوں کو یہ عطر پسند نہیں ہے۔

۲۷ ربیع الثانی ۱۳۳۵ھ بروز شنبہ

(۲۹۴) فرمایا کہ شاہ عبدالرحیم صاحب کے پہلے پیر کا نام بھی شاہ عبدالرحیم صاحب ہی تھا فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ میں اپنے پیر کا سر دبا رہا تھا پیر صاحب نے کہا کہ خوب اچھی طرح زور سے دباؤ میرے دلمیں خیال آیا کہ جو بہت زور سے دباؤنگا تو سر خربوزہ کی طرح پچک جاویگا (کیونکہ شاہ صاحب خوب قوی تھے) پیر صاحب نے فرمایا کہ نہیں بھائی تم خوب زور سے دباؤ خربوزہ کی طرح نہیں پچکیگا پھر فرمایا کہ وہ صاحب کشف تھے اور اُن سے خوارق بہت صادر ہوتے تھے۔ ایک لڑائی میں توپ کا منہ بند کر دیا تھا۔ رُوم کا ایک عنین آدمی جو اپنے ملک سے بغرض علاج آیا تھا آپکی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنا حال بیان کیا کہ میری بیوی بوجہ میرے مرد نہونیکے طلاق مانگتی ہے میں کچھ مدت مقرر کر کے بغرض علاج آیا ہوں اور یہ کہہ آیا ہوں کہ اگر اتنی مدت تک واپس نہ آؤں تو تجھکو تین طلاق اور اُس مدت میں اب ایک ہی یا دو تین دن رہ گئے ہیں اب وہاں کسطرح پہونچوں۔ آپ اُس شخص کو کوٹھری میں لیگئے اور آنکھیں بند کرائیں اُس نے دیکھا کہ میں اپنے مکان کے صحن میں کھڑا ہوں یہ خرق عادت قطع مسافت کی آپسے ظہور میں آئی۔

(۲۹۵) فرمایا کہ میرے ایک دوست راوی تھے ایک مغربی شخص نے ایک رئیس سے ۱۵۰ روپیہ قرض مانگے رئیس نے کہا کہ ایک صاحب میرے دوست ہیں اونکا ایک دشمن لندن میں ہے اگر تم اوسکو کسی ترکیب سے مار دو تو میں تمھیں اُن سے ۱۵۰ روپیہ دلوا دونگا۔ اُس شخص نے

وعدہ کرلیا چنانچہ صاحب کے پاس گئے اُس شخص نے ایک آئینہ منگوایا اور صاحب سے اوس آئینہ میں دیکھنے کیواسطے کہا چنانچہ دیکھا تو اوسمیں لندن نظر آیا اور وہ دشمن بازار میں جارہا تھا اُس شخص نے صاحب سے کہا کہ آپ نشانہ درست کرکے تپنچہ کا فیر کیجیے چنانچہ فیر کیا گولی غائب ہوگئی وہ صاحب برابر آئینہ میں دیکھتے رہے کہ وہ شخص گولی کھاکر گرا پھر اونھوں نے احتیاطاً لندن سے بذریعہ تار اپنے کسی دوست سے خبر منگائی کہ فلاں شخص کا کیا حال ہے وہاں سے خبر آئی کہ وہ فلاں تاریخ اسطرح ہلاک ہوا کہ دفعتاً گولی آکر لگی اور پتہ نہ چلا کہ کس نے گولی چلائی پولیس تحقیقات میں مصروف ہے قاتل کا ہنوز پتہ نہیں چلا۔ جب صاحب کو اپنے دشمن کی ہلاکی کا یقین ہوگیا تو اونھوں نے معاہدہ سے کچھ روپیہ زیادہ پیش کیے تو اُس مغربی نے صرف ۱۰۵ روپیہ لیکر باقی زائد واپس کردیے۔

(۲۹۶) فرمایا کہ ماموں امداد علی صاحب نقل فرماتے تھے کہ اونکے مرشد مرزا صاحب سے کسی نے کہا کہ سُنا ہے کہ پاؤں پہ پاؤں رکھکر لیٹنا منحوس ہے اونھوں نے جواب میں فرمایا کہ ہاں بھائی ضرور منحوس ہے کیونکہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بھی اسطرح لیٹے ہیں اور اسی پر کیا ہے جتنے کام بھی سُنت ہیں سب کے کرنے سے نیستی آتی ہے یعنی اتباع سُنت سے غریبی آتی ہے جسکو تم نحوست اور نیستی سمجھتے ہو چنانچہ حدیث میں ایک مدعی محبت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اعد للفقر تجفافاً الحدیث مگر اُس غریبی میں اطمینان قلب بادشاہوں سے زیادہ ہوتا ہے صرف ظاہر میں غریبی ہوتی ہے۔

(۲۹۷) فرمایا کہ حضرت حاجی صاحبؒ کی خدمت میں میں نے ایک نسخہ کتاب اکسیر کا بھیجا اور یہ شعر لکھا ؎

سوئے دریا تحفہ آوردم صدف گر قبول اُفتد زہے عزّ و شرف

۲۸ ربیع الثانی ۱۳۳۵ھ بروز چہار شنبہ

(۲۹۸) ایک نو وارد صاحب نے حضرت والا کے پیر پکڑنے چاہے مزاحاً فرمایا کہ پاؤں پکڑنے کی رسم پہلوانوں کی ہے کہ وہ پاؤں پکڑکر دوسرے کو گراتے ہیں اس لئے بھی من تشبہ بقوم فھو منھم میں داخل ہونے کے باعث یہ قابل ترک ہے۔

۲۹ ربیع الثانی ۱۳۳۵ھ بروز پنجشنبہ

(۲۹۹) غض بصر کے متعلق فرمایا کہ اسکا یہی علاج ہے کہ بس بیچ میں سے قطع کردے۔ بعض لوگ اس خیال سے کہ جب دیکھکر جی بھر جاویگا تو نظر خود ہٹ جاویگی اپنی نظر کو نہیں بچاتے یہ اونکا خیال غلط ہے۔ یہ نظر بڑی سخت چیز ہے اسی سے سب کچھ ہو جاتا ہے ؎

درونِ سینۂ من زخم بے نشاں زدۂ بحیرتم کہ عجب تیر بے کماں زدۂ

(۳۰۰) فرمایا کہ رنجیت سنگھ کے ہاتھ کھڑے ہونے سے گھٹنوں کو لگتے تھے ایسا شخص قواعد قیافہ سے شجاع ہوتا ہے چنانچہ رنجیت سنگھ میں بھی شجاعت کا مادہ تھا۔

(۳۰۱) فرمایا کہ مولانا شاہ فضل الرحمٰن صاحبؒ بہت بھولے تھے۔ ایک مرتبہ فرمانے لگے کہ جب ہم جنت میں جاوینگے اور حوریں ہمارے پاس آوینگی تو ہم تو صاف کہدینگے کہ بی اگر قرآن پڑھو تو بیٹھ جاؤ ورنہ جاؤ پھر شاہ صاحب نے فرمایا کہ جو نماز میں مزہ ہے وہ نہ کوثر میں ہے نہ اور کسی چیز میں ہے۔ جب نماز میں سجدہ کرتا ہوں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ میاں نے پیار کر لیا۔ پھر فرمایا کہ جب شاہ صاحب شیر خوار تھے تو اپنی والدہ کو ایسی جگہ جہاں ڈھولک وغیرہ بجتی ہو نہیں بیٹھنے دیتے تھے اور خوب رونا پیٹنا مچاتے تھے اور اونکو اوٹھا کر چھوڑتے تھے۔ ایک مرتبہ حیدر آباد کے وزیر حاضر خدمت ہوئے فرمایا کہ نکالو۔ لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت وزیر ہیں فرمایا کہ ارے میں کیا کروں وزیر ہیں تو کیا میری تنخواہ مقرر ہے انکے یہاں سے پھر ۲ بجے رات تک ٹھیرنے کی اجازت دی۔ وزیر نے برا نہیں مانا بلکہ لوگوں نے کہا کہ صاحب ٹھیر جایئے جواب دیا کہ بزرگوں کی حکم عدولی کرنی مناسب نہیں اور چلے گئے۔ ایکمرتبہ لوگوں نے کہا کہ حضرت آنے والوں کے ساتھ ذرا تو اخلاق سے پیش آیا کیجئے فرمایا کہ ایک ایک آدمی کیساتھ سو سو شیطان ہوتے ہیں میں اسوجہ سے اونکو نکالتا ہوں۔ پھر حضرت والا صاحب ملفوظ نے فرمایا کہ مولانا کا کشف بڑھا ہوا تھا۔ ایک مرتبہ فرمایا کہ اللہ کا ترجمہ ہندی میں بتاؤ پھر خود ہی فرمایا کہ اللہ کا ہندی ترجمہ "من موہن" ہے یہ کہکر چیخ ماری۔

(۳۰۲) فرمایا کہ شاہ عبدالرزاق صاحب جھنجانوی رحؒ کے صاحبزادے کو کیمیا کا شوق تھا۔ ایک مرتبہ شاہ صاحب استنجا فرما رہے تھے اور یہ صاحبزادے کچھ دوائیں کیمیا کی لئے ہوئے

کوڑے تھے بعد فراغ ڈھیلا پتھر پر مارا وہ پتھر سونے کا ہوگیا۔ ایک سُنار اوسمیں سے کچھ کاٹ کر لیگیا۔ پھر شاہ صاحب نے فرمایا کہ بھائی اگر کوئی اسکو اوٹھا کرلے گیا تو نمازیوں کو تکلیف ہوجاوے گی پھر دعا کی وہ پتھر ہوگیا۔ کسی نے آپکو پارس کی پتھری لاکر دی آپنے طاق میں رکھوادی۔ اون صاحب نے اِس خیال سے لاکردی تھی کہ شاہ صاحب کے یہاں اکثر فقر و فاقہ رہتا ہے اِس سے وہ رفع ہوجاویگا۔ جب کچھ عرصہ بعد پھر وہ صاحب حاضر خدمت ہوئے تو معلوم ہوا کہ فقر و فاقہ کی وہی کیفیت ہے شاہ صاحب سے دریافت کیا کہ حضرت وہ پارس کی پتھری کہاں ہے فرمایا کہ دیکھ لو وہیں طاق میں رکھی ہوگی دیکھا تو وہاں تو بہت سی پتھریاں ویسی ہی رکھی ہوئی تھیں یہ دلمیں شرمندہ ہوئے پھر شاہ صاحب نے فرمایا کہ بھائی ہمارا فقر و فاقہ اختیاری ہے اضطراری نہیں ہے۔ پھر حضرت والا صاحب ملفوظ نے مندرجہ ذیل اشعار زبان مبارک سے فرمائے ؎

خوردن تو مرغ مسمّا و مے	خوردن ما نانک جوین ما
پوشش تو اطلس و دیبا حریر	بخیہ زدہ خرقۂ پشمین ما
نیک ہمین ست کہ مے بگذرد	راحت تو محنت دوشین ما
باش کہ تا طبل قیامت زنند	آن تو نیک آید و یا این ما

پھر حضرت والا نے فرمایا کہ جس کی آنکھ کھل جاوے تو یہ باتیں کچھ مشکل نہیں آنکھ کھلنے میں کوشش کرے ہمت کی بات تو یہ ہے باقی جب آنکھ بنگئی تو پھر کیا مشکل ہے۔

۲۰ ربیع الثانی ۱۳۳۵ھ بروز جمعہ

(۳۰۳) ایک صاحب جنھوں نے کہ حضرت والا کی خدمت میں کوئی تحریر نامناسب اور سخت تکلیف دہ بھیجی تھی عرصہ طویل بلکہ اطول کے بعد حاضر خدمت ہوئے اور اپنے سر پر سے ڈوپٹہ اوتار کر رکھدیا اور ایک ڈنڈا رکھدیا کہ حضرت کو اختیار ہے جتنا چاہیں مجھے اِس سے پیٹیں حضرت والا نے فرمایا کہ آپ جائیے مجھے صورت نہ دکھایئے یہ سب مکاری ہے ورنہ اگر محبت ہوتی تو ابتک کیسے چین آتا پھر فرمایا کہ کم فہم سے تو نباہ ہوجاتا ہے مگر کج فہم سے نباہ نہیں ہوتا میری رائے میں یہ کج فہم ہیں یا اِن کے نزدیک میں کج فہم ہوں۔ بس میرا اِنکا نباہ نہیں ہوگا اور میرا یہ کہنا کہ تم مجھے صورت نہ دکھاؤ سُنت کے خلاف نہیں ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت وحشی رضؓ سے فرما دیا تھا کہ عمر بھر کبھی سامنے نہ آنا۔ پھر فرمایا کہ مجھے اپنا حشم خدم اور ہجوم بڑھانا منظور نہیں ہے۔ اگر خدا راضی ہے تو سب کچھ ہے ورنہ کوئی کچھ کام نہیں آسکتا انھوں نے جو کچھ لکھا تھا وہ بطور اظہار رائے کے نہ تھا بلکہ طعن آمیز کلمات تھو۔ اپنی اس حرکت سے اپنر خجالت طاری نہیں ہوئی ورنہ یہ وہ طریقے اختیار کرتے کہ جس سے خجلت ظاہر ہوتی میں نے انھیں کیا تکلیف پہونچائی کہ جو انھوں نے مجھے تکلیف دی کہتے ہیں کہ میں مولانا رشید احمد صاحب اور مولانا محمد قاسم صاحب کا نازپروردہ ہوں بس تو جو تمھارے ناز اوٹھاوے وہاں جاؤ میں نے کسی کے بلانے کا اشتہار تو نہیں دیا اور وہ حضرات تو کسی نواب کی بھی پرواہ نکرتے تھے ان کے تو کیا ناز اوٹھاتے پھر فرمایا کہ جب میں براہی ہوں تو پھر میرے پاس کیوں آتے ہیں۔ کانا بھاوے بھی ناکانے بنا چین بھی نہ آوے۔ دل ملنے کی بات ہے جس سے ملجاوے۔ میرے جو دل میں ہوتا ہے وہی زبان پر آتا ہے۔ ایک صاحب کی نسبت فرمایا کہ میں اونسے سلام و بات چیت کرتا ہوں مگر یہ میں نے اونسے کہدیا ہے کہ کسی قسم کا خصوصیت کا برتاؤ جیسا کہ آپکا خیال ہے میری طرف سے نہیں ہوگا میرے دل میں کینہ نہیں ہے ؎

کفرست در طریقت ما کینہ داشتن　　　آئین ماست سینہ چو آئینہ داشتن

ایک مرتبہ میں نے ایک بہت ہی قوی علاقہ دار سے کہدیا تھا کہ جبتک تمھارے یہ خیالات نہ بدلینگے میں تم سے بالکل ملنا نہیں چاہتا اگر مجھے خدا نخواستہ حضرت حاجی صاحب سے سوء اعتقاد ہو جاوے تو میں علی الاعلان بیعت توڑدوں خدا کے واسطے تعلق ہے نہ کہ دنیا کیلئے وہ شخص بڑا مکار اور دغاباز ہے جو دنیا کے لئے تعلق رکھے اگر کوئی مجھسے تعلق چھوڑدے تو مجھے بڑی خوشی ہوتی ہے اور جگہ تو یہ بناء ہے رنج کی اور میرے نزدیک یہ خوشی کی بناء ہے حضرت حاجی صاحبؒ کی جوتیوں کے طفیل سے یہ مذاق ہے پھر فرمایا کہ اگر کسی کو تڑپ کی محبت ہو تو اوسکو طریقے بھی راضی کرنے کے سوجھ جاتے ہیں چنانچہ ایک بزرگ اپنے مرید سے ناراض ہوئے بہت طریقے اس بیچارے نے راضی کرنے کے اختیار کئے مگر وہ راضی نہوئے۔ اوسے معلوم ہوا کہ پیر کو بندروں کے تماشہ سے شوق ہے بس یہ سنکر قلندروں میں گیا اور بندر نچانے کا کام سیکھا پھر سیکھکر معہ بندروں کے

اُن بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عجیب و غریب تماشے کئے وہ بزرگ اُن تماشوں سے بہت خوش ہوئے جب خوش پایا تو انعام کا وعدہ لے لیا جب وعدہ کر لیا اوسوقت ظاہر کیا کہ میں حضور کا فلاں خادم ہوں حضور کے راضی کرنے کے لئے یہ سب بھیس بھرا ہے میری خطا معاف کر دیجئے۔ چنانچہ خوش ہو کر اونھوں نے خطا معاف کر دی۔ پھر حضرت والا نے فرمایا کہ دو شخصوں سے میرا دل نہیں مِلتا متکبر سے اور چالاک سے۔ ایک شخص مجھسے بیعت تھے اُن سے میں نے علاقہ قطع کیا اونکی ایک بات سے میں خوش ہوا کہ اونھوں نے یہ کہا کہ جی مجھے بھی آجتک تم سے اُنس نہیں ہوا میں اونکی بات سُنکر خوش ہوا مگر اونھوں نے جلد ہی اِس خوشی کو بدل دیا وہ یہ سمجھے کہ یہ دلمیں خوش نہیں ہیں صرف ظاہر میں خوشی کا اظہار کر رہے ہیں مجھسے کہنے لگے کہ اگر میں اور جگہ بیعت ہو جاؤں تو میرے لئے بددعا تو نکرینگے میں نے کہا کہ مجھے تم نے منافق اور فاسق سمجھا جو میرے اوپر یہ احتمال کیا پھر میں اونکے ساتھ سختی سے پیش آیا اور میں نے کہا کہ مولانا آپکے علم کا خیال ہے ورنہ اِتنے لگواتا کہ بال نہ رہتا آپ یہاں سے اوٹھ جائیے جب وہ نہ اوٹھے تو میں نے نِکلوا دیا۔ میں بیعت کے حقوق کا خلاصہ یہ سمجھتا ہوں کہ وہ انقیاد محض ہے بس آدمی اپنے آپ کو مقید سمجھے ہر طرح سے۔ میں نہ اپنی خدمت چاہوں نہ اور کچھ۔ پھر غلبۂ مذاق اطاعت کے متعلق ایک حکایت بیان فرمائی کہ ماموں صاحب حیدر آباد میں ایک مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے کہ اونکے پیر مرزا صاحب رحمۃ اللہ نے آواز دی اونھوں نے فوراً نماز میں سے ہی جواب دیا کہ جی۔ اِسپر مرزا صاحب نے فرمایا کہ کیا کر رہے ہو عرض کیا کہ نماز پڑھ رہا ہوں اونھوں نے فرمایا کہ نماز میں بولتے ہو عرض کیا کہ جی۔ فرمایا نماز جاتی رہی اِدہر آؤ وہ آئے پوچھا کہ یہ کیا واہیات بات ہے عرض کیا کہ حضرت حدیث شریف میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابی بن کعبؓ کو حالت نماز میں پکارا تھا اونھوں نے جواب نہیں دیا تھا تو حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ تم بولے کیوں نہیں تھے حالانکہ قرآن مجید میں اللہ پاک نے فرمایا ہے استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم اور شراح نے لکھا ہے کہ حضور ﷺ کے پکارنے پر جواب دینے سے نماز نہیں ٹوٹتی یہ ہمارے لئے جائز نہیں رسول اللہ ﷺ کے لئے یہ خاص حکم تھا ماموں صاحب نے عرض کیا کہ بہت اچھا اب تک یہ سمجھا تھا اس پر عمل کیا اب جو آپ فرماتے ہیں اِسپر عمل ہوگا اھ پھر کہا کہ میرا یہ مطلب نہیں کہ نماز میں بولا کرو

مطلب یہ بتلانا ہے کہ دیکھو غلبۂ محبت کے مذاق سے یہ آثار پیدا ہوتے ہیں۔

(۳۰۴) فرمایا کہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے جلسہ دستار بندی میں یہ مضمون فرمایا کہ اکثر لوگوں کو اس مدرسہ کی حالت دیکھکر یہ خیال ہوگا کہ یہاں علوم معاش کا کچھ انتظام نہیں۔ اسکا جواب یہ ہے کہ یہ مدرسہ اس لئے ہے ہی نہیں نہ ہم نے دعویٰ کیا کہ اسمیں تمام علوم کی تعلیم ہوگی یہ تو صرف اونکے لئے ہے جنکو فکر آخرت نے دیوانہ بنایا ہے۔

(۳۰۵) فرمایا کہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کی نسبت حضرت مولانا محمد قاسم صاحب کا مقولہ سنا ہے کہ ہر شخص کے اندر کچھ نہ کچھ روگ باطنی ہوتا ہے جو مجاہدہ سے رفع ہوتا ہے مگر مولانا محمد یعقوب صاحب میں کوئی روگ باطنی نہیں ہے۔ پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ مولانا محمد قاسم صاحب مولوی یٰسین سے کہنے لگے عام مجمع میں جہاں اونکے مرید اور شاگرد بھی موجود تھے کہ مجھ میں ذراسی کسر رہ گئی ہے اور تمھارے پیر یعنی مولانا رشید احمد صاحب اوسے پورا کرسکتے ہیں مگر وہ پتہ ہی نہیں دیتے تحمل کرتے ہیں۔

(۳۰۶) فرمایا کہ ایک مرتبہ میں نے مولانا گنگوہیؒ کی خدمت میں اپنے کچھ حالات لکھے مولانا نے جواب میں تحریر فرمایا کہ بھائی ہمیں تو ابتک بھی یہ حالات نصیب نہیں ہوئے کیا ٹھکانا ہے تواضع کا۔ پھر فرمایا کہ مولانا گنگوہیؒ نے ایک جگہ قسم کھائی ہے کہ مجھ میں کوئی کمال نہیں ہے بعض مخلص لوگوں کو اس سے شک ہوگیا کہ مولانا میں کمال کا ہونا تو ظاہر ہے تو اس قول سے مولانا کا جھوٹ بولنا لازم آتا ہے پھر ہمارے حضرت نے مولانا کے قول کی تفسیر میں فرمایا کہ بزرگوں کو آئندہ کمالات کی طلب میں موجودہ کمالات پر نظر نہیں ہوتی پس مولانا اپنے کمالات موجودہ کو کمالات آئندہ کے سامنے نفی خیال فرماتے تھے اسکی ایسی مثال ہے کہ کسی شخص کے پاس ایک ہزار روپیہ ہیں وہ لکھ پتیوں کے سامنے مالدار نہیں البتہ دوسرے شخصوں کو مولانا کی نسبت یہ گمان کہ وہ خالی از کمالات تھے نہیں کرنا چاہیئے۔

(۳۰۷) فرمایا کہ تھانہ (یعنی تھانہ بھون) پہلے زمانہ میں مثل اپنے نام کے تھا کہ یہاں کے کمالات کی تھا (یعنی انتہا) نہ تھی۔ یہاں پر عبدالرحمن ایک چابک سوار تھے وہ نئے گھوڑی کو ہاتھ پھیر کر سیدھا کر دیتے تھے جب وہ گھوڑے سے لپٹنے کو کہدیتے تھے تو وہ پڑا رہتا تھا اور

جب تک اُٹھنے کو نہ کہتے اُٹھتا نہ تھا۔ مظفر نگر میں ایک بنئے نے اپنا گھوڑا پھلانے کو دیا جب وہ درست ہوگیا تو جسقدر روپیہ طے ہوا تھا اُس نے اُس سے کچھ کم دیا اور باوجود کہنے کے بھی اُس نے اُس کمی کو پورا نہ کیا تب انھوں نے اُس بنئے سے کہا کہ اسکے اندر ایک کمی رہ گئی ہے لاؤ وہ بھی سکھلا دوں اُس نے کہا بہت اچھا بس اوسکے گھوڑے کو یہ سکھلا دیا کہ سوار کو لیکر فوراً قصاب کی دوکان پر پہنچ جایا کرے چنانچہ وہ بنیا جب گھوڑے پر سوار ہوتا وہ گھوڑا اوسے فوراً قصاب کی دوکان پر لیجا کر کھڑا کردیتا بیچارہ بہت سخت پریشان ہوا اور مجبور ہوکر اونکو روپئے پورے دیئے تب انھوں نے اُس سے قصاب کی دوکان پر لیجا کر کھڑا کردینے کی عادت چھڑائی۔ ایک گھوڑے کو انھوں نے یہ سکھلا دیا تھا کہ جب اوسپر کوئی سوار ہوتا بس وہ پیچھے کو ہٹتا چلا جاتا تھا یہ اونمیں عجیب کمال تھا کہ جو کمال چاہیں پیدا کردیں اور جو عیب چاہیں پیدا کردیں۔

(۳۰۸) فرمایا کہ لکھنوتی میں شیعہ لوگوں نے جب حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے تبرّے نکالے تو سید محمد کے دادا قاضی امانت علی تلوار لیکر اپنے دروازہ کے سامنے بیٹھ گئے تھے کہ اگر ادہر کو نکلینگے تو فوراً اس سے مقابلہ کرونگا آخر کار مقدمہ سرکار میں پہونچا وہاں کے کلکٹر نے فیصلہ قاضی صاحب کے موافق دیا اُس فیصلہ میں لکھا تھا کہ انکے مذہب میں تقیہ ہی ہے۔ اسی طرح فتحپور کے کلکٹر نے اپنے فیصلہ میں لکھا تھا کہ تبرّا کہنے والوں کو اگر عبادت ہی تو آخرت میں اجر ملیگا مگر دنیا میں تو فلاں دفعہ ضرور ہی بھگتنا پڑیگی۔

(۳۰۹) فرمایا کہ پرانے لوگوں میں تہذیب کا بہت خیال تھا۔ الور میں ایک دوست ایکمرتبہ میرے پاس مٹھائی لائے وہ سب میں تقسیم ہوئی ایک صاحب ہنود میں سے جو کہ تھانہ بھون ہی کے رہنے والے ہیں بیٹھے ہوئے تھے اُنھوں نے کہا کہ مجھے نہ دی میں نے کہا معاف کیجئے میں یہ سمجھا تھا کہ آپ مسلمان کے ہاتھ کی نہ لینگے اُنھوں نے کہا جی سب ہاتھ برابر تھوڑا ہی ہیں۔

یکم جمادی الاولیٰ ۱۳۳۵ھ بروز شنبہ

(۳۱۰) فرمایا کہ شیخ احمد عبد الحق ردولوی رح کے بڑے بھائی دہلی رہتے تھے وہاں کے شہزادے اونکے بہت معتقد تھے شیخ نے اپنے اُن بھائی سے جب صرف و نحو ابتدائے عمر میں شروع کی تو اس مثال پر کہ ضرب زید عمرا فرمایا کہ کیوں مارا اُس نے کیا خطا کی تھی انھوں نے کہا کہ یہ مثال فرضی ہے

مارا دالا کچھ نہیں کہنے لگے کہ خیر یہ جھوٹ ہی میں ایسی کتاب نہیں پڑھتا جس میں شروع ہی سے ظلم اور جھ
کی تعلیم ہو یہ آپکی بچپن کی کیفیت تھی انکے بھائی نے شہزادہ سے کہا اونھوں نے فرمایا کہ وہ صا
حال ہیں وہ پڑھینگے نہیں اونھیں مت ستاؤ۔ بھولے اسقدر تھے کہ آپکے بھائیوں نے زدو
میں آپکی نسبت کی اوّل تو آپنے بھائی بھاوج سے منع فرمایا اور کہا کہ مجھے اس جھگڑے سے چھڑاؤ
وہ نہ مانے تو آخر کار خود ایک دن سسرال گئے اور دروازہ میں جاکر کہہ دیا کہ میں نامرد ہوں تمھا
لڑکی کی عمر ضائع ہوگی چنانچہ آپکے اس عمل سے اوسوقت شادی موقوف ہوگئی پھر ایک زمانہ
آپنے شادی کی اولاد بھی ہوئی مگر اولاد زندہ نہ رہتی تھی جو بچہ پیدا ہوتا تھا وہ تین مرتبہ حق حق
کہکر مرجاتا تھا ایک مرتبہ آپکی بی بی اس رنج کی وجہ سے کہ اولاد نہیں جیتی آپکے سامنے روئیں
آپنے فرمایا کہ اچھا اب جو بچہ پیدا ہوگا وہ زندہ رہیگا چنانچہ پھر جو بچہ پیدا ہوا اُس نے حق حق
نہیں کہا اور وہ زندہ رہا۔

(۳۱۱) فرمایا کہ حضرت نظام الدین اولیاء رح کو ایک ہیزم کش ملے تھے وہ مسجد میں آ
تو حضرت نے اونکو وضو کرنے کیلئے فرمایا وہ بولے کہ وہ بھی مسلمان ہے جو ہر وقت وضو سے نہ ر

(۳۱۲) فرمایا کہ حضرت جنید بغدادی رح نے ایک شخص کو جو کہ اچھا ہٹا کٹا تھا مسجد میں
سوال کرتے دیکھا دلمیں انکار کیا اُس شخص نے یہ آیت پڑھی اجتنبوا کثیرًا من الظن ان بعض الظ
اثم - اسکو سنکر حضرت جنید بغدادی رح نے دلمیں توبہ کی اُس شخص نے فوراً یہ پڑھ دیا وھو الذی
یقبل التوبۃ عن عبادہ

(۳۱۳) فرمایا کہ ایک بزرگ کے ایک مرید نے ایام عرس میں حضرت سلطان نظام الدین اولیاء
کے مزار پر جانے کی اجازت چاہی اُن بزرگ نے فرمایا کہ سماع میں شریک ہونا اور مزار پر یہ پڑھنا
اور اسطرح متوجہ ہونا چنانچہ وہ مرید گئے اور ایسا ہی کیا متوجہ ہونیکی حالت میں حضرت نظام الدین
اولیاء رح کے مزار سے یہ آواز سُنی - ایں بدبختان دماغ مارا پریشان می کنند۔

(۳۱۴) فرمایا کہ ایک وکیل کہتے تھے کہ مجھکو ایک بڑھیا اپنے گھر لیگئی اور وہاں مجھکو خوب حلوا
کھلایا اُنھوں نے اسکا سبب دریافت کیا کہنے لگی کہ میرا ایک لڑکا پردیس میں گیا ہے اوسکی بھی ایسی
ہی شکل ہے چونکہ تم میرے بیٹے کی ہمشکل ہو اسلئے میرا دل چاہا - اسی طرح جو شخص رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کی ہر شکل اتباع سنت کرکے بنجاویگا اللہ تعالیٰ اسی طرح اُس سے محبت کرینگے۔

(۳۱۵) فرمایا کہ کانپور میں ایک شخص بازار میں آیا اور اُس نے بزاز سے ایک گز لٹھا مانگا۔ جب بزاز نے لٹھا پھاڑا تو وہ شخص اُس لٹھے کے پھٹنے کی آواز سُنکر بہت خوش ہوا اور کہنے لگا کہ اہا کیسی اچھی آواز ہے اور بزاز سے کہا کہ ایک گز اور پھاڑو پھر اوسکی آواز سُنکر وہی حالت ہوئی غرض کہ اُس نے اسی طرح کئی گز لٹھا لیا اور اوسکے پھٹنے کی آواز سُنکر بہت خوش ہوتا تھا۔

۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۵ھ بروز یکشنبہ

(۳۱۶) ایک مولوی صاحب نے جو کہ مدرسہ امداد العلوم میں مدرس ہیں طلبا پر سبق کے یاد نکرنے کے جرم میں بلا اجازت و مشورہ حضرت والا کے کچھ جرمانہ کیا۔ جب حضرت والا کو اطلاع ہوئی تو مولوی صاحب کو بُلا کر فرمایا کہ آپنے طلباء پر جرمانہ کیا ہے اونھوں نے اقرار کیا پوچھا گیا کہ یہ جائز کہاں ہے اونھوں نے یہ کہا کہ مالکوں ہی کو بعنوان انعام دیدیا جاویگا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ کسی کے مال کا حبس کرنا بلا رضامندی کب جائز ہے تیسرے یہ جرمانہ تو بچوں پر نہوا اونکے ماں باپ پر ہوا کیونکہ مال اُن ہی کا ہے۔ مدرسہ کے انتظامات بلا میری رضامندی کے کئے جاتے ہیں۔ آپکا کام سکھانے اور سمجھانے کا ہے نہ یاد کریں بلا سے مت یاد کرو۔ آپنے شریعت کی مخالفت کیوں کی۔ اور میری بلا اجازت یہ کام کیوں کیا گیا۔ آپکی سپرد جو کام ہے اوسکو کئے جایئے اور جو کوئی نیا کام کرو مولوی احمد حسن صاحب سے پوچھکر کرو خود رائی کا یہ نتیجہ ہے۔ آسان بات یہ ہے کہ بلا پوچھے کام نکرو علاوہ اسکے اِس مدرسہ کے متعلق میرے دل میں یہ بات جمی ہوئی ہے کہ طالبین خدا کے ہو جائیں عالم اصطلاحی بنانا منظور نہیں ہے امتحان کے اچھے بُرے ہونے پر مجھے کچھ خیال نہیں اسی وجہ سے کہ اگر کوئی کوتاہی کریگا خدا کے یہاں مواخذہ دار رہے گا پس جب مولوی بنانا ہی منظور نہیں تو اوسکے واسطے جرمانہ وغیرہ کا تکلف کیوں کیا جاوے۔

۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۵ھ بروز دوشنبہ

(۳۱۷) فرمایا کہ محمد غوث گوالیاری مصنف جواہر خمسہ عامل تھے یہ غالباً شیخ عبد القدوس گنگوہی رح کے ہمعصر ہیں۔ حضرت شیخ کے لانیکے لئے اونھوں نے ایک مرتبہ جنوں کو بھیجا شیخ مسجد

ہیں مشغول تھے جن پہونچے مگر پاس جانے کی ہمت نہوئی۔ شیخ نے خود ہی سر اوٹھاکر دیکھا پوچھا کون جنوں نے جواب دیا کہ محمد غوث نے بھیجا ہے وہ زیارت کا مشتاق ہے اگر اجازت ہو ہم اسطرح لیچلیں کہ تکلیف نہو گی حضرت شیخ نے فرمایا کہ میں حکم دیتا ہوں کہ محمد غوث کو لے آؤ۔ چنانچہ جن پہونچے اور اونکو لیکر چلے اونھوں نے جنوں سے دریافت کیا کہ اسکی کیا وجہ ہے تم تو میرے مطیع تھے اب یہ سرکشی کیسی۔ جنوں نے جواب دیا کہ سب کے مقابلہ میں تو تمھارے مطیع مگر شیخ کے مقابلہ میں تمھاری اطاعت نہیں غرض کہ اونکو لیکر شیخ کی خدمت میں پہونچے۔ فرمایا کہ تمھیں شرم نہیں آتی اور بہت ڈانٹا آخر کار وہ بیعت ہو کر صاحب نسبت ہوئے گوالیار میں اونکا مزار ہے۔

(۳۱۸) فرمایا کہ حضرت حاجی صاحبؒ کا لطیفہ ہے کہ انسان ہی کے اندر سب کچھ ہے جیسے سردی لگی تو کرہ نار کا تصور کر لیا اور گرمی لگی تو طبقۂ زمہریر کا تصور کر لیا۔

۴ر جمادی الاولیٰ ۱۳۳۵ھ بروز سہ شنبہ

(۳۱۹) ایک صاحب نے خط میں لکھا تھا کہ خط کے اوپر آپکے دستخط نہ تھے اس سے بڑا رنج ہوا فرمایا کہ یہ جاہلانہ باتیں ہیں یہ بھی کوئی رنج کی بات ہے اگر ایسا ہی شوق ہے تو آکر مل لیں بجائے دستِ خط کے چہرہ خط دیکھ لیں۔

(۳۲۰) فرمایا کہ کسی کی امانت مجھے بہت بار معلوم ہوتی ہے بے لکھے یاد نہیں رہتا اور میں لکھوں کہاں تک میری کتابیں گم ہو گئیں نہ لکھنے کی وجہ سے۔

(۳۲۱) فرمایا کہ رات خواب دیکھا گنگوہ کا مقام ہے مگر شکل گنگوہ کی نہیں۔ صاحب کلکٹر تحقیقات کے لئے آئے ہیں عوام و عمائد سب جمع ہیں میرا نام اچھی طرح ادب سے لیکر پوچھا کہ وہ ہیں میں نے کہا پہلے تو نہیں تھا مگر اب موجود ہوں یہ سنکر وہ ڈھیلے سے ہو گئے اور کچھ حکومت کی شان نہ رہی میری بہت خاطر کی اسکے بعد بس علٰحدہ ہو گیا کچھ مجھسے پوچھا پاچھا نہیں۔ خواب تو اچھا ہے۔

۵ر جمادی الاولیٰ ۱۳۳۵ھ بروز چہار شنبہ

(۳۲۲) فرمایا کہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کے زمانہ میں ایک طالب علم نے ایک دوسرے مبتدی طالب علم سے جسکی نئی شادی ہوئی تھی یہ کہلوا دیا طلقت امرأتی پھر ہنسا

کرجاؤ تمھاری بی بی کو طلاق ہوگیا وہ بہت گھبرایا اور مولانا کو اطلاع کی تو اوسکو خوب پیٹا مولانا کو شرارت پر غصہ آتا تھا تعلیم کے معاملات میں غصہ نہ آتا تھا چنانچہ ایک طالب علم عاشۃ کو ہمیشہ عاشیۃ پڑھتے تھے مولانا اونکو ہر مرتبہ بتلاتے تھے اگرچہ اونسے کہا نہ جاتا تھا۔ پھر فرمایا کہ سب میں خلقی روگ ہوتا ہے جو ریاضت و مجاہدہ سے جاتا ہے مگر مولانا بے روگ تھے ایک مرتبہ دیوبند سے گدھے پر سوار ہو کر اوسی پر کتابیں رکھکر نانوتہ کو چل دیئے۔

(۳۲۳) فرمایا کہ مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کو سبزی کا شوق تھا کچھ پودینہ۔ دھنیہ وغیرہ کے درخت لگے ہوئے تھے اونمیں مینگنی ڈالنے کی ضرورت ہوئی کسی زمیندار کا وہاں کو گذر ہوا مولانا نے اونسے فرمایش کردی اونھوں نے رعایا میں سے ایک گڈریہ کے سر پر ٹوکری میں مینگنیاں بھیجدیں مولانا اپنے ہاتھ سے اُس سبزی میں ڈال رہے تھے حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ سامنے سے آگئے بہت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ اُس شخص کا حال معلوم نہیں کہ ظالم ہے اُس نے ضرور زبردستی ظلماً اس بیچارے غریب شخص سے بیگار لی ہے اسکو ابھی واپس کیا جائے چنانچہ مولانا محمد یعقوب صاحب نے اوسی وقت وہ مینگنیاں اپنے ہاتھ سے جمع کرکے سب واپس کردیں۔

(۳۲۴) فرمایا کہ ایک مرتبہ مولانا محمد یعقوب صاحبؒ گنگوہ تشریف لائے عصر کی جماعت تیار تھی مولانا گنگوہیؒ نے فرمایا کہ حضرت نماز پڑھائیے چنانچہ مولانا مصلے پر جانے لگے چونکہ پیدل چلکر تشریف لائے تھے اِس لئے پیروں پر گرد جمی ہوئی تھی جب مولانا گنگوہی کے محاذات میں پہونچے تو مولانا خود اپنے ہاتھ سے اونکے پیروں کی گرد جھاڑنے لگے مولانا خاموش کھڑے رہے اور بے تکلف پیر صاف کراتے رہے پھر فرمایا کہ اِسی طرح ایک مرتبہ مولانا گنگوہی رح کھانا کھا رہے تھے کہ مولانا محمد یعقوب صاحبؒ تشریف لے آئے مولانا گنگوہی رح اپنے ہاتھ میں کا ٹکڑا دیکر گھر میں سے اور کھانا لینے کے واسطے چلے گئے مولانا نے وہ ٹکڑا کھانا شروع کردیا پھر ہمارے حضرت نے فرمایا کہ اِن سب حضرات کا آپسمیں ایسا برتاؤ تھا کہ یہ پتہ نہیں چلتا تھا کہ انمیں کون بڑا ہے مثل صحابہؓ کے آپس میں بے تکلف اور جاں نثار تھے ہر شخص دوسرے کو اپنے سے بڑا سمجھتا تھا۔

(۳۲۵) فرمایا کہ مولانا نانوتویؒ جب بمرض موت بیمار ہوئے تو مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے بذریعہ مراقبہ معلوم کیا کہ مولانا کی عُمر کتنی ہے تو لفظ مہدی معلوم ہوا مولانا نے لفظ مہدی کے

عدد نکالے تو ۹۵ نکلے اور اوسوقت ۹۴ سال کی عمر تھی فرمایا کہ انشاء اللہ تعالےٰ صحت ہوجاویگی اور دس برس اور جئیں گے جب وفات ہوگئی تو فرمایا کہ ہم سے غلطی ہوئی مطلب یہ تھا کہ جتنی حضرت امام مہدی علیہ السلام کی عمر ہوگی اوتنی ہی مولانا کی عمر ہے اور حضرت امام مہدی علیہ السلام کی عمر حدیثوں میں ۴۹ سال کی ہوگی چنانچہ ۴۰ میں ظہور اور ۹ سال سلطنت کے چنانچہ مولانا کی عمر اسی قدر ہوئی۔

(۳۲۶) فرمایا کہ صحیح حدیث میں ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم میں ۳۰ مردوں کی قوت تھی اور ہر مسلمان کو ۴ عورتوں سے نکاح کی اجازت ہے تو اس حساب سے ۱۲۰ عورتیں حضورؐ کے لئے ہونی چاہئیں۔ مخالف ۹ ازواج مطہراتؓ کو ہی زیادہ سمجھتے ہیں اسکی وجہ یہ ہو کہ لوگ اپنی قوت پر قیاس کرکے فیصلہ کرتے ہیں۔ پھر حکمت تعدد ازواج نبویہؐ میں فرمایا کہ انبیاءؑ بغیر مصلحت کے کوئی مباح کام بھی نفس کے لئے نہیں کرتے۔ پھر تائید مضمون قوت میں فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو بوقت مسلمان ہونے کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پکڑکر زور سے دبایا تاکہ اونکو حضورؐ کی قوت کا حال معلوم ہوجاوے اور یہ نہ سمجھیں کہ میں مسلمان ہوگیا ورنہ غالب آجاتا۔

(۳۲۷) حضرت ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ کے ترکِ سلطنت کے متعلق فرمایا کہ جیسی طلب اونکو تھی وہ تخت و تاج واقعی اُس طلب کے منافی تھا۔ یکسوئی محض بدون تخت چھوڑے ہوئے نہیں ہوسکتی تھی پھر چاہے بعد حصول مقصود تخت پر آبیٹھتے مگر ابتداء میں ممکن نہیں ہے۔

(۳۲۸) فرمایا کہ میں نے مولانا محمد یعقوب صاحبؒ سے خود یہ حکایت سُنی تھی مولانا فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ میں نے خط لکھکر اپنا نام لکھنا چاہا نام ہرچند یاد کرنا چاہا مگر یاد نہ آیا پھر فرمایا کہ یہ بات اگر میں نے خود نہ سُنی ہوتی تو چاہے کیسے ہی ثقہ شخص بیان کرتے مگر یقین نہوتا۔

۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۵ھ بروز پنجشنبہ

(۳۲۹) ہمارے حضرت دوپہر کو سہ دری میں آرام فرمارہے تھے اور پردے چھوٹے ہوئے تھے ایک صاحب وہاں جاپہونچے اور حضرت والا کے منع فرمانے پر واپس چلے آئے اونکے متعلق بعد نماز ظہر کچھ گفتگو کے بعد فرمایا کہ آدمی کو چاہیئے جہاں جاوے اوسکے اوقات کی تحقیق کرلے اگر

مجھسے پوچھا جاتا تو میں اپنے معمولات خود ہی بتلا دیتا مشرق مغرب شمال جنوب کہیں بھی آدمی جاوے سب کے ساتھ یہی معاملہ کیا جاوے کچھ میری ہی تخصیص نہیں ہے معمولات کی تحقیق کر لینی چاہیئے میں ذرا آرام کرنے لیٹا تھا کہ بس آ موجود ہوئے کون آرام کرنے دیتا ہے۔ رانڈیں بیٹھیں تو جب جب رنڈوے بیٹھنے دیں۔ اُن صاحب نے اپنے جانیکا یہ عذر کیا تھا کہ چونکہ پردوں کے اندر سے حضرت والا کے گفتگو فرمانے کی آواز آرہی تھی اس وجہ سے میں چلا گیا تھا اسپر ہمارے حضرت نے فرمایا کہ اگر آواز سنکر جانے کی اجازت ہونے پر استدلال کیا جاویگا تو میاں بیوی کی خلوت میں بھی جا گھسیں گے۔ پھر فرمایا کہ جو شخص ہاتھ میں تسبیح لے لیتا ہے اوسکو تو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ پتھر ہو جاتا ہے اور یہ نہیں سمجھتے کہ وہ سب سے زیادہ ذی حس ہو جاتا ہے۔

(۳۳۰) ایک صاحب نے خط میں دریافت کیا تھا کہ بزرگوں میں ایسے کون کون ہوئے ہیں جنمیں شان نبوت کا غلبہ تھا۔ حضرت والا نے جواب تحریر فرمایا کہ اسکا جواب خط سے نہیں ہو سکتا زبانی گفتگو سے سمجھ میں آسکتا ہے پھر فرمایا کہ اگر سمجھنے کا شوق ہے تو یہاں آنے کی تکلیف گوارا کریں یہاں آنے سے انکا مذاق معلوم ہو جاویگا اور مذاق معلوم ہونے پر اوسکے موافق جواب دیا جاویگا پھر فرمایا کہ یہ شخص یا تو قادیانی ہیں کہ اس سے مرزائی نبوت کی تائید کرتے یا اونکے مخالف ہیں کہ جواب دیتے پھر بیان کیا کہ بزرگوں کی شانیں ہیں کہ اصطلاح میں اونکو الوہیت۔ نبوت۔ ولایت کہتے ہیں۔ پس جو اولیاء اللہ مظہر شان الوہیت ہیں اونکو یہ لوگ اللہ میاں کہہ دینگے کہ کچھ اللہ میاں بھی ہوئے ہیں۔

(۳۳۱) ایک صاحب مدرسہ امداد العلوم میں مدرس تھے وہ کچھ رخصت لیکر اپنے مکان گئے تھے وہاں سے اونکا خط توسیع رخصت کا آیا اور اُس خط میں دیر کا کچھ عذر لکھکر بعد رفع عذر آنیکو بھی لکھا تھا۔ ہمارے حضرت نے اونھیں جواب تحریر فرمایا کہ تمھارے خط کا لہجہ سُست ہی سچ بتاؤ کہ تمھارے نوکری کرنے کے دلمیں بھی ہے یا نہیں اس کے بعد وہ صاحب رخصت سے واپس آتو گئے مگر ایک ہفتہ کے اندر ہی استعفاء دیکر مکان چلے گئے تب حضرت والا نے فرمایا کہ دیکھئے بظاہر میرا جواب اونکے خط کے مضمون سے بالکل بے جوڑ معلوم ہوتا تھا کہ اونھوں نے تو خط میں آنیکو لکھا تھا اور میں نے یہ لکھا کہ تمھارے نوکری کرنے کے دل میں بھی ہے یا نہیں بظاہر یہ جواب پہلے بالکل بے ربط معلوم ہوتا

تھا مگر اب اوسکی تصدیق ہوئی بس اسی طرح اہل باطل کی تصانیف میں جو بظاہر مفید ہوں باطل کی جھلک ہوتی ہے اور اہل حق اوسکا پردہ فاش کر دیتے ہیں اسی لئے اہل باطل کی تصانیف مفیدہ کا دیکھنا بھی مضر ہے پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ ریل میں ایک عیسائی نے مجھسے کہا کہ تم انجیل دیکھا کرو کہ اوسمیں بہت علوم ہیں میں نے کہا تم قرآن دیکھا کرو اوسمیں اُس سے زیادہ علوم ہیں اُس نے کہا ہم قرآن دیکھتے ہیں میں نے کہا تو اِس سے معلوم ہوا کہ تمہاری شریعت خود تمھارے نزدیک بھی کافی نہیں ہے جو دوسری کتابوں سے علوم ڈھونڈتے ہو اور ہمارے لئے قرآن کافی ہے اِس لئے ہمیں انجیل دیکھنے کی ضرورت نہیں یہ جواب سُنکر وہ بالکل خاموش ہو گیا۔

(۳۳۲) فرمایا کہ میری تعلیم کے دو اثر ہوتے ہیں اگر طبیعت سلیم ہے تو اصلاح ہو جاتی ہے اور جو کجی ہے تو ملنا چھوٹ جاتا ہے اور تمام عمر کے لئے نجات ہو جاتی ہے۔

(۳۳۳) فرمایا کہ تھانہ بھون میں ایک درزی نے میری اور ایک اور مولوی صاحب کی دعوت کی اُس نے پلاؤ پکوایا یہ لوگ دال گوشت تو اچھا پکا لیتے ہیں کیونکہ روزمرّہ کی چیز ہے اور پلاؤ زردہ وغیرہ ٹھیک طور پر اِن سے نہیں پکتا میں نے کھانا تو شروع کیا مگر جب مجھسے نہ چلا تو میں نے کہا کہ بھائی کچھ روٹی بھی ہے اُس نے کہا کہ صاحب روٹی تو نہیں ہے صرف یہی پلاؤ پکایا تھا یہ سُنکر اُن دوسرے صاحب نے بھی کہا کہ مجھے بھی ورم جگر ہے اور چاول نقصان کرتے ہیں مگر کہنے سے اِس بیچارے کو تکلیف اور دل شکنی ہوگی میں نے کہا کہ آپ اسکو کھائیے میں تو روٹی کھاؤں گا چنانچہ میں نے اُس سے کہا کہ بھائی تم نے یہ نئی چیز بغیر پوچھے کیوں پکائی دال ساگ پکا لیتے یا اگر نئی چیز پکانے کا ارادہ تھا تو پوچھکر پکاتے یا نئی اور پرانی دونوں چیزیں پکاتے ہمارے لئے تو روٹی لاؤ کہنے لگا کہاں سے لاؤں میں نے کہا محلّہ سے مانگ کر لاؤ آخر کار بیچارہ اُٹھا اور محلّہ سے روٹی مانگ کر لایا تب ہم نے روٹی کھائی۔

(۳۳۴) فرمایا کہ میں شاہجہانپور میں ایک رئیس سے جو کہ لکھ پتی ہیں ملنے گیا میرے ہمراہ ایک صاحب اور تھے اُن رئیس نے اپنے لڑکے کو پکار کر کہا کہ پان کی دو خوراکیں لاؤ وہ چار خوراک لایا اُنھوں نے دریافت کیا کہ تم چار کیوں لائے اُس نے جواب دیا کہ دو اسوقت کے واسطے دو رخصت کیوقت کیواسطے پھر فرمایا کہ یہ بھی سُنا ہے کہ وہ رئیس صاحب قربانی کا گوشت قصاب کے یہاں بیچ دیتے ہیں

کہ سیر بھر گوشت روز ہمارے یہاں بھیجدیا کرو اور ایک ماہ کے واسطے دیا سلائی لنگر باورچی کو دیتے ہیں کہ زیادہ نہ جلے اور جو ضائع ہو وہ جلانے والے کے ذمہ پھر فرمایا کہ اونکے یہاں خزانہ بہت تھا صدر اعلیٰ و ڈپٹی کلکٹری کے عہدوں پر رہے تھے رشوت اونھوں نے کبھی نہیں لی نہایت محتاط تھے ویسے زکوٰۃ وغیرہ سب حساب لگا کر پوری دیتے تھے مگر نپے تلے ضابطہ کے آدمی تھے کنجوس تھے عاقل تھے۔ ایک مرتبہ ہندوؤں سے مقابلہ ہو گیا تھا بولے سب قرضہ مسلمانوں کی طرف سے میں ادا کرتا ہوں میں وصول کرتا رہونگا اور کہا کہ بازار میں مسلمانوں کی دوکانیں کھلوا دو بس یہ سُنکر ہندو لپست ہو گئے۔

۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۵ھ بروز جمعہ

(۳۳۵) فرمایا کہ حضرت نظام الدین اولیاء قدس سرہٗ کی خدمت میں دو شخص بیعت ہونے آئے تھے اونھوں نے باہم کہا کہ فلاں جگہ کا حوض یہاں کے حوض سے بہت بڑا ہے حضرت نے فرمایا کہ تم نے ناپا ہے اونھوں نے کہا کہ ناپا تو نہیں ہے فرمایا کہ ناپ کر آؤ وہ گئے اور بہت عرصہ کے بعد ناپکر واپس آئے اور کہا کہ وہ حوض ایک بالشت بڑا ہے یہاں کے حوض سے حضرت نے فرمایا کہ یہ احتیاط کے خلاف ہے تم نے ایک بالشت بڑے کو بہت بڑا کہدیا تمھارے مزاج میں احتیاط نہیں ہے اس لئے ہم بیعت نہیں کرتے۔

(۳۳۶) فرمایا کہ ایک بزرگ تھے جب اونکی خدمت میں کوئی نیا شخص بغرض بیعت حاضر ہوتا تو اوسکے واسطے کھانا بھیجتے اور جو کھانا واپس آتا اوسمیں روٹی اور سالن کا تناسب دیکھتے اگر روٹی اور سالن تناسب سے بچا ہوتا تب تو بیعت فرمالیتے اور اگر کمی بیشی دیکھتے تو بیعت نہ فرماتے اور یہ جواب دیتے کہ تمھارے مزاج میں انتظام نہیں ہے ہم نے تو سالن اور روٹی انتظام سے بھیجا تھا تم نے بے انتظامی سے صرف کیا اس لئے ہم تمھیں بیعت نہیں کرتے۔

(۳۳۷) فرمایا کہ مولانا احمد علی صاحب کی خدمت میں دو طالب علم گنگوہ سے حاضر ہوئے مولانا کے یہاں سے اچھا کھانا دونوں صاحبوں کیواسطے آیا۔ ایک صاحب تو مزے کا دیکھکر بہت سا کھا گئے اور دوسرے صاحب نے تھوڑا کھایا۔ انجام یہ ہوا کہ جب تک دونوں صاحب رہے مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی بیوی ان دوسرے صاحب کیلئے تو ہر روز اچھا ہی کھانا بھیجتی رہیں کہ یہ لطیف المزاج

ہیں اور تھوڑا سا کھاتے ہیں اور پہلے صاحب کیلئے نوکروں چاکروں کا سا کھانا آتا رہا سمجھ لیا کہ یہ تو پیٹ بھرو ہے۔

(۳۳۸) فرمایا کہ میرے اُصول میں سے ہے کہ اکٹھی چیز مت خرید و چاہے گراں ہوجاوے جسوقت ضرورت ہو لیلو کیونکہ زیادہ موجود ہونے پر خوب اَللّے تللّے سے صرف ہوتی ہے دوسرے یہ کہ حتی الامکان دُور سے چیز نہ منگاوے اسمیں بہت سی دقتیں ہیں۔

۸ جمادی الاُولیٰ ۱۳۳۵ھ بروز شنبہ

(۳۳۹) فرمایا کہ ایک صاحب کانپور میں میرے پاس آئے جو دس روپیہ مانگتے پھرتے تھے اونکا قول تھا کہ جنت کیا ہے۔ دوزخ کیا ہے اور جو کیا چیز ہے ہمیں تو کسی چیز کی کچھ پرواہ نہیں میں نے کہا میاں جو کسی دن بیوی رُوٹھ جاتی ہوگی تو رات بھر میاں کو نیند نہ آتی ہوگی۔ جو کو دیکھا نہیں ہے ورنہ حقیقت کھل جاتی ؎

ایں مدعیاں در طلبش بیخبر انند کانرا کہ خبر شد خبرش باز نیامد

اور جب تمکو دس روپیہ سے استغناء نہیں کیا موہنہ لیکر جنت سے استغناء کا دعویٰ کرتے ہو۔

۱۰ جمادی الاُولیٰ ۱۳۳۵ھ بروز دوشنبہ

(۳۴۰) فرمایا کہ ایک مجذوب ننگے پھرا کرتے تھے معتقدین نے کہا کہ کچھ باندھ لینا چاہئے بالکل ننگا پھرنا ٹھیک نہیں اونھوں نے کہا جو کہو باندھ لوں لوگوں نے ایک لنگوٹا دیا اُنہوں نے باندھ لیا چونکہ غذا اچھی کھانے کو ملتی اور ہوش حواس درست تھے نہیں اُس لنگوٹے میں بھی چکنائی لگ جاتی اِسوجہ سے اُس لنگوٹے کو چوہے کترنے لگے اُن چوہوں کے مارنے کے لئے بلّی پالی پھر وہ بلّی کھانے خراب کرنے لگی تو اوسکی ضرورت سے کتّا پالا وہ کھانے خراب کرنے لگا تو اوسکی حفاظت کیلئے ایک آدمی نوکر رکھا پھر اُس آدمی نے جب مرغن کھانے کھا کر اِدھر اُدھر پھرنا شروع کیا تو اوسکی شادی کردی پھر اوسکے اولاد ہوگئی سب مجمع ایک دن اُن مجذوب کے سامنے آیا جب اونھیں معلوم ہوا کہ یہ سب قصّے اِس لنگوٹے کی وجہ سے ہوئے ہیں بس اونھوں نے اُس لنگوٹے ہی کو کھولکر پھینکدیا۔

(۳۴۱) فرمایا کہ کانپور میں ایک لڑکا بہت شریر تھا بہت سے اوستاد اوسکو پڑھانے سے

عاجز آگئے تھے ایک میانجی نے کہا کہ میں اسکو پڑھاؤنگا چنانچہ اوسکو پڑھانا شروع کیا اور یہ معمول کرلیا کہ اس لڑکے کے روزانہ صبح کو بلا وجہ دس قمچی لگادیتے جب پہلے دن اس کے دس قمچی لگائیں تو اس نے کہا کہ میں نے کیا خطا کی ہے میانجی نے کہا کہ خطا کچھ نہیں تمھیں ضرورت ہو اسکی بس اسی طرح دس قمچیاں روز لگا کرتی تھیں۔

۱۱ر جمادی الاولی ۱۳۳۵ھ بروز شنبہ

(۳۴۲) فرمایا کہ اکبر کے دربار میں ایسے ایسے عقلاء جمع تھے کہ ہر شخص بذات خود سلطنت کی قابلیت رکھتا تھا اور فرمایا کہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ فرماتے تھے کہ شاہجہاں کا دماغ بہ نسبت عالمگیرؒ کے سلطنت سے زیادہ مناسبت رکھتا تھا البتہ عالمگیرؒ میں جوش دینی زیادہ تھا لیکن زوال سلطنت کی بنیاد ڈالنے کا الزام جو عالمگیر کے ذمہ رکھا جاتا ہے یہ محض غلط ہے اصل یہ ہے کہ اکبر کے زمانہ میں جو ہندوؤں کا سلطنت میں زیادہ دخل ہوگیا تھا اوسکو عالمگیرؒ نے دفعتاً مٹانا چاہا اس سے سلطنت کی جڑ کمزور ہوگئی تو بانی اسکا اکبر ہے نہ کہ عالمگیر پھر عالمگیر کی شجاعت کا ایک قصہ بیان کیا کہ ایکمرتبہ عالمگیرؒ کی تاناشاہ سے لڑائی ہوئی دونوں طرف سے برابر گولی چل رہی تھی درمیان میں نماز کا وقت آگیا اسطرف سے جو امام بنتا تھا وہی اوسطرف کی گولی سے شہید ہوجاتا تھا جب اسطرح چند اماموں کی شہادت ہوچکی تو آخرکار حضرت عالمگیرؒ خود امام بنے پھر جو گولی آئی وہ بچکر نکل گئی آپ نماز پڑھانے میں برابر مصروف رہے جو گولی آتی تھی وہی بچکر نکل جاتی تھی یہ آپکی کرامت تھی مگر باوجود اسکے بعض رسوم کو یہ بھی نہ مٹا سکے چنانچہ شاہی خاندان میں قاعدہ تھا کہ لڑکیوں کی شادی نہیں کیجاتی تھی ویسی ہی بیٹھے بیٹھے وہ لڑکیاں عمریں ختم کردیتی تھیں مگر شادی نہیں ہوتی تھی اس رسم کو عالمگیرؒ بھی نہ مٹا سکے۔ کیونکہ بالغ لڑکیوں پر شرعاً جبر نہ چل سکتا تھا۔

۱۳ر جمادی الاولی ۱۳۳۵ھ بروز پنجشنبہ

(۳۴۳) ایک اسلامی حکومت کی نسبت فرمایا کہ وہاں خفیہ پولیس کا بہت زور شور ہے یہانتک کہ بی بی کو میاں کی خفیہ میں ہونیکا شبہ ہے اور میاں کو بی بی پر یہی شبہ ہے پھر فرمایا کہ ایک صاحب نے ایک مضمون متعلق بعض مصالح حکومت کے لکھا بالکل تنہائی میں

جسکی کسی کو اطلاع نہ تھی اور یہ ارادہ تھا کہ صبح کو وہاں کے حاکم کو سُناؤنگا۔ صبح کو جب صاحب مضمون دربار میں حاضر ہوئے تو موقع کے منتظر تھے مگر پیش کرنیکا موقع نہ ملا لیکن اُس حاکم نے اپنی تقریر میں اُن سب امور کے متعلق جواب دیدیا جس سے یہ مضمون نگار متحیر رہ گئے جب دربار برخاست ہوگیا اور انھیں تنہائی کا موقع ملا تو صاحب مضمون نے کہا کہ کیا آپکو اسکا کشف ہوگیا جواب دیا کہ کشف تو نہیں ہوا بلکہ عقل کے ذریعہ سے معلوم ہوا جو بات کہ کشف سے معلوم ہوتی ہے قریب قریب عقل سے بھی اوسکا ویسا ہی علم ہوسکتا ہے صرف اتنا فرق ہے کہ کشف کی مثال ٹیلیفون کی سی ہے اور عقل کی مثال ٹیلیگراف کی سی۔

(۳۴۴) فرمایا کہ لوگوں کو پہلے طریقوں کی قدر نہیں پہلے مٹنے کے قاعدے بھی اچھے تھے پہلے جو بادشاہوں میں لڑائیاں ہوتی تھیں وہ اسطرح ہوتی تھیں کہ دونوں طرف سے ایک ایک شخص لڑائی کے لئے مقرر ہوجاتا تھا اور انھیں دونوں کی ہار جیت سے تمام سلطنت کی فتح و شکست کا فیصلہ ہوجاتا تھا۔

(۳۴۵) فرمایا کہ اختیاری امور کے متعلق خود ہمّت کرنی چاہیئے پیر کا منتظر نہ رہے خود پیر ہی سے کوئی پوچھے کہ ترک معاصی میں تم نے ہمت کی تھی یا تمھارے پیر نے۔ پیر تو طریقہ بتلاتا ہے جیسے کوئی کسی کو چکّی پیسنے کا طریقہ بتلادے تو طریقہ معلوم ہوجانیکے بعد خود اُسی طرح چکّی پیسنا چاہیئے اگر کوئی بتانے والے کا منتظر ہوکر بیٹھ جاوے اور خود نہ پیسے تو ظاہر ہے کہ وہ اپنے مقصود کو کسطرح پہونچیگا۔

(۳۴۶) فرمایا کہ حافظ عبدالرحیم کہتے تھے کہ میں مکّہ معظّمہ میں حضرت حاجی صاحب رح کے پاس حرم میں بیٹھا تھا کہ ایک بزرگ کو دیکھا کہ وہ ایک شخص سے کسی خطا پر اُٹھک بیٹھک کروا رہے تھے حضرت حاجی صاحب نے فرمایا کہ یہ پیر مرید ہیں اسکے بعد فرمایا بھلا ہم نے بھی کبھی تمکو ایسی سزا دی ہے۔

(۳۴۷) فرمایا کہ ایک شخص چور تھا اتفاق سے کوئی شخص دور کا کسی سے کوئی غلط سلط روایت سُنکر اوسکا معتقد ہوگیا اور اُس سے آکر ملا اور اپنی عقیدت ظاہر کرکے طالب بیعت کا ہوا اُس نے کہا کہ بھائی میں تو چور ہوں میرے پاس کیا رکھا ہے اُس آدمی نے

جواب دیا کہ تم کچھ ہی ہو میں تواب آگیا مجھے مرید کر لو غرض اصرار سے مرید ہوا پھر کہا کہ کچھ تعلیم کیجئے اُس نے دلمیں سوچا کہ اسکو کوئی ایسا کام بتلاؤ جو عمر بھر پورا ہی نہو تاکہ اس سے پیچھا چھوٹے اُس سے کہا کہ فلاں جگہ ایک درخت خشک کھڑا ہے اوسکی جڑ کو پانی دیا کرو جب اُس پر پہلا پھل آجائے تو وہ پہلا پھل لیکر میرے پاس آنا اونھوں نے پوچھا کہ میں آپ کو اوسوقت کہاں تلاش کروں کہا کہ میں یا تو گھر ملونگا یا جیلخانہ بس میری دو ہی جگہ ہیں۔ وہ شخص بیچارے گئے اور جاکر اُس جڑ کو پانی دینا شروع کر دیا۔ ایک عرصہ دراز کے بعد وہ پھوٹ نکلی پھر شاخیں نکلنے لگیں رفتہ رفتہ وہ پورا درخت ہو گیا اور لہلہانے لگا اور اُس پر پھل بھی آیا پانی دینے کی ابتداء سے اور پھل آنے تک بارہ برس کی مدت گذری جب پھل آگیا تو وہ اوسکو لیکر چلے جب اونکے مکان پر پہونچے تو وہ موجود نہ تھے دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ وہ تو جیل خانہ میں ہیں بس وہیں پہونچے اور آم پیش کیا اونھوں نے نصف آم تو خود کھایا اور نصف اونکو دیا بس اُس آم کے کھاتے ہی خود بھی اور وہ بھی دونوں صاحب حال ہو گئے۔

(۳۴۸) فرمایا کہ ایک کنجوس نے ایک مکان کرایہ لیا جسمیں پہلے ایک سخی شخص رہتا تھا اُن سخی کے یہاں بہت سے سائل آیا کرتے تھے اُسی عادت کیموافق اب بھی آیا کرتے اور یہ سب کو اللہ کریم کہکر ٹالدیتا ایک روز یہ اپنی لڑکی سے کہنے لگا کہ توبہ اِس گھر پر کتنے سائل آتے ہیں اُس نے کہا کہ جب تک اللہ کریم یاد ہے اوسوقت تک کچھ فکر کی بات نہیں ہے۔

(۳۴۹) فرمایا کہ ذکر شغل سے بعض لوگوں کے اخلاق اور زیادہ بگڑ جاتے ہیں آدمی اپنے کو احوال و کیفیات کا مستحق اور بزرگ سمجھنے لگتا ہے۔ ایک بزرگ نے اسی وجہ سے اپنے ایک مرید کو ذکر شغل چھڑوا کر کیونکہ اُن مرید میں عجب آگیا تھا بجائے ذکر شغل کے کتوں کی خدمت سپرد کی تھی کُتے زبردست تھے۔ ایک دن وہ کُتے بھاگے اونکے پیچھے یہ بیچارے بھی کھچتے چلے گئے یہانتک کہ بہت چوٹ لگی خون میں تر ہو گئے اوسوقت اللہ تعالےٰ کا خاص فضل ہوا وہ مُرید حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہی رح کے پوتے تھے اور پیر

حضرت شیخ نظام الدین بلخی تھے جب مرید کی یہ حالت ہوئی تو حضرت شیخ گنگوہی کی روحانیت
ان پر غنودگی میں ظاہر ہوئی اور یہ کہا کہ تم پیر ہو تمہیں اس سے زیادہ حق ہے مگر ہمنے تمہارے
ساتھ ایسا نہیں کیا تھا بس اُن پیر صاحب نے اُن مرید کو پھر تو اکرام کے ساتھ بلوایا اور
کُتوں کی خدمت لے لی پھر ذکر شغل کی تعلیم فرمائی۔

۱۵ رجمادی الاولیٰ ۱۳۳۵ھ بروز شنبہ

(۳۵۰) فرمایا کہ ملکہ نہایت سلیم المزاج تھی ایک صاحب جو کہ لندن میں تھے
اونکے معرفت ایک اور شخص خدمتگاروں میں ہو کر گئے۔ اُن صاحب نے اُس شخص کو
دربار شاہی میں جانے کا اور وہاں کے سلام وغیرہ کا طریقہ بتلایا جس میں جھکنا بھی تھا
اونھوں نے کہا کہ میں تو نہیں جھکونگا اُن صاحب نے بہت سمجھایا مگر وہ نہ مانے اور کہا کہ
میں نوکری ہی نہیں کرتا آخر کار اُن صاحب نے اونکا حال ملکہ سے بیان کردیا ملکہ نے کہا
کہ ہمیں اطلاع نہیں تھی کہ مسلمانوں کے یہاں سلام کے وقت جھکنا منع ہے اس لئے اب
ہمارا حکم ہے کہ مسلمان اپنے مذہب کے خلاف سلام نہ کیا کریں۔

(۳۵۱) بعض زبانوں کی نسبت فرمایا کہ اسکے اندر گنجائش تلبیس کی بہت ہی اس لئے
اکثر مطالب کے سمجھنے میں دھوکا ہو جاتا ہے اور زبان عربی میں بالکل ہی تلبیس کی گنجائش نہیں۔

۱۸ رجمادی الاولیٰ ۱۳۳۵ھ بروز شنبہ

(۳۵۲) ایک صاحب نے خط میں لکھا تھا کہ میں شریعت کی رُو سے تو آپکو ولی اللہ
سمجھتا ہوں پہلے طریقت کی رو سے بھی سمجھتا تھا مگر جب سے آپکی کتاب میں یہ لکھا دیکھا کہ
بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہمیں سینہ میں سے کچھ دیدو تو سینہ میں کیا رکھا ہے سوا بلغم کے
بس جب سے میں نے وہ خیال چھوڑ دیا۔ فرمایا دل میں تو آتا ہے کہ یہ جواب لکھوں کہ جس دن
آپ قرآن شریف میں یہ آیت پڑھینگے لیس البران تولوا وجوہکم الآیہ تو اوس دن استقبال
قبلہ بھی چھوڑ دینگے۔ مگر مخاطب جب اتنا کم فہم ہے تو کیا جواب لکھوں۔

۱۹ رجمادی الاولیٰ ۱۳۳۵ھ بروز چہارشنبہ

(۳۵۳) ایک نووارد صاحب سے جنھوں نے پڑھنے کیلئے یہاں رہنے کا قصد ظاہر

کیا تھا فرمایا کہ تم یہاں رہکر کھانے کا کیا انتظام کروگے اونھوں نے کہا کہ میں تو حضور کے بھروسے آیا ہوں فرمایا کہ بھائی ہم اسکا کچھ بندوبست نہیں کر سکتے تم کوئی مسجد ڈھونڈھ لو یا کوئی نوکری وغیرہ کرو جب تم انتظام کر لوگے تو میں تعلیم کا انتظام کردونگا اونھوں نے کہا کہ میں ہردوئی چلا جاؤں وہاں مجھے ایک صاحب نے بلایا تھا فرمایا کہ اسکا مجھسے ذکر کرنے کی کیا ضرورت ہو اگر یہاں رہنا چاہو تو میں نے اوسکا طریقہ بتلا دیا اور اگر یہاں نہ رہنا چاہو تو جہاں چاہو چلے جاؤ مجھسے کیا کہتے ہو اور جب تک تمھارا کچھ انتظام ہو اوسوقت تک بھی یہاں رہنا مناسب نہیں کسی اور مسجد وغیرہ میں رہو یہ سُنکر وہ صاحب اگلے دن یہاں سے بالکل ہی چلے گئے۔

۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۵ھ بروز پنجشنبہ

(۳۵۴) ایک صاحب نے اپنے بھتیجے کے ہاتھ حضرت والا کی دعوت کہلا کر بھیجی فرمایا کہ وہ خود کیوں نہیں آئے جواب دیا کہ اونکو سانس کا مرض ہے فرمایا کہ کیا وہ کہیں باہر جاتے نہیں ہیں مجھے ایسی دعوت منظور نہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یوں ہی چلتی ہوئی دعوت ہو ورنہ اگر محبت سے ہوتی تو ضرور خود آتے مجھے ایسی دعوت سے شرم آتی ہے۔

(۳۵۵) فرمایا کہ پُرانے لوگوں کو نام دری کا بہت خیال ہوتا ہے والد صاحب شاہ ولایت صاحبؒ کے عرس میں دیگ بھیجا کرتے تھے جب میری عملداری ہوئی تو میں نے موقوف کی کہ بدعتیوں کی پرورش ٹھیک نہیں ایک دن خواب دیکھا کہ بہت سی قبریں ہیں اونمیں پکّی زیادہ ہیں اور وہاں کوئی یہ کہہ رہا ہے ؎

درکارخانۂ عشق از کفر ناگزیرست   آتش کرا بسوزد گر بولہب نباشد

پھر فرمایا کہ اگر کوئی اور ہوتا تو اِس خواب سے متاثر ہو کر دیگ بھیجنا شروع کر دیتا مگر میں نے یہ سمجھا کہ یہ حکمت بتلائی گئی ہے۔

(۳۵۶) فرمایا کہ ہندو کہتے ہیں کہ مسلمان بڑے سخت دل ہیں انھیں جانوروں کو ذبح کرتے ہوئے درد نہیں آتا اونکا یہ کہنا غلط ہے۔ مولانا محمود حسن صاحب نے ایک گائے پالی تھی قصائی اوسکے اسّی روپیہ دیتے تھے جب وہ ذبح کی گئی تو مولانا کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے جب دل دُکھا جب ہی تو آنسو جاری ہوئے۔

۲۱ر جمادی الاولیٰ ۱۳۳۵ھ بروز جمعہ

(۳۵۷) فرمایا کہ کانپور میں بقرعید کو ہم سب لوگ مسجد میں بیٹھے تھے مدرسہ کے لئے کھالیں آرہی تھیں اُن کے جمع کرنے کے لئے عشار کی نماز کے بعد تک بیٹھنا پڑا۔ ایک شخص عشار کی نماز کے بعد آیا بیٹھنے والوں کو یہی خیال ہوا کہ یہ بھی کھال لایا ہوگا اُس سے دریافت کیا کہ بھائی تو کیا لایا اُس نے کہا صاحب کچھ نہیں میں تو نماز پڑھنے آیا ہوں۔

(۳۵۸) فرمایا کہ مولانا محمد یعقوب صاحبؒ وضو کرتے میں اُقلیدس و مساحت کے سوالات حل کرتے جاتے تھے ایک وہاں اسکول تھا وہاں کے مدرس پوچھنے آجاتے تھے مولانا یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ اوّل مرتبہ ہی میں جہانتک میرا ذہن پہونچنا ہوتا ہے پہونچ جاتا ہے اگر نہیں پہونچتا تو میں سمجھ لیتا ہوں کہ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آویگی باوجود اس کمال کے جب سمجھ میں نہ آتا تھا تو کسی کے پاس کتاب لیکر بلا تکلف جا بیٹھتے تھے۔

(۳۵۹) فرمایا کہ مولانا محمد قاسم صاحبؒ فتویٰ نہیں دیتے تھے یہ فرمادیتے تھے کہ مولانا رشید احمدؒ صاحب بہت بڑے عالم ہیں اونکے پاس لیجاؤ۔ ایکبار مولوی محمد علی صاحب کہتے تھے کہ ایک مرتبہ سب حضرات جمع تھے جو مسئلہ کوئی پوچھنے آتا اُس سے ہر بزرگ یہی فرمادیتے کہ اسکو اونکے پاس لیجاؤ وہ اس فن کو خوب جانتے ہیں وہ بتاوینگے۔

(۳۶۰) فرمایا کہ مولانا احمد علی صاحب کو جب بیماری میں مولانا رشید احمد صاحبؒ دیکھنے گئے مولانا احمد علی صاحب نے خادم سے فرمایا کہ مولانا گنگوہی کا بچا ہوا کھانا مجھے دینا اُس سے شفا ہوگی۔

(۳۶۱) فرمایا کہ مولانا محمد قاسم صاحبؒ فرماتے تھے کہ حدیث پڑھنے کے وقت میں یہی سمجھا کرتا تھا کہ یہ بات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کیوں فرمائی چنانچہ یہی علوم اللہ تعالےٰ نے آپ پر منکشف فرمائے اسرار و حکم شریعت۔

۲۲ر جمادی الاولیٰ ۱۳۳۵ھ بروز شنبہ

(۳۶۲) ایک صاحب جالندھر سے تشریف لائے اونھوں نے آتے ہی دو روپیہ حضرت والا کی خدمت میں پیش کئے اور خط بھی پیش کیا جو اونکے خط کے جواب میں حضرت والا نے

روانہ فرمایا تھا روپیوں کی بابت فرمایا کہ یہ آپ کی پہلی ملاقات ہے اس لئے ان روپیوں کا لینا میرے معمول کے خلاف ہے اور خط میں میں نے یہ لکھا ہے کہ اگر صرف تعلیم و تلقین ہی مقصود ہو اور بیعت کی درخواست نہ کی جائے تو پھر جواب عرض کروں تو اس خط کا جواب آپ کے پاس سے آنا چاہیے تھا نہ کہ آپ پہلے خود ہی آگئے میں اب کہتا ہوں کہ مجھے بیعت سے انکار ہے اگر اب آپ اس صورت میں رہنا چاہیں تو جواب دیں اس پر اُن صاحب نے کچھ اور تقریر بصورت مجادلہ شروع کی فرمایا کہ اس سے کیا فائدہ مجھے اپنا اختیار ہے آپ کو اپنا اختیار ہے اس پر اونھوں نے کہا کہ تو اچھا میں جاتا ہوں حضرت والا نے فرمایا کہ بہت اچھا تشریف لیجائیے وہ اوٹھکر چلے اور خط وہیں ڈال دیا حضرت والا نے فرمایا کہ یہ کاغذ آپکی ملک ہے اسکو آپ یہاں کیوں چھوڑتے ہیں آخر کار وہ خط اوٹھاکر چلدیئے غالباً اونھوں نے وہ خط باہر جاکر چاک کرڈالا اس پر حضرت والا نے فرمایا کہ ایک تو یہ بدتمیزی کی کہ بلا اجازت چلے آئے دوسری یہ کہ خط یہاں چھوڑا تیسری یہ کہ خط کو چاک کیا پھر فرمایا کہ انھیں واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ لوگ محض بیعت ہی کو مقصود بالذات سمجھتے ہیں اگر یہی برتاؤ جو میں کرتا ہوں اور جگہ بھی ہونے لگے تو پھر لوگوں کی کافی اصلاح ہو جب ان شخص کی سمجھ کی یہ کیفیت ہے تو پھر انکو بیعت کر کے کیا امید ہے کہ مقصود کو حاصل کرینگے جبکہ مقصود کو سمجھتے ہی نہیں اگرچہ اسوقت تو ان کو میری یہ تقریر ناگوار ہوئی مگر کبھی یاد کرینگے بس بیعت سے جو مقصود ہے اصلاح وہ تو اب بھی حاصل ہو گیا اور یہاں سے یہ بھی خالی نہ گئے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ بغیر بیعت کے شیخ تعلیم میں دریغ کریگا فرمایا کہ یہ تو چوٹٹا پن ہے اللہ کا نام بتانے میں کس مسلمان سے عذر ہو سکتا ہے پھر فرمایا کہ بعض لوگ گھیر گھیر کر بزرگوں کے یہاں لیجاکر چپکاتے ہیں میں نے تو اس لئے میدان خالی کر دیا ہے کہ بھائی یہاں آنے والوں کو بھی تم ہی لیجاؤ اب جو شخص بچکر یہاں رہے گا وہ کام کا ہوگا اور تمام عمر اُس سے لطف رہے گا ان صاحب نے میرے لکھنے کو جھوٹ سمجھا کہ یوں ہی تواضع سے بیعت سے عذر لکھ رہے ہیں میں جب پہونچ جاؤنگا تو کر ہی لینگے۔

(۳۶۳) نور حق کے غذا ہونے کا ذکر تھا فرمایا کہ عوام کی زبان پر بطور مقدمات مسلّمہ کے

یہ مضمون آجاتا ہے چنانچہ عورتیں کہا کرتی ہیں کہ اونھیں بھوک کیسے لگے اونکا پیٹ تو نور سے بھرا ہوا ہے گویا نور غذا کا کام دیتا ہے۔

(۳۶۴) فرمایا کہ خانہ کعبہ کی عمارت میں اسقدر حسن ہے کہ اہل ظاہر کو بھی کشش ہوتی ہے طواف کے وقت علماء و جہلاء کو صاف یہ معلوم ہوتا ہے کہ گویا کوئی یہاں جلوہ افروز ہے اور ہم اوسکے گرد طواف کر رہے ہیں ایک صاحب جو کہ متبع سُنّت اور اہل علم تھے نماز کے لئے وہاں موجود تھے اور میں بھی موجود تھا وہ کہنے لگے کہ کیوں جی اگر کوئی اس کو خدا سمجھ جائے تو کیا ہو میں نے خیال کیا کہ اسوقت ان پر حال طاری ہے میں نے اُن کے حال کی حفاظت کے لئے کہا کہ عقیدہ تو ایسا نہ ہونا چاہئے اور اگر عقیدہ ایسا نہ ہو محض بے اختیار خطرہ آجاوے تو کچھ حرج نہیں۔ پھر فرمایا کہ مجھے تو طواف کے وقت ایسا معلوم ہوتا تھا کہ بادشاہ تخت پر جلوہ افروز ہے اور اُس نے اپنے گرد طواف کا حکم دیا ہے اور سب طواف کر رہے ہیں۔

(۳۶۵) فرمایا کہ ایک طالب علم جولاہہ مدرسہ دیوبند میں پڑھتے تھے مولانا محمد یعقوب صاحبؒ جب جولاہوں کی حکایت سُناتے تو وہ کہتے کہ مولوی صاحب جولاہوں کے ہی قصے سُنایا کرتے ہیں مگر وہ طالب علم بڑے گستاخ تھے جب مولانا کہیں چلے جاتے تو وہ مولانا کی درس گاہ پر جاکر بیٹھتے تھے اور یہ حضرت مولانا سید احمد صاحب مدرس ثانی کی طرف کو کرتے تھے۔

(۳۶۶) فرمایا کہ ایک حکایت نہایت عبرت خیز ہے وہ یہ ہے کہ ایک موضع میں کسی گذرنے والے مسلمان مسافر نے وہاں کے لوگوں سے پانی مانگا دیکھا کہ وہاں کے مسلمانوں نے سؤر پال رکھے ہیں مسافر نے اونکا مذہب پوچھا کہنے لگے ہم نہیں جانتے البتہ ہمارے یہاں ایک کتاب ہے اونھوں نے کہا دکھلاؤ اُن مسلمانوں نے ایک کتاب دکھلائی جسپر گوبر چھڑک رکھا تھا دیکھا تو قرآن مجید تھا اُس قرآن مجید کے آخر میں کسی کے قلم کے لکھے ہوئے کچھ حالات لکھے تھے جنکا خلاصہ یہ تھا کہ کوئی نواب تھے اونھیں بادشاہ کی طرف سے بوجہ عتاب گانوں میں رہنے کا حکم ہوا اونھوں نے بادشاہ سے بہت عذر کیا مگر بادشاہ نے منظور نہ کیا

اور یہ کہا کہ ہم نے تمھیں یہ سخت سزا اس لئے دی ہے کہ گانوں میں رہنے سے بوجہ عدم حصول علم تمھاری نسل جاہل ہوجاوے گی چنانچہ اُن نواب صاحب نے خود ہی لکھا تھا کہ میری نسل بوجہ جہل کے ضرور بگڑ جاوے گی کیونکہ یہاں گانوں میں تحصیل علم کا کچھ انتظام نہیں وہ نواب صاحب قوم کے سید تھے دیکھئے جہل نے کہاں سے کہاں پہونچادیا۔

(۳۶۷) فرمایا کہ منجھولی کے راجہ کی بابت یہ سُنا ہے کہ بڑا دلیر تھا اوسکے کمرہ میں آگ لگی نکلنے کی جگہ نہ تھی کسی کو پُکارا نہیں بس پلنگ پر لیٹ گیا اور جل کر مرگیا پھر فرمایا کہ اتنی مضبوطی ہو تو جہالت مگر ہے مضبوطی۔

۲۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۵ھ بروز پنجشنبہ

(۳۶۸) ایک صاحب نے خط میں لکھا تھا کہ میں عرصہ سے ذکر شغل کرتا ہوں مگر کچھ فائدہ نہیں ہوا میں نے اُنھیں لکھا کہ تم فائدہ کس کو سمجھتے ہو کہ جو وہ حاصل نہیں ہوا اوہوں نے پھر جواب میں لکھا کہ میری تحریر کا اعتبار نہیں ہے جو اُس وقت دل میں آیا یوں ہی لکھدیا ہوگا میں کچھ نہیں جانتا نہ میرا کچھ مقصود ہے میں معافی چاہتا ہوں حضرت والا نے فرمایا کہ بس ایک ہی سوال میں سیدھے ہوگئے اگرچہ میں نے بتلایا نہیں مگر اون کو خود نظر آگیا اگر میں اس سوال سے چشم پوشی کرتا تو وہ تمام عمر اس غلطی میں مبتلا رہتے

(۳۶۹) فرمایا کہ مسائل کی باتوں کے سوائے اور امور باطنی میں محض کتاب دیکھ کر بلا دریافت کئے ہوئے عمل نہ کرنا چاہیے اس لئے کہ ایک بات ایک شخص کے لئے مفید ہوتی ہے اور دوسرے کے لئے مضر ہوتی ہے سب کے لئے یکساں حکم نہیں ہے اس لئے بغیر پوچھے عمل نہ کرے

(۳۷۰) فرمایا کہ قاضی ثناء اللہ صاحب رح کی رائے ہے کہ اصل میں یہ نجوم بھی کسی نبی ع کو بتلایا گیا ہے مگر چونکہ اس کے قواعد محفوظ نہیں رہے اس لئے یہ اب قابل اعتبار نہیں اس لئے اب اُس پر عمل حرام ہے مگر یہ قول عوام میں شائع کرنے کے قابل نہیں ہے گو خواص کو مضر بھی نہیں۔ پھر فرمایا کہ تمام صنعتوں اور حرفتوں کے اصول بغیر وحی کے معلوم نہیں ہوسکتے محض عقل سے معلوم کرنا بعید معلوم ہوتا ہے۔

(۳۷۱) فرمایا کہ مجھ سے ایک مدنی کہتے تھے کہ مدینہ طیبہ میں ایک مرتبہ سیلاب آگیا تھا

اُس کی وجہ سے اُحد کے قبرستان میں کچھ لاشیں نظر آئیں ۱۶ لاشیں برابر برابر رکھی ہوئی تھیں اُن کے موٹے موٹے کپڑے تھے نہ تو کپڑے گلے تھے اور نہ بدن میں کچھ فرق آیا تھا پھر فرمایا کہ حکیم سراج الحق صاحب میرے پھوپا تھے اُن کی صاحبزادہ کی بی بی تھیں بی عمدہ وہ بہت صالحہ تھیں خوب لکھی پڑھی تھیں دیکھنے والی عورتیں کہتی ہیں کہ اُن کا انتقال ہونے پر اُس کی لاش چند روز بعد تک بالکل تازہ رہی لدھیانہ میں انتقال ہوا تھا وہاں سے کرانہ لاش لائی گئی تھی

(۳۷۲) فرمایا کہ مولوی .... صاحب بہت صاف گو تھے وہ کہتے تھے کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے ایسا مضبوط قلب دیا ہے کہ اگر ہفت اقلیم کے بادشاہ ملکر مجھ سے تہدید کے ساتھ گفتگو کریں تو مجھے کچھ پروانہ ہو پھر حضرت والا نے فرمایا کہ اس قوت قلبی کی وجہ سے وہ اکثر مناظرہ میں غالب آجاتے تھے لیکن معقولی تھے تصوف کے قائل نہ تھے اول اول حضرت حاجی صاحب سے لڑا کرتے تھے البتہ آخر میں معتقد ہو گئے تھے پھر فرمایا کہ پرانے لوگوں میں دنیا کا اثر کچھ ضرور ہوتا ہے چاہے وہ بزرگ ہی ہوں چنانچہ حضرت حاجی صاحبؒ جب غدر میں روپوش ہو کر مکہ معظمہ تشریف لے گئے تھے تو مکۂ معظمہ جانے سے قبل .... بھی تشریف لے گئے تھے مولوی .... صاحب نے اس وجہ سے کہ استنے بڑے شیخ یہاں تشریف لائے ہیں اگر کوئی مرید نہ ہوا تو بڑی ہیٹی ہوگی بہت گھیر گھار کر کے ایک جولاہہ کو حضرت حاجی صاحب سے مرید کرایا تھا اس قصہ سے ظاہر ہے کہ وہ کس مذاق کے تھے۔

(۳۷۳) فرمایا کہ حضرت حاجی صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ خطرات جو لوگوں کو ستاتے ہیں تو وہ خطرات اگر دفع نہوں تو دفع کے پیچھے نہ پڑنا چاہیے بلکہ اُن ہی میں قدرت الٰہی کا مشاہدہ کرنا چاہیے کہ اللہ اکبر وساوس کا بھی کیسا سلسلہ ہے کہ دفع ہی نہیں ہوتا یہ سالک کے مناسب ہے کہ بس قدرت الٰہی کے مشاہدہ میں مستغرق ہو جاوے۔

(۳۷۴) فرمایا کہ ایک بزرگ ایک مولوی صاحب کے وعظ میں بیٹھے تھے مولوی صاحب کے دل میں عجب کا خطرہ پیدا ہوا کہ میں نے وعظ میں بہت اچھے مضامین بیان کئے ہیں بڑا دانشمند ہوں اصل میں وہ بزرگ اُن کی طرف متوجہ ہوئے بیٹھے تھے اُس کی وجہ سے یہ اثر تھا کہ جو اچھے مضامین مولوی صاحب کے قلب میں آرہے تھے اُن بزرگ کو مولوی صاحب کا یہ خطرہ منکشوف

ہوا بس وہ دوسری طرف یعنی ذکر وغیرہ میں مصروف ہو گئے پھر مولوی صاحب سے کچھ بھی نہ بیان کیا گیا وہیں کا وہیں مضمون رہ گیا۔

(۳۷۵) فرمایا کہ ایک مدعی اجتہاد کے چار بیٹے تھے اُن میں سے ایک کو بدعتی بنا دیا تھا ایک کو تعزیہ بنانے والا ایک کو سنی علیٰ ہذا القیاس اور یہ کہتے تھے کہ مذاہب مختلف ہیں نہ معلوم کون مذہب حق ہو اس لئے گھر میں سب طرح کے ہونے چاہئیں جو راہ راست پر ہو گا وہ سب کو بچالے گا خبطی تھے بس ایسی ہی سوجھی۔

(۳۷۶) فرمایا کہ حضرت ابراہیم بن ادہمؒ کا ایک مرتبہ تہجد قضا ہوا اوس کی اُنھوں نے تدبیریں کیں کھانا وغیرہ کم کھایا اُس دن ایسی نیند آئی کہ صبح کی نماز ہی قضا ہو گئی الہام ہوا کہ تفویض کر دو وہ فرماتے ہیں فوضت فاسترحت

(۳۷۷) فرمایا کہ ایک مولوی صاحب سے سُرین کی عربی پوچھی اُنھوں نے کہا کہ عرب میں سُرین ہی نہیں ہوتا پھر عربی کہاں سے ہو۔

۲۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۵ھ بروز جمعہ

(۳۷۸) ایک صاحب نے خط میں لکھا تھا کہ یکسوئی نہیں ہوتی حضرت والا نے جواب میں تحریر فرمایا کہ یکسوئی نہونے سے کیا حرج ہے اُنھوں نے پھر لکھا کہ حرج تو کچھ نہیں ذرا طبیعت پریشان ہوتی ہے حضرت والا نے تحریر فرمایا کہ باوجود جی نہ لگنے کے کام میں لگا رہنا سخت مجاہدہ ہے اور مجاہدہ ہی اصل طریق ہے پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے کام میں بھی راحت ڈھونڈھتے ہیں پھر دنیاداروں اور اللہ والوں میں فرق کیا ہوا

(۳۷۹) فرمایا کہ بڑی آدمیوں کے نماز پڑھنے میں یہ فائدہ ہے کہ آج جامع مسجد کے فرش کے ٹاٹ کے لئے ایک ہی صاحب نے دام دیدئے اُنہیں صاحب نے یہ بھی کہا کہ جو کوئی کام ہوا کرے مسجد یا طالب علموں کے متعلق تو مجھے اطلاع دیدی جایا کرے حضرت والا نے فرمایا کہ طالب علموں کا کام تو خدا کے فضل و کرم سے چلا ہی جاتا ہے پھر دوسرے موقع پر فرمایا کہ خدا نہ کرے جو طالب علموں کی حاجت اُن کے سامنے پیش کی جائے شرم آتی ہے طالب علموں کی بابت کسی سے کہتے ہوئے یوں دل چاہتا ہے کہ طالب علم بادشاہ بن کر

رہیں تاکہ اُن میں استغنا کی شان پیدا ہو اور دوسرے لوگ بھی اس استغنا کو دیکھ کر سبق حاصل کریں۔

(۳۸۰) فرمایا کہ ۔۔۔خان ۔۔۔ کے رئیس تھے اُنکی ایک حکایت سنی ہے کہ اُن کی چارپائی شب کو ایک پرنالے کے نیچے بچھی تھی بارش ہوئی اور اوس پرنالہ کا پانی اُن پر گرا مگر اُنکی آنکھ نہ کھلی اسی طرح ایک صاحب نے لکھا ہے کہ تمام بارش مجھ پر ہوئی اور آنکھ نہ کھلی۔ ایک حکیم صاحب نے فرمایا کہ ایسے آدمی کے قویٰ اچھے ہوتے ہیں فرمایا کہ ایسا شخص بلغمی اور بے حس ہوتا ہے اس وجہ سے کسی بات کا اثر نہیں ہوتا بس بے غم رہتا ہے اسی سے قویٰ اچھے ہوتے ہیں۔

(۳۸۱) فرمایا کہ حضرت شاہ غلام علی صاحب جو کہ مرزا مظہر جانجاناں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ہیں مرزا صاحب کے خدمت میں رہتے تھے کہیں سے مٹھائی آئی مرزا صاحب رح نے فرمایا کہ غلام علی مٹھائی لو انھوں نے ہاتھ پھیلا دیا فرمایا مٹھائی ہاتھ میں لیا کرتے ہیں کاغذ لاؤ پھر وہ کاغذ لائے اُس پر ذرا سی دی بعد کو دریافت فرمایا کہ وہ مٹھائی کھائی تھی اُنھوں نے عرض کیا کہ کھائی تھی فرمایا کہ کیسی تھی عرض کیا بہت لذیذ تھی فرمایا کہ کچھ بچی ہے عرض کیا نہیں فرمایا ارے سب ایک ہی دفعہ میں کھالی۔ پھر ہمارے حضرت نے فرمایا کہ مرزا صاحب کا مزاج کس قدر لطیف تھا کہ ذرا سی تو کاغذ پر مٹھائی دی اور اس کی نسبت بھی دریافت فرمایا کہ کیا سب ایک ہی دفعہ میں کھالی۔

(۳۸۲) فرمایا کہ لکھنؤ کے ایک بزرگ نہایت حسین اور خوش مزاج تھے اور بی بی نہایت بدصورت اور بدمزاج تھیں ایک دن بی بی سے کہنے لگے کہ تو بڑی بدقسمت ہے کہ اتنی دور دوسرے لوگ فائدہ اُٹھانے آتے ہیں اور تو گھر میں موجود ہے اور کچھ نفع حاصل نہیں کرتی اُنھوں نے جواب دیا کہ میں نہایت خوش قسمت ہوں کہ جو ایسا خوش مزاج خاوند ملا اور تمھاری قسمت پھوٹی کہ جو ایسی بدخصلت بی بی ملی۔

(۳۸۳) ایک صاحب حضرت والا کے کچھ ملفوظات لکھ رہے تھے اون سے ہنسکر فرمایا کہ میں تو کہا کرتا ہوں کہ کسی پر تو فرشتے مسلط ہیں مجھ پر انسان اور فرشتے دونوں مسلط ہیں اور کسی پر تو صرف خفیہ پولیس تعینات ہے اور مجھ پر خفیہ پولیس اور ظاہر پولیس دونوں تعینات ہیں۔

(باقی آئندہ محرم ۱۳۳۶ھ)

سنتیں چاہیے بیٹھکر پڑھ لے ۔ ان کو یہہ مسئلہ معلوم نہین ہے نمازی آدمی معلوم ہوتے ہین خواہ مخواہ بیچارون کا نقصان ہورہا ہے مطلع کردینا چاہیئے) پھر فرمایا لیکن جو معتقد ہونیکا دعوی کرے پھر لیجئے حکومت ٭ نازبراں کن کہ خریدار تست ۔ ورنہ ٭ کسے را باکسے کارے نباشد ۔ ایکبار فرمایا کہ میری سختی جبھی تک ہے جبتک کوئی شخص مجھ سے تعلق رکھنا چاہے ۔ اور جو کہدے کہ مین اب یہ تعلق نہین رکھنا چاہتا پھر جو کوئی بے عنوانی بھی اوسکی ناگوار ہو پھر اوسکی طرف سے کوئی شکایت قلب مین نہین رہتی ۔

(۴۰۶) فرمایا کہ بدون مناسبت کے پیری مریدی سے کچھ نفع نہین ہوتا آجکل اسکا کچھ خیال نہین کیا جاتا

(۴۰۷) کھانیکے لئے دسترخوان بچھایا گیا لیکن پورا کھولکر حضرت نے اوسکو دُھرا کردیا اور فرمایا کہ بڑی چیز سے بھی تکلیف ہوتی ہے جبکہ اوسکی ضرورت نہ ہو بڑی چارپائی پر نیند نہین آتی بڑے کمرے مین امرا کے بیٹھا نہین جاتا ۔ مختصر جگہ ہو ہان ہوادار ہو ایسی جگہ کو جی چاہتا ہے ۔ ضرورت سے زائد چیز سے وحشت ہوتی ہے کچھ ایسی واہیات طبیعت ہے احقر عرض کرتا ہے کہ حضرت سے گھر پر رہکر بڑی روٹی بھی نہین کھائی جاتی خاص طور سے چھوٹی چھوٹی روٹیان حضرت کے واسطے علیحدہ پکائی جاتی ہین ڈاڑھی ایک مشت سے زاید کٹوا دیتے ہین فرماتے تھے کہ ہوا مین ہلتی ہے تو الجھن ہوتی ہے ۔

(۴۰۸) فرمایا کہ نسبت کے بہت سے الوان ہین مثلاً نسبت خشیت نسبت ہیبت نسبت شوق نسبت محبوبیت وغیرہ ۔

(۴۰۹) فرمایا کہ یہہ بھی خداتعالیٰ کی رحمت ہے کہ میرے اولاد نہین ہوئی ورنہ چونکہ میری طبیعت مین اہتمام تربیت کا بیحد ہے مجھے سخت الجھن اور مشغولی رہتی ایک بار فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب سے میری خالہ صاحبہ نے اولاد کے متعلق دعا کے لئے عرض کیا تھا حضرت نے مجھ سے فرمایا کہ بھائی تمہاری خالہ نے مجھ سے دعا کے لئے کہا ہے لیکن میرا تو یہی جی چاہتا ہے کہ جیسا مین ہون ویسے ہی تم رہو مین نے عرض کیا کہ حضرت مجھے بھی وہی حالت پسند ہے جو حضرت کو پسند ہے ایک بار ایسے ہی تذکرہ مین فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے بہت سی اولاد دے رکھی ہے ۔ یہی اولاد ہے بلکہ اولاد سے بھی بڑھکر جو مان باپ کو اسطرح چھوڑکر آتے ہین کہ مجھے سنبھالنا پڑتا ہے کہ مان باپ سے کہین قطع تعلق نہ کرنے لگین ۔ ورنہ نافرمانی ہونے لگے ۔ مفت کی اولاد حق تعالیٰ نے دے رکھی ہے نہ پالنا پڑا نہ پرورش کرنا پڑا ۔ ایک بار بچون کو دیکھکر خوش ہوکر فرمایا کہ دیکھئے کیا رحمت ہے کہ مان باپ تو پرورش

کرنیکی زحمت اٹھائین خرچ کرین اور ہمین مفت کا حظ حاصل ہو۔ ایک بار فرمایا کہ اکثر ایسے لوگون کو جنکے اولاد نہین ہوتی دوسرون کے بچے دیکھکر رنج ہوتا ہے اور حسد کرتے ہین لیکن الحمد للہ مجھے بہت فرحت ہوتی ہے ایک بار ایک صاحب اولاد کا عمل پوچھنے آئے ہنسکر فرمایا کہ اگر مجھے کوئی ایسا عمل معلوم ہوتا تو آج مین دادا اور نانا ہوتا پھر فرمایا کہ ایک عمل مشہور ہے کہ دو انڈے روز اُبالکر چھلکا اُتارکر ایک پر والسماء بنینٰہا بایدٍ و انا لموسعون لکھکر مرد کہالے اور دوسرے پر والارض فرشنٰہا فنعم الماھدون لکھکر عورت کو کہلاوے چالیس دن تک ایسا ہی کرے اور اس درمیان مین کبھی کبھی ہم بستر ہوتا رہے۔

(۴۱۰) احقر پر ایک بار تنبیہ فرمائی گئی تھی معافی کی درخواست پر فرمایا کہ آپکو کیا وہم ہوگیا خدانخواستہ میرے قلب مین کچھ بھی نہین آپ بالکل اطمینان رکھین اوسوقت تو مین کہہ سن لیتا ہون بعد کو میرے قلب مین مطلق اثر نہین رہتا بحمد اللہ کسی قسم کی کدورت نہین رہتی میرے جی مین کچھ نہین رہتا بلکہ مجھے یاد بھی نہین رہتا کہ کیا ہوا تھا اوسیوقت کہہ سنکر بات ختم کردیتا ہون مین اللہ تعالیٰ کے بھروسہ سے کہتا ہون کہ ایسی صاف طبیعت کا شخص دو چار ضلعون مین بھی کم ہوگا۔

(۴۱۱) ایک ذاکر صاحب نے شکایت کی کہ کبھی کبھی کوئی آڑ سی آجاتی ہے فرمایا کہ کچھ فکر نہ کیجئے انشاء اللہ سب مٹ جاویگی کام مین لگے رہنا چاہیئے یہ کوئی مرض نہین طبعی بات ہے طبیعت کبھی کیسی کبھی کیسی آدمی دونون وقت کہانا کہاتا ہے کسیوقت تو کہانا کہاکر طبیعت بحال ہوجاتی ہے اور کسی وقت کند بہہ تہوڑا ہی ہوتا ہے کہ فوراً علاج کرنے لگے اوسے مرض نہین کہتے۔ بہائی وقت ہے۔ بلکہ کبھی کبھی ایک آدہ دست بھی ہوجاتا ہے حکیم یہی کہیگا کہ یہ اتفاقی بات ہے مرض نہین ہے پھر فرمایا کہ ایسے ہی عوارض اتفاقی طور پر پیش آجاتے ہین کچھہ غم نہ کیجئے۔

(۴۱۲) فرمایا جس گانون مین عارضی اجتماع بوجہ میلہ یا فوج وغیرہ کے ہوجاوے اوس سے وہ گانون ہونے سے خارج نہین ہوتا اسلئے وہان جمعہ جائز نہین۔

(۴۱۳) ایک منی آڈر مین تفصیل درج نہین تہی واپس فرمادیا کہ انکا ایک آنہ ضائع ہوجائیگا اس جرمانہ سے یہ مرض جایگا نری فہمائش کافی نہین۔

(۴۱۴) مجلس خیر کے قواعد مین کچھ ترمیم ہوئی بیشتر جو شرکت کا وعدہ کرچکے تہے اونکو دوبارہ اطلاع

ترمیم کی گئی اور صاف لکھدیا گیا کہ پچھلے وعدہ کا ذرا اثر اپنے قلب پر نہ لین۔ یہہ تجویز کر کے حضرت نے فرمایا کہ جی چاہتا ہے کہ ایک منٹ کیلئے بھی کسی کے قلب پر اپنی طرف سے بار نہو ہم خود ہی اونہین عدم شرکت کا بہانہ کیون نہ بتلادین۔

(۴۱۵) ایک صاحب بعد اذان عصر تعویذ لینے آئے فرمایا کہ وقت کی جان نکالکر تعویذ لینے آئے ہو ظہر کے بعد فوراً آجانا چاہیئے۔ اسوقت بہت تکلیف ہوتی ہے تعویذ لکہنے مین۔

(۴۱۶) فرمایا کہ بزرگون مین یہ بات دیکہنا چاہیئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت مین سے کتنا حصہ ملا ہے مکاشفات وغیرہ سب قصے ہین مسمریزم کے قصے دیکھے ہونگے سب خیال کے تابع ہوتے ہین اصل چیز یہ ہے کہ حضور سے کس درجہ مناسبت ہے اور مناسبت بھی بے ساختگی اور پختگی کے ساتھ یون دو چار دن کو تو سب بن سکتے ہین بس بڑی بات یہ ہے۔

(۴۱۷) فرمایا کہ اولیاء اللہ معصوم تو نہین ہوتے محفوظ ہوتے ہین یعنی اللہ گناہون سے اونکی حفاظت فرماتا رہتا ہے

(۴۱۸) فرمایا کہ مولانا رومی کے کلام سے علم حاصل کرنا ہر شخص کا کام نہین بجز اوسکے کہ جسکو خدا تعالیٰ علوم عطا فرماوے یہ کلام ذو وجوہ ہے قرآن شریف کی بعض آیات کی بھی باستثناء محکمات کے یہی شان ہے اسی لئے سب فرقون نے اس سے تمسک کیا ہے کسی کا قول ہے قرآن چون مرد سخی ست کہ ہر کس بدان تمسک تواند کرد اسلئے حدیث کی اقوال سلف کی سخت ضرورت ہے خود ارشاد فرماتے ہین ثم ان علینا بیانہ۔ یعنی بعد اداے الفاظ کے پھر بھی حاجت بیان رہتی ہے جو دوسرے طریقہ یعنی وحی خفی سے پوری ہوئی۔ پھر فرمایا کہ مثنوی شریف کی بھی یہی شان ہے یہان تک کہ حضرت جامی فرماتے ہین ؎

مثنوی مولوی معنوی	ہست قران در زبان پہلوی

اسکا یہ مطلب نہین کہ اسمین قران کے مضامین ہین بلکہ حضرت حاجی صاحب فرماتے تہے کہ اسکا یہ مطلب ہے کہ مثنوی بوجہ الہامی ہونے کے کلام حق ہے فارسی مین جیسا کہ قران شریف بوجہ وحی ہونے کے کلام حق ہے عربی مین وہان وحی سے کلام پیدا ہوا یہان الہام سے کلام پیدا ہوا جیسے شجرہ طور مین انا اللّٰہ پیدا ہوا تھا اسکی شان بہت مشابہ ہے قرآن کے یضل بہ کثیرا و یھدی بہ کثیرا اور چونکہ مثنوی مجمل اور ذو وجوہ ہے اسلئے مثنوی سے کسی مسئلہ پر استدلال نہین چاہیئے کرنا بلکہ خود اوسکو منطبق کرنا چاہیئے اصول صحیحہ پر۔

(۴۱۹) فرمایا کہ زیادہ ذمہ دار بد استعدادی کا اساتذہ کا طرز تعلیم ہے۔ رعایت ہی نہین کرتے مخاطب کے مناسبت کی۔

(۴۲۰) استفسار پر فرمایا کہ کچھ مادّے خراب پیدایشی بہی ہوتے ہین لیکن اُنکے مقتضا پر عمل نہ کرنا چاہیئے یہی مجاہدہ ہے۔

(۴۲۱) ایک ذی علم عشق مجازی مین مبتلا ہوگئے اونکو دہوکہ ہوا کہ یہ نفسانی محبت نہین حضرت نے قطعاً محبوب سے علحدگی کرادی اون صاحب کی رائے ہوئی کہ اس افتراق سے بجائے نفع کے نقصان ہوا وہ کہتے تہے کہ مین تو اپنی طبیعت سے خوب واقف ہون اگر مجہے علیحدہ نہ رکھا جاوے تو مین اس بلا سے نکلکر دکہلا دون وہ یہہ بہی کہتے تہے کہ گو زہر عام طبائع کے اعتبار سے مضر ہے لیکن بعض خاص طبائع کے لئے مفید ثابت ہوتا ہے حضرت کو اونکی اس رائے کی اطلاع ہوئی تو فرمایا کہ اول تو مریض کو حق نہین کہ طبیب کی تجویز مین دخل دے۔ دوسرے یہ کہ زہر تو کبہی جائز بہی ہے لیکن معصیت تو ہر حال مین معصیت ہے اور اونکو اپنی نیت کا حال خود ہی معلوم ہے کہ اچہی ہے یا بُری مین تو نفسانی محبت ہی سمجہتا ہون اون کی نیت کا حال دوسرے کو کیسے معلوم ہوسکتا ہے جب مین اسکو معصیت سمجہتا ہون پہر اختلاط کی کیسے اجازت دے سکتا ہون البتہ خود اونکو اپنی نیت کا حال معلوم ہے اگر وہ اسکو معصیت نہین سمجہتے تو وہ بطور خود جو تدبیر نافع سمجہین کرین مگر اس طور پر کہ مجہے علم نہو کیونکہ جب مین معصیت سمجہتا ہون تو مین اجازت دیکر کیون گنہگار بنون پہر فرمایا کہ یہ اونکا خیال غلط ہے کہ اختلاط سے کمی ہوجاویگی اوسوقت ایک تسلی سی ہوجاتی ہے لیکن پہر افتراق کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ محبت کم نہین ہوئی بلکہ اور زیادہ بڑہ گئی یہ بہی فرمایا کہ یہ نفسانی ہی محبت ہے لیکن اون کے سمجہہ مین نہین آتا اور اونکی گریہ و بکا کی حالت سُنکر ہنسکر فرمایا کہ برسات کا موسم ہے ہوا ہے، بارش ہے سب ٹہیک ہوجاوینگے میرے دل مین حق تعالےٰ نے ڈال رکہا ہے کہ اونہین جلد اس سے نجات ہوجاویگی اسلیئے مجہے اطمینان ہے اونہون نے اسکو اپنے توہمات سے اور بہی بڑہا لیا ہے اور بہت بڑا سمجہ رکہا ہے مجہے معمولی سی بات معلوم ہوتی ہے پہر فرمایا کہ مبتلا پر غصہ مجکو نہین آتا ہے۔

(۴۲۲) فرمایا کہ میرے مواعظ مین امید کے مضامین بہت ہوتے ہین ترہیب بہت کم ہوتی ہے میری زیادہ

غرض یہ ہوتی ہے کہ لوگون کو لگاؤ اور محبت حق تعالیٰ سے پیدا ہو جاوے گو خیال ہوتا ہے کہ جرأت معصیت پر نہ ہو جاوے لیکن لگاؤ اور محبت اگر پیدا ہو جاوے تو معصیت ہو ہی نہین سکتی یہ حضرت حاجی صاحب کا طریق ہے وہان بس تسلی ہی تسلی تھی کسی حال مین مایوس نہ ہونے دیتے تھے یون فرماتے تھے کہ ہم لوگ عبد احسانی ہین احسان اور لطف کے بندے ہین جبتک آرام اور آسایش مین ہین تب تلک تو عقائد بھی درست ہین اور تھوڑا بہت نماز روزہ بھی ہے اور جہان کوئی مصیبت پڑی بس سب رخصت اسلیئے ہمیشہ حتی الامکان اپنے آپکو مباح آرام مین رکھنا چاہیئے پانی جب پیئے نہایت ٹھنڈا تاکہ ہر بن مو سے الحمد للہ نکلے ورنہ گرم پانی پیکر زبان تو الحمد للہ کہے گی لیکن دل شریک نہ ہوگا۔ پھر ہمارے حضرت نے فرمایا کہ ایسا شیخ میرے دیکھنے مین نہین آیا نہ آیندہ اُمید ہے حضرت مولانا مظفر حسین صاحب جنکا تقویٰ مشہور و معروف ہے اونکا مقولہ قاری محمد علیخان صاحب جلال آبادی سے مین نے سُنا ہے یہ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت حاجی صاحب سلف صالحین مین سے ہین یہ حق تعالیٰ کی رحمت ہے کہ اس زمانہ مین پیدا ہوئے یہ بہت بڑی شہادت حضرت حاجی صاحب کے کمال کی ہے کہ ایسے اکابر کی نظر مین حضرت کی اسقدر وقعت تھی۔

(۴۲۳) ار جمادی الاولیٰ یوم چہارشنبہ۔ درس جلالین شریف۔ فرمایا کہ کوئی درسی فن مشکل نہین اگر ترتیب سے ہو اور کوئی فن آسان نہین اگر بلا ترتیب ہو بس یہ چیز مفقود ہے مدرسین اور متعلمین دونون مین استاد جس ترتیب سے پڑھائے اور تقریر کرے اوسکے تابع رہنا چاہیئے استاد کی تقریر کو نہایت غور سے سننا چاہیئے اکثر طالب علم مدرس کی تقریر کے وقت خود بھی کچھ نہ کچھ سوچا کرتے ہین یہ ہرگز نہین چاہیئے نظر الفاظ پر رکھنی چاہیئے اور دھیان تقریر کی طرف۔ ہمہ تن توجہ ہو کر سننا چاہیئے۔ مثلاً مین جب تقریر ختم کر چکون اگر سمجھ گئے ہون ہون ہان کچھ کرنا چاہیئے اگر نہ سمجھے ہون دوبارہ پوچھنا چاہیے اگر کوئی بات مستقل پوچھنا ہو بعد ختم تقریر پوچھنا چاہیئے نیز میری تقریر کا فضول اعادہ نہ کیا جاوے جیسی کہ بعض کی عادت ہے کہ مدرس کی تقریر کو اعادہ کر کے مدرس سے پوچھتے ہین کہ کیا اسیطرح ہے اگر کوئی اشکال نہین ہے تو آگے بڑھے لوگ اوستاد کی ترتیب کے تابع ہو کر نہین پڑھتے اسی لئے مجکو مدرسی مین سخت تکلیف ہوئی طالب علمون کو زجر کرتا تہا۔ دیکھنے والے کہتے تھے کہ یہ تو ذرا سی بات تھی اسپر اتنی خفگی کی کیا ضرورت تھی مین کہتا تہا کہ اوس سے پوچھو جسکو محنت پڑی ہے۔ آجکل بعضے

مدرسین خود ہی کچھ محنت نہین کرتے بے پروائی کے ساتھ بے ترتیب تقریرین کرتے ہین اسی لئے طالبعل
بہی اگر گڑ بڑ کرتے ہین تو اونھین کچھ تکلیف نہین ہوتی وہ سمجھتے ہین کہ ہم ہی کونسا حق ادا کر رہے ہین
اونکی تقریر ہی خود ایسی نہین ہوتی کہ جسکے ضائع جانیکا اونکو قلق ہو جسنے جانفشانی کرکے تقریر کی ہو او
پہر اوسکی ناقدری کیجاوے اوسکے دل سے پوچھئے کہ اوسکو کسقدر کوفت ہوتی ہے۔

(۴۲۴) ایک صاحب سے جن پر کسی بے عنوانی کے سبب پیشتر خفگی ہو چکی تہی فرمایا کہ کیا کرون عوم
تو ضبط کا ہین کر لیتا ہون کہ کسی کو اسطرح نہ کہونگا لیکن وقت پر یاد نہین رہتا میرے دل مین خدانخواستہ
کوئی غبار نہین ہین تو خادم ہون مجھے کسی خدمت سے انکار نہین ہان یہ ہے کہ بس اتباع کرنا چاہیئے۔
اور مین اپنی ذاتی اغراض مین تو اتباع نہین کراتا وہ اونہین کی مصلحتین ہوتی ہین مین نے جب پوچھا تھا
کہ وجہ آپ کے اس اجازت لینے کی کیا ہے تو آپکو فوراً وجہ بتلا دینی چاہیئے تھی (ان صاحب نے درس
مثنوی مین کتاب لیکر بیٹھنے کی اجازت چاہی تہی حالانکہ شریک درس پیشتر ہی ہوتے تھے وجہ اجازت کی
اون صاحب کے ذہن مین یہ تہی کہ ایک طالبعلم کو جو حضرت سے بیعت بھی ہین حضرت نے شرکت درس
جلالین سے منع فرما دیا تہا کیونکہ وہ طالب علمانہ حیثیت سے پڑھتے تھے اور بے ڈھنگے طور پر سوالات
کرتے تہے اسلئے حضرت نے فرما دیا کہ چونکہ تم حقوق تعلیم ادا نہین کرتے اسلئے انقباض ہوتا ہے جو تعلق بیعت
مین تمکو مضر ہوگا اسلئے تم بلا کتاب بیٹھکر سن تو سکتے ہو لیکن طالب علمانہ حیثیت سے پڑھنے کی اجازت
نہین اسلئے بزرگون نے کہا ہے کہ جس سے بیعت ہو اوس سے سبق نہین پڑھنا چاہیئے کیونکہ اس تعلق
کے حقوق درس کے وقت محفوظ نہین رہ سکتے چنانچہ اون صاحب نے بہی کتاب لیکر مثنوی شریف
کے درس مین شرکت کی اس بناء پر اجازت چاہی لیکن واقعۂ مذکورہ کا حوالہ باوجود حضرت کے استفسا
کے نہین دیا اور خود حضرت کے خیال مین نہ آیا کہ یہ اسلئے اجازت چاہتے ہین اسلئے اسپر حضرت کو نہایت
انقباض ہوا اور چونکہ طبیعت نہایت لطیف ہے اونکو اوٹھا دیا کیونکہ اونکو دیکھ دیکھ کر اوبھی طبیعت
منقبض ہوتی بعد کو فرمایا کہ انکو خواہ مخواہ اس احتمال نکالنے کی ضرورت ہی کیا تہی اگر شرکت خلاف مصلحت
ہوتی مین خود ہی روک دیتا لیکن جب احتمال پر پوچھنا تھا تو میرے پوچھنے پر جواب بھی دیا ہوتا نہین
صاحب کی معذرت پر یہ گفتگو ہو رہی ہے) ساری خرابی خود رائی کی ہے اتنے دن آپکو یہان رہتے
ہو گئے لیکن آپ کی خود رائی کی عادت مین رائی برابر بہی فرق نہین آیا یہ آپکو یاد ہی نہین رہتا۔

اجتہاد نہ کیا کیجئے اس سے بڑی تکلیف ہوتی ہے آپکو بھی اور دوسرے کو بھی علاوہ اسکے آپنے اوسوقت اتنا بھی نہ فرمایا کہ صاحب مجھہ سے غلطی ہوگئی محض ساکت بیٹھا رہنا اس بات کے سمجھ لینے کے لئے کہ غلطی کو تسلیم کر لیا کافی نہین ہوتا کیونکہ سکوت سے یہ بھی شبہ ہوسکتا ہے کہ محض ادب کی وجہ سے ساکت ہون اور دراصل اپنی غلطی کی بابتہ اطمینان نہ ہوا ہو چنانچہ اسوقت بھی آپ ساکت بیٹھے ہوئے ہین اس وقت بھی یہی شبہ ہے اسیطرح پڑہانے مین اگر ہون ہان کرتا رہے تو میری طبیعت بڑھتی ہے ورنہ شبہ رہتا ہے کہ نہ معلوم سمجھا بھی یا نہین اگر کوئی بولے کچھ نہین منہ کو تکتا رہے تو پڑہانے مین میری طبیعت کہلتی نہین آپسے وجہ تصریحاً پوچھی گئی لیکن پھر بھی آپنے یہی کہدیا کہ بس حکم اجازت کا معلوم ہوگیا اب وجہ بیان کرنیکی ضرورت نہین رہی تو گویا آپ نے میری وجہ پوچھنے کو ایک لغو حرکت سمجھا جسکو آدمی بڑا سمجھے کیا اوسکا یہی حق ہے میرا حکم تو خود موقوف تہا وجہ کے معلوم ہونے پر کیونکہ مین کوئی علم غیب تو پڑہا ہی ہوا نہ تہا بدون اسکے جسکو آپ حکم سمجھے وہ حکم بھی ابھی حاصل نہین ہوا۔ اب دیکھئے یہ بڑے میان (ایک بھائی نے اپنے کسی عزیز کی بیماری کا حال تو تفصیلاً بیان کر دیا اور نہین بتلایا کہ کیا چاہتا ہے) آئے انہون نے ایک بحر طویل ہانک دی اور یہ نہین بتلایا کہ مجھہ سے کیا چاہتے ہین اگر مین اجتہاد سے کام لیتا تو انکو تعویذ دیدیتا اور انکو چاہئے تھی دوا جیسا انہون نے بعد تفتیش کے کہا تہا میری ہی محنت ضائع جاتی۔ افسوس آپکا کوئی کام کوئی کلام خود رائی سے خالی نہین ہوتا اتنے دن سے رہ رہے ہین لیکن رائی برابر بھی خود رائی مین فرق نہین آیا۔ البتہ جس سے تعلق نہ رکھتا ہو وہ اگر مجھے گالیان بھی دے لے تو بھی کچھ نہین لیکن تعلق والوں کی بے عنوانیون سے بہت تکلیف ہوتی ہے آپ مین سب کمال ہین مگر اتباع نہین طبابت مین مخدوم بنے رہے ہین اسلئے مزاج مین اجتہاد کی عادت پڑ گئی اتباع تو بڑی راحت کی چیز ہے یہ بھی کوئی مشکل کام ہے کہ جو کہا جاوے وہی کیا جاوے بلکہ اجتہاد مین تو ایک مصیبت ہے کہ ہر وقت سوچے کہ کیا کرنا چاہیئے اور آپنے اجتہاد بھی کیا خوبصورت کیا مین نے تو وجہ پوچھی آپ نے اوس سے حکم استنباط کر لیا اسکے بعد فرمایا کہ جب ہم ایسے محسوسات مین اجتہاد کی قابلیت نہین رکھتے تو غیر محسوسات مین بہلا کیا اجتہاد کرینگے اس سے معلوم ہوا کہ ہمارے ذمہ تقلید ائمہ کی واجب ہے اون صاحب نے عرض کیا کہ مین قصداً تو کرتا ہون فرمایا کہ غلط ہے قصد مین اتنی غلطیان نہین ہوتین اسکو تو مین بھی مانتا ہون کہ آپ خلاف کا قصد نہین کرتے لیکن یہ عدم قصد خلاف کافی نہین بلکہ قصد عدم

خلاف کی ضرورت ہے۔

(۴۲۵) ایک خط کے آدہے کاغذ پر حضرت نے جواب لکہا اور آدہے کو پہاڑ کر اپنے پاس رکہہ لیا فرمایا
کہ اتنا کاغذ تعویذ ہی کے کام آئے گا۔ وہان یہہ ردی ہی مین جاتا لیکن ایسا کاغذ صرف اوسیکے
خط سے لیتے ہین جس سے بخوبی واقف ہون ورنہ واپس کردیتے ہین۔

(۴۲۶) ایک طالب علم جو کہ حضرت کیخدمت مین حاضر ہین اُنکے پانچروپیہ قرض کسی دوسرے طالبعلم کے ذمہ تھے جو سہارنپور
کے مدرسہ مین پڑہتے ہین اُنکو روپیہ کی ضرورت ہوئی اُنھوں نے قرضدار طالب علم کو لکہا ہوگا قرضدار طالب علم نے
سہارنپور سے حضرت کو لکھا کہ آپ پانچ روپیہ میری جانب سے دیدیجئے مین آپکو بھیجدونگا حضرت نے فرمایا کہ
اس قصہ مین کون پڑے یاد رکھنے کا اور پہر وصول کرنیکا کام اپنے ذمہ کیون بڑہایا جاوے اس سے
یہ سہل ہے کہ خود ان موجود طالب علم کو مدرسہ سے بطور امداد کے خرچ دیدیا جاوے پہر یہ اپنا روپیہ
اون سے جب چاہین وصول کرین (یہ طالب علم غریب ہین) پہر فرمایا کہ مجھے قرض لینا دینا دونون
ناپسند ہین حضرت ملا جامی فرماتے ہین ؎

مدہ شان قرض ستان نیم حبہ		فان القرض مقراض المحبہ	

اکثر لوگ اور بہی تساہل کرتے ہین تو اس قرض خواہ کو جب کوئی ضرورت پیش آتی ہے ضرور اپنے
قرض کا خیال آتا ہے کہ کیا کہئے اون کے پاس روپیہ پہنسا ہوا ہے ملجاتا تو کام چلتا تو اس سے
بڑی تکلیف ہوتی ہے ایک شخص کانپور مین آئے کہا کہ چار پانچ روپیہ قرض چاہئین مین نے کہا یہ
دو روپیہ ہین یہ ویسے لیجاؤ مگر قرض سے معاف رکہو انکی ادائگی کی فکر نہ کرنا خواہ مخواہ قرضخواہ پر
بار ہوتا ہے اور دوسرے کو شرمندگی حضرت امام ابوحنیفہ رح بڑے مالدار تھے جب کسی کو ضرورت ہوتی
تہی وہ قرض دیدیتے تھے قرضدار اگر کہین راستہ مین دکھائی پڑتا تو کترا کر علیحدہ ہو جاتے تھے فرماتے کہ
وہ مجکو دیکھکر شرمندہ ہوگا مجھے بار ہوگا اگر سلام کریگا تو یہ بہی ایک قسم کا نفع ہے قرض دیکر نفع لینا جائز
نہین ممکن ہے کہ خوشامد ہی مین سلام کرے۔ مین مسلمان کو سود دینے سے اور اپنے آپکو سود لینے سے
بچاتا ہون۔ اگر کسی قرضدار کے دیوار کا سایہ راستہ مین پڑتا تو اوس سے بھی بچکر چلتے کیونکہ یہ بہی ایک قسم
کا انتفاع ہے جو کہ کمال تقویٰ کے خلاف ہے کیا ٹہکانا ہے حقیقت کا اور خوف کا ہم تو ہاتھی بھی ہضم
کرجائین وہ حضرات اتنا خیال رکہتے تہے پہر فرمایا بڑے دانشمند تہے کتابیں تو نہیں دیکھیں لیکن ثقات سے

اہل علم سے سنی ہوئی حکائتین ہین ایک بدوی کا ساتھ کسی سفر مین ہوا حضرت امام ابوحنیفہ رح نے اوس سے پانی مانگا اوسکے پاس تھوڑا پانی تہا اوسنے کہا کہ ایک درم کو دونگا گو قیمت بہت تہی لیکن پیاس تھی اسلیئے آپ نے ایک درم مین خرید لیا آپنے کچھ پانی پیا اور کچھہ مین ستو گھولا بدوی سے فرمایا کہ میان لیتے ہو بہت اچھا ستو ہے بدوی بہلا کہان چھوڑنے والا تہا فوراً لیلیا ستو گاڑھا سا تہا کہاتے ہی اوسکو پیاس لگی اوس نے امام صاحب سے پانی مانگا آپ نے فرمایا کہ مول دینگے اور ایک درم قیمت لین گے چونکہ اوسکو بہت پیاس لگی ہوئی تہی مجبوراً ایک درم دیکر پانی لینا پڑا امام صاحب نے اپنا درم بھی بچا لیا اور مفت مین پانی پی لیا۔ تو گویا ستو کے عیوض پانی ہوا۔ امام صاحب فرماتے ہین کہ مین عمر بہر مین کسی کے دہوکہ مین نہین آیا البتہ ایک بڑھیا نے مجھے دہوکہ دیا بڑی استاد تہی ایک چادرہ لقطہ کا پڑا ہوا تہا لقطہ کے مال کو دیکھکر واجب ہے اوٹھانا اور تشہیر کرنا امام صاحب چلے جا رہے تھے بڑھیا ہی سامنے سے آرہی تہی اوسکو معلوم ہوا کہ ایک چادرہ لقطہ پڑا ہوا ہے اوسنے سوچا کہ اگر مین خود اٹہاتی ہون تو میرے ذمہ پڑتا ہے کوئی ایسی ترکیب کرو کہ یہ (امام صاحب) اوٹھا دین کہ پورا حق ادا کرین گے ورنہ دوسرا شخص شاید خیانت کرے اور خود ذمہ داری سے بچنا چاہا اوسنے کیا ترکیب کی کہ چادرہ کے پاس آکر گونگی بنگئی اور باشارہ سے ہون ہون کرنے لگی امام صاحب سمجھے کہ یہ اس کا چادرہ ہے گر گیا ہے اسکو اٹھوانا چاہتی ہے امام صاحب اوس چادرہ کو اٹھاکر اوسے دینے لگے تو وہ بولی کہ یہ لقطہ ہے میرا نہین ہے اسکی تشہیر کرو امام صاحب چادرہ کو لئے لئے پھرتے تھے کہ بہائی کسکا ہے بڑھیا بڑی استاد تہی فقیہ تہی فقیہ۔

(۴۲۷) فرمایا کہ جی چاہتا ہے کہ مسلمان اناج کی تجارت کرین ظالم تاجرون کے ظلم سے تو بچین بس یہ کرین کہ فصل پر غلہ بھر لیا اور جب نرخ بڑہا تو بیچدیا۔ ظالم تاجر قحط کے زمانہ مین غلہ کو روک کر بڑا ظلم کرتے ہین مسلمان لوگ اگر کرین تو یہ کیسی اچھی بات ہے کہ قحط سالی مین غریبون کی بڑی امداد کرسکتے ہین لیکن مسلمان خود تجارت ہی کو ذلیل سمجھتے ہین۔

(۴۲۸) فرمایا کہ والد صاحب کی عمر ۵۴-۵۵- برس کی ہوئی جتنی اب میری عمر ہے پھر فرمایا کہ نہایت شوق سے والد صاحب نے مجھے علم دین پڑھایا یہ سب اونہی کا طفیل ہے تائی صاحبہ نے اون سے ایکبار کہا کہ بیٹے جائداد سے اولاد کا کب کام چلتا ہے نوکری کے بغیر گذر کہین ہوتی ہے

اور اسکو تو عربی پڑہا رہا ہے جسمین نوکری ہنین مل سکتی یہہ بیچارہ کیا کریگا یہ سنکر والد صاحب بہت بگڑے کہا کہ بہائی اب کبھی مت کہنا اس بات سے مجھے بہت صدمہ ہوتا ہے تمنے یہ کیا کہا کہ بیچارہ کیا کریگا تم دیکھنا کہ اسکی جوتیون سے روپیہ لگے لگے پہرین گے اور یہ اودہر رخ بہی نکریگا وہ دنیا دار آدمی تہے لیکن اللہ اکبر کسقدر قوی توکل تہا اگر کسی درویش کے منہ سے یہ قول نکلتا تو لوگ اوسکو کرامت سمجھتے دیکہیئے اتنی دور کی بات سمجھکر اونہون نے مجھے عربی پڑہائی بھی کسقدر توکل تہا چھوٹے بہائی کو انگریزی پڑہائی مگر بفضلہ تعالیٰ اتنا فرق ہے کہ جنہون نے انگریزی پڑھی اونکو بارہا افسوس ہو چکا ہے کہ مجھے والد صاحب نے علم دین نہ پڑہایا اور ماشاء اللہ اون کی بہی خوش فہمی وحب دین ہے اور مجھے ایک دن بہی بحمد اللہ یہ حسرت ہنین ہوئی کہ مین نے انگریزی کیون نہ پڑہی دل اونکا بہت اچھا ہے اونکو بہت ہی افسوس ہے اور حسرت ہوتی ہے کہ والد صاحب نے اونہین بہی کیون علم دین ہی نہ پڑھایا یہ بہی رحمت ہے کہ اون کے قلب مین دین کی محبت ہے اونکا بہت اچہا قلب ہے وعظ مین جب بیٹھے بدون روئے ہوئے ہنین اوٹھے بعض دفعہ چیخین مار مار کر رویا کرتے ہین۔ ویسے نہایت ذکی اور ذہین ہین اگر علم دین پڑہتے تو بہت بڑے عالم ہوتے۔

(۴۲۹) فرمایا کہ حضرت مولانا فخر نظامی ملامتی تہے ایک بار جامع مسجد سے نماز پڑھکر نکلے ایک بڑھیا نے شربت پیش کیا کہ بیٹا تیرے لئے بناکر لائی ہون اسے پی لے۔ مولانا کا روزہ تھا لیکن بلا تامل پی لیا۔ بعضون نے کہا ہے کہ فرض روزہ تہا واللہ اعلم۔ لوگون نے پوچھا کہ حضرت یہ کیا کیا فرمایا کہ بھائی روزہ توڑنا آسان تہا دل توڑنے سے روزہ کی تو قضا بھی ہے دل توڑنے کی قضا کہان مجھے ساٹھ روزہ کفارہ کے رکہنا آسان ہین اس سے کہ اوسکا دل توڑنا پہر ہمارے حضرت نے فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب سے اسکی تحقیق سنی ہے سبحان اللہ مجتہد تہے فرمایا کہ فرض روزہ توڑنا تو کسی کی دل شکنی کے خیال سے جائز ہنین مگر مولانا مغلوب الحال تہے اوسوقت اون پر قلب کی حقیقت منکشف ہوگئی اور صوم کی حقیقت منکشف ہنین تہی اگر حقیقت صوم کی بہی منکشف ہوتی تو ہرگز روزہ توڑنا گوارا نکرتے کیونکہ حقیقت صوم کی حقیقت قلب سے اکمل ہے اوسوقت اونسے حقیقت صوم کی مخفی ہوگئی صرف قلب کی حقیقت مکشوف تھی اوس سے مغلوب ہو کر روزہ توڑ دیا پہر ہمارے حضرت نے فرمایا کہ اوسوقت کوئی مولوی بلکہ سچ کہتا ہون ہندوستان بھر مین کوئی درویش

بھی سوائے حضرت حاجی صاحب کے اس فعل کی حقیقت نہین بتلا سکتا تھا عجیب شان تھی کیسی ہی الجھی ہوئی بات ہوتی فوراً سلجھا دیتے تھے تب ہی تو حضرت مولانا محمد قاسم صاحب جیسے زبردست عالم فرماتے تھے کہ کوئی تو حضرت حاجی صاحب کی کشف و کرامت دیکھکر معتقد ہوتا ہے کوئی کچھہ دیکھکر کوئی کچھہ دیکھکر اور مین حضرت حاجی صاحب کا اون کے علم کی وجہ سے معتقد ہوا ہون حالانکہ حضرت حاجی صاحب کی ظاہری تحصیل صرف کافیہ تک تھی اور اوسکے بعد کچھہ مشکوۃ وبس۔

(۴۳۰) یکم رجب المرجب ۱۳۳۴ھ۔ دوران درس مثنوی شریف مین فرمایا کہ عالم باعمل کا بڑا رتبہ ہے گو وہ صاحب باطن اوس درجہ کا نہو۔

(۴۳۱) فرمایا کہ اگر کوئی سالک اپنے مقام کو چھوڑ کر دوسرے مقام کی نقل کرے تو نقل بنتی نہین۔ اور امور طبعیہ کے خلاف تو دو دن بھی نہین چلتی۔

(۴۳۲) چند واعظین و مناظرین حال کا ذکر تھا جنکی وجہ سے دین مین بہت کچھ فساد پھیل رہا ہے اون مین سے بعض کا نسب ہی ٹھیک نہین کوئی گھٹیا قوم کا ہے۔ فرمایا کہ اکثر ایسے لوگ پڑھ لکھکر اور مقتدا بنکر خود بھی خراب ہوتے ہین اور دوسرون کو بھی گمراہ کرتے ہین ایسون کے بس تابع ہی رہنے مین سلامتی ہے مقتدا بنکر غضب ڈھاتے ہین۔ استفسار پر فرمایا کہ ایسے لڑکون کو علم دین مقتدائیت کے درجہ کا نہین پڑھانا چاہیئے جنکی بابتہ گمان ہو کہ دین مین فساد کریگا مزاج اور اخلاق دیکھے بچپن ہی سے حال معلوم ہو جاتا ہے مگر مدرسین غور نہین کرتے اونہین تو مدرسون کو بھرنے سے مطلب اور چندہ کھینچنے سے۔ ورنہ غور کرین تو معلوم ہو سکتا ہے۔

(۴۳۳) فرمایا کہ لوگون کو مقتدا بننے کا بڑا شوق ہے۔ مولانا فرماتے ہین ؎

خویش را رنجور سازو زار زار	تا ترا بیرون کند از اشتہار
اشتہار خلق بند محکم ست	بند این از بند آہن کے کم ست

مجھے تو اس مقام کا ایک شعر بہت پسند آیا ہے۔ اسی کے آگے پیچھے فرماتے ہین ؎

چشمہا و خشمہا و رشکہا	بر سرت ریزد چو آب از مشکہا

رشک حسد خشم ساری آفتون کا سامنا ہوتا ہے بڑے بننے سے۔

(۴۳۴) احقر کو ہدایت فرمائی کہ انضباط و انتظام اوقات بڑی چیز ہے یہ نہین چاہیئے کہ ایک کام

کے وقت دوسرا کام۔ دوسرے کام کے وقت تیسرا۔ جس کام کا جو وقت مقرر ہو اوسکو اوسیوقت
کرے اس سے بڑی برکت وقت مین ہوتی ہے۔ اور راحت رہتی ہے پھر اپنی نسبت فرمایا مین بعد
کھانیکے دوپہر کو بس سیدھا بالاخانہ پر چلا جاتا ہون وہان تنہائی مین چاہے پانچ منٹ ہی کیون
نہون لیکن سکون ہوجاتا ہے غیر اوقات مین اگر کوئی بات پوچھے تو صبح سے دوپہر تک کام کرنے
مین اتنا تکان نہین ہوتا جتنا کہ دو منٹ مین ہوجاتا ہے سخت اُلجھن ہوتی ہے کہ جب اس کام کا
وقت ہی نہین تو پھر طبیعت کو دوسری طرف کیون اُلجھادی۔

(۴۳۵) فرمایا کہ حضرت بشر حافی بڑے رتبہ کے بزرگ ہین ایک بار حضرت امام احمد بن حنبل نے امتحاناً
ایسے مسئلہ زکوٰۃ کا پوچھا اونھون نے فرمایا کہ تمہاری زکوٰۃ تو یہ ہے کہ جب نصاب پورا ہو اور ایک
سال گذر جاوے تو چالیسوان حصہ مساکین کو دیدے باقی خود رکھے اور ہماری زکوٰۃ یہ ہے
کہ اتنا جمع ہی نہ ہونے دے کہ زکوٰۃ واجب ہو پھر نماز مین سہو ہوجانے کے متعلق پوچھا فرمایا کہ
ایسے قلب کو سزا دینا چاہیئے جو خدا کے سامنے کھڑا ہوکر اوس سے غافل ہو حضرت امام احمد اوس
روز سے معتقد ہوگئے ایکبار حضرت بشر حافی کی بہن نے اون کی وفات کے بعد آکر حضرت امام احمد
بن حنبل سے مسئلہ پوچھا۔ امام صاحب اونکو اوسوقت جانتے نہین تھے حضرت بشر حافی کی بہن
سوت کاتا کرتی تہین ایک مرتبہ بادشاہ کا جلوس نکلا بہت دور تک مشعلون کا سلسلہ تہا اور
رُک رُک کر جلوس جا رہا تہا۔ انہون نے اوس روشنی مین سوت کاتا اسکی بابتہ مسئلہ پوچھا کہ معلوم
اون مشعلون مین تیل جائز کا ہوگا یا ناجائز کا اسلئے مجھے سوت مین شک ہوگیا ہے اسکا استعمال
جائز ہے یا نہین۔ امام صاحب کو اوس عورت کے تقوی پر بہت تعجب ہوا۔ پوچھا کہ بی تم کون
ہو۔ اونھون نے کہا کہ مین بشر حافی کی بہن ہون حضرت بشر حافی اوس زمانہ مین انتقال
فرما چکے تھے۔ امام صاحب کو حضرت بشر حافی یاد آگئے اور آنسو ٹپ ٹپ گرنے لگے پھر فرمایا کہ
اگر کوئی اور پوچھتا تو خیر لیکن اب تو مین یہی کہون گا کہ بشر حافی کی بہن کو وہ سوت جائز نہین حضرت
بشر حافی پڑھے لکھے نہ تھے حضرت امام حنبل اتنے بڑے مجتہد لیکن ایک بے پڑھے لکھے شخص کے
معتقد تھے۔ لوگون نے کہا بھی کہ آپ عالم ہوکر ایک بے پڑھے لکھے شخص کے کیون ایسے معتقد ہین۔
فرمایا کہ مین تو کتاب کا عالم اور عارف ہون وہ شخص صاحب کتاب کا عارف ہے مین تو صرف

کتاب کو جانے ہوئے ہون وہ صاحب کتاب کو جانتا ہے ۔

(۴۳۶) فرمایا کہ حدیث مین ہے کہ جہونٹ جو بولے تو اوسکی ایسی گندگی پھیلتی ہے کہ فرشتہ ایک میل دور چلا جاتا ہے ۔

(۴۳۷) فرمایا ؎ چشم بند و گوش بند و لب بہ بند ٭ گر نہ بینی نور حق بر ما بخند ۔ کہلی ہوئی بات ہے جب چاہو تجربہ کرلو ۔ ملنا جلنا کم کردو بولنا کم کردو ادہر اودہر فضول دیکھنا بھالنا بند کردو ۔ معاصی سے اجتناب کرو اس سے خود بخود فہم و عقل مین نورانیت پیدا ہوگی جو لوگ بک بک بہت کرتے ہین اونکا فہم اور عقل برباد ہوجاتی ہے ۔ معاصی سے ادہر اودہر دیکھنے بہالنے سے حواس منتشر ہوکر عقل خراب ہوجاتی ہے مشاہدہ کی بات ہے ۔

(۴۳۸) فرمایا کہ ایک محدث نے اس اعتراض کا جواب بہت اچھا دیا کہ حدیثون مین بعض صیغے توحید کو دعا فرمایا ہی تو اونھون نے جواب دیا ہے کہ ان الثناء علی الکریم دعاء یعنی جب کریم کی ثنا کیجاتی ہے کہ آپ ایسے ہین آپ ایسے ہین تو اس سے مقصود مانگنا ہی ہوتا ہے کہ کچھ عطا فرمایا جاوے بہت اچھا جواب ہے

(۴۳۹) فرمایا کہ حضرت مولانا گنگوہی فرماتے تھے کہ اگر ایک مجلس مین تمام اولیاء اللہ جمع ہون اور اون مین حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ بہی ہون اور ہمارے حضرت حاجی صاحب بہی ہون تو ہم تو حضرت حاجی صاحب کے سامنے حضرت جنید یا کسی اور کی طرف کبہی التفات بہی نہ کرین حضرت حاجی صاحب ہی کے پاس پہونچین ۔ ہان حضرت حاجی صاحب کو چاہیئے کہ وہ اودھر التفات کرین کیونکہ وہ اونکے پیر ہین ہمین تو اپنے حضرت حاجی صاحب ہی سے مطلب ہے ۔ ہمارے حضرت مولانا کو لوگ خشک کہتے ہین کسی کو کیا خبر خشک کسکو کہتے ہین ۔

(۴۴۰) فرمایا کہ حضرت مولانا رومی جسوقت اہل اللہ کی تعریف کرنے پر آتے ہین تو آپے سے باہر ہوجاتے ہین بہت ہی محبت ہے ۔ حالانکہ بڑے عالم ہین علماء کو ایسی محبت عشق کے درجہ مین درویشون سے کم ہوتی ہے ۔ مولانا کو تو عشق ہے ۔

(۴۴۱) مثنوی شریف کا ایک شعر ایسا تہا جس سے اہل باطل کے کسی عقیدہ کی تائید بظاہر معلوم ہوتی تہی لیکن بعد کے اشعار نے اوس شعر کا مطلب بالکل صاف کردیا تہا ۔ فرمایا کہ ہمیشہ یہ قاعدہ ہے کہ اہل حق کے کلام کو ناتمام دیکھنے سے غلطیان ہوتی ہین حتیٰ کہ قران شریف کا بہی یہی حال ہے

ایک آیت کو دیکھتے ہین دوسری کو نہین دیکھتے۔

(۴۴۲) مثنوی شریف کے ایک شعر کی شرح مین فرمایا کہ اس سے بھی زیادہ صاف دوسری جگہ فرماتے ہین ۵

شہوتِ دنیا مثال گلخن ست | کہ ازو حمام تقویٰ روشن ست

حمام کو کوڑے کباڑ سے روشن کرتے ہین جس سے وہ گرم ہوجاتا ہے۔ دنیا کی شہوت کو ضبط کیا جاوے تو اوس سے تقویٰ کی ہمت اور قوت پیدا ہوجاتی ہے واقعی بالکل صحیح ہے جب شہوت کو روکا جاتا ہے تو طبیعت مین ضرور ایک شگفتگی پیدا ہوجاتی ہے اوس شگفتگی کو محفوظ رکھکر اوس سے طاعات مین کام لینا چاہیئے۔ یہہ حکمتین رکھی ہین حق تعالیٰ نے میول وجذبات مین اون سے اب نامشروع موقعون پر کام لیا جاتا ہے۔ خیر نامشروع شہوت سے تو نقصان ہوتا ہی ہے مشروع شہوت کے افراط مین بھی نقصان ہے اسواسطے کہ افراط مین نشاط طبیعت کا جاتا رہتا ہے بزرگون نے بھی اس سے منع کیا ہے بہت غلو نہین چاہیئے۔ خلاصہ یہہ کہ نشاط طبیعت کی بہت قدر کرنی چاہیئے حضرت حاجی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ جہانتک ہوسکے جمعیت کو ہاتھ سے نہ جانے دے یہانتک کہ چار پیسے اگر کسیکے پاس ہون تو اونکو جمع رکھے برباد نکرے تاکہ قلب کو جمعیت رہے بے احتیاطیون سے مرضون کا ہجوم نہ ہونے دو ایسی دلیری اور حق گوئی بھی نہ کرو کہ لوگ دشمن ہوجائین اور قلب کو مشوش کرین غرض حضرت حاجی صاحب کے یہان اسکا بہت ہی اہتمام تہا کہ جمعیت ہو۔ اس لفظ کو بہت فرمایا کرتے تھے کہ جمعیت بڑی چیز ہے۔ پھر ہمارے حضرت مولانا نے یہ شعر عربی کا پڑھا ۵

احفظ منيك ان يصب فانه	ماء الحياة يصب فی الارحام

اور فرمایا کہ مجھے یہ شعر بہت ہی پسند آیا۔ کہتے ہین کہ آبِ حیات ہے (ہنسکر فرمایا) آبِ حیات تو ایسا ہے کہ اوس سے حیات اللہ (نام) پیدا ہوتے ہین۔ مگر یہ شخص اوسکو حیّات یعنی سانپ بچھو کردیتا ہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ جسکو مرض نہ ہو اور اعتدال کے ساتھ قوت بھی ہو اوسکو مقویات اور دوائین کہا کہا کر قوائے شہوانی کو از راہ ہوس برانگیختہ کرنا ایسا ہے جیسے کہ سانپ بچھو خاموش پڑے تھے اونکو چھیڑنا شروع کیا کہ آؤ مجھے کاٹو مرض ہو وہ اور بات ہے اُمرا کو اسکا بہت شوق ہوتا ہے مین نے اسپر اسلئے تنبیہ کی ہے کہ مشروع شہوت کے افراط سے بھی باطن کا نقصان ہوتا ہے۔

(۴۴۴) فرمایا کہ مولانا عبدالرزاق صاحب حضرت حاجی صاحب کے مثنوی کے اوستاد تھے اونہون نے مولانا الٰہی بخش کاندہلوی خاتم مثنوی سے پڑہی تہی اور اونکو خاص مولانا کی روح سے فیض پہنچتا تہا حضرت حاجی صاحب فرمایا کرتے تہے کہ میری سند بہت قریب کی ہے ۔ مولانا فتح محمد صاحب اون کا (یعنی مولانا عبدالرزاق صاحب کا) مقولہ نقل فرماتے تہے کہ جب مثنوی پڑھتا ہون تو دنیا و مافیہا کی خبر نہین رہتی اتنا فیض تو کہلا ہوا ہے ۔ کوئی راستہ مین آتا جاتا ملتا تو اوس سے یہی کہتے کہ آؤ مثنوی پڑہ لو ۔ کوئی کہتا کہ حضرت فارسی نہین جانتا فرماتے کہ میان کریما بھی پڑھی ہے بس جیسی کریما ویسی مثنوی کچھ بھی مشکل نہین ۔ ایسا شوق تہا کہ ہر شخص کو مثنوی پڑھنے کے لئے کہتے تہے کم سے کم سو مرتبہ تو پڑہائی ہوگی بلکہ زیادہ مولانا فتح محمد صاحب نے کمال کیا ۔ یہان مدرس تہے جمعرات کو عصر پڑھکر چلتے مغرب اور عشاء کے درمیان جھنجھانہ پہونچ جاتے صبح کی نماز پڑہکر خدمت مین حاضر ہوجاتے ایسے ہی پڑھنے والے ایسے ہی پڑہانے والے جمعہ کی نماز تک پڑہتے پھر بعد نماز کے عصر تک پڑہتے بعد عصر کے وہان سے چلکر یہان آجاتے اخیر مین مولانا عبدالرزاق صاحب نے اون سے کہا کہ بہتر ہے جلد ختم کرلو کچھ دن کی رخصت لیکر چلے آؤ چنانچہ رخصت لیکر پہونچگئے ۔ مثنوی شریف ختم ہی کرکے آئے تہے کہ کچھ دن بعد انتقال ہوگیا مولانا کی یہ کرامت ہے اونکو معلوم ہوگیا ہوگا کہ انکا وقت اخیر ہے اچھا ہے مرنے سے پہلے کتاب ختم ہوجائے ۔ پھر فرمایا کہ حضرت پیرانی صاحبہ نے بھی اونھین سے مثنوی شریف پڑہی تہی اونکو مثنوی سے بہت مناسبت تھی حضرت حاجی صاحب سے مثنوی پڑہتے مین علماء سوالات کرتے حضرت پیرانی صاحبہ گاہ گاہ پردہ کے پیچھے بیٹھکر سنا کرتی تہین بعض اوقات علماء کے سوالات سنکر اونکو ایسا جوش ہوتا تھا کہ فرماتین بس نہین کہ پردہ سے نکلکر تقریر کردون بڑی بزرگ تہین عجیب و غریب صفات تھین ۔ مولانا عبدالرزاق صاحب نابینا تہے لکڑی کے فن مین نہایت کامل تہے ۔ ایک شخص خود اپنا مشاہدہ مجھ سے بیان کرتے تھے کہ ہم چند آدمی حاضر ہوے ہماری درخواست پر فرمایا کہ اب تو مین اندہا ہوگیا لیکن خیر کچھ تمھاری سمجھ کے مطابق دکہلائے دیتا ہون ۔ ایک چارپائی پر رومال لیکر اُلٹے لیٹ گئے چارپائی کے نیچے دانے ڈلوائے ایک چڑیا آکر چننے لگی فرمایا کہ بس اب یہ نکل نہین سکتی ۔ چنانچہ واقعی نکلنے نہین دیا رومال سے قلعہ باندہ لیا ۔ میرے چھوٹے بہائی ہین محمد اختر اون کے پرنانا تھے بڑے کامل شخص تھے یون معلوم ہوتا ہے مثنوی شریف مین اونکی عمر گذر گئی ۔ کتابون مین لکھا ہے کہ

ہزارون شخص فقط مثنوی کے شغل سے اولیاء اللہ ہوگئے محض مثنوی شریف کے مطالعہ اور اوسپر عمل کرنے سے مقصود تک پہونچ گئے لیکن مثنوی شریف سے فیض حاصل کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ قواعد شرعیہ مین ماہر ہو اور علوم عقلیہ مین بھی چاہے ماہر نہ ہو لیکن کچھ ضرور جانتا ہو۔ بس بات یہ ہے کہ عجیب کتاب ہے۔ میان ظفر نے خواب مین مجکو مثنوی پڑھتے دیکھا ہے شاید خدا کے یہان یہ مثنوی پڑھانا مقبول ہوتا ہو۔ اگر تصرف ہو خیال کا تو فالِ نیک ہے حضرت کے یہان ہمیشہ مثنوی ہوتی تہی جب پڑھانے بیٹھتے فرماتے آؤ بھائی مثنوی کی تلاوت کرلو بڑا عشق تھا۔ کوئی بات باطن کی پوچھی جاوے بس مثنوی کا شعر پڑھ دیتے تھے اسقدر عبور تہا خوب سمجھے ہوئے تھے کہ فلان مقام پر یہ مسئلہ بیان فرمایا ہے۔ ایک شخص مولانا رومی کے سلسلہ کے اسعد آفندی کہ عالم بھی تھے صاحب سلسلہ بھی تہے سب کچھ تہے لیکن حضرت سے بیعت ہوئے خرقہ حاصل کیا اجازت اشغال کی لی وہ اونکا لقب تہا۔ دوہ اوسکا لقب ہوتا ہے جسنے بارہ برس تک مجاہدات شاقہ کئے ہون۔ حضرت مثنوی شریف پڑھا رہے تہے اردو مین تقریر فرمارہے تھے گو فارسی حضرت بہت اچھی جانتے تہے بول بھی سکتے تہے لیکن بے تکلفی اردو مین تہی اسلئے اردو ہی مین تقریر کرتے تھے تقریر مختصر ہوتی تہی وہ شیخ بیٹھے محظوظ ہو رہے تہے مولوی نیاز احمد نے عرض کیا کہ اگر یہ اردو سمجھتے ہوتے تو بہت حظ آتا فرمایا کہ اس حظ کے لئے اس زبان کی ضرورت نہین اور برجستہ یہ اشعار پڑہے۔ ۵

پارسی گو گرچہ تازی خوشتر ست	عشق را خود صد زبان دیگر ست
عشق آن دلبر چو بران میشود	این زبان ہا جملہ حیران میشود

(۴۴۴) ۱۲ رجب المرجب ۱۳۴۴ھ۔ ایک طالب علم مؤذن نے تکبیر بہت بلند آواز سے کہی فرمایا کہ تکبیر مین اسقدر کیون چلاتے ہو تکبیر صرف مسجد کے لئے ہے اذان محلہ کے لئے۔ بعد نماز مکرر سمجھایا کہ شریعت کو سمجھ لو۔ اذان محلہ کے لئے ہے تکبیر صرف مسجد کے لئے ہے تمنے تکبیر ایسی زور سے کہی کہ میرے تو کان پریشان ہوگئے تکبیر کیون کہی اذان ہی کہہ لیتے۔

(۴۴۵) عرصہ سے ہیبسائی والون کا تقاضا تہا عدم فرصتی کا عذر حضرت کو ہمیشہ رہتا ہے ایکی جمعرات کیلئے فرمادیا کہ گاڑی بھیجدینا اگر فرصت ہوئی چلا چلونگا ورنہ گاڑی واپس چلی جائیگی لیکن جمعرات کی صبح کو حضرت نے گانون کہلا بھیجا کہ گاڑی نہ لاوین فرصت نہین۔ اتفاق سے دوپہر کی گاڑی سے چند مہمان

گئے اور حضرت کے چھوٹے بھائی صاحب بھی تشریف لے آئے۔ فرمایا کہ دیکھئے صبح میرا جی جانے کے لئے نہین چاہتا تھا اسلئے گاڑی کو منع کر دیا تھا لیکن اب معلوم ہوا کہ نہ جانا ہی اچھا ہوا جی نہین چاہتا تھا خدا نے ویسا ہی کر دیا گو فرصت بھی نہین تھی لیکن ممکن تھا فرصت نکل آتی لیکن جی نہین چاہا اسلئے صبح ہی کہلا بھیجا جمعہ کے دن وہ لوگ حاضر خدمت ہوئے تو فرمایا جی نہین چاہتا تھا یون ہی کہلا بھیجا دوپہر کی گاڑی مین مہمان آگئے مین تو بھائی کہین آنے جانے کے قابل رہا نہین اچھا ہوا صبح کہلا بھیجا ورنہ تم آتے جاتے تو تکلیف ہوتی۔

(۴۴۶) ایک صاحب جو داخل سلسلہ تھے کسی بات پر خفا ہو کر یہان سے چلے گئے تھے۔ اونکا پھر خط معافی کا آیا اور اپنی سخت حماقت کا اقرار کیا۔ فرمایا کہ نہ معلوم لوگ جا کر پھر کیون آتے ہین پھر فرمایا کہ جس شخص کی طبیعت مین بدعت کا اثر ہوگا وہ ہمیشہ ایسی ہی غلطیان کرے گا۔ بڑے بڑے مشائخ کے یہان یہہ جانے والے تھے نہ معلوم کہان کہان پھرتے ہونگے احقر نے عرض کیا کہ مجھے بہت مسرت ہوئی کیونکہ مجھے ایسے لوگون کی محرومی پر سخت افسوس ہوا کرتا ہے۔ فرمایا کا افسوس ہی کی کیا بات ہے اونکا تو کچھہ نقصان نہین کیونکہ وہ دوسری جگہ جا سکتے ہین اور میرا فائدہ ہے کہ مجھہ سے بوجھ ہلکا ہوا۔

(۴۴۷) ایک صاحب کو کچھہ نقل کرنے کے لئے دیا گیا اونھون نے ایک نوٹ کو اپنی رائے سے جگہ بدلکر لکھدیا بہت ناخوش ہوئے فرمایا کہ آپکو اجتہاد کی کس نے اجازت دی تھی اور اجتہاد بھی کیا خوبصورت کیا ہے کہ میری تمام مصلحتون کو برباد کر دیا جسطرح لکھکر دیا تھا اوسیطرح آپکو نقل کرنا چاہیئے تھا اب اور کامون مین بھی آپکا کیا اعتبار رہا آپ سے تعجب ہے اتنے دن ہوگئے آپکو مجھہ کمبخت کا مزاج بھی نہین معلوم ہوا پھر فرمانے لگے کہ بڑی رحمت ہوئی حق تعالیٰ جزائے خیر دے فقہا کو جنھون نے اب اجتہاد کو منع فرما دیا جب لوگ ایسی موٹی موٹی باتون مین غلطیان کرتے ہین تو شرعیات مین تو کیا کچھ نہ کرتے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ موٹی موٹی باتون کا بھی فہم لوگون مین نہین رہا شرعیات کا تو کہان ہوتا ویسے یہ حرکت ادب کے بھی تو خلاف ہے۔ حضرت حاجی صاحب نے خود مجھ سے بیان فرمائی حضرت مولانا محمد قاسم صاحب کی حکایت کہ حضرت حاجی صاحب نے کوئی تحریر نقل کرنیکے لئے اونہین دی۔ ایک جگہ حضرت سے غلطی ہوگئی تھی مولانا نے نقل کرتے وقت جگہ چھوڑ دی نہ بنایا نہ صحیح کر کے لکھا کیونکہ

یہ ادب کے خلاف ہے بعد کو اطلاع بہی کی تو اسطرح کہ حضرت یہ مقام سمجھ مین نہین آتا تہا ملاحظہ
فرمالیا جاوے حضرت فرماتے تھے کہ جب مین نے دوبارہ دیکہا تو معلوم ہوا کہ افوہ مجھسے غلطی ہوگئی تہی
احقر نے عرض کیا کہ ہم لوگ تو محض عوام ہین ہماری بدفہمی کے قیاس پر مطلقاً اجتہاد کی قابلیت
کی نفی کیسے کیجاسکتی ہے ایسے حضرات کا فہم معتبر ہوسکتا ہے جیسے حضرت مولانا گنگوہی حضرت مولانا
محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ تو ان کو مجتہد کیون نہ کہا جاوے فرمایا کہ یہ حضرات مجتہد نہین تھے
مجتہد کو دوسرے کی تقلید حرام ہے مجتہد گنہگار ہوگا۔ اگر تقلید کریگا ایسی مثال ہے جیسے سوانکہا کہے
کہ نہین مین تو آنکھ بند کرکے دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر چلونگا پھر فرمایا کہ آپ کہتے ہین کہ ہم لوگ عوام
ہین تو یہ بہی تو دیکھئے کہ بات بھی تو ویسی ہی موٹی تہی جسمین ان صاحب نے اسوقت غلطی کی ہے
بس یہی حال ہوگا علماء غیر مجتہدین کا باریک باتون مین پہر فرمایا کہ رامپور مین ایک طالب علم تہے جنکی
کتابین ختم کے قریب تہین اونکی درخواست پر مین نے اونکو لاحول پانچسو بار پڑھنے کیلئے بتلایا تہا۔
ایکبار مجھسے ملکر شکایت کی کہ نفع نہین ہوا آپکے بتلانے پر تہا لاحول لاحول لاحول پانچسو مرتبہ پڑہ لیتا
ہون لیجئے یہ مولوی تہے لاحول سے میرا مطلب پوری لاحول تہا وہ صرف لاحول ہی سمجھے مین نے
کہا لاحول ولاقوۃ۔ مین نے بھی لاحول پڑہ دی بہت ہی قحط ہے فہم کا۔ بڑی غنیمت ہے وہ
حضرات دین کو منقح کرکے مدوّن کر گئے اطمینان سے بیٹھے بس اونکی تقلید کئے جاوین اسی مین سلامتی
ہے۔ اول تو فہم نہین دوسرے تدین نہین اگر اجتہاد کی اجازت ہو تو را تدن اپنے نفس کے موافق
مسئلے نکالا کرین اسی دوران گفتگو مین ایک ذی علم وذی استعداد مولوی صاحب کا بہیجا ہوا فتویٰ
غیر جگہ سے بغرض دستخط ایک صاحب نے لاکر دیا کہ فلان صاحب نے دیا ہے حضرت نے دریافت فرمایا
کہ یہ واپس کسطرح جاویگا۔ لانیوالے صاحب نے کہا کہ مجھ سے تو کچھ بھی نہین کہا صرف یہ دیدینے کے
لئے کہدیا تہا حضرت نے فرمایا سبحان اللہ پہر فرمایا لیجئے یہ خواص ہین خدا تعالیٰ انسے خواص کا ہی دکہلایا
اجتہاد پہر لانیوالے صاحب نے عرض کیا کہ مجھے دیدیا جاوے مین پہونچا دونگا فرمایا کہ اگر آپ پیشتر کہتے
تو خیر اب تو آپنے مجھے تنگ دیکھکر یہ کہا ہے مین اپنے اوپر آپکا کیون احسان لون۔ کام تو اونکا ہے
اور آپ اسکو اپنے ذمہ لیتے ہین میری خاطر میرے یہان بہی اسکے لئے ایک جگہ ہے یہ فرما کر چوکی کے
خانہ مین رکھہ لیا اور فرمایا کہ امانت رکھا رہیگا۔

(۴۴۸) فرمایا ایک صاحب کو اسی مین کلام تھا کہ نگاہ بد اختیار مین نہین اسپر بہت ہی اصرار کرتے تھے مین نے کہا سوچو تو بعد کو اونھون نے لکھا کہ واقعی مین غلطی پر تہا نگاہ اختیار مین ہے مین نے اونسے کہا تہا کہ اصل وجہ یہ ہے کہ نفس سے تکلیف گوارا نہین ہوتی نگاہ ہٹانے مین الجھن ہوتی ہے تکلیف گوارا نہین کرتے نفس کے ساتھ ہو لیتے ہو۔ تمہارا جو خیال ہے اس سے تو شریعت پر اعتراض لازم آتا ہے کہ اوسنے ایسی چیز کا مکلف کیا ہے جو اختیار مین نہین احقر عرض کرتا ہے کہ اس گفتگو کے وقت احقر بھی حاضر تھا یہی فرمایا تہا کہ اگر عورت کی چہاتی پر سوار ہو اور زنا کا مرتکب ہونیوالا ہو اوسوقت بھی ہٹنا اختیار مین ہے گو مشقت چاہے جتنی ہو۔ کیونکہ اوسوقت بہی اوسکو شریعت حکم کرتی ہے کہ اس سے باز آؤ۔ ایسی حالت مین اگر اختیار نہ مانا جاوے تو اس سے نعوذ باللہ قرآن کی تکذیب لازم آتی ہے کیونکہ ارشاد ہے لا یکلف اللہ نفسا الخ سوچئے تو کہ یہ آپ کیا کہہ رہے ہین کہان تک یہ بات پہونچتی ہے۔

(۴۴۹) ایک صاحب نے حزب البحر کی اجازت چاہی اور لکہا کہ نوکری سے تنگ آگیا ہون استغفار دیگر گہر بیٹھا اللہ اللہ کرتا رہونگا حزب البحر کی اجازت عطا فرما دیجئے تاکہ رزق گہر بیٹھے ملتا رہے بہت لمبا چوڑا خط تہا حضرت نے فرمایا کہ اونھون نے تو اتنا بڑا خط لکھا یہان سے یہ جواب جاتا ہے کہ حزب البحر ان کامون کے لئے نہین ہے پھر فرمایا کہ یہ حالت ہے لوگون کی اللہ کے نام کو آلہ بنا رکہا ہے اغراض فاسدہ کا حزب البحر تو دو پیسے مین آتی ہے اگر حزب البحر ایسے کامون کے لئے ہوتی تو نہ کوئی ہل چلاتا نہ کوئی کھیتی کرتا بس حزب البحر دو پیسے مین خرید کر مزے مین گھر بیٹھے دونون وقت کھانیکو ملجایا کرتا۔

(۴۵۰) فرمایا کہ بعض اہل حق مین بہی ایک خاص مذاق گروہ بڑھانیکا پیدا ہوگیا ہے ایک صاحب ایک جگہ مدرس تہے جبتک وہان مدرس رہے ہمیشہ مجھسے وہان پر واعظ ہونے کی فرمایش کرتے رہے اور ضرورت ظاہر کرتے رہے۔ وہان سے اور کہین تبدیل ہوگئے تو پھر اونھون نے وعظ کے لئے اوس جگہ کا نام بہی نہین لیا۔ اگر وہان واقعی واعظ کی ضرورت لوگون کو تہی تو وہان سے چلے آنے کے بعد پہر وہان کے لئے وعظ کی فرمایش کبہی کیون نہین کیگئی بس معلوم ہوا کہ اونکی غرض محض یہ تھی کہ اگر یہان وعظ ہوگا تو لوگ ہمارے قدردان ہونگے اور ہماری معتقدین قوی ہوجائینگی مین جونپور گیا تو وہان بہت لوگون نے بیعت ہونا چاہا۔ مین نے انکار کردیا کہ سفر مین مین بیعت

نہین کرتا۔ ایک دوست اپنی ہی جماعت کے وہان تھے بہت نیک شخص ہین لیکن مذاق کہان سے بدل سکتے ہین وہ تو راسخ ہوگیا ہے اونہون نے مجھسے کہا کہ اجی انکار کیون کرتے ہو کیون نہین کرلیتے اپنا مجمع بڑھیگا۔ قوت ہوگی مین نے کہا انا للہ مولانا آپ فوج بہرتی کررہے ہین یہہ کیا کہا کہ اپنا مجمع بڑھیگا قوت ہوگی۔ جناب حق مین تو وہ قوت ہے کہ اگر عالم بہر مین صرف ایک اہل حق ہو اور باقی سب اہل باطل تو وہ سمجھتا ہے کہ ان کی حقیقت ہی کیا ہے مین ان سب پر غالب آسکتا ہون اور اگر اتنی قوت نہین تو وہ حق ہی نہین وہ کیا اہل حق ہے جسکی غیر پر نظر ہو لاحول پڑھے خاک ڈالنی چاہیئے ایسے خیال پر حق تو وہ چیز ہے کہ حضرت صدیق اکبرؓ نے جب منکرین زکوٰۃ سے قتال کا قصد کیا تو سب صحابہ نے اختلاف کیا کہ مصلحت کے خلاف ہے فتنہ برپا ہو جائیگا یہانتک کہ حضرت عمرؓ بھی اس اختلاف مین شریک تھے حضرت صدیقؓ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ اجبارٌ فی الجاھلیۃ خوّارٌ فی الاسلام حالت کفر مین تو تم ایسے سخت تھے اسلام مین ایسے بودے ہوگئے۔ جاؤ مین کسی کا انتظار نہین کرتا کسی سے میری درخواست ساتھ دینے کی نہین مجھے کسی کے ساتھ کی حاجت نہین حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ان اللہ معنا حضور کے ساتھ مین ہی تہا لہذا نص قطعی سے ثابت ہے کہ میرے ساتھ خدا ہے بس جب میرے ساتھ خدا ہے مجھے کسیکی پرواہ نہین اکیلا کندہے پر تلوار رکھکر نکلونگا اور تمام عالم کے مقابلہ مین تنہا کافی ہون خدا میرا ساتھ دیگا یہ سنکر سب دم بخود رہگئے اور موافقت کرلی۔ پھر ہمارے حضرت مولانا نے فرمایا کہ آج کل ایک اور مرض بھی ہے وہ یہ کہ مرید ہونیکے لیئے لوگون کو اپنے بزرگ کے پاس لاتے ہین اور سفارش کرتے ہین اور حضرت افسوس ہے اسکی قدر بھی ہوتی ہے مجھے تو ایسی چڑ ہے کہ ذرا بھی معلوم ہوجاوے کہ یہ کسیکا لایا ہوا ہے تو اسے تو مرید کرتا ہی نہین تاکہ وہ ان ترغیب دینے والے کو گالیان دے اور پھر اونکو سفارش کا حوصلہ نہ رہے۔ جناب طلب وہ چیز ہے کہ اسکے ہوتے ہوئے کسی کی سفارش کی ضرورت ہی نہین۔ حضرت کہنے کی تو بات نہین لیکن میرے یہان کونسی بات چھپی ہوئی ہے بعضا شخص ایسا آتا ہے کہ اوسکو دیکھتے ہی خود جی چاہتا ہے کہ اوس سے کہین کہ تم ہم سے بیعت کرلو۔ جب اوس سے باتین ہوتی ہین تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ خود سر سے پیر تک طلب مین غرق ہے۔ دیکھئے نہ جان نہ پہچان ایک بالکل اجنبی شخص پہلی ملاقات لیکن خود جی چاہتا ہے کہ یہ ہم سے بیعت کی درخواست کرے ویسے خود کہنے مین کہ تم ہمسے

مرید ہو جاؤ شرم آتی ہی کیونکہ عرف کے خلاف ہے اور طریق کی بدنامی بھی ہے جیسے لڑکی کے نکاح کے لئے خود کہنے مین شرم آتی ہے۔ کیونکہ عرف یہ ہی کہ لڑکے والا خود پیغام دے بعض جگہ اسکا کچھہ خیال نہین کرتے عرب مین لڑکی والا خود کہدیتا تھا کہ تم ہماری لڑکی سے نکاح کرلو۔ پھر فرمایا کہ اگر طالب صادق دیکھکر کہہ بھی دے کہ تم ہمسے مرید ہو جاؤ تو کیا حرج ہے لیکن پھر بھی یہ اسلئے مناسب نہین کہ شاید اپنا یہ خیال کہ یہ طالب صادق ہے غلط ہو تو جناب طلب وہ چیز ہے کہ خود اوسکی طرف کشش ہوتی ہے ایک بار اسی قسم کی گفتگو تھی فرمایا کہ جس کسیکی بابتہ مجھے یہ تمنا ہوئی کہ یہہ درخواست بیعت کی کرے اوسنے ضرور مجھسے بیعت کی درخواست کی جسکا خیال ایک سکنڈ کے لئے بھی قلب مین آگیا خواہ بالکل سرسری اور گذرتا ہوا ہی ہو لیکن تھوڑے دن بعد کیا دیکھتا ہون کہ چلے آرہے ہین کبھی اسکے خلاف نہین ہوا۔ ایسا شخص جب بیعت کے لئے کہتا ہے فوراً کر لیتا ہون کہ خدا نے مُنہ مانگا بھیجا ہے اوس سے نخرے نہین کرنا چاہیئے دوسرے یہ بات ہے کہ جو سفارش کے ذریعہ سے بیعت ہونا چاہتا ہے تو معلوم ہوتا ہے یعنی اسکا ایہام ہوتا ہے گو یہ نیت نہ ہو لیکن صورت ایسی ہوتی ہے کہ اسکو نیازمندی سے عار ہے کیسی سفارش بعضے طالبعلم مدرسین سے خود درخواست کرتے ہین کہ سند لکھکر دیجئے سند مانگنا دلیل اس بات کی ہے کہ انہین خاک نہین آتا اگر صاحب کمال ہین تو بڑی سند یہ ہے کہ طالب علم لیکر بیٹھ جائین پھر خود ہی انکا اہل کمال ہونا ظاہر ہو جائیگا۔ اور اگر کچھہ نہین آتا تو لاکھ سندین ہون کچھہ بھی نہین سند لیکر طالب علمون کو پڑھانے بیٹھے اونھون نے سوالات شروع کئے مولوی صاحب کو کچھ آتا ہو تو جواب دین کیا اون کا طالبعلمون سے یہ کہنا کافی ہو جاویگا کہ دیکھو میرے پاس یہ سند موجود ہے گو اسوقت مجھے نہین آیا لیکن تم میرے معتقد کمال رہنا کیونکہ میرے پاس سند موجود ہے واہیات خرافات۔ کیا رکھا ہے سند مین اور دستار مین۔ خیر اگر اساتذہ خود عطا فرمائین دل وجان سے قبول کرنا چاہیئے وہ دوسری بات ہے باقی خود درخواست کرنا اور کوششین کرنا محض فضول حرکت ہے۔ پھر فرمایا کہ یہانتک بے تمیزی بڑھ گئی ہے کہ کانپور مین ایک درجن سے زیادہ مدرسے ہین دو مدرسون مین ایک ہی زمانہ مین جلسہ دستاربندی ہوا ایک مدرسہ کے ایک طالب علم ایسے تھے کہ اونھون نے کچھہ کتابین دوسرے مدرسہ مین بھی پڑھی تھین اونکو وہان کے لوگ کھینچنا چاہتے تھے تاکہ یہ نام ہو کہ ہمارے یہان دین کی دستاربندی ہوئی اونہون نے کچھہ لالچ بھی دیا اسکا شبہ ہو گیا پہلے مدرسہ والون کو اونھون نے

جلسہ سے ایک دن پہلے اون طالب علم کو کسی بہانہ سے ایک کمرہ مین بٹھایا انہین خبر نہین ایک ایک کرکے اُٹھ گئے جہٹ کیواڑ بند کر کنڈی لگادی۔ رات بہر وہین بیچارہ کو رکہا قفل لگادیا صبح بہی نہ کہولا غریب کو پیشاب پاخانہ کسی کام کے لئے نہ نکلنے دیا جب سندون کی تقسیم شروع ہوئی اونکو بہی نکالکر پگڑی باندہکر چہوڑ دیا کہ اب جاؤ جہان چاہو۔ بہلا خیال فرمایئے ایسی حرکتون سے کیون نہ ذلت ہو یہی حال اس زمانہ مین پیری مریدی کا ہے پہر فرمایا کہ ابتو کانپور کے گلی کوچون مین ظلمت برستی ہے شہر کی شکل بہونڈی بہونڈی معلوم ہوتی ہے مجہے تو وہان جاکر ظلمت صاف محسوس ہوتی ہے یون معلوم ہوتا ہے کہ یہان نہ دین ہے نہ علم ہے بالکل ظلمت ہی ظلمت معلوم ہوتی ہے پہر اپنے زمانہ کا حال دیر تک فرماتے رہے کہ اوس زمانہ مین گو اختلاف تہا لیکن بدتہذیبی نہین تھی اور کشاکشی نہین تہی نوک جھوک ہوتی تھی لیکن تہذیب کے ساتھ جیسی کہ اہل کمال مین ہوا کرتی ہے پھر بہ تفصیل بیان فرمایا کہ رویت ہلال کے متعلق جو اختلاف اور تشویش ہوا کرتی تھی اونکا انسداد مین نے یہ کیا کہ ایک عالم کو مدار فتویٰ اس باب خاص مین ٹھہرا نیکے اوپر علماء شہر کو راضی کرلیا۔ پھر کوئی اختلاف نہین ہوا مولانا احمد حسن صاحب کی بابت فرمایا کہ میرے خلاف ایک کتاب لکہی گئی تھی اوںھون نے اوسپر دستخط بہی کئے اونکا مسلک میرے خلاف لیکن ایک دعوت مین ہم دونون شریک تھے اوںھون نے سب کے سامنے میرے سامنے کی فیرنی کی پیالی قصداً لیکر اوسی جگہ سے کہائی جس جگہ سے مین نے کھائی تھی پھر مین نے بہی اونکے سامنے کی پیالی لیکر ایسا ہی کیا خیر مین نے تو بدلہ ہی اوتارا تہا مگر اونہون نے خلوص سے کیا تہا اسکی وجہ بعد کو لوگون سے بیان کی کہ حضرت حاجی صاحب کو اس شخص سے بہت محبت تہی وہ اسپر بہت عنایت کرتے تہے بس یہ کافی ہے اور دلیل کی ضرورت نہین دیکہئے حضرت کے ساتھ کیسی محبت تہی کہ ایسے شخص کے ساتھ جسکی گمراہی پر دستخط بھی کرین یہ برتاؤ حضرت سے کبہی اوںھون نے میرے بارہ مین کچھ سنا تھا حضرت کے ساتھ اونکو عشق تھا۔ پھر فرمایا کہ وہ وقت ایسا تہا کہ کانپور مین اہل اختلاف کا بھی یہ حال تہا اب کہان یہ بات نفسا نفسی ہی رہگئی ہے نہ جامع مسجد ہی مین کوئی رونق ہے نہ مدرسہ مین

(۴۵۱) عرض کیا گیا کہ یہ جو فرمایا جاتا ہے کہ ثمرات کی طرف التفات نہ کرنا چاہیئے نہ اونکی تمنا کرے کیا نسبت باطنی بہی اونہین ثمرات مین سے ہے اسکی بھی تمنا نہ کرے۔ فرمایا کہ جی نہین ثمرات سے مطلب مواجید و احوال ہین نہ کہ نسبت۔ اسطرح تو جنت بہی ثمرہ ہے خدا سے لقاء بہی ثمرہ ہے۔ نسبت

تو مقصود ہے اوسکی ٹوہ مین اور فکر مین رہنا تو واجب ہے اوسیکے لئے تو یہ سب مشقتین اٹھائی جاتی ہین۔ مواجید و احوال یعنی ذوق و شوق یکسوئی وغیرہ ثمرات غیر مقصودہ ہین اونہین کی تمنا نہ کرے۔ عرض کیا گیا کہ یکسوئی نسبت مین بھی تو ہوتی ہے فرمایا کہ جو یکسوئی نسبت مین ہوتی ہے اوسکے یہ معنی نہین کہ کوئی خطرہ ہی نہ آوے بلکہ یہ معنی ہین کہ غیر حق پر نظر نہ ہو صحابہ اہل نسبت تھے لیکن وساوس آتے تھے۔ اہل نسبت کو یہ ضروری نہین کہ کوئی خطرہ یا وساوس نہ آوین۔

(۴۵۲) ایک صاحب نے حضرت کو ایک شخص سے بطور قرض کے روپیہ بھجوانیکی سفارش کرنیکو لکھا اُس شخص کو حضرت سے تعلق خادمیت ہے حضرت نے حسب معمول انکار لکھہ بھیجا پھر فرمایا کہ حضرت مین تو یہانتک احتیاط کرتا ہون کہ ایسے شخص سے مین کبھی قرض نہین لیتا جسکی امانت میرے پاس ہو یا مجھے علم ہو کہ اوسکے پاس روپیہ آنیوالا ہے اور اوسے بھی یہ علم ہو کہ اسے علم ہے۔ ہمیشہ ایسے شخص سے لیتا ہون جو انکار کر سکے اور کسی قسم کا اوسپر اثر یا دباؤ نہ ہو ان امور کا ضرور لحاظ رکھنا چاہیے جو اپنا لحاظ کرے کیا اوسکا بھی حق ہے کہ اوس سے منتفع ہوا کرے طالب نفع تو ایسے شخص سے ہونا چاہیے جو اگر چاہے تو صاف آزادی سے انکار کر سکے۔ اور جو انکار پر بوجہ عقیدت یا لحاظ یا دباؤ کے قادر نہو اوس سے کبھی نہین چاہیے۔

(۴۵۳) اہل بدعت کی کچھ کتابونکا ایک صاحب نے ذکر کیا جو بعض اولیاء اللہ کے حالات مین لکھی گئی ہین۔ فرمایا کہ اگر یہ حضرات زندہ ہوتے تو یقیناً ان لوگون سے سخت ناراض ہوتے وہ تو اپنے آپ کو خاک مین ملاتے ہین یہ اونکو خدا سے ملائے دیتے ہین کانپور مین محمد جان ایک نو عمر اور نیک بخت صاحبزادے تھے عشرہ کا زمانہ تھا کہتے تھے کہ مین چلا آرہا تھا ایک بڑھیا نے کہا کہ بیٹا نیاز دید و مین نے کہا کسکی اوس نے کہا تمکو نہین معلوم ان دنون مین اور کسی کی بھی نیاز ہوتی ہے سوائے امام حسین کے تمھین خبر نہین اس زمانہ مین تو اللہ میان نے بھی منع کر رکھا ہے کہ میری بھی نیاز مت دیا کرو۔ خدا تعالیٰ گویا نعوذ باللہ نعوذ باللہ نعوذ باللہ پنشن یافتہ ڈپٹی اس زمانہ مین ہو جاتے ہین کہ کام کچھ نہین کرتے۔ لوگ غضب کرتے ہین خدا کو ایسا سمجھتے ہین جیسے پنشن یافتہ حاکم کہ اوسکو کچھ اختیار نہین رہتا۔ شیخ فرید عطار کتنے بڑے صوفی ہین وہ تو یون فرماتے ہین ۵ در بلا یاری مخواہ از ہیچ کس ؛ زانکہ نبود جز خدا فریاد رس۔

جن لوگون کو اتنا بڑھاتے ہین مین پوچھتا ہون وہ بڑے کاہے سے ہوئے۔ ظاہر ہے کہ عبدیت سے ہوی عبدیت جس مین جتنی کامل ہوئی اوتنی ہی اوسکی بزرگی ہوئی۔ مین تو کہا کرتا ہون اہل بدعت سے کہ تم جو بزرگون مین خواص الوہیت ثابت کرتے ہو تو ظاہر ہے کہ وہ اوسکے کامل ہونیسے تو رہے ناقص ہی ہونگے لہذا تم تو بزرگون کو الٰہ ناقص بتاتے ہو اور ہم بتاتے ہین عبد کامل۔ تم اونمین ایسی چیز ثابت کرتے ہو جسمین وہ ناقص ہونگے اور ہم اون مین ایسی چیز ثابت کرتے ہین یعنی عبدیت جسمین وہ کامل ہونگے تو فی الواقع تنقیص تم کرتے ہو۔

(۴۵۴) بعض اہل بدعت کا ذکر تھا فرمایا کہ بعضے یون کہتے ہین کہ تصوف کے لئے اسلام کی بھی ضرورت نہین بس یاد ہونی چاہیئے نعوذ باللہ ایکبار فرمایا کہ جاہل صوفیہ کی طرح اگر شریعت سے قطع نظر کیجاوے تو اسلام اور کفر مین مابہ الامتیاز پھر کوئی چیز ہی نہین۔

(۴۵۵) فرمایا کہ فتویٰ تو نہین دیتا لیکن مشورہ ضرور دونگا کہ گھر کا انتظام بیوی کے ہاتھ مین رکھنا چاہیئے یا خود اپنے ہاتھ مین۔ اورون کے ہاتھ مین نہین ہونا چاہیئے چاہے وہ بھائی ہو یا بہن ہو یا مان باپ ہی کیون نہون۔ اس سے بیوی کی بڑی دلشکنی ہوتی ہے یا تو خاوند خود اپنے ہاتھ مین خرچ رکھے ورنہ اور رشتہ دارون مین سب سے زیادہ مستحق وہی ہے۔ بیوی کا صرف یہی حق نہین کہ اوسکو کھانا کپڑا دیدیا۔ بلکہ اوسکی دلجوئی بھی ضروری ہے۔ دیکھیئے فقہانے بیوی کی دلجوئی کو یہانتک ضروری سمجھا ہے کہ اوسکی دلجوئی کے لئے جھوٹ بولنا بھی جائز فرما دیا۔ اس سے کتنی بڑی تاکید اس امر کی ثابت ہوتی ہے یہان سے بیوی کے حق کا اندازہ ہوسکتا ہے کہ اوسکی دلجوئی کے لئے خدا نے بھی اپنا ایک حق معاف کردیا۔

(۴۵۶) احقر کے گھر کے لوگون نے حضرت کی دعوت کرنیکا مع متعلقین وچند اعزا ومہمانان کے ارادہ کیا حضرت نے منع فرما دیا۔ احقر کو ہدایت فرمائی کہ آپ یہان مقیمانہ زندگی نہ بسر کیجئے بلکہ مسافرانہ طور پر رہیئے دعوتون کو بالکل حذف کیجئے نہ میری نہ کسی کی اگر ایک پیسہ بھی کہین سے بچ سکے تو بچایئے۔ (احقر بوضع تنخواہ طویل رخصت لیکر حاضر ہوا ہے اور توسیع کرانیکا بھی ارادہ ہے) احقر نے عرض کیا کہ کم از کم تنہا حضور کی دعوت کی تو اجازت ہونی چاہیئے۔ فرمایا کہ اس جلسہ مین یہ اجازت لینا نہین چاہیئے تھی کیونکہ اسوقت دوسری قسم کا اثر ہے اگرچہ

چاہتا پھر کسی موقع پر پوچھ لیتے اور تنہا میری دعوت مین اسکی کیا ضرورت ہے کہ پہلے سے نوٹس دیا جاوے یا کوئی خاص اہتمام کیا جاوے اوسکی یہ بھی صورت ہوسکتی ہے کہ اگر گھر مین کوئی خاص چیز پکی اور محبت سے کہلانیکو جی چاہا تو ایک پیالہ مین رکھکر بھیجدی چاہے دو روٹیان بھی اوپر سے رکھدین کوئی خاص تکلف کرنیکی ضرورت نہین یہ کیا ضرور ہے کہ دعوت ہی ہو اور خاص طور سے اہتمام کرکے کوئی نئی چیز بھی پکوائی جاوے اور آپسے یہ بھی کہنا ہے کہ فلان وقت جو آپ کے یہان سے کہانا آیا تہا وہ زیادہ تھا۔ اجی ہم دو میان بیوی ہین باقی اور تو سب جی جوڑا کنبہ ہے جسوقت چاہین حذف کوین اگر کوئی چیز بہیجی جاوے تو بس صرف اسقدر کہ ہم دونون ملکر کہالین مع اوس کہانیکی رعایت کے جو خود ہمارے یہان پکا ہو یعنی بس وہ کہانا ایک شخص کے لایق ہو۔ پھر ہم چاہے سب خود کہالین چاہے تہوڑا تہوڑا سب کو تقسیم کردین آپ ایک شخص کے اندازے سے زیادہ نہ بھیجین پھر فرمایا لوہاری مین ایک دوست نے میری دعوت کی بہت اصرار کرکے لیگئے مین سمجھا مین اکیلا ہونگا جاکر کہالونگا وہان جاکر دیکھا کہ پچاس ساٹھ آدمیون کی دعوت ہے میرے اوپر سخت بار ہوا مگر خیر مین چپ ہو رہا چلتے وقت اونہون نے ایک جوڑا اور دس ۱۰؎ روپیہ پیش کئے مین نے کہا یہ جوڑا کیسا اونہون نے کہا کہ شادی مین آپکیلئے بنایا ہے مین نے کہا کہ کیا مین نائی ہون کہ شادی مین جوڑا لون روپیون کے بابتہ بھی کہا کہ مین ہرگز نہ لونگا تمنے اتنا روپیہ کہانے مین برباد کردیا مجھے وہ کہایا ہوا ہی برا معلوم ہوتا ہے مجھے پہلے سے معلوم ہوتا تو مین دعوت بھی منظور نہ کرتا پھر فرمایا ہمین تو وہ طرز دعوت کا پسند ہے جو حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تہا اونکی دعوت ایک طالبعلم نے کی۔ مولانا نے فرمایا کہ بہائی اس شرط سے قبول ہے کہ صرف وہی کھانا ہو جو تمہارے لئے دوسرے کے گھر سے آتا ہے (اونکا کہانا کہین مقرر تہا) اونہین تو مولانا کو کہلانا منظور تہا اسلئے مجبوراً اونھون نے اس شرط کو منظور کرلیا۔ جو کھانا اونکے لئے آیا وہی مولانا کے سامنے لاکر رکھدیا مولانا نے کھالیا۔ پہر فرمایا کہ اس طرز سے دوسرے کا بھی فائدہ کہ خرچ سے بچا اور انتظام کے جہنجھٹ سے بچا اور اپنا بھی فائدہ ہے کہ سستا پیر ہوگا تو بہت آدمی دعوت کیا کرینگے اور اگر مہنگا ہوا تو جتنے بچاس ساٹھ آدمیون کے کہلانیکی توفیق ہو جب کہین

پیر صاحب کی دعوت کرین اسطرح تو جناب کہین برسون مین جاکر دعوت نصیب ہوا کرے۔ اگر سستا ہو تو دعوت کرنا مشکل ہی کیا ہے آج یہان کل وہان روز دعوت ہوا کرے تین سو ساٹھ دن دعوت ہی مین گذر جائین۔ مین کہتا ہون جو سنت کے موافق طریقہ ہوگا اوسمین ہر طرح فائدہ ہی فائدہ ہے یہ طریقہ بالکل سنت ہے حضور کی دعوت ایک صحابی نے کی تھی راستہ مین ایک آدمی باتین کرتا ہوا ساتھ ہولیا جب میزبان کے دروازہ پر پہونچے تو ٹھٹک گئے اور میزبان سے دریافت فرمایا کہ بھائی ایک آدمی میرے ساتھ زائد ہے کہو تو آوے ورنہ لوٹ جاوے میزبان نے بخوشی منظور کرلیا۔ اسپر لوگ آجکل خیال فاسد کرتے ہین مین اسکے متعلق تقریر کرتا ہون وہ بہت غور کے قابل ہے لوگ کیا کرتے ہین کہ دعوت مین اپنے ساتھ بے بلائے دو دو اور تین تین آدمی ساتھ لیجاتے ہین اور اپنے تقوے کی حفاظت کے لئے میزبان سے پوچھ لیتے ہین کہ بھائی ہمارے ساتھ دو اور ہین یا تین اور ہین اور تمسک کرتے ہین اس حدیث سے حالانکہ یہ بالکل قیاس مع الفارق ہے یہان یہ دیکھا کہ حضور نے اپنے ساتھی کے لئے پوچھ لیا تھا یہ بھی تو دیکھا ہوتا کہ پوچھنے سے پہلے حضور نے اون مین مذاق کیا پیدا کردیا تھا تمنے تو وہ مذاق اول پیدا کیا ہوتا وہ مذاق کیا تھا آزادی کا تھا ایک نظیر اس امر کی کہ حضور نے صحابہ مین آزادی کا مذاق کسقدر پیدا کردیا تھا بیان کرتا ہون وہ اتنی بڑی نظیر ہے جسکے قریب قریب بھی آجکل نہین مل سکتی۔ مسلم مین ہے کہ ایک فارسی تھا شوربہ نہایت اچھا پکاتا تھا۔ ایک دن حضور مین حاضر ہوکر عرض کیا کہ آج شوربہ مین نے بہت اچھا پکایا ہے چلکر نوش فرما آیئے۔ حضور نے ارشاد فرمایا مگر اس شرط سے کہ عائشہ رضؓ بھی شریک ہونگی وہ کہتا ہے نہین حضرت عائشہ نہین۔ غور کیجئے حضرت عائشہ حضور کی محبوبہ اون کے لئے بھی کس آزادی کے ساتھ انکار کردیا یہ مذاق کسکا پیدا کیا ہوا تھا حضور ہی کا اسی مذاق کے بھروسہ حضور نے میزبان سے اپنے ساتھی کے لئے پوچھا تھا حضور کو پورا اطمینان تھا کہ اگر جی چاہیگا تو منظور کرلیگا نہین تو صاف انکار کردیگا آجکل بھلا یہ بات کہان۔ پس جو شخص ہم سے مغلوب ہو اور جسکی بابتہ یہ یقین نہ ہو کہ اگر جی نہ چاہا تو کچھ لحاظ نہ کریگا آزادی سے انکار کردیگا اوس سے اسطرح پوچھنا کب جائز ہے اور اگر ایسے پوچھنے پر وہ اجازت بھی دیدے تو وہ اجازت

عندالشرع ہرگز معتبر نہین نہ اوسپر عمل جائز ہاں تو وہ صحابی کہتے ہین کہ حضرت عائشہ نہین
حضور نے فرمایا کہ حضرت عائشہ نہین تو ہم بھی نہین دعوت مین شرط لگانے کا اختیار ہے اور داعی کو بھی اختیار ہے کہ وہ اوس شرط
کو چاہے منظور کرے یا نہ کرے غرض دونون کو اختیار ہے۔ وہ ایسے بزرگ اور آزاد تھے کہ
نہین تو نہ سہی اور چلدیے تھوڑی دور چلکر پھر لوٹے محبت کا جوش ہوا حاضر ہوکر عرض کیا کہ
حضرت کھانا بہت اچھا پکا ہے چلکر نوش فرمالیجئے حضور نے فرمایا کہ اس شرط سے کہ عائشہ بھی
ہون۔ کہنے لگے عائشہ تو نہین حضور نے فرمایا اچھا تو ہم بھی نہین پہر لوٹ گئے تیسری بار پھر
آئے اور پھر عرض کیا حضور نے پہر وہی فرمایا کہ عائشہ بھی۔ اب کی بار اونھون نے کہا کہ آپکی یہی
مرضی ہے تو اچھا عائشہ بھی اس موقعہ پر ہمارے حضرت مولانا نے فرمایا کہ میری ایک رائے
اس مین ہے وہ یہ کہ شوربہ غالباً تھوڑا تہا اونکا جی چاہتا تھا کہ حضور تنہا پیٹ بھر کر کھالین
اگر حضرت عائشہ بھی ہوئین تو حضور کا پیٹ نہ بھریگا۔ لیکن جب معلوم ہوا کہ حضور کی یہی خوشی
ہے اخیر مین راضی ہوگئے اونہون نے سوچا کہ اپنے نفس کی خوشی کے لئے میرا جی چاہتا تہا
کہ حضور پیٹ بھر کہاوین اب یہی بھوکا رہنا چاہتے ہین تو یہی سہی۔ اوسوقت تک حجاب نازل
نہین ہوا تہا حضور آگے آگے حضرت عائشہ پیچھے پیچھے تشریف لیگئین حضور قبل پوچھنے کے یہ مذاق
پیدا فرما چکے تہے کوئی مولانا صاحب یا شاہ صاحب جو اس حدیث سے تمسک کرنا چاہتے ہین
پہلے یہ مذاق تو پیدا کرلین ورنہ قبل اسکے پوچھنا بھی حرام اور اگر میزبان اجازت بھی دیدے
تو اوس اجازت پر کسی زائد شخص کو لیجانا بھی حرام۔ آجکل تو بس اندھا دھند ہورہا ہے کسیکے یہان
دعوت ہوئی تو اپنے ساتھ اورون کو بھی لیگئے کسی نے اعتراض کیا تو کہدیا کہ صاحب اجازت
تو لیلی ہے کسی کو داعی کی طرف سے سفر کے لئے زاد راہ دیا جاتا ہے تو جو کچھ خرچ کرنیکے بعد باقی
رہ جاتا ہے اکثر تو اوسکا تذکرہ بھی نہین کرتے حالانکہ اوسکو واپس کرنا چاہئے ورنہ خیانت
ہے کیونکہ وہ اوسکی ملک نہین کیا جاتا بلکہ خرچ کرنیکے لئے بطور امانت کے دیا جاتا ہے اگر کسی نے
بہت ہی ہمت کی تو یہ کیا کہ بھائی اتنا بچ گیا ہے اب جیسا تم کہو بس اسکا جواب تو یہی ہے کہ آپ
ہی خرچ کرلیجئے۔ بڑی آفت برپا ہے واپس ہی کیون نہ کردیا جاوے یہ ساری خرابی حب دنیا کی ہے
مال کی محبت رگ و ریشہ مین گھس رہی ہے ذرا سا بہانا چاہیئے اباحت کیلئے پہلے تو یہ فتویٰ تہا کہ

اصل اشیاء مین اباحت ہے جب تک کہ حرمت ثابت نہ ہو۔ ابتو وہ حالت ہوگئی ہے کہ یہ کہنا چاہیئے
کہ اصل اشیاء مین حرمت ہے جبتک کہ اباحت ثابت نہ ہو یہ فتوی دینا چاہیئے تب کہین جا کر لوگ
حرام سے بچین گے بڑی گڑبڑ ہو رہی ہے ایک اور واقعہ اوس زمانہ کے مذاق آزادی کا یاد آیا حضرت
بریرہ آزاد کردہ لونڈی تہین حضرت مغیث کے نکاح مین تہین بعد آزاد ہو جانیکے اونکو اختیار
تھا کہ حضرت مغیث کے نکاح مین رہین یا نہ رہین چنانچہ اونھون نے نکاح میں رہنا پسند نہین
کیا۔ حضرت مغیث کو اونکے ساتھ بہت محبت تھی گلیون مین پریشان پھرا کرتے تھے حضور سرور عالم
صلی اللہ علیہ وسلم کو اونکی حالت پر رحم آیا حضور بریرہ کے سامنے سفارش لائے کہ اے
بریرہ مغیث سے نکاح کر لو دیکھیئے سفارش کی یہ حقیقت ہے جو آگے معلوم ہوتی ہے حضرت
بریرہ پوچھتی ہین کہ یا رسول اللہ یہ حکم ہے یا سفارش عجیب گہرا سوال کیا حضور نے فرمایا کہ
سفارش ہے اونہون نے کہا مین نہین قبول کرتی آپ خاموش ہو گئے اب کوئی مرید پیر سے
کہہ تو دے کہ مین آپکی سفارش نہین قبول کرتا تو غضب ہو جاوے۔ پیر فوراً ہی کہدے کہ مرتد
ہو گیا آجکل تو پیرون کو چاہیئے کہ سفارش ہی نہ کیا کرین جب وہ بیچارے دبتے ہین تو اونکو اور
بھی زیادہ کیون دبایا جاوے اب عام عادت یہ ہے کہ اگر کوئی ان مفاسد کو دیکھکر سفارش
کرنیسے انکار کر دے تو الزام دیتے ہین کہ زبان سے بھی نفع نہین پہونچایا جاتا بڑے کنجوس ہین۔
مین سچ کہتا ہون مال خرچ کرنا تو آسان مگر زبان ہلانا سفارش مین جہان یہ وہم ہو کہ ہمارا دباؤ
مانیگا موت ہے کیونکہ یہ وہم پیدا ہو جاتا ہے کہ نمعلوم بیچارے کی کیا مصلحت فوت ہو گیا اثر
ہوا ایک صاحب سفارش لکھانے آئے مین نے سفارش کی مذمت بہی کی باتین بہی سنائین
مگر پہر بہی اونہون نے یہ کہا کہ لکھدو مین مغلوب ہو گیا مین نے کہا تم ایک رقعہ میرے
نام لکھہ لاؤ جسمین سفارش کی درخواست ہو مین اوسپر لکھدونگا مین جب سفارش کرتا ہون
تو ایسا ہی کرتا ہون "تاکہ اوس بیچارے مخاطب کو معلوم تو ہو جاوے کہ کاتب کی ابتدائی
رائے نہین ہے دوسرے کی درخواست پر لکہا ہے غرض حد تو معلوم ہو کہ آیا سفارش کرنیوالا
ایسا شخص ہے کہ اوسکو خود کوشش ہے یا محض دوسرے کے کہنے کا اثر ہوا چنانچہ اونھون نے
رقعہ لکھدیا مین نے اوسپر لکھدیا کہ انہون نے مجھہ سے سفارش کی یہ درخواست کی ہے اگر آپکی

کوئی مصلحت بھی فوت نہ ہوتی ہو اور آپ کی وضع کے بہی خلاف نہو اور کسی قسم کا بار بہی نہو تو یہ صاحب آپ کے ممنون ہون گے اور دعا کیا کرینگے مین یہہ نہین لکہتا کہ مین ممنون ہونگا یہ لکہتا ہون کہ یہ ممنون ہونگے مین کیون ممنون ہون۔ پہر مین نے لفافہ پر یہ بہی لکہدیا کہ یہ صاحب قیام و طعام کا بندوبست خود کرین گے آپ تکلیف یا تکلف نہ کیجئے لفافہ پر اس لئے لکہا کہ یہ صاحب بہی دیکھ لین ورنہ جناب یہ بھی ہوتا ہے کہ سفارش کا خط لیلیا اور پڑے ہین مہینون روٹی کہا رہے ہین لوگون کو کچھ سہارا چاہیئے یون ہو رہے ہین قصے۔ اسقدر بے حیا بے مروت بننا پڑتا ہے کچھ پوچھئے نہین اوسوقت تو اونکو گران ہوا میرا یہ معمول اور یہ عادت مگر مین نے کہا کہ تہوڑی دیر کے لئے اگر فرض کرو کہ میرا خط لیکر کوئی تمہارے پاس پہونچتا تو تم پر کیا اثر ہوتا فرض کر کر اب اپنے دل کو ٹٹولو کہ اس معمول کی قدر ہوگی یا نہین اوس طریق کا کیا اثر ہوتا اور اس طریق کا جو مین نے اختیار کیا کیا اثر ہوتا یقیناً معلوم کروگے کہ اوس طریق مین نہایت گرانی ہوتی اور میرے طریق مین نہایت سہولت اور آزادی رہتی اسطرح سے سمجھ مین آویگا مین تو ہدیہ مین بہی یہانتک سوچتا ہون کہ بہت زیادہ جوش محبت سے تو نہین دیا گیا عام طور سے اخلاص کی کمی تو ہدیہ قبول کرنیکی مانع ہوتی ہی ہے میرے یہان اخلاص کی زیادتی بہی منجملہ موانع کے ہے کیونکہ مین سمجہتا ہون کہ اسوقت تو جوش محبت مین کچھ نہین سوجھتا جب جوش ٹہنڈا ہوگا تب حساب کتاب کا ہوش آئیگا کہ دس تو بیہری کو دیدیے اسلئے اگر کسی کو پانچ کی گنجایش ہوئی تو یہ کرتا ہون کہ ڈھائی ہی لیتا ہون اسپر بھی بفضلہ خوب ملتا ہے۔ جو قسمت کا ہے وہ کہین جا ہی نہین سکتا ہم لوگون کا یقین ہی خراب ہوگیا ہے۔ یون سمجہتے ہین کہ اگر واپس کر دینگے تو پہر کہان ملیگا مین کہتا ہون قسمت کا پھر بہی ملکر رہتا ہے اور جو نہین ملتا وہ قسمت کا تہا ہی نہین ایک صاحب نے سو روپیہ مدرسہ کے لئے ایک شخص کی طرف سے بھیجے ہین یہانے ابہی خرچ نہین کئے مین نے اون سے پوچھا ہے کہ تمنے ترغیب تو نہین دی تہی اگر بلا ترغیب دئے ہونگے تو رکھے جائینگے ورنہ واپس کر دئے جائین گے جواب آنے تک وہ روپیہ امانت رکہا ہوا ہے وہ سچے آدمی ہین اگر ترغیب دی ہوگی تو صاف لکھدین گے کہ ہان مین نے ترغیب دی تھی اگر ایسا ہوا تو مین واپس کر دونگا اور لکہونگا کہ تم سے کسنے ترغیب دینے کیلئے کہا تہا کہ تم ہمارے گرگے ہو کہ چندے پہرتے ہو پہر فرمایا کہ اسطرح کرنا بڑی ذلت اور بدنامی کی بات ہے۔ البتہ اگر کوئی ایسا شخص ہو جسے کوئی نہ جانتا

ہو اوسکے لئے کہنے کا بہی مضایقہ نہین اور جب سب آدمی جانتے ہین پہر ترغیب وغیرہ کی کیا ضرورت ہے جب بہوکہون مرنے لگین گے لوگون کو خود رحم آئیگا مین ابہی قابل رحم نہین احقر نے عرض کیا کہ بہوک کا پتہ چلنا بہی تو ضروری ہے لوگون کو بہوک کا حال کیسے معلوم ہو فرمایا کہ جناب بہوک کہین چہپی رہتی ہو صورت ہی مین حالت مپرس ×× اب دیکہئے مین جو اسقدر بلند آواز سے بول رہا ہون صاف معلوم ہوتا ہے کہ پیٹ مین روٹیان موجود ہین وہی یہ شور مچا رہی ہین یہ سارے نخرے روپیون کی بدولت ہین۔ (ہنسکر فرمایا) دیکہئے مین آپ سے اچھے کپڑے پہنے ہوئے ہون روٹیان بہی کہا ئیکو ہین اور مین تو اذان سی دے رہا ہون آپ تکبیر سی بہی نہین کہتے پہر فرمایا کہ حضرت دین کی حفاظت بلا اسکے نہین ہوسکتی ہماری طرف جو کچھ لوگون کی توجہ ہے وہ سب دین کی بدولت ہے پس ہمکو اوس دین کی عزت قایم رکہنے کی سخت ضرورت ہے اگر اوسکی عزت نہ رہے پہر ہمین کون پوچھتا ہے۔ گڑہی مین ایک خانصاحب تہے بڑے بوڑھے آدمی تھے بڑی شفقت فرماتے تہے وہ مجکو کچھ دیتے تو بہت خوشی کے ساتھ لیلیتا مین سمجہتا تہا کہ یہ تو باپ کے برابر ہین مجکو اونکا دینا ایسا ہی معلوم ہوتا تہا جیسے کہ اپنے بیٹے کو دے رہے ہون اون کے انتقال کے بعد اون کے بیٹون نے بھی وہی برتاؤ کرنا چاہا مین نے صاف انکار کر دیا کہ اب مین نہین لے سکتا کیونکہ تم تو میرے برابر کے بہائی ہو مین تم سے اوسوقت لون جب تمکو بہی کچھ دون وہ ماشاء اللہ خوش فہم وشایستہ ہین اونہون نے کہا کہ اچھا اسکے لیلو پہر ہم وعدہ کرتے ہین کہ عمر بہر نہ دینگے مین نے لیلیا اوسکے بعد اونہون نے پہر کبہی نہین دیا۔ اب یہ کرتے ہین کہ کبہی مچھلی پکاکر بہیجدی کبہی شکار کا گوشت بہیجدیا اوسمین کوئی ایسی بات نہین مگر اللہ جانتا ہے شرم آتی ہے بات یہ ہے کہ مین بہی بوجہ اسکے کہ خانصاحب میرے والد کے دوست تہے اپنے آپ کو خانصاحب کے لڑکے کے برابر سمجہتا تہا اور یہ بہی اونکے لڑکے ہین اگر علاقہ عقیدتمندی کا یا بیعت کا ہوتا تو وہ دوسری بات تہی اونکا علاقہ تو محض اپنے باپ کی وجہ سے ہے اسلئے وہ تو بہائی کے درجہ مین ہوگئے اور حیثیت دوسری ہوگئی (پھر فرمایا) اب کیا میری آمدنی کم ہوگئی۔ مین نے دیکہا ہے جس روز مین نے کوئی ہدیہ واپس کیا ایک دو زیادہ کرکے کہین نہ کہین سے خدا نے دلوا دئے۔ تو میرا دماغ اور بہی خراب ہوگیا ہے جب کوئی ہدیہ واپس کرتا ہون پورا وثوق ہوتا ہے الحمد للہ کہ ضرور آویگا اسلئے آسان ہوجاتا ہے لوٹانا۔ پھر فرمایا کہ ابتو یہ باتین سختی معلوم ہوتی ہین کچھ دن بعد جب لوگون کو منافع نظر آوینگے تب قدر ہوگی اور اب بہی نظر آنے لگے ہین

بہتون کو ۔ اور حضرت مین نے احباب سے یہ بھی کہہ رکھا ہے کہ یہان آوین تو دینے کی پابندی نہ کرین ورنہ جناب مہینون بلکہ سالہا سال بہی توفیق ملاقات کی نہو کیونکہ پہلے کچھ انتظام کرلو تب چلو اب یہہ ہے جب جی چاہے آؤ اور بے فکر ہو کر آؤ اور چاہے عمر بھر بہی کچھہ نہ دو لوگون مین ایسی شکل ہو رہی ہے کہ کہانا اور کھلانا ۔ کہانے والے جاتے وقت حساب کرتے ہین کہ چار دن مین اتنا کہایا ہوگا آٹھ آنہ بڑہا کر دینا چاہیئے ۔ ذلیل حالت ہے مین نے یہ قصہ ہی نہین رکہا باستثنا بعض خصوصیات کے عام طور سے کہانا کہلانیکو بھی ضروری نہین سمجہتا ہم بہی بیفکر تم بہی بیفکر یہ حساب کتاب بہٹیارون کا سا کیسا اسپر بہی لوگ دیتے ہین گو شرم تو آتی ہے لیکن چونکہ خلوص ہوتا ہے لیلیتا ہون خلاصہ یہ ہے کہ خدا خلوص دے جہان خلوص ہوتا ہے وہان فلوس خود بخود آجاتا ہے کمی تو اخلاص کی ہے ۔ عرض کیا گیا کہ جی چاہتا ہے کہ حضور کا مجموعی طریقہ قلمبند ہو کر محفوظ ہو جاوے تو بہت نافع ہو آیندہ زمانہ کے لوگون کے لئے بہی فرمایا کہ جی میرا کیا طریقہ ہے دین کا طریقہ ہے مین نے ایجاد نہین کیا الحمد للہ مجھے اسکا بہت خیال رہتا ہے کہ کوئی دستور العمل سنت اور شریعت کے خلاف نہو ۔ خدا تعالیٰ کی یہ بڑی رحمت ہے ۔ ایک بات مین میرا خیال تھا کہ شاید سنت کے خلاف ہو ۔ وہ یہ کہ اگر بڑی رقم کا کوئی ہدیہ دیتا ہے تو گو دینے والے کی حیثیت سے زیادہ نہو اور خلوص مین بھی کمی نہ ہو لیکن مجھے زیادہ معلوم ہوتا ہے اور طبیعت پر بوجھ سا ہوتا ہے اور واپسی کو جی چاہتا ہے مگر ساتھ ہی ساتھ مین یہ کہتا تہا کہ یہان کیا عذر شرعی ہے لیکن باوجود عذر سمجھ مین نہ آنیکے چونکہ طبعی بات کی مخالفت مشکل ہوتی ہے اسلئے مین انکار کر دیتا تھا لیکن مین سمجہتا تھا کہ یہ محض طبعی معذوری ہے سنت مین اسکی اصل نہین ہے ۔ بہت دنون مجھے یہ شبہہ رہا ۔ مین اپنے کو قاصر سمجہتا تہا اس واپسی مین مگر واپس کر دیتا تہا لیکن الحمد للہ میرا وہ شبہہ جاتا رہا جبکہ مین نے ایک حدیث دیکھی کہ حضور فرماتے ہین کہ کوئی خوشبو پیش کرے تو واپس مت کرو اور خود ہی اسکی علت فرماتے ہین کیونکہ بار اوسکا کچھہ زیادہ نہین ہوتا اور فرحت کی چیز ہے پس علت عدم رد کی خفیف المحل ہونیکو بتلایا مین نے کہا الحمد للہ اس حدیث سے ثابت ہوگیا کہ بوجھ پڑنا طبیعت پر یہ بہی ایک عذر معقول و مشروع رد ہدیہ کا ہے ۔ مین نے احتیاطاً اورون سے بھی پوچھا کہ اس حدیث سے یہ بات نکلتی ہے یا نہین کیونکہ مجھے خیال ہوا کہ کہین میرے نفس نے یہ مطلب نہ تراشا ہو مگر وہ کہنے لگے کہ اجی صاف دلالت ہے ۔ پھر فرمایا کہ ایک دفعہ بہائی نے چاہا کہ مین کچھ ماہوار تمہارے لئے

مقرر کردون سمجھدار آدمی ہین بے تکلف لکھدیا۔ مین نے لکھا کہ اسمین خرابی ہے اسوقت تو میری نظر کسی خاص شخص پر
نہین اللہ پر ہے اور اگر مخلوق پر بہی ہے تو کسی مخلوق معین پر تو نہین ہے اگر تمنے ماہوار مقرر کردیا تو بریلی
ہی مین دل پڑا رہیگا۔ اول تو حساب لگانا پڑیگا کہ مارچ ختم بھی ہوگیا یا نہین مئی ختم ہوئی یا نہین جب
پہلی تاریخ ہوگی تو یہ خیال ہوگا کہ آج تنخواہ وصول ہوئی ہوگی آج روپیہ چلا ہوگا آج راستہ مین ہوگا آج
آرہا ہوگا۔ نہ آیا تو لیجیئے پریشانی کہ نہ معلوم کیا وجہ ہوگئی۔ یہ جھگڑہ تو یہان ہوگا۔ اسمین یہ ہے کہ آکود تا ہے۔
من حیث لا یحتسب کی شان تو نہ رہیگی کہ جہان سے گمان بھی نہین ہوتا وہان سے حق تعالیٰ
دیتے ہین۔ دوسرے مین نے یہ لکھا کہ برا ماننے کی بات نہین گو تمہاری تنخواہ ساڑہے چار سو روپیہ ہے لیکن
ضرورتین مختلف ہوا کرتی ہین بعض دفعہ پانچسو کا خرچ پڑجائیگا اوسوقت تمکو گرانی ہوگی کیونکہ یہ ظاہر ہے
کہ ہر وقت جوش محبت کا نہین رہتا۔ وہ بڑے سمجھدار آدمی ہین اونھون نے لکھا کہ مجھے تعجب ہے کہ ایسی
موٹی بات کی طرف لکھنے کے وقت مجکو توجہ نہوئی آپکے خط کو دیکھکر آنکھین کھلین آپ کے خط کا ہر ہر
حرف آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ مین رجوع کرتا ہون اور واپس لیتا ہون اپنی رائے کو بعد کو انھون
نے کہا کہ آخر اور لوگ بہی تو پیش کرتے ہین اگر میرا جی چاہے تو مجھے خدمت سے کیون محروم رکھا جاوے
مین نے کہا کہ کیا اور لوگ معین کرتے ہین جیسا کہ تم کرنا چاہتے تھے۔ غیر معین طور پر کچھ پیش کرو مین وعدہ
کرتا ہون کہ لیلونگا پہر جب مین بریلی جاتا تہا کبھی ٹکٹ لیدیتے تھے کبھی پچیس کبھی بیس روپیہ دیدیئے
کبھی کچھ کپڑے بنوادیئے۔ اور کبھی کچھ بہی نہین۔ اور زیادہ وہی ہوتا تہا کہ کچھ بھی نہین۔ سمجھ گئے وہ میرے
مذاق کو اوسکے موافق عمل کیا۔ محبت کی بات تو یہی ہے پہر مین ایسا کرتا کہ کبھی کبھی قصداً گنی بہائی کے
پاس امانت رکھوادیتا تاکہ اونہین اطمینان ہوجائے کہ ہان اسکے پاس کافی سرمایہ موجود رہتا ہے۔
میرے گہر مین کہا کرتی ہین مجھے اونکی یہ بات بہت پسند آئی کہ ذرا سفر مین اچھی حیثیت سے جایا کرو
کپڑے بھی اچھے ہون جوتہ بھی نیا ہو ایک آدہ جوتہ اور بہی ساتھ بندھا ہو۔ مین نے کہا کیون مجھے
کسیکو دکھلانا تہوڑا ہی ہے اونھون نے کہا کہ انما الاعمال بالنیات میرا خیال تو یہ ہے کہ اگر لوگ
تمہین خستہ حالی مین دیکھین گے تو اونہین فکر ہوگی کہ آجکل تنگی مین ہین کچھ دینا چاہیئے اور اگر کپڑے
بھی اچھے اور جوتہ بہی نیا ہوگا تو سمجھین گے کہ کسی چیز کی حاجت نہین سب بے فکر رہینگے مسلمانون
کو بے فکر کرنے کے لئے اچھی حیثیت بناکر سفر کیا جاوے تو عبادت ہے ایسی لطیف بات کہی۔ وہ دیکھکر خوش ہونگے

کہ آرام مین ہین بیفکر رہین گے۔ جیسے مین یہ کرتا ہون کہ دوچار جوڑے جو اچھے ہوئے وہی چھانٹ کر سفر
مین لیجاتا ہون۔ پھر فرمایا کہ اللہ کا شکر ہے اوس نبدی خدا مین ذرا بھی حرص نہین ورنہ تباہ مصیبت
ہوتا۔ حضرت ایسا ہوتا ہے کہ ہدیہ لینے مین اگر مین کبھی اپنے معمول کو بھول جاتا ہون تو وہ ٹوکتی
ہین کہ تمھارے معمول کے خلاف ہے یہ کیون لیلیا۔ یہ کبھی سفارش نہین کی کہ فلان ہدیہ لیلو یہ بارہا کہا
کہ یہ تمھارے معمول کے خلاف ہے یہ کیون لیلیا۔ پھر فرمایا کہ مین اسواسطے یہ سب باتین سنا رہا ہون
کہ اگر ان مین سے کسی کو کوئی بات پسند آوے تو تقلید کیجاوے کیونکہ علمی تعلیم سے اتنا اثر نہین ہوتا جتنا
عملی تعلیم کا اثر ہوتا ہے۔ واقعات سنکر بہت اثر ہوتا ہے کہ بھائی ایسا ہو بھی رہا ہے۔ منشی محمود الحق صاحب
وکیل ہردوئی کے معہ قاضی محمد مصطفےٰ ڈپٹی کلکٹر کے آئے تھے بہت اچھے آدمی ہین دیندار آدمی ہین۔
علیگڈہ کے پڑہے ہوئے ہین وہان ماسٹر بھی تھے۔ بی اے ایل ایل بی ہین شیخ عبد الحق دہلوی کی
اولاد مین ہین۔ مجھے تو نقل نہ کرنا چاہیئے لیکن اگر نقل بھی کردون تو کونسا بڑا کمال ثابت ہوجائیگا کیونکہ
مین چیز ہی کیا ہون۔ اونھون نے ایک بات کہی کہ دو باتین اسوقت تک گم تھین ظاہر نہین کی
جاتی تھین کتابون مین بھی کہین پتہ نہ تھا۔ ایک تو فن سلوک کے اُصول۔ یہ کہین نہین سنے جاتے تھے
اسکو تربیت السالک نے (نام کتاب جسمین ذاکرین شاغلین کے خطوط معہ جوابات حضرت مولانا درج
ہین) بالکل صاف کردیا۔ ایک معاشرت اور معاملات پر گفتگو کسی نے نہین کی۔ اونھون نے اسکی
وجہ بھی تراشی کہ اسلئے گفتگو کی ہمت نہین ہوئی کہ لوگ کہین گے کہ تم خود ہی کیا کر رہے ہو الحمد للہ
ایک یہ جزو دین کا مخفی تھا اب ظاہر ہوا۔ جناب شیخ معشوق علی صاحب بھی جو ہمارے حضرت
کے خلفا مین سے ہین حاضر مجلس تھے اونھون نے عرض کیا کہ حضرت واقعی عملی تعلیم کا بہت اثر ہوتا ہی
ایکبار حضور کے ساتھ مین اور (احقر کا نام لیا کہ) یہ ریل کے سفر مین تھے کہانا کہاتے مین ایک بوٹی گر
گئی تھی مین نے اوسکو تختہ کے نیچے سرکا دیا حضور نے دیکھکر فرمایا کہ کیا بوٹی گر گئی ہے چنانچہ وہ بوٹی حضرت
نے اُٹھوائی اور فرمایا کہ اسکو دہو لیجئے مین کہالونگا پھر وہ بوٹی خواجہ صاحب (احقر) نے دہو کر خود
ہی کہالی وہ دن ہے اور آجکا دن ہے کہ کبھی دسترخوان پر سے ایک ریزہ بھی زمین پر گر گیا ہے تو
اوسکو بھی اوٹھا کر کہا لیا ہے عملی تعلیم کا اتنا اثر ہوتا ہے پھر جناب شیخ صاحب ممدوح نے احقر سے فرمایا
کہ آپنے بوٹی کا واقعہ بھی ملفوظات مین قلمبند کرلیا ہے احقر نے عرض کیا کہ (اشارہ کے طور پر) مین نے

لفظ بوٹی لکھ لیا ہے بعد کو مفصل کر لونگا حضرت نے ہنسکر فرمایا کہ بس ایسی مختصر نویسی بہت اچھی ایک دن لکھہ لیا بوٹی اور ایک دن لکھہ لیا روٹی۔

(۴۵۷) بعد مغرب حضرت وظیفہ پڑہ رہے تہے دو طالب علم پنکھا حسب معمول جہل رہے تہے جمعہ کا دن تہا ایک صاحب جو دوپہر کے آئے ہوئے تھے پاس جاکر بیٹھ گئے اور خود جہلنے کی غرض سے ایک صاحبزادہ کے ہاتھ سے پنکھا لینے لگے حضرت نے منع بہی فرمایا لیکن اونھون نے اصرار کیا۔ پھر تو حضرت نے آڑے ہاتھون لیا بہت دیر تک ڈانٹتے رہے کہ یہ کیا واہیات حرکت ہے اپنا وظیفہ اطمینان سے پورا کر لیا میرے وظیفہ کو خراب کرنے یہان آبیٹھے سورہ واقعہ پڑہ رہا تہا سب گڑ بڑ کر دیا ایک تو مجھے توفیق ہی نہین ہوتی اور جو کسیوقت پڑھنے بیٹھتا ہون تو آپ لوگ نہین پڑہنے دیتے۔ اب کیا ہر وقت مین آپ ہی لوگون کی خدمت کرتا رہون اپنا کچھ کام نہ کرون مجھ کمبخت کو وظیفہ بہی نہ پڑہنے دیا کچہ انصاف بہی ہے عقلین مسخ ہوگیئن حس جاتی رہی ہٹ غضب کی ہے۔ اب مین کیسے بہیا بنجاؤن سب سے کیسے بے تکلف ہو جاؤن سب سے تو خدمت نہین لے سکتا ایسا ہی خدمت کا شوق ہے تو رہیئے دو برس سال بھر مین تو صورت کی زیارت کرائی پہر چاہتے ہین کہ بے تکلفون کا سا برتاؤ کرین مجھسے اپنا کام لو میری خدمت کیلئے تم نہین آئے بڑی خدمت یہ سمجھتے ہین کہ جوتہ اوٹہا لیا پنکھا جہل لیا۔ رسوم نے ناس کر دیا خدا پرستی چہوڑ کر بندہ پرستی لوگ کرنے لگے اور جب دوسرا شخص پنکھا جہل رہا ہے تو تمکو کیا حق ہے کہ اوس سے پنکھا چھینو اور جو اوسکا بہی ایسا ہی جی چاہ رہا ہو جیسا تمہارا۔ اگر شوق تہا گھر سے پنکھا ساتھ لئے ہوتے دوسرے سے لینے کا کیا حق تہا جمعہ کے وقت سے مین آپکی حرکتون کو برداشت کر رہا ہون جب مین بالاخانہ پر گیا تو آپ سڑک پر کہڑے اپنا جلوہ دکہلا رہے ہین اگر آئے تھے تو میرے اوپر کونسا احسان کیا تہا۔ مین جو اوپر گیا تہا کیا گلی ڈنڈہ کھیلنے گیا تہا یا جہنجہنا بجانے گیا تہا۔ کوئی کام ہوگا یا آرام ہوگا۔ اور یہ دونون ضروری۔ پھر اوسوقت سے اسوقت تک ایک لفظ مُنہ سے نہین بولے۔ یہ عجیب ہے کہ زبان تو کہلی نہین ہاتھ پیر خدمت کے لئے اچھے کھل گئے۔ پھر فرمایا کہ مینے آپ لوگون کا کیا بگاڑا ہے کہ اوسکا مجھ سے انتقام لیتے ہین اور پریشان کرتے ہین۔ اول تو کچھ پڑہنے پڑھانیکی توفیق ہی نہین ہوتی اور جو کچھ وقت کیلئے توفیق ہوتی ہے اوسکو بھی آپ لوگ پورا نہین کرنے دیتے اب مین تو اسی کا ہو رہا جھک جھک۔ جھک جھک۔ یہ ہٹ غضب کی ہے اگر ہٹ نہ ہوتی تو خیر غلطی ہوگئی تھی۔ یہ بجز طویل تو نہ چلتی دوسرے

کے وظیفہ کا وقت آپکو خلوت کیلئے ملا عمر بھر یاد رکھو کہ جب کسی کے پاس جاؤ اوسکے طریقے اور معمولات دریافت کئے بغیر ہرگز وہان کے کامون مین دخل نہ دو۔ جب خدمت کا طریق ہی نہین معلوم تو وہ خدمت کیا ہوئی زحمت ہوئی اگر خدمت کا شوق تہا یہان کا طریق پوچھتے۔ مجہی سے پوچھتے پہلے اجازت حاصل کرتے۔ پہر فرمایا کہ جمعہ کو جو کوئی آوے اپنی صورت دکہلانے اور میری صورت دیکہنے آوے ملاقات کیلئے میرے پاس جمعہ کے دن وقت نہین پہر فرمایا کہ ویسے خالی وقت مین مجہسے خدمت لو مین خادم ہون سب مسلمانون کا لیکن یہ تو مجہسے نہین ہو سکتا کہ آپ لوگون کے تابع ہو کر رہون وہ جیسے چاہین مین اٹہون وہ جیسے چاہین مین بیٹہون وہ جیسے چاہین مین کہڑا ہون۔ غضب ہے تابع کیسے بن جاؤن لوگ اپنی راحت دیکہتے ہین دوسرے کی راحت کا خیال نہین جس خدمت سے پریشانی ہو وہ خدمت کیا ہوئی پوری زحمت ہے لوگ کہتے ہین سختی کرتا ہے جب نرمی کا اثر نہ ہو کیسے سختی نہ کرون کام بہی کسیطرح چلے لوگ مجہے بداخلاق کہتے ہین۔ آپ لوگ بڑے بااخلاق ہین کہ پریشان کرتے ہین ابتدا بالظلم تو آپ ہی کی طرف سے ہوتی ہے بہت نہ کرین تو بحر طویل کیون چلے۔ کئی دن بعد اس واقعہ کا پہر ذکر فرمایا جس گفتگو کے دوران مین اسکا ذکر فرمایا تہا اوسکو نقل کرتا ہون احقر کو تنبیہ فرمائی کہ آپ مین انتظام کم ہے ابتک انضباط اوقات آپنے نہین کیا اسیواسطے آپکو دشواری معلوم ہو رہی ہے انتظام وہ چیز ہے کہ مشکل سے مشکل کام پہولون ہلکا ہو جاتا ہے اور اگر انتظام نہ ہو تو آسان سے آسان کام پہاڑ ہو جاتا ہے ابہی تک کام آپکے قابو مین نہین آیا مین دیکہتا ہون کہ آپ پریشان رہتے ہین وجہہ یہ ہے کہ آپنے اپنے اوقات منقسم نہین کئے اگر اوقات منقسم ہون تو کوئی کام مشکل نہین۔ الحمد للہ مجہے کسی بڑے سے بڑے کام مین بہی پریشانی نہین ہوتی ہمیشہ طبیعت شگفتہ رہتی ہے وجہ یہی ہے کہ میرے اوقات سب منقسم ہین کوئی کام دشوار نہین معلوم ہوتا احقر نے عرض کیا کہ حضور کی نظر ثانی کے بعد جو نقل ہو کر ملفوظات کا مقابلہ ہوتا ہے اوسمین بعض ملفوظ کے مناسب کوئی مضمون یاد آجاتا ہے تو اوسکو مین بڑہا دیتا ہون اوسکو حضور دوبارہ نظر ثانی فرمالیا کرین فرمایا کہ اسکا بہی کوئی قاعدہ مقرر کر لیجئے جبتک کہ قانون مقرر نہ ہو جاوے مجہسے کوئی کام ہوتا ہی نہین۔ احقر نے عرض کیا کہ حضور ہی تجویز فرماوین فرمایا کہ اسکی یہ صورت ہے کہ مقابلہ کے وقت جن جن مقامات پر کچھ اضافہ کیا جاوے اوسکا حوالہ صفحہ اور سطر کا ایک علیحدہ کاغذ پر آپ لکہتے جائین اور جب ایک معتد بہ تعداد ہو جاوے

تب وہ پرچہ معہ اصل کے مجکو دیدیا جاوے مین اوسکو دیکھکر واپس کردیا کرون ورنہ غیر معین طور پر جب آپ نے کچھ بڑھایا لیکر دکھلانے چلے آئے اسطرح کام تو کچھ بھی نہوگا اور وقت پورا پورا صرف ہو جایا کریگا اسمین دونون کو مقید بھی ہونا پڑیگا کہ جسوقت آپ آئے مجھے فرصت نہ ہوئی تو آپکو بیٹھا رہنا پڑا ادہر مجکو بھی اوسیوقت دیکھکر واپس کرنا پڑیگا اور میری اوس مجوزہ صورت مین آپ دیگر فارغ ہوگئے مین نے آزادی کے ساتھ جسوقت فرصت ہوئی دیکھکر آپکو دیدیا دونون طرف آزادی رہیگی طبیعت قاعدہ کی ایسی خوگر ہوگئی ہے کہ یقین کیجئے ظہر کے وقت جب مین وضو کرتا ہوتا ہون اوسوقت اگر کوئی ذراسی بات بھی پوچھتا ہے تو میری سمجھ مین نہین آتا چونکہ وہ وقت اس کام کا نہین ہے اسلئے دماغ حاضر نہین ہوتا اور فوراً میرے سر مین درد شدت کا ہوجاتا ہے اور جبتک کوئی واقعہ فرحت بخش نہ سنون وہ درد رفع نہین ہوتا۔ خلاف وقت بات کرنے سے سقدر کلفت ہوتی ہے۔ صبح سے دوپہر تک برابر کام کرتا رہتا ہون اوس سے کچھ بھی تکان نہین ہوتا اور ایک بات مین یہ اثر ہوتا ہے طبیعت قاعدہ کی خوگر ہوگئی ہے اور لوگ اسکے خلاف کے خوگر ہو رہے ہین یہ ہو رہا ہے کہ بھینس کی گائے تلے اور گائے کی بھینس تلے۔ ایک صاحب کی بابتہ فرمایا کہ اونھون نے ظہر کی وضو مین کچھ پوچھنا چاہا مجھے بہت تکلیف ہوئی اور کچھ سمجھ مین نہین آیا مین نے کہا کہ بعد ظہر کے پوچھنا اسوقت دماغ حاضر نہین اوسکے بعد دو دن گذر گئے ابتک پوچھنے نہین آئے معلوم ہوا کہ کوئی ضروری بات نہ تھی ورنہ اگر ضروری ہوتی تو پوچھنے نہ آتے مجھے وضو کرتے دیکھا بیکار وقت سمجھکر آبیٹھے کہ لاؤ باتون ہی کا مشغلہ سہی سوال کرنا اسی کی تمہید کی غرض سے تھا مین نے تو اپنے نزدیک سب کے کامون اور مصلحتون کا لحاظ کر کے بقدر ضرورت ہر شے کا وقت مقرر کردیا ہے لیکن اوسے تو گذار دین اپنے واہیات مین اور بعد کو میرے اوقات مین آکر خلل ڈالین اور حضرت انضباط اوقات کی صورت مین تو ممکن ہے کہ کسی کے کام مین صرف ایک ہی دو روز کی دیر ہو جاوے لیکن موقعہ تو ملجاتا ہے اور اگر بے انتظامی ہوتی جیسا لوگ چاہتے ہین تو ہفتون بھی نوبت نہ آتی دیکھئے جمعہ کے دن ان حافظ جی نے (یہ وہی صاحب ہین جنکا شروع مین ذکر بہ تفصیل ہوچکا ہے) تنگ کیا مین ایک پرچہ دینے کے لئے بالاخانہ کے کمرہ سے باہر نکلا آنکھین کیسے بند کرلون سڑک پر نظر پڑی تو آپ کھڑے ہوکر اپنا جلوہ دکھلانے لگے۔ مطلب یہ تھا کہ اترو مجھے اونکی اس حرکت سے بہت تکلیف ہوئی۔

صاحب بعض اوقات مین ڈر کے مارے باوجود ضرورت کے نیچے نہین آتا کہ تنگ کرینگے بعض اوقات کسی کتاب کی ضرورت ہوتی ہے حجرہ سے لائیگی لیکن اپنا حرج کرتا ہون نیچے اسی خیال سے نہین آتا کہ لوگ تنگ کرینگے اور اگر جواب دونگا تو اونہین تکلیف ہوگی اسلئے مین اپنا حرج گوارا کرتا ہون لیکن اُترتا نہین انہون نے ایک یہ حرکت کی کہ بعد مغرب جب مین وظیفہ پڑہ رہا تہا تو دوسرے سے پنکھا لیکر پنکھا جہلنا چاہا خدمت سے کسکو راحت نہین ہوتی لیکن خدمت کے لئے دو شرطین ہین۔ ایک تو یہ کہ خلوص ہو مطلب یہ کہ اوسوقت کوئی غرض اوس خدمت سے نہ ہو محض محبت سے ہو اکثر لوگ خدمت کو ذریعہ بناتے ہین عرض حاجت کا یہانتک کیا ہے کہ بعد عشاء کے مین تہوڑی دیر کے لئے لیٹ رہتا ہون طالب علم بدن دبانے لگتے ہین چونکہ بدن دبانے سے راحت ہوتی ہے میری آنکہہ لگنے لگتی ہے جسوقت میری آنکہہ لگنے لگی تو ایک صاحب نے جو بدن دبانے مین شریک ہوگئے تہے مجہسے کہا کہ مجہے کچہ پوچہنا ہے انہین واقعات سے مین دوسرون پر بہی بدگمانی کرنے لگا۔ اسی لئے مین تحقیق کرلیتا ہون کہ کون کون بدن دبارہا ہے اور سوائے دو چار طالب علمون کے باقی سبکو رخصت کردیتا ہون۔ دوسری شرط خدمت کی یہ ہے کہ دل ملا ہوا ہو۔ ایک نووارد آکر اگر بدن دبانے لگے یا پنکہا جہلنے لگے تو لحاظ بہی ہوتا ہے شرم بہی آتی ہے۔ اب آدمی تختہ مشق کیسے سبکا بن جاوے۔ تیسرے یہ کہ کام بہی آتا ہو۔ مثلاً بعضون کو بدن دبانا نہین آتا بعضا موقعہ لحاظ کا ہوتا ہے اب ان سے کیسے منہ پہوڑکر کہدیا جاوے کہ آپ سے بدن دبانا آتا نہین آپ چہوڑ دیجے مجبوراً چپ رہنا پڑتا ہے وہ سمجہتے ہین کہ ہم خدمت کررہے ہین مین سمجہتا ہون کہ مین اُنکی خدمت کررہا ہون کہ کچہ بولتا نہین وہ سمجہتے ہین کہ ہم تکلیف اُٹھارہے ہین اسکی واسطے اور مین سمجہتا ہون کہ مین اُنکی واسطے تکلیف اٹھارہا ہون طالب علمون سے دل کہلا ہوا ہے اور اُنکو طریقہ بہی آتا ہے اُن سے کچہ تکلیف بہی نہین ہے جہانہ ہے پاون پہیلا دیا چاہے بیٹہہ کرکے سو رہا اب دو چار تو ایسے ہوتے ہین سب ایسے کہان ہوسکتے ہین۔ ایک صاحب کو مین نے پنکہا جہلنے سے منع کیا اونہون نے کہا کہ ہم تو خدمت ہی کیلئے آئے تہے مین نے کہا کہ معاہدہ کیلئے تو دونون طرف سے رضا ہونی چاہیئے مجکو اپنے اس ارادہ سے مطلع کرکے میری بہی تو رضا حاصل کرنی چاہیئے تہی اگر آپ اس غرض سے آئے ہین تو لوٹ جایئے مین خدمت کی اجازت نہین دیتا احقر بہی اوس گفتگو کے وقت موجود تہا یہ بہی فرمایا تہا کہ یہ آپ بالکل غلط کہتے ہین کہ خدمت ہی کے لئے آیا تہا کیا جسوقت آپنے اس سفر کا قصد کیا تہا یہی خیال تہا کہ

وہان جاکر پنکہا جہلا کرونگا) پہر فرمایا کہ یہ تو بہت آسان ہے کہ مین کسی سے خدمت نہ لون اور کام سبکا کرون لیکن لوگ رسوم کے خوگر ہو گئے ہین - ایک صاحب دہلی کے آئے وہ ایک واعظ کے پاس رہے تھے رات دن خدمت کرنے کے خوگر تہے بعد کو اون کا میلان بدعات کی طرف دیکہکر یہان آئے اونکو عادت تو اوسیکی پڑی ہوئی تھی مجھسے بہی بہوت کی طرح لپٹنا چاہا مین نے اونہین نرمی سے سمجھایا اوہنون نے ایک پرچہ لکھکر دیا کہ مجھے رنج ہوا آپنے مجکو سعادت سے محروم رکہا مین نے بلاکر کہا کہ اگر آپکو مجھسے اعتقاد نہین ہے تو میری خدمت مین کوئی سعادت نہین جسکی محرومی کا رنج کیا جاویگا اور اگر اعتقاد ہے تو یہ عجیب بات ہے کہ آپ مجھے سعادت سے محروم کرنیوالا سمجھتے ہین اگر ایسا ہے تو پہر ایسے شخص سے اعتقاد ہی کیون رکہتے ہو اعتقاد تو اوس سے رکھنا چاہیے جو سعادت سے قریب کرنیوالا ہو مین تو آپ کو سعادت سے بعید کرنیوالا ہون جو شخص سعادت سے محروم کرنیوالا ہو وہ تو دشمن دین ہے جب آپ مجھے سعادت سے محروم کرنیوالا سمجھتے ہین تو مین تو آپکا دشمن دین ہون اگر آپ مجھے ایسا سمجھتے ہین تو پھر آپکا یہان رہنا فضول ہے - تشریف لیجایئے تب اُنکی آنکھین کہلین - پھر مین نے کہا کہ تمہین یہ سمجھنا چاہیئے کہ جو کچھہ مجھکو کہا جاویگا وہی ٹہیک ہوگا پہر فرمایا کہ حضرت مین نے اپنے کسی بزرگ کی خدمت ہاتھ پاون کی کبھی نہین کی کہ شاید مجھسے نہ آوے تو اونہین تکلیف ہو عمر بھر مین ایک دفعہ مولانا گنگوہی کو پنکہا جہلنے بیٹھا تھا اوسوقت مولانا اور مین اکیلے تہے کبھی یہ کام کیا نہین تہا تہوڑی دیر مین مونڈہے دکہنے لگے - اب اور کوئی دوسرا وہان تہا نہین کہ اوسکو دیدوان اور موقوف کر دینا بُرا معلوم ہوا - جی چاہا کہ کوئی آجاوے تو اچھا ہو چنانچہ ایک صاحب آگئے مین نے اون کے حوالہ کر دیا اور جی مین کہا کہ توبہ ہے جو اب پنکہا جہلون نہ ہمارے بزرگون کو کبھی اسکا خیال ہوا - اب جیسا برتاؤ بزرگون کا دیکہا ہے ویسے ہی کرنیکو جی چاہتا ہے دیکھئے صحابہ سے زیادہ کون ادب کرنیوالا ہوگا - مورخین نے بہی لکہا ہے کہ دنیا مین نظیر نہین پائی گئی اس محبت تعظیم اور جان نثاری کی مگر باوجود اسکے جب حضرات صحابہ کو معلوم ہوا کہ حضور کو تعظیم کیلئے کہڑا ہونا ناگوار ہوتا ہے تو کھڑا ہونا چھوڑ دیا - صحابہ کہتے تھے کہ ہم کھڑے نہین ہوتے تھے کہ ناگوار نہو مولانا محمد یعقوب صاحب جب آتے ہم کہڑے ہو جاتے مولانا کو تکلیف ہوتی بہت دن صبر کیا ایکدن فرمایا کہ بہائی مجھے تکلیف ہوتی ہے کہڑے مت ہوا کرو - اوسکے بعد سے کھڑا ہونا چھوڑ دیا جب مولوی صاحب آتے تہے بے اختیار جی چاہتا تھا کہ کھڑے ہو جائین کیونکہ محبت بہی ادب بہی عظمت بہی لیکن یہی خیال

ہوتا تھا کہ مولانا کو تکلیف ہوگی جوش کو ضبط کئے بیٹھے رہتے۔ پھر فرمایا کہ اس صورت مین میرے نزدیک بیٹھا رہنا زیادہ نافع ہے کیونکہ اپنا جی چاہتا ہے کہ اُٹھین لیکن شیخ کی کلفت کے خیال سے طبیعت کو روک کر بیٹھ رہے مخالف طبیعت مجاہدہ ہے۔ اب یون چاہتے ہین کہ خود پیر صاحب مجاہدہ کرین۔ یہ عجیب بات ہے کہ جو فارغ ہے مجاہدہ سے یعنی اون کے اعتقاد مین وہ تو مجاہدہ کرے اور جنہین حاجت ہو مجاہدہ کی وہ نہ کرین۔ حضرت رسوم کی بدولت حقائق مٹ گئے چھپ گئے یہ سب پیرزادون نے کہانے پینے کے ڈہونگ نکالے ہین ایک یہ سکہلار کہا ہے کہ خالی جاوے خالی آوے۔ مین ان خود غرضی کے جملون کے بھی معنی بنا دیتا ہون۔ کہتا ہون کہ اسکے یہ معنی ہین کہ جو خالی جاویگا خلوص سے وہ خالی آویگا فیوض و برکات سے اب اسکی ایسی پابندی ہے کہ بعضے تو بلا نذرانہ ملاقات ہی نہین کرتے کسی سے نہ ہو سکا نذرانہ کا انتظام تو وہ بیچارہ تو یون ہی رہا پیرزادون نے ایک یہ ترکیب بھی ایجاد کی ہے کہ مصافحہ مین نذرانہ دیا جاوے سنت کو بھی دنیا کی غرض سے ملاکر خراب کیا پھر فرمایا کہ ایک صاحب یہان تشریف لائے بڑے مہذب رئیسوں مین سمجھے جاتے ہین بہت مہذب اور شایستہ لیکن دنیا کی تہذیب بھی واللہ بدون دین کے یا صحبت اہل دین کے کافی نہین ہوتی حضرت مولانا خلیل احمد صاحب بھی مہمان تھے سب نے ملکر کہانا کھایا جب کھا چکے تو اوتھین رئیس صاحب نے ایک روپیہ جیب مین سے نکال کر میرے اوپر پھینکدیا مین نے اوٹھاکر اون پر پھینکدیا مولانا خلیل احمد صاحب کو اونکی اس حرکت پر بہت غصہ آیا اونھون نے کچھ فرمانا چاہا مولانا بہت صاف ہین مین نے سوچا کہ کہین اونہون نے مولانا کے فرمانے پر کچھ جواب دیا تو بہت بیجا ہوگا اسلئے مین نے خود ہی کہنا شروع کردیا حالانکہ بڑون کے سامنے بولنا بے ادبی ہے لیکن اوسوقت مصلحت اسی مین تھی پھر کہا تو اتنا کہا کہ مولانا کبھی بھی غم کہتے خوب ہی آڑے ہاتھون لیا۔ بڑے چُپ ہوئے۔ مولانا بعد مین فرمانے لگے کہ مجھے اونکی حرکت بہت ہی ناگوار ہوئی مین تو خود اون سے کہنے والا تہا کہ یہ کیا بد تہذیبی ہے۔ مین نے کہا کہ نہین میرا معاملہ تھا میرا کہنا اونہین ناگوار نہین ہوا آپکا کہنا ناگوار ہوتا کہ یہ کون ہین بیچ مین بولنے والے پھر ہمارے حضرت نے فرمایا کہ یا تو تکلف ایسا کہ مصافحہ مین دین یا بے تکلف ایسے کہ مُنہ ہی پر مار دین حفیظ شاعر جونپوری نے ایک کتاب یہان آنیکے حالات مین لکھی ہے اوسمین اونھون نے لکھا ہے کہ تہذیب جو ہمنے مدتون مین حاصل کی تہی وہ یہان آکر معلوم ہوا کہ تہذیب ہی نہین ہے۔ پھر فرمایا کہ ایک

صاحب آکر کھڑے ہو گئے بیٹھنا چاہتے تھے لیکن بلا اجازت کیسے بیٹھیں مین نے پوچھا کہ کھڑے کیون ہو کہا کہ بلا اجازت کیسے بیٹھ سکتا ہون۔ یہ وہی عرفی تہذیب۔ مین نے کہا کہ اچھا ایک ہفتہ تک بیٹھنے کی اجازت نہین کھڑے رہو۔ یہ سنکر فوراً بیٹھ گئے مین نے کہا کہ یہ کیا سبحان اللہ۔ جب بیٹھنے کی ممانعت نہ تھی تب تو بیٹھے ہی نہین اور جب صریح ممانعت ہو گئی تو بیٹھ گئے یہ کیا بات ہے پھر فرمایا کہ ایک فہیم صاحب یہان (سہ دری مین) آتے ہی چپکے بیٹھ جاتے ہین سلام بھی نہین کرتے۔ ایک صاحب نے اون سے اعتراض کیا کہ تم بڑے بدتہذیب ہو۔ بلا سلام کئے آکر بیٹھ جاتے ہو۔ اونہون نے کہا کہ تمہین بدتہذیب ہو کر کام کے وقت سلام کر کے حرج کرتے ہو کام کے وقت سلام کرنا جائز ہی نہین پھر فرمایا کہ فقہا نے اس راز کو سمجھا ہے اونھون نے ایسے اوقات مین سلام کرنیکو مکروہ فرمادیا ہے سچ یہ ہے دو جماعتین حکیم کہنے کے قابل ہین صوفیہ اور فقہا۔ صوفیہ بھی اور فقہا بھی یہ دونون جماعتین حقیقت کو سمجھنے والی ہین محض الفاظ پرست نہین ہین فقہا نے فہرست لکھدی ہے جن حالات مین سلام کرنا مکروہ ہے اونمین یہ بھی ہے کہ خوش طبعی یا دینی کام مین مشغول ہو چنانچہ کھانا کھاتے مین سلام کو مکروہ لکھا ہے اور باتین کرنیکی اجازت دی ہے۔

(۴۵۸) ایک صاحب نے کچھ تیل عطر وغیرہ ہدیہ بذریعہ ڈاک بھیجا۔ بذریعہ خط دریافت کیا کہ صحیح وسالم پہونچ گئے یا نہین فرمایا کہ اگر راستہ مین نقصان ہو جاوے تو اطلاع نہین کرنا چاہیئے ایک تو بوتل ٹوٹی پھر دوسرے کا دل کیون توڑے۔

(۴۵۹) فرمایا کہ شیخ کی بدولت نسبت باطنی آسانی کے ساتھ حاصل ہو جاتی ہے۔ تنہا سیکڑون برس مجاہدہ کرتے گذر جائین جو کبھی بھی میسر ہو۔ یہ بھی فرمایا کہ نسبت باطنی موہوب من اللہ ہے مجاہدہ موقوف علیہ نسبت باطنی کا تو ہے علت نہین اور اگر علت ہے تو علت عادی ہے علت حقیقی نہیں۔

(۴۶۰) فرمایا کہ اہل اللہ تکلف سے کبھی حقائق نہین بیان فرماتے۔ جب جوش ہوتا ہے تب فرماتے ہین مین نے حضرت حاجی صاحب کے یہان تو قریب قریب روز یعنی کثرت سے دیکھا کہ کوئی بات اگر پوچھی گئی اور اوسوقت جوش نہ ہوا تو یون فرمادیا کہ اسوقت طبیعت متوجہ نہین گو اوسی مضمون کو بیشتر بارہا فرماچکے ہون لیکن یہ کبھی نہین ہوا کہ تقریر یاد ہے جب پوچھا پڑھ دیا۔

(۴۶۱) قطع اسباب کا مثنوی شریف مین ذکر آیا اوسکے بعد یہ مضمون تھا کہ اسباب مین بھی حکمت ہی حضرت نے فرمایا کہ مین حصر نہین کرتا لیکن اسباب مین ضعفاء کیلئے بڑی حکمتین ہین اون کے لئے اسباب مین بڑی تسلی ہے

ورنہ کھانا کیونکر پکاتے کھیتی کون کرتا یہ عالم ویران ہو جاتا اسی واسطے کہا ہے ۵ لولا الحمقی لخربت الدنیا ۵

استن ایں عالم اے جاں غفلت ست	ورنہ اینجا شربت اندر شربت ست

اگر اہل غفلت نہوتے تو دنیا آباد نہیں رہ سکتی تھی تھوڑی غفلت تو ہونا چاہئے تاکہ دنیا کے کام چل سکیں پس جب بھوک لگی فوراً گیہوں پیسے آٹا گوندھا آگ جلائی اور روٹی پکالی ورنہ کون یہ جھگڑہ کرتا دوسری بڑی بات یہ ہے کہ ضعفاء کو محبتِ حق جو تھوڑی بہت ہے وہ انہیں اسباب کی بدولت محفوظ ہے ورنہ بہت سے ناگوار واقعات پیش آتے ہیں اور محبّت غالب نہیں یعنی اُسمیں درجہ کمال حاصل نہیں ہوا تو اسباب کی طرف انتساب کرلیتے ہیں اگر اسباب نہوتے اور بلا واسطہ اسباب کے منجانب اللہ ہوتے تو اُن کو معرفت ہوتی اور محبّت درجۂ کمال کی ہے نہیں تو یہی نتیجہ ہوتا کہ خدا کے ساتھ بغض ہو جاتا۔ یہ بڑی حکمت اسباب میں ہے اب چاہے کچھ ہی ہو جائے خدا سے تو تکدر کسیکو نہیں ہوتا۔ انہیں حکمتوں کی وجہ سے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنا کشف لکھا ہے کہ مجھے حضور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نے میری طبیعت کے خلاف تین امور پر مجبور کیا۔ ایک تو یہ کہ شیخین کو افضل سمجھوں حالانکہ میرا جی چاہتا تھا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو افضل سمجھوں سبحان اللہ کیسے سچے لوگ تھے جو بات جی میں تھی سچی سچی کہدی بدنامی وغیرہ کا خیال نہ کیا۔ ایک یہ بات تھی کہ مجکو تقلید اچھی نہ معلوم ہوتی تھی لیکن مجھے حضور نے خروج عن المذاہب الاربعہ سے منع فرمایا۔ ایک اسباب سے نفرت تھی۔ اسپر حکم ہوا کہ اسباب کو کبھی نہ چھوڑنا۔ اس لئے تشبث بالاسباب پر مجبور ہوا۔ پھر فرمایا کہ ہمارے حضرت حاجی صاحب کے یہاں حکمت کی اسقدر رعایت تھی کہ جسکی انتہا نہیں ایک بی بی نے یعنی میرے گھر میں کہا کہ میں اپنی زمین وقف کردوں حضرت نے منع فرمادیا کہ وقف مت کرنا دیکھئے بظاہر ایک نیک کام سے منع کیا لیکن فرمایا کہ نفس کے بہلانے کے لئے بھی کوئی چیز ہونا چاہئے اپنے پاس کچھ جمع ہو تو نفس کو تسلی رہتی ہے اور اسپر حضرت حاجی صاحب ایک حکایت فرمایا کرتے تھے کہ ایک بزرگ تھے انھوں نے حق تعالیٰ سے دعا مانگی کہ جتنی روزی میری قسمت میں ہو وہ سب یکدم مجھے دیدیجئے تھوڑی تھوڑی نہ دیجئے ارشاد ہوا کہ کیا تمہیں یقین نہیں ہمارے وعدہ پر عرض کیا کہ یقین تو ہے مگر وعدہ مبہم ہے ملیگا تو لیکن یہ متعین نہیں کہ کب۔ شیطان مجھے بہکاتا ہے

کہ جانے کے دن میں ملے اگر ہفتہ بھر تک نہ ملے تو تمہارا تو ہو جائے قلیہ۔ اور یہ شیطان بڑا دشمن ہے اور آپ ہی نے یہ بھی فرمایا ہے الشیطان یعدکم الفقر الآیۃ اگر آپ مجھے ایکدم سے دبا بیٹھیں تو میں کوٹھری میں بھر کر رکھ چھوڑونگا جب شیطان مجھسے پوچھیگا کہ کہاں سے کھائیگا میں کہدوں گا کہ اس کوٹھری میں سے تو بزرگوں نے ایسی ایسی تدبیریں کی ہیں اپنے ضعف کی۔ اور ضعف و قوت امور طبعیہ سے ہیں ولایت میں ان کو دخل نہیں۔ ولایت کہتے ہیں اطاعت اور عبدیت کو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات کو سال بھر کا خرچ ایک ساتھ دیکر ظاہر فرمادیا کہ سال بھر تک کا خرچ ذخیرہ رکھنا اعلیٰ سے اعلیٰ توکل کے بھی خلاف نہیں واقعی کچھ جمع رہنے سے تسلی تو ہوتی ہے حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کو زہد میں بہت ہی مبالغہ تھا یہاں تک کہ ہارون رشید بادشاہ کے یہاں کے رقعہ کو ہاتھ سے نہیں چھوا تھا دوسرے لکڑی سے اولٹ کر کھولا تھا وہ ہم لوگوں کیلئے فرما گئے ہیں کہ جسکے پاس درہم ہوں اُس کو چاہئے کہ وہ اُن کی قدر کرے کیونکہ اب وہ زمانہ ہے کہ جب آدمی کے پاس کچھ نہیں ہوتا تو اُس کی اول مشق دین پر ہوتی ہے دوسرے یہ کہ اگر ہمارے پاس مال نہوتا تو امرا ہمکو دست مال کر دیتے۔ مال کی بدولت اب وہ ہم پر ہاتھ نہیں ڈال سکتے اس کی بدولت ہم اُن کے شر سے محفوظ ہیں اور ہمارا جاہ محفوظ ہے ورنہ ہمیں ذلیل سمجھکر ہمسے بیگاریں لیا کرتے پھر ہمارے حضرت مولانا نے فرمایا کہ جو اسباب کے بالکل ہی منکر ہیں جیسے حضرت عطاء اسکندری رحمۃ اللہ علیہ انھوں نے اپنی کتاب تنویر میں بالکل اسباب کو مٹا دیا ہے لیکن پھر بھی اسباب کی تکوین میں مصلحت ثابت کی ہے لکھا ہے کہ اسباب کو حق تعالیٰ نے اسلئے پیدا فرمایا ہے تاکہ بندہ اسباب کو اختیار کرے اور اللہ تعالیٰ اُن کو توڑے اور کچھ نہیں تو اسباب میں یہی ایک نفع سہی۔ غرض نافین اسباب نے بھی اسباب میں حکمت ثابت کی ہے معلوم ہوا کہ اسباب میں بالاجماع حکمتیں ہیں پھر مثنوی شریف میں یہ مضمون آیا کہ اسباب کے ذریعے سے اسباب الاسباب پر نظر کرو اسپر حضرت نے فرمایا کہ اسی طرح اسباب موصل الی اللہ ہو جائیں گے کیونکہ مصنوع اپنے صانع کیلئے دلیل ہوا کرتا ہے ایک یہ مصلحت بھی اسباب میں نکلی۔

(۴۶۲) اس اعتراض کا ذکر تھا کہ اسلام بزور شمشیر پھیلا ہے فرمایا کہ مولانا محمد قاسم صاحب نے خوب لطیف جواب دیا تھا کہ اگر مان بھی لیا جاوے کہ اسلام بزور شمشیر پھیلا تو ہم یہ پوچھتے ہیں کہ

وہ شمشیر زن کہاں سے آئی۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ ایک دو شمشیر زن تو بزور شمشیر اسلام کو عالم بھر میں پھیلا نہیں سکتے تھے تو پس معلوم ہوا کہ شمشیر زنی اصل علت اشاعت اسلام کی نہیں بلکہ اصل علت اور ہی ہے جس سے شمشیر زن پیدا ہوئے وہ حقیقت میں تو تائید حق ہے اور ظاہری سبب حضور کے اخلاق ہیں اسلام پھیلا ہے اخلاق سے تلوار سے نہیں پھیلا۔ دوران درس مثنوی میں فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کی عنایت ہوتی ہے خود اُس پر ایسے واقعات ڈالتے ہیں جن سے اسباب کے تاثیر کی نفی ہوتی ہے

(۴۶۳) ایک صاحب نے اپنے والد کو بھی حضرت کی خدمت میں اپنے ساتھ لانے کیلئے ترغیب دی اور حضرت سے دعا و اجازت کیلئے لکھا۔ حضرت نے صاف انکار لکھ بھیجا کہ جب اُن کو خود رغبت نہیں تو ہرگز ترغیب نہ دیجائے وہ صاحب حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اخیر میں وہ راضی بھی ہو گئے تھے لیکن فلاں شخص نے بہکا دیا۔ حضرت نے فرمایا کہ جب اُن کو خود ہی شوق نہ تھا تو آپ کو ہرگز ترغیب نہ دینی چاہئے تھی میں تو یہی لکھ بھی چکا تھا دین تو مطلوب ہونا چاہئے کیوں کسی کے درپے ہوں اجی تبلیغ اور اعلام تو ضروری ہے باقی درپے ہونا ضروری نہیں بلکہ میری رائے میں مضر ہے میں نے تو ایک وعظ القصدی للغیر مستقل طور سے اسی کی بابتہ کہا ہے معلوم نہیں چھپا یا نہیں بہت دن سے یہ مضمون ذہن میں تھا حق تعالیٰ نے اُس روز مفصل بیان کروا دیا میں تو یہ مشورہ دیا کرتا ہوں کہ اگر وہ لوگ اہل الرائے نہیں مثلاً بچے ہیں تو اُن کو تو لے آؤ اور جو اہل الرائے ہیں اگر خود رغبت ہو لاؤ ورنہ چھوڑو پھر ہمیشہ اُن کی خاطر کرنی پڑتی ہے کیا ضرورت۔ اجی آنیوالے کی خدمت کیلئے حاضر ہیں باقی گھیرے کیوں خواہ مخواہ خاطر کرنی پڑتی ہے کہ کوئی بات خلاف طبیعت نہ ہو۔

(۴۶۴) فرمایا کہ محقق کی ایک منٹ کی تقریر میں جو اثر ہوتا ہے وہ غیر محقق کے آدھ گھنٹہ کے لیکچر میں بھی نہیں ہوتا کیونکہ وہ تو دیکھی ہوئی کہہ رہا ہے اور یہ یوں ہی ان گڑھ ہانک رہا ہے۔

(۴۶۵) فرمایا کہ ممکن نہیں بد دین آدمی کی صحبت کا اثر نہ ہو۔ میں تو کہا کرتا ہوں کہ جہاں اور باتوں سے احتراز کرے بعد توبہ اپنے پرانے جلسہ کو بھی رخصت کرے یعنی جن لوگوں سے پہلے صحبت رکھتا تھا اُن کو چھوڑ کر دوسری قسم کے لوگوں کی صحبت اختیار کرلے۔

(۴۶۶) ایک صاحب نے اپنی صاحبزادی کا نکاح بعد نماز ظہر مسجد میں پڑھوایا نکاح کے بعد صرف چھوارے تقسیم کردیئے گئے دولہا نے کوئی نئے کپڑے بھی نہیں پہنے تھے۔ اسی طرح کئی نکاح

ہو چکے ہیں ایک نکاح میں تو دولھا کے پاس روزمرہ کے استعمالی میلے ہی کپڑے تھے۔ اس
بے تکلفی سے سب نہایت خوش ہوئے حضرت نے فرمایا کہ اسی طرح کا نکاح میرے بھائی مظہر کا
ہوا تھا۔ بڑھیوں تک نے کہا کہ واقعی اس شادی کے موقعہ پر گو ظاہری کوئی رسم نہیں ہوئی
لیکن ہمارے دلوں میں رونق معلوم ہوتی ہے فرمایا سبحان اللہ سنت کے موافق نکاح میں کیوں
نورانیت نہو۔ اور یہ بھی بات ہے کہ جتنی سہولت ہوتی ہے اتنی ہی نورانیت قلب میں ہوتی ہے
کیونکہ کوئی جھگڑہ بکھیڑا ہوتا نہیں اسلئے انشراح رہتا ہے اور جہاں طوالت اور جھگڑے ہوتے ہیں
وہاں ضرور قلب میں کدورت اور ظلمت ہوتی ہے۔

(۴۶۷) ضرورت شیخ کا ذکر مثنوی شریف میں آیا۔ فرمایا کہ حضرت شیخ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ
علیہ فرماتے ہیں ؎

گر روی صد سال در راہ طلب		راہ بر نبود چہ حاصل زاں تعب	

ایسی مثال ہے جیسے فنون حسیہ میں سے بھی چاہے جس فن کو لے لو یوں چاہے کام چلالے
لیکن فن کی مناسبت خواہ کیسا ہی آسان فن ہو بلا استاد کے نہیں حاصل ہو سکتی۔ مناسبت
جس چیز کا نام ہے کسی فن کی ہو بلا استاد کے نہیں پیدا ہو سکتی مثلاً گاڑی ہانکنا ہی لیجئے بہت
ہی خسیس بات ہے لیکن مشہور ہے سیئی علم دریاؤ۔ واقعی باریکیاں بلا کسی سے سیکھے نہیں معلوم ہو سکتیں

(۴۶۸) ایک ذی علم کی بابتہ فرمایا کہ ان سے ایک کوتوال نے سوال کیا کہ نبی اور ساحر میں فرق
کیا ہے کیونکہ نبی بھی معجزات دکھلاتا ہے اور ساحر بھی ایسے ایسے عجیب کرشمے دکھلا سکتا ہے انھوں نے
خوب جواب دیا کہ چوڈاکو سرکاری وردی پہنکر اور کوتوال بنکر ڈاکہ ڈالے تو میں پوچھتا ہوں کہ کوتوال
میں اور ڈاکو میں کیا فرق ہے وہی فرق ہے نبی اور ساحر میں۔

(۴۶۹) فرمایا کہ میں بھی ایک مرتبہ اجمیر شریف ویسے ہی بغرض زیارت حاضر ہوا ہوں چونکہ
حضرت شیخ کی بڑی بڑی برکات ہیں وہاں اترتے ہی تمام شہر میں ایک رونق معلوم ہوتی ہے وہاں
کے زمین آسمان ہی پر رونق معلوم ہوتے تھے۔ اب نہیں معلوم میرا خیال ہے یا کیا۔ حالانکہ وہاں
ظلمات بدعت کی بہت ہیں لیکن ان پر انوار پھر غالب ہیں حضرت شیخ کے۔

(۴۷۰) فرمایا کہ بعضے باطل فرقے جو پیدا ہوئے وہ بہت جلد مٹ جاتے اگر ان کے رد کے لئے

بڑے بڑے علمار نہ کھڑے ہو جاتے۔ علمار کے رد نے اُن کو اور بھی وقعت دیدی لوگ خواہ مخواہ اُن کے دعووں کو اہم سمجھنے لگے کہ بڑے بڑے لوگ اُن کے رد کی طرف متوجہ ہیں تو ضرور اہم ہونگے علمار کے متوجہ ہونے نے ان کو اور بھی رونق دیدی ورنہ بہت جلد ختم ہو جاتے۔ اسی طرح آریوں کو جو قوت ہوئی اکثر کی رائے ہے کہ اسکی وجہ یہ ہے کہ علمار اُن کے جوابات دینے کی طرف متوجہ ہوئے اُن کے مقابلہ کیلئے تو عوام ہی مناسب تھے کیونکہ عالم کو تو یہ بھی لحاظ رہتا ہے کہ کوئی ایسی ویسی کچی بات منہ سے نہ نکلے ایک مولوی صاحب سے کسی نے کہا کہ ڈاڑھی رکھنے کا حکم قرآن مجید میں دکھلا دو انھوں نے یہ آیت پڑھی لا تاخذ بلحیتی اور کہا کہ دیکھو اگر ہارون علیہ السلام کے ڈاڑھی نہ ہوتی تو موسیٰ علیہ السلام پکڑتے کہاں سے اس سے ثابت ہوا کہ اُن کے ڈاڑھی تھی۔ میں نے اُن مولوی صاحب سے کہا کہ مولانا اگر وہ یہ کہتا کہ اس سے تو ڈاڑھی کا صرف وجود ثابت ہوا وجود کا کون انکار کرتا ہے وجوب تو ثابت نہوا وجوب ثابت کرو۔ تو آپ کے پاس کیا جواب تھا مولوی صاحب بولے اجی اُسمیں اتنی سمجھ کہاں تھی جو وہ یہ سوال کرتا۔ پھر ہمارے حضرت نے فرمایا کہ ہمیں تو خدا جانے کچی بات کہتے شرم آتی ہے ایسا شخص جو کچی بات کہنے سے شرمائے جاہلوں سے یا ہٹ دھرموں سے مقابلہ کب کر سکتا ہے ایسوں کے مقابلہ کیلئے ایسا ہی شخص چاہئے ایک گنوار نے کسی عیسائی سے پوچھا کہ عیسیٰ خدا کا بیٹا ہے اُس نے کہا ہاں۔ اُس نے پوچھا اور بھی کوئی بیٹا ہے کہا نہیں اُس نے کہا تیرے خدا سے تو (نعوذ باللہ) میں ہی اچھا ہوں دیکھ میری تھوڑی سی عمر میں مہیں لڑکے ہو چکے ہیں معلوم ہوا تیرا خدا کچھ بھی نہیں بہت ہی کمزور ہے سب لوگ کہنے لگے واہ بھائی خوب کہی یادری کو ہرا دیا۔ ایسے جاہلوں کی قدر ہوتی ہے مناظروں میں۔ عدالتوں میں بھی جو قابل وکیل ہیں وہ مختصر سی گر کی بات کہتے ہیں لیکن اُن کی عوام کچھ قدر نہیں کرتے اور جو بہت بک بک کرتا ہو اسکو کہتے ہیں کہ بڑا اچھا وکیل ہے خوب لڑتا ہے مجھسے جب کسی نے مناظرہ کیلئے کہا میں نے کہا کہ ایک بڑی بات یہ کہ حکم کون ہوگا۔ یا علمار یا عوام علما اگر حکم ہوئے تو وہ یا ادھر کے ہوں گے یا اُدھر کے اُن کا فیصلہ ہی کیا ہوگا عوام بیشک خالی الذہن ہوتے ہیں لیکن وہ ہیں جہلا۔ اور علمار حکم ہو نہیں سکتے کیونکہ وہ ادھر ہوں گے یا اُدھر تو لامحالا عوام ہی حکم ہوں گے اور وہ ہیں جہلا۔ تو جس فیصلہ کا مدار جہلا پر ہو وہ فیصلہ جیسا ہوگا ظاہر ہے۔ بس اس سے تو یہی بہتر ہے کہ جو تمھارے

نزدیک حق ہو تم کہو اور جو ہمارے نزدیک حق ہو ہم کہیں۔ خدا جسکو اثر دے مناظروں سے کوئی نفع نہیں۔ بس یہ چاہئے کہ جب اہل باطل بکیں تو اپنی الگ کہنے لگیں زیادہ اچھا طریقہ یہی ہے انبیا کا یہی طریقہ ہے کفار کے جواب میں انکی مشغولی نہیں کرتے تھے حق کا تو اعادہ بار بار کرتے تھے جواب کے زیادہ درپے نہیں ہوتے تھے اس سے زیادہ نفع ہوا مجھے طالب علمی ہی کے زمانہ میں یہ تجربہ ہو گیا تھا اور بجائے مناظرہ کے میں یہ کرتا تھا کہ عیسائیوں وغیرہ کے مقابلہ میں اپنا وعظ دوسری طرف کھڑے ہو کر کہنے لگتا تھا۔ اس سے بہت نفع ہوتا تھا مناظرہ سے مجھکو سخت نفرت ہے مراد آباد میں...... سے مناظرہ کرنیکے لئے ٹھہر الیا میرے پاس خط آیا میں نے انکار لکھ بھیجا لیکن ایکبار مراد آباد ایسے ہی قصہ میں جانا پڑا اگر اللہ جانے اسقدر نفرت ہوئی کہ مجھے منہ دکھلاتے ہوئے شرم آتی تھی کہ اگر کوئی پوچھے کہ کیوں آئے ہو تو کیا کہوں۔ یوں کہوں کہ مناظرہ کیلئے آیا ہوں تو لاحول ولاقوت بڑی نامعقول حرکت ہے مگر خیر مناظرہ نہیں ہوا پھر وعظ وغیرہ ہوا اس سے نفع ہوا جس روز تاریخ مناظرہ کی تھی اسقدر چرچا تھا کہ ہندو بھی آپس میں کہتے تھے کہ وہاں شاہی مسجد میں چلو مولویوں کی لڑائی ہو رہی ہے ایسی شرم آئی کہ لا الہ الا اللہ۔ ایسی ذلت ان مناظروں میں ہے۔ صاحب مجھے تو بہت ہی ناپسند ہیں مولانا محمد قاسم صاحب بھی بہت نفور تھے مسلمانوں سے بالکل مناظرہ نہیں کرتے تھے ہاں کفار سے کرتے تھے۔ مولانا محمد یعقوب صاحب کے پاس ایک شخص نے ایک سوال لکھکر بھیجا۔ مولانا نے مجھسے جواب لکھوا دیا اس نے اس جواب پر پھر اعتراض لکھا میں نے اس کا جواب لکھنا چاہا۔ مولانا نے فرمایا کہ جواب لکھنے کی ضرورت نہیں یہ لکھدو کہ ہم مرغان جنگی نہیں ہیں ہمیں لڑنے کی فرصت نہیں کسی اور جگہ سے جواب منگالو۔ میں نے عرض بھی کیا کہ حضرت کچھ تو جواب لکھدوں فرمایا نہیں جی واہیات بات ہی کیوں وقت ضائع کیا جاوے پھر ہمارے حضرت نے فرمایا کہ اسوقت تو سمجھ میں نہیں آیا تھا اب قدر معلوم ہوتی ہے کہ کیا بات تھی واقعی وقت بہت خراب ہوتا ہے اور دل بھی خراب ہوتا ہے مولوی عبد القیوم صاحب بڑے ظریف تھے کسی نے مسئلہ پوچھا آپ نے بتلا دیا۔ اس نے پوچھا کہ یہ مسئلہ کونسی حدیث میں ہے۔ کیا فرماتے ہیں کہ میں تو مسلم نہیں ہوں ہے باپ دادا سے دین سیکھا ہے اور انھوں نے اپنے باپ دادوں سے یہاں تک کہ جو ہمارے جد امجد تھے انھوں نے خود حضور سے اسلام سیکھا اس لئے ہمنے حدیث

کی تلاش نہیں کی۔ ایکبار ایک شخص نے مسئلہ پوچھا مولوی صاحب نے بتلا دیا اُس نے کچھ اعتراض کیا فرمایا کہ مسئلہ تو بتلا دیا لیکن بھائی میرے باپ نے مجھے لڑنے کے لئے نہیں پڑھایا تھا۔ پھر ہمارے حضرت نے فرمایا کہ بزرگوں کا تو یہ طریقہ دیکھا ہے اسی کو جی چاہتا ہے کہ کوئی بات پوچھے ذرا شبہ ہوا کہدیا بھائی کتاب دیکھکر بتلائیں گے یاد نہیں رہا۔ پہلے بزرگوں میں زبانی وعظ کا بھی طریقہ نہیں تھا مولانا محمد اسحاق صاحب قرآن یا حدیث کی کتاب لیکر وعظ فرماتے تھے اب کوئی ایسا کرے تو عیب سمجھا جاتا ہے کہ کچھ آتا نہیں ایکبار فرمایا کہ مناظرہ سے کچھ نتیجہ نہیں کیونکہ فریق مخالف پہلے ہی سے یہ سوچے ہوئے رہتا ہے کہ اگر پھر کچھ کہیگا پھر جواب دونگا تصدیق اور تسلیم کر لینے کا اُس کا کسی حال میں ارادہ ہی نہیں ہوتا البتہ جہاں متردین کے شبہات کے ارتفاع کی بجز اس کے کوئی صورت ہی نہو وہاں مضائقہ نہیں۔

(۴۷۱) احقر کو ایک خط کا جواب لکھنا تھا لیکن باوجود ارادہ کے کئی دن ہوگئے لیکن نہیں لکھا گیا حضرت کو اطلاع ہوئی تو فرمایا کہ کچھ یہ دیکھا ہے کہ تھوڑا کام اگر ہو تو وہ نہیں ہوتا اور جو زیادہ کام ہوں تو وہ سب ہو جاتے ہیں۔

(۴۷۲) فرمایا کہ میں تو امرا کو مشورہ دیا کرتا ہوں کہ اگر تم کسی نیک کام میں روپیہ لگاؤ تو اگر برکت چاہتے ہو تو غربا کے بھی دو چار پیسے شامل کر لیا کرو۔ اگر ویسے نہو تو مانگ ہی کر شامل کر لیا کرو۔ میں اسکی نظیر بھی بتلایا کرتا ہوں کہ دیکھ لو۔ جہاں خالص اُمرا کے مدرسے ہیں وہاں دیکھ لو کہ کیا نور برس رہا ہے کہ وہاں سے ایک عالم بھی نہیں ہوا اور ایک سہارنپور کا مدرسہ ہے اور دیوبند کا مدرسہ ہے جہاں دیکھ لو کیسی رونق ہے اگر امرار یہ کہیں کہ وہاں بھی ہمارے ہی پیسہ سے رونق ہے تو اچھا جہاں تمہارا خالص پیسہ ہے وہاں رونق کیوں نہیں معلوم ہوا کہ یہ سب غربا کے پیسہ کی برکت ہے میں نے یہ مضمون ایک خاص موقع کے وعظ میں کہا تھا اُس کا واقعہ یہ ہے کہ ایک مدرسہ میں ایک مسجد ایک ریاست کی جاگیردار رئیسہ نے بنوائی ہے اُس کے افتتاح کا جلسہ رئیسہ نے کرایا تھا اور خود بھی تشریف لائی تھیں انھوں نے مہتمم صاحب کو لکھا تھا کہ آپ اپنے مدرسہ کے سرپرستوں کو جمع کر لیجئے گا مہتمم صاحب نے مجھے لکھا۔ مجھے نہایت ناگوار ہوا میں نے لکھا کہ میں ہرگز نہیں آؤنگا اگر ہم اُس ریاست میں کسی کو لکھ بھیجیں کہ ہم فلاں تاریخ وہاں آویں گے فلاں رئیسہ کو کہدینا کہ ہمسے فلاں جگہ ملیں تو

کیا وہ پسند کریں گی پھر اُن میں کیا چیز زیادہ ہے مہتمم صاحب نے لکھا کہ یہ تو اُن کے کارندہ کی بے تمیزی ہے کہ ایسا مضمون لکھدیا ۔ میں نے لکھدیا کہ ایسا کارندہ رکھنا بھی محل شکایت ہے میں نے لکھدیا کہ بات یہ ہے کہ میں اُن کے بلانے سے اس ذلت کے ساتھ نہیں آؤنگا ۔ اگر بلاتی ہیں تو استقبال کا سامان کریں اول منظوری لیں لیکن ہاں آپ کے بلانے سے آؤنگا اور جوتیاں چٹخاتے ہوئے آؤنگا ننگے پاؤں آؤنگا ۔ لیکن اُن سے نہ ملونگا ۔ پھر میں مدرسہ کی طرف سے بلانے پر پہونچگیا اور اسٹیشن سے پیدل ہی مدرسہ پہونچا وہ اینٹھ مروڑ تو امیروں کے مقابلہ میں تھی ۔ میں نے وہاں وعظ کہا اور اُسمیں بجائے شکریہ وغیرہ کے یہی کہا کہ اُمرا کے پیسہ میں جو برکت ہے تو غربا ہی کے پیسے شامل ہونے سے ہے اُمرا کو احسان مند ہونا چاہیئے غربا کا مجھے اندیشہ تھا کہ بعد وعظ کہیں حضرات مدرسہ اصرار نہ کریں اُن رئیسہ سے ملنے کا اس لئے میں وعظ کہکر سیدھا اسٹیشن پہونچگیا ۔ اُن رئیسہ نے مٹھائی بھی تقسیم کی تھی مجھے مٹھائی اسٹیشن پر بھیجی ۔ اور کہلا بھیجا کہ اسمیں شبہ نہ کیجئے یہ میرا حصہ ہے میں نے دعا کی بیچاری بہت دیندار اور نیک بخت ہیں مگر حضرت اُمرا کی ساتھ یوں ہی چاہیئے ایک قصبہ میں ایک جامع مسجد بنتی تھی ایک واعظ ہیں اونھوں نے اُن رئیسہ کے یہاں عرضی دی کیسی ذلت کی بات ہے رئیسہ نے کہا کہ مولانا اتنے تکلف کی مسجد کی کیا ضرورت تھی مسجد نبوی سے تو زیادہ کوئی مسجد نہیں ۔ چھپر ڈال لینا بھی کافی تھا آپ جایئے جو کچھ میری سمجھ میں آئیگا بھیجدوں گی پھر انھوں نے بھیجا کئی ہزار مگر کیا ہوا مجھے تو بہت ہی برا معلوم ہوا بات بھی انھوں نے ایسی کہی کہ مسجد نبوی سے تو زیادہ کوئی مسجد نہیں چھپر ڈال لینا بھی کافی تھا وہاں اُن واعظ صاحب سے کچھ نہ بنی حامد علی میرا بھتیجا بچہ تھا ایک مقام پر میرے ساتھ گیا وہاں کی مسجد دیکھکر اُس نے مجھسے پوچھا کہ ایسے ہی نقش و نگار مسجد میں کیا حضور کے زمانہ میں بھی تھے وہ بہت تیز اور سلیم طبیعت ہے قبل اس کے کہ میں جواب دوں ایک رئیس متولی جی بیچ میں بولے کہ اُس زمانہ میں ضرورت نہ تھی اور اب ضرورت ہے اسواسطے کہ کفار کے دلوں میں مسلمانوں کی عزت ہو اُس نے کہا کہ صاحب ان باتوں سے کہیں عزت ہوتی ہے جن سے عزت ہو وہ وہی چیزیں ہیں جو حضور کے زمانہ میں تھیں آپ کیا حضرت سے بھی زیادہ مصلحت اندیش ہیں اگر اُس زمانہ میں ضرورت نہ تھی تو حضور فرما تو جاتے کہ اگر ایسا زمانہ ہو تو ایسا کرنا وہ رئیس بیچارے چپ ہو گئے میں نے کچھ

جواب دینا چاہا تو اُس نے کہا کہ آپ نہ بولئے انہیں کو جواب دینے دیجئے جب میں نے ڈانٹا تب خاموش ہوا۔ ماشاء اللہ بہت ہی تیز ہے۔ ایک بار خورجہ میں پہونچے تو وہاں اسکی شرارتوں پر ایک صاحب جنکی ڈاڑھی منڈی ہوئی تھی ہنسنے لگے اُس نے کہا کہ کیوں صاحب آپ کیوں ہنستے ہیں اُنھوں نے کہا کہ آپ کی حرکتوں پر ہنس رہا ہوں۔ یہ سنکر کیا کہتا ہے کہ جناب آپ کی ہی ایک حرکت ہے ہنسنے کے قابل کہئے تو کہدوں۔ جب میں نے ڈانٹا تب چپ ہوا۔ پھر کہنے لگا کہ ہم وعظ کہیں گے کھڑے ہو کر ڈاڑھی کی خوب خبر لی پھر ہمارے حضرت نے فرمایا کہ جو باتیں سچی ہوتی ہیں وہ تو بچوں کے دل کو بھی لگ جاتی ہیں بیگم صاحبہ نے واعظ صاحب سے جب یہ سوال کیا کہ اتنے تکلف کی مسجد کی کیا ضرورت تھی تو چُپ ہی ہو گئے اونہیں چاہئے یہ تھا کہ روپیہ نہ لیتے۔ پھر ایک ذی علم کی نسبت فرمایا کہ وہ ایک بہت بڑے حاکم سے ملنے گئے کسی ملازمت کی تلاش میں گئے تھے۔ ہیں بڑے دلیر کہا کہ ہمارا کوئی حق نہیں گورنمنٹ میں۔ انھوں نے جواب دیا کہ مولانا نوکری آپ کے وضع کی موافق نہیں آپ کو تو مسجد میں بیٹھکر مسلمانوں کو نفع پہونچانا چاہئے چلتے وقت پھر انھوں نے پچاس روپیہ پیش کئے کہ مولانا اسوقت یہی خدمت کرسکتا ہوں انھوں نے صاف انکار کر دیا کہ میں آپکی نصیحت پر ابھی سے عمل کرنا شروع کرتا ہوں۔ میں معافی چاہتا ہوں روپیہ نہیں لیتے ہیں سنے کہا بہت اچھا لیا ایک صاحب نے عرض کیا کہ وہ کہتے تھے کہ اس ملاقات کے بعد اُن کو ملازمت ملگئی۔ حضرت نے فرمایا تعجب ہی کیا ہے واقعی تھی بھی قدر کی بات تو ایسے شخص کو ملازمت دینا چاہئے تھا۔

۸ رجب المرجب سنہ ۱۳۳۴ھ

(۴۷۳) فرمایا کہ جب حق تعالیٰ سے تعلق بڑھتا ہے حقیقتیں منکشف ہو جاتی ہیں۔

(۴۷۴) مثنوی شریف میں اس کا ذکر تھا کہ مرنے کے وقت دنیا کی حقیقت معلوم ہو گی۔ فرمایا کہ مرنے کا وقت تو بڑا وقت ہے مرض ہی میں ثلث سے زیادہ کا حق چلا جاتا ہے۔

(۴۷۵) فرمایا کہ جس طرح لہو ولعب کی چیزوں میں مشغول دیکھکر ہم بچوں کو بیوقوف سمجھتے ہیں اور وہ اس سے بے وقوف سمجھنے میں ہماری رائے کو غلط سمجھتے ہیں اور در اصل ہمارا بیوقوف سمجھنا صحیح ہے اسی طرح اہل اللہ ہمیں بیوقوف سمجھتے ہیں اور ہم اہل اللہ پر ہنستے ہیں۔ لیکن اہل اللہ ہی کا

ہمیں بیوقوف سمجھنا صحیح ہے۔

(۴۷۶) فرمایا کہ ندوۃ العلماء کا اول یا دوسرا جلسہ کانپور میں ہوا تھا ایک فاسد المذہب عالم بھی آئے تھے اُنھوں نے کہا کہ میں ۷۲ علم کا عالم ہوں۔ مولوی محمد شاہ صاحب رامپوری نے اُس کا بیان رد کیا تھا اول یہ آیت پڑہی تھی قل افغیر اللہ تامرونی اعبد ایہا الجاہلون کہ دیکھو اس آیت میں حق تعالیٰ نے جن لوگوں کو خطاب کیا ہے اُن میں بڑے بڑے عاقل و عالم ہی تھے پھر اُن کو بھی ایہا الجاہلون سے خطاب کیا ہے اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ جو علم خدا تک نہ پہونچائے وہ جہل ہے علم نہیں ہے ۷۲ اور ۷۳ علم سے کچھ نہیں ہوتا مولوی صاحب کو اس وقت خوب جوش تھا۔

(۴۷۷) فرمایا کہ آج میں نے عوارف المعارف میں دیکھا کہ مطالعہ چاہے دینی کتاب کا ہو لیکن اگر اسوجہ سے ہو کہ ذکر اللہ سے جی گھبراتا ہے اُسمیں جی بہلے گا تو وہ دنیا ہے اور اگر اس لئے ہو کہ حق تعالیٰ کا قرب ہوگا ثواب ملے گا تو وہ البتہ مقبول ہے پھر فرمایا اسکو دیکھکر میری تو ایک حالت طاری ہوگئی تھی عجیب بات لکھی ہے۔

(۴۷۸) فرمایا کہ حضرت جنید بہت بڑے شخص ہیں خصوص تصوف میں تو امام ہیں۔ اُن کو خواب میں کسی نے دیکھا تو پوچھا کہ کیا حال گذرا۔ فرمایا ملیت العبارات تاہت الاشارات ومانفعنا الا رکعیات فی جوف اللیل یعنی جتنے حقائق و معارف تھے یہاں کچھ بھی کام نہ آئے سب فنا ہوگئے ایک کی بھی پوچھ نہیں ہوئی البتہ چند رکعتیں جو اخیر شب میں پڑہا کرتا تھا وہ کام آئیں اونہیں کی بدولت مغفرت ہوئی پھر فرمایا ان چیزوں کو لوگ بہت قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ حق تعالیٰ کے یہاں کچھ بھی قدر نہ ہوئی پھر فرمایا کہ اس فن کے تمام نکتے اور لطائف تھوڑا ہی قابل قبول ہیں اسی واسطے علوم مکاشفات کی طرف کبھی توجہ نہیں کرنی چاہئے البتہ علوم معاملہ میں صرف وہ علوم جنکو قرب اور بعد کے طریقے معلوم ہونے میں دخل ہے وہ البتہ قابل تحصیل ہیں ویسے تو بہت نکتے ہیں۔

(۴۷۹) فرمایا کہ میں تو کہتا ہوں کہ ہم لوگوں کو خدا نے جو اتنی دور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے پیدا کیا بڑی رحمت ہے ورنہ خدا جانے حضور کے ساتھ کیا برتاؤ کرتے دیکھو کسی بزرگ

کتنا کیسا ناگوار ہوتا ہے۔ معاصرت میں مناسبت ہوتی ہے سو اگر کہیں حضور کے ارشاد سے تغیر ہو جاتا تو تباہ ہو جاتے میں تو کہا کرتا ہوں کہ لوگ مولویوں کو بھلا بُرا کہہ لیتے ہیں لیکن الحمد للہ حضور تو بچے ہوئے ہیں اور لوگوں کا ایمان بھی بچا ہوا ہے ورنہ یہی باتیں حضور سے سنتے اور نفس کے خلاف ہونے کی وجہ سے ظاہر ہے کہ انکار کرتے ایمان ہی نہ رہتا بلا سے ہمیں بُرا بھلا کہہ لیں لیکن حضور تو محفوظ ہیں ہم لوگ حضور کیلئے وقایہ ہیں جیسے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ حضور کے لئے وقایہ تھے۔ کوئی تیر یا پتھر یا تلوار حضور پر چلاتا تو حضرت طلحہ سامنے آکر سپر ہو جاتے تھے اور اپنے اوپر لے لیتے تھے۔

(۴۸۰) ایک صاحب کا کسی مدرسہ اسلامی سے تعلق ہو گیا تھا وہ تنخواہ میں سے کچھ واپس بھی کر دیتے تھے کیونکہ کام تھوڑا سمجھتے تھے ان کو کچھ ضروریات پیش آگئیں بذریعہ خط دریافت کیا کہ اس ماہ میں واپس نہ کروں تو کچھ گناہ تو نہیں۔ تحریر فرمایا کہ اگر کسی ماہ میں بھی واپس نہ کیجئے تو ذرا گناہ نہیں بلکہ بہتر یہی ہے کہ واپس نہ کیا کیجئے۔ انہیں صاحب نے حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائپوری کی عیادت کے بارہ میں دریافت کیا تھا کہ جاؤں یا نہ جاؤں یہ تحریر فرمایا چند امور میں غور کر لیجئے اگر سب میں اطمینان ہو جاوے تو جانے میں کیا مضائقہ ہے۔
نمبر ا مدرسہ کا حرج نہو۔ نمبر ۲ مہتمم کو ناگوار نہو۔ نمبر ۳ خود مولانا رائپوری کے قلب پر گرانی و بار نہو کیونکہ بعض اوقات مریض کا دل ملنے کو نہیں چاہتا مگر لحاظ کے مارے اپنی رائے کے خلاف کرتا ہے۔ زبانی فرمایا کہ میرا ارادہ شاہ صاحب کی عیادت کی غرض سے جانیکا تھا شاہ صاحب کو پتہ چل گیا مجھے لکھا کہ تم مت آنا مجھے تکلیف ہوگی وہیں سے دعا کرتے رہو یہی کافی ہے چنانچہ میں نہیں گیا یہیں سے دعا کرتا ہوں مریض کو عیادت کرنے والے کے ہجوم سے تکلیف ہوتی ہے شاہ صاحب بہت خلیق ہیں (پھر بعد صحت کے ملاقات کیلئے رائے پور گئے احقر بھی ہمراہ تھا)

(۴۸۱) ایک نئی روشنی کے حامی مولوی کی بابتہ فرمایا کہ مجھے تعجب ہے کہ انھوں نے ایک انگریز کی مدح لکھی ہے جو اُن کے ساتھ جہاز میں تھا۔ لکھا ہے کہ طوفان کی وجہ سے جہاز کے ڈوبنے کا اندیشہ تھا سب لوگ سخت پریشان تھے وہ انگریز اطمینان کی ساتھ کتاب دیکھ رہا تھا میں نے (یعنی انہیں مولوی نے) اُن سے کہا کہ جہاز تو ڈوب رہا ہے اور آپ کتاب دیکھ رہے ہیں اُسنے

کہا کہ میں اس لئے کتاب دیکھنا بند نہیں کرتا کہ جو وقت گذرے ضایع نہو۔ پھر ہمارے حضرت نے
فرمایا کہ وہ کام بڑا اچھا تھا جسکی تعریف لکھی ہے کوئی انگریزی کتاب دیکھ رہا ہوگا نہ معلوم کیا بلا
ہوگی کوئی ناول ہوگا سائنس ہوگی کیا بلا ہوگی ایسے وقت میں کلمہ پڑھتا ایمان لاتا البتہ قابل تعریف
تھا مفتی عنایت احمد صاحب کا واقعہ ہے کہ جس جہاز میں تھے جب وہ ڈوبنے لگا تو اور لوگ
پریشان تھے مفتی صاحب نہایت اطمینان کی ساتھ یہ آیۃ تلاوت فرما رہے تھے قل لن یصیبنا
الا ما کتب اللہ لنا ھو مولانا وعلی اللہ فلیتوکل المؤمنون۔

(۴۸۲) فرمایا کہ آقا اپنے نوکر کو چار روپیہ دیتا ہے اور کتنا کام لیتا ہے حق تعالیٰ کی کتنی نعمتیں
ہیں پھر مطالبہ کچھ بھی نہیں صرف چند چیزوں سے بچنا اور چند چیزیں کرنا۔

۱۰ رجب المرجب ۳۴ھ

(۴۸۳) فرمایا کہ تھانہ بھون کا ذکر ہے ایک ہندو تھا اُس کو مذاہب کے اندر تردد تھا کہ کونسا مذہب
حق ہے علم تھا نہیں جہانتک اُس سے ہوسکا اُس نے بہت کچھ تحقیق کی لیکن تسلی نہیں ہوئی
یہانتک کہ اُسکو یہ بھی شبہ تھا کہ خدا ہے یا نہیں بالآخر تنگ ہوکر اُس نے ایکروز دعا کی کہ کوئی
زمین آسمان کا پیدا کرنیوالا ہے تو سنتا ہوگا میں نے تو بہت تحقیق کی کہ کونسا مذہب حق ہے
لیکن کچھ پتہ نہیں چلا اب میری کوشش سے تو باہر ہے آپ ہی میرے قلب میں اپنی قدرت سے
پیدا کر دیجئے کہ حق کیا ہے دفعتًا اسلام کا حق ہونا اُس کے قلب میں آگیا۔ غرض طلب کرے تو فضل
ہوجاتا ہے والذین جاھدوا فینا الخ۔

(۴۸۴) مثنوی شریف میں یہ شعر آیا ؎

جز نیاز و جز تضرع راہ نیست	زین تقلب ہر قلم آگاہ نیست

فرمایا مولانا محمد یعقوب صاحب کا جب انتقال ہوا تو اُن کے چودہ آدمی گھر کے اُن سے بیشتر چند ہفتوں
کے اندر اندر مر چکے تھے بڑے صابر تھے کبھی نہ روئے نہ کوئی بے صبری کی بات منہ سے نکالی ہاں
ایک مرتبہ تنہائی میں بیٹھے ہوئے میں نے سنا کہ یہ شعر پڑھ رہے ہیں ؎

جز بہ تسلیم و رضا کو چارۂ	در کف شیر نر خونخوارۂ

یہ شعر بھی مولانا رومی ہی کا ہے پھر حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بابتہ

فرمایا کہ انھوں نے خبر دیدی تھی اُس وبا کی جسمیں ان اعزہ نے وفات پائی تھی پھر فرمایا کہ مولانا تھے بڑے صاحب کشف۔ رمضان ہی میں خبر دیدی تھی کہ ایک بلائے عظیم رمضان کے بعد آوے گی۔ ابھی آجاتی لیکن رمضان کی برکت سے رُکی ہوئی ہے اگر لوگ بچنا چاہیں تو ہر چیز میں سے صدقات دیں یعنی اناج میں سے اناج کپڑہ میں سے کپڑا روپیہ میں سے روپیہ غرض ہر چیز میں سے صدقہ نکالیں تو امید ہے کہ ٹل جاوے گی بعضوں نے یہ سُنکر کہا کہ معلوم ہوتا ہے مدرسہ میں ضرورت ہوگی کہ اسی بہانہ سے آئے لوگ ایسے لگانیوالے ہوتے ہیں کسی نے آلگائی کہ لوگ یوں کہتے ہیں مولانا میں غصہ بہت تھا فرمایا کہ یوں کہتے ہیں پھر فرمایا کہ یعقوب اور یعقوب کی اولاد اور سارا دیوبند تین دفعہ بھی فرمایا۔ خبر محذوف تھی لیکن لوگ سمجھ گئے۔ مگر کسی کی ہمت نہوئی کہ کہتا کہ یہ آپ کیا فرما رہے ہیں۔ حاجی محمد عابد صاحب کو خبر ہوئی وہ دوڑے ہوئے آئے اور کہا کہ یہ آپ کیا فرماتے۔ پوچھا کیا۔ کہا آپ یوں فرما رہے تھے کہ یعقوب اور یعقوب کی اولاد اور سارا دیوبند۔ فرمایا کہ کیا میں نے یوں کہا ہے کہا جی ہاں فرمایا کہ اب تو کہدیا۔ رمضان کا گذرنا تھا کہ ہیضہ پھیلا اور تڑ تڑ شروع ہوئی ۱۶ ہزار کی مردم شماری میں ۴ ہزار مرے۔ خود مولوی صاحب کے کنبہ سے کئی بچے بچے کچھ جوان لڑکے غرض ۴ اخاص کنبہ کے جگر گوشے بہت قریب عزیز اسی مرض میں مرے اخیر میں مولوی صاحب بیمار ہوئے پھر اچھے ہوگئے تو فرماتے ہیں کہ میں تو یہ سمجھتا تھا کہ میرا وقت آگیا۔ کیا ابھی وقت نہیں آیا۔ حضرت پھر مرض لوٹ آیا۔ نانوتہ اسی حالت میں تشریف لائے اور انتقال فرما گئے۔ یہی فرمایا تھا کہ یعقوب اور یعقوب کی اولاد اور سارا دیوبند وبا آنیوالی بھی تھی اُسپر گستاخی کا وبال مزید ہوگیا واقعی سچ ہے ؎

؎	ہیچ قومے را خدا رسوا نکرد +		تا دلے صاحبدلے نامد بہ درد	
	بس تجربہ کردیم دریں دیر مکافات		با دُرد کشاں ہر کہ درافتاد برافتاد	

بعض دفعہ حق تعالیٰ اپنے حقوق کی اضاعت کو تو معاف فرما دیتے ہیں مگر اپنے خاص بندوں کی اضاعۃ حق کو معاف نہیں کرتے۔ حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ بڑے نازک مزاج تھے لوگوں سے ملتے کم تھے۔ کسی نے کہا کہ لوگ فیض سے محروم رہتے ہیں فرمایا بات یہ ہے کہ مجکو اکثر سے اذیت پہونچتی ہے اور اس سے اُن کا ضرر ہوتا ہے میں نے حق تعالیٰ سے عرض بھی کیا

کہ میری وجہ سے کسی کو ضرر نہو لیکن میری یہ دعا قبول نہیں ہوئی جب کسی سے مجکو تکلیف پہونچی ہے تو ضرور اسپر کوئی نہ کوئی مصیبت آتی ہی ہے میں خلق پر شفقت کرتا ہوں رحم کرتا ہوں ملتا نہیں پھر ہمارے حضرت نے فرمایا کہ جناب یہ حالت ہی حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی میرے مقبول بندوں کو ستاتا ہے تو مجھے ایسا غصہ آتا ہے جیسے شیر کو اسکے بچوں کے چھیڑنے سے غصہ آتا ہے چنانچہ شیر کو اگر چھیڑئیے تو بعض اوقات ٹال بھی جاتا ہے پھر فرمایا کہ خیر شیر تو کہاں دیکھے ہیں لیکن بلی ہی کے بچہ کو چھیڑ کر دیکھ لیجئے تو خدا کی پناہ کیا عجب حالت ہو جاتی ہے۔ پھر فرمایا کہ مولانا بھی خوب صاف صاف اپنے مکاشفات سب کے سامنے بیٹھکر بیان فرمایا کرتے تھے کہ بھائی رات مجھے یوں مکشوف ہوا اور بزرگ اُن پر ہنسا کرتے تھے خوب صاف صاف کہہ ڈالتے تھے بہت ہی صاف طبیعت تھے اور بزرگ اپنے مکاشفات اُن کے سامنے ڈر کے مارے نہیں کہتے تھے کہ سب پر ظاہر کر دیں گے۔ مولانا کے اکثر مکاشفات صحیح ہوتے تھے باقی جو کشف غلط ہو دو مجھے معلوم ہیں ایک تو خود مولانا فرماتے تھے کہ مجھے سمجھنے میں غلطی ہوئی یعنی مولانا محمد قاسم صاحب کی عمر کی بابت وہ یہ کہ جب مولانا کی شدت مرض سے زندگی سے مایوسی ہوئی تو مولانا محمد یعقوب صاحب رجوع الی اللہ ہوئے اور براہ بعض ناز اس طرح دعا کی کہ ہماری عمر انہیں عطا فرما دیجئے۔ فرماتے تھے کہ میری تسلی ہوگئی کہ ابھی دس برس اور زندہ رہیں گے۔ مولانا نے سب سے کہدیا کہ گھبراؤ مت ابھی دس برس مولانا اور زندہ رہیں گے سب خاموش ہو گئے لیکن بعد مولانا محمد قاسم صاحب کا انتقال ہو گیا لوگوں نے پوچھا کہ حضرت آپ تو فرماتے تھے کہ دس برس ابھی اور زندہ رہیں گے فرمایا بھائی میرے سمجھنے میں غلطی ہوئی میں نے خود یہ مطلب سمجھ لیا حالانکہ مطلب اور تھا ایک بات صرف یہ معلوم ہوتی تھی کہ میری دعا کے جواب میں لفظ مہدی کا ارشاد فرمایا گیا یوں فرماتے تھے کہ میں نے مہدی کے عدد جوڑے تو ۵۹ ہوئے اور اسوقت مولوی صاحب کی عمر ۴۹ سال کی تھی میں نے سمجھا کہ ابھی دس برس زندگی کے اور ہیں جب انتقال ہو گیا تو اب سمجھ میں آیا کہ مطلب یہ تھا کہ مہدی کی برابر عمر ہوگی حضرت امام مہدی علیہ السلام کا ۴۰ برس کی عمر میں ظہور ہوگا اور ۹ برس کے بعد انتقال ہو جائیگا پورے ۴۹ برس کی عمر ہوگی۔ مولانا نے ایک اور کشف اپنی عمر کے متعلق فرمایا تھا اُسکی غلطی اخیر عمر میں اُنہیں معلوم ہوئی ہوگی فرماتے تھے کہ میری

عمر ۶۳ برس کی ہوگی اور اُس کے متعلق ایک واقعہ بیان فرماتے تھے کہ میرے سامنے ایک تسبیح ہوا کے اندر معلق ظاہر ہوئی تقریباً تخمیناً سو دانے اسمیں تھے لیکن ایک عجیب ترتیب کے ساتھ کہ ہر دس دانہ پر ایک حلقہ نورانی تھا جس سے گویا آحاد اور عشرات ہیں اور پھر باہم عشرات میں فرق کیا گیا اور اُن میں سے اول کے دس دانے بہت ہی کم نور مٹے مٹے تھے اُس کے بعد جو دس دانے تھے اُن میں سے پانچ تو پچھلے دانوں سے کچھ روشن تھے اُس کے بعد روشنی بڑھتی گئی اسی طرح چھ حلقے گنے بس ساٹھ دانہ تو یہ ہوئے پھر تین دانے اور تھے یہ سب متصل تھے کل ۶۳ ہوئے بقیہ دانے الگ تھے گنے نہیں تو بھائی یہ میری عمر مجھے دکھلائی گئی ہے اور جو شروع کے دس دانے مٹے ہوئے تھے وہ نابالغی کا زمانہ تھا بعد کے پانچ دانے کچھ اُن سے روشن تھے وہ پانچ برس مراہقت کے زمانہ کے تھے جسمیں نماز کی بابت حکم ہے کہ مار کر پڑھائی جاوے چنانچہ بزرگ اس زمانہ میں نماز پڑھنے کی تاکید رکھتے ہیں اور گو روزہ کا حکم نہیں لیکن روزہ بھی رکھواتے ہیں۔ اسلئے یہ پانچ دانے اُن سے زیادہ روشن تھے لیکن پھر بھی بعد کے دانوں سے روشنی کم تھی کیونکہ اس زمانہ کی عبادت محض نفل ہوتی ہے مگر ۱۴-۱۵ برس کی عمر میں بالغ ہو جاتا ہے پھر نماز روزہ وغیرہ فرض ہو جاتا ہے اُس کے بعد علم و عمل بڑھتا گیا۔ چنانچہ روشنی بھی دانوں پر بڑھتی گئی اس کے یہ معنی ہیں کہ ۶۳ سال میری عمر ہوگی مگر مولوی صاحب کی اس سے کم ہوئی یوں معلوم ہوتا ہے کہ گنے میں غلطی ہوئی کشف صحیح ہے تسبیح سے عمر ہی مراد تھی پھر فرمایا کہ بڑا مزا آتا تھا مولوی صاحب کے سبق میں ایسی ایسی باتیں فرمایا کرتے تھے سبحان اللہ کیا لوگ تھے ایک بزرگ یہاں آیا کرتے ہیں حضرت مولانا گنگوہی سے بیعت ہیں وہ صاحب کشف ہیں وہ کہتے تھے کہ مولانا محمد یعقوب کی قبر پر میں فاتحہ پڑھنے گیا تو مجھے مولانا نے ایک لقب دیا عجیب لقب دیا وہ اشعار درد کے اور نعت کے اور پیروں کی مدح میں بہت پڑھا کرتے ہیں تو اس کے مناسب مولانا نے مزار سے اُن کو لقب دیا محمدی بھاٹ۔ ہنستے تھے کہ بھائی ہمیں تو یہ لقب مولانا نے دیا ہے مولانا ظریف بہت تھے دیکھئے ظرافت اُسکو سوجھتی ہے جو شگفتہ ہو وہاں تو شگفتگی ہی شگفتگی ہوگی یہاں تو رنج و غم وغیرہ بھی رہا کرتے ہیں یہ تو بڑی فرصت کے کام ہیں کہ لوگوں کے لقب تجویز کریں حکیم معین الدین صاحب مولانا کے صاحبزادے یوں فرماتے تھے کہ مولانا کے انتقال کے بعد برسات کے شروع میں جاڑہ بخار کی کثرت ہوئی تو لوگ مولانا کی

قبر پر سے مٹی لا لا کر بازو پر باندھنے لگے باندھتے ہی بخار بالکل موقوف ہو جاتا میں قبر پر مٹی ڈالدوں وہ پھر اُڑ جاوے ۔ میں دق ہو گیا پھر ہمارے حضرت نے فرمایا کہ ہیں حکیم صاحب بھی بڑے ازاد جیسے مولانا تھے قبر پر پہونچکر کہتے ہیں کہ دیکھئے حضرت آپ کی تو کرامت ہوئی اور ہماری مصیبت ہوئی میں کہانتک مٹی ڈلواؤں اب اتمام حجت کیلئے میں کہے جاتا ہوں کہ ایکے اور مٹی ڈالے دیتا ہوں پھر چاہے قبر رہے یا نہ رہے میں مٹی نہ ڈالوں گا وہاں بیٹھے بیٹھے یہ کیا کرا رہے ہو اب ایک ٹوکری بھی مٹی نہیں ڈالوں گا یہ کہکر چلے آئے پھر اُس کے بعد ایک بھی اچھا نہیں ہوا ۔ پھر لوگوں نے خود ہی مٹی لینا چھوڑ دیا ۔ کیسے اسرار ہیں اللہ کے بندوں کے سبحان اللہ اور انہیں لوگ یوں سمجھتے ہیں کہ درویش نہیں ہیں جونکہ کپڑا رنگا ہوا نہیں موٹی موٹی تسبیح نہیں ۔ چیختے چلاتے کودتے پھاندتے نہیں کہتے ہیں کہ ملانے ہیں یہ بھی حق تعالیٰ کی حکمت ہے کہ نااہلوں سے کمالات کو چھپا رکھا ہے یہ بڑی حکمت ہے کہ اب جو آویگا تو اہل ہی آویگا نااہل نہیں آسکتا ورنہ گیڑ سپڑ میں خدا جانے کون آمرتا کہ جو سب کو خراب کرتا جیسے بعضی مچھلی سارے تالاب کو گندہ کر دیتی ہے اب وہی آویگا جو سچا طالب ہو گا یعنی حقیقت کا طالب نہ کہ ڈھونگ کا ہمارے ایک ماموں صاحب اپنے بعضے بزرگوں کو سفید قلندر کہا کرتے تھے واقعی سفید قلندر ان حضرات کے مناسب ہے واقعی یہی شان ہے ان حضرات کی اب قلندر اُنہیں کہتے ہیں جو بندر نچاتے ہیں ۔ یوں اٹکل سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی بزرگ نے اخفای حال کے لئے بندر پال لئے ہوں گے تاکہ شہرت نہ ہو بندر وال مشہور ہو گئے ہوں گے اور شاید اسکی یہ وجہ ہو کہ بزرگوں نے تو یعنی بعض نے بہت ہی مٹایا اپنے آپ کو ۔

(۴۸۲) ایک دیہاتی آیا اُس نے ایک خواب دیکھا تھا جسکو اُس نے ایک جھوٹے پیر سے بیان کیا اُس نے اُسکی تعبیر یہ دی کہ تم مجھسے مرید ہو جاؤ چنانچہ یہ شخص مرید ہو گیا بعد کو اُس کے تعلق کی وجہ سے اس شخص کی حالت خراب ہو گئی جس سے اس کا اعتقاد بھی جاتا رہا ۔ اور شیطان کو خواب میں دیکھا حضرت سے طالب بیعت ہوا حضرت نے کچھ دن قیام کرنے کیلئے ارشاد فرمایا اُس نے کہا کہ کھیتی باڑی کی وجہ سے نہیں رہ سکتا حضرت نے پوچھا کہ کوئی اور بھائی وغیرہ بھی ہیں اُس نے عرض کیا کہ ہیں اور اگر کچھ دن یہاں رہوں گا تو وہ ناراض ہوں گے ۔ فرمایا کہ اب یہاں تو ناراض نہیں ہو رہے جب جاؤ گے اکھٹے ناراض ہو لیں گے ۔ کم از کم پندرہ دن

توٹھہر و تاکہ اتنے دن کا گھُسا ہوا شیطان دل کے اندر سے نکلے۔ اُس پیر نے جو شیطان دل کے اندر گھُسا دیا ہے وہ تو اتنے ہی دن میں نکلے گا اور اتنے دن بھی بہت کم ہیں ورنہ قاعدہ سے تو یہ ہونا چاہیئے تھا کہ جتنے دن تک وہ شیطان دل میں گھُسا ہوا رہا کم از کم اُتنے دن تو اُس کے نکلنے کیلئے چاہئیں جیسے کہ سومنات کا مندر جب محمود غزنوی نے توڑا تو وہاں ایک بت پرست گردن جھکائے بُت کے سامنے مراقب بیٹھا ہوا تھا وہ بہت بڈھا تھا ۹۰ برس کی عمر تھی ایک سپاہی نے اُس کو ہوشیار کیا اور تلوار دکھلا کر کہا کہ یا تو کلمہ پڑھ ورنہ ابھی گردن اُڑاتا ہوں اُس نے کہا کہ ذرا ٹھہرو میں پڑھتا ہوں سپاہی نے تلوار نیچے کر لی جب کچھ دیر تک انتظار کرنے کے بعد پھر بھی اُس نے کلمہ نہ پڑھا تو سپاہی نے پھر تلوار دکھلائی کہ پڑھتا ہے یا تلوار ماروں اُس نے پھر کہا کہ بھائی ذرا ٹھہرو میں پڑھتا ہوں اسی طرح کئی بار ہونے کے بعد اُس بڈھے بت پرست نے کہا کہ بھائی سچی بات تو یہ ہے کہ میری عمر ۹۰ برس کی ہو گئی، ۹۰ برس کا رام دل سے نکلتے ہی نکلتے نکلے گا تم چاہتے ہو کہ ابھی نکل جاوے سو یہ کیسے ہو سکتا ہے رفتہ ہی رفتہ نکلیگا۔ چاہے قتل کر ڈالو پھر اُسکو قید خانہ میں رکھا گیا کچھ دن بعد کلمہ پڑھ پڑھ لیا ہوگا۔ (پھر اُسی دیہاتی سے حضرت نے فرمایا) تو بھائی اتنے دن کا شیطان تو نکلتے ہی نکلتے نکلے گا پندرہ دن تو رہو چنانچہ وہ راضی ہو گیا حضرت نے فرمایا کہ کھانیکا خرچ نہو تو ہمسے لیلیجو۔ اُس نے کہا کہ ایک رشتہ دار کے یہاں ٹھہرا ہوں حضرت نے فرمایا کہ اُسکو تمھارا وہاں ٹہرنا اور روٹیاں کھلانا بُرا تو نہ معلوم ہوگا اُس نے کہا نہیں۔ فرمایا خیر وہیں ٹھیرے رہو لیکن جب معلوم ہو کہ اب اسکو بُرا معلوم ہونے لگا تو فوراً یہاں چلے آنا کسی پر بوجھ ڈالکر اُس کے یہاں کھانا پینا نہیں چاہیئے اس بات کو عمر بھر یاد رکھنا پھر بعد مغرب حسب معمول پرچہ دینے کے بعد گفتگو ہوئی اُس نے بعیت کیلئے اصرار کیا تو فرمایا کہ میں کہہ چکا ہوں کہ ابھی بعیت کی ضرورت نہیں۔ اگر تمھیں اعتقاد ہے تو جو میں کہوں اُسے ماننا چاہیئے اور اُسی میں مصلحت سمجھنا چاہیئے پھر اُس نے کہیں بیچ میں یہ کہدیا کہ میری حالت ایسی ہو گئی ہے کہ نماز چھوڑنے کو جی چاہتا ہے اسپر بہت برہم ہوئے اور دیر تک نہایت سختی کے ساتھ ڈانٹتے رہے کہ اچھا جنون ہے اگر ایسا ہی جنوں ہے تو کبھی گو کھانیکو جی نہ چاہا بازار میں پاجامہ اوتار کر پھر نیکو جی نہ چاہا۔ اول مشق کرنے کیلئے نماز ہی کو

تجویز کیا۔ ابھی سر پر لگ جائیں تو دماغ روشن ہو جائے۔ کبھی صاحب کلکٹر سے جاکر نہ کہا کہ بغاوت کرنے کو جی چاہتا ہے اتنے لگتے کہ ہوش درست ہو جاتے کچھ نہیں مستیاں ہیں دونوں وقت کھانیکو ملجاتا ہے اسلیئے مستی چڑھی ہے پیٹ بھرا ہوا ہے اس لئے شرارتیں اور بدمعلشیاں سوجھتی ہیں۔ کھانا نہ ملے تو میاں چار فاقوں میں ٹھیک ہو جائیں غرض ایسی ہی باتیں دیر تک فرماتے رہے اور اپنے پاس سے دھکّا دیکر اور نالائق پاجی کہکر اُٹھا دیا۔ اور فرمایا کہ اگر یہاں رہنا ہے اور مجھسے کچھ نفع حاصل کرنا ہے تو اپنے ہوش درست کرکے آؤ میرے یہاں نالائقوں کا کام نہیں ہے۔ جب ڈانٹ پڑنا شروع ہوئی تھی تو اُس نے یہ بھی کہا تھا کہ حضور میرے اس خیال کو رفع کردیں گے۔ حضرت نے تیز لہجہ میں فرمایا کہ میں رفع کردونگا اُس نے پھر کہا کہ اللہ رفع کردیگا فرمایا کبھی کھانا سامنے رکھکر یہ بھی کیا ہے کہ ہاتھ پر ہاتھ رکھکر بیٹھ گئے ہو نہ لقمہ بنایا ہو نہ منہ میں رکھکر چبایا ہو کہ اللہ میاں خود ہی پیٹ میں پہونچا دینگے تم تو کچھ بھی نہ کیا کرو اللہ میاں ہی سب کچھ کردیں گے سمجھ رکھو کہ یہ خود تمھارے کرنیکا کام ہے چونکہ یہ ڈانٹ ڈپٹ محض مصلحت کی وجہ سے تھی جیسا کہ آگے معلوم ہوگا اسلیئے جب حضرت نے دھکّا دیکر اُسکو اپنے پاس سے اُٹھا دیا اور وہ بوجہ سیدھا سادھا دیہاتی ہونے کے یہ سمجھکر کہ مجکو بالکل ہی نکال رہے ہیں پیچھے کی طرف غالباً باہر جانیکی نیت سے چلا تو حضرت نے ڈانٹ ہی کر فرمایا کہ اُدھر کہاں جاتا ہے مسجد کی طرف جا احقر عش عش کرنے لگا کہ سبحان اللہ کیا شفقت ہی کہ بظاہر تو بمصلحت دھکّے دیدے کر نکال رہے ہیں لیکن پھر بھی نکلنے نہیں دیتے بلکہ اپنی ہی طرف کھینچتے ہیں تاکہ پھر کہیں کسی ایسے ہی جھوٹے پیر کے پھندے میں غریب نہ جا پھنسے۔ یہ ادا حضرت کی عجیب دلکش تھی پھر ایک دوسرے نو وارد صاحب کی باری آئی اُن سے نہایت عاطفت کے ساتھ گفتگو فرماتے رہے اُن سے پوچھا کہ میں آپ سے واقف نہیں اُنھوں نے عرض کیا کہ میں خادم ہوں حضرت نے دریافت فرمایا کہ کتنے عرصہ کے بعد آپ مجھسے ملے ہیں اُسوقت اُن سے معلوم ہوا کہ بیعت نہیں ہیں بلکہ بیعت کا ارادہ رکھتے ہیں اسپر فرمایا کہ ایسا لفظ آپ کو استعمال نہ کرنا چاہیئے تھا خادم کا لفظ سُنکر میں سمجھا کہ آپ مجھسے بیعت ہیں اسی لئے میں نے مواخذہ کرنیکی غرض سے یہ سوال کیا کہ آپ مجھسے کتنے عرصہ سے نہیں ملے پھر میں شکایت کرتا کہ باوجود مرید ہونے کے پھر بھی آپ ملے جلے تک نہیں کہ میں آپکو پہچان لیتا۔

خیر پھر نہایت لطف کے ساتھ گفتگو فرماتے رہے انھوں نے حضرت کی تصانیف کے مطالعہ میں مشغول رہنے کا ذکر کیا اور اُن سے گھر میں دینداری کے چرچے پھیل جانیکے تذکرے کرتے رہے حضرت ماشاء اللہ سبحان اللہ فرماتے رہے اسی دوران گفتگو میں حضرت نے فرمایا کہ ابھی اس شخص کے ساتھ میرا برتاؤ دیکھکر آپ کہتے ہوں گے کہ یہ بڑا بداخلاق ہے بڑی سختی کرتا ہے لیکن میں ہدایت اور اصلاح کے قصد سے ڈانٹتا ہوں مجھے تجربہ ہوا ہے کہ اس سے بہت نفع ہوتا ہے اگر میں اسطرح سختی کے ساتھ برتاؤ نہ کرتا تو اسکو ایسی اہم بات نہ سمجھتا معمولی سمجھتا اب سمجھ میں آیا ہوگا کہ یہ تو بہت بڑی بات نکلی اس سختی سے اُسکو بہت نفع ہوا۔ یہاں ایک شخص تھے ذاکر شاغل بہت نیک۔ انھوں نے مجھ سے کہا کہ مجھے خیال آتا ہے کہ میں عیسائی ہو جاؤں۔ خدا بچائے میں نے داہنی زور سے ایک دھول اُن کے رسید کیا بس جناب وہ تھپڑ کیا تھا مسہل ہو گیا وہ خیال وبال سب اُسی دم جاتا رہا پھر کبھی وسوسہ بھی نہیں آیا۔ تو الحمدللہ میں مغلوب ہو کر سختی نہیں کرتا اپنے قصد سے سختی کرتا ہوں میں نے اسلئے سختی نہیں کی کہ میں تندخو ہوں میں تندخو نہیں اللہ کا شکر ہے دنیا کی کوئی غرض نہیں دین کیلئے سختی کرتا ہوں میری سختی نفس کیلئے نہیں ہے اصلاح کے لئے ہے اگر ہر بات ڈھنگ پر ہو تو میں خدا کے بھروسہ کہہ سکتا ہوں کہ مجھسے زیادہ کوئی خوش اخلاق نہیں بے ڈھنگا پن برا معلوم ہوتا ہے تحقیر کسی کی دل میں نہیں ہوتی۔ اسپر یاد آیا ایکبار فرمایا کہ اگر کسی کا ایک عیب معلوم ہوتا ہے تو اُسی وقت مجکو دس عیب پیش نظر ہو جاتے ہیں۔ کانے بردہ کیا ہنسے جسکی دونوں پٹ ہوں۔ اُن صاحب سے یہ بھی فرمایا کہ میں نے آپ کو جمعہ کے بعد بیٹھا ہوا دیکھا تھا لیکن نوبت کچھ پوچھنے پاچھنے کی نہیں آئی۔ بات یہ ہے کہ پہلے میں نئے آنیوالے سے فوراً دریافت حال کر لیتا تھا کہ کہاں سے آنا ہوا کس غرض سے آنا ہوا کتنا قیام ہوگا لیکن لوگ ٹھیک جواب نہ دیتے تھے بعضے تو چپ ہی بیٹھے رہتے اور دیر دیر تک کچھ جواب ہی نہ دیتے بعضے اُسوقت تو کہدیتے کہ محض ملاقات کیلئے آئے ہیں جب میں اُن کی طرف سے فارغ ہو کر دوسرے کام میں مشغول ہوتا تو پھر اپنے آنیکی غرض کچھ اور ہی بیان کرنے لگتے۔ غرض ٹھیک ٹھیک جواب کسی بات کا نہ دیتے مجھے سخت الجھن ہوتی پھر اُن سے جھک جھک ہوتی جس سے اُن کا بھی برا ہوتا اور میرا بھی۔ میری خوش اخلاقی ہی بعد کو بداخلاقی کا سبب ہو جاتی اسلئے اب میں نے خود پوچھنا

ہی بند کر دیا گو شروع شروع میں سخت الجھن سی رہتی اور بے مروتی معلوم ہوتی لیکن کیا
کیا جاوے مروت کرتا ہوں تو بے مروتی سے بڑھکر دل آزاری تک نوبت پہونچتی ہے اب جس
کسی کو کچھ کہنا ہوتا ہے خود ہی کہتا ہے میں ابتداءً کلام نہیں کرتا۔ لوگوں نے میری اس التفات
کی قدر ہی نہ کی دوسرے یہ بھی ہے کہ جمعہ کے دن اکثر ادہر ادُہر کے دیہات کے آدمی نماز پڑھنے
کے لئے آتے ہیں میرے پاس بھی ملنے چلے آتے ہیں اسلئے جمعہ کے دن سب مخلوط ہوکر کچھ پتہ نہیں چلتا
کہ کون تو نماز پڑھنے کیلئے آئے ہیں اور کون باہر سے سفر کرکے میرے پاس آئے ہیں اس روز مجھے فر
بھی خاص طور سے بات چیت کرنے کا نہیں ملتا اس لئے جمعہ کے دن جو آوے تو صرف میری صو
دیکھنے اور اپنی صورت دکھلانے کیلئے آوے۔ کسی خاص غرض سے آوے تو کسی اور دن آو
اس پر اُن صاحب نے عرض کیا کہ میں تو جمعہ کو خاص طور سے اسلئے حاضر ہوا تھا کہ وعظ سنونگا
فرمایا کہ میں وعظ پابندی کے ساتھ نہیں کہتا۔ دو وجہ سے ایک تو یہ کہ اکثر کام کی کثرت رہتی
ہے جس سے دماغ خستہ ہو جاتا ہے چنانچہ کل بھی صبح سے لیکر دوپہر تک کام کرتا رہا جس سے سر میں
درد ہو گیا تھا دوسرے یہ کہ پابندی کرنے سے لوگ اکتا جاتے ہیں کہ یہ تو اچھی بیچ لگی ہر جمعہ کو کھپ
لگے۔ اب میں جبھی وعظ کہتا ہوں جب دیکھتا ہوں کہ نہایت شوق پیدا ہو گیا ہے اس وقت
اثر بھی زیادہ ہوتا ہے۔ پھر حضرت نے پوچھا کہ مجھسے جس خدمت کے لینے کا ارادہ ہو وہ مجھکو معلوم
ہو جاوے تاکہ اس کے متعلق جو مناسب ہو عرض کروں اسپر انھوں نے غالباً بیعت کیلئے عرض
کیا۔ حضرت نے غالباً اس کا فی الحال ضروری نہونا بیان فرمایا۔ اور مختصر طور پر حقیقت طریق کی
تشریح فرمائی جیسی کہ متعدد ملفوظاتِ سابقہ میں گذر چکی ہے یعنی ذکر و شغل کے دو ثمرے ہیں
ایک تو رضا جو کہ اصل ثمرہ ہے اس کا ظہور تو آخرت میں ہوگا اور ایک ثمرہ دنیا میں حاصل ہو جاتا
ہے وہ یہ کہ قلب کو ایک خاص لگاؤ حق تعالیٰ کے ساتھ پیدا ہو جاتا ہے جیسا عاشق کے قلب
کو معشوق کے ساتھ پیدا ہو جاتا ہے پھر فرمایا بڑی چیز احکام کی پابندی ہے اس کیلئے میری کتابوں کا
مطالعہ بالخصوص اصلاح الرسوم۔ تعلیم الدین۔ قصد السبیل۔ اور میرے کل وعظ بس یہ کافی
وافی ہے انشاء اللہ۔ پھر نہایت نرمی سے اور آہستہ سے حضرت نے فرمایا کہ اس تمہید کے بعد
میں پوچھتا ہوں کہ آیا آپ کی ڈاڑھی ہے ہی اتنی یا آپ تراش دیتے ہیں (ان صاحب کی

ڈاڑھی کتری ہوئی تھی) اسپر نہ معلوم انھوں نے کیا عذر بیان کیا لیکن کہا کہ اب انشاء اللہ ایسا کبھی نہو گا حضرت ہر شخص کی ساتھ وہی برتاؤ کرتے ہیں جو اُس کے مناسب حال ہوتا ہے جیسا کہ بارہا دیکھنے میں آیا ہے اور اس واقعہ سے بھی ظاہر ہے جنکے ساتھ نرمی کرتے اُن کو نرمی ہی نافع ہوتی ہے علیٰ ہٰذا القیاس بالعکس۔

(۴۸۳) فرمایا کہ بعض نے لکھا ہے سرّ قدر کا احاطہ جنت میں بھی نہیں ہو سکے گا۔

(۴۸۴) فرمایا کہ عورتوں کی تصنیف میں اُنکے نام کا لکھنا آج کل بے پردگی ہے ہاں بعد مرنے کے ظاہر کر دیا جاوے تو مضائقہ نہیں عورت کی ساتھ مرد کو طبعی میلان ہے۔ اسلئے نہایت احتیاط کرنی چاہیئے ازواج مطہرات جو امہات المؤمنین تھیں اور جو ہمیشہ کیلئے سب پر حرام تھیں اُن کے لئے حکم ہے کہ لا تخضعن بالقول یعنی نرم لہجہ سے باتیں نہ کیا کرو۔ شاید سننے والے کے دل میں کوئی روگ پیدا ہو اب تو عورتیں غضب کرتی ہیں ایک عورت کی میں نے نظم دیکھی اُسمیں پیر کے خط و خال کی تعریف تھی اور اُس سے وصال کی خواہش کیگئی تھی۔ اسقدر بیباکی ہو گئی ہے مجھے تو بڑی غیرت آتی ہے۔

(۴۸۵) فرمایا کہ عرسوں کی طرف رنڈی بھڑووں کو زیادہ میلان ہوتا ہے بڑے شوق سے پہونچتے ہیں۔ اگر وعظ کا اعلان ہو تو ایسے لوگوں سے اگر آئیگا تو ایک آدھ آئیگا اور وہ بھی طالب ہو کر آئیگا بُری نیت سے کوئی نہیں آئیگا پس عرسوں کے متعلق ان آثار ہی سے استدلال کافی ہے کہ جسکی طرف بُروں کو میلان ہو ظاہر ہے کہ وہ امر بُرا ہی ہو گا ورنہ نیک لوگ ادھر زیادہ کیوں نہیں متوجہ ہوتے۔

(۴۸۶) ایک صاحب نے ایک شخص کی بعیت کی سفارش میں متعدد خطوط لکھے حضرت اُن کی تحریروں میں مختلف نقائص نکال نکال کر بھیجتے رہے آخر میں اُن کو خط و کتابت سے منع فرما دیا زبانی ارشاد فرمایا کہ اسکی تو مجھے پرواہ نہیں کہ مجھسے اعتقاد رہے یا نہ رہے لیکن یہ چاہتا ہوں کہ میری تعلیم جی کو لگ جاوے اب اتنا تو سمجھ گئے ہوں گے کہ یہ رائے اس کی ٹھیک ہے کہ ترغیب نہ دینی چاہیئے کیونکہ وہ مجھسے بد اعتقاد ہو گئے ہوں گے اور کہتے ہوں گے کہ ناحق میں نے ایسے شخص سے بعیت کرنیکی ترغیب دی۔ ایک یکسوئی سے بعیت کرنیکی

ترغیب نہ دیں گے کیونکہ ترغیب کا نتیجہ دیکھ لیا۔
(۴۸۷) کچھ عورتوں کی بُرائی کا ذکر تھا۔ فرمایا کہ عورتیں ضعیف ہیں یہ نہیں کہ طینت خراب ہو ہر امر میں دیکھتا ہوں کہ ان میں تاثر بہت زیادہ ہے حوصلہ بھی کم ہوتا ہے اگر امام بنتیں تو شاید محراب چھوڑ کر نکل جاتیں انکا تو بند ہا ہی رہنا اچھا ہے۔
(۴۸۸) فرمایا کہ بات چیت یا تعویذ وغیرہ کی فرمایش کا وقت ظہر کے بعد سے عصر کی اذان تک ہی اکثر لوگ عصر کی اذان کے بعد فرمائشیں کرتے ہیں اور وہی وقت ہوتا ہے جلدی سے کاموں کو سمیٹ کر نماز کیلئے اٹھنے کا حضرت بعد اذان عصر کسی کا بیٹھا رہنا بھی پسند نہیں فرماتے کیونکہ وہ وقت بہت مشغولی کا ہوتا ہے جو محض بیٹھنے کی غرض سے وہاں موجود ہوں اُن کو فوراً اٹھ آنا چاہیئے تاکہ یکسوئی کے ساتھ حضرت ڈاک وغیرہ کا کام ختم کر کے نماز عصر کیلئے اُٹھ سکیں باقی جو لوگ وہاں اپنے کام میں مشغول ہوں اُن کی موجودگی ہارج نہیں ہوتی۔
(۴۸۹) فرمایا کہ جو تعویذ مانگتا ہے لکھ دیتا ہوں لیکن یہ بھی کہہ دیتا ہوں کہ مجھے آتا نہیں تاکہ اگر اثر نہو تو خواہ مخواہ اللہ کے نام کو بے اثر نہ سمجھیں۔ حالانکہ اللہ کا نام اُن باتوں کے لئے تھوڑا ہی ہے وہ تو دل کے امراض کیلئے ہے۔ (ایک شخص جنون کا تعویذ مانگنے آیا تھا اور مجنون کو بھی اپنے گانوں سے ساتھ لایا تھا اُسپر بہت ناراض ہوئے کہ ناحق بیچارہ کو دھوپ میں پریشان کیا۔ مجھسے پوچھکر لائے ہوتے میں طبیب تھیں عامل نہیں لوگ بھی غضب کرتے ہیں پھر فرمایا کہ خیر اب لائے ہو تو حکیم ہاشم صاحب کو دکھلا لو یا پانی پر دم کر کے پلوایا اور تعویذ بھی لکھدیا)
(۴۹۰) ایک ذی علم پر انسان کے غیر مختار ہونیکا حال طاری ہے مثنوی شریف کے درس میں کسی جماعت انبیا کی اُمت کا ذکر آیا جو اسلام نہیں لاتے تھے اور کہتے تھے کہ حق تعالیٰ نے ہمارے دلوں پر مہر کر دی ہے ہماری تقدیر ہی میں نہیں ہم مجبور ہیں اس کا جواب بھی مثنوی میں حضرات انبیا علیہم السلام کی طرف سے دیا گیا ہے عرض کیا گیا کہ فلاں مولوی صاحب کا بھی تو یہی خیال ہے فرمایا کہ جی نہیں یہ انسان کے اندر اتنا تو اختیار مانتے ہیں جسکی وجہ سے وہ مکلف ہو سکے لیکن کہتے ہیں کہ وہ اختیار ضعیف ہے اور وہ لوگ تو کہتے تھے کہ انسان مکلف ہی نہیں مجبور محض ہے۔

(۴۹۱) ایک صاحب نے چھینک کر زور سے الحمد للہ کہا۔ حضرت خطوط لکھ رہے تھے یرحمک اللہ کہکر پھر فرمایا کہ پہلے مانس چپکے ہی سے کہہ لیا ہوتا اب سب کام چھوڑ چھاڑ کر آپکی چھینک کا حق ادا کریں پھر فرمایا کہ ایسے موقعہ پر جبکہ دوسرے لوگ کام میں مشغول ہوں چھینکنے کے بعد الحمد للہ آہستہ سے کہنا چاہئے۔ میں ہمیشہ آہستہ سے کہتا ہوں کہ دوسروں پر خواہ مخواہ جواب واجب نہو اسی طرح حضرت سجدہ کی آیت کو آہستہ سے تلاوت فرماتے ہیں۔ ایکبار فرمایا کہ جب مجلس جمی ہوئی ہو اور کوئی گفتگو ہو رہی ہو تو سلام نہیں کرنا چاہئے نہ مصافحہ کرنا چاہئے۔ بعضے لوگ بیچ میں السلام علیکم کہکر لٹھ سا مار دیتے ہیں اور پھر ایک طرف سے مصافحہ کرنا شروع کر دیتے ہیں جس سے گفتگو کا سارا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے اور تمام مجمع پریشان ہو جاتا ہے یہ آداب مجلس کے خلاف ہے اس سے دوسروں کو سخت تکلیف ہوتی ہے۔ فرمایا کہ کام کی مشغولی میں گو سلام کا چھینک کا جواب دینا واجب نہیں لیکن پھر بھی جواب نہ دینا برا معلوم ہوتا ہے کیونکہ اگر جواب نہ دیا جائے تو دلشکنی ہوتی ہے اور اگر کچھ دیر کے بعد دیا جاوے تو اتنی دیر تک تو دلشکنی ہوئی عرض کیا گیا کہ کیا ہر قسم کی مشغولی میں سلام کا جواب واجب نہیں فرمایا کہ دین کی مشغولی میں تو واجب ہے ہی نہیں پھر فرمایا کہ میں جلسہ دیوبند میں مصلے پر نماز پڑھانے کیلئے پہونچگیا تھا ایک صاحب تیسری صف میں سے نکلکر آئے اور میرا ہاتھ پکڑ کر زور سے اپنی طرف کھینچا اور مصافحہ کیا لوگ ایسی بے تمیزیاں کرتے ہیں رسوم نے عقلیں مسخ کر دیں۔

(۴۹۲) فرمایا کہ دوپہر کو حضرت حاجی صاحب اسی سہ دری میں قیلولہ فرمایا کرتے تھے ایک دن ایک صاحب دوپہر کو تشریف لاکر بیٹھ گئے اور باتیں کرتے رہے۔ حضرت بڑے خلیق تھے دلشکنی کے خیال سے کچھ نہ بولے برابر باتیں کرتے رہے آنکھیں مارے نیند کے بند ہو ہو جاتی تھیں دوسرے دن پھر اسی وقت تشریف لائے اور باتیں شروع کر دیں حضرت پھر بیٹھے باتیں کرتے رہے یہ صاحب یہ سمجھکر آتے تھے کہ تخلیہ کا وقت ہے تنہائی میں خوب توجہ ہوگی تو حضرت حافظ ضامن صاحب بڑے تیز تھے اُن کی اور ہی شان تھی اُنھوں نے جو یہ قصہ دیکھا تو للکارا کہ تم خود تو رات بھر بیوی کو بغل میں لیکر سوتے رہتے ہو تمہیں کیا خبر کہ یہ بیچارے اللہ والے رات بھر اللہ اللہ کرکے آنکھیں پھوڑتے ہیں دوپہر کو کچھ دیر کے لئے سو رہتے ہیں سو اُس وقت تم آکر ستاتے ہو

خبردار جو پھر کبھی اسوقت آئے ورنہ ٹانگیں توڑ ڈالونگا پھر فرمایا کہ حضرت حافظ صاحب بڑے تیز تھے کبھی حضرت حاجی صاحب کو بھی کبھی مولانا شیخ محمد صاحب کو بھی سنا دیتے تھے سختی اگر نفس کیلئے نہو دنیا کی طمع اور حرص نہو دلشکنی کا قصد نہو وہ بھی کمال ہے اور یوں کوئی کم فہم نہ سمجھے اُسکا کیا علاج پھر فرمایا ع ہر گلے را رنگ وبوئے دیگر ست + مولانا محمد قاسم صاحب کے پاس کوئی بیٹھا ہوا ہوتا تو اشراق اور چاشت بھی قضا کر دیتے تھے مولانا رشید احمد صاحب کی اور شان تھی کوئی بیٹھا ہو جب وقت اشراق کا یا چاشت کا آیا وضو کر کے وہیں نماز پڑھنے کھڑے ہوگئے یہ بھی نہیں کہ کچھ کہکر اُٹھیں کہ میں نماز پڑھ لوں یا اُٹھنے کی اجازت لیں جہاں کھانیکا وقت آیا لکڑی لی اور چلدیئے چاہے کوئی نواب ہی کا بچہ بیٹھا ہو وہاں یہ شان تھی جیسے بادشاہوں کی شان ایک تو بات ہی کم کرتے تھے اور اگر کچھ مختصر سی بات کہی تو جلدی سے ختم کر کے تسبیح لیکر ذکر میں مشغول ہو گئے کسی نے کوئی بات پوچھی تو جواب دیدیا اور اگر نہ پوچھی تو کوئی گھنٹوں بیٹھا رہے انہیں کچھ مطلب نہیں۔ مولانا محمد قاسم صاحب کے پاس جب تک کوئی بیٹھا رہتا برابر بولتے رہتے طبیعت ہی پیدائشی ہے۔ کوئی بدل نہیں سکتا مولوی محمد علی صاحب نے بہت اچھی بات فرمائی تھی کہ طبائع تو خلقۃً ہی متفاوت ہوتے ہیں انہیں میں بعضے بزرگ بنجاتے ہیں احقر کے استفسار پر فرمایا کہ بزرگی خود مختلف چیز نہیں البتہ امور طبعیہ جو پیدائشی ہیں جیسے تیزی نزاکت تحمل عدم تحمل صفائی انتظام بے انتظامی غرض جو پیدائشی اخلاق ہیں اُن سے بزرگوں کی شانیں مختلف ہوجاتی تھیں۔ پھر حکایت بیان فرمائی کہ مولانا محمد قاسم صاحب اور مولانا رشید احمد صاحب جب حج کو چلے تو بمبئی میں مولانا محمد قاسم صاحب تو لوگوں سے ملتے پھرتے اور مولانا گنگوہی انتظام میں مشغول رہتے جب مولانا محمد قاسم صاحب واپس آتے تو مولانا گنگوہی فرماتے کہ کچھ فکر بھی ہے کہ کیا انتظام کرنا ہے آپ ملتے جلتے ہی پھرتے ہیں۔ مولانا فرماتے کہ مجھے فکر کی کیا ضرورت ہے جب آپ بڑے سر پر موجود ہیں پھر فرمایا کہ ایکبار مولانا محمد قاسم صاحب مولانا گنگوہی سے فرمانے لگے کہ ایک بات پر بڑا رشک آتا ہے آپ کی نظر فقہ پر بہت اچھی ہے ہماری نظر ایسی نہیں بولے کہ جی ہاں ہمیں کچھ جزئیات یاد ہوگئیں تو آپ کو رشک ہونے لگا اور آپ مجتہد بنے بیٹھے ہیں ہمنے کبھی آپ پر رشک نہیں کیا ایسی باتیں ہوا کرتی تھیں وہ اُنہیں اپنے سے بڑا سمجھتے تھے اور وہ انہیں مولانا محمد یعقوب صاحب

عمر میں سب سے چھوٹے تھے ایک مرتبہ نانوتہ سے گنگوہ حضرت مولانا کی خدمت میں پیادہ تشریف لائے حالانکہ معاصر تھے لیکن اتنا ادب کرتے تھے کہ پیادہ تشریف لیگئے کہ سواری پر بیٹھکر جانا بے ادبی ہے عصر کی نماز کے وقت مولانا پہونچے جماعت تیار تھی مولانا گنگوہی امامت کرنے کیلئے مصلے پر جا کھڑے ہوئے اتنے میں لوگوں نے کہا مولانا محمد یعقوب صاحب تشریف لائے ہیں اُس زمانہ میں حضرت مولانا گنگوہی کی آنکھیں تھیں اُنھوں نے دیکھا پوچھا کہ وضو ہے مولانا کا وضو تھا فرمایا آیئے نماز پڑھایئے اور خود مصلے پر سے ہٹ گئے۔ دونوں کا یہ قاعدہ تھا کہ جب وہ گنگوہ آتے تو وہ نماز پڑھاتے اور جب یہ دیوبند جاتے تو یہ پڑھاتے۔ مولانا محمد یعقوب صاحب کی اُسوقت یہ ہیئت تھی کہ پائینچے چڑھے ہوے اور چونکہ پیدل چلکر آئے تھے تمام پیروں پر گرد بھری ہوئی اسی طرح مصلے کی طرف جانے لگے اور ایک بار بھی تو انکار نہیں کیا نہ پائینچے اُتارے نہ گرد جھاڑی جب مولانا گنگوہی کے مقابلہ میں پہونچے تو مولانا نے صف سے آگے بڑھکر رومال لیکر پیروں کی گرد جھاڑنا شروع کی مولانا کی عجیب ادا تھی کہ خاموش کھڑے ہو گئے حالانکہ مولانا گنگوہی کا نہایت ادب کرتے تھے نہ معلوم اُسوقت کیا حالت تھی مولانا گنگوہی نے پائینچے بھی اپنے ہاتھ سے اُتارے مولانا فرماتے تھے کہ ایسا جی خوش ہوا کہ اُنھوں نے کچھ تکلف نہ کیا ایک دفعہ مولانا گنگوہی کھانا کھارہے تھے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب تشریف لے آئے مولانا کے ہاتھ میں ایک ذرا سا ٹکڑا تھا اُسی وقت ہاتھ دُھلائے وہ ٹکڑا دیا کہ کھایئے میں کھانا لاتا ہوں مولوی فخر الحسن صاحب نے کہا کہ میں لئے آتا ہوں فرمایا نہیں بھائی میں خود لاؤنگا۔ پھر کھانا لاکر بہت ادب سے سامنے رکھا بیشتر دیکھنے والوں نے یوں سمجھا ہوگا کہ کچھ بھی ادب نہ کیا بچا ہوا ٹکڑا دیکر کہہ گئے کہ آپ شروع کیجئے سبحان اللہ صحابہ کی سی شان تھی۔ مولانا مظفر حسین صاحب بہت بڑے شخص تھے گنگوہ میں مولانا سے ملے چلنے کے وقت اُنھوں نے عرض کیا کہ گھر کھانا تناول فرمایئے فرمایا کہ بھائی دور کا سفر ہے میری منزل کھوٹی ہوگی مولانا نے عرض کیا کہ جو کچھ رکھا ہوا ہے وہی سہی۔ مولانا راضی ہو گئے اور فرمایا کہ بس وہی لے آنا جو گھر میں موجود ہو۔ گھر میں باسی روٹی اور دال رکھی تھی مولانا وہی ہاتھ پر رکھکر لے آئے دال بھی روٹی ہی پر تھی پھر نہیں معلوم مولانا مظفر حسین صاحب نے کھائی یا باندھ لی۔ پھر حضرت حکیم ضیاء الدین صاحب سے رامپور میں مولانا مظفر حسین صاحب نے فرمایا کہ مولوی

رشید احمد صاحب بڑے اچھے آدمی ہیں اُنھوں نے کہا کہ ہاں حضرت بہت اچھے آدمی ہیں اجی بہت ہی اچھے آدمی ہیں فرمایا اجی بہت ہی اچھے آدمی ہیں اُنھوں نے عرض کیا کہ ہاں بہت ہی اچھے آدمی ہیں پھر فرمایا کہ اجی تم سمجھے تو ہو نہیں ایسے اچھے ہیں کہ بہت ہی اچھے پھر حکیم صاحب نے پوچھا کہ حضرت ایسی کیا خاص بات ہوئی فرمایا کہ کیا کہوں اُنھوں نے تھوڑا سا ناشتہ کرنے کیلئے راستہ میں مجھسے کہا میں نے کہا کہ جو کچھ گھر میں موجود ہو وہ لے آؤ۔ اُنھوں نے باسی روٹی اور دال لاکر دیدی سبحان اللہ کیسے اچھے آدمی ہیں پھر مولانا مظفر حسین صاحب کی یہ بھی حکایت بیان فرمائی کہ ایک بار نانوتہ میں تشریف لائے وہاں حضرت مولانا رشید احمد صاحب و مولانا محمد یعقوب صاحب و مولانا محمد قاسم صاحب موجود تھے فرمایا بھائی ایک مسئلہ میں تردد ہے میں نے سُنا تھا کہ سب صاحبزادے جمع ہیں اس لئے مسئلہ پوچھنے آیا ہوں وہ مسئلہ یہ ہے کہ چلتی ریل میں نماز پڑھنے میں علماء اختلاف کرتے ہیں کہ جائز ہے یا نہیں۔ بس تم لوگ آپسمیں گفتگو کرکے ایک منقح بات بتلادو کہ جائز ہے یا نہیں میں دلائل نہیں سنونگا چنانچہ سب حضرات نے آپس میں گفتگو کی مولانا نے اودہر التفات بھی نہیں فرمایا گفتگو کرکے ان حضرات نے عرض کیا کہ حضرت طے ہو گیا جائز ہے فرمایا کہ اچھا تو پھر میں جاتا ہوں۔ عجیب شان کے لوگ تھے مولانا مملوک علی صاحب جو کہ مولانا محمد یعقوب صاحب کے والد اور مولانا رشید احمد صاحب و مولانا محمد قاسم صاحب کے اُستاد ہیں دہلی میں دار البقاء سرکاری مدرسہ تھا اسمیں ملازم تھے دہلی سے نانوتہ جاتے ہوئے راستہ میں کاندھلہ پڑتا تھا مولانا مظفر حسین صاحب نے اُن سے کہہ رکھا تھا کہ کاندھلہ میں ملکر جایا کرو۔ مولانا مملوک علی صاحب نے یہ کہدیا تھا کہ تکلف نہ کرنا صرف ملنے کیلئے کچھ دیر ٹھہر جایا کروں گا چنانچہ گاڑی راستہ ہی میں چھوڑ کر ملنے آتے مولانا اول یہ پوچھتے کہ کھانا کھا چکے یا کھاؤ گے اگر کہا کہ کھا چکا تو پھر کچھ نہیں اگر نہ کھائے ہوتے تو کہدیتے کہ میں کھاؤنگا تو پوچھتے کہ رکھا ہوا لادوں یا تازہ پکوادوں چنانچہ ایکبار یہ فرمایا کہ رکھا ہوا لادو اُس وقت ایک دفعہ صرف کھچڑی کی کھرچن تھی اسی کو لے آئے اور کہا کہ رکھی ہوئی تو یہی تھی اُنھوں نے کہا کہ بس یہی رکھدو۔ پھر جب رخصت ہوتے تو مولانا مظفر حسین صاحب اُنکو گاڑی تک پہونچانے جاتے یہ ہمیشہ کا معمول تھا ایک اور قصہ مولوی مظفر حسین صاحب کا ہے کہ دہلی سے کاندھلہ جانے کے لئے بہلی کرایہ کی اُسمیں بیٹھے چلے آرہے تھے اور محض اخلاق کے سبب بہلیبان سے اُس کے مذاق کے

موافق گفتگو کرتے جاتے تھے یعنی بیل کہاں سے منگوائے تھے کتنے میں لئے تھے اس گفتگو میں معلوم ہوا کہ رنڈی کی گاڑی ہے۔ مولانا کا تقویٰ مشہور ہے لیکن اخلاق تو دیکھیے ہم لوگوں میں یا تو آوارگی ہے یا اگر تقویٰ ہے تو ایسا کہ دوسروں کی دلشکنی کی بھی پرواہ نہیں۔ مولانا کا تقویٰ اعلیٰ درجہ کا لیکن گاڑی پر سے اُسی وقت نہیں اترے کہ اُس کا دل ٹوٹے گا تھوڑی دیر بعد پیشاب کے بہانہ سے اترے لیکن پیشاب سچ مچ کیا پھر استنجہ کرتے ہوئے پیدل چلے جب استنجہ سے فارغ ہو گئے تو اُس نے بیٹھنے کیلئے کہا۔ فرمایا کہ بھائی بہت دیر ہوگئی بیٹھے بیٹھے اب پیدل چلیں گے کہ پاؤں تو کھلیں۔ جب بہت دور نکل آئے تب اُسنے پھر اصرار کیا۔ فرمایا کہ ہاں بھائی مجھے چلنے کی عادت ہے تم چلو مجھے پیدل ہی چلنا اچھا معلوم ہوتا ہے ہوا لگتی ہے لیکن وہ سمجھ گیا اُس نے کہا کہ مولوی صاحب میں سمجھ گیا آپ اس لئے نہیں بیٹھتے کہ یہ رنڈی کی گاڑی ہے پھر مجھے اجازت دیجئے مولانا نے فرمایا کہ بھائی ہے تو یہی وجہ لیکن اب گاڑی نوٹانا نہیں کیونکہ میرے کرایہ کر لینے کے بعد خدا جانے کس کس کا کرایہ واپس ہوا ہوگا اسمیں مالک کا نقصان ہے تجکو کانہلہ چلنا پڑیگا چنانچہ کانہلہ پہونچکر پورا کرایہ دیا اور کھی گڑ جو کچھ بھیرا تھا سب دیا۔ اور خود پیدل کئی منزل چلے آئے اور گاڑی واپس نہیں کی یہ فرمایا کہ شاید کوئی کرایہ واپس ہو گیا ہو تو گویا میں نے اُس کا نقصان کرایا۔

(۴۹۳) ایک صاحب سے بطور مشورہ کے فرمایا کہ میں تعلیم تلقین رمضان میں نہیں کر سکتا کیونکہ بعد مغرب وقت ہی نہیں ملتا اس لئے جو کچھ پہلے سے ذکر شغل کر رہا ہو اُس کے آنے میں تو کچھ مضائقہ نہیں جسکو ذکر شغل شروع کرنا ہو اُسکو چاہئے کہ اس قصد سے رمضان میں نہ آوے ایکبار فرمایا کہ یہاں کے قیام کیلئے رمضان کا مہینہ مناسب نہیں کیونکہ بوجہ تکان کے اس زمانہ میں ذکر شغل کچھ اچھی طرح ہو نہیں سکتا۔

(۴۹۴) ایک صاحب نے کرتہ بطور تبرک کے منگوایا۔ لکھ بھیجا کہ ۲؍ دو آنہ کے ٹکٹ میں وہاں پہونچ سکتا ہے اگر منگوانا ہو ۲؍ کے ٹکٹ بھیجدو۔ چنانچہ اُن صاحب نے ٹکٹ بھیجدیئے پھر فرمایا کہ ایسے موقع پر بعض مرتبہ کوئی چیز فاضل نہیں ہوتی تو تنگی ہوتی ہے یہ اچھا طریقہ ہے کہ کوئی چیز خود لا کر دیدے اور اُسکو دو چار روز استعمال کرا کر لیلے۔ ایک صاحب نے کہا کہ اگر کسی کے پاس کچھ ہو ہی نہیں تو کیا کرے فرمایا کہ پھر کوئی خاص چیز متعین نہ کرے کرتہ وغیرہ بلکہ اُس کی رائے پر چھوڑ دے

پھر جو چیز اُس کے پاس فاضل ہوگی وہی دیدیگا۔

۱۲ رجب المرجب ۳۴ھ

(۴۹۵) فرمایا کہ جب روحانیت کا غلبہ ہوتا ہے تو بوجہ شگفتگی کے بعد مرنے کے بدن پر بھی اثر کم ہوتا ہے۔

(۴۹۶) غالباً روحانی کیفیت یعنی نسبت مع اللہ کے موہوم نہ ہونیکا ذکر مثنوی شریف میں تھا فرمایا کہ اسکا دوام اور تزاید ظاہر کرتا ہے کہ واقعی کوئی چیز ہے وہم نہیں ہے ورنہ اس طرح تو ہر چیز میں بلکہ محسوسات میں بھی عدم واقعیت کے احتمالات نکل سکتے ہیں۔

(۴۹۷) فرمایا کہ کاملین جو مکمل بھی ہوتے ہیں توفیق حق دشواریاں اپنے اوپر جھیلکر راستہ کو اوروں کیلئے نہایت صاف کر دیتے ہیں یعنی علوم کے لینے میں خود دشواریاں اٹھائیں پھر تجربہ سے اور اجتہاد سے دستور العمل مقرر کر دیئے جن سے اوروں کو حاصل کرنا آسان ہوگیا جیسے اوستاد لمبے اور دقیق مضمون کو سہل تقریر سے سمجھا دیتا ہے مثلاً منتشر مضامین کو مجتمع کر دیا۔ مگر یہ شان اُن ہی سب معلمین کی ہوتی ہے جنکو شفقت ہوتی ہے مثنوی شریف میں ایسا ہی مضمون انبیا کے متعلق مذکور تھا اُسپر یہ ارشاد فرمایا تھا جو مذکور ہوا ایک صاحب نے عرض کیا کہ انبیا تو اجتہاد نہیں کرتے وہ تو صاحب وحی ہوتے ہیں فرمایا کہ ایک تو کام تبلیغ کا ہے وہ تو وحی سے کرتے ہیں اور ایک کام تربیت کا ہے انبیا وہ بھی کرتے ہیں اُسمیں اجتہاد کی ضرورت پڑتی ہے۔

(۴۹۸) دوران درس مثنوی میں ایک صاحب نے دریافت کیا کہ خوارج وغیرہ باطل فرقے اب بھی موجود ہیں فرمایا کہ ہیں تو لیکن جماعت نہیں صرف روافض کی تو جماعت باقی ہے کیونکہ ان کے یہاں تقیہ ہے اوروں کے یہاں تقیہ نہ تھا۔ جب کبھی اہل حق کا غلبہ ہوا اُن کا صفایا ہوگیا روافض میں تقیہ ہے یہ اس لئے نہیں مٹے کیونکہ جب اہل حق کا غلبہ ہوا یہ لوگ کہنے لگے کہ ہم تو آپ کی ساتھ ہیں۔ ابن سبا یہودی تھا وہ موجد ہے اس مذہب کا بڑا ہی چالاک تھا اس نے تقیہ ایسا نکالا جو یہ کبھی مٹ ہی نہیں سکتے۔

(۴۹۹) فرمایا کہ دیوبند میں جب اول اول مدرسہ ہوا ہے تو بعض اہل بستی نے کہا کہ جب سے یہ مدرسہ ہوا ہے کبھی قحط ہے کبھی وبا ہے کبھی کچھ ہے کوئی نہ کوئی بلا آتی ہی رہتی ہے پہلے کچھ بھی نہ تھا

حضرت مولانا محمود حسن صاحب نے خوب فرمایا کہ واقعی یہ بات صحیح ہے مگر وجہ اسکی یہ ہے کہ پہلے تمکو احکام کا علم نہ تھا اس لئے ناواقفی میں جو شرارتیں کرتے تھے اُن پر مواخذہ نہ ہوتا تھا اسلئے بلائیں نہ آتی تھیں اور اب مولویوں کی وجہ سے تم احکام سے واقف ہوگئے ہو اب جو تم شرارتیں کرتے ہو تو مواخذہ ہوتا ہے۔ احقر نے عرض کیا کہ کیا علم نہونے سے مواخذہ نہیں ہوتا۔ فرمایا کہ علم نہ ہونے سے کچھ تو فرق ہو جاتا ہے۔ آخرت میں تو کچھ بھی فرق نہیں ہوتا لیکن دنیا میں ہو جاتا ہے عاجل اور آجل کا فرق ہو جاتا ہے۔

(۵۰۰) فرمایا کہ جن تاریخوں میں جو جو صاحب آنیکی اطلاع کرتے ہیں میں جنتری میں لکھ لیتا ہوں تاکہ اُن تاریخوں میں کہیں جاؤں نہیں۔

(۵۰۱) ایک صاحب نے ایک مولوی صاحب کے ذریعہ سے ایک سفر میں آنے کی تحریری سفارش بھجوائی۔ بہت ناپسند کیا۔ فرمایا کہ یہ ایک عجیب رسم ہو گئی ہے۔ مجکو اگر فرصت ہو تب تو ایک بچہ کے کہنے سے چلا جاؤں اور اگر فرصت نہو تو بڑے آدمی کے کہنے سے بھی نہ جاؤں فرصت نہو تو کیسے جا سکتا ہوں بارہا فرمایا ہے کہ میں خوشامد کرانے کی غرض سے انکار نہیں کیا کرتا بلکہ خواہ کوئی کیسے ہی معمولی طور سے کہے میں جلدی انکار نہیں کرتا بلکہ اچھی طرح سوچنے کے بعد جب فرصت نہیں دیکھتا تب انکار کرتا ہوں نہ میرے اوپر اس کا کچھ اثر ہوتا ہے کہ خاص طور سے بلانے کیلئے کوئی آدمی بھیجا جاوے۔ ایک بار فرمایا کہ میری فرصت میرے اختیار میں نہیں بعض اوقات فرصت بھی ہوئی تو دو ایک دن کیلئے لیکن اُسمیں اسقدر گنجایش نہیں ہوتی کہ دوسرے کو اطلاع دے سکوں البتہ اس کی ایک صورت ہے کہ کوئی شخص میرے پاس یہاں سب کاموں سے فارغ ہو کر محض اسی غرض سے پڑا رہے کہ جب فرصت ہو میں اُس سے کہوں کہ چل بھائی۔ ایک غریب سے جو لینے کی غرض سے آئے تھے مفصّل طور پر اپنے عذرات بیان کر کے فرمایا کہ میں نے اس لئے مفصّل گفتگو کی ہے کہ تمھیں یہ خیال نہو کہ ہم غریب تھے اسلئے انکار کر دیا اگر کوئی امیر ہوتا تو اتنا بھی نہ کہتا سیدھی بات کہدیتا کہ فرصت نہیں۔

(۵۰۲) ایک دیہاتی آکر بیٹھا۔ حضرت نے پوچھا کہ کیسے آئے کہا کہ ملنے آیا تھا۔ غالباً حضرت نے خود ہی دوبارہ پوچھا کہ کچھ کہنا ہو تو کہو تب اُس نے اپنے مقدمہ کیلئے کوئی وظیفہ پوچھا اور تعویذ

مانگا حضرت نے فرمایا کہ پہلے صرف یہ کیوں کہا تھا کہ ملنے آیا تھا لوگ خواہ مخواہ پریشان کرتے ہیں میں نے اسی لئے خود پوچھنا چھوڑ دیا ہے کہ ٹھیک جواب دیں گے نہیں پھر جھک جھک ہوگی چونکہ اسوقت مجھے کوئی کام نہیں تھا اسلئے میں نے کہا کہ لاؤ پوچھ لو۔ میری ساری بداخلاقی کی وجہ یہ ہے کہ میں لوگوں کو راحت پہونچانا چاہتا ہوں پوچھتا ہوں کہ بھائی تکلیف نہو۔ ہمیشہ یاد رکھو جب کسی کے پاس جاؤ بات صاف کہو۔ اگر تمھارے اس کہنے پر کہ ملنے آیا تھا میں خاموش ہوجاتا اور اٹھکر چلدیتا تو کہتے کہ بڑے روکھے ہیں پوچھا تک نہیں اُس نے کہا کہ میں تنہائی میں کہنا چاہتا تھا فرمایا کہ اول تو یہ بات کوئی تنہائی کی نہ تھی دوسرے یہی کہتے کہ صاحب مجھے کچھ تنہائی میں کہنا ہے تاکہ آپکا مطلب تو معلوم ہوجاتا پھر حضرت نے مقدمہ کیلئے فرمایا کہ یَاحَفِیْظُ ہر نماز کے بعد سو مرتبہ پڑھا کرو اول آخر درود شریف اور ویسے بھی ہر وقت یاحفیظ کی کثرت رکھا کرو پھر گھر جانیکے لئے اُٹھے تو چلتے میں پوچھا کہ کیا مقدمہ ہے اُس نے کہا کہ خود میں نے دائر کیا ہے فرمایا کہ بھلے مانس یہ پہلے ہی کیوں نہ کہا۔ میں سمجھا کوئی فوجداری کا مقدمہ تمھارے اوپر ہے پھر فرمایا کہ اس صورت میں یاحفیظ کے بجائے یَالَطِیْفُ پڑھنا چاہیئے۔

(۵۰۳) بعد مغرب ایک مولوی صاحب کے عرضِ حال پر فرمایا کہ سرسری توجہ مذکور کی طرف کافی ہے اور اگر یہ نہو سکے تو ذکر کی طرف تصور کافی ہے (ان صاحب نے لا الٰہ الا اللہ کے ذکر کی بابت کہا تھا کہ لامعبود الا اللہ کا تصور کیا کرتا ہوں) پھر فرمایا کہ تجربہ سے معلوم ہوا ہے کہ ذکر کے اندر نفع دلجمعی پر مرتب ہوتا ہے اور عمل جتنا بسیط ہوگا اتنی ہی جمعیت ہوتی ہے اور امور متکثرہ میں تشویش اور تشتت ہوگا دل چاروں طرف بٹا رہے گا لہٰذا صرف مذکور کی طرف توجہ رکھنا چاہیئے یا اگر یہ مشکل ہو تو پھر ذکر کی طرف لامعبود وغیرہ جو تفسیر ہے اسکے تصور کی ضرورت نہیں اُن صاحب نے غالباً کہا کہ کتابوں میں تو خاص خاص طریقے تصور کے لکھے ہیں مثلاً لامعبود الا اللہ لامقصود الا اللہ لاموجود الا اللہ فرمایا کہ یہ اصل میں بعض خاص طبیعتوں کے اعتبار سے تجویز کئے گئے تھے اب طبیعتیں نہایت ضعیف ہیں مختلف قسم کے تصورات سے پریشان ہوجاتی ہیں اصل چیز پر توجہ تام نہیں رہتی اُنھوں نے پھر غالباً لا الٰہ الا اللہ کے مضمون کے تصور کی بابت پوچھا فرمایا کہ اسمیں بھی جملہ بن گیا میں تو کہتا ہوں کہ صرف ذات کا تصور کافی ہے اُنھوں نے پھر پوچھا کہ ذات کا

تصور کس طرح کیا جاوے۔ فرمایا کہ جب کوئی نام لیا جاتا ہے تو کسی شخص کا دہیان آتا ہے
اسی طرح اگر خدا کا نام لیا جاوے۔ تو خدا کا بھی دہیان آتا ہے۔ پھر اُنھوں نے پوچھا کہ لا الہ
الا اللہ کے ذکر میں ذات پر بھی تصور ہوا اور مضمون جملہ پر بھی فرمایا کہ جب ذات کا تصور ہو گا
تو جملہ پر کیسے ہو گا۔ جب مذکور کا تصور ہو گا تو اُسوقت ذکر کا تصور کیسے ہو سکتا ہے پھر اُن کے کسی
سوال پر فرمایا کہ آپ ماشاء اللہ عالم فاضل ہو کر موٹی تقریر نہیں سمجھتے معلوم ہوتا ہے جسوقت میں نے
تقریر کی تھی آپکا تصور اور طرف تھا۔ میں نے تو صاف طور سے کہدیا تھا کہ اول تو یہ ہے کہ مذکور کی
طرف توجہ ہوئیہو تو ذکر کی طرف اس تقریر کو اُن صاحب نے اعادہ کیا۔ فرمایا کہ آپ اعادہ کیوں
کرتے ہیں یہ تو عیب کی بات ہے کسی کی تقریر کا اعادہ کرنا۔ اگر نہ سمجھا ہو پھر پوچھے اگر سمجھ گیا ہو تسلیم
کرے۔ اعادہ محض فضول ہے اب میرے ذمہ یہ بھی کام ہوا کہ تقریر بھی مفصل کروں پھر آپکے اعادہ
کے وقت غور سے سنوں کہ کوئی جزو میری تقریر کا آپکے اعادہ میں رہ تو نہیں گیا۔ اور اگر رہ گیا
ہو تو اُسکی پھر تصحیح کروں۔ اُنھوں نے غالباً اسپر یہ کہا کہ میں نے اعادہ اسلئے کیا کہ شاید جو کچھ میں سمجھا
ہوں وہ غلط ہو اعادہ کے بعد اُس کی تصدیق ہو جائیگی۔ اسپر فرمایا کہ یوں تو اعادہ کے بعد بھی
احتمال غلطی کا رہ سکتا ہے بلکہ اعادہ میں غلطی کا احتمال تو غالب ہے ممکن ہے کہ آپکا اعادہ صحیح ہو
اور میں اُسکو اُسی مضمون پر منطبق کر کے جو میرے ذہن میں ہے کہدوں کہ نعم۔ اس احتمال کا بھی
انسداد آپنے کچھ کیا پھر فرمایا کہ آپ معاملہ کی باتیں تو کرتے نہیں اُس روز بھی فضول وقت ضائع
کیا۔ یہ صاحب اس سے تین چار روز پیشتر بھی پرچہ دیکر اسی طرح خلوت میں باتیں کر چکے تھے اُس
روز بھی حضرت نے خفا ہو کر اُٹھا دیا تھا جسکی مختصر کیفیت یہ ہے کہ اول انھوں نے شیخ کی صحبت
کے ضروری ہونیکی بابت کچھ پوچھا تھا جو صاف مضمون نہ تھا حضرت نے سوال کو مبہم قرار دیا
جب سوال کو صاف کرالیا اور وہ سوال یہ تھا کہ صحبت کے ضروری ہونیکی حد کیا ہے تب فرمایا کہ
جب تک طریق کی حقیقت نہ معلوم ہو جاوے تب تک تو صحبت ضروری ہے جب اُس کی حقیقت
معلوم ہو گئی اور طریق سے مناسبت پیدا ہو گئی پھر صحبت ضروری نہیں۔ صحبت کے ضروری ہونیکی
حد بھی ہے ورنہ اگر حد نہوتی تو پھر تھانہ بھون میں کسی کو رہنے کو جگہ بھی نہ ملتی۔ دوران عرض
حال میں اُنھوں نے بیان کیا کہ بجائے لا الہ الا اللہ کے پنجابی زبان میں اس کا ترجمہ پڑھتے

سے بہت لذت آتی ہے اور عجیب حالت طاری ہوتی ہے اسپر بیحد ناراض ہوئے اور فرمایا کہ آپ مجتہد ہیں اگر ایسا ہی ہے تو نماز بھی پنجابی ہی میں پڑھنے لگو۔ حدیث شریف میں تو آیا ہے کہ لا الہ الا اللہ پڑھو۔ اور آپنے پنجابی میں ذکر شروع کر دیا جب خود مجتہد تھے تو پھر مجکو ہادی اور معلم ہی کیوں بنایا تھا اور اگر ترجمہ پڑھنے کو جی ہی چاہا تھا تو مجھسے کیوں نہ پوچھ لیا تھا بلا پوچھے کیوں شروع کر دیا۔ پھر انھوں نے کچھ تعلیم حاصل کرنی چاہی تو فرمایا کہ اسوقت آپنے طبیعت کو مکدر کر دیا مجھے یہ حرکت آپ کی سخت ناگوار ہوئی اس وقت بتلانے سے آپ کو کچھ نفع نہیں ہوگا پھر جب وہ اٹھ آئے تو فرمایا کہ لوگوں نے لذت کو مقصود سمجھ رکھا ہے یہ شرک صریح ہو رہا ہے طریق میں اگر لذت ہی مقصود ہے تو بیوی کو بغل میں لیکر ذکر کیا کریں واللہ بہت لذت آئیگی ایک ضرب تو ادہر ہو اور ایک ضرب ادہر پھر فرمایا کہ خود حالت کو خراب کر کرا کر کہتے ہیں کہ صاحب اصلاح کیجئے۔ اب دوسرا کیا کرے ہانڈی جلا کر بہو سے کہے کہ ذرا سنبھالیو۔ اب بہو کمبخت کیا کرے۔ پہلے تو نمک زیادہ جھونک دیا پھر بہو سے کہا جاوے کہ ذرا نمک ٹھیک کر دیجئو۔ وہ کمبخت کیا بیٹھکر جوسے گی) یہ اس روز کی مختصر کیفیت تھی۔ آج یہ قصہ ہوا جو سابق میں مذکور ہوا۔ اُن صاحب نے کہا کہ اب میں سمجھ گیا فرمایا کہ دوسرے کو پریشان کر کے سمجھے تو کیا سمجھے۔ اگر اول ہی توجہ کے ساتھ سنتے تو ایذا رسانی کی کیوں نوبت آتی اگر شبہ ہو تو اُسے پیش کرنا ضروری ہے اس سے گرانی نہیں ہوتی پھر حضرت نے دریافت فرمایا کہ میں آپ سے یہ پوچھتا ہوں کہ جسوقت میں نے تقریر کی ہے آیا آپ کی توجہ بھی یا نہیں یا آپ اپنی تقریر حدیث النفس کے طور پر دل ہی دل میں کر رہے تھے انھوں نے اسپر معافی مانگی۔ فرمایا کہ میرے سوال کا یہ جواب تو نہیں اس سے کیا نتیجہ نکل سکتا ہے کہ معاف کر دیجئے میں آخر آپ کی غلطی کی بھی اصلاح کروں۔ تب انھون نے فرمایا کہ شاید میں حدیث النفس کے طور پر حضور کی تقریر کے وقت کچھ سوچ رہا تھا فرمایا کہ جب آپکو میری تعلیم کی اتنی بھی قدر نہیں کہ میں تو تقریر کروں اور آپ اپنی حدیث النفس میں مشغول رہیں تو پھر تعلیم کی کیا صورت ہوگی۔ بس آپ تشریف لیجائیے۔ آپکا یہاں رہنا فضول ہے۔ میں آپ کی کوئی خدمت نہیں کر سکتا اسپر انھوں نے معافی چاہی فرمایا لا الہ الا اللہ میں انتقام تو نہیں لیتا۔ کیا اپنی جان بھی بچانیکا مجکو حق نہیں کیا یہ ضروری ہے کہ آپ تکلیفیں دیں اور میں انھیں اٹھاؤں ایک تو خدمت کروں اوپر سے تکلیفیں اٹھاؤں کیا خادم کے ذمہ یہ بھی ضروری ہے کہ خدمت بھی کرے

اور تکلیفیں بھی اُٹھائیے۔ طالب تو آپ اور تکلیف اٹھاؤں میں آپ رہیں نواب صاحب جایئے اپنا کام کیجئے۔ یہ کہکر پاس سے اُٹھا دیا پھر فرمایا یہ قدر کیجاتی ہے تعلیم کی۔ آپنے تو لکھ پڑھ کر بھی غارت کیا۔ کیا آپ گوارا کر سکتے ہیں کہ آپ تو تقریر کریں اور طالب علم اپنے دل میں توجیہات سوچا کرے سچی بات یہ ہے کہ آپ کو طلب نہیں ہے وہاں جایئے جہاں طلب کی قدر نہیں یہاں تو طالب کی قدر ہے جو طالب نہو اُس کی قدر نہیں۔ آپ سے مجھسے موافقت نہیں آئیگی اُس روز ناحق تکلیف پہونچائی آج بھی تکلیف پہونچائی ایسی حالت میں آپ یہاں رہکر کیا نفع حاصل کر سکتے ہیں اب بتلایئے رب صاحب انصاف سے کہیں کہ میرا کیا قصور ہے لوگ مجکو تند مزاج کہتے ہیں جب ایک بیقدری تعلیم کی کرے میں کیا کروں پاؤں پکڑوں سجدہ کروں کیا کروں۔ کہ جسکا نام خوش اخلاقی ہو کوئی دنیا میں ایسا بھی ہوگا کہ طالبین ہی کی تعلیم طالبین ہی کی مصلحت اور وہ کریں بیقدری اور یہ کرے اُن کی خوشامد پھر فرمایا کہ اصل یہ ہے کہ ؎ انائے کہ پر شد دگر چوں برد۔ مولانا آپ مجتہد ہیں جب تک اجتہاد کا مادہ نہ نکلیگا کسی بندہ خدا سے آپ کو نفع نہیں پہونچ سکتا آپ بہت بڑا اپنے کو سمجھتے ہیں اگر اتباع سے عار آتا ہے تو کتابیں دیکھ دیکھکر خود ہی ذکر شغل کرتے رہئے خودرو درخت کی طرح ہو جائیگا کوئی شاخ ادھر جارہی ہے کوئی اُدھر جارہی ہے جیسے بدڈھنگا درخت ہوتا ہے آپ پیر ہو ہی جائیں گے خصوص پنجاب میں جہاں پیر بنجانا کچھ مشکل ہی نہیں۔ کیا طلب کی یہی شان ہوتی ہے کہ تعلیم کی یوں بیقدری کیجائے۔ یہ مولویوں میں اور مرض ہے مقتدا بننے کا جہاں چار جاہلوں نے مولوی صاحب کہا بس اپنے آپ کو مقتدا سمجھنے لگے آپ مقتدا علوم میں ہوں گے اس فن میں آپ مقتدا نہیں۔ یہاں اطاعت ہی سے کام چل سکتا ہے اور اطاعت کا مادہ آپ میں ہے نہیں۔ ہر بات کو نہایت وحشت اور حیرت سے سنتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ قلب بالکل قبول نہیں کرتا۔ کسی نے اشتہار دیکر تو آپ کو بلایا نہیں۔ آپ چاہتے ہیں کہ آپ کی مرضی کے موافق تعلیم تلقین کیجائے اگر طبیب نسخہ کی تجویز میں مریض کی خواہش کا اتباع کرے تو وہ طبیب نہیں ہے ڈاکو ہے جو لوٹتا ہے کوئی ایسا پیر ڈھونڈھیے جو آپ کی رائے کے مطابق تعلیم کرے۔ ہم تو جو کہیں گے تجربہ سے کہیں گے اُسپر وثوق ہو عمل کیجئے ورنہ جایئے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ وجہ اور لمیات بھی آپ کو بتلائیں طبیب سے نسخہ کے اجزا کی وجہ کوئی مریض پوچھے تو

کیا وہ اُسکو سمجھانے لگے گا کہ بنفشہ اسواسطے لکھا کاسنی اسلئے لکھی۔ وہ صاف کہدیگا کہ اگر تمکو اعتماد
ہوا ور اعتقاد ہو تو علاج کراؤ ورنہ جاؤ۔ البتہ اگر کوئی خلاف شرع کام میں بتلاؤں تو بیشک مت
عمل کرو۔ پھر فرمایا کہ یہ رنگینی ہے طلب انا للہ وانا الیہ الخ۔ پھر دوسرے صاحب جو عرض حال
کرنے آئے اُن سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ یہ دیکھئے لوگوں کی حالت ہے اب میں کہانتک صبر کروں اور
اور اگر صبر بھی کر لیا تو دوسرے کو کیا نفع ہوا۔ میں ہاں میں ہاں ملا دیتا تو اچھا سمجھا جاتا یہ تو ایسی
ہی مثال ہوئی کہ کسی نے طبیب سے پوچھا کہ بیگن کھالیا کروں طبیب نے اُسکو منع کردیا کہ مضر ہے
مریض نے کہا کہ اجی میرا تو بہت ہی جی چاہتا ہے اسکی تو اجازت ہی دیدو۔ طبیب کا کیا بگڑتا تھا
اُس نے کہدیا کہ کھایا کرو۔ یوں چاہتے ہیں لوگ کہ میں بھی ایسا ہی کیا کروں پھر اُن مولوی صاحب
نے کئی دن بعد اپنا مفصل حال تحریری لکھکر دیا۔ جسمیں یہ بھی ظاہر کیا کہ ذکر کے وقت حسب تعلیم حضور
محض تصور ذات حق رکھنے سے مجکو بہت نفع ہوا۔ چونکہ مدت سے مختلف تصورات کا حسب تعلیم
ایک شاہ صاحب کے عادی تھا اس لئے سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ واقعی مختلف تصورات سے یکسوئی
نہ ہوتی تھی۔ اب محض تصور ذات حق سے مجکو بہت نفع محسوس ہوتا ہے۔ انہیں مولوی صاحب
نے رخصت ہونے سے قبل ایک اور رقعہ لکھکر جمعہ کے دن پیش کیا اسمیں یہ بھی درخواست تھی
کہ مجھے امید ہے کہ مجھے بیعت کر لیا جاویگا غالباً بیعت کی جگہ کوئی اور لفظ بطور استعارہ کے
لکھا تھا۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ آج کل مجہول کے صیغے استعمال کرنے کا بھی عجیب بیہودہ رواج ہو گیا
ہے۔ رسوم کا بہت ہی غلبہ ہو گیا ہے۔ سیدھی سادی عبارت میں لکھئے کہ مجکو مرید کر لو چنانچہ اُسکو وقت
درست کرا کر وہ رقعہ رکھ لیا پھر قبل مغرب مکان پر بلوا کر اُن کو بیعت کر لیا اور فرمایا کہ مولوی صاحب
میرے قلب میں واقعی آپ کی محبت ہے بلکہ عقیدت ہے۔ میرا کہا سنا معاف کیجئے گا میں
جو کچھ سختی کرتا ہوں اپنے نفس کیلئے نہیں کرتا۔ بات یہ ہے کہ جس سے تعلق ہوتا ہے اسکے لئے یہی جی
چاہتا ہے کہ اُسمیں کسی طرح کی کمی یا نقص نہ رہ جاوے۔ اسی لئے بات بات پر ٹوکتا ہوں اور
اُس کی اصلاح کرتا ہوں۔ احقر سے فرمایا کہ مکان پر اسلئے بیعت کیا ہے کہ آج جمعہ کا دن ہے پرچہ
وغیرہ نہیں لیا جاتا۔ خلاف معمول وہاں سب کے سامنے آج بیعت کرنا مناسب نہیں معلوم ہوا۔

(۵۰۴) فرمایا کہ بیعت ضروری نہیں تعلیم بڑی چیز ہے اور ملقن کے ساتھ اعتقاد۔ کیونکہ اگر

اعتقاد ہو تو چاہے وہ خود کسی قابل نہو لیکن اُس کا (یعنی تعلیم حاصل کرنے والے کا) کام بن جاتا ہے بشرطیکہ صحیح سلسلہ ہو۔ اگر صحیح سلسلہ نہو تو نرے اعتقاد سے کچھ نہیں ہوتا۔ صحیح سلسلہ ہونیکی صورت میں چونکہ سلسلہ دور تک متعدی ہوتا ہے۔ اس کے واسطے سے بزرگوں کا فیض پہونچ جاتا ہے۔ ایک بار فرمایا کہ صحیح سلسلہ کا اثر ایسا ہی ہوتا ہے جیسے نسب کے صحیح سلسلہ ہونیکا۔

۵ رجب المرجب ۳۴ھ

(۵۰۵) مثنوی شریف میں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزہ کا ذکر آیا کہ حضور کے ایک موزہ کو عقاب اُٹھا لیگیا کیونکہ اسمیں سانپ بیٹھا تھا تاکہ حضور اُس کے کاٹنے سے محفوظ رہیں ہمارے حضرت نے فرمایا کہ یہاں تو جانور خدمت کرے اور موذی جانور سے بچاوے۔ اور بعض آدمی ہوکر ایسے بھلے مانس ہیں جو قصداً دوسرے آدمی کو کٹواتے ہیں ایک حکمراں امیر کی حکایت بیان فرمائی کہ اُنکا نوکر جوتہ پہنانے آیا اُن امیر صاحب نے دیکھا کہ اس کے اندر ایک بچھو بیٹھا ہوا ہے اُنھوں نے نوکر کو وہ جوتہ دیا کہ یہ تنگ ہے ذرا اس کو پہنکر ڈھیلا کردو۔ نوکر نے جو ہیں اسمیں قدم رکھا کہ بچھو نے کاٹا امیر صاحب نے کہا کہ تم بڑے نالائق ہو اگر ہم پہن لیتے تو اسی طرح ہمیں کاٹتا یہ گویا آپ نے تعلیم دی تھی۔ اللہ بچاوے۔ یہ امرا کی تعلیم ہے۔ اُن کی دل لگی ہوگئی۔ امیروں کی ہنسی دوسروں کی گل پھنسی

(۵۰۶) فرمایا کہ عموماً یہ قاعدہ ہے کہ جب کوئی غرض نکالنی ہوتی ہے تو کوئی دین کی غرض بھی شامل کرلیتے ہیں۔ مثلاً کہتے ہیں کہ ایک تعویذ دیدیجئے کہ فلاں بیوہ نکاح پر راضی ہوجاوے کیونکہ بیوہ سے نکاح ثواب ہے سنت ہے۔ پھر فرمایا جی ہاں سنت ہی سمجھکر تو نکاح کرتے ہیں آپ۔ اور ہنسکر فرمایا چاہے سنت ہی کیلئے کرتے ہیں۔

(۵۰۷) حرص اور طمع کی مذمت میں اکثر یہ واقعہ منشی محمد جان صاحب کانپوری کی روایت سے اُن کے ایک دوست کا چشم دید فرمایا کرتے ہیں کہ ایک صاحب کھانا کھا رہے تھے ایک کتا آکھڑا ہوا۔ اُنھوں نے اٹھکر بہت ادب کے ساتھ جھک کر کہا السلام علیکم اور پھر بیٹھکر کھانے لگے ساتھی نے پوچھا کہ یہ کیا واہیات حرکت تھی۔ آپ نے کہا کہ جن اکثر کتوں کی شکل میں رہتے ہیں شاید یہ کتا نہو جن ہو اور جنوں میں بھی بادشاہ ہو اور شاید خوش ہوکر مجھے روپیہ دیجاوے۔ روپیہ کے لالچ میں اتنے احتمالات نکالکر آپ نے کتے کو سلام کیا۔ ایک اور حکایت اس سے بڑھکر حرص کے متعلق

فرمائی کہ ایک شخص نے جسکو لڑکے چھیڑتے تھے اپنی جان بچانے کو لڑکوں سے جھوٹ موٹ کہا کہ دیکھو وہاں مٹھائی تقسیم ہو رہی ہے لڑکے سب دوڑ کر اُس طرف چلے تو آپ بھی اُن کے پیچھے پیچھے بھاگے کہ ممکن ہے سچ مچ بٹ رہی ہو حالانکہ اس جھوٹی خبر کے دینے والے خود آپ ہی تھے لیکن لڑکوں کو بھاگتے ہوئے دیکھکر خود بھی احتمال ہوا کہ شاید در اصل مٹھائی تقسیم ہو رہی ہو۔

(۵۰۸) فرمایا کہ غیر ذی روح چیزوں میں شعور بھی ہے اور کم و بیش حق تعالیٰ کی معرفت بھی اپنی تسبیح کا علم بھی لیکن اختیار نہیں۔ ترکِ تسبیح پر قدرت نہیں۔

(۵۰۹) فرمایا کہ ماموں صاحب ایک کام کی بات فرماتے تھے وہ جی کو بھی لگی۔ کہتے تھے کہ جانوروں کو اکثر کشف زیادہ ہوتا ہے اسکی تائید میں وہ کہتے تھے کہ حدیثوں میں بھی آیا ہے کہ عذاب قبر کو سب سنتے ہیں سوائے ثقلین کے تو جانوروں کیلئے عذاب قبر کا مکشوف ہونا معلوم ہوا اس سے کشف کی قدر دیکھ لو کشف کیا چیز ہے۔ اسمیں تو جانور بھی انسان سے بڑھے ہوئے ہیں۔

(۵۱۰) ایک دیہاتی نے کسی بات کے سچ ہونے پر قسم کھائی کہ اگر جھوٹ ہو تو ایمان نصیب نہو تو بہ کرائی اور فرمایا کہ ایسی قسم بڑا گناہ ہے ایمان ایسی معمولی چیز ہو گئی کہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر یہ قسم کھالیں کہ اگر جھوٹ ہو تو ایمان نصیب نہو معلوم ہوتا ہے عظمت نہیں ایمان کی ایمان نہیں تو کچھ بھی نہیں۔ اس کی وہاں قدر ہو گی جب فرعون اور ہاماں کو کوئی اُمید نہو گی نکلنے کی۔

(۵۱۱) شاہ ولایت صاحب کا یہاں عرس ہوا کرتا ہے اُس کا تذکرہ تھا۔ فرمایا کہ یہاں کے اہل بدعت میں بھی زیادہ غلو نہیں۔ الحمد للہ یہاں اہل باطل کو چھپنا پڑتا ہے بعض جگہ تو اہل بدعت کا ایسا غلبہ ہے کہ اہل حق کو چھپنا پڑتا ہے یہاں بفضلہ اہل بدعت مغلوب ہیں اور اہل حق غالب۔

پھر فرمایا کہ جو بزرگ شادیوں میں بھی باجہ نہیں بجنے دیتے تھے مرنے کے بعد اُن کی قبروں پر باجے بج رہے ہیں۔ پھر فرمایا کہ لوگ ان رسوم میں مصلحتیں بیان کرتے ہیں لیکن خرابیاں بہت ہیں۔ پیروں کے یہاں مٹھائیاں خوب تقسیم ہوتی ہیں۔ مردوں کا تو کبھی توشہ ہے کبھی سہ منی ہے کبھی گیارہویں کبھی کچھ کبھی کچھ اور کبھی کوئی زندوں سے بیعت ہو رہا ہے اسکی مٹھائی تقسیم ہو رہی ہے کسی کا کوئی کام ہو گیا ہے وہ لا رہا ہے مٹھائی۔ سب واہیات۔ میں نے مشائخ کی مجالس میں یہ تذکرے سنے ہیں کہ فلاں جگہ کے چاول اچھے ہوتے ہیں فلاں جگہ مٹھائی عمدہ بنتی ہے۔ بھائی تم کہنا

مولوی عبدالحق صاحب سے کسی نے پوچھا کہ مولود کیسا ہے مجھے بڑے آزاد۔ کہا ایک تو بڑا فائدہ ہے کہ پڑھنے والے کو دوہرا حصہ ملتا ہے۔

(۵۱۲) ایک صاحب نے اپنی آمد اور قیام کی تاریخیں انگریزی لکھیں اور پوچھا کہ ان تاریخوں میں آپ کا قیام وطن میں ہوگا۔ تحریر فرمایا کہ میں کہاں منطبق کرتا پھروں۔ اسلامی تاریخیں دیکھکر اور خود منطبق کر کے لکھئے۔ زبانی فرمایا کہ اگر کسی سے کوئی کام ہے تو جہاں تک ہو سکے اُسکے ساتھ آسانی کرنا چاہیئے۔ خود اُن کو جنتری دیکھکر اور منطبق کر کے اسلامی تاریخیں لکھنا چاہیئے تھیں یہ انہیں کا کام تھا۔ انہیں صاحب کی بابت احقر کے ایک عنایت فرمانے لکھا تھا کہ وہ حضرت کے دربار کے آداب سے ناواقف ہیں آپ اُن کو مدد دیجئیگا۔ حضرت نے دربار اور آداب کے الفاظ پر کراہت کے ساتھ فرمایا کہ لاحول ولا قوت کہاں کا دربار اور کیسے آداب۔ پھر فرمایا کہ یہاں کا ادب یہی ہے کہ کوئی ادب نہو۔ یعنی بالکل بے تکلفی اور صفائی ہو تکلف اور زیادہ ادب آداب ہی سے تو یہاں کام نہیں چلتا۔ بس سیدھی سیدھی بات جو طریقہ مسنون ہے۔ صفائی ہو بات میں۔ ابہام کو میں پسند نہیں کرتا۔ اسی لئے جس خط میں کوئی ابہام ہوتا ہے میں جرح قدح کرتا ہوں۔ کیونکہ جب تک میں خود نہ سمجھ لوں جواب کیسے دوں۔ اگر کوئی بیعت کی غرض سے آنا چاہتا ہے تو لکھدیتا ہوں کہ اس غرض سے نہ آویں محض ملاقات اور باتیں سننے کیلئے آویں ابہام کو میں پسند نہیں کرتا تا کہ یہ نہو کہ دل میں تو لائے کچھ اور۔ اور یہاں پائے کچھ اور۔

(۵۱۳) فرمایا کہ میں دعوت اور ہدیہ میں حلال اور حرام کو تو زیادہ نہیں دیکھتا کیونکہ میں متقی نہیں۔ بس جو فتویٰ فقہی کے رو سے جائز ہو اُسے جائز سمجھتا ہوں۔ تقویٰ کا اہتمام نہیں لیکن اس کا بہت خیال رکھتا ہوں کہ دین کی عزت میں کمی نہو۔ دھوکہ نہو اور تیسری بات یہ ہے کہ بوجھ نہو یعنی گنجائش سے زیادہ نہو۔ نہ حالاً نہ قالاً یعنی دیتے وقت غلبۂ محبت کی وجہ سے گرانی محسوس نہو۔ پھر نانی یاد آوے کہ افوہ دس دیدیئے۔ معتقدین کی بابت تو بڑی احتیاط کرنی پڑتی ہے کہ کہیں اس کو دھوکہ نہو یہ نہ معلوم کیا سمجھکر مجھے دیتا ہو۔ اور در اصل میں ویسا نہوں۔ مخالف تو گھر بھی بخشے تو لاؤ۔ اس واسطے کہ تم تو ہمارے مسلک کو جانتے ہو اور پھر بھی دیتے ہو تو لاؤ۔ وہاں کوئی دھوکہ نہیں۔ مخالف تو سرکاری پروانہ سے دیتا ہے۔ جھک مار کر دیتا ہے۔

پھر فرمایا کہ عداوت میں تو کوئی دیتا نہیں لیکن اختلاف مسلک میں دیدیتے ہیں محبت تو ضرور انکے دل میں اُٹھتی ہے جبھی تو دیتے ہیں۔ بڑی بڑی رقمیں ایسے لوگوں نے مجھے دی ہیں اور میں نے لیلیں۔ بلکہ میں تو جرمانہ سمجھتا ہوں مجھے خود جرمانہ کرنا چاہیئے تھا نہ کہ وہ خود ہی جرمانہ ادا کرتے ہیں پھر اُن سے کیوں نہ لوں۔

(۵۱۴) فرمایا کہ امراء عموماً اہل علم کو بیقدر سمجھتے ہیں بجز اُن کے جنھوں نے صحبت اہل علم کی اٹھائی ہے۔ اہل علم خود جا جا کر گھستے ہیں۔ مجھے تو بڑی غیرت آتی ہے صاحب۔ اہل علم کیوں ذلیل ہوں ؎ بئس المطاعم حین الذل تکسبہا + فالقدر منتصب والقدر مخفوض۔ اپنی پیاز روٹی اچھی اس بریانی سے جسمیں ذلت ہو اور امراء جو اہل علم کو بے قدر سمجھتے ہیں تو یہ وجہ ہے کہ اُن امراء کو ایسے ہی اہل علم ملے جو قابل ذلت تھے۔ اسلئے میں امراء کو بھی معذور سمجھتا ہوں ایک صاحب ذی استعداد اہل علم کا واقعہ بیان کیا کہ دنیا دار فاسق فاجر شرابی کے یہاں کسی کی سفارش کیلئے پہونچے وہ ہوا خوری کیلئے ٹمٹم پر جا رہا تھا۔ کہا اسوقت فرصت نہیں پھر آیئے گا۔ مولوی صاحب پھر پہونچے۔ پھر فرمایا کہ امراء کی کیا خطا۔ ہم لوگوں نے خود اپنی حالت ایسی کر دی۔ حضرت میری تو رائے اسمیں بہت دور تک ہے۔ میں تو چندوں کی بابت بھی علماء کا زبان سے کہنا بالکل پسند نہیں کرتا۔ لوگ بڑی تہمت لگاتے ہیں۔ بالکل یہ سمجھتے ہیں کہ کھانے کمانے کو مولویوں نے مدرسے کھول رکھے ہیں اُن کے دروازہ پر چندہ کے لئے کبھی نہ جائے۔ پھر فرمایا کہ اپنی ذات سے جو خدمت دین کی ہو سکے وہ کر دے اگر چندہ نہ آوے نہ سہی۔ اگر ہم لوگوں کے قلوب درست ہو جاویں تو سلف صالحین کے طرز پر دین کی خدمت کریں۔ اُن کو ہرگز حاجت بڑے بڑے مکانوں کی نہ تھی ہر عالم اپنے گھر پر درس دیتا تھا۔ لیکن اس حالت میں میں یہ رائے نہیں دونگا کہ مدرسے موقوف کر دیئے جائیں۔ مدرسوں کا وجود خیر عظیم ہے یہ موقوف نہ ہونے چاہئیں۔ کیونکہ یہ زمانہ ہی ایسا ہے مگر اعتدال سے تو نہ گذرے۔ مولانا گنگوہی کے یہاں حدیث کے دورہ میں ستّر ستّر طالب علم ہوتے تھے اُن کا کھانا بھی کپڑا بھی۔ مگر کچھ فکر ہی نہیں نہ تحریک نہ کبھی کسی سے فرمایا۔ ایک کمرہ بھی نہیں ہوا یا جب وہاں کی جامع مسجد تیار ہوئی ہے مولانا کو اُس کا بڑا اہتمام تھا۔ مگر باوجود اسکے بھی کسی کو نہیں کہا۔ نواب محمود علی خاں نے عریضہ بھیجا کہ تخمینہ کر کے بھجوا دیجئے۔ مولانا نے صاف

جواب دیدیا کہ مجھے فرصت تخمینہ کرانے کی نہیں۔ نہ میرے پاس آدمی۔ اگر آپ کا دل چاہے خود اپنے آدمی سے تخمینہ کرا لیجئے۔ دیکھئے لوگ ایسے موقعوں کو غنیمت سمجھا کرتے ہیں۔ لیکن وہ کیوں غنیمت سمجھے جسکے پاس اُس سے زیادہ غنیمت یعنی حضرت حق موجود ہوں۔ مولانا نے صاف ٹکا سا جواب دیدیا کہ اگر چاہتے ہو تو اپنا ہی آدمی بھیجکر تخمینہ کرا لینگاؤ۔ یہ شان علماء کی ہونا چاہیئے۔ حضرت نہ وہاں چندہ تھا نہ کچھ تھا۔ پھر بھی ہر وقت خندہ ہی خندہ تھا۔ مولانا کے یہاں لوگوں نے مسجد بنوانا چاہی صاف فرما دیا کہ میرے بھروسے نہ بنوانا میں کسی سے نہ کہونگا۔ ایک مسجد کی تجدید تعمیر کیلئے چندہ کی ضرورت تھی۔ مولانا کے پاس تصدیق کرانے کیلئے فہرست لائے فرمایا کیا ضرورت ہے۔ کچی بنا لو جی۔ لوگوں نے کہا کہ گر پڑیگی۔ فرمایا کہ پکی بھی تو گر پڑی۔ جب تو پھر بنانے کی ضرورت پڑی۔ بلکہ کچی گر پڑے تو اُس کا پھر بنا لینا سہل ہے۔ اب یہ مذاق منجانب اللہ پیدا ہو جاتا ہے۔ ہم اگر ایسا کریں تو اعتراض ہوتے ہیں۔ مگر مولانا پر تو اعتراض نہیں پڑ سکتے اگر قلب میں یہ کیفیت پیدا ہو جائے تو بادشاہ کی بھی حقیقت نہیں۔

(۵۱۵) فرمایا میں نے آج کل ایک دوست کو کچھ نصیحتیں ذرا تیزی سے لکھی ہیں۔ دیوبند کے پڑھے ہوئے ہیں۔ مناسبت بھی ہے پوری طور پر اسلئے لکھدیں ورنہ نصیحت کرنے کی بھی ہمت نہیں ہر ایک کو۔ اُنھوں نے بیچاروں نے مان لیا۔ اور برا نہیں مانا۔ اسکے بعد اُنھوں نے لکھا کہ میں پندرہ روپیہ بھیجنا چاہتا ہوں۔ میں نے صاف لکھدیا کہ یہ تو پندرہ روپیہ گویا تکدر رفع کرنے کیلئے تم بھیجتے ہو۔ ہرگز نہ بھیجنا۔ اُنھوں نے ایک متعصب کافر کو اپنے یہاں ملازم رکھا اور اُس کا خواب لکھکر مجھسے تعبیر چاہی کہ میرے ایک دوست نے جو فلاں مذہب کے ہیں یہ خواب دیکھا ہے متعصب کافر کو اپنا دوست لکھا۔ میں نے انہیں ڈانٹ کر خط لکھا۔ چنانچہ اُنھوں نے اُسکو فوراً نکالدیا۔ پھر پندرہ روپیہ کے انکار پر فرمایا کہ یہ خدا نے مدد کی کہ دل میں انکار پیدا کر دیا۔ اور کیا خبر اُس پندرہ کے عوض اللہ میاں نے اور کتنے دلا دیئے ہوں۔ اور یہ کہنا کہ اگر وہ پندرہ روپیہ بھی لے لئے جاتے وہ اور جگہ سے آنیوالے پھر بھی تو آتے۔ غلط ہے۔ ممکن ہے کہ نہ آتے۔ اور اگر آتے بھی تو کیا تھا مصالح دینیہ کی حفاظت کے سامنے روپیہ کیا چیز ہے مجھے تو صاحب بڑا وہم ہے ایسے امور میں۔

(۵۱۶) بعد مغرب ایک ذاکر شاغل سے بعد دریافت حال فرمایا کہ تم کم قوت ہو ضرب اور جہر چھوڑ دو وظیفہ کے طور پر پڑھو۔ بہت جلدی جلدی تو پڑھنا نہیں۔ لیکن جہر اور ضرب موقوف کردو۔ دو چیزوں کا

ہمیشہ خیال رکھو معدہ کا اور دماغ کا۔ اُن کی بہت ہی حفاظت کرنا۔ تندرستی کا دار مدار انہیں پر ہے بے تندرستی کے آدمی کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ اور اگر تندرستی ہو تو سب کچھ کر سکتا ہے۔ پھر فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے آپ نے زور زور سے ذکر شروع کر دیا ہے۔ اُنھوں نے عرض کیا کہ ہاں۔ فرمایا کہ کشتی لڑنا تھوڑا ہی ہے۔ خیر دو تین دن وظیفہ کے طور پر پڑھکر حال کہنا۔ پھر اپنے سامنے ذکر کرا کر دیکھونگا۔ اور اصلاح کرونگا

(۵۱۷) لڑکوں کو حضرت آپسمیں نہیں ملنے دیتے فرمایا کہ بظاہر یہ سختی معلوم ہوتی ہے کہ ہنسنے کھیلنے بھی نہیں دیتا۔ حالانکہ اُنکا کسی سے ملنا بس زہر ہے۔ جیسے سانپ کیسا خوبصورت چکنا چکنا اور نرم ہوتا ہے بچہ کو اگر روکا جائے تو وہ سمجھتا ہے کہ مجھے کیسی اچھی چیز کے ہاتھ میں لینے سے روکتے ہیں حالانکہ ؎ زہر ایں مارِ منقش قاتل ست۔

۱۷ رجب المرجب ۳۴ھ

(۵۱۸) فرمایا کہ بعض عارفین کا قول ہے کہ الہام میں غلطی نہیں ہوتی۔ جیسے حواس اگر ماؤف نہیں تو اُن میں غلطی نہیں ہوتی مگر جمہور کا مذہب یہی ہے خود اہل کشف میں سے بھی کہ کشف و الہام ظنی ہے قطعی نہیں۔

(۵۱۹) مثنوی شریف میں یہ مضمون آیا کہ بعض اوقات جان کی بلا مال پر ٹل جاتی ہے بعضی چھوٹی بلا بڑی بلاؤں کا عوض ہو جاتی ہے ؎ ایں بلا دفع بلاہائے بزرگ + احقر نے عرض کیا کہ آیا یہ بات قرآن حدیث سے بھی ثابت ہے فرمایا کہ یہ کیا ضرور ہے کہ جو بات صحیح ہو وہ حدیث ہی میں ہو لیکن ہے بات صحیح۔ اب یہ حدیث میں کہاں ہے کہ جا زیدٌ۔ پھر فرمایا کہ کبھی غور نہیں کیا۔ امید تو ہے کہ اگر تلاش کیا جاوے تو قرآن حدیث ہی میں کہیں سے یہ مضمون نکل آئے۔

(۵۲۰) فرمایا کہ اوروں میں تو اپنی غرض ہی غالب ہوتی ہے اور اولیاء اللہ میں غرض تو ہے لیکن مغلوب۔ حتی کہ تربیت میں ثواب کی بھی نیت ہوتی ہے لیکن اس کا جو اصل محرک ہوا ہے وہ یہی ہے کہ دوسرے کو نفع ہو۔

(۵۲۱) فرمایا کہ بعضے اطباء پہلے سے مریض یا اُس کے اعزہ سے کہدیتے ہیں کہ چار دن بعد مرجائے گا۔ یہ نہیں چاہیئے۔ خواہ مخواہ پہلے سے پریشان کرنا۔ اس سے علاج وغیرہ کی حسرت نہیں نکالنے پاتے۔

(باقی آئندہ جمادی الاخریٰ)

(۵۲۲) حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حضرت عزرائیل علیہ السلام کو تھپڑ مارنے کا ذکر آیا۔ فرمایا کہ سہل توجیہ یہ ہے کہ حضرت عزرائیل علیہ السلام بشر کی شکل میں آئے تھے اسلئے پہچانا نہیں۔ اُنھوں نے روح قبض کرنیکی اجازت چاہی آپ نے سمجھا کہ یہ کوئی قاتل ہے اسلئے دھپ رسید کیا کہ اسے یہیں سینت دوں۔ آنکھ بھی تو پھوٹ گئی تھی۔ اس سے بھی تو معلوم ہوتا ہے کہ بشر ہی کی شکل میں آئے تھے ورنہ صورت ملکیہ میں بشر کا ایسا تصرف موثر نہیں ہوتا۔

(۵۲۳) فرمایا کہ ریاضت و مجاہدہ کی دو قسم ہیں۔ ایک مجاہدۂ اختیاریہ دوسرا مجاہدہ اضطراریہ۔ جب کسی پر حق تعالیٰ کی رحمت ہوتی ہے تو اُس کو مجاہدۂ اضطراریہ میں مبتلا کر کے صبر دیتے ہیں جس سے رفع درجات ہوتا ہے پس ایک مجاہدہ تو یہ ہے کہ خود تقلیل لذات کو اختیار کیا اور ایک یہ کہ خود تو تقلیل لذات نہیں کیا لیکن حق تعالیٰ نے اُسکو کسی مصیبت میں مبتلا کر دیا مثلاً بچہ مر گیا پھر اُس نے صبر کیا۔ اس سے رفع درجات ہوا۔ اس آیت میں اسی کا ذکر ہے ولنبلونکم الیٰ قولہ اولٓئک علیہم صلوٰتٌ من ربهم مجاہدہ اضطراریہ میں بھی اجر ملتا ہے۔ اس سے زیادہ کیا ہے کہ فرماتے ہیں اولٓئک علیہم صلوات من ربهم ورحمة۔

(۵۲۴) فرمایا کہ غدر کے زمانہ کا ایک عجیب و غریب قصہ ایک صاحب بیان کرتے تھے۔ لٹیروں نے آکر گولیاں چلانی شروع کیں ایک شخص کی کنپٹی میں آکر گولی لگی۔ گولی دور سے آئی تھی قوت اُس کی ختم ہو چکی تھی اس لئے کنپٹی کے پار نہ نکل سکی بیچ دماغ میں جا کر گولی بیٹھ گئی اب نکالو کیسے بڑی پریشان ہوئی کسی کی سمجھ میں تدبیر نہ آئی لوگ سوچ ہی رہے تھے۔ خدا کی قدرت ایک گولی اُسی جگہ اور آکر لگی اور وہ اپنے ساتھ پہلی گولی کو بھی لیکر دوسری طرف نکل گئی۔ اور پہلی گولی اُس جگہ جا بیٹھی تھی جہاں خزانۂ نور ہے جس سے آنکھوں میں آمد نور کی بھی بند ہو گئی تھی نکلتے ہی آنکھیں کھل گئیں اب صرف زخم ہی زخم رہگیا جو کچھ دن میں اچھا ہو گیا۔ بھلا یہ علاج کون تجویز کر سکتا تھا کہ ایک گولی اس کے اور مارو ؎

دردم نهفته به ز طبیبان مدعی
باشد که از خزانۂ غیبش دوا کنند

کون سمجھ سکتا ہے حکمت کو۔ جو اس بات کو سمجھ گیا ہے اُس نے سب کاموں کو خدا پر چھوڑ دیا ہے۔ اسی حال کا مبالغہ ہے کہ بعضے بزرگوں نے دعا بھی چھوڑ دی۔ لیکن سنت یہ ہے کہ حال تو وہی ہو اور پھر بھی دعا کرے۔ ہے بڑا مشکل دونوں کو جمع کرنا۔ لیکن کمال یہی ہے۔

(۵۲۵) فرمایا کہ ایک صاحب نے مجکو عربی میں ایک خط لکھا اسی نام کے ایک اور صاحب
اُن کی بھی عادت تھی کہ عربی میں کبھی کبھی خط لکھ بھیجا کرتے تھے میں نے انہیں کو سمجھکر جواب لکھا
چونکہ اُن سے بے تکلفی تھی اسلیئے بہت سی باتیں بے تکلفی کی اُن کو لکھیں۔ بعضی باتیں بہت بے تکلفی
کی لکھدیں۔ بعد کو مجھے معلوم ہوا کہ وہ دوسرے صاحب ہیں مجکو نہایت شرمندگی ہوئی اور ابتک
حجاب کے اُن کو معذرت نہ لکھ سکا کئی برس ہوگئے۔ اس انتظار میں ہوں کہ کسی بے تکلف شخص
ہاتھ کہلا کر بھیجوں۔ لیکن ابھی تک کوئی ایسا شخص ملا ہی نہیں۔ مناسب ہے کاتب خط کو کہ اپنا پورا
پتہ اور نشان لکھے۔ تاکہ ایسے اشتباہات واقع نہوں۔

۲۰ و ۲۱ رجب المرجب ۳۴ھ ہجری

(۵۲۶) فرمایا کہ انسان کی رحمت میں ارادۂ خیر کا مبداء رقت ہے۔ حق تعالیٰ کی رحمت میں ارادہ
تو ہے۔ رقت نہیں۔

(۵۲۷) فرمایا حق تعالیٰ کی ذات وصفات کی کنہ وحقیقت کے ادراک کی جو نفی کیا کرتے ہیں
وہ درجۂ تفصیل میں ہے ورنہ اولیاء اللہ کو ذات وصفات کی کنہ کا انکشاف ذوقی طور پر درجۂ اجمال
میں حاصل ہوتا ہے جو عوام کو نہیں ہوتا۔ اور جنت میں گو رویت ہوگی۔ لیکن کنہ ذات کا احاطہ وہاں
بھی نہ ہوگا۔ اور اولیا کو جو یہاں رویت ہوتی ہے وہ بالقلب ہوتی ہے۔

(۵۲۸) فرمایا کہ قدر کا مسئلہ اجمالاً ہی سمجھ میں آسکتا ہے اس کا مرجع بعض صفات کی کنہ کا ادراک
ہے جو خود عقل متوسط سے خارج ہے جنت میں بھی اس کا پورا انکشاف نہو سکے گا۔

(۵۲۹) فرمایا کہ بیدر کھنے کو عوام ناجائز سمجھتے ہیں کہتے ہیں کہ یزید رکھتا تھا۔ یہ بالکل واہیات ہے
بید رکھنا جائز ہے۔

(۵۳۰) اکثر لوگ خطوط میں کوئی حاشیہ حضرت کے جواب کیلئے نہیں چھوڑتے۔ فرمایا کرتے ہیں
کہ یہ بڑا ظلم ہے سخت تکلیف اور دقت ہوتی ہے۔ کم از کم ایک ثلث ہر صفحہ پر حاشیہ چھوڑ کر لکھنا چاہیئے
تاکہ سوال ہی کے متصل جواب لکھا جاسکے علیحدہ جواب لکھنے میں مطلب اچھی طرح سمجھ میں نہیں آتا۔
احقر نے عرض کیا کہ میں بلا نام نوٹ کے طور پر اس ہدایت کو لکھدیا کروں۔ فرمایا کہ میں چاہتا ہوں
کہ عملاً بھی سبکو معلوم ہو جاوے کہ اسکے یہاں کسی کا دخل نہیں ورنہ پھر لوگوں کو شبہات پیدا

و جائیں گے وثوق اور اطمینان نہ رہے گا۔ سمجھیں گے کہ کبھی کسی کا دخل معلوم ہوتا ہے کبھی کسی کا۔ میں بہت مصلحتیں ہیں۔ اور ایسا نوٹ لکھنے میں یہ مصلحت فوت ہو جاوے گی۔ پھر فرمایا کہ لوگ مجھے پہلے ہی سے برا بھلا کہتے ہیں۔ آپ کچھ لکھیں گے تو کہیں گے کہ یہ ایک اور نئے قانون بگھارنے والے یہاں پیدا ہو گئے۔ میں اپنی ایسی راحت نہیں چاہتا جسمیں مفاسد ہوں۔ یہی بہتر ہے کہ کسی کا دخل نہو۔ نہیں رعائتوں کی وجہ سے میری تکلیفیں اور بھی بڑھ گئی ہیں۔ ورنہ بہت سی تکلیفوں سے بچ سکتا تھا حقر نے عرض کیا کہ خود حضور ہی اتنی عبارت بڑھا دیا کریں۔ فرمایا کہ مجھے اتنی فرصت کہاں مجھسے یہ التزام نہیں ہو سکتا کہ ہر خط میں یاد کر کے یہ بھی لکھا کروں پھر فرمایا کہ خطوط کے متعلق ایک چھپا ہوا پرچہ رکھدیا کرتا تھا جسمیں یہ ہدایت بھی درج تھی کہ حاشیہ چھوڑ کر لکھا جاوے۔ لیکن کچھ بھی اثر نہ ہوا۔ لوگ ایسے کوڑ مغز ہیں کہ ایک صاحب نے چھپی ہوئی اطلاع کو واپس کر کے لکھا کہ سمجھ میں نہیں آیا کہ یہ تعویذ ہے یا کیا ہے احقر نے سخت تعجب کا اظہار کیا کہ معلوم ہوتا ہے پڑھا بھی نہیں۔ فرمایا کہ اسلئے نہ پڑھا ہو گا کہ تعویذ کا اثر نہ جاتا رہے۔ احقر کے استفسار پر فرمایا کہ تعویذ کے نہ پڑھنے کا اثر میں کچھ دخل بھی ہے۔ کیونکہ ابہام میں عقیدہ زیادہ ہوتا ہے ورنہ پڑھ لیا جاوے تو معمولی سی چیز معلوم ہوتی ہے کہ آہا یہ تو وہی ہے جو ہم جانتے تھے اور عقیدہ کو اثر میں دخل ہے ہی۔ اور تعویذوں میں تو بہت ہی دخل ہے۔

(۵۳۱) ایک صاحب نے سادہ لفافہ معہ پتہ کے جواب کیلئے بھیجا لیکن ٹکٹ اسپر چسپاں نہ کئے۔ بلکہ علیحدہ رکھدیئے۔ فرمایا کہ دیکھئے یہ توفیق نہیں ہوئی کہ ٹکٹ بھی لگا دیں بعض مرتبہ ٹکٹ ہوا میں اڑ جاتے ہیں ادہر ادہر ہو جاتے ہیں بعض مرتبہ اس شبہ پر کہ شاید ٹکٹ بھی بھیجا ہو مجھے اپنے گھر سے لگانے پڑے ہیں۔ یہ ایذا رسانی کی باتیں ہیں ان سے کوئی مصلحت پوچھے کہ ٹکٹ لفافہ پر چسپاں کیوں نہ کر دیئے مجکو ضرر پہونچا یعنی ایذا ہوئی اور ان کی اسمیں کوئی مصلحت نہیں۔

(۵۳۲) ایک صاحب نے لکھا کہ (لڑکے کی یا کسی اور عزیز کی) گھر میں شادی ہے میں تو کوئی کام خلاف شرع نہ کرونگا۔ شاید گھر والے کریں۔ کیا کروں کہیں چلا جاؤں۔ فرمایا کہ یہ گھر والے ہیں۔ بے غیرت آدمی۔ ایسے ایسے باہمت لوگ ہیں۔ جواب تحریر فرمایا کہ سخت تعجب ہے آپ کو اپنے گھر میں بھی قابو نہیں انا للہ۔

(۵۳۳) فرمایا کہ عشق مجازی عذاب ہی عذاب! اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔ پھر فرمایا کہ یہ اکثر کم ہمتی سے بڑھ جاتا ہے

چونکہ اُسکے خیال میں اور برتاؤ میں لذت آتی ہے اسلئے اسکو دفع نہیں کرتا۔ پھر بڑھ جاتا ہے۔ عرض کیا
کہ ملتے جلتے رہنے سے تو معمولی بات ہو جاتی ہے۔ عشق مجازی میں اس سے بجائے کمی کے ترقی کیو
ہو جاتی ہے۔ فرمایا کہ ملنے میں تسلی سی رہتی ہے معمولی نہیں ہو جاتا۔ مفارقت کے بعد معلوم ہوتا
کہ بڑھ گیا۔ کم نہیں ہوا۔ عرض کیا گیا کہ ایسا شخص اگر حق تعالی کی طرف رجوع ہو گیا تو اوروں سے
بڑھ جاتا ہو گا۔ فرمایا کہ بہت سے طرق ہیں یہ بھی ایک طریق ہے۔ اس محبت کو اگر حق کی طرف منصر
کر دے تو اس خاص کیفیت میں اوروں سے بڑھا ہوا ہوتا ہے۔ یہ نہیں کہ نفس حُب میں بھی اوروں
بڑھا ہوا ہو۔ یہ محض ایک لون ہے محبت کا۔ ممکن ہے کہ دوسرا لون اس سے اتم ہو یہ اکثر ضعیف القل
لوگوں کو ہو جاتا ہے۔

(۵۳۴) ایک صاحب مسجد میں حضرت کی طرف مُنہ کر کے مراقب ہو کر سہ دری کے سامنے بیٹھ
حضرت نے سختی کے لہجہ میں تنبیہ فرمائی کہ مولانا وظیفہ وغیرہ چھوڑ کر مراقب ہو کر آپ میری طرف منہ کر
کیوں بیٹھے ہیں اگر آپ کے سامنے کوئی اس طرح بیٹھ جائے تو آپ کو وحشت نہو۔ اپنے کام میں لگئے دو
کام میں کیوں خلل ڈالتے ہیں پھر فرمایا کہ عجیب رسمیں ہو گئی ہیں۔ بس لوگ ایسی حرکتیں تقرب حاصل کرنے
لئے کرتے ہیں کہ پیر خوش ہو کر زیادہ متوجہ ہوں گے اور اپنے خاص لوگوں میں سمجھنے لگیں گے۔ چنانچہ
رسمی پیروں کے یہاں ایسی باتوں کی بڑی قدر ہوتی ہے۔

(۵۳۵) ایک بنگالی مولوی صاحب جو ایک غالی بدعتی پیر سے بیعت تھے۔ جنکا انتقال ہو چکا۔
وہ اب حضرت کی خدمت میں قیام کی غرض سے حاضر ہوئے۔ سب باتیں دریافت کر کے فرمایا کہ مولانا
اگر یہ سب امور بیشتر خط سے طے ہو جاتے تو بہتر تھا۔ اسلئے کہ ایک جزو آپ یہاں بہت وحشت ناک سنیں گے
وہ یہ کہ آپ کے سابق پیر کے مسلک میں اور ہمارے مسلک میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ وہ ہمیں کافر
کہتے تھے اور ہم اونہیں کافر تو نہیں کہتے لیکن انتہا درجہ کا گمراہ ضرور سمجھتے ہیں۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ جو ہمیں
باوجود مسلمان ہونے کے کافر سمجھے ہم بھی اُسے کافر سمجھتے لیکن حاشا وکلا ہم حدود شرعیہ سے تجاوز
ہرگز نہیں کریں گے۔ لاحول ولا قوت۔ لیکن ہم یوں کہیں گے کہ گمراہ شخص تھے جو مسلمانوں کو کافر
کہتے تھے اور میں اسکو ظاہر بھی نہ کرتا کیونکہ میرے طریقہ کے بالکل خلاف ہے کہ کسی کے معتقد کے سامنے
اُس شخص کی برائی کیجاوے کیونکہ اسمیں اُس معتقد کی دل آزاری ہے جسکو میں بلا ضرورت نہایت

ناپسند کرتا ہوں۔لیکن چونکہ معاملہ کی بات ہے اسلئے مجکو ظاہر کرنا پڑا اگر آپ مہمان ہوتے تو خیر ہم آپکی رعایت سے دوچار روز کیلئے اسکی پابندی کرلیتے کہ آپ کے شیخ اول کے متعلق کوئی گفتگو نہ کرتے لیکن اس حالت میں کہ آپ اپنی اصلاح باطن کیلئے یہاں مقیم رہیں گے ہم اتنے دن کیلئے اپنی آزادی میں کیوں خلل ڈالیں اور خصوصاً ایسے شخص کیلئے جو اپنے سے طالب اصلاح کا ہو بلکہ اس حالت میں تو یہ قصد ہوگا کہ طالب کو بھی اپنے مشرب پر لائیں پھر اختلاف بھی معمولی اختلاف نہیں سخت اختلاف ہے ایسا کہ وہ ہمیں کافر کہتے ہیں۔یہ بتلایئے کہ آپ اونہیں گمراہ سمجھیں گے یا نہیں۔دو ٹوک بات ہے۔ میرے یہاں معاملات ہیں صاف۔وہ صاحب اسپر کچھ خاموش ہوئے۔فرمایا کہ یہ امر آپ کو شاق ہوگا اور ہم بھی آپ کو یہ مشورہ نہ دیں گے کیونکہ جس شخص سے ایک مرتبہ دین کا فائدہ پہونچ چکا ہے۔ اُسکو بُرا کہنا بھی ہے بُرا۔کیونکہ احسان کے خلاف ہے لیکن ایسی صورت میں ہم بھی تو خدمت سے معذور ہیں کیونکہ اگر آپنے اُن کو محقق سمجھا تو جسکو وہ کافر سمجھیں اُس سے آپ دین کی اصلاح کی کیوں توقع رکھیں اور اگر ہمیں کافر نہ سمجھا تو اُنہیں گمراہ سمجھنا پڑیگا۔کیونکہ جو مسلمان کو کافر سمجھے وہ کیا گمراہ بھی نہیں۔اور تیسری شق کوئی ہو ہی نہیں سکتی۔اور یہ جو آپ چاہیں کہ من وجہ اُنہیں حق پر سمجھیں اور من وجہ ہمیں۔تو اس سے کام نہیں چلتا۔مجھسے للّٰہ یہ تو ہو نہیں سکتی۔جو صاف بات تھی وہ کہدی اُن صاحب نے کچھ گفتگو کی جسپر حضرت نے فرمایا کہ تاویلیں نہ کیجئے۔اس تاویل سے اگر آپنے مجھے راضی بھی کرلیا تو آپ کو نفع کیا ہوا۔آپ کے دل کا تو چور نہ نکلا۔اس صورت میں آپ کو کیا نفع ہو سکتا ہے ایسے شیخ سے جسکو اپنا معتقد فیہ کافر کہتا ہو۔اسی واسطے تو میں کہتا ہوں کہ ان باتوں کو پہلے خطوط سے طے کرلینا چاہیئے تھا اب آپ مشکل میں پڑ گئے۔کیونکہ اتنی دور کا سفر کرکے آئے ہیں لوٹ جانا بھی آپ کو شاق ہوگا۔اور ہمسے آپکو نفع جب پہونچ سکتا ہے جب آپ اپنے شیخ اول کو گمراہ سمجھیں۔اور اس کا ہم خود بھی مشورہ نہ دیں گے کیونکہ جس شخص سے آپ کو دین کا نفع پہونچ چکا ہے اُسکو گمراہ سمجھنا بھی ایک قسم کی ناسپاسی ہے۔اسواسطے میں چاہا کرتا ہوں کہ پہلے معاملہ خط کتابت سے صاف کرلیا جاوے پھر فرمایا کہ بھلا ہم تو ملانے ہیں حضرت حاجی صاحب تو درویش تھے۔مسائل اختلافیہ میں بھی انہیں وسعت تھی ہمیں تو تنگی ہے لیکن باوجود اس وسعت کے آپ کے شیخ اُنہیں بھی اچھا نہیں سمجھتے تھے۔خلاصہ یہ کہ ہماری تحقیق میں وہ صاحب باطن نہیں تھے اور ایسے شخص کو بعیت کرنا

جائز نہیں جسکو باطن سے مس نہو۔ شاہ عبدالغنی صاحب اتنے بڑے محقق درویش اور عالم اُن کے وہ شاگرد تھے۔ پھر بھی یہ حالت تھی نہ معلوم شاہ صاحب کو بھی وہ اہل حق سمجھتے تھے یا کیا۔ کیونکہ شاہ صاحب کا اور ہمارے حضرات کا مسلک تو ایک ہی تھا۔ چنانچہ شاہ صاحب حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی کے اُستاد تھے تو حضرت شاہ صاحب کا تو یہ مسلک اور وہ (یعنی شیخ اول) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کے قائل تھے۔ عقائد میں اس درجہ اختلاف تھا۔ فرعی اختلاف میں تو کچھ نہیں لیکن اصول میں اختلاف بڑی بات ہے۔ علم غیب کا قائل ہونا تو عقائد کے متعلق ہے۔ جو کہ اصول کا اختلاف ہے۔ اسلئے میں تو آپ سے یہ کہلاؤنگا کہ فلاں گمراہ تھے۔ البتہ اگر کوئی شافعی آئے تو نعوذ باللہ اُس سے ہرگز نہ کہلاؤں کہ حضرت شافعی نعوذ باللہ گمراہ تھے کیونکہ اُن کے ساتھ محض فرعی اختلاف ہے۔ اسی طرح گو غیر مقلدوں سے مجھے بالکل مناسبت نہیں۔ لیکن ایک غیر مقلد آئے تھے اُنھوں نے مجھسے ذکر و شغل پوچھا چونکہ اُن سے فرعی اختلاف تھا اسلئے میں نے کچھ تعرض نہیں کیا۔ بتلا دیا۔ اُن مولوی صاحب نے کہا کہ علم غیب وغیرہ میں میرا عقیدہ اہل بدعت کا سا نہیں میں اُسکو بہت بُرا سمجھتا ہوں۔ فرمایا کہ یہ میرے سوال کا تو جواب نہوا۔ اتنا صریح صریح تو میں نے کہا۔ میں نے تو لگی لپٹی نہیں رکھی۔ اور نہ لگی لپٹی رکھنے کی میری عادت چاہے گالیاں پڑیں لیکن دھوکہ تو نہ ہو۔ آپ کو پھانسنے کی یہ ترکیب تھی کہ آہستہ آہستہ بتدریج اُن کو (یعنی شیخ اوّل کو) بُرا کہکر آپ کو اُن سے برگشتہ کرتا لیکن میں اسکو نہایت نازیبا حرکت سمجھتا ہوں۔ جو اخیر میں کہنا ہے وہ اول ہی روز کیوں نہ کہہ دیا جاوے کون للّو پتّو کرے۔ طالب کی خوشامد ہمارے ذمہ نہیں۔ خود طالب کی یہ شان ہونی چاہئے کہ وہ خوشامد کرے۔ بتدریج کون اپنے مشرب پر لائے۔ کوئی ہمارے اوپر دار و مدار نہیں بہت سے خدا کے بندے موجود ہیں۔ اور خدمت سے ہمیں بھی عذر نہیں۔ لیکن جب مسلک موافق نہیں تو پاس رکھنے سے کلفت ہوگی۔ ہاں خط کتابت سے ہمسے خدمت لیجائے۔ جو کوئی خط لکھے ہم اُس کا جواب دیتے ہیں پھر چاہے اُسے نفع ہو یا نہو۔ پاس تو اُسے رکھے جسکو نفع کی امید ہو۔ نہیں تو پاس رکھنا کلفت ہی کلفت ہے۔ میں تو اپنی طرف سے ختم کرچکا ہوں فقط آپ کے ذمہ جواب رہ گیا۔ اُن صاحب نے خاموشی اختیار کی۔ پھر فرمایا تعجیل میں یہ خرابی ہے۔ اگر خط و کتابت سے آپ طے کرتے تو جو کچھ میں لکھتا آپ گھر پر مطمئن ہوتے۔ جو چاہتے آزادی سے کہہ سکتے تھے۔ اب آپکو مشکل پڑ گئی۔ آئے کی پیچ پڑ گئی۔ یہ سب

تعجیل کی بدولت ہوا۔ اگر پیشتر سے طے کر لیتے تو سمجھکر آنا ہوتا اگر سمجھنے میں اور سمجھکر آنے میں بڑا فرق ہے وہ آنا لطف کا آنا ہوتا۔ اب کشاکشی میں پڑ گئے۔ حاجی ...... کے ایک مرید مجھ سے مثنوی پڑھنے آئے اور کہا کہ مجھے میرے پیر صاحب نے مثنوی پڑھنے کیلئے بھیجا ہے۔ میں نے صاف طور سے کہدیا کہ بھائی سنو صاف بات کہدینی اچھی ہوتی ہے ہم لوگ ..... صاحب کی شان میں گستاخی کیا کرتے ہیں۔ جو مہمان ہو تو اس کا ضرور خیال کرنا چاہئے۔ اور کوئی بات ایسی نہ کرنا چاہئے جس سے اُسکی دل آزاری ہو لیکن جو طالب ہو کر آیا ہے اُس کے لئے ہم اپنی آزادی میں کیوں خلل ڈالیں ہم صاف طور سے کہے دیتے ہیں کہ ہم ..... صاحب کی بابت بُرا بھلا کہنے سے آپ کی خاطر باز نہیں رہیں گے کیونکہ ہم انہیں گمراہ اور متجاوز عن الشریعت سمجھتے ہیں۔ اسپر اُن صاحب نے کہا کہ آپ جانیں اور وہ جانیں ہمیں اس سے کیا بحث۔ ہم نہ اُنہیں بُرا کہیں نہ آپ کو۔ ہمیں تو اُن کا حکم ہوا ہے کہ فلاں شخص سے مثنوی پڑھو۔ اس لئے مثنوی شریف پڑھنے آئے ہیں۔ آپ کو اختیار ہے اُنہیں جو چاہیں کہیں ہم بُرا نہ مانیں گے۔ چنانچہ وہ یہاں رہے اور مثنوی شریف کے درس میں شریک ہوتے رہے چونکہ محض مثنوی پڑھنے آئے تھے۔ اس لئے میں نے اُن کو قیام کی اجازت بھی دیدی۔ اور اُنکے عقائد سے تعرض نہیں کیا۔ اگر باطنی تعلیم حاصل کرنے آتے تو جب تک اُن سے یہ نہ کہلا لیتا کہ گمراہ ہیں ہرگز قیام کی اجازت نہ دیتا۔ کیونکہ ہمارے اُن کے عقائد میں سخت اختلاف تھا۔ پھر خدام میں سے ایک صاحب اہلِ بدعت کے تذکرے کرنے لگے۔ حضرت نے روکدیا۔ فرمایا کہ خیر ان تذکروں سے کدورت ہوتی ہے انہیں چھوڑیئے۔ مجھے تو معاملہ کی وجہ سے یہ تذکرہ کرنا پڑا۔ بجز ذکر محبوب کے کسی کا ذکر ہی نہ ہونا چاہئے۔ بلکہ دنیا کی باتیں کر لینا اس سے اچھا ہے۔ ان قصوں سے بہت ہی کدورت اور ظلمت قلب میں پیدا ہوتی ہے۔ میں تو بلا ضرورت کبھی ذکر نہیں کرتا۔ کیا کروں اسوقت ضرورت ہو گئی۔ پھر فرمایا کہ خیر اگر کسی کو خالی اختلاف ہی ہو تو بھی خیر ایک خطا ہے لیکن جو اہل حق سے اختلاف کے ساتھ عداوت بھی رکھے۔ اُس سے تو سخت ناگواری ہوتی ہے۔ وہ اہل حق سے عداوت رکھتے تھے اسوجہ سے ناگواری ہوتی ہے۔ بہت ہمنے بچپن میں جاہل فقیروں کو دیکھا ہے گانا بجانا سب ہی کچھ تھا لیکن اہل حق کے ساتھ عداوت نہ تھی۔ بلکہ انقیاد اور تسلیم تھا۔ اہل حق کے سامنے پست ہو جاتے تھے۔ زبان سے کہتے تھے کہ ہم گنہگار ہیں۔ اللہ معاف کرے۔ کتنی بڑی بات

تھی۔ آج اُن کی قدر ہوتی ہے گنگوہ میں ایک پیرزادے تھے۔ نہایت حسین جمیل بزرگ صورت۔ معلوم ہوتا تھا کہ واقعی پیر ہیں۔ ذاکر شاغل آدمی۔ میں اتفاق سے گنگوہ گیا۔ مجھے اپنے گھر لیگئے اور اپنی بیوی کو مجھسے بیعت کرایا۔ لوگوں نے کہا کہ آپ تو خود پیرزادے ہیں بیعت لیتے ہیں۔ اُن کا مرید کیوں کرایا۔ کہنے لگے کہ بھائی پیر تو یہی لوگ ہیں۔ ہم تو روٹی کھانے کے پیر ہیں۔ پھر حج کو گئے بمبئی کے بعضے سیٹھ لوگ اُن کے مرید تھے۔ اُنھوں نے پیر پکڑے تو منع کر دیا کہ یہ شریعت کے خلاف ہے وہ لوگ آپس میں کہتے تھے کہ پیر بگڑ گئے۔ وہابی ہو گئے۔ پیر پکڑنے سے منع کرتے ہیں۔ افسوس ہے ایسا پیر بگڑ گیا۔ اُن کے بھانجے اُن کے ہمراہ تھے وہ کہتے تھے کہ حج سے واپس ہونے کے بعد اُن کا ارادہ تھا کہ یہاں آکر بیعت ہوں گے۔ لیکن وہیں انتقال ہو گیا۔ یہ بھی اُن کی خوش قسمتی ہے کہ وہیں رہ گئے۔ وہ دل سے نفور ہو گئے تھے اپنے طریقہ سے۔ گنگوہ کے پیرزادوں میں یہ بات ہے۔ ایسے ہی انبہٹے کے پیرزادے ہیں۔ گو ہیں اپنے اُسی طریقہ پر لیکن اہل حق سے عداوت نہیں۔ ادب تعظیم علماء کی دل سے کرتے ہیں۔ ان لوگوں کو عداوت نہیں بلکہ عقیدت ہے۔ ہم لوگوں کو بھی اُن سے عداوت نہیں۔ اُن کے فعل کو البتہ برا سمجھتے ہیں۔ باقی دوسری جگہ کے لوگ تو بعضے بعضے عداوت بھی کرتے ہیں۔ اگر قابو چلے تو قتل کر دیں۔ عرب میں ایک شخص اسی عداوت میں ایک دوسرے میں جاکر روپیہ دے دیکر ہم لوگوں کی تکفیر پر مہریں کرا لایا۔ مولانا خلیل احمد صاحب نے اُن اہل مہر میں سے ایک صاحب سے کہا کہ خوب مال غنیمت لیا۔ مولانا کو یہ بات پہلے سے معلوم تھی۔ وہ صاحب کچھ بولے نہیں بس ہنسنے لگے۔ یہ نہیں کہا کہ میں نے کچھ نہیں لیا۔ تو گویا وہ عقائد میں مخالف نہیں تھے لیکن روپیہ لیکر مہر کر دی۔ اب ہم لوگوں کے پاس اول تو روپیہ کہاں۔ اور اگر ہو بھی تو خدا نہ کرے وہ دن کہ روپیہ دے دیکر مہریں کرائیں تاکہ عوام اپنے معتقد ہو جائیں۔ یہاں تو یہ حالت ہے کہ مولانا گنگوہی فرمایا کرتے تھے کہ اگر کوئی میرے مریدوں کو مجھسے پھیر دے تو فی آدمی ایک آنہ میں اُسے دینے کیلئے تیار ہوں۔ اور اگر کوئی مولوی کو پھیر دے تو فی مولوی ایک چونیؔ۔ پھر فی مولوی ایک روپیہ کر دیا تھا۔ اور جگہ گھیرتے ہیں۔ یہاں اور ہٹاتے ہیں۔ اُن سے کیا توقع کہ روپیہ دیں اور کام بنائیں۔ یہ کارروائیاں تو رہی ہیں وہ صاحب (یعنی شیخ اول مخاطب کے) بھی ایسے ہی غالی تھے۔ مولانا خلیل احمد صاحب کے ساتھ اُنھوں نے مکہ معظمہ میں بڑی بڑی کارروائیاں کی تھیں۔ پھر اُن مولوی صاحب کو مخاطب

کر کے فرمایا کہ میں یہ بھی کہے دیتا ہوں کہ محض اس لفظ کے کہنے پر بھی میں اکتفا نہ کرونگا تاوقتیکہ میرے
جی کو نہ لگ جاوے کہ آپ نے دل سے کہا ہے پس اگر آپ یہ لفظ بھی کہدیں گے لیکن میرے جی کو نہ لگا
تو میں صاف کہدونگا کہ میرے جی کو نہیں لگا۔ آپ کو دلیل پوچھنے کی بھی اجازت نہ ہوگی کیونکہ آخر
میں مسلمان ہوں میں پہچان لونگا کہ آپ نے دل سے کہا ہے یا محض کام نکالنے کی غرض سے۔ حدیث
شریف میں ہے الصدق طمانینۃ والکذب ریبۃ سچ بات دل کو لگتی ہے۔ جھوٹ بات
دلکو لگتی نہیں۔ تردد رہتا ہے۔ الحمد للہ میرے دل میں ایمان ہی چراغ ہے گو ٹمٹماتا ہوا ہے
پھر فرمایا اسی واسطے جو مجھسے پوچھتا ہے آنیکو میں اُس سے پہلے یہ باتیں صاف کرلیتا ہوں کہ کیوں
آتے ہو۔ کتنے دن رہوگے۔ وہاں کسی کا حق تو فوت نہیں ہوگا۔ کچھ حرج تو نہیں۔ قرضہ تو نہیں لینا
پڑیگا۔ اگر اصلاح باطن کیلئے آتے ہو تو اصلاح باطن کے کیا معنی سمجھتے ہو۔ غرض خوب صاف کر کے
پھر اجازت آنیکی دیتا ہوں تاکہ یہاں آکر اُسکو پریشانی اور مایوسی نہو۔ اب مولوی صاحب سوچ رہے
ہیں کہ کیا کہوں۔ مولانا جو کچھ کہئے گا سوچ سمجھکر کہئے گا۔ یہ نہیں ہے کہ بچہ ہوں بہل جاؤنگا میری پچاس
برس سے زیادہ کی عمر ہے بہل کیسے سکتا ہوں۔ اور اگر مجھے بہلا بھی لیا تو آپ کو کیا نفع ہو سکتا ہے
کیونکہ اس طریق میں صدق اور خلوص ہی تو ہے جو کچھ ہے۔ جو کچھ ہو صاف ہو۔ میرے یہاں اشارات
کنایات کی قدر ہی نہیں۔ اگر کوئی کہتا ہے کہ مجھے خادم بنا لیجئے میں کہدیتا ہوں کہ سمجھ میں نہیں آیا صاف
کہو۔ اگر کہتا ہے سر پر ہاتھ رکھ لیجئے میں پھر کہتا ہوں سمجھ میں نہیں آیا صاف کہو۔ اگر کہتا ہے غلامی میں
داخل کر لیجئے۔ میں پھر یہی کہدیتا ہوں کہ سمجھ میں نہیں آیا صاف کہو۔ جب کہتا ہے کہ مرید کر لو۔ تب
کہتا ہوں کہ ہاں اب کہی ٹھیک ٹھیک۔ غرض الفاظ صاف واضح الدلالہ ہونے چاہئیں۔ گول
الفاظ سے غلط فہمی ہوتی ہے۔ پھر فرمایا کہ بہت احباب میرے اس طریقہ کے مخالف ہیں کہ آتے ہی
متوحش کر دیتے ہو۔ تدریجاً سب باتیں بتلانی چاہئیں۔ میں کہتا ہوں یہ دفتر یاد کون رکھے کہ
کونسی بات کہہ چکا اور کونسی کہنے کو رہگئی۔ اول ہی روز سب باتیں صاف صاف کیوں نہ کہہ ڈالے
روز روز بیٹھکر کون دھندا لگاوے۔ جو رہتا ہو رہو ورنہ اور بہت جگہ موجود ہیں۔ میرے اوپر کوئی
دارومدار تھوڑا ہی ہے۔ پھر اس میں طالب کو بھی تو بے لطفی ہے جب کوئی نئی بات سنے گا کہیگا
لو اور نکلی۔ دوسرے دن پھر کوئی نکلی بات نئی پھر کہے گا لو یہ آج اور نکلی۔ ساری عمر بھی اطمینان نہیں ہوگا

بیچارہ کو کہ جانے کیا کیا نکالیں گے پیٹ میں سے۔ بلکہ میرا مشرب اتنا سخت بھی نہیں جتنا اول
میں ظاہر کردیتا ہوں۔ تاکہ دھوکہ نہ رہے اور بعد کو بے لطفی نہو۔ کیونکہ اس سے زیادہ وہ سننے ہی
نہیں۔ اور جو کم ظاہر کیا جاتا اور پھر نکلتا بہت تو وہ بے لطفی کا سبب ہوتا پھر سلسلہ سخن میں فرمایا
جاہلوں کے عقیدہ میں پیر کی بابت بہت غلو ہے بلکہ اہل علم کو بھی غلو ہے۔ گو وہ جاہلوں کی طرح
پیر کو خدا کی برابر تو نہیں سمجھتے لیکن کشف کے متعلق ان کو بھی غلو ہے مثلاً سمجھتے ہیں کہ جب غائب
کی طرف وہ متوجہ ہوں گے معلوم کر سکتے ہیں۔ خدا بچائے بالکل گمراہی ہے اور اسی کی فرع دوسرا
غلو ہے کہ پیروں سے دنیوی امور میں مشورہ لیتے ہیں۔ بڑی مدتوں کے بعد اسکی وجہ معلوم ہوئی
یوں خیال کیا جاتا ہے کہ ان کی زبان سے جو نکلے گا اُسمیں ضرور کامیابی ہوگی بعضے اسمیں تاویل
کرتے ہیں کہ صرف برکت کا اعتقاد ہوتا ہے سو برکت تو دعا میں بھی ہوتی ہے اُسپر کفایت کیوں نہیں
کرتے کیا برکت کے یہی معنی ہیں ناکامی بھی تو برکت ہی کی ایک فرد ہے کیا برکت یہی ہے کہ ان کے
منہ سے نکلگیا تو کام ہوگیا اگر یہ معنے ہیں تو فساد عقیدہ ہے۔ حضور کو تابیر کے اثر کی خبر نہوئی تو فرمایا
انتم اعلم بامور دنیاکم۔ حضور سے زیادہ کون ہے۔ تو یہ پیر بیچارہ آلہ قضا کیونکر ہوا۔ یہ خرابی
اور غلو ہیں عقائد میں۔ ایک شخص نے خط میں مجھسے پوچھا کہ میں بان کی تجارت کروں۔ یاد آوے
کی۔ میں نے لکھدیا کہ نہ میرا باوا کھٹ بُنا تھا نہ پنساری۔ مجھے کیا خبر۔ انھوں نے پھر لکھا کہ مولانا
گنگوہی تو دنیاوی امور میں مشورہ دیدیا کرتے تھے۔ میں نے کہا بھائی اپنا اپنا ظرف ہے۔ حق تعالیٰ
نے مولانا کو جامعیت فراخی ظرف فراست عقل سب کچھ عطا فرمائی تھی۔ ہمیں نہیں ہے۔ ہمیں اتنی
ہی توفیق ہے کہ جو کچھ لکھا پڑھا ہے کتابوں میں صحیح غلط بتلا دیتے ہیں دوسرا یہ کہ فطری تفاوت
بھی ہوتا ہے کسی کے اندر وسعت اور شرح صدر ہوتا ہے اُن کا حوصلہ فراخ ہوتا ہے۔ اُن کو ان امور
سے پریشانی نہیں ہوتی۔ بعضوں کا جی گھبرانے لگتا ہے۔ میرا تو بہت ہی جی گھبراتا ہے ایسے قصوں
سے وحشت ہونے لگتی ہے۔ کوئی چھوٹا سا برتن ہو اُسمیں بہت سا ناج بھر دو تو کیا ہوگا۔ ٹوٹے گا۔
پھٹے گا۔ بڑا سا ہو تو بھر و جتنا چاہو۔ پھر بھی تنگی نہیں ہوتی۔ یہ سب باتیں سنکر ایک صاحب نے
فرمایا کہ بعضوں کو حضور کی ان باتوں سے اور بھی عقیدت بڑھتی ہے۔ فرمایا کہ خیر یہ اُن کو اختیار ہے
یہ بھی میرا قصد نہیں کہ میرے معتقد ہوں نہ یہ قصد ہے کہ مجھسے خواہ مخواہ بداعتقاد ہی ہوجائیں میری

صرف یہ نیت ہے کہ اپنی حالت کو ملبس نہ رکھوں صاف صاف ظاہر کردوں کچا چٹھا معلوم ہو جاوے۔
پھر معلوم ہو جانے کے بعد جسے مناسبت ہو اُسکی خدمت سے عذر نہیں۔ اگر نہ ہو بیچارہ اور کہیں چلا جائے۔
یہ ہے میرا قصد اور اسپر میں دل سے راضی ہوں کہ بیعت تو کہیں اور ہو جاوے۔ اور خدمت مجھسے لے۔
اُسپر عتاب بھی کم ہو گا۔ وہ تھوڑی بھی موافقت کریگا تو غنیمت معلوم ہو گی اور اُس کی قدر ہو گی وہاں
تھوڑا وفاق بھی موجب گوارا اور یہاں تھوڑا اشقاق بھی ناگوار۔ چنانچہ ایسے بھی لوگ ہیں جو بہ اجازت اپنے
شیخ کے پوچھتے پاچھتے ہیں۔ پھر اُسی جلسہ میں فرمایا کہ ایک عزیز ہیں اُن کے لڑکے کی ختنہ ہے۔ چونکہ عزیز کو
زور ہوتا ہے اُنھوں نے کہا کہ ضرور آنا پڑیگا۔ میں نے کہا کہ میں اصلاح الرسوم میں منع لکھ چکا ہوں حدیث
بھی لکھی ہے۔ میں کیسے جا سکتا ہوں۔ انھوں نے اسکے جواز میں کچھ گفتگو کرنی چاہی۔ میں نے کہا کہ
گفتگو کرنے سے آپکا مطلب تو نہ نکلے گا کیونکہ اگر گفتگو کے بعد میں نے رجوع بھی کیا تو پہلے اس رجوع کا میں
اعلان کردونگا۔ اس کے بعد شرکت کرونگا۔ اور اب اتنی گنجایش نہیں کہ تحقیق کرکے رجوع کروں پھر اعلان
کروں۔ پھر شرکت کروں۔ اگر رجوع کرکے بلا اُسکے اعلان کے شرکت کرلونگا۔ تو یہی ہو گا کہ مطلب کیلئے
رجوع کرلیا۔ اس کا وہ کوئی جواب نہ دے سکے اور چلے گئے۔ کہیں گے تو ضرور کہ بڑا روکھا ہے۔ عزیزوں
سے بھی یہی کرنا پڑتا ہے بعد مغرب احقر سے اُن مولوی صاحب کے معاملہ کے متعلق جنھوں نے ایک شیخ
ناقص سے بیعت لی تھی اور جن سے اُن کے بارہ میں خاص الفاظ کہنے کی فرمائش کی تھی فرمایا کہ آپ
تو دیکھتے ہیں میرا مشرب ہرگز ایسا سخت نہیں کہ خواہ مخواہ ایسے سخت الفاظ کہلاؤں۔ لیکن آخر اُن کو
یکسو کرنا بھی تو ضروری تھا۔ دوسرے یہ کہ طالبین کی جانچ بھی تو نہایت ضروری ہے ورنہ طالب اور غیر
طالب میں پھر امتیاز کی کوئی صورت ہی نہیں۔ اور جانچ کے بعد تو یہ ہے کہ جو طالب ہو گا وہ جا ہی نہیں
سکتا اور جو چلا گیا وہ طالب ہی نہیں۔ اگر ایسا نہ کروں تو خدا تعالیٰ نے لوگوں کے دلوں میں محبت ایسی
ڈالدی ہے کہ ہزاروں کا مجمع یہاں رہے اور طالبین اور غیر طالبین سب گپڑ سپڑ ہو جائیں اور اگر لنگر خانہ
ہو جائے پھر تو بڑی گڑبڑ مچے۔ اسی لئے میں روکھا پن برتتا ہوں۔ خدمت ظاہری میں بھی اور خدمت
باطنی میں بھی۔ اسمیں ہزاروں مصلحتیں ہیں۔ یہ بھی فرمایا کہ میں کوئی ایسی سختی بھی نہیں کرتا۔ موٹی موٹی
باتیں ہوتی ہیں معمولی معمولی باتیں پوچھتا ہوں جنکا جواب ہاں یا نا ہوتا ہے اور شروع میں نہایت
نرمی اور اخلاق سے پوچھتا ہوں۔ پھر بھی کوئی گڑبڑ کرے تو کیا علاج۔ پھر انہیں مولوی صاحب نے

دوسرے دن بعد ظہر اپنی رائے ظاہر کی اور کہا کہ میں جسوقت اُن صاحب سے بیعت ہوا تھا مجھے اُن کے
عقائد سے ناواقفیت تھی اب مجھے عقائد کا حال حضور سے معلوم ہوا اسلئے میں اُن سے بیعت کو فسخ
کرتا ہوں۔ اسپر حضرت نے فرمایا کہ جو الفاظ میں نے کل کہے تھے ان کو آپ پھر بھی بچا گئے حالانکہ میں نے
پانچ چھ مرتبہ اُن الفاظ کو دُہرایا تھا کہ جب تک یہ نہ کہلا لونگا میں قیام کی اجازت نہ دونگا۔ اسپر وہ
صاحب دیر تک خاموش رہے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا اُن کو وہ الفاظ یاد ہی نہیں آتے سوچ رہے
ہیں کہ وہ کون سے الفاظ تھے جنکو حضرت کہلانا چاہتے ہیں۔ حضرت نے متعدد دفعہ جواب طلب کیا
لیکن مولوی صاحب نے خموشی اختیار کی جس سے سخت الجھن ہوتی تھی یہاں تک کہ حضرت نے فرمایا
کہ میں درخواست کرتا ہوں للہ کچھ تو جواب دیجئے۔ آخر انھوں نے ظاہر کیا کہ انھیں یاد نہیں رہے
اسپر حضرت نے فرمایا کہ میں نے کم از کم پانچ چھ مرتبہ مکرر سہ کرر اُن الفاظ کو صاف طور سے کہا اور پھر
آپ کو یاد نہیں رہے۔ پھر اُن صاحب نے بعد متعدد تقاضوں کے کہا کہ چونکہ حضور سے اُن کے
عقائد معلوم ہوئے جو گمراہی اور ضلال ہے اسلئے میں اُن سے بیعت توڑتا ہوں اسپر حضرت نے
فرمایا کہ آپ تو کہتے تھے کہ مجھے وہ الفاظ یاد نہیں رہے اب کیسے یاد آگئے۔ آپ چالاکی کرتے ہیں چالاکی
اور تکبر دو سخت عیب ہیں جو میرے یہاں کھپتے ہی نہیں۔ کبر کا تو حال معلوم نہیں چالاکی تو آپ کی
کھلی ہوئی دیکھ لی۔ اور سب سے بڑھکر عیب تکلم کے موقع پر سکوت ہے یا تو بولنا ہی نہیں اور بولنا ہے
تو بے موقعہ۔ یہ تو مولانا تکلیف پہونچانا ہے سیدھی بات کہتا ہوں اُس کا الٹا جواب ملتا ہے دوسرا
سوال یہ ہے کہ یہ ہی جواب کل کیوں نہیں دیا تھا۔ اگر گمراہی سمجھتے تھے کل ہی کیوں نہ کہدیا۔ تو معلوم
ہوتا ہے کہ مصالح پر نظر کی کہ اگر یہ نہیں کہتا تو کام نہیں بنتا اگر آپ واقعی گمراہ سمجھتے تھے تو اُسی وقت
آپ کو جوش آجانا چاہیئے تھا کہ لاحول ولا قوت یہ عقیدے ہیں۔ اور اُسی وقت آپ کہتے کہ میں ایسے
شخص کو گمراہ سمجھتا ہوں۔ اسکا آپ کے پاس کیا جواب ہے۔ اسپر اُن صاحب نے طویل سکوت
اختیار کیا۔ حضرت بار بار جواب طلب کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ سکوت سے مجھے سخت الجھن ہوتی ہے
للہ کچھ تو جواب دیجئے۔ میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ کچھ تو کہئے لیکن باوجود اس سخت تقاضے
کے مولوی صاحب خاموش ہی بیٹھے رہے کچھ بول کر نہ دیا۔ حضرت نے فرمایا کہ مولوی صاحب میں
پھر درخواست کرتا ہوں جواب دیجئے۔ پھر بھی وہ خاموش ہی رہے اسپر حضرت نے حاضرین سے

مخاطب ہوکر فرمایا کہ اب فرمائیے میری کیا خطا ہے۔ اب اگر میں کوئی خشن لفظ کہتا ہوں تو لوگ مجھے درشت کہتے ہیں (مولوی صاحب کی طرف اشارہ کرکے فرمایا) اور آپ بڑے درست ہیں پانچ چھ دفعہ درخواست جواب کی کرچکا ہوں لیکن درخواست منظور ہی نہیں ہوتی۔ پھر فرمایا کہ برائے خدا کچھ تو جواب دیجئے۔ یہی کہدیجئے کہ میرے پاس کوئی جواب نہیں میں جواب نہیں دیتا۔ تاکہ یکسوئی تو ہو اسپر اُن مولوی صاحب نے کہا کہ میرے پاس کوئی جواب نہیں۔ اسپر حضرت نے فرمایا کہ اگر آپکے پاس کوئی جواب نہیں تو آپ تشریف لیجائیے مجھسے آپ سے بناہ نہیں ہوسکتا میں آپ کی خدمت سے معذور ہوں۔ میں نے تنبیہات وصیت میں بزرگوں کی فہرست لکھدی ہے اُن میں سے کسی کے پاس تشریف لیجائیے۔ پھر حضرت نے فرمایا کہ جس شخص سے اتنی بالمشافہ ناگوار گفتگو ہوگئی ہو اُسکو میرے پاس رہنے سے کچھ نفع نہیں ہوسکتا۔ ہاں خط سے تعلیم طریقہ کی کرونگا۔ اگر آپ چاہیں گے تو خط سے تعلیم کرونگا۔ خط سے بھی تعلیم ہوسکتی ہے، خدمت سے مجھے عذر نہیں ہے۔ مگر ہر موقعہ کی جدی خدمت ہوتی ہے۔ جو برتاؤ کل سے آپ نے میرے ساتھ کیا ہے اُس کا یہ اثر ہوا کہ میری زبانی تعلیم سے آپ کو نفع نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ آپ کی بے عنوانیوں سے انقباض پیدا ہوگیا۔ آپ نے میرے قلب کو منقبض کردیا۔ اور آپ نے اسباب انقباض کو اپنے اختیار سے پیدا کیا۔ اسپر مولوی صاحب نے معافی چاہی۔ حضرت نے فرمایا کہ معاف تو میں نے کردیا لیکن اگر کسی کے کوئی سوئی چبھودی اور وہ معاف کرالے تو کیا معاف کردینے سے اُس کا درد بھی جاتا رہتا ہے میں نے معاف تو کردیا لیکن آپ نے جو سوئیاں چبھوئی ہیں کیا معافی سے اُن کا درد بھی جاتا رہے گا۔ درد تو باقی ہے۔ کسی کے کوئی تلوار مارے پھر معاف بھی کرالے تو گو معاف تو کردیا لیکن کیا معاف کردینے سے زخم بھی اچھا ہوگیا۔ زخم ایسی جلدی کیسے اچھا ہوسکتا ہے وہ تو کئی دن کے بعد جاکر کہیں اچھا ہوگا۔ اسپر اُن صاحب نے عرض کیا کہ کم از کم مجھے اتنی اجازت ملجائے کہ میں پاس آبیٹھا کروں اور باتیں سُنا کروں۔ فرمایا کہ خدانخواستہ آپ سے عداوت تھوڑا ہی ہے۔ لیکن آپ کو میرے ساتھ بولنے کی اجازت نہوگی انھوں نے کہا کہ مسائل دریافت کرلیا کروں فرمایا کہ مسئلے بتلانا فرض علی الکفایہ ہے مولوی احمد حسن صاحب و مولوی حبیب احمد صاحب سے پوچھئے گا ہاں اگر ضرورت ہوگی وہ بطور خود مجھسے کسی مسئلہ میں مشورہ لیں گے دیدونگا۔ باقی خود آپ مجھسے مخاطبت نہ کرسکیں گے۔ کیونکہ اگر آپ مجھسے مخاطبت کریں گے تو میں بھی

نفس رکھتا ہوں اور نفس بھی مطمئنہ نہیں بلکہ امارہ بالسوء اور ایسا ویسا بھی نہیں کمبخت بہت ہی امارہ بالسوء ہے پھر مجھ سے بھی کوئی گستاخی آپ کی شان میں ہوگئی تو ناحق بے لطفی بڑھے گی۔ اسلئے بولنے کی تو اجازت نہیں ویسے آپ بیٹھیں اٹھیں میرے پاس کسی کے بیٹھنے کی ممانعت نہیں میں مسلمانوں کا خادم ہوں۔ میں آپ کی خدمت کیلئے بھی حاضر تھا لیکن آپنے خود ہی مجھ سے خدمت لینا نہیں چاہا کیونکہ ہر خدمت کا ایک طریقہ ہے۔ اگر آپ کو میری خدمت پسند آتی تو اُس طریقہ کو اختیار کرتے۔ باقی آپ کو میں واللہ اپنے سے افضل سمجھتا ہوں۔ خدانخواستہ آپکو حقیر نہیں سمجھتا استغفراللہ۔ آپ السلام علیکم بھی کہیں اور میں بھی کہوں ایک دوسرے کو جواب بھی دیں کیونکہ خدانخواستہ ناراضی تھوڑا ہی ہے۔ البتہ مخاطبت سے انقباض ہوگا اور یہ آپنے اپنے ہاتھوں پیدا کیا۔ پھر وہ مولوی صاحب سلام کرکے اُٹھ گئے۔ حاضرین سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ دیکھئے ہے نہ غضب کی بات ایک بات پوچھتا ہوں اُسکا جواب ہی نہیں ملتا۔ جو شبہ بیان کرتا ہوں اسکا جواب ہی نہیں دیتے پھر معاملہ کیسے صاف ہو۔ یہ ساری خرابی اس کی ہے کہ جو تھوڑے دنوں بڑا رہ چکا ہو اُسکو پھر چھوٹا بننا مصیبت ہے اور شروع تو انہیں نے کیا۔ البادی اظلم جس نے پہلے بادی پھیلائی وہی ذمہ دار ہے۔ بادی تو انہیں نے پہلے پھیلائی۔ اب یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ میں اُن کا تابع بنجاؤں اور ہر بات میں اُن کی رعایت کروں۔ جو بے عنوانی کریں اُسکو برداشت کروں۔ اجی اگر مجھ سے استفادہ کی طلب نہ کریں تو میں پرواہ بھی نہ کروں لیکن استفادہ تو بلا بے تکلفی کے نہیں ہوتا۔ باقی خوشامد سے گفتگو مجھ سے ہوتی نہیں۔ لہجہ تیز ہوتا ہے کیونکہ انقباض میں جو گفتگو ہوگی وہ تو ایسی ہی ہوگی اور انقباض انھوں نے خود پیدا کیا۔ اب آپ ہی فرمائے میں نے کونسی ایسی دشواری ڈالی تھی جو اُن سے ہو نہ سکے۔ جب ایک شخص کے عقیدے معلوم ہوگئے پھر اُسکو گمراہ کہنے میں کیا تامل۔ بات کیا تھی کہ دل سے گوارا نہیں ہوا یہ کہنا۔ رات بھر سوچا ۲۴ گھنٹہ میں یہ تجویز کی پھر بھی اُس لفظ کو بچایا۔ پہلے کہا کہ یاد نہیں رہا پھر وہی کہنے لگے پٹر پٹر۔ معلوم ہوا کہ یاد تھا لیکن کہنا گوارا نہوا جب آدمی دورویہ ہو تو کیا نفع ہوسکتا ہے ؎ یکے خوان و یکے بین و یکے گو۔ اب وہ کسی کے سامنے خلاصہ نکالیں گے اس گفتگو کا اور میری خطائیں گنائیں گے۔ یہ نہ کہیں گے کہ میں نے کیا کیا حرکتیں کی تھیں۔ حضرت طالب ہونے کی جو علامتیں ہیں جبتک اُن کی تحقیق نہ کرلوں کیسے دل کھلے نری ملاقات اور بات چیت کیلئے کوئی آوے تو وہ اور بات ہے۔ جب خدا کا راستہ طلب کرنے کے لئے

آئے ہیں تو جو اُسکی شرطیں ہیں وہ تو دیکھی ہی جائیں گی۔ جو نماز کی درخواست کرے کہ مجکو نماز پڑھا دو پھر تو وہ آفت میں پڑ گیا اُس سے تو سبھی باتیں پوچھی جائیں گی کہ بدن بھی پاک ہے کپڑا بھی پاک ہے وضو بھی ہے یا نہیں سمت بھی ٹھیک ہے جبتک ساری باتیں نہ پوچھ لیگا کیسے بتلا دیگا کہ یوں نیت کر۔ وہ کیسے نیت بندھوا دے کہ چار رکعت نماز فرض وقت ظہر اللہ اکبر۔ پہلے نماز کی شرائط بھی تو دیکھ لے۔ کونسی مشکل بات ہیں نے کہی تھی انھوں نے خود ہی کہا تھا کہ میں فلاں سے بیعت ہوں جب تک اسکو صاف نہ کر لیتا اور اُن کو یکسو نہ کر لیتا اُن کو تعلیم کس طرح کرتا۔ یہ بھی کوئی بڑا مشکل کام تھا۔ اور یہ تو آسان ہے کہ میں تعلیم کر دوں لیکن آموختہ سا پڑھ دینے سے کیا ہوتا ہے۔ جب دل سے نہو گا تو کچھ بھی نفع نہیں ہو سکتا ایسی حالت میں تعلیم کرنا خیانت ہے۔ اور دوسرے کو دھوکہ میں رکھنا ہے۔ کیونکہ عادت اللہ جاری ہے کہ نفع کا مدار اس طریق میں بشاشت پر ہے۔ جب مجھے معلوم ہے کہ نفع نہو گا تو تعلیم کرنا خیانت ہے پھر فرمایا کہ میں فخراً نہیں کہتا لیکن یہ بھی میں ہی ہوں کہ ایک شخص سے انقباض ہے پھر بھی اُسکو اجازت دیتا ہوں کہ خط سے تعلیم حاصل کرے۔ اور امید دلاتا ہوں کہ نفع ہو گا۔ خط میں انقباض نہیں ہوتا۔ کیونکہ کوئی سامنے نہیں ہوتا چاہے کسی کا خط ہو بلکہ میں تو اکثر خط میں نام بھی نہیں دیکھتا کہ کس کا ہے۔ صرف مضمون کو دیکھکر اُسی مضمون کے مطابق جواب لکھدیتا ہوں۔ خط لکھنے والے کی رعایت سے بہت کم جواب لکھتا ہوں۔ ایک صاحب نے پوچھا کہ اگر خط لکھنے والے سے انقباض ہو تو اُس کا نام دیکھکر اُسکی صورت ذہن میں آجائے تب بھی نفع ہو سکتا ہے۔ فرمایا کہ اسباب انقباض جدا ہیں بعضے ایسے ہیں جنکو عناد ہے اُنکو میں تعلیم باطنی نہیں کرتا نہ خط سے نہ ویسے البتہ مسائل کا جواب لکھدیتا ہوں بعضوں کی غلطی بیوقوفی سے ہوتی ہے جس سے انقباض ہو جاتا ہے۔ ایسے شخصوں کو خط کے ذریعہ سے تعلیم کر دیتا ہوں محض اُن کی صورت ذہن میں آنے سے انقباض کا اثر عود نہیں کرتا۔ ان مولوی صاحب کی تو بیوقوفی کی غلطی ہے اب بھی مہینہ بھر کیلئے کہیں چلے جائیں اور پھر آئیں تو کوئی انقباض نہ رہے گا۔ اگر پندرہ بیس دن کو سفر کر جائیں تو جب پھر آئیں گے تو بالکل نئے ہوں گے۔ اس درمیان میں ساری شکائتیں دل سے جاتی رہیں گی۔ اُسوقت اس کا کچھ ذکر نہیں آیا ورنہ یہ صورت بھی اُسی وقت بتلا دیتا۔ اب بھی کوئی صاحب جاکر اُن سے کہہ آویں (چنانچہ ایک اُن کے ہموطن نے جاکر یہ بات بھی کہہ دی اور وہ مولوی صاحب پندرہ دن کے لئے ایک مدرسہ میں حدیث کا دورہ سننے کیلئے تشریف لیگئے) پھر فرمایا کہ میں

سچ کہتا ہوں مجھے انقطاع اور اُن کو خواہ مخواہ ٹالنا منظور نہیں تھا بلکہ جو کچھ کیا اونہیں کی مصلحت کیلئے کیا ورنہ جھک جھک سے میرا کیا نفع تھا۔ صاف کہدیتا کہ میں تمھیں نہیں رکھتا۔ اگر انقطاع منظور ہوتا یہ باتیں کیوں بتلاتا۔ میں تو خود بتلاتا ہوں کہ اگر اب بھی مجھسے نفع حاصل کرنا چاہتے ہیں تو اُسکی یہ یہ صورتیں ہیں۔ چونکہ میں جانتا تھا کہ اُس صورت میں اُن کا نفع نہیں ہے۔ اسلئے عذر ضروری تھا۔ ورنہ خیانت تھی۔ اگر کوئی طبیب باوجود اسکے کہ وہ جانتا ہے کہ اس نسخہ سے فائدہ نہو گا لیکن محض فیس لینے کی غرض سے اور نسخہ کی قیمت وصول کرنے کیلئے وہ مریض سے کہے کہ اس نسخہ کو پی لو تو وہ جھوٹا ہے اور خائن ہے اسی طرح وکیل جانتا ہے کہ اس مقدمہ میں جان نہیں لیکن اپنی فیس سیدھی کرنیکے لئے موکل سے کہے کہ ہاں پیروی کرو جیت جاؤگے تو وہ دھوکہ باز ہے۔ خدا نہ کرے وہ دن کہ میں ایسا کروں۔ چاہے رائے میں اجتہادی غلطی ہو لیکن جب ایک شخص جانتا ہے کہ نفع نہو گا پھر بھی محض اپنے نفس کے خیال سے کہ بُرے نہ بنیں۔ اور بے مروت اور بداخلاق مشہور نہوں تعلیم کر دینا خیانت ہے اب دیکھئے اس شخص سے جو کہ تعویذ لینے آیا تھا کئی مرتبہ میرے جی میں آیا کہ کہدوں نفع نہیں ہو گا کیونکہ اُس نے پہلے منقبض کر دیا تھا لیکن چونکہ محض تعویذ کا معاملہ تھا اسلئے اس کہنے سے رک گیا۔ لیکن اس تعویذ سے نفع نہو گا۔ (یہ شخص تعویذ مانگنے آیا تھا صرف یہ کہا تھا کہ بیمار ہے تعویذ دیدو۔ جب حضرت نے پانی پڑھکر دیدیا اور تعویذ لکھنے لگے تب معلوم ہوا کہ آسیب ہے۔ حضرت دیر تک تنبیہ فرماتے رہے کہ جب حال بیان کیا تھا تب ہی کہتے کہ آسیب ہے۔ انتظاری کس بات کی تھی۔ لوگوں کو کام لینا بھی نہیں آتا ایسا مرض ہو گیا لوگوں میں ادھوری بات بیان کرتے ہیں۔ موٹی موٹی باتیں ہیں مگر سب بچے ہی ہو گئے۔ جب پانی پڑھکر دیدیا تب بقیہ حال کہا۔ یہ تو ایسی ہی مثال ہوئی کہ جب حکیم نے نسخہ لکھکر دیدیا تب بقیہ حال کہا۔ کیا فائدہ تکلیف دینے سے۔ خدا جانے مجھی کو تہذیب کا ہیضہ ہو گیا یا لوگوں ہی میں بدتہذیبی ہو گئی بعض مرتبہ تو خیال ہونے لگتا ہے کہ کہیں اپنی ہی بدرائی نہو۔ لیکن یہ بھی جی کو نہیں لگتی۔ جی اسکے ماننے پر راضی نہیں ہوتا یہی سمجھ میں آتا ہے کہ میری تو رائے ٹھیک ہے۔ لوگوں ہی کی غلطی ہے۔ کیونکہ موٹی موٹی اور کھلی کھلی باتیں ہیں۔ اب کیا یہ بھی مطالبہ نہ کروں کہ سب حال ایک ساتھ کہدیا کرو۔ پہلے تو کہا بیمار ہے تعویذ دیدو جب تعویذ لکھا گیا پھر آسیب کا ذکر کیا) پھر فرمایا کہ جس طرح جو صحبت

بدون زوجین کی شہوت کے ہو۔ اُس سے نسل نہیں چلتی۔ عورت مرد دونوں کو شہوت ہونی چاہئے
چنانچہ توافق انزالین شرط ہے حمل قرار پانے کیلئے۔ اسی طرح بیدلی سے تعلیم کرنا بالکل ایسا ہی ہے
جیسے بلا شہوت صحبت کرنا۔ حرکات منتجہ ہو ہی جاویں گی لیکن نسل نہیں چلے گی۔ خواہ مخواہ بیچاری
کو تنگ کیا۔ جاڑے میں نہانے کی تکلیف دی۔ عرض کیا گیا کہ بعض بزرگوں کو شاید انقباض نہ ہوتا ہو
فرمایا کہ کیا اسباب انقباض سے بھی انقباض نہ ہوگا۔ اگر یہ بات ہے تو اُن کا قصد ہی نہ ہوگا ایصال
نفع کا۔ اور میرے نزدیک تو عدم انقباض کی یہی وجہ ہے۔ جو اُستاد شفیق ہوتا ہے اور چاہتا ہے
کہ شاگرد کی سمجھ میں آجائے وہ نہایت توجہ کے ساتھ تقریر کرتا ہے پھر اگر شاگرد کی طرف سے بے توجہی
ہوتی ہے تو اُسکو سخت ناگوار ہوتا ہے۔ اور جسکو شفقت نہیں ہوتی وہ بوجھ سا اتار دیتا ہے۔ چاہے
شاگرد سمجھے یا نہ سمجھے۔ میری بدخلقی کا مبنی خوش خلقی ہے۔ چونکہ مجھے توجہ نہایت ہوتی ہے اس لئے
انتظار کرتا ہوں کہ دوسرا بھی ایسی ہی توجہ کرے۔ اور جو میں بے اعتنائی کروں تو پھر کوئی وجہ
نہ و انقباض کی۔ جی یوں چاہتا ہے کہ جتنے شرائط نفع کی ہیں وہ سب جمع کرلوں۔ اسی واسطے
انقباض بھی ہوتا ہے روکھاپن بھی کرتا ہوں جواب بھی صاف دیتا ہوں۔ اب اس جڑ کو تو دیکھتے
نہیں شاخوں کو دیکھ لیا۔ اب تو لوگ ایسے پیروں کو چاہتے ہیں جو کوئی تفتیش نہ کریں۔ بلکہ سارا بوجھ
اپنے اوپر لیں۔ خود مرید پر کوئی بوجھ نہ ہو۔ تو جناب ہم تو ایسے کاملین میں سے نہیں۔ یہ کاملین
ہی کا کام ہے کہ دل ہی دل سے ٹھیلتے جائیں فیوض کو۔ ہمنے تو دیکھا نہیں ایسا کامل کبھی ممکن
ہے ہوتے ہوں ہمیں تو صرف باتیں آتی ہیں اور باتیں ہوتی نہیں جب تک دل نہ کھلا ہو۔ اور
دل بغیر مناسبت کے کھلتا نہیں۔ کیا کہوں طبیعت ہے۔ دو خطوں میں اگر دو مختلف مضمون ہوتے
ہیں یعنی ایک ہی خط میں مسائل بھی اور حالت باطنی بھی تو نہایت پریشان ہوتا ہوں جیسے ایک
جلسہ میں دو باتیں بری معلوم ہوتی ہیں۔ جب ایک جلسہ ختم ہو جائے تب دوسری بات کے لئے
دوسرا جلسہ ہو۔ ورنہ گڈمڈ کرنے سے تکلیف ہوتی ہے قلب کو۔ اب کیا کروں اسکو۔ اور اس صورت
میں ایک یہ شبہ ہو جاتا ہے کہ ان دونوں (مضامین) میں سے مقصود سمجھا ہو ایک کو اور جب لکھنے
بیٹھے تو کہا کہ لاؤ دوسرا بھی سہی۔ وہم سوار ہوتا ہے کہ ان میں سے ایک غیر مقصود ہے۔ تو اُس کا
جواب گراں معلوم ہوتا ہے۔ اگر کوئی ایسا خط آتا ہے جسمیں دونوں مضمون ہوتے ہیں تو چونکہ

مسائل فقہیہ ضروری ہوتے ہیں۔ اسلئے صرف مسائل کا جواب لکھدیتا ہوں۔ کبھی اس کا عکس بھی۔ اگر
کوئی مقتضی خاص ہوا۔ اور کبھی سینہ پر پتھر رکھکر دونوں کا جواب لکھدیتا ہوں مگر تکلیف بہت ہوتی
ہے۔ ایک شخص نے اعتراض لکھکر بھیجا تھا (بتائیں تو اعتراض کی دیکھئے) کہ تم ڈاکخانہ والوں کو
نفع پہونچاتے ہو کیونکہ علیحدہ علیحدہ پوچھنے میں دو پیسے کے بجائے چار پیسے لگیں گے۔ ایک نے لکھا کہ
چونکہ اسراف منع ہے اسلئے ہمنے ایسا کیا۔ غرض عجیب و غریب حالتیں ہیں مگر خیر جنسے تعلق نہیں اُن سے
شکایت پیدا نہیں ہوتی۔ جن سے تعلق ہے یا جو تعلق پیدا کرنا چاہتے ہیں اُن کی قدم قدم پر روک ٹوک
ہے۔ جس سے محبت ہوتی ہے جی چاہا کرتا ہے کہ ہمارے طریقہ پر آجائے۔ ایک صاحب نے عرض کیا
کہ حضور کی باتوں پر جسنے عمل کیا اُسی کو نفع ہوا۔ فلاں حکیم صاحب نے آپ کی نصیحت پر اُمراسے
کھنچنا شروع کیا تو کہتے تھے کہ اب وہ لوگ خود بخود دست بستہ ہوگئے۔ اور حضور کے بڑے مداح تھے کہ جو باتیں
ہیں نہایت تجربہ کی ہیں۔ یہ سنکر حضرت نے فرمایا کہ جی حضرت کوئی پہلے ہی سے دوا کو تھوک دے حلق
کے اندر نہ لیجاوے تو اسکو حقیقت حال کیا معلوم ہو سکتا ہے۔ برت کر دیکھیے تب پتہ چلے کہ اس کا
کیا اثر ہے۔ پھر فرمایا کہ مجھے تجربے بھی ہیں لیکن زیادہ حصہ حق تعالیٰ کی تفہیم کا ہے اب اسکو میں
کیسے غلط سمجھ جاوں۔ ہاں کچھ تجربے بھی ہیں۔ میں ہر ہر واقعہ میں غور کیا کرتا ہوں کہ اس کا کیا اثر ہوا
اور اس کا کیا اثر ہوا۔ ایک صاحب نے میرے ایک عزیز سے اعتراض کیا کہ یہ بڑی صفائی صفائی
بگھارا کرتا ہے اور بہت استغنا برتتا ہے۔ امرا سے کھنچتا ہے یہ بھی ایک تدبیر ہے کیونکہ اس سے
لوگ اور بھی معتقد ہوتے ہیں۔ ہمنے تو یہ جواب دیدیا کہ بھائی یوں ہی سہی اللہ معاف کرے لیکن
؎ ازاں گناہ کہ نفعے رسد بغیر چہ باک + کسی کو ایذا تو نہیں پہونچتی۔ بوجہ تو نہیں ہوتا۔ لیکن اُن
عزیز نے ایک اور جواب دیا۔ ہیں بڑے تیز۔ انھوں نے کہا کہ جو مال اور جاہ کا طالب ہوتا ہے وہ
اسکی تدبیریں اوروں کو نہیں بتلایا کرتا۔ وہ تو ممبر پر بیٹھکر سب کو کہتا ہے کہ اے علماء تم بھی یہی
طرز اختیار کرو۔ اگر جاہ و مال کا طالب ہوتا تو ان تدبیروں کو چھپاتا۔ اس طرح علی الاعلان سب کو
تعلیم نہ کرتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہ مال وجاہ کا طالب نہیں۔ بلکہ محض دین کی باتیں سمجھکر خود بھی
عمل کرتا ہے اور اوروں کو بھی کہتا ہے کہ تم بھی عمل کرو۔ ورنہ کوئی اپنی معاش کی تدبیریں اوروں کو
تھوڑا ہی سکھلایا کرتا ہے۔ ایک صاحب نے اس جواب کی بہت تعریف کی فرمایا واقعی بہت ہی

معقول جواب دیا۔ لیکن میں نے کہا کہ بھائی تمہارا ذہن تو بڑی دور پہونچا ہمارا جواب تو یہ ہے ۵

خلق میگوید کہ خسرو بت پرستی میکند ۔۔۔ آرے آرے میکنم با خلق و عالم کار نیست

غرض ہی کیا ہے کسی سے۔ کوئی کچھ ہی کہا کرو۔ مبارکپور میں ایک شخص مجھے اپنے گھر لیگئے۔ وہاں مٹھائی پھل کپڑے اور دس روپیہ نقد پیش کئے۔ کھانے پینے کی چیزوں میں سے میں نے تھوڑا تھوڑا چکھ لیا۔ روپیہ اور کپڑے واپس کر دیئے۔ انھوں نے اصرار کیا۔ میں نے کہا کہ تمھیں تو وسعت ہی ممکن ہے اس جلسہ میں کوئی غریب ہو اُس کا بھی جی گھر لیجانے کو چاہے اور وہ دیکھے یہ منظر تو پھر اُس کی ہمّت نہیں پڑے گی اس درخواست کی کہ گھر چلو۔ کیونکہ اُس بیچارے کے پاس اتنا دینے کو کہاں سے آوے اتنی معقول وجہ سُنکر بھی اُنہیں ناگوار ہوا تکبر کی وجہ سے یوں سمجھا کہ سُبکی ہوئی جلسہ میں۔ میری بات ہیٹی ہوئی۔ لیکن اس بات کا جواب ہی کیا دے سکتے تھے۔ ناگواری کے ساتھ خاموش ہوگئے۔ بعد کو اوروں سے کہا کہ یہ بھی ترکیب ہے مگر خدا تعالیٰ نے میرے اُس جواب کو وہیں دکھلا دیا کہ اُسی جلسہ کے اندر دو تین غریب آدمیوں نے کہا کہ صاحب ہمارے یہاں بھی چلو۔ وہ اسی انتظار میں تھے کہ دیکھیں آنا قیمتی ہے یا غیر قیمتی وہ آنا آنہ کا ہے یا روپیہ کا میں اُن کی درخواست پر گیا۔ ایک نے بیچارے نے لیجاکر صرف شربت پلا دیا دو پیسہ کی شکر میں شربت بنتا ہے یا دو آنہ کا سہی اگر ساتھیوں کو بھی پلا دیا۔ خیر اُن کا جی خوش ہوگیا۔ چنانچہ وہاں (پہلے صاحب کے یہاں) بھی کچھ کھا پی لیا تھا۔ اور اگر کسی کا نقد ہی دینے کو جی چاہتا تھا تو جہاں میں مقیم تھا وہاں بھی تو آسکتے تھے۔ یہ کیا بے تمیزی کی بات ہے کہ گھر بُلا بُلا کر نذرانہ۔ گویا اسی واسطے آنا ہوا تھا۔ یہ تو ذلیل کرنا ہے دوسرے کو۔ تو حضرت ایسے طریقے بدلگئے ہیں۔ رسوم غالب ہوگئیں۔ کوئی پوچھتا نہیں کوئی ٹوکتا نہیں۔ مولانا محمد قاسم صاحب ایک رئیس کی دینداری کے بہت مداح تھے لیکن کبھی ملے نہیں۔ علیگڈہ میں تشریف رکھتے تھے وہ رئیس صاحب ملنے کیلئے آئے جب سُنا کہ وہ صاحب آرہے ہیں علیگڈھ چھوڑ کر چلے گئے۔ ملے نہیں۔ مولانا گنگوہی عمر بھر کسی امیر کے دروازہ نہیں گئے۔ عرض کیا گیا کہ وہ رئیس صاحب تو طالب دین ہو کر آرہے تھے پھر بھی حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نے اعراض فرمایا۔ فرمایا کہ ہر بزرگ کی جدا شان ہوتی ہے۔ طبائع مختلف ہوتے ہیں۔ حضرت مولانا کی طبیعت ہی ایسی واقع ہوئی تھی کہ ان کو امرا سے انقباض ہوتا تھا۔ تکبر تو بُرا۔ امرا کو بھی حقیر کیوں سمجھے لیکن اختلاط بھی

کیوں کرے۔ کہیں پھنس ہی جاوے تو پھر بدخلقی نہ کرے۔ یہی بنگالی مولوی صاحب جنکا ذکر اس ملفوظ
میں ہے۔ دیوبند تشریف لیگئے وہاں سے بعد حصول اجازت پھر حاضر خدمت ہوئے لیکن حضرت
کے مواخذوں پر بجائے اعتراف و اظہار امر واقعی کے اپنے اقوال کی تاویلیں کرتے رہے جسپر حضرت نے
مکاری اور تکبر کے الزامات اُن پر قایم کئے اور بہت منقبض ہوئی حضرت نے یہ معلوم کرنا چاہا کہ
اپنے سابق بدعتی پیر کو گمراہ کہنے میں اسقدر آپ کو کیوں تامل ہوا تھا۔ دیوبند سے جو خط بغرض اجازت
حاضری بھیجا تھا اُس میں بھی صاف الفاظ میں اُن کو گمراہ نہ لکھا تھا حضرت نے تحریر فرمادیا کہ یہ
الفاظ کافی نہیں چنانچہ دوسرے خط میں اُنھوں نے صاف الفاظ لکھکر بھیجے تب اجازت حاضری کی
ملی۔ زبانی گفتگو میں اس پس و پیش کی وجہ وہ برابر اپنی کم فہمی ظاہر کرتے رہے لیکن چونکہ یہ اصلی وجہ
نہ تھی اُن کی کوئی تاویل حضرت کے سامنے نہ چل سکی بہت دیر کی قیل وقال کے بعد اُنھوں نے اقرار
کیا کہ کھلے الفاظ میں گمراہ کہنا شاق گذرتا تھا۔ غرض اُنھوں نے امور واقعیہ کو چھپانیکی بہتیرا
کوشش کی لیکن کامیاب نہو سکے کیونکہ اتقوا فراسة المومن فانه ینظر بنور الله اولیاء
الله کو نورِ باطن سے ادراک ہوجاتا ہے۔ کئی بار انھوں نے بعد مغرب پرچہ دیکر تعلیم حاصل کرنی چاہی
لیکن انہیں جھوٹی تاویلوں اور بیجا اخفا کی بدولت ناراضگی کے ساتھ ہر بار اُٹھادئے گئے۔ اُن کی اظہار
امر واقعی کے بعد حضرت نے فرمایا کہ جب تک آپ یہاں رہکر اپنے اخلاق درست نکرینگے محض ذکر شغل سے
درستی نہیں ہوسکتی آپکا ذکر شغل پوچھنا قبل از وقت ہے بدون اول درستی اخلاق کے ذکر شغل
کچھ نفع نہیں پہونچا سکتا اسپر اُنھوں نے کہا کہ میری رخصت قریب الختم ہے۔ میں زیادہ نہیں ٹھہر سکتا
حضرت نے فرمایا کہ میں ذکر شغل تعلیم کرنیکے لئے تیار ہوں لیکن بدون اسکے کہ پاس رہکر اخلاق کی
اول درستی کیجائے کوئی معتد بہ فائدہ نہیں حاصل ہوسکتا۔ میں مشورہ دیچکا۔ اب جو رائے ہو اُسکو
ظاہر کردیجئے اُنھوں نے ذکر شغل کی درخواست کی حضرت تعلیم فرمانے لگے لیکن درمیان میں انھوں
نے غیر ضروری اعادہ بطور استفسار کیا۔ اسپر حضرت نے ناخوش ہوکر اونہیں اٹھادیا۔ اور فرمایا کہ
میں نے تو حسب وعدہ تعلیم کرنا چاہا تھا لیکن آپنے خود ہی بے توجہی کی اب میں اسکو کیا کروں پھر
وہ صاحب غالباً چار پانچ روز اور رہکر واپس چلے گئے حضرت نے رخصت کیے وقت فرمایا کہ جو کچھ پوچھنا
ہو خط کے ذریعہ سے پوچھئے گا اپنے مقام پر پہونچکر اُنھوں نے عریضہ حضرت کی خدمت میں بھیجا جو

معہ جواب ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

خط ان بنگالی صاحب کا جو بدعتی سے بیعت تھے اور جن پر بہت سختی کیگئی تھی

مضمون۔ الحمد للہ والمنۃ حضور کی صحبت کیمیا اثر نے بندہ کو منجملہ دیگر فوائد کے یہ ایک نہایت بڑا فائدہ بخشا ہے کہ قبل ازیں یہ ناچیز اپنے تئیں بڑا مہذب الاخلاق سمجھتا تھا اب یقین ہوگیا کہ مجھسے بڑھکر کوئی گربز ہے ہی نہیں امید از ذات کریم الصفات یہی ہے کہ از روئے مہربانی یہ دعا و توجہ فرمایئے کہ وقت امتحان کے بھی یہی گمان غالب رہے۔ مجھ نفس پرست میں بہت سی خباثتیں موجود ہیں، ہائے لوگوں کی ستائش نے اسپر اور بھی اضافہ کر دیا۔ آج منجملہ اس ناچیز کے امراض باطنی کے دو کو پیش کرتا ہوں۔ مترصد کہ آں حکیم امت از روے لطف و کرم ان کی کوئی صورت دفعیہ ارشاد فرماویں گے۔ پہلا مرض یہ ہے کہ مجکو جاہ و وقعت کی طرف بڑی نظر ہے مگر باوجود اس کے یہ سمجھتا بھی ہوں کہ یہ ایک خیال مذموم ہے دفع کی بھی کوشش کرتا ہوں مگر امتحان کے وقت اُس خیال مذموم ہی کو غالب پاتا ہوں اگر کوئی شخص میری شان میں ایسی کوئی سچ بات کہے کہ اُس سے میری جاہ میں بٹہ لگجائے تو میں اُس شخص کو دشمن سا سمجھتا ہوں اکثر اوقات لوگوں سے دوران کلام میں الحاقاً ایسی ایسی باتیں کرتا ہوں کہ مخاطبین جان لیں کہ میں ایک با وقعت آدمی ہوں نعوذ باللہ من ذالک۔ جب مخاطبین مجھے ذی شان سمجھ بیٹھتے ہیں اُس وقت مجھے بڑی خوشی معلوم ہوتی ہے۔ گو تھوڑی دیر کے بعد اپنے گفتہ پر پشیمان بھی ہو جاتا ہوں مگر پشیمانی سر در پر غالب نہیں آسکتی ہے۔ کبھی اگر حماقت سے مجھسے کوئی ایسی بات نکل پڑے کہ اُس سے میرے جاہ میں نقص ہو تو فوراً اسمیں تاویلات واہیہ و توجیہات باطلہ کر بیٹھتا ہوں۔ چنانچہ حضور کی خدمت میں بھی ایسی خرافات تاویلات چلانیکی کوشش کی تھی مگر چونکہ حضور ادنیٰ فراست سے سب کچھ سمجھ گئے اسلئے اُلٹی مجکو پشیمانی و خسران نصیب ہوئی۔ اسمیں دو خرابیاں ہوئیں ایک تو حضور کو خواہ مخواہ دق کیا۔ دوسرا اپنے تئیں فیض خاص سے محروم رکھا۔

جواب۔ الحمد للہ آپ نے اُس امر کا اعتراف فرمایا جسکا بندہ مدعی تھا۔ اور یہ اعتراف ایک جز ہے توبہ کاملہ کا اور ایک جزو اس کا ندامت ہے تیسرا معذرت ہے چوتھا عزم علی الترک ہی پانچواں تدبیر اصلاح

ہے اللہ تعالیٰ بقیہ اجزا کی بھی توفیق دے۔

مضمون۔ دوسرا مرض نظر بازی کا ہے امرد و مراۃ دونوں کو کنارۂ چشم سے گھور لیتا ہوں اور نفس میں ایک قسم کا حظ بھی پاتا ہوں۔ کبھی کبھی اگر ہمت کر کے آنکھ پھیر لیتا ہوں تو نفس پر بہت شاق ہوتا ہے اور دیر تک ایک تکلیف محسوس کرتا ہوں۔ بارہا استغفار کیا مگر چنداں کامیاب نہیں ہوا۔ ازروئے مہربانی کوئی تدبیر ایسی ارشاد فرما دیجئے کہ جس پر عمل کرنے سے اس فعل شنیع پر طبعاً نفرت پیدا ہو جاوے۔

جواب۔ بجز ہمت و تحمل مشاق کوئی تدبیر نہیں اور معین اسکی دو چیزیں ہیں استحضارِ عقوبت۔ اور ذکر کی کثرت۔

مضمون۔ دوسری عرض یہ ہے کہ جب بندہ حضور والا کی صحبت میں تھا اُسوقت آخری رات کو ذاکرین کو دیکھتا تھا کہ بعد تہجد کے اکثر اسم ذات کا ذکر کیا کرتے یہ دیکھکر مجھ میں بھی یہ شوق پیدا ہو گیا اور ذاکرین کی مشابہت کرنے لگا اور ابتک بھی اُسپر دوام ہے۔ بعد تہجد کے کم سے کم دو ہزار بار اللہ اللہ بضرب خفیف سِرًّا کر لیتا ہوں اور اثناء ذکر میں جب خطرات کا ہجوم ہوتا ہے تو ذرا جہر بھی کر لیتا ہوں مگر اندیشہ رہتا ہے کہ اگر دوسرے جان لیں گے تو مدح سرائی سے میرا ستیاناس کر دیں گے۔ ذکر تو کرتا ہوں مگر حضور والا سے اجازت نہیں لیا اسلئے اس گستاخی پر ہمیشہ ترساں و ہراساں رہتا ہوں مبادا میرے لئے مضر ہو جاوے اب حضور فیض گنجور سے ملتجی ہوں کہ اگر یہ ذکر میرے لئے مفید و مناسب سمجھتے ہیں تو خدا کے واسطے اجازت عطا فرمائیے۔ والا جو حکم ہو بسر و چشم تسلیم کرونگا۔ قصد السبیل کے مطالعہ سے بھی اس جرأت میں کچھ تائید ملی ہے۔

جواب۔ یہ ہجے اجازت ہے اگر حالات سے اطلاع ہوتی رہے گی سلسلہ تعلیم کا جاری رکھونگا۔

(۵۳۶) مدرسہ میں کسی صاحب نے نوٹ دئے تھے۔ وقت پر اُن کے بھنانے کی ضرورت پڑی بنئے نے دستخط کرانے چاہے حافظ جی جنکے پاس تحویل رہتی ہے حضرت سے دستخط کرانے کیلئے آئے حضرت نے فرمایا کہ میں دستخط نہیں کرونگا۔ کبھی کسی قصہ میں شرکت نہو جاوے۔ حافظ صاحب نے عرض کیا کہ بنیا بلا دستخط کے نوٹوں کو نہیں لیتا بلا دستخط کے نوٹ نہیں چلتے فرمایا کہ اگر بلا دستخط نہ چلیں گے تو ہم دینے والے کے پاس واپس بھیجدیں گے کہ یہ نہیں چلتے۔ اُنہیں اگر بھیجنا ہو گا روپیہ بھیجیں گے ہم کیوں اپنے

اوپر تنگی ڈالیں۔ اس دو ٹوک بات کو سنکر حافظ جی چلے گئے۔ حضرت نے فرمایا کہ دیکھئے چونکہ روپیہ لینے کی نیت چھوڑ دی ہم جیتے وہ ہارے۔ ورنہ ہم ہارتے۔ ایک صاحب ہدیہ تنگ وقت پر دینے آئے جبکہ عصر کی جماعت قریب تھی میں نے واپس کر دیا کہ میں ایسے تنگ وقت میں نہیں لیتا اطمینان کی حالت میں ہدیہ پیش کرنا چاہئے۔ اسی میں ایک مسئلہ پوچھا گیا کہ اگر باوجود واقعات جاننے کے شہادت نہ دے محض اس خیال سے کہ کچہری میں وکلاء وغیرہ تنگ کرتے ہیں جائز ہے یا نہیں۔ فرمایا کہ اپنے آپ کو ضرر سے بچانا جائز ہے۔ عرض کیا گیا کہ چاہے دوسرے کا بھلا ہوتا ہو فرمایا کہ ہمارا جو بُرا ہوتا ہے۔ دوسرے کے نفع کیلئے اپنے آپ کو مضرت میں ڈالنے کا آدمی مکلف نہیں۔ پھر اسی سلسلہ میں کسی بات پر فرمایا کہ خواہ مخواہ کے اعتراض کا تو کوئی جواب نہیں جو سمجھنا چاہے اسکو تو سمجھا سکتے ہیں۔ اور جسکو محض اعتراض ہی مقصود ہو اسکو کہدینا چاہئے کہ جاؤ تم یوں ہی سمجھو۔

(۵۳۷) فرمایا کہ یہاں یہ بھی قاعدہ ہے کہ جس مسئلہ کا ایک مرتبہ یہاں سے جواب جاچکا ہو اور وہ دوبارہ پوچھا جاوے اور یہ بات یاد آجاوے تو دوبارہ اس کا جواب نہیں لکھتے۔ لکھدیتے ہیں کہ اس استفتاء کا جواب یہاں سے ایک مرتبہ جاچکا ہے۔ اگر دوبارہ لکھوانا ہو تو اسکو واپس بھیجدیا جاوے ہم اسکو اپنے ہاتھ سے پہلے پھاڑ کر پھر دوبارہ جواب بھیجدیں گے۔ ورنہ کسی اور جگہ سے منگوالیا جاوے پھر فرمایا کہ صاحب مولویوں کو گالیاں پڑتی ہیں کہ ایک کو کچھ لکھدیا اور ایک کو کچھ۔ اسلئے یہ قاعدہ مقرر کیا گیا۔

(۵۳۸) مولوی شبیر علی صاحب نے جو کہ مثنوی شریف کے روزمرہ کے سبق کو ساتھ ساتھ لکھتے جاتے ہیں بوجہ گرمی اور ضعف دماغ کے چاہا کہ فی الحال صرف نوٹ لکھ لیا کریں بعد کو شرح لکھیجاوی گی۔ حضرت نے فرمایا کہ سہولت اور مصلحت دیکھ لو۔ کام میں جب تک عملی تقاضا نہ ہو تساہل ہو جاتا ہے۔ اب تو یہ ہے کہ روز کا سبق روز پورا کرنا پڑتا ہے۔ اگر یہ التزام چھوڑ دیا جاویگا تو پھر عملی تقاضا نہ رہے گا۔ بعد کو پورا کرنا دشوار ہوگا باقی اگر مجبوری ہو تو مجھے تکلیف دینا تھوڑا ہی ہے ایکبار یہ بھی فرمایا کہ آج کل کے نوجوانوں کی ہمتیں ہی پست ہیں ورنہ اگر ہمت کریں تو حق تعالیٰ پھر خود مدد فرماتے ہیں الحمدللہ مجھے کوئی کام دشوار نہیں معلوم ہوتا ہمت کر کے لے بیٹھتا ہوں تو حق تعالیٰ پورا فرما ہی دیتے ہیں انضباط اوقات میں بڑی برکت ہوتی ہے۔ کوئی کام مشکل نہیں رہتا ایکبار فرمایا کہ ناغہ میں بڑی بے برکتی

ہو جاتی ہے۔ چاہے تھوڑا ہی سا ہو۔ لیکن کسی روز ناغہ نہ کرے۔ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب کے والد ماجد مولانا مملوک علی صاحب رح بعض روز جس روز کام ہوتا ایک دو سطر ہی پڑھاتے تھے لیکن فرماتے تھے کہ ناغہ نہیں ہونا چاہیئے۔ میں بھی جب کوئی مضمون یا کتاب لکھتا ہوں تو ناغہ نہیں کرتا بعض روز بالکل فرصت نہ ملی تو برکت کیلئے صرف ایک ہی سطر لکھ لی اس سے تعلق قایم رہتا ہے ورنہ اگر ناغہ ہو جائے تو پھر بے تعلقی ہو کر مشکل سے دوبارہ نوبت آتی ہے۔ یہ بھی فرمایا کہ کسی کتاب یا تصنیف کے ختم کے قریب مجکو بہت تقاضا ہوتا ہے۔ چنانچہ مثنوی شریف کے حصہ ششم کے اخیر ربع کی شرح کو صرف دس دن میں ختم کر دیا حالانکہ اوسط ہر ربع کا ایک مہینہ تھا جس دن ختم کیا ہے اُس دن تمام شب برابر لکھتا رہا۔ اور پھر ظہر کی اذان تک لکھا یہانتک کہ ختم ہی کر کے اُٹھا یہی حال درس میں ہے کہ اخیر میں بہت زیادہ زیادہ پڑھاتا ہوں جبکہ طالب علم متحمل ہو۔

(۵۳۹) فرمایا کہ شاہ ولایت کے عرس میں ہر سال صوفیوں کیلئے والد صاحب دیگ بھیجا کرتے تھے بعد انتقال والد صاحب کے بعض صوفیوں نے پیشین گوئی کی تھی کہ یہ شخص بند کر دیگا۔ چنانچہ پیشین گوئی صحیح نکلی (ہنسکر فرمایا) بڑے صاحب کشف تھے والد صاحب کی وفات کے ایک سال بعد جب میں یہاں آیا تو میں نے موقوف کیا کہ یہ کیا واہیات ہے جس زمانہ میں میں نے موقوف کرنا تجویز کیا ایک شب کو میں نے خواب دیکھا کہ بہت سی قبریں پختہ بنی ہوئی ہیں جیسے عرسوں کی جگہ ہوتی ہے۔ پھر یہ شعر سنائی دیا ؎

در کارخانۂ عشق از کفر ناگزیر است		آتش کرا بسوزد گر بولہب نباشد	

میں نے سوچا کہ ایسی باتوں کے بھی بہت پیچھے نہ پڑنا چاہیئے ان امور میں بھی تکوینی مصالح ہوتے ہیں۔ البتہ تبلیغ احکام ضروری ہے۔ پھر فرمایا کہ اُسوقت تو یہی ذہن میں آیا تھا لیکن مصلحت شرعیہ اُسی کی مقتضی ہوئی کہ موقوف کر دیا جاوے تکوینی مصلحت کے احتمال پر تشریع کو نہ چھوڑا جاوے گا جو مصلحت ہونے والی ہو گی آپ ہو رہے گی۔

(۵۴۰) فرمایا کہ قبض میں عبدیت اور افتقار ظاہر ہو جاتا ہے اور بھی بہت سی مصلحتیں ہیں۔

(۵۴۱) فرمایا کہ طبعی بات ہے بسط جب غالب ہوتا ہے تو بولتا بھی بہت ہے جوش و خروش بھی بہت ہوتا ہے قبض شدید کے بعد جب بسط ہوتا ہے تو بہت علوم اپنے اندر مجتمع پاتا ہے۔ اُسوقت بہت

کشادگی ہوتی ہے یہ بھی فرمایا کہ اگر بسط دائم رہتا تو تحمل نہ ہوسکتا انسان سے۔

(۵۴۲) فرمایا کہ ایک بدعتی کا استدلال ہے کہ سالار بخش مدار بخش نام رکھنا جایز ہے کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حق تعالیٰ نے جبریل بخش اس آیت میں فرمایا ہے لاھب لك غلاماً زکیا حضرت نے فرمایا کہ وہاں تو سببیت تھی حضرت جبریل علیہ السلام کی طرف سے یہاں کونسی سببیت دھری تھی جبریل علیہ السلام نے تو پھونک ماری تھی۔ سالار یا مدار نے کونسی پھونک ماری تھی تمہارے پیٹ میں۔

(۵۴۳) فرمایا کہ ایک بدعتی نے مجھسے کچھ تحریری سوالات کئے۔ میں نے کہا کہ اگر آپ کو تحقیق منظور ہے تو کتابیں موجود ہیں۔ اور اگر معارضہ منظور ہے تو فن فساد سے ہم ناواقف ہیں۔ دوسرے ہی دن اشتہار چھپا کہ جہل کا اقرار کرلیا۔ اسپر ایک مولوی صاحب نے حضرت سے عرض کیا کہ بعضا جہل بھی تو علم ہے حضرت نے فرمایا لیکن انہیں کیلئے جنمیں جہل نہو۔ پھر فرمایا کہ اگر یہ جہل کا اقرار ہے تو اس سے بڑھکر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اقرار کیا ہے کفرنا بکم الایہ (سورۂ ممتحنہ میں) ہم ابراہیمی المشرب ہیں ہمارے حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم بھی ابراہیمی المشرب تھے حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں ملة ابیکم ابراھیم۔ اور اگر کہا جاوے کہ کفرنا کا بکم صلہ ہے تو ہم کہتے ہیں کہ ایسے ہی یہاں بھی صلہ موجود ہے یعنی فن فساد سے۔

(۵۴۴) فرمایا کہ مغلوبیت کے ساتھ عشق واقعی سلف میں تھا ہی نہیں۔ سلف کی حالت استعداد اور رنگ طبیعت کا جو تھا اُسکے اعتبار سے نہ ہونا ہی مصلحت تھا۔ اور اس زمانہ میں جو رنگ ہے اُسکے اعتبار سے ہونا مصلحت ہے۔ اگر نہ ہوتا تو اصلاح ہونا دشوار تھی۔

(۵۴۵) ایک ذاکر صاحب سے فرمایا کہ بڑی بات اصلاح ہے۔ اصلاح کے طریقوں اور اعمال حسنات سے مناسبت ہوجائے یہ بڑی بات ہے۔ دعا کی درخواست پر فرمایا کہ میرا کام دعا ہی کرنا ہے جب میں کام میں لگا دیکھتا ہوں خود بخود دل سے دعا نکلتی ہے۔ ذاکر صاحب نے عرض کیا کہ جب میں حضور کی خدمت میں حاضر ہونیکے لئے روانہ ہوا تو عجیب جوش وخروش تھا بے اختیار گریہ طاری تھا ارادہ تھا کہ پہونچتے ہی حضور کے ہاتھ چومونگا اظہار شوق کرونگا۔ لیکن خانقاہ میں قدم رکھتے ہی وہ کیفیت فرو ہوگئی اور ایک سکون سا ہوگیا۔ یہانتک کہ قبل ملنے کے میں نے ہاتھ منہ اطمینان کے ساتھ

دھوئے پھر حضور سے ملا۔ حضرت نے فرمایا کہ اوفق بالسنتہ یہی دوسری حالت ہے اور یہی کامل ہے کیونکہ بڑی دولت ہے اتباع سنت۔ وہ پہلی حالت بھی ایک کیفیت محبت کی ہے اور محمود ہے لیکن یہ اُس سے اکمل ہے۔ اسی کے مناسب ایکبار احقر سے فرمایا تھا۔ احقر نے عرض کیا کہ جو حضور کی محبت کا جوش وخروش پیشتر تھا۔ وہ اب نہیں رہا۔ فرمایا کہ پہلے طبیعت غالب تھی اب عقلیت غالب ہے۔ موجودہ اکمل ہے۔ پھر انہیں ذاکر صاحب نے بیعت کی درخواست کی۔ یہ صاحب بذریعہ خط وکتابت کچھ عرصہ تک تعلیم حاصل کرتے رہے تھے بعد کو حاضر ہو کر چند روز قیام واطلاع حالات کے بعد یہ درخواست کی حضرت نے فرمایا بات یہ ہے کہ مناسبت کا انتظار ہوتا ہے مناسبت کے بعد پھر مجھے عذر نہیں ہوتا۔ جو کچھ روکھا اور خشکی ہے اسی وقت تک ہے۔ بات یہ ہے میں یہ دیکھتا ہوں کہ مناسبت ہوگی یا نہیں اسلئے جو کو شبہ ہوتا ہے اُس سے پوچھتا ہوں اسکو لوگ خشونت سمجھتے ہیں۔ ہر شخص کا جیسا برتاؤ ویسا اُس کے ساتھ معاملہ۔ اگر مجھے خلل دماغ ہے سب کے ساتھ کیوں نہیں بعضوں کا خیال ہے کہ مجکو یبس دماغ ہے۔ لیکن یہ کیا وجہ کہ بعض کے ساتھ یبس ہے اور بعض کے ساتھ تری۔ بات یوں ہے کہ واللہ غلطیوں پر تغیر نہیں ہوتا۔ مگر کیا ہے جسپر تغیر ہوتا ہے ایک بے پروائی پر ایک خود رائی پر۔ باقی غلطی کس سے نہیں ہوتی گناہ تک ہوتے ہیں۔ کیا مجھسے نہیں ہوتے۔ ہزاروں گناہ سیکڑوں غلطیاں۔ میں کوئی بچہ نہیں جو ہر غلطی پر گرفت کروں ہاں جن سے بچ سکتا ہے اور پھر محض بے پروائی کی وجہ سے نہیں بچتا اُن پر تغیر ہوتا ہے پھر انہیں مولوی صاحب کا حوالہ دیکر جنکا ذکر ملفوظ نمبر (۵۳۵) میں ہے فرمایا کہ جب معتقد ہو کر آئے پھر تامل کیسا اور جب مخلص بنکر آئے پھر چالاکی کے کیا معنی اس اجتماع النافیین سے پریشانی ہوتی ہے دعویٰ کچھ قال کچھ حال کچھ۔ لِمَ تقولون ما لا تفعلون۔ لیجئے اسی حرکت پر خدا کو بھی غصہ آتا ہے پھر اُن ذاکر صاحب نے کوئی اور حال بیان کیا تو فرمایا کہ جب بندہ کام میں لگتا ہے خدا خود مدد فرماتا ہے۔ تعلیم کنندہ تو محض بہانہ ہے اصل میں مبدا فیاض ہی سے فیوض وبرکات نازل ہوتی ہیں شیخ برائے نام واسطہ ہوتا ہے لیکن طالب کو چاہیئے کہ واسطہ کی قدر کرے کیونکہ خدا کی عادت ہے کہ بدون واسطہ کے وہ فیوض وبرکات نازل نہیں فرماتے اللہ تعالیٰ زیادہ تر ترقی نصیب فرمادے پھر بیعت کی درخواست پر فرمایا کہ مجھے عذر نہیں میں بیعت کرلونگا ہفتہ کے روز پرچہ دیدیجئے گا اُس میں یہ الفاظ لکھدیجئے گا "وعدۂ بیعت"۔ کیونکہ مجھے یاد نہیں رہتا۔ بہت کام رہتے ہیں۔

(۵۴۶) ایک ذاکر صاحب عرضِ حال کیلئے بعد مغرب حاضر ہوئے۔ از خود حضرت نے فرمانا شروع کیا کہ میں شرمندہ ہوں کہ آپ ہمیشہ محبت سے آتے ہیں مگر مجھے آپکی طرف خاص طور سے متوجہ ہونے اور بات چیت کرنے کا موقع ہی نہیں ملتا کیونکہ کاموں کی کثرت کی وجہ سے فرصت ہی نہیں ملتی۔ یہ آپ کی محبت ہے کہ آپ بدون اس کے کہ میں متوجہ ہوں یاد کر کے آجاتے ہیں۔ اس سے مجھے آپ کے ساتھ اُنس اور الفت بڑھتی جاتی ہے۔ بے غرض محبت جو طالب کی شان ہو وہ حق تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائی ہے۔ انشاء اللہ اسکی بہت برکتیں آپ کو عطا ہونگی۔ محبت جو محض حق تعالیٰ کیلئے ہو کوئی دنیوی غرض یا نفس کا حظ نہو آپ کی محبت کی یہ شان اللہ نے کی ہے۔ اُن صاحب نے عجز کے کلمات کہکر عرض کیا کہ اطلاع کے قابل کوئی حال نہیں۔ فرمایا کہ خواہ کوئی حال ہو یا نہو اطلاع ہونی چاہیئے۔ کوئی حال نہیں یہ بھی ایک حال ہے۔ اُن صاحب نے عرض کیا کہ کبھی استغراق ہے کبھی غفلت کبھی ذکر زبان اور قلب دونوں کے ساتھ جاری رہتا ہے کبھی محض قلب سے اور کبھی محض زبان سے عرض کبھی کوئی حالت ہے کبھی کوئی۔ کوئی مستقل حالت نہیں پیدا ہوتی۔ فرمایا کہ یہ سب علامتیں ہیں کہ رستہ طے ہو رہا ہے اُن کا پیش آنا علامت اسکی ہے کہ رستہ طے ہو رہا ہے۔ اور روز بروز مقصود سے قرب ہوتا جاتا ہے۔ ابتدا میں بلکہ توسط تک کی حالت میں تلوین ہی رہتی ہے استقلال تو مدتوں کے بعد ہوتا ہے۔ کمال رسوخ نسبت کے بعد البتہ ثبات ہوتا ہے حالت کا۔ نہ اس حالت کا انتظار رکھئے نہ اس تلوین سے دلگیر ہو جئے۔ اپنے کام میں لگے رہئے۔ قدم اٹھا کر چلنا شروع کر دے پھر چاہے ایک ہی بالشت روز چلے بُعد روز بروز کم ہی ہوتا جائیگا۔ بلکہ رستہ میں رہ جانا یہ بھی پہونچ جانا ہی ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص طلب علم میں مرجاتا ہے اُس کا حشر علماء و شہدا ہی میں ہوتا ہے۔ یعنی وہ انہیں میں شمار ہوتا ہے۔ تو طلب بمنزلہ وصول ہی کے ہے کیونکہ بندہ کا کام اتنا ہی تھا۔ ذاکر صاحب نے عرض کیا کہ بعض اوقات قلب بالکل خالی معلوم ہوتا ہے۔ بہت کوشش کرتا ہوں لیکن کچھ نہیں ہوتا فرمایا کہ کوشش نہ کیجئے یہ غلطی ہے یعنی کوشش میں مبالغہ نہیں چاہیئے۔ سرسری توجہ رکھنی چاہیئے۔ ورنہ زیادہ کاوش کا انجام اچھا نہیں۔ طبیعت پر تعب ڈالنے سے پریشانی بڑھتی ہے اور کبھی کبھی مایوسی تک نوبت پہونچتی ہے کیونکہ ایسے امور اختیار میں نہیں اور جو امور اختیار میں نہوں اُن کے پیچھے پڑنے کا انجام اخیر میں تعطل ہوتا ہے۔ کیونکہ اگر بالفرض کامیابی نہوئی تو شیطان

راہ مارتا ہے۔ اغوا کرتا ہے کہ اتنا سر مارتے ہیں پھر بھی کوئی نتیجہ نہیں نکلتا۔ پھر کیا فائدہ بیکار محبت کرنے
سے لہٰذا زیادہ کوشش نہیں چاہیئے ؎ سخت میگردد جہاں بر مردمانِ سخت کوش۔ سو واقعی یہ
بات ہے۔ یہ سلوک ہی کے متعلق فرمایا ہے۔ سرسری توجہ اور سعی سے کام کرنا چاہیئے۔ اگر کوئی کیفیت
نہ ہو کچھ پرواہ نہ کرے۔ یہ خالی رہ جانا قبض کہلاتا ہے۔ قبض بسط سے بھی ارفع ہے اسواسطے کہ اپنی حقیقت
قبض ہی میں معلوم ہوتی ہے۔ اگر بسط دائم رہے تو بہت سے اخلاق رذیلہ پیدا ہو جاویں۔ چنانچہ حق
تعالیٰ نے رزق ظاہری کی بابت فرمایا ہے کہ ولو بسط اللّٰہ الرزق لعبادہ لبغوا فی الارض
یعنی اگر اللہ تعالیٰ رزق کو فراخ فرمادیتے اپنے بندوں کیلئے تو وہ شرارت کرتے۔ سو احوال کے رزق
باطنی میں بھی یہی ہوتا ہے۔ اگر احوال دائم رہیں تو بہت سی باطنی خرابیاں پیدا ہو جائیں۔ یعنی طغیان
بڑائی عجب وغیرہ بس قبض میں بھی صدہا مصلحتیں ہیں۔ یہ بھی علاج ہے بہت سی برائیوں کا۔ اور جو
قلب خالی معلوم ہوتا ہے تو واقع میں خالی نہیں ہوتا بلکہ بھرا ہوا ہوتا ہے لیکن جو چیز اُس میں بھری
ہوئی ہے وہ ایسی ہے کہ بظاہرِ نظر محسوس نہیں ہوتی بسط کی حالت تو ایسی ہے جیسے بوتل میں پانی
بھرا ہوا ہو کہ وہ نظر بھی آتا ہے ہلانے سے چھلکتا بھی ہے۔ بوتل بھی وزنی معلوم ہوتی ہے اور اگر پانی
گرا کر ڈاٹ لگادی جاوے تو بوتل خالی نظر آتی ہے حالانکہ وہ خالی نہیں ہے بلکہ اُس کے اندر ہوا ہے اور
ممکن ہو کہ اسوقت کے اعتبار سے ہوا ہی کا ہونا مصلحت ہو۔ پانی تو نظر آتا تھا۔ ہوا نظر نہیں آتی حالانکہ
ہوا بھی بعض اوقات ضروری ہوتی ہے چنانچہ مشک میں کبھی پانی بھرتے ہیں۔ کبھی پھونک مار کر ہوا
بھرتے ہیں اور اُس کے ذریعہ سے تیرتے ہیں اُسوقت ہوا ہی کا بھرنا ضروری ہوتا ہے اُسوقت اُسمیں
اگر کوئی سوئی چبھودے تو اُس کے ڈوبنے کا مقدمہ ہے۔ اور یہ جاننا مربی حقیقی کا کام ہے کہ کسوقت
ہوا بھرنا مفید پڑیگا اور کس وقت پانی بھرنا۔ بہرحال مربی کا شکر کرنا چاہیئے۔ یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ ہم
خالی ہیں۔ کام میں لگا رہے اور حالات سے اطلاع دیتا رہے انشاءاللہ کامیابی یقینی ہے۔ اس راہ
میں ہرگز ہرگز حرمان نہیں ہوتا۔ پھر احقر سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ مشک کی مثال عجیب ہے۔ اس سے
پہلے کبھی ذہن میں نہیں آئی تھی الحمدللہ یہ علوم ہیں جو منجانب اللہ وارد ہوتے ہیں۔ آپ کو قلمبند
کرنیکا بہت ثواب ہوگا۔ یہ کسی کو نہیں سوجھی تھی۔ انشاءاللہ یہ مضامین لوگوں کو بہت نافع ہونگے

(۴۷۵) حضرت نے متعدد مصالح کی بناء پر یہ قاعدہ مقرر فرمادیا ہے کہ دوپہر کے وقت اور مدرسے کے

اوقات کے علاوہ چھٹی کے وقت میں کوئی باہر کا طالب علم مدرسہ میں نہ آوے اور نہ رہنے پاوے۔ اور جو خانقاہ ہی میں رہتے ہوں وہ دوپہر کے وقت جو کہ آرام کا ہوتا ہے نہ آپس میں زور زور سے باتیں کریں نہ کتاب وغیرہ پڑھیں۔ اس قاعدہ کے خلاف کرنے پر متعدد مرتبہ سخت تنبیہ فرما چکے ہیں۔

۲۲ رجب المرجب سنہ ۳۴ ہجری

(۵۴۸) فرمایا کہ فنا میں جو سکر اور استغراق ہوتا ہے وہ انسان کے ساتھ خاص ہے۔ ملائکہ میں نہیں ہوتا۔

(۵۴۹) فرمایا کہ یہ مسئلہ تصوف کا ہے کہ الفانی لا یرد۔ یعنی فانی لوٹتا نہیں اول حالت کی طرف۔ ہمارے مولانا محمد یعقوب صاحب فرماتے تھے کہ شیطان واصل ہو کر راجع نہیں ہوا سو وہ واصل ہی نہ ہوا تھا۔ ورنہ واصل مرتد نہیں ہوتا۔ حدیث شریف میں ہے کذلک الایمان اذا خالط بشاشتہ القلوب پس شیطان واصل ہی نہیں تھا۔ اُس وقت بھی اُس میں استکبار کی شان تھی جو کفر کا شعبہ ہے۔ چنانچہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کان من الکافرین۔

(۵۵۰) فرمایا پری مطلق پروالے کو کہتے ہیں یہ لفظ ہم معنی اولی اجنحۃ کا ہے۔ یہ نہیں کہ صرف مونث کو کہتے ہیں جیسا کہ مشہور ہے۔

(۵۵۱) استفسار پر فرمایا کہ روح کے متعلق جو من امر ربی ارشاد ہے اس میں من علت کا ہے تبعیضیہ نہیں یعنی روح امر رب کی وجہ سے ہے۔ مطلب یہ کہ روح ایسی چیز ہے جو امر رب سے ہوئی ہے۔ پھر فرمایا کہ محققین کے نزدیک روح عالم مادہ میں سے نہیں بلکہ عالم مجردات میں سے ہے۔ پس چونکہ عنصری نہیں ہے اسلئے اس سے زیادہ سمجھ میں نہ آتا کہ خدا کے حکم سے پیدا کی ہوئی ہے۔ یہ تو روح حقیقی ہے۔ ایک روح مادی ہوتی ہے۔ اُس میں دو صورتیں ہیں۔ ایک روح طبی ہے جو بخارات سے بنتی ہے یہ مرنے کے وقت فنا ہو جاتی ہے۔ اور ایک اسکے علاوہ اور روح ہے جسکو حدیث میں نسمہ کہا ہے۔ اُس کی ایسی شکل ہے جیسی بدن انسان کی۔ ہاتھ پیر ناک آنکھ سب اعضا ایسے ہی ہوتے ہیں۔ اُس کی ہیئت منطبق ہے اس پیکر پر اور جسم لطیف ہے۔ وہ عرض نہیں۔ وہ مرنے کے بعد باقی رہتی ہے۔ اور روح حقیقی انسان کے اندر داخل نہیں ہوتی بلکہ اسکو جسم سے ایک قسم کا تعلق ہے۔ جیسے بادشاہ کو تعلق تمام رعایا سے ہوتا ہے یہ صوفیہ کی تحقیق ایسی ہے کہ اسکے بعد تمام قرآن حدیث اسپر منطبق ہو جاتے ہیں۔ الفتوح میں اس کی

تفصیل ہے۔ الفتوح کو میں نے عشرۂ رمضان میں لکھا تھا لوگ کہتے ہیں کہ عبارت سمجھ میں نہیں آتی لیکن جب مضمون ہی دقیق ہو تو کیا کیا جاوے۔ عبارت تو سمجھ میں آتی ہے لیکن سمجھ ہی عبارت کیطرف نہیں آتی۔ عرض کیا گیا کہ الفتوح میں قل الروح من امر ربی کی یہ تفسیر نہیں ہے جو حضور نے اسوقت فرمائی فرمایا کہ وہ تفسیر تھوڑا ہی تھی اب آپ لکھ لیجئے ناظرین دونوں کو جمع کر لیں گے جیسے ایک جگہ انگرکھا ایک جگہ پاجامہ۔ دونوں کو لیکر پہن لیں گے۔ جیسے کسی عورت نے دوسری عورت سے پوچھا کہ بہن فوج کیا ہے۔ اُس نے کہا کہ میرا میاں تیرا میاں یہی فوج ہے اور فوج کہاں سے آئی تھی۔ استفسار پر فرمایا کہ جانوروں کی روح بمعنی نسمہ میں شبہ ہے۔ روح طبی تو ہے ہی۔ حدیث میں ہے کہ جانور محشور بھی ہوں گے اب یا تو حق تعالیٰ روح طبی ہی کو ان میں پھر پیدا فرماویں گے یا نسمہ بھی اُن میں ہوتا ہو دونوں احتمال ہیں۔ البتہ روح مجرد اُن میں نہیں ہوتی۔

(۵۵۲) فرمایا کہ افلاطون اشراقی تھا۔ پہاڑ پر رہتا تھا۔ عبادت میں مشغول رہتا تھا بعض صوفیہ نے اُسکو اچھی حالت میں دیکھا ہے حضرت جیلی فرماتے ہیں افلاطون الذی یعدہ اھل الظاھر کافرا یعنی وہی افلاطون جسکو اہل ظاہر کافر کہتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ میں نے کہیں دیکھا ہے کہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معاصر تھا۔ حضرت سے ملا بھی ہے۔

(۵۵۳) درس مثنوی میں کسی مضمون کی تعریف میں فرمایا کہ واقعی محقق صوفیہ کے سامنے نہ فلاسفہ کوئی حقیقت رکھتے ہیں نہ کوئی اور۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات کو تمام اشیاء کے حقائق منکشف رہتے ہیں۔

(۵۵۴) مثنوی شریف کے ایک مضمون متعلق بہ حقیقت دنیا پر فرمایا کہ اور شاعروں نے اس سے بھی زیادہ زیادہ باتیں کہی ہیں۔ لیکن اُن میں کیوں اثر نہیں۔ مولانا کے بیان کے بعد تو دنیا کی حقیقت کچھ نہیں معلوم ہوتی حضرت مولانا پر تو حال طاری ہے۔ اور شاعروں کے کلام میں یہ اثر کہاں۔ اسی طرح حضرت عارف شیرازی کو لوگ کہتے ہیں کہ شرابی کبابی تھے۔ میں کہتا ہوں کہ اُن کے بزرگ ہونے کی یہی دلیل ہے کہ اور شاعروں کے کلام میں یہ اثر کیوں نہیں جو اُن کے کلام میں ہے اُن کے اشعار دل کیوں لئے لیتے ہیں۔ اُن کے پڑھنے سے دنیا سے دل سرد کیوں ہو جاتا ہے یوں شرابی تو بہت سے گذرے ہیں اُن کے کلام میں کیوں اثر نہیں۔ ایک بار فرمایا کہ تصوف کے

مضامین حضرت حافظ کے کلام پر تو نہایت آسانی کے ساتھ منطبق ہو جاتے ہیں اور کسی کے کلام پر کیوں نہیں ہوتے جو محض شاعر ہیں۔ یہی دلیل ہے اس بات کی کہ اُن کو شراب و کباب مقصود نہیں بلکہ یہ خاص اصطلاحیں ہیں۔ نیز اُن کے بزرگ ہونے پر بڑے بڑے بزرگوں کا اتفاق ہوتا چلا آیا ہے۔ لہذا اگر معتقد نہ ہو تو برا تو ہرگز نہ سمجھنا چاہئے۔

(۵۵۵) مدرسے کے مکان کے کرایہ کی بابت ایک صاحب نے جنکے پاس حساب کتاب رہتا ہے ایک خاں صاحب کے ذمہ کسی ماہ کا کرایہ نکالکر حضرت سے اطلاع کی حالانکہ کرایہ بیباق تھا۔ حضرت نے خانصاحب کو لکھا کہ فلاں صاحب کہتے ہیں کہ کرایہ باقی ہے اُن خاں صاحب نے حضرت کی پچھلی تحریریں بھیجکر لکھا کہ کرایہ بیباق ہے اور اگر میری غلطی ہو تو معاف فرمایا جاوے۔ حضرت نے تحویلدار صاحب سے تحقیق کیا تو واقعی اُنہیں کی غلطی تھی۔ حضرت کو بہت افسوس ہوا کہ خواہ مخواہ مجھے شرمندگی ہوئی لیکن خدا کا شکر ہے کہ میں نے تحویلدار صاحب کی روایت ہی نقل کی تھی اپنی طرف سے نہیں لکھا تھا۔ احتیاط اسی میں ہے کہ روایات کو اپنی طرف سے نہ لکھے بلکہ اُن کو روایت ہی کے طور پر لکھے۔ تحویلدار صاحب کو ہدایت فرمائی کہ بلا تحقیق بات نہ کہنا چاہئے کیونکہ پھر اُس کے آثار دور تک پہونچتے ہیں۔ خواہ مخواہ اُن کو بھی پریشانی ہوئی اور مجھے بھی شرمندگی ہوئی کہنے والے کو تحقیق کرنا آسان ہے میں کہانتک یاد رکھ سکتا ہوں۔ گذشتہ بات چاہے ذرا سی ہو اُسکا یاد کرنا مجھے نہایت دشوار معلوم ہوتا ہے کیونکہ میں تو اُس کو اپنے ذہن میں مکمل کر کے اُس سے فارغ ہو چکا۔ پھر فرمایا کہ حساب کتاب میں ہے بڑے تیقظ کی ضرورت میں اپنے آپ کو بڑا ہوشیار سمجھتا تھا لیکن پچیس روپیہ ڈانڈ دینا پڑ ہی گیا (مدرسے کے حساب میں پچیس روپیہ کے نوٹ کی بابت شبہ پڑ گیا حضرت نے محض شبہ کی بناء پر بغرض احتیاط پچیس روپیہ اپنی طرف سے مدرسہ میں داخل کر کے تحویل ایک دوسرے صاحب کے متعلق اور حساب تیسرے صاحب کے متعلق کر دیا کیونکہ فرمایا کہ ایک ہی شخص کے پاس حساب اور تحویل دونوں کا رہنا مناسب نہیں ہوتا یہ خلاف ہے اصول کے) پھر کرایہ کی غلطی کی بابت فرمایا کہ نتائج کو دیکھئے۔ اب ان کا انسداد کرتا ہوں تو سخت مشہور ہوتا ہوں کیا یہ انسداد کے قابل نہیں۔

(۵۵۶) فرمایا کہ جب کوئی مجھ پر اعتراض کرتا ہے تو اول جو بات ذہن میں آتی ہے وہ یہی

ہوتی ہے کہ مجھسے ضرور غلطی ہوئی ہوگی۔ الحمدللہ یہ کبھی ذہن میں نہیں آتا کہ بات بنائیں۔ ایکبار فرمایا کہ میں نے اپنے نفس کے علاج کیلئے ایک سالانہ رسالہ ترجیح الراجح کے نام سے نکالا ہے جسمیں وہ غلطیاں درج ہوتی رہیں گی جنکا سال بھر کے اندر مجھسے صادر ہونا معلوم ہوتا رہے گا چنانچہ اب ہر سال اُس رسالہ کی تکمیل کی غرض سے میں مشتاق اور متلاشی رہا کرتا ہوں کہ کوئی میری غلطیاں نکال نکال کر مجھے مطلع کرے تاکہ وہ رسالہ تو پورا ہو۔

(۵۵۷) فرمایا کہ عشق صورت بھی ایک عذاب ہے عذاب خصوص عشق امارد۔ بڑا سخت مرض ہے ایک بزرگ کہتے ہیں کہ جب کسی کو مردود کرنا منظور ہوتا ہے تو اُسکو عشق امارد میں مبتلا کیا جاتا ہے۔ بس یہ عشق صورت گویا علامت ہے مردودیت کی۔ تصوف کا مسئلہ ہے کہ امردوں سے اختلاط نہ کرے اور عورتوں سے نرم باتیں نہ کرے۔ حق تعالیٰ کا بھی ارشاد ہے لا تخضعن بالقول اس سے تائید ظاہر ہے۔ پھر فرمایا کہ عشق مجازی ظاہر میں بھی تو ایک نہایت مصیبت اور کلفت کی چیز ہے برخلاف عشق حقیقی کے کہ اسمیں سراسر راحت اور اطمینان ہے اور اسمیں جو کبھی کچھ ظاہری کلفت معلوم ہوتی ہے اُسمیں بھی ایک نور ہوتا ہے۔ پریشانی مطلق نہیں ہوتی۔

(۵۵۸) فرمایا کہ حضور (رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم) کی جتنی سنتیں ہیں اگر طبیعت سلیم ہو تو گو نقلاً معلوم نہوں لیکن خودبخود جی میں یہی آویگا کہ ایسا کرو۔ حضور کے جتنے طریقے ہیں نہایت فطرت سلیمہ کے موافق۔ کیوں نہو حضور سے زیادہ کون سلیم الفطرت ہوگا۔

(۵۵۹) فرمایا کہ اگر کچھ بھی نہ کرے لیکن حق تقویٰ جسے کہتے ہیں یعنی تقویٰ کا حق ادا کرے تو اس سے بہت نور و برکت پیدا ہوتا ہے لوگ پاکی ناپاکی کا تو بہت خیال کرتے ہیں مگر حلت حرمت کو نہیں دیکھتے۔ حالانکہ پاکی ناپاکی میں بہت وسعت ہے۔ اسمیں بہت سی صورتیں مختلف فیہ ہیں۔ اور حلال حرام کی جن کوتاہیوں میں ابتلا ہے ان میں بہت کم صورتیں ایسی ہیں جنمیں اختلاف ہے۔ اس میں اکثر صورتیں متفق علیہ ہی ہیں مگر لوگ کپڑے اور بدن کی پاکی کا تو بہت خیال کرتے ہیں اور حلال غذا کا کچھ بھی اہتمام نہیں۔ چاہے رشوت ہو۔ چاہے غصب ہو۔ سب حلال ہے۔ میں تو کہا کرتا ہوں کہ جسمیں گھی اچھی طرح پڑا ہو وہ تو آج کل حلال اور جسمیں گھی کم ہو وہ حرام۔ بس یہ معیار حلت اور حرمت کا رہ گیا ہے۔

۲۷ رجب المرجب ۳۴ھ ہجری

(۵۶۰) آیت وحملہا الانسان کے متعلق فرمایا کہ اکثر عارفین کے نزدیک امانت سے مراد عشق ہے۔ اور آگے جو ارشاد ہے کہ انہ کان ظلوما بعض اہل لطائف نے کہا ہے کہ یہ عنوان میں تو قدح ہے لیکن در اصل مدح ہے کہ اسنے بڑا ہی ستم کیا کہ جھٹ کھڑا ہی ہو گیا۔ اور عشق کا بوجھ اٹھانے کیلئے تیار ہو گیا۔ بڑا نادان ہی کچھ نہ سوچا کہ کیسی کیسی مصیبتیں پڑیں گی۔

(۵۶۱) فرمایا کہ مضامین تو اور لوگ بھی باندھتے ہیں لیکن الفاظ جیسے حضرت مولانا رومی اور حضرت حافظ کو ملے ہیں دوسروں کو میسر نہیں ہوئے۔ ان کے الفاظ میں بھی اثر ہے۔

(۵۶۲) فرمایا کہ لمبے خط کے جواب میں اکثر تاخیر ہو جاتی ہے۔ دقت بھی ہوتی ہے۔ چھوٹے چھوٹے خطوط زیادہ تعداد میں ہوں تو اُن کا جواب لکھنا اسقدر دشوار نہیں۔ عرصہ عرصہ کے بعد طول طویل خطوط لکھنے سے یہ بہتر ہے کہ جلد جلد لکھیں لیکن مختصر۔ یہ طرز نافع بھی زیادہ ہے۔

(۵۶۳) فرمایا کہ میرا یہ طرز کہ جو بات ہوئی صاف کہدی۔ گو عرفی مصلحت کے خلاف ہو لیکن اہمیں اتنی مصلحت ضرور ہے کہ سب احباب مطمئن رہتے ہیں کہ دل میں کوئی بات نہیں رکھتا۔ جو دل میں آیا فوراً کہدیا یہاں تو ہر چیز نقد ہے ہمارا تو صاحب قلندرانہ طرز ہے۔

(۵۶۴) فرمایا کہ اب آج کل تو شرافت اور ریاست کا وہ خلاصہ رہگیا ہے جو میرے سب سے چھوٹے ماموں صاحب نے اس شعر میں دکھلایا ہے ؎

ہے شرافت تو کہاں بس شر و آفت ہے فقط ❊ ست ریاست سے گیا صرف ریا باقی ہے

(۵۶۵) فرمایا کہ خط کے اندر برابر میں تھوڑی سی بھی جگہ خالی ہو تو بڑا ہی آرام رہتا ہے۔ جواب ساتھ کے ساتھ۔

(۵۶۶) ایک سیاح صاحب نے ایک پیر صاحب کی بہت تعریف لکھی جو باوجود بالکل پڑھے لکھے نہونے کے عربی میں درود شریف کے صیغے تصنیف کر لیتے ہیں اور جنکو ان کے زعم میں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت اویسیہ حاصل ہے۔ بظاہر کسی شیخ سے بیعت نہیں درود شریف کے دو صیغے ایسے تھے جنکے مضموں میں اُن سیاح مداح صاحب کو بھی خدشہ تھا۔ حضرت کو تحریر فرمایا کہ مجھے ان دو میں تردد ہے اور چونکہ آپ کا نام میں نے عرب سے سنا ہے لہذا آپ سے بطور تحقیق حق

کے استفسار ہے کہ فی الواقع ان دونوں جملوں میں کوئی کلام ہے یا نہیں اور اگر ہے تو کیا ہے حضرت نے تحریر فرمایا کہ مجکو بھی تردد ہے۔ اور کلام کی نسبت تحریر فرمایا کہ آپ نے اپنا کلام پہلے لکھا ہوتا تو مصلحت تھی اور میں تو اُس وقت لکھنا مصلحت سمجھتا ہوں جب مصنف صاحب سے اول اسکی توجیہ دریافت کرلی جاوے پھر اُس توجیہ میں نظر کرکے کچھ کہا جاسکتا ہے۔ دیگر صیغوں میں بھی بعض عبارتیں ایسی تھیں جو سمجھ میں نہیں آتی تھیں۔ پھر حضرت نے زبانی ارشاد فرمایا کہ خیر غنیمت ہے شبہ تو کیا۔ ورنہ پیروں پر تو آج کل آنکھ بند کرکے ایمان لے آتے ہیں۔ اُن سے گویا کوئی فعل خلاف صادر ہی نہیں ہوتا استفسار پر فرمایا کہ نسبت اویسیہ ہوتی تو ہے لیکن میرے نزدیک کافی نہیں۔ ایسے شخص سے غلطیاں واقع ہوسکتی ہیں کیونکہ یہ تو ہو نہیں سکتا کہ ہر جزئی کی تحقیق حضور سے کرسکے اور اگر ہو بھی تو احتمال ہے کشف کے غلط ہونے کا محض روحانی طور پر فیض ہونے سے نسبت میں تو قوت ہوجاتی ہے۔ لیکن حقیقت طریق معلوم نہیں ہوسکتی۔ اور صاحب مجھے تو اس میں بھی شک ہے کہ یہ درود شریف کے صیغے اُنہیں کے ہوں۔ شاید کسی عالم نے بنادیئے ہوں گے اور اگر اُنہیں کے ہوں تو کونسا کمال ہے یہ سب کچھ ہو تب بھی کچھ نہیں۔ ایسا شخص جب ٹھوکر کھاویگا کوئی سنبھالنے والا نہیں ہوگا۔ اندھے صاحب لاکھ مشاق ہوں بلا سہارے چلنے کے لیکن اگر کوئی کھائی سامنے آگئی تو کھائی صاحب پھر کھا ہی جائیں گی۔ بزرگوں نے یوں کہا ہے کہ گربۂ زندہ بہ از شیر مردہ۔ یہ ایک موٹی بات ہے کہ اس طریق میں سخت ضرورت تعلیم کی ہوتی ہے اور عادۃً تعلیم مردوں سے نہیں ہوسکتی گو وہ برزخ میں احیاء سے بڑھکر متصف بالحیوٰۃ ہوں ہاں تقویت نسبت ہوسکتی ہے لیکن نری تقویت نسبت سے کیا ہوتا ہے۔ کوئی ہزار پہلوانی کا زور رکھتا ہو لیکن داؤں نہ جانتا ہو تو وہ کچھ بھی نہیں۔ داؤں جاننے والا ایک بچہ اُسکو چت کردیگا نری تقویت سے کیا ہوتا ہے صنعت بھی تو چاہئے۔ روایت کا سلسلہ آخر عبث تھوڑا ہی ہے مرغی بے مرغ کے بھی انڈے دیتی ہے، لیکن خالی انڈے سے بچے نہیں نکلتے۔ گو خود کچھ ہو بھی جاوے لیکن ایسے شخص سے دوسرے کو نفع نہیں پہنچ سکتا۔ اول تو خود اُسی کے منتفع ہونے میں کلام ہے ایسے شخص کو اگر کوئی عقبہ پیش آوے تو وہ کسی سے پوچھیگا بھی نہیں کیونکہ لوگوں کے نزدیک اُسکی نسبت اویسیہ قطع ہوجائیگی اُسکو سُبکی ہونے کا خیال ہوگا۔ پھر فرمایا کہ اگر یہ بزرگ پڑھے لکھے

نہیں تھے توان کو ان درود شریف کے صیغوں کے متعلق علماء سے پوچھنا چاہیے تھا۔ اگر ایسا کرتے تو تمام مشائخ کے یہاں مقبول ہوجاتے لوگ یوں سمجھتے ہیں کہ ایسا کرنے سے چھوٹا ہوجاتا ہے، حالانکہ بڑا ہونے کی یہی صورت ہے مگر بڑے ہونے کی نیت سے ایسا نکرے ورنہ پھر کچھ بھی نہو گا۔ پھر فرمایا کہ ماثور درودوں کو چھوڑ کر ضرورت ہی کیا ہے ان درودوں کے پڑھنے کی۔ استفسار پر فرمایا کہ دلائل الخیرات کے مصنف تو بڑے عالم تھے اُنھوں نے منقول ہی صیغے لئے ہیں۔ گو بعض صیغوں کے منقول ہونے میں کلام ہے۔ پھر فرمایا کہ میں نے جواب اُنہیں یہی لکھا ہے کہ مجھسے جب پوچھنا جب پہلے خود مصنف سے پوچھ لو۔ پھر فرمایا کہ اگر وہ اس پوچھنے سے ناراض ہوں تو پھر ایسے بزرگ ہی کو سلام ہے۔ خود حضور سے صحابہ پوچھتے تھے۔ پھر یہ اُن سے کیوں نہیں پوچھتے گویا قرآن نازل ہوگیا کہ کچھ پوچھو مت۔ صحابہ تو قرآن میں بھی پوچھا کرتے تھے۔ پھر فرمایا کہ لوگوں نے پیروں کے آداب میں بہت ہی غلو کر رکھا ہے۔ بس خدا سمجھ رکھا ہے نعوذ باللہ۔ اور وہ خود بھی اپنے آپکو خدا سمجھنے لگے ہیں۔ ایک پیر صاحب پر ان کے مرید کا سایہ پڑ گیا تو نہایت خفا ہوئے اور جرمانہ کیا۔ بس میرا تو اس باب میں یہ مسلک ہے کہ محبت کے متعلق جو آداب ہیں وہ تو ضروری۔ اُن کے تو دقائق کی بھی رعایت چاہیے باقی تعظیم تکریم کے متعلق جو آداب ہیں وہ سب بیکار۔ محبت تو چاہیے۔ لیکن زیادہ تعظیم تکریم فضول۔ صحابہ محبت کے آداب کا بہت لحاظ رکھتے تھے۔ تعظیم و تکریم کا اُن کو اہتمام نہ تھا۔ اب اس سے زیادہ کیا محبت ہوگی کہ حضور کے لعاب دہن اور آبِ وضو کو نیچے نہ گرنے دیتے تھے ہاتھوں میں اور منہ میں مل لیتے تھے۔ عرض کیا گیا کہ سایۂ شیخ پر نہ پڑنے کا ادب تو فروع الایمان میں بھی لکھا ہے۔ فرمایا کہ اُس کا یہ مطلب نہیں کہ اگر سایہ پڑ جاوے تو جرمانہ کیا جاوے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر شیخ کوئی کام کر رہا ہو تو اس کا خیال رکھے کہ اس پر سایہ نہ پڑنے پاوے۔ ورنہ پرچھائیں پڑنے اور اسمیں حرکت ہونے سے اُسکی یکسوئی میں فرق آکر کام میں خلل پڑیگا۔ غرض اس کا ہمیشہ خیال رکھے کہ شیخ کو کوئی کلفت یا کدورت نہو نے پاوے۔ چنانچہ ایک مرتبہ ایک صاحب کھڑے تھے۔ میں کام کر رہا تھا۔ مجھپر سایہ پڑا۔ میری طبیعت اُلجھنے لگی میں نے ہٹا دیا میں تو اس کا یہی مطلب سمجھتا ہوں اسکو آداب میں تو لوگوں نے ضرور نقل کیا ہے لیکن کسی نے اس کا راز کہیں نہیں لکھا لہذا کوئی دلیل نہیں کہ اُس کا وہ مطلب نہو جو میں سمجھا ہوں

کیونکہ یہ مطلب کسی قاعدۂ عقلی یا شرعی کے خلاف نہیں۔ پھر یہ آداب کوئی ملہم تو ہیں نہیں تجربوں کی بناء پر رکھے گئے ہیں۔ ایک صاحب نے استفسار کیا کہ محبت کے آداب کیا ہیں۔ فرمایا کہ جب محبت ہوگی خود بخود آداب معلوم ہو جائیں گے۔ جیسے لڑکا جب بالغ ہوتا ہے خود بخود اُسکو شہوت ہونے لگتی ہے۔ پھر اُس کو آداب مجبت کے بتلانیکی ضرورت نہیں رہتی اُسے خود بخود سب ترکیبیں آجاتی ہیں۔ نابالغ بچہ کو کس طرح سمجھایا جاوے کہ جماع اس طرح ہوتا ہے۔ محبت پیدا کرلے پھر خود بخود آداب قلب میں آنے لگیں گے۔ محبت کے آداب کی کوئی فہرست تھوڑا ہی تیار ہو سکتی ہے۔ اور تکلف کی ساتھ محبت بھی نکرے۔ اگر کھینچ تانکر اور آداب کی فہرست پوچھکر محبت بھی کی تو اس سے کیا ہوتا ہے۔ جتنی محبت ہو بس اتنی ہی ظاہر کرے تکلف اور تصنع نکرے۔ یہ تو خواہ مخواہ شیخ کو دھوکہ دینا ہی ایکبار حضرت مولانا گنگوہی نے فرمایا کہ جتنی محبت پیروں کے ساتھ مریدوں کو ہوتی ہے حضرت حاجی صاحب سے مجکو اتنی نہیں۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نے سُنکر اِدھر اُدھر کی باتیں کرکے فرمایا کہ اب تو ماشاءاللہ آپ کی حالت باطنی حضرت حاجی صاحب سے بھی بہت آگے بڑھ گئی ہے۔ مولانا نے فرمایا کہ لاحول ولاقوۃ استغفراللہ بھلا کہاں حضرت کہاں میں ؎ چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ مجھے اس بات سے بڑی تکلیف ہوئی بہت صدمہ ہوا۔ مولانا محمد قاسم صاحب نے فرمایا کہ خیر آپ اُن سے بڑھے ہوئے نہ سہی لیکن میں پوچھتا ہوں کہ یہ تکلیف آپ کو کیوں ہوئی۔ بس یہی تو محبت آپ تو کہتے تھے کہ مجھے حضرت سے محبت ہی نہیں۔ اگر محبت نہ تھی تو یہ صدمہ کیوں ہوا ویسے ہی اپنی افضلیت کی نفی کردیتے۔ بس یہی محبت ہے۔ حضرت مولانا گنگوہی نے فرمایا کہ بھائی تم بڑے اُستاد ہو۔ بڑی بے تکلفی تھی آپس میں۔ پھر فرمایا کہ میں نے کبھی عمر بھر بزرگوں کے پاؤں نہیں دابے نہ کبھی اس کا جوش اُٹھا۔ ایسی حالت میں اگر کبھی دابتا تو تصنع سے ہوتا جب جی میں نہیں تھا نہیں کیا کہ کون بناوٹ کرے بزرگوں سے۔ بہت سے تو اس کو ذریعۂ تقرب سمجھتے ہیں۔ البتہ جب جوش ہو تو مضائقہ نہیں۔ اور صاحب کیا بزرگوں کو معلوم نہیں ہو جاتا۔ جوش چھپا نہیں رہتا۔ آدمی جسکو شیخ بناتا ہے وہ بہر حال اُسکو اپنے سے تو زیادہ ہی عقلمند اور صاحب بصیرت سمجھتا ہے۔ پھر اُسکے ساتھ تصنع کیوں کرے۔ میں بزرگوں کے معاملہ میں تو کیا بناوٹ کرتا اپنے عیوب بھی اُن ہی کبھی نہیں چھپائے۔ صاف کہدیا کہ مجھ میں یہ یہ عیوب ہیں۔ اور یہ یہ مرض ہیں۔ خیر وہ مرض گئے تو نہیں

لیکن اس سے علاج تو ہر مرض کا معلوم ہو گیا - ورنہ لوگ بلی کے گو کی طرح اپنے عیوب کو چھپاتے ہیں
گو معصیت کا اظہار نہیں چاہئے لیکن جب اُسکی اصلاح اپنے اختیار سے خارج ہو جائے تب اظہار بھی
ضروری ہے - گو تفصیل کی ضرورت نہیں کہ میں نے یہ کیا میں نے وہ کیا - اجمالاً مرض سے مطلع کر دے
باقی ویسے ہر خفیف مرض کے اظہار کی ضرورت نہیں - کیونکہ آخر شیخ کو تعلق ہوتا ہے اُسکو سنکر افسوس
ہوتا ہے - ہاں جب مرض بڑھنے لگے تب اظہار ضروری ہے جیسے کسی کو سوزاک ہو جائے تو اگر معمولی
تدابیر سے اچھا نہو تو ضروری ہے کہ باپ سے ظاہر کر دے -

(۵۶۷) فرمایا کہ تکلفات بہت ہو گئے ہیں عجمیوں کے اختلاط سے - عرب میں سبحان اللہ تکلف
تھا ہی نہیں اور آج کل انگریزی معاشرت کی تقلید کرنے والوں میں تکلفات تو نہیں لیکن تلبیس
بہت ہی حتی کہ بات تک ایسے عنوان سے بیان کرتے ہیں کہ کوئی کچھ سمجھے کوئی کچھ سمجھے - نئی اردو بھی
ایسی ہی ہو گئی ہے - صدق اور صفاء جیسا عرب کے اندر تھا کسی کے اندر نہیں - شاعری بھی ایسی سادی
اور خشک ہے کہ کچھ ٹھکانہ نہیں - اب اس سے بھی زیادہ کیا سادگی ہو گی کہ ایک شاعر کہتا ہے ؎

	واحبہا وتحبنی	ویحب ناقتہا بعیری	

یعنی میں اُسپر عاشق ہوں اور وہ مجھپر عاشق ہے اور میرا اونٹ اُسکی اونٹنی پر عاشق ہے عرب
میں مرد عاشق ہوتا ہے اور عورت معشوق اور ہندوستان میں عورت عاشق اور مرد معشوق اور
فارس میں اُلٹا معاملہ ہے کہ مرد ہی عاشق اور مرد ہی معشوق وہاں بڑی سخت گندگی ہے - آب وہوا
کا خاصہ جدا ہوتا ہے - عرب میں عورتیں بڑی آزاد ہوتی ہیں مردوں سے پورے پورے حقوق کا مطالبہ
کرتی ہیں - ہندوستان کی عورتیں جان نثاری اور خدمت گذاری میں حوریں ہیں عفت بھی شرفاء
میں اسقدر ہے کہ شاید سو میں سو ہی ایسی نکلیں گی کہ اُن کو غیر مرد کا کبھی وسوسہ بھی نہ آیا ہو گا -
جتنی جفائیں ہندوستان کی عورتیں سہتی ہیں کہیں کی نہیں سہتیں -

(۵۶۸) فرمایا کہ عورتوں کی طبیعت ضعیف ہوتی ہے ان پر اچھائی کا بھی اثر بہت جلدی ہوتا
ہے اور برائی کا بھی اب لوگ دنیاوی علوم عورتوں کو پڑھاتے ہیں - کہیں جغرافیہ کہیں تواریخ حالانکہ
یہ سخت مضر ہے - میں نے تو ایک مرتبہ وعظ میں کہا تھا کہ کیا جغرافیہ اسلئے پڑھاتے ہیں کہ بھاگنے میں آسانی
ہو - حق تعالیٰ فرماتے ہیں ان الذین یرمون المحصنت الغفلت المؤمنات دیکھئے غفلت

کو مدح میں فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایسے اسباب فساد سے غافل ہونا ہی مدح کی بات ہے۔

(۵۶۹) ایک صاحب نے کہا کہ عورتیں بہشتی زیور کو اسلئے اور بھی زیادہ پسند کرتی ہیں کہ اس کی عبارت بہت آسان ہے۔ فرمایا کہ جی ہاں اگر عبارت مشکل ہوتی تو وہ بہشتی زیور کیا رہتا بہشتی عما ہو جاتا پیچ در پیچ۔

(۵۷۰) ایک ذاکر صاحب سے فرمایا کہ نیند کا اگر بار بار غلبہ ہو تو سو جانا چاہیئے۔ جب نیند بھر جائے تب پھر اٹھکر ذکر کو پورا کرلے۔ کیونکہ نشاط کے ساتھ اگر ہو تو ذوق و شوق ہوتا ہے ورنہ تو عدد ہی کا پورا کرنا ہوتا ہے۔

(۵۷۱) ایک ذاکر صاحب کی درخواست مزید ذکر پر حضرت نے استفسار فرمایا کہ زیادہ ذکر کا تحمل ہو سکے گا۔ انھوں نے کہا کہ اگر مصلحت ہو تو زیادہ بتلا دیا جاوے۔ اسپر حضرت نے ناخوش ہو کر اٹھا دیا کہ مجھپر یہ بھی احتمال ہے کہ میں خلاف مصلحت بھی تعلیم کرتا ہوں۔ جاؤ خبردار جو کبھی ایسی بیہودگی کی۔ آپ کہتے ہیں کہ اگر مصلحت ہو کھو دیا رسموں نے۔ یہ بھی ایک رسم ہے کہ اگر مصلحت ہو۔ یہ نہ سمجھے کہ اس سے دوسرے معنی کیا لازم آگئے۔ جب وہ صاحب اُٹھکر چلے گئے تو مسجد میں جاکر حضرت کی طرف منہ کرکے بیٹھ گئے۔ حضرت نے فرمایا کہ جب میری مجلس میں نہیں ہو تو میری طرف منہ کرکے کیوں بیٹھتے ہو۔ پھر فرمایا کہ کھو دیا رسوم نے۔

(۵۷۲) ایک ذاکر صاحب نے جو کچھ دن قیام کرکے واپس جا رہے تھے عرض کیا کہ پہلے دیکھا ہے کہ حضور کے فراق میں مجھے سخت تکلیف ہوتی ہے اور گریہ طاری رہا کرتا ہے۔ فرمایا کہ اب انشاءاللہ ایسا نہو گا کیونکہ ذکر سے بفضلہ اب مناسبت پیدا ہو گئی ہے۔ سرمایۂ تسلی پاس ہے۔

(۵۷۳) ایک ذاکر صاحب بعد اذان عصر مسجد میں حضرت کی طرف منہ کئے مراقب بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت سہ دری میں بیٹھے جلدی جلدی ڈاک کا کام ختم کر رہے تھے۔ حضرت نے تنبیہ فرمائی۔ کئی دن بعد ایک معذرت کا رقعہ لکھکر ان صاحب نے پیش کیا۔ حضرت کو وہ واقعہ یاد بھی نہ رہا تھا فرمایا کہ آپ خواہ مخواہ دل میں لیکر بیٹھے۔ خدا نکرے میرے کہنے کو ناراضی پر محمول کیا کیجئے۔

۸ رشعبان المعظم ۳۴ھ

ملفوظ اول ملقب بہ حکم الحکیم

(۵۷۴) ایک حکیم صاحب نے جو اپنے ہی سلسلہ کے ہیں اپنے احوال باطنی ایک پرچہ میں لکھکر پیش کئے جسمیں پنسل سے اخیر میں یہ بھی لکھا کہ آپ کو اور دیگر حضرات کو لوگ بُرا بھلا کہتے ہیں۔ اس سے بہت صدمہ ہوتا ہے اسکی بابتہ غالباً کوئی مشورہ طلب کیا تھا بلکہ کچھ مشورہ دیا تھا کہ اگر فلاں کام نہ کیا جاتا تو اچھا ہوتا (اور وہ دینی کام تھا) حضرت نے اور باتوں کا جواب زبانی دیکر فرمایا کہ جو اخیر میں پنسل سے لکھا ہے وہ تو محض فضول ہی ہے۔ پھر بہت دیر تک بلکہ قریب قریب مغرب تک اسی کے متعلق تنبیہ فرماتے رہے۔ مختصراً نقل کرتا ہوں۔ فرمایا کہ میں پیشتر بھی آپ کو اسکے متعلق لکھ چکا ہوں لیکن آپ پر مطلق اثر نہیں ہوا پیشتر تو آپکا سوال کرنا ناگوار نہیں ہوا تھا لیکن آج مجکو ناگوار ہوا۔ انھوں نے کہا کہ اُن لوگوں کے بُرا بھلا کہنے سے ہمارے دل کو تکلیف ہوتی ہے۔ فرمایا کہ کیا پیر کے ذمہ یہ بھی ہے کہ اگر مرید کو کوئی تکلیف یا مرض ہو تو اُس کا بھی علاج بتلائے۔ اگر خدانخواستہ آپ کو عرق النسا کی بیماری ہوتی اور تمام بدن میں دکھن ہوتی تو کیا میں اُس کے دفعیہ کا بھی ذمہ ہوتا سیکڑوں لوگ خدا کو بُرا بھلا کہتے ہیں۔ رسول کو برا بھلا کہتے ہیں۔ مجتہدین کو برا بھلا کہتے ہیں آپنے کچھ اس کا انسداد کیا۔ اگر نہیں کیا تو بس ایک نالائق اشرف علی ہی کے برا بھلا کہنے سے آپ کو تکلیف ہوتی ہے جو اسکے انسداد کی فکر ہوئی۔ کچھ بھی نہیں۔ آپ میں مادہ کبر کا ہے آپ کو اس لئے ناگوار ہوتا ہے کہ ہمارے اکابر کو برا بھلا کہتے میں ہماری ذلت اور خواری ہے۔ یہ ہے کید نفس کا۔ اُن صاحب نے عرض کیا کہ بس اب معلوم ہو گیا کہ مجھ میں تکبر ہے۔ فرمایا کہ خیر اگر تکبر بھی نہ سہی لیکن میں یہ پوچھتا ہوں کہ آخر آپ کو اسکی فکر ہی کیوں ہوئی کہ کوئی بُرا نہ کہے بھلا نہ کہے۔ ہمیں کیا بگڑ گیا آپکا۔ معلوم ہوا کہ مقصود تک آپ کی نظر ہی نہیں پہونچی۔ اگر مقصود پر نظر ہوتی تو ایسے فضول قصوں کے پیچھے پڑنے کی آپ کو فرصت ہی کب ہوتی۔ آخر لاکھوں ناگواریاں ہیں اُن کا آپ نے کیا انسداد کیا۔ اسی کی کیا تخصیص ہے جو اسکے پیچھے پڑے۔ ایک زمانہ وہ تھا کہ صحابہ کے سامنے کفار حضور کو

بُرا بھلا کہتے تھے۔ اس کا قرآن نے کوئی انسداد کیا۔ کچھ بھی نہیں کیا۔ تو معلوم ہوا کہ اسکے انسداد کی فکر کرنا بدعت ہے۔ کیا یہ بدعت نہیں کہ آپ دین کے اندر اجزا بڑھاتے ہیں۔ بدعت کیا صرف مولود میں کھڑے ہونے ہی کو کہتے ہیں قرآن میں تو یہ ہے لتبلونّ فی اموالکم وانفسکم ولتسمعن من الذین اوتوا الکتب من قبلکم ومن الذین اشرکوا اذی کثیرا۔ دیکھئے آپ کس ہوش میں ہیں خدا نے تو اسپر یہ تعلیم فرمائی ہے کہ ان تصبروا وتتقوا فان ذالک من عزم الامور لوگوں نے کسکو برا نہیں کہا۔ امام غزالی کو نہیں کہا یا امام ابو حنیفہ کو نہیں کہا تو آپ کے نزدیک گویا امام ابو حنیفہ نے ناحق قیاس کیا اور ناحق ٹانگ اڑائی اجتہاد کی۔ آپ کے نزدیک گویا یہ فعل عبث کیا فضول ایسی چیز کے پیچھے پڑے جس سے بُرا بھلا سننا پڑا۔ پھر فرمایا کہ مجھے یہ مضمون ہی ناگوار ہوتا ہے اس کا تذکرہ ہی کیوں کیا جاوے۔ آپکا کیا نقصان ہے کوئی برا بھلا کہتا ہے کہا کرے۔ کیا ہم آپکی تکلیف کے خیال سے حق کہنا یا مصلحت کا کام کرنا چھوڑ دیں۔ آپ کا تو مطلب یہ ہوا کہ تصنیف تالیف بند کر دیں اصلاح و تبلیغ موقوف کر دیں۔ اس طرح تو پھر کوئی کام ہی نہیں ہو سکتا۔ اگر آپکو عار آتی ہے کہ ہم ایسوں سے وابستہ ہیں جنکو لوگ بُرا کہتے ہیں تو چھوڑ دیجئے ہمکو۔ ایسوں سے وابستہ ہو جئے جنکو سب اچھا کہیں حضرت یہاں تو یہ حالت ہے ؎

در کوئے نیکنامی مارا گذر نہ دادند	گر تو نمی پسندی تغیر کن قضا را

اگر یہ طرز پسند نہیں تو قضا کو بدلئے۔ حضرت طالب حق اور نیکنام قیامت آجائے یہ کبھی ہو ہی نہیں سکتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دعویٰ نبوت بھی آپ کے نزدیک خلاف مصلحت تھا کیونکہ وہی سبب ہوا کفار کی گالیاں دینے کا۔ ورنہ چپ بیٹھے رہتے تو کوئی بھی کچھ نہ کہتا۔ آخر آپ بھی اپنے یہاں رسموں کو منع کرتے ہیں کیا آپ کو کوئی برا بھلا نہیں کہتا۔ پھر آپ نے اپنا کیا انتظام کیا۔ بات یہ ہے کہ ابھی آپ کو مقصود کی ہوا بھی نہیں لگی۔ ورنہ ان فضولیات کے پیچھے نہ پڑتے جو شخص دوست میں مشغول ہو اُسے فرصت کہاں کہ دشمن کی طرف متوجہ ہو ؎

گر ازیں مدعی دوست بشناختے	بہ پیکار دشمن نہ پرداختے

آپ کو ذکر شغل کیا نفع دے سکتا ہے۔ کیونکہ نفع کے لئے سب سے پہلی شرط مقصود کی حقیقت معلوم ہونا اور غیر مقصود کو آگ لگانا ہے۔ ابھی آپ کو مقصود کی ہوا بھی نہیں لگی۔

(باقی آئندہ رجب)

یہی امور ہیں جنکے لئے میں دوستوں کو رائے دیا کرتا ہوں یہاں رہنے کی۔ ورنہ میں کوئی جنید بغدادی تھوڑا ہی بنا دیتا ہوں پھر فرمایا کہ چھوٹے سے بڑے تک سب الا ماشاء اللہ اس مرض میں مبتلا ہیں۔ جودھ پور میں میں گیا تو ہمارے دوستوں نے رائے دی کہ یہاں ہم لوگوں کو غیر مقلد کہتے ہیں وعظ میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے فضائل بیان کئے جائیں تاکہ اس الزام کا غلط ہونا ثابت ہو۔ میں نے کہا کہ اگر میں نے ایسا کیا تو وعظ کا حاصل یہ ہوا کہ ہم بڑے بزرگ ہیں ہم بڑے متقی ہیں ہم بڑے اچھے ہیں ہم عیوب سے بری ہیں۔ ہمارے معتقد ہو جاؤ۔ تو لعنت ہے اس وعظ پر جسمیں یہ نیت ہو کہ لوگ ہمارے معتقد ہو جائیں۔ اور جسمیں اپنی ہی مصلحت کی حفاظت ہو۔ ہم تو مخاطبین کی مصلحت کی رعایت سے وعظ کہتے ہیں کہ ان کے لئے مفید ہو اور جو امراض ان میں ہوں ان کا علاج بتلایا جاوے اور وہ جو کچھ ہمیں برا بھلا کہیں ہمنے سب معاف کیا۔ پھر انہیں صاحب کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ جناب آپ تو اس فکر میں ہیں کہ لوگ اسکو کیوں برا بھلا کہتے ہیں اور میں یہ دعا کر چکا ہوں کہ اے اللہ میری وجہ سے کسی سے مواخذہ نہ کیجیگا۔ جسنے مجکو برا بھلا کہا ہو یا آیندہ کہے میں دل سے معاف کرتا ہوں۔ مدعی سست گواہ چست۔ میں تو معاف کر چکا۔ پھر آپ ان کو برا بھلا کہنے والے کون ہوتے ہیں۔ جب میں انہیں معاف کر چکا تو کیا اب آپ سے الٹا مواخذہ نہو گا کہ صاحب حق کے معاف کرنے کے بعد کیوں برا بھلا کہا۔ صاحب کس دھندے میں پڑے۔ آپ کس کس کے برا کہنے کا انسداد کریں گے اگر ایک جماعت کی موافقت کر کے اسکے برا کہنے کا انسداد کر لیا تو گیا دوسرا فرقہ نہ کہیگا کہ بڑے کم ہمت ہیں بڑے ضعیف الایمان ہیں۔ کوئی ایسا طریقہ نکالئے جسمیں کوئی برا بھلا نہ کہے اور اگر کوئی ایسی چیز ہے جسمیں کوئی بھی برا بھلا نہ کہے تو خوب سمجھ لیجئے کہ خود وہ ایمان کے خلاف ہوگی۔ کیونکہ اس کا حاصل ہے صلح کل۔ اور صلح کل جسکا نام ہے اس کا ایمان سے کیا علاقہ۔ دیوبند کی جلسہ میں مجھسے فرمایش کیگئی کہ وعظ میں فضائل رسول بیان کئے جائیں تاکہ عام لوگوں کی بدگمانی رفع ہو کیونکہ مخالفین نے یہ بھکا رکھا ہے کہ یہ لوگ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں نعوذ باللہ گستاخ ہیں۔ میں نے کہا کہ یہ تو متکلم کے مطلب کا وعظ ہو وعظ تو ایسا ہونا چاہیے جس سے سننے والوں کو نفع ہو۔ یہاں فضائل رسول کا کون منکر ہے جو ان کا بیان کیا جائے۔ چنانچہ میں نے یہ خیال کر کے کہ آج کل عام مرض حب دنیا کا ہے اسی کے متعلق وعظ کہا جس سے لوگوں کو نفع ہوا۔ اگر

فضائل رسول بیان کرتا تو یہ ہوتا کہ ہم لوگوں کے متعلق بدگمانی شاید جاتی رہتی لیکن یہ کوئی ایسا بڑا مرض میرے نزدیک نہیں تھا۔ کوئی کفر نہیں شرک نہیں۔ نبی پر تو ایمان لانا فرض ہے کسی عالم یا درویش پر ایمان لانا تو فرض نہیں۔ خدا جہاں اور گناہ معاف کریگا اس بدگمانی کو بھی معاف کردیگا۔ اور یہ جب ہے جبکہ اس بدگمانی میں اُن لوگوں کی نیت بھی خراب ہو ورنہ اگر نیت اچھی ہو اور خطائے اجتہادی ہو تو گناہ بھی نہیں بلکہ اور اُلٹا ثواب ہوگا۔ میں بقسم کہتا ہوں کہ اگر کوئی معتقدین میں سے میری تعریفیں کرتا ہے تو مجھے فوراً اپنے کارنامے اور نفس کی شرارتیں سب یاد آجاتی ہیں اور سمجھتا ہوں کہ یہ لوگ دھوکہ میں ہیں۔ اور جو برائیاں کرتے ہیں اُن کو سمجھتا ہوں کہ ٹھیک تو کہتے ہیں۔ گو جن بہتانوں کی بنا پر وہ برائیاں کرتے ہیں وہ غلط ہیں لیکن میں شکر کرتا ہوں کہ خدا نے میرے اصلی عیوب ان سے پوشیدہ کر رکھے ہیں۔ لیکن بہرحال بنا استحقاق تو اُن برائیوں کی میرے اندر موجود ہے ہی"۔ اسی لئے طرفداروں پر مجھے برہمی ہوتی ہے۔ کہ ایسے شخص کی کیوں طرفداری کرتے ہیں۔ دین چھوڑ کر غیر دین میں کیوں مشغول ہوتے ہیں۔ اگر برائی نہیں سنی جاتی صبر کرو اٹھکر چلے جاؤ۔ یہ کیا ضرور ہے کہ جنگ و جدال اور فوجداری ہی کیجاوے نہیں صبر ہوتا چلے جاؤ۔ ہجرت سے پہلے کفار اپنی مجالس میں ایسی باتیں کیا کرتے صحابہ کو ارشاد ہوا فلا تقعدوا معہم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ یہ مکہ کے لئے حکم ہے جسوقت اہل حق کو قدرت کم تھی۔ جب مدینہ طیبہ پہونچ گئے اُسوقت یہ حکم نہیں ہوا کہ اُٹھ آؤ بلکہ یہ حکم ہوا کہ اپنی قدرت سے کام لو۔ اب بھی جسوقت اہل حق کو قدرت کم ہو اُسوقت مکہ کا سا برتاؤ کریں اور جب قدرت ہو مدینہ کا سا برتاؤ کریں۔ اگر قدرت نہیں تو پھر اسکا ذکر کرکے خواہ مخواہ خود بھی پریشان ہونا ہے اور دوسرے کو بھی پریشان کرنا ہے۔ دیکھیئے اللہ میاں نے صحابہ سے یہ نہیں کہا کہ کفار سے برائیاں سن سن کر رسول سے کہا کرو۔ بلکہ خود سننے والوں کو حکم ہوا کہ اٹھکر چلے جایا کرو۔ اسی پر ہمکو عمل کرنا چاہیئے۔ ورنہ پھر قرآن کیا یہود و نصاریٰ کے عمل کے لئے نازل ہوا ہے۔ افسوس مسلمانوں کا قرآن کی اُن آیتوں پر تو عمل ہے جو نماز روزہ کے متعلق ہیں اور قرآن کے دوسرے اجزاء پر عمل نہیں مجھے خدا جانتا ہے ذرا سی بات بھی فضول ہو اُس سے نہایت انقباض ہوتا ہے۔ بلکہ ہنسی مذاق یہانتک کہ فحش تک سے بھی جا ہے وہ عقلاً منکر ہو لیکن اُس سے انقباض نہیں ہوتا اور پھر سب فضول باتوں میں بھی اتنی ناگواری نہیں ہوتی جتنی اُن فضولیات

ہیں جنکو کہنے والا خود بھی سمجھے کہ یہ فضولیات ہیں۔ میرے پاس آتے ہیں اپنے دین کی اصلاح کے لئے روایات حکایات سے کیا فائدہ کہ کوئی یوں کہتا ہے کوئی یوں کہتا ہے۔ دیکھئے اس مضمون کی وجہ سے اتنی پریشانی ہوئی۔ بھلا کیا فائدہ ہوا کے رکعت کا ثواب ملا۔ اور مضامین اس پرچہ میں واقعی پوچھنے کے قابل تھے۔ مگر پنسل کا مضمون بیشک حرارت پیدا کرنیوالا تھا مزاج ہیں۔ یہ اچھی دھمکی ہے کہ صاحب برا کہتے ہیں ہمنے ایکدن بھی اس کا اہتمام نہیں کیا کہ کوئی برا بھلا نہ کہے۔ وہ لوگ تو دشمن ہیں ملا سے تکلیف پہونچائیں لیکن آپ تو محب ہیں آپنے کیوں تکلیف پہونچائی۔ یہ تو ایسی مثال ہوئی کہ کسی نے کسی کے سوئی چبھوئی اُس نے لاکر مولوی صاحب کی ران میں گھسا کر بتلایا کہ مولانا یہ سوئی ہے یوں چبھا کرتی ہے۔ کیا علاج ہے اس کا۔ انھوں نے آپ کے سوئی چبھوئی آپنے اگر ہمارے چبھودی یہ تو مرگ انبوہ جشنے دارد کی وجہ سے آپنے ایسا کیا تاکہ دوسرے کو بھی شریک کر کے اپنا دکھ ہلکا کریں۔ افسوس محبت کے دعوے میں ایسی کارروائی۔ اُن لوگوں نے تو پیٹھ پیچھے برا کہا جسکی مجکو خبر بھی نہیں ہوئی اُنھوں نے تو مجکو کوئی تکلیف نہیں پہونچائی تھی۔ آپنے البتہ اُن کے برا کہنے کا ذکر میرے سامنے کرکے سخت تکلیف پہونچائی۔ کوئی شخص کسی کے منہ پر تھوڑا ہی برا بھلا کہتا ہے۔ یہ ان محبین ہی کی بدولت تکلیف پہونچتی ہے جو کچھ پہونچتی ہے۔ کیونکہ انہیں کے ذریعہ سے خبریں پہونچتی ہیں ورنہ کسی کے برا بھلا کہنے کی کبھی اطلاع بھی نہوا کرتی۔ ایک شخص نے تو تیر چلایا جسکی دوسرے کو ممکن ہے خبر بھی نہوتی لیکن خیرخواہ صاحب اُس تیر کو اٹھا کر لائے اور بدن میں چبھو کر بتلایا کہ فلاں شخص نے یہ تیر تمھارے اوپر چلایا تھا واہ رے خیرخواہی۔ تیر چلانیوالا تو تکلیف کا باعث نہ ہوا تھا ان خیرخواہ صاحب نے تیر لاکر چبھو ہی دیا۔ پھر فرمایا خدا جانے توجہ الی اللہ کیوں نہیں ہو توجہ الی الخلق ہوتی ہے۔ قلب ہے یا سرائے ہے کہ جسمیں خدا بھی بستا ہے بدعتی بھی بستے ہیں اہل مراد آباد بھی بستے ہیں بھیراؤں والے بھی بستے ہیں قلب کیا ہے سرائی ہے۔ کوئی کسی کوٹھری میں کوئی کسی کوٹھری میں۔ نور حق ہوتا تو یہ خرافات کہیں قلب میں رہ سکتی تھیں ؎

عشق آں شعلہ ست کو چوں برفروخت	ہر کہ جز معشوق باقی جملہ سوخت

نور حق وہ چیز ہے خدا جانے جب پھیلتا ہے ساری کوٹھریوں کو بھر دیتا ہے اکیلا۔ اے اللہ جو نفی اثبات لا الٰہ الا اللہ اور اللہ اللہ کرتا ہوا اُسکے قلب میں یہ چیزیں ہوں۔ معلوم ہوتا ہے محض وظیفہ لفظی

ہے باقی دل میں ہر وقت یہی چیزیں بھری رہتی ہیں۔ یہ تو ایک قسم کا شرک ہے۔ اللہ کے ساتھ غیر اللہ مقصود بالذکر ہو ان ہی باتوں کیلئے کہا کرتا ہوں کہ یہاں رہو تاکہ ان امور پر نظر ہو جاوے باقی اصلاح میں کیا کرتا کیونکہ میں خود ہی اچھا نہیں ہوں۔ دوسرے کی اصلاح کیا کر سکتا ہوں۔ مگر الحمدللہ ثم الحمدللہ رستہ صاف نظر آتا ہے کہ یہ رستہ ہے اور یہ رستہ نہیں۔ اپنے دوستوں کیلئے بھی یوں چاہتا ہوں کہ رستہ کو رستہ سمجھیں اور غیر رستہ کو غیر رستہ یہاں رہکر بحمداللہ یہ ضرور حاصل ہو جاتا ہے کہ طریق غیر طریق میں تمیز ہو جاتی ہے۔ پھر چلنا اُسکا فعل ہے لیکن خود چلنا بھی تو جبھی ہو سکتا ہے جب رستہ معلوم ہو۔ آج کل یہ حالت ہے کہ کتابیں بھی ختم مدرس بھی ہو گئے مگر یہ آج تک خبر نہیں کہ رستہ کیا ہے۔ لوگ زوائد میں مبتلا ہیں مقاصد کو چھوڑے ہوئے ہیں۔ ایک صاحب کا خط آیا ہے انھوں نے ایک مدرسہ توکل پر کھول رکھا ہے لیکن اُنہیں طریق ہی نہیں معلوم توکل کی حقیقت ہی سے بے خبر ہیں۔ لکھا ہے کہ بوجہ روپیہ نہونے کے ایک مدرس نے استعفاء دیدیا جس سے دلکو بہت ہراس ہے۔ ایک مدرس کی کمی سے حسرت ہے۔ ان سے کوئی پوچھے کہ ہراس اور حسرت کیوں ہے۔ میری نگہ بہت دور پہونچی ہوئی ہے اسمیں سو بات یہ ہے کہ جو رہے قلب کے اندر۔ وہ یہ کہ اپنی طرف منسوب کرنا چاہتے ہیں ایک خاص کام کو کہ ہمسے ایسا بڑا کام ہوا۔ اسلئے اُسکے اسباب کم ہونے سے ہراس ہوتا ہے۔ مگر کوئی خاص درجہ کا کام ہی کیوں اپنے ذہن میں متعین کرے جتنی خدمت اپنے اختیار میں ہو وہ کرتا رہے۔ پس اگر بالکل روپیہ نہ رہے اور سب مدرسین چھوڑ چھوڑ کر چلے جائیں تو خود اکیلا ہی اپنے گھر پر طالب علموں کو لیکر بیٹھ جاوے۔ کیونکہ اس سے زیادہ پر اُسکو اب قدرت ہی نہیں رہی۔ کام کے کسی خاص درجہ کو کیوں مقصود سمجھے۔ کام سے بھی تو مقصود رضا ہی ہے۔ اور وہ غیر اختیاری امور پر موقوف نہیں۔ یہ قاعدہ کلیہ عمر بھر یاد رکھنے کی قابل ہے کہ جو امور اختیار میں ہوں اور فضول نہوں اُن کا تو قصد کرے اور جو اختیار میں نہوں اُن کا ہرگز قصد نکرے۔ اس طرح اگر زندگی بسر کرے تو اُسکی دین دنیا دونوں درست ہو جائیں۔ پریشانی تو ایسے شخص کے پاس بھی نہیں بھٹک سکتی بس خدا سے اپنا دل لگائے رکھے جسکو پریشانی نہوگی دل بھی اسی کا خدا کی طرف لگ سکتا ہے۔ ورنہ پریشانی میں آدمی عبادت بھی نہیں کر سکتا۔ جمعیت بڑی دولت ہے مگر پھر پریشانی بھی وہی مضر ہے جو اپنے اختیار سے لائی جاوے۔ اور جس پریشانی میں اپنے اختیار کو دخل نہو وہ ذرا بھی مضر نہیں بلکہ مفید ہے۔ اور ایسے غیر اختیاری امور کے پیچھے پڑنے کا خیال خود

جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے دل سے نکالا گیا ہے جا بجا ارشاد ہے لست علیہم بمصیطر ولو شاء ربک لآمن من فی الارض کلہم جمیعا افانت تکرہ الناس حتی یکونوا مومنین وما کان لنفس ان تؤمن الا باذن اللہ وما انت علیہم بوکیل انا ارسلناک بالحق بشیرا ونذیرا ولا تسأل عن اصحٰب الجحیم سب کا حاصل یہ ہے کہ جو چیز اختیار میں نہیں اس کے پیچھے نہ پڑے۔ شاید چودھویں صدی میں یہ آیتیں منسوخ ہو گئی ہیں جو ان پر عمل نہیں کیا جاتا۔ ایک بزرگ کو اُن کے کسی مرید نے کسی مقام سے لکھا تھا کہ یہاں کافروں کا بہت زور ہے دعا فرمایئے انھوں نے لکھا کہ کیا ہم نے تم کو وہاں نامہ نگاری کیلئے بھیجا ہے۔ کیا تم وہاں کے اڈیٹر ہو جو اس قسم کی خبریں لکھتے ہو۔ خبردار جو پھر کبھی ایسی باتیں لکھیں۔ اپنے کام میں مشغول رہنا چاہیے تمھیں اس سے کیا بحث کافروں کا چاہے زور ہو چاہے شور ہو۔ پھر ہمارے حضرت نے فرمایا کہ ہماری مولانا محمد یعقوب صاحب بیان فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ ابراہیم ابن ادہم رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت خضر علیہ السلام ملے سلام اور مصافحہ کے بعد حضرت ابراہیم ابن ادہم پھر ذکر اللہ میں مشغول ہو گئے حضرت خضر نے کہا کہ آپنے مجکو پہچانا نہیں۔ میں خضر ہوں۔ حضرت ابراہیم بولے کہ اچھی بات ہی ہوں گے لیکن چونکہ میں نے کبھی اس سے پہلے آپکو دیکھا نہیں اسلیئے پہچانا نہیں یہ کہکر پھر اپنے کام میں مشغول ہو گئے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے بڑا تعجب کیا کہ یہ تو بڑے بے فکر ہیں۔ فرمایا کہ بھائی تم تو بڑے بے فکر ہو۔ لوگ تو برسوں میرے ملنے کی تمنا میں رہتے ہیں لیکن ملنا نصیب نہیں ہوتا۔ تم سے میں خود ملنے آیا لیکن تمنے میری طرف توجہ بھی نہ کی۔ حضرت ابراہیم ابن ادہم نے فرمایا کہ جسے خدا سے ملنے سے فرصت ہو۔ وہ آپ سے ملنے کی تمنا کرے۔ حضرت خضر نے فرمایا کہ لوگ مجھسے دعا کرایا کرتے ہیں تم بھی دعا کراؤ۔ حضرت ابراہیم نے فرمایا کہ اچھا آپ میرے لئے یہ دعا کر دیجئے کہ میں نبی ہو جاؤں۔ حضرت خضر بولے کہ یہ تو نہیں ہو سکتا۔ حضرت ابراہیم نے فرمایا کہ بس اگر یہ نہیں ہو سکتا تو جو کچھ قسمت میں ہے۔ وہ آپ ہو رہے گا۔ آپ تشریف لیجایئے میرا حرج ہوتا ہے۔ پھر ہمارے حضرت نے فرمایا کہ کام کرنے کی یہ صورتیں ہوا کرتی ہیں۔ حضرت مولانا گنگوہی فرماتے تھے کہ اگر ایک مجلس میں حضرت جنید بغدادی ہوں اور حضرت حاجی صاحب بھی ہوں تو ہم تو حضرت جنید کی طرف آنکھ بھی نہ اٹھائیں ہمارے پیر تو حضرت حاجی صاحب ہیں۔ ہم تو اُنہیں کی طرف متوجہ رہیں۔ ہاں حضرت حاجی صاحب جنید بغدادی کی طرف توجہ کریں کیونکہ وہ اُنکے پیر ہوں گے۔ ہمارے پیر تو یہ ہیں ہیں جنید بغدادی

سے کیا مطلب ہمیں تو حضرت حاجی صاحب چاہئیں سو واقعی ؎

دلآرامے کہ داری دل درو بند	دگر چشم از ہمہ عالم فرو بند

کام کی صورتیں تو یہی ہیں۔ اُن صاحب کو یہی حسرت ہے کہ مدرسہ کا کام گھٹ گیا۔ ارے ہم کہتے ہیں کہ کام سے مقصود کیا ہے۔ رضا۔ وہ تو نہیں گھٹی جب سو طالب علموں کی خدمت اختیار میں تھی سو کی خدمت کرتے تھے اب پانچ کی اختیار میں ہے پانچ کی کریں۔ کام ہلکا اور ثواب وہی پھر غم کا ہے کا۔ حدیث شریف میں ہے کہ جب بندہ بیمار پڑ جاتا ہے تو فرشتوں کو حکم ہوتا ہے کہ میرا بندہ معذور ہو گیا ہے جو نیک عمل یہ حالت صحت میں کرتا تھا وہی اب بھی تم روز روز لکھتے رہو۔ دیکھئے ثواب وہی لکھا جاتا ہے حالانکہ عمل نہیں۔ اگر ہم پانچ ہی کی خدمت کی قدرت رکھتے ہیں لیکن نیت یہ ہے کہ اگر قدرت ہوتی تو سو کی خدمت کرتے تو ہمیں اتنا ہی ثواب ملیگا جتنا کہ سو کی خدمت کرنے میں ملتا۔ بلکہ یہ تو اور بھی اچھا ہے کہ دماغ رہا ہلکا اور ثواب ملا پورا۔ اگر کام گھٹ گیا گھٹنے بھی دو۔ تمہارا مطلب تو نہیں گھٹا۔ اور اچھا ہے درد سر تو کم ہوا۔ اسی کو حضرت مرزا مظہر جان جاناں اور طریقہ سے کہتے ہیں ؎۔

سرعدا گر داز تنم یارے کہ با ما یار بود	قصہ کوتہ کرد ورنہ درد سر بسیار بود

قصہ کوتاہ ہوا اور مقصود پورا ہو اس سے زیادہ کیا اچھا ہے۔ مدرس کے کم ہو جانے سے تمہارا دم کیوں نکلتا ہے۔ بس بات یہ ہے کہ مدرسہ چھوٹا رہجاویگا تو بانی صاحب کی ذلت ہوگی کہ بڑا آپنے مدرسہ کھولا تھا اب رہگئی ذرا سی مدرسی۔ پھر فرمایا کہ یہ مصیبت ہو گئی۔ لوگ دور پڑے ہوئے ہیں طریق سے۔ حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں ایک شخص آئے عرض کیا کہ بہت روز سے میں بیمار ہوں سخت قلق ہے کہ حرم میں نماز نصیب نہیں ہوتی صحت کی دعا فرما دیجئے۔ حضرت نے دعا کر دی۔ اُن کے چلے جانیکے بعد فرمایا کہ عارف کو اس کا بھی رنج نہیں ہوتا کہ بیماری کی وجہ سے حرم میں نماز نصیب نہیں ہوئی کیونکہ مقصود تو رضا ہے اُس کے مختلف طرق ہیں۔ جیسا کہ یہ طریق ہے کہ حرم میں جماعت سے نماز پڑھیں یہ بھی ایک طریق ہے کہ بیمار ہو جائیں اور بیماری پر صبر کریں۔ صبر سے بھی وہی بات حاصل ہو جائیگی جو جماعت سے حاصل ہوتی یعنی رضا۔ یہ بھی رضا کا طریق ہے۔ سو ایک طریق تو حاصل ہے اگر ایک نہیں ہے۔ نہ ہو۔ پھر عارف کو رنج کیوں ہو۔ مقصود تو محفوظ ہے۔ اور بڑی بڑی نازک حکائتیں ہیں لیکن یہ مجمع اُن کے بیان کرنے کے لائق نہیں۔ اس حکایت میں تو کوئی غلطی نہیں ہو سکتی کیونکہ صاف ہے لیکن بعضی باریک باریک

حکائتیں بھی اسکے متعلق ہیں کہ عارفین کی نظر میں رضا ہی مقصود ہے۔ اگر کسی کو مکہ جانا ہو۔ اور کوئی شخص اُسکو کراچی کی راہ سے پہونچاوے تو مقصود تو حاصل ہوگیا۔ اگر اُس کا اصرار بمبئی کی راہ سے جانیکا ہو تو معلوم ہوتا ہے کہ اُسکو بمبئی مقصود ہے حج مقصود نہیں اگر وہ مکہ پہونچکر دریافت کرے کہ میں کدہر سے آیا ہوں اور کہا جاوے کہ کراچی سے اور وہ کہے کہ اگر کراچی کی راہ سے آیا ہوں تو میں حج نہیں کرتا۔ میں تو بمبئی کی راہ سے آکر حج کرونگا۔ اور پھر لوٹ کر بمبئی کی راہ سے ہو کر آوے اور کہے کہ اب ہوگا حج۔ تو وہ محض احمق ہے۔ بہت آدمی مقصود تک پہونچکر پھر لوٹتے ہیں طریق کی طرف ٥

دست بوسی چوں رسید از دستِ شاہ	پائے بوسی اندراں دم شد گناہ

تھوڑی دیر بعد ایک صاحب نے سوال کرنا چاہا کہ ایک ہندو نے یہ اعتراض کیا تھا فوراً حضرت نے فرمایا کہ اگر خود آپ کو تردد ہو تو دریافت کیجئے اور شبہ کو خود اپنی طرف سے نقل کیجئے انھوں نے کہا کہ مجھے تو تردد نہیں میں تو اسلام ہی کو حق سمجھتا ہوں۔ فرمایا کہ بس پھر فضول ہی پوچھنا۔ اُنھوں نے کہا کہ بعض مرتبہ ہندو لوگ اعتراض کر بیٹھتے ہیں۔ فرمایا کہ آپ اُن سے یہ کہدیا کیجئے کہ ہم نہیں جانتے۔ ہمارے علماء سے پوچھو پھر علماء اُن سے خود نپٹ لیں گے یہ تو ظاہر ہے کہ آپ سب اعتراضات کے جواب یاد نہیں کر سکتے اگر اس اعتراض کا جواب یہاں سے سُنکر آپ نے دے بھی دیا تو اور کس کس اعتراض کا آپ جواب دیں گے۔ کہیں نہ کہیں پہونچکر آپ کو ضرور کہنا ہوگا کہ ہم نہیں جانتے ہمارے علماء سے پوچھو پھر شروع ہی سے یہ کیوں نہ کہدیا جاوے۔ ایک ہندو مجھسے ریل میں ملا اُس نے مجھسے مذہب کی بابت کچھ گفتگو کرنی چاہی۔ میں نے کہا کہ اگر محض گفتگو مقصود ہے تب تو وقت ضائع کرنا بالکل فضول ہے اور اگر آپ کو تحقیق منظور ہے تو تحقیق کا یہ طریقہ نہیں۔ آپ میرے ساتھ تھانہ بھون چلئے اور دو مہینے میرے پاس رہیے۔ ایک جلسہ تحقیق کیلئے ہرگز کافی نہیں ہو سکتا بس اپنا سا مُنہ لیکر رہ گئے۔ ایک ہندو یہاں آیا تھا اُس نے مجھسے کچھ سوالات کئے۔ میں نے کہا کہ اگر تم الزامی جواب چاہتے ہو تو اُن کیلئے تو ویدکے جاننے کی ضرورت ہے اور میں وید جانتا نہیں۔ اور اگر تحقیقی جواب چاہتے ہو تو پہلے مجھے یہ بتلادو کہ تمنے پڑھا کیا ہے۔ تم کیا کیا جانتے ہو۔ تاکہ معلوم ہو کہ آیا تم اُن جوابات کو سمجھ بھی سکو گے یا نہیں اُس نے دو چار کتابوں کے نام لئے۔ میں نے کہا کہ اتنا علم تحقیقی جوابات کے سمجھنے کے لئے کافی نہیں الزامی جوابات کیلئے تو میرا علم کافی نہیں۔ اور تحقیقی کیلئے تمھارا علم کافی نہیں۔ پھر تو میں فضول

ﮦ چلو بس ہو چکا ملنا نہ تم خالی نہ ہم خالی۔ پھر فرمایا کہ ایسے جوابات سے یہ ضرور ہے کہ لوگ یوں سمجھتے ہیں کہ انہیں کچھ آتا نہیں لیکن ہم نے کب اشتہار دیا تھا کہ ہمیں کچھ آتا ہے۔ اُس ہندو نے یہاں سے جاکر لوگوں سے بہت تعریف کی لیکن کہا کہ پرانے فیشن کے ہیں۔ پھر فرمایا کہ ہمیں تو فخر ہے کہ ہم پرانے فیشن کے ہیں۔ استفسار پر فرمایا کہ اگر کوئی شخص تحقیق چاہے تو یہ پاس رہنے سے ہو سکتا ہے ایک جلسہ میں طے نہیں ہو سکتا۔ جو ہمارے پاس آکر رہے گا اُسکو سمجھائیں گے۔ اول تو اُسکے بہت سے سوالوں کو بیہودہ ثابت کردیں گے۔ پھر جب مختلف جلسوں میں اُسکے مذاق اور فہم کا اندازہ ہو جائیگا۔ اور اُسکو بھی ایک گونہ مناسبت پیدا ہو جاویگی تب اُسکے بقیہ سوالات کا جواب اُسکی سمجھ اور مذاق کے موافق دیکر اُسکو سمجھا دیں گے۔ بس اگر طلب نہیں تو فضول ہے اور اگر طلب ہے تو دو مہینہ رہنا آسان۔ حضرت طلب کی تو صورت ہی اور ہوتی ہے۔ آج کل تو معترض لوگوں کو عناد ہے تحقیق تھوڑا ہی منظور ہے۔ پھر اُن صاحب سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ بھلا میں یہ پوچھتا ہوں کہ اگر آپ اُس ہندو کے اعتراض کا جواب دیدیتے تو بس وہ مسلمان ہو جاتا اُنھوں نے کہا کہ نہیں بلکہ وہ تو مر بھی گیا۔ فرمایا کہ پھر تو آپ کا پوچھنا اور بھی فضول تھا۔ بس عوام کیلئے سیدھا اور سچا جواب یہی ہے کہ ہم نہیں جانتے ہمارے علماء سے پوچھو۔ صحابہ کا تو یہ طرز تھا کہ بے تکلف کہدیا کرتے تھے کہ ہمیں نہیں معلوم۔ ہم رسول سے پوچھکر بتلائیں گے۔ اصلی جو طریقہ ہے اسلام کا وہ تو یہی ہے لیکن افسوس حقائق مٹ گئے۔ اور مٹے ہی نہیں بلکہ ظاہر جو کئے جاتے ہیں تو اُن کی وقعت نہیں ہوتی رواج غالب ہو گئے ہیں ہر چیز پر۔ ایک عیسائی کے کچھ اعتراضات ایک پرچہ میں چھپے جنکا جواب قرآن سے مانگا تھا۔ میں نے جواب تحریر کرکے اُس پرچہ کے دفتر میں بھیجدیا کہ آپکا یہ کہنا کہ قرآن سے جواب دو متضمن ہے ایک دعوے کو وہ یہ کہ مسلمان ان مسائل کو قرآن سے ثابت ہونے کا دعوی کرتے ہیں سو یہ دعوی ہی غلط ہے مسلمان کب کہتے ہیں کہ یہ سب مسائل قرآن ہی سے ثابت ہیں اُنکے یہاں کسی مسئلہ کے ثبوت کیلئے چار دلائل موضوع ہیں۔ قرآن حدیث اجماع قیاس۔ لہذا اُنہیں حق ہے کہ ان میں سے کسی ایک دلیل سے ثابت کردیں۔ ہاں خود اُن دلائل کی صحت کا ثابت کرنا ہمارے ذمہ ہے۔ سائل کو ہمارے دعوے کو محفوظ رکھکر سوال کرنا چاہئے تھا۔ لہذا یہ سوال ہی فضول ہے اور باوجودیکہ یہ نہایت تحقیقی جواب تھا کیونکہ موٹی بات ہے کہ اگر مدعی اپنے دعوے کے اثبات میں دو گواہ پیش کرے

تو مدعا علیہ مجیب کو یہ تو حق ہے کہ اُن گواہوں پر جرح قدح کرے لیکن تعیین گواہاں کا ہرگز حق نہیں کہ میں تو جب تک دعوے کو تسلیم نہ کرونگا جب تک فلاں فلاں گواہ آکر شہادت نہ دیں۔ مثلاً جج صاحب اور کلکٹر صاحب۔ لیکن باوجود اسکے معقول ہونے کے اس جواب کی قدر نہیں کیگئی بلکہ اور لوگوں نے جو گھڑ گھڑا کر قرآن سے ثابت کر کے جواب دیئے وہ تو صاحب پرچہ نے چھاپے مگر میرا جواب نہیں چھاپا گیا۔ قانونی جواب ہمیشہ بے مزہ ہوتا ہے۔ دیکھئے قانون کی دفعات روزمرہ کچہریوں میں پڑہی جاتی ہیں لیکن اُن پر کسی کو وجد نہیں آتا۔ اور اگر مومن کی غزل کا ایک شعر کوئی پڑھ دیتا ہے تو لوگ رقص کرنے لگتے ہیں مگر دیکھ لیجئے کہ اصل چیز کونسی ہے۔ شاعری ہے۔ یا قانون۔ قانون تو وہ چیز ہے جسکی بدولت امن قایم ہے اور سلطنت کا نظام اسی پر مبنی ہے۔ اگر امن نہوتا تو شاعر صاحب کو وہ شعر بھی نہ سوجھتا جسپر وجد ہو رہا ہے۔ ایک مولوی صاحب سے ایک تعلیم یافتہ نے ڈاڑہی کا ثبوت قرآن سے طلب کیا اُنھوں نے کہا کہ دیکھو قرآن مجید میں ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام کو حضرت ہارون علیہ السلام پر غصہ آیا تو اُنھوں نے اُن کی ڈاڑہی پکڑ لی۔ دیکھو قران سے نبی کے ڈاڑھی ہونا ثابت ہے میرے سامنے اُن مولوی صاحب نے یہ جواب نقل کیا۔ میں نے کہا کہ مولانا اس سے تو آپ نے ڈاڑھی کا وجود ثابت کر دیا۔ وجوب تو ثابت نہوا۔ اور گفتگو تھی وجوب میں۔ ورنہ محض وجود ثابت کرنے کیلئے آپ نے قرآن کو ناحق تکلیف دی۔ اپنی ہی ڈاڑھی دکھلا دی ہوتی کہ لے لو یہ ڈاڑھی کا ثبوت ہے۔ مشاہدہ کا انکار بھی نہ ہو سکتا۔ اور اس جواب پر تو اگر وہ آپ سے یہی سوال کرتا جو میں نے کیا تو آپ کیا جواب دیتے۔ مولوی صاحب کیا فرماتے ہیں کہ اجی اُسمیں اتنی عقل ہی کہاں تھی جو یہ سوال اسے سوجھتا پھر فرمایا کہ بھائی ہمارے تو منہ سے بھی کبھی ایسی لچر بات نہ نکل سکتی۔ یہاں تو وہ بات کہی جاتی ہے جو اپنے نزدیک قیامت تک نہ ٹلے۔ اور میں کہتا ہوں کہ کس کس بات کو قرآن سے ثابت کرو گے۔ آخر کہیں تو عاجز ہو گے۔ مغرب کی تین رکعتیں کونسی آیت سے ثابت کرو گے اخیر میں پھر وہی تحقیقی جواب دینا پڑیگا۔ پھر اول ہی سے تحقیقی جواب کیوں نہیں دیدیتے۔ پھر فرمایا کہ عوام کیلئے عمدہ طریقہ یہ ہے کہ صاف کہدیں کہ ہم بلا ضرورت مذہبی گفتگو نہیں کرنا چاہتے مذہبی گفتگو سے رنج ہوتا ہے۔ پھر حکیم صاحب کی طرف روئے سخن کر کے فرمایا کہ اسی طرح اگر اپنے بزرگوں کو کوئی برا بھلا کہے تو فوراً نرمی کے ساتھ کہدے کہ بھائی ہمیں صدمہ ہوتا ہے ہمارے سامنے نہ کہو۔ یہ عنوان بہت نافع ہے۔ پھر اس کہنے والے

کے دل میں گھر ہو جائیگا پھر اس شخص کے سامنے ہرگز نہ کہے گا کیونکہ نرم جواب ہے اور معقول بات
حق تعالیٰ کا ارشاد ہے واذا خاطبہم الجاہلون قالوا سلاما۔ سلاما کا ترجمہ میں نے بہت
اچھا اپنی تفسیر میں کیا ہے یعنی کہتے ہیں رفع شر کی بات۔ واقعی رفع شر اسی میں ہے کہ اُن کے جواب کے
درپے نہو۔ کفار حضور کو نعوذ باللہ نعوذ باللہ مذمم کہا کرتے تھے۔ دیکھئے آپ نے صحابہ کو کیسا ٹھنڈا فرمایا۔
فرمایا کہ انظروا کیف صرف اللہ عنی شتم قریش یشتمون مذمما ویلعنون مذمما وانا محمدؐ
یعنی فرمایا کہ مذمم میں تھوڑا ہی ہوں میں تو محمد ہوں (صلی اللہ علیہ وسلم) وہ جو کچھ کہتے ہیں مذمم کو کہتے
ہیں جو مذمم ہو وہ برا مانے میں تو محمد ہوں (صلی اللہ علیہ وسلم) گو اس پر منطقی شبہ یہ ہو سکتا تھا کہ گو وہ
لوگ مذمم کو برا بھلا کہتے ہیں۔ لیکن مذمم سے اُن کی مراد تو حضور ہی ہیں۔ لیکن اس سے اتنا معلوم
ہوا کہ آپ نے صحابہ کو ٹھنڈا کرنا چاہا بات کو ختم کرنا چاہا۔ بڑھانا نہیں چاہا۔ سو اس مقصود میں منطقی
شبہ مخل نہیں۔ دیکھئے یہ طریق سنت ہے لیکن یہ سب سمجھ میں جب آتا ہے بلکہ خود جی میں یہی آتا ہے
کہ ایسا کریں۔ جب کوئی چیز بہت بڑی اُس کے دل میں بسی ہوئی ہو اور اُس کی لو لگی ہو۔ دیکھئے خدا
نخواستہ اگر کسی کا بیٹا مر گیا ہو اُس وقت اگر کوئی فضول قصے اِدھر کے اُدھر کے لے بیٹھے تو سخت ناگوار ہوگا
اور کہنے والے کو فوراً روک دیگا کہ ہم آپ ہی مصیبت میں مبتلا ہیں۔ تمھیں چوچلے سوجھے ہیں۔ ایک بیٹے
کی مشغولی سے کیسی تمیز ہو گئی فضول اور ضروری میں پھر خدا کی مشغولی میں کیوں نہیں تمیز ہو گی کہ یہ ضروری
ہے۔ یہ غیر ضروری۔ بس معلوم ہوا کہ خدا کے ساتھ شغل ہی نہیں قلب کو۔ بعضے بعضے لوگ اعتراض میری
تصانیف پر لکھکر بھیجتے ہیں مجھے اُن کے دیکھنے کی بھی فرصت نہیں۔ اسلئے یہ کرتا ہوں کہ انہیں بجنسہ
چھپوا دیتا ہوں کہ دیکھنے والے خود فیصلہ کر لیں۔ پھر فرمایا کوئی مجھسے پوچھے قدر ان اصول کی۔ اگر سرکاری
کام کا ہجوم ہو اور ایک وقت معین پر کاغذات داخل کرنا پڑیں۔ اور اُن اوقات میں کوئی اس قسم کی
فضول باتیں کرے تو دیکھئے کیا ہوگا۔ اس سے اندازہ کیجئے کہ مشغولی وہ چیز ہے ضروری کام میں مشغولی
ایسی ہوتی ہے۔ جب تک کاغذات نہ داخل ہو جائیں گے وہ کبھی ان فضولیات کی طرف کان بھی
نہ لگاویگا۔ تو ہمارے کاغذات ابھی داخل نہیں ہوئے ہمکو اُس شخص کی طرح رہنا چاہیئے جسکے ابھی کاغذات
داخل نہیں ہوئے جب ہمارے کاغذات داخل ہو جائیں اور داہنے ہاتھ میں آجائیں تب البتہ کہیں گے کہ
ھَاؤُمُ اقْرَءُوْا کِتٰبِیَہْ ابھی تو ہم خود چکر میں ہیں ہاں جو ضروری باتیں ہوں وہ ہونا چاہئیں۔

مگر گفتگو اُن میں ہر جو ضروری نہوں۔ پھر فرمایا کہ اگر حکیم صاحب یہاں کچھ روز رہیں تو انہیں اس فن میں تو میں فاضل بنا دوں یعنی فضول اور غیر فضول کی تمیز میں۔ کیونکہ بھولے ہیں۔ ایک دفعہ کی بات ذہن میں آتی نہیں۔ پھر یہ اشعار پڑھے ؎

؎	ہر چہ از دوست وامانی چہ زشت آں حرف وچہ زیبا ہر چہ جز ذکر خدائے احسن ست	ہر چہ از یار دور افتی چہ زشت آں نقش وچہ زیبا گر شکر خوار بیست آں جاں کندن ست

دوسرے دن فرمایا کہ جن صاحب نے ہندو کا اعتراض پیش کرنا چاہا تھا وہ ہی لوگوں سے شکایت کرتے تھے حالانکہ میں نے اُن سے کوئی ایسی بات بھی نہیں کہی تھی۔ اور ماشاء اللہ حکیم صاحب کو دیکھئے کہ میں نے بیچاروں کو کتنا کچھ کہا۔ لیکن محبت اسکو کہتے ہیں کہ ذرا ناگوار نہیں ہوا۔ پھر فرمایا کہ حکیم صاحب ویسے نہایت نیک شخص ہیں لیکن بھولے ہیں۔

۱۰ شعبان المعظم ۱۳۴۲ھ ہجری

(۵۷۵) فرمایا کہ کثیر الاشغال شخص کو زبانی یاد پر اکتفا نہیں کرنا چاہئے بلکہ ضروری کاموں کو لکھ لینا چاہئیے۔

(۵۷۶) احقر قلم دوات اور کاغذات رکھکر چلا گیا تھا پنکھے کی ہوا سے کاغذات اُڑتے تھے اور دوات ایسی جگہ رکھی تھی کہ اٹھنے میں ٹھوکر لگ کر فرش پر کسیقدر روشنائی گر گئی فرمایا کہ اپنی چیز کو اسطرح رکھکر جانا چاہئے کہ دوسروں کو حفاظت نہ کرنی پڑے۔

(۵۷۷) فرمایا کہ اصرار کی عادت بہت ہی تکلیف دہ ہے۔ اسلئے بھی اب سفر کا مجکو تحمل نہیں ہوتا ویسے سفر تفریح کی چیز ہے۔ لیکن چونکہ اسمیں اصرار ہوتا ہے نیز انضباط اوقات بھی نہیں ہوتا اس لئے نہایت تکلیف ہوتی ہے۔ تمام اوقات خراب۔ نہ سونا وقت پر۔ نہ کھانا وقت پر۔ پچھلے سفر میں مجھے پیچش ہو گئی۔ میزبان نے بہت سے آدمیوں کو مدعو کر لیا تھا۔ ایسی حالت تھی کہ اگر اسوقت گھر پر ہوتا تو ہر گز کھانا نہ کھاتا لیکن میں نے دیکھا کہ گھر بھر میں افسردگی پھیل گئی۔ اسلئے توکلاً علی اللہ میں بھی شریک ہو گیا۔ ایسی باتیں سفر میں ہو جاتی ہیں سفر قوی الطبیعت آدمی کا کام ہے ضعیف الطبیعت کا کام ہے نہیں۔ پہلے میری طبیعت قوی تھی کسی چیز کی پرواہ نہوتی تھی اب طبیعت چونکہ ضعیف ہو گئی ہے ہر چیز سے تکلیف ہوتی ہے اور بعض امور تو خاص طور سے بہت ہی تکلیف دہ

پیش آتے ہیں سفر میں۔ چنانچہ ہجوم سے طبیعت بہت پریشان ہوتی ہے اور پھر یہ بھی نہیں کہ مجمع ہے ساکت بیٹھے رہیں۔ نہیں۔ کچھ نہ کچھ نہ کچھ کہے جاؤ مختلف طبیعتوں کے لوگ۔ یہ مختلف باتیں۔ بعضوں کو تو محض مشغلہ چاہیئے فضول فضول باتیں کہیں ادھر کی کہیں ادھر کی۔ اس سے بڑی تکلیف ہوتی ہے۔ خیر یہ بھی سہی۔ لیکن سب سے بڑا غضب یہ ہے کہ ہر وقت ہجوم یعنی ایک تو دوپہر کے کھانے کے بعد اور ایک عشاء کے بعد۔ اور عشاء کے بعد تو میں یہ چاہتا ہوں کہ مجھ سے کوئی ذرا سی بات بھی نہ کرے۔ پاس بیٹھنا یا راستہ میں ساتھ چلنا بھی گو بولے کچھ نہیں لیکن یہ بھی ناگوار ہوتا ہے اور سفر میں بالخصوص انہیں دو وقتوں میں لوگ زیادہ آتے ہیں سمجھتے ہیں کہ تنہائی کا وقت ہے میں کہتا ہوں کہ جب سب انہیں وقتوں میں تنہائی کا موقع سمجھ کر آئیں گے تو وہ تنہائی ہی کہاں رہی۔ اور پہرہ بٹھانا طبیعت کے بھی خلاف ہے۔ اور اس سے لوگوں کو شکایت بھی ہوتی ہے۔ یہ خرابی ہے کہ لوگ اپنی مصلحت کے سامنے کسی کی مصلحت کا خیال نہیں کرتے جونپور میں ایک سب انسپکٹر صاحب ملنے آئے۔ میں نے چار پانچ گھنٹے کھڑے ہو کر وعظ کہا تھا دماغ بھی تھک گیا پیر بھی تھک گئے۔ ہجوم اُسوقت بھی منتشر نہ ہوا تھا میں نے چاہا کہ آدھا گھنٹہ تنہائی کا میسر ہو جائے تو کچھ سکون ہو۔ ہاں ایسے لوگوں کی موجودگی سے تکلیف نہیں ہوتی جن سے بے تکلفی ہے یعنی ایسی بے تکلفی ہو کہ اُن کے سامنے چاہے لیٹ جاؤں چاہے پیر پھیلا دوں چاہے اُن سے بدن دبوالوں۔ میں نے ایسے دو تین آدمی لیکر کمرہ اندر سے بند کر لیا بس اور کچھ نہیں کیا۔ میاں فاروق بلا میرے کہے محبت سے خود ہی کمرہ کے دروازہ پر بیٹھ گئے۔ وہ سب انسپکٹر صاحب تشریف لائے انھوں نے کہا کہ اطلاع کر دو۔ فاروق نے کہا کہ وہ اس وقت بہت تھک رہا ہے بس خفا ہو گئے اور یہ کہکر چلے گئے ؎ چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی + بعد میں مجھے معلوم ہوا میں نے کہا کہ خیر احمقوں کی رعایت ہی کیا۔ یہ حالت ہے۔ آدھا گھنٹہ بیٹھنا ناگوار ہوا بس شان گھٹتی تھی۔ ایسے ایسے امور سفر میں پیش آتے ہیں۔ بعضے خبیث طبیعت ہوتے ہیں اُن کو عداوت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس لئے کہتا ہوں کہ پہرہ بٹھانا اول تو بزرگوں کی وضع کے خلاف ہے دوسرے عداوتیں پیدا ہوتی ہیں۔ یہ فتنے ہیں اسمیں۔ اسواسطے اچھی صورت یہی ہے ہمارے لئے کہ پنشن لیکر ایک کونے میں بیٹھے رہیں۔ اب تو میں نے سفر بہت ہی کم کر دیا ہے لیکن اب ارادہ ہے کہ بالکل ہی نہ کروں۔ البتہ آس پاس کی جگہوں میں تکلیف

نہیں ہوتی مثلاً دیوبند سہارنپور - رامپور کاندہلہ یہاں کے لوگوں سے قرابتیں بھی ہیں اور اصل بات تو یہ
ہے کہ یہاں سادگی ہے - اول تو خود ہی خیال رکھتے ہیں اور اگر کہہ بھی دیا جاوے تو ذرا برا نہیں مانتے
دوسرے زیادہ ہجوم بھی نہیں ہوتا کیونکہ وطن کے اور برادری کے لوگ اتنی عقیدت بھی نہیں رکھتے گو محبت
زیادہ کرتے ہیں - اگر سفر میں چوبیس گھنٹے میں سے صرف دو وقت تو آرام کے لئے دیا کریں یعنی دوپہر کے
کھانے کے بعد اور عشاء کے بعد تو یہ ذرا سی رعایت کیا مشکل ہے لیکن بے حسی ہوگئی ہے بات یہ ہے کہ
خود ان کو ایسا اتفاق زیادہ نہیں ہوتا - دو چار مہمان کبھی آگئے دو ایک روز جاگ لئے روزانہ تو آدمی
ایسا نہیں کرسکتا کیسے تحمل کرے -

(۵۷۸) ایک نوجوان نے کام میں کچھ کم ہمتی کی - فرمایا کہ میں سفر سے رات کو آیا - صبح کام کرنا تھا -
نیند کے مارے گرگر پڑتا تھا بعض جگہ ترجمہ کچھ کا کچھ لکھ گیا اور پھر درست کیا بیچ میں لیٹ لیٹ جاتا تھا پھر
اٹھتا تھا کہ آخر کام تو مجھی کو کرنا ہے برابر پانچ پانچ چھ چھ گھنٹہ اس حالت میں بھی کام کیا - اب جو نوجوان
ہیں کسی کام کے نہیں پھر فرمایا کہ یہ میرا کوئی کمال نہیں حق تعالیٰ قلب میں ایک تقاضا پیدا فرما دیتے
ہیں اُن کے قلب میں تقاضا نہیں ہوتا - لیکن کیا کریں غصہ آتا ہے کہ اپاہج تو نہیں پھر کیوں سستی کرتے ہیں

(۵۷۹) فرمایا کہ مشہور تو یہ ہے کہ تعاملوا کالاجانب وتعاشروا کالاخوان یعنی معاملہ کرو
مثل اجنبیوں کے اور معاشرت کرو مثل بھائیوں کے - لیکن چونکہ آج کل یہ مشکل ہے کہ اخوان کے
ساتھ معاملہ تو ہو مگر ہوا جانب کا سا اسلئے میں نے اسمیں ترمیم کی ہے یعنی تعاملوا مع الاجانب
وتعاشروا مع الاخوان - معاملہ کرو اجنبیوں کی ساتھ اور معاشرت کرو بھائیوں کے ساتھ
یعنی اخوان کے ساتھ حتی الامکان معاملہ ہی نکرو میں نے کل کے بجائے مع کر دیا ہے بل کل کو اُڑا دیا تاکہ کل کل نہ رہے
اکثر دیکھا ہے اپنوں کے ساتھ معاملہ کرنے میں خرابی ہوتی ہے اور نقصان بھی اٹھانا پڑتا ہے -

(۵۸۰) احقر کے یہاں سے متعدد روٹیاں اور زیادہ سالن حضرت کے یہاں مستورات نے بھیجا -
کئی بار پیشتر بھی اسی طرح جاچکا تھا - ابکی مرتبہ صرف ایک روٹی اور تھوڑا سا سالن لیکر باقی واپس فرما دیا
اور تنبیہ فرمائی - بعد کو اسکا ذکر آگیا تو احقر سے فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ یہ تو انھوں نے تار ہی باندھ دیا
اسلئے تنبیہ کرنی پڑی کیونکہ آپ کو یہاں مسافرانہ طور پر رہنا چاہئے - اس طرح ہدایا بھیجنے میں آپ کا
اچھا خاصا خرچ ہو جاتا ہے اور میرا کچھ بھلا نہیں ہوتا - ہاں ایک دو روٹی اور تھوڑا سا سالن بلا خاص

اہتمام کے بھیجدیا جاوے تو مضائقہ نہیں ۔ مجھے تھوڑے ہدیہ میں بہت خوشی ہوتی ہے ۔ زیادہ مقدار سے بار ہوتا ہے ۔ عورتوں سے یہ بھی فرمایا کہ جب آپ لوگ مجھسے محبت کرتے ہیں تو مجکو بھی تو آپ لوگوں سے محبت ہے اسی لئے اس کا بہت خیال رہتا ہے کہ کسی طرح کی آپ کو تکلیف یا آپ پر بار نہو مگر بات یہ ہے کہ عورتیں تھوڑی چیز بھیجنے میں یا تو اپنی شان کے خلاف سمجھتی ہیں یا میری شان کے خلاف بھلا محبت میں شان کیسی یہ تو دین نہیں محض دنیا ہے ۔ دنیا داروں میں دیکھا ہے کہ دوستوں سے بھی تکلف اور تصنع سے ملتے ہیں ۔ ایک کو دوسرے کے ساتھ شان کا بہت خیال رہتا ہے دنیا داروں میں محبت کا بھی مزا نہیں ایک عزیز جو کانپور میں میرے پاس بچپے سے رہے تھے رستہ میں ملے میرے ہاتھ میں اُس وقت آدھا کھایا ہوا امرود تھا میں نے کہا کہ تم چاہے بڑے آدمی ہو گئے ہو لیکن میرے سامنے تو اب بھی تم وہی ہو جو ننگے پھرا کرتے تھے میں تو تمہیں اب بھی ویسا ہی سمجھتا ہوں ۔ اگر تمھارا ابھی یہی خیال ہو تو اس آدھے امرود کو لیلو ورنہ مت لو ۔ اُنھوں نے نہایت خوشی سے لیکر کھا لیا ۔ اور چہرہ سے معلوم ہوتا تھا کہ نہایت مسرور ہیں اگر میں ایک ٹوکرہ بھر کر بھی امرود دیتا تو اسمیں اُن کو اتنی مسرت نہوتی جتنی کہ اُس ٹکڑے میں ہوئی ۔ بس اہل دین کو دین کا مزہ تو ہے ہی مگر دنیا کا بھی مزہ ان ہی کو حاصل ہے فلنحیینہ حیوٰۃ طیبۃ ۔ مزیدار زندگی انہیں کو نصیب ہے ۔ ایک بزرگ کسی بزرگ سے ملنے کیلئے چلے خیال ہوا کہ کچھ ہدیہ ہونا چاہئے ۔ راستہ میں سے سوکھی سوکھی لکڑیاں چنکر گٹھڑ سر پر رکھکر پہنچے اور پیش کر دیں اُن بزرگ نے اُن لکڑیوں کی اتنی قدر کی کہ خادم خاص سے فرمایا کہ ان لکڑیوں کو حفاظت سے رکھ چھوڑو ۔ جب ہمارا انتقال ہو جائے تو ان لکڑیوں سے پانی گرم کر کے اُس پانی سے ہمیں غسل دینا ۔ ہمیں امید ہے کہ ان کی برکت سے ہمیں نجات ہو ۔ کیونکہ یہ محض خلوص اور محبت فی اللہ سے لائی گئی ہیں ۔ دیکھئے وہ لکڑیاں بہت ہونگی چار پیسے کی ہونگی اور اُنہیں تو مفت ہی ملی تھیں لیکن کتنی قدر ہوئی ۔ حضرت انہیں کو لطف ہے محبت کا بھی جسکی وجہ یہ ہے کہ ایک تو ان حضرات کا ادراک صحیح ہو جاتا ہے ہر شے کی حقیقت کو سمجھتے ہیں اور اُس سے متاثر و محظوظ ہوتے ہیں بعض اوقات کسی کے فقط سلام سے عمر بھر کے لئے محبت ہو گئی ۔ بعضا سلام کچھ ایسی ادا سے اور لب و لہجہ سے ہوتا ہے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے گویا محبت ٹپکی پڑتی ہے ۔ آخر کیا بات ہے ۔ خدا کے فضل سے ادراک صحیح ہوتا ہے ۔ اسلئے پورا اثر ہوتا ہے ۔ احقر کے یاد دلانے پر فرمایا کہ مولوی محمود صاحب کالر کا ایکدفعہ

کھیل رہا تھا۔ اور لڑکے بھی تھے کچھ قصائیوں کے کچھ رائیوں کے۔ مجکو دیکھکر سب بھاگ گئے۔ لیکن وہ نہیں بھاگا آخر برادری کے ہیں مناسبت قدرتی ہوتی ہے وہ مجھسے آکر لپٹ گیا مجکو محض اس امر کے خیال کرنے سے کہ دیکھو اسکو مجھسے وحشت نہیں ہوئی آج تک اُس سے محبت ہی صرف اتنی بات تھی کہ مجکو دیکھکر بھاگا نہیں تھا اس بات کی اتنی قدر ہوئی کہ بیان نہیں کر سکتا۔ کوئی سمجھے کہ متخیلہ کا خلل ہے اتنی چیز کو اتنا بڑا سمجھ لیا۔ مگر کیا کروں جو اثر کی چیز ہے اُس سے تو اثر ہوتا ہی ہے۔

(۵۸۱) فرمایا کہ ایک دیوانی کا مقدمہ سہارنپور میں تھا حاکم ہندو تھا فریقین سے صلح کیلئے کہا گیا پنچوں کے نام لئے گئے فریقین بالاتفاق راضی نہیں ہوئے پھر فریقین نے میرے متعلق اپنا اطمینان ظاہر کر کے میرا نام لیا اور راضی ہو گئے کہ میں فیصلہ کر دوں اُس حاکم نے یہ بات کہی کہ اگر وہ شخص ایسا ہی ہے جیسا کہ تم اسکو سمجھتے ہو تو میں پیشین گوئی کرتا ہوں کہ وہ فیصلہ نہیں کریگا واپس کر دیگا مجھے اسکی اطلاع بعد واپسی کاغذات کے ہوئی تھی۔ غرض میرے پاس کاغذات آئے مگر ساتھ ہی ساتھ ایک فریق کی سفارش کا خط آیا۔ اول تو خود فیصلہ کرنا ہی میری طبیعت کے خلاف ہے پھر اسپر یہ سفارش کا خط۔ دوسرے یہ کہ فریقین سے مجھسے ملاقات۔ میں نے کہا کہ جب وہ یہاں آویں تو اس حکم بننے پر تو مجکو یہ چاہئے کہ اُن سے بات بھی نہ کروں اور اُنہیں سرائے میں ٹھہراؤں اور یہ مجھسے ہو نہیں سکتا تھا اسلئے میں نے کاغذات واپس کر دیئے اور کوئی عذر لکھ بھیجا۔ اور یہ بات مجکو بعد میں معلوم ہوئی کہ اُس حاکم نے یہی پیشین گوئی کی تھی۔ سچی بات ہے مجھے بڑی خوشی ہوئی کیونکہ مسلمان چاہے معتقد ہوں یا نہوں لیکن غیر مسلموں کیلئے تو جی چاہتا ہے کہ معتقد ہوں تاکہ انہیں معلوم ہو کہ مسلمانوں میں ایسے لوگ ہیں۔ پھر فرمایا کہ اس ظالم نے دیکھئے کیا بات کہی معلوم ہوتا ہے پرانا صحبت یافتہ شخص ہے پہلے لوگ ہر مذہب میں ایسے ہوتے تھے نئے جنٹلمین تو بس تبرک ہی ہیں۔

(۵۸۲) فرمایا کہ اکابر کو اس کا قصد نہیں ہوتا تھا کہ اپنے اوپر سے طعن کو ہٹاویں۔ اگر بڑے بڑے لنے دیتے تھے

خلق میگوید کہ خسرو بت پرستی میکند	آرے آرے میکند با خلق عالم کار نیست

بات یہ ہے کہ وہ اپنی نظر میں سب سے ذلیل ہوتے ہیں یہ بالکل وجدانی امر ہو جاتا ہے کسی مدح کا اپنے کو مستحق نہیں سمجھتے۔ بلکہ بخدا یہ تعجب ہوتا ہے کہ لوگ ہمارے معتقد کیوں ہیں باوجود اتنے عیوب کے اور بعضے تو اسقدر مغلوب ہوتے ہیں کہ اپنے عیوب کھولنے لگتے ہیں تاکہ لوگ معتقد نہ رہیں لیکن مقتدا کو ایسا نہیں چاہئے اسمیں عوام کا ضرر ہے۔ حضرت حاجی صاحب پر بہت غالب تھا یہ حال تواضع کا۔ عیب تو نہیں کھولتے تھے لیکن فرمایا کرتے تھے کہ دیکھو حق تعالیٰ نے ستاری فرمار کھی ہے کہ لوگوں کو میرے عیوب کی خبر نہیں اسلئے معتقد ہیں۔ ایک مشہور بزرگ حضرت کی خدمت میں آئے اور اظہار عقیدتمندی کرتے رہے جب چلے گئے تو ہمیں خیال ہوا کہ جب ایسے ایسے بزرگ حضرت کے معتقد ہیں تو حضرت کے کامل ہونے میں کیا شک ہے۔ مگر ان کے جانے کے بعد حضرت کیا فرماتے ہیں کہ دیکھو حق تعالیٰ کی ستاری۔ کیا ٹھکانا ہے اُن کی ستاری کا کہ اہل نظر سے بھی ہمارے عیوب کو چھپا رکھا ہے۔ میرے عیوب کی انہیں بھی خبر نہیں۔ مولانا محمد قاسم صاحب پر اخلاق کا اسقدر غلبہ تھا کہ بعض اوقات عوام کی مصلحت کا بھی خیال نہ رہتا تھا۔ ایک صاحب نے میرٹھ میں مولانا سے دریافت کیا کہ مولوی عبدالسمیع صاحب تو مولود شریف کرتے ہیں آپ کیوں نہیں کرتے فرمایا کہ بھائی انہیں حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ محبت معلوم ہوتی ہے اسلئے کرتے ہیں۔ مجھے بھی اللہ تعالیٰ محبت نصیب کرے مولوی عبدالسمیع صاحب خود مجھسے کہتے تھے کہ ایسے سے بھلا کوئی کیا لڑے۔ پھر فرمایا چونکہ میں ایسے بزرگوں کو دیکھے ہوئے ہوں اسلئے کوئی کچھ کہہ بھی لے تو برا نہیں معلوم ہوتا اسی دورانِ گفتگو میں حضرت مرزا مظہر جانجاناں رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ بھی بیان فرمایا تھا کہ کسی نے آکر آپ سے حضرت خواجہ میر درد کی شکایت کی کہ وہ سماع سنتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ بھائی انہیں کانوں کا مرض ہے مجھے آنکھوں کا مرض ہے۔ جو خود مریض ہو وہ دوسرے مریض کی کیا شکایت کرے۔

(۵۸۳) انہیں حکیم صاحب کے تحمل اور عدم ناگواری کی تعریف فرما کر جنکی تنبیہ کا حال ۸ شعبان کے ملفوظ نمبر ۵۷۴ میں درج ہے فرمایا کہ حضرت مولانا گنگوہی کے مریدین کا یہ خاصہ ہے کہ حق کو نہایت خوشی سے قبول کرنے والے ہوتے ہیں۔ اور مجھے بھی مولانا کے مریدین پر ایک قسم کا زور ہے کیونکہ مجکو مولانا کے مریدین سے ایک خاص تعلق ہے اور اُن کو بھی مجھسے بیحد محبت ہے۔ اسی لئے مجھے اُن پر زور ہے۔ جو چاہتا ہوں کہہ سن لیتا ہوں۔ انہیں بھی ذرا ناگوار نہیں ہوتا حکیم صاحب موصوف

حضرت مولانا کے خادموں میں ہیں پھر انہیں کی بابتہ فرمایا کہ سچ عرض کرتا ہوں میں بھی اُن سے دلی محبت رکھتا ہوں۔ پھر فرمایا کہ آج کل متعارف اخلاق یہ ہیں کہ خواہ دل میں کدورت ہو لیکن ظاہر میں خوش اخلاقی کے ساتھ پیش آوے۔ لیکن مجھے یہ نہیں آتا کہ دل میں کچھ ہو اور زبان پر کچھ اگر کچھ ناگواری ہوتی ہے کہہ سنکر دل کو صاف کرلیتا ہوں۔ اچھا ہے صاف کرلینا چاہئے دل کو تاکہ پھر وہی محبت پیدا ہو جاوے۔ اگر کرتہ میلا ہو جاوے تو ایک تو یہ صورت ہے کہ ایک اور اُجلا کرتہ اوپر سے پہن لیا۔ اندر وہی سڑہائن رہی۔ ایک یہ ہے کہ دھوبی کے یہاں بھیجدیا۔ اُس نے پیٹ کوٹ کر پھر صاف شفاف کردیا۔ پھر دیکھ لیجئے کون سی صورت اچھی ہے۔ آیا یہ صورت کہ کپڑا تو میلا ہو چکا لیکن اُس کے اوپر دوسرا پہن لیا تاکہ دوسرا نہ دیکھ سکے۔ یا یہ کہ اُسی کو صاف کرلیا۔ ہم تو اسی کو اچھا سمجھتے ہیں۔

(۵۸۴) فرمایا کہ رائے پور کے سفر میں بہٹ کے قریب سے پیدل گیا گو شاہ زاہد حسین نہایت محبت سے پیش آتے ہیں اور نہایت خوشی سے سواری کا انتظام کردیتے لیکن مجھے شرم آئی۔ حافظ فصیح الدین صاحب بہٹ میں اُتر پڑے کیونکہ وہ پیدل نہ چل سکتے تھے اُن کے ساتھ میں نے شیخ رشید احمد صاحب کو بھیجا کہ بلا اطلاع کئے دروازہ تک پہونچا کر چلے آؤ کیونکہ وہ بڑے آدمی ہیں تنہا جانے میں اُن کی سبکی بھی ہے اور خوف بھی ہے کہ کہیں کوئی کتا وغیرہ پریشان نکرے میں اُمرا کی خوشامد تو نہیں کرتا لیکن اسکا بہت خیال رہتا ہے کہ کوئی بات اُن کی شان کے خلاف نہو۔ حافظ صاحب سے میں نے کہدیا کہ ایک گھنٹہ کے بعد آپ میری اطلاع کرنا تاکہ میں دور پہونچ جاؤں۔ گاڑی شیخ صاحب کے انتظار میں وہیں کھڑی رہی لیکن میں اتر کر پیدل چلنے لگا تاکہ بہٹ سے جتنا بڑھ جاؤں اچھا ہے۔ غرض اس کا بڑا اہتمام کیا کہ شاہ صاحب کو اطلاع نہ ہونے پاوے۔ گو وہ بہت مخلص اور بڑے رئیس ہیں اُن کے نزدیک ایک جھکڑہ کردینا کچھ بھی نہیں تھا لیکن مجھے خود اسکا سبب بننا ہرگز گوارا نہ ہوا۔ شرم آئی کہ اُن سے ملنا تو گویا خود سواری مانگنا ہے ہاں لوٹتے وقت ملنے کا ارادہ تھا پھر اگلے روز وہ خود رائے پور آگئے اور واپسی میں اُنھوں نے خود اپنی ٹمٹم میں بٹھلایا اسمیں میں نے ذرا عذر نہیں کیا۔ کیونکہ خود مانگنا تو تذلل تھا اور کہنے پر نہ جانا تکبر ہے۔ یہ دونوں بُرے۔ بعد کو ایک موقعہ پر فرمایا کہ الحمدللہ مجھ میں غیرت کا مادہ بہت ہے یہانتک کہ

اسپر بھی غیرت آئی کہ شاہ صاحب کو میری غیرت کا بھی حال معلوم ہوا اور اس غیرت کو بھی میں نے اُن سے چھپایا تاکہ اُن کی دل شکنی نہو بلکہ اُن سے اور کچھ عذر کر دیا تھا۔ پھر فرمایا کہ غیرت ایک ایسی چیز ہے جس سے آدمی سیکڑوں گناہوں سے خود بخود محفوظ رہتا ہے غیرت قریب قریب سب گناہوں کیلئے محافظ ہے بہت سے ایسے ایسے باریک گناہ ہیں کہ جنکو عقل بھی نہیں سوچ سکتی لیکن جسمیں غیرت کا مادہ ہوتا ہے اسکی طبیعت میں خود بخود وہ کھٹک جاتے ہیں پھر سوچنے سے معلوم ہوتا ہے کہ واقعی یہ تو کھلا ہوا گناہ تھا۔ عقل کہانتک سوچ سکتی ہے۔ جب ہی تو ایمان کے شعبوں میں سے افضل اور ادنیٰ کا ذکر کر کے حیا کا خاص طور سے حضورؐ نے ذکر فرمایا کہ الحیاء شعبۃ من الایمان حالانکہ ضرورت نہ تھی کیونکہ اور شعبے بھی تو غیر مذکور تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حیا اور غیرت بڑا بھاری شعبہ ہے ایمان کا اسی لئے اس کا خاص طور سے ذکر فرمایا گیا۔

(۵۸۵) ایک ذاکر صاحب نے عرض حال پر فرمایا کہ ادھر اُدھر کے خیالات اگر بے ارادہ آتے ہیں تو کچھ فکر نہ کریں۔ ذکر کی کثرت سے انشاء اللہ خود یہ جاتا رہے گا انھوں نے شوق نہ ہونے کی شکایت کی تو پوچھا کہ بالکل شوق نہیں یا تھوڑا ہے۔ عرض کیا کہ تھوڑا ہے۔ فرمایا کہ اگر تھوڑا ہے تو انشاء اللہ رفتہ رفتہ بڑھ جاویگا جب درخت نکلتا ہے زمین سے تو کیا اسی وقت بڑھکر شمشاد ہو جاتا ہے جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو کیا ایک ہی دن میں بڑے میاں ہو جاتے ہیں۔ تمھارے شوق کا درخت کیسے ایک ساتھ بہت بڑا درخت ہو جاوے رفتہ رفتہ انشاء اللہ بڑھ جائیگا۔ عسرت کی شکایت پر فرمایا کہ یہ انبیاء کی سنت ہے۔ رزق جتنا مقدر ہوتا ہے اتنا ہی ملتا ہے۔ اس کا کوئی خاص وظیفہ نہیں ہاں دعا کرنا چاہیئے اللہ تعالیٰ سکون دیدیں گے۔ جب اللہ تعالیٰ سے تعلق بڑھ جاتا ہے پھر پریشانی نہیں ہوتی۔ اور تعلق پیدا کرنے کی سب سے بڑی ترکیب یہ ہے کہ خوب مانگا کرے۔

(۵۸۶) ایک دیہاتی کچھ تربوز وغیرہ ہدیہ لایا۔ حضرت نے چونکہ اُسکو پہچانا تک نہیں اس لئے قبول نہیں فرمایا۔ کیونکہ جب تک خوب بے تکلفی اور محبت آپسمیں نہ ہو جاوے حضرت ہدیہ قبول نہیں فرماتے جیسا کہ بہ تفصیل ہمیشہ کے ملفوظات سے معلوم ہو چکا ہے۔ کئی دن بعد خلوت کے وقت میں اُس سے فرمایا کہ ہمارے یہاں کھانا پکانیوالا بھی کوئی نہیں۔ اگر تمھاری چیزیں لیتا تو پھر کھانا کھلانا پڑتا ورنہ مجھے شرم آتی کہ چیزیں تو لے لیں اور خود کھانیکو بھی نہ پوچھا۔ اور اگر

کھانا کھلاتا تو بدون میلان طبیعت کے کھلاتا کیونکہ پکانیوالی کے نہونے سے میلان نہ تھا تو ایسی چیزیں لانا سوچ میں ڈالنا ہے۔ اب میں بھی ہلکا تم بھی ہلکے۔ بس آج کل تو یہ رہ گیا ہے کہ بھائی وہاں کھانا کھاویں گے دو روپیہ تو دو۔ یہ تو بھٹیار پنا ہے۔ اسلئے میں نے یہ قصہ ہی حذف کر دیا۔ اب مجھپر کسی کا دباؤ نہیں اور جو چیزیں لینے لگوں تو دباؤ ہونے لگے یہ دیہاتی شخص اپنے باپ کی شرکت میں رہتا تھا۔ چاشت کی نماز کی اجازت چاہی فرمایا کہ باپ تمھارے گالیاں نہ دیں گے کہ مفت کی روٹی کھاتا ہے۔ کیونکہ وہی وقت کام کا ہوتا ہے بات وہ کرے جسمیں کوئی برائی نہ آوے۔ لڑائی دنگے سے کیا تو کس کام کا البتہ اگر باپ الگ ہوتے تو ہم اجازت دیدیتے اشراق ہی کے ساتھ دو رکعت یا زیادہ وقت ملے تو چار رکعت چاشت کی بھی پڑھ لیا کرو دس گیارہ بجے مت پڑھنا۔ اگر باپ نے نماز کو برا بھلا کہا تو تمنے اپنا دین تو سدھار لیا دوسرے کا بگاڑا استفسار پر فرمایا کہ عصر سے پہلے چار سنتیں نہیں ہیں نفل ہیں۔ سنت اکثر موکدہ کو کہتے ہیں سنت کے چھوڑنے میں کچھ گناہ بھی ہوتا ہے اور نفل چھوڑنے میں کچھ بھی گناہ نہیں۔ اگر پڑھو تو ثواب نہ پڑھو تو کچھ بھی گناہ نہیں۔ ظہر سے پہلے علاوہ چار سنتوں کے چار نفل بھی ہیں جنکی فضیلت آئی ہے۔ ہدیہ کے متعلق یہ بھی فرمایا کہ جب تک باپ کے شریک رہو ایسی حرکت مت کرو۔ اگر ہدیہ دینا ہے باپ سے الگ ہو جاؤ اس نے کہا کہ ماں باپ کی نافرمانی نہو گی۔ فرمایا کہ نافرمانی اسکو کہتے ہیں کہ جسمیں ان کو تکلیف ہو کیا تمھارے الگ ہو جانے میں ان کو تکلیف ہو گی اس نے کہا کہ میں روٹیاں ان کی پکاتا ہوں ضرور تکلیف ہو گی۔ فرمایا کہ روٹیاں پکا دیا کرو لیکن اپنی آمدنی الگ رکھ سکتے ہو کھانا شرکت میں رکھو یہ نافرمانی نہیں ہے۔

۵۸۷) فرمایا کہ اول تو میں طالب علموں کو بیعت ہی نہیں کرتا اگر زیادہ اشتیاق دیکھا تو کر بھی لیتا ہوں لیکن ذکر شغل نہیں بتلاتا۔ اتنا چاہئے کہ بیعت سے قبل بھی اور بعد بھی معاصی سے اجتناب رکھے۔ اور معاصی کے متعلق مثلاً میلان وغیرہ ہو تو اطلاع کرتے رہیں اور ضروری اعمال کرتے رہیں۔

۱۱ شعبان ۳۴ھ

(۵۸۸) فرمایا کہ ایک معقولی مولوی صاحب سے مناظرہ کرنے کی غرض سے مولانا محمد قاسم صاحب رامپور تشریف لیگئے تھے سنا تھا کہ وہ کچھ اکابر کی شان میں گستاخی کرتے ہیں مثلاً شاہ عبدالعزیز صاحب۔ مولانا کو ناگوار ہوا۔ گو نہایت متواضع تھے لیکن اکابر کے متعلق ایسے مضامین سنکر فرمایا کہ مجھے چاہے گالیاں دے لیں لیکن جنکی جوتیاں سیدھی کرکے کچھ پڑھا ہے اُن کی بابت تو سنا نہیں جاتا۔ رامپور جانیکی اور بھی غرض تھی کہ ایک بہت بوڑھے شخص نے کہلا کر بھیجا تھا کہ مجھسے تو آیا نہیں جاتا سب تمھاری زیارت کو آتے ہیں تم مجھے اپنی زیارت کرا جا غرض جب مولانا پہونچے تو وہ مولوی صاحب خود تو سامنے نہیں آئے لیکن اپنے آدمیوں کو بھیجنا شروع کیا مولانا تھے بڑے دلیر۔ گو تواضع کی شان بھی نہایت بڑھی ہوئی تھی مگر موقعہ پر بالکل بیباک ہوجاتے تھے فرمایا کہ اپنے اُستاد کو لاؤ۔ چوڑیاں کیوں پہن لیں۔ پردہ سے باہر کیوں نہیں نکلتے مگر وہ خود نہیں آئے۔ مولانا نے وعظ میں بھی کہا کہ خود پردہ میں بیٹھکر اوروں کو بھیجتے ہیں یہ کیا زنانہ پن ہے ہمت ہو تو سامنے آئیں لیکن اسپر بھی اُن کی ہمت نہیں ہوئی۔ مولانا کی ذکاوت سے سب ڈرتے تھے۔ مولوی اسحاق صاحب کے ایک استاد عامل بالحدیث کہتے تھے کہ میں مولانا کی مجلس میں ہوتا مولانا قرأت فاتحہ خلف الامام کو عقلی دلائل سے ثابت کررہے تھے۔ کہتے تھے کہ مجھے کئی جگہ خدشہ ہوا لیکن چپ ہوگیا کہ ان سے گفتگو کرنا جھاڑ اپنے پیچھے لگا لینا ہے ان سے عہدہ برا ہونا مشکل ہے۔ مولانا بڑے ذکی تھے۔ ایک مولوی صاحب غیر مقلد بہت تیز ہیں میں بھی اُن سے ملا ہوں اُن کے چہرہ اور لہجہ سے معلوم ہوتا تھا کہ بیحد ذکی ہیں۔ انھوں نے مولانا سے کہا کہ مجھے امام صاحب کے بعض اقوال پر چند شبہے ہیں۔ مولانا نے فرمایا کہ متاخرین کی تفریعات کو تو میں کہتا نہیں لیکن خاص امام صاحب کے جتنے اقوال ہیں اُن میں دعویٰ کرتا ہوں کہ اُن میں ایک بھی ایسا نہیں ہے جو حدیث سے ثابت نہو۔ میں دعویٰ کرتا ہوں کہ خود امام صاحب کے جس مسئلہ کو چاہے پوچھ لیجئے حدیث سے ثابت کردونگا۔ حالانکہ مولانا کی کتابوں پر کچھ زیادہ نظر نہ تھی۔ ہے واقعی بہت بڑا دعویٰ۔ فرمایا کہ میں دعویٰ کرتا ہوں کہ خاص امام صاحب کا ایک قول بھی حدیث کے خلاف نہیں وہ مولوی صاحب چند مسائل پوچھکر چپ ہوگئے جانتے تھے کہ کیسے شخص ہیں۔ رامپور کے وعظ میں مولانا نے دعویٰ

کیا تھا کہ لوگوں نے معقول معقول پکار رکھا ہے لیکن جانتے بھی نہیں کہ معقول کیا چیز ہے معقول کو بھی منقول کر رکھا ہے۔ پھر اصل علم تو قرآن و حدیث ہے۔ میں دعویٰ کرتا ہوں کہ جتنے مسائل فلسفی ہیں نفیاً یا اثباتاً سب قرآن میں موجود ہیں ایک صاحب نے اٹھکر کہا کہ جزو لا یتجزیٰ کے مسئلہ میں متکلمین اور حکماء کا اختلاف ہے بتلایئے قرآن سے کیا ثابت ہے مولانا نے فوراً فرمایا کہ متکلمین کی رائے صحیح ہے قرآن سے ثابت ہے پھر سورۂ واقعہ کی شروع کی آئتیں پڑھکر کچھ مقدمات ملا کر فکانت ہباءً منبثاً سے ثابت کر دیا کہ یہ تجزیہ عدم تجزیہ تک واقع ہوگا سب خاموش بیٹھے رہے کوئی کچھ نہ بول سکا۔ نواب کلب علیخاں کا زمانہ تھا۔ نواب صاحب نے بلوا بھیجا کہ آپ کو تکلیف تو ہوگی لیکن مجھے زیارت کا بیحد اشتیاق ہے مولانا نے اول تہذیب کا جواب کہلا بھیجا کہ میں ایک کاشتکار کا بیٹا ہوں آداب دربار سے ناواقف ہوں کوئی بات آداب دربار کے خلاف ہوگی تو یہ نازیبا سا ہے۔ نواب صاحب نے کہلا بھیجا کہ حضرت آپ کے لئے سب آداب معاف ہیں۔ پھر مولانا نے کہلا بھیجا کہ وہ جواب تو تہذیب کا تھا اب ضابطہ کا جواب دینا پڑا۔ آپ فرماتے ہیں کہ مجھے ملاقات کا اشتیاق ہے سبحان اللہ اشتیاق تو ہو آپ کو اور حاضر ہوں میں۔ یہ عجیب بے جوڑ بات ہے۔ پھر نواب صاحب کی ہمت نہ بلانیکی ہوئی نہ خود حاضر ہونے کی۔ پھر ہمارے حضرت نے فرمایا کہ مولانا واقعی بڑے تارک تھے امرا کے معاملہ میں تو بہت ہی غیور تھے میرے سامنے جامع مسجد دیوبند میں ایک تحصیلدار پیچھے بیٹھے تھے اُن کا خادم آیا کہ تحصیلدار صاحب کو کچھ مشورہ کرنا ہے اُس زمانہ میں قانون متعلق نکاح خوانی آیا تھا۔ آپ کو بھی شریک کرنا چاہتے ہیں ذرا تکلیف فرمایئے۔ مولانا نے جھڑک دیا کہ جاؤ۔ مولوی معین الدین صاحب کہتے تھے کہ مولانا کے والد کاشتکاری کرتے تھے بروایت مولانا محمد یعقوب صاحب شاہنامہ تک فارسی بھی پڑھی تھی لیکن سب بھلا دیا تھا۔ مولانا سے فرمایا کرتے تھے کہ بیٹا ذرا حقہ تو بھر دے۔ مولانا فوراً حقہ بھر کر رکھ دیتے تھے ایکبار ایک ولائتی عالم نے کہ درویش بھی تھے اُن کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ تم مولانا سے حقہ بھرواتے ہو خبر بھی ہے اُسوقت حاملان عرش کانپ اٹھتے ہیں توبہ کرو ورنہ عنقریب تمہارے اوپر کوئی بلا نازل ہونیوالی ہے۔ مولانا کے والد یہ سنکر کانپ اُٹھے اور توبہ کی۔ جلال آباد کے ایک خاں صاحب تھے جو نہایت آزاد مزاج تھے رنڈی بھی رکھے ہوئے تھے اور کسی کے معتقد نہ تھے کسی نے کہا کہ مولانا سے بھی مل لو انھوں نے کہا کہ میاں بہت سے

دیکھے ہیں انھوں نے کہا کہ نہیں ایک دن چلکر دیکھو تو۔ چنانچہ مولانا کے یہاں مہماں ہوئے حقہ پیتے تھے خود تو حقہ کی بابت فرمایش کر نہ سکے مولانا نے پہچان لیا۔ ایک حقہ کسی سے مانگ کر لائے اور بھر کر تازہ کر کے خاں صاحب کے پلنگ کے پاس پٹی تلے رکھدیا اور کہا کہ خانصاحب یہ حقہ موجود ہے میں بھرنا جانتا نہیں آپ اسکے پانی وغیرہ کو ٹھیک کر لیجئے۔ خاں صاحب حقہ تو کیا پیتے ان پر ایسی حالت طاری ہوئی کہ نیچے گر گئے اور بہت روئے۔ پھر خود بھی تائب ہوئے رنڈی کو بھی توبہ کرائی۔ پھر نکاح ہوا۔ مولانا پر تواضع کی شان ختم تھی۔ اور مولانا گنگوہی کی شان ماشاءاللہ سلاطین اور منتظمین کی سی تھی۔ فرماتے تھے بہادر علی شاہ پیران کلیر سے لوٹے تو مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مہمان ہوئے مولانا نے اُن کو ایک روپیہ نذر دیا۔ مولانا گنگوہی نے سُنکر فرمایا کہ اچھا نہیں کیا۔ اس قول کو کسی شخص نے مولانا کی خدمت میں نقل کیا مولانا نے فرمایا کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار تک کی مداراۃ فرمائی ہے۔ مولانا گنگوہی کو اطلاع ہوئی تو فرمایا کہ کفار کی مداراۃ میں فتنہ کا اندیشہ نہ تھا بدعتی کی توقیر میں دین کا فساد ہے اسلئے ناجائز ہے اُس شخص نے یہی قول مولانا کے سامنے جاکر نقل کیا تو فرمایا کہ میاں کیا واہیات ہے بیٹھو بھی اپنا کام کرو۔ کیا ادھر کی اُدھر اُدھر کی ادھر لگا رکھی ہے۔ سیوہارہ کے ایک شخص کہتے تھے کہ وہاں مولود شریف کے متعلق مولانا سے پوچھا گیا تو فرمایا کہ بھائی نہ اتنا اچھا ہے جتنا کہ لوگ سمجھتے ہیں۔ نہ اتنا بُرا ہے جتنا کہ لوگ سمجھتے ہیں۔ عجیب بات فرمائی لیکن عوام کے سمجھنے کے لائق نہیں ہے ایک متن ہی کہ جسکی شرح میں کتابیں لکھی جاسکتی ہیں (یہ دونوں قصے پیشتر بھی بہ تفصیل مذکور ہو چکے ہیں یہاں یوں ہی سرسری طور سے اعادہ کردیا گیا ہے تاکہ سلسلہ کلام محفوظ رہے) پھر ہمارے حضرت نے فرمایا کہ میں نے تو دونوں حضرات کی شانوں میں ایک فیصلہ کیا ہے کہ مولانا محمد قاسم صاحب تو مغلوب الاخلاق تھے اور مولانا گنگوہی غالب علی الاخلاق تھے۔ اُن پر خود اخلاق غالب آجاتے تھے اور مولانا گنگوہی خود اخلاق پر غالب رہتے تھے جس خلق کو چاہتے تھے غالب کر لیتے تھے ؎ ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر ست + ایک جگہ مولانا محمد قاسم صاحب وعظ فرما رہے تھے مولانا گنگوہی بھی شریک تھے ایک صاحب بولے کہ خیر وعظ کی مجلس میں بیٹھنے کا ثواب تو ہو گیا باقی سمجھ میں تو کچھ آیا نہیں اگر مولانا عام فہم مضامین بیان فرمایا کریں تو کچھ نفع بھی ہو۔ مولانا گنگوہی سن رہے تھے فرمایا کہ افسوس ہے

شاہباز عرش سے درخواست کیجاتی ہے کہ زمین پر اُڑا کرے۔ مولانا محمد قاسم صاحب فرمایا کرتے تھے کہ میں وعظ میں جو کہیں کسیقدر رک جاتا ہوں تو سوچنے کی غرض سے نہیں بلکہ مضامین کا اسقدر ہجوم اور تواتر ہوتا ہے کہ پریشان ہو جاتا ہوں سوچتا ہوں کہ کسکو مقدم کروں کسکو مؤخر کروں حضرت حاجی صاحب یوں فرماتے تھے کہ حق تعالیٰ اپنے بعض بندوں کو جو اصطلاحی عالم نہیں ہوتے ایک لسان عطا فرماتے ہیں۔ چنانچہ حضرت شمس تبریزی کو مولانا رومی لسان عطا ہوئے تھے جنھوں نے حضرت شمس تبریزی کے علوم کو کھول کھولکر بیان فرمادیا اسی طرح مجکو مولوی محمد قاسم لسان عطا ہوئے ہیں۔ مولانا محمد قاسم صاحب فرمایا کرتے تھے کہ میں جب اپنی تصنیف کو حضرت حاجی صاحب کو سُنا دیتا ہوں تب مجھے اُسکے مضامین پر اطمینان ہوتا ہے کہ ٹھیک ہیں بدون سنائے اطمینان نہیں ہوتا۔ اور ایک بڑی لطیف بات فرماتے تھے کہ ہمارے ذہن میں مبادی پہلے آتے ہیں یعنی مقدمات اول آتے ہیں اُن کے تابع ہوتا ہے نتیجہ اور ان حضرات کے ذہن میں نتائج پہلے آجاتے ہیں اسلئے جب سُنا لیتا ہوں تو اطمینان ہو جاتا ہے کہ مقاصد تو ٹھیک ہیں مقدمات چاہے غلط ہوں اُن کی کیا ہے اُنہیں تو خود ٹھیک ٹھاک کرلیں گے مقاصد تو صحیح ہیں جتنے وہبی علوم بزرگوں کے ہیں وہ ایسے ہی ہوتے ہیں کہ بس ایک سچی بات قلب میں پڑ گئی اُن کے منتسبین میں جو اہل علم ہوتے ہیں وہ یہ کرتے ہیں کہ اُسکی تقویت اور تائید دلائل سے بھی کر دیتے ہیں تو ان کے دلائل تابع مقاصد کے ہوتے ہیں بخلاف علماء رسوم کے کہ اُن کے مقاصد تابع دلائل کے ہوتے ہیں اور ظاہر ہے کہ اصل مقاصد ہی ہیں اگر وہ صحیح ہیں اور کوئی دلیل اُس کے خلاف کو مقتضی ہو تو وہ دلیل ہی غلط ہے خواہ موقع غلط کی تعیین نہ ہو سکے اسکی ایسی مثال ہے کہ مثلاً کسی کو سورج نظر آرہا ہے اگر ہزار گھڑیاں متفق ہیں کہ اس وقت سورج چھپ گیا لیکن جو دیکھ رہا ہے کہ ابھی سورج موجود ہے وہ کہدیگا کہ سب گھڑیاں غلط ہیں۔ اگر اُس سے دلیل پوچھی جاویگی تو کہدیگا کہ ہمیں خبر نہیں کہ کہاں اور کیا غلطی ہے مگر غلط ضرور ہے۔ کیونکہ ہم تو سورج کا مشاہدہ کر رہے ہیں۔ اسی طرح یہ حضرات گو اسپر قادر نہ ہوں کہ مقدمات میں تعیین کر دیں کہ کون سے مقدمہ میں غلطی ہے مگر اتنا ضرور کہدیں گے کہ تمھاری دلیل میں غلطی ضرور ہے اور یہ سب علوم غیر منصوصہ میں ہے۔ پھر فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب کی وضع ایسی تھی کہ بالکل ایک مِلکی شہزادے معلوم

ہوتے تھے گفتگو بھی سیدھی سادھی تھی فارسی بہت اچھی لکھتے تھے ضیاء القلوب کی فارسی بہت فصیح ہے پھر حاجی صاحب کا یہ مقولہ بیان فرمایا کہ دو ثلث ضیاء القلوب کے میں نے ضائع کر دیئے اُس میں ثمرات اشغال کے درج تھے۔ الہام ہوا کہ ان کا ظاہر کرنا مناسب نہیں۔ ایک وجہ یہ بھی فرماتے تھے کہ ثمرات ہر ایک کو مختلف طور سے پیش آتے ہیں۔ ان کے ظاہر کرنے میں ضرر زیادہ ہے کیونکہ یہ ضرور نہیں کہ جو حالات ایک کو پیش آویں وہی دوسرے کو بھی پیش آویں۔ اگر کسی کو وہ خاص احوال پیش نہ آئے تو اُسکو مایوسی ہوگی اور وہ یہ سمجھیگا کہ میں نے ابھی راستہ ہی قطع نہیں کیا۔ اسلیئے ایسے امور کا علم سینہ بہ سینہ ہی ٹھیک ہے جیسے احوال قبر کہ ہر ایک کے جدا ہوتے ہیں مولوی عبد الرحمن صاحب کہتے تھے کہ میں نے میاں مخدوم عرف دمڑے کو خواب میں دیکھا۔ پوچھا کہ کیا گذری انھوں نے کہا کہ یہاں تو کچھ بھی نہیں جسے کلمہ یاد نکلتا ہے اُسے چھوڑ دیتے ہیں انھوں نے کہا کہ ہمیں تو بڑا ڈر لگا ہے اچھا تم مجھے یہ بات لکھدو۔ اُس نے ان کے ہاتھ پر لکھدیا۔ انھوں نے کہا کہ مہر بھی کر دو۔ اُس نے مُہر بھی کر دی۔ آنکھ کھلی تو ہاتھ پر کچھ لکھا ہوا تھوڑا ہی موجود تھا۔ وہ مجھسے پوچھنے لگے کہ بس اور کچھ نہیں ہوتا میں نے کہا کہ یہ ہرگز نہ سمجھئے۔ ہاں اُن کے ساتھ یہی ہوا۔ وہ جلدی چھوٹ گئے۔ ہر ایک کی ساتھ جدا معاملہ ہوتا ہے۔

(۵۸۹) فرمایا کہ الصوفی لامذھب لہ کے معنی یہ ہیں کہ چاروں مذہبوں میں سے جس مذہب میں احتیاط دیکھتے ہیں اُسی پر عمل کرتے ہیں بخلاف اُن کے جو کہ تارک تقلید ہیں وہ تو اُسکو کرتے ہیں جسمیں رخصت دیکھتے ہیں رعایت خلافیات کی اچھی ہے بشرطیکہ اپنے مذہب کا مکروہ لازم نہ آوے۔ مثلاً حنفی وضو میں فصد کے ذریعہ سے خون بھی نہ نکلوا وے کیونکہ وہ حنفیہ کے نزدیک ناقض وضو ہے اور مس مرأت سے بھی احتیاط رکھے اسی طرح مس ذکر سے۔ کیونکہ افضل یہی ہے کہ اختلافات سے بھی احتیاط رکھے اور جسکے پیچھے مختلف مذاہب کے اشخاص نماز پڑھتے ہوں اُسکو تو اس کی رعایت ضرور چاہیئے۔

(۵۹۰) فرمایا کہ دین میں محنت تو کم ہے اور ثمرہ زیادہ برخلاف اسکے دنیا میں محنت تو زیادہ ہے اور ثمرہ کم اس کی میں یہ مثال دیا کرتا ہوں کہ کبوتر کے شکار میں بہت ہی کم مشقت ہے اگر ہوائی بندوق لیکر بھی کوئی چلا جاوے تو دو چار کبوتر تو لے ہی آویگا۔ کم از کم شام کیلئے سالن تو ہو ہی گیا۔ برخلاف

اسکے سور کا شکار کیا۔ کارتوس کے کارتوس تو خراب کئے اور ملا کیا۔ سور نہ کھانیکا نہ پکانیکا۔ دین میں کسی حال میں نقصان نہیں یہ سب اللہ تعالیٰ کے تعلق کی برکت ہے۔ سنا ہے ایک انگریز نے لکھا ہے کہ سب سے زیادہ حیرت انگیز بات میں نے ہندوستان میں یہ دیکھی کہ اجمیر میں ایک مردہ کو دیکھا کہ قبر میں پڑا ہوا سارے ہندوستان پر سلطنت کر رہا ہے۔ واقعی خواجہ صاحب کے ساتھ لوگوں کو بالخصوص ریاست کے امراکو بہت ہی عقیدت ہے۔ اجمیر میں ہندو خواجہ صاحب کی قسم کھاتے ہیں ان حضرات نے اللہ کی اطاعت کی تھی پھر دیکھئے کیا رنگ ظاہر ہو رہا ہے۔ احقر نے عرض کیا کہ جب فائدہ ہوتا ہوگا تب ہی تو اسقدر عقیدت ہے۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ جیسا ظن ہو ویسا ہی معاملہ فرماتے ہیں اس طرح تو بت پرستوں کو بت پرستی میں بھی فائدہ ہوتا ہے۔ یہ کوئی دلیل تھوڑا ہی ہے دلیل ہے شریعت۔

(۵۹۱) حضرت بلا جوابی ٹکٹ یا لفافہ کے جواب نہیں دیتے۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ وہ جواب کا منتظر رہتا ہوگا بیرنگ بھیجدیا کیجے۔ فرمایا کہ میں پہلے ایسا ہی کرتا تھا لیکن بعضوں نے خط واپس کر دیا پھر محصول مجکو اپنے پاس سے دینا پڑا جب یہ احتمال ہے تو میں کیوں نقصان برداشت کروں۔ ان صاحب نے عرض کیا کہ اپنا نام نہ لکھا کیجے۔ فرمایا کہ اس صورت میں اگر اس نے واپس کیا تو سرکار کا نقصان ہی سرکار کا نقصان کرنا کہاں جائز ہے اسپر ان صاحب کو خاموش ہونا پڑا۔

(۵۹۲) فرمایا کہ حسن پور میں ایک علیگڈھ کالج کے طالب علم مجھسے ملے مجھسے پوچھا کہ میں نے سنا ہے آپ کو علیگڈھ کالج کے لڑکوں سے بہت نفرت ہے۔ میں نے کہا کہ اُن کی ذات سے تو نفرت نہیں اُن کے افعال سے نفرت ہے انھوں نے پوچھا کہ مثلاً مجھ میں کون سے افعال ہیں میں نے کہا کہ مجمع میں تبلانا خلاف تہذیب ہے۔ آیئے کوٹھری میں آپ کو بتلاؤنگا اور وہ بھی ایک جلسہ میں نہیں بلکہ اُس کی صورت یہ ہے کہ تھانہ بھون آیئے وہاں دو تین مہینہ میں تو باہم مناسبت ہوگی اور دل ملے گا اُسکے بعد میں آپکے افعال سے مطلع کرونگا۔ اُس وقت چونکہ دل ملا ہوا ہوگا آپ سمجھیں گے کہ خیر خواہی سے کہہ رہے ہیں اُس کا اثر بھی ہوگا۔ اس تقریر کا اُن پر اثر ہوا وعظ میں بیٹھے رہے اُن پر دھوپ بھی آگئی لوگوں نے ہٹانا بھی چاہا لیکن وہیں بیٹھے رہے پھر ہمارے

حضرت نے فرمایا کہ انھوں نے تو مجکو متعصبین میں داخل کیا۔ میں نے انکار بھی کیا اور اقرار بھی کیا۔ میں نے کہا کہ ذات سے تو نفرت نہیں افعال سے ہے۔ پھر فرمایا کہ اصلاح کے طریقہ سے اصلاح کرنا تو نافع ہوتا ہے ورنہ محض دل دُکھانا ہے اور کچھ بھی نہیں۔

(۵۹۳) حضرت حاجی صاحب کا ذکر ہو رہا تھا فرمایا کہ محقق کی طبیعت میں تنگی نہیں ہوتی وہ ہر شئے کو اپنے مرتبہ پر سمجھتا ہے۔ حضرت حاجی صاحب کو بعضے نادان نعوذ باللہ بدعت کیطرف نسبت کرتے ہیں جہاں مولود ہوتا تھا تشریف لیجاتے تھے۔ لیکن وہ تشریف لیجانا بھی ایسا تھا کہ ایک مرتبہ مولود شریف میں بلاوا آیا۔ حضرت مولانا گنگوہی بھی حاضر خدمت تھے مولانا سے پوچھا چلوگے۔ مولانا نے عرض کیا نا صاحب میں نہیں جاؤنگا میں ہندوستان میں اسکو منع کیا کرتا ہوں۔ حضرت نے فرمایا مولوی صاحب واللہ میں تمہارے جانے سے اتنا خوش نہوتا جتنا کہ نہ جانے سے خوش ہوا جزاک اللہ۔ بارک اللہ۔ دیکھئے کسقدر وسعت تھی کہیں بدعتی ایسا کہہ سکتا ہے۔ حضرت مولانا گنگوہی کی بابت لوگ کہتے تھے کہ یہ پیر کے خلاف کرتے ہیں اُن کے معتقد نہیں ہیں۔ مولانا نے فرمایا کہ دیوانے ہوئے ہیں ہمنے جس مقصود کے لئے حضرت حاجی صاحب کا دامن پکڑا ہے اُس کی تو ان لوگوں کو ہوا بھی نہیں لگی۔ حضرت جس فن کے امام ہیں اُسمیں ہم اُن کے مقلد ہیں۔ باقی ان فرعیات میں ہم امام ہیں حضرت حاجی صاحب کو چاہیئے کہ ہمسے پوچھ پوچھ کر عمل کیا کریں حضرت مولانا فرمایا کرتے تھے کہ ہمیں تو ہمیشہ یہ عادت رہی ہے کہ حضرت حاجی صاحب اور حضرت حافظ ضامن صاحب ہمسے مسئلے پوچھ پوچھ کر عمل کیا کرتے تھے اب ہم حضرت حاجی صاحب کا فقہی مسائل میں کیسے اتباع کریں یہاں تو حضرت ہمارا اتباع کریں پھر ہمارے حضرت نے فرمایا کہ حضرت لوگ یوں سمجھتے ہیں کہ حضرت مولانا کو حضرت حاجی صاحب سے محبت نہیں تھی عقیدت نہیں تھی۔ اللہ اکبر وہ کیا جانیں حاجی محمد علی انبہٹوی جب حج سے واپس آئے تو انھوں نے مشہور کیا کہ حضرت حاجی صاحب نے مجھے سماع کی اجازت دیدی ہے کسی نے مولانا کی خدمت میں یہ حکایت بیان کی بڑا مجمع تھا حضرت مولانا نے فرمایا کہ حاجی محمد علی غلط کہتے ہیں اور اگر یہ صحیح کہتے ہیں تو حاجی صاحب غلط کہتے ہیں۔ بڑی بدنامی ہوئی کہ پیر کیلئے ایسا کہا مگر محبت کی یہ کیفیت تھی کہ جب حضرت حاجی صاحب کا انتقال ہوا تو ہمنے تو ایک وقت

کا بھی کھانا نہیں چھوڑا اگر مولانا کو دست لگ گئے کئی روز تک کھانا نہیں کھایا گیا۔ اُس زمانہ میں لوگوں نے اکثر یہی کہتے سنا کہ ہائے رحمۃ للعالمین۔ واقعی حضرت کی شان رحمت ہی رحمت تھی ایسا نفع عام اور تام تھا کہ کہیں دیکھنے میں نہیں آیا۔ بگڑنا خفا ہونا تو جانتے ہی نہیں تھے۔ ایک دفعہ میری کتاب کرامات امدادیہ سے حضرت مولانا حضرت حاجی صاحب کی کرامتیں سن رہے تھے۔ ایک مولوی صاحب جو مولانا کے خادم بھی ہیں بولے کہ حضرت کیا یہ سب صحیح ہیں حضرت کو غصہ آگیا فرمایا کہ نہیں سب غلط ہیں پھر فرمایا کہ تعجب کی بات ہے ایک شخص ثقہ۔ ثقہ لوگوں سے روایت کرے اور وہ روایت بھی شریعت کے قواعد اور عقل کے موافق ہو خلاف نہو پھر بھی ایک پڑھا لکھا شخص اسمیں شبہ کرے۔ تمنے مجھے بڑی تکلیف دی۔ اسمیں تو کچھ بھی نہیں لکھا ہم تو حضرت حاجی صاحب کو ایسا سمجھتے ہیں کہ اگر کوئی یوں کہے کہ حضرت حاجی صاحب کی پیدائش سے پہلے اور آسمان زمین تھے۔ خدا تعالیٰ نے حاجی صاحب کی خاطر سے نیا آسمان اور نئی زمین پیدا فرمادی تو ہم تو اس کا بھی یقین کر لیں ہم تو حاجی صاحب کو ایسا سمجھتے ہیں۔ اللہ اکبر بڑی دور کی بات کہی۔ دوسرا وقت ہوا تو اُن مولوی صاحب سے فرمایا کہ بھائی تمہارا دل دکھا ہوگا معاف کردو۔ انھوں نے عرض کیا کہ حضرت میری ہی حماقت تھی۔ فرمایا مجھے واقعی رنج ہوا۔ تم ایسے فہیم آدمی سے ایسی بات بعید تھی۔ ایک دفعہ میں نے مولانا سے پوچھا کہ توسل میں کچھ برکت ہوتی ہے۔ فرمایا کہ پوچھنے والا کون ہے میں نے اپنا نام لیا فرمایا تم پوچھتے ہو یہ بات۔ تعجب ہے۔ بس اتنا ہی جواب دیا اور کچھ نہیں فرمایا بس اسی سے سب کچھ سمجھ میں آگیا اس موقعہ پر احقر نے عرض کیا کہ حضور کی کیا سمجھ میں آیا۔ فرمایا کہ یہ جلسہ اسکے جواب کا نہیں ہے کبھی آپ مجھسے پوچھیں گے تب بتلاؤنگا۔ اسوقت تو مولانا کے اقوال نقل ہو رہے ہیں ریشم میں کمبل کا پیوند کیوں لگادوں۔ پھر فرمایا کہ میں نے مولانا سے عمر بھر میں دو تین باتیں پوچھیں۔ ارادہ تو تھا کہ پوچھا کرونگا مگر اُنہیں دو تین باتوں سے سب کچھ سمجھ میں آگیا۔ کچھ اور پوچھنے کی ضرورت ہی نہ پڑی۔ بڑا فیض تھا۔ بہت برکت تھی۔ خلیفہ ارشد خلیفہ رشید جسکو کہتے ہیں بس وہ تھے۔ حضرت حاجی صاحب کا تو کمال دیکھئے کہ اتنے بڑے بڑے لوگ مستفیض ہوتے تھے اسمیں حضرت حاجی صاحب کا ایک خواب ہے حضرت نے خواب دیکھا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

تشریف لائے ہیں حضرت کی ایک بھاوج تھیں وہ کھانے پکانے کا انتظام کیا کرتی تھیں حضور نے اُن سے ارشاد فرمایا کہ تم ہٹو ان کے مہمان علماء ہیں اور اُن کی مہمانی ہماری ذمہ ہے ہم انتظام کریں گے حضرت حاجی صاحب اسکے قبل علماء کو بیعت نہ کرتے تھے انکار فرما دیتے تھے خواب کے بعد پھر انکار نہیں کیا سمجھ گئے کہ حکم ہے۔ پھر کیسے کیسے علماء بیعت ہوئے جو کہ اپنے وقت کے امام ہیں۔ حضرت پر توحید اور فنا کا غلبہ تھا۔ عارف اور پھر عاشق۔ ایسے بہت کم ہوئے ہیں۔ حضرت حاجی صاحب میں دونوں شانیں جمع تھیں۔ اہل عشق میں تربیت کی شان کم ہوتی ہے کیونکہ اُن پر سکر غالب رہتا ہے اور عارفین پر صحو غالب ہوتا ہے اور افاقہ کی حالت رہتی ہے اسلئے ارشاد کرتے ہیں اور دونوں جمع کم ہوتے ہیں۔ حضرت کی شان عشق یہ ہے کہ بڑھاپے میں کمر باندھکر رمضان شریف میں تمام رات کلام مجید سُنا کرتے تھے محبت کے بغیر یہ ہو نہیں سکتا ہم لوگ باتیں تو بہت بنا لیتے ہیں لیکن چونکہ کچھ پڑھ لکھ لیا ہے اسلئے رات کو دس نفلیں بھی نہ پڑھی جاویں۔ ایک بار فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب مجھے اپنا کتب خانہ دینے لگے میں نے عرض کیا کہ حق تعالیٰ حضرت کو ابھی ہمارے سروں پر سلامت رکھے۔ کتابیں اپنے ہی پاس رکھئے اور میں نے عرض کیا کہ حضرت کتابوں میں کیا رکھا ہے کچھ سینہ سے عطا فرمایئے یہ سنکر حضرت خوشی کے مارے کھل گئے اور فرمایا ہاں بھائی ہاں سچ تو یہی ہے کتابوں میں کیا رکھا ہے۔ پھر ہمارے حضرت مولانا نے ہنسکر فرمایا کہ میں تو حضرت حاجی صاحب کو باتوں ہی میں خوش رکھا کرتا تھا میں نے اور خدمت کبھی نہیں کی۔ ایک موقعہ پر اس مضمون پر کہ کتابوں میں کیا رکھا ہے یہ شعر پڑھا ؎

	صد کتاب و صد ورق در نار کن		سینہ را از نور حق گلزار کن	

(۳۵۹) ایک خادم نے کچھ اپنے انکشافات بیان کرکے عرض کیا کہ یہ کیا بات ہے کہ انکشافات پر یقین نہیں ہوتا فرمایا کہ یہ تو عین مطلوب ہے۔ یہ حالت نسبت کے موافق ہے کیونکہ انکشاف قطعی نہیں ہوتا جی کو تو لگ جاتا ہے لیکن ایسا یقینی نہیں ہوتا کہ احتمال ہی خلاف کا نہو۔ یہ تو عقیدہ ہے کہ کشف یقینی صحیح نہیں ہوتا اُسمیں احتمال غلط ہونے کا بھی ہوتا ہے منجملہ اُن انکشافات کے یہ واقعہ بھی تھا کہ ایک گائے محبت سے دیکھ رہی ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دعا دے رہی ہے فرمایا کہ حدیثوں میں ہے کہ عالم اور نیک بندوں کے حق میں جانور بھی دعا کرتے ہیں۔

منجملہ اُنہیں انکشافات کے یہ بھی تھا کہ بعضے کھانوں کی بابت دل میں شبہ پڑ جاتا ہے پھر بعد کو بعض کا واقعی مشتبہ ہونا ثابت ہوتا ہے اسکی بابت دریافت کیا کہ آیا ایسے انکشاف پر عمل کرنا چاہئے یا نہیں۔ فرمایا کہ ضرور عمل کرنا چاہئے جس کھانے کی بابت شبہ پڑ جاوے اُس سے احتیاط رکھے کیونکہ یہ انکشاف حکم میں الہام کے ہے۔ الہام گو قطعی نہیں ہوتا لیکن اُسپر صاحبِ الہام کو عمل کرنا چاہئے منجملہ اُنہیں انکشافات کے یہ بھی بیان کیا کہ حضرت کے سفر میں تشریف لیجانے پر جب میں غمگین ہوا تو ایسا معلوم ہوا گویا زمین کہہ رہی ہے کہ ہم بھی تو غمگین ہیں۔ جب مولانا کے قدم پڑتے ہیں تو نورانیت رہتی ہے۔ اب تاریکی چھا رہی ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ کیا تعجب ہے اگر یہ واقعات ٹھیک ہوں۔ پھر اُن صاحب کے استفسار پر فرمایا کہ مقامات صفاتِ حمیدۂ راسخہ کو کہتے ہیں۔ ان کے واسطے سے جو نسبت حاصل ہوتی ہے وہ مفصّل ہوتی ہے اور جو نسبت ابتداءً کشش سے بلا واسطہ اعمال کے حاصل ہوتی ہے اُسمیں اجمال ہوتا ہے۔ مقامات کے واسطہ سے نسبت حاصل ہونے کو سلوک کہتے ہیں اور بلا واسطہ مقامات کے حاصل ہونے کو جذب کہتے ہیں پہلی صورت میں اول اعمال کے ذریعہ سے صفاتِ حمیدہ میں رسوخ پیدا ہوتا ہے اُسکے بعد کشش ہوتی ہے اُس سے نسبت حاصل ہوتی ہے دوسری صورت میں اعمال پہلے نہیں ہوتے بلکہ پہلے کشش ہوئی پھر اعمال کی توفیق ہوگئی۔ کشش بھی دونوں صورتوں میں ہوتی ہے جسکو جذب کہتے ہیں اور اعمال یعنی سلوک بھی دونوں صورتوں میں ہوتا ہے لیکن ایک میں سلوک مقدم اور جذب مؤخر اور دوسرے میں جذب مقدم اور سلوک مؤخر۔ اہل نسبت جامع ہوتے ہیں دونوں کے مگر اول کو سالک مجذوب اور دوسرے کو مجذوب سالک کہتے ہیں۔ کسی خاص صورت کو افضل نہیں کہہ سکتے۔ استعدادیں مختلف ہوتی ہیں۔ صرف تقدیم تاخیر کا فرق ہے۔ باقی جامع ہوتے ہیں دونوں کے۔ جیسے بعضوں کی عادت ہوتی ہے کہ پہلے کھانا کھاتے ہیں پھر پانی پیتے ہیں اور میری یہ عادت ہے کہ پہلے پانی پی لیتا ہوں پھر کھانا کھاتا ہوں۔ پیٹ میں جاکر دونوں حالتوں میں دونوں چیزیں جمع ہو جاتی ہیں باقی کسی خاص ایک صورت کو افضل نہیں کہہ سکتے اُنہیں صاحب نے عرض کیا کہ مجھے اللہ میاں سے ڈر نہیں معلوم ہوتا۔ فرمایا کہ عقلاً تو ڈر ہی ہے لیکن بات یہ ہے کہ احوالِ باطنیہ بعض دفعہ طبعیہ بن جاتے ہیں مثلاً کسی پر

کیفیت رجا اور امید کی غالب ہوتی ہے اُسپر ذوق وشوق غالب رہتا ہے اور خوف بھی ہوتا تو ہے لیکن محسوس نہیں ہوتا۔ کبھی عبدیت کا غلبہ ہوتا ہے تو خوف محسوس ہونے لگتا ہے۔ کبھی خوف وخشیت کے آثار محبت کے غلبہ سے مغلوب ہوجاتے ہیں۔ یہ کوئی فکر کی بات نہیں پھر عرض کیا کہ مجھے خوف میں رونا کم آتا ہے محبت میں زیادہ آتا ہے۔ فرمایا کہ مجھے بھی خوف میں رونا کم آتا ہے محبت میں زیادہ آتا ہے۔ یہ میرا خاص مذاق ہے۔ بعضی طبیعتیں ایسی ہوتی ہیں۔ کہ اُن کو خوف سے انقباض پیدا ہوجاتا ہے اور رونا آتا ہے انبساط سے اسلئے خوف میں رونا نہیں آتا خلاصہ یہ کہ جوش سے رونا آتا ہے بعضوں کو خوف میں جوش نہیں ہوتا بلکہ گرفتگی سی قلب میں ہوجاتی ہے۔ اور محبت میں جوش ہوتا ہے۔ بعضوں کو خوف میں بھی جوش ہوتا ہے اسلئے انہیں خوف میں بھی رونا آتا ہے استفسار پر فرمایا کہ اگر محبت اور تعلق جانبین کو ہو تو بیعت کی ضرورت نہیں۔ اگر بلا بیعت کے تعلق ہوجاوے تو وہی کافی ہے لیکن اکثر بیعت ہی سے تعلق ہوتا ہے۔ بیعت سے مرید کی تسلی ہوجاتی ہے اور شیخ کو بھی زیادہ توجہ ہوجاتی ہے۔ کہ اب یہ اور کہیں نہ جائیگا ہمارا ہی ہوگیا۔ غرض بیعت غیر بیعت کے آثار میں خود فرق نہیں بلکہ تسلی وعدم تسلی اور توجہ وعدم توجہ میں فرق ہے محبت بڑی چیز ہے اگر بلا بیعت بھی تعلق ہوجاوے تو پھر بیعت بلا بیعت میں کچھ بھی فرق نہیں۔ استفسار پر فرمایا کہ عامی اور عالم کی نسبت میں کچھ بھی فرق نہیں ہوتا۔ گو ایک کو دوسرے سے جلدی حاصل ہوجاوے لیکن حاصل ہونے کے بعد پھر کچھ فرق نہیں رہتا۔ جیسا کہ ایک کھیت میں پہلے کھیتی جم آئی دوسرے میں بعد کو۔ لیکن دونوں میں غلہ ایک سا ہوگا۔ ہاں استعداد کے تفاوت سے نسبتوں میں تفاوت ہو سکتا ہے لیکن عامی اور عالم کے فرق سے کچھ تفاوت نہیں ہوتا بلکہ عامی کو زیادہ مشغولی ہو سکتی ہے باطن کے ساتھ۔ کیونکہ عالم کی طبیعت چلبلی ہوتی ہے کبھی ادھر کبھی اُدھر۔ عامی کی نسبت اس طور سے زیادہ قوی ہو سکتی ہے عالم کی نسبت سے لیکن تبلیغ کا نفع عالم سے زیادہ ہوتا ہے۔ اور تبلیغ شارع کے نزدیک زیادہ نافع ہے پچاس کو مسلمان کرلینا اچھا ہے دو کو کامل بنانے سے۔ استفسار پر فرمایا کہ رضا کے غلبہ میں بعض بزرگ دعا کو زائد سمجھنے لگے ہیں لیکن یہ حالت کمال کی نہیں۔

(۵۹۵) فرمایا کہ اکثر عقلاء کے مشوروں میں شریک ہونیکا اتفاق ہوا۔ دور دور کے احتمالات

نکال نکال کر قواعد مقرر کرتے ہیں۔ تمام صورِ ممکنہ کو پیش کرتے ہیں۔ لیکن یہ نہیں سوچتے کہ وقوع کے وقت کیا اثر ہوگا اور کیا کیا باتیں پیش آئیں گی۔ بس قانون بنانا جانتے ہیں لیکن یہ نہیں دیکھتے کہ عملی صورت کیا ہوگی۔ مثلاً بعض دفعہ یہ رائے دیتے ہیں کہ فی آدمی ایک ایک آنہ جمع کیا جاوے۔ یہ کیا جاوے، وہ کیا جائے۔ مجہول کے صیغے بہت ہوتے ہیں۔ کوئی اُن سے پوچھے کہ یہ تو سب کچھ ہے مگر کرے کون۔ ذاکرین نے پرچے دینے کے بابت کچھ قواعد بنانا چاہے تھے جس سے سبکو نوبت عرض حال کی آجایا کرے۔ اُسپر بہت سی دشواریاں پیش کر کے فرمایا کہ قواعد تو سب کچھ بنجائیں گے لیکن اُنکا نفاذ کس طرح ہوگا جسوقت آپ لوگ قواعد بنانے کا مشورہ کر رہے تھے میں یہی سوچ رہا تھا کہ ان قواعد کو جاری کون کریگا۔ جیسا کہ ایک مرتبہ چوہوں نے مشورہ کیا کہ بلی کو پکڑنا چاہیے کوئی کہہ رہا تھا کہ میں ٹانگ پکڑونگا۔ کوئی کہہ رہا تھا کہ میں کان پکڑونگا غرض سب نے ایک ایک عضو پکڑنا تجویز کر لیا۔ ایک بوڑھا چوہا خاموش بیٹھا تھا۔ اُس سے اور چوہوں نے کہا کہ تم کیسے خاموش بیٹھے ہو تم کیوں اس مشورہ میں شریک نہیں ہوتے وہ بولا میں یہ سوچ رہا ہوں کہ جسوقت بلی میاؤں کرے گی اُسوقت اُس میاؤں کو کون روکیگا۔ سب چھوڑ چھاڑ کر بھاگ جاؤگے پھر وہ ارشاد فرمایا جو اُوپر مذکور ہوا۔

(۵۹۶) فرمایا کہ انبہٹہ کے ایک صاحب منشی تجمل حسین حضرت حاجی صاحب سے بیعت تھے اُن کی عادت تھی کہ درویشوں سے بہت ملتے تھے۔ ادھر اُدھر مارے مارے پھرتے تھے۔ اُن کی بی بی نے ایک دفعہ حضرت مولانا گنگوہی سے شکایت کی۔ مولانا نے فرمایا کہ کیوں ادھر اُدھر پھرتے ہو۔ عرض کیا کہ آپمیں شک نہیں کہ ہمارے حضرات کی برابر کوئی کامل نہیں اللہ کے فضل سے سب کچھ موجود ہے لیکن میرا جی چاہتا ہے کہ میرا قلب جاری ہو جاوے اسکی فکر میں ادھر اُدھر پھرتا ہوں۔ مولانا نے فرمایا کہ میاں اسمیں کیا رکھا ہے عرض کیا کہ یہ میں خوب جانتا ہوں کہ اسمیں واقعی کچھ نہیں رکھا لیکن میں اسکو کیا کروں کہ جی چاہتا ہے مولانا نے فرمایا کہ اچھا جاؤ مسجد میں جا بیٹھو۔ وہ مسجد میں جا بیٹھے اُدھر مولانا وضو کر کے کھڑاوں پہنکر مسجد کی طرف چلے کھڑاوں کی کھٹ کھٹ سنی تھی کہ اُدھر اُن کا قلب جاری ہو گیا دوڑ کر مولانا کے قدم پکڑ لئے کہ الحمد للہ جو میں چاہتا تھا وہ حاصل ہو گیا اب میں کسی سے نہ ملونگا۔ چنانچہ اُسکے بعد

اُنھوں نے ادہر اُدہر پھرنا چھوڑ دیا۔ انہیں تجمل حسین کے ایک بھائی منشی باسط علی نقشبندی طریق کے شیخ تھے۔ مولوی صدیق صاحب جو گڑھی میں تھے وہ اپنا چشمدید واقعہ بیان کرتے تھے کہ وہی نقشبندی شیخ اپنے بھائی تجمل حسین صاحب سے کہا کرتے تھے کہ مجھسے تم کچھ حاصل کرلو۔ وہ کہتے کہ ہمیں اپنے حضرت حاجی صاحب ہی کی نسبت کافی ہے۔ وہ کہتے کہ میں نے تمہیں بھائی ہونیکی حیثیت سے مشورہ دیا ہے آگے تمھیں اختیار ہے مرنے سے پہلے کچھ حاصل کرلو ورنہ پچھتاؤ گے جب تجمل حسین صاحب کا وقت اخیر ہوا تو اُن سے کلمہ پڑھنے کیلئے کہا جاتا تھا لیکن اُن کے منہ سے نہیں نکلتا تھا اُن کے بھائی نے آکر جب یہ حالت دیکھی تو کہا کہ دیکھا میں نہ کہتا تھا کہ کچھ مجھسے حاصل کرلو ورنہ پچھتاؤ گے۔ اب کہاں گئی وہ حضرت حاجی صاحب کی نسبت کلمہ بھی منہ سے نہیں نکلتا۔ نزع کا وقت تھا۔ یہ سنتے ہی انھوں نے فوراً آنکھ کھولدی اور گو عربی پڑھے ہوے نہ تھے مگر یہ آیت بڑے جوش سے پڑھی یالیت قومی یعلمون بماغفرلی ربی وجعلنی من المکرمین۔ اور ذکر کرتے کرتے روح نکل گئی وہ بیچارے بماغفرلی ربی وجعلنی من المکرمین کے معنی بھی نہ جانتے تھے۔ مولوی صدیق احمد صاحب اُسوقت موجود تھے اُن کی بن پڑی۔ اُنھوں نے اُنہیں نقشبندی شیخ سے کہا دیکھا تمنے حضرت حاجی صاحب کی نسبت کو۔ پیری مریدی کا دم بھرتے ہو اور اتنا بھی نہیں معلوم کہ یہ کس حالت میں ہیں۔ پھر ہمارے حضرت نے فرمایا کہ وہ اُسوقت حق تعالیٰ کے ساتھ مشغول تھے اسوجہ سے کلمہ کی طرف توجہ نہ تھی لیکن جب اپنے بھائی کا طعن سنا تو جوش میں آکر آنکھیں کھولدیں اللہ تعالیٰ نے حضرت حاجی صاحب کی نسبت کا اثر دکھلا دیا۔ پھر حضرت نے ایک تیلن کا واقعہ بروایت قاضی محمد منعم صاحب بیان فرمایا کہ جو نہ کبھی نماز پڑھتی تھی نہ روزہ رکھتی تھی لیکن نزع کے وقت باوجود بالکل اَن پڑھ ہونے کے یوں کہہ رہی تھی ھذان رجلان یقولان ادخلی الجنہ اُس کے گھر والے ایک صاحب کو جو پٹواری تھے اور عربی داں بھی تھے بلا کر لیگئے کہ نہ معلوم وہ کیا ہذیان بک رہی ہے۔ وہ صاحب پہونچے تو اُنہیں حیرت ہوئی کہ وہ یہ کہہ رہی ہے ھذان رجلان یقولان ادخلی الجنہ یہی کہتے کہتے اُسکی جان نکل گئی۔ اُنھوں نے پوچھا کہ یہ کیا عمل کرتی تھی عورتوں نے کہا کہ اجی نہ نماز پڑھتی تھی نہ روزہ رکھتی تھی نہ اور کوئی عمل کرتی تھی بلکہ بہت ہی لڑاکا تھی معمولی معمولی باتوں پر لڑا کرتی تھی۔ خصوص جب اذان ہوتی تو کسی کو

نہ بولنے دیتی نہ چرخہ کاتنے دیتی نہ کچھ کام کرنے دیتی اور اگر اذان ہوتے ہیں کوئی کچھ بول اٹھی یا کچھ کام کرنے لگی تو آفت مچا دیتی تھی خوب لڑتی تھی اُنھوں نے تو اسکی برائی بیان کی لیکن اسی میں وہ عمل بھی معلوم ہو گیا جسکی برکت سے اُس کا خاتمہ ایسا اچھا ہوا اور وہ عمل محض خدا تعالیٰ کے نام کی تعظیم تھی جسکی وجہ سے وہ بخشدی گئی حالانکہ نہ نماز نہ روزہ۔ پھر فرمایا کہ یقین تو یہ ہے کہ بہت ہی کم مسلمان ایسے ہوں گے جنکو عذاب ہو گا ورنہ قریب قریب سب ہی بلا عذاب بخشدئے جائیں گے۔ کوئی بہت ہی مارد ستمرد ہو گا اُسی کو تھوڑا بہت عذاب دیا جاوے گا۔ کیا ٹھکانا ہے حق تعالیٰ کی رحمت کا۔

۱۲ شعبان ۱۳۵۰ھ

(۵۹۷) اس کا ذکر تھا کہ لڑکیوں کیلئے اچھے لڑکے بہت ہی کم ملتے ہیں۔ فرمایا کہ میں نے تو اپنے خاندان کی عورتوں کے سامنے ایک مرتبہ یہ کہا کہ اسکی وجہ یہ ہے کہ لڑکیوں میں تو صرف لڑکی ہونا دیکھا جاتا ہے اسلئے یہ معلوم ہوتا ہے کہ لڑکوں کیلئے لڑکیاں بہت۔ اور لڑکوں میں سیکڑوں باتیں دیکھی جاتی ہیں کہ خوبصورت بھی ہو وجاہت بھی ہو کھاتا پیتا بھی ہو عزت بھی ہو خاندان بھی ہو عہدہ بھی ہو۔ میں نے کہا کہ اگر اتنی شرطیں جتنی کہ تم لڑکوں میں لگاتی ہو لڑکیوں میں بھی دیکھی جاویں تو انشاء اللہ ایک لڑکی بھی شادی کے قابل نہ نکلے۔ کہ اکثر بے سلیقہ اور نالایق ہوتی ہیں غرض لڑکوں میں بھی غالب نالایق ہی ہیں اور لڑکیوں میں بھی۔

(۵۹۸) فرمایا کہ ہندوستان میں غیر مسلم سے سود لینا میں ناجائز سمجھتا ہوں لیکن بعضے اجازت دیتے ہیں۔ تحذیر الاخوان میں یہ مسئلہ میں نے شائع کیا تو بہت لوگوں نے برا سمجھا کہ فلاں فلاں بزرگوں کے خلاف کیا لیکن میں تو خلاف اسکو سمجھتا ہوں جسمیں اور تو ناجائز کہتے ہوں اور میں جائز بتلاتا ہوں اور اسمیں خلاف کیا ہے کہ ایک فعل کو اور حضرات تو جائز بتلاتے ہیں اور میں ناجائز بتاتا ہوں۔ کیونکہ یہ تو لوگوں کو تقویٰ سے اور قریب کرنا ہے میں انھیں تقویٰ سے بعید تو نہیں کرتا احوط میں کیا خرابی ہے میں تو احتیاط سکھلاتا ہوں وہ بھی تو اس جائز کے ترک کی اجازت دیتے ہیں میں نے اس اجازت دئے ہوئے فعل کو خود واجب کہدیا۔ اسمیں کیا ہو گیا۔ پھر فرمایا کہ سود کا جائز ہونا جی کو نہیں لگتا۔ دوسرے اگر

ہو بھی سہی تو اجازت میں فتنہ بہت بڑا ہے عوام کے لئے۔ کیونکہ اُن میں قیاس فاسد کا مادہ بہت ہوتا ہے کیا عجب ہے کہ تھوڑے دنوں میں یہ قیاس کرنے لگیں کہ زنا بھی کافر سے جائز ہے اس طرح سے کہ اول مقدمہ تو یہ ہو کہ سود اور زنا میں فرق نہیں۔ دوسرا مقدمہ یہ کہ سود کافر سے حلال پس ان دونوں مقدموں کا نتیجہ یہ ہے کہ زنا بھی کافر سے حلال ہے

(۵۹۹) فرمایا کہ کالج والے معقول بات کو مان جلدی لیتے ہیں۔ اگر سمجھ میں آجاوے تو فوراً کہدیتے ہیں کہ میں اپنی رائے کو واپس لیتا ہوں گو بعد کو چاہے پھر اس واپسی کو بھی واپس لے لیں میرٹھ میں ایک چندۂ عام کی ترغیب کا میں نے بیان کیا تھا اُسمیں اصل میں یہ بیان کرنا تھا کہ اکثر خلاف شرع چندہ جمع کیا جاتا ہے سو اُس پر متنبہ کرنا منظور تھا اور کالج والوں نے اُس چندہ کے وصول کرنے میں زیادہ گڑبڑ کی تھی کہ جائز ناجائز کو بھی نہ دیکھا تھا پہلے تو میں نے تالیفِ قلب کی غرض سے کہا کہ سچ یہ ہے کہ علی گڈھ کے لوگ اس کام میں ہمارے امام ہیں۔ علماء کو اس تحریک کی باحتمال خلاف قانون ہونے کے جُرأت نہ ہوتی تھی علیگڈھ والوں کو دیکھکر انہیں بھی جرأت ہوئی اور معلوم ہوا کہ یہ تحریک خلاف قانون نہیں ہے۔ پھر اسکے بعد میں کہا کہ گو ہیں تو یہ ہمارے امام مگر بعض وقت امام کوئی ایسی غلطی کرتا ہے کہ جس سے امام اور مقتدی دونوں کی نماز فاسد ہو جاتی ہے اُسوقت مقتدی کو چاہیئے کہ امام کو غلطی پر متنبہ کرے اسلئے ہم بھی اپنے اماموں کی غلطیاں بیان کرتے ہیں۔ اس کے بعد پھر میں نے غلطیوں کا خوب اظہار کیا۔ وعظ کے بعد ایک صاحب نے تنہائی میں کہا کہ آپ سے تو توقع سرپرستی کی تھی نہ کہ طعن اور اعتراض کی۔ اس کا ہم لوگوں کو کسی قدر خیال ہے۔ ایسا اختلاف کرنا غالباً مناسب نہ ہوگا۔ میں نے کہا کہ آپ نے غور نہیں کیا میں نے تو اصلاح کی ہے۔ کیا اصلاح کا نام اعتراض ہے اگر ہے تو جتنے باپ ہیں اور جتنے اُستاد ہیں وہ سارے دشمن ہیں آپکی روشن دماغی اور بیدار مغزی سے حیرت ہے کہ آپ اصلاح کو اعتراض سمجھے۔ وہ بولے کہ اگر اصلاح ہے تو بہت اچھا پھر فرمایا کہ یہ لوگ زیادہ قیل وقال نہیں کرتے۔ مہذب ہوتے ہیں۔ جھاڑ کی طرح پیچھے نہیں پڑتے بعض احباب کہنے لگے کہ خوب ہی دل لگی سے خبر لی کہ امام تو ہیں لیکن قرآن غلط پڑھتے ہیں ایکبار فرمایا کہ ان لوگوں کو وعظ میں سب کچھ کہہ لیتا ہوں لیکن ہنستے رہتے ہیں کیونکہ میرا عنوان خشن

نہیں ہوتا۔ نرم عنوان ہوتا ہے اسلئے ذرا ناگوار نہیں ہوتا گو کہنے میں میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھتا۔ میرٹھ میں ایک صاحب نے ان لوگوں کو صاف صاف کافر کہدیا جو ان کو سخت ناگوار ہوا۔ میں نے خوبصورت پیرایہ میں اول ان کے عقائد کی فہرست بیان کی۔ پھر ان عقائد کا خلاف اسلام ہونا ثابت کیا۔ اس کے بعد یہ کہا کہ اب میں خود کچھ نہیں کہتا آپ ہی صاحبان پر چھوڑتا ہوں آپ خود فیصلہ فرمالیں کہ آیا ایسا شخص جسکے یہ عقاید ہوں دائرۂ اسلام میں رہ سکتا ہے کسیکو ذرا ناگوار نہیں ہوا بلکہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا تسلیم کرتے جاتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ میں کریلہ تو کھلاتا ہوں لیکن خوب مصالحہ ملاکر اور مزیدار بناکر اور یہی حکم بھی ہے وعظھم وقل لھم فی انفسھم قولاً بلیغا وقال تعالیٰ ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ وجادلھم بالتی ھی احسن۔ ورنہ محض دل آزاری سے کچھ فائدہ نہیں نکلتا بجز اس کے کہ اور توحش ہوجائے اور راہ پر آتا بھی ہو تو نہ آوے۔

(۶۰۰) ایک اہلکار حافظ صاحب سے فرمایا کہ بڑی برکت کی چیز ہے رمضان میں قرآن سنانا تجربہ کی بات ہے کہ سال بھر کا بھولا ہوا اس سے پھر یاد ہوجاتا ہے۔

۲۴ شعبان المعظم ۱۳۳۴ھ

(۶۰۱) سفر کیرانہ سے آج واپسی ہوئی ہے فرمایا کہ بڑی مشکل سے آنے دیا ہے کوئی امید نہیں تھی۔ پھر فرمایا کہ دو دن اور دو رات ہوگئی نہ نیند آئی نہ کھانا کھایا گیا۔ بہت ہی خستگی ہے۔ اب تو تحمل سفر کا بالکل نہیں ہوتا۔ احقر نے کھانے کیلئے پوچھا تو فرمایا کہ بھوک نہیں ہے پھر تھوڑی دیر کے بعد فرمایا کہ میں سوچ رہا ہوں کہ مجھے بھوک ہے یا نہیں۔ یہی خبر نہیں کہ بھوک ہے یا نہیں نیند نہ آنیکی وجہ سے حس بھی باطل ہوگئی ہے۔ اب تو سفر سے بہت ہی جی گھبراتا ہے۔ دہلی کے سفر کا تکان ابھی رفع بھی نہیں ہوا تھا کہ یہ سفر کرنا پڑا اسلئے اور بھی طبیعت پر اس سفر کا زیادہ تکان محسوس ہوا۔ یہ بھی فرمایا کہ اب تو سوائے تھانہ بھون کے کسی جگہ جی ہی نہیں لگتا یہ حالت معلوم ہوتی ہے ع تو لائی مردان ایں پاک بوم + برانگیختم خاطر از شام و روم + پھر فرمایا کہ کیرانہ میں پانچ گھنٹہ وعظ ہوا الفاظ القرآن اس وعظ کا نام رکھا ہے اسمیں یہ ثابت کیا تھا کہ خود الفاظ قرآن بھی مقصود ہیں قطع نظر معنی کے۔ بلکہ الفاظ سے گذر کر میں نے یہ ثابت کیا کہ نقوش بھی مقصود ہیں الفاظ اور نقوش

دونوں کے مقصود ہونے کو ایک ہی آیت سے ثابت کیا تھا تلك الكتاب وقرآن مبین
میں نے کہا کہ کتاب کے معنی ہیں لکھی ہوئی چیز اور قرآن کے معنی ہیں پڑھنے کی چیز۔ کتاب کے
لفظ سے نقوش کا مقصود ہونا اور قرآن کے لفظ سے الفاظ کا مقصود ہونا ثابت کیا تھا اس کے
سمجھانے میں کسی قدر دیر لگی تھی کہ جو چیز لکھی ہوئی ہوتی ہے وہ الفاظ نہیں ہوتے بلکہ نقوش
ہوتے ہیں۔ اہل علم تو اس کو خوب سمجھتے ہیں لیکن عوام سمجھتے ہیں کہ الفاظ ہی لکھے جاتے ہیں
اس لئے اسکی تقریر کرنے میں کچھ دیر لگی تھی۔ وعظ میں بہت مجمع تھا اور نہایت اشتیاق کے
ساتھ پانچ گھنٹے تک بیٹھے ہوئے وعظ سنتے رہے۔ الفاظ قرآن کے مقصود ہونیکا بیان اسلئے
کیا تھا کہ آج کل جدید تعلیم یافتہ لوگ الفاظ کو مقصود نہیں سمجھتے محض معنی کو مقصود سمجھتے ہیں
بعد وعظ کے لوگ پوچھتے تھے کہ شام کو کہاں ہوگا کیا مجھے بالکل لوہے کا سمجھ لیا۔ لیکن اس سے
اُن کا اشتیاق ضرور ظاہر ہوتا ہے یہ بات قدر کرنے کے قابل ہے۔ پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ میں نے
وہاں وعظ کہا تھا جسمیں بدعات ہی کا ذکر تھا۔ گو ارادہ نہیں تھا لیکن میں کیا کرتا کچھ خود
بخود یہی مضمون چل پڑا۔ نہایت اچھا بیان تھا لیکن افسوس کوئی قلمبند کرنے والا نہیں
تھا اگر وہ قلمبند ہو جاتا تو بہت نافع ہوتا تمام پیرجی صاحبان بھی شریک تھے سب بیٹھے
سنتے رہے اخیر میں انھوں نے کہا کہ بیان تو ایسا تھا کہ بے نظیر لیکن ہماری تو ریڑھ ہی مار دی
جڑ ہی کاٹ دی۔ لیکن پھر بھی خوش تھے۔ حالانکہ میں نے بہت کھری کھری سنائیں کیونکہ
میرے یہاں کوئی لاگ لپیٹ تو ہے ہی نہیں نہ تقیہ نہ توریہ صاف صاف کہتا ہوں اور
اب بھی میں نے قبروں کے پختہ بنانیکی مذمت انہیں کے مذاق کے موافق بیان کی یعنی
کہا کہ یہ جو تم بزرگوں کے بڑے بڑے پختہ مزارات بناتے ہو تو یہ دیکھو کہ ان کے ساتھ زندگی
میں کیا برتاؤ کرتے تھے۔ جسد ظاہری کے متعلق اُن کی زندگی میں ایک لباس تھا اسی کو
دیکھ لو کہ آیا کس قسم کا اُن کی خدمت میں پیش کرتے تھے آیا وہ ایسا ہی قیمتی ہوتا تھا یا
معمولی۔ اگر کبھی کوئی نہایت قیمتی لباس پیش بھی کیا ہوگا تو وہ اُن بزرگ نے خود استعمال
بھی نکیا ہوگا۔ حضرت مولانا گنگوہی کی خدمت میں ایک پوستین ڈیڑھ سو روپیہ کا ہدیہ آیا۔
اُنھوں نے فرمایا کہ اگر اسی کے مناسب پاجامہ بھی ہو عمامہ بھی ہو تب تو زیبا بھی ہے میں لیسے

پہن کر کیا کروں گا نواب یوسف علی خاں رئیس چھتاری کو دیدیا کہ تمہارے پاس اسکے مناسب پورا لباس ہے تم رکھو تو دیکھئے جب کوئی جوڑا دیا ہوگا تو معمولی دیا ہوگا تاکہ خود تو استعمال لا سکیں کیونکہ قیمتی لباس سے بزرگوں کو بے رغبتی ہوتی ہے۔ پھر یہ تعجب ہے کہ اُن کی حیات میں اُن کے بدن ڈھانکنے کیلئے تو ڈیڑھ سو کا بھی جوڑہ کبھی نہ پیش کیا کہ تکلیف ہوگی اور مرنیکے بعد قبر اور گنبد ڈیڑھ ہزار کا بنا دیا۔ یاد رکھو تم ان حرکتوں سے بزرگوں کی روح کو تکلیف پہونچاتے ہو پھر فرمایا کہ اس مضمون کا لوگوں پر بہت اثر ہوتا ہے کہ روح کو تکلیف پہونچاتے ہو کیونکہ یہ لوگ تو بزرگونکی روح کے تصرفات کے بہت ہی زیادہ معتقد ہوتے ہیں میں اُن کے اس خیال کو مانکر اُس سے کام نکالتا ہوں۔ بزرگوں کو قیمتی چیزوں سے نفرت ہونے کے متعلق یاد آیا کہ احقر نے ایک بار عرض کیا کہ خود مجھے اچھی اچھی چیزوں کے رکھنے کا شوق نہیں بلکہ بار معلوم ہوتا ہے لیکن جو اچھی چیز دیکھتا ہوں جی چاہتا ہے کہ یہ حضور کے لئے لیلوں۔ فرمایا کہ جو چیز آپ اپنے لئے پسند نہیں کرتے وہ میرے لئے کیوں پسند کرتے ہیں مجھے دنیا میں آلودہ کرنا کیوں پسند کرتے ہیں جبکہ آپ کو خود اپنے لئے یہ حالت گوارا نہیں۔ ایک نفیس قالین سہ دری میں نشست کی جگہ بچھانے کیلئے احقر نے پیش کیا تو میری خوشی کیلئے بچھا لیا۔ خطوط تحریر فرما رہے تھے فرمایا کہ دیکھئے جب قلم کو دوات میں ڈالکر اُٹھاتا ہوں خیال ہوتا ہے کہ کہیں سیاہی گر کر دھبہ نہ پڑ جائے اُلجھن ہونے لگی یکسوئی جاتی رہی مضامین کی آمد میں فرق آگیا۔ اگر معمولی گدا ہوتا تو دھبہ پڑنیکا خیال بھی نہوتا۔ احقر نے عرض کیا کہ حضور اسکو معمولی ہی سمجھیں دھبہ پڑنیکا کچھ خیال نہ فرمائیں فرمایا کہ طبیعت اسکو گوارا ہی نہیں کر سکتی کیونکہ ہر چیز کے ساتھ اُسکی حیثیت کیموافق برتاؤ کرنا چاہتا ہوں پھر دوسرے دن وہ اُٹھا دیا اور فرمایا کہ اصل وجہ یہ ہے کہ ایسی چیز پر بیٹھنے سے مجلس خواہ مخواہ بارعب ہو جاتی ہے۔ پاس بیٹھنے والوں پر رعب پڑتا ہے اور میں چاہتا ہوں کہ کسی کے قلب پر میری ذرا ہیبت نہو لوگ مجھسے بالکل بے تکلف رہیں تاکہ جو کچھ جسکے جی میں آوے پوچھ سکے ہمیشہ حضرت جائزہ لیکر زائد از ضرورت چیزوں کو فروخت کر دیتے ہیں اکثر مدرسہ سہارنپور میں فروخت کیلئے بھیجتے ہیں اور چوتھائی قیمت مدرسہ میں دیدیتے ہیں۔ فرمایا کرتے ہیں کہ چاہے سابقہ کبھی نہ پڑے لیکن مجھے اس علم ہونے سے بھی وحشت ہوتی ہے کہ میری ملک میں اتنی چیزیں ہیں۔ سبحان اللہ زہد عن الدنیا اسکو کہتے ہیں۔ اور فروخت کردہ چیزوں کے متعلق کبھی یہ تفتیش نہیں فرماتے کہ کون سی چیز کتنے میں بکی فرماتے ہیں کہ اگر اعتبار نہیں ہے تو وہاں بھیجنا ہی نہ چاہیے

اور اگر اعتبار ہے تو پھر شبہ نہ کرنا چاہئے جتنے میں چاہیں بیچیں - یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ مدبرین کے کام کی میں کبھی جانچ نہیں کرتا کیونکہ میں غیر معتبر مدبرین کو رکھتا ہی نہیں پھر جب معتبر سمجھکر رکھ لیا پھر روز روز کی جانچ کیسی اسمیں اُنکی بڑی ذلت ہے - اسی طرح اگر کسی طبیب سے علاج کراتے ہیں تو بالکل اپنے آپ کو اُسکے سپرد کر دیتے ہیں - بلا اُس سے دریافت کئے نہ کوئی چیز کھاتے ہیں نہ کچھ ردّو بدل کرتے ہیں ذرا ذرا سی بات کو پوچھکر کرتے ہیں غرض پورا پورا اتباع نہایت سختی کے ساتھ کرتے ہیں ہاں اگر مناسب سمجھا گیا تو طبیب ہی کو بدل دیتے ہیں مگر جس طبیب کا علاج ہوتا ہے اسکے علاج کے دوران میں اسی کا اتباع کرتے ہیں کوئی دوسرا طبیب بھی اگر کوئی مشورہ دیتا ہے تو اُسی طبیب سے اُس مشورہ کو پیش کر کے اُنکی رائے کی مطابق عمل فرماتے ہیں - غرض جو بات ہے نہایت درجہ اصول اور قاعدہ کے موافق - اشیاء فروخت کرنیکے متعلق یاد آیا کہ ایکبار احقر نے حضرت کی چیزیں خریدنے کی خواہش کی - فرمایا کہ اس شرط پر کہ بالکل آزادی کے ساتھ معاملہ کریں میری خاطر سے نہ خریدیں اور قیمت تیسرے شخص سے تشخیص کرائی جاوے یا بازار سے اندازہ قیمتوں کا کرا منگایا جاوے اور مجکو قیمتوں کی اطلاع کی ضرورت نہیں جو مجموعی قیمت طے پائی وہ دیدیجاوے بشرطیکہ اُسپر آپ بھی نہایت آزادی اور خوشی کے ساتھ لینے پر طیار ہوں - چنانچہ ایسا ہی کیا گیا - صفائی معاملات تو حضرت پر ختم ہی بلکہ سچ یہ ہے کہ حُسن معاشرت علم و معرفت زہد و تقویٰ شفقت و ایثار وغیرہ وغیرہ من الاوصاف الکثیرہ سبھی باتوں میں ہمارے حضرت بفضلہ تعالیٰ یگانہ روزگار ہیں ؎ ز فرق تا بقدم ہر کجا کہ مے نگرم + کرشمہ دامن دل میکشد کہ جا اینجاست + ؎ آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری + ؎ بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری + اللہ تعالیٰ حضور کے وجود باجود کو با فیوض و برکات روز افزوں مدت مدید تک بعافیت تمام سلامت با کرامت رکھے - اور ہم لوگوں کو اخذِ فیوض کی توفیق دے آمین ثم آمین -

(۶۰۲) کاندھلہ کے ایک طبیب صاحب نے اپنا ایک خواب بیان کیا کہ شبکو یکایک سوتے سوتے خود بخود نہ معلوم کسطرح میں مصلے پر پہونچا اور ہوش آیا تو اپنے آپ کو میں نے مصلے پر پایا وہاں ہی لیٹ گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت مولانا گنگوہی تشریف لائے اور فرمایا کہ تو جو بزرگوں کی طرف سے فاسد خیالات رکھتا ہے اُن سے جلد توبہ کر ورنہ (نتیجہ یاد سے اتر گیا) میں واقعی بزرگوں کی طرف سے بہت فاسد خیالات رکھتا تھا اور برا بھلا کہا کرتا تھا - یہ اس طبابت کے پیشہ کی نحوست تھی میں نے صبح اپنی نبض دیکھی طبیعت کا اندازہ کیا

کہ خراب تو نہیں مگر کوئی بیماری کا اثر محسوس نہ ہوا۔ میں سوچتا تھا کہ یہ خواب کسی بیماری کی وجہ سے
تو نہیں دکھلائی دیا لیکن میں اپنے اندر کسی قسم کی بیماری کا اثر نہ پاتا تھا میری اوپر اُس خواب کا اثر یہاں تک
غالب ہوا کہ میں دوپہر کو مولوی حکیم صدیق احمد صاحب کے پاس گیا تھا کہ میں حاضر ہوا اور اُن سے میں نے معافی
مانگی کہ جو کچھ میں نے آپکی شان میں برا بھلا کہا ہو وہ معاف فرما دیجئے۔ کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ محض خدا
تعالیٰ سے توبہ اس کیلئے کافی نہیں بلکہ صاحب حق سے معافی مانگنا بھی ضروری ہے۔ مگر لوگ کہتے ہیں
کہ تو باؤلا ہو گیا ہے۔ ہمارے حضرت نے فرمایا کہ اس میں باؤلے پن کی کیا بات ہے آپکا خیال ٹھیک ہے اہل
حقوق سے معافی کرانا بھی ضروری ہے محض توبہ کافی نہیں۔ یہ سُنکر اُن صاحب نے ہاتھ جوڑ کر حضرت
سے عرض کیا کہ میں جناب سے بھی معافی چاہتا ہوں حضرت نے فوراً ہاتھ پکڑ کر علیحدہ کر دیئے اور فرمایا کہ اجی
حضرت یہ آپ کیا کرتے ہیں مجھسے معافی مانگنے کی کیا ضرورت ہے مجھے آپ اُس خواب میں کیوں داخل کرتے
ہیں اُس میں تو بزرگوں کا ذکر تھا بزرگوں سے ضرور معافی چاہیئے میں تو بقسم کہتا ہوں کہ میں اپنے اندر کوئی
کمال نہیں پاتا نہ علمی نہ عملی نہ حالی نہ قالی بلکہ مجھ میں تو سراسر عیوب ہی عیوب بھرے پڑے ہیں میری اگر
کوئی برائی کرتا ہے تو یقین جانئے مجھے کبھی وسوسہ بھی نہیں ہوتا کہ میں برائی کا مستحق نہیں بلکہ اگر کوئی تعریف
کرتا ہے تو واللہ تعجب ہوتا ہے کہ مجھ میں بھلا کونسی تعریف کی قابل بات ہے جو اس کا یہ خیال ہے اسکو
دھوکہ ہوا ہے۔ حق تعالیٰ کی ستّاری ہے کہ میرے عیوب کو پوشیدہ کر رکھا ہے اسلئے مجھے کسی کا برا بھلا
کہنا مطلق ناگوار نہیں ہوتا۔ اور اگر کوئی میری ایک تعریف کرتا ہے تو اُسی وقت اپنے دس عیب مجھے پیش نظر
ہو جاتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ آپنے جو کچھ میرے بارہ میں بُرا بھلا کہا ہوگا تو عدم واقفیت کیوجہ سے کہا ہوگا
اسلئے آپ معذور ہیں تیسری یہ کہ میں مدت سے یہ دعا مانگ رہا ہوں اور اب بھی تازہ کر لیا کرتا ہوں
کہ اے اللہ میری وجہ سے اپنی کسی مخلوق پر مؤاخذہ نہ کیجیو جو کچھ کسی نے میری ساتھ برائی کی ہو یا آئندہ
کرے وہ سب میں نے دل سے معاف کی اسلئے مخلوق خدا کو میری طرف سے بالکل بفکر رہنا چاہیئے کوئی
اپنے دل میں شبہ نہ رکھے۔ آپ بھی میری طرف سے بالکل بفکر رہیئے۔ میں پیشتر ہی سبکو دل سے معاف
کر چکا ہوں۔ آپ بھی اس عموم میں آ گئے۔ بلکہ اگر کبھی ضرورت ہو تو میری طرف سے پوری اجازت
ہے کہ جو کچھ آپ چاہیں مجھے کہہ سُن سکتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ اگر میں معاف نہ کر دیا کروں اور دوسرے
کو عذاب بھی ہوا تو مجھے کیا نفع حاصل ہوا۔ احقر نے عرض کیا کہ اُس کی نیکیاں جو ملیں گی۔

فرمایا کہ ایسی قانونی نیکیاں لیکر میرا کیا بھلا ہو سکتا ہے اگر یہ فعل میرا مقبول ہو گیا تو اس کی بدولت انشاء اللہ مجھے نیکے (یعنی نیکی کا مذکر) ملیں گے۔ میں قانونی نیکیاں لیکر کیا کرونگا۔ اللہ میاں کے ساتھ قانونی حساب کتاب کرنے سے کہیں کام چل سکتا ہے۔ کیا اُس کو یہ اختیار نہیں ہے کہ ایک شخص کو بلا کسی استحقاق کے نیکیاں دیدی کیا اُس کے یہاں نیکیوں کی کمی ہے۔ یہی خیال کیوں نہ رکھے۔ نانوتہ میں ایک صاحب نے یہی کہا تھا کہ ہم تو اسی لئے اپنے حقوق معاف نہیں کرتے کہ اُن کے عوض میں ہمکو دوسروں کی نیکیاں ملیں گی اور دوسرے جو حقوق ہمنے ضائع کئے ہیں اُن میں وہ نیکیاں مجرا ہو کر حساب ٹھیک ہو جاویگا۔ لاحول ولا قوت۔ اللہ میاں سے حساب کتاب قانونی کرنا بڑی سخت گستاخی اور جہالت ہے۔ بلکہ میں کہونگا کہ خباثت ہے۔ کیا اللہ تعالیٰ کو اتنی بھی قدرت نہیں کہ ایک شخص کو بلا کسی استحقاق کے نیکیاں دیدے۔ میں تو اس لئے سب کے حقوق معاف کر دیتا ہوں کہ اگر یہ فعل مقبول ہو گیا تو حق تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ اوروں سے اُن حقوق کو جو میرے ذمہ ہیں خود ہی معاف کرا لیں گے پھر اُنہیں طبیب صاحب کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ ایک بات میں آپ سے خیر خواہانہ کہتا ہوں کہ یہ جو آپنے بزرگوں سے معافی چاہنے کا ارادہ کیا ہے یہ بہت ہی اچھی بات ہے لیکن فقط یہ تدبیر کافی نہیں۔ بلکہ یہ دیکھنا چاہئے کہ یہ مرض پیدا کہاں سے ہوا اس مرض کا منشا کیا ہی اُس منشاء اور مبنیٰ کا انسداد کرنا چاہئے کیونکہ ایک تو عرض ہوتا ہے اور ایک مرض۔ گو بعضا عرض بھی ایسا ہوتا ہے کہ اُس کا فوری دفعیہ قابل اہتمام ہوتا ہے لیکن اصل توجہ تو مرض کے ازالہ کی طرف ہونی چاہئے جو منشاء تھا اُس عرض کا۔ محض عرض کا دفعیہ کر کے بیفکر نہیں ہو جانا چاہئے کیونکہ ابھی اُس کا منشاء موجود ہے وہ پھر عود کریگا۔ اگر آپ نے اس وقت بزرگوں سے اپنا کہا سنا معاف بھی کرا لیا تو کیا ہوتا ہے۔ اگر اس کا منشاء موجود رہا تو پھر آپ سے یہی فعل صادر ہو گا لہذا اس کے منشاء اور مبنیٰ کو تلاش کر کے اُس کا انسداد کرنا چاہئے خواب کا تو خیر کیا اعتبار ہے یہ کوئی چیز قابل اعتبار نہیں۔ اصل معیار تو شریعت ہے۔ اگر آپ خوابوں ہی کے بھروسہ رہے تو جس جس گناہ کی بابت آپ خواب میں دیکھیں گے اُسی سے توبہ کریں گے اور اگر کسی نیک کام کے اوپر خواب میں لتاڑ پڑ گئی تو اُس کو چھوڑ دیں گے۔

(باقی آئندہ بابتہ شعبان)

کوئی بے موقعہ یا بے طریقہ بات نہیں ہونے پاتی۔ وعظوں کے متعلق یہ بھی فرمایا کہ پارسال کے رمضان کے وعظ اب اس رمضان کے قریب آکر چھپے ہیں اور میں نے حال میں نظر ثانی کی ہے اس لئے اور بھی اس رمضان میں وعظ کہنے کے لئے نئے مضامین کی گنجائش ذہن میں نہیں رہی پارسال ہی رمضان کے قریب چھپ جاتے تو اکی بار پھر نئے مضامین ذہن میں آسکتے تھے۔

(۶۲۸) ایک مدرسہ سے اشتہار اوقات افطار وغیرہ کی بڑی تعداد میں حضرت کے یہاں بھیجدئے گئے ہیں۔ فرمایا کہ میرے پاس کیوں بھیجدئے ہیں میں کیا کروں پھر فرمایا کہ غالباً اس خیال سے بھیجدئے ہونگے کہ رسالہ الامداد میں رکھہ رکھہ کر بھجوا دئے جائینگے۔ حالانکہ میرا اُس رسالہ سے کچھ بھی تعلق نہیں۔ پھر فرمایا کہ مجھکو بہت لوگ اس رسالہ کا مالک، اور اوسمیں پورا دخیل سمجھتے ہیں پھر فرمایا کہ جیسے بزرگوں نے فرمایا ہے کہ جناب رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کا فقر اختیاری تھا اضطراری نہ تھا۔ یہ نہ تھا کہ حضور کیلئے اسباب ہی بند کردئے گئے ہوں بلکہ حضور سے دریافت کیا گیا تھا کہ اگر چاہیں تو اُحد پہاڑ سونا بنا دیا جاوے لیکن خود حضور ہی نے اسکو پسند نہیں فرمایا اسی طرح سے میرا عجز معاملات اور یکسوئی تعلقات سے اختیاری ہی اضطراری نہیں یعنی اوروں نے منع یا مجبور نہیں کیا میں نے خود اپنے آپکو روک رکھا ہے۔ اِس طرز میں مصلحت بہت ہے۔

(۶۲۹) ایک خط میں کسی نے حضرت کو یہ لکھا کہ آپکو تو میرے دِل کی غیب کی سب کچھ خبر ہے اسکو پڑھکر فرمایا کہ یہاں تو اس بات کا دعویٰ ہے کہ حضورؐ بھی عالم الغیب نہیں اور وہ مجھے عالم الغیب بنا رہا ہے اللہ بچاوے جہل سے۔ پھر فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب کے پاس ایک خط آیا جسمیں حضرت کو لکھا تھا رب المشرقین و رب المغربین۔ کسی شخص سے وہ خط پڑھا نہیں گیا مارے ہنسی کے بُرا حال ہو ہو جاتا تھا لیکن حضرت ایسے متین تھے کہ ذرا ہنسی نہیں آئی دو تین دفعہ یہ تو فرمایا کہ توبہ جہل بھی کیا بُری چیز ہے پھر ہمارے حضرت نے جو دیکھا تو اُس خط میں جواب کے لئے ٹکٹ نہیں تھا (یعنے اُس خط میں جسکا ذکر شروع ملفوظ میں ہے) فرمایا کہ یہ تو اسنے میرے ساتھ احسان کیا کہ ٹکٹ نہیں بھیجا نہیں تو جواب لازم ہو جاتا وہ خط تھا بھی بہت بڑا۔ فرمایا کہ ایسے شخص کو تو آجانا اچھا ہے بجائے خط لکھنے کے۔ پھر یکایک معلوم ہوا کہ ٹکٹ بھی جواب کے لئے موجود ہے فرمایا کہ میں تو سمجھا تھا کہ ٹکٹ نہیں ہے یہ تو علت لگ گئی جواب کی۔

(۶۳۰) ایک نووارد صاحب بعد مغرب جبکہ حضرت وظیفہ میں مشغول تھے پاس جاکر بیٹھ گئے حضرت نے فرمایا کہ ہمیشہ یاد رکھو پڑھتے ہوئے آدمی کے پاس کبھی نہیں بیٹھنا چاہیئے۔ تمہارے آبیٹھنے سے میں پڑھتے پڑھتے بھول گیا۔ دوسرے کا دھیان بٹ جاتا ہے اسکا خیال رکھو۔

۸ رمضان المبارک سنہ ۱۳۴۴ھ

(۶۳۱) فرمایا کہ آجکل لوگ منکوحہ عورتوں میں حسن و جمال کو دیکھتے ہیں حالانکہ راحت اور فتنوں سے حفاظت آجکل اسی میں ہے کہ بیوی زیادہ حسین و جمیل نہو حسن و جمال کی کمی قدرتی وقایہ ہے۔ عرض کرنے پر فرمایا کہ گو حسن و جمال خدا تعالےٰ کی نعمت ہو لیکن آجکل اسمیں احتمال فتنہ غالب ہو۔

(۶۳۲) اپنے ایک عزیز لڑکے کے اوصاف شجاعت سخاوت حمیت ہمدردی وغیرہ کا ذکر فرمایا کہ بچپن سے اوسمیں یہ صفات اعلیٰ درجہ کے ہیں۔ پھر استفسار پر فرمایا کہ صفات اکثر فطری ہوتے ہیں۔ مکتسب بہت کم ہوتے ہیں۔ البتہ بہت مجاہدوں سے یا اسباب قویہ سے اوصاف بدل بھی جاتے ہیں اور بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ گمان یہ ہوتا ہے کہ اسمیں یہ صفت نہیں ہے حالانکہ اوسکے اندر وہ صفت موجود ہوتی ہے اوسکا ظہور کسی خاص سبب کے بعد ہوجاتا ہے پھر فرمایا لیکن تقدیر نہیں بدلتی عرض کیا گیا کہ بعضی تقدیر معلق بھی تو ہوتی ہے اور دعا سے بدل جاتی ہے۔ فرمایا کہ معلق اور مبرم محض تقسیم ظاہری ہے۔ ورنہ دراصل تقدیر مبرم ہی ہوتی ہے کیونکہ تقدیر کہتے ہیں حقتعالےٰ کی تجویز کو۔ اگر کوئی تقدیر معلق ہو دعا پر اور دعا سے اوسکا وقوع ہوگیا تو اوسکے یہ معنی ہیں کہ تقدیر میں بھی تھا کہ دعا بھی ہوگی اور اُس سے بلا جاتی رہیگی۔ یا مثلاً تقدیر میں یہ ہو کہ دوا کریگا تو اچھا ہوگا لیکن یہ واقعہ کہ کریگا یا نہیں یہ تو مبرم ہی ہے لہذا تقدیر دراصل مبرم ہی ہوتی ہے تقدیر تو خدا کی تجویز کو کہتے ہیں وہ بدل ہی نہیں سکتی جو کچھ واقع ہوا بعد وقوع معلوم ہوگا کہ خدا کی یہی تجویز تھی۔ اِس سے معلوم ہوا کہ تقدیر کا مسئلہ بالکل عقل کی موافق ہے جنکو اسکی حقیقت معلوم ہے اونھیں اسمیں کبھی کوئی احتمال عقل کے خلاف ہونے کا نہیں ہوتا۔

(۶۳۳) ایسے وقت میں کہ چند دسترخوان ہدیۃً آچکے تھے ایک صاحب نے پھر دسترخوان ہی کا ہدیہ پیش کیا۔ عذر کرنے کے بعد اصرار پر قبول فرمالیا۔ عرض کیا گیا کہ اس سے بہتر تو یہ تھا کہ اِسکو بیچکر اسکی قیمت ہدیہ میں دیدیتے۔ وہ صاحب دسترخوانوں کی تجارت بھی کرتے ہیں فرمایا کہ ع ہرچہ از دوست میرسد نیکوست۔

خدا تعالیٰ بھجواتے ہیں۔ اِسمیں مصلحت ہے پھر فرمایا کہ صلحاء کی طرف سے ہدیہ آنا علامت ہے مہدی الیہ شخص کے مردود نہ ہونیکی۔ بڑی بات تو یہ ہے۔ ایک بزرگ جو ذرا آزاد سے تھے اونھوں نے مجھسے یہ لفظ کہے تھے کہ ہدایا ہر شخص کے پاس نہیں آتے بلکہ سرکاری آدمی ہی کے پاس آتے ہیں۔ ہدیہ آنا اسکی علامت ہے کہ وہ شخص سرکاری آدمی ہے۔

(۶۳۴) ایک شیشہ کا ابریق یعنی تاملوٹ حضرت کے پاس ہے فرمایا کہ یہ ایک ہندو کے کارخانہ کا ہے مجھے صنعتوں کے دیکھنے کا شوق ہے ایک مقام پر یہ سُنکر کہ یہاں شیشہ کا کارخانہ ہے میں اوسے دیکھنے گیا تھا اوسکے منیجر نے زبردستی یہ میرے ساتھ کردیا۔ مجھے شرم بھی آئی کہ ہندو کو اسکی عوض میں میں کیا نفع پہونچا سکتا ہوں۔ عرض کیا گیا کہ حضور تو فرمایا کرتے ہیں کہ جو میرا مخالف ہو اور میرے مشرب سے اچھی طرح واقف ہو اور پھر بھی مجھے کچھ ہدیہ دے تو میں نہایت خوشی سے لے لیتا ہوں۔ فرمایا کہ یہ بھی تو میں نے خوشی ہی سے لے لیا تھا اور اسکا تو یہ مطلب ہے کہ ایسے ہدیہ میں عدم خلوص کا احتمال نہیں ہوتا مگر مجھے یہ تو شرم آتی ہے کہ میں ہندو کو کیا نفع پہونچا سکتا ہوں بخلاف مخالف مسلمان کے کہ اوسکو کچھ تو نفع پہونچا سکتا ہوں۔

(۶۳۵) ایک صاحب نے حضرت کو کچھ روپیہ حوالہ کئے۔ فرمایا کہ چاہے کیسے ہی معتمد شخص سے روپیہ ملیں گننے کو ضرور جی چاہتا ہے روپیہ تو روپیہ پیسے بھی اگر کوئی دے تو اونھیں بھی بغیر گنے رکھنے کو جی گوارا نہیں کرتا۔ پھر فرمایا کہ یہ خیال ہوتا ہے کہ شاید اسنے گننے میں غلطی ہوگئی ہو۔ پھر فرمایا کہ گننے میں یہ نیت کرلیا کرے کہ کہیں دوسرے کا میرے پاس زیادہ نہ آگیا۔ عرض کیا گیا کہ نیت کیا اختیاری ہے۔ ہنسکر فرمایا کہ آپنے بھی غضب کیا نیت اختیاری نہیں تو کیا غیر اختیاری ہے عرض کیا گیا کہ جب گننے میں نیت تو یہ ہے کہ کہیں کم نہوں پھر یہ نیت کیسے کرلے کہ کہیں زیادہ نہ آگئے ہوں۔ فرمایا کہ نیت تو فعل اختیاری ہے اگر نماز کو جی نہ چاہتا ہو تو کیا نیت باندھکر کھڑا نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح یہ نیت بھی کرسکتا ہے پھر فرمایا کہ یہ بات باریک ہے اور قابل ضبط کرنیکے ہے۔

(۶۳۶) استجازۃً عرض کیا گیا کہ حضرت حاجی صاحب کے حجرہ میں بغرض برکت حاصل کرنیکے کبھی کبھی ذکر کرنے بیٹھ جاتا ہوں فرمایا کہ کیا مضائقہ ہے پھر یہ شعر فرمایا ؎

در منزلے کہ جاناں روزے رسیدہ باشد
باخاک آستانش داریم مرحبائی

فرمایا کہ یہ شعر بزرگوں کی جگہہ کے متعلق بہت اچھا ہے حضرت حاجی صاحب فرمایا کرتے تھے جائے بزرگاں بجائے بزرگاں۔ احقر نے عرض کیا کہ حضور ہمیں کبھی نہیں بیٹھتے فرمایا کہ مجھپر توحید کا بہت غلبہ ہے اس لئے ایسے امور کیطرف مجھے التفات نہیں۔ مجھے عقیدت تو بیحد ہے بزرگوں کے ساتھ لیکن جوش کے درجہ میں نہیں عرض کیا گیا کہ حضور کو عقیدت عقلی ہے طبعی نہیں فرمایا کہ جی نہیں عقیدت طبعی ہے کیونکہ مجھ میں مادہ الفت کا بہت ہے عرض کیا گیا کہ عقیدت طبعی میں تو جوش لازمی ہے فرمایا کہ تاثر تو ہے جوش نہیں ہے۔ اسی طرح بزرگوں کے تبرکات کیساتھ مجھکو شغف نہیں۔ مثلاً کورتہ وغیرہ۔ یہ خیال ہوتا ہے کہ اسمیں کیا رکھا ہے اصل چیز تو بزرگوں کا اتباع ہے گو برکت کا میں نے خود مشاہدہ بھی کیا ہے لیکن اہتمام جسکو کہتے ہیں وہ قلب میں نہیں ویسے برکت کا معتقد ہوں لیکن قلب اسکو لیتا نہیں سمجھتا ہوں کہ ہاں ایک برکت کی چیز ہے۔ پھر فرمایا کہ بس میرے قلب میں تبرکات کا وہی درجہ ہے عملاً بھی جو شریعت میں انکا درجہ ہے۔

(۶۳۷) ایک صاحب نے اپنے حالات لکھکر پیش کئے تھے۔ حضرت نے جواب لکھکر وہ پرچہ اونکے حجرہ میں ڈالدیا جب انھوں نے آکر اُس خط کو پڑھا تو گریہ طاری ہوگیا۔ احقر اور ایک اور صاحب اونکے حجرہ کے قریب تک پہونچکر رُک گئے۔ حضرت نے فرمایا کہ اسوقت یہاں سے ہٹ جانا چاہیئے ورنہ حالتمیں فرق آجاویگا۔ اسی طرح ایکبار احقر کے ایک دوست کو حضرت نے اونکی شکایت پر کہ ذکر جاری ہے لیکن فرحت پیدا نہیں ہوتی یہ جواب تحریر فرمایا کہ رحمت تو ہے جو رہبری کر رہی ہے۔ فرحت تو خود اسکی ایک لونڈی ہے وہ بھی اپنی باری میں حاضر ہوجاویگی خط پہونچتے ہی اونپر ببرکت ارشاد حضرت اسقدر فرحت کا غلبہ ہوا کہ اونہوں نے لکھا کہ لونڈی صاحبہ بھی تشریف لے آئیں جسوقت سے خط پہونچا ہے سرور کی یہ کیفیت ہے کہ ہر وقت بے اختیار مُسکراہٹ لبوں پر رہتی ہے۔ احقر کو لکھا کہ اِسوقت خط لکھتا جاتا ہوں اور بے اختیار مُسکراتا جاتا ہوں۔ چونکہ احقر کو خیال تھا کہ یہ حالت یکساں نہیں رہتی اِسلئے بعد مبارکباد کے احتیاطاً یہ بھی لکھدیا کہ یہ حالت مقصود نہیں تاکہ اسکے مفقود ہونے پر اونکو زیادہ پریشانی نہو اور یہ شعر بھی لکھدیا ؎

باغِ سبز عشق بے کہ منتہاست
جز غم و شادی درو بس میوہ ہاست

حضرت کو میرے اِس جواب کی اطلاع ہوئی تو فرمایا کہ آپکو یہ نہ لکھنا چاہیئے تھا کیونکہ اس سے حالت میں ضعف پیدا ہوجاتا ہے بلکہ ایسی بات لکھنی چاہیئے کہ جس سے اُس حالت میں اور ترقی ہو پھر فرمایا کہ ہر حالت کے مناسب جدا نسخہ ہوتا ہے یہ شعر اونکی حالت کے مناسب نہ تھا۔ جب یہ حالت فرو ہوجاتی

وقت کے مناسب یہ شعر تھا۔ پھر فرمایا کہ تربیت کے لئے بڑے سلیقہ کی ضرورت ہے۔ بہت مشکل کام ہے ہر شخص نہیں سمجھ سکتا۔ آپ احوالِ باطنی کے متعلق کسی کو کچھ نہ لکھا کیجئے۔ بس معمولی باتیں خیریت وغیرہ کی لکھا کریں۔

(۴۲۸) فرمایا کہ تربیت السالک کے مضمون کی بابت جو القاسم میں نکلتا تھا ایک صاحب نے مجھے لکھا کہ آپ براہ مہربانی اس خشک مضمون سے معاف رکھیں کوئی ایسا مضمون لکھا کریں جیسا کہ مولوی حبیب الرحمن صاحب لکھ رہے ہیں کہ اسلام دنیا میں کیونکر پھیلا۔ کوئی تاریخی مضمون ہونا چاہیئے۔ پھر فرمایا کہ جُعل یعنی گوبر کے کیڑے کے نزدیک تو تمام حلوائیوں کی دوکانیں بالکل فضول ہیں اوسکے نزدیک تو سارے کھانوں کا مخزن پاخانہ ہے۔ تو کیا اوسکی رائے کیموافق سب حلوائیوں کو اپنی دوکانیں بند کردینی چاہئیں عرض کیا گیا کہ تعجب ہے ایسے نافع اور نفیس مضمون کو خشک قرار دیا۔ فرمایا کہ نافع اور نفیس تو اونھیں کیلئے ہے جو کام کر رہے ہوں۔ اسی طرح انقلابِ امت کے مضمون کی بابت فرمایا کہ عام دلچسپی کا نہیں اور آجکل رسالوں میں عام دلچسپی ہی کی رعایت رکھی جاتی ہے۔ چنانچہ یہ دونوں مضامین اب روانہ نہیں کئے جاتے اور میں بلا درخواست مضمون نہیں دیتا۔ یہی بات میں نے القاسم والوں کو لکھدی تھی کہ جب کسی مضمون کی ضرورت ہوا کرے لکھ بھیجا کریں۔ میں ازخود نہ بھیجونگا۔ یہ میں اسلئے کرتا ہوں کہ یہ نہو کہ محض میری خاطر سے اپنی مصلحت کے خلاف کسی خاص مضمون کو کوئی چھاپتا رہے میں اسپر اکتفا نہیں کرتا کہ کسی مسلسل مضمون کی درخواست ایکمرتبہ کردے پھر ہمیشہ سے میں بھیجتا رہا۔ نہیں بلکہ میں نے یہ کہہ رکھا ہے کہ مسلسل مضمون میں بھی ہر بار جب ضرورت ہوئی درخواست کرکے مضمون طلب کرینگے تب بھیجا کرونگا۔ اِسمیں اونھیں ہر بار موقعہ ملتا ہے کہ جب چاہیں بند کردیں چنانچہ تربیت السالک کو میں نے القاسم سے بند کردیا اور انقلاب کے مضامین بھی بہت دن سے نہیں مانگے گئے۔ اور بڑی بات یہ ہے کہ مجھے واللہ فرصت اتنی کہاں کہ خود لکھ لکھکر بھیجا کروں۔ اسی واسطے میں نے القاسم والرشید کیلئے ترجمہ عوارف کا شروع کیا ہے۔ یہ مجھے بہت آسان ہے اوٹھا کر ترجمہ لکھکر بھیجدیا۔ انقلاب میں بہت سوچنا پڑتا تھا کیونکہ یہ غلطیاں کہیں مدون تو ہیں نہیں خود ہی سوچ سوچکر نکالنا تھا اب مجھے راحت ہوگئی پھر اس مضمون سے لوگوں کی ناک بھوں بھی چڑھتی تھی کیونکہ میں جب غلطیاں نکالنے پر آتا ہوں تو پھر کسیکو چھوڑتا نہیں۔ اُمراء غرباء علماء مشائخ سب کی ہی خدمت کرتا ہوں۔ چنانچہ معلوم ہوا کہ بعضوں کو

ناگوار ہوتا تھا - ارادہ تھا کہ انقلاب کا مضمون سب ابواب پر لکھوں لیکن صرف کتاب النکاح کے شروع تک پہونچا ہوں ایک مولوی صاحب مدعی اجتہاد کی غلطی انقلاب میں ایک لطیف عنوان سے لکھی تھی - اونھوں نے بُرا مانکر اعتراض لکھا حالانکہ وہ خود مجھکو اور مولانا گنگوہی کو تصریحًا ایک مسئلہ میں صاف طور پر بُرا بھلا خود لکھ چکے تھے ہم لوگوں پر طعن بھی کیا تھا مسخرہ پن بھی کیا تھا - میں نے تو تہذیب کے ساتھ لکھا تھا - ارادہ تو ہوا کہ اونکے صریح طعن اور مسخرہ پن کو یاد دلا کر اونکے خط کا جواب دیتا کہ اوسے یاد کر لو لیکن میں نے ایسے بے انصاف سے خطاب ہی مناسب نہیں سمجھا کیونکہ میں تو جناب عالم بے عمل کو جاہل ہی سمجھتا ہوں - جو عالم اپنے علم پر عمل نکرے - اور محب دنیا ہو وہ جاہل ہے - کوئی ہو - عالم جاہل میں یہی تو امتیاز ہے ورنہ شیطان بھی تو بڑا عالم ہے - ادسے بھی کوئی مولانا کہنے لگے - پھر اونھیں مولوی صاحب کے متعلق فرمایا کہ پکے دنیادار ہیں جناب یہ لوگ خیر مجھے لکھ لیتے کچھ حرج نہیں تھا مگر مولانا کا نام لکھا مجھے بہت ہی ناگوار ہوا - ایک مذہبی پرچہ کا ذکر ہوا کہ جسمیں اعتراضات بھی ہوتے ہیں خبریں بھی ہوتی ہیں - رائیں بھی ہوتی ہیں - فرمایا یہ مذہبی پرچہ کی شان نہیں ہے - ماشاء اللہ الامداد میں سوائے احکام اور اصلاح کے کچھ نہیں ہوتا نہ رائے نہ اعتراض نہ کوئی خبر - میری رائے میں مذہبی پرچہ ایسا ہونا چاہیئے ورنہ ایک صفحہ اخبار کا ہوتا - ایک صفحہ اعتراض کا - بہت لوگ کہتے ہیں کہ ہماری کتاب کی تقریظ الامداد میں چھپوا دو - اوسکا اصل جواب تو یہ تھا کہ الامداد کے اسی معمول کی اونکو اطلاع کر دیتا لیکن بجائے اوسکے میں یہ کہدیتا ہوں کہ میرا دخل نہیں جو کہ امر واقعی ہے اور اگر میں یہ لکھوں کہ اُس پرچہ میں تقریظ وغیرہ لکھنے کا قاعدہ نہیں تو معلوم ہو کہ اسے دخل ہے اس جواب کے بعد جب وہ خود پرچہ والوں سے پوچھینگے وہاں سے وہی جواب چلا جائیگا میں یہ لکھکر خواہ مخواہ اپنا دخل کیوں ظاہر کروں -

(۶۲۹) ایک صاحب نے بعد تراویح جبکہ حضرت کچھ وظیفہ پڑھ رہے تھے آکر ایک صاحب کی بابت صرف اتنا کہا کہ وہ بیمار ہیں بس اتنا کہکر چپ ہو رہے دوسرے دن حضرت نے حاضرین سے فرمایا کہ مجھے اونکی اس ادھ کٹی بات سے سخت تکلیف پہونچی - دور قدیم ہوتا تو دیکھتے کہ میں اونکی کیسی خبر لیتا - لیکن وہ تو دور جدید تھا - میں خاموش ہو رہا ایک صاحب سے فرمایا کہ آپ اونسے کہدیجئے گا کہ اوسکو اس حرکت سے سخت تکلیف پہونچی - جنکی بیماری کی خبر اُن صاحب نے دی تھی اُنہوں نے

عرض کیا کہ میں نے اونسے یہ کہا تھا کہ میری صحت کی دعا کیلئے حضور سے عرض کریں۔ حضرت نے فرمایا کہ اونھوں نے دو خیانتیں کیں کلام میں بھی خیانت کی اور نسبت الی التکلم میں بھی خیانت کی۔ بس اتنا ہی کہدیا کہ حافظ جی کی طبیعت خراب ہے اور کچھ بھی نہیں۔ اونھوں نے پیغام کے طور پر نہیں کہا بلکہ اپنے طور پر کہا حالانکہ پیغام کے طور پر کہنا چاہیئے تھا کیونکہ اِن دونوں کے اثر میں بہت فرق ہوتا ہے۔ خود دوسرے کے لئے دعا کی درخواست کرنیکا اتنا اثر نہیں ہوتا جتنا کہ اِس کہنے میں کہ اونھوں نے درخواست دعا کی کی ہے۔ پھر فرمایا کہ سب میں یہ مرض ادھوری بات کہنے کا ہے الا ماشاء اللہ اور یہ بہت ہی تکلیف دہ حرکت ہے۔ چونکہ اپنے ذہن میں سب باتیں موجود ہوتی ہیں اسلئے سمجھتے ہیں کہ دوسرے کے ذہن میں بھی ہونگی حالانکہ دوسرا بیچارہ بالکل خالی الذہن ہوتا ہے۔ یا تو ایسے ہوجائیں کہ خود بخود دوسرے کے قلب میں سب مضامین کو القا کردیا کریں ورنہ بغیر پوری بات کہے دوسرا کسطرح سمجھ سکتا ہے۔ عرض کیا گیا کہ حضور کی خاموشی سے اونھوں نے یہ سمجھ لیا ہوگا کہ اسوقت مخاطب نہیں ہونا چاہئے کیونکہ موقعہ گفتگو کا نہیں ناراضی کا احتمال ہوا ہوگا فرمایا کہ جسقدر بات اونھوں نے کہی تھی اوسپر سوائے خاموشی کے اور کیا ہوسکتا تھا۔ بات تو پوری کہی نہ تھی پھر میں جواب کیسے شروع کردیتا۔ یہ کونسا طریقہ ہے کہ اوّل ادُھوری بات کہی جاوے جب دوسرا بقیہ بات کا مطالبہ کرے تب پوری بات کہی جاوے۔ کیا میرے ذمہ یہ بھی ہے کہ ادُھوری بات سُنکر پوچھوں کہ ہاں پھر کیا مطلب ہے۔ جامع ملتمس ہے کہ یہ سخت عیب احقر میں بھی ہے بارہا تنبیہ فرما چکے ہیں لیکن یہ عیب نہیں جاتا۔ عزم تو کرلیتا ہوں لیکن وقت پر خیال نہیں رہتا۔ اسکی چند جزئیات بھی یاد ہیں جو اس مجموعہ میں غیر مذکور ہیں لیکن چونکہ چند جزئیات کو قلمبند بھی کرچکا ہوں اِسلئے اس جگہہ اجمالی حوالہ پر اکتفا کرتا ہوں۔

(۶۴۰) فرمایا کہ مجھسے رمضان شریف میں اور عبادتیں نہیں ہوتیں۔ اوقات میں گڑبڑ ہوجاتی ہے بس آجکل روزہ اور تراویح کے سامنے ساری عبادتیں ماند ہوجاتی ہیں جیسے آفتاب کے سامنے سارے تارے ماند ہوجاتے ہیں اپنی کم ہمتی کی میں نے یہ تاویل کررکھی ہے کہ اور سب عبادتیں ماند ہوجاتی ہیں۔ گویا رمضان شریف کا پورا نور مجھے حاصل ہوتا ہے۔ تراویح میں قاری صاحب کا کلام مجید سُنکر پھر عزیز مستورات میں جاکر چار رکعت میں اپنا کلام مجید سُناتے ہیں۔ اِسمیں لیٹتے لیٹتے بارہ بج جاتے ہیں پھر ڈھائی بجے سحری کیلئے اُٹھ بیٹھتے ہیں۔ پھر اکثر صبح تک نہیں سوتے۔ پھر نیند بھی حضرت کو

بمشکل نیند بہت دیر کے بعد آتی ہے اور وہ بھی کبھی آتی ہے کبھی نہیں - کمی نیند کی ہمیشہ سے سخت شکایت ہے فرماتے تھے کہ کبھی پندرہ پندرہ دن تک غفلت کی نیند جس سے سیری ہو نہیں آتی - اسطرح آجکل بڑی نام دو گھنٹے سونے کو ملتے ہیں پھر فرمایا کہ اس صورت میں تو خواہ مخواہ ہی سونے کا نام کرتا ہوں ورنہ ہمت کروں تو ساری رات بیدار رہوں دو گھنٹہ بھی بیٹھکر کچھ پڑھتا پڑھاتا ہوں لیکن شاید اسی لئے توفیق ہمت کی نہیں ہوتی کہ نفس کو یہ فخر کرنیکا موقعہ نہ ملے کہ ہم ساری رات جاگتے ہیں -

(۶۴۱) فرمایا کہ اتباع سنت کے سوا سب طریقے دھوکہ کے ہیں اتباع سنت میں دھوکہ نہیں ہو سکتا کیونکہ جبتک ڈلیں نہو دو چار دن سے زیادہ یہ چل نہیں سکتا -

(۶۴۲) ایک والی ریاست کی داد و دہش اور سخاوت کا تذکرہ تھا - فرمایا کہ اکثر رئیسوں کو حقتعالے حوصلہ عطا فرما دیتے ہیں ع خدا جب حسن دیتا ہے نزاکت آہی جاتی ہے - احقر نے عرض کیا کہ اسی طرح بزرگان کاملین دولت باطنی دینے میں سخی ہوتے ہونگے پھر احقر نے خود ہی عرض کیا مگر اونکو اسمیں کیا اختیار ہے وہ تو حقتعالے کے قبضہ میں ہے - فرمایا کہ اونکے اختیار کی ضرورت نہیں اُن کے قلوب میں یہ برکت ہوتی ہے کہ جو اونکو راضی رکھتا ہے اور جسکی طرف اونکے قلوب متوجہ رہتے ہیں اللہ تعالیٰ اوسپر فضل فرما ہی دیتا ہے - تجربہ یہی ہے - ایک مرتبہ امام احمد بن حنبل اور ایک اور شخص نہر میں وضو کر رہے تھے امام صاحب نیچے کی طرف تھے اور وہ شخص اوپر کی طرف - اس شخص نے خیال کیا کہ امام صاحب مقبول بندے ہیں میرا مستعمل پانی اونکے پاس جاتا ہے یہ بے ادبی ہے اس لئے وہ اوٹھکر دوسری طرف اونکے نیچے جا بیٹھا - بعد انتقال کے اوسکو کسی نے خواب میں دیکھا - پوچھا کہ مغفرت ہوئی یا نہیں - کہا کہ میرے پاس کوئی عمل نہ تھا - اس پر مغفرت ہوئی کہ تو نے ہمارے ایک مقبول بندہ احمد بن حنبل کا ادب کیا تھا ہمیں یہ پسند آیا - یہ بھی کوئی بات تھی - اسی واسطے حدیث میں ہے کہ اے عائشہ کسی نیک عمل کو حقیر نہ سمجھنا ہر نیک عمل میں خاصیت مغفرت کی ہے اسی طرح ہر گناہ میں خاصیت عذاب کی ہے چاہے چھوٹا ہو چاہے بڑا - میں تو کہا کرتا ہوں جو کوئی پوچھتا ہے کہ یہ چھوٹا گناہ ہے یا بڑا کہ اگر چھوٹا ہو تو کیا کرنیکا ارادہ ہے -

(۶۴۳) حضرت کے خلیفہ ارشد جناب مولوی حکیم محمد مصطفےٰ صاحب عم فیوضہم فرماتے تھے کہ جب قادیانیوں سے بمقام رامپور مناظرہ ہوا تھا تو ہمارے حضرت بھی تشریف لے گئے تھے - ایکدن

علماء اہل سنت والجماعت کو نواب صاحب نے بلوایا۔ حضرت مولانا احمد حسن صاحب امروہوی رحمۃ اللہ علیہ
سب علماء کی طرف سے نواب صاحب سے گفتگو فرماتے تھے۔ اتفاق سے ہمارے حضرت کی نشست نواب
صاحب کے پاس واقع ہوئی۔ بعد رخصت کے نواب صاحب اپنے ایک مصاحب سے جو حضرت کے ملنے والے
تھے فرمانے لگے کہ یہ شخص کون تھا جو میرے پاس بیٹھا تھا۔ اس شخص کی جانب خواہ مخواہ قلب کھنچتا تھا
یہ کوئی صاحب اثر شخص معلوم ہوتا ہے۔ اُن مصاحب نے بعد کو یہ گفتگو حضرت سے نقل کی احقر نے
اس واقعہ کا ذکر حضرت سے کیا تو حضرت نے من وعن تصدیق فرمائی۔ احقر نے عرض کیا کہ یہ تو صاحب
اسلام تھے کیا اہل باطل پر بھی اثر ہوتا ہے۔ فرمایا کہ اگر اثر نہ ہوتا تو بڑے بڑے کفار حضور صلی اللہ علیہ وسلم
پر کیسے ایمان لے آتے۔ پھر فرمایا کہ استعداد تو حقتعالیٰ نے ہر شخص میں رکھی ہے۔ کفار میں بھی استعداد
ہوتی ہے ایکبار فرمایا کہ ظاہری اعمال پر بزرگوں کی زیادہ نظر نہیں ہوتی کیونکہ انکی اصلاح تو ایک
منٹ میں ہو سکتی ہے یہ تو محض ارادہ کا بدلنا ہے بے نمازی ایک منٹ میں نمازی ہو سکتا ہے۔
بے ڈاڑھی والا ایک منٹ میں ڈاڑھی چھوڑ سکتا ہے شرابی ایک منٹ میں شراب سے تائب ہو سکتا
ہے۔ فاسق فاجر ایک منٹ میں متقی ہو سکتا ہے۔ لیکن بڑی چیز جس پر بزرگوں کی نظر ہوتی ہے اخلاق باطنہ
ہیں مثلاً تکبر وغیرہ۔ انکی اصلاح نہایت دشوار ہوتی ہے۔ حضرت کے اثر کے متعلق عرض ہے
کہ حقتعالیٰ نے حضرت کو وہ مقبولیت اور محبوبیت تامہ عطا فرمائی ہے کہ خود احقر نے ہندوؤں شیعوں
غیر مقلدوں عیسائیوں کو حضرت کے اقوال و احوال سے متاثر ہوتے مشاہدہ کیا ہے۔ اس کے
متعلق بہت سے واقعات یاد ہیں لیکن وقت میں گنجائش نہیں۔ سچ یہ ہے کہ بحمد اللہ حضرت کی
مقبولیت عامہ اسقدر ظاہر ہے کہ اب دلیل کی حاجت نہیں رہی۔

(۶۴۴) فرمایا کہ میری رائے ہے کہ عورتوں کو اپنی تصانیف میں اپنا نام نہیں لکھنا چاہئے بلکہ صرف یہ
کافی ہے کہ خدا کی ایک بندی۔ ایک میری عزیزہ نے ایک کتاب بغرض تقریظ میرے پاس بھیجی۔ میں نے
اونکو لکھا کہ نام اپنا ہرگز نہ لکھا جاوے۔ اور اونکو پابند کرنے کیلئے میں نے تقریظ میں یہ لکھا کہ یہ کتاب
بہت اچھی ہے اور سب سے بڑی خوبی جو میں نے اس کتاب میں دیکھی وہ یہ کہ مصنفہ نے اپنا نام ظاہر
نہیں کیا۔ یہ میں نے اسلئے لکھدیا کہ اگر تقریظ کو لکھیں گی تو پھر ضروری ہو جائیگا کہ اپنا نام ظاہر نکریں۔
پھر فرمایا کہ عورتوں میں یہانتک آزادی ہو گئی ہے کہ ایک عورت نے اپنی تصنیف مجھکو بواسطہ اپنے

شوہر کے بھیجی اوسمیں اُس نے لکھا تھا کہ مسلمانوں کو چاہیئے کہ ہاتھ پاؤں سے کام لیں یہ نہیں چاہیئے کہ ہر کام میں بس دعا کے سہارے بیٹھے رہیں اللہ تعالیٰ یوں کہتا ہے کہ مجھے تم لوگ کیوں تنگ کرتے ہو تم خود بھی تو کچھ کرو۔ میں کہاں تک تمہارے کام کروں۔ مجھے اور بھی تو کام کرنے ہیں۔ دعائیں مانگ مانگ کر کیوں میرے پیچھے پڑتے ہو۔ میرا پیچھا بھی چھوڑ دو۔ میں اپنے بھی تو کچھ کام کروں (ان جملوں میں سے جو جملے مناسب ہوں رکھے جائیں) کیا ٹھکانا ہے جہالت کا آجکل عورتوں کو بھی مصنف بننے کا بڑا شوق ہو گیا۔

(۶۴۵) ایک صاحب نے بہت سے سوالات ایک خط میں لکھکر بھیجے یہاں سے یہ جواب گیا کہ ایک خط میں دو تین سوالوں سے زیادہ نہیں ہونے چاہئیں کیونکہ اتنی فرصت نہیں۔ اسپر اُن صاحب کا بہت خفگی کا اور طعن کا خط آیا کہ کیا یہی اخلاق محمدی ہیں۔ فرمایا کہ عدالت میں اگر دو اسامیوں کی درخواست ایک کاغذ میں لکھکر پیش کیجاوے اور وہاں سے حکم ہو کہ نہیں علحدہ علحدہ درخواست دو اور علحدہ علحدہ ٹکٹ لگاؤ تو وہاں کوئی کچھ نہیں کہتا۔ فوراً دو درخواستیں لکھوا کر اور دو ٹکٹ لگا کر لے آتے ہیں۔ اور یہاں اعتراض کرنیکے لئے تیار ہیں۔ بات یہ ہے کہ دین کی وقعت قلب میں نہیں اور طلب نہیں۔ وہاں وقعت بھی ہے اور طلب بھی ہے۔ حالانکہ وہاں تو دو درخواستیں لکھوائی جاتی ہیں خود عدالت کی ایک منفعت بھی ہے تاکہ دو ٹکٹوں کے دام وصول ہوں اور یہاں تو محض مصلحت دینیہ سے ایسا کیا جاتا ہے کوئی مالی غرض نہیں۔ دو تین سوالات ایک خط میں ہوں تو طبیعت پر بار نہیں ہوتا ورنہ اگر پچاس پچاس سوالات کے دو خط بھی ہوئے تو اونھیں کا ختم کرنا مشکل ہے بقیہ ڈاک یوں ہی بلا جواب پڑی رہے۔ اور نہ معلوم کبتک جوابوں کی نوبت نہ آیا کرے۔ بعضوں نے یہ بھی رائے دی کہ جس خط میں بہت سے سوالات ہوں اوسکو رکھ لیا جایا کرے اور دو دو تین تین سوالات کے جوابات روز لکھکر جب سب سوالات ختم ہو جایا کریں تب بھیجدیا جایا کرے۔ اسمیں ظاہر ہے کہ کسقدر طوالت اور پریشانی ہے۔ دوسرے کو بھی انتظار جواب کی سخت تکلیف ہو کیونکہ نہ معلوم سب کے جوابات کبتک ختم ہوں اور خطوط محفوظ رکھنا اور روز روز جواب لکھنا اور روز مرہ کا کام ختم کر کے پھر اوسکو یاد کر کے لیکر بیٹھنا اور اتنے دنوں تک طبیعت پر بوجھ علحدہ اسمیں مجھے کسقدر پریشانی اور انتظام کی دقت ہو۔ روز کی نئی ڈاک ہو تو اوسکا روز کے روز ختم کرنا سہل ہو اور

طبعاً بھی گراں نہیں ہوتی۔ چاہے وہ سائل روزانہ ایک خط بھیجدیا کرے لیکن ہر ایک میں ہوں دو ہی سوال تو اسطرح چاہے ساری عمر پوچھے جاؤ لیکن وہاں تو کنجوسی ہے کہ دو پیسہ میں کام چلانا چاہتے ہیں عمر بھر کا۔ ایک صاحب اور ہیں اونھوں نے بھی میرے ایسے ہی معمولات کے مقابلہ میں لکھا ہے کہ بدعتیوں میں اخلاق محمدی زیادہ ہوتے ہیں۔ لیجئے بھلا بدعتیوں میں اخلاق محمدی کہاں سے آئے۔ اونھیں تو حضور کے اخلاق کی ہوا بھی نہیں لگی اونکے جو کچھ اخلاق ہیں وہ غرض کے لئے ہیں تاکہ ہم بُرے نہ بنیں۔ چاہے دوسروں کے اخلاق کا ناس ہی ہوجاوے اِنھیں لوگوں میں اپنے اچھا بننے سے مطلب معلوم نہیں لوگوں نے اخلاق محمدی کو کیا سمجھ رکھا ہے۔ اِنکے سارے نخرے اُٹھاؤ اور خوشامدیں کرو تب سمجھیں کہ اخلاق محمدی ہیں حالانکہ حضور نے کبھی ایسے اخلاق نہیں برتے۔ حضور نرمی کی جگہ نرمی فرماتے تھے اور سختی کی جگہ سختی۔ لوگ بے علمی کیوجہ سے سمجھتے ہیں کہ حضور کسی سے کچھ نہ کہتے تھے محض غلط ہے اور اگر اتفاق سے موقع پر خود کچھ نہ کہتے تھے تو حقتعالیٰ کا امر ہوتا تھا کہ آپ کہیئے آخر واغلظ علیہم کے کیا معنی نیز حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے یہ پوچھنے پر کہ تم کون ہو جواب دیا کہ انا (میں ہوں) حضور نے تیزی سے فرمایا کہ انا انا کہہ رہے ہیں یعنی اِس سے کیسے معلوم ہوسکتا ہے کہ تم کون ہو دیکھئے ذراسی بات تھی نرمی سی بھی سمجھا سکتے تھے کہ دیکھو بھائی یوں نہیں کہا کرتے مگر ایسا نہیں کیا جیسا انا انا کا تکرار اسپر دال ہے۔ اب ان عقلمندوں سے کوئی پوچھے کہ اسطرح تیزی سے پوچھنا اگر اخلاق محمدی کے خلاف ہے سو یہ خود محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) نے پوچھا ہے اب اگر ہم ایسا کریں تو کہتے ہیں کہ اخلاق محمدی کے خلاف ہے ایک شخص نے حضور سے پوچھا کہ ایک آوارہ بکری ہے اُسکو کیا کریں حضور نے فرمایا ہی لک اولاخیک اوللذیب یا تمھارے قبضہ میں آویگی یا تمھارے کسی بھائی کے قبضہ میں آویگی یا بھیڑیئے کے قبضہ میں آویگی مطلب حضور کا یہ ہے کہ یہ لقطہ ہے اِسکو تم لیلو۔ یہ سُنکر ایک شخص نے کہا کہ اگر اونٹ اسی طرح گم ہوجائے تو اوسکا کیا حکم ہے اس سوال پر آپکا چہرہ مبارک سُرخ ہوگیا حالانکہ مسئلہ پوچھا تھا اگر کوئی کہے کہ اِسمیں غصہ کی کیا بات تھی تو اوسکا جواب یہ ہے کہ لغو سوال تھا۔ حضور نے فرمایا کہ مالک ولہا معہا حذاءہا وسقاءہا ترد الماء حتی یاتیہا صاحبہا یعنی اونٹ اور بکری یکساں کیسے ہوسکتی ہیں اوسکے پاس ٹانگیں ہیں پیٹ میں اوسکے پانی پینے کے لئے مشک ہے یہ کیا لغو سوال ہے وہ لقطہ کیسے ہوسکتا ہے۔ ایک مرتبہ آپ باہر تشریف لائے تو صحابہ تقدیر کے مسئلہ پر گفتگو فرمارہے تھے کوئی شُبہ وُبہ بھی نہیں تھا محض تحقیق فرمارہے تھے لیکن راوی کہتے ہیں کہ

آپ غصہ کیوجہ سے سُرخ ہوگئے جیسے آپکے چہرہ میں انار کے دانے توڑ دیئے گئے ہوں اور صحابہ سے فرمایا کہ تقدیر کے مسئلہ میں کیوں گفتگو کر رہے ہو یاد رکھو قیامت میں اسکی بازپُرس ہوگی۔ لیجئے ظاہر میں یہ بھی کوئی ایسا فعل تھا جسکو اسقدر سختی کیساتھ منع فرمایا یوں بھی سمجھا سکتے تھے کہ نہیں بھائی نہیں بیٹا یوں کرنا چاہیئے یوں نکرنا چاہیئے مگر کیوں کریں ایسا نرمی اور سختی دونوں کے موقعے ہیں میں دو واقعے عرض کرتا ہوں جنسے حضور کی نرمی اور سختی کا بخوبی اندازہ ہوجائیگا ایک شخص نے مسجد میں کھڑے ہوکر پیشاب کیا بچارہ دیہاتی بدو تھا۔ اوّل تو آتے ہی اوسنے اپنا گنوارپنا اسطرح ظاہر کیا کہ آپنے ایک دعا کی عجیب اللہم ارحمنی ومحمد اولا تشرک فی رحمتنا احدا یا اللہ ہم پر رحمت اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر رحمت کر اور اس رحمت میں کسیکو شریک نہ کیجیو۔ یوں سمجھا کہ رحمت محدود ہوگی اگر سب شریک ہوئے تو کتنی کتنی ملیگی آدھا آدھا لڈو حصہ میں آویگا غنیمت ہے حضور کو تو شامل کرلیا۔ یہ سوچا ہوگا کہ اکیلے جی نہ لگیگا لاؤ انہیں ہی شریک کرلوں۔ حضور نے فرمایا کہ یہ شخص زیادہ بیوقوف ہی یا اسکا اونٹ زیادہ بیوقوف ہے یعنی یہ شخص اونٹ سے بھی زیادہ بیوقوف ہی۔ پھر اوسنے کیا حرکت کی کہ تہبند کھولکر مسجد ہی میں کھڑے ہوکر جھر جھر مُوتنے لگا صحابہ نے کہا مہ ہیں ہیں یہ کیا کر رہے ہو حضور نے فوراً صحابہ کو روکا اور فرمایا کہ اسکے پیشاب کو بیچمیں قطع مت کرو۔ کرلینے دو۔ جب وہ اطمینان سے فراغت کرچکا تو بعد کو پاس بُلاکر نہایت نرمی سے فرمایا کہ دیکھو بھائی یہ مسجد ہے۔ ذکر اللہ کیلئے ہے ایسی جگہ پیشاب پاخانہ نہیں کیا کرتے پھر صحابہ سے فرمایا کہ ایک ڈول بہا دو بس پاک ہوگیا یہ نرمی کا قصہ تو ہوچکا اب سختی کا سُنیئے۔ ایکبار حضور نے مسجد کی دیوار میں دیکھا کہ کسیکا کھنکار لگا ہوا ہی غصہ سے حضور کا چہرہ مبارک سُرخ ہوگیا اور فرمایا کہ لوگوں کو شرم نہیں آتی قبلہ کے سامنے تھوکتے ہیں مسجد کی دیوار پر تھوکتے ہیں ذرا ادب نہیں غرض بہت ہی ناخوش اور ناراض ہوئے ایک شخص دوڑ اگیا اور کوئی زعفران کا مرکّب اُٹھا لایا اور اُس مقام پر جہاں کھنکار تھی صاف کرکے مَل دیا اسپر حضور بہت خوش ہوئے اور فرمایا ما احسن ہذا سُبحان اللہ یہ کیسا اچھا کام ہے دیکھئے مسجد میں پیشاب کرنے پر خود تو ناراض ہونا درکنار دوسروں کو اُس شخص کے اوپر سختی کرنے سے منع فرمائیں اور تھوک پر اسقدر ناراضی کہ حضور کا چہرہ مبارک سُرخ ہوجاوے معلوم ہوا کہ نرمی اور سختی کے موقعے ہوتے ہیں ایک تو وہ موقعہ ہی کہ اگر ہگ بھی دے تو کچھ نہیں اور ایک وہ ہے کہ تھوک بھی دے تو آفت آجائے۔ فرق کیا ہے۔ فہم غیر فہم کا۔ تھوکنے پر اسقدر سختی فرمائی گئی کہ جنھوں نے تھوکا تھا وہ فہیم تھے

...ھرکرچاہیئے تھا کام کرنا فہیم ہو کر کیوں ایسی بدفہمی کا کام کیا اور وہ پیشاب کرنیوالا ناسمجھ دیہاتی تھا ایسا
...خص معذور ہے۔ میں تو کہا کرتا ہوں کہ اگر تم ایسے ہی کم سمجھ بننا چاہتے ہو جیسی کہ کم سمجھی کی باتیں
...تے ہو تو گنواروں کے سے کپڑے پہنکر آؤ۔ وضع تو نوابوں کی سی اور حرکتیں کرو ناشائستہ ہاں حرکات
...ر ناشائستہ ہیں تو وضع بھی سادی رکھو دہوتی باندھکر آیا کرو گاڑھے کے کپڑے ہوں تاکہ معلوم ہو
...بھائی گنوار آدمی ہے پھر وہ موت بھی دے تو کچھ نہیں۔ ایک شخص فہیم بنا ٹھنا اُٹھنے میں تہذیب
...ٹھنے میں تہذیب بات کرنے میں تہذیب لیکن معاملات میں بے تہذیب ایں چہ معنی۔ لوگ
...ھے بداخلاق کہتے ہیں۔ اپنی حرکتوں کو نہیں دیکھتے۔ اگر یہی بداخلاقی ہے تو یہ حدیث سے ثابت ہے
...لیکن ہم تو انشاء اللہ اب یہ بھی کر کے دکھلا دینگے کہ اخلاق کسکو کہتے ہیں۔ ارادہ کر لیا ہی بلکہ شروع
...ی کر دیا ہے کہ نصیحت کے طور پر نرمی سے بس ایک دو دفعہ کہدیا مگر دیکھ لینا اس طرز سے وہ کورا
...ا رہیگا جنکے نفع کے لئے سختی کیجاتی ہے جب اونہیں کو ناگوار ہوتا ہے تو مجھے کیا غرض پڑی ہے۔
...ہ مجھے تو خود اس طرز میں سخت پریشانی ہوتی تھی۔ اب ہمنے طے کر لیا ہے کہ انشاء اللہ اپنے طرز کو
...ل دینگے بلکہ شروع بھی کر دیا ہے لیکن اوسمیں اصلاح نہو گی پھر ہماری جوتی سے۔ یہ جو ایسے ایسے
...نت خطوط کے ایسے نرم جوابات دئیے ہیں وہ اسی وجہ سے ورنہ اگر دور قدیم ہوتا تو ایسی خبر لیتا کہ
...در کھتے لیکن ان جوابات سے انکی اصلاح نہو گی البتہ ہماری مصلحت ہی کہ نیکنام رہینگے مگر اونھیں
...یا ملیگا ڈھاک کے ڈھائی پتے۔ اب ان جوابات سے یہ ہوگا کہ وہ سمجھیں گے کہ ہم غالب آگئے جب
...وں کو یہی پسند ہے تو یوں ہی سہی۔ جاؤ۔ میں سچ عرض کرتا ہوں کتابوں سے بھی ثابت ہی اور
...ر بہ سے بھی ثابت ہے کہ نفس کو جبتک ذلت نہ دیجاوے یہ سیدھا نہیں ہوتا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ اپنے
...تھ سے ذلت نہیں ہوتی بازار میں کھڑے ہو کر خود اپنے ہاتھ سے اپنے سر پر جوتیاں بھی ماریں تب
...ی ذلت نہو۔ ذلت تو جناب دوسرے ہی کے ہاتھ سے ہوتی ہے۔ خلاصہ یہ کہ نفس بغیر ذلت کے
...دھا ہوتا نہیں اور وہ بدون دوسرے کے ہاتھ کے ہوتی نہیں پھر بتلائیے کیا نتیجہ نکلا۔ ایک
...دھ کے رئیس مجھسے کہتے تھے کہ مولانا شاہ فضل الرحمٰن صاحب کے یہاں مریدوں کی بڑی ذلت
...تی ہے کوئی ایسا پیر بتلائیے جسکے یہاں خادموں کی قدر ہوتی ہو سبحان اللہ پیر بھی ایسا ہی چاہتے
...ں جو الٹی انکی تعظیم و تکریم کرے تو وہ پیر کیا ہوا وہ انکا مرید ہوا۔ پھر فرمایا کہ حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن

صاحب کیخدمت میں ایک بڑی ریاست کے وزیر اعظم حاضر ہوئے مولانا نے حسب معمول فرمایا کہ
نکالدو نکالدو۔ مگر صاحب کسقدر مہذّب ہوتے ہیں بعضے اُمراء وزیر کو ذرا ناگوار نہیں ہوا ہمارا ا
نفس کہ چار روپیہ کا چپراسی بھی ہو تو اُسے بھی ذراسی بات ناگوار ہو۔ صاحبزادہ صاحب نے عرض ک
کہ حضور یہ وزیر ہیں بہت بڑے آدمی ہیں۔ فرمایا ارے میاں کیا کروں میں کوئی نوکر ہوں و
ارے نکالو۔ میں کوئی تنخواہ پاتا ہوں وزیر سے۔ جب صاحبزادہ نے بہت خوشامد کی کہ بڑی دُو
آئے ہیں تو بمشکل دو بجے رات تک قیام کرنیکی اجازت دی۔ وزیر کو ذرا ناگواری نہیں ہوئی بلکہ بہ
غنیمت سمجھا اب ادب دیکھئے جو وقت رات کے دو بجے ہیں فوراً خانقاہ کے احاطہ سے باہر ہو گیا کہ
اب حضرت کا حکم نہیں ہے حضرت کے حکم کے خلاف کرنا بے ادبی ہے۔ اتنا بڑا شخص کہ ایک بڑی ریا
کا وزیر کہ وہ ریاست فرانس کی سلطنت سے بھی زیادہ بڑی ہے۔ ایک شخص کہتے تھے گویا وہاں
وزیر بطور خود ایک بادشاہ کی حیثیت رکھتا ہے لیکن مولانا کا اوسکے ساتھ یہ برتاؤ اور اوسکو ذرا نا گ
نہوا مولانا کے یہاں لفٹننٹ گورنر جب ملنے آئے تھے تو پہلے سے کہلا بھیجا تھا مولانا نے مونڈ
ڈلوا دیئے اونپر لاٹ صاحب معہ اپنی میم صاحب کے بیٹھ گئے اونھوں نے کہا کہ حضور کچھ تبرک عنایت
مولانا نے فرمایا کہ میرے پاس اِسوقت کیا رکھا ہے پھر خادم سے فرمایا کہ ارے دیکھ تو میری ہنڈیا
کچھ مٹھائی کا چُورا پڑا ہو تو لاکر دیدے۔ اوسنے چُورا لاکر پیش کر دیا بھلا کیا ٹھکانا ہے چُورا مٹھائی کا دیدیا
مانگتے ہوئے بچّوں کو دیدیا کرتے ہیں مگر صاحب وہ بھی اسقدر مہذب کہ بڑے ادب سے اونھوں
وہ تبرک لیا اور بہت خوش ہوئے۔ اور باہر آکر تعریف کی۔ اکثر دیکھا ہے کہ بڑے لوگ ایسی باتوں کا تح
کر لیا کرتے ہیں۔ چھوٹے سمجھتے ہیں کہ ہماری ذِلت ہوئی بڑے یہ سمجھتے ہیں کہ ہماری اتنی بڑی عزت
کہ اس سے ہماری ذلت ہوتی نہیں۔ پھر ایک صاحب نے ایک دوسرے صاحب کا تذکرہ کیا جو ایک
سِلسلہ کے ایک بزرگ سے بیعت ہیں اور جو ہمارے حضرت کے یہاں سے ناراض ہو کر چلے گئے تھے اور ا
بے تہذیبی کا خط لکھا تھا جسمیں یہ بھی تھا کہ میں ہمیشہ بزرگوں کا ناز پروردہ رہا ہوں۔ اس خط کے
دوسرے خط میں اونھوں نے معافی چاہی لیکن حضرت نے جوابی لفافہ کو خالی ڈاک میں چھوڑ دیا۔ فر
اِسکا تدارک یہ تھا کہ خود آتے یہ نہیں کہ خط لکھ بھیجا۔ اگر وہ خود آتے تو خیر اور باتیں تو مجھے ناگوار نہ
ہوئیں لیکن اونھوں نے بعضی بیحیائی کی باتیں اور فحش مضامین لکھے تھے اونکی بابت اونسے پوچھتا۔ ع

گیا کہ تعجب ہے فلاں بزرگ سے بیعت ہو کر یہ حال۔ فرمایا کہ نرے ہاتھ میں ہاتھ دینے سے کیا ہوتا ہے۔
بت بھی تو ہونا چاہئے اونھیں کسی بزرگ کی صحبت نہیں۔ تذکرہ کرنے والے صاحب سے معلوم ہوا کہ وہ
احب حضرت سے معتقد ہیں۔ عرض کیا گیا کہ جو شخص کسیکو بڑا سمجھتا ہو وہ ایسی بیحیائی کی باتیں اوسکو
ہیں لکھ سکتا ہے۔ فرمایا کہ وہ بڑا تو سمجھتے ہیں لیکن اپنے آپکو اور بھی زیادہ بڑا سمجھتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ بہت سے خدمت
لئے آدے حاضر ہیں لیکن ہم اپنی مرضی کیموافق خدمت کرینگے۔ اوسکے تابع نہیں ہو سکتے کیا جرّاح
نشتر دیتے وقت مریض سے پوچھ پوچھکر نشتر دیگا کہ کتنا دوں۔ اب لوگ یہی چاہتے ہیں کہ تعلیم تو دیں لیکن
م سے پوچھ پوچھکر۔ گویا پہلے خود اُس سے تعلیم حاصل کریں پھر تعلیم کریں۔ جو طبیب حال سُنکر اور مرض کی تشخیص
کے خود مریض سے پوچھے کہ کہو کونسا نسخہ لکھوں تو وہ طبیب کیا ہوا ڈاکو ہے چوٹٹا ہے کہ اُس سے پوچھ
چھکر نسخہ لکھتا ہے معلوم ہوتا ہے اوسے نسخہ معلوم ہی نہیں وہ علاج کرنا جانتا ہی نہیں۔ یہ سب عدم
لب کیوجہ سے ہے ورنہ جناب اگر یہ گمان ہو جائے کہ یہ کیمیاگر ہے تو جھوٹے سچے گمان پر اونکی خدمت میں
ے رہنا چلم بھرنا خدمتیں کرنا سب کچھ گوارا ہوتا ہے۔ بڑے بڑے امراء کسطرح اوسکے پیچھے پھرتے ہیں
اور وہ ایسی بے تمیزی سے باتیں کرتا ہے کہ ابے یہ کام کر وہ کام کر ماں کی گالی بہن کی گالی مگر اسکو سب
ہتے ہیں محض اِس امید پر کہ شاید کیمیا سکھلا دے۔ اچھا اور لیجئے مجذوبوں کے پیچھے کیسے پھرتے ہیں اور
وہ بھی اللہ کے واسطے نہیں محض دنیا کے لئے۔ وہ کیسی ہٹری سٹری گالیاں دیتے ہیں لیکن سب سر جھکاتے ہیں
ڑے بڑے آدمی سر جھکاتے ہیں۔ حالانکہ وہ اکثر مجذوب بھی نہیں ہوتے۔ جلال آباد میں ایک لوہا شاہ ہے
ماں بہن کی گالیاں کمبخت دیتا ہے۔ ایسوں سے یہ کسیکو بھی امید نہیں کہ ایسے لوگ خدا کا راستہ بتادیں گے مگر
پھر بھی دنیا کی غرض سے سب ذلتیں سہتے ہیں اور خوشامدیں کرتے ہیں اگر اللہ کی قدر دل میں ہو تو اوسکے لئے
اتنا تو جھیلے جتنا دنیا کے لئے جھیلتا ہے۔ پھر فرمایا کہ مجذوبوں سے کچھ نفع بھی نہیں ہوتا نہ دین کا نہ دنیا
کا۔ پھر فرمایا کہ یہ عجیب بات ہے کہ لوگ خود تو دعا نہ کرینگے بزرگوں سے دعا کرائینگے اونسے بھی کراؤ۔ خود بھی
تو کرنا چاہئے۔

(۶۴۶) ایک صاحب کا راز جو متعلق عشق مجازی کے تھا اور اونھوں نے حضرت کو لکھکر بھیجا تھا
ایک شخص کو اتفاق سے تربیت السالک کی نقل سے معلوم ہو گیا اُن صاحب راز کو یہ معلوم کر کے
ناگوار ہوا حضرت نے فرمایا کہ آدمی کو ضرور اپنا کوئی راز دار رکھنا چاہئے جس سے ایسے امور کہہ سن سکے

اس سے غم میں بہت تخفیف ہو جاتی ہے ورنہ دل ہی دل میں رکھنے سے پریشانی بڑھتی ہے۔ دوسرے
کہکر طبیعت ہلکی ہو جاتی ہے اور ظاہر کر دینے سے اوسکی وقعت بھی کم ہو جاتی ہے پھر فرمایا کہ اسقدر
ناگوار ہونا میرے نزدیک بوجہ کبر کے ہے۔ عرض کیا گیا کہ وہ متین بہت ہیں اسوجہ سے اس راز
ظاہر ہو جانا زیادہ ناگوار ہوا ہوگا۔ فرمایا کہ زیادہ متانت ہی کا نام تو کبر ہے متانت کی بھی ایک حد
ہر کچھ نہ کچھ شوخی بھی ہونی چاہیے۔ شوخی علامت ہے تواضع کی۔ شوخ آدمی متواضع ہوتا ہے
کئی دن بعد ایک اور موقعہ پر فرمایا کہ شوخ آدمی میں مکر و فریب نہیں ہوتا۔ بہت متانت میں
بعض دفعہ یہ بات ہوتی ہے۔

(۶۴۷) حضرت کی فطرت میں حقتعالیٰ نے انتظام اور موزونیت اسدرجہ ودیعت رکھی ہے کہ ادنے
ادنی سی بے جوڑ بات فوراً طبیعت میں کھٹک جاتی ہے ایک صاحب نے مسجد کے لئے ایک بڑی نئی
جانماز کی صف مع مصلے چھپی ہوئی دی ہے عصر کی نماز میں امام کی جگہ تو اس نئی جانماز کا مصلے
موذن نے بچھا دیا اور مقتدیوں کیلئے وہ بڑی جانماز صف کی نہیں بچھائی صرف مسجد کا پہلا ٹاٹ کا
فرش بچھا رہا حضرت نے مصلے پر پہونچکر فوراً فرمایا کہ اگر آگے مصلے بچھایا تھا تو پیچھے صف کو بھی بچھانا
چاہیے تھا ابتو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دولھا تو آگیا اور برات پیچھے رہ گئی۔ دولھا تو برات ہی کے ساتھ
اچھا۔ بے جوڑ بات اچھی نہیں معلوم ہوتی دوسرا واقعہ یہ ہے کہ ایک صاحب نے اور بھی ایک دوسری قسم
کی چھپی ہوئی صف کی جانماز مع مصلے پیش کی ہے موذن نے مسجد کے اندر کے حصہ میں اول صف
میں پہلی قسم کی جانماز جسکا ذکر اوپر کے واقعہ میں ہے اور دوسری صف میں دوسری قسم کی چھپی ہوئی
جسکا ذکر اس دوسرے واقعہ میں ہے بچھا کر امام کی جگہ اسی دوسری قسم کی جانماز کا مصلے بچھا دیا۔
حضرت نے اس مصلے کو اٹھوا کر فوراً پہلی قسم کی صف کیساتھ کا مصلے بچھوایا اور فرمایا کہ جس قسم کی پہلی
صف میں جانماز بچھی ہے اوسکے متصل اوسی قسم کا مصلے ہونا چاہیے ورنہ بے جوڑ معلوم ہوتا ہے چونکہ
دوسری قسم کی جانماز کی صف جو دوسری صف میں بچھی تھی قدرے چھوٹی ہے اوسکے مصلے کو جو کہ
ابھی اوٹھوا دیا گیا تھا اوسیکے ساتھ ایک کنارہ پر سلوا دیا تاکہ اوسکے چھوٹے ہونے کا کسیقدر تدارک
ہو جاوے اور انکے علاوہ ایک تیسری جانماز صف کی دری کی پرانی پہلے سے موجود ہے وہ پرانی
جانماز دری کی باہر کے صحن میں بچھوا دی اور اوسکے آگے دری ہی کا ایک پرانا مصلے بچھوا دیا پھر فرمایا

کہ بس اب سب ٹھیک ہوگیا۔ کیا کہوں ایسی طبیعت ہے کہ ذراسی بے جوڑ بات سے بھی نہایت اُلجھن ہوتی ہے۔ مسجد کے ٹاٹ پر ایکدن سیاہی گر گئی۔ فوراً اُس دھبہ کو دُھلوایا فرمایا کہ دھبوں کو میں دیکھ نہیں سکتا اسقدر غلجان ہوتا ہے۔ چاہے کپڑا میلا ہو لیکن ہو ایک سا۔ اگر کبھی کپڑوں پر کوئی دھبہ پڑ جاتا ہے تو یا تو فوراً اوسکو دُھلواتا ہوں ورنہ کپڑے بدلتا ہوں۔ ہر چیز میں موزونیت کو طبیعت ڈھونڈھتی ہے ذرا کوئی بے جوڑ بات ہوئی اور مجھے پریشانی ہوئی۔ ایسی واہیات طبیعت واقع ہوئی ہے۔

۹ رمضان المبارک ۳۴ھ

(۶۴۸) ایک نوعمر طالبعلم کو بوجہ بعض بے عنوانیوں کے حضرت نے مدرسے سے نکالدیا باوجود اسکے کہ حضرت کو اُس سے بہت تعلق تھا مگر حضرت فرمایا کرتے ہیں کہ مجھ میں الفت کا بیحد مادہ ہے لیکن الحمدللہ میں اُس سے مغلوب نہیں ہوتا۔ گو مجھے اُس سے بہت محبت تھی لیکن چونکہ مصلحت تھی اسلئے اوسکے نکالدینے میں مجھے ذرا تامل نہیں ہوا وہ ایک دوسری جگہ کے مدرسہ میں چلا گیا وہاں سے چھ مہینہ کے بعد اُس نے حضرت کیخدمت میں عریضہ لکھا اور مشتاقانہ طرز پر لکھا کہ اب مجھے حضور کی جدائی نہیں سہی جاتی اب بہت ترسا لیا للہ مجھے حاضر خدمت ہو جانیکی اجازت ہو جاوے ورنہ پھر نہ معلوم کیا انجام ہو یہ بھی لکھا کہ جو راحت اور تسلی مجھے وہاں تھی وہ کہیں نہیں ملسکتی۔ یہاں میں سخت پریشان ہوں۔ حضرت نے فرمایا کہ مجھے بس نرم بات کہنا غضب ہے میرا دل فوراً پانی پانی ہو جاتا ہے چنانچہ حضرت نے اوسکو آنیکی اس شرط پر اجازت دیدی کہ اپنے اطوار کو ٹھیک رکھیں اوسنے بعد رمضان بعد سُنانے کلام مجید کے آنیکو لکھا تھا لیکن حضرت نے اس خیال سے کہ ممکن ہے بیچارہ کو زیادہ اشتیاق ہو یہ بھی لکھدیا کہ خواہ بعد رمضان آؤ یا کلام مجید جلد ختم کر کے پہلے ہی چلے آؤ ہر طرح اجازت ہے اور اگر خرچ نہ ہو وہاں سے کسی سے قرض لیکر چلے آؤ یہاں سے دیدیا جاویگا۔ پھر فرمایا کہ اوسنے یہاں کی راحت اور تسلی کی بابت جو لکھا ہے واقعی بالکل ٹھیک ہے اپنی نیند سوؤ اپنی بھوک کھاؤ چین کی زندگی بسر کرو ہاں حدود کے اندر رہو۔ یہاں بحمداللہ نہ کسی کی لگائی نہ کسیکی بجھائی ورنہ اور جگہ کسی خاص شخص کا دخل ہوتا ہے اوسکا ماتحت بنکر رہنا پڑتا ہے اور یہاں آزادی کسقدر بڑی ہے کہنے کی تو بات نہیں لیکن ذاکرین شاغلین کی بابت میں اسکی بھی نگرانی نہیں کرتا کہ کون شخص جماعت میں شریک ہے کون نہیں۔ ہاں اس بات کا میں خیال رکھتا ہوں کہ کوئی ایسا فعل نہ کیا جاوے جس سے دوسروں کو تکلیف یا ایذا پہونچے یا دوسرونکے ضلال کا اوسمیں اندیشہ ہو

یا صریح خلاف شریعت ہو باقی اگر ایک آدھ وقت کی جماعت فوت بھی ہوگئی تو کونسا ایسا بڑا جرم ہوگیا بعض ذاکرین کو میں دیکھتا ہوں کہ آجکل رمضان میں صبح کو سو جاتے ہیں بعد سورج نکلنے کے نماز پڑھتے ہیں لیکن میں کوئی تنبیہ نہیں کرتا نہ یہ دیکھتا ہوں کہ کون کام کر رہا ہے کون نہیں۔ کون تہجد کو اٹھتا ہے کون نہیں کیونکہ ان باتوں کا تعلق حقتعالیٰ کے ساتھ ہے۔ باقی جن باتوں کا تعلق مخلوق کے ساتھ ہے اونکی بابت مجھے خاص طور سے اہتمام ہے کہ مخلوق کو دوسرے سے کیوں ایذا پہونچے ؎

مباش درپئے آزار ہرچہ خواہی کن ۔۔۔ کہ در شریعت ما غیر ازیں گناہے نیست

(۶۴۹) فرمایا کہ حالات باطنی تو بہت ہیں مگر اونمیں کامل وہ ہے جو سنت کے ساتھ زیادہ موافق ہو۔ بس معیار یہ ہے۔

۱۰ ارشوال ۳۴؁ھ

(۶۵۰) حضرت کے ایک خادم حضرت کے پڑوس میں رہتے تھے۔ اونھوں نے تہجد کے وقت ذکر جہر بہت بلند آواز سے کرنا شروع کیا صبح حضرت نے تنبیہ فرمائی کہ یہ کیا ضرور ہے کہ ذکر کی اذان کہی جاوے میرا معمول ہے کہ میں پچھلی رات کو بھی کچھ سو لیتا ہوں رات تمنے اتنی زور سے ذکر کیا کہ مجھے نیند نہیں آئی متوسط آواز سے ذکر کرنا کافی ہے۔ خانقاہ ہو وہ دوسری بات ہے کہ وہاں سب اسی میں مشغول ہیں مکان کے اندر اتنے زور سے ذکر کرنا پڑوسیوں کو تکلیف دینا ہے تمکو ذکر کا اتنا نفع نہیں ہوا جتنا کہ ایذا پہونچانے سے ضرر ہوگیا پھر نماز فجر کا سلام پھیر کر سب ذاکرین کو مخاطب کر کے فرمایا کہ سب صاحب سن لیں چشتیہ میں جو جہر ہے وہ محض اس مصلحت سے کہ اپنی آواز کان میں آتی رہے تاکہ خطرات نہ آویں یہ غرض خفیف جہر سے بھی حاصل ہو سکتی ہے۔ لہذا بقاعدہ الضروری یتقدر بقدر الضرورۃ بہت چلا چلا کر ذکر کرنا عبث فعل ہوا اور عبث فعل پسندیدہ نہیں اور اگر سبب اضرار ہو تو جائز بھی نہیں سب صاحب اسکا خیال رکھیں۔ ہر جگہ خانقاہ تھوڑا ہی ہوتی ہے اسلئے یہیں سے اسکی عادت ڈالیں اگر جوش ہو تو اوسے ضبط کریں زور لگا لگا کر گلے پھاڑ پھاڑ کر ذکر کرنا کیا ضرور تعب برداشت کرنے سے کیا حاصل فضول اپنا دماغ بھی خالی کریں۔ جناب رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا ہے اربعوا علے انفسکم انکم لا تدعون اصم ولا غائبا یعنی اپنی جان پر نرمی کرو تم کسی بہری کو نہیں پکار رہے حقتعالیٰ کو پکارتے ہو جو سمیع ہیں اور قریب ہیں اسکا یہی مطلب ہے حدود شرعیہ سے کسی حال میں

تجاوز نہیں کرنا چاہیئے۔ میرا تو ایک دفعہ ارادہ ہوگیا تھا کہ جہر کو بالکل ہی منع کردوں کیونکہ لوگ اسکے حدود کی رعایت نہیں کرتے۔ فقہانے بھی ذکر جہر کے جواز کی یہی شرط لکھی ہے کہ نائمین و مصلین کو تشویش نہو۔ استفسار پر فرمایا کہ متوسط جہر سے میرے وجدان میں تو نمازی کو تشویش نہیں ہوتی زیادہ بلند آواز سے البتہ ہوتی ہے بلکہ مجھے تو اگر خفیف جہر کے ساتھ رسیلی آواز سے کوئی ذکر کر رہا ہو تو نیند آجاتی ہے۔ عرض کیا گیا کہ خفیف جہر سے قلب پر بھی زیادہ اثر پہونچتا ہے فرمایا جی ہاں زیادہ پکارنے سے سب زور باہر نکل جاتا ہے اسلئے قلب پر بھی اثر نہیں پڑتا۔

(۶۵۱) فرمایا کہ میں نے بھوپال میں وہاں کے اسکول کے لڑکوں کی درخواست پر وعظ کہا تھا وہاں کا ہیڈ ماسٹر جو مرہٹہ تھا وہ بھی شریک تھا۔ تقریر سنکر وہ بہت متحیر ہوا اور اپنے مجمع میں کہا کہ ہر شبہ کا جواب اور ہر دعوے کی دلیل بیان کرتے تھے اور نہایت مسلسل اور مدلل تقریر تھی کوئی مضمون بے ربط ہونے پاتا تھا حالانکہ کوئی کاغذ یا دداشت کا بھی پاس نہ تھا۔ کہتا تھا کہ ہم نے بہت سے لیکچر سنے ہیں لیکن ایسی تقریر کبھی سننے میں نہیں آئی ایسا شخص تو ولایت میں بھی نہوگا۔ اوسکو بلا یادداشت کے ایسی مسلسل اور مدلل تقریر کرنے پر بہت تعجب تھا کیونکہ اکثر لیکچر دینے والے یادداشت لکھکر اپنے پاس رکھ لیتے ہیں اور اوسمیں ایک ایک مضمون کو دیکھتے جاتے ہیں اوسکے متعلق تقریر کرتے جاتے ہیں اُس بیچارہ کو یہ خبر نہیں کہ بفضلہ مسلمانوں کے علماء کے لئے یہ ایک معمولی بات ہے چنانچہ میں نے سُنکر یہی کہا کہ اُس بیچارہ نے علماء کو دیکھا ہی نہیں ایک دُٹی سے طالب علم کو دیکھا ہے۔

(۶۵۲) کھاؤ کماؤ پیروں کا ذکر تھا فرمایا کہ تھانہ بھون کے رہنے والے عبدالرحمٰن خانصاحب مرحوم حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب سے بیعت تھے وہ کہتے تھے کہ ایک گاؤں میں کچھ گوجر مولانا ممدوح سے بیعت ہوگئے جو پہلے کسی ایسے ہی دُنیادار پیر سے مُرید تھے جب اُن پیر کو خبر ہوئی تو بڑے خفا ہوئے اور کہا کہ ارے مولوی لوگ فقیری کیا جانیں اونمیں ایک گوجر ہوشیار تھا اُس نے کہا کہ مولانا صاحب نے ہمکو یہ بھی ہدایت کردی ہے کہ اپنے پہلے پیر کے حق حقوق میں کسی قسم کی کمی نکرنا اونکی ہمیشہ خدمت کرتے رہنا۔ یہ سُنکر پیر جی فوراً بدلے کہ ہاں پھر کیا ڈر ہے جو اُن سے مُرید ہوگئے۔ وہ بھی اچھے آدمی ہیں یہ واقعہ عبدالرحمٰن خاں خود مجھسے بیان کرتے تھے۔ بہت ہی اچھے شخص تھے۔

(۶۵۳) کشفِ قبور کے متعلق ایک صاحب نے استفسار کیا فرمایا کہ اسمیں بہت غلطیاں ہوتی

ہیں کیونکہ جب ناسوت کے کشف میں غلطیاں ہوتی ہیں تو ملکوت کے کشف میں تو بہت غلطیاں ہو سکتی ہیں کیونکہ ملکوت سے تو انسان کو بہ نسبت ناسوت کے بہت کم مناسبت ہے مثلاً کسی مُردہ کو معذب دیکھنے سے بدگمانی ہوتی ہے اور متنعم دیکھنے سے بیفکری پیدا ہوتی ہے۔ غرض کشف قبور ہر طرح مضر ہے ان امور میں خیال کی بھی بہت آمیزش ہوتی ہے تلبیس ابلیس کا بھی اسمیں احتمال رہتا ہے ایسا ایک غضب کا واقعہ بھائی بیان کرتے تھے کہ جب وہ بریلی میں تھے اونکے مکان کے نیچے ایک محلہ تھا مسیت گنج جسمیں بنیے رہتے تھے ایک بنیہ مرنے لگا اوسنے مرنیکے وقت اپنے سب عزیزوں کو بُلایا اور نہایت اطمینان کیساتھ اوسنے باتیں کی۔ اوسنے بھائی سے ملنے کی بھی خواہش کی کہ منشی جی کے دیکھنے کو جی چاہتا ہے۔ بھائی بہت رقیق القلب ہیں وہ اوسکے دیکھنے کو گئے پوچھا کیا حال ہے لالہ جی۔ اوسنے کہا جی بڑا آرام ہے بڑا چین ہے پھر اپنے مکاشفات بیان کرنے لگا کہ بڑے بڑے محل ہیں باغ ہیں طرح طرح کے شگوفے ہیں نہایت آرام ہے اسطرح سارا نقشہ جنت کا بیان کر رہا تھا جیسے جنت اوسکے پیش نظر ہو۔ بھائی نہایت حیران کہ یہ کیا معاملہ ہے جانکنی کا وقت تھا لیکن نہ اوسپر ہراس تھا نہ اوسپر خوف نہایت ہشاش بشاش۔ اسی حالت میں اوسکا انتقال ہو گیا۔ بھائی نے مجھسے کہا۔ میں نے کہا کہ اس امر پر تو نصوص قطعیہ موجود ہیں کہ کافر جنتی نہیں ہو سکتا۔ لہذا اس واقعہ کی تاویل کرنا واجب ہے۔ دو تاویلیں ہیں لیکن اونمیں سے ایک زیادہ جی کو لگتی ہے۔ ایک تاویل تو یہ ہے کہ ممکن ہے کہ اوسکے قلب میں پہلے سے اسلام ہو لیکن اوسنے ظاہر نکیا ہو۔ یہ تو طالب علمانہ تاویل ہے اور زیادہ جو جی کو لگتی ہے وہ یہ ہے کہ یہ سب مکاشفات شیطانی تھے۔ شیطان نے اوسکے خیال میں تصرف کر کے جنت کا خیالی نقشہ اوسکے پیش نظر کر دیا تھا اور اونکی تلبیس کیلئے تاکہ لوگ یہ سمجھنے لگیں کہ جنت کے حصول کے لئے اسلام شرط نہیں ہے جو مسلمان نہو وہ بھی جنت میں جا سکتا ہے۔ کسقدر تلبیس ہے۔ اللہ بچاوے حضرت ایسے ایسے نازک قصے ہیں۔ تو یہ مکاشفہ کیا چیز ہے جو حجت ہو سکے البتہ مرتے وقت اگر مومن کی حالت اچھی ہو تو ایک امید کے درجہ میں اوسکی حسن خاتمہ کی علامت و بشارت ہو سکتی ہے مگر احتجاج کے درجہ میں نہیں ہوگا کسی حالت سے سوء خاتمہ پر استدلال جائز ہی نہیں۔ حضرت میانجی نور محمد صاحب قدس سرہ العزیز کے ایک پیر بھائی تھے شیر محمد خانصاحب بعد وفات اپنے شیخ کے خانصاحب نے حضرت میانجی سے رجوع کیا تھا اسطرح خانصاحب پیر بھائی بھی تھے اور مرید بھی تھے مرتے وقت لوگ اُن سے کلمہ پڑھنے کو کہتے تھے تو وہ مُنہ پھیر لیتے تھے۔ سب لوگ نہایت پریشان تھے کہ جب اتنے بڑے شخص کا یہ حال ہے تو ہم

س شمار میں ہیں ہمارے حسن خاتمہ کا کیا بھروسہ اونمیں سے ایک شخص حضرت میانجی کے پاس دوڑے
دے گئے حضرت حجرہ کے اندر مشغول ذکر و فکر تھے۔ جب کبھی حضرت میانجی کو باہر بلانا ہوتا تھا تو حجرہ کے
واڑوں کے پاس کھڑے ہوکر بلانے والا دو چار دفعہ ذرا پکار کر اللہ اللہ کہنے لگتا تھا حضرت مراقبہ سے فاقہ
ہو کر بات چیت کر لیتے تھے۔ چنانچہ اُن صاحب نے بھی اسی طرح اللہ اللہ کہا۔ حضرت نے کواڑ کھولدئے
نہوں نے خانصاحب کا سب حال بیان کیا کہ جلدی چلئے وہاں یہ غضب ہو رہا ہے کہ اونسے کلمہ
پڑھنے کو کہتے ہیں لیکن وہ مُنہ پھیر لیتے ہیں۔ اخیر وقت ہے چلکر اونکی امداد کیجئے۔ حضرت میانجی صاحب
کو تو اطمینان تھا لیکن لوگوں کی دفع پریشانی کی غرض سے آپ تشریف لیگئے سلام کرکے دریافت
کیا کہ خانصاحب کیا حالت ہے۔ خانصاحب نے آواز پہچانکر فوراً آنکھ کھولدی اور سلام کا جواب دیکر
کہا الحمدللہ میں بہت اچھے حال میں ہوں لیکن آپ ذرا لوگوں کو منع کر دیجئے کہ مجھے تنگ نہ کریں۔
یہ مجھسے کلمہ پڑھنے کے لئے کہہ رہے ہیں مجھے مسمّٰی سے اسم کی طرف لاتے ہیں۔ لیجئے وہ اُسوقت مشاہدہ
ذات میں تھے اسلئے اسم کیطرف نہ آنا چاہتے تھے لوگ اسکو سمجھے کہ کلمہ پڑھنے سے اعراض کرتے ہیں۔ یہ
حکایت خود حاجی صاحب سے میں نے سُنی ہے۔ اِسی طرح بعضے بزرگوں نے مرتے وقت بجائے کلمہ کے یہ پڑھا
اشہد ان لا الہ الا اللہ موسیٰ کلیم اللہ اور انتقال کر گئے اس سے شبہ ہو سکتا ہے کہ وہ نعوذ باللہ یہودی
ہوکر مرے۔ حضرت حاجی صاحب اسکے متعلق فرماتے تھے کہ بعض بزرگوں کا مقام قدم موسیٰ پر ہوتا
ہے وہ مرتے وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نام لیکر انتقال کرتے ہیں اونکو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے
مقام سے مناسبت ہوتی ہے اسی طرح بعضوں کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مقام سے مناسبت ہوتی ہے
وہ مرتے وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام لیتے ہیں اُن پر یہودی یا نصرانی ہونیکا گمان ہرگز نہیں
کرنا چاہئے یہ تحقیق تو حضرت حاجی صاحب کی ہے اسکے متعلق میری بھی ایک چھوٹی سی تحقیق ہے
کیونکہ اس بات کے معلوم ہو جانے سے کہ وہ بزرگ قدم موسیٰ پر مرے یا قدم عیسیٰ پر مرے (علیہم السلام)
اصل حیرت تو دفع نہیں ہوئی یہ شبہ پھر بھی رہا کہ کیا اونکو حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے فیض نہوا
تھا مجھے بھی یہ خلجان تھا۔ ایک بات اللہ نے میرے دلمیں ڈالی جس سے اطمینان ہو گیا۔ وہ یہ کہ یہ
سب اصطلاحیں ہیں خود شیون محمدی کی۔ بات یہ ہے کہ حضور میں مختلف شانیں تھیں۔ بعضی شان
مشابہ تھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شان کے اور بعضی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان کے۔ اسی

مشابہت کی بناء پر اُن شانوں کا نام اصطلاح میں قدم موسیٰ اور قدم عیسیٰ ہوگیا۔ باقی ہیں وہ سب شیونِ محمدی ہی۔ شیون محمدی میں سے جو شان مشابہ ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اوسکا نام قدمِ موسیٰ ہے اور جو مشابہ ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اوسکا نام قدم عیسیٰ ہے تو قدمِ موسیٰ ایک خاص نسبت کا نام ہے جو جناب رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم سے پائی جاتی ہی اور جو مشابہت رکھتی ہے نسبت موسیٰ سے چونکہ آپ جامع الکمالات ہیں پس اُس سے مستفید ہونا نہ اس حیثیت سے ہی کہ وہ کمال موسوی ہے بلکہ اس حیثیت سے ہی کہ وہ دراصل کمال محمدی ہی کیونکہ حضور تمام انبیا کے کمالات کے جامع تھے ۵

حُسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری   آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

آپ جامع جمیع نسب ہیں محض عنوان مختلف ہیں لیکن معنون ایک ہے ع عباراتنا شتی وحسنک واحد
اس تقریر سے ثابت ہوا کہ جنہوں نے حضرت عیسیٰ یا حضرت موسیٰ علیہم السلام کا کلمہ پڑھکر انتقال کیا وہ ملتِ عیسوی یا ملتِ موسوی پر نہیں مرے بلکہ ملتِ محمدیہ ہی پر مرے۔ اس تقریر سے اِس آیۃ کی تفسیر بھی آسان ہوجائیگی واتبع ملۃ ابراہیم یعنی وہ ملت جو ہم نے آپکو عطا کی ہے اور جو موافق ہے ملتِ ابراہیمی کے وہ دراصل ملتِ محمدیہ ہی ہے معنی یہ ہیں کہ اُس ملت کا اتباع کیجیو جو ہم نے آپکو عطا کی ہے جو دراصل تو ہے ملت محمدیہ ہی لیکن اوسکا لقب بوجہ توافق کے ملتِ ابراہیم ہے ورنہ بظاہر اسمیں یہ اشکال تھا کہ حضور کو حضرت ابراہیم کے اتباع کا حکم ہوا یہی وجہ ہی کہ واتبع ابراہیم حنیفا نہیں فرمایا جیسے فاتبعونی یحببکم اللہ میں فاتبعوا طریقی نہیں فرمایا یہاں طریق کا لفظ نہیں بڑھایا گیا اور وہاں ملت کا لفظ بڑھایا گیا۔ دیکھیئے ایک جگہ ارشاد فرماتے ہیں فبھداھم اقتدہ یہ نہیں فرمایا فبھم اقتدہ۔ کیونکہ ایک تو اونکا اقتدا ہی اور ایک اونکے ھدیٰ کا اقتدا ہے اِن دونوں میں بہت فرق ہے جو ہدایت حضور کو عطا ہوئی اتباع اوسی کا ہی اوسکو ہداہم سے تعبیر فرمایا مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اندر ایک آزادی کی شان نازکی شان جوش و خروش حمیت غیرت یہ مضمون بہت ہی اور نسبت عیسویہ میں زہد اور ترک دنیا کا غلبہ تعلقات کی کمی وغیرہ کا مضمون بہت ہی۔ اور حضور میں سب شیون کامل ہیں ایک بزرگ تھے اونکی یہ خواہش ہوئی کہ مجھے یہ معلوم ہوجاوے کہ حقتعالیٰ کے نزدیک میرا کیا مقام ہے اونکو اپنا مقام معلوم نہ تھا

ایسا ہوتا ہے۔ بعض بزرگوں کے ساتھ حق تعالےٰ کا یہی معاملہ ہوتا ہے کہ اونکے مقام کی اونکیں اطلاع نہیں کیجاتی جسطرح بادشاہوں کو اپنے بعض غلاموں سے خاص تعلق ہوتا ہی لیکن اونکے سامنے اسکا اظہار نہیں کرتے تاکہ کہیں سرکشی نکرنے لگے۔ اُن بزرگ کے ایک مرید ایک دوسرے سے ملنے کیلئے گئے اُن دوسرے بزرگ نے پوچھا کہ تمھارے یہودی پیر اچھے ہیں اِنکو اپنے پیر کی شان میں یہ لفظ سُنکر بہت ناگوار ہوا لیکن چونکہ اپنے پیر کے بھیجے ہوئے تھے کچھ نہ بولے۔ یہاں آکر اپنے پیر سے بڑی شکایت کی کہ ایسا واہیات لفظ آپکی شان میں فرمایا وہ بزرگ اُن الفاظ کو سُنکر وجد کرنے لگے اور فرمایا کہ تمھیں خبر نہیں اونھوں نے مجھے میرے مقام کی اطلاع دی ہی کہ میں قدم موسیٰ پر ہوں جسکے معلوم کرنیکی مجھے مدت سے تمنا تھی۔ پھر ہمارے حضرت نے فرمایا کہ ایسے نازک قصے ہیں اس طریق کے اسی واسطے سچ یہ ہے کہ اللہ اللہ کرنیوالے پر ہمت اعتراض کی نہیں ہوتی۔ ہاں انتظام شریعت کے لئے تو واجب ہی مگر قلب سے ہمت نہیں ہوتی۔

۲۳ شوال ۱۳۴۲ھ

(۶۵۴) مولوی عبدالحکیم سیالکوٹی کا قصہ بیان فرمایا کہ مصنف شمس بازغہ کو وہ لوگوں کی نظر وں میں بیقدر کرنا چاہتے تھے۔ شاہجہاں بادشاہ کا زمانہ تھا۔ شاہی خاندان میں سے کسی شخص کا انتقال ہوا مصنف شمس بازغہ ملا محمود فاروقی جونپوری سے نماز جنازہ پڑھانیکے لئے کہا گیا۔ مولوی عبدالحکیم نے اُن سے چپکے سے کہا کہ مجمع زیادہ ہی قرأت پکار کر پڑھنا تاکہ سب لوگ سُن لیں۔ ملا محمود نہایت ذہین شخص اور معقولی آدمی تھے لیکن دینیات نہ جاننے سے دھوکہ میں آگئے نماز جنازہ میں قرأت شروع کردی۔ سب لوگ کہنے لگے کہ یہ شخص عالم نہیں محض جاہل ہی پھر اونکی وقعت لوگوں کی نظروں میں بالکل نہ رہی۔ عرض کیا گیا کہ مولوی عبدالحکیم تو بڑے شخص تھے اونھوں نے ایسی حرکت کیوں کی۔ فرمایا کہ مُلّا تھے۔ پھر فرمایا کہ حُبِ جاہ ایسا مرض ہی کہ اسکا پتہ چلنا مشکل ہی۔ جب کوئی واقعہ پیش آوے اور گرانی ہو تب پتہ چلتا ہے کہ اوہو ہم میں مرض حب جاہ کا ہے۔

(۶۵۵) حضرت کا معمول ہی کہ اگر کوئی وظیفہ یا عمل کسی حاجت کے لئے کوئی پڑھوانا چاہتا ہی تو اوسکی مناسب اجرت پڑھنے والے طالب علموں کو پڑھانیوالے سے دلواتے ہیں۔ ایک صاحب نے اولاد کے محفوظ رہنے کے لئے اجواین اور سیاہ مرچ پڑھوانی چاہیں۔ اسکے لئے اسّی بار سورہ والشمس پڑھی جاتی۔

ایکبار تو حضرت خود پڑھ دیتے ہیں اور چالیس مرتبہ کسی غریب طالب علم سے پڑھوا دیتے ہیں اور ہم آنہ دلواتے ہیں چنانچہ پیشتر یہ تحقیق کیا کہ کون صاحب زیادہ غریب ہیں۔ ایک صاحب کو حضرت نے تجویز فرمایا جو عیالدار ہیں یعنی بہت سے متعلقین اونکے ذمہ ہیں لیکن اونکی شادی نہیں ہوئی ہے۔ عرض کیا گیا کہ وہ عیالدار بھی ہیں۔ مزاح میں فرمایا کہ ایال دار تو ہیں لیکن دُم دار نہیں ہیں (یعنی بیوی نہیں ہے) چار آنہ پیسہ او نکو دیکر فرمایا کہ یہ بلا کراہت جائز ہیں کیونکہ یہ رقیہ ہے اسپر اُجرت لینا جائز ہے۔ پھر فرمایا کہ گو عرفاً یہ اِتنی اُجرت کا کام ہی نہیں لیکن جو نفع اس سے متوقع ہے اوسکے مقابلہ میں چار آنہ کیا چیز ہے۔ یعنی چار آنہ وہ اِس اُمید پر دیتا ہے کہ بچہ کھلانیکو ملجاویگا۔

(۶۵۶) اکثر لوگ بالخصوص عوام آکر صرف اِتنا کہتے ہیں کہ تعویذ دیدو اور از خود یہ نہیں بتلاتے کہ کس چیز کا تعویذ چاہیئے۔ جب حضرت خود پوچھتے ہیں تب بتلاتے ہیں۔ اسپر حضرت بارہا فہمائش فرما چکے ہیں۔

(۶۵۷) ایک رسالہ میں حضرت کا ایک مضمون ماہوار شائع ہوا کرتا ہے۔ یہاں سے بھیجا ہوا کچھ مضمون وہاں کے دفتر میں گم ہوگیا۔ اوسکو دوبارہ طلب کیا گیا لیکن خط میں اُس گم شدہ مضمون کی تعیین ایسے پیچیدہ عنوان سے کیگئی تھی کہ حضرت اوسکو نہ سمجھ سکے۔ بہت فضول حوالے دیکر اور غیر ضروری توضیح کرکے اصل مضمون کو بالکل خبط کر دیا تھا۔ حضرت کی طبیعت غایت درجہ سہولت پسند ہے اگر کسیکو کوئی کام دیتے ہیں یا کوئی تقریر فرماتے ہیں تو نہایت ہی سہل کرکے تاکہ دوسرے کو سمجھنے میں ذرا دِقت یا اُلجھن نہ ہو۔ واقعی مشکل سے مشکل کام کو سہل کرکے پیش کر دینا تو حضرت ہی کا حصّہ ہے۔ بارہا فرمایا کہ مشکل سے مشکل کام کو سہل کر دینا کوئی مجھسے آکر سیکھے یہ بھی فرمایا کہ مدرسی کے زمانہ میں مشکل سے مشکل مقامات کو طالب علموں کے سامنے بالکل پانی کرکے بیان کر دیتا تھا۔ گو اِسمیں میرے دماغ کو نہایت تعب ہوتا تھا کیونکہ سارے مضمون کو ایک خاص طریقہ سے ترتیب دیکر پیشتر ذہن میں مستحضر کر لینا پڑتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ جسنے مجھسے ایک سبق بھی پڑھ لیا پھر وہ کسی دوسرے مدرس کے کام کا نہ رہتا تھا کیونکہ اوسکی پھر اور جگہ تسلی ہوتی ہی نہ تھی۔ تو چونکہ حضرت کی طبیعت فطرۃً غایت درجہ سہولت پسند ہے اِس لئے دوسرا شخص اگر کوئی اُلجھی ہوئی تقریر کرتا ہے تو نہایت پریشان ہوتے ہیں احقر کو اسبارہ میں بارہا تنبیہ فرما چکے ہیں۔ رسالہ والوں کے خط کو بھی احقر کے حوالہ فرمایا کہ آپ ہی اسکا مطلب حل کیجئے کیونکہ آپ بھی ایسی ہی اُلجھی ہوئی تقریر کرنے کی عادی ہیں۔ یہ فرمایا کہ اونکو صرف اسقدر

لکھدینا چاہئے تھا کہ گم شدہ مضمون کے ماقبل کے اخیر کی عبارت یہ ہے اور مابعد کے شروع کی عبارت یہ ہے اسکے درمیان کا مضمون درکار ہے بس اور باتیں سب فضول ہیں۔ احقر سے فرمایا کہ اگر آپ معلوم کر سکیں تو بس صرف یہ دو باتیں اس خط سے معلوم کر کے مجھکو بتلادیں باقی اور کسی توضیح وغیرہ کی حاجت نہیں۔ احقر نے بدقت تمام اِن دو عبارتوں کو اس خط سے معلوم کر کے حضرت کے سامنے پیش کر دیا۔ جس سے اُس مضمون گم شدہ کی تعیین نہایت سہولت کیساتھ ہوگئی حضرت نے فرمایا کہ دیکھئے ان عبارتوں کے علاوہ جتنی توضیح اِدھر اُدھر کی اونھوں نے کی ہے بالکل فضول ہے اگر صرف انہیں دو عبارتوں کو نکالدیدیتے تو کسقدر سہولت سمجھنے میں ہوتی۔ غیر ضروری مضامین کو شامل کر کے اصل مطلب کو کسقدر گنجلک میں ڈال دیا۔ فضول عبارت سے مجھے سخت اُلجھن ہوتی ہے کیونکہ مجھکو یہ تو معلوم نہیں ہوتا کہ یہ فضول ہے اِسلئے سب کا جوڑ لگاتا ہوں اسوجہ سے اور بھی مطلب خبط ہو جاتا ہے۔ عرض کیا گیا کہ اپنے نزدیک توضیح کی غرض سے ایسا کیا جاتا ہے۔ فرمایا کہ ایسی ہی توضیح کرنی ہے تو یہ بھی لکھا کریں کہ فلاں سنہ میں پیدا ہوا تھا فلاں تاریخ کو میرا عقیقہ ہوا۔ غیر ضروری توضیح سے تو اور بھی مطلب خبط ہو جاتا ہے۔ بس جو اصل مضمون ہو اوسپر اکتفا کرے۔ مجھے تو غیر ضروری مضامین کی آمیزش سے نہایت کلفت ہوتی ہے۔

(۶۵۸) ایک شخص جو اکثر امور میں خواہ مخواہ حضرت کی مخالفت کیا کرتے ہیں ہمیشہ مصائب میں مبتلا رہتے ہیں ایک صاحب نے عرض کیا کہ باوجود اسکے پھر بھی وہ مخالفت سے باز نہیں آتے فرمایا کہ میں تو حقتعالٰے سے یہ دعا کیا کرتا ہوں کہ میری وجہ سے آپ اپنی کسی مخلوق پر ذرہ برابر تکلیف نہ ڈالیں اُن صاحب نے عرض کیا کہ دعا کا قبول ہونا نہونا تو آپکے اختیار میں نہیں حقتعالٰی کو تو غیرت آتی ہے اِسلئے انتقام لیتے ہیں جیسے حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ کی دعا اِس باب میں قبول نہیں ہوئی۔ اِسپر حضرت نے فرمایا کہ جو میرے اختیار کی بات نہیں اوسکو میں کیا کر سکتا ہوں۔ باقی اپنی طرف سے تو میں سب کو دل سے معاف کرتا رہتا ہوں۔ پھر فرمایا کہ حضرت حافظ شیرازی فرماتے ہیں ؎

بس تجربہ کردیم دریں دیر مکافات با دردکشاں ہر کہ در اُفتاد بر اُفتاد

پھر اُن صاحب نے اوسی شخص کی بابت کہا کہ اِصلاح تو اوسکی کرے جو آدمی ہو جانوروں کی کون اِصلاح کرے۔ حضرت نے فرمایا کہ جناب جانوروں کی اِصلاح تو آسان ہے کیونکہ وہاں عدم اِصلاح کا

تو قصد نہیں ہوتا - تین صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ اصلاح کا قصد ہو اگر ایسا ہو تب تو سُبحان اللہ - و
دوسری صورت یہ ہے کہ نہ اصلاح کا قصد ہو نہ عدم اصلاح کا ایسے شخص کی بھی اصلاح ہو سکتی ہے
اور ایک وہ ہے کہ عدم اصلاح کا ارادہ کر بیٹھے اوسکی اصلاح تو نبی سے بھی نہیں ہو سکتی -

(۶۵۹) ایک صاحب نے عرض کیا کہ ایک شخص ایک نقل بیان کرتے تھے کہ ایک بزرگ ایسے تھے کہ وہ جس بزرگ سے مصافحہ کرتے تھے اونکی ولایت سلب کر لیتے تھے اخیر میں اونھیں ایک ایسے بزرگ ملے جنھوں نے اُن بزرگ کی ولایت بھی اور جتنے بزرگوں کی وہ ولایتیں سلب کر چکے تھے وہ سب ولایتیں بھی ایکدم سے سلب کر لیں - اسپر حضرت بہت ہنسے - پھر اسکی تحقیق بیان فرمائی کہ دو حالتیں ہیں ایک تو حالت نسبت مع اللہ کی ہے یا جو متعلق ہو نسبت مع اللہ کے وہ تو موہوب ہے یعنی حقتعالے کی عطا ہے جو موجب ہے قُرب کی یا مرتب ہے قُرب پر - اسپر تو کسیکا اختیار ہی نہیں - اور ایک ہوتی ہیں کیفیات نفسانیہ - اونمیں طبیعت کی خصوصیت کو اور اسباب طبیہ و طبعیہ کو بھی دخل ہے مثلاً کیفیت شوقیہ جس کے پیدا کرنے میں خاص اسباب طبیہ کو بھی دخل ہے یہ ایک کیفیت نفسانیہ ہے جسکو قُرب سے کوئی تعلق نہیں - جیسے قوت جسمیہ کو قرب سے کوئی تعلق نہیں گو قوت جسمیہ بواسطہ سبب ہو جاوے عبادت کا اور طاعت کا اور وہ سبب ہو جاوے قرب کا - مگر فی نفسہ وہ اسباب قرب میں سے نہیں - اسی طرح کیفیت شوقیہ فی نفسہ اسباب قرب میں سے نہیں گو بواسطہ سبب ہو جاوے عبادت اور طاعت کا جو کہ سبب قرب ہے - اسواسطے کہ یہ کیفیت مسبب ہے محض اسباب طبیہ سے مثلاً مزاج میں قوت ہونا صحت کا اچھا ہونا ہر طرح کا اطمینان ہونا یعنی معاش کی طرف سے بھی اطمینان ہے اور اعدا کی طرف سے بھی کوئی اندیشہ نہیں - ان سب اسباب کا خاصہ ہے کہ ایک قسم کی کیفیت شوقیہ نشاطیہ پیدا ہو جاتی ہے - تو غرض یہ ہے کہ یہ کیفیت اسباب جسمیہ میں سے ہے سو تصرف سے یہ کیفیت سلب ہو سکتی ہے یعنی دوسرا اسکو سلب کر سکتا ہے جیسے قوت جسمیہ کو تصرف سے سلب کر لیتے ہیں - جیسے عامل لوگ کرتے ہیں کہ قوت خیالیہ سے تصرف کر کے دوسرے کی قوت کو سلب کر لیتے ہیں جسکے اثر سے ہاتھ پاؤں بیکار سے ہو جاتے ہیں ایسے ہی قوت خیالیہ کے ذریعہ سے کیفیت نشاطیہ مغلوب ہو سکتی ہے جسکا اثر یہ ہوتا ہے کہ ایک قسم کی غباوت اور افسردگی طبیعت میں پیدا ہو جاتی ہے - بعض طبیعتیں ایسی کمزور ہوتی ہیں کہ اس افسردگی کیوجہ سے اونکو اسطرح ضرر دین کا بھی ہونے لگتا ہے کہ براہ کسل عبادت چھوڑ بیٹھتے ہیں اور اکثر مبتدی ضعیف الہمت

کیواسطے ایسا ہوجاتا ہے۔ بخلاف صاحب ہمت یا صاحب کمال کے کہ وہ ہر حال میں خواہ بسط ہو یا قبض ہو جسکا وہ مکلف ہے خواہ درجہ استحسان میں یا درجۂ وجوب میں اوسکا برابر پابند رہتا ہے وہ عمل کے لئے کیفیت شوقیہ کا محتاج نہیں ہوتا پس ایسا تصرف خاصہ ہے بعضے ڈاکوں کا جو درویش کہلاتے ہیں کہ نشاط کو سلب کرلیتے ہیں پھر دین کا ضرر پہونچ جاتا ہے بواسطہ اوسکی کم ہمتی کے اسکو عوام سمجھتے ہیں کہ ولایت سلب کرلی۔ جیسے کسی کے کوئی لٹھ مارے اور وہ اپنی کم ہمتی کی وجہ سے پانچ وقت کی نماز چھوڑدے تو اسکو کوئی کہے کہ لٹھ مار کر ولایت سلب کرلی۔ بس یہ تحقیق ہے اسکی۔ پھر اونھیں صاحب نے عرض کیا کہ یہ کیفیت تو محض کسبی ہے منکر فرمایا کہ نہیں یہ کسبی بھی نہیں یہ تو بلکہ بھڑوا ہے۔ کسبی پھر بھی ایک قسم کی مطلوب ہے بھڑوا تو محض سفیر ہی سفیر ہے جسطرح یہ کیفیت محض واسطہ ہے۔ مکرر استفسار پر فرمایا کہ یہ سلب کیفیت بھی محض عارضی طور پر خاص اوسی وقت کیلئے ہوجاتا ہے جیسے توجہ دینے سے تھوڑی دیر کے لئے حرارت وغیرہ کیفیات پیدا ہوجاتی ہیں۔ پھر اُن صاحب نے پوچھا کہ شیخ جو القائے نسبت کرتا ہے اسکے کیا معنی فرمایا کہ اوسکی توجہ اور شفقت میں یہ برکت ہوتی ہے کہ اللہ تعالےٰ نسبت القا فرمادیتے ہیں۔ جیسے اُستاد اگر توجہ اور شفقت کیساتھ پڑھاوے تو شاگرد کے قلب میں اللہ تعالےٰ مضامین القا فرمادیتے ہیں پس القا اُستاد یا شیخ کا فعل نہیں یہی سبب ہے کہ اس قسم کے اجارہ کو فقہا نے ناجائز کہا ہے کہ مثلاً میرے لڑکے کو حساب کا ماہر کردو ہاں یہ جائز ہے کہ تم بتلادو ماہر کردینا کسی کے اختیار میں نہیں اور بتلادینا اختیار میں ہے پھر اُن صاحب نے عرض کیا کہ یہ جو مشہور ہے کہ مشائخ بیعت کے وقت القائے نسبت کردیتے ہیں۔ اسکا کیا مطلب ہے فرمایا کہ بیعت کے وقت اجمالاً القائے نسبت ہوجاتا ہے یعنی مناسبت مجملہ حقتعالےٰ کیساتھ پیدا ہوجاتی ہے۔ اہل اللہ کیساتھ تعلق ہوگیا تو گویا اللہ تعالےٰ ہی کیساتھ تعلق ہوگیا بیعت سے گویا ایک خصوصیت ہوگئی اہل اللہ کے ساتھ۔

(۶۶۰) ایک صاحب نے یہ شکایت تحریر فرمائی کہ مجھے ہر روز احتلام ہوجاتا ہے اسکی کوئی تدبیر ارشاد فرمائی جاوے۔ حضرت نے فرمایا کہ بزرگوں سے منقول ہے کہ سورۂ نوح پڑھکر سونا نافع ہے۔ پھر فرمایا کہ ایک گندہ عمل بھی مشہور ہے جسکا بہت لوگوں نے تجربہ کیا ہے وہ یہ ہے کہ سوتے وقت شیطان کو خطاب کرکے یوں کہے کہ او بے شرم ہمارے باوا کو تو سجدہ کرنا بھی گوارا نہوا اور ہم سے ایسا ذلیل

فعل گوارا کرتا ہے کمبخت تجھے حیا نہیں آتی۔

۲۳ ر ذیقعدہ ۱۳۴۳ھ

(۶۶۱) ایک نووارد صاحب کو جنہوں نے طلب خلوت کیلئے بعد عصر پرچہ دیا تھا حسب معمول بعد مغرب حضرت نے گفتگو کرنے کیلئے اپنے پاس بلوایا۔ وہ صاحب ذرا ہٹکر ایک طرف کو آکر بیٹھنے لگے حضرت نے بغرضِ سہولتِ گفتگو اپنے قریب مواجہہ میں انھیں بیٹھنے کے لئے بلایا کہ یہاں آیئے اُنھوں نے وہیں بیٹھنے کیلئے اصرار کیا۔ کئی بار کے ردوکد کے بعد حضرت نے ذرا تیز لہجہ میں فرمایا کہ لا الٰہ الا اللہ آپنے آتے ہی مخالفت شروع کی۔ بالآخر وہ صاحب سامنے آکر بیٹھے لیکن یہ کہکر کہ مجھے تو حضور کے پیچھے بیٹھنا چاہیئے۔ حضرت نے فرمایا کہ باوجود چند بار کہنے کے آپنے کہنا نہ مانا اور آخر میں مانا بھی تو یہ سُنا کر کہ مجھے تو پیچھے بیٹھنا چاہیئے۔ اچھا جایئے۔ جو شخص آپکو پیچھے بیٹھنے کی اجازت دے اور پیچھے بٹھلا کر آپ سے گفتگو کرے اوسکے پاس جائیے۔ اُنھوں نے معذرت کی تو فرمایا کہ جی نہیں جو آپکا کہنا مانے اور پیچھے بیٹھے بیٹھے آپ سے گفتگو کرسکے اوسکے پاس جایئے۔ اُٹھیئے۔ اُنھوں نے پھر معذرت کی فرمایا کہ اوّل تو دیر تک کہنا ہی نہ مانا۔ جھک جھک ہوتی رہی۔ پھر آکر بیٹھے بھی تو اوسکے ساتھ یہ شگوفہ بھی چھوڑ دیا کہ مجھے تو پیچھے بیٹھنا چاہیئے یعنی مجبور ہوکر آنا پڑا۔ برابر اخیر تک حجتیں کرتے رہے۔ جایئے تشریف لیجایئے۔ آدمی جس شخص کا کہنا خوشی سے نہ مانے اُس سے تعلیم حاصل کرنے سے کیا نفع۔ اُنھوں نے کہا کہ میں تو کہنے پر فوراً حاضر ہوگیا۔ فرمایا کہاں اخیر تک تو حجتیں کرتے رہے۔ کیا میں مسجد میں بیٹھکر جھوٹ بول رہا ہوں۔ آپنے جو کہا کہ مجھے تو پیچھے بیٹھنا چاہیئے تو گویا میں جو آپکو آگے بٹھلا رہا ہوں یہ فضول حرکت ہے۔ میں تو تاکید سے کہہ رہا تھا تواضع سے بھی نہیں۔ تواضع سے کہتا تو خیر کچھ اصرار کی گنجائش بھی تھی۔ اُنہوں نے کہا کہ غلطی ہوئی۔ فرمایا بس غلطی ہوئی تو بھگتو۔ اُنھوں نے عرض کیا کہ میں بہت دُور سے آیا ہوں۔ فرمایا کہ آئے تو میرے اوپر کوئی احسان کیا۔ آتے ہی مخالفت کی۔ اور ایسی ہی توضع تھی تو خیر ایک دفعہ انکار کر دیا ہوتا۔ تین چار دفعہ کہنے کے بعد آکر بیٹھے اور اخیر میں بیٹھتے بیٹھتے یہ بھی کہا کہ مجھے تو پیچھے بیٹھنا چاہیئے۔ اُن صاحب نے پھر معذرت کی کہ مجھسے غلطی ہوئی۔ فرمایا کہ غلطی کیوں ہوئی۔ کوئی بچے ہو۔ دُودھ پیتے ہو۔ اُنہوں نے کہا کہ مجھے سامنے بیٹھتے ہوئے لحاظ آیا۔ فرمایا کہ یہ کیسا لحاظ ہے۔ یہ کیسا ادب ہے کہ زبان سے جو کہوں اوسکے تو خلاف کیا جائے اور جو ادب اپنی رائے سے

تجویز کرلیا اُسپر عمل کیا جاوے۔ سُبحان اللہ کیسا اچھّا ادب ہے۔ کیسی اچھّی تعظیم ہے۔ کچھ عقل بھی ہے۔ جسکے ساتھ اعتقاد ہو اوسکی مخالفت تو نکرنا چاہیئے۔ وہ جو کہے کرے۔ پھر ایک تو سرسری کہنا ہوتا ہے۔ میں نے تو تاکید کے ساتھ کہا تھا۔ اور جب آکر بیٹھے تو پھر واہیات اپنی بک بک بھی لگائی۔ کہ مجھے تو پیچھے بیٹھنا چاہیئے۔ بھلا اسکی کیا ضرورت تھی۔ کیا یہی انسانیت ہے۔ یہی تہذیب ہے۔ اِسی کو ادب کہتے ہیں۔ پھر فرمایا اچھا کہیئے۔ جو کچھ کہنا ہو۔ بیٹھتے ہی دل بُرا کر دیا۔ کہو اصل مطلب کیا ہے۔ اُنھوں نے کہا کہ مُرید کرلیجئے۔ فرمایا کہ میں نہیں کرتا ایسے کو مُرید جسمیں صرف ادب ہو اطاعت نہو۔ یا یہاں رہکر میرا اطمینان کردو۔ یہ بتلاؤ کتنے دِن رہ سکتے ہو۔ اُنھوں نے کہا کہ جتنا حضور فرماویں۔ حضرت نے فرمایا کہ اچھا میں تو دس برس کہتا ہوں۔ رہوگے دس برس۔ اُنھوں نے کہا کہ دس برس تو نہیں رہ سکتا۔ فرمایا کہ پھر یہ کیوں بکا تھا کہ جتنا آپ کہیں۔ میں نے پوچھا کتنے دِن رہ سکتے ہو۔ تمنے یہ کہا کہ جتنا آپ کہیں۔ پھر جب میں نے کہا کہ دس برس رہوگے تو لگے حیلے کرنے۔ پھر پہلے ہی کیوں یہ کہا تھا کہ جتنا آپ کہیں۔ میرے اوپر کیوں بوجھ ڈالتے ہو۔ اور جو میرے ہی اوپر رکھا تھا تو پھر بھاگتے کیوں ہو۔ رہو دس برس۔ کرلونگا مرید۔ اور اگر اِس دس برس میں مَیں مرگیا یا تم مرگئے تو مجبوری ہے۔ پھر فرمایا کہ دیکھو تم لوگ ایسی تکلیف دیتے ہو۔ سیدھا جواب دو تو کام شروع ہو۔ میرے سیدھے سوال کا اُلٹا جواب ملتا ہے۔ یہ کونسی تہذیب ہے۔ اب بھی سیدھا جواب دیدو۔ اِسپر وہ صاحب خاموش بیٹھے رہے۔ فرمایا کہ اب میری بات کا جواب بھی نہیں ملتا۔ دیکھو اِتنا وقت میرا ضائع کیا۔ اوّل تو آتے ہی جھک جھک ہوئی۔ پھر معاملہ کی بات پوچھی کہ کِتنا رہ سکتے ہو تو اُسکا کیا خوبصورت جواب ملا کہ جتنا آپ کہیں۔ اب سیدھا جواب مانگتا ہوں تو خاموش بیٹھے ہیں۔ اِسقدر تکلیف دیتے ہیں آپ لوگ۔ اِسپر اُن صاحب نے کہا کہ میں پانچ روز رہ سکتا ہوں۔ فرمایا کہ پانچ روز میں حال نہیں معلوم ہو سکتا۔ اور تمنے بیٹھتے ہی اپنے کمالات ظاہر کرنے شروع کردیئے۔ اِس سے اور بھی اطمینان جاتا رہا۔ کہ نہ معلوم ایسے ایسے کتنے عیوب بھرے پڑے ہونگے۔ ایسی صورت میں چار مہینہ رہو تب ٹھیک حال معلوم ہوسکے۔ اور جو نہیں رہ سکتے تو خط کے ذریعہ سے بھی اطمینان ہو سکتا ہے۔ خط بھیجتے رہو۔ جب ہمکو اطمینان ہو جائیگا اور دل قبول کرلیگا تب مرید بھی کرلینگے۔ خط سے بھی پیری مریدی ہو جاتی ہے۔ لیکن کرینگے جب ہی کہ جب دلکو تسلی ہو جائیگی۔ ابھی تو ہمیں تمھارے اوپر اطمینان نہیں۔ پھر حضرت نے فرمایا کہ اور کچھ کہنا ہو تو وہ بھی

کہہ لو اُنھوں نے غالبًا پھر کچھ بیعت ہی کے متعلق کہا جسکو احقر سُن نہ سکا فرمایا کہ اور کچھ کہنا ہو تو کہہ لو اِسکا جواب تو ہولیا۔ اونھوں نے غالبًا کچھ تعلیم حاصل کرنی چاہی۔ فرمایا کہ وہ بات کہو جو خط سے نہو سکے۔ یہ تو خط سے بھی ہو سکتی ہے۔ خط میں لکھ بھیجو جو کچھ پڑھتے ہو۔ پھر جو مناسب ہوگا میں لکھ بھیجونگا۔ مگر اوّل بار جو خط آوے اوسمیں یہ پرچہ جو تمنے آج مجھکو دیا ہے ضرور رکھنا۔ پھر دوسرا خط جو بھیجو اوسمیں پہلا خط رکھکر بھیجنا۔ ہر خط کے اندر پچھلا خط رکھدیا کرنا۔ آٹھ دس خطوںمیں ایسا ہی کرنا۔ پھر ذہن میں بھی تمھاری صورت جم جائیگی۔ بس پھر ضرورت نہیں۔ شروع کے آٹھ دس خطوںمیں بلا اِسطرح کئے یاد نہیں رہ سکتا۔ کیونکہ میرے پاس سیکڑوں خطوط آتے ہیں۔ اور بہت سے کام رہتے ہیں۔ کِس کِسکو یاد رکھ سکتا ہوں۔ پھر فرمایا کہ اور کچھ بھی کہنا ہے۔ اُنھوں نے دعا کیلئے عرض کیا۔ فرمایا ہاں دعا سے کیا اِنکار ہے۔ لیکن نام لیکر خاص طور سے دعا کرنیکا وعدہ نہیں کرتا۔ کیونکہ کام بہت رہتے ہیں۔ یاد ہی نہیں رہتا۔ ویسے سب مسلمانوں کیلئے دعا کرتا ہوں۔ پھر فرمایا اور کوئی بات ہو تو کہدو۔ اِسپر اُن صاحب نے سکوت کیا۔ فرمایا کہ خاموش کیوں بیٹھے ہو۔ اُنھوں نے کسی ایسی بات کا اعادہ کیا جو پیشتر کہہ چکے تھے۔ فرمایا یہ تو کہہ چکے۔ اُسکا میں جواب بھی دیچکا۔ کوئی نئی بات کہنا ہو تو کہو۔ اور اگر اور کچھ نہیں کہنا تو جاؤ۔ اُنھوں نے کہا کہ بس اور کچھ نہیں کہنا۔ فرمایا جاؤ لیکن یہ یاد رکھو کہ کسی کو تکلیف نہیں دینا چاہیئے۔ اِسوقت تمنے مجھے سخت تکلیف پہونچائی۔ بھلا انصاف تو کرو مجھے کیا خبر تمھاری فرصت کی تمھارے حالات کی۔ تمھیں خود چاہیئے تھا اپنے حالات دیکھکر بتلانا کہ میں اِتنے دِن ٹھیر سکتا ہوں۔ یہ نہایت نامعقول جواب تھا کہ صاحب جتنا تم کہو۔ تمنے تکلیف بھی پہونچائی اور وقت بھی ضایع کیا۔ جسکے پاس دینی نفع حاصل کرنے جاتے ہیں اُس سے تکلّف نہیں کیا کرتے۔ سیدھی طرح مسلمانوں کی طرح باتیں کرنا چاہئیں۔ کافروں نے سِکھلائے ہیں یہ تکلّف۔ اللہ رسول نے کہیں تکلّف نہیں سکھلایا۔ اللہ رسول کے خلاف ہے یہ تکلّف کہ دِلمیں تو تھے پانچ دِن۔ اور زبان سے یوں کہدیا کہ جبتک آپ کہیں۔ کیا یہ مسلمانونکی بات ہے۔ کیا یہی بتلایا ہے اللہ رسول نے پھر حضرت نے پوچھا کہ بُری بات تھی یا نہیں۔ سمجھ میں بھی آیا یا نہیں۔ اُنھوں نے کہا کہ واقعی بُری بات تھی۔ پھر حضرت نے فرمایا کہ بس آئندہ کسی کے ساتھ ایسا ہرگز مت کرو جاؤ۔ پھر اُدہر وہ صاحب اُٹھے اِدہر حضرت نے اُٹھتے ہوئے فرمایا کہ خواہ مخواہ کیلئے سیدھے طریقہ کو چھوڑ کر اُلٹی ہی چال چلتے ہیں۔ جاہل پیروں نے ناس کیا ہے۔

(۶۶۲) ایک عورت نے حضرت کی خدمت میں لکھا کہ میرا شوہر جب مجھے خواب میں دیکھتا ہے تو کسی غیر مرد کے ساتھ بات چیت کرتے۔ اِسکے اوپر وہ خواہ مخواہ مجھپر بدگمانی کرتا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ کیا ٹھکانا ہے بدگمانی کا آجکل بدگمانی بہت ہی کرنے لگے ہیں۔ پھر فرمایا کہ ایک شخص کو کین کھاتا تھا۔ اسکو بیداری میں اپنی عورت دوسرے مرد کے ساتھ دکھلائی دیا کرتی۔ وہ کہتا کہ میں تجھکو کسی روز قتل کردونگا۔ وہ عورت بیچاری سخت پریشان۔ مجھسے کہا۔ میں نے کہا کہ اوسکے دماغ میں خرابی معلوم ہوتی ہے۔ چنانچہ معلوم ہوا کہ وہ کوکین کھاتا ہے۔ میں نے کہا کہ کسی طرح اُس سے کوکین چھُڑا دیجاوے۔ عورت نے پیچھے پڑکر اُس سے کوکین چھُڑوادی۔ جسدن سے اوسنے کوکین کھانا چھوڑا اوسی دِن سے وہ بات جاتی رہی۔ وہ سارے مکاشفات کوکین کی برکت سے تھے۔ پھر فرمایا کہ اِس عورت کے خاوند کو بھی یبس دماغ معلوم ہوتا ہے۔

(۶۶۳) ایک غریب نئے طالب علم کو حضرت نے امداد کے طور پر تیسیر المبتدی کی قیمت دینے کا ارادہ کیا۔ چونکہ حافظجی تاجرانہ قیمت پر کتابیں دیتے ہیں اسلئے حضرت نے ازراہ خیر خواہی اُس طالبعلم کو یہ مشورہ دیا کہ مطبع سے سستی قیمت میں کتاب ملجاویگی۔ وہاں سے خریدنا۔ اُس طالبعلم نے جاکر حافظجی سے کہدیا کہ حضرت نے مطبع سے خریدنیکے لئے کہا ہے۔ حضرت کو بھی احتمال ہوگیا تھا کہ کہیں یہ بات حافظجی سے جاکر نہ کہدے اس لئے میاں نیاز سے کہا کہ اِسکو واپس بُلالاؤ۔ لیکن وہ پہنچ چکا تھا۔ اور اُس نے بلاضرورت جاتے ہی حافظجی سے وہی بات کہنا شروع کردی تھی۔ حضرت کو بہت ناگوار ہوا۔ اوسکو بہت ڈانٹا کہ میں نے تمسے یہ کہا تھا کہ تم جاکر یہ پیغام حافظجی کو پہونچادو۔ حافظجی سے کہنے کی کیا ضرورت تھی۔ میں نے تو تمھاری خیر خواہی کے لئے مشورہ دیا تھا کہ بھائی غریب آدمی ہیں سستی کتاب ملجاوے۔ تم نے اِس خیر خواہی کا یہ بدلہ دیا۔ کیا تم میرا حافظجی سے رنج کرانا چاہتے ہو۔ وہ سمجھیں گے کہ یہ خریداروں کو میرے یہاں آنے سے روکتا ہے۔ اُس نے کہا غلطی ہوئی مجھے طریقہ نہیں معلوم تھا۔ فرمایا کہ یہ تو موٹی بات تھی اِسمیں طریقہ جاننے کی کیا حاجت تھی۔ پھر اُس سے فرمایا کہ جاؤ اب ہم تمھاری مدد نہیں کرتے۔ پھر فرمایا کہ دیکھئے یہ رائے دینے کا نتیجہ ہے۔ رائے کا تو حاصل یہ ہے کہ تو ایسا کر پیام تو نہیں دیا جاتا کہ تو جاکر ایسا کہدے۔ اللہ تو بہ طبیعتیں کیسی بھدّی ہیں اسی طرح محمد عمر سے میں نے کہا تھا کہ تمھیں قاری صاحب سے مشق کرنیکی ضرورت نہیں۔ ہاں مخارج ٹھیک کرلو۔ آپنے جاکر قاری صاحب سے کہدیا کہ اوسنے یہ کہا ہے۔ کئی دِنتک

اس بات کا رنج رہا قاری صاحب کو کہ میری مشق کو ایسا سمجھا۔ اِسی وجہ سے میں کسی کو رائے نہیں دیا کرتا کہ مخاطب ماشاء اللہ آجکل بہت صحیح المذاق اور صحیح الحس ہیں۔ یہ رائے دینے کا نتیجہ ہے۔ جب یہ پوچھا کہ حافظ جی سے جاکر کہنے کی کیا ضرورت تھی تو اِسکا یہ جواب مِلا کہ مجھے طریقہ نہیں معلوم تھا۔ بھلا اِسمیں طریقہ معلوم ہونیکی کیا ضرورت تھی۔ کیا میرے یہاں کے کوئی خاص طریقے ہیں۔ یہ تو موٹی باتیں ہیں۔ کیا یہ باتیں مخصوص ہیں میرے ساتھ۔ یہ تو عام باتیں ہیں۔ لاحول ولاقوۃ۔ اب افسوس ہو رہا ہے کہ کیوں میں نے رائے دی تھی۔ میں تو ہمیشہ کہا کرتا ہوں کہ میری خوش خلقی سبب ہو جاتی ہے بد خلقی کا۔ اگر شروع ہی میں کہدیتا کہ اگر نہیں خرید سکتے تو خیر ہم کچھ مدد نہیں کر سکتے۔ اب خیر خواہی کرنے سے دو بد خُلقیاں کرنی پڑیں۔ ایک تو کچھ مدد کا ارادہ تھا وہ بدلنا پڑا۔ دوسرے ڈانٹ ڈپٹ کیگئی۔ بوجہ تکلیف ہوئی قلب کو۔ مجھے تو احتمال بھی نہیں ہوا کہ وہاں جاکر کہدیگا ورنہ منع کر دیتا۔ اسکے بعد پھر اور ایک شخص کی معرفت اُس طالب علم کو تیسیر المبتدی کی قیمت بھجوا دی۔

(۶۶۴) بحمد اللہ درس مثنوی پھر شروع ہو گیا ہے۔ دفتر چہارم ہو رہا ہے۔ یہ شعر آیا ؎

توچنیں خواہی خدا خواہد چنیں　　　　مے دہد حق آرزوئے متقیں

فرمایا کہ حدیث شریف میں حضرت عائشہؓ صدیقہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب منقول ہے ما اری ربک الا یسارع فی ہواک۔ یعنی میں دیکھتی ہوں کہ جو آپکا جی چاہتا ہے وہی اللہ میاں بھی کہنے لگتے ہیں۔

(۶۶۵) دوران درس مثنوی میں فرمایا کہ تلبیس بزرگوں کے پاس نہیں رہ سکتی۔ اوّل تو تمیز اُنکی بڑھی ہوئی ہوتی ہے۔ دوسرے اُنکی برکت بھی ہوتی ہے۔ طالب کو بھی اکثر اوقات اپنا بھلا بُرا سب معلوم ہو جاتا ہے کہ میں اپنے اندر کیا لئے ہوئے ہوں۔

(۶۶۶) ایک پختہ عمر کے دیہاتی طالب علم نے محض دعا کرانیکے لئے سفر کیا۔ اُنھوں نے شکایت کی کہ میں کلام مجید بھول بھول جاتا ہوں۔ حضرت نے فرمایا کہ یا علیم (۵۰ بار) بعد نماز فجر پڑھکر قلب پر دم کر لیا کرو۔ پھر فرمایا کہ اسکے لئے سفر کی کیا ضرورت تھی۔ خط لکھدیتے میں دعا کر دیتا۔ بس اتنی ہی بات کے لئے اتنا وقت بھی صرف ہوا اور اتنا خرچ بھی پڑا۔ خط سے بھی تو دعا ہو سکتی تھی۔ پھر فرمایا کہ تم کوئی سورت سُنا سکتے ہو۔ اُنھوں نے کہا کہ بہت دِن ہوگئے یاد کرتے لیکن کوئی سورت میں نہیں سُنا سکتا۔

حضرت نے فرمایا کہ تمھیں کسنے حفظ شروع کرایا۔ اگر حافظہ اچھا نہو تو حفظ نہیں کرنا چاہیئے۔ اگر اتنے دن میں ایک سورت بھی اچھی طرح یاد نہیں کرسکے تو تم بھائی معذور ہو۔ چھوڑ دو حفظ کرنا۔ کتابیں پڑھو۔ اُردو کی مسئلہ مسائل کی۔ کیا ساری عمر یوں ہی ختم کردوگے۔ فرض نہیں ہے حفظ کرنا۔ ہاں اگر یاد کرلیا ہو تو محفوظ رکھنا فرض ہے۔ اور اگر حفظ نہوا ہو تو حفظ کرنا فرض نہیں۔ جب یاد ہی نہیں ہوتا تو چھوڑدو۔ دیکھکر پڑھ لیا کرو۔ پھر شاید دیکھتے دیکھتے یاد بھی ہو جاوے۔ کتابیں پڑھنا شروع کرو۔ آخر وہ بھی تو فرض ہیں۔ پھر کیا انھیں بڑھاپے میں پڑھوگے۔ خدانے یہ حکم نہیں دیا کہ مصیبت میں پڑو۔

۴ ر ذیقعدہ ۳۴ھ

(۶۶۷) حضرت مثنوی شریف کا درس فرمارہے تھے پیچھے سے میاں نیاز ملازم نے ایک پرچہ حضرت کو دینا چاہا۔ لیکن چونکہ حضرت کی پُشت تھی اسلئے انھوں نے ایک اور صاحب کو جو ایک پہلو میں بیٹھے حضرت کو پنکھا جھل رہے تھے وہ پرچہ دیا کہ حضرت کے سامنے پیش کردیں۔ اُنھوں نے بلا کچھ کہے وہ پرچہ حضرت کے سامنے پیش کردیا۔ جب حضرت نے اُس پرچہ کو دیکھا تب اُن صاحب نے مطلع کیا کہ میاں نیاز اس پرچہ کو لائے ہیں۔ حضرت میاں نیاز پر خفا ہوئے کہ خود سامنے آکر پرچہ کیوں نہیں دیا۔ مجھے اوّل یہی خیال ہوا کہ یہ (یعنی جنھوں نے پرچہ پیش کیا تھا) خود اپنے حال کا پرچہ دینا چاہتے ہیں مجھے نہایت ناگوار ہوا تھا اور میں انھیں ڈانٹنے ہی والا تھا کہ یہ کونسا وقت پرچہ دینے کا نکلا ہے۔ میاں نیاز نے پُشت ہونیکا عذر کیا۔ فرمایا کہ پُشت کا تو خیال کیا۔ اور یہ جو پچھ خلجان ہوا اسکا خیال نہ کیا۔ تم بہت تکلیف پہونچاتے ہو۔ بڑے بیوقوف ہو۔ پھر پنکھا جھلنے والے صاحب سے فرمایا کہ تمھیں سفیر بننے کی کیا ضرورت تھی۔ خواہ مخواہ اپنی طرف سے میرا دل خراب کیا۔ بس جناب آپ زیادہ تقرب نہ جتلایا کیجئے۔ اسمیں تمھارا ہی ضرر ہے۔ زیادہ مقرب بننے سے لوگوں کو حسد پیدا ہونے لگتا ہے۔ میرے یہاں کوئی مقرب نہیں۔ یہ میں نہیں کہتا کہ مجھے کسی سے خصوصیت نہیں۔ جس سے ہے ہے۔ لیکن دل میں ہے۔ معاملات میں مَیں سب کے ساتھ یکساں ہوں۔ کوئی ناز نکرے کسی بات کا۔ کوئی مقرب نہ بنے۔ ہر شخص کو براہ راست چاہیئے رکھنا معاملہ مجھسے۔ میرے یہاں سفیروں کے واسطہ کا قصّہ نہیں۔ اسمیں بڑی بڑی خرابیاں پیدا ہوجاتی ہیں۔

یعنی اوّل مجھے یہ خلجان ہوا کہ انھوں نے (پنکھا جھلنے والے صاحب) خود اپنا پرچہ یہ دیا ہے۔ میں کہنے ہی والا تھا کہ یہ کیا واہیات وقت نکالا ہے۔ پھر فرمایا یہ ضرر ہیں بے ضابطگیوں میں۔ پھر پنکھا جھلنے والے صاحب سے فرمایا کہ اگر دینا تھا تو دیتے وقت یہ بھی کہنا چاہیئے تھا کہ نیاز نے یہ پرچہ دیا ہے۔ یہ فقرہ کس انتظار میں رکھ چھوڑا تھا۔ جب میں نے اوپر دیکھا اور سارا خلجان ہو چکا تب آپ کہتے ہیں کہ نیاز نے دیا ہے۔ جیسے ہی پرچہ پیش کیا تھا اُسی وقت یہ کہدینا چاہیئے تھا۔ اِتنی گرانی ہوئی تمھاری اِس بیہودگی سے۔ خدا جانے عقلیں کہاں گئیں۔ سارے کے سارے عقلاء ہی جمع ہو رہے ہیں ماشاء اللہ۔ احقر عرض کرتا ہے کہ زیادہ وجہ خلجان کی یہ ہوئی کہ درس مثنوی شریف میں حرج واقع ہوا جو حضرت کو نہایت شاق ہوتا ہے۔ فرمایا کرتے ہیں کہ مثنوی شریف کے درس کے وقت مجھے دنیا و ما فیہا کی خبر نہیں رہتی ایسی حالت میں اگر کوئی ذرا بھی گڑبڑ کرتا ہے تو نہایت شاق ہوتا ہے۔

---

(۶۶۸) ایک صاحب نے اِس حدیث پر کچھ اشکال کیا لن یشاد الدین احد الا غلبہ حضرت نے فرمایا کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ ہر امر میں فضیلت اور عزیمت پر عمل کرنا ممکن نہیں۔ جب کوئی اسکی کوشش کریگا ہمیشہ مغلوب رہیگا۔ خلاصہ یہ کہ زیادہ کاوش اور مبالغہ سے حضور نے منع فرمایا ہے گویا پریشانی سے بچایا ہے حضور نے کیونکہ لوگ احاطہ کی کوشش کرتے اور احاطہ ممکن نہ تھا تو یہ پریشانی ہوتی کہ ہم فضیلت سے رہ گئے تو حضور نے فرمادیا کہ رہ گئے بلا سے رہ گئے اور راز اسمیں یہ ہے کہ یہ فضیلت ہی نہیں ہے یعنی جو ممکن الحصول نہو اسمیں فضیلت کہاں۔ پھر ہمارے حضرت نے فرمادیا کہ قرآن حدیث تو تصوّف کے بعد پڑھے بلکہ بوستاں بھی۔

(۶۶۹) ایک صاحب ایکماہ کے قیام کے ارادہ سے حاضر خدمت ہوئے۔ درمیان میں حضرت کا قصد کچھ دن کے لئے سفر میں جانیکا ہوا۔ اُن صاحب کو بھی کوئی کام تھا اُسکے لئے انھوں نے حضرت کی غیبت میں دو ایک دن کیلئے اپنے مکان چلے جانیکی بابتہ عرض کیا۔ فرمایا کہ اگر ضرورت شدید نہو اور وہ کام مؤخر ہو سکے تو میری غیبت میں بھی یہاں رہنا بہ نسبت مکان میں رہنے کے زیادہ نافع ہے۔ کیونکہ باہر جانے سے یکسوئی میں فرق آجائیگا۔ دوسرے یہ ہے کہ میرا باہر جانا روزانہ تھوڑا ہی ہوتا ہے مجھے خود اسکا بہت اہتمام ہے کہ جہانتک ہو سکے یہیں رہوں۔ اور اگر مجبوراً کہیں

جانا ہو تو جہانتک جلد ممکن ہو واپس چلا آؤں۔ بہر حال خلاصہ یہ ہے کہ جبتک ضرورت شدید نہو یہاں سے نہ جائیے۔ جتنا قیام یہاں ممکن ہو بہتر ہے۔ باقی کام یہاں زیادہ کرنا چاہئے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ ایک تو معمول ایسا ہو کہ جو دوامی ہو اور یہاں سے جانیکے بعد دوسرے مقامات پر بھی جاری رہ سکے اور ایک خصوصیت قیام کی بناء پر ہو۔ جو یہیں کے لئے خاص ہو کیونکہ یہاں زیادہ فرصت ہی۔ لیکن غیر محدود نہیں بلکہ اسکی بھی ایک حد ہونی چاہئے۔ میری تجویز کے موافق (ابتک یہ صاحب علاوہ دوازدہ تسبیح کے بلا تعداد اسم ذات پڑھا کرتے تھے) بارہ تسبیح جو معمول ہیں وہ تو رہنا ہی چاہئیں۔ اگر کسی وقت شوق غالب ہو تو اُسی کے اجزاء میں سے جس جزو میں زیادہ دلچسپی ہو اُسکی زیادت کر لیجاوے۔ باقی اپنے ذمہ سمجھا جائے صرف بارہ تسبیح کو۔ البتہ دن میں قرآنمجید کی تلاوت کے بعد اسم ذات کا کوئی عدد معین کر لینا چاہئے۔ ایک تو ہمیشہ کے واسطے۔ اور وہ مختصر سا ہوگا وہاں کے مشاغل دیکھکر۔ جب آپ یہاں سے جانے لگینگے تب مقرر کر دیا جاویگا۔ باقی جب تک یہاں قیام ہے کچھ زیادہ مقدار میں معین کر لینا چاہئے۔ میرا اکثر معمول یہ ہے کہ بارہ ہزار تک بتلاتا ہوں خواہ ایک وقت میں یا دو مرتبہ کرکے لیکن دو مرتبہ سے زیادہ میں نہیں۔ یا تو چھ چھ ہزار مرتبہ ایک جلسہ میں۔ یا ایک جلسہ میں تین ہزار دوسرے میں نوہزار جسمیں سہولت ہو۔ مطالعۂ کتب کے متعلق فرمایا کہ میرے خیال میں اگر آپ یہاں رہتے رہتے تکشف دیکھ لیں تو مناسب ہے۔ اُسمیں اِس فن کے زیادہ مضامین ہیں۔ اور کار آمد باتیں ہیں۔ دعوات عبدیت وغیرہ دوسری جگہ بھی دیکھی جاسکتی ہیں۔ تکشف کے مضامین یہاں رہکر زیادہ سمجھ میں آئینگے۔ اوّل تو خود میری تقریروں سے حل ہوتے رہینگے۔ ورنہ خود ہی سمجھ میں آجائینگے۔ ظہر کے بعد سے میرے پاس بیٹھنا مفید ہوگا۔ بعد کو حضرت نے اسم ذات کی تعداد صرف چھ ہزار کر دی۔ تین تین ہزار دو جلسوں میں۔ کیونکہ اِن صاحب کو بارہ ہزار دو جلسوں میں پورا کرنا گراں ہوتا تھا۔

(۶۷۰) ایک نووارد صاحب کو حضرت نے چھ تسبیح لاالہ الا اللہ کی بعد تہجد کے تعلیم فرمائیں یہ بھی فرمادیا کہ اگر پچھلی رات اُٹھنا دشوار ہو تو بعد عشاء قبل وتر تہجد کی نیت سے کچھ رکعتیں پڑھ لینا کافی ہے۔ تعداد رکعتوں کی زیادہ تر آٹھ ہونی چاہئے۔ باقی کبھی شوق ہوا تو بارہ تک اور کبھی کسل ہوا تو چار رکعت تک۔ کئی دن بعد اُنھوں اپنا حال عرض کیا۔ دریافت فرمایا کہ کچھ لگان تو نہیں

ہوتا انھوں نے عرض کیا نہیں۔ فرمایا کہ اب چھ تسبیح اسم ذات دوضربی کی لاالہ الااللہ کی چھ تسبیحوں کے بعد اور بڑھالو۔ یعنی اللہُ اللہ یہ ایک دانہ ہوا۔ اور دن میں بعد نماز فجر بعد اور معمولات کے ۲ ہزار مرتبہ اسم ذات یکضربی۔ ظہر کے بعد میرے پاس بیٹھنا مناسب ہے۔ چلتے پھرتے استغفار خالی اوقات میں۔

(۶۷۱) ایک کاشتکار محض دعا کرانیکے لئے سفر کرکے حاضر خدمت ہوا۔ زمیندار نے اُس سے اپنی زمین واپس لے لی تھی۔ اور یہ وعدہ کیا تھا کہ اوسکے بدلہ میں ہم دوسری زمین کاشت کرنیکے لئے تمکو دیدینگے۔ لیکن اوسنے زمین بھی لے لی۔ اور دوسری زمین بھی نہ دی۔ حضرت نے فرمایا کہ دعا کیلئے سفر کیوں کیا۔ خط لکھدیا ہوتا۔ اُس نے عرض کیا کہ خطا ہوئی معاف کردیجئے اور دعا کردیجئے۔ حضرت نے فرمایا کہ دعا سے مجھے انکار تو نہیں۔ میں تو یہ کہہ رہا ہوں کہ بے فائدہ وقت بھی صرف ہوا پیسہ بھی خرچ ہوا۔ سفر کرے آدمی تو دین کے واسطے کرے دُنیا کے لئے کیا سفر کرے۔ اوسنے عرض کیا کہ حضور کی زیارت بھی ہوگئی۔ فرمایا کہ حضور کی زیارت تو رَونگے ہی میں ہوئی۔ اصل غرض تو زمین ہی تھی۔ پھر حضرت نے اُس سے پوچھا کہ اگر وہ دوسری زمین دینے کا وعدہ نکرتے تو تم زمین نہ چھوڑتے۔ اُس نے کہا کہ زمین پکّی نہیں تھی کچی تھی۔ (یعنی غیر موروثی تھی) وہ تو چھوڑنی ہی پڑتی۔ فرمایا کہ اگر پکّی ہوتی تو زمیندار کے کہنے سے بھی نہ چھوڑتے۔ اُس نے کہا کہ ہاں اگر پکّی ہوتی تو کاہے کو چھوڑتے۔ اِس پر حضرت نے فرمایا کہ افسوس تمھارے دِل میں خدا کا خوف نہیں۔ بس اِسی کا پھل ہے کہ تمکو زمین نہیں ملی۔ تمنے تو اپنی طرف سے دغابازی کا ارادہ پختہ کرلیا تھا۔ لیکن بس نہیں تھا کہ اُسکی زمین نہ چھوڑتے۔ بس اب ہم دعا نہیں کرینگے۔

۲ جمادی الاوّل ۱۳۳۵ھ ہجری

(۶۷۲) فرمایا کہ آج رات کو خواب میں ایک مسئلہ کے متعلق حقتعالےٰ کی جانب سے ایک عجیب و غریب فیصلہ معلوم کرایا گیا وہ مسئلہ ایک مہتم بالشان مسئلہ ہے اور اوسکا یہ فیصلہ معلوم ہونیکے بعد تو نہایت سہل اور قریب ہے لیکن کبھی ذہن میں نہ آیا تھا اب میں تمام شرائع پر نظر کرتا ہوں تو وہ فیصلہ سب پر نہایت سہولت کے ساتھ منطبق ہوجاتا ہے۔ قریب قریب رات بھر اسی کے متعلق خواب دیکھتا رہا۔ صبح کو مبسوط طور پر ذہن میں مستحضر تھا لیکن اِسوقت اوسکا خلاصہ یاد رہگیا ہے

وہ مسئلہ یہ ہے کہ آیا احکام شرعیہ کے لئے کچھ مصالح عقلیہ بھی ہیں یا وہ محض تعبدی ہیں اسمیں دو قول ہیں بعض علماء تو اسطرف گئے ہیں کہ احکام میں مصالح عقلیہ ہیں چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب نے حجۃ اللہ البالغہ میں احکام کے مصالح عقلیہ لکھے بھی ہیں لیکن بعض کا یہ مسلک ہے کہ احکام سب تعبدی ہیں۔ چونکہ ہمکو حکم ہے کہ ایسا کرو اس لئے ہمکو باوجود مصالح عقلیہ نہونے کے تعمیل کرنی چاہیئے

(فی مقدمۃ حجۃ اللہ البالغہ صـ۲ قد یظن ان الاحکام الشرعیۃ غیر متضمنۃ لشئ من المصالح وانہ لیس بین الاعمال وبین ما جعل اللہ جزاءً لہا مناسبۃ وان مثل التکلیف بالشرائع کمثل سید اراد ان یختبر طاعۃ عبدہ فامرہ برفع حجر او لمس شجرہ مما لا فائدۃ فیہ غیر الاختبار فلما اطاع او عصی جوزی بعملہ وہذا ظن فاسد تکذبہ السنۃ واجماع القرون المشہود لہا بالخیر الخ۔ شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس قول کی بہت تردید کی ہے کہ بعض لوگوں کا جو یہ خیال ہے کہ احکام شرعیہ میں بجز آزمائش و امتحان کے اور کوئی مصلحت نہیں ہے یہ غلط اور فاسد ہے کتاب اللہ اور احادیث نبویہ اور اجماع سلف اسکی تکذیب کرتے ہیں مگر حضرت مولانا دامت برکاتہم نے فرمایا کہ میرے خیال میں اس قائل کا قول غلط مشہور گیا کیونکہ جو شخص مسلمان ہوگا اور حق تعالے شانہ کو حکیم مانتا ہوگا وہ احکام شرعیہ کو حکمتوں سے خالی کیونکر مان سکتا ہے معلوم ہوتا ہے کہ اُن صاحب کا مطلب یہ ہوگا کہ احکام شرعیہ میں گو مصالح ہیں مگر ہماری سمجھ میں نہیں آتیں اور انکے مقابلین کا مطلب یہ ہے کہ احکام کی مصالح عقلیہ ہماری سمجھ میں آتی ہیں۔ اِس خواب میں جو فیصلہ بتایا گیا ہے وہ اِن دونوں قولوں کی تصویب کرتا ہے کہ یہ بھی کہنا صحیح ہے کہ احکام کی مصالح عقلیہ سمجھ میں نہیں آتیں مگر سب ایسے نہیں بلکہ ایسے صرف احکام جزئیہ ہیں اور یہ بھی صحیح ہے کہ احکام کی مصالح عقلیہ سمجھ میں آتی ہیں مگر سب کی یہ شان نہیں بلکہ احکام کلیہ کی مصالح سمجھ میں آسکتی ہیں اور وہ بہت واضح ہوتے ہیں ظفر احمد عفی عنہ) جو فیصلہ مجھکو معلوم کرایا گیا ہے اُس سے اِن دونوں قولوں میں تطبیق ہو جاتی ہے اور اس خواب میں خیال کا بھی احتمال نہیں میرا ذہن اِس سے بالکل خالی تھا اور اس بحث پر میں نے جو رسالہ لکھا ہے "المصالح العقلیہ للاحکام النقلیہ" اوسکو لکھے ہوئے بھی بہت دن ہوگئے غرض یہ مسئلہ آجکل میرے ذہن میں بالکل بھی نہ تھا۔ یہ محض حقتعالیٰ کا فضل تھا کہ خواب میں اِسکی تحقیق فرما دیگئی۔ اُس فیصلہ کی تقریر یہ ہے کہ احکام دو قسم کے ہیں ایک تو کلیات اور ایک

جزئیات۔ جو احکام کلی ہیں اونکے مصالح تو عقل سے معلوم ہو سکتے ہیں کیونکہ وہ کھلے کھلے ہوتے ہیں مثلاً یہ حکم ہے کہ ہمیشہ سچ بولو جھوٹ کبھی نہ بولو۔ اسکی مصلحتیں ہر شخص سمجھ سکتا ہے کیونکہ وہ عقل سے بالکل قریب ہیں۔ لیکن جو احکام جزئی ہیں اونکے مصالح عقل اور قیاس سے نہیں معلوم ہو سکتے مثلاً ظہر کی چار رکعتیں کیوں ہیں۔ یا مثلاً پہلے رکوع کیوں ہے پھر سجدہ کیوں ہے سو ایسے احکام میں رائے اور قیاس کو ذرا دخل نہیں۔ محض عقل اونکے مصالح کے ادراک کیلئے ہرگز کافی نہیں بلکہ اسکے لئے قوتِ قدسیہ کی ضرورت ہے۔ البتہ احکام کلی کے مصالح چونکہ بہت واضح ہوتے ہیں اور عقل سے معلوم ہو سکتے ہیں اسلئے اونکے ادراک میں رائے اور قیاس کو دخل ہے اسکی دو مثالیں بھی عجیب خواب ہی میں بتلائی گئیں۔ احکام کلی کی مثال یہ دیگئی کہ اگر کوئی یہ کہے کہ ہر روز صبح ایک دو میل ٹہل آیا کرو۔ چونکہ یہ حکم کلی ہے اور اسمیں کوئی قید یا تعیین مشرق یا مغرب وغیرہ کی نہیں ہے اس لئے عقل سے اسکی مصلحت معلوم کر لینا بہت آسان ہے یعنی ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اس سے مقصود تفریح ہے سو خواہ مشرق کی طرف جاوے یا مغرب کی طرف مقصود بہر حال تفریح ہے لہذا اپنی رائے سے سمت وغیرہ کی تعیین کرنے کی بھی اجازت ہے برخلاف اسکے اگر کوئی بالتعیین یہ کہدے کہ فلاں شخص کو کپڑا پہنا دے اور یوں سمجھے کہ مقصود تو نفع پہونچانا ہے وہ ہر صورت میں حاصل ہے سو یہ محض رائے سے ہرگز جائز نہیں بلکہ اگر کپڑا پہنانیکے لئے کہا گیا ہو تو کپڑا ہی پہناوے اور اگر کھانا کھلانیکے لئے کہا گیا ہو تو کھانا ہی کھلاوے اس تعیین کے بعد اپنی رائے سے کوئی دوسری صورت قرار دے لینا جائز نہیں۔ (بظاہر اس مثال پر ایک اشکال پڑتا ہے کہ فقہاء تو بعض جزئیات میں بعد تعیین کے پھر عقل سے کام لیتے ہیں مثلاً زکوۃ میں حکم شرعی یہ ہے کہ بیس مثقال سونے میں نصف مثقال سونا دیا جاوے اور دو سو درہم چاندی میں پانچ درہم چاندی اور چالیس بکریوں میں ایک بکری اور پانچ اونٹوں میں ایک بکری یا کفارات میں اطعام ستین مساکین وغیرہ اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تعالٰے فرماتے ہیں کہ اسمیں صاحب زکوۃ وکفارہ کو اختیار ہے چاہے منصوص علیہ ادا کردے یا اوسکی قیمت تو امام صاحب نے بعد تعیین کے پھر بھی عقل سے کام لیا اسکا جواب یہ فرمایا کہ امام صاحب محض عقل غیر مستند الی النص سے یہ بات نہیں فرماتے بلکہ اس بارہ میں اونکے

پاس دلیل نص ہے جسکی طرف قیاس مستند ہے فلا اشکال ظفر احمد) یا مثلاً نماز کا بالتعیین حکم ہو تو اسکی مصلحت اپنی عقل سے یہ قرار دیکر کہ مقصود حق تعالےٰ کی یاد ہے کوئی اور طریقہ یاد کا اپنی رائے سے تجویز کر لینا ہرگز جائز نہیں ہو سکتا جیسا کہ بعض جاہل صوفیہ کہتے ہیں کہ نماز کی ضرورت نہیں حق تعالےٰ کی یاد چاہئے خواہ کسی طریقہ سے ہو کیونکہ مقصود نماز سے یہی ہے تو خلاصہ فیصلہ کی تقریر کا یہ نکلا کہ جن احکام میں قیود اور خصوصیات زیادہ ہونگے اونکے مصالح اکثر غامض ہوں گے اور اونکے ادراک کے لئے کافی نہیں اونکے معلوم کرنے کے لئے قوتِ قدسیہ کی ضرورت ہے برخلاف اسکے جن احکام میں کلیت اور اطلاق کی شان غالب ہو اونکے مصالح عقلیہ بہت واضح ہوتے ہیں یہانتک کہ عوام کے بھی ذہن میں وہ آجاتے ہیں پھر فرمایا کہ میری رائے میں اس فیصلہ سے دونوں قولوں میں تطبیق ہوتی ہے کیونکہ جو لوگ شرائع میں مصالح عقلیہ نہیں تبلاتے اس سے اونکا یہی مطلب معلوم ہوتا ہے کہ مصالح عقلیہ سمجھ میں نہیں آسکتے ورنہ یہ تو موٹی بات ہے کہ خدا تعالیٰ جو کہ حکیم ہیں اونکے احکام میں یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ مصالح عقلیہ نہوں اور کونسا وہ مسلمان ہے جو یہ عقیدہ رکھتا ہو لہذا ضرور اونکے قول نقل کرنے میں غلطی ہوئی اونکا مطلب یہی معلوم ہوتا ہے کہ جن احکام میں قیود اور خصوصیات زیادہ ہیں اور جنمیں جزئیت کی شان غالب ہو اونکے مصالح بوجہ غامض ہونے کے سمجھ میں نہیں آتے دوسرے وہ لوگ ہیں جو شرائع میں مصالح عقلیہ ہوتے کے قائل ہیں سو یہ وہی شرائع ہیں جو کلّی ہیں اور مطلق ہیں، اونکے مصالح عقل سے سمجھ میں آجاتے ہیں مثلاً یہ حکم ہے کہ عبادت کرو یا سچ بولو سو واقعی اسکی مصلحت ہر شخص سمجھ سکتا ہے اور اگر یہ حکم ہو کہ فلاں موقعہ پر جھوٹ بولو اسکی مصلحت ہر شخص کی سمجھ میں نہیں آسکتی یا مثلاً وضو میں چار مواضع کا دھونا فرض ہو ظہر میں چار رکعتیں پڑھنی چاہئیں پہلے قیام ہو پھر رکوع پھر سجود یا مثلاً چالیسواں حصہ زکوٰۃ کا ادا کرو ان احکام کی حکمتیں عقل سے سمجھ میں نہیں آتیں۔ اس خواب سے یہ اصول مستنبط ہوا کہ جس حکم میں جتنی قیود اور خصوصیات زیادہ ہوں گی اوتنی ہی اوسکی مصلحتیں غامض ہونگی اور سمجھ میں کم آئینگی اور جتنی اطلاق اور کلّیت کی شان ہوگی اوتنی ہی اُس حکم کی مصلحتیں

آسانی کے ساتھ سمجھ میں آسکیں گی۔ پھر فرمایا کہ رات مجھے خوب چین اور سکون کے ساتھ نیند آئی تھی اور جس وقت اٹھا ہوں طبیعت ہشاش بشاش تھی اس لئے بدخوابی کا بھی شبہ نہیں ہو سکتا۔ رات بھر میں یہی دیکھتا رہا اگر صبح ہی اٹھکر میں لکھ لیتا تو اچھا ہوتا کیونکہ اوسوقت سب تفصیل یاد تھی۔ لیکن چونکہ میرا حافظہ اچھا نہیں رہا اس لئے صرف خلاصہ یاد رہگیا ہے لیکن جو کچھ میں نے بیان کیا ہے وہ بہت احتیاط کے ساتھ بیان کیا ہے اور بہت کم بیان کیا ہے۔ احقر اس ملفوظ کو بوجہ اضمحلال طبیعت کے بہت سست اور آہستہ آہستہ قریب قریب دن بھر لکھتا رہا اس پر ہنسکر بطور مزاح کے فرمایا کہ میری تو رات بھر اسمیں گذری آپکا دن بھر اسمیں گذر گیا اب تو میرے اس کہنے کی تصدیق ہوگئی کہ میری رات بھر اسی میں گذری۔

ملفوظات

حسن العزیز کی پہلی جلد ختم ہوئی

اطلاع۔ چونکہ جلد اول کے بہت کم نسخے دفتر میں باقی ہیں اس لئے شائقین جلد سے جلد فرمائش ارسال فرمادیں ورنہ کف افسوس ملنا پڑیگا۔

المشتہران

رفیق احمد و مولوی شبیر علی مالکان امداد المطابع تھانہ بھون ضلع مظفر نگر

حسن العزیز

کا حصہ

مکتوبات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اوّل ملاحظہ ہو تمہید حسن العزیز کے حصہ ملفوظات کی

۶ جمادی الاول ۱۳۳۴ھ ہجری

(۱) (**مضمون**) سادات غربا۔ سادات اغنیا۔ اور احباب اغنیا اور ان تینوں قسم کے اصحاب کے اطفال صغار جو اس ایصال ثواب کا کھانا کھائے اور ان کو بھی بہ نیت حصول ثواب کھانا کھلایا گیا پس شرعاً ان چاروں قسم کے لوگوں کو ایصال ثواب کا کھانا کھلانا اور اس کا ثواب ایصال کرنا جائز ہے کہ نہیں۔

(**الجواب**) فی نفسہ تو جائز تھا مگر ان لوگوں کے کھانے اور کھلانے سے رسوم جاہلیت کی تقویت ہوتی ہے اور مساکین کے نفع میں کمی ہوتی ہے اس لئے انتظام دین مقتضی اسکو ہے کہ اس کو منع کیا جاوے۔

(**مضمون**) مرحومہ کی وفات کے وقت خوشبو عود واگر کی محسوس ہوئی یہ کیا چیز تھی آیا

روح تھی۔

(**جواب**) یا تو اُس مقام پر پہلے عود اور اگر سلگایا ہوگا تو ہوا میں اُس کا بقیہ ہوگا ورنہ کئی احتمال ہیں کسی ایک کی تعیین مشکل ہے۔

(**مضمون**) مہر مرحومہ کسی صدقہ جاریہ میں صرف کروں تو اُس سے مرحومہ کے ذمہ کے حج زکوٰۃ کفارہ وغیرہ ادا ہوجائیں گے۔

(**جواب**) نہیں دوسرے ورثہ کا حصہ آپ اپنی رائے سے صرف نہیں کرسکتے۔

(**مضمون**) مرحومہ کے والد کا حصہ بھی کسی صدقہ جاریہ میں صرف کرنیکا ارادہ ہے کیونکہ وہ پابند شرع نہیں فضولیات میں صرف کریں گے پھر اس سے شاید مجکو بھی گناہ ہو اور مرحومہ کی روح کو بھی صدمہ ہو

(**جواب**) آپ پر واجب ہے کہ اُن کا حصہ اُن کو دیدیں وہ اگر خلاف شرع صرف کریں گے خود اُن پر وبال ہوگا نہ تو آپکو گناہ ہوگا اور نہ مرحومہ کی روح کو صدمہ ہوگا کیونکہ وہ شرعاً اُن ورثہ کی ملک ہے۔

(۲) ایک خط میں کاتب نے اپنے نام کے آگے الفاظ "خریدار الامداد" بھی لکھدیئے ان الفاظ پر نشان کرکے یہ جواب تحریر فرمایا۔ "اس پتہ سے کیا فائدہ ہوا کیا اسکے دباؤ میں کام نکالنا چاہتے ہیں کیا اس پرچہ کا مالک یا منتظم مجکو سمجھتے ہیں اگر یہ پتہ نہوتا تو اس خط کا جواب دیتا اب جواب دینے سے قاصر ہوں"

(۳) ایک صاحب نے اپنے امراض ریا۔ حسد۔ کبر۔ سستی عمل۔ کی تفصیل لکھکر اصلاح چاہی جواب تحریر فرمایا "میرے مواعظ بالالتزام اور تبلیغ دین بھی اکثر دیکھا کیجئے" اسی خط کے دوسرے ورق پر ایک فتوے کا استفسار تھا اُس کا جواب نہیں دیا بلکہ یہ تحریر فرمایا "سلوک و فقہ کے مضامین ایک خط میں جمع نہ ہونا چاہئے" **ضمیمہ** اور اکثر معمول ایسے موقع پر یہ ہے کہ مسائل فقہیہ کا جواب دیدیتے ہیں اور دوسرے مضامین کی متعلق لکھدیتے ہیں کہ ان کیلئے مستقل خط بھیجیں۔

(۴) ایک وکیل صاحب نے قلت آمدنی کی شکایت کرکے کوئی وظیفہ چاہا تحریر فرمایا کہ "دعائے خیر کرتا ہوں حزب البحر روزانہ ایکبار بعد نماز فجر یا مغرب معمول رکھا جاوے تو امید فلاح ہے"۔

(۵) ایک خط میں نام لڑکی کا پوچھا گیا اور ذہن کیلئے کوئی دعا بھی۔ تحریر فرمایا کہ "آمنہ نام اچھا معلوم ہوتا ہے بعد ہر نماز کے یا علیم اکیس بار پڑھ لیا کریں ذہن کے لئے"۔

(۶) **ایک کارڈ کا جواب** - جسمیں کوئی نسخہ پوچھا گیا تھا اور ۲ / اپریل میں قیام وطن کی تحقیق کی گئی تھی۔ "میں طبیب نہیں ہوں اور ۲ / اپریل بہت دور ہے اتنے پہلے نہیں کہہ سکتا کہ میں اُس تاریخ میں مقیم وطن ہونگا یا نہیں"۔

(۷) **ایک کارڈ کا جواب** - "مولوی عبد الغنی صاحب سے (یکے از خلفاء) اپنی حالت کہئے وہ آپکی مجموعی حالت جو مناسب سمجھیں گے مشورہ دیں گے اُسپر عمل کیجئے"۔

(۸) **ایک کارڈ کا جواب** - "بیعت تو وطن سے بھی ممکن ہے جبکہ میں اپنی شرائط کو مجتمع معلوم کرلوں باقی ہفتہ عشرہ میں کیا اصلاح اور کیا تربیت ہو سکتی ہے"۔

(۹) **ایک کارڈ کا جواب** - "اگر آپکا خط مع ٹکٹ پہونچا ہو گا تو ضرور جواب گیا ہے باقی یا در ہنا یا پہونچنا میرے اختیار سے خارج ہے"۔

(۱۰) **ایک خط کا جواب** - "جسکی عادت (ڈاڑھی منڈالنے یا کتروانے کی ہو) اسکے پیچھے (نماز) مکروہ تحریمی ہے (اگر پڑھ لی ہو) اعادہ نہیں ہے"۔

(۱۱) **ایک خط کا جواب** - "ایک خط میں ایک سوال سے زائد نہ آنا چاہئے اس لئے بقیہ کا جواب نہیں دیا گیا کیا آپکو میری کم فرصتی کا حال معلوم نہیں"۔ اسی خط میں دوسرا خط متعلق سلوک کے رکھا ہوا تھا اُسپر یہ لکھکر واپس کر دیا کہ "مسائل فقہیہ کے ساتھ مضمون سلوک جمع کرنا میرے معمول کے خلاف ہے اسلئے اس کا یعنی مضمون سلوک کا جواب نہیں لکھا" خط نمبر ۳ میں اسکا عکس ہے یعنی سلوک کے مضمون کا تو جواب دیا اور فقہ کے سوالات واپس جسکی وجہ یہ تھی کہ وہ اولاً لکھدیئے گئے تھے پھر دوسرے مضمون کا ہونا بھی معلوم ہوا۔

(۱۲) **ایک کارڈ کا جواب** - "جب مضامین متعددہ کے متعلق استفسار کرنا ہے تو جواب کے لئے لفافہ بھیجنا چاہئے تھا کارڈ کافی نہیں"۔ ۷ / جمادی الاول اتوار

(۱۳) **ایک کارڈ کا جواب** - "حق العباد جب صاحب حق کے ورثہ سے معاف کرالے معاف ہو جاویگا اور اگر بامید کسی چیز کے ملنے کے صاحب حق نے معاف کیا تھا اور یہ امید اس مدیون نے دلائی تھی اور وہ چیز پھر اُسکو نہ دے تو معاف نہو گا۔

(۱۴) ایک معلم نے بذریعہ کارڈ اطلاع دی کہ گرمیوں کی وجہ سے رات چھوٹی ہو گئی بار فیح تسبیح

اور کلام مجید کی ایک منزل پڑھنی پڑتی ہے نیند میں خلل ہونے سے پڑھائی میں نقصان واقع ہوتا ہے جواب تحریر فرمایا "بارہ تسبیح میں کمی کر دیجاوے جسقدر آسانی سے ہو سکے اُتنا کیا جاوے"۔

(۱۵) **ایک کارڈ کا جواب** "در کار خود مشغول باشند انشاء اللہ تعالیٰ ہمیں وتیرہ روزے رُخ مقصود بنظر خواہد آمد اطمینان فرمایند بددلی ومایوسی وسستی را راہ ندہند من بعافیت ہستم والسلام"

(۱۶) **ایک خط کا جواب** "جناب من ایں احقر نہ کمال ظاہر دارد نہ جمال باطن ہیچ گونہ گوارا ندارم کہ برائے ایں چنیں ناکارہ سفر فرمایند نیز از کثرت مشاغل متنوعہ چنداں فرصت ندارم کہ کتب درسیہ را درس گویم"۔

(۱۷) ایک صاحب نے یہ لکھا کہ فلاں فلاں چیز جو قصد السبیل میں ہے تجویز فرما دیجاوے جواب تحریر فرمایا "طبیب تجویز نسخہ میں مریض کی رائے کا اتباع نہیں کر سکتا"۔

(۱۸) **ایک خط کا جواب** "معمولات کافی ہیں میرے وعظ جتنے مل جاویں سنا کرو اور آنکھوں کو نیچے رکھو اور اُس گناہ کے کفارہ کیلئے پچاس نفلیں روزانہ پڑھا کرو اور مجکو حالات سے اطلاع دیتے رہا کرو"

(۱۹) ایک خط میں اولاد کیلئے تعویذ طلب کیا گیا تھا جواب دیا۔ "عزیز من میں خود بے اولاد ہوں اگر ایسا تعویذ جانتا تو اپنا حق مقدم تھا"۔

(۲۰) ایک صاحب نے بلا اطلاع معمولات مجوزہ سابق کچھ اور پڑھنے پڑھانے کیلئے پوچھا تھا تحریر فرمایا کہ مجکو پہلا ہی معلوم نہیں۔ بچہ کیلئے بھی حفظ کا تعویذ مانگا تھا تحریر فرمایا کہ "معوذتین لکھوا کر گلے میں ڈالدیں" ایک مسئلہ بھی پوچھا تھا تحریر فرمایا کہ "مسائل کیلئے جو خط بھیجا جاوے اُسمیں اور مضمون نہو"۔

(۲۱) ایک خط میں بیوی کی عدم پابندی نماز کی شکایت درج تھی تحریر فرمایا کہ "ہمیشہ نصیحت کرتے رہیں میری کتابیں سُنایا کریں نا امید نہوں بلا ضرورت سختی نہ کریں" دوسری شادی کو بھی پوچھا تھا منجملہ اور مصلحتوں کے موجودہ بیوی کے دیندار ہو جانیکی بھی مصلحت درج تھی تحریر فرمایا کہ "اپنی گنجائش اور یہ کہ فساد تو نہ بڑھیگا دونوں باتیں دیکھ لیں اور یہ امید نہیں کہ سوت کو دیکھکر دوسری سوت دیندار ہو جاوے"۔

(۲۲) ایف اے۔ کے امتحان کی کامیابی کیلئے کوئی وظیفہ یا تعویذ ایک صاحب نے مانگا تھا تحریر فرمایا کہ "روزانہ یا علیمُ (۱۵۰) بار بعد نماز فجر پڑھکر دعا کیا کریں امتحان کے روز اسکی کثرت

بلا تعداد رکھیں"۔

(۲۳) ۸ رجمادی الاول ۳۴ھ ۔ مقدمہ میں ایک ماخوذ اہلکار پولیس کا جواب " اگر روزانہ ایک بار حزب البحر پڑھ لیا کیجئے تو انشاء اللہ تعالیٰ نفع ہوگا"

(۲۴) ایک خط کا جواب " آنے کیلئے مجھ سے حکم کیوں لیا جاتا ہے اور آخر خط میں جو بیعت کیلئے آنے کو لکھا ہے سو اس غرض سے سفر نہ فرماویں"۔

(۲۵) ایک کارڈ اپنے برادر زادہ صاحب کے نام متعلق ایک معاملہ کے " برخوردار زاد عمرہ بعد دعاء کے واضح ہو تمہارے دو کارڈ ساتھ ہی پہونچے جنمیں ایک خواب لکھا تھا۔ ماشاء اللہ بہت اچھا خواب ہے انشاء اللہ تعالیٰ مخالفین مغلوب و ذلیل ہوں گے اور تم اور سب تعلق والے مظفر و منصور ہوں گے اللہ تعالیٰ اپنی حفاظت میں رکھے۔ عزیز محمود علی کو پیار۔ یہاں سب خیریت ہے تم دونوں بھائی ہر نماز کے بعد یا حفیظ یا عزیز ۲۱ بار اول و آخر درود شریف ایکبار پڑھ لیا کرو"

(۲۶) ایک صاحب نے لکھا کہ پہلے اچھی اچھی کیفیات طاری ہوتی تھیں اب بجائے اُن کے دنیوی قصہ وغیرہ کی طرف خیال منتشر رہتا ہے۔

جواب" اسکی طرف اصلاً التفات نہ فرمائیے ایسے تغیرات ہر شخص کو پیش آتے ہیں کام میں لگے رہنے سے تدریجاً سب حالتیں درست ہو جاتی ہیں۔ بڑی بات کام پر مداومت کرنا ہے جسطرح ہو دل سے یا بددلی سے"۔

(۲۷) ۹ رجمادی الاول ۳۴ھ ۔ (**مضمون**) میں ہمیشہ دل رنجیدہ رہتا ہوں کوئی ایسی چیز بتلا دیجئے جس سے خوشی حاصل ہو اور دہشت جاتی رہے۔

(**جواب**) ۔ سوتے وقت آیۃ الکرسی اور قل اعوذ برب الفلق و قل اعوذ برب الناس پڑھکر سو رہا کریں اور جب کوئی بُرا خیال آیا کرے میرا خیال کر لیا کریں۔ **ضمیمہ** ۔ یہ مخاطب فہیم تھے کہ حقیقت اس تدبیر کی سمجھتے تھے کہ ایک خیال دوسرے خیال کا دافع ہوتا ہے اور محبوب کا خیال زیادہ دافع ہوتا ہے وہ اس سے متعارف تصور شیخ نہیں سمجھے۔

(۲۸) ۱۰ رجمادی الاول ۳۴ھ ۔ ایک طالب علم مدرسہ دیوبند نے اجازت حاضری بغرض اصلاح طلب کی تحریر فرمایا بشرائط ذیل اجازت ہے۔ نمبر ۱ - اپنے پاس سے انتظام مصارف

کا کرنا ہوگا۔ نمبر ۲۔ کتب درسیہ آپکی ختم ہوچکی ہوں۔ نمبر ۳۔ بیعت کا تقاضا نہ کیجیے"۔
(۲۹) بواسیر کی شکایت پر تحریر فرمایا "بعد نماز فجر (۴۱ بار) الحمد شریف پانی پر دم کرکے پیا کیجیے"
(۳۰) ۱۱ رجمادی الاول ۱۳۴۲ھ۔ ایک صاحب نے محض مسئلہ پوچھنے کی غرض سے خط لکھا اس میں
خیریت بھی دریافت کی حالانکہ یہ بھی لکھا تھا کہ خیریت فلاں صاحب کے خط سے معلوم ہوتی رہتی
ہے اسکا جواب یہ لکھا "خیریت سے ہوں ایک مسئلہ خلوص کا بتلاتا ہوں اس خط میں جب مسئلہ
پوچھنا تھا تو خیریت دریافت کرنا نہ چاہیے تھا نہ اسمیں خلوص رہا اور نہ اسمیں" اس خط میں مسئلہ
یہ دریافت کیا گیا تھا کہ محکمہ رجسٹری میں محرر رجسٹری کی جگہ جائز ہے یا نہیں اور اسکو ترک کردینا
چاہیے یا نہیں اسکے جواب میں استفسار فرمایا کہ "اگر ناجائز ہوئی تو ترک کرکے کیا سبیل معاش اختیار
کریں گے"۔
(۳۱) ایک صاحب نے صرف اپنا نام لکھا اور مقام کا نام نہ لکھا اُن کو اور سوالات کے جواب
لکھنے کے بعد تحریر فرمایا "اور آپ نے پتہ نہیں لکھا مجکو کہاں تک یاد رہ سکتا ہے اور نام اکثر مشترک
ہوتے ہیں چنانچہ اسی نام کے ایک دوست ہوئے ہیں اول مجکو اُن کا شبہ ہوا"۔
(۳۲) ایک صاحب کے خط کا جواب جن پر بوقت حاضری کچھ تادیب کی گئی تھی "اس تمام شلوئے
تحریر کا صرف مبنیٰ یہ ہے کہ آپ نے اُس روز بھی نہ اپنے فعل کی حقیقت سمجھی نہ میرے قول کی جب
زبانی ہی نہ سمجھے تو اب اُسکے متعلق میری تحریری فہمائش بیکار ہوگی میرے دل میں کچھ بھی اثر نہیں
اسی وقت ختم ہوگیا۔ کیونکہ آپ پر کوئی میرا حق نہ تھا ورنہ ممکن تھا کہ اثر رہتا"۔
اُسی خط میں آخر میں اُن صاحب نے یہ بھی تحریر کیا تھا کہ اگر میری منشاء کے مطابق جواب باصواب
موصول ہوا تو آیندہ اپنے سوالات متعلق بہ دین باشتمل بردین پیش کرتا ہوں اُس کا جواب تحریر
فرمایا کہ "میں اس خدمت کے لئے ہر مسلمان کے واسطے حاضر ہوں اسمیں کسی شرط کی ضرورت نہیں"
(۳۳) ایک خط میں تین فتوے ایک ہی عبارت میں لفظ یا کے ساتھ دریافت کئے گئے تھے کہ اگر
ایسا ہو یا ایسا ہو تو کیا حکم ہے تحریر فرمایا "یہ تینوں سوال الگ الگ لکھکر سوال کریں تاکہ جواب
میں آسانی ہو۔ ضمیمہ وجہ یہ کہ کبھی ہر صورت کا حکم الگ ہوتا ہے تو ہر سوال کا اعادہ کرنا
پڑتا ہے تو سائل مجیب کے ذمہ بلا ضرورت یہ کام کیوں ڈالے خود ہی ہر صورت کا سوال جدا

کیوں نہ قایم کرے"۔

(۳۴) ۱۵ جمادی الاول ۴۲ھ۔ ایک صاحب نے ایک نازیبا تحریر کی معافی چاہی تحریر فرمایا "اس مختصر معافی چاہنے سے اصلاح تو نہ ہوئی آپ یہ لکھئے کہ اپنے جواب کی غلطی بھی سمجھ میں آئی یا نہیں اگر آئی تو اسکی تقریر لکھئے۔ اسکے بعد جو مناسب ہوگا عرض کرونگا اسی خط میں اخیر میں لکھا تھا کہ اگر کوئی خلاف ادب کلمہ ہو تو معاف فرمایا جاوے کیونکہ علاوہ بزرگوں کے ادب اور طرز کلام سے محض نابلد ہونے کے بیوقوف اور بدتمیز بھی ہوں تحریر فرمایا کہ "یہ عذر اصلاح کے لئے تو کافی نہیں ہوسکتا" خط میں بعیت کی درخواست کے ساتھ معاش کا کوئی سریع الاثر وظیفہ بھی پوچھا تھا۔ تحریر فرمایا کہ "میں معاش کے وظیفے نہیں جانتا بالخصوص سریع الاثر"۔

(۳۵) **ایک خط کا جواب** "جو امور اختیاری ہیں ان میں بجز استعمال اختیار کے اور کیا ہو سکتا ہے اصل چیز تو یہی ہے اور اختیار میں ہے اور دعا اُسکی معین ہے نہ کہ صرف دعا پر اکتفا کیا جاوے رہا توجہ باطنی اسکی درخواست نفس کا حیلہ ہے کہ نفس مشقت سے بھاگتا ہے اسلئے اُسنے یہ حیلہ نکالا ہے جسمیں اسکو کچھ کرنا نہ پڑے اور جو امور غیر اختیاری ہیں وہ مضر نہیں اُسکی فکر میں نہ پڑیں اور دعا کے قبول نہ ہونے کی نسبت جو لکھا ہے (کہ معلوم نہیں کیوں نہیں قبول ہوتی) سخت بے ادبی ہے کیا وہ دعائیں تمام شرائط کے جامع ہونیکے سبب مستحق قبول ہیں اگر آپ کے نزدیک ایسی ہی ہیں تو کھلا دعویٰ ہے اپنے عمل کے کمال کا باوجود قیام معارض کے اور اگر نہیں ہیں پھر قبول کا انتظار اور عدم قبول کا اظہار چہ معنی جسکا حاصل یہ ہے کہ اپنا تبریہ اور حق تعالیٰ پر الزام۔ الہی توبہ۔ الہی توبہ۔

(۳۶) ۱۶ جمادی الاول ۴۲ھ یوم شنبہ۔ ایک ضعیف العمر صاحب نے جو مرض میں مبتلا تھے ایک خط میں شکایت ہجوم وساوس کی تحریر کی تھی جواب تحریر فرمایا کہ "آپکو ایسی جگہ چندروز رہنا ضروری ہے جہاں طبیب ظاہری بھی ہو اور کوئی شیخ کامل بھی ہو جس سے آپکو اعتقاد ہو"۔ بعد کو دوسرا خط آیا کہ حالت یاس کی ہے زندگی کی امید نہیں حاضری سے قاصر ہوں ایسے خیالات فاسد آتے ہیں کہ اس کا ظاہر کرنا شرک کفر ہے۔ اُسپر تحریر فرمایا "السلام علیکم ورحمۃ اللہ حق تعالیٰ خاتمہ بالخیر فرماوے اور مغفرت کرے بالکل اطمینان رکھیں کہ ان وسوسوں سے

ذرا بھی گناہ نہیں ہوتا اور نہ اُن کے علاج کی ضرورت ہے بلکہ بالعکس ان پر ثواب ملتا ہے اور علامات ایمان کامل سے ہے البتہ رضائے حق وذخیرۂ آخرت کے لیئے لاالٰہ الا اللہ اور استغفار کی کثرت رکھیں اور وساوس کا ذرا غم نکریں آپ دیکھیں گے کہ ان کے عوض آپکے نامۂ اعمال میں حسنات درج ہوں گے"۔

(۳۷) ایک مریضہ کے لیئے تحریر فرمایا کہ آیات شفا لکھکر اسکو پلایئے۔

(۳۸) کامیابی امتحان انگریزی کے لیئے یہ تعویذ تحریر فرمایا "بسم اللہ الرحمن الرحیم اللھم یسر لنا امورنا مع الراحۃ لقلوبنا وابداننا والسلامۃ والعافیۃ فی دیننا ودنیانا وکن صاحبنا فی سفرنا وخلیفتنا فی اھلنا" اور تحریر فرمایا کہ پڑھنے کے لئے روزانہ قبل شروع کرنے کام کے (۵۰ ابار) یَاعَلِیْمُ پڑھکر قلب پر دم کر لیا کریں۔

(۳۹) احقر نے ملفوظات ومواعظ قلمبند کرنے کی سہولت کے لیئے کوئی وظیفہ طلب کیا تو فرمایا کہ رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ وَیَسِّرْ لِیْ اَمْرِیْ وَاحْلُلْ عُقْدَۃً مِّنْ لِّسَانِیْ یَفْقَهُوْا قَوْلِیْ (۲۱ بار) بعد فجر پڑھ لیا کیجیے۔

(۴۰) ۱۸ رجمادی الاول ۱۳۴۷ھ - جواب خطے "تقریظ بدون مطالعہ مفصلہ نامناسب ست ووقت برائے مطالعہ مفصلہ گنجایش ندارد لہٰذا معذورم"۔

(۴۱) امتحان کے کمرہ میں داخل ہونے سے قبل کچھ پڑھنے کو پوچھا گیا تحریر فرمایا کہ "اُس وقت یَاعَلِیْمُ کی کثرت رکھنا بہتر ہے"۔

(۴۲) ایک فارغ طالب علم نے دیوبند سے قیام کی اجازت چاہی تحریر فرمایا "بہتر ہے کہ ایک بار دو چار روز کے قیام کے لیئے یہاں آکر یہاں کے سب قواعد اور طریقے دیکھ اور سمجھ جایئے پھر بعد مشورہ زیادہ قیام کے لئے آنے کا مضائقہ نہیں"۔

(۴۳) محکمہ رجسٹری کی ملازمت کی بابت پیشتر ایک صاحب نے فتوے دریافت کیا تھا اُسکی بابت دریافت فرمایا کہ اگر ناجائز ہوئی تو ترک کر کے کیا سبیل معاش اختیار کریں گے اسکے جواب میں اُن صاحب نے لکھا کہ کوئی صورت معاش نہیں اُسپر تحریر فرمایا کہ "پھر مجبوری میں کیا ہو سکتا ہے اور نہ جواز کا فتویٰ دی سکتا ہوں جبتک نہ چھوڑ سکیں حرام سمجھیں اور دعا کرتے رہیں کہ اس سے بوجہ احسن نجات ہو"۔

(باقی آیندہ ذیقعدہ)

پہلے خط میں جسکا خلاصہ نمبر ۳۰ میں درج ہے محض مسئلہ پوچھنے کی غرض سے جو خط بھیجا جاوے اسمیں خیریت بھی دریافت کرنے کو خلاف خلوص تحریر فرمایا تھا دوسرے خط میں انھوں نے خیریت نہیں دریافت کی لیکن حضرت نے از خود تحریر فرمایا کہ میں خیریت سے ہوں انہیں صاحب نے ایکی مرتبہ مسئلہ کی بابت علیحدہ خط بھیجا اور اس غلطی کی معافی علیحدہ جوابی کارڈ میں مانگی کہ مسئلہ پوچھنے کے خط میں خیریت دریافت کی مجھسے سخت غلطی ہوئی۔

(۴۴) ایک صاحب کو تحریر فرمایا " ایک بے تکلف عرض ہے میرا دل خوش ہوتا اگر خود آپ کا لکھا ہوا خط آتا دوسروں کے ہاتھ کا لکھا ہوا آنا اچھا نہیں معلوم ہوا خصوص ایسے صاحب کے ہاتھ کا جنکے معاملات صاف نہیں " **ضمیمہ** وہ خط دوسرے ایسے شخص سے مرسل خط نے لکھوا کر بھیجا تھا جنکی بدمعاملگی سے ایک مسلمان کو رنج اور ضرر پہونچ چکا تھا

(۴۵) ایک خط کا جواب " مشورہ تو وہ شخص دے سکتا ہے جو تمام جزئیات سے آگاہ ہو اسلئے میں اس سے عذر کر دیتا ہوں باقی مسائل کی تحقیق سو اگر سوال جداگانہ فرضی ناموں سے بھیجدیا جاوے اسکا جواب لکھدونگا " **ضمیمہ** - اس خط میں واقعی نام مع شکایات نام لکھے تھے اسکو پسند نہیں کیا گیا۔

(۴۶) ۱۹ جمادی الاول ۱۳۴۳ھ **سوال** (۱) بعض لوگ اپنا کنگھا کسی دوسرے شخص کو بالوں میں نہیں پھیرنے دیتے اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ایسا کرنے سے باہم فریقین میں نزاع ہو جاتی ہے۔ اور اپنے دعوے کے ساتھ شیخ عطار رحمۃ اللہ علیہ کا مقولہ نقل کرتے ہیں اسکے متعلق تحقیق مطلوب ہے (۲) ایک عورت نے تمام عمر رمضان کے روزے نہیں رکھے اب بڑھاپے میں ہوش ہوا اب رمضان میں تو بمشکل ادا کرتی ہے مگر قضا رکھنے کی ہمت اور طاقت نہیں بتلاتی چاہتی ہے کہ فدیہ سے ادائگی ہو جاوے کیا کوئی صورت ہو سکتی ہے۔

جواب (۱) اسکی کوئی اصل نہیں اور حضرت شیخ رح کا مقولہ اگر ثابت بھی ہو جاوے تو اسپر محمول ہوگا کہ ان حضرات کو حسن ظن بڑھا ہوا تھا ہر روایت کو جبکہ اسکو کوئی صریح صحیح روایت رد نہ کرے صحیح مانکر عمل اور تعلیم فرمانے لگتے تھے جسکا سبب غایت محبت رسول ہے (۲) ایسی حالت میں فدیہ دیدینا جائز ہے۔

(۴۷) **جواب ایک خادمہ کے خط کا**۔ "ہمشیرہ عزیزہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ جو تعلقات ضروری ہوں وہ تو باطن کو مضر نہیں ہوتے اگرچہ سردست ذکر کا اثر محسوس نہو مگر نفع برابر ہوتا ہے اور وقت خاص پر معلوم بھی ہو جاتا ہے اور جو تعلقات فضول ہیں ان کو ترک کر دیا جاوے۔"

(۴۸) ایک طالب علم صاحب نے اجازت حاضری کی بغرض اصلاح اخلاق ذمیمہ کے مانگی تو تحریر فرمایا "**نمبر ۱**۔ کیا آپکو کوئی کام مثلاً پڑھنا وغیرہ باقی نہیں رہا **نمبر ۲**۔ آپ یہاں کتنے روز قیام کر سکتے ہیں **نمبر ۳**۔ آپنے اپنے مصارف کا کیا انتظام کیا ہے **نمبر ۴**۔ محض اخلاق کی اصلاح ہی مقصود ہے بیعت وغیرہ پر تو اصرار نہوگا **نمبر ۵**۔ مجھسے کیا مصلحت سمجھکر اجازت لیتے ہیں ان امور کے جواب کے بعد عرض کرونگا۔"

(۴۹) ایک صاحب کو جو کسی مقدمہ میں ماخوذ ہیں تحریر فرمایا کہ یَا حَفِیْظُ بکثرت پڑھیں۔

(۵۰) ایک خادمہ مسماۃ نے نہایت اشتیاق و آرزو کے ساتھ حاضری کی اجازت چاہی اور کوئی نیا نام رکھنے کی درخواست کی کیونکہ پہلا نام اور پہلا کام اچھا نہ تھا توبہ کر کے نام بدلنے کی بھی درخواست کی تھی جواب یہ تحریر فرمایا "اگر کبھی شوہر تمہارے اپنی خوشی سے ہمراہ لے آویں بشرطیکہ قرض نکرنا پڑے اور کوئی حرج بھی کسی قسم کا نہو اور تم ان پر تقاضا کر کے تنگ بھی نہ کرو اور پردہ میں اور نماز میں بھی سفر میں خلل نہ پڑے تو اجازت ہے اور اپنا نام امۃ اللہ رکھ لو یعنی اللہ کی بندی جیسے عبد اللہ (نام شوہر مسماۃ) کے معنی ہیں اللہ کا بندہ۔

(۵۱) ایک لڑکا جسکی عورت جوان ہے گم ہو گیا ہے کسی نقش کی درخواست پر تحریر فرمایا "اس تعویذ کو ایک نیلے یا کالے کپڑے میں لپیٹ کر دو پتھروں کے درمیان میں دبا کر اندھیری کوٹھری کے اندر رکھدیں اور رکھتے وقت یہ کہدیں کہ لے اللہ فلاں شخص کو لے آ نقل تعویذ بسم اللہ الرحمن الرحیم
إِنَّا رَادُّوهُ إِلَيْكِ يٰبُنَيَّ إِنَّهَا إِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِي صَخْرَةٍ أَوْ فِي السَّمٰوٰتِ أَوْ فِي الْأَرْضِ يَأْتِ بِهَا اللّٰهُ إِنَّ اللّٰهَ لَطِيفٌ خَبِيرٌ أَوْ كَظُلُمٰتٍ فِي بَحْرٍ لُّجِّيٍّ يَغْشٰهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهِ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهِ سَحَابٌ ظُلُمٰتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ إِذَا أَخْرَجَ يَدَهُ لَمْ يَكَدْ يَرٰهَا وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهُ نُورًا فَمَا لَهُ مِنْ نُّورٍ حَتّٰى إِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ أَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوا أَنْ لَّا مَلْجَأَ مِنَ اللّٰهِ إِلَّا إِلَيْهِ۔ اَللّٰهُمَّ ائْتِ بِالْمُرَادِ بِالْخَيْرِ

(۵۲) ایک صاحب کے سپرد کسی مسجد کی امامت ہو انھوں نے دریافت کیا کہ بعض مرتبہ کوئی شخص جماعت کے واسطے نہیں ہوتا تو اس صورت میں بندہ پر جماعت سے نماز پڑھنا ضروری ہے یا نہیں اگر ضروری ہے تو اذان کہکر دوسری مسجد میں جماعت پڑھ سکتا ہے یا نہیں

جواب - نہیں بلکہ اسی مسجد میں منفرد پڑھنا افضل ہے۔

(۵۳) کسی نے اختلاج اور تبخیر کے لئے تعویذ مانگا تھا - تحریر فرمایا کہ "یہ تعویذ گلے میں اس طرح لٹکا دیں کہ قلب پر پڑا رہے" نقل تعویذ "بسم اللہ الرحمن الرحیم الذین امنوا وتطمئن قلوبہم بذکر اللہ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب وربطنا علی قلوبہم لولا ان ربطنا علی قلبہا لتکون من المؤمنین ولیربط علی قلوبکم"۔

(۵۴) **مضمون** - درگاہ باری تعالیٰ میں دست بدعا ہوتا ہوں کہ حضور کی محبت میرے قلب میں پیدا ہو جاوے لیکن ذرہ بھر بھی محبت قلب میں نہیں پیدا ہوتی اور اسکی وجہ سے طبیعت بےچین ہو جاتی ہے۔

جواب - محبت کے الوان مختلف ہیں ایک لون یہ بھی ہے جو آپکو حاصل ہے اُسکی ایک صریح علامت یہی ہے کہ اسکی کمی کے احتمال سے آپکو بےچینی ہوتی ہے۔

مضمون - اکثر حضور کا تصور کر کے اور حضور کو اپنی طرف متوجہ کر کے یہ شعر

تو دستگیر شواے خضر پے خجستہ کہ من   پیادہ میروم وہمرہان سوار انند

بڑے ذوق وشوق سے پڑھتا ہوں۔

جواب - اسکی اصلاً ضرورت نہیں۔

مضمون - اور تھوڑی دیر تک تو حضور کا تصور رہتا ہے بعد اسکے حضور کا تصور تو مٹ جاتا ہے اور یہ معلوم ہونے لگتا ہے کہ ایک اونچا تخت جسکے خاص حصہ پر نور جلوہ گر ہوتا ہے میرے سامنے ہوتا ہے اور یہ تخت تختِ خداوندی معلوم ہوتا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس نور میں بڑی زبردست کشش ہے جو کہ زبردستی مجکو اپنی طرف کھینچتا جاتا ہے شعر ورد زبان رہتا ہے اور اُس نور کے قریب ہوتا جاتا ہوں جب یہ نور گز سوا گز کے فاصلہ پر رہجاتا ہے یکایک چونک اٹھتا ہوں اور سب کچھ غائب ہو جاتا ہے۔

جواب۔ سبحان اللہ یہ توجہ الی اللہ تو اصل مقصود ہے اور شیخ کی محبت اسی مقصود کا ذریعہ ہے پس اگر کسی کو خدا تعالیٰ یہ مقصود نصیب کر دے اور شیخ سے ذرا بھی محبت نہ ہو مگر اطاعت و اتباع ہو تو وہ شخص سرتاسر حق پر فائز ہے۔ ۲۱ جمادی الاول ۳۴ھ۔

(۵۵) **مضمون**۔ بہت دنوں سے یہ سنتا ہوں کہ یہ پڑھے تو اتنا روز ملے اور یہ عمل کرے تو اتنی اشرفی پاوے اگر حضور کو معلوم ہوں اطلاع فرمائیے۔

جواب۔ مجکو نہیں معلوم۔

(۵۶) **مضمون**۔ مبلغ پانچ روپیہ جناب کی خدمت میں روانہ کیا ہے۔

جواب۔ ابھی نہیں پہونچے اگر کوپن میں بھی یہ مضمون ہوا تو وصول کر لونگا اور اگر اسمیں بھی نہ ہوا اور یاد بھی نہ رہا تو بمجبوری منی اڈر واپس ہوگا۔

(۵۷) **جواب ایک خط کا**۔ گانوں میں جس مسجد میں جمعہ کے روز جماعت نہ ہو وہاں جماعت سے ظہر پڑھنے میں اگر کسی قسم کا فتنہ نہ ہو ظہر جماعت سے پڑہیں ورنہ تنہا تنہا پڑھ لیں۔

(۵۸) **جواب ایک خط کا**۔ بیعت کے طریقہ کے متعلق مفصّل مضمون خط میں نہیں آسکتا زبانی سمجھ میں آسکتا ہے لیکن چونکہ مجھ میں بیعت کی اہلیت نہیں ہے اس لئے اس قصد سے یہاں تکلیف نہ فرماویں البتہ اگر محض ملاقات کے قصد سے آپکا ارادہ ہو مضائقہ نہیں لیکن آنے سے ایک ہفتہ قبل مکرر میرے قیام وطن کی تحقیق فرمالیں۔

(۵۹) **جواب ایک خط کا**۔ بیعت میں جلدی مناسب نہیں پہلے کام شروع کر دیا جاوے قصد السبیل سے کام شروع کر دیجئے اور حالات سے اطلاع دیتے رہیئے تاکہ سلسلہ تعلیم کا جاری رہے پھر جب باہم مناسبت ہو جاویگی اسوقت بیعت کی درخواست کا مضائقہ نہیں۔

(۶۰) **جواب ایک خط کا**۔ پہلے خطوط کا مضمون یاد نہیں رہا اگر اس خط کے ساتھ وہ خطوط بھی ہوتے تو اس خط کا مطلب سمجھ میں آتا اور سمجھنے ہی کے بعد جواب دینا ممکن ہے۔

مضمون۔ آنکھ تورات کو ضرور کھلتی ہے مگر یہ خیال کرتا رہتا ہوں کہ ابھی وقت بہت ہے پڑھ لونگا اسی خیال میں پھر نیند آجاتی ہے۔

جواب۔ ہمت کی ضرورت ہے۔

(۶۱) **جواب ایک خط کا**۔ اصل یہ ہے کہ طالب علمی کے ساتھ ذکروشغل جمع ہونا دشوار ہے ایسی حالت میں جسقدر اور جسطرح ہو سکے غنیمت ہے اسلئے اضافہ مناسب نہیں اور اسباق کا حرج کرکے آنا بھی خلاف مصلحت ہے۔ ۲۲ جمادی الاول ۱۳۴۳ھ

(۶۲) **جواب ایک خط کا**۔ جواب سائل کے لئے لفافہ آنا چاہئے۔

(۶۳) **مضمون**۔ اسوقت خادم کے دماغ کی یہ حالت ہے کہ جو کچھ حضور کے مواعظ وغیرہ میں پڑھتا ہوں ہر وقت خیال بندھا رہتا ہے یہانتک کہ نماز میں بھی۔

جواب۔ ان مضامین کا دماغ وخیال میں رہنا عین مطلوب ہے نماز میں بھی مضر نہیں اطمینان رکھیں۔

(۶۴) **مضمون**۔ جار تعیناتی کوتوالی سے پولیس لین کو جو کہ شہر سے اندازاً ایک میل سے قدرے کم ہے بکار تحریر تبادلہ ہو گیا ہے بوجہ پابندی اوقات جماعت نماز کی بالکل فوت ہوتی ہے مشکل سے کوشش کرنے پر ایکدو وقت کی جماعت ملجاتی ہے ورنہ نہیں۔ اور تلاوت قرآن پاک کرنے کو پریشانی وقت ملتا ہے اور نصف پارہ کے بجائے چوتھائی پارہ معہ منزل مناجات مقبول نصیب ہوتا ہے اور نماز تہجد بجائے بارہ ۱۲ رکعت کے کبھی چھ اور کبھی آٹھ رکعت پڑھتا ہوں اور بعد تہجد کے کلمہ لا الٰہ الا اللہ (۶۰۰) مرتبہ پڑھتا تھا وہ بجائے بعد نماز تہجد کے اگلے دن صبح کو یا شام کو پڑھتا ہوں۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ جملہ امور مذکور عرلضیہ ہذا عمل کی اجازت ہے یا کیا حکم ہے۔

جواب۔ جسقدر ہو جاوے غنیمت ہے۔

مضمون۔ عورت پر جن کے اثر کے لئے تعویذ طلب کیا گیا۔

جواب۔ میں عامل نہیں لیکن توکلاً علی اللہ کچھ لکھدیا ہے گلے میں ڈالدیجئے (نقل تعویذ) بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ هٰذَا الْكِتَابُ مِنْ مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ اِلٰى مَنْ طَرَقَ الدَّارَ مِنَ الْعُمَّارِ وَالزُّوَّارِ وَالسَّائِحِيْنَ اِلَّا طَارِقًا يَّطْرُقُ بِخَيْرٍ يَّا رَحْمٰنُ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ لَنَا وَلَكُمْ فِي الْحَقِّ سَعَةً فَاِنْ تَكُ عَاشِقًا مُّوْلِعًا اَوْ فَاجِرًا مُّقْتَحِمًا اَوْ رَاعِيًا حَقًّا مُّبْطِلًا هٰذَا كِتَابُ اللّٰهِ يَنْطِقُ عَلَيْنَا وَعَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ وَرُسُلُنَا يَكْتُبُوْنَ مَا تَمْكُرُوْنَ اُتْرُكُوْا صَاحِبَ كِتَابِيْ هٰذَا وَانْطَلِقُوْا اِلٰى عَبَدَةِ الْاَصْنَامِ وَالْاَوْثَانِ وَاِلٰى مَنْ يَّزْعَمُ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ لَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ تُغْلَبُوْنَ حٰمٓ۔

لَا تُنْصَرُوْنَ حٰمٓ عٓسٓقٓ تَفَرَّقَ اَعْدَآءُ اللّٰہِ وَبَلَغَتْ حُجَّةُ اللّٰہِ وَلَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ فَسَیَکْفِیْکَھُمُ اللّٰہُ وَھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ۔

(۶۵) **مضمون**۔ مختلف خیالات نا امیدی وغیرہ کے اور عدم انضباط معمولات کی شکایت درج تھی منجملہ اُن خیالات کے ایک یہ بھی خیال لکھا تھا کہ ابھی تک تھانہ بھون کی جانب سے کچھ نفع نہیں ہوا۔

جواب۔ ان خیالات کی اصلاح خطوط سے نہیں ہوسکتی افسوس ہے جب یہاں آنا ہوتا ہے اُس وقت تو مخفی کیا جاتا ہے پھر دور دور سے اظہار ہوتا ہے۔

(۶۶) ایک صاحب نے ایک سابق خط کے جواب میں متعدد سوالات بطور تنقیح کے کئے گئے تھے اُن کے جواب ناکافی آئے اُن جوابات کے جواب لکھنے کے بعد درخواست بیعت کی عبارت کے مقابلہ میں جسمیں معافی کی بھی درخواست تھی یہ تحریر فرمایا "سب معاف ہے مگر بیعت بدون مناسبت مفید نہیں اور آپ کی طبیعت کے انداز سے مناسبت کی امید نہیں کسی اور جگہ رجوع کیجئے"۔

(۶۷) **مضمون**۔ ۲۳ جمادی الاول ۳۲ھ۔ درخواست اجازت اعمال قرآنی و درخواست درود شریف بغرض حصول زیارت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم۔

جواب۔ دونوں درخواستوں کا جواب زبانی سمجھ میں آسکتا ہے تحریر سے سمجھ میں نہ آویگا مگر اسوقت مجملاً اتنا سمجھ لیں کہ دونوں امر غیر ضروری ہیں۔

(۶۸) **مضمون**۔ بروز واپسی جلسہ سہارنپور بغرض بیعت حاضر خدمت بابرکت ہوا تھا لیکن حضور نے حالت طالب علمی میں مناسب نہ سمجھا واللہ مجھے بجائے مایوسی کے فرحت اور خوشی حاصل ہوئی اور عقیدتمندی زیادہ ہوئی اسلئے کہ حکیم کی رائے اور تجویز سے علاج مفید اور مناسب ہوتا ہے چند احباب نے حضور کی خدمت اقدس میں سلام عرض کرنے کو کہا تھا لیکن بموجب اس تعلیم ضوابط کے کہ آنجناب نے وعظ میں ارشاد فرمائے تھے میں عرض نہ کرسکا۔

جواب۔ آپکی خوش فہمی اور سعادتمندی سے بہت دل خوش ہوا تحصیل علم اور اصلاح عمل میں لگے رہئے اور ضروری بات مجھسے پوچھی جاویگی انشاءاللہ تعالیٰ جواب میں دریغ نہ ہوگا۔

(۶۹) **مضمون**۔ آپ کے شرائط مرقومہ معلوم ہوئے نمبر ۱ سرپار سال مدرسہ عبدالرب ہے

فارغ البالی ہوگئی ہے نمبر ۲ بندہ دو مہینہ خدمت میں قیام کریگا نمبر ۳ خورونوش کا اپنی طرف سے انتظام کریگا نمبر ۴ میں بیعت کا اصرار نکرونگا نمبر ۵ اخلاق کی ہی اصلاح مقصود ہے نمبر ۶ اطلاع کرنے کے بعد حاضر ہونیکا ارادہ ہے۔

جواب۔ آپکی صفائی سے بہت دل خوش ہوا جب چاہیں آجاویں اور آتے ہی یہ کارڈ دکھلادیں اور آپ کے جس کارڈ کا یہ جواب ہے اُس کا مضمون بھی زبانی فوراً کہدیں۔

(۷۰) ایک صاحب نے بہشتی زیور کے حصے منگوائے تحریر فرمایا کہ میں تجارت کتب نہیں کرتا اسلئے تعمیل حکم سے معذور ہوں۔

(۷۱) ایک حکیم صاحب کی نسبت جو تھانہ بھون میں مقیم ہیں ایک صاحب نے اُن کی طرف بغرض علاج رجوع کرنے کیلئے حضرت سے مشورہ لیا تحریر فرمایا "اُن کی نیکبختی کا تو مجکو علم ہے لیکن مہارتِ فن کا مجکو علم نہیں کیونکہ میں خود طبیب نہیں"۔

(۷۲) ایک عزیز اہلکار نے جنھوں نے ایک عالیشان مکان جدید تیار کرایا ہے درخواست کی کہ افتتاح حضرت کے وعظ سے ہو چونکہ تنخواہ اُن صاحب کی کم ہے اسلئے مکان مشتبہ ہے حضرت نے اُن کی درخواست پر تحریر فرمایا۔

جواب۔ عزیز از جان سلمہ۔ السلام علیکم۔ یہ تو میرے برتاؤ سے آپنے بھی اندازہ کرلیا ہوگا کہ مجکو آپسے کتنی محبت ہے لیکن اسکے ساتھ ہی چونکہ مجکو ایک مذہبی منصب یعنی خدمت تبلیغ سے تعلق ہے میرے قول و فعل کا اثر متعدی ہوتا ہے اس اشتباہ کی حالت میں عوام مجھپر معترض ہوسکتے ہیں کہ ناجائز مکان کا افتتاح وعظ سے کیا۔ کیا اسکے اطمینان کی ایسی کوئی صورت ہے کہ عام خیالات کی اسکے متعلق تصحیح ہوجاوے اگر ایسا ہوجاوے تو آپ کا گھر میرا گھر ہے واقعی مجکو اپنے عزیزوں سے جتنا تعلق ہے کسی کو کم ہوگا۔ میں بھی اُس طریقۂ تصحیح کو معلوم کرنا چاہتا ہوں۔

(۷۳) ایک صاحب نے ایک عقد کی بابت مشورہ طلب کیا اور اُس لڑکے کے ہاتھ کی کچھ تحریریں بھی بغرض اطمینان بھیجیں تحریر فرمایا۔

جواب۔ چونکہ محض چند پرچوں کے دیکھنے سے تمام اُن ضروری امور کا اندازہ نہیں ہوتا جنکا معلوم ہونا مشورہ میں ضروری ہے اسلئے مشورہ سے معافی چاہتا ہوں اور دعائے خیر کرتا ہوں۔

(۷۴) **مضمون** - دورہ میں اہلمد وہیڈ گھڑے اور لکڑی مفت کی استعمال کرتے ہیں میں احتیاط کرتا ہوں - کمہار سے گھڑے قیمتاً خریدتا ہوں - اور کوئلہ ساتھ رکھتا ہوں اُسیر سالن پک جاتا ہے - اور ہر گاؤں میں پہونچکر کنڈے سے خرید کر روٹی پکوا لیتا ہوں اسوجہ سے میں اہلمد وہیڈ سے علیحدہ ہو گیا اور اب میرا اُٹھانا بالکل علیحدہ پکتا ہے مگر رواجاً یہ بات کہ تین مسلمان ایک جگہ رہتے ہیں اور میں تنہا بیٹھکر کھانا کھا لیتا ہوں کچھ برا معلوم ہوتا ہے آیا اسمیں کسی اصلاح کی ضرورت ہے یا نہیں -

جواب - اسمیں ایک تو مسئلہ کی تحقیق ہے وہ یہ کہ اگر اُن کے طعام کی جنس حلال ہو تو صرف گھڑے یا لکڑی کے غیر حلال ہونے سے طعام حرام نہو گا اُن لوگوں کے ساتھ اپنا طعام شامل کر کے کھا لینے کی اجازت ہے اُن کے اُس فعل کا کہ گھڑے و لکڑی ناجائز طریق سے حاصل کیا وبال خود اُن پر رہیگا - اور ایک مشورہ کی تحقیق ہے وہ یہ کہ اگر اس طرح جدا ہو کر کھانے سے کوئی زیادہ تنگی ظاہری یا قلبی نہو تو زیادہ بہتر یہی ہے - ممکن ہے کہ اُن کو اسکا احساس ہو کر اپنے فعل کے بیجا ہونے پر اُن کو تنبہ ہو اور وہ بھی تائب ہو جاویں خصوص جبکہ یہ احتمال ہو کہ اگر ہم ان کے شامل ہو کر کھاوینگے تو ہماری یہ احتیاط بھی بے اثر و بے وقعت ہو جاویگی تب تو علیحدہ کھانا زیادہ ضروری ہے - اور اگر حالت اسکے خلاف ہو یا ساتھ کھانے میں امید ہو کہ تالیف قلب سے متاثر ہو کر ان کو ہدایت ہو جاویگی تو شامل ہو کر کھالیں -

(۷۵) **مضمون** حضور کی تصنیف کی ہوئی کتاب دیکھی حضرت نے حافظ کو جلدی پڑھنے کی سخت ممانعت کی ہے میں آہستہ اور الفاظوں کو ادا کر کے پڑھتا ہوں تو بھول جاتا ہوں

جواب مطلب جلدی پڑھنے کی ممانعت کا یہ ہے کہ اسقدر جلدی پڑھے کہ حروف صاف ادا نہوں اور اگر حروف صاف ادا ہوں تو جلدی کا بھی مضائقہ نہیں -

(۷۶) **مضمون** - یہاں دو شخصوں میں بحث ہے پہلا شخص کہتا ہے کہ انسان خود فاعل مختار ہے اور اللہ پاک نے اسکو یہ اختیار دیا ہے کہ وہ چاہے نیکی کرے یا بدی کرے اور اسکا قبول کرنا نہ کرنا اللہ پاک کے اختیار ہے اور دوسرا شخص کہتا ہے کہ نہیں جو کام کراتا ہے اللہ پاک کراتا ہے انسان کچھ نہیں کرتا فقط بدی کر سکتا ہے نیکی اللہ پاک کراتا ہے -

(باقی آئندہ ذی الحجہ)

(حال) تقریباً دو ہفتہ اور رہنے کا خیال ہے۔
(تحقیق) اختیار ہے۔
(حال) کیا قاری جی سے قرآن مجید درست کرتا رہوں۔
(تحقیق) ہاں ہاں۔
(حال) اگر نصیب ہوا تو انشاء اللہ آج ہرچہ بھی پیش کرونگا زبانی عرض سے ہیبت ہوتی ہے۔
(تحقیق) خواہ مخواہ کی ہیبت کا کیا علاج۔ میں تو خادم الاحباب ہوں لیکن جو بات قابل تنبیہ کے ہوگی اسپر متنبہ کردونگا ورنہ پھر ہوں میں کس کام کا۔

(۱۵۱) مضمون۔ ایک جگہ کے مدرسوں میں کشاکشی ہے اُن میں سے ایک مدرسہ کے ایک مدرس صاحب نے حضرت کی خدمت میں ایک خط لکھا جسمیں اپنے حاضر ہونیکی بابت لکھا تھا در اصل غرض تو مدرسہ کے متعلق گفتگو کرنا تھی لیکن تمہید اس طرح لکھی کہ بیر امدت سے حاضری کا شوق لگ رہا ہے اسکے بعد غرض اصلی کا اظہار تھا کہ ہتولی صاحب و مہتمم صاحب کا ارادہ بھی حاضری کا ہے تاکہ جلسہ کے متعلق مشورہ لیا جاوے یہ بھی لکھا تھا کہ جملہ امور آں حضرت کی رائے پر چھوڑ دیئے گئے ہیں۔ ایسے وقت میں حاضر ہوکر حضرت کی زیارت سے شرف حاصل کرونگا حضرت نے فرمایا کہ دیکھئے کیسی اینچ پینچ کی تمہید لکھی ہے۔ جو اصلی غرض تھی اسی کو لکھتے۔ دوسرے یہ کہ میں ایسے جھگڑوں میں کبھی نہیں پڑتا حضرت نے جو جواب تحریر فرمایا وہ درج ذیل کیا جاتا ہے۔

(جواب) مولانا آپ سے اور طرح کا تعلق ہے جو محض دینی ہے اور مدرسہ کے متعلق اگر گفتگو ہوئی اُسمیں چونکہ انتظامی ضوابط کی بھی آمیزش ہوتی ہے اسلئے شاید کوئی باضابطہ جواب عرض کرنا پڑے لہذا آپ اگر آویں مدرسہ کے کسی کام کیلئے بالکل گفتگو نہ فرماویں اگر آنا ہو محض دین کیلئے باقی مہتممین اگر فرمائیں گے جیسا مضمون ہوگا ویسا جواب عرض کرونگا لیکن اتنی اطلاع اُن کو بھی کردینا مناسب ہے کہ میں حتی الامکان ایسے امور میں مشورہ نہیں دیا کرتا۔ اور دعا سب کے لئے کرتا ہوں اس کیلئے سفر کی ضرورت نہیں۔

(۱۵۲) (مضمون) ایک شب حسب معمول خادم بوقت تہجد مشغول ذکر تھا آنکھ بند کئے دیکھا کہ سیدھے ہاتھ کی طرف ایک شخص جوان سیاہ لباس سیاہیانہ پہنے ہوئے بیٹھے ہیں

اور اُلٹے ہاتھ کی طرف دیکھا کہ ایک مرغ سُرخ قوی الجثہ کھڑا ہے۔
جواب۔ وہ شخص داہنے ہاتھ والا روح کی شکل مثالی ہے یہ ہیئت اُسکی اشارہ ہے خاص اوصاف کی طرف یعنی جوانی اشارہ ہے قوت کی طرف سپاہیانہ لباس اشارہ ہے صفت خادمیت وعبدیت کی طرف اور بائیں طرف جو دیکھا یہ شکل مثالی ہے قلب کی چنانچہ اُس کا نور سُرخ ہے۔ اور قوتِ جثہ اشارہ ہے قوت معنویہ کیطرف اور مرغ کی شکل دیکھنا اشارہ ہے اُسکی پرواز بجانب ملاءِ اعلیٰ کی طرف نیز اپنی حقیقت میں یہ متاخر ہے روح سے لہذا روح بشکل انسان اور قلب بشکل طائر معلوم ہوا مبارک ہو بشارت ہے درستی روح وقلب کی طرف۔
(۱۵۳) (**حال**) پھر ایک شب بوقت ذکر سامنے سے چشم راست میں ایک روشنی بہت شفاف مثل آفتاب نصف النہار طلوع ہوئی جسکے اثر سے آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں اور قلب کو فرحت حاصل ہوئی
(**تحقیق**) یہ نور ذکر ہے یا نور روح کہ زیادہ اسی شکل میں وہ نمودار ہوتا ہے۔
(**حال**) اور جناب یہاں خادم کا جی نہیں لگتا ہے بعضے وقت بہت دل گھبراتا ہی گو تن یہاں ہے دل بھانہ بھون میں ہے۔
(**تحقیق**) یہ دلیل ہے محبت کی اور محبت ہادی طریق کی مفتاح مقصود ہے مبارک ہو۔
(**مضمون**) دیگر گذارش یہ ہے کہ عرصہ دراز سے جی چاہ رہا ہے کہ کچھ اپنے گذشتہ واقعات اور جناب والا کے اوصاف وکمالات دیدہ وشنیدہ کتاب کی صورت میں لکھکر طبع کراؤں
جواب۔ اگر مبالغہ نہو اور روایت ونقل میں پوری احتیاط کیجاوے اور اُسپر کوئی دینی نتیجہ بھی مرتب کرکے دکھلایا جاوے اور بعد لکھنے کے مجکو دکھلا بھی لیجاوے تو مضائقہ نہیں اور اگر خالی مدح ہی مدح ہو تو فضول بلکہ عجب نہیں کہ مضر ہو۔
(۱۵۴) (**ایک ریاست کی ملازم کا خط**) سائل دریافت طلب (۱) یہاں سائر خرچ بعض دفاتر میں تو نقد ملجاتا ہے اہلکار حسب ضرورت اسمیں سے سامان خرید کرلیتے ہیں اور اکثر دفاتر میں قلم پنسل کاغذ سیاہی وغیرہ کی تعداد مقررہ ہے خرچ کم ہو یا زیادہ اسمیں کمی بیشی نہیں ہوتی تو اسمیں سے اگر بچ کے کام میں بھی صرف کرلیا جاوے یا اگر بچ جاوی اور کسی اپنے ملنے والے اہل ضرورت کو دیدیا جاوے تو جائز ہے یا نہیں بعض بعض اہلکار جو سامان بچ جاتا ہی

اسکو فروخت کرکے رقم خرچ کر لیتے ہیں۔
(استفسار) اس کی تحقیق کرنا چاہئے کہ اگر بچے ہوئے کے خرچ کر لینے کی اطلاع اہل اختیار کو ہو تو وہ گوارا رکھیں یا نہیں۔
(جواب استفسار) فقرہ اول کی بابت گذارش ہے کہ جسکو اصلی مالک کہنا چاہئے وہ اسوقت کوئی موجود نہیں باقی یہ عملدرآمد ادنیٰ سے اعلیٰ تک سب میں مساوی ہے اور اسوقت جو اہل اختیار ہیں اُن کی اطلاع میں ہے اور کسی کو ناگوار نہیں گذرتا بلکہ اس سے کم وبیش سب ہی فائدہ اٹھاتے ہیں۔
جواب قطعی میں نے اہلکاران گورنمنٹ سے سُنا ہے کہ بچے ہوئے کا اختیار دیا جاتا ہے جیسا کہ کسی کا ذمہ دار بنایا جاتا ہے اس صورت میں جواب یہ ہے کہ بچے ہوے کو استعمال میں لانا درست ہے
(فقرہ ۲) اگر افسر کو کسی اہلکار ماتحت کی نقص کارگذاری کے متعلق اسکی عدم موجودگی میں اُن نقائص کی اطلاع دیجاوی یا شکایت کیجاوے تو یہ غیبت میں داخل ہے یا نہیں۔
(استفسار) کیا یہ شخص اطلاع دینے کیلئے مامور ہے اور وہ نقصان کس قسم اور کس درجہ کا ہے۔
(جواب استفسار) سررشتہ دار کے اپنے اختیارات تو کچھ نہیں ہوتے البتہ وہ اہلکاران دفتر کے کام کا نگراں ہوتا ہے اور یہ بات بھی اُس کے فرائض میں سے ہے کہ اگر کسی اہل کار کے کام میں کوئی نقص دیکھے خواہ وہ روپیہ پیسہ یا سامان یا تحریری کارروائی کے متعلق ہو تو افسر کو اُسکی اطلاع کردے اسکی کیا صورت ہے۔
(جواب قطعی) آپ کی تقریر سے معلوم ہوا کہ یہ اطلاع اُس کے فرائض میں سے ہے اب جواب یہ ہے کہ اس حالت میں اطلاع ضروری ہے لیکن اگر وہ نقصان قلیل ہو تو اطلاع کی ساتھ سفارش معافی کی بھی لکھدینا مناسب ہے۔
(۳ نوٹ منجانب حضرت) مسائل کیلئے خاص خط آنا مناسب ہے جسمیں ذکر وشغل کے متعلق اطلاع و استفسار ہو طبیعت پر قدرے گرانی ہوتی ہے۔ (معذرت منجانب کاتب) کفایت کے خیال سے ایک ہی لفافہ میں مسائل کا پرچہ بھی رکھدیا گیا تھا اگر ناگوار ہوا ہو تو معاف فرماویں۔
(جواب معذرت) خدانخواستہ کوئی ناگواری نہیں لیکن مختلف کاموں کے جمع ہونے سے

ایک ایسے شخص کو جسکو بہت سا کام ہو گرانی اور کلفت ہوتی ہے۔

(۱۵۵) خواب یکے از خلفاء - میں نے کل بروز دو شنبہ بتاریخ ۵ رجب سنہ ۳۴ھ یہ خواب دیکھا کہ جامع مسجد کانپور میں اتر کی جانب جناب والا تشریف فرما ہیں اور ایک مختصر جماعت مسلمانوں کی ہے اور مقصود یہ ہے کہ حضور والا وعظ فرما دیں گے مجمع چونکہ زیادہ نہیں ہوا تھا تو خیال یہ کیا گیا کہ جب تک کوئی دوسرا بیان کرے جب مجمع پورا ہو جاوے تو حضور والا کا وعظ ہو - اس اثنار میں اپنے ہی میں کے ایک صاحب نے مختصر سا بیان کیا اس کے بعد مجکو جناب والا نے حکم دیا کہ تم بیان کرو - میں نے حسب الحکم اس آیت یا ایہا الناس انا خلقناکم من ذکر و انثی الآیہ کا وعظ شروع کیا اور نہایت ہی پاکیزہ مضامین قلب پر وارد ہوئے اور زبان سے نکلے اور میں ایک پردہ کی آڑ میں سے بیان کر رہا ہوں جب پردہ اٹھا کر دیکھتا ہوں تو مجمع کثیر ہو گیا ہے پھر اس کے بعد میں پردہ کے باہر آگیا ہوں اور بیان کر رہا ہوں ....

.... پھر اس کے بعد یہ خیال نہیں رہا کہ جناب والا نے بیان فرمایا یا نہیں - دوسرا خواب یہ ہے کہ بروز سہ شنبہ بعد نماز تہجد سو گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جامع مسجد جونپور میں ممبر سے اتر کی جانب بیچ کے در میں پچھم جانب رخ اقدس کئے ہوئے جلوس فرما ہیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے مواجہہ میں سیدنا حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ بیٹھے ہوئے ہیں اور میں ممبر مسجد کے دکھن کی طرف ہوں اتنے میں کیا دیکھتا ہوں کہ سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ اٹھے اور کچھ ہی اٹھنے پائے تھے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مزاحاً تبسم فرماتے ہوئے پیر پکڑ کر اپنی طرف کھینچ لیا بس حضرت علی کرم اللہ وجہہ گر پڑے اور زور سے آواز دی اتنے میں میں اس مقام خاص پر پہونچ گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا پکڑے ہوئے ہیں اور میں نے پہونچ کر سر حضرت کرم اللہ وجہہ کا اس خیال سے پکڑ لیا ہے کہ مبادا کہیں پتھر پر سر مبارک نہ آجائے کہ چوٹ لگ جاوے جب میں نے سر مبارک علی کرم اللہ وجہہ کا پکڑ لیا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے دونوں پیروں کو پکڑ کر اٹھا لیا - اور اتر جانب نہایت زور سے لیچلے اور میں سر مبارک کو اپنی گود میں نہایت ادب سے لئے ہوئے چل رہا ہوں یکایک ایک دوسرے

در کے ایک گوشہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رک گئے تو میں نے اس مہلت کو غنیمت سمجھکر سر مبارک
کرم اللہ وجہہ کو خوب خوب بوسہ دیا اور سجدہ کی جگہ کہ جہاں نشان سجدہ کا بن جاتا ہے اور گٹا پڑجاتا
ہے اسکو بھی بوسہ دیا ہے اور دل ہی دل میں کہتا ہوں کہ اپنے احباب سے ملکر کہونگا کہ میرا منہ چومنے
کے قابل ہوگیا۔ پھر اس کے بعد کیا دیکھتا ہوں کہ کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اسی مسجد میں اتر جانب
لیٹے ہوئے ہیں تو مجھے یہ خیال ہوا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم بھی اسی مجمع مبارک
میں استراحت فرما رہے ہوں گے تو میں نے عرض کیا کہ السلام علیکم یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ
وسلم۔ تو آپ نے جواب دیا کہ وعلیکم السلام۔ مگر ان حضرات میں آپ لیٹے ہوئے نہیں ہیں بلکہ مسجد
ہی میں سے دکھن کی طرف سے تشریف لا رہے ہیں اتنے میں میں نے چاہا کہ لپک کر مصافحہ کروں
اور کچھ تیز چلا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم مثل انوار کے ٹکڑوں کے ہو کر نظر سے
غائب ہوگئے بحمد اللہ تعالیٰ استقامت نصیب ہوتی چلی جاتی ہے۔

(**تعبیر**) مجبی محبوبی سلمہ اللہ تعالیٰ و کرمہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ نہایت مبارک خواب
ہیں خواب اول میں بشارت ہے کہ آپ سے اشاعت علوم نبوت کی ہوگی اور خواب ثانی میں اشارت
ہے کہ آپ حافظ وحامل علوم ولایت کے ہوں گے کہ حضرت علیؓ منتہی ہیں اکثر سلاسل کے اور
سر میں دماغ ہوتا ہے جو خزانہ ہے علوم کا تو سر کی حفاظت محل ہے علوم ولایت کا اور بازو پکڑ لینا
مانعیت ہے رفتار متعارف سے اشارہ اس طرف ہے کہ ان علوم ولایت کی مثل علوم نبوت کی رفتار
معتاد نہیں ہے بلکہ وہ رفتار غیر معتاد یعنی مخفی ہے کیونکہ علوم ولایت ناشی ہیں احوال واذواق
خاصہ سے جو نہ مکتسب ہیں اور نہ صالح اظہار عام ہیں پس اسمیں اظہار ہے تفاوت بین نوعی العلم
کا اور اظہار ہے آپ کے تحقق بکلا النوعین کا مجموعی حالت آپکی نعمت ہے۔ خدا تعالیٰ شکر اور مزید
عطا فرماوے۔ (انہیں صاحب کا پھر دوبارہ خط آیا جس کا خلاصہ معہ جواب نقل کیا جاتا ہے)

(**مضمون**) (**دوسرا خط**) ایک عریضہ حقیر نے ارسال خدمت بابرکت کیا ہے جب عریضہ
روانہ کرچکا ہوں تو مجھے سخت اضطراب اس دوسرے خواب کے متعلق پیدا ہوا عجب عجب باتیں
دل پر گذریں جب رات ہوئی تو اپنے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ بذریعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کے میری تسلی فرما دیجاوے اور اسکی تعبیر سے مشرف فرمایا جاؤں تاکہ اضطراب دفع ہو

خیر جب سویا تو یہ چار الفاظ دربار رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس خواب کی تعبیر میں ارشاد ہوئے وہ یہ ہیں۔ اضمار۔ در اضمار۔ استتار در استتار۔ انتہار در انتہار۔ اختتام در اختتام + پھر مجھے تسلی تام ہو گئی نقل خواب بھی کرتا ہوں۔ اب ان چار الفاظ کی شرح حضور والا کے دربار سے مطلوب ہے۔

جواب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ میں اس خواب کی تعبیر لکھ چکا ہوں الحمد للہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے اسکی تائید ہوئی یہ اضمار در اضمار اور استتار در استتار علوم ولایت کے متعلق ہے جسکے متعلق میں نے لکھا تھا کہ یہ علوم مخفی ہیں اور غایت تاکید کیلئے چار لفظ استعمال فرمائے گئے۔ اور یہ انتہا در انتہا واختتام در اختتام علوم نبوت کے متعلق ہے قرینۂ تقابل سے اسمیں اظہار کی قید ملحوظ ہے اور غایت تاکید کے لئے یہاں بھی چار لفظ مستعمل فرمائے گئے یعنی فیض نبوت انتہا درجہ ظاہر ہوگا۔

(۱۵۶) **مضمون**۔ ایک صاحب نے جو اہلکار ہیں خط لکھا کہ بہت سے وظیفے پڑھے لیکن ترقی تنخواہ باوجود اچھے کام ہونے کے نہیں ملتی ہمیشہ محروم رہتا ہوں اگرچہ یہ سب عمل برابر جاری ہیں لیکن میرے قلب کی ان پیہم ناکامیوں سے عجیب حالت ہو گئی کہ محض خداوند عالم کو اصلی کارساز سچے طور پر سمجھکر اس کے حضور میں التجا کی اور اس نے ابتک میری التجا منظور نہ فرمائی اس یاس واضطراب کے توڑ میں جناب کی طرف رجوع کرتا ہوں کہ آخر میں کیا کروں۔

جواب۔ جسقدر تدبیر امکان میں ہو تدبیر مع دعا۔ اور جو اختیار میں نہو اسمیں صرف دعا اور اس کے بعد بھی ناکامی ہو تو صبر اور یہ سمجھنا کہ اسی میں بہتری ہوگی اس سے زیادہ میں نہیں جانتا انہیں صاحب نے مختلف عملیات کے عجائب بیان کرکے اجازت چاہی کہ اب میں کوئی وظیفہ جلالی پڑھوں یا سورۂ مزمل کی زکوٰۃ دوں۔ ترک حیوانات کی ساتھ میں فلاں فلاں وظیفے پڑھے وغیرہ وغیرہ۔ جواب تحریر فرمایا کہ "حضرت میں نے کبھی ان چیزوں کا تجربہ ہی نہیں کیا"۔

(۱۵۷) **مضمون**۔ میری دلی تمنا تھی کہ زمانۂ تعطیل میں دربار بندگان والا میں حاضر ہوں اس حاضری سے محض یہ غرض ہے کہ یمن صحبتِ بابرکت سے توفیق الٰہی زیادہ ہو راسخ الاعتقادی اور دل میں خدا کی محبت بڑھے۔

جواب - چونکہ یہ امور خود غایات وثمرات ہیں جو نہ میرے اختیار میں ہیں نہ آپ کے اسلئے اس بنا پر تو آنا محتمل ندم ہے - البتہ اگر صرف یہ غرض ہو کہ میری باتیں سنئے گا اور جو مجھسے پوچھا جاویگا میری معلوم اور ای کے موافق جواب سنئے گا تو آنیکا مضائقہ نہیں مگر یہ امر اطلاع کے قابل ہے کہ یہ ضرور نہوگا کہ میں ان ایام میں بالالتزام وطن میں مقیم رہوں اتنی مدت تک آزادی کو روکنا دشوار ہے اگر میرا دل کہیں جانیکو چاہے گا تو بلا تکلف چلا جاؤنگا ان سب امور کو دیکھ لیجئے - اور مصارف خود برداشت فرمانا ہوں گے اگر آئیے تو یہ خط آتے ہی مجکو دکھلا دیجئے -

(۱۵۸) **(مضمون)** میں مکہ گیا مدینہ گیا اور یہ ایسی نعمت ہے جسکا شکریہ ہماری قدرت سے بہت زائد ہے مگر اپنی حالت اس مشہور شعر کے بالکل مطابق ہے ؎

خر عیسیٰ اگر بمکہ رود	باز آید ہنوز خر باشد		

جیسا اپنے بزرگوں کا عیسیٰ ہونا قطعی ہے ویسا ہی اس ناکارہ کا بدتر از خر ہونا بھی بدیہی ہے جس مقصد کے لئے بندہ ۱۳۲۰ھ میں رشیدی آستانہ پر حاضر ہوا تھا اور آپ کے وصال کے بعد مختلف حضرات کی خدمت میں پہونچکر آستانہ اشرفیہ پر ۱۳۲۵ھ کو پہونچا اور جہاں تک ہوسکا ان حضرات کے ارشاد پر عمل بھی کیا ان کی خدمت میں اور صحبت میں بھی کچھ کچھ رہا اور ابتک بھی حسب صحبت ان کے ارشاد پر عمل کرتا ہوں اور جن حضرات کی خدمت میں گیا - ان کی شفقت بھی برابر رہی اور ابتک ہے مگر نہ معلوم کیا چیز مانع ہے کہ ابتک حصول مقصود سے بہت دور ہوں حالانکہ برابر سنتا ہوں کہ فلاں شخص فلاں حضرت فلاں بزرگ کے ذریعہ سے کامیاب ہوگئے یہ سنکر اور بھی حیرت ہوتی ہے کہ یا اللہ کیا ساری مخلوقات میں صرف میں ہی ناکامیابی کیلئے منتخب کیا گیا ہوں اور خدا جانتا ہے ہمارا مقصود ان حضرات کی خدمت میں جانے سے کوئی دنیاوی منفعت نہیں رہا اور نہ ہے محض دین اور درجہ احسان کا طلب بلکہ جسقدر میں نے سعی کی اسی قدر دور ہوتا گیا والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا کا مطلب جو بظاہر سمجھا جاتا ہے - اس کے خلاف میں نے خود تجربہ کر لیا ہے خلاصہ اپنی ساری عمر کے تجربہ کا یہ ہے کہ درجہ احسان کا حصول اگر ممکن ہے تو عنقا صفت ضرور ہے یا شخصہ ہماری ذات میں اسکی صلاحیت ہی نہیں ہے یا ابتک مجکو کسی روحانی حقیقی طبیب کی قدمبوسی حاصل نہیں ہوئی ہے اور

ظاہر شق ثانی ہی ہے مگر زیادہ پریشانی اسکی ہے کہ کاش ایسا خیال ہی ہمارے دل سے نکل جاتا
تاکہ اطمینان کے ساتھ اور کاموں میں لگ جاتا اس کا دھیان قلب سے جاتا بھی نہیں اسلئے میں
خوب جانتا ہوں کہ بہت سا کام نقصان ہوتا ہے اور لوگ سمجھتے ہیں کہ بندہ بیکار اور فضول
شخص ہے اس کہنے کا صدمہ مجکو نہوتا اگر اپنا مقصود حاصل ہوتا یا اسکی کچھ توقع قریب بھی ہوتی
بہرکیف جناب والا کی خدمت میں عریضہ ہذا لکھنے کی فقط یہی غرض ہے کہ ہماری حالت سے
آپ خوب واقف ہیں صاف صاف بلا تواضع وانکسار و عاجزی و تکلف اولاً تو یہ فرماویں کہ
آیا ہم میں صلاحیت حصول مقصود ہے یا نہیں اور اگر ہے تو قریب یا بعید اور دوم یہ کہ ہم تین
سے تین ماہ تک مدرسہ عالیہ میں تعطیل ہو اگر آپکے نزدیک آپکی خدمت میں جانا ہمارے اپنے مقصود
کے لئے نافع ہو تو قدمبوسی کیلئے تیار ہوں تو یہ فرماویں کہ کب حاضر ہوں اور اگر خدانخواستہ آپکی
خدمت میں کامیابی کی توقع نہو تو آپ لوجہ اللہ اسکی تعیین فرماویں کہ کس کے پاس جاؤں۔

(**جواب**) مولانا السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ سفر حرمین مبارک اور مقبول ہو ذالك فضل اللہ یؤتیه
من یشاء حصول و عدم حصول درجہ احسان کے متعلق جسقدر آپنے تحریر فرمایا ہے سبکی بناء ایک مقدمہ
کا دعویٰ ہے وہ یہ کہ اسمیں سے کوئی حصہ آپکو حاصل نہیں ہوا بس اسی میں کلام ہے کیا قبل طلب
و قبل سعی و قبل عمل و قبل حضور خدمات حضرات اہل اللہ جو حالت تھی بالکل اب بھی وہی حالت ہے
کچھ بھی تفاوت نہیں ہوا یا کچھ تفاوت ہے۔ غالباً اگر آپ تامل و تذکر و موازنہ حالتین کے بعد جواب
دیں گے تو یہ تو ہرگز نہ کہیں گے کہ تفاوت نہیں۔ ضرور تفاوت کے قائل ہوں گے گو اُس کے
ساتھ ہی یہ بھی کہدیں کہ تفاوت تو ہے مگر ایسا ہے کہ اسکو اعتداد و استقرار نہیں کبھی حضور ہے
کبھی غیبت کبھی قوت ہے کبھی ضعف کبھی کچھ کیفیت ہوتی ہے کبھی نہیں تو یہ مسلّم کیا جاویگا مگر
اسکی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی کہ اسکو محرومی و ناکامی کہا جاوے۔ کیا اگر مریض کا مرض روزانہ
شیئاً فشیئاً کم ہوتا جاوے۔ اور صحت شیئاً فشیئاً بڑھتی جاوے تو کیا علاج کو غیر مفید کہیں گے
بلکہ قاعدہ تو یہ ہے کہ اگر یہ تفاوت مریض کو بھی محسوس نہو صرف طبیب ہی کو اپنے قواعد طبیہ
کی روسے معلوم ہوتا ہو اور وہ اس کا حکم کرے تب بھی مریض کو واجب ہوگا کہ تسلیم کرے اور
حق تعالیٰ کا اولاً اور اطباء کا ثانیاً شکر گذار ہو ورنہ سخط حق اور کدورت اطباء کا قوی اندیشہ ہے

جو احیاناً مفضی ہو جاتا ہے سلب نعمت کی طرف وتحسبونه هينا وهو عند الله عظيم۔ وہ مریض سخت غلطی کر رہا ہے کہ خود اپنے مرض کے متعلق ممتنع البرء ہونے کی تشخیص کر رہا ہے اور اس سے بڑھکر اسکی یہ غلطی ہوگی کہ اس کو خدا تعالیٰ نے عزم وسامان معالجہ کا دیا ہو اور وہ اس کی ناقدری کرکے یہ تمنا کرے کہ کاش عزم ہی دل سے نکل جاتا۔ کہ بفکری سے دوسرے فضول یا مضر کاموں میں یکسوئی سے مشغولی میسر ہوتی مولانا اگر طلب اور حق تعالیٰ کے ساتھ زیادت تعلق محبوب ہے تو کیا دوسرا کام بھی اسپر ترجیح رکھتا ہے یا لائمین کے کہنے سے صدمہ ہوسکتا ہے اس سے تو شبہ ہوتا ہے کہ حق کی طلب ہی نہیں بلکہ اس کے معنی تو یہ ہوئے کہ مطلوب مطلقاً تو مطلوب نہیں اگر وہ وعدۂ وصال کرے تو کوشش کریں ورنہ گولی ماریں سبحان اللہ کیسی اچھی طلب ہے مولانا ایک قحبہ عورت بھی اپنے طالب سے اسکو گوارا نہیں کرسکتی چہ جائے کہ حضرت حق جلشانہ اب اسپر بطور تفریع کے کہتا ہوں کہ اگر بقول آپ کے آپکی محرومی کو تسلیم کرلیا جاوے تو اسکی وجہ اب سمجھ لیجئے کہ آپ کی طلب کی یہ شان ہے اگر یہ ہو تو اللہ کی امان اصلاح کیجئے اور عنایتیں دیکھئے آخر خط میں جو یہاں تشریف لانے کے متعلق مشورہ دریافت کیا ہے سو حضرت اس کا فیصلہ میں نہیں کرسکتا۔ آپ خود کرسکتے ہیں کیونکہ شرط نفع مناسبت وکمال حسن ظن بحیث لا یشارك فیه احد ہے سو اس کا اندازہ ظاہر ہے کہ میں نہیں کرسکتا پھر جو امر اسپر مبنی ہے یعنی تعیین مطلب اس کا فیصلہ میں کیسے کرسکتا ہوں۔

دوسرا خط

مضمون۔ ہادی زماں مجدد دوراں عمت فیوضکم۔ خدام والا نے نیازمند کے عریضہ کے جواب میں جو تحریر فرمایا تھا وہ غالباً قبل رمضان شریف بندہ کو ملا تھا اُس کو دیکھکر بہت رنج ہوا اور مختلف خیالات کثیرہ پیدا ہوئے اور کئی دفعہ ارادہ بھی ہوا کہ جناب والا پر اُسکو ظاہر کیا جاوے مگر اولاً تو طول دوم حضور کے وقت ضائع ہونیکا اندیشہ تیسرے غیر مفید آج ۲۴ ر رمضان المبارک ہے اخیر عشرہ ہے ایسے وقت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور جناب باری تعالیٰ کے جود و مغفرت کی شان مخفی نہیں ہے لہذا نائب الرسول اور اہل اللہ کی شان بھی علی حسب مراتب امرین مذکورین میں دیگر اوقات کے اعتبار سے بہت ممتاز ہونی چاہیئے لہذا عرض ہے جناب والا نے جو کچھ ارشاد

فرمایا ہے اُس کا منشا اگر نفس الامر میں غصہ اور غضب ہے تو نہایت عاجزی و لجاجت سے عرض ہے کہ بندہ ہماری خطا اور قصور معاف کیجاوے۔

جواب - توبہ توبہ ؎

چراغ مردہ کجا نور آفتاب کجا ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

میں مسلمانوں کا ایک ادنیٰ خادم ہوں۔ خود ہزاروں تقصیرات میں ملوث ہوں نہ کہ دوسرا کوئی میرا قصوروار ہو اور میں معاف کروں اگر بفرض محال آپ کے خیال میں کوئی بات ایسی ہے تو میں نے معاف کیا مگر مولانا موقع پر معاملہ کی بات تو کہی ہی جاتی ہے خواہ خوشامد سے یا غصہ سے۔

مضمون - جناب والا نے جو کچھ ارشاد فرمایا ہے اُس کا منشا اگر نفس الامر میں غصہ اور غضب ہے تو نہایت عاجزی و لجاجت سے عرض ہے کہ بندہ ہماری خطا اور قصور معاف کیجاوے اور آئندہ سے انشاء اللہ ایسی صاف تحریر نہ کرونگا۔ رضینا باللہ ربا و بالاسلام دینا و بمحمد (صلے اللہ علیہ وسلم) نبیا و رسولا و باشرف علی ولیا و مرشدا - اور اگر خدانخواستہ خدام والا پر وہ امر بطور الہام و کشف ظاہر ہوا ہے اور خدانخواستہ خدام والا اُس پر بختہ ہو گئے ہیں تو نہایت صدمہ و افسوس کے ساتھ عرض ہے۔

جواب - یہ دو بعید احتمال تو آپ کو ہوئے اور جو اصل منشا اسکا ہے جو آپ کے خطوط میں موجود ہے اور جسکا حوالہ میں نے اپنے خط میں بھی دیا ہے آپ کو اُس کا احتمال نہوا ملاحظہ ہو میرا خط اخیر جسمیں میرے اس خطاب کی بنا مصرحاً مذکور ہے اس قول میں چونکہ میرے اُس خط کے بعد بھی رنج ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ میری یہ عرض ہی مبنی ہے اسپر کہ میرے اُس خط خاتمۃ التبلیغ کو ذہن میں جگہ ندیں پس یہ حکم قضیہ شرطیہ ہے جسکا مقدم آپ کا فعل ہے اور تالی میرا فعل پھر آپ مقدم سے قطع نظر کر کے تالی سے متوحش ہوتے ہیں فیا للعجب۔

مضمون - میں جو اپنی حالت پر غور کرتا ہوں تو ابتدا حضوری آستانہ اشرفیہ سے آجتک جسکو ۹ یا ۱۰ برس کا زمانہ ہوتا ہے اپنی کسی حالت کو ایسا نہیں پاتا ہوں جسکو میں یہ کہہ سکوں کہ اللہ تعالےٰ نے یہ بات آستانہ علیہ اشرفیہ کے ذریعہ سے اس ناکارہ کو عطا فرمائی سوائے چند سورۂ قرآنیہ کی تھوڑی سی صحت خوانی کی۔ اس عرصہ میں بہت سے حضرات حضور کی برکت اور توجہ سے کس کس مرتبہ عالیہ پر

پہونچے ہوں گے مگر ہماری شورِبختی کی یہ حالت ہے تہیدستانِ قسمت راچہ سود از رہبر کامل الخ مگر الذین لا یشقی جلیسھم کی بنیاد پر مجکو یقین ہے کہ گو اس عالم میں کوئی اثر مجکو محسوس نہیں ہوا مگر انشاء اللہ اُس عالم میں ارحم الراحمین اور ہمارا خالق اور ہمارا رب ہرگز محروم نہ کریگا۔

جواب۔ پھر یہ کیا تھوڑی بات ہے بلکہ اصل تو یہی ہے اگر یہاں بھی کچھ ہو جاوے تو اُس سے بھی مقصود یہی ہے۔ جب مقصود بالذات کا یقین ہے پھر شکوہ شکایت و مایوسی کیسی۔

مضمون۔ خدا خوب جانتا ہے کہ ابتک جس بزرگ کی خدمت میں بندہ حاضر ہوا محض ابتغاءً لوجہ اللہ حاضر ہوا یہ تو خداوند تعالیٰ شانہ سے مجکو امید ہے اور خدام والا سے نہایت الحاح اور زاری کے ساتھ چند امور عرض کرتا ہوں (۱) ﷲ آپ خادم سے بالکل قطع تعلق نہ فرماویں بلکہ اس عالم میں فقط دعاء خاتمہ بالخیر اور اُس عالم میں شفاعت سے امداد فرماویں ہے کہ مستحق کرامت گناہ گارانند۔

جواب۔ مولانا میں نے اپنے خط میں اس سے کب انکار کیا ہے وہ ایک خاص خدمت ہے جس سے عذر کیا ہے اور وہ بھی آپ ہی کی خدمت نہ لینے کی بنا پر۔

مضمون (۲) اگر حضور کے نزدیک کوئی ایسے شخص ہیں جہاں ہم جیسے بیکار اور نکمے کی کامیابی ممکن ہو تو ﷲ دریغ نہ فرماویں ابتک ہمنے اپنی رائے سے طبیبوں کو منتخب کیا تھا مگر اب خدام والا جیسے مذاق اور کاملین کی رائے سے منتخب کرونگا انشاء اللہ برکت عطار ہوگی۔

جواب۔ مولانا نفع کے جو معنی آپ سمجھے ہوئے ہیں جو کہ شیخ کے اختیار میں نہیں ہیں اُس نفع کا پہونچانے والا آپ کو کہاں سے بتلاؤں جبکہ تمام عالم میں بھی اُس کا وجود نہو۔

مضمون (۳) گو اہل فن کے نزدیک وصول نفع کے لئے یہ شرط ہے کہ شیخ سے کل تعلقات سے زیادہ قوی تعلق ہو مگر کیا کروں طالب علمی سے لیکر ابتک برابر مزاج ایسا ہی رہا کہ جس مقصود کو لیکر جسکے پاس گیا اُس مقصود میں جہانتک زیادہ نفع پہونچتا گیا اُسی قدر معلم اور مفید سے زیادہ تعلق پیدا ہوتا گیا ابتداءً کبھی کسی کا قوی معتقد نہیں ہوتا ہوں ہاں یہ ضرور ہوتا ہے جب کسی کے پاس کسی چیز کے حاصل کرنے کیلئے گیا تو اولاً قراین حالیہ مقالیہ سمعیہ وغیرہ سے اتنا معتقد ضرور ہو لیتا ہوں کہ انشاء اللہ ضرور فلاں شخص سے میرا کام نکلے گا بس۔ اُس کے بعد جسقدر زیادہ نفع محسوس ہوتا گیا

اُسی قدر اُس کی وقعت اور اُس سے تعلق قوی ہوتا گیا۔ یہ حالت میری فطری ہے جسکے خلاف شاید نہیں ہو سکتا ہے اور اہل فن کا وہ قول ہمارے فہم سے باہر ہے یہ عیب مجھ میں ضرور ہے۔ اہل فن کے قول سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حصول نفع عن الشیخ موقوف ہے اقوی و اعلی تعلق بہ شیخ پر یہ امر ہمارے فہم فطرت سے بالکل باہر ہے بلکہ اقویٰ و اعلیٰ تعلق بالشیخ کو موقوف ہونا چاہیے حصول مقصود پر ہاں مطلق حسن ظن بالشیخ البتہ موقوف علیہ حصول مقصود کا ضرور ہے ایک عیب تو یہ ہے اور دوسرے یہ کہ میں کسی کی محبت و اعتقاد میں ایسا ہرگز مغلوب نہیں ہوتا ہوں کہ حسن و قبح کی بالکل تمیز ہی مرتفع ہو جاوے۔

جواب۔ یہ جو دو عیب لکھے ہیں یہ عیب نہیں ہیں اور نہ اکابر اہل فن کے یہ خلاف ہے اُن حضرات کا وہ مطلب نہیں جو آپ سمجھے بلکہ مطلب یہ ہے کہ استفادہ کے وقت اُس کو ظناً انفع سمجھے اور اس ظن کا درجہ اتنا ہونا چاہیے کہ دوسری طرف نگرانی سے اُسکو مانع ہو۔ پھر جب ایک معتد بہ زمانہ تک نفع نہو اول اُسی شیخ سے اسکی وجہ تحقیق کرے اگر تسلی نہو تو پھر دوسرے سے استفادہ کرے اُسی ظن مذکور کی ساتھ باقی مغلوب المحبت ہونا ضرور نہیں۔

مضمون۔ بخدا میں نے ارادہ کر لیا تھا کہ بہت مختصر عریضہ لکھونگا مگر کچھ طول ہو گیا جناب والا کی اضاعت وقت کا اندیشہ ہو رہا ہے مگر جناب والا کی رحیمی پر زیادہ بھروسہ ہے سبقت رحمتی علی غضبی۔ ۲۳ رمضان المبارک ۳۴ھ

جواب۔ نہیں ضروری بات میں اگر طویل بھی ہو مضائقہ نہیں۔ اطمینان فرماویں۔

مضمون۔ دونوں عریضوں کا جواب ملا مگر اُس سے تشفی نہیں ہوئی بلکہ بعض امور کے متعلق صاف صاف کچھ عرض کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی مگر جب تک جناب والا اُس کے عرض کرنیکی اجازت نہ دیویں گے تو اُس کے اظہار کی جرأت نہیں ہوتی ہے ؎

میرے دل کی حسرتوں کو تمھیں منصفی سے دیکھو
جو تمھارے دل میں ہوتیں تو تمھیں قرار ہوتا

جواب۔ مولانا السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ چونکہ میرے اس خط کے بعد بھی جسکو میں خاتمۃ التبلیغ سمجھتا ہوں کچھ فرمانے کی حاجت باقی رہ گئی تو یقیناً میرے پاس اُسکا جواب نہیں۔ اس لئے اُس کے اظہار کی اجازت دینا کلفت میں پڑنا اور کلفت میں ڈالنا ہے لہذا اسکے متعلق کچھ تحریر نہ فرماویں بالیقیں

مجھسے آپ کو کوئی نفع نہیں پہونچ سکتا اگر طلب ہے تو اور شیوخ موجود ہیں ورنہ خیر۔ دعائے خیر البتہ اس حال میں بھی کرتا ہوں۔

(۱۵۹) (مضمون خط بطور خلاصہ) احقر کے قلب میں یہ بات از خود آرہی تھی کہ یہ ورود کیفیات حضرت والا کی نسبت کا اثر ہے۔ والا نامۂ سامی سے اپنے اس خیال کی تائید پاکر حق تعالیٰ کا بہت بہت شکر ادا کیا کہ الحمدللہ اس ناچیز کو نسبتِ سامی سے گونہ مناسبت حاصل ہوگئی، طالب کیلئے مربی کی ساتھ مناسبت کا پیدا ہو جانا بڑی دولت ہے، اور واللہ باللہ اسمیں اپنے اختیار کا کوئی دخل نہیں پاتا یہ صرف حق تعالیٰ کا فضل و احسان ہے لو انفقت ما فی الارض الخ اسپر دلیل شاہد ہے فللہ الحمد اولا و آخرا اس سے پہلے عریضہ میں ایک خواب عرض خدمت کیا تھا اور یہ آرزو ظاہر کی تھی کہ جی یوں چاہتا ہے کہ حدیث خواب کی جگہ کوئی حدیث یقظہ عرض کروں۔ توجہ والا کے قربان جاوں کہ ایک ہفتہ بھی نہیں گذرنے پایا کہ حدیث یقظہ عرض کرنے کا بھی موقعہ نصیب ہو گیا اب مجھے اپنے مقصود میں کامیابی کی بہت بڑی امید ہے۔ حق تعالیٰ آن ابر رحمت گوہر بار توجہات ہمیشہ تشنگان ہدایت کے سروں پر دائم و قائم رکھے آمین ثم آمین۔ چند روز سے جی میں شوق پیدا ہوتا ہے کہ بعد ذکر نفی اثبات کے کسی قدر صرف ذکر اثبات یعنی الا اللہ بھی کر لیا کروں۔ ایک دو روز کیا بھی عجیب کیفیت محسوس ہوتی ہے اگر حضرت اجازت فرمائیں تو ہمیشہ کر لیا کروں۔ بتقدیر اجازت کس قدر کر لیا کروں۔

جواب۔ بارہ تسبیح میں تو چار سو ہے۔ کم و بیش اپنی فرصت اور تحمل اور دلچسپی پر دیکھ لو۔ ورنہ اتنا ہی کافی ہے۔

مضمون۔ اور ذکر الا اللہ میں بھی تصور احاطۂ نور بالقلب ہی کیا جائے یا کوئی دیگر تصور ہے۔

جواب۔ اگر بہ آسانی ہو جاوے تو یہی کریں ورنہ جو سہولت سے ہو سکے اور اگر کسی تصور کے نہونے میں سہولت ہو تو ایسا ہی کریں۔

مضمون۔ امراض قلبیہ میں سے اپنے اندر بخل کا مادہ بھی پاتا ہوں۔

جواب۔ جو درجہ طبعی ہوتا ہے اس کے ازالہ کا اہتمام ضرور نہیں۔ سعی سے کامیابی کم ہوتی ہے اور نہ اسپر مواخذہ ہے بلکہ جب وہ مادہ حق تعالیٰ نے رکھا ہے تو اس شخص کی اسی میں مصلحتیں ہیں۔

جب اُس کے خلاف میں مصلحت ہوگی خود حق تعالیٰ بلا کسب بدل دیں گے البتہ حقوقِ واجبہ میں اخلال نہونے پاوے سو بحمداللہ اس سے محفوظ ہو۔

مضمون۔ آدمیوں سے چونکہ الگ رہنے کو جی چاہتا ہے تو بات بات پر غصہ آجاتا ہے۔ مگر ضبط کرلیتا ہوں یہ کبر کا شائبہ معلوم ہوتا ہے۔

جواب۔ یہ کبر نہیں ہے توحش عن الخلق ہے جو سبب ہے اُنس مع الحق سے۔ اور کبھی سبب بھی ہوجاتا ہے انس مع الحق کا بیفکر رہیں۔ ہاں برتاؤ میں اعتدال سے تجاوز نہ کریں اور اگر اسکا صدور ہوجاوے استغفار کریں زیادہ فکر میں نہ پڑیں۔

مضمون۔ اپنے دل میں ایثار کا مادہ نہیں پاتا۔ کہ بھائی مسلمانوں کو اپنے اوپر مقدم کروں اپنی ہی اغراض مقدم معلوم ہوتی ہیں۔

جواب۔ اس کا وہی جواب ہے جو اوپر بخل کے متعلق لکھا ہے۔ الحمدللہ راستہ پر چل رہے ہو حق تعالیٰ مقصود تک بھی پہونچادیں گے۔

(۱۶۰) **مضمون**۔ بعض وقت نفل وغیرہ پڑھنے سے (یہ خیال آکر کہ لوگ ریاکار کہیں گے یا اچھا کہیں گے تو نفس خوش ہوگا) باز رہ جاتا ہوں نہیں معلوم یہ ناکارہ ہر طرح ہی سے محروم رہے گا۔ دعا کی ضرورت ہے اور حضور کی تجویز سے جو علاج میرے مرض کا ہو۔

جواب۔ ریا کا خیال شیطانی خیال ہے باوجود اس خیال کے بھی کام کرنا چاہئے اور مجھ سے کیا پوچھتے ہو کہ محروم رہو گے یا کیا مجکو اپنا ہی حال معلوم نہیں۔ پھر یہ کہ اپنی کوتاہی جب سبب محرومی کا ہو تو دوسرا کیا علاج کرے معلم کا کام اتنا ہے کہ طالب کام کرے اور اطلاع حالات کی دیکر جو کچھ پوچھنا ہو پوچھے بدون اس کے کوئی کھیر تو ہے نہیں کہ چٹا دیجاوے گی۔

(۱۶۱) **مضمون**۔ ایک دیندار نوکر میرے یہاں ہے مجھے اُس سے بہت اُنس ہے لوگ اُسکو ورغلاتے ہیں کہ مزدوری میں زیادہ نفع ہے تعویذ مرحمت فرمایا جاوے کہ وہ میرا مطیع اور فرمانبردار ہوجاوے اور پھر مجھ سے علیحدہ نہو۔

جواب۔ افسوس اپنی غرض کے لئے آپ ایک مسلمان کی مصالح اور آزادی میں خلل ڈالتے ہیں اپنی اس خود غرضی کا تعویذ ڈھونڈھئے۔

(۱۶۲) **مضمون** (۱) دربارہ تعلیم طالب کے بندہ کو ہر وقت بفضلہ حضور کے طالب ہونیکے بارہ میں اشارات ہورہے ہیں۔

جواب۔ اس کا مطلب ہی سمجھ میں نہیں آیا جواب کیا دوں۔

(۲) دربارہ حقہ نوشی در شریعت جائز یا ناجائز۔

جواب۔ کیا کچھ ضرورت و مجبوری ہے۔

(۱۶۳) ایک صاحب نے ایک مدرسہ توکل پر کھولا ہے۔ انھوں نے کچھ باتیں دریافت کیں جو ذیل میں درج ہیں حضرت نے جواب لکھکر فرمایا کہ یہ توکل کو سمجھے ہی نہیں۔

مضمون (۱) امسال شہر کے سات لڑکے حافظ ہوئے ہیں اُن کے وارث کہتے ہیں کہ رمضان کے بعد اگر آپنے کچھ انتظام ان کی پڑھائی کا کیا یعنی عربی فارسی پڑھنے کا تو خیر ورنہ مدرسہ سرکاری میں داخل کیا جاویگا اب اس بات کا کیا انتظام کیا جاوے۔

جواب۔ میں کیا بتلاؤں۔ مگر جو بات آپ کے قابو کی نہیں اُس کے پیچھے کیوں پڑے۔

(۲) اب کوئی آدمی ایسا متوکل نہیں ہے کہ جو بلا تنخواہ عربی فارسی پڑھاوے اب کیا کیا جاوے۔

جواب۔ جواب مثل سابق۔

(۳) یہ جو پرانا دستور ہے کہ جو لڑکا پڑھتا ہے اُس کے والدین بعد ختم قرآن آمین دلاتے ہیں آیا یہ آمین کی آمدنی لینا جائز ہے یا ناجائز۔ جو اپنی خوشی سے بلا طلب کے دے۔

جواب۔ اسمیں شبہ کیوں ہوا۔

(۴) دوسرے یہ آمدنی آمین کی کس کا حق ہے آیا استاد کا یا مدرسہ کا ابتک اُستاد کو دیجاتی تھی

جواب۔ دینے والے سے پوچھنا چاہیئے اُس کے خلاف رائے ناجائز ہے۔

(۵) ایک آمین تصنیف فرماویں۔

جواب۔ سبحان اللہ کیا اچھی فرمائش ہے اور یہ کس نے کہا کہ آمین پڑھ پڑھ کر وصول کیا جاوے کیا بدون اس کے والدین نہ دیں گے۔ اگر یہ بات ہے تو ایسا لینا ہی کب مناسب ہے وہ تو ایک قسم کا سوال ہی ہے۔

(۶) عرض ہے کہ جو لوگ چندہ ماہوار سہ ماہی سالانہ دیا کرتے تھے اُن میں سے بعض بعض کبھی

کبھی آکر حساب دریافت کرتے ہیں کہ ہمارے ذمہ کیا ہے ہمنے بہت دن سے نہیں دیا ہے کیا جواب دیا جاوے۔

جواب - یہ کہدیا جاوے کہ ہم حساب سے نہیں لینا چاہتے - جو دیدو گے لیلیں گے اگر حساب سے دینا ہے دینے والا حساب رکھے۔

(۷) بعض آدمی آکر کہتے ہیں کہ ہمارے ساتھ لڑکوں کو بھیجدو ہم کچھ ناج مدرسہ میں دیں گے اُن کے ساتھ بھیجا جاوے یا نہیں۔

جواب - بالکل ذلت ہے - یہ دینے والے کے ذمہ ہے۔

(۸) کمترین اسوجہ سے حاضری سے مجبور رہا کہ کام مدرسہ میں بکثرت ہو رہا ہے میری غیر حاضری سے بالکل حرج ہو جاوے گا۔

جواب - اس عذر کی کیا ضرورت - ہمکو تو یاد بھی نہیں اور اگر یاد بھی ہوتا تب بھی ہم ہی نے یہ شرط لگادی تھی۔

(۱۶۴) **مضمون** (۱) رخصت چار پانچ روز کی لیکر حاضر ہو سکتا ہوں اور جی بھی بہت چاہتا ہے مگر شیطان یہ دسوسہ ڈالتا ہے کہ سیری نہو گی کیونکہ صرف مشکل سے دو یا تین روز قیام رہ سکیگا۔

جواب - یہ دسوسہ نہیں یہ عقل کہتی ہے۔

(۲) مگر قلب یہ کہتا ہے ؎ کہ یکدم باخدا بودن بہ از ملکِ سلیمانی۔

جواب - یہ قلب نہیں کہتا شوق کہتا ہے یعنی قلب من حیث الشوق کہتا ہے - اور عقل کا فتوٰی مقدم ہوتا ہے شوق کے فتوے پر - مقدم ہی پر عمل کیجئے۔

(۱۶۵) **خواب** - امشب خادم نے ایک خواب دیکھا جس سے دلکو بہت ہی خوشی حاصل ہوئی وہ یہ ہے کہ میں تھانہ بھون میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوں اور وہاں ایک بڑا میدان ہے اور ایک طرف بڑے اونچے مکان ہیں اور ہر چار طرف باغ ہے اور مکانوں کی دیواروں پر درخت ہیں اور اُن میں لمبے پھل ہیں اتنے میں حضور کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ جاؤ جنگل ہو آؤ میں اور ایک آدمی حافظ ...... نام کا ہے دونوں باغ میں چلدیئے ایک جانب باغ ہے اور ایک جانب مکانات ہیں اور گلاب کے درخت کثرت سے ہیں اور پھول بہت ہیں اتنے میں ایک آدمی ملا اُسکے ہاتھ میں تالیاں ہیں۔

(باقی آئندہ جمادی الاخرٰی)

اب ہم تینوں آدمی آگے کو چلے بہت دور جاکر ایک مکان آیا۔ اُسمیں سات کوٹھری ہیں اُس آدمی نے کچھ پڑھکر ایک کو کھولا اُس سے دریافت کیا کہ یہ کس کی ہے۔ اُس نے کہا یہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ پھر اُس نے دوسری کو کھولا اُسکو دریافت کیا تو کہا کہ یہ تمھارے حضرت مولانا اشرف علی صاحب کی ہے اور اُسوقت سے یہ دل میں آرہا ہے کہ یہ بہشت ہی اُس کے بعد آنکھ کُھل گئی۔

(تعبیر) خواب نہایت مبارک ہے اللہ تعالیٰ اس کے برکات ہمکو آپ کو نصیب فرماویں۔

(۱۶۶) **مضمون** (۱) درود شریف مستغاث میرا ورد ہوا کرتا ہے مگر جو کچھ اسکی صفت لکھی گئی ہے اس سے اس بے قسمت کو کچھ بہرہ نہیں ملا۔

جواب۔ ثواب سے زیادہ کیا بہرہ ہوتا۔

(۲) صرف ثواب آخرت کے لئے پڑھتا ہوں اگر کوئی کہے کہ کچھ ذوق وشوق بھی ہو تو وہ مجھے حاصل نہیں طالب ہوں۔

جواب۔ رضا اصل مطلوب ہے اگر ذوق وشوق نہو نہ سہی۔

(۱۶۷) **ایک خط کا جواب**۔ یہ تبدل (یعنی اوقات کا از جامع) جو بضرورت ہوا ہے (بوجہ چھوٹی رات ہونے کے آنکھ نہیں کھلتی تھی) ذرا بھی مضر نہیں۔ باقی تغیر احوال کا سلوک میں یہ امر لازمی ہے اس کی طرف التفات نہ فرماویں مقصود اصلی کی ساتھ ان سب طرق کو یکساں نسبت ہے۔ دوام واستقامت اسمیں اصل ہے جسکا آپ نے عزم فرما رکھا ہے حق تعالیٰ مدد و برکت فرماویں بعد نماز فجر اور بعد مغرب سب برابر ہے اگر ایک جگہ بیٹھنا کسی وجہ سے نہ ہو سکے تو چلتے پھرتے بھی کافی ہے البتہ اگر ایک وقت میں تو بیٹھنا ممکن ہو اور دوسرے میں نہو تو اُس وقت کو ترجیح ہے جسمیں بیٹھنا ممکن ہے۔

(۱۶۸) **مضمون**۔ ایک خواب کی تعبیر کے لئے جناب کو تکلیف دینا چاہتا ہوں اور ڈرتا بھی ہوں کہ جناب کو یہ درخواست میری ناگوار خاطر نہو۔ کیونکہ کسی جگہ تعبیرات پوچھنے سے جناب نے ممانعت فرمائی ہوئی ہے لیکن میری طبیعت چونکہ خواب کے بعد سے بہت مضطر اور فکر مند ہے کہ خبر نہیں کہ کونسی خطائے عظیم میری مجھے دکھلائی گئی ہے یا کوئی روحانی مرض ہے..... آپکی توجہ سے اگر کچھ پتہ چل جائیگا تو اُس کی تدبیر میں مشغول ہونگا آپ سے بڑھکر میری نظر میں میرا شفیق ہمدرد اور معالج کوئی ہی نہیں۔ چندروز ہوئے خواب میں گویا میں تھانہ بھون کی مسجد میں ہوں جناب بھی وضو کرکے ہاتھ منہ صاف

فرمارہے ہیں میں نے نیت باندھنے کا ارادہ کیا اور بہ آواز یہ لفظ کہے دو رکعت نماز یا شاید چار رکعت تو آپ نے اس کے برعکس فرمایا کہ پہلے چار یا دو پڑھو میں نے عرض کی بہت اچھا۔ پھر آپ نے فرمایا بہتر یہی ہے یا شاید یہ کہا کہ حکم یوں ہی ہے آگے تمھاری مرضی میں مجبور نہیں کرتا میں نے بعجز عرض کیا کہ میں تو جناب کے ارشادات کا منتظر رہتا ہوں اور تعمیل کو دین و دنیا میں اپنا فخر و سعادت سمجھتا ہوں اور اس عنایت کا شکر گذار رہتا ہوں۔ آنکھ کھلنے کے بعد طبیعت میں سرور و بہجت کا اثر تھا میں نے جانا کہ آنجناب سے مزید استفاضہ کی علامت ہے کیونکہ پہلے بھی ایک مرتبہ قریب قریب ایسا ہی ایک خواب دیکھا تھا تو جناب نے از راہ عنایت حزب البحر کی اجازت بخشی تھی کل دوپہر کو سوا تھا کیا دیکھتا ہوں کہ گویا میرے منہ میں بہت سے جانور اس طرح چمٹے ہوئے ہیں جیسے شہد کی مکھیاں اپنے چھتے میں چمٹی ہوئی ہوتی ہیں اور شکل بھی اُن کی شہد کی مکھیوں سے قریب قریب ملتی ہے مگر شہد کی مکھیاں نہیں کچھ اور جانور ہیں میں منہ پھاڑ پھاڑ کر آئینہ میں دیکھتا ہوں اور وہ اور بھی پرے یعنی حلق کے اندر گھسی جاتی ہیں میں دل میں کہتا ہوں کہ یہی سبب ہے جو مدت سے بیمار رہتا ہوں اور میرے حلق میں جلن رہتی ہے۔ پیاس کا غلبہ بھی اسی باعث ہے میرے والد ماجد بھی جو زندہ ہیں گویا قریب ہی بیٹھے ہوئے تلاوت کر رہے ہیں اُنھوں نے دیکھکر فرمایا کہ کیا ہے اور پھر انگلی میرے مُنہ میں ڈالکر ان جانوروں کی ایک لڑی سی توڑ لی۔ مُنہ سے باہر نکلتے ہی وہ جانور اُڑ اُڑ کر پھر میرے منہ کی طرف آنے لگے میں نے مُنہ کو بند کر لیا اور نتھنے بھی۔ وہ میرے ہونٹوں پر چمٹنے لگے کچھ گزند تو اُن کا محسوس نہ ہوتا تھا البتہ کراہت اور وحشت سی اُن سے طبیعت کو ہوتی تھی ناچار مُنہ کھولنا پڑا اور وہ پھر حلق میں جا چمٹے والد صاحب نے یہ بھی کہا یا شاید کسی اور کی آواز تھی۔ کہ یہ تو وہیں جائیں گی جہاں سے آئی ہیں۔

جواب۔ یہ دنیا کے خیالات اور نفس کی ہوسیں جنکی تعیین غالباً میں اپنے اور آپ کے خطوط سابقہ دیکھکر کر سکتا ہوں۔

(۱۶۹) **مضمون**۔ ڈاکٹر.... جنکا حال پیشتر عرض کر چکا ہوں ہمارے شفاخانہ میں رکھ لئے گئے ہیں یہ پکے مرزائی ہیں اور میری ان کی روزانہ گفتگو ہوتی ہے مگر ان کی تسلی تو کیا اُلٹا بعض اوقات میں چکر میں پڑ جاتا ہوں اسلئے چند رد کی کتابوں کا نام حضور تحریر فرمائیے تا کہ ان

ڈاکٹر صاحب کو مسلمان بنادوں۔

جواب - ایسی حالت میں نہ یہ سمجھ میں آتا ہے کہ ان سے گفتگو کیوں کیجاوے اور نہ یہ سمجھ میں آتا ہے کہ اُن کو کیوں رکھا جاوے خدا نکرے اُن کی اصلاح میں اپنا افساد نہو جاوے کتابیں میں نے اس مبحث میں دیکھی نہیں مولوی ثناء اللہ غالبًا کافی فہرست بتلا سکیں گے اور یہ لوگ بڑے سخت ہوتے ہیں ان کی روبراہ ہونے کی شاید آپ کو امید ہو۔

۱۳ ر شعبان المعظم ۱۳۳۴ھ

(۱۷۰) **مضمون** - دہلی میں ایک مدرسہ پنجابی اسکول کے نام سے ہے وہاں ملازمت بھی کی لیکن خیال آیا کہ یہ روپیہ لینا ہرگز جائز نہیں ہے اس لئے نوکری چھوڑ دی تجارت شروع کی لیکن بکری بالکل نہیں ہے نہایت سختی میں مبتلا ہوں۔

جواب - اگر ممکن ہو پھر معلمی کی نوکری کریں وہ ناجائز نہیں ہے اور کتاب اکسیر کا مطالعہ کریں اور بعد عشاء کے گیارہ سو بار یا مغنی مع اول و آخر درود شریف ۱۱ بار پڑھکر دعا کیا کریں۔

(۱۷۱) **مضمون** - مدت سے ارادہ ہے کہ حاضر خدمت شریف ہو کر بیعت سے مشرف ہوں مگر کاروبار دنیوی سے فرصت نہیں ملتی امید وار ہوں کہ بذریعہ خط حضور مجکو بیعت فرمالیں۔

جواب - میری کیا کیا کتابیں دیکھی ہیں اور اُن کو دیکھکر اپنا طرز زندگی کیا کیا بدلا ہے۔

(۱۷۲) **مضمون** - ایک عریضہ ارسال کیا تھا ٹکٹ نہ ملنے کی وجہ سے جواب کیلئے ٹکٹ ارسال نہ کرسکا لیکن لفافہ پہ یہ نوٹ لکھدیا تھا کہ مہربانی کرکے بیرنگ لفافہ میں جواب ارسال کردیں اب مجھے حسرت و افسوس سے عرض کرنا پڑتا ہے کہ آج تک جواب نصیب نہیں ہوا اور آپ کی ذات ستودہ صفات سے اس کی ہرگز ہرگز امید نہیں تھی۔ میرے دل میں جو کچھ آپ کیلئے عزت ہے اُسے میں ہی اچھی طرح جانتا ہوں اس شکوہ کیلئے بھی عرض ہے کہ اگر طبع نازک پر گراں معلوم ہو تو للہ معاف فرماویں۔

جواب - آپ اس شکوہ میں اسلئے معذور ہیں کہ آپ کو اصل حال معلوم نہیں میں پہلے بیرنگ بھیجدیتا تھا مگر بعضوں نے واپس کردیا اور بعض دوسری جگہ چلے گئے اسلئے واپس آیا اور دونوں حالتوں میں مجکو محصول دینا پڑا اور میرے پاس ایسا کوئی ذریعہ نہیں جس سے یہ معلوم کرسکوں

کہ اس جگہ ایسا ہوگا یا نہیں۔

(۱۷۳) **مضمون**۔ میرے شوہر کی والدہ چار ماہ سے بیمار ہے اُن کی بیماری کی وجہ سے وظیفہ کبھی ناغہ ہوجاتا ہے۔

جواب۔ کچھ حرج نہیں۔ بیمار کی خدمت کا ثواب بھی کچھ کم نہیں۔

مضمون۔ اور جب سے ناغہ ہونے لگا ہے تب ہی سے میرا خیال ورد و ظائف کرنے کے وقت خدا پاک کی طرف نہیں لگتا ہے میں کیا کروں۔

جواب۔ حتی الامکان کرتی رہو۔

مضمون۔ اس وجہ سے میں نے آپ کی طرف کوئی خط بھی نہیں لکھا۔ کیونکہ میں آپ سے سخت شرمندی ہوں۔

جواب۔ شرمندگی کا تدارک یہی ہے کہ حالت سے اطلاع دینا شروع کردیں۔

مضمون۔ پھر عرض ہی کہ اگر وہ بیمار نہوتے اور مجھے اُن کی خدمت کرنی نہ پڑتی تو خدا کے حکم سے اور آپ کی دعا سے ناغہ نہوتا۔

جواب۔ ایسے ناغہ کا کچھ حرج نہیں اسمیں بھی ثواب عظیم ہے۔

مضمون۔ میری پھوپی کے گھر تین ماتم جلد جلد ہوگئے ہیں۔ اور دوسرے دو تین ماہ کھانا پینا اور سونا بھی انھوں نے چھوڑ دیا تھا اور رات دن خداوند کریم کی یاد میں مشغول رہیں اور یہیں کہتی تھیں کہ ولی وہ شخص ہوتا ہے جو خدا کی یاد سے ایک ساعت بھی غافل نہوا اور تیسرے وہ سخت بوڑھی بھی ہیں کہتی تھیں ایک آفت سیاہ میرے پلنگ کی برابر پڑی تھی اُسے دیکھکر ڈر گئی ہوں غرض اب اُن کو مالیخولیا ہوگیا ہے۔ کوئی کہتا ہے کھانا پینا اور سونا چھوڑ دینے سے ان کا دماغ پھر گیا ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ یہ ڈری ہیں۔ کوئی کہتے ہیں کہ ماتم بہت جلد جلد ہوئے اور یہ آگے بھی خدا پاک سے ڈرتی رہتی ہیں کہ خدا جانے میرا قیامت میں کیا حال ہوگا میں بہت گناہ گار ہوں۔

جواب۔ ان کی حالت مرکب ہے مرض سے اور باطنی حالت سے مرض کا تو ان کو علاج اچھی طرح کرنا چاہئے اور اُسی علاج کا جزیہ بھی ہے کہ ان کو تنہائی میں زیادہ نہ رہنا چاہئے اور جو لوگ ان کے پاس رہیں وہ عاقل ہوں کہ ان کی طبیعت کو خوش رکھیں اور باطنی علاج ان کا یہ ہے کہ محنت کم کریں

اور میرے رسالہ شوق وطن اور تبلیغ دین میں سے ان کو خدا کی رحمت کا باب سنا دیں۔

۱۴ شعبان ۱۳۳۴ھ

(۱۷۴) **مضمون**۔ حضور والا شان کا حکم نامہ شرف صدور لایا جسمیں خوشنودی حضور سے غلام کو خوشی اور امید پوری ہونے کی خوشی حاصل ہوئی الحمد للہ غلام کا بہت جلدی قدمبوسی حاصل کرنے کا ارادہ ہے نیازمند کا دین و دنیا دونوں برباد ہو گئے جسکا باعث صرف حضور انور کا دامن چھوٹ جانیکا اور باعث خفگی حضور ہے۔ خاکسار غلام کو دین و دنیا کے تفکرات نے گھیرا ہوا ہے حضور دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ رہائی بخشے۔ حضور والا شان قبل از رمضان شریف دولت خانہ پر رونق افروز ہوں گے یا کسی جگہ تشریف لیجانے کا ارادہ فرماتے ہیں۔ دعا رعافیت دارین فرماویں ضمیمہ یہ صاحب ایک مرتبہ خود ہی بلا ملے اس مضمون کا پرچہ دیکر چلے گئے تھے کہ بخلاف دو دفعہ کی حاضریوں کے ابکی دفعہ بجائے انشراح اور برکت کے فاسد خیالات کا اثر آپ کی صحبت میں پاتا ہوں جس سے انھوں نے کچھ نتیجہ بھی نکالا تھا جو یاد نہیں رہا۔ اب پے درپے خطوط آرہے ہیں کہ سخت پریشانی میں مبتلا ہوں دین اور دنیا برباد ہو گئے پچھلے خطوط میں تجدید بیعت کی بھی درخواست تھی۔ اس موقعہ پر حضرت کا ایک ملفوظ یاد آتا ہے کہ شیخ کے قلب کو ہرگز مکدر نہ کرے اگر اسکو چھوڑنا ہی ہو تو بلا اطلاع کے چھوڑ دے لیکن مکدر ہرگز نکرے ورنہ دینی ضرر تو نہیں لیکن دنیاوی زندگی اس کی بالکل تلخ ہو جاوے گی۔ تادم نزع اسکو چین نصیب نہیں ہو سکتا جسکو یقین نہو وہ آزما کر دیکھ لے۔ اور ایک طرح دین کا بھی نقصان ہو سکتا ہے وہ یہ کہ ذوق و شوق جاتا رہتا ہے اگر ہمت کرے اور طبیعت پر جبر کرے تو دینی اعمال میں کچھ فرق نہیں آتا لیکن وہ جو ایک قسم کی توفیق و تائید تھی وہ جاتی رہتی ہے۔ اگر ہمت سے کام لے تو اب بھی قادر ہو سکتا ہے اور اگر ہمت نہ کی تو دینی اعمال کی توفیق بھی نہ رہے گی۔ اس اعتبار سے شیخ کے مکدر کرنے میں دینی نقصان بالواسطہ بھی ہو سکتا ہے گو بلا واسطہ دینی نقصان نہیں ہوتا چنانچہ دو واقعے اس احقر کے علم میں ہیں ایک تو انہیں صاحب کا اور ایک اور صاحب ہیں دونوں مصیبت میں مبتلا ہیں اور رجوع کے فکر میں ہیں دوسرے صاحب کے خط آنے پر خود حضرت نے فرمایا کہ میرا تو پہلے ہی سے گمان تھا کہ ایک بے حس شخص سے حسد کرنا رنگ لاویگا سو دیکھئے خط آیا ہے سخت پریشان ہیں ۵

چوں نمودی تو حسد بر بے حسد	زاں حسد دل را سیاہی ہا رسد

احقر حق تعالیٰ سے اپنے لئے اور سب پیر بھائیوں کیلئے اس سے پناہ چاہتا ہے۔

جواب۔ چونکہ پہلے خطوط کے مضامین یاد نہیں اگر سب خطوط سابقہ بھیجدیں اور آگے پیچھے معلوم ہونے کے واسطے اُن پر نمبر بھی ڈالدیں تو جواب دیا جاوے اُسی وقت اس کارڈ کا مضمون بھی دوبارہ لکھنے سے جواب مل سکتا ہے۔

(۱۷۵) **مضمون**۔ مناجات مقبول کی روزانہ ایک منزل پڑھنے کی اجازت چاہتا ہوں۔

جواب۔ اللہ ورسول کی اجازت کے بعد کسی کے اجازت کی حاجت نہیں۔

۱۸ شعبان ۱۳۳۴ھ

(۱۷۶) **مضمون**۔ والا نامہ شرف صدور لایا حضور کے ارشادات کے جواب حسب ذیل معروض ہیں۔ خادم علم اردو جانتا ہے بفضلہ تعالیٰ دماغ اچھا ہے ضعف وغیرہ کی شکایت نہیں امید کہ حضور اپنے خادموں میں شریک فرمائیں گے۔

جواب۔ بیعت میں جلدی مناسب نہیں۔ کام شروع کر کے اطلاع دیجاوے۔

مضمون۔ اور بوقت تہجد ۱۲ تسبیح پڑھنے کی اجازت سے سرفراز فرماویں گے۔

جواب۔ خود طالب کو حق نہیں کہ اپنے لئے کوئی خاص شغل تجویز کرے۔ یہ معلم کی رائے پر ہے۔

(۱۷۷) **مضمون**۔ نوازشنامہ فیض شمامہ بجواب عریضہ نیاز مشعر تسلی وتشفی حالت قبض کے ورود ہوا سرفراز فرمایا حضور عالی جس روز نیاز نامہ ارسال خدمت عالی کیا تھا اُسی روز شب کے وقت حالت بیقراری واضطراب میں بیٹھا تھا۔ کبھی وحشت متقاضی تھی کہ کپڑے پھاڑ کر جنگل کو نکل جا۔ اور کبھی یہ منصوبہ تھا کہ اس ملک ہی کو چھوڑ دے شاید یہ زمین تیرے لئے بہتر نہو اُسی حالت میں دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ استغفار کیوں نہیں پڑھتا۔ اُسی وقت استغفار شروع کر دی۔ تین روز میں بالکل حالت درست ہو گئی اُسی عرصہ میں جواب نیاز نامہ کا حضور کے یہاں سے پہونچگیا۔ بالکل تسلی ہو گئی۔ غرضیکہ اسوقت گذشتہ حالت سے بدرجہا بہتر معلوم ہوتی ہے۔ ذوق وشوق بھی از حد ہے۔ خداوند کریم حضور کے صدقہ سے اس حالت کو قایم رکھے۔

جواب۔ خدا تعالیٰ کا شکر ہے ہ

درد از یار است و درمان نیز ہم		دل فدائے او شد و جاں نیز ہم	

کام میں لگے رہتے ہیں دعا میں مشغول ہوں۔

(۱۷۸) **مضمون**۔ ایک ہندو نے طریقہ ادائے زکوٰۃ ورد اسم یا عزیز بغرض حصول عزت و وقعت نزد حکام بذریعہ خط دریافت کیا۔

جواب۔ جناب من۔ بعد ما وجب آنکہ اسکی زکوٰۃ کی ضرورت نہیں یہ طریقہ عاملوں کا ہے میں عامل نہیں۔ بدون زکوٰۃ کے بھی امید برکت کی ہے جسقدر آپنے لکھا ہوا دیکھا ہے کافی ہے۔

(۱۷۹) **مضمون**۔ حاضر ہو کر بیعت ہونیکی استطاعت نہیں۔ اسلئے بذریعہ عریضہ بیعت ہونا چاہتا ہے۔ طریقہ چشتیہ میں بیعت فرمایا جاوے۔

جواب۔ بیعت میں جلدی مناسب نہیں کام شروع کیجئے۔ اسکے لئے قصد السبیل کافی ہے طالب کو یہ منصب نہیں کہ وہ کسی خاص طریق میں بیعت ہونیکی درخواست کرے۔

(۱۸۰) **ایک خط کا جواب**۔ ذکر و شغل کی تو رمضان شریف میں تعلیم کرتا نہیں ہوں اگر اسکے لئے آنا مقصود ہے تو تکلیف نہ کریں اور اگر یہ مقصود نہیں تو آنیکی اجازت ہے۔

(۱۸۱) **مضمون**۔ کئی برس ہوئے کہ ایک بزرگ نقشبندی سے مرید ہوا اور انہیں سے ملتا جلتا رہا عرصہ چار ماہ کا گذرا کہ ایک عورت سے آشنائی ہو گئی قریب تھا کہ گناہ کبیرہ میں گرفتار ہوں اللہ عزوجل نے مدد کیا اور اس فعل بد سے توبہ کر کے پیر صاحب کے پاس پناہ لیا۔ اور جب سے انہیں کے پاس رہتا ہوں آٹھ دس روز ہوئے کہ ایک لڑکے سے پھر محبت ہو گئی۔ ہر دم دل یہی چاہتا ہے کہ اُسے دیکھا کروں اور حالت ناگفتہ بہ ہے۔ بموافق مرض کے علاج تحریر کیجئے گو آپ میرے پیر نہیں ہیں مگر آپ سے عقیدت بہت زیادہ ہے اور میں بہت ہی غریب ہوں ورنہ خدمت شریف میں ضرور حاضر ہوتا۔ للہ دعا کیجئے کہ غیر خدا سے نفرت ہو جاوے اور استقامت نصیب ہو۔ اکثر طبیعت بہت گھبراتی ہے۔ اور میں مجرد ہوں کوئی تعلق سوائے خدا کے نہیں ہے (آخیر میں کچھ مسائل بھی اس خط میں درج تھے۔)

جواب۔ اول علاج اس مرض کا یہ ہے کہ محبوب سے ظاہری جدائی فوراً اختیار کر لی جاوے تتمہ علاج اس اطلاع کے بعد لکھونگا۔ اور جواب مسائل کیلئے لفافہ آنا چاہئے۔

(۱۸۲) **مضمون** میں ان پڑھ آدمی ہوں حضور کا تہ دل سے معتقد ہوں حتی کہ موافق ارشاد آنجناب کے تہجد کے بعد بارہ تسبیح اسم ذات کی اور قصد السبیل کا دستور العمل عرصہ سے برت رہا ہوں اور بہشتی زیور معہ گوہر کے ابتدا سے انتہا تک غور سے سنکر اُسپر عمل کرنے کی کوشش بھی کیا کرتا ہوں اور تعلیم الدین بھی سن چکا ہوں جناب حکیم مصطفے صاحب اور جناب مولانا مولوی عاشق الٰہی صاحب سے اکثر نیاز حاصل ہوا کرتی ہے۔ مدرسہ مظاہر العلوم کے جلسہ میں شرکت اکثر ہوتی ہے۔ اب گذارش ہے کہ ناچیز کو اپنے خدام کے زمرہ میں داخل ہونے کے شرف سے ممتاز فرمایا جاوے۔

جواب۔ کام کئے جاویں بیعت میں جلدی مناسب نہیں۔

مضمون۔ وہ کام بدستور کر رہا ہوں جلدی زمرۂ خدام میں منظور فرمایا جاوے۔

جواب۔ جلدی کی کیا ضرورت ہے کام کرکے حالات سے بھی اطلاع دینا ضروری ہے۔

(۱۸۳) **مضمون** بمعمول بفضل خدا جاری ہے۔

جواب۔ الحمد للہ۔

مضمون۔ دوسرا احوال کچھ بھی نہیں ہے۔ دعائے خیر سے یاد فرمائیں۔

جواب۔ بسر وچشم۔

مضمون۔ رمضان شریف قریب ہے آپنے ۸ رکعت تہجد کے قبل از وتر بتلائی ہیں۔ اگر ارشاد ہو تو وقت سحور کے پڑھا کروں بعد از وتر۔

جواب۔ جی ہاں۔ یہی بہتر ہے۔

(۱۸۴) **مضمون**۔ میں حضرت دیوبندی سلسلہ کا مرید ہوں۔ آپ تو تشریف نہیں رکھتے (حجاز میں تشریف رکھتے ہیں) رمضان شریف کی رخصت مدرسہ میں ہوگی مجھے دلی اشتیاق ہے کہ حاضر خدمت ہوں امید ہے کہ اجازت حاضر ہونے کی مرحمت فرماویں۔

جواب۔ رمضان میں ذکر و شغل کی تعلیم تو یہاں بند ہو جاتی ہے اب بتلایئے کیا رائے ہے۔

(۱۸۵) **مضمون**۔ بموجب حکم حضور کے قصد السبیل شروع سے اخیر تک پڑھا۔ پہلے یہ خیال ہوا کہ کچھ اسی کتاب سے دیکھکر پڑھنا شروع کرکے حضور کو اطلاع دوں لیکن پھر خیال جاتا رہا۔ اب دل یہی چاہتا ہے کہ حضور ہی جو ارشاد فرماویں اُسپر کمر بستہ ہو کر کام کروں۔ بدیں وجہ نہایت ہی ادب سے گذارش ہے کہ حضور ہی مناسب وظیفہ تحریر فرماویں۔ میں اُسپر کمر بستہ ہو کر عمل کروں

(باقی آیندہ حسب)

(جواب) یہ تو خود رائی ہوئی کہ میری بتلائی ہوئی بات سے زیادہ مصلحت اپنے خیال میں سمجھی۔

۲۰ شعبان ۱۳۴۷ھ

(۱۸۶) (مضمون) بھوپال سے ایک خط آیا ہے جسکا مضمون حسب ذیل ہے کہ جناب قاضی صاحب بوجہ علالت ایک سال کی رخصت لینا چاہتے ہیں ماہ مشاہرہ میں سے ماہوار وہ لیں گے اور ماہ تمکو ملیں گے۔ چونکہ یہ امر عظیم ہے بدون بڑوں کے مشورہ کے کرنا مناسب نہیں اس وجہ سے عرض ہے کہ اس عہدہ کے فرائض اور منافع اور مضار کو غور فرما کر رائے تحریر فرمایئے مگر رائے محض عقلی نہیں چاہتا بلکہ آپ کے قلب مبارک میں جو آئے وہ تحریر فرمایئے اس وجہ سے کہ میں آپ ہی کا ہوں اور بھلائی اور برائی بڑوں ہی کی طرف منسوب ہوتی ہے میری دینی اور دنیاوی حالت کو اور یہ کہ وہ فرائض مجھسے ادا ہوں گے یا نہیں خیال فرما کر رائے سے مطلع فرمایئے۔

ضمیمہ۔ یہ صاحب ایک مدرسہ میں مدرس ہیں۔

(جواب) جس امر میں مشورہ لیا ہے اولاً تو امر عظیم میں مشورہ دینا عظماء ہی کا کام ہے حضرت مولانا سلمہ ہوتے تو وہ اس کام کے تھے۔ اب اپنے مجمع میں مولانا رائے پوری ہیں جنکے قلب کو بابرکت کہا جا سکتا ہے وہاں رجوع فرمانا مناسب ہے باقی جو اپنے قلب کی کیفیت اس مضمون کے پڑھنے کے وقت ہوئی وہ بھی عرض کیے دیتا ہوں حسب الحکم۔ وہ یہ کہ قلب اس سے اباء کرتا ہے خواہ یہ اباء وجدانی ہو یا اسلئے ہو کہ قضاء امر خطیر ہے اور اُس کے اختیار کرنے پر کوئی مجبوری واضطرار ہے نہیں نہ تو کسی کے اکراہ سے اور نہ اس سے کہ دوسرے وجوہ معاش بند ہیں نیز چند روز کیلئے اور بھی بدنامی ہے لوگ کہیں گے روپیہ کی طمع میں ایک نوکری یا ایک کام کو چھوڑ کر دوسری جگہ چلے گئے۔ یہ معاملہ تجزیہ تنخواہ کا بھی شرح صدر کی ساتھ سمجھ میں نہیں آیا گو تاویلیں ذہن میں آتی ہیں۔

(۱۸۷) (مضمون) گرامی نامہ شرف صدور لایا سرفراز فرمایا۔ ذکر و شغل تو فقیر نے کوئی ایک ماہ سے شروع کر رکھا ہے بعد نماز تہجد ایک تسبیح الخ وغیرہ من الوظائف مزید براں جو مبارک چیز ان تمام اعمال کی محرک ہے اعنی حضور والا کا تصور اُس سے بہت کم غافل ہوتا ہوں

اور بخدا یہی ایک وہ چیز ہے جس سے میرے بہت سے بیہودہ خیالات کا ازالہ ہوگیا ہے۔ اور بندہ بہت کچھ فائدہ محسوس کرتا ہے۔ اُن تمام فوائد کو دیکھتے ہوئے یقین ہوتا ہے کہ آنجناب کا اپنی عدم اہلیت کا عذر تحریر فرمانا لامحالہ کسر نفسی پر مبنی ہے۔ خدا کی قسم حضور والا کے اس عذر سے اس حلقہ بگوش کے دل میں آنحضور کی وقعت پہلے سے بہت زیادہ ہوگئی ہے اور بلاشبہ حضرت صاحب اس مضمون کے مصداق ہیں ؎

آنکس کہ بداند و بداند کہ نہ داند		اسپ خرد از گنبد گرداں بجہاند	

اور میں تو کہتا ہوں کہ جنیدؒ و شبلیؒ بھی حضور ہی جیسے ہوں گے۔ حضور کو اختیار ہے چاہے اس نامراد کو اپنی غلامی میں قبول فرماویں یا نہ فرماویں عاجز تو جناب کے مبارک قدموں کو کبھی چھوڑ نیکا نہیں۔ اگر وہ جُنید نہ جُنید فقیر یہ خادم تو حضور کا ہوچکا اور اب تو اگر کسی نے بندہ سے پوچھا کہ تو کن کا نام لیوا ہے تو حضور یقین جانیں حضور ہی کا نام لیکر میں تو کہدونگا کہ ناچیز اس مبارک گلی کا کتا ہے۔ آگے ادب مانع ہے بندہ کچھ عرض نہیں کرسکتا۔ ہاں ہاتھ پھیلا کر یہ ضرور سوال کرونگا کہ خاندان چشتیہ صابریہ کے اوراد و وظائف موصلہ الی المطلوب کی تعلیم سے حضور والا اس بیچارہ کو سرفراز فرماویں۔

(جواب) معمولات وحالات بہت اچھے ہیں تبدل وتغیر کی ضرورت نہیں کیا آپ یہاں دو ہفتہ قیام کرسکتے ہیں مگر بعد رمضان۔

(۱۸۸) (مضمون) کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص قادیانی مذہب پر چند دلوں سے ہوگیا ہے اسکی زوجہ کیلئے کیا حکم شرع شریف دیتا ہے کہ آیا نکاح فسخ ہوگیا ہے یا نہیں اگر نہیں ہوا تو پردہ کرنا چاہیئے یا نہیں اور اگر نکاح فسخ ہوگیا ہے تو عدۃ کے ایام کیسے شمار کیئے جاویں گے۔ اور ان کی بعض اولاد صغیر ہیں اور بعض اولاد کبیر ہیں ان کے لئے شرع شریف کا کیا حکم ہے۔

(جواب) اُس کے عقائد لکھنے سے جواب ہوسکتا ہے۔

(۱۸۹) (مضمون) احقر کئی سال سے قدمبوسی کی بیحد آرزو اور تمنا رکھتا ہے لیکن ہزاروں ہی ضروریات ومعاملات وغیرہ دنیا کے ہیں جسکی وجہ سے احقر ابتک قاصر رہا لیکن بخدا اب

خداوند کریم کی رضامندی وخوشنودی کے طریقے حاصل کرنے اور اپنے امراض روحانی کا معالجہ کرانے اور حضور کی قدمبوسی کا شرف حاصل کرنے وغیرہ کا بیحد شوق واضطراب ہوگیا ہے جسکا بیان اس جگہ ناممکن ہے پہلے بھی احقر نے حاضر ہونے کے لئے تحریر کیا تھا حضرت نے دریافت فرمایا تھا کہ آنے کے مقاصد کیا ہیں لکھو کہ آنے پر پچھتانا نہ پڑے لیکن احقر اس وقت بالکل تنگدستی ومفلسی وغیرہ کی وجہ سے حاضر نہو سکا اب بھی تنگدستی وغیرہ وہی ہے لیکن فکر عاقبت و شوق اصلاح باطن غالب ہوگیا بڑی ہمت کرکے ملازمت وغیرہ رخصت نہ ملنے کی صورت میں چھوڑ کر حاضر ہونا چاہتا ہوں بہت اضطراب وبیکلی ہے براہ خدا آنیکی اجازت مرحمت فرماکر ممنون فرمائیے۔

(**جواب**) نوکری چھوڑنے کی اجازت میں نہیں دیتا۔

(**مضمون**) منجملہ حاضر خدمت ہونے کے مقاصد کے چند ضروری مقاصد حسب ذیل ہیں۔ ۱ زیارت حضرت وصحبت بابرکت۔ ۲ تعلیم ذکر واشغال وطریقہ مراقبہ وغیرہ اور وہ طریقے جس سے محبت الٰہی زیادہ ہو جس سے خود بخود ترک لغویات ہوجاوے اور عقائد کا یقین جسطرح کہ صوفی کو ہونا چاہئے ہوجائے۔ اس سے ڈر ہوا کرتا ہے کہ کچا صوفی پکا ملحد۔

(**جواب**) اس کے یہ ثمرات اختیاری نہیں اسلئے اس کا وعدہ نہیں کیا جاسکتا۔

(**مضمون**) ۳ علاج امراض روحانی۔

(**جواب**) یہ لفظ مبہم ہے آپ امراض کسے سمجھے ہوئے ہیں اور علاج کسکو۔

(**مضمون**) ۴ اور وہ طریقے جس سے خداوند کریم کی رضامندی وخوشنودی ہو اور محبت الٰہی کامل طور سے ہوجائے کہ پھر دل سے کم نہو۔

(**جواب**) اس کا جواب بھی مثل نمبر ۲ دو کے ہے۔

(**مضمون**) ان کے بعد اگر احقر میں استعداد ہو اور حضور مناسب جانیں تو وہ حاصل کرادیجئے جو احقر کا منشا ہے جو بوقت ملاقات عرض کرونگا (از ضلع اورنگ آباد دکن)

(**جواب**) زبانی بیان پر نہ رکھئے۔ ممکن ہے میں مثل ۲ و ۴ کے اس کا بھی جواب دیدوں تو اضاعت سفر پر افسوس ہوگا۔

(۱۹۰) (مضمون) احقر بہت دنوں سے حضور کے سلسلہ مبارک میں داخل ہونے کا اشتیاق رکھتا ہے جناب مولوی سلطان احمد صاحب ہماری کاندانیہ میں اقامت کرتے ہیں ہمیشہ مولوی صاحب کے پاس آیا جایا کرتا ہوں اور اُن کی بات کے موافق عمل درآمد کرتا ہوں الخ حضور سلسلہ میں داخل فرماکر کچھ تعلیم و تلقین فرماویں۔

(جواب) کیا مولوی سلطان احمد صاحب نے اسکی ترغیب دی ہے۔

(مضمون) از طرف احقر محمد سلطان احمد عرضگدار ہوں الخ۔

(جواب) چونکہ دوسرے شخص کے خط میں یہ خط آیا ہے اس لئے جواب نہیں دیا گیا۔

۲۱ شعبان ۱۳۳۴ھ

(۱۹۱) (مضمون) حضور نے تحریر فرمایا ہے کہ بیعت میں جلدی مناسب نہیں اول کام شروع کریں پھر اگر منظور ہو تحریر کریں فی الحال اگرچہ بندہ کے پاس حضور کی تالیفات میں سے چند کتابیں ہیں ان میں سے قصد السبیل نیز موجود ہے جسمیں اوراد و اشغال کا طریقہ مذکور ہے تاہم یہ عریضہ اس غرض سے تحریر کرتا ہوں کہ بندہ کے مناسب حال جو ارشاد ہو تحریر فرماویں تاکہ کام شروع کروں۔

(جواب) اُسی رسالہ سے مناسب حال معلوم ہوگا اور مجکو چونکہ حال ہی معلوم نہیں تو مناسب حال کیسے معلوم ہو۔

(۱۹۲) (مضمون) احقر العباد خدمت فیض رشاد میں حاضر ہونیکا شوق کامل رکھتا ہے امید کہ اجازت مرحمت فرماویں تاکہ بندہ گل مقصود سے دامن پر کر لیوے عرضگدار . . . . . . فارغ التحصیل مدرسہ دیوبند۔

(جواب) اگر ذکر و شغل کیلئے آنا چاہتے ہیں تو رمضان المبارک میں اُس کی تعلیم نہیں کیا کرتا ہوں اور اگر محض کسی وقت پاس بیٹھنا اور کوئی کوئی بات سن لینا مقصود ہے تو بشرط تحمل اپنے مصارف کے آنیکی اجازت ہے۔

(۱۹۳) (ایک خط کا جواب) خدا جانے میرے کون سے خط کا حوالہ ہے چونکہ اُس کا مضمون بالکل یاد نہیں اس لئے اس خط کا جواب بھی نہیں ہو سکتا وہ خط اس خط کے ہمراہ بھیجنا چاہئے تھا۔

(۱۹۴) (**مضمون**) سامی نامہ بجواب عریضہ صادر ہوا۔ جناب عالی نے معاملہ بیعت میں تاخیر کو بہتر فرمایا لہذا گذارش ہے کہ اس نیاز مند کو جناب کی ذات سے پوری عقیدتمندی ہے لہذا اس عاجز کو بھی خدام کی جماعت میں داخل فرمالیں۔

(**جواب**) میرا پہلا خط ہمراہ بھیجکر لکھنا چاہیے تھا جو کچھ لکھنا تھا۔ بدون اس کے کیا جواب دوں شاید مدت بھی زیادہ گذر گئی اس لئے بھی پہلا مضمون یاد نہیں رہا۔

(۱۹۵) (**مضمون**) میں نے جن صاحب کے بیعت ہونے کیلئے خدمت مبارکہ میں عرض کیا تھا انھوں نے تعلیم کی موافق اصلاح الرسوم پڑھ لی۔ اور اب بیعت کیلئے تھانہ بھون حاضر خدمت ہونا چاہتے ہیں۔ مجھسے ذکر کیا میں نے مشورہ کے طور پر کہا کہ جانے سے پہلے اجازت منگالیجائے۔ بنابریں یہ عریضہ اُن کا بطرق استیذان ارسال خدمت ہے اگر اجازت ہو تو وہ حاضر خدمت ہو کر بیعت سے مشرف ہوں۔

(**جواب**) مولانا۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ بہتر یہ ہوگا کہ یہاں ہفتہ عشرہ رہیں اور اب قرب رمضان کی وجہ سے اتنی گنجائش نہیں بہتر ہے کہ بعد رمضان مجھسے وہ مکرر استفسار کریں اور رمضان شریف میں کچھ اپنے اعمال کی اصلاح کرلیں۔

(۱۹۶) (**مضمون**) جناب پیر روشن ضمیر الخ چونکہ حضور پر نور کا فرمان ہے کہ ہمیں اعلیٰ حضرت مرشدی سیدی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ (اگر کوئی حاجتمند تعویذ وغیرہ لینے آوی تو انکار مت کیا کرو) اس لئے خاکسار ملتمس ہے کہ کمترین عرصہ دراز سے اپنے واسطے کوئی رشتہ تلاش کر رہا تھا سو اب خدا کے فضل سے حسب منشار رشتہ تو ملگیا ہے۔ سب راضی ہیں صرف ایک شخص جو اُس لڑکی کا بہنوئی ہے میرے گھر رشتہ کرنے میں ناراض ہے آپ براہ مہربانی کمترین کی حق میں دعا فرماویں اور کوئی تعویذ یا کوئی عمل فرمایا جاوے۔

(**جواب**) حضرت رح کا یہ ارشاد عوام کے لئے ہے نہ کہ طالبان حق تعالیٰ کیلئے کہ اُن کو خود عملیات کی طرف رجوع کرنا پسندیدہ نہیں۔ البتہ دعا کرنا سب حاجات مشروعہ کیلئے مسنون اور نافع ہی سو دعا کرتا ہوں۔ جواب کیلئے جو اندر لفافہ ٹکٹ چسپیدہ رکھا تھا ایسے طور سے بند کیا تھا کہ باوجودیکہ کھولنے میں بہت ہی احتیاط کی گئی مگر پھر بھی کنارہ پر سے معہ ایک ٹکٹ کے پھٹ گیا

ایک ٹکٹ سالم رہا تھا وہی اس کارڈ پر چسپاں کرکے بھیجتا ہوں اور وہ دوسرا ٹکٹ کہ جڑ کر کار آمد ہو سکتا ہے آپکا امانت کے طور پر رکھا ہے اگر وہ لفافہ دوہرا کرکے بند کیا جاتا اس خطرہ سے محفوظ رہتا۔

(۱۹۷) (**مضمون**) استفتاء۔ پوشیدن پارچہ از ازار وغیرہ بایں طرز کہ کعبین پوشیدہ شود علی الاطلاق اعنی ارادہ تبختر وتکبر باشد یا نے ودر نماز یا خارج از وجہ حکم دارد بینوا و توجروا۔

(**ھو المصوب**) اسبال یعنی پوشیدن پارچہ اسفل کعبین مطلقاً ممنوع آمدہ لما فی المشکوۃ عن ابی ھریرۃ قال علیہ الصلوۃ والسلام ما اسفل من الکعبین من الازار فی النار رواہ البخاری ایضاً عن ابن عمر قال مررت برسول اللہ وفی ازاری استرخاء فقال یا عبداللہ ارفع ازارک فرفعتہ ثم قال زد فزدت فما زلت اتحراھا بعد فقال بعض القوم الی این قال الی انصاف الساقین رواہ مسلم واز احادیثیکہ مقید بطر وتخیل وارد عدم جوازش بطریق اولیٰ مفہوم میشود۔ ودر نماز کراہۃ تحریمی ست بناءً علیہ صاحب مالابدمنہ پوشیدن پارچہ بطور مذکور حرام نوشتہ واللہ سبحانہ اعلم نمقہ الحقیر محمد یوسف عفی عنہ۔

(**جواب**) جواب صحیح ست وتقیید بہ خیلاء برائے احتراز نیست بلکہ جریاً علی العادۃ ست کہ اکثر مردم ہمیں قصد فی پوشیدند باز اگر احترازی ہم گفتہ شود مانعش نص دیگر باشد یعنی تشبہ باہل خیلاء باز اگر نص مطلق نبودے گنجائش ایں احتمال بود والا آں بر اصول حنفیہ کہ بقاء مطلق علی اطلاقہ وبقاء مقید علی تقییدہ است ہر دو صورت حرام باشد مطلق اسبال ہم واسبال للخیلاء ہم اگرچہ ثانی اشد باشد از اول للزوم المحذورین الاسبال والاختیال اشرف علی ۲۱ شعبان ۱۳۳۲ھ

(۱۹۸) (**مضمون**) نیز یہ ہے کہ حضور نبی کریم علی صاحبہا الصلوۃ والتسلیم کی تعریف میں نعتیہ کوئی اشعار پڑھتا ہے یا خود دیکھتا ہوں یا اشعار عاشقانہ تو اسمیں ایک خاص حظ حاصل ہوتا ہے اور خصوصاً نعتیہ اشعار میں بیتابی بعض وقت غالب ہوتی ہے جسکو ہمیشہ جلوت میں ضبط کرتا ہوں اور خلوت میں رونے لگتا ہوں۔

(**جواب**) اسمیں تھوڑا سا دھوکہ بھی ہے اشعار میں مشغول مت ہونا نہ ان سے مزہ لینا۔

(**مضمون**) ایک گذارش یہ ہے کہ یہاں لیچی اچھی ہوتی ہیں اور میرا جی چاہتا ہے کہ حضرت

کی خدمت میں ابلاغ کروں مگر چونکہ حضرت کے یہاں کا معمول ہے کہ بلا استفسار نہ روانہ کیجائے اس لئے یہ عریضہ پیشکش کر کے درخواست کرتا ہوں کہ اگر حضور اجازت دیں تو روانہ کروں۔

(**جواب**) نابھائی مجکو وصول میں سخت خلجان ہوتا ہے۔

(**مضمون**) چونکہ یہاں سے میرا حاضری میں بلحاظ اسباب دنیوی نقصان زیادہ معلوم ہوتا ہے اور اتنی گنجائش بھی نہیں معلوم ہوتی اس لئے یہ ضرور گذارش ہے کہ اگر اس اثنا میں سفر سہارنپور اصالتاً یا تبعاً ہو یا مراد آباد کی طرف حضرت کی تشریف بری ہو تو حضرت اُس سے کمترین کو مطلع فرمائیں تاکہ سہارنپور یا اسٹیشن لکسر پر حاضر ہو کر قدمبوسی حاصل کروں۔

(**جواب**) بھائی یاد کسے رہے گا۔

(۱۹۹) (**مضمون**) چندروز ہوئے کہ فدوی برابر پرچہ دینے کا ارادہ کر رہا ہے لیکن ابتک موقع نہیں ملا۔ لہذا مجبور ہو کر تحریر پیش کرنی پڑی جب میں حاضر خدمت اقدس ہوا تھا تو حضور پُرنور نے چھ ہزار مرتبہ اسم ذات اللہ اللہ اور بعد تہجد کے بارہ تسبیح پڑھنے کو ارشاد فرمایا تھا چنانچہ غلام ابتک بلاناغہ پڑھتا ہے صرف ایک روز ناغہ ہوا تھا لیکن حضور کے سامنے اپنی حالت عرض نہیں کر سکتا کیونکہ کوئی حالت محمودہ اپنے اندر نہیں پاتا۔

(**جواب**) یہ استقامت کیا حالت محمودہ نہیں ہے بہت بڑی چیز ہے جن حالات کے نہ پانے کو آپ لکھ رہے ہیں وہ پانے کے بعد خود بے پائے ہو جاتے ہیں اور یہ استقامت دولتِ سرمدی ہے۔

(**مضمون**) ذکر کے وقت و نیز نماز میں نہ حضور قلب ہوتا ہے نہ جمعیت خاطر۔

(**جواب**) حضور کے دو درجے ہیں اختیاری اور غیر اختیاری۔ اگر اول مراد ہے تو اُس کے انتفار کو آپ باختیار رفع کر سکتے ہیں اور اگر ثانی مراد ہے تو اُس کا وجود خود ہی مطلوب نہیں ہوتا گو محمود ہے مگر مقصود نہیں پھر مفقود ہونے کا کیا غم۔

(**مضمون**) بلکہ اکثر اوقات نہایت پریشانی سی رہتی ہے صرف تعداد پوری کر لیتا ہوں۔

(**جواب**) یہ غیر اختیاری پریشانی بھی ایک نافع مجاہدہ ہے۔

(**مضمون**) اس نالائق کو جب ہی فائدہ ہو سکتا ہے کہ حضور توجہ فرمائیں۔ اور اس عاجز کے

حق میں دعا فرمائیں۔

(جواب) دعا و توجہ بلا درخواست ہی کرتا ہوں۔

(مضمون) میرے جانیکے آٹھ دس روز اور باقی ہیں چلتے وقت زبانی حال عرض کروں گا اب محض اپنی حالت عرض کردی ہے اب جیسے ارشاد ہو غلام اُسکی تعمیل کو حاضر ہے اگرچہ یہ نالائق اس قابل بھی نہیں کہ خدمت میں حاضر رہ سکے لیکن حضور کی توجہ سے سب کچھ ہو سکتا ہی حضور کے الطاف خسروانہ ہی کی وجہ سے اتنے دن گذارے ہیں نہیں تو اس بے ادب کو تو بولنے کی بھی تمیز نہیں۔

(جواب) بس یہی شکستگی تو میری نظر میں ایک دل پسند ادا ہے۔

(مضمون) اس غلام کے عیوب سے اسکو مطلع فرمایا جاوے انشاء اللہ بسر و چشم تعمیل ارشاد کرونگا۔

(جواب) کوئی بات معلوم ہوگی کہدونگا۔ باقی ایسے شخص کو خود حق تعالیٰ اُس کے عیوب پر مطلع فرما دیتے ہیں۔

۲۵ شعبان المعظم ۳۴ھ

(۲۰۰) (مضمون) منی آڈر پانچروپیہ کا حضور کے خرچ کے واسطے روانہ کیا تھا۔ جو آج میرے پاس نہیں لینے کے سبب سے واپس پہونچا ہے جبکہ میں حضور کا غلام ہوں اور میں اپنی سعادت دارین کے خیال سے حضور کی خدمت کروں تو پھر اُس کے نہیں قبول فرمائے جانیکا کیا باعث ہے ایک مرتبہ بیشتر بھی ایسا ہی ہوا ہے۔ پھر دوبارہ ارسال ہونے پر قبول فرمایا گیا اسکی واپسی پر میرے سخت رنج کا باعث ہوتا ہے اس لئے التماس ہے کہ مجکو مطلع فرمایا جاوے کہ باعث واپسی کیا ہے تاکہ میں پھر روانہ کروں۔ کیونکہ یہ رقم حضور کی ہو چکی ہے میں اسکو اپنے صرف میں نہیں لاسکتا ہوں۔ جب حضور جے پور میں ڈپٹی صاحب کے مکان پر تشریف لائے ہیں اُس وقت مجکو فیض غلامی نصیب ہوا ہے غلام آقا کی خدمت کرے تو اُسکو قبول نہ فرمانا کیسی غلام کی بدنصیبی کا باعث ہے بواپسی ڈاک منظوری سے مطلع فرمایا جاوے کہ دوبارہ روانہ کروں۔ چاندی کے پایہ کے پلنگ پر سونیکی ممانعت ہے اور نقرہ طلائی کے بٹن لگانا جائز لکھا ہے اس کا کیا سبب ہے جواب سے اطلاع بخشی جاوے۔

(باقی آئندہ شعبان ۳۵ھ)

حکیم الامت حضرت مولانا تھانوی دامت برکاتہم کے

ملفوظات و مکتوبات

کے

ایک نہایت نافع اور دلچسپ جدید و لذیذ عام فہم مجموعہ

ملقب بہ

حسن العزیز

کی دوسری جلد

مرتبہ جناب منشی رشید احمد صاحب سنبھلی وغیرہ

باہتمام خاکساران رفیق احمد و شبیر علی مالکان

در مطبع امداد المطابع تھانہ بھون طبع شد

(کتبہ بندہ احقر محمد عبد الرحمن میرٹھی) (معین الدین بر سمین میرٹھی)

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

دوسری جلد حسن العزیز کے ملفوظات کی

اس جلد سے سلسلہ ارشاد الرشید کا شروع ہوتا ہے جسکو

منشی رشید احمد صاحب سنبھلی نے جمع کیا ہے اور جو کہ حسن العزیز کا ایک جزو ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۱۳ ربیع الاول ۱۳۵۰ھ بروز دوشنبہ

(۱) گڑھی کے ایک صاحب نے (جہاں کہ حضرت والا کے بھانجے مولوی ظفر احمدؒ صاحب مدرسہ عربی میں اسوقت مدرس ہیں) کہا کہ ہم لوگ مولوی ظفر احمدؒ صاحب کو حضرت کا نمونہ سمجھکر اونکے ساتھ وہی برتاؤ کرتے ہیں جو کہ حضرت والا کے ساتھ کرتے۔ اور اونکی خدمت کو اپنی ہدایت کا سبب جانتے ہیں حضرت والا نے فرمایا کہ میری وجہ اور میرے تعلق سے آپ لوگ اونکی خدمت ہرگز نکریں۔ جو کوئی میرے عزیز و اقارب کو میری وجہ سے کوئی نفع پہنچاتا ہے تو مجھکو بہت گراں اور ناگوار ہوتا ہے۔ پھر اُن صاحب نے کہا کہ ویسے بھی تو ہمارے ہمسایہ ہیں اِسپر حضرت نے جواب میں فرمایا کہ ہاں اسکا مضائقہ نہیں مگر اسکا معیار یہ ہے کہ آپ اِنکے ساتھ اُتنا ہی کریں جتنا کہ اِنکے بجائے اگر کوئی اور ہوتا تو اوسکے ساتھ کرتے۔ پھر فرمایا کہ مجھے اسمیں یہانتک احتیاط ہے کہ اب جو گھر میں سے گڑھی گئی تھیں تو میں نے کہدیا تھا کہ سوائے بڑی خانصاحب مرحوم کے گھر میں کے (کہ وہ مثل والدہ کے ہیں) اگر اور کوئی ہدیہ دے تو نہ لینا۔ کیونکہ جو کوئی دیگا وہ میری وجہ سے دیگا۔ اور مجھے یہ گوارا نہیں۔ جب خود بیوی کے معاملہ میں مجھے اتنی احتیاط ہے تو اور عزیز تو بیوی کے برابر نہیں ہو سکتے۔ یہ بھی فرمایا کہ مولوی ظفر احمدؒ کو اِسقدر زیادہ نہ بڑھایا جاوے کیونکہ اس سے اونکے اخلاق پر اثر پڑیگا۔ پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ ایک صاحب نے مولوی ظفر احمد۔ مولوی سعید احمد مرحوم اور مولوی شبیر علی کے لئے میرے پاس تین عمامے بھیجے کہ تینوں کو دیدیجئے۔ میں نے قبول نہیں کیا۔ اگر انصاحب کو

بجز میرے تعلق کے تینوں سے کوئی اور خصوصیت تھی تو اونکو براہ راست بھیجنے چاہیئے تھے۔ میں نہیں چاہتا کہ لوگوں پر اسقدر بار پڑے کہ میرے اور میرے متعلقین سب کے حقوق ادا کریں۔ ہاں ایک بات کو تو دل چاہتا ہے وہ یہ کہ اگر میرے متعلقین کو کوئی تکلیف پہنچتی ہو تو اسکو دفع کر دیا جاوے۔ اور خیر یہ بات چاہیئے تو ویسے بھی۔ لیکن اگر کوئی میری ہی وجہ سے ضرر سے بچالے تو بھی مضائقہ نہیں۔ مثلاً اگر کوئی کنوئیں میں ڈوبتا ہو اور اسکو اسوجہ سے بچالیا کہ یہ فلاں کا عزیز ہے تو بھی کچھ حرج نہیں۔ مضرت سے بچانا ضروری ہے۔ نفع پہونچانا ضروری نہیں ہے۔

(۲) اوپر کے قصہ کے سلسلہ میں ہی فرمایا کہ اس بارے میں مجھے حکیم مسعود صاحب کی طبیعت بہت پسند ہے واقعی اونکی نہایت غنی طبیعت ہو اونکی جب کوئی حضرت مولانا گنگوہیؒ کے تعلق سے خدمت کرنا چاہتا ہے تو قبول نہیں کرتے اور کہدیتے ہیں کہ اونکی بات اونکے ساتھ گئی۔ میں اس قابل نہیں ہوں۔ پھر فرمایا کہ وہ مطب کرتے ہیں اوسمیں موقع سے لے لیتے ہیں۔

(۳) گڈھی والے صاحب نے دریافت کیا کہ فلاں مدرسہ کے لئے چندہ غلہ وغیرہ ہم لوگ نمبردار وغیرہ جمع کر لیتے ہیں لوگوں سے کہکر۔ اسمیں کچھ حرج تو نہیں ہے۔ فرمایا کہ اسمیں کچھ نہ کچھ دباؤ بڑے لوگوں یعنی نمبردار وغیرہ کا ضرور پڑتا ہے۔ مدرسہ امداد العلوم تھانہ بھون کا قصہ بیان فرمایا کہ عرصہ ہوا میں نے مدرسہ کیلئے چندہ اسطرح سے مقرر کرایا تھا کہ ایک کاغذ پر یہ مضمون لکھدیا کہ مدرسہ کے اخراجات کیلئے خرچ کی ضرورت ہے جو صاحب اسمیں شریک ہونا چاہیں وہ اپنا نام اور رقم خود اپنے قلم سے لکھدیں۔ اُس کاغذ پر کسی معین وچندہ دہندہ کا نام نہیں لکھا گیا اور ایک لڑکے عبدالکریم کو (جو کہ بھنگی کا لڑکا تھا مگر پھر مسلمان ہو گیا تھا) جسکو کہ لوگ بہت نظر حقارت سے دیکھتے تھے وہ کاغذ دیدیا۔ اور کہدیا کہ اس کاغذ کو فلاں فلاں جگہ لیجاؤ۔ کسی سے کچھ کہنا مت۔ صرف کاغذ دیدینا اگر وہ کچھ لکھدیں تب اور نہ لکھیں تب واپس لیکر چلے آنا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اِس صورت میں جو صاحب کہ پانچ روپیہ ماہوار دیسکتے تھے اونھوں نے پانچ روپیہ سال بھی تو نہ لکھے مگر یہ چندہ بالکل حلال تھا۔ اگر آپ بھی ایسا ہی کریں تو جائز ہوگا۔ پھر فرمایا کہ مجھے تو چندہ کی رقم ہاتھ میں لیتے ہوئے بھی شرم آتی ہے۔ نواب صاحب ڈھاکہ نے کچھ رقم دیوبند اور سہارنپور کے مدرسوں کے لئے میری سپرد کرنا چاہی۔ میں نے وہاں تقویٰ تو نہیں بگھارا مگر یہ عذر کر دیا کہ چونکہ میرا لمبا سفر ہے اور راہ میں احتمال چوری وغیرہ کا ہے لہذا آپ نوٹ رجسٹری

کراکر روانہ کردیجئے۔ پھر فرمایا کہ مولویوں کو تو اموال سے بہت بچنا چاہئے۔ اِس لئے کہ جو مولوی وعظ کہکر نذرانہ قبول کرتے ہیں یا چندہ وصول کرتے ہیں اونکے وعظ و نصیحت کا کچھ اثر نہیں ہوتا۔ کیونکہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ مولوی صاحب تو راضی ہو ہی گئے کیونکہ اونکا مقصود حاصل ہوگیا۔ اور عمل و اصلاح سے بفکر ہو جاتے ہیں کہ بس مولوی صاحب کو دیکر نبٹ گئے اب کچھ غم نہیں۔ سب گناہ دُور ہوگئے۔ بخلاف اُن علماء کے کہ جو چندہ وغیرہ کے وصول کرنے سے پرہیز کرتے ہیں اُن سے لوگ ڈرتے ہیں کہ بھائیو مولوی صاحب آگئے ہیں اپنی اپنی حالتیں درست کرلو۔ داڑھیاں نیچی کرلو ٹخنے کھول لو۔ ایسا نہو مولوی صاحب خفا ہو جاویں۔

(۴) فرمایا کہ ریاست بھاولپور کے سفر میں وہاں کے پریسیڈنٹ صاحب نے ریاست کی طرف سے کچھ رقم پیش کی۔ ۱۵۰ روپیہ تو نذرانہ کے اور ۱۲ روپیہ دعوت کے۔ میں نے یہ عذر کیا کہ اول تو ریاستو کے اموال کا کچھ اعتبار نہیں۔ علاوہ اسکے یہاں کے بیت المال میں میرا کچھ زیادہ حق نہیں کیونکہ مجھسے یہاں کے لوگوں کو کچھ فائدہ نہیں پہنچتا۔ اسپر افسران ریاست نے جو وہاں موجود تھے یہ کہا کہ اچھا ہم اپنے پاس سے اگر پیش کریں تو وہ تو آپ قبول فرمالینگے۔ اِسپر میں نے جواب دیا کہ ہاں ایک شرط سے کہ آپ لوگ اسبات کی قسم کھاویں کہ ہم اُسی قدر پیش کرینگے جسقدر کہ اس رقم کے پیش کرنے سے پہلے دینے کا خیال تھا۔ غالب گمان ہوتا ہے کہ انھوں نے قسم کھائی غرضکہ میرا پورے طور سے اطمینان کردیا کہ ہاں ایسا ہی ہوگا اور میرے دلکو بھی اطمینان ہوگیا کہ اسمیں کچھ جھوٹ نہیں بولا گیا ہے۔ کیونکہ آخر کی کُل رقم کا مجموعہ جو سب نے پیش کی اسقدر نہوا جسقدر کہ وہ ریاست کی رقم تھی۔

۱۴ ربیع الاول ۱۳۵۰ھ بروز سہ شنبہ

(۵) ایک صاحب حاضر خدمت نے دریافت کیا کہ ہماری ایک دیگ کرایہ پر چلتی ہے اگر ڈوم جنکا پیشہ زیادہ تر گانے بجانے کا ہی اور کبھی کبھی وہ شادی وغیرہ کی اطلاع دینے کے لئے اُجرت پر چلے جاتے ہیں اونکو کرایہ پر وہ دیگ دینا اور اونسے کرایہ وصول کرنا جائز ہے یا نہیں فرمایا کہ چونکہ اونکی زیادہ آمدنی حرام ہے اِسلئے اُس آمدنی میں سے کرایہ لینا جائز نہیں البتہ اگر وہ کسی مہاجن وغیرہ سے کرایہ کے دام قرض لیکر دیدیں تو اونکو کرایہ پر دینا جائز ہے۔

(۶) جناب مولوی احمد حسن صاحب سے فرمایا کہ ایک جگہ سے خط آیا ہے۔ ایک مدرسہ کی

ضرورت ہو جو کہ واعظ بھی ہوں مولوی صاحب موصوف نے جواب دیا کہ اسوقت تو کوئی نظر نہیں آتا۔ پھر حضرت والا نے فرمایا کہ دیوبند کو لکھے دیتا ہوں وہاں کوئی نہ کوئی رہتا ہی ہے۔ ملازمت مذکور پچیس روپیہ ماہوار خشک کی تھی۔ پھر فرمایا کہ بعض مرتبہ اہل علم نوکری کی حاجت ظاہر کرتے ہیں اوسوقت کوئی موقع نہیں ہوتا۔ اور جب کوئی موقع ہوتا ہے تو وہ حاجتمند ذہن میں نہیں رہتے۔ ایکمرتبہ میں نے اسکا التزام کیا تھا کہ ایک چھوٹی سی کاپی میں ملازمت کے حاجتمندوں کے نام اور اُن موقعوں کے نام جہاں ملازمین کی ضرورت ہوتی تھی لکھ لیا کرتا تھا۔ اور وقت ضرورت اطلاع کر دیا کرتا تھا۔ مگر بوجہ کثرت کام اسپر مداومت نہ ہو سکی۔

(۷) فرمایا کہ تقریری وعظ کو ہی وعظ نہیں کہتے بلکہ جو تحریری نصیحت ہو وہ بھی وعظ ہی ہے۔

(۸) فرمایا کہ میں نے فلاں ملازم کو گڈھی بھیجا تھا اور کہدیا تھا کہ جہانتک ہو سکے جلد واپس ہونا۔ وہ وہاں سے حسن پور چلے گئے۔ اس شخص میں خودرائی کا مادہ بہت بُرا ہے جس کام کو جسطرح اپنے دل میں آتا ہے اُسطرح کرتا ہے۔ بات یہ ہے کہ بیفکری ہے۔ جہاں ڈنڈے سے کام لیا جاتا ہے وہاں کے ملازم ٹھیک رہتے ہیں۔ یہ بے فکری میری نرمی کا نتیجہ ہے مشہور ہے کہ مولویوں اور رنڈیوں کے ملازم بیفکرے ہوتے ہیں کیونکہ ہر دو فرقے مخدوم ہوتے ہیں۔ دونوں فریق کے خادم بہت سے ہوتے ہیں۔ ایک کو کہو دس کام کو دوڑتے ہیں بس ملازم نواب بنجاتے ہیں۔ مفتی فضل اللہ صاحب نے کہا کہ بے عقلی ہے فرمایا کہ اس صریح بات کے کہنے کے بعد کہ جلدی آنا بے عقلی کی کیا بات ہے۔ یہ تو بے فکری ہے۔ یہ صاحب اپنے آپ کو ملازم نہیں سمجھتے۔ گھر میں بھی اسکی بے پروائی کی شاکی ہیں۔ ایکمرتبہ کچھ کام کو بھیجا۔ آپ بہت دیر میں واپس ہوئے۔ پوچھا گیا تو کہدیا کہ میں فلاں فلاں سے باتیں کرنے لگا تھا۔ کام کو بھیجا جاتا ہے اور راستہ میں لوگوں سے باتیں کرنے لگتا ہے۔ میں نے چندمرتبہ اُس سے کام نہ لینے کا عہد کیا مگر سفارش کرنیوالے عہد تڑوا دیتے ہیں۔ میرا نفس بھی یہ خیال کر لیتا ہے کہ احسان رہیگا دوسروں پر اور کام چلیگا اپنا۔ اس سے منظور کر لیتا ہوں۔ اس سے بہت تکلیف پہنچتی ہے۔ اب میں نے کہدیا ہے کہ تم اس مسجد میں قدم نہ رکھنا۔ کیونکہ دیکھکر پھر کام لینے کا خیال پیدا ہوگا۔ آخر ملازم کام کرنے ہی کے لئے ہوتے ہیں۔ بس اب اس سے کوئی کام نہ لونگا۔ (مگر پھر جلدی معاف کر دیا ۱۲ کاتب) اُس ملازم نے گڑھی سے دیر میں واپسی کا یہ مہمل عذر کیا کہ سردی کے باعث نہ آسکا۔ اسکے جواب میں حضرت نے فرمایا کہ جسوقت حسن پور جانیکے لئے سردی کم ہوگئی تھی اُسی وقت یہاں کو کیوں نہ چلے آئے حسن پور کیوں چلے گئے۔ یہ نہ خیال کیا کہ کوئی اگر ضروری کام ہی ہوا تو کسقدر تکلیف ہوگی۔

۱۵ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ بروز چہار شنبہ

(۹) فرمایا کہ عورتوں کے اندر نرمی اور انفعال کی شان زیادہ پائی جاتی ہے۔ اونکی اصلاح جلد اور آسانی سے ہوسکتی ہے۔ اور اونکی اصلاح ہو جانے سے آئندہ اولاد تربیت یافتہ ہوسکتی ہے۔ کیونکہ ماں کی صحبت کا اثر بچوں پر شروع ہی سے پڑتا ہے۔

(۱۰) فرمایا کہ لوگ خواب کو اسقدر قابل اعتبار سمجھتے ہیں کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے کہ میں نے خواب میں آپ سے کچھ وظیفہ دریافت کیا اور آپ نے مجھسے فرمایا کہ ایکروپیہ نذرانہ دو۔ چنانچہ روپیہ روانہ کرونگا (پھر خط سے اونکو روکدیا تھا)

(۱۱) فرمایا کہ اعظم گڈھ سے ایک صاحب نے ایک مسجد کی بنیاد رکھنے کے لئے بلایا ہے جو کہ تعمیر ہونے والی ہے۔ پھر فرمایا کہ بس اتنے سے کام کے لئے اتنی دور بلایا ہے۔ مجھ کو کہاں فرصت ہے۔

(۱۲) فرمایا کہ شیخ سعدی رح اور مولانا روم رح کے کلام میں بہت فرق معلوم ہوتا ہے۔ مولانا کا کلام بلا تکلف فن کے اصول پر منطبق ہوتا چلا جاتا ہے اور شیخ سعدی صاحب کے کلام کو منطبق کرنے میں قدرے تکلف ہوتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مولانا دیکھی ہوئی کہہ رہے ہیں اور شیخ صاحب سنی ہوئی۔ مولانا اگرچہ صاحب حال ہیں مگر جو بات لکھتے ہیں اوسکی پوری تحقیق فرماتے ہیں۔ اور سعدی صاحب حالانکہ مغلوب الحال نہیں ہیں مگر اونکے کلام میں اسقدر تحقیق نہیں حالانکہ غیر صاحب حال کو زیادہ علوم کے متعلق تحقیق کرنی چاہیئے۔ مولانا معاملات و مکاشفات ہر دو قسم کے مضامین لکھتے ہیں اور سعدی صاحب صرف معاملات کے متعلق لکھتے ہیں۔

(۱۳) فرمایا کہ مولانا محمد یعقوب صاحب رح بڑے ظریف تھے۔ ایکبار کا قصہ ہے کہ آپ نے کسی لال شخص کو کوئی سہل دوا کسی مرض کی بتلائی اُنھوں نے ادنیٰ سمجھکر استعمال نہ کیا۔ اونکے یہاں ایک حافظ صاحب نابینا رہتے تھے اونھوں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی اُس دوا کے استعمال کی تائید کر رہا ہے۔ حافظ صاحب نے اُن صاحب سے کہا وہ صاحب حافظ جی کو لیکر مولانا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور خواب بیان کیا۔ مولانا رح نے حافظ صاحب سے فرمایا کہ خواب میں جسنے آپ سے کہا اوسکی آواز میری جیسی تو نہ تھی حافظ جی نے کہا کہ تھی تو کچھ کچھ ایسی ہی۔ مولانا نے فرمایا کہ بس جب تم نے بیداری کی بات کو نہ مانا تو میں نے اوسکو خواب میں کہدیا۔

(۱۴) فرمایا کہ رات کے لکھنے سے تعب بہت زیادہ ہوتا ہے۔ چنانچہ میں مثنوی شریف کی شرح لکھتے میں ایک مرتبہ پوری رات اور صبح کو دوپہر تک جاگا اور لکھتا رہا اسکے بعد بس بیمار ہوگیا۔ کئی دن بیمار رہا۔ میری طبیعت رات کو لکھنے کی متحمل نہیں۔ بعض لوگوں نے مجھے رات کے لکھنے کا مشورہ دیا۔ مگر مضرت کے سبب رات کو لکھنا ٹھیک نہیں۔

(۱۵) فرمایا کہ ہمارے قصبہ میں شیخ بہرام بخش نہایت دانا شخص تھے۔ ایکمرتبہ اونھوں نے ایک جوتہ خریدا لوگوں نے راستہ میں دریافت کیا کہ کیا قیمت ہے کہا کہ دو روپیہ اُنھوں نے کہا کہ دو روپیہ میں تو ٹھیک نہیں شیخ صاحب نے کہا کہ اور کتنے کا ہے کہا کہ پونے دو کا۔ پھر آگے چلے دوسرے نے پوچھا جوتہ کتنے کا لیا کہا کہ پونے دو کا۔ اُس نے جواب دیا کہ پونے دو کا تو نہیں ہے شیخ نے کہا کہ اچھا اور کتنے کا معلوم ہوتا ہے اُس شخص نے کہا کہ ڈیڑھ روپیہ کا۔ پھر آگے چلے تو پھر کسی نے قیمت پوچھی اب کی مرتبہ ڈیڑھ روپیہ قیمت بتلائی تو اُسپر بھی کسی نے کہا کہ یہ تو سوا روپیہ کا ہے۔ اسی طرح ہوتے ہوتے شیخ مکان کے قریب تک پہونچے اور لوگوں نے ایک روپیہ قیمت جوتہ کی آخر میں تجویز کی اور یہی قیمت سُنکر پھر شیخ بہرام بخش گھر میں داخل ہوگئے۔ پوچھا گیا کہ پہلے ہی سے ٹھیک قیمت کیوں نہ بتلادی جواب دیا کہ ہمنے تو دل سے جوتہ لیا لوگ اوسکو دل سے اُتارتے ہیں کوئی کسی قیمت کا بتاتا ہے کوئی کسیکا۔ اس لئے میں نے پہلے ہی سے بڑھا کر کہی تاکہ گھٹتے گھٹتے ٹھیک رہ جائے اور میرا دل جوتہ سے بُرا نہو۔

(۱۶) فرمایا کہ شیخ بہرام بخش تمام محلہ کی عورتوں کا سودا بازار سے لایا کرتے تھے۔ بازار جاتے وقت سب سے پوچھتے کہ تجھے کیا منگانا ہے تجھے کیا منگانا ہے۔ اور سب سے دام اور برتن لیکر چلتے۔ اور لاکر سبکا گھروں پر سودا پہنچا دیتے۔ اگر کوئی عورت کسی چیز کو بُرا بتلاتی مثلاً دہی کو کہ کھٹا ہے تو کہتے کہ اچھا لا بیٹی لا اور اوسکی قیمت اوسکو واپس کردیتے اور دہی خود بیچ آتے یا گھر لے آتے اور پھر اوسکا سودا کبھی نہ لاکر دیتے اور کہتے کہ ہم تو محنت کر کے لائے اور انھوں نے بُری بتلادی۔

(۱۷) فرمایا کہ شیخ بہرام بخش بڑے کریم النفس تھے۔ اونکی کسی سے دشمنی تھی۔ اور اُس دشمن کا ایک اور دشمن تھا۔ اُس دشمن کے دشمن نے اپنے دشمن کو اِسطرح نقصان پہنچانا چاہا کہ اُسپر کوئی مقدمہ عدالت میں دائر کیا اس خیال سے کہ جب یہ مقدمہ کی پیروی میں جاویگا تو مکان تنہا ہوگا یا تو مکان پر

چوری کروادینگے یا اور کسی طرح بے آبروئی عورتوں وغیرہ کی کرادینگے۔ چنانچہ وہ شخص جو بہرام بخش کے دشمن تھے مقدمہ کے معاملہ میں گئے اور جب تک وہ مقدمہ سے واپس آئے شیخ بہرام بخش برابر اونکے مکان پر سوتے رہے اور گھر کی عورتوں سے کہدیا کہ تم بیفکر رہو میں موجود ہوں۔ تم ہرگز کچھ خوف نکرنا۔ مجال نہیں کسیکی جو یہاں قدم رکھ سکے۔ وہ بیچاری سب نہایت اطمینان سے محفوظ رہیں۔ جب اپنے دشمن کے آنیکی خبر سُنی تو اوسکے آنے سے پہلے پہلے سب اپنا بستر وغیرہ لیکر اپنے گھر آگئے۔ عورتوں نے اوسکے آنے پر ذکر کیا کہ تمھارے پیچھے ہمارے مکان پر شیخ بہرام بخش برابر سوتے تھے۔ وہ بہت متاثر ہوا اور آکر شیخ بہرام بخش کے پیروں پر لوٹ گیا اور اپنا قصور معاف کرایا۔

(۱۸) فرمایا کہ جب شیخ بہرام بخش کی بیوی کہیں شادی وغیرہ میں جاتیں اور نیوتہ دینے کیلئے مثلاً دو روپیہ مانگتیں تو وہ پوچھتے کہ وہاں دیکر کیا ہوگا بیوی کہتیں کہ جب ہمارے یہاں کوئی شادی ہوگی تو ہمارے روپیہ واپس آجاوینگے۔ جواب دیتے کہ اچھا لے میں اِن روپیوں کو چولھے میں گاڑے دیتا ہوں جب تیرے یہاں شادی ہو نکال لیجے اور وہاں دینے میں تو وصول نہونیکا بھی اندیشہ ہے اور یہاں تو بے کھٹکے رکھے رہینگے جب جی چاہے وصول کرلینا۔ اگر تونے پچاس جگہ دو دو روپیہ دئیے تو سو روپیہ ہوئے۔ پورے سو روپیہ کی واپسی مشکل ہے۔ اور جو چولھے میں گڑے ہونگے تو ضرورت کے وقت سب کے سب وصول ہوجاوینگے۔ پھر حضرت والا نے فرمایا کہ نیوتہ میں کچھ نفع نہیں۔ بالکل فضول ہے۔ بلکہ اِسوقت معاصی کو متضمن ہے۔

(۱۹) فرمایا کہ شیخ بہرام بخش سے کوئی کاشتکار بیج مانگنے آیا کہا کہ اچھا کل کو آنا وہ اتفاقاً بجائے کل کے پرسوں کو آیا اور شیخ صاحب کو بلایا تو نہ بولے چپ ہوگئے۔ جب اُس نے بہت آوازیں دیں تو پوچھا کہ کیا کام ہے اوسنے کہا کہ بیج دیدو۔ کہنے لگے کہ میں نے کب بلایا تھا۔ وہ بولا کہ کل بلایا تھا۔ جواب دیا کہ تو آج کیوں آیا ہے۔ وہ کسان بولا کہ مجھے سوبتا (فرصت) نہیں ملا تھا۔ کہنے لگے کہ جب تو لینے کے لئے وقت پر نہیں آیا۔ تو دینے کے لئے تو بالکل ہی نہ آویگا اور اوسکو بیج نہ دیا۔

(۲۰) فرمایا کہ ایک چور ایک گھوڑا چوراکر لایا۔ راستہ میں ایک صاحب ملے اونھوں نے کہا کہ بھائی بیچتے ہو اوسنے کہا کہ ہاں بیچتا ہوں۔ انھوں نے گھوڑا لیکر اوسپر سواری چال دیکھنے کیلئے کی

ادہر اُدہر لیگئے۔ پھر آخر میں ایک زور کی ایڑ لگائی اور لیکر چلدیئے۔ انھوں نے اپنا پُرانا جوتہ اُس چور کو جو مالک گھوڑے کا تھا ذرا تھامنے کے لئے دیدیا تھا وہ اُس بیچارے کے پاس رہگیا۔ جب لوگوں نے اُس چور سے پوچھا کہ بھائی گھوڑا کتنے کو بیچا تو اُس نے جواب دیا کہ جتنے کو لیا تھا اوتنے ہی کو دیدیا اور یہ جوتہ نفع میں ہے۔

(۲۱) فرمایا کہ ایک بزرگ سے کسی نے یزید کی نسبت پوچھا کہ وہ کیسا تھا اُن بزرگ نے جواب دیا کہ بھائی وہ شاعر تو اچھا تھا۔

(۲۲) فرمایا کہ حضرت رابعہ بصریہ رضؓ سے کسی نے شیطان پر لعنت کرنیکے متعلق پوچھا آپنے جواب دیا کہ تمسے اوسکے متعلق قیامت میں پرسش نہوگی۔ اور جو وقت ذکر اللہ سے خالی ہوگا اوسکی ممکن ہے کہ پرسش ہونے لگے لہذا اپنے کام میں لگنا چاہیئے۔ وقت ضائع کرنے سے کیا فائدہ۔

(۲۳) فرمایا کہ ایک نووارد یورپین نے اپنے ایک ہندوستانی ملازم سے کہا کہ ہم دیکھتا ہے کہ تم موٹا فکیر (متفکر) ہے۔ ملازم نے خوشامد سے جواب دیا کہ حضور نہ تو میں موٹا ہوں بلکہ پتلا دبلا ہوں۔ اور نہ فقیر ہوں کیونکہ حضور کے اقبال سے معقول تنخواہ پاتا ہوں۔ صاحب نے کہا کہ نہیں تم نہیں سمجھا تم موٹا فکیر ہے۔ اُس نے پھر جواب دیا کہ میں تو عرض کرچکا کہ نہ میں موٹا ہوں نہ فقیر ہوں۔ صاحب نے پھر غصہ سے کہا کہ نہیں تم ہماری بات نہیں سمجھا اور صاحب ڈکشنری اوٹھا کر لائے اور متفکر کا لفظ لکھا ہوا دِکھلایا کہ دیکھو تم یہ ہے۔ یہ متفکر کے لفظ کی خرابی کیگئی تھی کہ اوسکو موٹا فکیر کہا گیا۔ پھر حضرت والا نے فرمایا کہ ایک خانساماں کانپور کے اسٹیشن پر کسی ملازم سے کہہ رہا تھا کہ ہم تم سے یہ لینا نہیں مانگتا۔ حالانکہ کانپور کی اُردو بولی بوجہ قرب لکھنؤ کے فصیح ہے مگر اوسنے کیسا بگاڑا تھا الفاظ کو۔

(۲۴) ایک طالب علم نے کہیں وعظ کہا تھا اور خود ہی اوسے لکھکر حضرت والا کی خدمت میں بغرض ملاحظہ و درج رسالہ الامداد بھیجا۔ حضرت والا نے جناب مولوی سید احمد حسن صاحب سے فرمادیا کہ آپ اِسکو دیکھ لیجئے اور ربط عبارت سے قطع نظر کرکے مضامین کے صحیح ہونیکی جانچ کرلیجئے۔ دیکھنے سے معلوم ہوا کہ وہ بہت غلط ہے جا بجا ترجمہ تک قرآن مجید کا غلط کیا گیا ہے۔ اِسپر حضرت والا نے فرمایا کہ بھلا اِن کو وعظ کے ضبط کرنے اور اوسکو الامداد میں نکالنے کی فرمائش کرنیکی ضرورت ہی کیا تھی۔ ابھی سے بڑا بننا چاہتے ہیں اور اپنے آپ کو فاضل سمجھتے ہیں۔ پھر اپنی دستاربندی کا قصہ بیان فرمایا کہ جب ہماری

کتابیں ختم ہو چکیں اور اساتذہ نے سند دیتے اور دستار بندی کی تجویز ٹھیرائی تو مجھے اور میرے ساتھیوں کو اسکی بہت فکر ہوئی کہ ہم لوگ کسی قابل تو ہیں نہیں نہ ہمیں کچھ آتا ہے۔ تو ہمیں سند دینے کی کیا ضرورت ہے جب ہم کسی قابل نہیں تو دستار بندی کرا کے کیا ہوگا۔ سب نے آپسمیں مشورہ کر کے ارادہ کیا کہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں جو کہ ہمارے اوستاد ہیں عرض کریں کہ حضرت ہمارا علم ہی کیا ہے اور کس لائق ہیں اس لئے ہمیں سند وغیرہ دینے کی ضرورت نہیں مگر عرض کرتے ہوئے خوف معلوم ہوتا تھا۔ آخر کار ہمت کر کے گئے اور دبی زبان سے عرض کیا۔ حضرت مولانا رح نے جوش میں فرمایا کہ قسم خدا کی اب تمھیں یہاں اپنے اساتذہ کے سامنے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہمارا علم کچھ نہیں۔ جب تم یہاں سے جاؤگے اور مختلف جگہوں پر منتشر ہو جاؤگے تب تمھیں معلوم ہوگا کہ ہمارے مقابل کوئی نہیں ہے ہم ہی ہم ہیں۔ باقی میدان خالی ہے (یعنی تمھارے علم کو کسیکا علم نہ پہنچیگا۔ جامع عفی عنہ) پھر فرمایا کہ پہلے عام مذاق یہی تھا کہ اپنے آپ کو کسی قابل نہ سمجھتے تھے۔ اب شروع ہی سے اپنے آپ کو عالم فاضل سمجھنے لگتے ہیں۔

(۲۵) فرمایا کہ حضرت مولانا اسمٰعیل صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے کہا کہ آپ بڑے عالم ہیں۔ آپنے جواب دیا کہ میرا علم تو کچھ بھی نہیں۔ اُن صاحب نے کہا کہ یہ آپکی تواضع ہے کہ جو آپ اپنے علم کو کچھ نہیں سمجھتے۔ مولنا نے فرمایا کہ نہیں میں نے تواضع کی یہ بات نہیں کہی بلکہ میں نے تو بڑے تکبر کی بات کہی کیونکہ یہ بات کہ "میرا علم تو کچھ بھی نہیں" وہ شخص کہہ سکتا ہے جسکا علم بہت ہی زیادہ ہو کیونکہ اوسکی نظر علم کے درجۂ علیا تک ہوگی اوسکو دیکھکر وہ ایسی بات کہے گا۔

(۲۶) اسی سلسلہ بالا میں فرمایا کہ حضرت مولانا شہید رح نے ایکمرتبہ مرادآباد میں وعظ بیان فرمایا جب وعظ ختم ہو چکا اور لوگ چلدیئے تو حضرت مولنا بھی تشریف لیچلے۔ دروازہ پر ایک بوڑھے شخص ملے اونھوں نے پوچھا کہ کیا وعظ ہو چکا لوگوں نے کہا کہ ہاں ختم ہو چکا۔ اُن بوڑھے نے بہت افسوس وعظ سے محروم رہنے کا کیا اور کہا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حضرت مولانا نے فرمایا کہ نہیں تم افسوس نکرو۔ میں تمھیں بھی وعظ سُنا دونگا اور لوگوں سے فرمایا کہ آپ لوگ جائیے۔ اور اُن بوڑھے شخص کو مسجد میں لیجاکر کُل وعظ شروع سے آخر تک جو پہلے بیان ہو چکا تھا پھر سُنا دیا۔ پھر حضرت والا نے فرمایا کہ دیکھیے کسقدر للّٰہیت تھی کہ ایک شخص کی خاطر سارا وعظ پھر سے کہا۔

(۲۷) فرمایا کہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب قصہ فرماتے تھے کہ کسی نے مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوری کی خدمت میں اعتراضاً عرض کیا کہ مولانا اسمٰعیل صاحب شہید نے ایک بات تو ایسی لکھی ہے کہ اوسکی وجہ سے اُنپر کفر عائد ہوئے بغیر چارہ ہی نہیں اور وہ یہ ہے کہ انھوں نے ایک جگہ لکھا ہے کہ اگر اللہ چاہے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسے سیکڑوں بنا ڈالے۔ اِس بنا ڈالے میں ''ڈالے'' کا لفظ ایسا آیا ہے جو صاف تحقیر حضور سرور عالم پر دلالت کر رہا ہے۔ مولانا نے جواب دیا کہ بنا ڈالے میں لفظ ڈالے سے فعل کی تحقیر مقصود ہے نہ کہ مفعول کی مگر انھوں نے نہ مانا اور کہا کہ آپ تاویلیں کرتے ہیں۔ اُس سے دو یا تین دن بعد ہی وہ صاحب معترض پھر حضرت مولانا کی خدمت میں آئے اور کہا کہ آپنے بہت سی حدیث و تفسیر کی کتابیں چھپوائی ہیں کیونکہ آپکے یہاں مطبع موجود ہے۔ کاتب موجود ہیں۔ سب سامان کاغذ وغیرہ موجود ہے لہذا تفسیر بیضاوی بھی چھپوا ڈالئے۔ اِسپر مولانا نے فرمایا کہ یہ وہی ڈالنا ہے جسپر اُس روز مولانا شہید کی تکفیر ہوتی تھی اب آپنے تفسیر بیضاوی کی تحقیر کی کہ چھپوا ڈالئے کہا اور قرآن شریف تفسیر کا جز ہے اور کل کی تحقیر سے جُز کی تحقیر لازم آتی ہے لہذا آپنے قرآن کی تحقیر کی اب اُن صاحب کی آنکھیں کھلیں اور اُس جواب کی حقیقت سمجھے۔

(۲۸) فرمایا کہ بہت ثقاہت جتلانے والے اکثر دھوکہ باز ہوتے ہیں۔ جو بہت بنتا ہے وہ بگڑا ہوا ہوتا ہے۔ ایک حافظ صاحب آکر مدرسہ میں رہے اور مدرسہ کیطرف سے فوراً اونکا وظیفہ مقرر ہوگیا۔ پھر وظیفہ لیکر فوراً اونھوں نے مدرسہ سے اپنی روانگی کا ارادہ ظاہر کیا اور چلے گئے۔ میرا قلب اونکی موجودگی میں اونسے بہت رُکتا تھا اور اونکے دیکھنے تک کو دل نہ چاہتا تھا اِسپر میں اپنے قلب کو بہت ملامت کرتا تھا کہ تجھے کیا ہوگیا ہے۔ ایک مسکین شخص کی طرف سے تیرا ایسا خیال کیوں ہے سو اوسکا سبب آخر کار ظاہر ہو ہی گیا۔ پھر فرمایا کہ ایسی خرابیاں اِسوجہ سے ہوتی ہیں کہ آنے والوں کی امداد فوراً آتے ہی کرنی شروع کردیجاتی ہے سو ایسا نہونا چاہئے۔ بلکہ بعد انتظار و جانچ کے امداد ہونی چاہئے۔

۱۶ ربیع الاول ۳۵ھ بروز پنجشنبہ

(۲۹) ایک مولوی صاحب نے ایک خط میں چھ سوال دریافت کئے تھے۔ اِسپر حضرت والا نے فرمایا کہ میرے خیال میں اِن سب سوالات کے جوابات کے لئے اصلاح الرسوم کا دیکھنا کافی ہوگا پھر فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے اونھوں نے باوجود اصلاح الرسوم سے حکم معلوم کرسکنے کے مخالف لوگوں کو

دکھلانیکے لئے یہ سوالات پوچھے ہیں۔ حالانکہ جوانکے معتقد نہیں وہ انکے موافقین اہل فتوی کے کب معتقد ہونگے۔ معاند کو جواب دینا مفید نہیں بلکہ خاموشی بہتر ہے۔ مگر مولویوں کو صبر کب آتا ہی جوش اُٹھتا ہے۔ پھر فرمایا کہ بقول مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے آجکل کے مولوی فوجیوں سے کم نہیں وہ پلٹن اور رسالہ سے لڑتے ہیں یہ کتاب اور رسالہ سے۔

(۳۰) فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے اوسکی تمہید عجیب ہے۔ پہلے اونکا خط آیا تھا میں نے اوسکا جواب بھیجا تھا اوسکے متعلق لکھتے ہیں کہ اسوقت ساڑھے سات بجے ہیں اور میں بوجہ مرض بستر پر پڑا ہوں نامہ برکا انتظار تھا کہ اتنے میں اُس نے آکر نامۂ مبارک میرے سینہ پر رکھدیا۔ پھر فرمایا کہ یہ بھی عجیب لکھنے کا طرز ہے بھلا وقت لکھنے کی مجھے کیا ضرورت تھی اور نامہ بر نے کیا واقعی اونکے سینہ ہی پر خط رکھا ہوگا۔ بیماری میں بھی انھیں یہ چوچلے سوجھتے ہیں۔

۱۷ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ بروز جمعہ

(۳۱) ایک صاحب نے دریافت کیا کہ ایک عورت کی ایک لڑکی ہے اُس لڑکی کی عمر ۱۴ یا ۱۵ سال کی ہے وہ قابل شادی ہے اوسکی ماں چاہتی ہے کہ میں اِسکا نکاح کسی نیک لڑکے سے کردوں اور نہ میرے پاس کچھ خرچ کرنیکو ہے اور نہ میں لڑکے والے کا کوئی پیسہ خرچ کراؤں اُس لڑکی کا باپ پردیس میں جمنا پار ہے اوسکو لکھا تھا اُس نے جواب دیا کہ میری تو ابھی فرصت آنیکی نہیں ہے۔ اب وہ عورت خود اپنی رائے سے اُس لڑکی کا نکاح کرسکتی ہے یا نہیں۔ فرمایا کہ اول تو اُس لڑکی کی عمر ٹھیک ایک بتلاؤ کہ ۱۴ سال کی ہے یا ۱۵ سال کی اِسپر انھوں نے عرض کیا کہ ۱۴ سال کی فرمایا کہ ابھی تک تو شک تھا اب یقین ہوگیا پھر حضرت والا نے فرمایا کہ اُس لڑکی کو مثل عورتوں کے ایام ماہواری ہوتے ہیں یا نہیں انھوں نے عرض کیا کہ یہ تو نہیں معلوم۔ فرمایا کہ عورتوں کے ذریعہ سے یہ بات پوچھو اور اوسکے باپ کے پاس خط بھیجدو یا کسی مزدور کو بھیجدو اور خط میں لکھدو کہ ہمنے تمھاری لڑکی کا نکاح فلاں جگہہ ٹھیرایا ہی اگر تم مجھے اجازت دو اپنی طرف سے تو میں اوسکا نکاح کردوں۔ اگر اوسکا باپ تمھیں اجازت لکھدیگا کہ ہاں کردو تو تم بجائے باپ کے ہوجاؤ گے اور نکاح کرسکتے ہو مگر کہیں جواب آتے ہی نکاح پڑھا کر مت بیٹھ رہنا میں تمھیں پھر اور مسئلہ بتاؤنگا۔ جب لڑکی کے باپ کا جواب آجاوے تو جو کچھ وہ لکھے اوسکو مجھسے آکر کہنا۔ اور ایک لڑکی کے ایام ماہواری کی بابت پوچھکر آنا تب

تمھیں اور مسئلہ بتاؤنگا۔ بتاتو ابھی دیتا مگر ابھی بتانے سے تم جھگڑے میں پڑ جاؤ گے اور کچھ کا کچھ کر بیٹھوگے۔ اس لئے ابھی نہیں بتاؤنگا اُسی وقت بتاؤنگا۔ پھر فرمایا کہ پہلے مجھے خیال ہوا کرتا تھا کہ پُرانے علماء اپنے وعظ میں بجز مضامین ترغیب و ترہیب کے مسائل فقہیہ نہیں بیان کرتے تھے اسکی کیا وجہ تھی۔ ایکمرتبہ میں نے لکھنؤ میں تین چار مسئلے سونے چاندی کے زیور کی خرید و فروخت کے متعلق اپنے وعظ میں بیان کئے۔ جب لوگ وہاں سے منتشر ہوئے تو انھوں نے اُن مسائل کا اعادہ کیا۔ اور بوجہ پورا ضبط نہ رہنے کے ایک مسئلہ کو دوسرے میں مخلوط کر کے آپسمیں اختلاف کیا۔ پھر معاملہ میرے سامنے تک آیا تب مجھے خیال ہوا کہ واقعی یہی وجہ تھی علماء کے مسائل فقہیہ وعظوں میں نہ بیان کرنے کی کہ لوگ اُن میں خلط اور گڑبڑ کر لیتے ہیں۔ اس لئے یہی مناسب ہے کہ جب لوگوں کو کوئی معاملہ پیش آوے تو وہ علماء کے سامنے بیان کریں اور اوسوقت اونکو اوسکے متعلق جواب دیا جاوے۔ پہلے سے بتانا ٹھیک نہیں کہ یوں ہو تو یوں کرنا اور اسطرح ہو تو یہ حکم ہے۔ بس اس سے آدمی گڑبڑ میں پڑ جاتے ہیں۔

(۳۲) کسی صاحب پر کسی شخص نے جھوٹی نالش روپیہ کی جعل بنا کر کر دی تھی اوسکا مقدمہ چل رہا تھا اسی مقدمہ بازی کے ذکر کے سلسلہ میں فرمایا کہ سُنا گیا ہے کہ ایک شخص کی جائداد اوسکی وفات پر اوسکے بیٹوں میں تقسیم ہوئی تمام جائداد اور باغات وغیرہ بآسانی بٹ گئے مگر ایک امرود کے درخت پر جھگڑا ہوا۔ آخرکار مقدمہ بازی کی یہانتک نوبت پہنچی کہ دونوں کی تمام جائداد ختم ہوگئی۔ اور آخر میں یہ فیصلہ ہوا کہ درخت کو کاٹکر لکڑیاں آپسمیں تقسیم کرلیں فرمایا کہ کاش وہ پہلے آپسمیں یہی فیصلہ کرلیتے۔

(۳۳) فرمایا کہ کانپور میں قریباً ایک درجن مدرسے ہیں۔ ایک طالب علم دو مدرسوں میں مشترک تھے ایک میں کچھ ابتدائی کتابیں پڑھی تھیں دوسرے میں انتہا ہوئی تھی۔ جب سند دینے اور دستار باندھنے کا وقت آیا تو مستحق تو وہی مدرسہ تھا جہاں کہ انتہا ہوئی تھی۔ مگر پہلے مدرسہ والوں نے اُن طالبعلم کو کچھ روپیہ وغیرہ کا لالچ دیکر کچھ نیم راضی سا کر لیا کہ تم اپنی دستار بندی ہمارے مدرسہ میں کراؤ اُس مدرسہ میں نکراؤ۔ جب اُس مدرسہ والوں کو معلوم ہوا کہ یہ قصہ ہے تو اُنھوں نے اُن طالب علم صاحب کو بُلایا اور ایک کوٹھری میں بٹھلا کر اونکی خوب خاطر کی اور مہتمین کسی بہانے سے کوٹھری سے باہر چلے گئے اور کوٹھری کی کُنڈی بند کر دی وہ طالب علم بیچارے بند ہوگئے نماز وغیرہ بھی بیچاروں نے وہیں پڑھی ہوگی مگر پاخانے وغیرہ کی سخت مصیبت ہوئی ہوگی کیسی واہیات بات کی۔

پھر اگلے دن صبح کو جب جلسہ کا وقت ہوا اور لوگ جمع ہو گئے اور سب طالب علموں کی دستار بندی ہو چکی تو اُن طالب علم کو بھی کوٹھری سے نکالکر لائے اور مجمع میں بٹھایا اور اونکی بھی دستار بندی کرا کر کہا کہ اب جہاں تمھارا دل چاہے جاؤ۔ اِسپر مفتی محمد فضل اللہ صاحب نے عرض کیا کہ اگر وہ طالبعلم سب حال کھولدیتے تو کیا ہوتا حضرت والا نے جواب دیا کہ کہدیتے کہ جھوٹ کہتے ہیں۔ اِسپر مفتی صاحب نے کہا کہ یہ اور بُرائی تھی کہ جنکی دستار بندی ہو رہی ہے اونھوں نے ابھی سے جھوٹ بولنا شروع کر دیا تو آیندہ کیا کرینگے اِسپر حضرت نے فرمایا کہ وہ فارغ العلم تھے نکہ فارغ العمل۔

(۳۴) فرمایا کہ حافظ صاحب بڑے بزرگ صاحب نسبت متقی شخص تھے ریاست میں امامت پر ملازم تھے۔ ایکمرتبہ ریاست کی طرف سے تنخواہ میں بجائے روپیوں کے جملہ ملازمین کو چنے دیئے گئے۔ چنانچہ حافظ صاحب کو بھی چنے ہی ملے۔ بیچارے بہت پریشان۔ کہانتک چنے کھاتے۔ اور نواب صاحب سے کچھ عذر کرنا چنوں کے نہ لینے کا مناسب نہ خیال کیا ایک ترکیب کی کہ جب نماز کا وقت ہو جھٹ وضو کرا اور دو ایک آدمیوں کے ساتھ جو اوسوقت موجود ہوں جماعت سے نماز پڑھ کے بیٹھ جاویں لوگ کہیں کہ حافظ صاحب نماز پڑھائیے جواب میں فرمادیں کہ بھائی پڑھ لی۔ کچھ عذر تھا اِس لئے جلد پڑھلی۔ جب چند روز متواتر یہی قصہ لوگوں نے دیکھا کہ حافظ صاحب لوگوں کے آنے سے پہلے ہی جماعت کر لیتے ہیں اور فرمادیتے ہیں کہ کچھ عذر ہے اور عذر کو ظاہر بھی نہیں کرتے لوگوں کو ناگوار ہوا اور نواب صاحب تک شکایت پہنچائی۔ نواب صاحب کو بھی ناگوار ہوا اور حافظ صاحب کو بُلاکر دریافت کیا کہ یہ کیا معاملہ ہے آپ اسقدر جلد نماز کیوں ادا کر لیتے ہیں۔ جواب میں فرمایا کہ ہے تو شرم کی بات مگر کیا کروں جب آپ دریافت کرتے ہیں تو عرض کرنا پڑا کہ چنے کھانیکی وجہ سے وضو نہیں ٹھہرتا اِسلئے فوراً وضو کرکے فوراً ہی نماز ادا کر لیتا ہوں۔ نواب صاحب نے کہا کہ اوہو آپ بھی بڑی حضرت ہیں یہ معاملہ تھا اور حکم دیدیا کہ تنخواہ میں مولوی صاحب کو روپیہ دیدیئے جاویں۔ پھر فرمایا کہ چاہے بزرگ ہی کیوں نہو جاویں جنکی طبیعت میں ذکاوت ومزاح ہوتا ہے وہ ہر وقت میں ظاہر ہوتا ہے۔

(۳۵) کسی مفید بات کے سلسلہ میں (جو کہ مجھے یاد نہ رہی جامع عفی عنہ) فرمایا کہ بھانڈ بھی عجیب ہوتے ہیں کسیکو نہیں چھوڑتے اور سب سے پہلے اوسکی خبر لیتے ہیں جسکے یہاں جاتے ہیں۔ ایک رئیس نے بھانڈ کو انعام میں دوشالہ دیا مگر وہ ذرا پُرانا سا تھا۔ کچھ سوراخ بھی تھے۔ بس بھانڈ و نے

اوسکو تان لیا - اور ایک اوسے خوب غور سے دیکھنے لگا دوسرے نے پوچھا کہ کچھ پڑھنے میں آیا کیا لکھا ہے اوسنے کہا ہاں یہ لکھا ہے لاالہ الا اللہ پھر پوچھنے والے نے کہا کہ اور محمد الرسول اللہ کہاں گیا اسنے اوسکا جواب دیا کہ جسوقت یہ دوشالہ بنا گیا تھا اوسوقت میں محمد الرسول اللہ تھے ہی کہاں جو لکھا جاتا یعنی یہ دوشالہ گویا کہ محمد الرسول اللہ کے وقت سے بھی پہلے کا بنا ہوا ہے - اوسکے پرانے ہونیکو اسقدر خوبی سے ظاہر کیا پھر فرمایا کہ ان بھانڈوں کو سوجھ کسقدر جلد جاتی ہے اور ایک سے دوسری کے قلب میں القا کسقدر جلد ہو جاتا ہے کہ جو ایک کرنا شروع کرتا ہے اوسکی موافقت سے سب کرنے لگتے ہیں -

(۳۶) فرمایا کہ عبدالرحیم (جو کہ قصائیوں کی مسجد میں تھانہ بھون میں رہتے ہیں جامع عفی عنہ) ایک نعمت سے محروم ہیں وہ گوشت بالکل نہیں کھاتے اور اس محلہ میں گوشت اچھا ہوتا ہے - پھر فرمایا کہ میں نے ان سے کہدیا ہے کہ اگر تمھیں کوئی گوشت دیا کرے تو لے لیا کرو واپس کیوں کردیتے ہو مجھے بھیجدیا کرو میں کھا لیا کرونگا - وہاں کے قصائی بیچارے گوشت وغیرہ اونکو دیتے ہیں - اسی سلسلہ میں فرمایا کہ حضرت حافظ ضامن صاحبؒ کی جب کوئی قصائی دعوت کرتا تو بہت خوش ہوتے کہ گوشت اچھا کھانے کو ملیگا -

(۳۷) فرمایا کہ حضرت حافظ ضامن صاحبؒ نہایت آزاد وضع تھے - آپکے یہاں کبوتر بھی پلے ہوئے تھے مگر اڑاتے نہ تھے - کبوتروں کے قصہ پر فرمایا کہ محمد ہاشم دیوبندی پسر مولوی محمد قاسم کمشنر بندوبست گوالیار نے بچپن میں بیان کیا کہ میں نے حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ تشریف فرما ہیں اور آپکے سامنے کبوتر پھر رہے ہیں انھوں نے حضورؐ کی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ تو کبوتروں سے منع فرماتے ہیں اور آپنے کبوتر پالے ہیں حضورؐ نے فرمایا کہ بھائی میں نے پالنے کو منع کب کیا ہے اڑانے کو منع کیا ہے - پھر انھوں نے ایسی حالت دیکھی کہ گویا قیامت قائم ہے انھیں اپنا خوف ہوا کہ میں مواخذہ اور دوزخ سے کسطرح بچوں حضورؐ سے عرض کیا حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ نہیں تم ڈرو نہیں تم سے کوئی کچھ نہ کہیگا تم چلے جاؤ - انھوں نے پھر عرض کیا کہ حضرت مجھے تو خوف معلوم ہوتا ہے حضورؐ نے فرمایا کہ اچھا ہم رقعہ لکھے دیتے ہیں اوسکے ذریعہ سے تم بلاخوف چلے جانا چنانچہ رقعہ حضورؐ نے تحریر فرما دیا - پھر مفتی محمد فضل اللہ صاحب نے عرض کیا کہ حضورؐ تو دنیا میں تحریر نہ فرما سکتے تھے اسپر حضرت والا نے فرمایا کہ

خواب میں صورتِ مثالیہ نظر آتی ہے یا یوں کہا جاوے کہ دُنیا میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کتابت سے منزہ و مبرّا رہنا اس حکمت سے تھا تاکہ تلبیس نہ ہو اور چونکہ آخرت میں یہ غرض مقصود نہیں اس لئے ممکن ہو کہ حضور وہاں کتابت فرما سکیں۔

(۳۸) کسی مفید گفتگو کے سلسلہ میں (جو کہ مجھے یاد نہ رہی جامع عفی عنہ) فرمایا کہ سید احمد خاں کی ہجو کسی نے نظم میں لکھی اور مدرستہ العلوم کے خاص دروازہ کی چوکھٹ پر کھڑے ہو کر وہ پڑھی گئی۔ سید احمد خاں نے مکان سے نکل کر کہا کہ خدا کا شکر ہے کہ میری قوم مجھے یاد تو کرتی ہے اور پچیس روپیہ اُن صاحب کو دیئے پھر فرمایا کہ وہ صاحب بھی کمال کے تھے کہ اونھوں نے وہ روپیہ لیلئے۔ پھر فرمایا کہ اِس سے سید احمد خاں کا بہت متحمل ہونا ثابت ہوتا ہے۔

(۳۹) فرمایا کہ ایک انگریزی خواں نے اعتراض کے لفظ کو (ز) سے لکھا اِسپر کسی نے اعتراض کیا کہ آپنے اعتراض میں آخر میں (ز) لکھی ہے اونھوں نے کہا کہ میں بھول گیا (ظ) لکھنی چاہئے تھی۔ پھر فرمایا کہ اِس سے تو وہ اقرار ہی کر لیتے کہ مجھے نہیں معلوم کہ اعتراض کے آخر میں کیا حرف ہے اِنھوں نے تو اپنا جاننا جتلایا کہ ہم جانتے ہیں بھولکر لکھ گئے ہیں۔

(۴۰) فرمایا کہ دیہاتی لوگ بیچارے سیدھے اور سادہ لوگ ہوتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ گوجر کی قوم گالیاں بہت بکتی ہے اِسپر ایک قصہ بیان فرمایا کہ عبدالرحمٰن خانصاحب تھانوی جب اپنے گانوں کو گئے تو ایک گوجر کے یہاں اُترے وہ لوگ اِن کو پیر مانتے تھے۔ اوسکے پوتے وغیرہ انکو اپنے گھر ٹھیرانے کی ضد کرنے لگے اُنھوں نے عذر کیا کہ کام ہے واپس جاؤنگا پوتے نے اپنے دادا سے کہا کہ دادا یہ پیر نہیں ٹھہرتا اُس گوجر نے سڑی ہوئی دادی کی گالی دیکر کہا کہ یہ پیر ایسے ہی ہوا ہیں یہ کسی کا کہا تھوڑا ہی کرے ہیں یہ تو اپنے دِل آئی ہی کرے ہیں۔ اِسپر عبدالرحمٰن خانصاحب نے فرمایا کہ واہ چودہری خوب اچھا پیر بنایا میری دادی کو ہی سنگوانے لگے۔

(۴۱) کسی مفید گفتگو کے سِلسلہ میں فرمایا کہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب ایک ہندو منصف کو جنکے پلک اور بھوں وغیرہ پر بھی بالکل بال نہ تھے فارغ البال کہا کرتے تھے (یعنی بالوں سے فارغ جامع عفی عنہ) پھر فرمایا کہ وہ ویسے بھی فارغ البال تھے کیونکہ معقول تنخواہ کے ملازم تھے۔

۱۸ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ بروز سہ شنبہ

(۴۲) ایک طالب علم ڈھاکہ سے تھانہ بھون مدرسہ امداد العلوم میں پڑھنے کی غرض سے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت والا نے دریافت فرمایا کہ تمھاری شادی ہوگئی ہے کہا ہوگئی ہے پھر فرمایا کہ بیوی کا نان و نفقہ تمھارے والد دینگے یا کیا انتظام ہوگا جواب دیا کہ جی ہاں والد دینگے پھر دریافت فرمایا کہ تمھارے والد کیا کام کرتے ہیں انھوں نے کہا کہ کاشتکاری پھر فرمایا کہ تمنے بیوی سے بھی یہاں آنیکی اجازت لے لی ہے یا نہیں انھوں نے کہا جی ہاں لے لی ہے۔ پھر دریافت فرمایا کہ بیوی نے خوشی سے اجازت دی یا زبردستی سے۔ انھوں نے کہا کہ خوشی سے پھر حضرت والا نے فرمایا کہ تم کیا پڑھو گے انھوں نے عرض کیا کہ میزان منشعب وغیرہ پھر فرمایا کہ یہ ابتدائی چھوٹی چھوٹی کتابیں تو تم اپنے وطن میں بھی پڑھ سکتے تھے اسکی کیا وجہ کہ وطن چھوڑکر یہاں آئے۔ انھوں نے جواب دیا کہ والد نے میرے یہی حکم دیا کہ تم وہاں جاکر پڑھو۔ حضرت والا نے فرمایا کہ تم نے والد سے یہ کیوں نہ کہا کہ میں یہ کتابیں یہیں وطن میں پڑھ سکتا ہوں پھر آپ مجھے اتنی دور کیوں بھیجتے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ میں نے تو اونسے یہ نہیں کہا فرمایا کہ تو اسکی وجہ بتاؤ کہ یہاں آکر پڑھنے میں کیا مصلحت ہے اونھوں نے کہا کہ میں اسکا کچھ جواب نہیں دیسکتا۔ اسپر فرمایا کہ اچھا تم اپنے والد کو خط لکھو اور اوسمیں یہ لکھو کہ مجھسے مدرسہ والوں نے یہ سوال کیا کہ تم ابتدائی چھوٹی کتابیں یہاں پڑھنے کے لئے کس مصلحت سے آئے ہو جبکہ یہ ابتدائی تعلیم تمھارے وطن میں بھی ہوسکتی تھی۔ میں اسکا کچھ جواب نہ دیسکا۔ لہذا آپ اسکا جواب لکھئے کہ آپنے مجھے اسقدر دور اس ابتدائی تعلیم کیلئے کس مصلحت سے بھیجا ہے اور اس خط کا مضمون مجھے سُنا دینا اور جو کچھ جواب آوے اُس سے مجھے اطلاع دینا۔ پھر فرمایا کہ طالب کی بغیر مصلحت معلوم کئے ہوئے کام شروع کر دینا ہرگز مناسب نہیں۔ انکا اس کام کے لئے وطن سے بیوطن ہوجانا ہرگز مناسب نہیں۔ خواہ مخواہ گھر چھوڑنا مصلحت کے خلاف ہے۔ اور مصلحت میری سمجھ میں تو کوئی آتی نہیں اس لئے اس کاوش کی ضرورت ہوئی اِس سے مصلحت متعین ہوجاویگی۔

(۴۳) ایک صاحب نے جو کہ حضرت والا سے بیعت بھی تھے حزب البحر کے پڑھنے کی اجازت چاہی فرمایا کہ اوسمیں اجازت کی تو کوئی ضرورت نہیں۔ اونھوں نے عرض کیا کہ محض برکت کی غرض سے

چاہتا ہوں فرمایا کہ اچھا دعا کرتا ہوں کہ اللہ پاک اس عمل کی توفیق عطا فرماویں اور اس عمل کو قبول فرماویں۔ جناب مولوی سید احمد حسن صاحب نے عرض کیا کہ اجازت سے مقصود لوگوں کا دعا ہی ہوتا ہے۔ فرمایا کہ نہیں۔ چنانچہ اگر محض دعا کر دیجائے تو اونکو قناعت نہیں ہوتی اور اگر اجازت دیدیجائے اور دعا نہ کیجائے تو قناعت ہو جاتی ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ دعا مقصود نہیں پھر مولوی سید احمد حسن صاحب نے دریافت کیا کہ اگر کسیکا یہ گمان ہو کہ اگر میں دلائل الخیرات یا حزب البحر وغیرہ کو بلا اجازت پڑھونگا تو برکت باطنی حاصل نہ ہوگی تو اوسکو بلا اجازت پڑھنے سے برکت باطنی حاصل ہوگی یا نہیں فرمایا کہ جب اوسکا یہ خیال ہے کہ بدون اجازت برکت نہ ہوگی تو بلا اجازت پڑھنے سے برکت باطنی حاصل نہ ہوگی انا عند ظن عبدی بی

(۴۴) فرمایا کہ اخبار والے خواہ مخواہ میرے پاس پرچے بھیجتے ہیں ایک اخبار کے کئی پرچے آچکے ہیں۔

(۴۵) فرمایا کہ بعض لوگوں کا میری نسبت یہ خیال ہے کہ انکی مطبع امداد المطابع واقع تھانہ بھون میں ضرور شرکت ہی حالانکہ مجھے اُس سے انتظامی یا مالی کسی قسم کا کچھ بھی تعلق نہیں۔ اور ایک صاحب نے تو مجھسے بیان کیا کہ ایک شخص اونسے کہتے تھے کہ اب تو وہ (یعنی حضرت والا ۱۲ جامع عفی عنہ) لکھ پتی ہو گئے ہیں۔ مطبع کر لیا ہے۔ پھر فرمایا کہ اللہ پاک کا شکر ہے کہ دنیا داروں کی نظروں میں حقارت نہیں بلکہ اعزاز ہے۔ حالانکہ اللہ پاک نے اس مال سے معرا فرمایا ہے ایک تو اوسکی یہ نعمت ہے اور دوسری یہ نعمت ہے کہ لوگوں کی نظروں میں بغیر مال کے ہی معزز فرما دیا۔ آجکل متمول کی ہی عزت ہی۔ غریب بیچاروں کی عزت نہیں۔

(۴۶) ایک طالب علم صاحب نے اپنے آپ کو اپنے خط میں لکھا تھا۔ احقر العبد نیاز محمد فرمایا کہ مسلمان ہو کر اور اپنے آپ کو ابعد لکھے۔ افسوس ہے۔ سب طالبعلمی اسی میں ختم ہو گئی۔

(۴۷) ایک صاحب کی نسبت حضرت والا نے فرمایا کہ اُنھیں تین سو روپیہ ماہوار کی آمدنی ہی اُن صاحب کا خط آیا تھا اور بیماری کو لکھا تھا اور دعا کے واسطے عرض کیا تھا۔ مولوی احمد حسن صاحب نے فرمایا کہ وہ خرچ بہت معمولی کرتے ہیں حضرت والا نے فرمایا کہ اُسطرف (یعنی گورکھپور۔ بستی کی طرف) لوگ عام طور پر بہت کم خرچ کرتے ہیں۔ غریبوں کیطرح رہتے ہیں۔ ایک گاؤنکا مالک اپنے آنکھو

کچھ بھی نہیں سمجھتا۔ امیر بالکل غریبوں کی طرح رہتے ہیں۔ اور ڈرتے بہت ہیں۔ بخلاف اسطرف کے کہ ذرا سا زمیندار ڈپٹی کلکٹر کی برابر بیٹھنے کو موجود ہے اور حضرت والا نے فرمایا کہ جب وہ یہاں تھے تو یہاں بھی بہت کم خرچ کرتے تھے۔ غریبوں کی طرح رہتے تھے۔

(۴۸) فرمایا کہ میں ایکمرتبہ میرٹھ گیا۔ جنکے یہاں میں اوسوقت ٹھیرا تھا وہیں ایک صاحب جو کہ حضرت حاجی صاحبؒ سے اجازت یافتہ اور صاحب سلسلہ شخص ہیں مرید بھی کرتے ہیں مقیم تھے۔ انھوں نے حضرت حاجی صاحبؒ کی عطیہ چادر نکالکر سب کو دکھلائی اور لوگوں نے اوسکو چومنا اور آنکھوں سے لگانا شروع کیا میں بہت پریشان ہوا کہ اگر میں بھی یہی عمل کرتا ہوں تو لوگوں کیواسطے سند ہوتی ہے اور منع کرنیکو دل گوارا نہیں کرتا کہ اپنے شیخ کا ملبوس ہے کس دل سے کچھ کہوں۔ آخر کار وہ صاحب میرے پاس بھی لائے اور کہا کہ بزرگوں کا تبرک اونکا مذکر ہوتا ہے وغیرہ۔ میں نے کہا کہ جی ہاں اور اوسکو دیکھکر ویسے ہی چھوڑ دیا مندرجہ بالا قسم کی کوئی تعظیم ظاہری نکی۔ میرے اس عمل سے کچھ مجلس پھیکی پڑگئی۔ اور وہ بات جو مقصود اونکا تھا حاصل نہوئی۔ پھر فرمایا کہ حضرت حاجی صاحبؒ کے یہاں سب قسم کے لوگ شامل تھے۔ اور اجازت بھی دو قسم کی تھی ایک تو وہ کہ حضرت حاجی صاحبؒ خود اپنی رائے سے اجازت مرحمت فرماتے تھے۔ دوسری وہ کہ بعض لوگ خود حضرت حاجی صاحبؒ سے عرض کرتے کہ حضرت میں لوگوں کو اللہ کا نام بتلادیا کروں حضرت فرماتے کہ اچھا بھائی بتلادیا کرو ایسے اجازت یافتہ اصحاب کی نسبت فرمایا کہ حضرت حاجی صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ بھائی میں یہ کسطرح کہدوں کہ تم اللہ کا نام نہ بتلایا کرو۔ پھر فرمایا کہ حضرت حاجی صاحبؒ کے اخلاق نہایت وسیع تھے اور حسن ظن غالب تھا اسوجہ سے اس قسم کے اجازت یافتہ لوگ بھی ہیں۔

(ف) حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بوجہ غلبۂ ادب کے ایسی اجازت کا صدور ہوتا تھا۔ باقی بہتر اور افضل یہی ہے کہ ایسے اشخاص کو اجازت طلب کرنے پر منع کردیا جائے اور روکدیا جائے کیونکہ جب اس اجازت کے وہ اہل نہیں ہیں تو اونسے مخلوق کو ضرر پہنچیگا اور طالب ایسے اشخاص کے پھندے میں پھنسکر اپنے مقصود سے محروم رہینگے۔ اور مخلوق خدا دھوکے میں مبتلا ہوگی۔ (جامع عفی عنہ)

۱۹ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ بروز یکشنبہ

(۴۹) ایک صاحب نو مسلم جنھوں نے اپنے آپ کو الہ آباد کا ساکن ظاہر کیا حاضر خدمت حضرت والا

ہوئے اور یہ مسئلہ پیش کیا کہ اونکے والد نے جو کہ ہنوز کفر پر قائم ہیں تمام جائداد اپنی اپنے دوسرے بیٹوں کو جو کہ کافر ہیں دیدی اور ان کو ندی اسپر نومسلم صاحب نے بیرسٹروں وغیرہ سے رائے لی تو معلوم ہوا کہ اونکو قانوناً مل سکتی ہے۔ پھر اونھوں نے علماء سے رجوع کیا چنانچہ حضرت والا کی خدمت میں بھی بغرض استمداد حاضر ہوئے۔ حضرت والا نے فرمایا کہ قانون اسلام کی رو سے اجازت نہیں کہ آپ بزبردستی اپنے والد کی جائداد میں سے حصہ لیں۔ آپکے والد کی چیز ہے اونھیں اختیار ہے چاہے جسکو دیں چاہے جسکو ندیں۔ آپکو ملنے کی کوشش بالکل نکرنا چاہیئے جس اللہ کو راضی کرنے کے لئے آپنے دین حق یعنی اسلام قبول کیا اب آپ پرایا مال لیکر اوسے ناراض کرنا چاہتے ہیں تو پھر کیا فائدہ ہوا۔ ہم اسمیں کسی قسم کی امداد نہیں کر سکتے۔ اسپر اُن نومسلم صاحب نے عرض کیا کہ مل تو سکتی تھی۔ حضرت والا نے فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے کہ میری بات آپکی ذہن میں نہیں آئی ورنہ آپ یہ نہ کہتے کہ مل تو سکتی ہے۔ ایک چور چوری کرے اور اوسکو پورا یقین ہو کہ میں چوری کے مال پر قابض ہو جاؤنگا تو کیا قانوناً اوسکے واسطے چوری جائز ہو سکتی ہے۔ ہرگز نہیں بس اسی طرح اسکو سمجھ لیجئے۔ بیرسٹروں اور وکیلوں نے اُن نومسلم سے کہدیا تھا کہ کافروں کا مال جسطرح ہو سکے لینا جائز ہے۔ اسپر حضرت والا نے فرمایا کہ اگر ڈکیتی جائز ہے تو یہ بھی جائز ہے قانون اسلام میں یہ بالکل ڈکیتی ہے۔ کیا کوئی ڈاکہ ڈالنے کی اجازت دیسکتا ہے۔ پھر فرمایا کہ نئی روشنی کے لوگوں کا یہ اسلام ہے ان کو احکام اسلامی سے کچھ مطلب ہی نہیں۔ اسپر قوم کے لیڈر بنتے ہیں۔ انکو خدا و رسول کے احکام کی مطلق پرواہ نہیں۔ پھر اُن نومسلم صاحب سے فرمایا کہ آپ خدا پر بھروسہ کرکے اپنے قوت بازو سے کما کر کھائیے۔ اونکے مال پر نظر نہ کیجئے۔ کیا دُنیا میں سب جائداد والے ہی ہیں۔ ہزار میں دو یا تین صاحب جائداد ہونگے ورنہ سب بیچارے غرباء ہی زیادہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو کھانے کو پہننے کو دیتے ہیں۔ پھر اُن نومسلم صاحب نے کہا کہ میں آج رات کو یہاں قیام کر سکتا ہوں۔ حضرت والا نے فرمایا کہ میں آپکے اس بے تکلفی کے سوال سے بہت خوش ہوا۔ آپ قیام نوسرائے میں فرمادیں اور خرچ وغیرہ کی اگر کچھ کمی ہو تو وہ مجھسے لیں اونھوں نے کہا کہ نہیں خرچ تو میرے پاس موجود ہے۔ اور یہ کہکر وہ نومسلم حضرت کی خدمت سے چلے گئے۔ اونکے جانیکے بعد حضرت والا نے فرمایا کہ یہ صاحب بے باک بہت تھے بے تکلف جرأت کیساتھ بولتے تھے۔ یہ انکی بے باکی کچھ شکوک پیدا کرتی تھی اس لئے میں انکے ساتھ بالکل بے مروتی سے پیش آیا۔

(۵۰) فرمایا کہ ایکمرتبہ شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے وعظ فرمایا اُس وعظ میں ایک انگریز رزیڈنٹ بھی شریک تھے جب وعظ ختم ہوا تو اُن رزیڈنٹ صاحب نے کھڑے ہو کر سب اہل مجلس سے کہا کہ میں آپ سے یہ پوچھتا ہوں کہ مسلمانوں سے سلطنت کیوں نکل گئی۔ مختلف لوگوں نے اس سوال کے مختلف جواب دیئے آخر میں اُن انگریز نے کیسی سمجھ کا جواب دیا کہ میری رائے میں تو سلطنت نکل جانیکی یہ وجہ معلوم ہوتی ہو کہ جو لوگ سلطنت کے اہل تھے (مثل شاہ صاحبؒ کے) انھوں نے تو گوشہ نشینی اختیار کی اور دُنیا پر لات ماری اور جو اسکے لائق نہ تھے اونکے ہاتھ میں آئی۔ اُنھوں نے اوسکو برباد کیا۔

(۵۱) نمبر ۴۹ میں جن نو مسلم صاحب کا ذکر آیا ہے اُنھوں نے حضرت والا کے نصیحت آمیز کلمات سُنکر یہ کہا تھا کہ سب سے پہلے اُمرار مسلمان جو بُرے کاموں میں مشغول ہیں اونکی اصلاح کرنی چاہئے حضرت والا نے فرمایا کہ بیچارے پُرانے اُمرار دین کے اندر دخل نہیں دیتے۔ بلکہ وہ اپنے آپ کو گنہگار سمجھتے ہیں۔ اگر ذرا سا بچہ بھی اونھیں بُرا بھلا کہہ لے تو چُپکے سُن لیتے ہیں خرابی تو ان نئے اُمرار نے ڈالی ہی جو اپنے کو فرعون سے بڑھکر سمجھتے ہیں دین میں بھی یہ لوگ دخل دیتے ہیں۔ پُرانے مذاق کے امرار میں کبر نہیں ہے۔ اور نئی روشنی والے سخت متکبر ہیں۔ اور یہ کبر کفر کا بھی باپ ہے کیونکہ کبر سے ہی کفر پیدا ہوتا ہے اور اسکے معالجہ میں اسکو صرف بُرا سمجھنے سے کام نہیں چل سکتا بلکہ یہ عملاً اوسکی مخالفت کرنے سے درفع ہوتا ہے۔

(۵۲) کبر کی مذمت کے سلسلہ میں ایک قصہ بیان فرمایا کہ مولوی محمد مظہر صاحبؒ نانوتوی پلنگ پر پائینی کی طرف بیٹھے ہوئے تھے۔ اتنے میں نائی خط بنانیکی غرض سے آگیا۔ مولاناؒ نے سرہانے کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ بھائی بیٹھ جا اُس نے سرہانے بیٹھنے سے انکار کیا۔ مولانا نے فرمایا کہ تو تو کھڑا ہے اور خالی جگہہ میں بیٹھتا نہیں میں بیٹھا ہوا ہوں مجھے کیا ضرورت ہو کہ بیٹھا ہوا اوٹھوں اور تکلیف گوارا کروں حجام نے عرض کیا کہ مجھسے تو یہ نہیں ہو سکتا کہ سرہانے بیٹھوں۔ مولاناؒ نے فرمایا کہ تو بھائی جب مجھے سرہانے بیٹھا دیکھے جب آ کر خط بنا دیجیو۔ آخر کار لوگوں نے کہا کہ بھائی بنا دے وہ تو اُٹھینگے نہیں۔

(۵۳) فرمایا کہ مجھے اپنا قصہ بچپن کا خوب یاد ہے کہ ایکمرتبہ میں نکلا ہوا جا رہا تھا۔ دو شخص آپس میں میری بابتہ کہنے لگے کہ اِس نے تو بالکل خاندان کی عزت ڈبو ہی دی۔ نائی کو بھی السلام علیکم۔ قصائی

ملے اوسکو بھی السلام علیکم ۔ سقہ کو بھی السلام علیکم ۔ غرضکہ ہر شخص کو السلام علیکم ہی کرتا ہے خواہ کوئی ہو اس نے تو بالکل عزت خاک میں ملادی ۔ پھر فرمایا کہ لوگ تو بس اسکو عزت سمجھتے ہیں کہ فرعون سے بڑھکر آپ کو سمجھے ۔

(۵۴) کبر کی مذمت کے سلسلہ میں ایک قصہ بیان فرمایا کہ مولانا مظفر حسین صاحبؒ ایکمرتبہ سفر میں بیڈولی کی سرائے میں ٹھہرے وہیں ایک بنیا بھی ٹھیرا ہوا تھا ۔ اس بنئے کے ساتھ اوسکا لڑکا بھی تھا ۔ جو کہ سونے کے کھنڈوے ہاتھوں میں پہن رہا تھا ۔ اس نے مولانا سے سب پتہ وغیرہ پوچھا جیسے کہ پوچھا کرتے ہیں کہ آپ کہاں سے آئے کہاں کو جاوینگے ۔ مولانا نے فرمادیا کہ میں صبح کو فلاں جگہہ جاؤنگا ۔ چنانچہ مولاناؒ شب کو تہجد پڑھکر منزل مقصود کی طرف روانہ ہو گئے ۔ اس بنئے کی جب آنکھ کھلی تو اس نے اول لڑکے کے کھنڈوؤں کو دیکھا تو کھنڈوے ندارد ۔ حضرت مولاناؒ نہایت ہی غریبانہ حالت سے رہتے تھے ۔ بنئے نے خیال کیا کہ ضرور وہی غریب سا آدمی جو یہاں رات ٹھیرا ہوا تھا کھنڈوے اتار لیگیا ۔ اس نے پتہ تو حضرت مولاناؒ سے پوچھ ہی لیا تھا ۔ بس اوٹھکر سیدھا اسی طرف کو ہولیا ۔ حضرت مولاناؒ جا ہی رہے تھے ۔ بنئے نے آواز دی حضرتؒ نے فرمایا کہ بھائی کیوں کیا ہے اس نے پاس جاکر ایک گھونسا لگایا ۔ اور کہا کہ کھنڈوے لیکر چلے آئے اور کہتے ہیں کہ کیا ہے چلو تھانہ کو ۔ اسپر حضرتؒ نے دلمیں کہا کہ تو کیوں ایسی حالت سے رہتا ہے جو اوسکا تیری طرف ایسا خیال ہوا تیرا علاج یہی ہے پھر حضرتؒ نے فرمایا کہ بھائی چل ۔ چنانچہ چلتے چلتے جھنجانہ کے تھانہ کے قریب آئے ۔ تھانہ پہلے بھی آبادی کے باہر تھا اور اب بھی آبادی کے باہر ہی ہے ۔ تھانہ دار نے جوں ہی حضرت مولانا کو دُور سے دیکھا سرو قد کھڑے ہوکر تعظیم دی ۔ اب تو بنیا گھبرایا اور سمجھا کہ یہ تو کوئی بڑے آدمی معلوم ہوتے ہیں ۔ مولانا نے بنئے سے فرمایا کہ ڈرے مت میں تجھے کچھ نہ کہنے دونگا ۔ چنانچہ تھانہ دار نے اوسکی خبر لینی چاہی مگر مولانا نے فرمایا کہ اگر اس سے کچھ بھی کہوگے تو مجھے سخت تکلیف ہوگی اور بنئے سے کہدیا کہ جا بھاگ جا بھاگ جا ۔ پھر مولانا مظفر حسین صاحب نے فرمایا کہ مجھے تو اس واقعہ سے بڑا نفع ہوا ۔ جب لوگ مجھسے مصافحہ کرتے ہیں اور ہاتھ چومتے ہیں تو میں خیال کرتا ہوں کہ مظفر حسین اللہ پاک کا تجھپر بڑا فضل ہے کہ جو تجھے ان لوگوں کی نظروں میں معزز بنادیا ہے ورنہ تیری اصلیت تو وہی ہے جو بنئے کی نظر میں تھی ۔

(۵۵) اسی کبر کی مذمت کے سلسلہ میں فرمایا کہ ایکمرتبہ حضرت مولانا گنگوہیؒ حضرت حاجی صاحبؒ سے

ہمراہ کھانا کھارہے تھے کہ حضرت مولانا شیخ محمد صاحبؒ بھی (جو کہ حضرت حاجی صاحبؒ کے پیر بھائی تھے) تشریف لے آئے اور کہا کہ آج تو بڑی اِنکے (یعنی مولانا گنگوہیؒ کے) حال پر عنایت ہورہی ہے کہ ساتھ کھانا کھلایا جارہا ہے۔ حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ ہاں ہے تو میری عنایت ہی کہ جو ساتھ کھلارہا ہوں ورنہ یہ کافی تھا کہ روٹی پر دال رکھکر اِنکے ہاتھ پر رکھدیتا اور کہہ دیتا کہ جاؤ وہاں بیٹھکر کھالو۔ یہ واقعی میری عنایت ہے کہ جو انکو ساتھ کھلارہا ہوں۔ پھر حضرت والا نے فرمایا کہ حضرت مولنا گنگوہیؒ اِس واقعہ کو نہایت فخر کے ساتھ خود سُناتے تھے۔ الفاظ تو واقعی حضرت حاجی صاحبؒ نے ایسے ہی فرمائے تھے کہ دوسرا اجل بُھنکر کوئلہ ہی ہوجائے۔ پھر فرمایا کہ ہر شخص کے مجاہدہ کا طریق جُدا ہے بعض لوگوں پر صرف ایک بات کہدینے کا اِتنا اثر پڑتا ہے کہ دوسرے پر وہ اثر بحد ذلت کا بھی نہیں ہوتا۔ حضرت مولنا گنگوہیؒ کے قلب میں کبر کا دخل نہ ہونیکے لئے حضرت حاجی صاحبؒ کا یہ فرمادینا ہی بہت کچھ کافی تھا اور یہ حضرت حاجی صاحبؒ کی بصیرت و فقاہت کی کافی دلیل ہے جیسا کہ فقہا نے فرمایا ہے کہ ہر شخص کو تعزیر دینے کا جدا طریق ہے۔ شرفا کو شرافت کے طرز سے اور اراذل کو اونکی حیثیت کا اندازہ کرکے تعزیر دیجاوے۔

(۵۶) فرمایا کہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ ایکمرتبہ گنگوہ تشریف لائے۔ مولانا کے پاجامہ میں بجائے کمر بند کے بان پڑا ہوا تھا۔ حضرت مولنا گنگوہیؒ نے دریافت فرمایا کہ یہ بان کیوں ڈالا ہے۔ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے جواب دیا کہ کمر بند تلاش کیا مگر اوسوقت ملا نہیں اِس لئے بان ڈال لیا۔ مولانا گنگوہیؒ نے فرمایا کہ اچھا میرا کمر بند جو الگنی پر پڑا ہے ڈال لو۔ چنانچہ کمر بند ڈالنے کا ارادہ کیا تو دیکھا کہ اوسمیں روپیہ بھی بندھا ہوا ہے حضرت سے کہا کہ اِس کمر بند میں تو روپیہ بھی بندھا ہوا ہے حضرت گنگوہیؒ نے فرمایا کہ مع روپیہ کے کمر بند آپکی نذر ہے چنانچہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے روپیہ لے لیا اور کمر بند پاجامہ میں بلا تکلف ڈال لیا۔

(۵۷) میرٹھ کے ایک حافظ صاحب کی نسبت فرمایا کہ میں نے ایکمرتبہ کے میرٹھ کے سفر میں اونکو گاڑھے کے کپڑے پہنے ہوئے دیکھا میرا بہت دل خوش ہوا اور میں نے اونکو سینہ سے لگالیا۔ پھر فرمایا کہ اب وہ ٹھیک ہوگئے۔ پھر فرمایا کہ اپنی عزت کی غرض سے اچھا لباس پہننا کہ ہماری عزت ہو ٹھیک نہیں۔

(۵۸) فرمایا کہ بعض لوگ مجھے خطوط میں گالیاں لکھکر بھیجتے ہیں مگر میں کچھ خیال نہیں کرتا کہ دی

میں ڈالدیتا ہوں۔ پھر فرمایا کہ غیر مُرید کا تو مجھے کچھ خیال نہیں ہوتا البتہ اگر مُرید سے کوئی بیجا بات ہو تو اُس سے ضرور سختی کرتا ہوں۔ چنانچہ شیخ نے بھی لکھا ہے ع نازبرآں کن کہ خریدار تست۔

(۵۹) جناب مولوی سیّد احمد حسن صاحب نے حضرت والا کی خدمت میں عرض کیا کہ ایک شخص کا چھتاری سے عتاب نامہ آیا ہے اونھوں نے چند سوال کئے تھے اور اونکے جوابات معہ حوالۂ کتب کے طلب کئے تھے میں نے جوابات تو لکھدئے مگر چونکہ وہ عالم نہیں ہیں اور نہ اتنی یہاں فرصت ہے کہ ہر ہر بات کے جواب کا کتاب سے حوالہ لکھا جائے اسلئے جوابات کے حوالہ کتابوں سے نہیں لکھے تھے۔ اسپر اونھوں نے لکھا ہے کہ میرا مولویوں پر ایمان نہیں ہے کتابوں پر ایمان ہے آپنے کتابوں کا حوالہ کیوں نہیں دیا۔ آپ کو کسنے مفتی بنایا ہے۔ آپ اس قابل نہیں ہیں۔ اگر آپ میرے سوالات کا جواب بحوالۂ کتب ندینگے تو میں اس خاموشی کو عجز پر محمول کرونگا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ مفتی بننا کیا مشکل ہے البتہ قیمتی بننا مشکل ہے۔ پھر فرمایا کہ بھلا اونکو اس بوچھار کرنیکی کیا ضرورت تھی اپنے دل کا غبار نکال لیا۔

(۶۰) فرمایا کہ بعض فتووں میں لکھا ہوا آتا ہے کہ جواب میں عبارت جو عربی کی لکھی جائے اسمیں زبر زیر پیش بھی لگا دئے جاویں اور ترجمہ بھی کر دیا جاوے تاکہ پڑھنے میں آسانی ہو۔

(ف) علماء کو کتب کا حوالہ اور عبارت عربی کی طلب کرنیکی ضرورت ہے عوام کو ضرورت نہیں ایسی فضول درخواستیں کرنا نادانی ہے طالب کو تو صرف حکم کا معلوم کرنا کافی ہے (جامع عفی عنہ)

(۶۱) فرمایا کہ میں اپنے مہمانوں کی دعوت کسی دوسری جگہ ہو جانا پسند کرتا ہوں کیونکہ میرے یہاں سے دوسری جگہہ اچھا ہی کھانا ملیگا۔ میرے یہاں تو معمولی سادہ کھانا ہوتا ہے۔

(۶۲) جلال آباد جو تھانہ بھون سے قریب ہی ہے وہاں کے ایک خانصاحب کے معرفت مؤذن مسجد اسٹیشن نے خانقاہ و مدرسہ کے جملہ متعلقین کی دعوت کرنا چاہی۔ حضرت والا نے فرمایا کہ یہاں دعوت کے کچھ قواعد مقرر ہیں اونکو پہلے سُن لیجئے۔ یہاں دو قسم کے لوگ ہیں۔ ایک تو وہ جو آزاد ہیں۔ مثلاً مولوی احمد حسن صاحب اور مفتی محمد فضل اللہ صاحب وغیرہ ایسے صاحبوں میں سے جنکی دعوت کرنا منظور ہو اونسے فرداً فرداً کہا جائے ہر شخص کی جدا طبیعت ہے اوسکو اختیار ہے قبول کرے یا نکرے۔ یا ممکن ہے کسی کو کچھ شبہات ہوں اور مجھے نہیں ہیں لہذا میری وجہ سے کسی پر بار نہ پڑے۔ اور کسی کو تکلیف نہو۔ کیونکہ مجھے یاد ہے کہ جب میں مدرسہ دیوبند میں پڑھا کرتا تھا تو مجھے

کسی جگہہ دعوت میں جانا نہایت گراں گذرتا تھا۔ اور کچہہ نہ کچہہ بہانا مجھے بچنے کیلئے مل ہی جاتا تھا جب مہتمم صاحب کو معلوم ہوگیا کہ اسکی ایسی طبیعت ہی تو پھر اونھوں نے فرمانا ہی چھوڑ دیا۔ بس مجھے وہی خیال پیش نظر ہو جاتا ہے کہ ایسا نہو کہ کسی کو میری وجہ سے مجبوراً دعوت میں جانا پڑے۔ پھر فرمایا کہ ہر ایک کو وقت بھی بتلا دیجئے اور یہ بھی کہدیجئے کہ پیدل چلنا ہوگا خواہ منظور کریں یا نکریں۔ میں خود تنہا جاؤنگا میرے ساتھ کوئی نہ چلے۔ اور لوگو نکو بھی چاہیئے کہ وہ چار چار پانچ پانچ ہو کر جاویں زیادہ مجمع ایکساتھ نہ جاوے۔ پھر فرمایا کہ مجھے اپنے ساتھ مجمع کا جانا اچھا نہیں معلوم ہوتا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایک تو انجن کی طرح آگے آگے چل رہے ہیں اور پیچھے پیچھے لوگ گاڑیوں کی طرح کھچے ہوئے چلے آرہے ہیں۔ بہت سے مجمع کے ساتھ جانیکے نامناسب ہونے پر فرمایا کہ ایکمرتبہ کانپور میں سب طالب علم وغیرہ ایک جگہہ دعوت میں جارہے تھے میں نے خود اپنے کانوں سے بعض لوگوں کو یہ کہتے سُنا کہ خدا خیر کرے دیکھیے کسکے گھر پر چڑھائی ہوئی ہے۔ فرمایا کہ بس میں نے جب ہی سے یہ سُنکر طالبعلموں کا کسی کے مکان پر دعوت کھانیکے لئے جانا بالکل بند کر دیا۔ تھوڑے تھوڑے لوگوں کا الگ الگ راستہ سے جانا اِس لئے بھی مناسب ہے کہ اگر بہت سا مجمع ہوگا تو آپسمیں ہنستے بولتے ہوئے جاوینگے اور بعض کو دعوت کے ساتھ تفریح بھی اس صورت میں مقصود ہوگی بخلاف دو دو چار چار کے جانیکے کہ اوسمیں قبول دعوت سے محض اتباع سنّت مقصود ہوگا تفریح مقصود نہوگی۔ پھر فرمایا کہ دوسری قسم میں طالب علم اور ذاکرین ہیں۔ یہ لوگ کسی جگہہ دعوت میں نہیں جاتے ہیں۔ ذاکرین چونکہ زیر تربیت ہیں اِس لئے وہ بھی طالبعلموں کے حکم میں ہیں۔ اِن لوگوں کی اگر دعوت کی جائے کہ اِن کیواسطے کھانا یہیں مدرسہ میں بھیجدیا جاوے اور جو اسمیں تکلیف ہو تو اِن لوگوں کی دعوت ہی نہ کیجاوے۔ بس آپ ایک فہرست دونوں قسم کے لوگوں کی الگ الگ بنا لیجئے۔ اور دوسری قسم کے لوگوں کی فہرست حافظ عبد المجید صاحب کو دیدیجئے۔ وہ اپنے طور پر ہر ایک کو مطلع کر دینگے تاکہ جسکا جہاں کھانا پکتا ہے وہ تیار نہ کراوے (چنانچہ ایسا ہی ہوا اور نہایت راحت کے ساتھ کھانا تھانہ بھون کے اسٹیشن کے مہمان خانہ میں کھایا گیا اور طالبعلموں اور ذاکرین کے لئے خانقاہ میں کھانا آیا۔ جامع عفی عنہ) حضرت والا نے یہ بھی فرما دیا تھا کہ میرا معمول صبح کو ۸ بجے کھانا کھانے کا ہے (چنانچہ آٹھ بجے کھانا تیار ملا۔ جامع عفی عنہ)

۲۰ ربیع الاوّل ۱۳۳۵ھ بروز دوشنبہ

(۶۳) فرمایا کہ ایک مولوی صاحب سے اونکے ایک شاگرد فارغ ہوکر وطن جانے لگے تو اونھوں نے اوستاد سے کہا کہ مجھے تو کچھ آتا نہیں اگر لوگوں نے مجھسے کچھ پوچھا تو میں کیا جواب دونگا اُن مولوی صاحب نے فرمایا کہ تم یہ کہدیا کرنا کہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔ چنانچہ اونسے جو جو مسائل بھی کسی نے پوچھے سب کا جواب اونھوں نے یہی دیا کہ اسمیں اختلاف ہے۔ اسمیں اختلاف ہی۔ اِسکے سوا بس اور کچھ زبان سے نکالتے ہی نہ تھے۔ لوگوں نے خیال کیا کہ واقعی یہ بڑے زبردست عالم معلوم ہوتے ہیں کہ جو ہر مسئلہ کو مختلف فیہ تبلاتے ہیں اور متدین بھی ہیں کہ جو اختلاف کے لفظ کے سوائے اور کچھ زبان سے نہیں نکالتے ایک شخص چلتے ہوئے تھے سمجھ گئے کہ انھیں کچھ آتا جاتا معلوم نہیں ہوتا ہے چنانچہ اونھوں نے اونسے یہ سوال کیا کہ حضرت آپ توحید باری تعالےٰ کے مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں مولوی صاحب کے شاگرد نے مثل اور سوالوں کے جواب کے اسکا بھی وہی جواب دیا کہ (نعوذ باللہ منہ جامع عفی عنہ) اِس مسئلہ میں اختلاف ہی بس اِس جواب سے اونکا بھید کھُل گیا اور حقیقت معلوم ہوگئی کہ یہ کچھ بھی نہیں جانتے۔

(۶۴) فرمایا کہ ایک خط آیا ہے اوسمیں لکھا ہے کہ ایک شخص ریل سے کٹ گیا کسی صاحب نے فتویٰ دیا کہ اسکی نماز جنازہ نہ ہونی چاہیئے کیونکہ یہ لوہے سے کٹ کر مرا ہے۔ فرمایا کہ یہ خوب فتویٰ دیا جتنے کٹ لے اوتنے ہی میرے باپ کے سالے۔ لوہے کے کٹے ہوئے سب شہید ہی ہوتے ہیں۔ بیچارہ کو بے نماز ہی دفن کرادیا۔

(۶۵) فرمایا کہ مجھے دس خط لکھنا آسان اور ایک تعویذ لکھنا موت ہی۔ اور بہت سے آدمی تو ان تعویذوں کی بدولت ہلاک ہوجاتے ہیں کیونکہ مریض کے مرض کا علاج تو کرتے نہیں بس تعویذوں کے بھروسے بیٹھے رہتے ہیں۔ اور مریض ختم ہوجاتا ہے۔

(۶۶) فرمایا کہ جب میں کانپور میں تھا تو وہاں جامع مسجد میں روزانہ مسافر آتے رہتے تھے لوگ کہانتک کھانوں کا انتظام کرتے بعض مرتبہ دقت ہوتی تھی میرے پاس تعویذ لکھانیوالے اکثر آتے ہی رہتے تھے میں نے خیال کیا کہ اِس سلسلہ میں کھانے کا انتظام ہونا چاہیئے۔ چنانچہ میں نے جو تعویذ لینے آیا اُس سے کہا کہ بھائی اِس تعویذ کی یہ بھینٹ ہی کہ ایک آدمی کا کھانا یہاں پہنچادینا۔ بس پھر کیا تھا سب نے آنا چھوڑ دیا۔

(۶۷) فرمایا کہ بنئے دو دو روپیہ گنتے ہیں اور مسلمان پانچ پانچ - دو دو روپیہ گننے میں غلطی کا احتمال نہیں - بنیوں کو پانچ پانچ روپیہ گننے پر اعتراض ہے - پھر فرمایا کہ مسلمانوں کو اتنی حرص نہیں جتنی کہ اونھیں ہے -

(۶۸) ایک صاحب گانوں کے حضرت والا کی خدمت مبارک میں بغرض بیعت حاضر ہوئے - وہ بوڑھے آدمی تھے - اور کاشتکاری کا کام کرتے تھے - اپنی قوم کے چودھری تھے - سو بیگہ زمین اُن کی کاشت میں ہے - اوّل تو حضرت والا نے اونسے اِس امر کی تحقیق فرمائی کہ تمھارے پاس موروثی زمین تو نہیں ہے معلوم ہوا کہ اونکے پاس موروثی زمین بالکل نہیں ہے - پھر اولاد کی بابت دریافت فرمایا تو معلوم ہوا کہ اونکے دو لڑکیاں ہیں ایک کی شادی ہو چکی ایک کی باقی ہے - فرمایا کہ اوسکی شادی کس طرح کروگے برات بلاؤگے اور برات میں کتنے آدمی بلاؤگے اونھوں نے حسب رواج جواب دیا - اِسپر حضرت والا نے فرمایا کہ سنو اس طرح سے کرنا ہوگا میرے چھوٹے بھائی کی شادی ہوئی تھی اوسمیں ایک تو میں گیا تھا اور ایک دولھا اور ایک چھوٹا بچہ اور ایک ملازم بس ایک بہلی کے آدمی گئے تھے اسی طرح تمکو کرنا ہوگا ایک سے دوسری بہلی نہ آوے - اونھوں نے جواب دیا کہ اگر میں نے اتنے ہی کو کہا اور لڑکے والا دو سو لے آیا تو میں کیا کرونگا - فرمایا کہ تم لوٹا دینا اور کہدینا کہ جب ایک بہلی کے آدمی لاؤگے تب نکاح کرونگا ورنہ نہیں - پھر فرمایا کہ لڑکے والا مجبور ہوتا ہے لڑکی والے کو کوئی مجبور نہیں کر سکتا - جو تمھارے موافق نکرے اوسکے یہاں شادی نکرنا - اِسپر اُن صاحب نے عرض کیا کہ بہت اچھا اسی طرح ہوگا جس طرح آپنے فرمایا - پھر حضرت والا نے فرمایا کہ لڑکی کو جہیز بھی دوگے ہی پھر خود فرمایا کہ اوسکے ساتھ ہی سب بھیجدوگے جیسا کہ ہوا کرتا ہے اونھوں نے کہا کہ جیسے آپ کہیں ویسے ہی ہوگا - اِسپر حضرت والا نے فرمایا کہ جو کچھ لڑکی کو دینا ہو اوسکو رخصت کے وقت ندینا کیونکہ وہ اوسکو دینا نہیں ہے بلکہ وہ تو ساس سسر کو دینا ہے جب لڑکی خوب گھل مل جاوے تب جو کچھ دینا ہو وہ اوسکو اپنے ہی مکان پر دکھلا دینا کہ یہ تیری چیزیں ہیں انمیں سے جتنی ضروری ہوں اور جتنی کو تیرا دل چاہے اوتنی اپنی سسرال کو لیجا اور جتنی چیزیں یہاں رکھنا چاہے یہاں رکھ - پھر جو چیزیں وہ تمھاری سپرد کرے اونکو احتیاط سے اپنے یہاں رکھ لینا - پھر فرمایا کہ خوب پکے ہو لو ایسا کر سکوگے - لوگ تمھیں برا بھلا بھی کہینگے اور کنجوس بھی بتاوینگے - کہینگے کہ خرچ سے بچنے کیلئے شرع کی آڑ پکڑی ہے شاید کہ تمھاری چودھراہت بھی

جاتی رہے۔ اونھوں نے کہا کہ مجھے سب منظور ہے۔ شروع میں حضرت والا نے یہ بھی دریافت فرمایا تھا کہ تمھارے یہاں تیجا وغیرہ تو نہیں ہوتا ہے اور پیران کلیر وغیرہ کے عُرس وغیرہ میں یا دوسرے اور میلوں وغیرہ میں جاتے ہو یا نہیں۔ اِن سب باتوں کی بابت اونھوں نے کہا کہ یہ تو ہم نے بہت دنوں سے سب چھوڑ دیا ہے۔ پھر حضرت والا نے اونسے فرمایا کہ تم چار پانچ دن کے لئے یہاں آکر رہو میں تمہیں کچھ اللہ کا نام بتاؤنگا اوسکو تم کرنا پھر اگر میں دیکھونگا کہ تم شوق سے کام کرتے ہو تو مُرید بھی کرلونگا اسپر وہ رضامند ہو گئے اور آئندہ یکشنبہ کو آکر رہنے کا وعدہ کرکے مکان کو چلے گئے۔ اونھوں نے یہ بھی دریافت کیا تھا کہ لوگ پیچھے پڑتے ہیں کہ ہمیں اناج قرض دلا دو فرمایا کہ تم کسی کے جھگڑے میں مت پڑو آجکل سب سے الگ رہنا ہی اچھا ہے تعلقات رکھنے سے خراب ہی نتیجہ نکلتا ہے۔ پھر فرمایا کہ تم لوگوں سے یہ کہدینا کہ آخر جب میں مرجاؤنگا تو پھر کسکی معرفت لوگے وہ انتظام ابھی سے کرلو۔

(۶۹) فرمایا کہ جب نکاح خواں کو لڑکی والا بلائے جاوے تو اس حالت میں لڑکے والوں سے نکاح خوانی دِلوانا اور لینا حرام ہے اور آمین پڑھوانا لغو ہے۔

(۷۰) حضرت والا نے اپنے والد صاحب مرحوم کی نسبت فرمایا کہ اللہ پاک نے اونکا قلب سلیم بنایا تھا۔ مجھے جب ضرورت ہوتی تو میں دس دس پانچ پانچ روپیہ نہ مانگتا تھا بلکہ اکٹھے پچاس یا سو مانگتا تھا۔ وہ دریافت فرماتے کہ کیا کروگے میں کہدیتا کہ ضرورت ہے بس دیدیتے اور پھر اونکا کچھ حساب کتاب طلب نکرتے کہ کہاں صرف کئے۔ اور دوسری اولاد سے ایک ایک پیسہ کا حساب سمجھتے۔ اِسپر ایک نے والد صاحب سے کہا کہ آپ اشرف علی کو بہت چاہتے ہیں جو کچھ وہ مانگتے ہیں اونکو دیدیتے ہیں۔ اور اونسے آپ حساب بھی نہیں سمجھتے اِسپر والد صاحب نے جواب دیا کہ بھائی وہ بلا اجازت میری کوئی کام بھی تو نہیں کرتا اور تم لوگوں کے جو دل میں آتا ہے وہ کرلیتے ہو۔ رہا حساب سمجھنا سو یاد رکھو کہ وہ بعد میں تمھیں سب سمجھا دیگا اور ایک پیسہ بھی اپنے پاس نہ رکھیگا۔ پھر حضرت والا نے فرمایا کہ والد صاحب میری نسبت ایسی باتیں فرمایا کرتے تھے جیسے کہ کوئی پیشین گوئیاں کرتا ہے۔

۲۱ ربیع الاول ۳۵ھ بروز شنبہ

(۷۱) فرمایا کہ کانپور کے قریب صفی پور ایک مقام ہے وہاں کسی بزرگ کا مزار ہے ایک صاحب وہاں لوگوں کو اس طور پر مرید کرتے تھے کہ جب کوئی مرید ہونے آتا ہے تو اونکا کوئی خادم اُس شخص کو اول

اُس مزار پر لیجاتا اور کہتا کہ اِس قبر کو سجدہ کرو اگر اُس نے سجدہ کر لیا تب تو وہ مقبول سمجھا جاتا ہے اور جو سجدہ نکیا تو مردود سمجھا جاتا ہے اور اُس سے کہدیتے ہیں کہ بھائی تمھاری تقدیر میں یہاں سے حصہ نہیں ہے تم کہیں اور جاؤ۔ اور سجدہ کرنے والے کو مسمرزم وغیرہ سے توجہ دیکر چاند دکھلا دیتے ہیں اور دوسری مرتبہ سورج۔ اور کہدیتے ہیں کہ چاند جو تمکو نظر آیا وہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے اور اس سورج کو حقتعالیٰ کی ذات سمجھو۔ بس جاؤ اب تم پہنچگئے۔ (اللہ پاک ایسے مقامات سے مخلوق کو محفوظ رکھیں۔ جامع عفی عنہ) حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کہ میں نے یہ روایت اُن صاحب کے ایک خلیفہ کی زبانی سُنی ہے جو کہ اونکو چھوڑ کر حضرت حاجی صاحبؒ سے بیعت ہو گئے تھے۔

(۷۲) فرمایا کہ ایک جگہہ وعظ میں ایک گنوار نے بہت چلانا اور ہاتھ پاؤں پھینکنا شروع کیا آخر کار اسقدر رُوند پکار مچایا کہ مجبوراً وعظ منقطع کرنا پڑا میں نے خیال کیا کہ شاید اِسپر کوئی حالت ہوگی۔ مگر جب میں راستہ میں آیا تو عوام الناس میں سے ایک شخص کہتا ہوا جا رہا تھا کہ فلانے شخص کے شیطان نے اونگلی کر دی تھی جو اُس نے یہ بکھیڑا پھیلایا پھر فرمایا کہ اوسوقت تو میری سمجھ میں نہ آیا تھا میں نے اُسپر حالت طاری ہونا ہی خیال کیا تھا مگر اُس شخص کی یہ بات سُنکر سمجھ میں آیا کہ واقعی تھی تو شیطانی ہی حرکت کہ ایک نیک کام میں خلل ڈالا۔ پھر فرمایا کہ بعض باتوں کا سبب عوام خوب ٹھیک سمجھتے ہیں۔

(۷۳) فرمایا کہ حضرت مولانا گنگوہیؒ کی خدمت میں ایک شخص بغرض بیعت حاضر ہوئے حضرت نے اونسے فرمایا کہ بھائی یہ بتاؤ کہ تم توبہ کروگے یا فقیر بنوگے۔ اونھوں نے کہا کہ میں توبہ نہیں کرتا بلکہ فقیر بنونگا۔ پھر حضرت نے فرمایا کہ اگر توبہ کرو تو میں کرادوں فقیر تو میں بھی خود نہیں ہوں تمھیں کیسے بنادوں۔ اِسپر وہ شخص بولے کہ تو پھر میں کسی اور ہی کے پاس جاؤنگا۔

(۷۴) فرمایا کہ حضرت حاجی صاحبؒ سے ایک غیر مقلد شخص بیعت ہوئے اور اونھوں نے یہ شرط کی کہ میں مقلد نہ ہونگا بلکہ غیر مقلد ہی رہونگا حضرت نے فرمایا کہ کیا مضائقہ ہے بیعت ہونیکے بعد جو نماز کا وقت آیا تو اونھوں نے نہ آمین زور سے کہی اور نہ رفع یدین کیا۔ کسی نے حضرت حاجی صاحبؒ سے ذکر کیا کہ حضرت آپکا تصرف ظاہر ہوا فلاں شخص جو غیر مقلد تھے وہ مقلد ہوگئے۔ حضرت حاجی صاحبؒ نے اُن غیر مقلد صاحب کو بُلاکر فرمایا کہ بھائی کیوں کیا تمھاری تحقیق بدل گئی یا صرف میری وجہ سے ایسا کیا۔ اگر تم نے میری وجہ سے ایسا کیا ہو تو میں ترک سُنت کا وبال اپنی گردن پر

لینا نہیں چاہتا ہاں اگر تمہاری تحقیق ہی بدل گئی ہو تو مضائقہ نہیں - یہ بیان فرما کر حضرت والا یعنی صاحب ملفوظ نے فرمایا کہ کیا کسی فقیر کا یہ منہ ہو سکتا ہے کہ جو ایسی بات کہے - کم و بیش ہر اہل سلسلہ کے اندر تعصب پایا جاتا ہے مگر ہمارے حضرت حاجی صاحبؒ کی ذات اس سے بالکل پاک صاف تھی - (جیسا کہ اس قصہ سے ظاہر ہے جامع عفی عنہ) نیز یہ بھی فرمایا کہ حضرت حاجی صاحبؒ کا علم ایک سمندر تھا کہ جو موجیں مار رہا تھا - حالانکہ آپ ظاہری عالم نہ تھے - حقتعالیٰ نے اس سے بھی آپکو علحدہ رکھا تھا -

(۷۵) فرمایا کہ میں نے حضرت مولانا گنگوہیؒ سے عرض کیا کہ حضرت حاجی صاحبؒ کی کچھ کرامتیں لکھنے کو میرا دل چاہتا ہے اگر کچھ واقعات بتلا دیجئے تو بہتر ہے حضرت گنگوہیؒ نے فرمایا کہ بھائی ہم نے تو حضرت حاجی صاحبؒ کو کبھی اس نظر سے دیکھا نہیں اگر تمہارا دل چاہتا ہے تو خیر اگر کوئی بات یاد آ جاویگی تو کہدونگا - پھر ایکمرتبہ مجھے آواز دی اور فرمایا کہ بھائی اسوقت ایک یاد آئی ہے لکھ لو چنانچہ میں نے اوسکو لکھ لیا - پھر فرمایا کہ ایک اور یاد آئی اوسکو بھی لکھ لیا گیا - چند روز کے بعد حضرت گنگوہیؒ نے دریافت فرمایا کہ بھائی اب کتنی ہو گئی ہیں میں نے عرض کیا کہ حضرت تئیس ۲۳ ہو گئی ہیں فرمایا کہ اگر تینتیس ۳۳ ہو جاویں تو اچھا ہے جب تیس پوری ہو گئیں تو فرمایا کہ بس بھائی بہت کافی ہیں - پھر حضرت والا صاحب ملفوظ نے فرمایا کہ مجھسے وہ پرچے جسپر کرامتیں تحریر تھیں مولوی محمد یحییٰ نے لیلئے تھے اونھوں نے وہ کاغذ ضائع کر دیئے مجھے افسوس ہوا کہ ایسے ثقہ راوی کہاں ملینگے -

(۷۶) فرمایا کہ حضرت حاجی صاحبؒ نے مولٰنا شاہ صاحبؒ کی نسبت فرمایا کہ میری موجودگی ہندوستان کے زمانہ میں تو اونکی چنداں شہرت نہ تھی پھر حضرت والا نے فرمایا کہ انداز سے ظاہر ہوتا تھا کہ حضرت حاجی صاحبؒ اونکو بڑے لوگوں میں نہیں سمجھتے تھے - البتہ حضرت حاجی صاحبؒ کو ایک اونسے محبت تھی - پھر فرمایا کہ شاہ صاحبؒ کی طرف علماء کا بالکل رجوع نہ تھا - بلکہ دنیا دار اور امراء کا کثرت سے رجوع تھا - انپر استغراق کی حالت رہتی تھی تعلیم و تلقین بھی کم فرماتے تھے - اور حضرت حاجی صاحبؒ کی جانب علماء و صلحاء و طلباء اور غرباء کا رجوع تھا - حضرت حاجی صاحبؒ اپنے زمانہ میں مثل حضرت شاہ سید احمد صاحبؒ کے تھے - حضرت حاجی صاحبؒ سے فیوض و برکات بہت پھیلے - بڑے بڑے علماء آپکے خادم اور سچے معتقد اور کمال کے دل سے قائل تھے -

(۷۷) فرمایا کہ حضرت حاجی صاحبؒ سے ایسے بڑے بڑے علماء مستفید ہوئے کہ اگر وہ علماء اپنے وقت میں اجتہاد کا دعویٰ کرتے تو چل جاتا اور وہ اسکو نباہ بھی دیتے۔ پھر فرمایا کہ حضرت حاجی صاحبؒ بالکل سادہ رہتے تھے نہ عمامہ نہ چوغا نہ عبا نہ قبا نہ موٹے موٹے دانوں کی تسبیح کچھ نہ تھا۔

(۷۸) فرمایا کہ ایک صوفی صاحب کہتے تھے کہ ہمارے پاس تو حضرت حاجی صاحبؒ کے کامل ہونیکی یہ دلیل ہے کہ اُن کیطرف علماء کثرت سے رجوع ہیں اور زیادہ تر علماء کا فرقہ ہی صوفیہ کا مخالف ہوتا ہے۔ جب علماء معتقد ہیں تو پھر کون مخالف ہوگا۔ پھر حضرت والا نے فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب کی عام مقبولیت تھی۔ بدعتی لوگ تو حضرت کو وہابی نہ سمجھتے تھے۔ اور غیر مقلد بدعتی نہ سمجھتے تھے۔ حضرت حاجی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ ہر شخص مجھے اپنے رنگ میں سمجھتا ہے۔ اور میں کسی کے رنگ میں نہیں ہوں میری مثال پانی کی سی ہے کہ جس رنگ کی بوتل میں بھر دیا اوسی رنگ کا معلوم ہونے لگتا ہے۔

(۷۹) فرمایا کہ حضرت حاجی صاحبؒ نے فن تصوف کی حقیقت صاف صاف ظاہر فرمادی عرصہ سے اس فن کی بہت خراب حالت ہو رہی تھی۔ لوگ گڑبڑ میں پڑے ہوئے تھے۔

(۸۰) فرمایا کہ حضرت حاجی صاحبؒ کی شاہ فضل الرحمٰن صاحبؒ سے سلسلہ طریقت کے اعتبار سے کچھ قرابت بھی تھی۔ بعض مرتبہ شاہ صاحبؒ فرماتے کہ بھائی یہاں کوئی حاجی امداد اللہ کا مرید ہے پھر فرماتے کہ ہم سے تو اونسے روز ملاقات ہوتی ہے۔ ایکمرتبہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ کے چھوٹے صاحبزادے محمد ہاشم مرحوم نے حضرت حاجی صاحبؒ کی خدمت میں عرض کیا کہ شاہ فضل الرحمٰن صاحبؒ جو یہ فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس ہمارے بھتیجے حاجی امداد اللہ اکثر آتے ہیں تو کبھی چچا بھی بھتیجے کے پاس آتے ہیں یا روز بھتیجے ہی چچا کے پاس جاتے ہیں اسپر حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ بھائی تم یوں ہی سمجھو۔ پھر فرمایا کہ حضرت حاجی صاحبؒ کی عمر جبکہ ۲۵ یا ۳۰ سال کی تھی تب ہی سے دہلی کے شاہزادے و بیگمات وغیرہ آپکے معتقد تھے۔ گویا کہ مثل شاہ سید احمد صاحبؒ کے ابتدا ہی سے آپکی ایسی حالت تھی۔

(۸۱) فرمایا کہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ فرماتے تھے کہ ایکمرتبہ میں مسجد میں تھا کہ بہت نہایت نورانیت مسجد میں معلوم ہوئی مجھے اسکی ٹٹول ہوئی دیکھا کہ ایک صاحب ہیں جنکا باطن نہایت

نورانی تھا اور اونکے تمام لطائف ذاکر تھے۔ میں نے اونسے پوچھا کہ آپنے مجاہدہ و ریاضت کی ہے اونھوں نے جواب دیا کہ نہیں تو البتہ میں تھوڑی دیر حضرت سید احمد صاحبؒ کی خدمت میں بیٹھا ہوں۔ پھر فرمایا کہ حضرت سید احمد صاحبؒ کے مولانا اسمٰعیل صاحب شہیدؒ جیسے شخص معتقد تھے جو کہ تمام دنیا میں کسی کے معتقد نہ تھے۔

(۸۲) جناب مولوی سید احمد حسن صاحب نے عرض کیا کہ بعض مولوی لباس نہایت تکلف کا پہنتے ہیں اور اونکی صورت پر ایسی جباریت برستی ہے کہ مولویوں کی سی صورت نہیں معلوم ہوتی۔ فرمایا کہ ہاں میں تو یہ شعر پڑھ دیا کرتا ہوں ؎

عاقبت سازد ترا از دیں بری　　　این تن آرائی و این تن پروری

پھر فرمایا کہ مولوی سعید احمد مرحوم (ہمشیرہ زادہ صاحب ملفوظ) میں اوّل میں یہ مرض تھا مگر الحمد للہ کہ آخر میں اسکی پوری اصلاح ہوگئی تھی۔ بعد انتقال کے جو کپڑے اونکے نکلے وہ نہایت ہی معمولی اور ادنیٰ درجہ کے تھے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آخر میں بہت ہی تنزل کی ہی حالت میں اونکا لباس ہوگیا تھا۔ جیسا کہ بہت ادنیٰ درجہ کے لوگوں کا ہوتا ہے۔

۲۲ ربیع الاوّل ۳۵ھ بروز چہار شنبہ

(۸۳) فرمایا کہ مولوی نور الحسن صاحب جھنجانویؒ تحصیلدار پنشنر بہت بھولے تھے۔ ایک پیر صاحب جنکے ساتھ میں بہت سے آدمی دعوت میں جایا کرتے ہیں یہانتک کہ اگر کوئی دس کی دعوت کرتا ہے تو وہ دو سو کو لے پہنچتے ہیں راستہ چلنے والوں کو بھی ساتھ لے لیتے ہیں حتیٰ کہ میزبان بیچارے کی بدنامی ہوجاتی ہے کیونکہ سامان کہانتک کفایت کرے آخر ختم ہو ہی جاتا ہے۔ اونھیں صاحب کے آنے کی کسی نے ان الفاظ سے مولوی صاحبؒ کو خبر دی کہ آج ڈاکہ آرہا ہے۔ مولوی صاحب گھبرا گئے اور کہا کہ کہاں ہے اور ڈاکہ والے کون لوگ ہیں اسکا کچھ انتظام ہونا چاہئے۔ جب کہنے والے نے پتہ بتلایا کہ فلاں شخص ہیں تو مولوی صاحب نے فرمایا کہ ارے بھائی لاحول ولا قوۃ تمنے تو ڈاکہ بتلایا تھا اونھوں نے کہا کہ حضرت یہ ڈاکہ نہیں تو اور کیا ہے اور اونھوں نے ڈاکہ کی تعریف اوسپر صادق کی۔ پھر حضرت والا نے فرمایا کہ دیکھئے کسقدر بھولے تھے کہ اونھیں ڈاکہ کا یقین ہوگیا۔ پھر فرمایا کہ ان مولوی نور الحسن صاحب مرحوم کا انتقال عجیب ہوا کہ وضو کر کے عشا کی نماز کے لئے تشریف لئے جاتے تھے

پھر پان بنانے کیلئے فرمایا ہاتھ میں ہر وقت تسبیح رہتی تھی بس چارپائی پر ذرا کندھے کا سہارا ٹیک کے لیٹے کچھ ذرا تکان سا معلوم ہوا لیٹ گئے۔ بس انتقال ہو گیا۔

(۸۴) فرمایا کہ حضرت میاں جی نور محمد صاحب رح حسین نازک اور سراپا نور ہی نور تھے۔ چھوٹے قد کے تھے۔

(۸۵) فرمایا کہ مولوی محمد زماں خانصاحب شاہجہانپوری کی شہادت حیدر آباد میں اسطرح ہوئی کہ اونھوں نے فرقۂ مہدویہ کے رد میں ایک کتاب لکھی تھی وہ لوگ اونکے دشمن ہو گئے۔ چنانچہ اونکے مجتہد نے کہا کہ جو شخص مولوی صاحب کو قتل کرے وہ جنتی ہے۔ بس ایک شخص تیار ہو گیا کہ میں کرونگا۔ جس مسجد میں مولوی صاحب قرآن شریف کی تلاوت کر رہے تھے اُس نے آکر وضو کیا اور عین تلاوت کی حالت میں اسنے شہید کر دیا۔ پھر وہ شخص گرفتار ہو گیا۔ اور اُس سے قصاص لیا گیا مگر وہ بزعم خود بہت خوش تھا۔

(۸۶) ایک صاحب کی نسبت فرمایا کہ بیچارے بہت سیدھے ہیں اونھوں نے ایک خط میں لکھا تھا کہ حضرت میرے واسطے دعا کریں کہ میں بھی خلیفہ ہو جاؤں۔

(۸۷) فرمایا کہ ایک لڑکا میرا عزیز بھنگن کو السلام علیکم کرنے لگا۔ پوچھا گیا کہ یہ کیا حرکت ہے جواب دیا کہ نفس کے خلاف کرتا ہوں حضرت والا نے فرمایا کہ بھائی مجاہدہ اپنی رائے سے نہیں ہوا کرتا۔

(۸۸) فرمایا کہ اگر اطاعت حق کرنے والے کو لوگ طعن و ملامت کریں تو کچھ پرواہ نکرنی چاہیئے یہ ملامت پختگی کا ذریعہ ہے ؎ خوشا رسوائی کوئے ملامت۔ پھر فرمایا کہ ضد ہی کی بدولت جد پیدا ہوتی ہے۔

(۸۹) ایک حاجی صاحب کے یہاں ولیمہ تھا اونھوں نے کھانا مدرسہ میں بھیجدیا تھا فرداً فرداً دعوت نہ کی تھی حضرت والا نے فرمایا کہ میں نے ہی اونکے پوچھنے پر اونسے کہدیا تھا کہ کسی کی بھی دعوت نکرو اسمیں ایک تو سب سے کہنے کی دقت سے بچ جاؤ گے دوسرے یہ کہ کسی کی شکایت نہو گی۔ جہاں دل چاہے کھانا بھیجدینا اگر بے وقت پہونچیگا دوسرے وقت کھا لینگے۔

(۹۰) ایک خانصاحب جو کہ حضرت والا سے بیعت بھی تھے کسی گانوں سے آئے اونکے ساتھ سواری بھی تھی حضرت والا کو جب اطلاع ہوئی تو فرمایا کہ بیلوں کا انتظام وہ خود کر لینگے میں نے بتلا رکھا ہے

کہ میرے یہاں آدمیوں کی دعوت ہوتی ہے بیلوں کی نہیں۔

(۹۱) ایک مولوی صاحب نے مثنوی شریف کے اِس شعر کا مطلب دریافت کیا ؎ چشم بند و گوش بند و لب بہ بند۔ حضرت والا نے فرمایا کہ اسمیں مولانا رح کی مراد اشغال نہیں ہیں بلکہ نامرضیات حق سے پرہیز کرنا ہے یہ اشغال تو صوفیہ نے بہت آخر زمانہ میں جوگیوں سے لئے ہیں اور اسمیں کچھ حرج بھی نہیں۔ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اہل فارس کی حکایت سنکر خندق کھُدوائی بوجہ مفید ہونے کے۔ اور اشغال تو بہت ادنیٰ درجہ کی چیز ہیں اور آجکل تو بزرگوں نے اکثر انکو چھوڑ دیا ہے کیونکہ لوگوں پر ضعف غالب ہے اور اشغال سے دماغ و معدہ وغیرہ سب خراب ہو جاتے ہیں۔ بعض لوگ اسمیں ہلاک ہو گئے۔ اور حضرت مولانا رومؒ کے زمانہ میں تو اشغال تھے بھی نہیں۔ یہ تو بہت آخر زمانہ کی ایجاد ہیں۔

۲۳ ربیع الاوّل ۱۳۳۵ھ بروز پنجشنبہ

(۹۲) فرمایا کہ لباس کا یہ معیار ہے کہ ایسا لباس پہنے کہ جو خود اوسکی طرف ملتفت نہو۔ یعنی اپنی اُسپر نظر نہ پڑے۔ اگر کوئی نواب دو سو روپیہ کا جوڑا پہن لے تو وہ اوسکی طرف کچھ بھی توجہ نکریگا بخلاف معمولی غریب آدمی کے کہ اگر وہ پانچ روپیہ کا بھی پہن لیگا تو اوسکے پھول بوٹوں کو ہی دیکھا کریگا۔ اِس لئے اوسکے لئے دو سو کا جائز اور اسکے لئے پانچ کا ناجائز۔ پھر فرمایا کہ اسی طرح اگر کوئی شخص بہت ہی ادنیٰ درجہ کے کپڑے پہنے تو اوسکا قلب بھی ضرور اوسمیں مشغول ہو جاویگا۔ اول تو وہ یہ خیال کریگا کہ میں بہت ذلیل و خوار ہو گیا دوسرے یہ کہ میں ایسا نفس مُردہ ہوں کہ مجھے کچھ پرواہ نہیں اپنی عزّت کی۔ بس یہ بھی مشغولی ہے۔

(۹۳) فرمایا کہ میرے نائی کو مجھسے ایسی محبت ہے جیسی زمین کو مومن سے کہ زمین مومن کو قبر میں دباویگی جسطرح کہ ماں بچہ کو بوجہ محبت دباتی ہے (چونکہ حجام جو کہ حضرت والا کی حجامت بناتے ہیں وہ بُوڑھے ہیں اور بوجہ ضعف ہاتھ تیزی سے نہیں چلتا اور خط بناتے وقت بڑی زور سے چٹکی کا زور لگاتے ہیں اِس لئے اُن کے خط بنانے کو دبانے سے مشابہت فرمائی جامع عفی عنہ) پھر فرمایا کہ والد صاحب کو جب کبھی بچوں پر پیار آتا تو بس گچ کچا کر کلّہ دبا دیتے تھے۔ اور جہاں بچہ رویا بس چھوڑ دیتے تھے۔ بس اِس سے زیادہ اور کچھ نکرتے تھے۔

(۹۴) میں (یعنی جامع عفی عنہ) اُجرت پر نقل کا کام کرتا ہوں۔ حضرت والا نے ایک رسالہ مسمّٰی زوال السنۃ نقل کے واسطے مرحمت فرمایا اور ایک یادداشت مرحمت فرمائی جس میں الامداد سے مضامین نقل کرنے کا حوالہ تھا۔ میں اُس یادداشت میں سے ایک صفحہ کے حوالوں کی نقل کرنا بھول گیا جب حضرت والا نے خود بغرض مقابلہ طلب فرمایا تو دیکھنے سے معلوم ہوا کہ ابھی نقل کرنا باقی ہے فرمایا کہ اس صفحہ کے مضامین نقل نہیں کئے۔ میں نے عرض کیا کہ مجھسے غلطی ہوئی۔ فرمایا کہ یہ غلطی نہیں ہے۔ آپ بچہ نہیں ہیں کارکردہ آدمی ہیں اس صفحہ کو آپ نے دیکھا تک نہیں یہ صریح بے پرواہی ہے۔ پھر بعد ظہر جناب مولوی سید احمد حسن صاحب سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ ہمارے منشی فلاں نے آج ایک صفحہ کے مضامین ہی نقل کرنے سے چھوڑ دیئے اگرچہ کچھ گرانی تو نہیں ہوئی مگر یہ انتظام کے خلاف ہے۔ (حضرت والا کے آخر کے شفقت آمیز فقرے کا کہ ہمارے منشی فلاں جو کچھ مجھپر اثر ہوا اوسکو میرا ہی دل جانتا ہے۔ جامع عفی عنہ)

(۹۵) فرمایا کہ ایک طالب علم کانپور کے ایک مدرسہ میں پڑھتے تھے جو جمعدار کے لقب سے مشہور تھے۔ جب اور طالب علم فارغ ہوکر چلے جاتے تو یہ طالب علم کہتے کہ یہ لوگ بڑے بیوقوف ہیں ہم تو ہمیشہ سے نورالانوار پڑھ رہے ہیں۔ اگر کتابیں ختم کیں تو کھانا چھوٹ جاویگا اور کمانیکی فکر پڑیگی۔ اسلئے کیا ضرورت ہے مزے میں روٹی کھا رہے ہیں۔

(۹۶) فرمایا کہ ایکمرتبہ میں نے گنگوہ سے رخصت ہونیکا حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں یہ مہمل عذر پیش کیا کہ میرے کپڑے میلے ہیں اور صرف ایک ہی جوڑا ہمراہ لایا تھا۔ اس لئے مکان جانیکا قصد ہے حضرت مولانا نے فرمایا کہ ہم کپڑے دیدینگے۔ اسپر میں نے کہا کہ حضرت کچھ اور کام بھی ہے۔ حضرت بڑے متین تھے پھر یہ دریافت نفرمایا کہ اور کیا کام ہے۔

(۹۷) فرمایا کہ مشین سے بال کٹوانے میں نیند آتی ہے۔

(۹۸) فرمایا کہ بعض لوگ تکلف کی چیزیں ہدیہ میں پیش کرتے ہیں۔ ایسی چیزیں کہیں استعمال ہوتی ہیں فروخت کرنا پڑتی ہیں۔ بجائے ایسی چیزوں کے اگر اونکے دام بھیجدیا کریں۔ یا جس چیز کے دینے کی نیت ہو اوسے اپنی دوکان پر فروخت کرکے دام بھیجدیا کریں تو قیمت اچھی اوٹھے ہیں جب اپنے طور پر فروخت کرتا ہوں کسی ذریعہ سے تو اُتنی قیمت نہیں اٹھتی۔

(۹۹) ایک مولوی صاحب نے مشورۃً حضرت والا سے دریافت کیا کہ آپ کسی بزرگ کو بتلادیں کہ جنسے میں بیعت ہو جاؤں۔ اور یہ بھی کہا کہ اگر کسی عالم ظاہری کے متعلق پوچھا جائے تو میں بتلا سکتا ہوں کہ وہ کس درجہ کے ہیں مگر چونکہ یہ باطن کا معاملہ ہے اسلئے آپ اسکو خوب سمجھ سکتے ہیں۔ حضرت والا نے فرمایا کہ چونکہ آپ اہلِ علم ہیں اس لئے آپ اہلِ علم کی شناخت کر سکتے ہیں اور میں تو کسی قابل نہیں ہوں۔ پھر فرمایا کہ نفع باطنی کا دار و مدار مناسبت طبیعت پر ہے اور اسکو خود صاحب معاملہ ہی جان سکتا ہے۔ حضرت والا نے پھر چند بزرگوں کے نام لئے اُنھوں نے اُن بزرگوں سے بیعت ہونیسے انکار کیا۔ پھر حضرت والا نے فرمایا کہ جب تک دو طبیعتوں میں موافقت نہو گی نفع نہو گا۔ مُرید تو شیخ کو یہی سمجھتا ہے کہ میرے لئے بس جو کچھ ہیں یہی ہیں۔ چاہے وہ کچھ بھی نہ ہوں ؎

همه شهر پر ز خوبان منم و خیال ماہے ۔۔۔ چہ کنم کہ چشم بد خو نہ کند بکس نگاہے

(۱۰۰) فرمایا کہ بیعت کرنے کو میں اس لئے ٹالا کرتا ہوں کہ بعد بیعت کے آدمی مجبور ہو جاتا ہے اور اپنی اِصلاح بشاشت کے ساتھ نہیں کرتا بلکہ مجبوری سے کرتا ہے۔ اور اگر بیعت نہ کیا جائے تو اوسکے انتظار میں خوشی سے خود اپنی اِصلاح کرتا ہے اوسکو کوئی مجبوری نہیں ہوتی اگر شوق ہوگا اِصلاح کریگا ورنہ نہیں۔ بخلاف بیعت ہو جانیکے کہ پھر مجبور ہو جاتا ہے یہ بات ایسے موقع پر فرمائی کہ ایک موضع کے ایک رئیس خانصاحب آئے ہوئے تھے اور حضرت والا کے مکان پر قیام کیا تھا صرف نماز کے لئے مسجد میں آتے تھے اور حضرت سے بیعت بھی تھے۔ حضرت والا نے اونکے بیعت ہونے کا قِصّہ اِسطرح بیان فرمایا کہ اونھوں نے اپنے پہلے پیر کی جو کہ واقعی اہلِ باطن میں سے ہیں مذمت کی اور اپنی والدہ کے پیر کی تعریف کی۔ اور چند خوابیں بیان کیں (اگرچہ خوابیں کچھ قابل اعتبار نہیں) اور اپنی والدہ کے پیر صاحب کی رائے بیان کی کہ اونھوں نے مجھے یہاں کا مشورہ دیا۔ میں نے خیال کیا کہ یہ کہیں اور بیڈھب جگہ نہ پھنس جاویں لاؤ اِس مرتبہ دوستوں کی ہی رائے پر عمل کرلو۔ کہ کہا کرتے ہیں زیادہ کاوش مت کرو کہیں اور بُری جگہ نہ پھنس جاوے اِس خیال سے بیعت کر لیا۔ اوسوقت بھی اِنکی داڑھی کٹی ہوئی تھی اور سونے کی انگوٹھی پہنے ہوئے تھے۔ میں نے شرم کی وجہ سے اوسوقت کچھ نہ کہا کہ اُنھیں خود

خیال ہوگا اور اپنی حالت درست کرینگے۔ لیکن یہ ہدایت کردی کہ کثرت سے خط وکتابت رکھنا۔ اور آتے جاتے بھی رہنا۔ اور اگر موقع ہو تو جلدی ہی مہینہ دو مہینہ یہاں آکر رہنا۔ اونھوں نے جاکر خط وکتابت چھوڑدی۔ اور عرصہ کے بعد ایک دستی خط بھیجا جسکی میرے دلمیں کچھ وقعت نہیں ہوئی اور میں نے ردی میں ڈالدیا۔ اب جو آئے تو پھر وہی حالت داڑھی ندارد۔ انگوٹھی بھی موجود۔ رات کھانا کھاتے میں نامعقول سوال کیا کہ فلاں شاہ صاحب میں (جنسے پہلے مُرید تھے اور اونکی خود ہی مذمت کرچکے تھے۔ جامع عفی عنہ) کیا نقص ہے۔ میں نے جواب دیا کہ اونکے نقصان تو آپ ہی نے بیان کئے تھے نہ کہ میں نے۔ میں آپ سے یہ سوال کرسکتا تھا نہ کہ آپ نے یہ سوال مجھسے کیا۔ پھر میں نے چاہا کہ اونھیں اونکی خلاف شرع باتوں پر آگاہ کروں صبح کو دیکھا تو وہ بیٹھے ہوئے وظیفہ گھوٹ رہے تھے اسلئے موقع نہوا پھر بعد ظہر جب رخصت ہونے لگے تو میں نے اونسے کہا کہ مجھے آپ سے کچھ کہنا ہے اور سب کو وہاں سے ہٹادیا اس لئے کہ یہ اپنے دلمیں یہ نہ خیال کریں کہ مجھے سب کے سامنے ذلیل کیا۔ پھر میں نے اُن سے کہا کہ چونکہ آپ سے دینی تعلق ہے اور اسوقت تک میں نے آپ سے کچھ نکہا۔ اگرچہ منصب تو بوجہ مولویت کے بھی نصیحت کا حاصل تھا مگر آجکل اُسکو کچھ نہیں سمجھا جاتا البتہ پیری کا زور سمجھا جاتا ہے۔ میں جو کچھ کہتا ہوں آپ اُس سے رنجیدہ نہوں مجھے آپکا دل دُکھانا منظور نہیں ہے بلکہ ایک صاف گفتگو کرنا مقصود ہے وہ یہ ہے کہ بیعت کی جو غرض ہے وہ آپکو سمجھادیگئی تھی کہ خدا کی رضا مقصود ہے اور وہ شریعت کی پابندی سے حاصل ہوتی ہے۔ آپکو خود سمجھنا چاہیئے تھا مگر آپنے ابتک اپنی وضع کو نہ بدلا۔ دیکھنے والوں کو یہ خیال ہوگا کہ یہ سب غریبوں ہی کے لئے لتاڑ ہے اِن سے کچھ نکہا۔ ایک تو مجھے آپکے رات کے سوال سے رنج ہوا یہ سوال تو آپکو مجھسے قبل بیعت کرنا چاہیئے تھا نہ کہ اب آپ مجھسے یہ سوال کرتے ہیں اسکی تو ایسی مثال ہے کہ ایک شخص ایک طبیب کو چھوڑکر دوسرے کے پاس نسخہ لکھانے گیا اُس نے نسخہ لکھدیا اب یہ شخص پوچھتا ہے کہ صاحب یہ تو بتادیجئے کہ پہلے حکیم جی میں کیا نقص ہے تو اوسکا یہ جواب کہانتک مناسب ہوگا۔ یا یوں سمجھئے کہ آپکے یہاں ایک ملازم آیا اُس نے پہلے آقا کی شکایت کی کہ وہ میرے اوپر یہ زیادتی کرتے ہیں اور آپ مجھے ملازم رکھہ لیجئے آپنے رکھہ لیا اور کام بتلادیا اور آپنے اُس ملازم کے ساتھ کوئی بدمعاملگی بھی نہیں کی۔ اب وہ ملازم آپ سے

یہ پوچھے کہ صاحب میرے پہلے آقا میں کیا خرابی تھی تو فرمائیے کہ آپ اسکو کیا جواب دینگے۔ یہی جواب دینگے کہ بھائی تو آیا کیوں تھا اونہیں کے پاس رہا ہوتا۔ اور ذرا غور کیجئے کہ آپ کو اوسکا یہ سوال کیسا ناگوار ہوگا۔ تو آپکا دل تو دل ہے اور دوسرے لوگ مٹی پتھر کے ہیں اونہیں جو چاہا سو کہدیا مجھے اس سوال کی ناگواری نہیں مگر یہ سوال قبل بیعت کرنے کا تھا۔ آپ کیا سمجھکر بیعت ہوئے تھے۔ اسپر خانصاحب نے جوابدیا کہ مجھے ابھی تک یکسوئی نہیں اگر یکسوئی ہوتی تو مجھے آپکی طرف رجوع کرنیکی ہی کیا ضرورت تھی اسپر میں نے جوابدیا کہ یکسوئی کے لئے رجوع نہیں کیا کرتے وہ تو قبل رجوع ہونا چاہئے پھر رجوع کے بعد تفصیل طریق کے لئے شیخ کی حاجت ہوتی ہے پس رجوع کی غرض یہ تفصیل ہوتی ہے نہ کہ تحصیل یکسوئی اسکی ایسی مثال ہے کہ کوئی شخص کسی تجربہ کار سے مشورہ کرے کہ میں تجارت کروں یا زراعت۔ اُس نے جوابدیا کہ تمھارے لئے تجارت مناسب ہے یہ پوچھکر تجارت شروع کردی۔ اب اسکے بعد بھی کسی ماہر سے اوسکو تجارت کے اُصول پوچھنے پڑینگے۔ آپکے لئے ضروری ہے کہ یہاں ایک مہینہ قیام کریں۔ اور امیرانہ شان سے نہ رہیں۔ اِس رتھ کو گھر چھوڑیں۔ او حجرہ قبول کریں۔ غریبوں کا سا کھانا ملیگا۔ میرے پاس بیٹھا کریں۔ اور بولنے کی بالکل اجازت نہیں۔ آپکی گفتگو سے معلوم ہوتا ہے کہ آپکو بالکل مناسبت ہی نہیں۔ آپکی شفاہانہ طریق ہے۔ اگر آپ سے یہ نہیں ہوسکتا تو میں آپکو آزاد کرتا ہوں۔ آپ مجھے آزاد کیجئے۔ اِسکے بعد میں آپ سے کسی بات کو نہ کہونگا۔ آپ جانیں آپکا خدا جانے۔ اِسپر خانصاحب نے جوابدیا کہ آپ خفا نہوں مجھے یہ خبر نہ تھی کہ یہاں فاضل ہوکر آنا چاہئے۔ حضرت والا نے فرمایا کہ آپکی طبیعت سے موافقت کی اُمید نہیں۔ ہم میں آپ میں موافقت نہو گی۔ میں اِسی وجہ سے بیعت میں جلدی نہیں کرتا۔ میں تجربہ کر چکا ہوں کہ جب کبھی میں نے اپنے دوستوں کی رائے پر بیعت کے بارے میں عمل کیا تبھی کچھ نہ کچھ قصہ پیش آیا۔ مرید تو ایسا ہونا چاہئے کہ اگر پیر ہاتھ پکڑکر اوسکے جوتے بھی لگاوے تو وہ کہے کہ میں حاضر ہوں۔ وہ ہماری دلجوئی کرے ہم کیوں کریں۔ پھر خانصاحب رخصت ہوئے اور شستہ لہجہ میں کہتے رہے کہ میں حاضر ہوا کرونگا۔ پھر حضرت والا نے فرمایا کہ اونکو تو میری باتیں نئی معلوم ہوئیں۔ آجکل لوگ شریعت کو ضروری نہیں سمجھتے۔ ساری وجہ یہ ہے اگر اب خانصاحب آوینگے تو میں سمجھونگا کہ اونکو طلب ہے۔ خانصاحب نے یہ بھی کہا تھا کہ میں نے اپنے

پہلے پیر کی بابتہ اپنی والدہ کے پیر صاحب سے پوچھا تھا اونھوں نے آپ سے پوچھنے کا مشورہ دیا اس پر حضرت والا نے فرمایا کہ آپ نے اوسوقت یہ توجیہ نہیں کی اگر یہ بات ہو تو میں اپنی اس ناراضی کو بھی واپس لیتا ہوں۔ مگر آپ کے خیالات منتشر ہیں اول آپ یکسوئی پیدا کیجئے۔ اور یہ بھی سُن لیجئے کہ نہ میں صاحب تصرف ہوں نہ صاحب کشف ہوں۔ یہ باتیں سب یہاں خیر صلاح ہیں۔ بس یہاں تو خشک مولویت ہے۔

۲۴ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ بروز جمعہ

(۱۰۱) ایک صاحب نے خط میں لکھا تھا کہ منتظر کو سلام نہیں کرتا یہ کبر ہے فرمایا کہ یہ تو کبر کا جواب ہے کبر نہیں۔

(۱۰۲) ایک خط پر تحریر تھا کہ سوائے مکتوب الیہ کے اور کوئی نہ کھولے فرمایا کہ اسکا تو یہ مطلب ہی کہ اگر کوئی نہ کھولتا ہو تو بھی کھولے کہ نہ معلوم کیا بات ہے۔

(۱۰۳) ایک صاحب نے جو کہ کسی گاؤں کے تھے حضرت والا سے دعوت کے لئے عرض کیا فرمایا کہ سردی زیادہ ہے اور میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ وہاں لیجانے سے کیا فائدہ تم تو یہاں مل ہی لیتے ہو اگر ایسا ہی شوق ہے کھلانے کا تو یہیں دال روٹی پکا کر لے آنا میری دعوت ہی کیا مشکل ہے۔

(۱۰۴) ایک صاحب کی نسبت فرمایا کہ جب میں ڈاک لکھنے میں مصروف تھا اوسوقت تو بیٹھے رہے اور جب میں فارغ ہوا تو چلدئے اور دست بوسی کے لئے میرا ہاتھ اپنی طرف کو گھسیٹا خود قریب کو نہ آئے۔

(۱۰۵) حضرت مولانا رائے پوری کے ایک خادم نے عرض کیا کہ میں مہمانوں کی دعوت کے چندہ میں کچھ دینا چاہتا ہوں حضرت والا نے فرمایا کہ بھائی یہاں کوئی مہمانوں کی مد الگ نہیں ہے نہ کوئی چندہ مقرر ہے اور میں ایسی زیادہ مہماں نوازی بھی نہیں کرتا ہوں دو ایک وقت کھلا دیا کھلا دیا ورنہ یہ بھی نہیں۔

۲۵ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ بروز شنبہ

(۱۰۶) فرمایا کہ ایک بزرگ کہیں تشریف لئے جارہے تھے راستہ میں ایک شخص کو بیٹھا ہوا

دیکھا اوسکو سلام نہیں کیا جب واپس ہوئے تو پھر وہ شخص وہیں بیٹھا تھا اور تنکے سے زمین کرید رہا تھا اوسوقت اُن بزرگ نے اوسکو سلام کیا خدام نے عرض کیا کہ پہلے سلام نکرنے کا کیا سبب تھا اور اب واپسی میں سلام کرنے کا کیا سبب ہوا۔ فرمایا کہ پہلے وہ شخص بالکل خالی بیٹھا تھا اس لئے میں نے اوسکو سلام نہ کیا کیونکہ بیکار شخص کو شیطان اپنی طرف مشغول کرلیتا ہے اور واپسی میں وہ شخص اگرچہ ایک فضول کام میں مصروف تھا مگر خیر بیکار رہنے کی وجہ سے شیطان کی مشغولی سے تو بچا ہوا تھا اس لئے میں نے اوسکو سلام کرلیا۔ پھر حضرت والا نے فرمایا کہ میں تو کہا کرتا ہوں کہ مسلمانوں کو اور کم فرصتی ہو جائے تو اچھا ہے۔

(۱۰۷) فرمایا کہ ایک متقی شیعی نے چند مرتبہ پاخانہ جانے کیلئے استخارہ کیا مگر اجازت نہوئی آخر مجبور ہو کر حسب مشورہ ماما کے چولھے پر بیٹھکر فراغت حاصل کی۔ بعد اسکے کوئی اونکے معتقد پاخانہ گئے تو دیکھا کہ وہاں ایک سانپ بیٹھا ہوا ہے واپس آکر کہا کہ اوہو آپکے پاخانہ نہ جانے میں یہ حکمت تھی کہ وہاں ایک سانپ بیٹھا ہوا ہے۔ اسی وجہ سے آپ کو اجازت نہوئی تھی۔

(۱۰۸) فرمایا کہ میرٹھ میں گذری کی مسجد میں جاڑے کی موسم میں یہ قصہ ہوا کہ لوگ نماز میں مصروف تھے اور ایک شخص آیا اُس نے ایسی آواز نکالی جیسے کہ کسی کو بہت شدت سے جاڑا لگ رہا ہو اور ایک شخص کی رضائی اونکے کندھے پر سے جو کہ نماز پڑھنے میں مصروف تھے اور اونکی رضائی اچھی تھی کھینچنا شروع کی اُن بیچاروں نے بدن ڈھیلا کر دیا اور دلمیں یہ خیال کیا کہ معلوم ہوتا ہے کوئی شخص نہاکر آیا ہے زیادہ سردی کی وجہ سے کانپ رہا ہے اس رضائی کو اوڑھکر نماز پڑھیگا رضائی اُتروا دی وہ لیکر چلتا ہو گیا۔ نماز سے فارغ ہو کر دیکھا تو ندارد۔

(۱۰۹) فرمایا کہ ایک گنوار کا مقدمہ کسی ڈپٹی کے یہاں تھا اُس نے حاجی محمد عابد صاحبؒ سے تعویذ مانگا اور تعویذ کو اجلاس پر لیجانا بھولگیا جب حاکم نے اُس سے کچھ پوچھا تو اونکے سوال کا جواب ندیا اور یہ کہا کہ ابھی ذرا ٹھہر جا میں تبیج (تعویذ) لے آؤں پھر بتاؤنگا وہ ڈپٹی صاحب مسلمان تھے مگر نیچری خیالات کے تھے کہا کہ اچھا جائے آ دیکھوں تعویذ کیا کریگا اور دلمیں ٹھان لیا کہ اسکے مقدمہ کو حتی الامکان بگاڑونگا آخر کار وہ گنوار تعویذ لیکر آگیا اور پگڑی کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ اسمیں رکھا ہے اب پوچھ لے۔ چنانچہ ڈپٹی صاحب نے خوب جرح قدح کی اور اپنی دانست میں

اوسکا مقدمہ بالکل بگاڑ دیا اور خلاف فیصلہ لکھا مگر جب سُنانے لگے تو فیصلہ کو بالکل بالعکس پایا بہت حیران ہوئے کہ میں نے تو خلاف کرنیکی کوشش کی تھی اور یہ اسکے موافق ہے۔ پھر حضرت والا نے فرمایا کہ معلوم ہوتا ہو کہ اللہ پاک نے اونکی عقل پر پردہ ڈالدیا کہ وہ سمجھ کچھ رہے تھے اور لکھ کچھ اور رہے تھے پھر وہ حضرت حاجی صاحب موصوف کے بہت معتقد ہوئے اور خدمت میں حاضر ہوکر اپنے عقائد باطلہ سے توبہ کی۔

(۱۱۰) فرمایا کہ میں نے اعمال قرآنی کو اسوجہ سے لکھدیا ہے کہ لوگ کافروں جوگیوں وغیرہ کے پھندے میں نہ پھنسیں۔ اور حدیث و قرآن ہی میں مصروف رہیں ورنہ مجھے تعویذ گنڈوں سے زیادہ دلچسپی نہیں اور نہ میں اس فن کا آدمی ہوں۔

۲۶ ربیع الاوّل ۱۳۳۵ھ بروز یکشنبہ

(۱۱۱) فرمایا کہ عورتوں کی اصلاح کے لئے بس یہ کافی ہے کہ وہ کتب دینیہ کا مطالعہ کریں باقی آجکل ایسا نمونہ کہ جسکو وہ خود مشاہدہ کرکے اپنے اخلاق درست کریں عورتوں میں ملنا قریب بہ محال ہے اور خاوندوں کی معتقد نہیں ہوتیں اس لئے بس کتابیں پڑھا یا سُنایا کریں خاوند انکو اونکی اصلاح کی کوشش کرنی چاہیئے آگے اصلاح چاہے ہو یا نہ ہو۔ بس اونکو کتابیں پڑھکر سُناتے رہیں۔ وہ تو مواخذہ سے بری ہو جاوینگے۔

(۱۱۲) فرمایا کہ مولوی مظفر حسین صاحبؒ نے جب دوسرا نکاح کرلیا تھا تو اونکی پہلی بی بی اونکو گھر میں نہیں آنے دیتی تھیں مولانا تشریف لاتے تو اندر کے کواڑ بند کرلیتی تھیں۔ مولانا ڈیوڑھی ہی میں نماز میں مصروف ہو جاتے اور شب بھر قیام فرماکر صبح کو تشریف لیجاتے اور چلتے وقت فرماتے کہ بیوی تم چاہے کواڑ کھولو یا نہ کھولو میں تو حاضری دے چلا۔

(۱۱۳) فرمایا کہ نسبت کے دو درجے ہیں ایک تو نسبت عامہ کہ ہر مسلمان کو حاصل ہو اور دوسری نسبت خاصہ۔ دوسری قسم کی نسبت محض اعمال سے پیدا نہیں ہوتی جب تک کہ اُن اعمال میں روح نہ ہو اور اس کے لئے ضرورت ہے کہ کسی کامل سے تربیت حاصل کیجائے خود صرف وظائف گھوٹنے سے کام نہیں چلتا۔

(باقی آئندہ ماہ ذیقعدہ)

۲۷ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ بروز دوشنبہ

(۱۱۴) فرمایا کہ طالب کو کسی کی سفارش کی ضرورت نہیں خود طلب بڑی سفارش ہے اِس سِلسِلہ میں یہ بھی فرمایا کہ مجھے طالبعلموں کے لئے اس ترفع کی وضع سے سخت نفرت ہے حضرت والا کے ماموں زاد بھائی مدرسہ میں پڑھتے تھے بعض بے عنوانیوں کی وجہ سے مدرسہ سے علحدہ کر دیئے گئے اونکے ورثا نے چاہا کہ یہ پھر مدرسہ میں پڑھیں چنانچہ وہ بعد ظہر آئے مگر اچکن تکلّف کی پہنے ہوئے تھے اور ٹوپی بھی اونکے مناسب حال نہ تھی۔ حضرت والا نے فرمایا کہ میں تمسے جب گفتگو کرونگا کہ اوّل اِس ٹوپی اور اچکن کو علحدہ کرکے آؤ۔ یہ اچکن اور ٹوپی طالب علموں کی شان کے بالکل خلاف ہے۔

(۱۱۵) فرمایا کہ میں کانپور میں مدرسہ میں پڑھا رہا تھا ایک شخص آئے۔ وہ ننگے پیر اور ننگے سر تھے ایک چادر سر سے اوڑھے ہوئے تھے ٹوپی ندارد تھی۔ چادر بھی میلی تھی۔ طالب علم اونکی حالت دیکھکر ہنسے۔ پھر اونھوں نے جانماز پر اعتراض کیا کہ یہ منقش ہونیکی وجہ سے خلاف سُنّت ہے اسکا استعمال آپ لوگوں نے کسطرح گوارا کیا۔ اور ایک عالمانہ تقریر کی جسکو سُنکر سب دنگ رہ گئے پھر حضرت والا نے فرمایا کہ عزّت لباس پر موقوف نہیں ہے۔ خیر دنیاداروں کی تو اچھا لباس پہننے میں مصلحتیں ہوتی ہیں اونکو حکّام سے مِلنا ہوتا ہے مگر طلبہ کو کیا ضرورت ہے۔

(۱۱۶) فرمایا کہ ایک شخص حضرت مولانا نانوتوی رحؒ کی خدمت میں ایک چھینٹ کی ٹوپی لائے اوسمیں شالباف کی گوٹ لگی ہوئی تھی اور گوٹہ بھی ٹکا ہوا تھا۔ مولانا رحؒ نے سر پر رکھ لی۔ پھر کسی بچہ کو دیدی۔ اور فرمایا کہ اُس بیچارے کا دل خوش کرنے کیلئے میں نے سر پر رکھ لی تھی۔

(۱۱۷) فرمایا کہ پہلے سارے علماء صوفی ہی ہوتے تھے۔ مولانا محمّد یعقوب صاحبؒ رحؒ کے والد خوش لباس تھے۔ اونھیں حکّام سے مِلنا ہوتا تھا۔ ایک شخص نے اونکو ایک ادھوتر کا کُرتہ دیا کہ اِسکو آپ جمعہ کے دِن پہنکر نماز پڑھیں۔ چنانچہ اونھوں نے جمعہ کے دِن اوسکو پہنا۔ سارے کپڑے تو قیمتی تھے۔ پاجامہ۔ سر کا دوپٹہ تو بڑھیا اور کُرتہ ادھوتر کا اِسی طرح جامع مسجد تشریف لیجاکر نماز پڑھی۔ پھر حضرت والا نے فرمایا کہ کیا اوسکے پہننے سے اونکی کچھ عزت کم ہوگئی۔

(۱۱۸) فرمایا کہ فارابی بڑے حکماء میں سے تھا مگر پریشان حالوں کی طرح جنگل میں پھرا کرتا تھا۔

ایک مرتبہ بادشاہ کی مجلس نشاط گرم تھی۔ وہ بھی وہیں جا نکلا۔ لوگ اوسکی خستہ حالت کو دیکھکر ہنسے۔ اور اُس سے کہا کہ تمھیں بھی کچھ علم موسیقی آتا ہے اُس نے جواب دیا کہ ہاں آتا ہے۔ پھر اُس نے تار اور لکڑی کی تیلیوں کو جھولی میں سے نکالا اور اُسی وقت ترکیب دیکر کام شروع کیا تمام مجلس کے لوگ بیہوش ہو گئے۔ جب ہوش آیا تو اوسکو نہ پایا معلوم ہوا کہ فارابی تھا۔ اِدھر اُدھر تلاش کیا مگر اوسکا کہیں پتہ نہ لگا۔ پھر حضرت والا نے فرمایا کہ دیکھئے کمال کی عزت ہوتی ہے۔ لباس تو اوسکا عزت کے قابل نہ تھا۔

(۱۱۹) فرمایا کہ سلاطین کے حال میں یہ کہیں لکھا ہوا نہ نکلیگا کہ فلاں بادشاہ پچاس روپیہ گز کا کپڑا پہنتا تھا ہاں یہ تو ملیگا کہ فلاں بادشاہ ایسا زاہد تھا۔ اِسقدر کم قیمت اور سادہ معمولی لباس پہنتا تھا۔

(۱۲۰) فرمایا کہ بھائی منشی اکبر علی صاحب کہتے تھے کہ ایک جج پیوند لگا کر کپڑے پہنا کرتا تھا۔ اور یہ قصہ بھی بھائی صاحب ہی کہتے تھے کہ ایک مرتبہ میں نے ایک شخص کی ملازمت کے لئے سفارش کی وہ اچھا لباس پہنے ہوئے تھے حاکم نے اُن کو نکلوا دیا اور یہ کہا کہ دس روپیہ کی نوکری تو تمھارے لایق نہیں اور دو سو روپیہ کی ہمارے یہاں ہے نہیں اس لئے جاؤ۔ پھر حضرت والا نے فرمایا کہ میں نے خود نظام حیدرآباد کو دیکھا ہے وہ بالکل سادہ لباس پہنے ہوئے تھے۔ جامع مسجد میں نماز کے لئے آئے تھے اور یہ کہدیا تھا کہ ہمارے لئے مسجد میں کوئی تعظیمی قیام نکرے پھر حضرت والا نے فرمایا کہ اونکی اس سادگی کی وجہ سے مجھے پوچھنے کی نوبت اُس مجمع میں پہونچی کہ نظام کون سے ہیں۔

(۱۲۱) فرمایا کہ ہمارے ایک دوست مدرسہ جامع العلوم میں ہمسے پڑھتے تھے اونھیں اِسقدر زینت کا شوق تھا کہ عروس بنگئے تھے جب کوئی اونھیں بُلاتا تو بڑی مشکل پڑتی تھی بیچارے سُرمہ دانی آئینہ۔ کنگھا منگاتے اور خوب سنگار کر کے تب باہر آتے اونکے لئے بڑی مصیبت تھی باہر آنا۔ مگر بعد ختم کتب بالکل سادہ ہو گئے تھے۔ پھر تو بالکل کایا ہی پلٹ گئی مگر طالب علمی کے زمانہ میں خوب زینت کا شوق تھا۔ پھر حضرت والا نے فرمایا کہ میرا یہ دل چاہتا ہے کہ میرے عزیز و اقارب یا تو بالکل درست ہو کر آویں اور یا مجھے صورت نہ دکھاویں۔ اپنے ماموں زاد بھائی کے بغرض تعلیم مدرسہ میں

آنے کے سلسلہ میں ہی یہ سب قصے سادگی کے متعلق بیان فرمائے اور یہ بھی فرمایا کہ اگر طالب ہیں تو درست ہو کر آئیں۔ طالب کی تو جانچ ہوتی ہے اگر طلب ہی تو ہمارے موافق بنو سہ

یا مکن با پیل باناں دوستی　　　یا بنا کن خانہ بر انداز پیل

(۱۲۲) فرمایا کہ حضرت مولانا گنگوہی رح کے چھوٹے صاحبزادے کی ابتداء میں کچھ حالت آزادی کی تھی مولانا رح نے اونکو نکالدیا تھا۔ مگر پھر آخر میں حالت درست ہوگئی تھی۔ ایکمرتبہ میں نے مولانا رح کو اونھیں شرح جامی پڑھاتے دیکھا میں نے دل میں خیال کیا کہ مولانا رح کی شان اور شرح جامی پڑھانا یہ بیحد شفقت کی دلیل ہے۔ پھر اُن صاحبزادے کا انتقال ہوگیا مولانا رح کو سخت صدمہ ہوا۔ پھر حضرت والا نے فرمایا کہ میں نے تعزیت کا خط بھیجا تھا اوسکا جواب مولانا رح نے تحریر فرمایا تھا حالانکہ تعزیت کے خط کا جواب نہیں ہوا کرتا۔ اور شدت ضبط سے قلب و دماغ دونوں ماؤف ہوگئے ہیں حالانکہ اتنا اظہار کسی دوسرے کے سامنے مولانا سے مستبعد تھا مگر یہ حضرت کی خصوصیت و شفقت تھی میرے ساتھ۔ اسی وجہ سے اسقدر اظہار فرما دیا۔ مولانا رح کو حضرت حاجی صاحب رح کی وفات کا بھی ایسا ہی سخت صدمہ ہوا تھا۔

(۱۲۳) فرمایا کہ ایک گانوں میں تین چودھری تھے۔ عیسیٰ۔ موسیٰ۔ ابراہیم۔ ایک مرتبہ امام نے نماز میں سبح اسم پڑھی آخر میں صحف ابراہیم و موسیٰ پڑھا۔ اس پر چودھری عیسیٰ نے کہا کہ تم نے موسیٰ اور ابراہیم کا تو نام لیا مگر میرا نام نہیں لیا۔ امام نے کہا کہ مجھسے غلطی ہوئی آئندہ آپ کا بھی نام لونگا پھر جب نماز پڑھی تو اونھوں نے تینوں کا نام لے دیا یعنی صحف ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ پڑھ دیا۔

(۱۲۴) فرمایا کہ بعض جدید تعلیم یافتوں سے گفتگو کسی امر میں ہوئی اور اوسوقت اونھوں نے اوسکو تسلیم بھی کر لیا مگر پھر جب ملے تو پھر اوسی امر کے متعلق بات چیت شروع کی اس سے معلوم ہوتا ہو کہ بعضے لوگ حق سمجھکر دل سے تسلیم نہیں کرتے بلکہ یہ بھی ایک قسم آجکل کی نئی تہذیب ہے کہ خاموش ہو جاتے ہیں اور یہ خیال کرتے ہیں کہ ان سے کون چخ چخ کرے یہ تو مولوی ہیں انکا تو کام یہی ہے تیار رہتے ہیں کہ کب کوئی قصہ درپیش ہو اور ہم جواب دیں۔

(۱۲۵) فرمایا کہ علماء جو تحصیل دنیا کی ترغیب نہیں دیتے اسکی یہ وجہ ہے کہ انسان کے ساتھ پیٹ اور تن دونوں خود ایسے لگے ہوئے ہیں کہ وہ دنیا کی تحصیل کے لکچر دیتے رہتے ہیں۔ پھر علماء کو

کیا ضرورت کہ دنیا کی طرف راغب کریں لوگ تو خود ہی راغب ہیں۔ ہر شخص کو کھانے پہننے کی خود فکر لگی ہوئی ہے۔ البتہ علماء کا کام انہماک دنیا سے منع کرنا ہے۔

(۱۲۶) فرمایا کہ مولوی محمد عمر صاحبؒ تھانوی نے دینی و دنیاوی تعلیم کا خوب فرق بیان فرمایا کہ دنیا کی تعلیم تو جبتک ایک حد خاص تک نہو بالکل بے سُود ہے۔ بخلاف دینی تعلیم کے کہ اوسکا کوئی حصہ بیکار نہیں اور دین میں تو مفید ہے ہی دنیا کے حق میں بھی وہ مفید ہے حتیٰ کہ اگر کوئی نومسلم صرف اذان سیکھ لے اور کسی مسجد میں جاکر اذان دینے لگے اور بدھنے بھر کر رکھدیا کرے چٹائیاں بچھا دیا کرے جھاڑو دیدیا کرے بس اوسے روٹیاں آنے لگیں گی یہ دینی تعلیم کا بہت ہی ادنیٰ درجہ ہے جسکا دنیاوی فائدہ یہ ہے اور اُخروی فائدہ الگ رہا۔ پھر فرمایا کہ حُبِّ دنیا کی ہوا چل گئی ہے۔ لوگ بس دنیا ہی کی تعلیم کیطرف رجوع ہوتے ہیں۔

(۱۲۷) فرمایا کہ اگر تمام دنیا کے حکماء ملکر بچے کو دُودھ کھینچنا سِکھلانا چاہیں تو نہیں سکھلا سکتے۔ یہ فطری امر ہے کہ بچہ سیکھا سکھایا پیدا ہوتا ہے۔ اللہ پاک سِکھلاتے ہیں۔ وہ پیدا ہوتے ہی دُودھ پینے لگتا ہے۔

(۱۲۸) فرمایا کہ دشمن کی تالیفِ قلب کرنی چاہیئے نہ کہ طالب کی۔ دشمن کی اس لئے تالیفِ قلب کیجاتی ہے کہ وہ طالب بنجائے

۲۸ ربیع الاوّل ۱۳۳۵ھ بروز سہ شنبہ

(۱۲۹) فرمایا کہ ہر زمانہ کی ضرورت کی چیز اللہ پاک اُس زمانہ میں ضرور پیدا فرماتے ہیں چنانچہ پہلے زمانہ میں حافظ عجیب ہوتے تھے اب چونکہ دین تمام مکمّل اور مدوّن ہوگیا اِس لئے آجکل ویسے حافظہ کی ضرورت نہیں رہی جیسے کہ پہلے ہوتے تھے اسی طرح تجربہ کاروں سے سُنا ہو کہ جب پہلے نہریں نہ تھیں تو بارش زیادہ ہوتی تھی اور آجکل اوسقدر نہیں ہوتی کیونکہ اوسقدر کی ضرورت نہیں۔

(۱۳۰) فرمایا کہ اگر حافظہ اچھے ہوں تو کتاب دیکھنے کی برابر کوئی چیز نہیں کتابوں میں سب ہی کچھ لکھا ہے۔

۲۹ ربیع الاوّل ۱۳۳۵ھ بروز چہار شنبہ

(۱۳۱) ایک خانصاحب ساکن جلال آباد نے ایکسال کی رخصت اُس ریاست سے لیکر جسمیں کہ

وہ ملازم تھے ایک دوسری ریاست میں ملازمت اختیار کی حضرت والا نے اونسے دریافت فرمایا کہ اب اسباب تو کچھ آپکا وہاں نہیں رہا۔ اونھوں نے جواب دیا کہ جی اسباب تو وہاں ہے پھر فرمایا کہ وہاں فروخت ہوجاویگا اونھوں نے عرض کیا کہ جی ہاں پھر حضرت والا نے فرمایا کہ بعض اشیاء مثلاً چارپائی وغیرہ ایسی ہیں کہ جو سال بھر تک رہ نہیں سکتیں اس لئے اونکا علحدہ کردینا مناسب ہے، پھر خانصاحب نے وہ سرٹیفکٹ جو اونکو مسلمان افسروں نے دئے تھے دکھلائے اسپر حضرت والا نے دریافت فرمایا کہ ان افسرونکو آپکے دوسری جگہ ملازمت کرنے کی خبر ہے اونھوں نے عرض کیا کہ جی ہاں اطلاع ہے میں نے اونکو دوسری ریاست کے آئے ہوئے احکامات دکھلادئے تھے۔ یہ سُنکر پسند کیا۔

(۱۳۲) فرمایا کہ حضرت مولانا رشید احمد صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ مولویوں کے لئے علم طب کا مشغلہ مناسب نہیں اس قول کی تائید ایک خط سے ہوتی ہے جو کہ آج ایک طالب علم کا آیا ہے یہ طالبعلم یہاں پڑھتے تھے مگر اونکے والد کی یہ رائے ہوئی کہ کوئی علم ایسا بھی حاصل کرنا چاہئے جس سے گذر اوقات کی صورت ہو اس لئے وہ یہاں سے چلے گئے اور مدرسہ طبیہ دہلی میں جاکر طب شروع کی اب وہ لکھتے ہیں کہ میں نے اپنا تعلق مدرسہ طبیہ سے بالکل علحدہ کرلیا ہے کیونکہ مجھے تجربہ سے معلوم ہوا کہ میرا وہ خیال کہ میں ایسی جگہ تعلیم حاصل کروں جہاں علم دین وعلم طب دونوں حاصل ہوسکیں بالکل غلط ہے اور علم دین وعلم طب دونوں جمع نہیں ہوسکتے مجھے ہروقت بمقتضائے عمر فسق وفجور میں ابتلار کا اندیشہ رہتا ہے پھر حضرت والا نے فرمایا کہ اب انکی سمجھ میں بات آگئی اگر انھیں عمل کی فکر نہوتی تو علم کی بھی پرواہ نہوتی۔ میں تو کہا کرتا ہوں کہ صحبت صالحہ چاہئے اپنے سے چھوٹوں ہی کی ہو بہت غنیمت ہے۔

(۱۳۳) فرمایا کہ ہر شخص اپنی متعلقہ شے کی عیب گوئی کو اپنی طرف منسوب سمجھتا ہے اسی بنا پر امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ کسی شخص کے گھوڑے یا گاڑی یا مکان وغیرہ میں عیب نکالنا یہ بھی اُس شخص کی غیبت ہے۔

(ف) یہ تذکرہ حضرت مدظلہ العالی نے اسوجہ سے فرمایا کہ کچھ علمار مہمان تھے اونھوں نے ذکر فرمایا کہ ہمنے اسٹیشن سے آتے وقت ٹم ٹم کے گھوڑے کو یہ کہا تھا کہ یہ کیا چلیگا اسپر جب گھوڑا اچھی طرح چلا تو ٹم ٹم والے نے کہا کہ مولوی صاحب تو فرماتے تھے کہ گھوڑا چلیگا ہی نہیں دیکھو اب کیسا چل رہا ہے۔ (جامع عفی عنہ)

(۱۳۴) مدرسہ کے ایک طالبعلم کا خط حضرت والا کی ڈاک کے ساتھ ڈاکخانہ سے آگیا وہ طالب علم اوسوقت موجود نہ تھے اِس لئے حضرت نے مولوی صاحب کے پاس جو کہ طلبہ کو پڑھاتے ہیں وہ خط بھیجا اور یہ فرما دیا کہ اگر گراں نہو تو مولوی صاحب اِس خط کو اپنے پاس رکھ لیں اور اُن طالب علم کے آنے پر اونھیں دیدیں اور اگر گراں ہو تو میں رکھ لوں میں دیدونگا۔

(۱۳۵) دیوبند کے چند علمار حضرات حضرت قبلہ کے یہاں تشریف لائے تھے آتے وقت ٹم ٹم والے نے کرایہ آٹھ آنہ لیا اور روانگی کے وقت اوسکے لڑکے نے چھ آنے کرایہ طے کیا اِسپر حضرت والا نے فرمایا کہ بمقابلہ بوڑھوں کے نوجوانوں میں نرمی ہوتی ہے علمار نے بھی لکھا ہے اور قاضی شریح سے اِسکو نقل کیا ہے کہ اگر کوئی حاجت طلب کرے تو جوان سے طلب کرے کیونکہ بمقابلہ عمر رسیدہ کے نوجوان اکثر جلد حاجت رفع کر دیتا ہے دیکھو حضرت یوسف علیہ السلام سے جب اونکے بھائیوں نے معافی چاہی تو اونھوں نے فوراً اونکا قصور معاف کر دیا اور جب حضرت یعقوب علیہ السلام سے معافی چاہی تو اونھوں نے فرمایا کہ اچھا دیکھا جاویگا اگرچہ اِسکی وجہ یہ لکھی ہے کہ یہ ٹالنا آخر شب کیلئے تھا کہ وہ قبولیت دعا کا خاص وقت ہے مگر اونھوں نے اسکی وجہ یہ بھی قرار دی کہ وہ چونکہ بوڑھے تھے اِسوجہ سے تامل ہوا۔ گویا کہ انبیاؑر میں بھی اختلاف طبایع کے آثار موجود ہیں علمار کی یہ بڑی حکیمانہ بات ہے۔ بعض فقہا نے اِسی بنار پر ایک لطیفہ لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ نے جو پانی کے باب میں تنگی کی ہے اوسکی یہ وجہ ہے کہ اون کے مقام پر پانی کثرت سے موجود تھا دجلہ فرات بہتے تھے پس اونھوں نے خوب دل کھولکر شرطیں اور قیدیں لگائیں۔ اور امام شافعیؒ چونکہ مکہ معظمہ میں تھے اور وہاں پانی کی بہت قلت ہے اِس لئے اونھوں نے تنگی اوسقدر نہیں کی بلکہ آسانی نکالدی۔ اور امام مالکؒ چونکہ مدینہ منورہ میں تھے اور وہاں اور بھی زیادہ پانی کی تکلیف تھی اِس لئے اونھوں نے اور بھی زیادہ آسانی کر دی۔ اِس سے ظاہر ہوتا ہی کہ اختلاف اجتہاد میں بھی طبیعت کا اثر دخیل ہے کہ اپنے اپنے مقام کے لحاظ سے طبایع پر اثر پڑکر مختلف افعال ظاہر ہوئے۔ اِسی پر مشائخ کے اختلاف کو قیاس کر لینا چاہئے۔ شاہ ولی اللہ صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں کہ ہر شخص اپنے مشائخ کے اتباع کی کوشش کرتا ہے چنانچہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ بھائی ہم نے تو اپنے بزرگوں کو یوں ہی کرتے ہوئے دیکھا ہے پھر فرمایا کہ شاہ ولی اللہ صاحبؒ بڑے درجہ کے شخص ہیں یہ اگر اُس قدیم زمانہ میں ہوتے تو کھپ جاتے۔ یہ بھی فرمایا کہ افعال کے اختلاف میں جو طبیعت کو دخل

ہوتا ہے وہ اِسقدر پوشیدہ ہوتا ہے کہ خود کو بھی محسوس نہیں ہوتا۔

(۱۳۶) ایک طالب علم نے حضرت قبلہ سے دریافت کیا کہ آپ کاندھلہ جاوینگے فرمایا کہ نہیں تو پھر اونھوں نے عرض کیا کہ میرے ماموں کہہ گئے تھے کہ کاندھلہ جانے کیلئے حضرت کو یاد دلاتے رہنا فرمایا کہ بس یہی کہہ گئے تھے یا اور کچھ بھی کہا تھا بیان کرو کسطرح کہہ گئے تھے تب اونھوں نے کہا کہ یہ کہہ گئے تھے کہ جب طبیعت ٹھیک ہو جاوے۔ اِسپر حضرت والا نے فرمایا کہ بس تو اوّل تم یہ پوچھ لیا کرو کہ طبیعت سفر کے لائق ٹھیک ہوگئی یا نہیں پھر جانے کے لئے کہنا۔

(۱۳۷) مہتمم صاحب دیوبند تھانہ بھون تشریف لائے تھے روانگی کے وقت جو سواری اسٹیشن تک جانیکے لئے کرایہ کیگئی اوسکے کرایہ کی نسبت میاں نیاز سے حضرت قبلہ نے فرمایا کہ یکہ والے سے کہدینا کہ کرایہ یہاں آکر مجھسے لیلے۔ اِسپر مہتمم صاحب نے فرمایا کہ حضرت وہ پیسے مجھے دیدیجئے تاکہ میں تبرکاً اونھیں اپنے پاس رکھوں چنانچہ حضرت والا نے پیسے منگا کر فرمایا کہ کرایہ پیش ہے۔ ہے تو بے ادبی'' پھر تبسّم سے فرمایا کہ ٹم ٹم والے کو دیدیجئے (مگر مہتمم صاحب نے تبرکاً وہ پیسے اپنے ہی پاس رکھے اور کرایہ اپنے پاس کے اور پیسوں سے دیا۔ اِس موقع پر حضرت والا اسطرح جھکے جھکے اور دبے دبے عاجزی و ادب کیساتھ گفتگو فرما رہے تھے کہ جیسے کوئی اپنے بزرگوں سے نہایت ادب و خجلت کے ساتھ گفتگو کرتا ہے۔ جامع عفی عنہ)

(۱۳۸) ایک خط حضرت نے ایک مولوی صاحب کو دکھلا کر فرمایا کہ دیکھئے سفارش کا طریقہ میرا یہ ہے کہ جسکو اہل حاجت ناپسند کرتے ہیں مگر اس سے تجاوز کرنا شریعت سے تجاوز کرنا سمجھتا ہوں لوگ درخواست کرتے ہیں کہ زوردار الفاظ لکھئے بھلا دوسرے کو مجبور کرنا کہاں جائز ہے کہ یہ کام ضرور کرہی دو۔ اِسپر لوگ کہتے ہیں کہ اسکو تحمل ہے ذرا زبان اور قلم ہلانے سے کام چل سکتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ایک کو تو نفع پہنچاؤں جو کہ مستحب ہے۔ اور دوسرے کو تکلیف دوں جو کہ حرام ہے۔ ایک صاحب نے مجھسے سفارش چاہی اور کچھ اپنی قرابت بھی مجھسے ظاہر کی جسکا کہ مجھکو علم نہ تھا میں نے سفارش کا یہ مضمون لکھدیا کہ فلاں صاحب آپکے پاس حاضر ہوتے ہیں یہ کہتے ہیں کہ ہماری تمسے (یعنی حضرت سے) قرابت بھی ہے جسکی صحت و عدم صحت کی مجھے تحقیق نہیں اور انکی مجھسے یہ پہلی ہی ملاقات ہے میں انکے حالات سے واقف نہیں ہوں آپ دیکھ بھال لیجئے اگر قابل اطمینان ہوں انکی کاربراری فرمائیے میں ممنون ہونگا اور آپ کو ثواب ہوگا۔ اس مضمون کو اُس سفارش خواہ کے اور لوگوں نے دیکھکر اوسسے کہا کہ یہ تو کچھ بھی نہیں اِس سے تمہارا کام ہرگز

نہیں چل سکتا وہ اوسکو لیکر میرے پاس آئے اور کہا کہ صاحب یہ تو کچھ بھی نہیں ذرا زوردار الفاظ لکھدیجئے میں نے کہا کہ لاؤ بس میں نے اُس پرچہ کو لیکر چاک کر ڈالا۔ پھر اونھوں نے بہت کہا کہ اچھا وہی مضمون لکھدیجئے جو پہلے لکھا تھا میں نے کہا کہ اب نہیں لکھونگا یہ بھی کوئی دل لگی ہے۔ ایک تو میں نے آپکو لکھدیا تھا آپکی خاطر سے۔ میرے پاس آپ رہے نہیں۔ میں آپکے حالات سے واقف نہیں۔ آپکی بابت مجھے تجربہ نہیں۔ میں دوسرے کو کسطرح آپکی بابت اطمینان دلادوں۔ پھر فرمایا کہ ایسی سفارش ہیں جس میں کہ آزادی دیدیجائے کہ چاہے کام کریں یا نکریں کبھی شرمندگی نہیں ہوتی۔ پھر فرمایا کہ بعض لوگ مجھے مجبور کرتے ہیں کہ یہ مضمون سفارش کا لکھدو میں اونسے کہدیتا ہوں کہ اچھا تم اوسکا مسودہ کرلاؤ میں اوسکی نقل کردونگا چنانچہ وہ اپنی حسب منشار لکھ لاتے ہیں میں اوسکی نقل کرکے روانہ کردیتا ہوں مگر پیچھے سے فوراً ایک کارڈ ڈاک میں بھیجدیتا ہوں کہ فلاں فلاں مضمون کا خط تمھارے پاس پہنچیگا وہ میرا مضمون نہیں ہے تم اوسکے موافق عمل کو ضروری نہ سمجھنا۔ پھر فرمایا کہ دوسرے کو مجبور کرنا خواہ موقع ہو یا نہو کیا مناسب ہے۔ دوسرے کے حالات کی کیا خبر۔ کسی موقع پر یہ قصہ بھی بیان فرمایا تھا کہ ایک پیر صاحب کسی اپنے مُرید سے جو کہ کسی عہدہ پر تھے کثرت سے سفارش کیا کرتے تھے اُن بیچاروں نے پیر صاحب کو لکھا کہ آپ اسقدر کثرت سے عام طور پر ہر شخص کی سفارش نہ کیا کیجئے بس پیر صاحب ناراض ہوگئے اور اپنی درگاہ سے اونکو مردود کردیا۔

اطلاع۔ بعض باتیں جو پچھلی تاریخوں کی ضبط کرنے سے رہ گئی تھیں ذیل میں درج کرتا ہوں۔ (جامع عفی عنہ)

(۱۳۹) فرمایا کہ نکاح ثانی کرکے لوگ عدل نہیں کرتے بس عدل کا نام ہی نام سُنا ہے دیکھا تو ہے نہیں کہ عدل کیسا ہوتا ہے۔ آجکل نکاح ثانی کرے تو بہ نیت مجاہدہ کرے کیونکہ یہاں جتنا عذاب ہوگا وہاں ثواب ہوگا۔ (یعنی جسقدر تکلیف دو بیویوں کے ہونے سے ہوگی کیونکہ وہ حسب عادت پریشان اور تنگ کرینگی اوسکا اجر خدا تعالےٰ کے یہاں ملیگا۔ جامع عفی عنہ)

(۱۴۰) فرمایا کہ مولوی شیخ محمد صاحب رح اکثر جوش میں فرمادیا کرتے تھے کہ میں بڑا بزرگ نہیں ہوں بلکہ رئیس بھی ہوں۔ پھر فرمایا کہ مولانا رح پر ذرا نقشبندیت غالب تھی اور ہمارے حضرت حاجی صاحب رح پر چشتیت غالب تھی۔

(۱۴۱) فرمایا کہ یہ لکھنؤ کا واقعہ سنا ہے کہ ایک ماما بچّہ کو کندھے سے لگائے ہوئے ایک بزاز کی دوکان پر آئی اور چند قیمتی کپڑے بطور نمونہ لیگئی اور بچّہ کو بزاز کی دوکان پر لٹا دیا بزاز نے یہ خیال کر لیا کہ جب اس نے بچّہ کو میری دوکان پر چھوڑ دیا تو یہ کپڑے لیکر کہاں جاویگی ایسا تو نہیں کر سکتی کہ بچّہ کو چھوڑ دے۔ جب بہت دیر ہوگئی اور وہ واپس نہ آئی اور بچّہ بھی بالکل چپ چاپ لیٹا رہا بالکل ہلا جلا نہیں تب بزاز نے دیکھا تو بچّہ کو مُردہ پایا بہت پریشان ہوا اور کسی کو اِس واقعہ کی اطلاع تک نہیں کی اور چپکے چپکے بچہ کو دفن کرا دیا کہ کہیں یہ بلا میرے سر نہ پڑے۔

(۱۴۲) فرمایا کہ ایک سیّاح عورت لکھنؤ میں ایک بڑے بزاز کی دوکان پر آئی اور کپڑا دیکھنے کے لئے نکلوایا اور اُس کپڑے کو اپنی گاڑی پر رکھوا لیا اور بزاز سے کہا کہ تم بھی گاڑی پر بیٹھکر ہمارے ساتھ چلو ہم یہ کپڑا اپنے صاحب کو دکھالیں وہ تمکو دام دیدینگے وہ بیچارہ گاڑی پر بیٹھکر ساتھ چلدیا۔ وہ عورت پہلے شفاخانہ میں سول سرجن سے کہہ آئی تھی کہ ہمارے ایک ملازم کو جنون ہوگیا ہے اور وہ حالتِ جنون میں یہ کہا کرتا ہے کہ دام لاؤ دام لاؤ میں اوسکو لاتی ہوں آپ اوسکا علاج کریں۔ چنانچہ وہ عورت اب اِس بزاز کو لیکر شفاخانہ پہونچی اور سول سرجن سے کچھ انگریزی میں بات چیت کرکے اپنی گاڑی پر بیٹھ چلدی۔ بزاز بیچارہ یہ سمجھا کہ اِس نے ڈاکٹر سے داموں کی بابت کہدیا ہوگا وہ تھوڑی دیر تک چپ بیٹھا رہا کہ اب دیدینگے۔ جب زیادہ دیر ہوئی تو خود بیچارے نے کہا کہ دام لاؤ سول سرجن نے کہا کہ اچھا اچھا ٹھیرو ہم تمھیں دام دیگا۔ تھوڑی دیر بعد اُس نے پھر وہی کہا کہ دام لاؤ۔ سول سرجن سمجھ گیا کہ اب اِسکو دورہ جنون شروع ہوگیا چنانچہ اُس نے اُس بیچارے بزاز کو پاگل خانہ بھجوا دیا۔ گھر پر بزاز کے عزیز و اقارب نے یہ خیال کیا کہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ عورت اوسکو اپنے ساتھ لیکر کہیں کو چلدی اِسی وجہ سے وہ واپس نہیں ہوا۔ کچھ عرصہ بعد اتفاقاً کسی ضرورت سے اُس بزاز کے محلّہ کا یا کوئی اور جاننے والا پاگل خانہ گیا تو اُس بزاز نے اوسکو اپنا سارا قصہ سنایا اور یہ کہا کہ میرے عزیز و اقارب سے کہدینا کہ جلد مجھے آکر اِس مصیبت سے چھڑا دیں تب اُس شخص نے جاکر بزاز کے گھر کہا اور اوسکے عزیز و اقارب سول سرجن کے پاس گئے اور کہا کہ صاحب وہ شخص پاگل نہیں ہے بلکہ اُس عورت نے چالاکی سے کپڑا اوڑا لیا تب اُس بیچارے بزاز کی پاگل خانہ سے رہائی ہوئی۔ پھر حضرت والا نے فرمایا کہ لوگ بھی کمال کرتے ہیں۔

(۱۴۴۳) فرمایا کہ اچھے کپڑے کو مخدوم بنانا پڑتا ہے کہ کہیں خراب نہ ہو جاوے گرد نہ لگے میلا نہ ہو۔

(۱۴۴۴) فرمایا کہ مولوی مظفر حسین صاحبؒ جب سواری میں بیٹھ جاتے تھے تو پھر کسی کا خط تک نہیں لیتے تھے اور یہ فرما دیتے تھے کہ بھائی اِس سے (یعنی گاڑی والے سے) اجازت لیلو۔ کیونکہ یہ خط میرے سامان سے زائد ہے۔

(۱۴۴۵) ایک صاحب کا خط آیا تھا اوسمیں تحریر تھا کہ فلاں شخص نے ایکہزار یا اِس سے کچھ زیادہ روپیہ چھٹی کے ذریعہ سے کمایا ہے (چھٹیاں جو چیزوں کی فروخت کیلئے ڈالی جاتی ہیں) وہ روپیہ جائز ہی یا ناجائز اِسکے متعلق فرمایا کہ لوگ معاملہ کر لینے کے بعد مسائل پوچھتے ہیں معاملہ سے پہلے مسئلہ پوچھنا چاہیے تاکہ نفس کو اوسپر عمل کرنے میں گرانی نہو بلکہ آسانی ہو۔ اب اگر اِس روپیہ کا ناجائز ہونا اِنھیں معلوم ہو تو نفس کو اِتنے روپیہ کا علحدہ کرنا کتنا گراں معلوم ہو ویگا۔ اور اگر فعل کے صدور سے پہلے ہی مسئلہ پوچھ لیتے تو اُس سے باز رہتے اور یہ گرانی پیش نہ آتی پھر فرمایا کہ میں تو اس مسئلہ کا یہ جواب دونگا کہ کسی اور جگہ سے پوچھ لو۔ یہی جواب دینا مناسب ہے۔

(ف) چھٹی کے روپیہ کے مسئلہ میں خاص اُس صورت میں کچھ اختلاف تھا اِس باعث سے یہ فرمایا کہ سائل کہیں اور سے دریافت کرلینگے۔ (جامع عفی عنہ)

(۱۴۴۶) جناب مہتمم دار العلوم دیوبند نے اپنے لڑکے کے نکاح میں شرکت کیلئے حضرت والا سے زبانی دیوبند میں یہ فرمایا کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ رام پور (جہاں مہتمم صاحب کے لڑکے کا عقد ہوگا) فلاں قاضی صاحب کے یہاں مہمان ہوں اور صرف مجلس نکاح میں تشریف لاکر اوسکے نکاح کا خطبہ آپ پڑھ دیں۔ حضرت والا نے مہتمم صاحب کا یہ مقولہ بیان فرما کر فرمایا کہ اِس سے بہت جی خوش ہوا کہ کسقدر رعایت منظور رہے۔

(۱۴۴۷) کسی صاحب نے بذریعہ خط اولاد کا تعویذ طلب کیا تھا۔ اِسپر حضرت والا نے فرمایا کہ اگر ہمارے پاس ایسے تعویذ ہوتے تو کم از کم ایک درجن بچے تو اپنے بھی ہوتے ہیں۔

(۱۴۴۸) فرمایا کہ گنوار لوگ کہہ دیتے ہیں کہ پڑھے لکھے خود جھوٹ بولتے ہیں تو کہدیتے ہیں کہ مبالگہ ہے مبالگہ (مبالغہ) اور ہم جھوٹ بولیں تو کہتے ہیں کہ لانت اللہ (لعنت اللہ)

(۱۴۹) ایک صاحب نے بذریعہ خط دریافت کیا تھا کہ میں چلہ میں بیٹھ جاؤں اور پرہیز تحریر فرمادیجئے کہ کیا کھاؤں اور کس چیز سے احتیاط رکھوں۔ حضرت والا نے فرمایا کہ چلہ میں بیٹھنا چھوا نہیں یہی پرہیز ہے۔

(۱۵۰) ایک صاحب نے کسی مریض کے لئے تعویذ مانگا دریافت پر معلوم ہوا کہ اوسکو سخت بخار ہے اور بہکی بہکی باتیں کرتا ہے۔ تیمار دار سمجھے کہ کسی آسیب وغیرہ کا خلل ہے حضرت قبلہ نے فرمایا کہ بھائی اوسکا علاج کرو مرض میں ایسا ہوا کرتا ہے جیسا کہ تم بیان کرتے ہو البتہ اگر حکیم کہدے کہ بیماری نہیں ہے وہ وقت تعویذ لینے کا ہے۔ اگر میں ابھی تعویذ دیدونگا تو تم علاج سے بے فکر ہوجاؤ گے اور مریض کو ضرر ہوگا۔ چنانچہ اوسوقت حضرت نے تعویذ نہیں دیا۔

(۱۵۱) فرمایا کہ بعض لوگ مجھے خطوں میں گالیاں لکھ لکھکر بھیجتے ہیں مگر خیر مجھے یہ سب گوارا ہے کیونکہ جب گالا (روئی کا جامع) ہلکا ہوتا ہے تو گالی ضرور ہی ہلکی ہوگی اس لئے اوسکا کچھ ناگوار نہیں ہوتا۔

(۱۵۲) فرمایا کہ بعض لوگ مجھے یہ اجازت دیتے ہیں کہ یہ رقم خواہ طالب علموں کو دیدیجئے یا خود اپنے صرف میں کرلیجئے۔ مگر میں ایسی رقم کو اس لئے واپس کردیتا ہوں کہ قلب میں ایسی رقم کی نسبت دو خیال پیدا ہوتے ہیں ایک تو یہ خیال آتا ہے کہ یہ رقم اپنے صرف میں کرلوں مگر پھر خیال ہوتا ہے کہ طالب علموں کے صرف کیلئے بھی تو اجازت دی ہے لہذا حمیت کے خلاف ہے کہ میں اپنے صرف میں کرلوں۔ دوسرا یہ خیال ہوتا ہے کہ اچھا طالب علموں کے صرف میں کردوں مگر نفس یہ کہتا ہے کہ آخر اپنے خرچ میں لے آنیکی بھی تو اجازت دی ہے اور اتنی میری ہمت نہیں کہ جب میرے صرف کے لئے اجازت ہے تو پھر طالب علموں کو دیدوں۔ پس وہ تو حمیت کے خلاف اور یہ ہمت کے خلاف۔ اس لئے واپس کرتا ہوں۔ وہ دوسری بات ہے کہ جب میری ملک ہوجائے تو میں اپنی خوشی سے طالب علموں کے خرچ میں بغرض ثواب خود صرف کردوں۔

ف۔ صاف طور پر تعین کے ساتھ پیش کرنا چاہئے کہ کسکو دیا جاتا ہے۔

(۱۵۳) فرمایا کہ میں گھر کے آدمیوں کو لیکر بغرض علاج ایکمرتبہ لکھنؤ گیا جس مکان میں قیام ہوا وہ مردانہ تھا مگر ضرورتاً میں اوسکو زنانہ کرلیا تھا۔ کھڑکیاں بند رہتی تھیں۔ اوسکی کرسی اونچی تھی

اِس لئے قرب وجوار کے مکانات پست معلوم ہوتے تھے ایک مرتبہ اتفاق سے کھڑکی کھُل گئی اور میری نظر پڑوس کے مکان کے صحن میں بلا قصد جا پڑی تو دیکھا کہ ایک عورت جوان نہایت بناؤ سنگار کئے ہوئے اور قیمتی لباس پہنے ہوئے پلنگ پر بیٹھی ہے اور سامنے ایک مرد نہایت سیاہ بدشکل میلے کچیلے کپڑے پہنے کھڑا ہے مجھے نہایت تعجب ہوا کہ یہ عورت شریف اور مالدار معلوم ہوتی ہے جیسا کہ لباس وغیرہ سے ظاہر ہے اور ایسی بے پردگی کے ساتھ اجنبی کے سامنے موجود ہے میں نے اور دوستوں سے ذکر کیا اونھوں نے کہا کہ صاحب یہاں تو رواج یہی ہے ایسے شخصوں سے یہاں پردہ بالکل نہیں ہے انکو پردہ کے قابل نہیں خیال کیا جاتا۔ پھر فرمایا کہ ایسے شخصوں کو گویا ذلیل خیال کیا جاتا ہے کہ یہ اس قابل کہاں ہیں انکی یہ جرأت نہیں کہ جو ایسی بڑی رُتبہ والی عورتوں کی طرف توجہ کریں گویا کہ ایسے لوگ اونکے نزدیک غیر اولی الاربۃ میں داخل ہیں۔ فرمایا کہ اطبار نے بھی لکھا ہے کہ عشق بیکار شخص کو ہوتا ہے جسے کچھ کام نہو ٹھالی بیٹھے بیٹھے کھانے کو ملتا ہے بس مستی ہی سوجھتی ہے اور کیا کریں (غریب بیچارے گھاس کھودنے والے یا مزدور کو کہاں فرصت کہ جو ایسی باتوں کی طرف توجہ کرے اوسے اپنے ہی کاموں سے فرصت نہیں۔ جامع عفی عنہ) پھر فرمایا کہ کانپور کی ایک خوشحال بیوی یہاں آکر رہی تھیں وہ بھی یہی کہتی تھیں کہ ہماری طرف ایسے لوگوں سے پردہ کرنے کا دستور ہی نہیں چنانچہ میں بھی ایسے لوگوں کے سامنے آتی تھی پھر ان بیوی کی حالت بہت اچھی ہوگئی اللہ کا نام لیا۔ ذکر شغل کرتی ہیں اور پردہ کا بھی اونکو اہتمام ہے۔

(۱۵۴) فرمایا کہ اگرچہ سفر میں تکلیف ہوتی ہے راحت اور اطمینان نہیں ہوتا نماز بھی اطمینان سے ادا نہیں ہوسکتی مگر سفر کی نماز میں ثواب زیادہ ہے۔

(۱۵۵) کسی مفید تذکرہ کے سلسلہ میں (جو کہ مجھے یاد نہیں رہا۔ جامع) فرمایا کہ میں تو مولٰنا گنگوہیؒ کے خلفار کے خادم ہونے کے لائق بھی نہیں ہوں۔

ف۔ اِس سے حضرت قبلہ کی انکسار و تواضع کا اندازہ کیا جاسکتا ہے ؎

تواضع زگردن فرازاں نکوست گدا اگر تواضع کند خوئے اوست

(۱۵۶) فرمایا کہ پانچ چھ یوم سے میں آدھ پاؤ آٹا بھی نہیں کھا سکتا بھوک ہی نہیں لگتی۔ نمعلوم صحت خراب ہے یا مرض خراب ہے۔

(۱۵۷) ایک صاحب نے خط میں لکھا تھا کہ ہمیں چند ایسے سوالات بتلا دیجئے کہ جو ہم آریوں سے کریں اور وہ اونکا جواب نہ دے سکیں حضرت والا نے فرمایا کہ یہ ایک مرتبہ نئی بات ہے ابتک تو آریوں کے سوالات کے جوابات ہی پوچھے جایا کرتے تھے مگر انھوں نے سوالات دریافت کئے ہیں یہہ عجیب بات ہے۔

(۱۵۸) کسی صاحب کے خط پر تحریر تھا کہ سوائے مکتوب الیہ کے کوئی نہ کھولے فرمایا کہ اس لکھنے کا تو یہ مطلب ہو کہ اگر کوئی نہ بھی کھولتا ہو تو بھی اس تحریر پر شبہ کر کے ضرور کھول لے اور اس تحریر کا اثر کیا ہو سکتا ہے۔

(۱۵۹) فرمایا کہ اگر کوئی ملزم اپنے آپ کو کسی ترکیب سے سزا سے بچالے تو شرعاً کچھ گناہ نہیں جائز ہے۔ مثلاً سزائے رجم میں اگر زنا کا اقرار نہ کرے تو رجم سے بچ جاویگا علحدہ چپکے سے اللہ میاں سے توبہ کرے۔ اسی طرح چوری میں جسکی چیز لی ہے اوسکی چیز اوسکو واپس کردے اور اللہ تعالیٰ سے توبہ کرلے اور عدالت میں اقرار نہ کرے تو کچھ گناہ نہیں۔

(۱۶۰) کسی صاحب نے خط میں یہ شعر تحریر فرمایا تھا ؎

خدایا دین و دنیا میں کرم تیرا ستم میرا   مجھے آباد کرتا ہے مجھے برباد کرتا ہے

مگر ستم میرا میں لفظ میرا ایسا گڑبڑ لکھا تھا کہ وہ بھی تیرا پڑھنے میں آیا۔ اس سے شعر کا مضمون نہایت سخت خلاف شرع ہوگیا۔ حضرت والا نے شعر سنایا تو خواجہ عزیز الحسن صاحب ڈپٹی انسپکٹر مدارس قسمت میرٹھ کے چپراسی نے جو کہ پڑھے لکھے تھے (اوسوقت خواجہ صاحب اور اونکے چپراسی حضرت کی خدمت میں حاضر تھے) عرض کیا کہ غلطی سے ستم تیرا لکھا گیا ہے اصل میں یوں ہے + خدایا دین و دنیا میں کرم تیرا ستم میرا + پھر حضرت والا نے غور فرما کر ارشاد فرمایا کہ اوہو ستم کے نقطہ میرا پر پہنچ گئے ہیں اسوجہ سے میرا کا تیرا پڑھا گیا (کچھ لکھا بھی بُرا ہوگا۔ جامع) واقعی ستم میرا ہے۔ پھر فرمایا کہ شاعر بیباک تو ہوتے ہی ہیں میں نے تو یہی خیال کیا تھا کہ کیا بعید ہے اگر ایسا شعر لکھ بھی دیا ہو تو۔ اور مجھے بہت ناگوار ہوا تھا مگر خیر درست ہوگیا۔ چونکہ خواجہ صاحب خود بھی شاعر ہیں اور اونکے چپراسی صاحب نے شعر کی غلطی کی درستی کی۔ اس لئے حضرت والا نے فرمایا کہ قاضی کے گھر کے چوہے بھی قاضی ہوتے ہیں۔

(۱۶۱) حضرت والا بعد نماز جمعہ خانقاہ کو تشریف لارہے تھے راستہ میں ایک صاحب نے ایک مسئلہ بیان کیا ارشاد فرمایا کہ خانقاہ میں پہونچکر بیان کیجئے وہاں جواب دیا جاویگا۔ چنانچہ خانقاہ پہونچکر اجازت بیان کرنے کی فرمائی۔ اُن صاحب نے کچھ بیان کرنے میں گڑبڑ کی۔ خلاصہ مسئلہ کا یہ تھا کہ ایک عورت اپنی لڑکی کے جیٹھ سے نکاح کرنا چاہتی ہے تو جائز ہے یا ناجائز۔ حضرت والا کی سمجھ میں یہ آیا کہ وہ عورت اپنے جیٹھ سے نکاح کرنا چاہتی ہے کیونکہ سائل نے صاف صاف بیان نہیں کیا تھا۔ حضرت نے جو کچھ مسئلہ کا مطلب سمجھا تھا اوسکی وجہ سے دریافت فرمایا کہ اسمیں شبہ کی کیا بات ہے سب جانتے ہیں کہ جیٹھ سے نکاح جائز ہے یہ تو عام طور پر شائع ہے اسمیں شبہ کیوں پیدا ہوا۔ تب سائل اور حاضرین نے بیان کیا کہ اپنے جیٹھ سے نہیں بلکہ اپنی لڑکی کے جیٹھ سے نکاح کرنا چاہتی ہے۔ فرمایا کہ دیکھئے میں اسی واسطے راستہ میں مسئلہ نہیں بتلایا کرتا وہاں اطمینان تو ہوتا نہیں۔ میں ابتک یہی سمجھ رہا تھا کہ جیٹھ سے نکاح کرنا چاہتی ہے اسپر مجھے یہ خیال ہو رہا تھا کہ جیٹھ سے نکاح کرنیکے لئے شبہ کیوں ہوا کہ جو مسئلہ پوچھتے ہیں یہ تو عام میں شائع ہے اب اصل بات سمجھ میں آئی۔ پھر سائل سے فرمایا کہ پہلے میری سمجھ میں تمھارا سوال صحیح طور پر نہیں آیا تھا اب سمجھ میں آگیا واقعی لڑکی کے جیٹھ کو یہ سمجھا جاتا ہے کہ داماد کا بھائی بھی مثل داماد ہی کے ہے مگر یہ خیال غلط ہے لڑکی کے جیٹھ سے نکاح حلال ہے۔ سائل گانوں کے آدمی تھے اس لئے حلال کا لفظ سُنکر چونکے اور دوبارہ پوچھا کہ جی فرمایا کہ حلال ہے اور مزاحاً فرمایا کہ نکاح کرکے حلال تو کرے گی ہی۔

ف راستہ میں مسئلہ دریافت نکرنا چاہئے بلکہ اطمینان سے جائے قیام پر پوچھنا بہتر ہے اور مسئلہ کو صاف صاف بیان کرے تاکہ سمجھنے میں غلطی نہ ہو۔

(۱۶۲) ایک صاحب جو کہ سرکاری ملازم ہیں چھ ماہ کی رخصت لیکر بغرض قیام تھانہ بھون حاضر ہوئے۔ چند دنوں بعد اونکے والد صاحب کا خط آیا کہ فلاں مولوی صاحب انکو اپنے ساتھ لگئے ہیں اور اُن مولویصاحب کے ایماء سے آئندہ ملازمت بھی شاید یہ ترک کردیں اور اُس خط میں اُن مولویصاحب کی اور بھی بیجا غلط شکایتیں درج تھیں۔ حضرت والا نے اُن صاحب سے دریافت فرمایا کہ تمھارا ترک ملازمت کا ارادہ تو نہیں ہے صرف رخصت ہی لی ہے اونھوں نے عرض کیا کہ جی ہاں

صرف رخصت لی ہے ترک ملازمت کا تو ارادہ نہیں ہے میں اپنے والدین کو اطلاع بھی کر آیا تھا مگر
اونھیں اطمینان نہیں ہوا اور حضور تک نوبت پہونچائی۔ فرمایا کہ بجائے اِسکے کہ میں آپکا حال لکھوں
یہ زیادہ مناسب ہوگا کہ آپ خود اِسپر یہ مضمون لکھدیں اور وہ خط اونکے والد صاحب کا اُن کو
دیدیا اور یہ فرمادیا کہ اِس خط میں جو مضامین دوسروں کے متعلق ہیں اونکا کسی سے ذکر نہ کیا جاوے
اور آپ لکھکر یہ خط مجھے بھی دِکھلادیں میں بھی کچھ لکھدونگا۔ اُن صاحب نے وہ خط اُن مولوی صاحب
کو جنکی کر اُس خط میں شکایت لکھی ہوئی تھی دِکھلا دیا۔ پھر اُن صاحب نے وہ خط مضمون مذکورہ لکھکر
حضرت کی خدمت میں پیش کیا تو دریافت فرمایا کہ تمنے اِسکا ذکر مولوی صاحب سے تو نہیں کیا وہ خاموش
ہوئے۔ فرمایا کہ آپنے مولوی صاحب کو خط دِکھلا دیا حالانکہ میں نے منع کر دیا تھا۔ اُن صاحب نے
عرض کیا کہ اُن مولوی صاحب کے پاس اور بھی خط شکایت کے آچکے ہیں۔ فرمایا کہ آپکے خط دِکھلانے
سے اور رنج مولوی صاحب کو زیادہ ہی تو ہوا افسوس ہے جب میں نے منع کر دیا تھا تو پھر آپنے
کیوں دِکھلایا۔ نہ معلوم آپنے کیا تاویل کرلی یہ تو معصیت ہی یہ خط میرے پاس امانت تھا میں نے
آپکی سپرد امانتاً کیا آپنے خیانت کی کہ دوسروں کو دِکھلایا آپکو بلا اجازت میری یا اپنے والد صاحب
کی نہ دِکھلانا چاہیئے تھا۔ اگر دِکھلانا ہی تھا تو مجھسے اجازت تو لیلیتے اور پھر مجھسے ذکر بھی نہیں کیا کہ میں نے
دِکھلا دیا ہے اگر میں نہ پوچھتا تو آپ ذکر بھی نکرتے یہ آپنے مجھے دھوکا دیا میں یہی سمجھتا کہ آپنے نہ دِکھایا
ہوگا۔ علاوہ ازیں یہ اُن حقوق کے بھی خلاف ہے جو کہ میرے آپ پر ہیں۔ آئندہ آپ پر کسی بات کا
کیا بھروسہ کیا جاسکتا ہے۔ آپکا اعتبار جاتا رہا۔ ہم تو آپکی بُزرگی کے قائل تھے۔ مگر اب آپکی یہ خوبیاں
ظاہر ہوتی جاتی ہیں معلوم ہوتا ہے ابھی آپکے اخلاق کی درستی نہیں ہوئی کیا صرف تہجد پڑھنا اور تسبیح ہلانا
ہی ضروری اور کافی ہے یہ امور شریعت کے خلاف نہیں ہیں اور اِن پر عمل کرنا ضروری نہیں ہے پھر
فرمایا کہ کچھ سمجھ میں آیا یا نہیں۔ اونھوں نے عرض کیا کہ خوب سمجھ میں آگیا پھر فرمایا کہ خبردار جو آئندہ
کبھی کہنے کے خلاف کوئی کام کیا۔ جاؤ اپنی اور میری دونوں تحریریں بھی مولویصاحب کو دِکھلا دو
جبکہ کُل خط کو تمنے دِکھلا ہی دیا۔ ہمارے پیٹ میں نہ معلوم کِس کِس کی اور کیسی کیسی بھلی بُری باتیں
پڑی ہیں مگر کیا مجال کہ جو کبھی اونکا اظہار ہو آپ سے ذراسی بات کا ضبط نہ ہوسکا جھٹ جا کر
خط دِکھلا دیا۔ حضرت والا نے اونکے والد کو خط میں تحریر فرمایا تھا کہ آپکے تمام خیالات کا مدار شُبہات پر ہی

مسلمان سے حُسنِ ظن رکھنا چاہیئے جو مضمون آپکی تسلّی کیلئے آپکے لڑکے نے لکھا ہے فلاں مولوی
صاحب بھی اسکے خلاف نہیں ہیں۔ پھر اُن صاحب نے اوسی دن بعد ظہر ایک پرچہ معذرت کا لکھ کر
دیا اوسمیں یہ بھی لکھا تھا کہ مجھے اس بات کا سخت صدمہ ہے کہ میں نے آپکے حکم کے خلاف کیا
اوسپر حضرت والا نے جواب تحریر فرمایا کہ آپ کس وہم میں پڑ گئے واللہ میرا دل آپ کی طرف سے
بالکل صاف ہے۔

ف ۔ حضرت کی شفقت و محبت جو مُریدوں کے حال پر ہے اوسکا کچھ اندازہ اس ملفوظ کے
آخری جُملہ سے ہو سکتا ہے مگر اس کے ساتھ ہی اصلاحِ اخلاق کی جانب جو حضرت کی خاص
توجہ رہتی ہے اوسکا اندازہ بھی اسی ملفوظ سے ہو سکتا ہے۔

(۱۶۳) حضرت والا کے عزیزوں میں سے کسی صاحب نے بغرض تعلیم اپنی لڑکیوں کو حضرت قبلہ
کے مکان پر بھیجنا چاہا تاکہ وہ بچیاں حضرت پیرانی صاحبہ سے تعلیم حاصل کریں۔ حضرت والا
نے فرمایا کہ اگر آپ بڑے گھر بھیجینگے تو وہاں پابندی کے ساتھ تعلیم ہوگی اور چھوٹے گھر صحت
قرآن اچھے طور سے ہوگی۔ دونوں صفتیں ضروری ہیں پابندی بھی اور تصحیح بھی مگر دو جگہ بٹی ہوئی
ہیں مجتمع نہیں ہیں میں نے صاف بیان کر دیا اب آپکا جہاں دل چاہے وہاں بھیجیئے اونھوں نے
جواب دیا کہ جہاں آپکی رائے ہو۔ فرمایا کہ نہیں میں اسمیں کچھ نہ کہونگا آپ خود غور کرلیں میرے
ذمہ جتلا دینا ضروری تھا سو میں نے جتلا دیا۔ اب آپ اپنے نفع کو خود دیکھ لیجئے۔ پھر حضرت والا نے
فرمایا کہ جب چھوٹے گھر اپنی عدم پابندی کی بابت سُنا تو کہا کہ میں تو پابندی سے سبق پڑھاتی ہوں
پچھلا بھی سُنتی ہوں حضرت نے فرمایا کہ اچھا میں تو یہی سمجھتا تھا کہ پابندی وغیرہ کچھ نہیں ہے مجھے
کیا خبر تھی۔ اب معلوم ہوا۔ پھر فرمایا کہ ہمارے یہاں یہی دستور ہے کہ اپنے اپنے تعلقات میں
لڑکیاں پڑھتی ہیں کوئی خاص ایک جگہ مقرر نہیں ہے۔ جسکی جہاں رشتہ داری یا تعلق ہے
وہ وہیں بھیجتا ہے۔ ایک جگہ کا اجتماع پسند نہیں کیا جاتا۔ یہاں کی عورتیں عدالت میں جانا
پسند نہیں کرتیں۔ پولیس میں کسی عورت کا جانا سخت معیوب سمجھا جاتا ہے اگر کوئی عورت تھانہ دار
صاحب کے مکان پر بوجہ راہ و رسم اونکی عورتوں سے ملنے جاوے تو اور عورتیں اوسکو یوں کہتی ہیں کہ
فلانی تھانہ میں گئی۔ اسی طرح ڈاک خانہ میں جانے کو بُرا سمجھتی ہیں۔ چاہے ڈاک خانہ اور تھانہ کی

عورتیں خود اونکے یہاں مہمان آجاویں مگر جب وہ اِنکے آنے کی فرمائش کرینگی تو اُنکی طرف سے انکار ہوگا۔ پھر فرمایا کہ ہمارے تو عزیز بہت سے پولیس میں ملازم ہیں ہم سے تو یہ نہیں ہوسکتا۔ یہ ایک واہیات بات ہے۔

۴ ربیع الثانی ۱۳۳۵ھ بروز شنبہ

(۱۶۴) ایک گانوں کے صاحب حضرت والا سے کچھ وظیفہ بعد ظہر پوچھ رہے تھے تو کچھ پڑھنے کیواسطے بتلایا گیا اونھوں نے کچھ عذر جی نہ لگنے کا کیا۔ جواب میں ارشاد فرمایا کہ بھائی اللہ کی طرف جی لگانے سے لگتا ہے اِس دل کو جس طرف لگاؤ گے اُدھر لگ جاویگا۔ اونھوں نے پھر یہی سوال کیا فرمایا کہ ابھی میں نے جواب اور کس بات کا دیا سمجھ میں نہیں آیا اونھوں نے کہا کہ سمجھ میں آگیا فرمایا کہ بس تو

(۱۶۵) حضرت والا یکم ربیع الثانی کو بروز پنجشنبہ گڈھی جو کہ تھانہ بھون سے کچھ فاصلہ پر ہے وہاں کے لوگوں کے بُلانے پر ضرورتاً تشریف لیگئے تھے۔ شنبہ کی دوپہر کو واپس تشریف لائے ایک مولوی صاحب نے حضرت کی دعوت اُسی دِن شام کی کرنی چاہی اور ایک بچّہ سے کہلوایا اُس بچّہ نے یہ بھی کہا کہ پہلے سب سامان کل ہی کر لیا تھا (حضرت والا کی واپسی کی جمعہ کی شام کو خبر تھی مگر کسی وجہ سے اُس دِن واپسی نہو سکی) حضرت والا نے فرمایا کہ بھائی تم نے میرے آنے سے پہلے اور میری بلا اجازت کیوں سامان کر لیا۔ پھر حضرت مکان پر تشریف لیگئے۔ واپسی پر مولوی صاحب سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ گھر میں رنجیدہ ہونے لگیں میں معذور ہوں اونسے یہ سوال نہیں کر سکتا کہ تم نے بِلا اجازت میری کیوں انتظام کیا کیونکہ وہاں تو انتظام ہے ہی۔ اور آپ سے یہ سوال کیا جاسکتا ہے کہ بغیر میرے آئے ہوئے اور بغیر میری اجازت لئے ہوئے آپنے کیوں انتظام کر لیا آپ سے یہ بات خلاف اُصول ہوئی۔ قبول دعوت کے موانع بھی تو پیش آسکتے ہیں۔ ایک تو یہی پیش آیا کہ میں کل نہ آسکا دوسرا یہ پیش آیا کہ گھر میں منظور نہ کیا۔ میرا معاملہ ہوگیا ہے نازک۔ یہ ہفتہ دوسری جگہ کھانا کھانیکا ہے۔ اور اِس ہفتہ میں ابتک ایک وقت بھی وہاں کھانا نہیں کھایا ہے اسوقت میں اِس ارادہ سے مکان گیا تھا کہ اونکو سمجھا دونگا۔ مگر مجھے ایسے موقع پر یہ خیال ہوتا ہے کہ کہیں اونکو یہ خیال نہو کہ اِسطرف سے بے توجہی ہے۔ چنانچہ میرا یہ گمان قبل کہنے کے ہی ظاہر ہوگیا کہ

اونھوں نے شکایت کی کہ میرے ہی دنوں میں دعوتیں ہوتی ہیں اور میرے ہی دنوں میں سفر ہوتا ہے عورتوں کا کچھ ایسا ہی معاملہ ہے ہم نے بھی نیت کرلی ہے کہ سنینگے جو کچھ کہا جاویگا۔ ضابطہ کا برتاؤ کرنے کو تو دل نہیں چاہتا۔ یہ دل چاہتا ہے کہ میری وجہ سے دل آزاری نہو۔ رنج نہ پہنچے۔ قاعدہ ہی متعلقین کو اپنے سرپرست سے محبت ہوتی ہی ہے۔ اوسکی راحت کا بھی خیال ہوتا ہے۔ پس گھر میں کا اس موقع پر قبول دعوت سے رنجیدہ ہونا بیجا نہیں ہے۔ اونھوں نے بھی کل گوشت منگالیا ہے وہ آج خرچ ہوگا۔ ایسی تنگی ہوتی ہے ایسے موقع پر کہ قبول کرو تو تنگی ہے اور نکرو تو لوگ کہیں کہ قبول نہیں کرتے۔ ممکن تھا کہ میری کسی اور نے گڈھی سے آنیکے بعد کی دعوت کردی ہوتی تو میں انکی دعوت کسطرح قبول کرسکتا تھا۔ پھر اُن مولوی صاحب کے ایک عزیز مولوی صاحب سے فرمایا کہ انھوں نے بغیر میرے آئے ہوئے سامان کیوں کرلیا اونھوں نے یہ عرض کیا کہ حضرت کی کل شام کی واپسی کی خبر تھی۔ فرمایا کہ موانع بھی تو پیش آجاتے ہیں اور یہ موانع کثیر الوقوع ہیں نادر الوقوع بھی نہیں ہیں پڑھے لکھے آدمی کو احتمال بھی تو ہونا چاہئے آخر پڑھے لکھوں اور بے پڑھوں میں کچھ فرق بھی تو ہونا چاہئے دانشمند ہوکر ایسا کام کیوں کرتے ہیں جس سے دوسرے کا جی بُرا ہو خلاف اصول بات سے تکلیف ہوتی ہے آپ کو بھی اور دوسروں کو بھی۔ اُن مولوی صاحب کے عزیز نے عرض کیا کہ خیر کل کو دعوت ہوجائیگی فرمایا کہ آئندہ تو جو کچھ ہوگا وہ ہوگا مگر اب تو جی بُرا ہوا۔ بعض عذر ایسے ہوتے ہیں کہ کوئی اونکو قوی سمجھتا ہے اور دوسرا اونکو معمولی سمجھتا ہی۔

(۱۶۶) ایک اخبار ڈاک سے وصول ہوا فرمایا کہ نہ معلوم لوگ کیوں بے فائدہ میرے پاس اخبار بھیجتے ہیں ایک مرتبہ بہت سے اخبار جمع ہوگئے تھے میں نے گڈی کی گڈی مطبع میں بھیجدی کہ اُستر کے کام آجاوینگے پھر اُس اخبار کا ایک ورق کھولکر ملاحظہ فرمایا پہلے ہی صفحہ پر صابن کا اشتہار تھا اور اوسکی سُرخی تھی "پری جمال صابن"۔ اشتہار کے مضمون میں واہیات الفاظ تھے پڑھکر ذرا سُنائے پھر فرمایا کہ آجکل بڑی بیحیائی پھیلی ہے اشتہاروں کا بھی عجیب ڈھنگ ہوگیا ہی۔

(۱۶۷) ایک قاری صاحب جو کہ پہلے مدرسہ امداد العلوم میں ملازم تھے دوسری جگہ سے زیادہ تنخواہ کی ملازمت آنے پر وہاں کو چلے گئے اونکا خط آیا تھا لکھا تھا کہ میں یہاں بہت پریشان ہوں کوئی میرا ہم مذاق یہاں نہیں ہے اور وطن سے بہت بعد ہے دعا فرمائیے کہ اللہ تعالےٰ کوئی

دوسرا انتظام فرمادیں حضرت والا نے فرمایا کہ انھوں نے شرم کے مارے اس خط میں تو نہیں لکھا ہو مگر فلاں خانصاحب کے نام ایک خط آیا ہے اوسمیں لکھا ہے کہ اگر وہاں (یعنی تھانہ بھون جامع) میرا بیس ۲۰ روپیہ کا بھی انتظام ہو جاوے تو میں یہاں سے ملازمت چھوڑ کر چلا آؤں پھر حضرت والا نے فرمایا کہ میں نے تو پہلے ہی خیال کیا تھا کہ اسوقت تو یہ زیادتی تنخواہ کی وجہ سے جا رہے ہیں مگر جمنا ہو مشکل۔ ایک اور مولویصاحب نے فرمایا کہ قاری صاحب کے مزاج میں تلوّن بہت ہے حالانکہ پہلے بھی ایک اور جگہ گئے تھے وہاں بھی پریشان ہو کر پھر یہیں واپس آئے تھے یہ تو بڑی خود غرضی کی بات ہو کہ جب زیادہ نفع دیکھا تبھی چھوڑ کر چلدیئے فرمایا کہ جی ہاں اسمیں کیا شک ہے مگر مجھے تو پچھلی بات بھی یاد نہیں رہتی کہ کسی نے کیا کیا تھا دل چاہتا ہے کہ اگر پھر کوئی موقع ہو تو خیال رکھا جاوے اور جگہہ دیدیجاوے۔

(۱۶۸) مولوی شبیّر علی صاحب کو بُلا کر اونسے فرمایا کہ آجکل تمھارا انضباط اوقات کسطرح ہے اونھوں نے بیان کیا۔ پھر فرمایا کہ ظہر اور عصر کے درمیان کچھ فرصت ہوتی ہے مولوی صاحب نے عرض کیا کہ جی ہاں فرصت ہوتی ہے فرمایا کہ فتاویٰ تو میں مولوی احمد حسن صاحب کو جواب لکھنے کے لئے دیدیتا ہوں باقی خطوط کا جواب خود لکھنے سے ہاتھ آنکھ دماغ سب کو سخت تعب ہوتا ہے اگر دوسرے سے لکھواؤں گا تو یہ تعب نہو گا مضمون میں خود بتاتا جاؤنگا لکھتے تم جانا۔ (چنانچہ اسی تاریخ میں جوابات خطوط کے مولوی شبیّر علی صاحب کے قلم سے لکھوائے اور مضمون خود بتلایا جامع عفی عنہ)

(۱۶۹) مولوی احمد حسن صاحب نے عرض کیا کہ حضرت گجرات سے ایک خط آیا تھا جس میں پردہ کے متعلّق دریافت کیا تھا کہ یہاں کی عورتیں بے پردہ پھرتی ہیں وغیرہ وغیرہ۔ چونکہ پردہ میں تفصیل ہے لہذا میں نے سائل سے دریافت کیا تھا کہ آپ یہ لکھئے کہ کون کون سے عضو اُن عورتوں کے کُھلے رہتے ہیں وغیرہ۔ اسپر سائل نے نہایت سختی کا خط بھیجا کہ کیا آپ جانتے نہیں ہیں یہاں کیا کوئی نئی بات ہے جس عام طور پر سب جگہہ بازاروں میں عورتیں پھرتی ہیں یہی حالت یہاں کی ہے اگر اونکو روکنے کا فتویٰ نہ دیا گیا تو سخت بدنامی ہوگی وغیرہ وغیرہ مولوی احمد حسن صاحب نے عرض کیا کہ اگر بدنامی ہوگی تو ہوا کرے اِن لوگوں کو جس طرح خود

نیکنامی کا خیال ہے اِسی طرح اوروں کو خیال کرتے ہیں۔ اِسپر حضرت مدظلہ العالی نے فرمایا کہ لوگ کہ
تک تو کہتے ہیں اور اِس سے زیادہ کیا بدنامی ہوگی اونکو گالیاں سُننا منظور تھا اِس لئے ایسا
بھیجا۔ یہ بدتمیزی کی باتیں ہیں۔

(۱۷۰) ایک صاحب نے اپنے ایک ہی خط میں فقہ اور تصوف دونوں کے مسائل د
گئے تھے حضرت والا نے اونکو تحریر فرمایا کہ ایک ہی خط میں فقہ اور تصوّف دونوں کے مسائل جم
کرکے نہ پوچھا کیجیئے۔ اونھوں نے جواب میں لکھا کہ چونکہ مجھے فقہ اور تصوف دونوں سے محبت ہے
اِس لئے میں دونوں قسم کے مسائل پوچھتا ہوں۔

ف۔ حضرت والا نے ضرورتاً اور مصلحتاً یہ قاعدہ مقرر کردیا ہے کہ ایک خط میں دو سے زیاد
باتیں نہ دریافت کی جائیں اور فقہ و تصوف کے مسائل کو ایک خط میں جمع کرکے نہ پوچھا جا
بلکہ دونوں قسم کے مسائل علحدہ علحدہ خطوط میں پوچھے جائیں بعض حضرات تو ایسا غضب کرتے
ہیں کہ کارڈ میں آٹھ آٹھ سوال پوچھتے ہیں اور پھر جوابات کے دلائل بھی۔ آئندہ ہدایات کا
خاص طور پر سوال کرتے وقت خیال رکھنا چاہیئے۔

(۱۷۱) فرمایا کہ ایک انگریزی خواں لڑکے کا خط آیا ہے جسکی عمر ۲۱ یا ۲۲ سال کی ہو لکھا ہے
کہ میں نے انٹرنس تک تعلیم حاصل کرلی ہے بس دُنیا کے لئے یہ تعلیم بہت ہے۔ بُری صحبت سے
بچنے کا مجھے بہت خیال ہے پھر حضرت قبلہ نے فرمایا کہ ایسے خیال کے لوگوں کو تو فضول ہی
انگریزی پڑھائی جاتی ہے (بلکہ علم دین پڑھانا چاہیئے جامع عفی عنہ)

(۱۷۲) فرمایا کہ ایک صاحب نے خط میں لکھا ہے کہ آپکی تصانیف کے دیکھنے سے
معلوم ہوتا ہے کہ پختگی عقائد کے لئے بیعت ہونا ضروری ہے حالانکہ یہاں اِسکی روزانہ نفی
کی جاتی ہے۔

(۱۷۳) فرمایا کہ ایک صاحب نے لکھا ہے کہ چونکہ آپنے یہ تحریر فرمایا ہے کہ بلا اجازت
حاصل کئے تھانہ بھون آنے کا قصد نہ کیا جاوے لہذا میں بذریعہ اِس خط کے اجازت حاصل
کرتا ہوں پھر حضرت والا نے فرمایا کہ میں یہ لکھونگا کہ اپنے آنے کی تاریخ معین کرکے اجازت لو
تاکہ میں اپنے قیام وعدم قیام تھانہ بھون کی بابت اُن تاریخوں میں دیکھ سکوں۔

۴ ربیع الثانی ۱۳۳۵ھ بروز پنجشنبہ

(۱۷۴) قبل نماز ظہر خواجہ عزیز الحسن صاحب سے فرمایا کہ آپ کے لئے ناشتہ تیار کرادیا جائے اونھوں نے عرض کیا کہ میں بارہ بجے تو پہنچ جاؤنگا راستہ میں اگر ضرورت ہوئی تو کچھ لیکر کھالونگا اس لئے ناشتہ کی ضرورت نہیں

(۱۷۵) فرمایا کہ بچپن میں جبکہ میری عمر نو دس برس کی ہوگی ایک مولوی صاحب کا وعظ سنکر بہت جی للچایا کہ یا اللہ اتنی باتیں زبانی کیسے یاد رہتی ہونگی خواجہ عزیز الحسن صاحب نے عرض کیا کہ کیا جی للچانے سے یہ مطلب ہے کہ آپکا بھی دل وعظ کہنے کو چاہا۔ فرمایا کہ یہ تو یاد نہیں اچھی طرح۔

(۱۷۶) ایک نو وارد صاحب نے بعد فراغ فرائض ظہر مُصلّے پر پرچہ رکھدیا فرمایا کہ جب میں سہ دری میں بیٹھوں تب دیجئے۔ یہاں میں نماز پڑھوں یا اسے دیکھوں۔

(۱۷۷) ایک صاحب نے پانچ روپیہ حضرت والا کی خدمت میں ہدیۃً پیش کئے فرمایا کہ آپ اپنی آمدنی بتلائے اونھوں نے عرض کیا کہ بیس روپیہ ماہوار۔ فرمایا کہ آپ پھل اور مٹھائی جو لائے تھے وہ ہی بہت زیادہ ہے اگر آپکا بہت دل چاہتا ہے تو خیر ایک روپیہ دیدیجئے اونھوں نے عرض کیا کہ مجھے اس مقدار کے دینے میں کچھ تکلیف تھوڑی ہوگی فرمایا کہ میں زیادہ دینے ہی کو تکلیف سمجھتا ہوں گو آپ کو تکلیف نہ معلوم ہو۔ اگر آپ کی طبیعت کم دینے کو گوارا نہیں کرتی تو بالکل ہی نہ دیجئے۔ پھر فرمایا کہ بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ طبیعت کمی کو گوارا نہیں کرتی خواہ بالکل نفی کو گوارا کرے۔ پھر اُن صاحب کا صرف ایکروپیہ قبول فرمایا اور نہایت شفقت سے فرمایا کہ دیکھئے تو سہی آپ سفر کی حالت میں ہیں آپ کو بھی تو خرچ کی ضرورت ہوگی۔

(۱۷۸) فرمایا کہ یہاں ایک انجمن چندہ سے کھلنے کی تجویز ہے مگر یہ انجمن چلتی نظر نہیں آتی اس میں ایکہزار آدمیوں سے ایک روپیہ سالانہ چندہ رکھا گیا ہے۔ دس دس روپیہ سو آدمیوں سے جمع ہو جانا آسان ہیں اور ہزار آدمیوں سے ایک ایک روپیہ جمع کرنا مشکل ہے جیسے کہ تمام ہندوستان کے لوگوں سے ایک ایک پیسہ جمع کیا جائے تو لاکھوں روپئے جمع ہو سکتے ہیں مگر یہ کبھی جمع نہیں کئے جا سکتے۔ تجربہ سے بعض بات چلتی ہوئی نظر نہیں آتی۔ سب سے پہلے جو جملہ اسکی بابت میرے قلب میں آیا ہے وہی جملہ اوّلاً لوگوں کی زبان پر آویگا وہ یہ ہے کہ "میاں سب کھانے کمانے کی باتیں ہیں"۔

(۱۷۹) فرمایا کہ مولوی فتح محمد صاحب تھانوی ؒ نے کئی ہزار روپیہ کی کتابیں جمع کرلیں تعجب
حالانکہ دس بارہ روپیہ ماہوار کی آمدنی تھی مگر وہ گاڑھے کے کپڑے پہنتے تھے اور معمولی رُوکھا سُوکھا
کھانا کھاتے تھے شوق عجیب چیز ہے بس جو کچھ بچتا تھا اوسکی کتابیں ہی خریدتے تھے رفتہ رفتہ
بڑا کتب خانہ جمع کرلیا تھا۔

(۱۸۰) فرمایا کہ مدرسہ امداد العلوم تھانہ بھون میں بھی میری تصانیف کا ایک ایک نسخہ
رہنا چاہیئے۔ پہلے سے کچھ خیال نہیں کیا میں اپنے پاس کی کتابیں مدرسہ مظاہر العلوم کیلئے
وقف کرچکا۔ اللہ مالک ہے شاید یہاں بھی جمع ہوجائیں کوئی بڑی بات نہیں ہے کُل کتابیں
ساٹھ ستّر یا زیادہ کی ہونگی۔

(۱۸۱) فرمایا کہ میں نے آجتک نسبتاً اور مجبوراً بولا ہی نہیں اور نہ لکھا البتہ لفظ مجبوری
تو لکھتا ہوں مگر مجبوراً کا لفظ کبھی نہیں بولا۔

(۱۸۲) فرمایا کہ ماموں شوکت علی صاحب بڑے ظریف تھے ایک طالب علم کو بلایا کہ یہاں آؤ
کچھ کہنا ہے جب وہ آئے تو خود دوسری طرف چلے گئے اور کہا کہ یہاں آؤ پھر جب وہ وہاں آئے
تو آپ اور طرف چلے گئے اور جب وہ طالب علم وہیں پہونچے تو اونسے کہا کہ کان پاس کو لاؤ اور
چپکے سے کان میں کہا کہ "آج ابر ہو رہا ہے" وہ طالب علم بیچارے بولے کہ لاحول ولا قوۃ آپنے
اِسی بات کے لئے مجھے اِتنی دیر اِدہر اُدہر پھرایا۔

(۱۸۳) فرمایا کہ ماموں شوکت علی صاحب سے ایک صاحب راحت علی نے کہا کہ
میں ایک مصرعہ سُناتا ہوں اوسکا دوسرا مصرعہ تم کہدو۔ ماموں صاحب نے کہا کہ کہیئے اونھوں
نے کہا وہ مصرعہ یہ ہے ع شنو دوستو ہے عجب ماجرا۔ ماموں صاحب نے دوسرا مصرعہ
یہ لگایا۔ ع کہ کھایا تھا منڈوا ہگا باجرا۔ راحت علی نے کہا کہ یہ تو تم نے کچھ اچھا نہیں کہا ماموں
صاحب نے کہا کہ عجب ماجرا تو یہی ہے اب چاہے اچھا ہو یا نہ ہو۔ پھر فرمایا کہ راحت علی جیسے شاعر
تھے ویسا ہی ماموں صاحب نے مصرعہ بھی کہدیا۔

(۱۸۴) فرمایا کہ چھوٹا سا سفر گڈھی کا کیا بس اُس سے طبیعت میں تغیر آگیا وہاں ایک
شب چوہوں نے دِق کیا۔ اوپر پھرتے تھے۔ اِسوجہ سے نیند نہیں آئی۔

(۱۸۵) ایک نوواردصاحب نے عشاء کے وقت حضرت والا کے مسجد کے اندر تشریف لیجاتے وقت درکا پردہ اٹھایا۔ فرمایا کہ کیا مجھے فرعون بنانا چاہتے ہو میرے ہاتھ نہیں ہیں کیا میں خود نہیں اُٹھا سکتا ہوں۔ ہمارے یہاں یہ قاعدہ نہیں ہے ہم اسکو بالکل ناجائز سمجھتے ہیں۔ پھر اُن صاحب نے بعد فراغ نماز عشاء حضرت والا سے معافی چاہی۔ حضرت نے اُن صاحب کو اس فعل کا قبیح ہونا خوب اچھی طرح سمجھادیا اور آئندہ کیواسطے ہدایت فرمادی۔

(۱۸۶) ایک حافظ صاحب جوکہ بہت ہی سیدھے ہیں وہ حضرت کے ہمراہ گڈھی گئے تھے واپسی میں سواری میں جگہ نہ تھی لہذا حضرت والا نے ایک اور ہمراہی سے پیسے دلوا دئے کہ حافظ جی بیچارے بیماری کی وجہ سے کمزور ہیں پیدل آنے میں انھیں تکلیف ہوگی یہ ریل سے چلے آوینگے مگر حافظ صاحب نے پیسے تو بچالئے اور پیدل ہی آئے۔ جب وہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت نے دریافت فرمایا معلوم ہوا کہ حافظ صاحب پیدل آئے۔ فرمایا کہ تم نے بُرا کیا بیمار اور کمزور آدمی خواہ مخواہ تکلیف اٹھائی پیسوں کے لالچ میں۔ پھر مزاحاً حافظ جی سے فرمایا کہ اچھا آپنے جب خرچ نہیں کئے تو وہ پیسہ فلاں طالب علم کو واپس کیجئے ابھی لائیے وہ بیچارے جاکر لائے۔ پھر فرمایا کہ کچھ زیادہ دیجئے کیونکہ اُس نے آپکے ساتھ احسان کیا اُنھوں نے کہا کہ زیادہ تو سُود ہو جاویگا فرمایا کہ سُود تو شرط سے ہوتا ہے آپ احسان کے بدلے میں احسان کیجئے۔ اونھوں نے سات کے عوض آٹھ پیسہ دیئے۔ پھر فرمایا کہ حافظ جی سچ بتانا دل بھی دُکھتا ہے آپکا پیسہ دیتے ہوئے یا نہیں اونھوں نے کہا نہیں فرمایا کہ یہ آپنے سچ بولا۔ حافظ جی نے کہا کہ ہاں کچھ کچھ دُکھتا ہے پھر اُن طالب علم سے کہا کہ جب انکا دل دُکھتا ہے تو تم ہرگز نہ لینا پیسہ ورنہ ہضم نہونگے۔ ایک صاحب نے فرمایا کہ ان حافظ صاحب کو یہ پیسے پھر واپس کرنے چاہئیں فرمایا کہ نہیں میں نے تو ہنسی میں منگائے تھے پیسے تو انکی ملک ہیں یہ جو چاہیں سو کریں۔

(۱۸۷) فرمایا کہ ایک طالب علم کتاب دیکھ رہے تھے اوسمیں ہرہ کا لفظ آیا اونھوں نے اوسکا ترجمہ نیچے لکھدیا۔ اسنور پھر سوچا کہ شاید کوئی سنور کو نہ سمجھے اس لئے پھر اوسکے آگے لکھا بالفارسیۃ گربہ پھر خیال کیا کہ شاید کوئی اسے بھی نہ سمجھے اس لئے آگے لکھا بالہندیۃ بلی پھر خیال کیا کہ شاید کوئی لفظ بلی کو بھی نہ سمجھے اس لئے آگے لکھا صورتہا ہکذا اور آگے بلی کی تصویر

بنادی کہ اب تو سب سمجھ لینگے کہ بلی اِس شکل کی ہوتی ہے۔

(۱۸۸) ایک صاحب نے جنکی کہ حضرت مولانا مدظلہ العالی سے قرابت بھی ہے اپنے لڑکے کو جو کہ ماشاء اللہ جوان تھے اور مشکوۃ شریف وغیرہ پڑھتے تھے مدرسہ میں بغرض تعلیم بھیجا کچھ سبق تو اونکے مقرر ہوگئے مگر بعض سبق بوجہ عدم گنجائش نہ مقرر ہوسکے۔ اونکے والد صاحب نے تشریف لانے پر حضرت والا نے فرمایا کہ اب تو گنجائش نہیں ہے مگر آئندہ خیال رکھا جاویگا البتہ مولوی احمد حسن صاحب صبح کو بعد نماز مشکوۃ شریف پڑھاتے ہیں وہ بہت اچھی طرح محنت سے پڑھاتے ہیں اور سند وغیرہ کی بھی تحقیق کرتے ہیں اگر آپکے صاحبزادہ صبح کی نماز یہاں آکر پڑھ لیا کریں تو بعد نماز فوراً شریک ہوسکتے ہیں اگر اور انتظام ہوا بھی تو مشکوۃ شریف اسطرح کوئی نہ پڑھاویگا جسطرح کہ مولوی احمد حسن پڑھاتے ہیں۔ اونھیں مشاغل زیادہ ہیں فرصت بالکل نہیں ورنہ وقت تبدیل کردیا جاتا اُن صاحب نے اسوقت کے نامناسب ہونیکی بابت کہا۔ فرمایا کہ دین کے کام میں ہمت کرنے سے برکت ہوتی ہے آکر دیکھا جائے اگر تحمل نہ ہو تو خیر۔ علاوہ پڑھنے کے اگر ویسے بھی تفریحاً صبح کو چلنے پھرنے کا انتظام کرلیا جائے تو اِنکی تندرستی کے لئے مناسب ہے۔ مگر اُن صاحب نے اِس کے جواب میں بھی کچھ عذر کیا۔ پھر حضرت قبلہ نے فرمایا کہ یہاں پر بعض لوگ عالم ہیں اور وہ اِن کتابوں کو بے تکلف پڑھا سکتے ہیں مگر وہ ذکر و شغل میں لگے ہوئے ہیں اونسے کام لینا خود غرضی کی سی صورت ہے اونھیں تو کتب بینی تک کی ممانعت ہے اور میں اپنے پاس بیٹھنے کی بھی اونھیں بہت کم اجازت دیتا ہوں کیونکہ جو جس کام کے لئے آیا ہے وہ اوسی میں لگا رہنا چاہئے اور یہاں پر جنکے متعلق تعلیم کا کام ہے اونکے پاس پہلے سے سبق مقرر ہیں وہاں گنجائش نہیں اسوجہ سے فی الحال مجبوری ہے۔

۵ ربیع الثانی ۱۳۳۵ھ بروز دوشنبہ

(۱۸۹) ایک صاحب جو کہ گوشت نہیں کھاتے ہیں حاضر خدمت ہوئے فرمایا کہو جی گوشت خوار کیا حال ہے (وہ صاحب بیمار تھے اِس لئے حال پوچھا۔ جامع عفی عنہ) پھر فرمایا کہ گوشت خوار کے یہ معنی ہیں کہ جسکی نظروں میں گوشت خوار ہو۔ (یعنی گوشت اچھا معلوم ہوتا ہو۔ جامع عفی عنہ)

(۱۹۰) حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کا جُبّہ شریف جو جلال آباد کے لوگوں کے پاس ہے اور وہ اوسکو بغرض زیارت تھانہ بھون لائے تھے بعد زیارت ایک صاحب کے دریافت کرنے پر حضرت والا نے فرمایا کہ اسکی سند حدیث کی سی تو ہے نہیں صرف گمان غالب ہوتا ہے اور دل بھی گواہی دیتا ہے کہ یہ جُبّہ شریف حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا ہے۔

(۱۹۱) فرمایا کہ میں پہلے جوانی میں یہ سوچا کرتا تھا کہ جب عمر ڈھل جاویگی تو اور تو کچھ کام ہو نہ سکیگا بس پھر اکرینگے سو اب یہ بھی نہیں ہو سکتا۔

(۱۹۲) فرمایا کہ اپنے مقام پر رہنے سے تو حکام کی طرف سے ایک حد تک ہی نگرانی ہوتی ہے اور سفر میں جانے سے چونکہ ہجوم ہوتا ہے اس سے حکام کو شک ہوتا ہے کہ یہ ذی اثر ہیں۔ اسی لئے میں استقبال کو پسند نہیں کرتا چنانچہ جب کسی کے بُلانے پر سفر کرتا ہوں تو جہاں جانا ہوتا ہے وہیں کا ایک آدمی بُلا لیتا ہوں تاکہ مقام پر پہونچکر سواری وغیرہ کے انتظام میں آسانی ہو اور لوگوں کو استقبال وغیرہ کے لئے آنیکی ضرورت نہ رہے۔ پھر فرمایا کہ دہلی میں ایک مرزا صاحب کی تلاشی ہوئی اونکو چونکہ اہل علم سے تعلق ہے اس لئے علماء کے خطوط بھی نکلے چنانچہ میرے بھی نکلے سب کے خطوط تو پڑھے گئے مگر میرے خطوط کو چھوڑ دیا گیا کہ اسپر تو اطمینان ہے پھر فرمایا کہ یہ مقام چونکہ قریب ہے حالات تو یہاں کے معلوم رہتے ہی ہیں یہاں کوئی مجمع اور کمیٹی وغیرہ تو ہے ہی نہیں۔

(۱۹۳) ایک مولوی صاحب کے پاس ایک خط آیا جسمیں کچھ سخت الفاظ لکھے تھے اونھوں نے حضرت والا سے ذکر کیا کہ میں اونکو جنکے نام سے یہ خط آیا ہے لکھوں کہ اُنھوں نے ایسے الفاظ کیوں لکھے فرمایا کہ اول یہ دیکھنا چاہیے کہ یہ اونکی تحریر ہے یا نہیں اگر آپ خط پہچانتے ہوں تو معلوم ہو سکتا ہے اونھوں نے جواب دیا کہ یہ خط تو کسی دوسرے سے لکھایا گیا ہے فرمایا کہ خواہ مخواہ کسی پر کیوں شُبہ کیا جائے اگر اونکا خط پہچانا جاتا تو اول اُن سے دریافت کیا جاتا کہ آیا اونھوں نے یہ خط بھیجا ہے یا نہیں اگر وہ انکار کریں تو بھی اونسے مخاطبت بیجا ہی مخاطبت تو اونسے جب ہی کیجا سکتی ہے کہ جب اونکی تحریر پہچانی جائے اور وہ اس خط کے بھیجنے کا اقرار کریں پھر فرمایا کہ کسی نے رامپور ضلع سہارنپور سے قاضی انعام الحق صاحب رئیس رامپور کے نام سے ایک خط میں گالیاں مجھے لکھکر بھیجیں میں نے پہچان لیا کہ یہ خط اونکا نہیں ہے اس لئے میں نے

اوسکا تذکرہ ہی کچھ اونسے نہیں کیا کیونکہ اونسے اس خط کے متعلق دریافت کرنے کا کوئی سبب ہی نہیں تھا ہاں اگر اُس خط کی تحریر اونکی معلوم ہوتی تو میں اونسے معلوم کرتا کہ آیا یہ خط تم نے بھیجا ہے نہیں۔ پھر ۸ ربیع الثانی ۱۳۳۵ھ کو ذکر آیا تو معلوم ہوا کہ وہ خط جو مولوی صاحب کے پاس آیا تھا جعلی تھا اور جسطرف اونکا شبہ تھا وہ غلط نکلا۔ اسپر حضرت والا نے فرمایا کہ دیکھئے اگر خط بھیجا جاتا تو اونسے کسقدر ندامت ہوتی کہ خواہ مخواہ اونپر شبہ کیا گیا جب شریعت کو ذرہ برابر چھوڑ دیا جاویگا ضرور کلفت ہوگی آجکل علماء نے بھی معاملات میں شریعت کو چھوڑ دیا ہے بس نماز روزہ میں شریعت پر عمل کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔

۶ ربیع الثانی ۱۳۳۵ھ بروز شنبہ

(۱۹۴) فرمایا کہ مکہ معظمہ کے مدرسہ میں صرف قرآن مجید کی تعلیم بیشک اچھی ہوتی ہے باقی وہاں کا کوئی مولوی فارغ شدہ تو دیکھا نہیں قریباً نصف سال تعلیم ہوتی ہوگی کیونکہ تعطیلیں (ایام حج وغیرہ کی) کثرت سے ہوتی ہیں جو لوگ مکہ معظمہ میں قیام کرنا چاہتے ہیں وہ مدرسہ کے حیلے سے رہتے ہیں۔

(۱۹۵) فرمایا کہ ہمارے ایک عزیز تھے اونھوں نے زیادہ نکلنے کی نیت سے ڈاڑھی منڈائی پھر بڈھے ہوگئے تمام عمر ڈاڑھی نکلی ہی نہیں اللہ میاں کا ایسا قہر نازل ہوا۔ ایسے ہی ایک جی بی خواں طالب علم نے پوچھا ہے کہ نکلنے کی نیت سے ڈاڑھی منڈانا کیسا ہے۔

(۱۹۶) کسی صاحب نے عربی عبارت میں حضرت والا کی خدمت میں خط لکھکر بھیجا اوسمیں بعض غلطیاں بھی تھیں فرمایا کہ عربی میں خط لکھنے کی ایسی ضرورت ہی کیا تھی پھر فرمایا کہ ایک جملہ تو اچھا لکھا ہے مگر بغیر مصلحت عبارت عربی لکھنا کیا ضرور تھا۔ اِس سے بوئے دعویٰ آتی ہے۔

(۱۹۷) فرمایا کہ اب میرا حافظہ پہلا جیسا نہیں رہا دوسرے کاموں میں مشغولی زیادہ ہے جب میں کسی کام کی بابت جسکی اطلاع مجھے پہلے کی گئی تھی یہ کہتا ہوں کہ مجھے یاد نہیں رہا تو لوگوں کو تعجب ہوتا ہے مگر میں کیا کروں مجھپر تو گذرتی ہے میں ہی جانتا ہوں لوگوں کو یقین نہو تو میں کیا کروں۔ (ف) اگر کسی کو حضرت والا سے کسی گذشتہ کام کی نسبت کچھ کہنا ہو تو از سر نو دوبارہ صاف صاف بیان کردینا چاہئے یہ نہ خیال کیا جاوے کہ پہلے تو ہم کہہ ہی چکے ہیں یاد ہوگا اس لئے دوبارہ کہنے کی کیا ضرورت ہے نہیں بلکہ پھر سے پوری بات کہہ دینی چاہئے خواہ تھوڑی دیر پہلے ہی کا قصہ ہو۔

کیونکہ حضرت والا کو بوجہ کثرت کام کے کوئی بات ذرا دیر بھی یاد نہیں رہتی۔

(۱۹۸) فرمایا کہ نفس کی یہ بھی شرارت ہے کہ جس بُرے کام کے کرنے کا پھر ارادہ ہوتا ہی اُس سے توبہ نہیں کرتا یہ خیال رہتا ہے کہ ایک دفعہ اور کر لوں پھر توبہ کرونگا۔

(۱۹۹) ایک طالب علم جو کہ سر میں تیل ملنے کا خاص طریقہ جانتے ہیں جس سے کہ تیل سر میں بالکل کھپ جاتا ہے بہتا بالکل نہیں اونسے حضرت والا نے کہلا کر بھیجا کہ اگر فرصت ہو اور تعلیم کا حرج نہو تو آکر سر میں تیل ملجاویں۔ اونھوں نے جواب میں کہلا کر بھیجا کہ اسوقت فرصت نہیں ہے (یہ بیچارے بے تکلف ہیں اگر فرصت ہوتی ہے تو بے کہے خود آکر تیل ڈالدیتے ہیں۔ جامع عفی عنہ) اس پر حضرت والا نے فرمایا کہ اِن سے میں نے کہا تھا کہ ایک روپیہ ماہوار مجھسے تیل ڈالنے کا لے لیا کرو او نھوں نے جواب دیا کہ اگر اسکا ذکر کروگے تو پھر میں ویسے بھی سر میں تیل ڈالنا چھوڑ دونگا۔

۷ ربیع الثانی ۱۳۵۱ھ بروز چہارشنبہ

(۲۰۰) زنانہ مکان سے اطلاع آئی کہ ذرا دیر کے لئے یہاں ہو جاویں کچھ کہنا ہی حضرت والا نے جواب میں فرمایا کہ جا کر کہدو اِسوقت ڈاک کا کام کر رہے ہیں جو کچھ کہنا ہو لکھکر بھیجدیں۔

(۲۰۱) فرمایا کہ اب جس سے کوئی بات کرنا ہوگی اگر وہ قریب ہو تو بلا واسطہ بات کیا کرینگے درمیان میں واسطہ بھی مضر ہے (کسی ایسے موقع پر یہ ارشاد فرمایا تھا جبکہ واسطہ ہونے سے کسی بات میں کچھ گڑ بڑ ہو گئی تھی اور اصل مطلب کے سمجھنے میں غلطی واقع ہو گئی تھی)

(۲۰۲) فرمایا کہ ایک غیر مقلد نے میرے ایک مضمون میں میرے نام کیساتھ لفظ حنفی لکھا ہوا دیکھکر مجھسے سوال کیا کہ اپنے نام کے ساتھ حنفی لکھنے کی کیا ضرورت ہے میں نے جواب دیا کہ ہندوستان میں اپنے نام کے ساتھ حنفی لکھنے کی اس لئے ضرورت ہے تاکہ لوگ غیر مقلد نہ سمجھیں یہ جواب سُنکر وہ خاموش ہو گئے۔

(۲۰۳) فرمایا کہ ابو بکر رشیدی مطوّف نے نواب صاحب کی دعوت کی ساتھ میں بیگم صاحب بھی بُرقع اوڑھے ہوئے مطوّف صاحب کے مکان پر گئیں گرمی کا موسم تھا نواب صاحب نے اپنے بالائی کپڑے اوتار کر علحدہ کو رکھدئے۔ مطوّف صاحب بیگم صاحب سے یہ کہنا چاہتے تھے کہ آپ بھی اپنے زائد کپڑے اوتار دیجئے تاکہ گرمی کی تکلیف سے نجات ہو اور بجائے لفظ کپڑے کے

جامہ کا لفظ بولنا چاہئے تھا مگر بوجہ عدم مہارت اُردو کے بجائے جامہ کے پائجامہ یاد رہ گیا کہنے لگے بیگم صاحب آپ بھی پاجامہ اوتار دیجئے یہ سُنکر نواب صاحب غصّہ کے مارے سُرخ ہو گئے تب وزراء وغیرہ نے سمجھایا کہ غلطی سے یہ لفظ نکلا ہے کیونکہ انھیں اُردو بولنے کی مہارت نہیں ہو۔

(۲۰۴) فرمایا کہ ایک صاحب نے کسی بنئے سے روپیہ قرض لیکر مکان بنوایا جب عرصہ ہوگیا تو مہاجن نے اپنا روپیہ طلب کیا بہت دنوں تک تو وہ وعدے کرتے رہے آخر کار اوسنے ایکدن سخت تقاضا کیا اس پر اونھوں نے مزدوروں سے بُلا کر کہا کہ اِس مکان ہی کو گرادو جب مکان گر گیا تو مہاجن سے کہا کہ لو تم بہت روپیہ مانگا کرتے تھے ہم نے تمھارے روپیہ کا مکان ہی نہیں رکھا تمھارے روپیہ سے جو مکان بنا تھا وہ ہی ہم نے گروا دیا بس قصّہ ختم ہوا۔

(۲۰۵) ایک بیوہ عورت کا خط آیا تھا اوسمیں لکھا تھا کہ ایک شخص نے مجھسے آکر کہا کہ دیکھو ہماری تمھاری بڑی بدنامی ہو رہی ہے لوگ کہتے ہیں کہ فلاں عورت فلاں شخص کو قبول نہیں کرتی اور وہ شخص اُس عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہے یہ سُنکر میں نے اُس مرد سے کہا کہ اچھا یہ بات ہے تو جاؤ میں نے نکاح کرلیا اُسوقت گواہ بھی موجود تھے تو نکاح ہو گیا یا نہیں۔ پھر اُس عورت نے یہ بھی لکھا تھا کہ اُس شخص کے ایک عورت اور بھی ہے اور میرے عزیز و اقارب یہ خبر سنکر سخت ناخوش ہوں گے اب میں کیا کروں سخت پریشان ہوں حضرت والا نے جواب تحریر فرمایا کہ جب نکاح ہو گیا تو اب میں کیا بتاؤں پھر زبانی یہ فرمایا کہ اگر نکاح کرنا ناگوار ہوتا تو اُسکی مخالفت کی جاتی یعنی یہ کہا جاتا کہ جاؤ میں نہیں کرتی نہ کہ یہ کہا جاتا کہ جاؤ میں نے کرلیا یہ موافقت کی دلیل ہے کہ نکاح کرنا ناگوار ہی نہ تھا۔

۸ ربیع الثانی ۱۳۳۵ھ بروز پنجشنبہ

(۲۰۶) بعض شیعوں نے کچھ سوالات لکھکر حضرت والا کی خدمت میں بھیجے اول تو اوپر حضرت مولانا خلیل احمد صاحب کا نام تحریر تھا پھر مولانا موصوف کا نام کاٹکر حضرت والا کا نام لکھا تھا اور یہ بھی لکھا تھا کہ ترجیحاً آپکے پاس بھیجے جاتے ہیں حضرت والا نے پھر حضرت مولانا سہارنپوری ہی کا حوالہ دیا اور یہ تحریر فرمایا کہ مولانا سہارنپوری ہی کو اسمیں مہارت ہے وہیں سے پوچھئے وہیں سے جواب ملیگا۔

(۲۰۷) فرمایا کہ طبیبوں کی صحبت بہت خراب ہوتی ہے تقوے کا محفوظ رہنا اونکی صحبت میں مشکل ہے۔ اِنکی مجلس میں ہر قسم کے لوگ آتے ہیں بے حیائی اسقدر ہوتی ہے کہ بازاری عورتوں سے ہنسی مذاق کی باتیں کرتے ہیں۔ حکیم محمود خاں صاحب کے خاندان کے ایک حکیم تھے وہ طوائفوں کو اپنے مطب میں نہیں آنے دیتے تھے لوگ اونھیں مُلّا کہتے تھے۔

(۲۰۸) فرمایا کہ حضرت حاجی صاحبؒ کے یہاں کسی کے حق میں کسی کی شکایتی روایت قبول ہی نہ ہوتی تھی خواہ راوی کیسا ہی ثقہ کیوں نہو اس لئے تمام متعلقین بیفکر رہتے تھے کہ ہماری طرف سے حضرت کا دِل کوئی پھیر ہی نہیں سکتا۔ حضرت حاجی صاحبؒ سب سُن سُناکر یہ فرما دیا کرتے کہ نہیں وہ شخص ایسے آدمی نہیں ہیں یہ وجہ ہوگی وہ وجہ ہوگی ہمیشہ تاویلیں کیا کرتے تھے۔ پھر فرمایا کہ اب تو مشائخ و علمار کے یہاں ایک دوسرے کی باتیں خوب لگائی جاتی ہیں۔

(۲۰۹) فرمایا کہ باطن کے بعض امور ایسے ہیں کہ وہ مرض نہیں مگر لوگ خواہ مخواہ اونکو مرض سمجھتے ہیں مثلاً خیالات آنے کو لوگ بُرا سمجھتے ہیں اور جو سمجھایا جاوے کہ اِس سے کچھ حرج نہیں تو سمجھانے سے مانتے نہیں بلکہ یہ خیال کرتے ہیں کہ ویسے ہی ٹال دیا ہے۔ اِسکی تو ایسی مثال ہے جیسے کوئی طبیب سے کہے کہ حکیم جی جب میں دھوپ میں چلتا ہوں تو میرا بدن گرم ہو جاتا ہے مجھے یہ مرض ہے اور حکیم جی شفقت سے یہ جواب دیں کہ بھائی یہ مرض نہیں ہے مگر وہ کہے کہ نہیں حکیم جی یہ تو مرض ہے۔

(۲۱۰) فرمایا کہ جن شخصوں میں ذرا شوخی ہوتی ہے جسکو عرف میں چھچھورپن کہتے ہیں وہ نفس کے مُردہ اور روح کے زندہ ہوتے ہیں ہنستا بولتا آدمی اچھا۔ متانت مصنوعی روح کے مُردہ اور نفس کے زندہ ہونیکی دلیل ہے ایسے شخصوں میں کبر ہوتا ہے۔ اور شوخ طبیعت میں کبر نہیں ہوتا۔

۹ ربیع الثانی ۱۳۳۵ھ بروز جمعہ

(۲۱۱) فرمایا کہ جب کسی مریض کی طرف سے مایوسی ہو جاتی ہے تو لوگ کہتے ہیں کہ اللہ ہی کے نام پر پڑا ہوا ہے یعنی ناامیدی میں تو اللہ کی سپرد کرتے ہیں اور جہاں امید ہوتی ہے وہاں اللہ کی سپرد نہیں کرتے۔ خدا کے سامنے سامان و اسباب کیا چیز ہیں۔ پھر فرمایا کہ اسی طرح ایک بڑا دبی یہ کرتے ہیں کہ کسی واقعہ کو نامناسب بے موقع قرار دیکر اوسکے وقوع کے متعلق فیصلہ کرتے ہیں کہ اچھی

خدا تعالیٰ کی ذات بے پرواہ ہے اصل میں یہ ترجمہ ہے غنی کا اور غنی کے معنی غیر محتاج کے ہیں مگر لوگ اسکا مطلب مصلحت کی رعایت نکرنے والے کا سمجھتے ہیں کہ جو جی میں آیا کر دیا جسکو چاہا مار ڈالا۔ جسپر جو چاہا کر دیا کچھ انتظام اور قاعدے مقرر نہیں ہیں (نعوذ باللہ منہ) حالانکہ غنی کا یہ مطلب نہیں ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اللہ پاک کی ذات غیر محتاج ہے نہ اوسکو کسی کی عبادت سے نفع پہنچتا ہے اور نہ کسی کی سرکشی سے ضرر پہنچتا ہے اسی طرح اکثر لوگ بالکل معمولی بات سمجھکر اپنے اوپر الزام مٹانے کو اپنے محاورہ میں کہہ دیتے ہیں کہ کیا کریں قسمت میں یوں ہی لکھا تھا۔ اِس کہنے کا تو گویا یہ مطلب ہوا کہ ہماری خطا نہیں نعوذ باللہ حقتعالیٰ پر الزام ہے کہ اُنھوں نے اِسی طرح تجویز کر دیا کیونکہ تقدیر کے معنی یہی ہیں یہ بھی بڑی سخت بات ہے مگر خیال نہیں کیا جاتا وجہ یہ ہے کہ حقتعالیٰ کی عظمت قلب کے اندر نہیں اگر لوگ خدا تعالیٰ کی عظمت کا دھیان باندھا کریں تو قلب میں عظمت خداوندی پیدا ہو جاوے اور ایسی غلطیاں نہوں۔

(۲۱۲) فرمایا کہ ایک مرتبہ انشاء اللہ خاں شاعر نواب سعادت علیخاں کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے اور سر کھلا ہوا تھا نواب صاحب نے سر پر ایک چپت لگایا انشاء اللہ خاں کی نظر نیچے کو تھی مگر چپت کھا کر بھی گردن نیچی ہی رکھی اوپر کو نہیں اوٹھائی۔ اور نہ اونکو ہنسی آئی۔ گردن جھکائے ہوئے ہی یہ کہا کہ واقعی جو بزرگوں کا کہنا نہیں مانتا اوسکو یہی سزا ملتی ہے اللہ بخشے والد صاحب کو وہ کہا کرتے تھے کہ ننگے سر کھانا نہ کھانا چاہیئے ورنہ شیطان سر میں چپت لگاتا ہے یہ کہکر بالکل ہنسے نہیں اور نہ نظر اوپر کو کی گویا کہ نواب صاحب کے چپت مارنیکی خبر ہی نہیں ہے۔

(۲۱۳) فرمایا کہ آجکل ہم لوگوں کی معاشرت نئے طرز کی ہو گئی ہے اگر مہمان سے قیام کی مقدار پوچھی جائے تو اِسکو خلاف تہذیب سمجھا جاتا ہے اِسی طرح بعض مہمان بطور خود کھانے کا انتظام کرتے ہیں مگر میزبان کو اطلاع نہیں کرتے۔ میزبان بیچارہ سامان کر کے کھانا تیار کرتا ہے وقت پر کہہ دیتے ہیں کہ صاحب ہمارے ساتھ تو کھانا موجود ہے اِس سے میزبان کو کسقدر تکلیف اور اوسکا کتنا نقصان ہوتا ہے چنانچہ ایک صاحب جو کہ میرے یہاں مہمان تھے اپنے ساتھ کھانا لائے تھے مگر اونھوں نے اپنے پاس کھانا موجود ہونے کی مجھے اطلاع نہیں کی جب کھانا نکالنے کا وقت آیا تو اپنا کھانا کھولکر بیٹھے میں نے کہا کہ آپنے مجھے اطلاع کر دی ہوتی کہ میرے پاس کھانا موجود ہے

تو مضائقہ نہ تھا اب چونکہ آپ نے اطلاع نہیں کی اور مجھے تکلیف دی لہذا اس کھانے کو کہیں اور جاکر کھائیے یہاں نہ کھائیے۔ پھر فرمایا کہ جب میں سفر کو جاتا ہوں اور سہارنپور میں کچھ قیام کرنا ہوتا ہے اور اوسی عرصہ میں کھانے کا وقت ہو تو پہنچتے ہی میں اطلاع کر دیتا ہوں کہ کھانا ہمارے ساتھ موجود ہی یا یہ کہ فلاں جگہ کھائینگے اور اگر ہمراہ ہو تو جاتے ہی میزبان کے گھر بھجوا دیتا ہوں اور کہلا بھیجتا ہوں کہ اسکو رکھ لیا جاوے۔ اور اپنے یہاں کا کھانا بھیجدیا جاوے یا دونوں کو ملا ملا کر استعمال کر لیا جاوے۔ اس سے اونھیں بھی تکلیف نہیں ہوتی ورنہ جلدی میں اگر کھانا تیار کرایا جاوے تو سخت پریشانی ہو۔ اور اسطرح کھانا ساتھ لیجانے سے میزبان کی اہانت بھی نہیں ہوتی کیونکہ میزبان کا کھانا بھی تو استعمال میں آتا ہے۔ پھر فرمایا کہ بعض لوگ ایسا کرتے ہیں کہ خود تو میزبان کے یہاں کھاتے ہیں اور ساتھ کا کھانا کتوں وغیرہ کو ڈالدیتے ہیں افسوس رزق کی ایسی بے قدری کہ آدمی کو نہ کھلایا جاوے خواہ کتے کھاویں اگر وہ کھانا میزبان کے یہاں بھیجدیا جاوے تو کیا حرج ہے۔ اسی سلسلہ میں فرمایا کہ میں نے تو محلہ میں کہدیا ہے کہ جب کسی کے یہاں ساگ پکا کرے تو میرے لئے بھیجدیا کرو غریب بیچارے اس بات سے بہت ہی خوش ہیں کہ ہماری بہت ہی خاطر کرتے ہیں کہ جو بے تکلف سالن قبول فرما لیتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ کڑھائے کی دال بڑے مزے کی ہوتی ہے غریبوں میں شادی وغیرہ میں کڑھائی میں پکتی ہے مجھے جب اطلاع ہوتی ہے تو میں خود منگوا لیتا ہوں۔

۱۰ ربیع الثانی ۱۳۴۵ھ بروز شنبہ

(۲۱۴) فرمایا کہ حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی کے ایک مرید تھے اونکو وسوسہ ہوا کہ یہاں کی تعلیم تو معلوم کر لی اور بھی تو مشہور مشائخ ہیں اور اللہ کا نام کسی سے پوچھنے میں حرج نہیں ہی لہذا اور جگہوں کا بھی رنگ ڈھنگ چلکر دیکھنا چاہیئے مگر اس خیال کو پیر سے ظاہر کرتے ہوئے حجاب مانع تھا شیخ نے یا تو کشف سے یا قرائن سے معلوم کر لیا۔ ایک موقع پر اونکو فرمایا کہ بھائی حقتعالیٰ کا ارشاد ہے سیروا فی الارض۔ لہذا تم اگر کچھ عرصہ ادہر ادہر پھر آؤ تو تفریح بھی ہو جاویگی اور مختلف مشائخ کی زیارت و برکات سے بھی مشرف ہو جاؤگے اور اسوقت میں اگر کسی سے اللہ کا نام بھی پوچھ لو تو کچھ حرج نہیں ہے یہ مرید دل میں خوش ہوگئے کہ اچھا ہوا

شیخ سے حجاب بھی نہ ٹوٹا اور کام بھی بنگیا رخصت ہو کر روانہ ہوئے جہاں حبس شیخ کے پاس بھی
گئے سب نے وہی پاس انفاس کا شغل بتایا جو کہ ابتداء میں شروع کرایا جاتا ہے یہ بہت گھبرا
کہ جسکے پاس جاتا ہوں وہ ابتداء ۔ الف ۔ بے ۔ تے ۔ سے ہی کراتا ہے اور پچھلا کیا کرایا سب
بیکار ہو جاتا ہے آخر شرمندہ ہو کر پھر شیخ گنگوہیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور توبہ کی شیخ نے
فرمایا کہ کیوں بھائی اب تو سب جگہ دیکھ آئے اب تو تسلی ہوئی بس دُور کے ڈھول ہی سہانے
معلوم ہوتے ہیں ۔ اب ایک طرف گوشہ میں بیٹھکر اللہ کا نام لو اور طبیعت کو یکسو رکھو۔

(۲۱۵) فرمایا کہ حضرت شیخ عبدالباریؒ کی خدمت میں دو شخص بغرض بیعت حاضر ہوئے
شیخ نے اونکے اعتقاد کی جانچ کے لئے فرمایا کہ اگر ہم خلاف شرع کام کا حکم دیں تو کرو گے اونمیں
سے ایک نے جواب دیا کہ صاحب خلاف شرع کام تو میں نکرونگا دوسرے نے کہا کہ ہاں ہیں کرونگا
شیخ نے دوسرے کو تو بیعت فرمالیا اور پہلے کو صاف انکار کر دیا ۔ وہاں سے جب علحدہ ہوئے
تو پہلے نے دوسرے سے پوچھا کہ بھائی تم نے خلاف شرع کام کرنے کا اقرار کس تاویل سے کر لیا
اُس نے جواب دیا کہ میں نے یہ خیال کیا کہ شیخ کامل کبھی خلاف شرع کام کیواسطے کہہ ہی نہیں
سکتا لہذا مجھے کبھی ایسی نوبت ہی نہ آویگی ۔ پس میں نے خلاف شرع کام کرنے کا اقرار نہیں
کیا بلکہ اونکے شیخ کامل ہونے کا پورا یقین کیا کہ وہ کبھی ہرگز ایسا کر ہی نہیں سکتے کہ خلاف
شرع کام کا حکم دیں ۔ اور میرا یہ کہنا کہ اگر آپ خلاف شرع کہیں گے تو کرلونگا یہ تعلیق المحال
بالمحال ہے اس سے میرا عزم امر غیر مشروع کا لازم نہیں آتا ۔

۱۲ ربیع الثانی ۱۳۵۰ھ بروز دوشنبہ

(۲۱۶) ایک زمیندار صاحب نے گاؤں سے بارش کے دن حضرت والا کی خدمت
میں کھیر ہنڈی کے گھڑے میں ایک مزدور پر رکھوا کر بھیجی وہ آدمی بیچارہ قریب تھانہ بھون کے آخر
کیچڑ کی وجہ سے گر گیا ۔ کھیر بھی سب گر گئی وہ بیچارہ کیچڑ ملی ہوئی کھیر لیکر آیا اور پرچہ جو زمیندار
صاحب نے دیا تھا پیش کیا ۔ حضرت والا نے بہت افسوس فرمایا کہ بیچارے غریب کے چوٹ بھی
لگی اور کھیر بھی رخصت ہوئی ایسے میں تنہا چلنا مشکل ہے نہ کہ بوجھ لیکر چلنا تو سخت ہی دشوار ہے
ایسی بارش میں بھیجنا سخت بیرحمی ہے ۔ پھر فرمایا کہ زمینداری میں کچھ قساوت ہو ہی جاتی ہے ۔

پرچہ میں اونھوں نے رسید مانگی تھی حضرت والانے تحریر فرمایا کہ بجائے رسید کے نصیحت بھیجتا ہوں کیونکہ کھیر تو گر کر ختم ہوگئی پھر دوسرے دِن اوسی شخص کو اونھوں نے دوبارہ کھیر لیکر بھیجا۔ حضرت والانے اُس مزدور سے دریافت فرمایا کہ کھانے کو کچھ پیسے بھی دئے ہیں یا نہیں اُس نے جواب دیا کہ نہیں دئے۔ حضرت والانے اُس مزدور کو اپنے پاس سے پیسے دئے اور اُن زمیندار صاحب کو تحریر فرمایا کہ اِس بیچارے کے کھانیکا بھی خیال نہیں کیا۔

(۲۱۷) فرمایا کہ ثقات وغیر ثقات سب اکثر دوپہر ہی کو مِلنے آتے ہیں حالانکہ وہ آرام کا وقت ہے۔ ایک صاحب کی نسبت فرمایا کہ وہ کرنال سے آئے اور دوپہر کو تو جو کہ بیٹھنے کا وقت نہیں تھا بیٹھے رہے مگر اوسوقت میں نے اونسے عذر کردیا پھر ظہر کی نماز تک مقیم رہے اور بعد نماز ظہر جو کہ بیٹھنے اور اطمینان سے بات چیت کرنے کا وقت تھا رخصت ہوگئے۔

(۲۱۸) فرمایا کہ مولانا فتح محمد صاحب کی صحبت میں دین کی محبّت ہو جاتی تھی اور ایسے بے نفس تھے کہ ایک ولایتی طالب علم مولوی صاحب پر خفا ہوئے اور کہا کہ تم کافر ہو۔ مولانا نے فرمایا کہ بھائی جب میں کافر ہوں تو مجھسے پڑھتے کیوں ہو۔ اُن ولایتی نے جواب دیا کہ فن سیکھنے میں کچھ حرج نہیں ہے۔

ف۔ اِس قصہ سے مولانا فتح محمد صاحبؒ کا وسیع الاخلاق ہونا ثابت ہوتا ہے کہ شاگرد سے کافر کا لفظ سُن لیا اور پرواہ نہ کی۔ پھر حضرت والانے یہ بھی فرمایا کہ آخر میں ایک اور جوان ولایتی طالب علم مولانا فتح محمدؐ صاحب کی خدمت میں آگئے تھے اونکے ڈر کے مارے وہ پہلے ولایتی بھاگ گئے۔ وہ مولوی صاحب کو بہت تکلیف دیا کرتے تھے (جامع عفی عنہ)

(۲۱۹) فرمایا کہ میر سید شریف صاحب کسی عالم سے پڑھنے گئے اونھوں نے فرمایا کہ ایک اشرفی روز دیا کرو تب پڑھاؤنگا اور جس دِن اشرفی نہ دوگے اُس دِن سبق کا ناغہ ہوگا۔ اُن بیچارے نے کوشش کر کے بادشاہ تک اطلاع کرائی آخر کار وہاں سے ایک اشرفی روز اونکو مِلنے لگی۔ جب وہ اوستاد کی خدمت میں ایک اشرفی لاکر پیش کرتے تھے تب سبق پڑھتے تھے آخر کار جب فارغ ہو چکے تو اوستاد نے وہ سب اشرفیاں جو جمع کر رکھی تھیں لاکر ڈھیر کی ڈھیر اونکے سامنے ڈالدیں کہ لو بھائی یہ تمھاری اشرفیاں موجود ہیں میں نے صرف اِس غرض سے یہ انتظام کیا تھا

تاکہ تمھیں علم کی قدر ہو اور خوب محنت سے مطالعہ کرکے پڑھو اور یاد کرو کیونکہ جو چیز بے محنت حاصل ہوتی ہے اوسکی قدر نہیں ہوا کرتی۔

(۲۲۰) فرمایا کہ ایک نابینا غیر مقلد نے کہیں وعظ کہا اوسمیں یہ بیان کیا کہ لوگوں نے تاویلیں کرکے دین کو خراب کردیا۔ تاویلوں کی کچھ ضرورت نہیں بس ظواہر پر عمل کرنا چاہئے ایک صاحب نے اونھیں خوب جواب دیا کہ اچھا میں کہتا ہوں کہ تم دوزخی ہو اور یہ قرآن شریف کی اس آیت سے ثابت ہے ومن کان فی ہذہ اعمی فہو فی الآخرۃ اعمی۔ چونکہ تم نابینا ہو اس لئے اس آیت کے موافق دوزخی ہو اُن غیر مقلد نے جواب دیا کہ یہاں اسکا یہ مطلب نہیں ہے اُن صاحب نے کہا کہ یہ آپ تاویل کیوں کرتے ہیں ظاہر پر عمل کیجئے۔ آپ تو فرما چکے ہیں کہ ظاہر پر عمل کرنا چاہئے۔ پس موقع محل کا دیکھنا تو معنی کے اندر بقول آپکے ضروری ہے ہی نہیں۔ اسپر وہ غیر مقلد خاموش ہوکر شرمندہ ہوئے۔

۱۴ ربیع الثانی ۱۳۳۵ھ بروز چہار شنبہ

(۲۲۱) ایک صاحب کا جو کہ سرکاری ملازم ہیں خط آیا تھا جسمیں اونھوں نے لکھا تھا کہ سرکاری رقم کے حساب میں کچھ غلطی ہوگئی ہے جسکی وجہ سے جُرم قائم ہونے کا اندیشہ ہے دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ رحم فرماکر اس سے نجات دیں اسپر حضرت والا نے فرمایا کہ شریعت میں بھول چوک بالکل معاف ہے اور قانون میں جُرم قائم ہوتا ہے اور خطا و نسیان کی رعایت نہیں کیجاتی اسپر بھی لوگ قانون شرعی کو قانون مُلکی کے تابع بنانا چاہتے ہیں اور قانون شرعی کو خاص رحمت خداوندی سمجھکر شکر نہیں کرتے۔ افسوس حق تعالیٰ کی شفقت کی قدر نہیں ذراسی تکلیف میں شکایتوں کے پُل باندھ دیتے ہیں۔

۱۵ ربیع الثانی ۱۳۳۵ھ بروز پنجشنبہ

(۲۲۲) فرمایا کہ مولانا محمد یعقوب صاحبؒ جب مخاطب کو افسردہ پاتے تو تقریر بالکل بند کردیتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک مدار المہام صاحب نے ایک آیت کی تفسیر پوچھی مولانا نے بیان فرمائی وہ سُنکر خاموش ہوگئے اور کچھ جواب نہیں دیا کہ آیا سمجھ گئے یا کچھ شبہ ہے مولانا بہت ناخوش ہوئے پھر حضرت والا نے فرمایا کہ مجھے بھی جب مخاطب سے بات کا جواب نہیں ملتا تو سخت خلجان ہوتا ہے

اسی طرح وعظ میں اگر میرے سامنے کوئی ایسا شخص بیٹھا ہو کہ جو مضامین کو سمجھتا نہو یا اوسکے طرز سے بے توجہ ہونا پایا جاتا ہو تو مجھسے پھر اوسوقت تک بیان نہیں ہوتا جبتک کہ وہ سامنے سے اوٹھکر چلا نہ جاوے۔

(۲۲۳) کسی کام کی پیشگی اُجرت لینے کے تذکرہ میں فرمایا کہ پیشگی لینے کے بعد کام پورا کرنا مشکل پڑجاتا ہے اور بیگار کی طرح پورا کیا جاتا ہے اس لئے پیشگی لینا ٹھیک نہیں چڑھا کر لینے میں خوشی زیادہ ہوتی ہے۔

(۲۲۴) فرمایا کہ گنگوہ کے ایک مدرسہ میں عوام غریب لوگوں کے بچوں کو تعلیم میں اسوجہ سے شریک نہیں کیا جاتا کہ ہمارے لڑکوں کے اخلاق جولاہے تیلیوں کے بچوں کی صحبت میں بگڑ جاوینگے یہ بڑی سخت کبر کی بات ہے۔ اپنے آپ کو بہت بڑا سمجھنا اور بیچارے غریبوں کو حقیر ذلیل سمجھنا بڑے سخت تکبر کی بات ہے۔

(۲۲۵) فرمایا کہ جب کسی دوسرے شخص سے تقریر کرے تو اسکا خیال کرکے تقریر کرے کہ اگر یہی تقریر مجھسے کیجاتی تو میں سمجھ جاتا یا نہیں۔ ہمیشہ تقریر صاف اور کافی ہونی چاہیے۔

۱۶ ربیع الثانی ۱۳۳۵ھ بروز جمعہ

(۲۲۶) سندھ سے ایک خط حضرت مدظلہ العالی کی خدمت میں آیا کہ یہاں سے ایک اخبار نکلنے والا ہے اوسمیں یا تو اپنا مضمون دیا کیجیئے یا کوئی اپنا وعظ دیدیجیے کہ وہی تھوڑا تھوڑا نکالا جاوے۔ اسپر حضرت والا نے فرمایا کہ جب تک پرچہ کی حالت دیکھ نہ لیجاوے کہ اوسمیں کس قسم کے مضامین نکلتے ہیں اوسوقت تک اپنا مضمون دینا مناسب نہیں کیونکہ مضمون کے ہونے سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ یہ اخبار اونکا بھی پسندیدہ ہے تب تو اونکا مضمون اسمیں طبع ہوا۔

(۲۲۷) فرمایا کہ ایک جگہ کی تھوڑی تنخواہ کی ملازمت کو محض دوسری جگہ کی زیادت کی وجہ سے چھوڑنا جبکہ اُس قلیل تنخواہ میں گذر بھی ہو جاتا ہو خدا تعالیٰ کی ناشکری ہے۔ جب میں کانپور میں تھا تو ایک جگہ سو روپیہ کی تنخواہ پر مجھے بلایا گیا۔ اُسوقت مجھے کانپور میں چالیس روپیہ ملتے تھے۔ میں نے جواب لکھدیا کہ جو شخص ایک جگہ کام کر رہا ہے اوسکا وہاں سے ہٹانا مناسب نہیں ہے جو شخص بیکار ہو اوسکو بلا کر آپ رکھیں تاکہ اوسکی حاجت رفع ہو اور اگر میں آپکے یہاں

آ بھی جاؤں تو آپ کو میرے اوپر اعتماد نکرنا چاہیئے کیونکہ جو شخص زیادتی کیوجہ سے آپ کے یہاں آیا ہے اگر اوسکو اس سے زیادہ کہیں ملینگے تو وہ وہاں چلا جاویگا۔ اسی سلسلہ میں فرمایا کہ جو جو صاحب مدرسہ امداد العلوم سے تعلق چھوڑکر دوسری جگہ زیادتی تنخواہ دیکھکر گئے اونکو جمعیت تو نصیب ہوئی نہیں۔ حالانکہ جمعیت بڑی چیز ہے۔ سلطنت کی بھی اس کے سامنے کچھ حقیقت نہیں کہ قلب مطمئن ہو۔

(۲۲۸) فرمایا کہ جب حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کا جُبّہ شریف تھانہ بھون میں آتا ہے تو میں اوسکے قیام گاہ کی طرف کو پیر نہیں پھیلاتا بوجہ ادب کے۔ اس سے کوئی یہ شبہ نکرے کہ قرآن شریف کا اتنا احترام نہیں کیا جاتا اس سے جُبّہ شریف کے احترام کی زیادتی کلام مجید پر لازم آتی ہے فرمایا کہ اسکا یہ جواب ہے کہ قاعدہ ہے کہ نئی چیز کا احترام طبعی طور پر زیادہ ہوتا ہے مثلاً کچھ لوگ اپنے شیخ کی خدمت میں بیٹھے ہوں اور کوئی دوسرے بزرگ آجاویں اور لوگ اوٹھکر اونسے مصافحہ کرنے کے لئے چلے جاویں تو اسمیں کچھ حرج نہیں دوسری بات یہ ہے کہ جُبّہ شریف تو کبھی کبھی آجاتا ہے اوسکا یہ احترام ہم کرسکتے ہیں اور قرآن مجید کا اسقدر احترام نہیں کرسکتے کیونکہ وہ ہمارے پاس ہر وقت موجود ہے۔

(۲۲۹) فرمایا کہ ایک مشہور ادیب نے آجکل عربی زبان بگڑ جانیکی یہ حکمت بیانکی کہ چونکہ ترقی کا زمانہ ہے اگر عربی زبان کی فصاحت و بلاغت بھی ترقی کرتی تو قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت کا اعجاز باقی نہ رہتا اس لئے اللہ پاک نے (نعوذ باللہ منہ) زبان عربی کی فصاحت و بلاغت کی ترقی کو مسدود فرمادیا۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ اگر بے شمار قیامتیں بھی ہوجاویں اور عربی زبان چاہے جتنی ترقی کرے مگر قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت اس درجہ کی ہے کہ طاقت بشریہ سے خارج ہے نہ یہ کہ وہ ترقی کرکے قرآن مجید کی بلاغت و فصاحت تک پہونچے۔ معجزہ کے تو یہی معنی ہیں کہ وہ بات طاقت بشری سے خارج ہو۔

(۲۳۰) فرمایا کہ جس امر میں شرعاً گنجائش ہو اوسکے صدور سے دوسرے شخص کو سختی کے ساتھ اجتناب کا حکم کرنا یہ آداب احتساب کے خلاف ہے لطف سے بھی تو یہ کام ہوسکتا ہے مگر اسبات کا خیال کرنا اور اوسپر عمل کرنا بڑے متبحر عالم کا کام ہے۔

۱۷ ربیع الثانی ۱۳۳۵ھ بروز شنبہ

(۲۳۱) فرمایا کہ ایک مرتبہ شاہ فضل الرحمن صاحبؒ فرماتے تھے کہ میں بیمار ہوا اور ڈرا کہ کہیں میں مر نہ جاؤں مجھے مرنے سے بہت ڈر لگتا ہے پھر آرام ہونے کے بعد فرمایا کہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا خواب میں تشریف لائیں اور اونھوں نے مجھے سینہ سے لگالیا میں اچھا ہوگیا۔ بعدہٗ حضرت قبلہ نے فرمایا کہ پہلے آدمی کیسے سچے اور سیدھے سادے ہوتے تھے کوئی بات بنا کر نہیں کہتے تھے اصلی بات ظاہر کر دیتے تھے نہ کسی بات کا دعویٰ کرتے تھے آجکل تو لوگ کہہ دیتے ہیں کہ کیا پرواہ ہے مرنا کی موت تو وصل ہے مرنے سے کیا ڈرنا۔

(۲۳۲) فرمایا کہ حضرت حاجی صاحبؒ کے یہاں مثنوی شریف کے سبق کے بعد روز دعا ہوا کرتی تھی۔ لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت کیا دعا مانگا کریں۔ فرمایا کہ یہ دعا کیا کرو کہ جو کچھ اسمیں لکھا ہے وہ ہمیں بھی حاصل ہو جاوے۔

۱۸ ربیع الثانی ۱۳۳۵ھ بروز یکشنبہ

(۲۳۳) فرمایا کہ دُنیا کو آدمی جسقدر مختصر رکھے اوسی قدر راحت ہے۔

(۲۳۴) ایک صاحب نے جو کہ تعویذ مانگنے آئے تھے بعد لینے تعویذ کے عرض کیا کہ حضرت اگر اجازت دیں تو میں کھال کی جانماز بغرض استعمال حضور والا کے بھیجدوں فرمایا کہ میں خود ایسی چیزوں کو اگر آجاتی ہیں تو فروخت کر دیتا ہوں علاوہ اس کے حدیث شریف میں درندوں کی کھال کے اِستعمال سے تو منع فرمایا ہی گیا ہے مگر معلوم ہوا کہ طبًّا اور جانوروں کی کھالوں (مثلاً ہرن وغیرہ) پر بیٹھنے سے بھی بعض قویٰ کو نقصان پہنچتا ہے۔

(۲۳۵) فرمایا کہ میں بچّوں کو خط میں دُعا بھی لکھدیتا ہوں اونکی طیب خاطر کیلئے مگر اوّل سلام بھی لکھدیتا ہوں کیونکہ سُنّت ہے سلام کو نہیں چھوڑتا۔ عبارت کی ترتیب یہ ہوتی ہے السلام علیکم بعد دعا کے واضح ہو۔

(۲۳۶) فرمایا کہ ایک شخص کا نام تھا محمّد نبی اونکا مقدمہ کسی یورپین جج کے اجلاس میں تھا تاریخ کے دِن پیشی کے وقت نام پوچھا گیا تو مستغیث نے محمّد نبی نام بتلایا جج صاحب نے کہا کہ اپنا نام بتاؤ محمّد نبی تو عرب میں تھے تم وہ نہیں ہو۔ لوگوں نے کہا کہ صاحب اِنکا یہی نام ہے اُسنے

کہا کہ نہیں یہ نام انکا نہیں ہو سکتا اور تمام مسل نکلوا کر سب جگہ سے محمد نبی نام کٹوا کر نبی بخش نام بنوا دیا اور اُس شخص کو ڈانٹا کہ خبردار جو آج سے تم نے محمد نبی نام لیا۔ پھر فرمایا کہ وہ بیچارہ کیا جانتا تھا کہ نبی بخش نام نہیں رکھنا چاہیئے اُس نے تو اپنی رائے میں اچھا ہی کیا۔ ورنہ غلام نبی نام مناسب ہوتا۔

(۲۲۷) دوران درس مثنوی میں فرمایا کہ اہل اللہ اس بات پر قادر ہیں کہ اگر وہ قصد کریں تو وعظ وغیرہ اسطرح بیان فرمادیں کہ کسی پر مطلق اثر حالی نہو صرف اثر عقلی تو ہو مگر رونا چیخنا چلانا وغیرہ نہو۔ اسپر اپنا قصہ بیان فرمایا کہ جب میں کانپور میں تھا بعض احباب کی تو یہ رائے ہوئی کہ ایام عشرہ محرم میں لوگ ناجائز محفلوں میں شریک ہوتے ہیں اس سے اگر آپ بھی ان ایام میں کچھ احکام وواقعات وغیرہ ان ایام کے متعلق بیان فرمادیا کریں تو مناسب ہے میں نے یہ کام شروع کر دیا اور اوّل حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف کا بیان کیا۔ پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی کی وفات کا۔ پھر حضرت عمر رض کا۔ پھر حضرت عثمان رض کا۔ پھر حضرت علی رض کا۔ اسی طرح بیان کرتے کرتے سب سے آخر دن حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بیان کا نمبر آیا۔ اُس دن میں نے قصداً یہ اہتمام کیا کہ میں اپنے بیان میں ایسے خشک الفاظ لاؤں کہ جس سے کسی کو رونا ہی نہ آوے اگرچہ اسمیں مجھے تعب تو بہت اُٹھانا پڑا مگر میں نے اسکو نباہا اور یہ بھی خیال رکھا کہ میرا قلب بھی طبعاً متاثر ہونے پاوے چنانچہ میں نے سارا بیان ختم کر دیا مگر کسی کو ذرا بھی رونا نہ آیا اور پہلے دنوں میں لوگ بیان کے وقت مچھلی کی طرح تڑپا کرتے تھے اُس دن بھی بہت کچھ مُنہ بنایا مگر کسی کو رونا نہ آیا۔ شیعہ لوگ بھی اُن بیانوں میں آیا کرتے تھے۔ سب کو بڑا تعجب ہوا کہ آج کیا کر دیا۔ حالت ہی دوسری ہو گئی۔ پھر فرمایا کہ جب چھوٹے آدمی اس بات پر قادر ہیں تو انبیاء علیہم السلام کی تو بڑی شان ہے وہ تو بدرجہ اولیٰ اسپر قادر ہونگے (پس داؤد علیہ السلام کے اس خطاب کی یہی توجیہ ہے جو اونکے مسجد نہ بنا سکنے کی وجہ میں فرمایا گیا ہے دفتر چہارم میں)

۱۹ ربیع الثانی ۱۳۳۵ھ بروز دوشنبہ

(۲۲۸) فرمایا کہ جب کوئی آدمی کسی اپنے کام میں مشغول ہو تو اوسکو ٹکٹکی باندھکر نہ دیکھنا چاہیئے۔ ادب کے خلاف ہے ٹکٹکی باندھکر دیکھنا اس سے سخت تکلیف ہوتی ہے کہ جیسے کوئی کسی کو

پکڑ کر دابے دیتا ہے اللہ تعالٰی نے اپنے بندوں کی تکلیف کی اتنی رعایت کی ہے کہ کراماً کاتبین کو نظر سے پوشیدہ کردیا ورنہ اگر وہ نظر آتے تو اونکے ہر وقت کے تکتے رہنے سے لوگوں کو سخت تکلیف ہوتی اللہ پاک نے تو یہانتک رعایت فرمائی مگر ہمارے بھائی ذرا بھی رعایت نہیں کرتے۔ چونکہ نظر بازی کی عادت ہے اس لئے گھور کر دیکھتے ہیں لونڈا ہو یا بڈھا سہی۔ تصور شیخ کی ناپسندیدگی کی جبکہ وہ صاحب کشف ہو ایک یہ وجہ بھی ہے کہ جب اوسکو یہ اطلاع ہوگی کہ فلاں شخص مجھے ٹکٹکی باندھے دیکھ رہا ہے تو اوسپر بار ہوگا۔

(۲۳۹) دوران درس مثنوی میں فرمایا کہ ایک شخص پردیس کو گئے ہوئے تھے اونکی بیوی بیچاری مکان پر تھیں مگر بہت غریبی اور تکلیف کی حالت میں تھیں اتفاق سے اُس مکان پر کوئی درویش آگئے اونھوں نے حال دیکھکر کہا کہ میں تمھارے لئے اللہ تعالٰی سے دعا کرتا ہوں کہ جو کچھ تم لوگ اللہ تعالٰی سے مانگوگے وہی تمکو ملیگا مگر اُس سے دُونا تمھارے پڑوسیوں کو ملجایا کریگا وہ درویش تو چلے گئے اُن بیوی نے دعا کی کہ اے اللہ سَو روپئے ہمیں دیدے چنانچہ سو روپئے اونھیں اور دوسو روپیہ اونکے پڑوسیوں کو مل گئے پھر اونھوں نے ایک سواری کیلئے دعا کی تو ایک سواری اونھیں اور دو سواریاں اونکے پڑوسیوں کو مل گئیں غرض کہ وہ محلہ کا محلہ نہایت مالدار ہوگیا جب اُن بیوی کے خاوند آئے تو وہ اپنے محلہ کو پہچان نہ سکے کیونکہ اوسکی تو صورت ہی بدل گئی تھی بہت مشکل سے مکان پر پہونچے آخر بعد مُلاقات کے بیوی سے اسحالت کا سبب دریافت کیا بیوی نے سب قصّہ سُنایا کہنے لگے کہ یہ پڑوسی لوگ ہم سے بھی بڑھ گئے اور اللہ تعالٰی سے دعا مانگی کہ اے اللہ ہماری ایک آنکھ پھوڑ دے بس ان کی تو ایک پھوٹی اور محلّہ والے سب اندھے ہوگئے پھر اونھوں نے دعا مانگی کہ اے اللہ ایک ٹانگ توڑ دے اسپر سب محلہ والے اپاہج ہوگئے۔ پھر فرمایا کہ اِس قصّہ سے حسد کی بُرائی اچھی طرح ظاہر ہوتی ہے کہ حسد کیسی بُری چیز ہے کہ دوسروں کی نقصان رسانی کیلئے اپنے نقصان کا بھی خیال نہوا۔

(۲۴۰) دوران درس مثنوی میں فرمایا کہ حضرت ابو الحسن نوری ؒ نے اپنے وعظ میں کچھ تصوف کے نکات بیان فرمائے اُن نکات کو نہ سمجھنے کے باعث اونکے خلاف شرع ہونیکا الزام قائم کرکے حضرت کو اور اونکی جماعت کو قاضی نے جیلخانہ بھیجدیا۔ کچھ عرصہ جیلخانہ میں رہے اسکے بعد

اُن لوگوں کے قتل کا حکم ہوا جب اُنکو قتل کرنے لگے تو اونمیں سے ایک نے جلاد سے کہا کہ خدا کے واسطے میرے اِس ساتھی کو قتل نکرو بلکہ پہلے مجھے قتل کر دو۔ اِسی طرح دوسرے نے کہا کہ انھیں قتل نکرو بلکہ مجھے قتل کر دو۔ اِسی طرح سارے رفیق اپنے اپنے قتل پر اصرار کرنے لگے۔ قاضی کو اطلاع کیگئی۔ اُس نے حیران ہو کر اونکو بادشاہ کی خدمت میں بھیجا۔ بادشاہ نے سبب دریافت کیا کہ یہ کیا قصہ ہے کہ سب لوگ قتل ہونیکو موجود ہیں حضرت نے فرمایا کہ صوفیوں کا جو فرقہ ہے اوسکا کام ایثار ہے۔ کہ جہانتک ہو سکے اپنی جان پر دوسروں کی جان کو مقدم رکھے۔ اور دوسروں کو نفع اور راحت پہنچائے یہ اوسکا اثر ہے پھر اونسے بادشاہ نے کچھ گفتگو کی اونھوں نے جواب دیا جسکو بادشاہ مطلق نہیں سمجھا۔ کہا کہ اِنکی باتیں تو ہماری سمجھ میں کچھ آتی نہیں ہاں اِتنا میں کہتا ہوں کہ اگر دنیا میں یہ مسلمان نہیں ہیں تو کوئی بھی مسلمان نہیں ہے۔

۲۰ ربیع الثانی ۱۳۳۵ھ بروز شنبہ

(۲۴۱) ایک صاحب کا خط آیا تھا اوسمیں لکھا تھا کہ میں ذکر کرتا ہوں مگر کچھ اثر نہیں ہوتا میں نے عالم مشغول کا دستور العمل شروع کر دیا ہے حضرت والا نے فرمایا کہ ابھی صرف ۱۹ یا ۲۰ دن ذکر کرتے ہوئے ہیں ابھی سے عدم تاثیر کی شکایت شروع کر دی۔ اِس طریق میں ایک بڑا مانع کبر بھی ہے اونھوں نے اپنے آپ کو عالم بھی شمار کر لیا چاہئے تھا کہ اپنی علمی تحصیل مجھے لکھتے تب میں اونکے لئے جو مناسب ہوتا تجویز کرتا۔ پھر اُن صاحب کو جواب تحریر فرمایا کہ آپ اپنے کو عالم شمار نکریں اور عامی مشغول کا دستور العمل شروع کیجئے۔

(۲۴۲) فرمایا کہ دیوبند کے جلسہ دستار بندی میں کثرت سے دیہاتی آئے تھے مگر تعجب ہے کہ اِس کثرت پر شور و غل کا پتہ نہیں تھا۔ صاحب جنٹ خود اِس جلسہ میں موجود تھے وہ بہت تعجب سے کہتے تھے کہ میں نے کوئی جلسہ ایسا نہیں دیکھا کہ جسمیں اسقدر کثرت سے آدمی ہوں اور سب مہذب۔ پھر فرمایا کہ وہاں کسیکی کوئی چیز گم نہیں ہوئی حالانکہ اسباب لوگونکا بے ترتیب پڑا ہوا تھا مگر تلاش کرنے پر اپنی چیز وہیں ملجاتی تھی کیونکہ وہاں کوئی لینے والا تو تھا ہی نہیں۔ اور جلسوں میں تو ہر طبیعت کے لوگ آتے ہیں مگر اسمیں کوئی ایسی طبیعت کا نہیں تھا۔ میں نے خود انسپکٹر پولیس سے جلسہ کے حاضرین کی تعداد پوچھی تھی تو اونھوں نے تیس ہزار بتلائی۔ (آیندہ ماہ ذی الحجہ ۳۵ھ میں ملاحظہ فرمائے اڈیٹر)

مہتمم صاحب نے ایک لاکھ آدمیوں کے کھانے کا سامان کرلیا تھا۔ جنٹلمین لوگ حیرت میں تھے کہ یہ مُلّانے اتنا بڑا انتظام کسطرح کرینگے مگر بحمداللہ بہت اچھا انتظام رہا۔ کھانا وقت پر ملا اور نہایت صفائی و نفاست کیساتھ تیار کیا گیا تھا۔ میں نے تو اس خیال سے کھایا نہیں تھا کہ ہم چندہ دینے سے تو رہے اور اولٹا کھانا کھاویں۔ مگر معلوم ہوا کہ بہت اچھا کھانا تیار کرایا گیا تھا۔

(۲۴۳) فرمایا کہ عرب میں جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو اوسکو اوّل حرم شریف میں لاتے ہیں کہ پہلی نظر حرم شریف پر پڑے مگر وہاں لانے کا ایک بہت اچھا طریقہ ہے کہ ایک چمڑا جو بچے کے گلے تک آتا ہے اوسمیں رکھکر لاتے ہیں تاکہ پاخانہ پیشاب وغیرہ سب اوسی کے اندر رہے اور مسجد کی بے ادبی نہو۔ اسی طرح مُردے کو بھی اوّل وہیں لاتے ہیں اور دل بھی یہی چاہتا ہے اگرچہ حنفیہ تو اسکو منع کرتے ہیں مگر اس امر میں وہاں سب کا امام شافعیؒ کے مذہب پر عمل ہے۔ وہاں ہر مذہب کے لوگ ہیں مگر آپسمیں تعصب نہیں ہے۔

(۲۴۴) ایک صاحب تعویذ لینے کیلئے آئے تھے مگر آکر بیٹھ گئے اور جب مثنوی شریف کا درس شروع ہوا تب اونھوں نے تعویذ مانگا۔ حضرت قبلہ نے فرمایا کہ بھائی اب تو دوسرا کام شروع ہوگیا۔ تمنے پہلے سے نہیں کہا ورنہ لکھدیتا۔ پھر فرمایا کہ آنیوالے کو چاہئے کہ آتے ہی کام کو کہدے پھر کام کرنے ۔ لے کو اختیار ہے کہ وہ چاہے اُسی وقت اُس کام کو کردے یا پھر کرے مگر اوسکو آتے ہی کہدینا چاہئے۔

(۲۴۵) دَوران درس مثنوی شریف میں کسی مناسب موقع پر فرمایا کہ ماموں صاحب فرمایا کرتے تھے۔ کلامے کہ محتاج یعنی باشد لایعنی ست۔

(۲۴۶) دَوران درس مثنوی میں فرمایا کہ مولانا محمّد قلندر صاحبؒ جلال آبادی جو کہ عالم بھی تھے اور درویش بھی تھے مگر درویشی اُن پر غالب تھی۔ اونکی خدمت میں ایک فقیر آیا اور کہا کہ لا بابا مولوی ایکروپیہ بھنگ پینے کے لئے۔ مولانا نے کہا کہ ارے ایسے تو مت کہہ اور روپیہ نکالکر دیدیا اور کہا جا بھاگ جا۔ طالب علم جو پاس بیٹھے تھے اونکو اُس فقیر کا اسطرح مانگنا اور خصوصًا مولانا کا اوسکو دیدینا ناگوار ہوا پھر حضرت والا نے فرمایا کہ اُن پر ایک شان ترحم کی غالب تھی۔

(۲۴۷) دوران درس مثنوی شریف میں فرمایا کہ حضرت حاجی صاحبؒ کو مثنوی شریف میں اسقدر مہارت حاصل تھی کہ جونسا مقام چاہو نکالکر بیٹھ جاؤ حضرت اوسکے متعلق تقریر شروع کر دیتے تھے۔ ہم لوگ حالانکہ اہل علم کہلاتے ہیں مگر یہ بات حاصل نہیں۔ حالانکہ حضرت کی علمی تحصیل صرف کافیہ تک تھی البتہ حضرت کی تقریر مجمل ہوتی تھی زیادہ مفصل نہوتی تھی اور سُننے والوں میں سمجھدار کم ہوتے تھے۔ پھر فرمایا کہ مولانا گنگوہیؒ میں شان نبوت کا انتظام غالب تھا فرماتے تھو کہ حضرت کے یہاں جب سے مثنوی ہونے لگی ہے تب سے لوگ اپنا ایمان مکّہ ہی میں چھوڑ آتے ہیں پھر حضرت والا نے فرمایا کہ چونکہ حضرت حاجی صاحبؒ کی تقریر مجمل ہوتی تھی لوگوں کو شبہات ہوتے تھے حضرت سے جب دریافت کرتے تھو تو حضرت فرمادیتے تھے کہ بھائی فلاں شخص سے سمجھ لینا مگر وہ لوگ بوجہ کبر کے دوسروں سے سمجھتے نہ تھے اِس لئے وہ شبہات دل کے دل ہی میں رہتے تھو پھر وہی غلط باتیں یہاں آکر بیان کرتے تھے کہ حضرت یوں فرماتے تھو اور یوں فرماتے تھے بس اِسوجہ سے مولانا گنگوہیؒ نے یہ فرمایا کہ ایسے لوگ ایمان مکّہ ہی میں چھوڑ آتے ہیں۔

۲۱ ربیع الثانی ۱۳۳۵ھ بروز چہار شنبہ

(۲۴۸) ایک صاحب نے خط میں لکھا تھا کہ فلاں صاحب جو کہ الامداد کے خریدار ہیں حضرت کی خدمت میں سلام عرض کرتے ہیں حضرت والا نے جواب تحریر فرمایا کہ خریدار الامداد کا لفظ شُبہ میں ڈالتا ہے کہ شاید رسالہ کی خریداری کا مجھپر کچھ احسان ہے تو وجہ احسان کیا۔

(۲۴۹) فرمایا کہ اگر دُنیا دار تھوڑا سا بھی دین کی طرف متوجہ ہو تو غنیمت ہے اور اگر دیندار تھوڑا سا بھی دُنیا کی طرف متوجہ ہو تو رنج ہوتا ہے۔

(۲۵۰) فرمایا کہ ماموں صاحب فرماتے تھے حیدر آباد کے فقراء تو دوزخی اور اُمراء جنتی۔ فقراء تو اُمراء سے دُنیا حاصل کرتے ہیں اور اُمراء فقراء سے دین حاصل کرتے ہیں۔ وہاں کے اُمراء بیچارے بہت ہی سلیم الطبع ہیں جب میں وہاں گیا تھا تو بڑے بڑے لوگ بیچارے ہاتھ جوڑ کر سامنے کھڑے ہوتے تھے اگر کوئی اصلاح کرنیوالا ہو تو بہت آسانی سے اونکی اصلاح ہوسکتی ہے۔ وہ لوگ پیروں کی حد درجہ کی بلکہ حد سے بھی زیادہ اطاعت کرتے ہیں۔

۲۲ ربیع الثانی ۱۳۳۵ھ بروز پنجشنبہ

(۲۵۱) فرمایا کہ ایک ہی خط میں لوگ ہر قسم کے مضامین ٹھونس دیتے ہیں ہم تو جب جانیں کہ دو کاشتکاروں کی نالش ایک ہی درخواست میں کر دیں۔

(۲۵۲) فرمایا کہ مولوی لوگ بیچارے کنجوس اسی وجہ سے مشہور ہیں کہ ان بیچاروں کی نظر کارروائی پر ہے۔ بعض مرتبہ میں نے سینک سے خط لکھ لیا ہے۔ اسی طرح مولوی لوگ کاغذ بھی ذرا سا ہی بیکار اس سے کام چلا لیتے ہیں۔

۲۳ ربیع الثانی ۱۳۳۵ھ بروز جمعہ

(۲۵۳) فرمایا کہ بعض لوگ بے وقت جبکہ میں کسی کام میں مصروف ہوتا ہوں پاس آکر بیٹھ جاتے ہیں اس حرکت سے ذہن اس کام کے انجام دینے سے منتشر ہو جاتا ہے۔ ایک مولوی صاحب خلوت میں بلا اجازت میرے پاس پہنچ گئے میں نے کہا کہ آپ تو عالم ہیں استیذان کا مسئلہ جو حدیث و قرآن میں ہے وہ ایسے ہی خلوت کے موقعوں کے لئے ہے یہاں تک کہ میں نے صاف صاف کہدیا کہ آپ یہاں سے تشریف لیجائیے مگر وہ نہ اٹھے پھر فرمایا کہ اگر کوئی بے تکلف شخص ایسے کام کے وقت جسمیں دوسرے کے بیٹھنے سے طبیعت کو انتشار نہو آبیٹھے تو خیر مضائقہ نہیں مگر بے تکلفی کی یہ علامت ہے کہ اگر ہم پیر پھیلا کر اوسکے کندھے پر بھی رکھ لیں تو کسی جانب انقباض نہو۔ مگر ایسے بے تکلف بہت کم ہوتے ہیں۔

(۲۵۴) فرمایا کہ نواب سعادت علی خاں کے زمانہ میں کالیستھوں کو سرکاری ملازمت بوجہ اونکے رشوت خوار ہونیکے نہیں ملتی تھی۔ ایک کالیستھ نے اس امر کی درخواست کی کہ آپنے سب کو یکساں سمجھ لیا ہے یہ اصول آپکا غلط ہے اور گلستاں سے اسکا احتجاج کیا کیونکہ اوسکو معلوم تھا کہ نواب صاحب کو گلستاں بوستاں سے زیادہ انسیت ہے چنانچہ یہ شعر لکھا کہ ؎

نہ ہر زن زن ست و نہ ہر مرد مرد خدا پنج انگشت یکساں نہ کرد

نواب صاحب نے جواب لکھا "لیکن وقت خوردن ہمہ یکساں شوند"۔ یعنی جسطرح کھاتے وقت پانچوں انگلیاں برابر ہو جاتی ہیں اسی طرح جب رشوت ملنے لگے سب برابر ہو جاتے ہیں۔

(۲۵۵) فرمایا کہ نواب سعادت علی خاں نے یہ قاعدہ مقرر کر دیا تھا کہ جو منشی تحریر میں

کوئی غلطی کرے اوسپر اُس لفظ کے اعداد کی برابر جرمانہ کیا جاوے چنانچہ یہ قاعدہ خود اپنے اوپر بھی جاری کرتے تھے۔ اگر کوئی غلطی ہوتی تھی تو جرمانہ داخل کرتے تھے۔ ایک منشی بیچارے جدید ملازم ہوئے اونسے کسی پروانہ میں لفظ نوع کے لکھنے میں ع رہ گیا۔ نواب صاحب نے حکم جاری فرمایا جسکی یہ عبارت تھی۔ منشی نو لفظ نوع را بطرز نو نوشت عین خطا کرد ہفتاد روپیہ جرمانہ۔

(۲۵۶) فرمایا کہ نواب سعادت علیخاں نے کسی سُنّی کو حاکم مقرر کیا تو شیعوں نے شکایت کی کہ عمری کو کیوں حاکم مقرر کیا گیا یہ ہمپر زیادتی کرینگے۔ جواب لکھا کہ چوں عدالت بعمر تعلق دارد لہذا بعمریاں سپرد کردہ شد۔

(۲۵۷) فرمایا کہ واجد علی شاہ اپنی ذات میں اچھے تھے مگر رفقاء و ندمانے خراب کر کے ناس مار دیا تھا۔

(۲۵۸) ایک دیہاتی صاحب جنھوں نے پہلے حضرت والا سے بیعت کی درخواست کی تھی اور حضرت والا نے اُن سے یہ شرط فرمائی تھی کہ تم موروثی زمین چھوڑ دو اِسپر وہ دوسری جگہ جاکر بیعت ہوگئے پھر حضرت والا کی خدمت میں حاضر ہوئے بعد دریافت اونھوں نے سب حال اپنا بیان کیا کہ میں فلاں جگہ جاکر بیعت ہوگیا اور وہاں کچھ پوچھ گچھ موروثی زمین کی ہوئی نہیں حضرت والا نے فرمایا کہ کیا تم وہاں بیعت ہونے سے موروثی زمین کو حلال سمجھنے لگے اونھوں نے جواب دیا کہ صاحب ہاں تو کچھ پوچھا ہی نہیں گیا۔ اِسپر حضرت والا نے فرمایا کہ اچھا یا تو تم ہمارے سامنے اوسکے چھوڑنے کا اقرار کرو چاہے زبان سے جھوٹ ہی کہدو ورنہ یہاں سے اوٹھ جاؤ اور ایسی حالت میں کبھی ہم سے ملنے نہ آنا وہ اوٹھکر چلے گئے پھر حضرت والا نے فرمایا کہ میں نے جان کر اِسوجہ سے اوٹھ جانے کو کہا کہ یہ شخص کچھ تو دلمیں اپنے اس فعل کو بُرا سمجھے اور کم سے کم شک تو ہو جائے کہ یہ فعل اِسقدر بُری چیز ہے اُس شخص کا جہل اسوجہ سے اور بھی پختہ ہوگیا کہ اگر موروثی زمین کا استعمال بُرا ہوتا تو وہ بزرگ کیوں نہ پوچھتے۔ پھر فرمایا کہ میں اسوجہ سے ایسی باتوں کی کُرید کیا کرتا ہوں مگر وہیں کرتا ہوں جہاں شبہ ہوتا ہے ہر جگہ نہیں۔ پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ ایک شخص ساکن تھانہ بھون نے جنکے پاس موروثی زمین ہے کچھ چیز بھیجی میں نے واپس کردی اور دریافت کرنے پر عذر بھی ظاہر کردیا۔ اِسپر اونھوں نے کہا کہ اگر ہم یہ زمین چھوڑ دیں تو کھا دیں گیا

اتفاق سے جب تھانہ بھون کو ریل نکلی تو اونکی زمین قریب قریب کل اوسمیں لےلیگئی پھر اُس زمین کے نکل جانیکے بعد وہ اب کھاتے پیتے بھی ہیں اور سب کام کرتے ہیں۔ دلمیں تو آیا کہ کہلا کر بھیجوں مگر اس خیال سے کہ اب اوسکی اطلاع کرنا زخم پر نمک چھڑکنا ہے کچھ ذکر نہیں کیا۔

(۲۵۹) فرمایا کہ والد صاحب نے حضرت حاجی صاحبؒ سے بیعت کا خیال ظاہر کیا ایک مرتبہ حضرت حاجی صاحبؒ کچھ لوگوں کو بیعت فرما رہے تھے اوسی وقت والد صاحب سے بھی فرمایا کہ آؤ عبد الحق تم بھی بیعت ہو جاؤ والد صاحب نے جواب دیا کہ حضرت میں ابھی نہیں ہوتا میں ایسے کسطرح ہو جاؤں حضرت نے فرمایا کہ بھائی اور کسطرح ہوگے عرض کیا کہ حضرت مٹھائی تو منگالوں بس پھر ایک سینی میں مٹھائی منگائی اور ایک سفید عمامہ رکھا ہوا منگایا اور پچیس ۲۵ روپیہ نقد یہ سب چیزیں حضرت حاجی صاحبؒ کی خدمت میں پیش کیں اور بیعت ہو گئے پھر حضرت والا نے فرمایا کہ پہلے کچھ رسم کی پابندی نہ تھی بلکہ سادگی سے ایسا کرتے تھے مگر اب چونکہ یہ رسم ہو گئی ہے کہ بغیر نذرانہ پیش کئے بیعت نہوں اس لئے اس رسم کے توڑنیکی ضرورت ہوئی۔

(۲۶۰) فرمایا کہ مولانا نانوتویؒ کی شان نہ عالمانہ تھی نہ درویشانہ تھی بلکہ عاشقانہ شان تھی اور آپکی مجلس دوستانہ ہوتی تھی۔ گاڑھے کے کپڑے پہنتے تھے۔ ایکمرتبہ دیوبند سے نانوتہ کو تشریف لئے جاتے تھے ایک جولاہہ نے بوجہ سادگی کے اپنا ہم قوم سمجھکر پوچھا کہ سوت کا آج کیا بھاؤ ہے مولانا نے جواب دیا کہ بھائی آج بازار جانا نہیں ہوا وہ جولاہہ کچھ بڑبڑاتا ہوا چلا گیا۔

(۲۶۱) فرمایا کہ جب حضرت سید صاحب دہلوی رحؒ کا عقد ہو گیا تو آپنے ایک شب کو گھر میں رہنے کی لوگوں سے اجازت چاہی کیونکہ قبل عقد تو باہر ہی سویا کرتے تھے بعد ختم شب صبح کو حضرت کو غسل کرنے میں ذرا دیر ہو گئی اور جماعت کی دوسری رکعت میں آکر شامل ہوئے بعد ختم نماز مولانا عبد الحی صاحب نے بیان فرمایا کہ لوگ اتباع سُنّت کا بڑا دعویٰ کرتے ہیں اور تکبیر اولیٰ تو الگ رہی رکعتیں تک جماعت کی چھوڑتے ہیں کیا اور سویرے غسل کا انتظام نہیں ہو سکتا تھا۔ اسپر سید صاحب نے مولانا عبد الحی صاحب سے جو کہ سید صاحب کے مُرید تھے نہایت نرمی سے فرمایا کہ مولوی صاحب آئندہ ایسا نہیں ہوگا مجھسے بڑی کوتاہی ہوئی۔ پھر حضرت والا نے فرمایا کہ میری رائے میں جب اصرار کرتا ہوا دیکھے تب ادب سے کہدے اور

اگر کوئی نازک مزاج ہو تو نہ کہے کہ بُرا مانیگا۔

(۲۶۲) فرمایا کہ مولانا نانوتوی رح کی خدمت میں ایک شخص شکر لیکر حاضر ہوئے حاضرین میں وہ تقسیم ہو گئی پھر اونھوں نے بیعت کے لئے عرض کیا حضرت نے انکار فرمایا اونھوں نے عرض کیا کہ اگر بیعت نہیں کرتے تو میری شکر واپس کر دو۔ مولانا نے فرمایا کہ بھائی انکی شکر لاکر دیدو اونھوں نے کہا کہ میں تو وہی شکر لونگا۔ مولانا نے فرمایا کہ بھائی وہ تو صرف میں آگئی عرض کیا کہ تو مجھے بیعت کر لیجئے یا شکر میری وہی واپس کیجئے۔ آخر حضرت مولانا نے مجبور ہوکر بیعت فرمالیا۔

(۲۶۳) فرمایا کہ ایک صاحب یہاں بغرض تعلیم وتلقین آئے میں نے اُن سے دریافت کیا کہ بیوی کا کیا انتظام کرکے آئے ہو جواب دیا کہ اپنے میکہ میں موجود ہیں آخر کار اور حال کُھلتے کُھلتے معلوم ہوا کہ آپسمیں نااتفاقی ہے اور بیوی طلاق کی خواستگار ہے میں نے کہا کہ پھر اوسکو کیوں مقید کر رکھا ہے اسکا فیصلہ کرنا ضروری ہے آپ جائیے اور معاملہ صاف کرکے آئیے یا تو وہ آپکے پاس رہنا قبول کرے ورنہ اوسکو طلاق دیجئے چنانچہ وہ گئے اور طلاق دیکر آئے پھر وہ کہتے تھے کہ جیسی یکسوئی سے میں نے اب کام کیا ہے ویسا پہلے ہرگز نہ ہوتا۔ پھر فرمایا کہ مقصود تو شریعت ہی شریعت نہوئی تو طریقت کیا چیز ہے۔ حقوق العباد بڑی سخت چیز ہیں حقوق اللہ سے بھی۔ پھر فرمایا کہ خدا تعالیٰ کے بندے تو آلہ ہیں کہ جا اونھیں ایسی ایسی باتیں سوجھاکر کام کرا لیتے ہیں اصل کمال تو اِنکا ہے آلہ کا کیا کمال ہے۔

(۲۶۴) فرمایا کہ اگرچہ شیطان جن ہے اور اِنسان کو بہت کچھ نقصان پہنچا سکتا ہے مگر چونکہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت ہے اِس لئے وہ کچھ نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتے حفاظت کیلئے مقرر فرمادیئے ہیں ورنہ اگر حفاظت نہوتی تو شیطان ایک پتھر اوٹھاکر مارتا اور کام تمام ہو جاتا۔

(۲۶۵) فرمایا کہ ایک صاحب سے کسی نے پوچھا کہ آپکا کوئی شیخ نہیں ہے اگر کوئی دشواری پیش آئی تو کسطرح حل ہوگی اونھوں نے جواب دیا کہ مجھے کوئی دشواری ہی پیش نہیں آتی پھر حضرت والا نے فرمایا کہ جو کوئی راستہ قطع کریگا تو اوسکو راستہ میں گھاٹی بھی ملیگی جنگل بھی پڑینگے اور جو راستہ ہی نہیں چلتا بلکہ چوکھٹ دروازہ کی پکڑے کھڑا ہے اوسکو کچھ بھی پیش نہ آویگا نہ گھاٹی نہ جھاڑی

(۲۶۶) فرمایا کہ نسبت باطن تو وہی ہے جسمیں اوس طرف سے بھی کچھ رضامندی ہو ورنہ اگر یہی اپنے دلمیں سمجھتے رہے اپنے آپکو مقبول تو اس سے کیا ہوتا ہے جیسے کہ ایک طالبعلم سے کسی نے دریافت کیا کہ آجکل کس فکر میں ہو اونھوں نے جواب دیا کہ آجکل یہاں کی شہزادی سے شادی کرنیکی فکر میں ہوں پھر سائل نے پوچھا کہ کیا دیر ہے طالب علم صاحب نے جواب دیا کہ بس اتنی دیر ہے کہ میں تو راضی ہو گیا ہوں مگر وہ راضی نہیں ہے اوسکے راضی ہونے کی دیر ہے وہ راضی ہو جاوے تو بس کام بن گیا۔

(۲۶۷) فرمایا کہ تجربہ کاروں نے منع کیا ہے کہ زیادہ قریب کے رشتہ کے علاقوں میں شادی نکرے کیونکہ اولاد ضعیف ہوتی ہے۔

(۲۶۸) فرمایا کہ سہسرام کے ایک مولوی صاحب نے وعظ میں جو کہ قوم کے جولاہہ تھے ایک مسئلہ بیان کیا۔ ایک وکیل صاحب نے مولوی صاحب سے کہا کہ فلاں مولوی صاحب تو اس مسئلہ کو اسطرح بیان فرماتے تھے واعظ مولوی صاحب نے جواب دیا کہ اُن مولوی صاحب کو دینیات نہیں آتی اس لئے اونکا قول معتبر نہیں وکیل صاحب نے کہا کہ کسی جولاہہ سے سُن لیا ہوگا کہ اونھیں دینیات نہیں آتی یہ کہکر پھر وکیل صاحب نے مولوی صاحب سے نہایت عاجزی سے کہا کہ واللہ مولانا یاد نہیں رہا معاف کیجئے۔

(۲۶۹) فرمایا کہ ایک شخص مُرید ہونے کے لئے آئے میں نے انکار کر دیا کیونکہ دل نے قبول نہیں کیا اُس شخص کے دوسرے ساتھی نے بعد میں کہا کہ اس شخص نے پہلے ہی راستہ میں یہ کہا تھا کہ اگر مجھے مُرید نکرینگے تو میں فلاں جگہ جاکر مُرید ہو جاؤنگا۔

(۲۷۰) فرمایا کہ حضرت حافظ ضامن صاحبؒ اور حضرت حاجی صاحبؒ دونوں میں وعدہ تھا کہ دونوں ایک ہی جگہ مُرید ہونگے اتفاق سے حضرت حاجی صاحبؒ کو یاد نہ رہا اور وہ حضرت میانجی صاحبؒ سے بیعت ہو گئے جب حافظ صاحب کو معلوم ہوا تو اونھوں نے حاجیصاحب سے شکایت کی حاجی صاحب نے فرمایا کہ بھائی مجھے خیال نہیں رہا پھر حافظ صاحب حاجی صاحب کے ہمراہ حضرت میانجی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت کے لئے عرض کیا۔ حضرت میانجی صاحب نے انکار کر دیا۔ حافظ صاحب خاموش ہو گئے مگر تیسرے چوتھے دن وہیں کھڑے رہتے تھے مگر بیعت

کر لینے پر اصرار نہیں کیا۔ آخر کار جب میانجی صاحب نے کثرت سے آمد و رفت دیکھی تو فرمایا کہ کیا اب بھی وہی خیال ہے عرض کیا کہ حضرت درخواست کو بے ادبی سمجھتا ہوں محبت و عقیدت کافی ہے اور جگہ تو بیعت ہونگا نہیں پھر حضرت میانجی صاحب نے فرمایا کہ اچھا وضو کر لو پھر دو رکعتیں پڑھوائیں پھر حضرت والا نے فرمایا کہ ان واقعات سے میں سمجھتا ہوں کہ بیعت کو آجکل ایک رسم سمجھتے ہیں۔ حقیقت بیعت کی نہیں سمجھتے۔ بیعت میں کمی کرنے سے حقیقت سمجھ میں آوے۔ کسی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت اور جگہ تو کوئی انکار نہیں کرتا اگر ایک جگہ ایسا عملدرآمد ہو بھی تو کوئی معتدبہ فائدہ نہیں ہو سکتا فرمایا کہ کان میں یہ باتیں پڑ تو جاویں۔ بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ ایک کو خطاب کیا دوس نے سُنا اونکو نفع ہوتا ہے۔

(۲۷۱) فرمایا کہ ایک شخص نے مجھسے کہا کہ میرا ارادہ تم سے بیعت کا تھا فلاں شخص مجھے گھیر گھار کر وہاں لیگیا میں نے تسلی کی کہ کیا حرج ہے ایک ہی بات ہے خوب اچھی طرح اپنے مرشد کی اطاعت کرو پھر فرمایا کہ طرز سے معلوم ہوتا ہے کہ عقیدت نہیں بس جماعت میں داخل ہو گیا۔ اس لئے مناسب ہے کہ اوّل تعلیم و تلقین کیجائے پھر بیعت کا مضائقہ نہیں۔ تعلیم و تلقین اور اتباع کے بعد معلوم ہوگا کہ بیعت کیا چیز ہے پھر بیعت کی برکت نظر آوے گی۔

۲۴ ربیع الثانی ۱۳۳۵ھ بروز شنبہ

(۲۷۲) فرمایا کہ یہ تجربہ کی بات ہے کہ آدمی ذکر شغل کر کے اپنے کو مستحق حالات باطنی سمجھتا ہے چنانچہ ایک صاحب نے لکھا ہے کہ آپکے بتلائے ہوئے وظیفہ سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا اور قرآن مجید کی تلاوت کو اونھوں نے کچھ فائدہ نہیں سمجھا اس لئے میں نے اُن سے ذکر شغل چھوڑ دیا ہے تاکہ خناس تو نکلے دماغ کا۔ یہ سب مصلحت کیموافق ہے مگر ہر وقت طالب کی سمجھ میں تو مصلحتیں نہیں آتیں اگر مقلد ہوگا تو مان لیگا یہ وجہ ہے اس طریق میں تقلید کی۔

(۲۷۳) فرمایا کہ بہت سے کاموں کے جمع ہونے میں پھر تساہل ہوتا چلا جاتا ہے۔

(۲۷۴) فرمایا کہ بعض بلاد پورب میں آم کے درختوں کو بو دیتے اور سونف وغیرہ کے عرق سے سینچتے ہیں اس سے خوشبو آجاتی ہے پھل میں۔ صحبت بھی عجیب چیز ہے۔

(۲۷۵) حمیدیہ میں لکھا ہے کہ ایک درخت ہے اوسکا پتہ مکھی کا خون چوس لیتا ہے۔

(۲۷۶) فرمایا کہ قضا ایسی چیز ہے کہ خون کرنے والا بےچین ہو کر خود عدالت میں جا کر
قرار خون کا کر لیتا ہے بھلا پروانہ سے مرنے کو کس نے کہا ہو یہ سب قضا کا اثر ہے ؎

رزق را روزی رساں پر مے دہد　　بے مگس ہرگز نماند عنکبوت

(۲۷۷) فرمایا کہ مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے جنت کی تعریف میں کیسا فصیح و بلیغ
امع اور چھوٹا سا جملہ ارشاد فرمایا کہ بہشت میں چھوٹی سی خدائی ہوگی۔ یہ خدا کی شان ہے
ہ کن کہدیا اور ہوگیا۔ جنتی کی خواہش کا فوراً ہی ظہور ہو جانا اسی شان کا ظہور ہے۔ پھر فرمایا کہ
راموفون کے ایجاد سے منکرین کی گردنیں پست ہوگئیں پس اسی طرح جنت میں اگر کواڑ اور
چوکھٹ بولیں تو کیا بعید ہے۔

(۲۷۸) فرمایا کہ مولانا رشید احمد صاحبؒ طب کو امور دینیہ کے لئے نہایت مضر فرماتے
تھے۔ ایک راز یہ بھی ہے کہ اساتذہ کے دیندار نہ ہونے سے فاسق ہو جانے کا قوی شبہ ہے
یں نے خود بعض اطباء کے مطب میں دیکھا کہ رنڈیاں آتی تھیں۔

(۲۷۹) فرمایا کہ محمد شیر صاحب پیلی بھیت والے ان پڑھ تھے مگر سمجھدار بہت تھے
ور انمیں دین کی سمجھ اچھی تھی۔ مجھ سے کانپور اور پیلی بھیت میں ملاقات ہوئی تھی۔ اوّل ملاقات
یں میں نے پوچھا کہ حضرت ایسا طریقہ بتلایئے جس سے خدا کی محبت پیدا ہو۔ مجھ سے فرمایا کہ ہاتھ
تلووں میں ملے پوچھا کہ کچھ گرم بھی ہوئے میں نے کہا جی ہاں پھر فرمایا کہ بس یوں ہی رگڑتے
رگڑتے اللہ کی محبت پیدا ہو جاتی ہے۔

(۲۸۰) فرمایا کہ حضرت بشر حافیؒ ان پڑھ تھے مگر حضرت امام احمد بن حنبلؒ انکی بہت
تعظیم کرتے تھے۔ کسی نے امام صاحب سے پوچھا تو فرمایا کہ ہم تو عالم بالکتاب ہیں اور وہ عالم
بصاحب الکتاب ہیں۔ پھر فرمایا کہ نہ تو پہلے درویش اتنے زیادہ تر ہوتے تھے کہ ڈوب ہی جاویں
اور نہ علماء بالکل خشک ہوتے تھے اب تو درویشوں میں تری اور علماء میں خشکی بہت بڑھ گئی ہے۔

(۲۸۱) فرمایا کہ بعض اہل علم نے لکھدیا ہے کہ جنت میں (نعوذ باللہ منہ) لواطت ہوگی
حالانکہ یہ فعل قبیح لعینہ ہے اس لئے اسکی اجازت وہاں بھی نہیں ہو سکتی پھر فرمایا کہ جن لوگوں کی
طبیعت اس جانب مائل ہے وہ دنیا میں تو بوجہ تقویٰ اس فعل سے بچے رہے مگر انھوں نے

دہیں کے لئے گنجائش نکالی۔ یہ طبیعت کا اثر ہے۔ پھر اس طبیعت کے اثر کو دخل ہونے پر ایک قصہ بیان فرمایا کہ ایک بادشاہ نے سُنا کہ دکھن کی عورتیں بدتمیز ہوتی ہیں اسکی جانچ کیلئے اس نے مختلف عورتوں کو مع ایک دکھن کی عورت کے بُلاکر محلسرائے میں رکھا جب رات آخر ہوئی تو بادشاہ نے اُن عورتوں سے پوچھا کہ بتاؤ رات کتنی ہے سب نے جواب دیا کہ صبح قریب ہے۔ بادشاہ نے سب سے سوال کیا کہ تم نے کیسے جان لیا اونمیں سے ایک نے جواب دیا کہ میری نتھ کے موتی ٹھنڈے ہیں اس سے پہچانا۔ دوسری نے کہا کہ پان کا مزا بدلا ہوا ہے۔ تیسری بولی کہ شمع کی روشنی ہلکی پڑ گئی ہے۔ دکھن والی بولی کہ گو آرہا ہے وہ روزانہ صبح کو پاخانہ جاتی تھی اس سے جانا کہ صبح قریب ہے پھر حضرت والا نے فرمایا کہ سب سے زیادہ صریح دلیل یہ تھی جو دکھن والی نے بیان کی اگر تھوڑی دیر اور ہوتی تو دلیل سامنے ہی آجاتی۔

(۲۸۳) فرمایا کہ جب تھانہ بھون میں طاعون پھیلا تھا تو اُس سے پہلے میں ایک دن بیٹھا ہوا تھا کہ کچھ نیند کا سا غلبہ ہوا اور قلب میں یہ آیت آئی انا منزلون علیٰ اہل ہذہ القریۃ رجزاً جو کہ قوم لوط پر عذاب کے ذکر میں آئی ہے اسپر میں نے لوگوں کو اسطرح آگاہ کیا کہ بھائی ایک شخص کو یہ واقعہ (جو اوپر مذکور ہوا یعنی آیت کا قلب میں آنا) پیش آیا ہے اور میں جانتا ہوں کہ وہ شخص بیچارہ جھوٹ بھی نہیں بولتا ہے اس لئے میں آگاہ کرتا ہوں کہ اس زمانہ میں لواطت کا مرض لوگوں کو زیادہ ہے اس سے توبہ کرلو ورنہ اندیشہ عذاب کا ہے۔ کوئی توبہ تو کیا کرتا دو ایک شخصوں نے جو اس مرض کے تھے یہ کہا کہ ہمارے اوپر یہ لتاڑ ہے ہمیں سُنایا ہے آخرکار عذاب آہی گیا اور بہت طاعون پھیلا۔ سب سے اوّل قوم لوط نے یہ فعل ایجاد کیا اس سے پہلے کبھی نہیں ہوا۔ بغداد کے ایک شخص کہتے تھے کہ فلاں اسلامی شہر کے مدرسین اس مرض میں زیادہ مبتلا ہیں ایک مرتبہ وہاں کے بادشاہ نے ان لوگوں کو دشمن کے مقابلہ میں دعا کے لئے جمع کیا تو ساتھ میں لونڈے اونکی بغل میں تھے۔

(۲۸۴) ریاء الشیخ خیر من اخلاص المرید کے متعلق فرمایا کہ اس ریاء سے مراد ریاء لغوی یعنی دکھلانا بغرض اتباع کے۔ چنانچہ حضورؐ تشریع کے لئے بعض کام کیا کرتے تھے یہ صورت ریاء کی ہے در اصل ریاء نہیں چونکہ نفع متعدی نفع لازمی سے افضل ہے اس لئے اصلاح کا یہ افضل طریقہ کہ جو کام دوسروں سے کرانا چاہتے ہو اونکو خود کرنے لگو عمل لازم سے افضل ہوگا۔

(۲۸۵) فرمایا کہ اندھے بھی عاشق ہوتے ہیں حالانکہ اونکے آنکھیں نہیں پھر نہ معلوم وہ کسطرح سے بغیر دیکھے بھالے عاشق ہو جاتے ہیں۔ اسی سلسلہ میں یہ بھی کہا کہ ایک اندھے کی حکایت سُنی ہے کہ وہ سُوئی میں ڈورا کان کے پاس لاکر پرو دیتا تھا۔

(۲۸۶) فرمایا کہ ادب کی حقیقت ہے ایذا نہ پہونچانا مگر آجکل لوگ ایذا رسانی ہی کو ادب سمجھتے ہیں۔

(۲۸۷) فرمایا کہ عبداللہ چکڑالوی فرقۂ قرآنیہ کا موجد تھا اُس نے نماز میں سے سُنّتیں وغیرہ سب اوڑا دیں پھر جہّال ایسی آسانی کی طرف کیوں نہ متوجہ ہوں۔

۲۵ ربیع الثانی ۱۳۳۵ھ بروز یکشنبہ

(۲۸۸) ایک غیر مقلد صاحب نے لکھا تھا کہ ذکر میں میری بیوی بھی میری برابر بیٹھکر ذکر کرتی ہیں اونکی طرف رُجحان ہوتا ہے اسپر فرمایا کہ مُرید یعنی بیوی تو اللہ میاں کی طرف رجوع اور پیر صاحب مُرید کی طرف۔ پھر فرمایا کہ یہ صاحب ایسے پکّے غیر مقلد ہیں کہ اگر اِن کے یہاں کوئی ایسا شخص ہوتا جو ذکر شغل کی تعلیم کرتا تو بیہ اسطرف یعنی میری طرف کہ مقلد ہوں رجوع نہوتے۔

(۲۸۹) فرمایا کہ دوسرے کے غم سے میرا دل اسقدر پگھلتا ہے کہ بس تاب نہیں ہوتی اور بھائی صاحب تو اسقدر رقیق القلب ہیں کہ اونھیں دونوں طرح سے اثر ہوتا ہے اپنے غم سے بھی اور غیر کے سے بھی۔

(۲۹۰) فرمایا کہ حکیم بوعلی سینا شیخ ابو البرکات کی خدمت میں حاضر ہوئے بعد ملاقات اور بات چیت کے جب حکیم چلے گئے تو شیخ سے کسی نے اونکا حال پوچھا فرمایا کہ بوعلی اخلاق ندارد رفتہ رفتہ اسکی اطلاع حکیم کو ہوئی اونھوں نے فن اخلاق میں ایک بہت موٹی کتاب تصنیف کرکے شیخ کی خدمت میں بھیجی شیخ نے ایک جواب میں تمام کتاب اوڑا دی۔ فرمایا کہ من کے گفتہ بودم کہ اخلاق نداند بلکہ من گفتہ بودم کہ اخلاق ندارد۔

۲۶ ربیع الثانی ۱۳۳۵ھ بروز دوشنبہ

(۲۹۱) فرمایا کہ مامون الرشید سے ایک شخص نے حج کے لئے خرچ مانگا۔ اونھوں نے جواب دیا کہ جب تمھارے پاس خرچ نہیں ہے تو تمھیں لوگوں سے مانگ کر حج کو جانا جائز نہیں

سائل نے کہا کہ میں آپ سے مسئلہ پوچھنے نہیں آیا۔ مسئلہ پوچھنے کے لئے بہت سے علماء موجود ہیں۔ آپ کو بادشاہ سمجھکر آیا ہوں اگر آپ کو خرچ دینا ہے تو دیدیجئے ورنہ جانے دیجئے۔

(۲۹۲) فرمایا کہ مولانا محمد یعقوب صاحبؒ فرماتے تھے کہ کھٹمل کے معنی ہیں چارپائی کا پہلوان۔ مل کے معنی پہلوان کے ہیں اور کھٹ ہندی میں کھاٹ کا مخفف ہے جس کے معنی چارپائی کے ہیں۔

(۲۹۳) فرمایا کہ ہمیر پور کے کلکٹر کے یہاں ایک صاحب کا مقدمہ تھا وہ عطر پھوا کر اور اُس عطر کو کپڑوں میں لگا کر تب اجلاس میں گئے کلکٹر نے مقدمہ تو رہا کر دیا اور یہ ہدایت کی کہ آئندہ کسی انگریز کے اجلاس میں عطر لگا کر نہ جانا۔ انگریزوں کو یہ عطر پسند نہیں ہے۔

۲۷ ربیع الثانی ۱۳۳۵ھ بروز شنبہ

(۲۹۴) فرمایا کہ شاہ عبدالرحیم صاحب کے پہلے پیر کا نام بھی شاہ عبدالرحیم صاحب ہی تھا فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ میں اپنے پیر کا سر دبا رہا تھا پیر صاحب نے کہا کہ خوب اچھی طرح زور سے دباؤ میرے دل میں خیال آیا کہ جو بہت زور سے دباؤ نگا تو سر خربوزہ کی طرح چٹک جاویگا (کیونکہ شاہ صاحب خوب قوی تھے) پیر صاحب نے فرمایا کہ نہیں بھائی تم خوب زور سے دباؤ خربوزہ کی طرح نہیں چٹکیگا پھر فرمایا کہ وہ صاحب کشف تھے اور اُن سے خوارق بہت صادر ہوتے تھے۔ ایک لڑائی میں توپ کا مُنہ بند کر دیا تھا۔ رُوم کا ایک عنین آدمی جو اپنے ملک سے بغرض علاج آیا تھا آپکی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنا حال بیان کیا کہ میری بیوی بوجہ میرے مرد نہونیکے طلاق مانگتی ہے میں کچھ مدت مقرر کرکے بغرض علاج آیا ہوں اور یہ کہہ آیا ہوں کہ اگر اتنی مدت تک واپس نہ آؤں تو تجھکو تین طلاق اور اُس مدت میں اب ایک ہی یا دو تین دن رہ گئے ہیں اب وہاں کسطرح پہونچوں۔ آپ اُس شخص کو کوٹھری میں لیگئے اور آنکھیں بند کرائیں اُس نے دیکھا کہ میں اپنے مکان کے صحن میں کھڑا ہوں یہ خرق عادت قطع مسافت کی آپ سے ظہور میں آئی۔

(۲۹۵) فرمایا کہ میرے ایک دوست راوی تھے ایک مغربی شخص نے ایک رئیس سے ۱۵۰ روپیہ قرض مانگے رئیس نے کہا کہ ایک صاحب میرے دوست ہیں اونکا ایک دشمن لندن میں ہے اگر تم اوسکو کسی ترکیب سے ماردو تو میں تمھیں اُن سے ۱۵۰ روپیہ دلوادونگا۔ اُس شخص نے

وعدہ کرلیا چنانچہ صاحب کے پاس گئے اُس شخص نے ایک آئینہ منگوایا اور صاحب سے اوس آئینہ میں دیکھنے کیواسطے کہا چنانچہ دیکھا تو اوسمیں لندن نظر آیا اور وہ دشمن بازار میں جارہا تھا اُس شخص نے صاحب سے کہا کہ آپ نشانہ درست کرکے تپنچہ کا فیر کیجئے چنانچہ فیر کیا گولی غائب ہوگئی وہ صاحب برابر آئینہ میں دیکھتے رہے کہ وہ شخص گولی کھاکر گرا پھر اونھوں نے احتیاطاً لندن سے بذریعہ تار اپنے کسی دوست سے خبر منگائی کہ فلاں شخص کا کیا حال ہے وہاں سے خبر آئی کہ وہ فلاں تاریخ اسطرح ہلاک ہوا کہ دفعتاً گولی آکر لگی اور پتہ نہ چلا کہ کس نے گولی چلائی پولیس تحقیقات میں مصروف ہے قاتل کا ہنوز پتہ نہیں چلا۔ جب صاحب کو اپنے دشمن کی ہلاکی کا یقین ہوگیا تو اونھوں نے معاہدہ سے کچھ روپیہ زیادہ پیش کئے تو اُس مغربی نے صرف ۱۵۰ روپیہ لیکر باقی زائد واپس کردئے۔

(۲۹۶) فرمایا کہ ماموں امداد علی صاحب نقل فرماتے تھے کہ اونکے مُرشد مرزا صاحب سے کسی نے کہا کہ سُنا ہے کہ پاؤں پہ پاؤں رکھکر لیٹنا منحوس ہے اونھوں نے جواب میں فرمایا کہ ہاں بھائی ضرور منحوس ہے کیونکہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بھی اسطرح لیٹے ہیں اور اسی پر کیا ہے جتنے کام بھی سُنّت ہیں سب کے کرنے سے نیستی آتی ہے یعنی اتباع سُنّت سے غریبی آتی ہے جسکو تم نحوست اور نیستی سمجھتے ہو چنانچہ حدیث میں ایک مدعی محبت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اعد للفقر تجفافاً الحدیث مگر اُس غریبی میں اطمینان قلب بادشاہوں سے زیادہ ہوتا ہے صرف ظاہر میں غریبی ہوتی ہے۔

(۲۹۷) فرمایا کہ حضرت حاجی صاحبؒ کی خدمت میں میں نے ایک نسخہ کتاب اکسیر کا بھیجا اور یہ شعر لکھا ؎

سوئے دریا تحفہ آوردم صدف گر قبول اُفتد زہے عزّ و شرف

۲۸ ربیع الثانی ۱۳۳۵ھ بروز چہار شنبہ

(۲۹۸) ایک نووارد صاحب نے حضرت والا کے پیر پکڑنے چاہے مزاحاً فرمایا کہ پاؤں پکڑنے کی رسم پہلوانوں کی ہے کہ وہ پاؤں پکڑکر دوسرے کو گراتے ہیں اس لئے بھی من تشبہ بقوم فھو منھم میں داخل ہونے کے باعث یہ قابل ترک ہے۔

۲۹ ربیع الثانی ۱۳۳۵ھ بروز پنجشنبہ

(۲۹۹) غض بصر کے متعلق فرمایا کہ اسکا یہی علاج ہے کہ بس بیچ میں سے قطع کردے۔ بعض لوگ اس خیال سے کہ جب دیکھکر جی بھر جاویگا تو نظر خود ہٹ جاویگی اپنی نظر کو نہیں بچاتے یہ اونکا خیال غلط ہے۔ یہ نظر بڑی سخت چیز ہے اسی سے سب کچھ ہو جاتا ہے ؎

درون سینۂ من زخم بے نشاں زدۂ   بحیرتم کہ عجب تیر بے کماں زدۂ

(۳۰۰) فرمایا کہ رنجیت سنگھ کے ہاتھ کھڑے ہوتے سے گھٹنوں کو لگتے تھے ایسا شخص قواعد قیافہ سے شجاع ہوتا ہے چنانچہ رنجیت سنگھ میں بھی شجاعت کا مادہ تھا۔

(۳۰۱) فرمایا کہ مولانا شاہ فضل الرحمٰن صاحب بہت بھولے تھے۔ ایک مرتبہ فرمانے لگے کہ جب ہم جنت میں جاوینگے اور حوریں ہمارے پاس آوینگی تو ہم تو صاف کہدینگے کہ بی اگر قرآن پڑھو تو بیٹھ جاؤ ورنہ جاؤ پھر شاہ صاحب نے فرمایا کہ جو نماز میں مزہ ہے وہ نہ کوثر میں ہے نہ اور کسی چیز میں ہے۔ جب نماز میں سجدہ کرتا ہوں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ میاں نے پیار کر لیا۔ پھر فرمایا کہ جب شاہ صاحب شیر خوار تھے تو اپنی والدہ کو ایسی جگہ جہاں ڈھولک وغیرہ بجتی ہو نہیں بیٹھنے دیتے تھے اور خوب رونا پیٹنا مچاتے تھے اور اونکو اوٹھا کر چھوڑتے تھے۔ ایک مرتبہ حیدرآباد کے وزیر حاضر خدمت ہوئے فرمایا کہ نکالو۔ لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت وزیر ہیں فرمایا کہ ارے میں کیا کروں وزیر ہیں تو کیا میری تنخواہ مقرر ہے انکے یہاں سے پھر ۲ بجے رات تک ٹھیرنے کی اجازت دی۔ وزیر نے برا نہیں مانا بلکہ لوگوں نے کہا کہ صاحب ٹھیر جایئے جواب دیا کہ بزرگوں کی حکم عدولی کرنی مناسب نہیں اور چلے گئے۔ ایکمرتبہ لوگوں نے کہا کہ حضرت آنے والوں کے ساتھ ذرا تو اخلاق سے پیش آیا کیجیئے فرمایا کہ ایک ایک آدمی کیساتھ سو سو شیطان ہوتے ہیں میں اسوجہ سے اونکو نکالتا ہوں۔ پھر حضرت والا صاحب ملفوظ نے فرمایا کہ مولانا کا کشف بڑھا ہوا تھا۔ ایک مرتبہ فرمایا کہ اللہ کا ترجمہ ہندی میں بتاؤ پھر خود ہی فرمایا کہ اللہ کا ہندی ترجمہ "من موہن" ہے یہ کہکر چیخ ماری۔

(۳۰۲) فرمایا کہ شاہ عبدالرزاق صاحب جھنجانوی رح کے صاحبزادے کو کیمیا کا شوق تھا۔ ایک مرتبہ شاہ صاحب استنجا فرما رہے تھے اور یہ صاحبزادے کچھ دوائیں کیمیا کی لیئے ہوئے

کوڑے تھے بعد فراغ ڈھیلا پتھر پر مارا وہ پتھر سونے کا ہوگیا۔ ایک سُنار اوسمیں سے کچھ کاٹ کر لیگیا۔ پھر شاہ صاحب نے فرمایا کہ بھائی اگر کوئی اسکو اوٹھا کرلے گیا تو نمازیوں کو تکلیف ہوجاویگی پھر دعا کی وہ پتھر ہوگیا۔ کسی نے آپکو پارس کی پتھری لاکر دی آپنے طاق میں رکھوادی۔ اون صاحب نے اِس خیال سے لاکر دی تھی کہ شاہ صاحب کے یہاں اکثر فقر و فاقہ رہتا ہے اِس سے وہ رفع ہوجاویگا۔ جب کچھ عرصہ بعد پھر وہ صاحب حاضر خدمت ہوئے تو معلوم ہوا کہ فقر و فاقہ کی وہی کیفیت ہے شاہ صاحب سے دریافت کیا کہ حضرت وہ پارس کی پتھری کہاں ہے فرمایا کہ دیکھ لو وہیں طاق میں رکھی ہوگی دیکھا تو وہاں تو بہت سی پتھریاں ویسی ہی رکھی ہوئی تھیں دلمیں شرمندہ ہوئے پھر شاہ صاحب نے فرمایا کہ بھائی ہمارا فقر و فاقہ اختیاری ہے اضطراری نہیں ہے۔ پھر حضرت والا صاحب ملفوظ نے مندرجہ ذیل اشعار زبان مبارک سے فرمائے ؎

خوردن تو مرغ مسمّا و مے	خوردن ما نانک جوین ما
پوشش تو اطلس و دیبا حریر	بخیہ زدہ خرقہ پشمین ما
نیک ہمین ست کہ مے بگذرد	راحت تو محنت دوشین ما
باش کہ تا طبل قیامت زنند	آن تو نیک آید و یا این ما

پھر حضرت والا نے فرمایا کہ جس کی آنکھ کُھل جاوے تو یہ باتیں کچھ مشکل نہیں ہیں آنکھ کُھلنے میں کوشش کرے ہمت کی بات تو یہ ہے باقی جب آنکھ کھُلگئی تو پھر کیا مشکل ہے۔

۳۰ ربیع الثانی ۱۳۳۵ھ بروز جمعہ

(۳۰۲) ایک صاحب مبھوں نے کہ حضرت والا کی خدمت میں کوئی تحریر نامناسب اور سخت تکلیف دہ بھیجی تھی عرصہ طویل بلکہ اطول کے بعد حاضر خدمت ہوئے اور اپنے سر پر سے ڈوپٹہ اوتار کر رکھدیا اور ایک ڈنڈا رکھدیا کہ حضرت کو اختیار ہے جتنا چاہیں مجھے اِس سے پیٹیں حضرت والا نے فرمایا کہ آپ جائیے مجھے صورت نہ دکھائیے یہ سب مکاری ہے ورنہ اگر محبت ہوتی تو ابتک کیسے چین آتا پھر فرمایا کہ کم فہم سے تو نباہ ہوجاتا ہے مگر کج فہم سے نباہ نہیں ہوتا میری رائے میں یہ کج فہم ہیں یا اِن کے نزدیک میں کج فہم ہوں۔ بس میرا اِنکا نباہ نہیں ہوگا اور میرا یہ کہنا کہ تم مجھے صورت نہ دکھاؤ سُنّت کے خلاف نہیں ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت وحشیؓ سے فرمادیا تھا کہ عمر بھر کبھی سامنے نہ آنا۔ پھر فرمایا کہ مجھے اپنا حشم خدم اور ہجوم بڑھانا منظور نہیں ہے۔ اگر خدا راضی ہے تو سب کچھ ہے ورنہ کوئی کچھ کام نہیں آسکتا انھوں نے جو کچھ لکھا تھا وہ بطور اظہار رائے کے نہ تھا بلکہ طعن آمیز کلمات تھے۔ اپنی اس حرکت سے ان پر خجالت طاری نہیں ہوئی ورنہ یہ وہ طریقے اختیار کرتے کہ جس سے خجلت ظاہر ہوتی میں نے انھیں کیا تکلیف پہونچائی کہ جو انھوں نے مجھے تکلیف دی کہتے ہیں کہ میں مولانا رشید احمد صاحب اور مولانا محمد قاسم صاحب کا ناز پروردہ ہوں بس تو جو تمھارے ناز اوٹھاوے وہاں جاؤ میں نے کسی کے بلانے کا اشتہار تو نہیں دیا اور وہ حضرات تو کسی نواب کی بھی پرواہ نہ کرتے تھے ان کے تو کیا ناز اوٹھاتے پھر فرمایا کہ جب میں بُرا ہی ہوں تو پھر میرے پاس کیوں آتے ہیں۔ کانا بھاوے بھی نا کانے بنا چین بھی نہ آوے۔ دل ملنے کی بات ہے جس سے ملجاوے۔ میرے جو دل میں ہوتا ہے وہی زبان پر آتا ہے۔ ایک صاحب کی نسبت فرمایا کہ میں اونسے سلام و بات چیت کرتا ہوں مگر یہ میں نے اونسے کہدیا ہے کہ کسی قسم کا خصوصیت کا برتاؤ جیسا کہ آپکا خیال ہے میری طرف سے نہیں ہوگا میرے دل میں کینہ نہیں ہے ؎

کفرست در طریقت ما کینہ داشتن   آئین ماست سینہ چو آئینہ داشتن

ایک مرتبہ میں نے ایک بہت ہی قوی علاقہ دار سے کہدیا تھا کہ جبتک تمھارے یہ خیالات نہ بدلینگے میں تم سے بالکل ملنا نہیں چاہتا اگر مجھے خدانخواستہ حضرت حاجی صاحب سے سوء اعتقاد ہوجاوے تو میں علی الاعلان بیعت توڑدوں خدا کے واسطے تعلق ہے نہ کہ دنیا کیلئے وہ شخص بڑا مکار اور دغاباز ہے جو دنیا کے لئے تعلق رکھے اگر کوئی مجھسے تعلق چھوڑدے تو مجھے بڑی خوشی ہوتی ہے اور جگہ تو یہ بنا ہے رنج کی اور میرے نزدیک یہ خوشی کی بنا ہے حضرت حاجی صاحبؒ کی جوتیوں کے طفیل سے یہ مذاق ہے پھر فرمایا کہ اگر کسی کو تڑپ کی محبت ہو تو اوسکو طریقے بھی راضی کرنے کے سوجھ جاتے ہیں چنانچہ ایک بزرگ اپنے مرید سے ناراض ہوئے بہت طریقے اُس بیچارے نے راضی کرنے کے اختیار کئے مگر وہ راضی نہوئے۔ اوسے معلوم ہوا کہ پیر کو بندروں کے تماشہ سے شوق ہے بس یہ سنکر قلندروں میں گیا اور بندر نچانے کا کام سیکھا پھر سیکھکر معہ بندروں کے

اُن بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عجیب وغریب تماشے کئے وہ بزرگ اُن تماشوں سے بہت خوش ہوئے جب خوش پایا تو انعام کا وعدہ لے لیا جب وعدہ کرلیا اوسوقت ظاہر کیا کہ میں حضور کا فلاں خادم ہوں حضور کے راضی کرنے کے لئے یہ سب بھیس بھرا ہے میری خطا معاف کردیجئے۔ چنانچہ خوش ہوکر اونھوں نے خطا معاف کردی۔ پھر حضرت والا نے فرمایا کہ دو شخصوں سے میرا دل نہیں ملتا متکبّر سے اور چالاک سے۔ ایک شخص مجھسے بیعت تھا اُن سے میں نے علاقہ قطع کیا اونکی ایک بات سے میں خوش ہوا کہ اونھوں نے یہ کہا کہ جی مجھے بھی آجتک تم سے اُنس نہیں ہوا میں اونکی بات سُنکر خوش ہوا مگر اونھوں نے جلد ہی اِس خوشی کو بدل دیا وہ یہ سمجھے کہ یہ دلمیں خوش نہیں ہیں صرف ظاہر میں خوشی کا اظہار کررہے ہیں مجھسے کہنے لگے کہ اگر میں اور جگہ بیعت ہوجاؤں تو میرے لئے بددعا تو نکرینگے میں نے کہا کہ مجھے تم نے منافق اور فاسق سمجھا جو میرے اوپر یہ احتمال کیا پھر میں اونکے ساتھ سختی سے پیش آیا اور میں نے کہا کہ مولانا آپکے علم کا خیال ہے ورنہ اِتنے لگواتا کہ بال نہ رہتا آپ یہاں سے اوٹھ جایئے جب وہ نہ اوٹھے تو میں نے نِکلوادیا۔ میں بیعت کے حقوق کا خلاصہ یہ سمجھتا ہوں کہ وہ انقیاد محض ہے بس آدمی اپنے آپ کو مقید سمجھے ہر طرح سے۔ میں نہ اپنی خدمت چاہوں نہ اور کچھ۔ پھر غلبۂ مذاق اطاعت کے متعلق ایک حکایت بیان فرمائی کہ ماموں صاحب حیدرآباد میں ایک مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے کہ اونکے پیر مرزا صاحب رح نے آواز دی اونھوں نے فوراً نماز میں ہی ہی جواب دیا کہ جی۔ اِسپر مرزا صاحب نے فرمایا کہ کیا کررہے ہو عرض کیا کہ نماز پڑھ رہا ہوں اونھوں نے فرمایا کہ نماز میں بولتے ہو عرض کیا کہ جی۔ فرمایا نماز جاتی رہی اِدہر آؤ وہ آئے پوچھا کہ یہ کیا واہیات بات ہے عرض کیا کہ حضرت حدیث شریف میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلعم نے حضرت ابی بن کعب رض کو حالت نماز میں پُکارا تھا اونھوں نے جواب نہیں دیا تھا تو حضور صلعم نے فرمایا تھا کہ تم بولے کیوں نہیں تھے حالانکہ قرآن مجید میں اللہ پاک نے فرمایا ہے استجیبوا اللّٰہ وللرسول اذا دعاکم اور شراح نے لکھا ہے کہ حضور صلعم کے پُکارنے پر جواب دینے سے نماز نہیں ٹوٹتی یہ ہمارے لئے جائز نہیں رسول اللہ صلعم کے لئے یہ خاص حکم تھا ماموں صاحب نے عرض کیا کہ بہت اچھا ابتک یہ سمجھا تھا اِس پر عمل کیا اب جو آپ فرماتے ہیں اِسپر عمل ہوگا اھ پھر کہا کہ میرا یہ مطلب نہیں کہ نماز میں بولا کرو

مطلب یہ بتلانا ہے کہ دیکھو غلبۂ محبت کے مذاق سے یہ آثار پیدا ہوتے ہیں۔

(۳۰۴) فرمایا کہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے جلسہ دستار بندی میں یہ مضمون فرمایا کہ اکثر لوگوں کو اس مدرسہ کی حالت دیکھکر یہ خیال ہوگا کہ یہاں علوم معاش کا کچھ انتظام نہیں۔ اسکا جواب یہ ہے کہ یہ مدرسہ اس لئے ہے ہی نہیں نہ ہم نے دعویٰ کیا کہ اسمیں تمام علوم کی تعلیم ہوگی یہ تو صرف اونکے لئے ہی جنکو فکر آخرت نے دیوانہ بنایا ہے۔

(۳۰۵) فرمایا کہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کی نسبت حضرت مولانا محمد قاسم صاحب کا مقولہ سنا ہو کہ ہر شخص کے اندر کچھ نہ کچھ روگ باطنی ہوتا ہے جو مجاہدہ سے رفع ہوتا ہے مگر مولانا محمد یعقوب صاحب میں کوئی روگ باطنی نہیں ہے۔ پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ مولانا محمد یعقوب صاحب مولوی یٰسین سے کہنے لگے عام مجمع میں جہاں اونکے مرید اور شاگرد بھی موجود تھے کہ مجھ میں ذرا سی کسر رہ گئی ہے اور تمھارے پیر یعنی مولانا رشید احمد صاحب اوسے پورا کر سکتے ہیں مگر وہ پتہ ہی نہیں دیتے بُخل کرتے ہیں۔

(۳۰۶) فرمایا کہ ایک مرتبہ میں نے مولانا گنگوہی رح کی خدمت میں اپنے کچھ حالات لکھے مولانا نے جواب میں تحریر فرمایا کہ بھائی ہمیں تو ابتک بھی یہ حالات نصیب نہیں ہوئے کیا ٹھکانا ہے تواضع کا۔ پھر فرمایا کہ مولانا گنگوہیؒ نے ایک جگہ قسم کھائی ہے کہ مجھ میں کوئی کمال نہیں ہے بعض مخلص لوگوں کو اس سے شک ہوگیا کہ مولانا میں کمال کا ہونا تو ظاہر ہی تو اس قول سے مولانا کا جھوٹ بولنا لازم آتا ہے پھر ہمارے حضرت نے مولانا کے قول کی تفسیر میں فرمایا کہ بزرگوں کو آیندہ کمالات کی طلب میں موجودہ کمالات پر نظر نہیں ہوتی پس مولانا اپنے کمالات موجودہ کو کمالات آئندہ کے سامنے نفی خیال فرماتے تھے اسکی ایسی مثال ہے کہ کسی شخص کے پاس ایک ہزار روپیہ ہیں وہ لکھ پتیوں کے سامنے مالدار نہیں البتہ دوسرے شخصوں کو مولانا کی نسبت یہ گمان کرو وہ خالی از کمالات تھے نہیں کرنا چاہیے۔

(۳۰۷) فرمایا کہ تھانہ (یعنی تھانہ بھون) پہلے زمانہ میں مثل اپنے نام کے تھا کہ یہاں کے کمالات کی تھا (یعنی انتہا) نہ تھی۔ یہاں پر عبدالرحمن ایک چابک سوار تھے وہ نئے گھوڑے کو ہاتھ پھیر کر سیدھا کر دیتے تھے جب وہ گھوڑے سے لیٹنے کو کہدیتے تھے تو وہ پڑا رہتا تھا اور

جب تک اُٹھنے کو نہ کہتے اُٹھتا نہ تھا۔ مظفر نگر میں ایک بنئے نے اپنا گھوڑا سِکھانے کو دیا جب وہ درست ہوگیا تو جسقدر روپیہ طے ہوا تھا اُس نے اُس سے کچھ کم دیا اور باوجود کہنے کے بھی اُس نے اُس کمی کو پورا نہ کیا تب اُنھوں نے اُس بنئے سے کہا کہ اسکے اندر ایک کمی رہ گئی ہے لاؤ وہ بھی سکھلا دو اُس نے کہا بہت اچھا بس اوسکے گھوڑے کو یہ سکھلا دیا کہ سوار کو لیکر فوراً قصاب کی دوکان پر پہنچ جایا کرے چنانچہ وہ بنیا جب گھوڑے پر سوار ہوتا وہ گھوڑا اوسے فوراً قصاب کی دوکان پر لیجاکر کھڑا کر دیتا بیچارہ بہت سخت پریشان ہوا اور مجبور ہوکر اونکو روپئے پورے دیئے تب اُنھوں نے اُس سے قصاب کی دوکان پر لیجاکر کھڑا کر دینے کی عادت چھڑائی۔ ایک گھوڑے کو اُنھوں نے یہ سکھلا دیا تھا کہ جب اوسپر کوئی سوار ہوتا بس وہ پیچھے کو ہٹتا چلا جاتا تھا یہ اونمیں عجیب کمال تھا کہ جو کمال چاہیں پیدا کر دیں اور جو عیب چاہیں پیدا کر دیں۔

(۳۰۸) فرمایا کہ لکھنوتی میں شیعہ لوگوں نے جب حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے تبرّے نکالے تو سید محمد کے دادا قاضی امانت علی تلوار لیکر اپنے دروازہ کے سامنے بیٹھ گئے تھے کہ اگر ادہر کو نکلینگے تو فوراً اُس سے مقابلہ کرونگا آخر کار مقدمہ سرکار میں پہونچا وہاں کے کلکٹر نے فیصلہ قاضی صاحب کے موافق دیا اُس فیصلہ میں لکھا تھا کہ انکے مذہب میں تقیہ بھی ہے۔ اسی طرح فتحپور کے کلکٹر نے اپنے فیصلہ میں لکھا تھا کہ تبرّا کہنے والوں کو اگر عبادت ہی تو آخرت میں اجر ملیگا مگر دنیا میں تو فلاں دفعہ ضرور ہی بھگتنا پڑیگی۔

(۳۰۹) فرمایا کہ پُرانے لوگوں میں تہذیب کا بہت خیال تھا۔ الور میں ایک دوست ایکمرتبہ میرے پاس مٹھائی لائے وہ سب میں تقسیم ہوئی ایک صاحب ہنود میں سے جو کہ تھانہ بھون ہی کے رہنے والے ہیں بیٹھے ہوئے تھے اُنھوں نے کہا کہ مجھے نہ دی میں نے کہا معاف کیجئے میں یہ سمجھا تھا کہ آپ مسلمان کے ہاتھ کی نہ لینگے اُنھوں نے کہا جی سب ہاتھ برابر تھوڑا ہی ہیں۔

یکم جمادی الاولیٰ ۱۳۳۵ھ بروز شنبہ

(۳۱۰) فرمایا کہ شیخ احمد عبدالحق ردولوی رح کے بڑے بھائی دہلی رہتے تھے وہاں کے شہزادے اونکے بہت معتقد تھے شیخ نے اپنے اُن بھائی سے جب صرف ونحو ابتدائے عمر میں شروع کی تو اس مثال پر کہ ضرب زید عمرا فرمایا کہ کیوں مارا اُس نے کیا خطا کی تھی اُنھوں نے کہا کہ یہ مثال فرضی ہے

مارا دارا کچھ نہیں کہنے لگے کہ خیر یہ جھوٹ ہی میں ایسی کتاب نہیں پڑھتا جس میں شروع ہی سے ظلم اور جھوٹ کی تعلیم ہو یہ آپکی بچپن کی کیفیت تھی اسکے بھائی نے شہزادہ سے کہا اونھوں نے فرمایا کہ وہ صاحب حال ہیں وہ پڑھینگے نہیں اونھیں مت ستاؤ۔ بھولے اسقدر تھے کہ آپکے بھائیوں نے زدوکی میں آپکی نسبت کی اوّل تو آپنے بھائی بھاوج سے منع فرمایا اور کہا کہ مجھے اس جھگڑے سے چھڑاؤ جب وہ نہ مانے تو آخر کار خود ایک دن سسرال گئے اور دروازہ میں جاکر کہدیا کہ میں نامرد ہوں تمھاری لڑکی کی عمر ضائع ہوگی چنانچہ آپکے اس عمل سے اوسوقت شادی موقوف ہوگئی پھر ایک زمانہ میں آپنے شادی کی اولاد بھی ہوئی مگر اولاد زندہ نہ رہتی تھی جو بچہ پیدا ہوتا تھا وہ تین مرتبہ حق حق کہکر مرجاتا تھا ایک مرتبہ آپکی بی بی اس رنج کی وجہ سے کہ اولاد نہیں جیتی آپکے سامنے روئیں آپنے فرمایا کہ اچھا اب جو بچہ پیدا ہوگا وہ زندہ رہیگا چنانچہ پھر جو بچہ پیدا ہوا اُس نے حق حق نہیں کہا اور وہ زندہ رہا۔

(۳۱۱) فرمایا کہ حضرت نظام الدین اولیاء رح کو ایک ہیزم کش ملے تھے وہ مسجد میں آئے تو حضرت نے اونکو وضو کرنے کیلئے فرمایا وہ بولے کہ وہ بھی مسلمان ہے جو ہر وقت وضو سے رہے۔

(۳۱۲) فرمایا کہ حضرت جنید بغدادی رح نے ایک شخص کو جو کہ اچھا ہٹا کٹا تھا مسجد میں سوال کرتے دیکھا دلمیں انکار کیا اُن شخص نے یہ آیت پڑھی اجتنبوا کثیرًا من الظن ان بعض الظن اثم۔ اسکو سُنکر حضرت جنید بغدادی رح نے دلمیں توبہ کی اُس شخص نے فوراً یہ پڑھ دیا وھوالذی یقبل التوبۃ عن عبادہ

(۳۱۳) فرمایا کہ ایک بزرگ کے ایک مرید نے ایام عرس میں حضرت سلطان نظام الدین اولیاءؒ کے مزار پر جانے کی اجازت چاہی اُن بزرگ نے فرمایا کہ سماع میں شریک ہونا اور مزار پر یہ پڑھنا اور اسطرح متوجہ ہونا چنانچہ وہ مرید گئے اور ایسا ہی کیا متوجہ ہونیکی حالت میں حضرت نظام الدین اولیاء رح کے مزار سے یہ آواز سُنی۔ ایں بدبختان دماغ مارا پریشاں می کنند۔

(۳۱۴) فرمایا کہ ایک وکیل کہتے تھے کہ مجھکو ایک بڑھیا اپنے گھر لیگئی اور وہاں مجھکو خوب جلوا کھلایا اُنھوں نے اسکا سبب دریافت کیا کہنے لگی کہ میرا ایک لڑکا پردیس میں گیا ہی اوسکی بھی ایسی ہی شکل ہے چونکہ تم میرے بیٹے کی ہمشکل ہو اسلئے میرا دل چاہا۔ اسی طرح جو شخص رسول اللہ صلے اللہ

علیہ وسلم کی ہمشکل اتباع سُنّت کرکے بنجاویگا اللہ تعالیٰ اسی طرح اُس سے محبّت کرینگے۔

(۳۱۵) فرمایا کہ کانپور میں ایک شخص بازار میں آیا اور اُس نے بزاز سے ایک گز لٹھا مانگا۔ جب بزاز نے لٹھا پھاڑا تو وہ شخص اُس لٹھے کے پھٹنے کی آواز سُنکر بہت خوش ہوا اور کہنے لگا کہ اہا کیسی اچھی آواز ہے اور بزاز سے کہا کہ ایک گز اور پھاڑ دو پھر اوسکی آواز سُنکر وہی حالت ہوئی غرض کہ اُس نے اِسی طرح کئی گز لٹھا لیا اور اوسکے پھٹنے کی آواز سُنکر بہت خوش ہوتا تھا۔

۲ر جمادی الاولیٰ ۱۳۳۵ھ بروز یکشنبہ

(۳۱۶) ایک مولوی صاحب نے جو کہ مدرسہ امداد العلوم میں مدرس ہیں طلباء پر سبق کے یاد نکرنے کے جُرم میں بلا اجازت و مشورہ حضرت والا کے کچھ جُرمانہ کیا۔ جب حضرت والا کو اطلاع ہوئی تو مولوی صاحب کو بُلا کر فرمایا کہ آپنے طلباء پر جُرمانہ کیا ہے اونھوں نے اقرار کیا پوچھا گیا کہ یہ جائز کہاں ہے اونھوں نے یہ کہا کہ مالکوں ہی کو بعنوان انعام دیدیا جاویگا۔ حضرت والا نے فرمایا کہ کسی کے مال کا حبس کرنا بلا رضامندی کب جائز ہے تیسرے یہ جُرمانہ تو بچوں پر نہوا اونکے ماں باپ پر ہوا کیونکہ مال اُن ہی کا ہے۔ مدرسہ کے انتظامات بلا میری رضامندی کے کئے جاتے ہیں۔ آپکا کام سکھانے اور سمجھانے کا ہے نہ یاد کریں بلا سے مت یاد کرو۔ آپنے شریعت کی مخالفت کیوں کی۔ اور میری بلا اجازت یہ کام کیوں کیا گیا۔ آپکی سپرد جو کام ہے اوسکو کئے جایئے اور جو کوئی نیا کام کرو مولوی احمد حسن صاحب سے پوچھکر کرو خود رائی کا یہ نتیجہ ہے۔ آسان بات یہ ہے کہ بلا پوچھے کام نکرو علاوہ اسکے اِس مدرسہ کے متعلق میرے دل میں یہ بات جمی ہوئی ہے کہ طالبین خدا کے ہوجائیں عالم اِصطلاحی بنانا منظور نہیں ہے امتحان کے اچھے بُرے ہونے پر مجھے کچھ خیال نہیں اسی وجہ سے کہ اگر کوئی کوتاہی کریگا خدا کے یہاں مواخذہ دار رہے گا پس جب مولوی بنانا ہی منظور نہیں تو اوسکے واسطے جُرمانہ وغیرہ کا تکلّف کیوں کیا جاوے۔

۳ر جمادی الاولیٰ ۱۳۳۵ھ بروز دوشنبہ

(۳۱۷) فرمایا کہ محمد غوث گوالیاری مصنّف جواہر خمسہ عامل تھے یہ غالباً شیخ عبدالقدوس گنگوہی رح کے ہمعصر ہیں۔ حضرت شیخ رح کے لانیکے لئے اونھوں نے ایک مرتبہ جنوں کو بھیجا شیخ مسجد

میں مشغول تھے جن پہونچے مگر پاس جانے کی ہمت نہوئی۔ شیخ نے خود ہی سر اوٹھاکر دیکھا پوچھا کون جنوں نے جواب دیا کہ محمد غوث نے بھیجا ہے وہ زیارت کا مشتاق ہے اگر اجازت ہو ہم اِسطرح لیچلیں کہ تکلیف نہوگی حضرت شیخ نے فرمایا کہ میں حکم دیتا ہوں کہ محمد غوث کو لے آؤ۔ چنانچہ جن پہونچے اور اونکو لیکر چلے اونھوں نے جنوں سے دریافت کیا کہ اسکی کیا وجہ ہے تم تو میرے مطیع تھے اب یہ سرکشی کیسی۔ جنوں نے جواب دیا کہ سب کے مقابلہ میں تو تمھارے مطیع مگر شیخ کے مقابلہ میں تمھاری اطاعت نہیں غرض کہ اونکو لیکر شیخ کی خدمت میں پہونچے۔ فرمایا کہ تمھیں شرم نہیں آتی اور بہت ڈانٹا آخر کار وہ بیعت ہوکر صاحب نسبت ہوئے گوالیار میں اونکا مزار ہے۔

(۳۱۸) فرمایا کہ حضرت حاجی صاحبؒ کا لطیفہ ہے کہ انسان ہی کے اندر سب کچھ ہے چنانچہ جب سردی لگی تو کرۂ نار کا تصور کرلیا اور گرمی لگی تو طبقۂ زمہریر کا تصور کرلیا۔

۴ رجمادی الاولیٰ ۱۳۳۵ھ بروز سہ شنبہ

(۳۱۹) ایک صاحب نے خط میں لکھا تھا کہ خط کے اوپر آپکے دستخط نہ تھے اس سے بڑا رنج ہوا فرمایا کہ یہ جاہلانہ باتیں ہیں یہ بھی کوئی رنج کی بات ہے اگر ایسا ہی شوق ہے تو آکر ملیں بجائے دستِ خط کے چہرہ خط دیکھ لیں۔

(۳۲۰) فرمایا کہ کسی کی امانت مجھے بہت بار معلوم ہوتی ہے بے لکھے یاد نہیں رہتا اور میں لکھوں کہانتک میری کتابیں گم ہوگئیں نہ لکھنے کی وجہ سے۔

(۳۲۱) فرمایا کہ رات خواب دیکھا گنگوہ کا مقام ہے مگر شکل گنگوہ کی نہیں۔ صاحب کلکٹر تحقیقات کے لئے آئے ہیں عوام و عمائد سب جمع ہیں میرا نام اچھی طرح ادب سے لیکر پوچھا کہ وہ ہیں میں نے کہا پہلے تو نہیں تھا مگر اب موجود ہوں یہ سُنکر وہ ڈھیلے سے ہوگئے اور کچھ حکومت کی شان نرہی میری بہت خاطر کی اِسکے بعد بس علٰحدہ ہوگیا کچھ مجھسے پوچھا پاچھا نہیں۔ خواب تو اچھا ہے۔

۵ رجمادی الاولیٰ ۱۳۳۵ھ بروز چہار شنبہ

(۳۲۲) فرمایا کہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کے زمانہ میں ایک طالب علم نے ایک دوسرے مبتدی طالب علم سے جسکی نئی شادی ہوئی تھی یہ کہلوادیا طلقت امراتی پھر بہنا

کہ جاؤ تمھاری بی بی کو طلاق ہوگیا وہ بہت گھبرایا اور مولانا کو اطلاع کی تو اوسکو خوب پیٹا مولانا کو شرارت پر غصہ آتا تھا تعلیم کے معاملات میں غصہ نہ آتا تھا چنانچہ ایک طالب علم عائشۃ کو ہمیشہ عاشیۃ پڑھتے تھے مولانا اونکو ہر مرتبہ بتلاتے تھے اگرچہ اونسے کہا نہ جاتا تھا۔ پھر فرمایا کہ سب میں خلقی روگ ہوتا ہے جو ریاضت و مجاہدہ سے جاتا ہے مگر مولانا بے روگ تھے ایک مرتبہ دیوبند سے گدھے پر سوار ہو کر اوسی پر کتابیں رکھکر نانوتہ کو چل دیئے۔

(۳۲۳) فرمایا کہ مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کو سبزی کا شوق تھا کچھ پودینہ۔ دھنیہ وغیرہ کے درخت لگے ہوئے تھے اونمیں مینگنی ڈالنے کی ضرورت ہوئی کسی زمیندار کا وہاں کو گذر ہوا مولانا نے اونسے فرمایش کردی اونھوں نے رعایا میں سے ایک گڈریہ کے سر پر ٹوکری میں مینگنیاں بھیجدیں مولانا اپنے ہاتھ سے اُس سبزی میں ڈال رہے تھے حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ سامنے سے آگئے بہت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ اُس شخص کا حال معلوم نہیں کہ ظالم ہے اُس نے ضرور زبردستی ظلماً اس بیچارے غریب شخص سے بیگار لی ہے اِسکو ابھی واپس کیا جائے چنانچہ مولانا محمد یعقوب صاحب نے اوسی وقت وہ مینگنیاں اپنے ہاتھ سے جمع کرکے سب واپس کردیں۔

(۳۲۴) فرمایا کہ ایک مرتبہ مولانا محمد یعقوب صاحبؒ گنگوہ تشریف لائے عصر کی جماعت تیار تھی مولانا گنگوہیؒ نے فرمایا کہ حضرت نماز پڑھائیے چنانچہ مولانا مصلے پر جانے لگے چونکہ پیدل چلکر تشریف لائے تھے اِس لئے پیروں پر گرد جمی ہوئی تھی جب مولانا گنگوہی کے محاذاۃ میں پہونچے تو مولانا خود اپنے ہاتھ سے اونکے پیروں کی گرد جھاڑنے لگے مولانا خاموش کھڑے رہے اور بے تکلف پیر صاف کراتے رہے پھر فرمایا کہ اِسی طرح ایک مرتبہ مولانا گنگوہیؒ کھانا کھارہے تھے کہ مولانا محمد یعقوب صاحبؒ تشریف لے آئے مولانا گنگوہیؒ اپنے ہاتھ میں کا ٹکڑا دیکر گھر میں سے اور کھانا لینے کے واسطے چلے گئے مولانا نے وہ ٹکڑا کھانا شروع کردیا پھر ہمارے حضرت نے فرمایا کہ اِن سب حضرات کا آپسمیں ایسا برتاؤ تھا کہ یہ پتہ نہیں چلتا تھا کہ اِنمیں کون بڑا ہے۔ مثل صحابہؓ کے آپس میں بے تکلف اور جاں نثار تھے ہر شخص دوسرے کو اپنے سے بڑا سمجھتا تھا۔

(۳۲۵) فرمایا کہ مولانا نانوتویؒ جب بمرض موت بیمار ہوئے تو مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے بذریعہ مراقبہ معلوم کیا کہ مولانا کی عُمر کتنی ہے تو لفظ مہدی معلوم ہوا مولانا نے لفظ مہدی کے

عدد نکالے تو ۹۵ نکلے اور اوسوقت ۹۴ سال کی عمر تھی فرمایا کہ انشاء اللہ تعالےٰ صحت ہو جاویگی اور دس برس اور جئیں گے جب وفات ہو گئی تو فرمایا کہ ہم سے غلطی ہوئی مطلب یہ تھا کہ جتنی حضرت امام مہدی علیہ السلام کی عمر ہوگی اوتنی ہی مولانا کی عمر ہے اور حضرت امام مہدی علیہ السلام کی عمر حدیثوں میں ۴۹ سال کی ہوگی چنانچہ ۴۰ میں ظہور اور ۹ سال سلطنت کے چنانچہ مولانا کی عمر اسی قدر ہوئی۔

(۳۲۶) فرمایا کہ صحیح حدیث میں ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم میں ۳۰ مردوں کی قوت تھی اور ہر مسلمان کو ۴ عورتوں سے نکاح کی اجازت ہے تو اس حساب سے ۱۲۰ عورتیں حضورؐ کے لئے ہونی چاہئیں۔ مخالف ۹ ازواج مطہراتؓ کو بھی زیادہ سمجھتے ہیں اسکی وجہ یہ ہے کہ لوگ اپنی قوت پر قیاس کر کے فیصلہ کرتے ہیں۔ پھر حکمت تعدد ازواج نبویہؐ میں فرمایا کہ انبیاءؑ بغیر مصلحت کے کوئی مباح کام بھی نفس کے لئے نہیں کرتے۔ پھر تائید مضمون قوت میں فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو بوقت مسلمان ہونے کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پکڑ کر زدرے دبایا تاکہ اونکو حضورؐ کی قوت کا حال معلوم ہو جاوے اور یہ نہ سمجھیں کہ میں مسلمان ہو گیا ورنہ غالب آجاتا۔

(۳۲۷) حضرت ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ کے ترکِ سلطنت کے متعلق فرمایا کہ جیسی طلب اونکو تھی وہ تخت و تاج واقعی اُس طلب کے منافی تھا۔ یکسوئی محض بدون تخت چھوڑے ہوئے نہیں ہوسکتی تھی پھر چاہے بعد حصول مقصود تخت پر آبیٹھتے مگر ابتداء میں ممکن نہیں ہے۔

(۳۲۸) فرمایا کہ میں نے مولانا محمد یعقوب صاحبؒ سے خود یہ حکایت سُنی تھی مولانا فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ میں نے خط لکھکر اپنا نام لکھنا چاہا نام ہر چند یاد کرنا چاہا مگر یاد نہ آیا پھر فرمایا کہ یہ بات اگر میں نے خود نہ سُنی ہوتی تو چاہے کیسے ہی ثقہ شخص بیان کرتے مگر یقین نہ ہوتا۔

۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۵ھ بروز پنجشنبہ

(۳۲۹) ہمارے حضرت دوپہر کو سہ دری میں آرام فرمارہے تھے اور پردے چھوٹے ہوئے تھے ایک صاحب وہاں جا پہونچے اور حضرت والا کے منع فرمانے پر واپس چلے آئے اونکے متعلق بعد نماز ظہر کچھ گفتگو کے بعد فرمایا کہ آدمی کو چاہیے جہاں جاوے اوسکے اوقات کی تحقیق کرلے اگر

مجھے پوچھا جاتا تو میں اپنے معمولات خود ہی بتلا دیتا مشرق مغرب شمال جنوب کہیں بھی آدمی جاوے سب کے ساتھ یہی معاملہ کیا جاوے کچھ میری ہی تخصیص نہیں ہے معمولات کی تحقیق کر لینی چاہیے میں ذرا آرام کرنے لیٹا تھا کہ بس آموجود ہوئے کون آرام کرنے دیتا ہے۔ رانڈیں بیٹھیں تو جب جب رنڈوے بیٹھنے دیں۔ اُن صاحب نے اپنے جانیکا یہ عذر کیا تھا کہ چونکہ پردوں کے اندر سے حضرت والا کے گفتگو فرمانے کی آواز آرہی تھی اس وجہ سے میں چلا گیا تھا اسپر ہمارے حضرت نے فرمایا کہ اگر آواز سُنکر جانے کی اجازت ہونے پر استدلال کیا جاویگا تو میاں بیوی کی خلوت میں بھی جا گھسینگے۔ پھر فرمایا کہ جو شخص ہاتھ میں تسبیح لے لیتا ہے اوسکو تو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ پتھر ہو جاتا ہے اور یہ نہیں سمجھتے کہ وہ سب سے زیادہ ذی حس ہو جاتا ہے۔

(۳۳۰) ایک صاحب نے خط میں دریافت کیا تھا کہ بزرگوں میں ایسے کون کون ہوئے ہیں جنمیں شان نبوت کا غلبہ تھا۔ حضرت والا نے جواب تحریر فرمایا کہ اسکا جواب خط سے نہیں ہو سکتا زبانی گفتگو سے سمجھ میں آسکتا ہے پھر فرمایا کہ اگر سمجھنے کا شوق ہے تو یہاں آنے کی تکلیف گوارا کریں یہاں آنے سے انکا مذاق معلوم ہو جاویگا اور مذاق معلوم ہونے پر اوسکے موافق جواب دیا جاویگا پھر فرمایا کہ یہ شخص یا تو قادیانی ہیں کہ اس سے مرزائی نبوت کی تائید کرتے یا اونکے مخالف ہیں کہ جواب دیتے پھر بیان کیا کہ بزرگوں کی شانیں ہیں کہ اصطلاح میں اونکو الوہیت۔ نبوت۔ ولایت کہتے ہیں۔ پس جو اولیاء اللہ مظہر شان الوہیت ہیں اونکو یہ لوگ اللہ میاں کہہ دینگے کہ کچھ اللہ میاں بھی ہوئے ہیں۔

(۳۳۱) ایک صاحب مدرسہ امداد العلوم میں مدرس تھے وہ کچھ رخصت لیکر اپنے مکان گئے تھے وہاں سے اونکا خط توسیع رخصت کا آیا اور اُس خط میں دیر کا کچھ عذر لکھکر بعد رفع عذر آنیکو بھی لکھا تھا۔ ہمارے حضرت نے اونھیں جواب تحریر فرمایا کہ تمھارے خط کا لہجہ سُست ہے سچ سچ بتاؤ کہ تمھارے نوکری کرنے کے دلمیں بھی ہے یا نہیں اس کے بعد وہ صاحب رخصت سے واپس آتو گئے مگر ایک ہفتہ کے اندر ہی استعفار دیکر مکان چلے گئے تب حضرت والا نے فرمایا کہ دیکھئے بظاہر میرا جواب اونکے خط کے مضمون سے بالکل بے جوڑ معلوم ہوتا تھا کہ اونھوں نے تو خط میں آنیکو لکھا تھا اور میں نے یہ لکھا کہ تمھارے نوکری کرنے کے دل میں بھی ہے یا نہیں بظاہر یہ جواب پہلے بالکل بے ربط معلوم ہوتا

تھا مگر اب اوسکی تصدیق ہوئی بس اسی طرح اہل باطل کی تصانیف میں جو بظاہر مفید ہوں باطل کی جھلک ہوتی ہے اور اہل حق اوسکا پردہ فاش کردیتے ہیں اسی لئے اہل باطل کی تصانیف مفیدہ کا دیکھنا بھی مضر ہے پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ ریل میں ایک عیسائی نے مجھسے کہا کہ تم انجیل دیکھا کرو کہ اوسمیں بہت علوم ہیں میں نے کہا تم قرآن دیکھا کرو اوسمیں اُس سے زیادہ علوم ہیں اُس نے کہا ہم قرآن دیکھتے ہیں میں نے کہا تو اِس سے معلوم ہوا کہ تمھاری شریعت خود تمھارے نزدیک بھی کافی نہیں ہے جو دوسری کتابوں سے علوم ڈھونڈتے ہو اور ہمارے لئے قرآن کافی ہے اِس لئے ہمیں انجیل دیکھنے کی ضرورت نہیں یہ جواب سُنکر وہ بالکل خاموش ہوگیا۔

(۳۳۲) فرمایا کہ میری تعلیم کے دو اثر ہوتے ہیں اگر طبیعت سلیم ہے تو اِصلاح ہوجاتی ہے اور جو کجی ہے تو ملنا چھوٹ جاتا ہے اور تمام عمر کے لئے نجات ہوجاتی ہے۔

(۳۳۳) فرمایا کہ تھانہ بھون میں ایک درزی نے میری اور ایک اور مولوی صاحب کی دعوت کی اُس نے پلاؤ پکوایا یہ لوگ دال گوشت تو اچھا پکا لیتے ہیں کیونکہ روزمرّہ کی چیز ہے اور پلاؤ زردہ وغیرہ ٹھیک طور پر اِن سے نہیں پکتا میں نے کھانا تو شروع کیا مگر جب مجھسے نہ چلا تو میں نے کہا کہ بھائی کچھ روٹی بھی ہے اُس نے کہا کہ صاحب روٹی تو نہیں ہے صرف یہی پلاؤ پکایا تھا یہ سُنکر اُن دوسرے صاحب نے بھی کہا کہ مجھے بھی ورم جگر ہے اور چاول نقصان کرتے ہیں مگر کہنے سے اُس بیچارے کو تکلیف اور دل شکنی ہوگی میں نے کہا کہ آپ اسکو کھائیے میں تو روٹی کھاؤں گا چنانچہ میں نے اُس سے کہا کہ بھائی تم نے یہ نئی چیز بغیر پوچھے کیوں پکائی دال ساگ پکا لیتے یا اگر نئی چیز پکانے کا ارادہ تھا تو پوچھکر پکاتے یا نئی اور پرانی دونوں چیزیں پکاتے ہمارے لئے تو روٹی لاؤ کہنے لگا کہاں سے لاؤں میں نے کہا محلّہ سے مانگ کر لاؤ آخر کار بیچارہ اُٹھا اور محلّہ سے روٹی مانگ کر لایا تب ہم نے روٹی کھائی۔

(۳۳۴) فرمایا کہ میں شاہجہانپور میں ایک رئیس سے جو کہ لکھ پتی ہیں ملنے گیا میری ہمراہ ایک صاحب اور تھے اُن رئیس نے اپنے لڑکے کو پکار کر کہا کہ پان کی دو خوراکیں لاؤ وہ چار خوراک لایا اُنھوں نے دریافت کیا کہ تم چار کیوں لائے اُس نے جواب دیا کہ دو اسوقت کے واسطے دو رخصت کیوقت کیواسطے پھر فرمایا کہ یہ بھی سُنا ہے کہ وہ رئیس صاحب قربانی کا گوشت قصاب کے یہاں بھیجدیتے ہیں

کہ سیر بھر گوشت روز ہمارے یہاں بھیجدیا کرو اور ایک ماہ کے واسطے دیا سلائی گنگر باورچی کو دیتے ہیں کہ زیادہ نہ جلے اور جو ضائع ہو وہ جلانے والے کے ذمہ پھر فرمایا کہ اونکے یہاں خزانہ بہت تھا صدر اعلیٰ وڈپٹی کلکٹری کے عہدوں پر رہے تھے رشوت اونھوں نے کبھی نہیں لی نہایت محتاط تھے ویسے زکوٰۃ وغیرہ سب حساب لگا کر پوری دیتے تھے مگر نپے تلے ضابطہ کے آدمی تھے کنجوس تھے عاقل تھے۔ ایک مرتبہ ہندوؤں سے مقابلہ ہوگیا تھا بولے سب قرضہ مسلمانوں کی طرف سے میں ادا کرتا ہوں میں وصول کرتا رہونگا اور کہا کہ بازار میں مسلمانوں کی دوکانیں کھلوادو بس یہ سنکر ہندو پست ہوگئے۔

۷ رجمادی الاولیٰ ۱۳۳۵ھ بروز جمعہ

(۳۳۵) فرمایا کہ حضرت نظام الدین اولیاء قدس سرہٗ کی خدمت میں دو شخص بیعت ہونے آئے تھے اونھوں نے باہم کہا کہ فلاں جگہ کا حوض یہاں کے حوض سے بہت بڑا ہے حضرت نے فرمایا کہ تم نے ناپا ہے اونھوں نے کہا کہ ناپا تو نہیں ہے فرمایا کہ ناپ کر آؤ وہ گئے اور بہت عرصہ کے بعد ناپکر واپس آئے اور کہا کہ وہ حوض ایک بالشت بڑا ہے یہاں کے حوض سے حضرت نے فرمایا کہ یہ احتیاط کے خلاف ہے تم نے ایک بالشت بڑے کو بہت بڑا کہہ دیا تمھارے مزاج میں احتیاط نہیں ہے اس لئے ہم بیعت نہیں کرتے۔

(۳۳۶) فرمایا کہ ایک بزرگ تھے جب اونکی خدمت میں کوئی نیا شخص بغرض بیعت حاضر ہوتا تو اوسکے واسطے کھانا بھیجتے اور جو کھانا واپس آتا اوسمیں روٹی اور سالن کا تناسب دیکھتے اگر روٹی اور سالن تناسب سے بچا ہوتا تب تو بیعت فرمالیتے اور اگر کمی بیشی دیکھتے تو بیعت نہ فرماتے اور یہ جواب دیتے کہ تمھارے مزاج میں انتظام نہیں ہے ہم نے تو سالن اور روٹی انتظام سے بھیجا تھا تم نے بے انتظامی سے صرف کیا اس لئے ہم تمھیں بیعت نہیں کرتے۔

(۳۳۷) فرمایا کہ مولانا احمد علی صاحب کی خدمت میں دو طالب علم گنگوہ کے حاضر ہوئے مولانا کے یہاں سے اچھا کھانا دونوں صاحبوں کیواسطے آیا۔ ایک صاحب تو مزے کا دیکھکر بہت سا کھا گئے اور دوسرے صاحب نے تھوڑا کھایا۔ انجام یہ ہوا کہ جب تک دونوں صاحب رہے مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی بیوی ان دوسرے صاحب کیلئے تو ہر روز اچھا ہی کھانا بھیجتی رہیں کہ یہ لطیف المزاج

ہیں اور تھوڑا سا کھاتے ہیں اور پہلے صاحب کیلئے نوکروں چاکروں کا سا کھانا آتا رہا سمجھ لیا کہ یہ تو پیٹ بھرو ہے۔

(۳۳۸) فرمایا کہ میرے اصول میں سے ہو کہ اکٹھی چیز مت خرید و چاہے گراں ہو جاوے جسوقت ضرورت ہو لیلو کیونکہ زیادہ موجود ہونے پر خوب اَللّے تَلّلے سے صرف ہوتی ہو دوسرے یہ کہ حتی الامکان دُور سے چیز نہ منگاوے اسمیں بہت سی دِقّتیں ہیں۔

۸ر جمادی الاولیٰ ۱۳۳۵ھ بروز شنبہ

(۳۳۹) فرمایا کہ ایک صاحب کانپور میں میرے پاس آئے جو دس روپیہ مانگتے پھرتے تھے اونکا قول تھا کہ جنت کیا ہے۔ دوزخ کیا ہے اور حور کیا چیز ہو ہمیں تو کسی چیز کی کچھ پرواہ نہیں میں نے کہا میاں جو کسی دن بیوی رُوٹھ جاتی ہوگی تو رات بھر میاں کو نیند نہ آتی ہوگی۔ حور کو دیکھا نہیں ہے ورنہ حقیقت کھُل جاتی ؎

ایں مدعیاں در طلبش بیخبر انند کانرا کہ خبر شد خبرش باز نیامد

اور جب تمکو دس روپیہ سے استغناء نہیں کیا مونہہ لیکر جنت سے استغناء کا دعوی کرتے ہو۔

۱۰ر جمادی الاولیٰ ۱۳۳۵ھ بروز دوشنبہ

(۳۴۰) فرمایا کہ ایک مجذوب ننگے پھرا کرتے تھے معتقدین نے کہا کہ کچھ باندھ لینا چاہئے بالکل ننگا پھرنا ٹھیک نہیں اونھوں نے کہا جو کہو باندھ لوں لوگوں نے ایک لنگوٹا دیا اُنھوں نے باندھ لیا چونکہ غذا اچھی کھانے کو ملتی اور ہوش حواس درست تھے نہیں اُس لنگوٹے میں بھی چکنائی لگ جاتی اِسوجہ سے اُس لنگوٹے کو چوہے کترنے لگے اُن چوہوں کے مارنے کے لئے بلّی پالی پھر وہ بلّی کھانے خراب کرنے لگی تو اوسکی ضرورت سے کُتّا پالا وہ کھانے خراب کرنے لگا تو اوسکی حفاظت کیلئے ایک آدمی نوکر رکھا پھر اُس آدمی نے جب مرغن کھانے کھا کر اِدھر اُدھر پھرنا شروع کیا تو اوسکی شادی کردی پھر اوسکے اولاد ہو گئی سب مجمع ایک دِن اُن مجذوب کے سامنے آیا جب اونھیں معلوم ہوا کہ یہ سب قصے اِس لنگوٹے کی وجہ سے ہوئے ہیں بس اونھوں نے اُس لنگوٹے ہی کو کھولکر پھینکدیا۔

(۳۴۱) فرمایا کہ کانپور میں ایک لڑکا بہت شریر تھا بہت سے اوستاد اوسکو پڑھانے سے

عاجز آگئے تھے ایک میاں جی نے کہا کہ میں اسکو پڑھاؤنگا چنانچہ اوسکو پڑھانا شروع کیا اور یہ معمول کرلیا کہ اُس لڑکے کے روزانہ صبح کو بلا وجہ دس قمچی لگادیتے جب پہلے دن اُس کے دس قمچی لگائیں تو اُس نے کہا کہ میں نے کیا خطا کی ہے میاں جی نے کہا کہ خطا کچھ نہیں تمھیں ضرورت ہو اسکی بس اسی طرح دس قمچیاں روز لگا کرتی تھیں۔

۱۱ رجمادی الاولیٰ ۱۳۳۵ھ بروز شنبہ

(۳۴۲) فرمایا کہ اکبر کے دربار میں ایسے ایسے عقلا رجمع تھے کہ ہر شخص بذات خود سلطنت کی قابلیت رکھتا تھا اور فرمایا کہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ فرماتے تھے کہ شاہجہاں کا دماغ بہ نسبت عالمگیرؒ کے سلطنت سے زیادہ مناسبت رکھتا تھا البتہ عالمگیرؒ میں جوش دینی زیادہ تھا لیکن زوال سلطنت کی بُنیاد ڈالنے کا الزام جو عالمگیر کے ذمہ رکھا جاتا ہے یہ محض غلط ہے اصل یہ ہے کہ اکبر کے زمانہ میں جو ہندوؤں کا سلطنت میں زیادہ دخل ہوگیا تھا اوسکو عالمگیرؒ نے دفعتاً ہٹانا چاہا اس سے سلطنت کی جڑ کمزور ہوگئی تو بانی اسکا اکبر ہے نہ کہ عالمگیر پھر عالمگیر کی شجاعت کا ایک قصہ بیان کیا کہ ایکمرتبہ عالمگیرؒ کی تاناشاہ سے لڑائی ہوئی دونوں طرف سے برابر گولی چل رہی تھی درمیان میں نماز کا وقت آگیا اسطرف سے جو امام بنتا تھا وہی اوسطرف کی گولی سے شہید ہوجاتا تھا جب اسطرح چند اماموں کی شہادت ہوچکی تو آخر کار حضرت عالمگیرؒ خود امام بنے پھر جو گولی آئی وہ بچکر نکل گئی آپ نماز پڑھانے میں برابر مصروف رہے جو گولی آتی تھی وہی بچکر نکل جاتی تھی یہ آپکی کرامت تھی مگر باوجود اسکے بعض رسوم کو یہ بھی نہ ہٹا سکے چنانچہ شاہی خاندان میں قاعدہ تھا کہ لڑکیوں کی شادی نہیں کیجاتی تھی ویسی ہی بیٹھے بیٹھے وہ لڑکیاں عمریں ختم کردیتی تھیں مگر شادی نہیں ہوتی تھی اس رسم کو عالمگیرؒ بھی نہ مٹا سکے۔ کیونکہ بالغ لڑکیوں پر شرعاً جبر نہ چل سکتا تھا۔

۱۳ رجمادی الاولیٰ ۱۳۳۵ھ بروز پنجشنبہ

(۳۴۳) ایک اسلامی حکومت کی نسبت فرمایا کہ وہاں خفیہ پولیس کا بہت زور شور ہے یہانتک کہ بی بی کو میاں کی خفیہ میں ہونیکا شبہ ہے اور میاں کو بی بی پر یہی شبہ ہے پھر فرمایا کہ ایک صاحب نے ایک مضمون متعلق بعض مصالح حکومت کے لکھا بالکل تنہائی میں

جسکی کسی کو اطلاع نہ تھی اور یہ ارادہ تھا کہ صبح کو وہاں کے حاکم کو سُناؤنگا۔ صبح کو جب صاحب مضمون دربار میں حاضر ہوئے تو موقع کے منتظر تھے مگر پیش کرنیکا موقع نہ ملا لیکن اُس حاکم نے اپنی تقریر میں اُن سب امور کے متعلق جواب دیدیا جس سے یہ مضمون نگار متحیر رہ گئے جب دربار برخاست ہوگیا اور انھیں تنہائی کا موقع ملا تو صاحب مضمون نے کہا کہ کیا آپکو اسکا کشف ہوگیا جواب دیا کہ کشف تو نہیں ہوا بلکہ عقل کے ذریعہ سے معلوم ہوا جو بات کہ کشف سے معلوم ہوتی ہے قریب قریب عقل سے بھی اوسکا ویسا ہی علم ہو سکتا ہے صرف اتنا فرق ہے کہ کشف کی مثال ٹیلیفون کی سی ہے اور عقل کی مثال ٹیلیگراف کی سی۔

(۳۴۴) فرمایا کہ لوگوں کو پہلے طریقوں کی قدر نہیں پہلے مٹنے کے قاعدے بھی اچھے تھے پہلے جو بادشاہوں میں لڑائیاں ہوتی تھیں وہ اسطرح ہوتی تھیں کہ دونوں طرف سے ایک ایک شخص لڑائی کے لئے مقرر ہوجاتا تھا اور اونھیں دونوں کی ہار جیت سے تمام سلطنت کی فتح وشکست کا فیصلہ ہوجاتا تھا۔

(۳۴۵) فرمایا کہ اختیاری امور کے متعلق خود ہمّت کرنی چاہیئے پیر کا منتظر نہ رہے خود پیر ہی سے کوئی پوچھے کہ ترک معاصی میں تم نے ہمت کی تھی یا تمھارے پیر نے۔ پیر تو طریقہ بتلاتا ہے جیسے کوئی کسی کو چکّی پیسنے کا طریقہ بتلادے تو طریقہ معلوم ہوجانیکے بعد خود اُسی طرح چکّی پیسنا چاہیئے اگر کوئی بتانے والے کا منتظر ہو کر بیٹھ جاوے اور خود نہ پیسے تو ظاہر ہے کہ وہ اپنے مقصود کو کسطرح پہونچیگا۔

(۳۴۶) فرمایا کہ حافظ عبدالرحیم کہتے تھے کہ میں مکہ معظمہ میں حضرت حاجی صاحبؒ کے پاس حرم میں بیٹھا تھا کہ ایک بزرگ کو دیکھا کہ وہ ایک شخص سے کسی خطا پر اُٹھک بیٹھک کروا رہے تھے حضرت حاجی صاحب نے فرمایا کہ یہ پیر مُرید ہیں اسکے بعد فرمایا بھلا ہم نے بھی کبھی تمکو ایسی سزا دی ہے۔

(۳۴۷) فرمایا کہ ایک شخص چور تھا اتفاق سے کوئی شخص دُور کا کسی سے کوئی غلط سلط روایت سُنکر اوسکا معتقد ہوگیا اور اُس سے آکر ملا اور اپنی عقیدت ظاہر کرکے طالب بیعت کا ہوا اُس نے کہا کہ بھائی میں تو چور ہوں میرے پاس کیا رکھا ہے اُس آدمی نے

جواب دیا کہ تم کچھ ہی ہو میں تو اب آگیا مجھے مرید کر لو غرض اسرار سے مرید ہوا پھر کہا کہ کچھ تعلیم کیجئے اُس نے دلمیں سوچا کہ اسکو کوئی ایسا کام بتلاؤ جو عمر بھر پورا ہی نہو تا کہ اس سے پیچھا چھوٹے اُس سے کہا کہ فلاں جگہ ایک درخت خشک کھڑا ہے اوسکی جڑ کو پانی دیا کرو جب اُس پر پہلا پھل آجائے تو وہ پہلا پھل لیکر میرے پاس آنا اونھوں نے پوچھا کہ میں آپ کو اوسوقت کہاں تلاش کروں کہا کہ میں یا تو گھر ملونگا یا جیلخانہ بس میری دو ہی جگہ ہیں۔ وہ شخص بیچارے گئے اور جاکر اُس جڑ کو پانی دینا شروع کر دیا۔ ایک عرصہ دراز کے بعد وہ پھوٹ نکلی پھر شاخیں نکلنے لگیں رفتہ رفتہ وہ پورا درخت ہوگیا اور لہلہانے لگا اور اُس پر پھل بھی آیا پانی دینے کی ابتدا سے اور پھل آنے تک بارہ برس کی مدت گذری جب پھل آگیا تو وہ اوسکو لیکر چلے جب اونکے مکان پر پہونچے تو وہ موجود نہ تھے دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ وہ تو جیل خانہ میں ہیں بس وہیں پہونچے اور آم پیش کیا اونھوں نے نصف آم تو خود کھایا اور نصف اونکو دیا بس اُس آم کے کھاتے ہی خود بھی اور وہ بھی دونوں صاحب حال ہو گئے۔

(۸ ۳۴) فرمایا کہ ایک کنجوس نے ایک مکان کرایہ لیا جسمیں پہلے ایک سخی شخص رہتا تھا اُن سخی کے یہاں بہت سے سائل آیا کرتے تھے اُسی عادت کیموافق اب بھی آیا کرتے اور یہ سب کو اللہ کریم کہکر ٹالدیتا ایک روز یہ اپنی لڑکی سے کہنے لگا کہ توبہ اس گھر پر کتنے سائل آتے ہیں اُس نے کہا کہ جب تک اللہ کریم یاد ہے اوسوقت تک کچھ فکر کی بات نہیں ہے۔

(۹ ۳۴) فرمایا کہ ذکر شغل سے بعض لوگوں کے اخلاق اور زیادہ بگڑجاتے ہیں آدمی اپنے کو احوال وکیفیات کا مستحق اور بزرگ سمجھنے لگتا ہے۔ ایک بزرگ نے اسی وجہ سے اپنے ایک مرید کو ذکر شغل چھڑوا کر کیونکہ اُن مرید میں عجب آگیا تھا بجائے ذکر شغل کے کُتوں کی خدمت سپرد کی تھی کُتے زبردست تھے۔ ایک دن وہ کُتے بھاگے اونکے پیچھے یہ بیچارے بھی کھنچتے چلے گئے یہانتک کہ بہت چوٹ لگی خون میں تر ہو گئے اوسوقت اللہ تعالےٰ کا خاص فضل ہوا وہ مُرید حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی رح کے پوتے تھے اور پیر

حضرت شیخ نظام الدین بلخی تھے جب مُرید کی یہ حالت ہوئی تو حضرت شیخ گنگوہی کی روحانیت ان پر غنودگی میں ظاہر ہوئی اور یہ کہا کہ تم پیر ہو تمھیں اس سے زیادہ حق ہے مگر ہمنے تمھارے ساتھ ایسا نہیں کیا تھا بس اُن پیر صاحب نے اُن مُرید کو پھر تو اکرام کے ساتھ بُلوایا اور کُتوں کی خدمت لے لی پھر ذکر شغل کی تعلیم فرمائی۔

۱۵ ر جمادی الاولیٰ ۱۳۳۵ھ بروز شنبہ

(۳۵۰) فرمایا کہ ملکہ نہایت سلیم المزاج تھی ایک صاحب جو کہ لندن میں تھے اونکے معرفت ایک اور شخص خدمتگاروں میں ہو کر گئے۔ اُن صاحب نے اُس شخص کو دربار شاہی میں جانے کا اور وہاں کے سلام وغیرہ کا طریقہ بتلایا جس میں جُھکنا بھی تھا اونھوں نے کہا کہ میں تو نہیں جُھکونگا اُن صاحب نے بہت سمجھایا مگر وہ نہ مانے اور کہا کہ میں نوکری ہی نہیں کرتا آخرکار اُن صاحب نے اونکا حال ملکہ سے بیان کردیا ملکہ نے کہا کہ ہمیں اطلاع نہیں تھی کہ مسلمانوں کے یہاں سلام کے وقت جُھکنا منع ہے اس لئے اب ہمارا حکم ہے کہ مسلمان اپنے مذہب کے خلاف سلام نہ کیا کریں۔

(۳۵۱) بعض زبانوں کی نسبت فرمایا کہ اسکے اندر گنجائش تلبیس کی بہت ہی اس لئے اکثر مطالب کے سمجھنے میں دھوکا ہو جاتا ہے اور زبان عربی میں بالکل ہی تلبیس کی گنجائش نہیں۔

۱۸ ر جمادی الاولیٰ ۱۳۳۵ھ بروز سہ شنبہ

(۳۵۲) ایک صاحب نے خط میں لکھا تھا کہ میں شریعت کی رُو سے تو آپکو ولی اللہ سمجھتا ہوں پہلے طریقت کی رو سے بھی سمجھتا تھا مگر جب سے آپکی کتاب میں یہ لکھا دیکھا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہمیں سینہ میں سے کچھ دیدو تو سینہ میں کیا رکھا ہے سوا بلغم کے بس جب سے میں نے وہ خیال چھوڑ دیا۔ فرمایا دل میں تو آتا ہے کہ یہ جواب لکھوں کہ جبدن آپ قرآن شریف میں یہ آیت پڑھینگے لیس البران تولوا وجوہکم الآیہ تو اوسدن استقبال قبلہ بھی چھوڑ دینگے۔ مگر مخاطب جب اتنا کم فہم ہے تو کیا جواب لکھوں۔

۱۹ ر جمادی الاولیٰ ۱۳۳۵ھ بروز چہار شنبہ

(۳۵۳) ایک نووارد صاحب سے جنھوں نے پڑھنے کیلئے یہاں رہنے کا قصد ظاہر

کیا تھا فرمایا کہ تم یہاں رہکر کھانے کا کیا انتظام کروگے اونھوں نے کہا کہ میں تو حضور کے بھروسے آیا ہوں فرمایا کہ بھائی ہم اسکا کچھ بندوبست نہیں کر سکتے تم کوئی مسجد ڈھونڈھ لو یا کوئی نوکری وغیرہ کرلو جب تم انتظام کرلوگے تو میں تعلیم کا انتظام کردونگا اونھوں نے کہا کہ میں ہردوئی چلا جاؤں وہاں مجھے ایک صاحب نے بلایا تھا فرمایا کہ اسکا مجھسے ذکر کرنے کی کیا ضرورت ہے اگر یہاں رہنا چاہو تو میں نے اوسکا طریقہ بتلادیا اور اگر یہاں نہ رہنا چاہو تو جہاں چاہو چلے جاؤ مجھسے کیا کہتے ہو اور جب تک تمھارا کچھ انتظام ہو او سوقت تک بھی یہاں رہنا مناسب نہیں کسی اور مسجد وغیرہ میں رہو یہ سنکر وہ صاحب اگلے دن یہاں سے بالکل ہی چلے گئے۔

۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۵ھ بروز پنجشنبہ

(۳۵۴) ایک صاحب نے اپنے بھتیجے کے ہاتھ حضرت والا کی دعوت کہلا کر بھیجی فرمایا کہ وہ خود کیوں نہیں آئے جواب دیا کہ اونکو سانس کا مرض ہے فرمایا کہ کیا وہ کہیں باہر جاتے نہیں ہیں مجھے ایسی دعوت منظور نہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یوں ہی چلتی ہوئی دعوت ہے ورنہ اگر محبت سے ہوتی تو ضرور خود آتے مجھے ایسی دعوت سے شرم آتی ہے۔

(۳۵۵) فرمایا کہ پرانے لوگوں کو نام وری کا بہت خیال ہوتا ہے والد صاحب شاہ ولایت صاحبؒ کے عرس میں دیگ بھیجا کرتے تھے جب میری عملداری ہوئی تو میں نے موقوف کی کہ بدعتیوں کی پرورش ٹھیک نہیں ایک دن خواب دیکھا کہ بہت سی قبریں ہیں اونمیں پکی زیادہ ہیں اور وہاں کوئی یہ کہہ رہا ہے ؎

درکار خانۂ عشق از کفر ناگزیر ست آتش کرا بسوزد گر بولہب باشد

پھر فرمایا کہ اگر کوئی اور ہوتا تو اس خواب سے متاثر ہوکر دیگ بھیجنا شروع کردیتا مگر میں نے یہ سمجھا کہ یہ حکمت بتلائی گئی ہے۔

(۳۵۶) فرمایا کہ ہندو کہتے ہیں کہ مسلمان بڑے سخت دل ہیں انھیں جانوروں کو ذبح کرتے ہوئے درد نہیں آتا اونکا یہ کہنا غلط ہے۔ مولانا محمود حسن صاحب نے ایک گائے پالی تھی قصائی اوسکے اسّی روپیہ دیتے تھے جب وہ ذبح کی گئی تو مولانا کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے جب دل دکھا جب ہی تو آنسو جاری ہوئے۔

۲۱ر جمادی الاولیٰ ۱۳۳۵ھ بروز جمعہ

(۳۵۷) فرمایا کہ کانپور میں بقرعید کو ہم سب لوگ مسجد میں بیٹھے تھے مدرسہ کے لئے کھالیں آرہی تھیں اُن کے جمع کرنے کے لئے عشار کی نماز کے بعد تک بیٹھنا پڑا۔ ایک شخص عشار کی نماز کے بعد آیا بیٹھنے والوں کو یہی خیال ہوا کہ یہ بھی کھال لایا ہوگا اُس سے دریافت کیا کہ بھائی تو کیا لایا اُس نے کہا صاحب کچھ نہیں میں تو نماز پڑھنے آیا ہوں۔

(۳۵۸) فرمایا کہ مولانا محمد یعقوب صاحب وضو کرتے میں اُقلیدس و مساحت کے سوالات حل کرتے جاتے تھے ایک وہاں اسکول تھا وہاں کے مدرس پوچھنے آجاتے تھے مولانا یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ اوّل مرتبہ ہی میں جہانتک میرا ذہن پہونچنا ہوتا ہے پہونچ جاتا ہے اگر نہیں پہونچتا تو میں سمجھ لیتا ہوں کہ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آویگی باوجود اس کمال کے جب سمجھ میں نہ آتا تھا تو کسی کے پاس کتاب لیکر بلا تکلف جا بیٹھتے تھے۔

(۳۵۹) فرمایا کہ مولانا محمد قاسم صاحب فتویٰ نہیں دیتے تھے یہ فرمادیتے تھے کہ مولانا رشید احمد صاحب بہت بڑے عالم ہیں اونکے پاس لیجاؤ۔ ایکبار مولوی محمد علی صاحب کہتے تھے کہ ایک مرتبہ سب حضرات جمع تھے جو مسئلہ کوئی پوچھنے آتا اس سے ہر بزرگ یہی فرمادیتے کہ اسکو اونکے پاس لیجاؤ وہ اس فن کو خوب جانتے ہیں وہ بتاوینگے۔

(۳۶۰) فرمایا کہ مولانا احمد علی صاحب کو جب بیماری میں مولانا رشید احمد صاحب دیکھنے گئے مولانا احمد علی صاحب نے خادم سے فرمایا کہ مولانا گنگوہی کا بچا ہوا کھانا مجھے دینا اس سے شفا ہوگی۔

(۳۶۱) فرمایا کہ مولانا محمد قاسم صاحب فرماتے تھے کہ حدیث پڑھنے کے وقت میں یہی سوچا کرتا تھا کہ یہ بات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کیوں فرمائی چنانچہ یہی علوم اللہ تعالےٰ نے آپ پر منکشف فرمائے اسرار و حکم شریعت۔

۲۲ر جمادی الاولیٰ ۱۳۳۵ھ بروز شنبہ

(۳۶۲) ایک صاحب جالندھر سے تشریف لائے اونھوں نے آتے ہی دو روپیہ حضرت والا کی خدمت میں پیش کئے اور خط بھی پیش کیا جو اونکے خط کے جواب میں حضرت والا نے

روانہ فرمایا تھا روپیوں کی بابت فرمایا کہ یہ آپ کی پہلی ملاقات ہے اس لئے ان روپیوں کا لینا میرے معمول کے خلاف ہے اور خط میں میں نے یہ لکھا ہے کہ اگر صرف تعلیم وتلقین ہی مقصود ہو اور بیعت کی درخواست نہ کی جائے تو پھر جواب عرض کروں تو اس خط کا جواب ابکے پاس سے آنا چاہئے تھا نہ کہ آپ پہلے خود ہی آگئے ہیں اب کہتا ہوں کہ مجھے بیعت سے انکار ہے اگر اب آپ اس صورت میں رہنا چاہیں تو جواب دیں اس پر اُن صاحب نے کچھ اور تقریر بصورت مجادلہ شروع کی فرمایا کہ اس سے کیا فائدہ مجھے اپنا اختیار ہے آپ کو اپنا اختیار ہے اس پر اونھوں نے کہا کہ تو اچھا میں جاتا ہوں حضرت والا نے فرمایا کہ بہت اچھا تشریف لیجایئے وہ اوٹھکر چلے اور خط وہیں ڈالدیا حضرت والا نے فرمایا کہ یہ کاغذ آپکی ملک ہے اسکو آپ یہاں کیوں چھوڑتے ہیں آخر کار وہ خط اوٹھا کر چلدیئے غالباً اونھوں نے وہ خط باہر جاکر چاک کر ڈالا اس پر حضرت والا نے فرمایا کہ ایک تو یہ بدتمیزی کی کہ بلا اجازت چلے آئے دوسری یہ کہ خط یہاں چھوڑا تیسری یہ کہ خط کو چاک کیا پھر فرمایا کہ انھیں واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ لوگ محض بیعت ہی کو مقصود بالذات سمجھتے ہیں اگر یہی برتاؤ جو میں کرتا ہوں اور جگہ بھی ہونے لگے تو پھر لوگوں کی کافی اصلاح ہو جب ان شخص کی سمجھ کی یہ کیفیت ہے تو پھر انکو بیعت کر کے کیا امید ہے کہ مقصود کو حاصل کرینگے جبکہ مقصود کو سمجھتے ہی نہیں اگرچہ اسوقت تو ان کو میری یہ تقریر ناگوار ہوئی مگر کبھی یاد کرینگے بس بیعت سے جو مقصود ہے اصلاح وہ تو اب بھی حاصل ہو گیا اور یہاں سے یہ بھی خالی نہ گئے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ بغیر بیعت کے شیخ تعلیم میں دریغ کریگا فرمایا کہ یہ تو چوٹا پن ہے اللہ کا نام بتانے میں کس مسلمان سے عذر ہوسکتا ہے پھر فرمایا کہ بعض لوگ گھیر گھیر کر بزرگوں کے یہاں لیجا کر چپکاتے ہیں میں نے تو اس لئے میدان خالی کر دیا ہے کہ بھائی یہاں آنے والوں کو بھی تم ہی لیجاؤ اب جو شخص بچکر یہاں رہے گا وہ کام کا ہوگا اور تمام عمر اُس سے لطف رہے گا ان صاحب نے میرے لکھنے کو جھوٹ سمجھا کہ یوں ہی تواضع سے بیعت سے عذر لکھ رہے ہیں جب پہونچ جاؤنگا تو کر ہی لینگے۔

(۳۶۴) نور حق کے غذا ہونے کا ذکر تھا فرمایا کہ عوام کی زبان پر بطور مقدمات مسلمہ کے

یہ مضمون آجاتا ہے چنانچہ عورتیں کہا کرتی ہیں کہ اونھیں بھوک کیسے لگے اونکا پیٹ تو نور سے بھرا ہوا ہے گویا نور غذا کا کام دیتا ہے۔

(۳۶۴) فرمایا کہ خانہ کعبہ کی عمارت میں اسقدر حسن ہے کہ اہل ظاہر کو بھی کشش ہوتی ہی طواف کے وقت علماء و جہلاء کو صاف یہ معلوم ہوتا ہے کہ گویا کوئی یہاں جلوہ افروز ہی اور ہم اوسکے گرد طواف کر رہے ہیں ایک صاحب جو کہ متبع سُنّت اور اہل علم تھے نماز کے لئے وہاں موجود تھے اور میں بھی موجود تھا وہ کہنے لگے کہ کیوں جی اگر کوئی اس کو خدا سمجھ جائے تو کیا ہو میں نے خیال کیا کہ اسوقت ان پر حال طاری ہے میں نے اُن کے حال کی حفاظت کے لئے کہا کہ عقیدہ تو ایسا نہ ہونا چاہیئے اور اگر عقیدہ ایسا نہ ہو محض بے اختیار خطرہ آجاوے تو کچھ حرج نہیں۔ پھر فرمایا کہ مجھے تو طواف کے وقت ایسا معلوم ہوتا تھا کہ بادشاہ تخت پر جلوہ افروز ہے اور اُس نے اپنے گرد طواف کا حکم دیا ہے اور سب طواف کر رہے ہیں۔

(۳۶۵) فرمایا کہ ایک طالب علم جولاہہ مدرسہ دیوبند میں پڑھتے تھے مولانا محمد یعقوب صاحبؒ جب جولاہوں کی حکایت سُناتے تو وہ کہتے کہ مولوی صاحب جولاہوں کے ہی قصے سُنایا کرتے ہیں مگر وہ طالب علم بڑے گستاخ تھے جب مولانا کہیں چلے جاتے تو وہ مولانا کی درس گاہ پر جاکر بیٹھتے تھے اور پیر حضرت مولانا سید احمد صاحب مدرس ثانی کی طرف کو کرتے تھے۔

(۳۶۶) فرمایا کہ ایک حکایت نہایت عبرت خیز ہے وہ یہ ہے کہ ایک موضع میں کسی گذرنے والے مسلمان مسافر نے وہاں کے لوگوں سے پانی مانگا دیکھا کہ وہاں کے مسلمانوں نے سوٴر پال رکھے ہیں مسافر نے اونکا مذہب پوچھا کہنے لگے ہم نہیں جانتے البتہ ہمارے یہاں ایک کتاب ہے اونھوں نے کہا دکھلاؤ اُن مسلمانوں نے ایک کتاب دکھلائی جسپر گوبر چھڑک رکھا تھا دیکھا تو قرآن مجید تھا اُس قرآن مجید کے آخر میں کسی کے قلم کے لکھے ہوئے کچھ حالات لکھے تھے جنکا خلاصہ یہ تھا کہ کوئی نواب تھے اونھیں بادشاہ کی طرف سے بوجہ عتاب گانوں میں رہنے کا حکم ہوا اونھوں نے بادشاہ سے بہت عذر کیا مگر بادشاہ نے منظور نہ کیا

اور یہ کہا کہ ہم نے تمھیں یہ سخت سزا اِس لئے دی ہے کہ گانوٗں میں رہنے سے بوجہ عدم حصول علم تمھاری نسل جاہل ہو جاوے گی چنانچہ اُن نواب صاحب نے خود ہی لکھا تھا کہ میری نسل بوجہ جہل کے ضرور بگڑ جاوے گی کیونکہ یہاں گانوٗں میں تحصیل علم کا کچھ انتظام نہیں وہ نواب صاحب قوم کے سید تھے دیکھئے جہل نے کہاں سے کہاں پہونچا دیا۔

(۳۶۷) فرمایا کہ منجھولی کے راجہ کی بابت یہ سُنا ہے کہ بڑا دلیر تھا اوسکے کمرہ میں آگ لگی نکلنے کی جگہ نہ تھی کسی کو پکارا نہیں بس پلنگ پر لیٹ گیا اور جل کر مر گیا پھر فرمایا کہ اتنی مضبوطی ہی تو جہالت مگر ہے مضبوطی۔

۲۷ جمادی الاُولیٰ ۱۳۳۵ھ بروز پنجشنبہ

(۳۶۸) ایک صاحب نے خط میں لکھا تھا کہ میں عرصہ سے ذکر شغل کرتا ہوں مگر کچھ فائدہ نہیں ہوا میں نے اُنہیں لکھا کہ تم فائدہ کس کو سمجھتے ہو کہ جو وہ حاصل نہیں ہوا اونہوں نے پھر جواب میں لکھا کہ میری تحریر کا اعتبار نہیں ہے جو اُس وقت دل میں آیا یوں ہی لکھدیا ہو گا میں کچھ نہیں جانتا نہ میرا کچھ مقصود ہے میں معافی چاہتا ہوں حضرت والا نے فرمایا کہ بس ایک ہی سوال میں سیدھے ہو گئے اگرچہ میں نے بتلایا نہیں مگر اون کو خود نظر آگیا اگر میں اس سوال سے چشم پوشی کرتا تو وہ تمام عمر اس غلطی میں مبتلا رہتے

(۳۶۹) فرمایا کہ مسائل کی باتوں کے سوائے اور امور باطنی میں محض کتاب دیکھ کر بلا دریافت کئے ہوئے عمل نہ کرنا چاہیئے اس لئے کہ ایک بات ایک شخص کے لئے مفید ہوتی ہے اور دوسرے کے لئے مضر ہوتی ہے سب کے لئے یکساں حکم نہیں ہے اس لئے بغیر پوچھے عمل نہ کرے

(۳۷۰) فرمایا کہ قاضی ثناء اللہ صاحبؒ کی رائے ہے کہ اصل میں یہ نجوم بھی کسی نبیؑ کو بتلایا گیا ہے مگر چونکہ اس کے قواعد محفوظ نہیں رہے اس لئے یہ اب قابل اعتبار نہیں اس لئے اب اُس پر عمل حرام ہے مگر یہ قول عوام میں شائع کرنے کے قابل نہیں ہے گو خواص کو مضر بھی نہیں۔ پھر فرمایا کہ تمام صنعتوں اور حرفتوں کے اصُول بغیر وحی کے معلوم نہیں ہو سکتے محض عقل سے معلوم کرنا بعید معلوم ہوتا ہے۔

(۳۷۱) فرمایا کہ مجھ سے ایک مدنی کہتے تھے کہ مدینہ طیبہ میں ایک مرتبہ سیلاب آگیا تھا

اُس کی وجہ سے اُحد کے قبرستان میں کچھ لاشین نظر آئیں ۱۶ لاشین برابر برابر رکھی ہوئی تھیں اُن کے موٹے موٹے کپڑے تھے نہ تو کپڑے گلے تھے اور نہ بدن میں کچھ فرق آیا تھا۔ پھر فرمایا کہ حکیم سراج الحق صاحب میرے پھوپا تھے اُن کی صاحبزادہ کی بی بی تھیں بی عمدہ وہ بہت صالحہ تھیں خوب لکھی پڑھی تھیں دیکھنے والی عورتیں کہتی ہیں کہ اُن کا انتقال ہونے پر اُس کی لاش چند روز بعد تک بالکل تازہ رہی لدھیانہ میں انتقال ہوا تھا وہاں سے کرانہ لاش لائی گئی تھی

(۳۷۲) فرمایا کہ مولوی ..... صاحب بہت صاف گو تھے وہ کہتے تھے کہ مجھے اللہ تعالی نے ایسا مضبوط قلب دیا ہے کہ اگر ہفت اقلیم کے بادشاہ ملکر مجھ سے تہدید کے ساتھ گفتگو کریں تو مجھے کچھ پروا نہ ہو پھر حضرت والا نے فرمایا کہ اس قوت قلبی کی وجہ سے وہ اکثر مناظرہ میں غالب آجاتے تھے لیکن معقولی تھے تصوف کے قائل نہ تھے اول اول حضرت حاجی صاحب سے لڑا کرتے تھے البتہ آخر میں معتقد ہو گئے تھے پھر فرمایا کہ پرانے لوگوں میں دینا کا اثر کچھ ضرور ہوتا ہے چاہے وہ بزرگ ہی ہوں چنانچہ حضرت حاجی صاحب رحجب غدر میں روپوش ہو کر مکہ معظمہ تشریف لے گئے تھے تو مکہ معظمہ جانے سے قبل ..... بھی تشریف لے گئے تھے مولوی ..... صاحب نے اس وجہ سے کہ اتنے بڑے شیخ یہاں تشریف لائے ہیں اگر کوئی مرید نہ ہوا تو بڑی ہیٹی ہو گی بہت گھبر گھار کر کے ایک جولاہہ کو حضرت حاجی صاحب سے مرید کرایا تھا اس قصہ سے ظاہر ہے کہ وہ کس مذاق کے تھے۔

(۳۷۳) فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب رح فرمایا کرتے تھے کہ خطرات جو لوگوں کو ستاتے ہیں تو وہ خطرات اگر دفع نہوں تو دفع کے پیچھے نہ پڑنا چاہیے بلکہ اُن ہی میں قدرت الٰہی کا مشاہدہ کرنا چاہیے کہ اللہ اکبر وساوس کا بھی کیسا سلسلہ ہے کہ دفع ہی نہیں ہوتا یہ سالک کے مناسب ہے کہ بس قدرت الٰہی کے مشاہدہ میں مستغرق ہو جاوے۔

(۳۷۴) فرمایا کہ ایک بزرگ ایک مولوی صاحب کے وعظ میں بیٹھے تھے مولوی صاحب کے دل میں عجب کا خطرہ پیدا ہوا کہ میں نے وعظ میں بہت اچھے مضامین بیان کئے ہیں بڑا دانشمند ہوں اصل میں وہ بزرگ اُن کی طرف متوجہ ہوئے بیٹھے تھے اُس کی وجہ سے یہ اثر تھا کہ جو اچھے مضامین مولوی صاحب کے قلب میں آرہے تھے اُن بزرگ کو مولوی صاحب کا یہ خطرہ مکشوف

ہوا بس وہ دوسری طرف یعنی ذکر وغیرہ میں مصروف ہو گئے پھر مولوی صاحب سے کچھ بھی نہ بیان کیا گیا وہیں کا وہیں مضمون رہ گیا۔

(۳۷۵) فرمایا کہ ایک مدعی اجتہاد کے چار بیٹے تھے اُن میں سے ایک کو بدعتی بنا دیا تھا ایک کو تعزیہ بنانے والا ایک کو سنی علی ہذا القیاس اور یہ کہتے تھے کہ مذاہب مختلف ہیں نہ معلوم کون مذہب حق ہو اس لئے گھر میں سب طرح کے ہونے چاہئیں جو راہ راست پر ہوگا وہ سب کو بچائے گا خبطی تھے بس ایسی ہی سوجھی۔

(۳۷۶) فرمایا کہ حضرت ابراہیم بن ادہمؒ کا ایک مرتبہ تہجد قضا ہوا اوس کی انھوں نے تدبیریں کیں کھانا وغیرہ کم کھایا اُس دن ایسی نیند آئی کہ صبح کی نماز ہی قضا ہو گئی الہام ہوا کہ تفویض کر دو وہ فرماتے ہیں فوضت فاسترحت

(۳۷۷) فرمایا کہ ایک مولوی صاحب سے سُرین کی عربی پوچھی انھوں نے کہا کہ عرب میں سُرین ہی نہیں ہوتا پھر عربی کہاں سے ہو۔

۲۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۵ھ بروز جمعہ

(۳۷۸) ایک صاحب نے خط میں لکھا تھا کہ یکسوئی نہیں ہوتی حضرت والا نے جواب میں تحریر فرمایا کہ یکسوئی نہ ہونے سے کیا حرج ہے انھوں نے پھر لکھا کہ حرج تو کچھ نہیں ذرا طبیعت پریشان ہوتی ہے حضرت والا نے تحریر فرمایا کہ باوجود جی نہ لگنے کے کام میں لگا رہنا سخت مجاہدہ ہے اور مجاہدہ ہی اصل طریق ہے پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے کام میں بھی راحت ڈھونڈھتے ہیں پھر دنیاداروں اور اللہ والوں میں فرق کیا ہوا

(۳۷۹) فرمایا کہ بڑے آدمیوں کے نماز پڑھنے میں یہ فائدہ ہے کہ آج جامع مسجد کے فرش کے ٹاٹ کے لئے ایک ہی صاحب نے دام دیدئے انہیں صاحب نے یہ بھی کہا کہ جو کوئی کام ہوا کرے مسجد یا طالب علموں کے متعلق تو مجھے اطلاع دیدی جایا کرے حضرت والا نے فرمایا کہ طالب علموں کا کام تو خدا کے فضل و کرم سے چلا ہی جاتا ہے پھر دوسرے موقع پر فرمایا کہ خدا نہ کرے جو طالب علموں کی حاجت اُن کے سامنے پیش کی جائے شرم آتی ہے طالب علموں کی بابت کسی سے کہتے ہوئے یوں دل چاہتا ہے کہ طالب علم بادشاہ بن کر

رہیں تاکہ اُن میں استغنا کی شان پیدا ہو اور دوسرے لوگ بھی اس استغنا کو دیکھ کر سبق حاصل کریں۔

(۳۸۰) فرمایا کہ ...خان... کے رئیس تھے اُنکی ایک حکایت سنی ہے کہ اُن کی چارپائی شب کو ایک پرنالے کے نیچے بچھی تھی بارش ہوئی اور اوس پرنالہ کا پانی اُن پر گرا مگر اُنکی آنکھ نہ کھلی اسی طرح ایک صاحب نے لکھا ہے کہ تمام بارش مجھ پر ہوئی اور آنکھ نہ کھلی۔ ایک حکیم صاحب نے فرمایا کہ ایسے آدمی کے قویٰ اچھے ہوتے ہیں فرمایا کہ ایسا شخص بلغمی اور بے حس ہوتا ہے اس وجہ سے کسی بات کا اثر نہیں ہوتا بس بے غم رہتا ہے اسی سے قویٰ اچھے ہوتے ہیں۔

(۳۸۱) فرمایا کہ حضرت شاہ غلام علی صاحب جو کہ مرزا مظہر جانجانان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ہیں مرزا صاحب کے خدمت میں رہتے تھے کہیں سے مٹھائی آئی مرزا صاحبؒ نے فرمایا کہ غلام علی مٹھائی لو انھوں نے ہاتھ پھیلادیا فرمایا مٹھائی ہاتھ میں لیا کرتے ہیں کاغذ لاؤ پھر وہ کاغذ لائے اُس پر ذراسی دی بعد کو دریافت فرمایا کہ وہ مٹھائی کھائی تھی انھوں نے عرض کیا کہ کھائی تھی فرمایا کہ کیسی تھی عرض کیا بہت لذیذ تھی فرمایا کہ کچھ بچی ہے عرض کیا نہیں فرمایا ارے سب ایک ہی دفعہ میں کھالی۔ پھر ہمارے حضرت نے فرمایا کہ مرزا صاحب کا مزاج کس قدر لطیف تھا کہ ذراسی تو کاغذ پر مٹھائی دی اور اس کی نسبت بھی دریافت فرمایا کہ کیا سب ایک ہی دفعہ میں کھالی۔

(۳۸۲) فرمایا کہ لکھنؤ کے ایک بزرگ نہایت حسین اور خوش مزاج تھے اور بی بی نہایت بدصورت اور بدمزاج تھیں ایک دن بی بی سے کہنے لگے کہ تو بڑی بدقسمت ہے کہ اتنی دور دور سے لوگ فائدہ اٹھانے آتے ہیں اور تو گھر میں موجود ہے اور کچھ نفع حاصل نہیں کرتی انھوں نے جواب دیا کہ میں نہایت خوش قسمت ہوں کہ جو ایسا خوش مزاج خاوند ملا اور تمھاری قسمت پھوٹی کہ جو ایسی بدخصلت بی بی ملی۔

(۳۸۳) ایک صاحب حضرت والا کے کچھ ملفوظات لکھ رہے تھے اون سے ہنسکر فرمایا کہ میں تو کہا کرتا ہوں کہ کسی پر تو فرشتے مسلط ہیں مجھ پر انسان اور فرشتے دونوں مسلط ہیں اور کسی پر تو صرف خفیہ پولیس تعینات ہے اور مجھ پر خفیہ پولیس اور ظاہر پولیس دونوں تعینات ہیں۔ (باقی آئندہ محرم سنہ ۳۶ھ)

(۳۸۴) فرمایا کہ ایک مرتبہ ایک ولایتی کو حضرت مرزا جانجاناں رحمۃ اللہ علیہ نے بی بی صاحبہ کی مزاج پرسی کے لیئے دروازہ پر بھیجا وہ واہی تباہی باتین حضرت کی شان مین کہنے لگین ولایتی بہت بگڑے اور چھرا مارنے کو تیار ہوگئے کہ ہمارے پیر کو ایسی باتین کیون کہین پھر خیال آیا کہ پیرانی ہین ایسا نہ کرنا چاہیئے غصہ مین آکر بیٹھ گئے مرزا صاحب نے دریافت فرمایا کہ کیا ہوا کہنے لگے کہ حضرت کا ادب ہے ورنہ قتل کر دیتا فرمایا بھائی وہ ہماری محسن ہین یہ انھین کی وجہ سے ہمارا درجہ ہے کہ مجاہدہ کرتے ہین انکی باتون پر صبر کرتے ہین اور ثواب ملتا ہے۔

(۳۸۵) فرمایا کہ سعید ابن المسیب تابعی ایک روز کہہ رہے تھے کہ میری تکبیر تحریمہ اتنے برس سے قضا نہین ہوئی یہ کہکر اُٹھے تھے کہ مسجد مین جاکر دیکھا کہ لوگ نماز پڑھکر نکل رہے ہین اللہ تعالیٰ نے فوراً ہی دعوی کا جواب دیا۔

(۳۸۶) فرمایا کہ ترک معاصی کا اصل علاج ہمت ہے اُسکی اعانت کے لیئے اکسیر صحبت ہے دوسرے شخص کی صحبت کی برکت سے ہمت مین تقویت ہوتی ہے اور رفتہ رفتہ عادت ہوجاتی ہے۔ مگر اب بجاے ہمت کے لوگون کو اول تلاش ہوتی ہے وظیفہ کی۔ یہ غلطی بتلانے والون کی ہے کہ امراض باطنی کے علاج کے لیئے وظائف بتلاتے ہین۔ امراض باطنی کے علاج کے لیئے مجاہدہ کی ضرورت ہے لیکن ہمت کو چھوڑ کر وظیفون کیطرف اس لیئے دوڑتے ہین ہمت کی تو کوئی صورت محسوسہ نہین تو لوگون کی نظر مین اس سے امتیاز نہین ہوتا اس لیئے اس سے بھاگتے ہین اور رات کو جاگنے اور وظیفہ پڑھنے کو بزرگی سمجھتے ہین کیونکہ اسکی صورت کے محسوس ہونے سے اس سے شہرت ہوتی ہے مثلاً ان باتو کی شہرت نہین ہوتی کہ فلان شخص کینہ نہین رکھتا۔ غیبت نہین کرتا۔ غصہ کو ضبط کرتا ہے چنانچہ حضرت حاجی صاحب رح سب کے ساتھ کھانا کھانے بیٹھتے تھے اور سب کے ساتھ اُٹھ جاتے تھے کسی کو معلوم نہوتا تھا کہ کتنا کھایا اور کھاتے وہی ایک چپاتی یا ڈیڑھ چپاتی۔ اسی وجہ سے ان امور مین شہرت نہین ہوتی اور بعض لوگون نے گیہون کھانا چھوڑ دیئے اُن کی شہرت ہوجاتی ہے مگر سنت یہی ہے کہ کوئی بات امتیاز کی نہ کرے چنانچہ حضور سرور عالم صلی اللہ

ف مدت یاد نہین رہی حضرت والا نے تو فرمائی تھی ۱۲ جامع

علیہ وسلم نے ایک مرتبہ فرمایا کہ دل چاہتا ہے کہ گیہون کی روٹی ہو گھی سے چپڑی ہوئی پھر جب تیار ہوکر آئی تو اُس مین جو گھی لگایا گیا تھا اُس مین کچھ بوآتی تھی تحقیق سے معلوم ہوا کہ جس کپی مین وہ گھی تھا وہ سوسمار یعنی گوہ کے چمڑے کی تھی لہذا آپنے نوش نہین فرمائی اور دوبارہ اُس کی تیاری کا اہتمام بھی نہین فرمایا اور دل چاہنے کو صاف فرما دیا۔ آجکل ممتاز لوگ ایسے اظہار کو عیب سمجھتے ہین وہی خرابی امتیاز کی حضرت حاجی صاحبؒ کی یہ کیفیت تھی کہ سب چیز جو آتی تھی کھاتے تھے۔ مگر قلیل اسقدر کہ نام تو ہو تا کھانے کا مگر نہ کھانے کی برابر یہ سخت مجاہدہ تھا تھوڑا کھانے سے بالکل نہ کھانا اور روزہ رکھ لینا آسان ہے۔ حضرت حاجی صاحبؒ امراء کے آنے پر اُنکی خاطر کرتے تھے فرش وغیرہ بچھوا دیتے تھے چاء تیار کراتے تھے یہ طریقہ حضرت کا سنت کے موافق تھا ہر شخص کی عزت اُس کے درجہ کے موافق کرنی چاہئے اس سے شہرت کم ہوتی ہے لوگ نہ معلوم کیا کیا خیال کرتے ہین۔

(۳۸۷) حضرت حافظ محمد ضامن صاحب رح سے ایک شخص نے اللہ کا نام پوچھا فرمایا کہ کھانا تھوڑا کھایا کرو جب تم اس کو نباہ کر دکھا دوگے ہم بھی اللہ کا نام بتا دینگے چنانچہ دو ہی روز کے بعد وہ پوچھنے والے گھبرا گئے اور عرض کیا کہ اگر فرمایئے روزہ رکھ لون مگر کم کھانا مشکل ہے۔ حاجی عظیم اللہ صاحب جھنجانوی نے ایک بار عرض کیا کہ حضرت کچھ دولت باطنی دلوایئے فرمایا کہ بہتر جب موقع ہوگا دینگے جب غدر ہوا تو بلا بھیجا کہ آؤ اب موقع ہے وہ لڑئی اور فرمایا کرتے کہ جس کو مرید ہونا ہو وہ حاجی صاحب کے پاس جاوے اور حقہ پینا ہو تو یارون کے پاس آوے۔ ایک شخص آپکی خدمت مین آیا کرتے فرمایا کہ میرے پاس آتے تو ہو کہین ایسا نہو کہ جورو لڑے اُنھون نے جواب دیا کہ جورو کی ایسی تیسی پھر چند روز تک نہین آئے ایک دن اُن کو آتا ہوا دیکھکر ہنسے اُنھون نے عرض کیا کہ حضرت بڑی لڑائی ہوئی فرمایا جاؤ اپنا کام کرو۔

(۳۸۸) فرمایا کہ ایک شخص حضرت حافظ ضامن صاحبؒ کی خدمت مین آئے اُن کا بیٹا حضرت حافظ صاحب کی خدمت مین آیا کرتا تھا اُنھون نے حافظ صاحب سے کہا کہ اسے سمجھا دیجئے جب سے یہان آنے لگا ہے بگڑ گیا ہے حافظ صاحب نے جوش مین فرمایا

کہ سنو ہمین تو بگاڑنا ہی آتا ہے جب ہم بگڑ گئے تو ہم تو بگاڑ ین ہی گے ہم نے کسی کو بلانیکا اشتہار تھوڑا ہی دیا ہے ہمارے پاس مت آنے دو

(۳۸۹) فرمایا کہ ایک حدیث مین آیا ہے کہ مسلمان کی تیزی قرآن مجید کی وجہ سے ہوتی ہے۔

(۳۹۰) فرمایا کہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رح مارتے وقت جبکہ پٹنے والا یہ کہتا کہ اللہ کے واسطے چھوڑ دیجئے فرماتے کہ ارے اللہ کے واسطے ہی مارتا ہون پھر وہ کہتا کہ رسول ؐ کے واسطے چھوڑ دیجئے فرماتے کہ رسول ؐ کے ہی واسطے مارتا ہون۔ مولانا نے ناراضی مین ایک شخص کو سلب رزق کی بددعا دی وہ مسلوب الرزق ہو گیا نیز اپنا کشف بلا تکلف ظاہر فرما دیتے تھے

(۳۹۱) فرمایا کہ ایک بزرگ کے پاس ایک شخص ایک بچے کو لایا جو کہ اندھا پیدا ہوا تھا کہ یہ کسی طرح بینا ہو جاوے ان بزرگ نے جواب دیا کہ کیا مین عیسے ہون وہ شخص مایوس ہو کر چل دیا دفعۃً ان بزرگ کی زبان سے نکلنے لگا ما کنیم ما کنیم اور انھون نے فوراً ان جانے والے کو واپس بلایا اور بچہ کی آنکھون پر ہاتھ پھیرا وہ بچہ بینا ہو گیا۔ لوگون نے دریافت کیا کہ حضرت یہ کیا بات تھی کہ پہلے تو آپ نے یہ فرمایا کہ مین کیا عیسی ہون اور پھر خود ہی ایسا بڑا دعوی کرنے لگے فرمایا کہ مجھے الہام ہوا کہ تم نے جو کہا کہ کیا مین عیسی ہون تو کیا تم عیسی کو فاعل سمجھتے ہو اب بھی شرک دل سے نہین گیا اور ارشاد ہوا ما کنیم ما کنیم یعنی ہم کرتے ہین ہم کرتے ہین بس میرے منہ سے وہی نکلنے لگا۔

(۳۹۲) فرمایا کہ میرا جو مزاج گرم ہے یہ انجن کا کام دیتا ہے اس سے ہر کام کا تقاضا ہوتا ہے کہ جلدی کرو جلدی کرو۔

۲ رجمادی الاخری سنہ ۱۳۳۵ھ بروز شنبہ

(۳۹۳) ایک مولوی صاحب جو کہ ایک شیخ طریقت سے مجاز بھی ہین اُن کے یہ اقوال سُنے گئے ہین کہ بیماری مین علاج کر کے مین کیا کرون گا اور نہ مجھے مقویات کا استعمال کر کے قوت بڑھانے کی ضرورت ہے کیونکہ مجھ سے دین کی کچھ خدمت تو ہو ہی نہین سکتی اسپر حضرت والا نے فرمایا کہ دنیا اتنی تو مذموم نہین جتنے کہ معاصی مذموم ہین (ان مولوی صاحب نے حضرت والا کی طرف اپنے ایک خط مین بعض غلط باتین منسوب کی تھین) اگر کوئی شخص اچھا کھاوے اچھا پہنے تو صرف

زهد کا ہی ثواب نہ ملے گا لیکن گناہ تو نہین مگر کسی پر تہمتین لگانا تو گناہ ہے۔

(۳۹۴) سہارنپور کے جلسہ مین حضرت والا وعظ فرما رہے تھے حضرت والا کا باعث مشغولی کے ایک ہی سمت کو ابتداے وعظ سے اُس وقت تک رخ رہا تھا ایک شخص نے نہایت بے تہذیبی کے ساتھ حضرت والا کو رخ پھیرنے کے لئے مخاطب کیا وہ الفاظ یہ تھے کہ اتنی دیر ہوگئی اسطرف کو منہ ہی نہین کرتے یہان تو لوگ تڑپ رہے ہین حضرت والا نے جواب مین فرمایا کہ جناب آپکو مجھ پر ایسی حکومت کرنے کا کیا حق حاصل ہے کوئی مین آپ کا ملازم تو ہون نہین آپ کو اس طرز پر کلام کرنے کی جرأت اس وجہ سے ہوئی کہ آپ تو اچکن پہنے ہوئے ہین اور مین کرتا پہن رہا ہون اگر مین بھی قبا پہنے ہوئے ہوتا تو آپ کی ہمت اس طرح مجھ سے کلام کرنے کی نہوتی اگر آپ کرتہ والون کو بے قدر سمجھتے ہین تو ہم اچکن والون کو مسخرا خیال کرتے ہین جب سے اپنے اللہ کی غلامی اختیار کی ہے تب سے اور کسی کی غلامی نہین ہوسکتی اگر آپ کو اسی طرح سُننا ہو تو سنئے ورنہ چلے جایئے یہ سُنکر وہ فوراً جلسہ سے اُٹھکر چلے گئے پھر حضرت والا نے فرمایا کہ لیجئے یہ آپ کا شوق اور یہ آپکی محبت تھی جو ذرا دیر مین ختم ہوگئی پھر اُن صاحب کے چلے جانے کے بعد معلوم ہوا کہ یہ قوم کے لوہار تھے ذرا مالدار ہوگئے ہین اس کے متعلق فرمایا کہ بعض نو دولتون کی حالت ترفع مین خراب ہوجاتی ہے جب ہی ٹھیک رہتے ہین جبکہ نیچے رہین اُن کے چلے جانے کے بعد سب ہی لوگون نے انکو بُرا بھلا کہا کہ یہ بہت سخت بے جا حرکت انھون نے کی۔

(۳۹۵) دعا قبول ہونے کے متعلق فرمایا کہ کبھی جو کچھ آدمی مانگتا ہے اُس سے بہتر چیز اُسکو مل جاتی ہے مثلاً کوئی سو روپیہ اللہ میان سے مانگے اور دو رکعت آخر شب مین نصیب ہو جاوین اور سو روپیہ نہ ملین تو دعا قبول تو ہوگئی کیا دو رکعت سو روپیہ سے بھی کم ہین۔

۳ رجمادی الاخری ۱۳۳۵ھ بروز چہارشنبہ

(۳۹۶) ایک صاحب جو کہ لباس بہت زینت کا پہنے ہوئے تھے اُنھون نے حضرت والا کو بعد ظہر پرچہ دیا جس مین اپنے وظائف کا حال لکھا تھا فرمایا کہ گنگا پار کی طرف زینت بہت ہے، ہان کے بعض مقتدا و مشائخ اہل نسبت بھی زینت مین مبتلا ہین جب آپ کا قلب اسمین مشغول ہے تو پھر اللہ کی یاد کی کہان گنجائش ہے ان وظائف سے کچھ نفع نہوگا۔ ایسی حالت

مین طالبان دنیا و طالب حق مین کیا فرق ہوا عورت کے لئے زینت مناسب ہے مردون کو ہرگز
ایسی زینت مناسب نہین آپ میرے پھندے مین کیون پھنستے ہین ہین تو آزاد آدمی ہون
رسوم کو جڑسے اکھاڑتا ہون چاہے وہ علماء کی رسوم ہون یا مشائخ کی ہون۔ مین طالب کی
دلجوئی نہین کرتا کیونکہ اُس کی تو دل شوئی کی ضرورت ہے، نہ کہ دلجوئی کی۔ ہان طالب کی
بھی خاطر ہوتی ہے جبکہ وہ اصلاح کو قبول کرلیتا ہے پھر اُس سے بڑھ کر کسی کی خاطر ہی نہین

۴ رجمادی الاخری ۱۳۲۵ھ بروز پنجشنبہ

(۳۹۷) فرمایا کہ اشرف علی اور اکبر علی نام ایک مجذوب صاحب کے رکھے ہوئے ہین۔
مجذوبون کے قلب مین تو جو بات آتی ہے وہ ٹھیک ہی ہوتی ہے چنانچہ یہ دونون نام اصحابہ
مین بھی نکلے مین نے اس غرض سے اُس مین دیکھا تھا کہ دیکھین صحابہ مین سے بھی کسی کے یہ
نام تھے یا نہین۔

(۳۹۸) ایک حافظ صاحب سے بطور مزاح کے دوران درس مثنوی شریف مین فرمایا کہ آپ
استادون سے پڑھانے مین بہت بولتے ہین اور یہان آپ چپ بیٹھے ہین اسی طرح سبق
پڑھتے مین بھی خاموش بیٹھے رہا کرو انھون نے عرض کیا کہ وہان ہیبت نہین ہوتی فرمایا
کہ آپ کو ہیبت کی ضرورت ہے ہیبت کی ضرورت شریرون کو ہوا کرتی ہے آپ شریر ہین
پھر فرمایا کہ بیچارون نے سچی بات کہدی کچھ تاویل نہین کی۔

۵ رجمادی الاخری ۱۳۲۵ھ بروز جمعہ

(۳۹۹) ایک صاحب نے لکھا تھا کہ میرا فہم بفضلہ تعالیٰ ہر طرح درست ہے فرمایا کہ
یہی کم فہمی کی علامت ہے کہ باوجود کم فہمی کے اپنے فہم کو درست سمجھتے ہین۔

(۴۰۰) فرمایا اللہ تعالےٰ کا فضل ہے مین نے اکثر دیکھا ہے کہ جب میری طبیعت اچھی
نہین ہوتی ہے تو ضرورت کا کام کم آتا ہے۔

(۴۰۱) فرمایا کہ گنگوہ کے ایک شخص تھے وہ بہت چلتے تھے اور پانچ پانچ چھہ چھہ سیر کھاتے
تھے جب کوئی اُن کے سامنے ذکر کرتا تو کہتے کہ کھانا اور چلنا بھی کوئی مشکل بات ہے قدم
بڑھایا آگے رکھدیا قدم بڑھایا آگے رکھدیا اسیطرح نوالا منہ مین رکھا اور نگل گئے پھر نوالہ

منہ مین رکھا اور نگل گئے۔

(۴۰۲) فرمایا کہ اس وقت مین غریب آدمی کے لئے معاش کی سب سے اچھی صورت یہ ہے کہ نوکری کرلے جو خاصیت ہندوؤن کے حرام سود مین ہے وہی حلال ملازمت مین ہے کہ اُٹھتے بیٹھتے تنخواہ چڑہتی ہی رہتی ہے اگر ملازمت مل جائے تو اُسکی بہت قدر کرنی چاہئے

(۴۰۳) ایک صاحب نے دریافت کیا کہ ایک مسلمان عورت اپنے بچہ کو تو گائے بھینس کا دودہ پلاتی ہے اور ایک کافر کے بچے کو اپنا دودہ پلاتی ہے یہ جائز ہے یا نہین فرمایا کہ اگر گائے بھینس کا دودہ اُس بچہ کو کافی ہوجائے تو مضائقہ نہین بیچاری غریب ہوگی عرض کیا کہ جی ہان اُس کو وہان سے آٹھ روپیہ ماہوار ملتے ہین اپنے بچہ کی گائے بھینس کے دودہ سے پرورش کرلیتی ہے فرمایا کہ ہان پیٹ بھی عجب چیز ہے سب کچھ کرا لیتا ہے پھر فرمایا کہ مردون سے تو عورتین ہی اچھی کہ ان کے تھنون مین دودہ تو ہے مردون کے تھنون مین تو دودہ بھی نہین اور مڈل پاس والون سے تو یہ عورت ہی اچھی کہ آٹھ روپیہ مل جاتے ہین اُن کو تو اتنے بھی نہین ملتے کانپور مین چنگی مین ایک چپراسی کی جگہہ خالی ہوئی تھی تو مڈل والون نے عرضیان دین اور دو انٹرنس والون نے دین گورنمنٹ کہان تک نوکری دے یہ سُنکر سخت صدمہ ہوا۔

(۴۰۴) فرمایا کہ مدرسہ سہارنپور سے جلسہ مین بُلانے کے لئے جو زادراہ آیا تھا مین نے واپس کردیا قصد تو جانے کا نہ تھا مگر چونکہ وہان آج کل وقف کا روپیہ جاتا رہا ہے جس سے اراکین کو رنج ہے مین نے کہا نہ جانے سے اور زیادہ رنج ہوگا اس سے چلا گیا ہرچند چاہا کہ وعظ نہ کہون مگر کسی نے نہ مانا آخر کار کہنا پڑا اور اُس سے دماغ کو تکان ہوا۔

(۴۰۵) فرمایا کہ اہل اللہ کے سوائے باقی جتنے دعوے کرنے والے لوگ ہین وہ سب بس باتون ہی کے ہین اُن سے اپنے کام ہی پورے نہین ہوتے اور کسی کا کام تو کیا کرین گے چنانچہ ایک مسجد مین کچھ خرچ کی ضرورت تھی کیونکہ کچھ قرض ہوگیا تھا ایک دفعہ میرے پاس گنجائش تھی مین نے دلمین کہا لاؤ قرضہ ہی اُتار دین اُس مسجد کے مہتمم صاحب سے مین نے پوچھا کہ کتنا قرضہ ہے انھون نے کہا کہ دیکھ کر بتلاؤن گا آج تک جواب نہین دیا کہ کتنا قرضہ ہے

حالانکہ وہ اُس قرضہ کی وجہ سے پریشان بھی تھے اس پریشانی ہونے پر اُس کی اطلاع مین اس قدر سستی۔

(۴۰۶) فرمایا کہ ایک صاحب کل میرے پاس دو روپیہ لائے کہ مستورات مین سے میری ایک عزیزہ نے دیئے ہین مین نے پوچھا کس مد کے ہین انھون نے کہا مجھے معلوم نہین مین نے کہا تو روپیہ بھی آپ اپنے ہی پاس رکھئے اب تک اُس کا جواب لوٹ کر نہین دیا حالانکہ درمیان مین ایک مرتبہ مل بھی چکے ہین مجھے ایسے مسلمانون کی حالت دیکھکر سخت صدمہ ہوتا ہے جیسے کہ باپ کو اپنی اولاد کی نالائقی دیکھکر کوفت ہوتی ہے اور جو محبت نہوتی تو کچھ پرواہ ہی نہوتی چاہے جہنم مین جاؤ۔ بعض خطوط میرے پاس آتے ہین جن مین بالکل پتہ نہین ہوتا یہ کسقدر سخت بے پرواہی ہے ایک کتاب آئی جسکے مضامین دیکھنے کے لیئے مجھے لکھا گیا تھا پھر واپسی کی اُن صاحب نے کئی برس خبر نہین لی کئی مرتبہ لکھنے پر بہت مدت کے بعد واپس منگائی۔ یہ غفلت ولاپروائی پہلے قصبہ سے اور زیادہ بڑھی ہوئی ہے اور خود واپس کرنے مین مجکو دو دشواریان تھین ایک تو یہ کہ پورا وثوق نہ تھا کہ وہ کہان ہین دوسرے اُسکی واپسی کا محصول زیادہ تھا۔

(۴۰۷) فرمایا کہ نماز کو دیکھئے وقت کیسے معین ہین۔ ارکان کیسے معین۔ مسائل کیسے معین فرائض کا جدا انتظام۔ نوافل کا جدا انتظام۔ لوگون کو اپنے گھر کی دولت کی خبر نہین اور غیر تو مین اُنکی پابندی سے فائدہ اُٹھا رہی ہین

(۴۰۸) فرمایا کہ مولوی فضل حق صاحب کو قطرہ کا عارضہ تھا اس وجہ سے وہ ڈھیلہ نہ لیتے تھے صرف پانی سے استنجا کر لیتے تھے کسی متعصب شیعی نے طعن کے طور پر کہا کہ اب تو آپ بھی پانی سے استنجا کرنے لگے ہین اس کا سبب دریافت کیا مولوی صاحب نے فی البدیہہ جواب فرمایا کہ جب سے مجھے سلسل بول کا مرض ہوگیا ہے تب سے بین شیعون کے مذہب پر پیشاب کرنے لگا ہون پھر فرمایا کہ اہل علم کے دل مین کسی کی ہیبت نہین ہوتی یون کسی مضرت کی وجہ سے ڈرجاوین وہ اور بات ہے ایسے تو آدمی کٹ کھنے کتے سے بھی ڈرتا ہے مگر اُن کے دلپر کسی کی ہیبت نہین ہوتی۔

۶ رجمادی الاخریٰ ۱۳۳۵ھ بروز شنبہ

(۴۰۹) فرمایا کہ برف مین کوئی چیز نہین بگڑتی گوشت دودہ مردہ آدمی جو چیز بھی اُس مین رکھدی جاوے خراب نہوگی یہ بات ایسے موقع پر کہی تھی کہ ایک صاحب ربڑی لائے تھے وہ ایسا کہ اُسمین تغیر آگیا تھا اگر کوئی بہت ہی لطیف المزاج ہو تو وہ نہین کھا سکتا تھا اگر تھوڑی لائی جاتی اور کھلے ہوئے برتن مین ہوتی تو خراب نہوتی آپ زیادہ لائے اور بند برتن مین لائے اس وجہ سے گرمی پاکر تغیر آگیا۔

(۴۱۰) کھانے کے متعلق فرمایا کہ جب سامنے کھانا موجود ہو اور خواہش بھی ہو تو پھر ہاتھ روکنا بہت دشوار ہے یہ بڑا سخت مجاہدہ ہے۔

(۴۱۱) فرمایا کہ شاہ سلامت اللہ صاحب کانپوری کے وعظ مین بعض متعصب جاہل منکر تقلید موجود تھے شاہ صاحب نے اُن سے فرمایا کہ تم استنجے کے لیئے ڈھیلا نہین لیتے ہو انھون نے جواب دیا کہ سنت سے ثابت نہین پھر شاہ صاحب نے فرمایا کہ اچھا ضرورت تو ہے ڈھیلا لینے کی اُنھون نے کہا کہ ضرورت بھی نہین ہے پھر شاہ صاحب نے فرمایا کہ قطرہ تو آجاتا ہے اُنھون نے کہا کہ ہمین تو نہین آتا اسپر شاہ صاحب نے فرمایا کہ اچھا لنگیان لاؤ جب لنگیان آگیئن تو اُن کو بندھوا کر اُن کا پاجامہ اُتروایا اور پاجامہ کی میانی کو ایک طشت مین دُھلوایا اور پھر اُن سے کہا کہ اس کو پیجیئے جب آپ کو قطرہ نہین آتا ہے تو اُس کے پینے مین کیا حرج ہے پھر ہمارے حضرت نے فرمایا کہ بھلا وہ اُس دھوون کو کیسے پی سکتے تھے اور اُس کے نہ پی سکنے سے میانی کے نجس ہونے پر استدلال کرنا کس طرح درست ہو سکتا ہے کسی کا دل بھی میانی کا دھوون پینے کو گوارا نہین کر سکتا پھر فرمایا کہ شاہ صاحب معقولی تھے بدعت کی طرف میلان تھا بڑے حسین تھے والد صاحب نے دیکھا تھا جب شاہ عبد العزیز صاحب پڑھتے تھے تو ایک شخص آئے شاہ عبد العزیز صاحب نے اُن سے کہا کہ تم نے فرشتہ دیکھا ہے وہ خاموش ہو گئے شاہ صاحب نے شاہ سلامت اللہ صاحب کے حجرہ کی طرف اشارہ کیا کہ جاؤ وہان جاکر فرشتہ کو دیکھ لو وہ شخص گئے اور دیکھا تو کہنے لگے کہ واقعی یہ فرشتہ ہین سفید داڑھی

کے بالون مین سے کرنین نکلتی تھین ایک مرتبہ شاہ صاحب کے وعظ مین ایک صدر اعلی بیٹھے تھے جو کہ خود بھی عالم تھے ایک شخص نے ان صدر اعلی صاحب سے کسی وقت کوئی مسئلہ پوچھا تھا اُنھون نے بتلا دیا تھا۔ پھر اُس شخص نے مجلس وعظ مین شاہ صاحب سے پوچھا شاہ صاحب کا جواب اُس جواب کے خلاف تھا اُس شخص نے کہا کہ صدر اعلی صاحب تو یون کہتے ہین شاہ صاحب نے فرمایا کہ صدر اعلی صاحب تو گو کھاتے ہین یہ سُنکر صدر اعلی کھڑے ہوگئے اور کہا کہ حضرت واقعی مین سود کی ڈگری کرنے والا گنہگار اس قابل کہان کہ فتوی دون پھر فرمایا کہ شاہ علامت اللہ صاحب بھوپال بہت تھے ایک شخص کی سفارش مین کسی سنگین مقدمہ مین خط لکھا کسی حاکم کے سررشتہ دار کے نام۔ وہ خط فریق ثانی کے ہاتھ آگیا اُنھون نے عدالت مین پیش کر دیا اسپر عدالت مین شاہ صاحب کی طلبی ہوئی کوتوال شہر کے نام گرفتاری کا حکم جاری ہوا کوتوال نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ حضرت آپ تو بچ نہین سکتے کوئی نہ کوئی آکر ضرور گرفتار کرے گا مین یہ گستاخی نہین کر سکتا البتہ نوکری سے استعفا دینا گوارا کر لون گا اگر حضرت کو میری نوکری رکھنا منظور ہے تو تشریف لے چلئے سب نے سمجھایا کہ واقعی آپ کو جانا ضرور پڑے گا مجبوراً پالکی مین سوار ہوکر پہونچے اور اُترے حاکم انگریز نے چلمن مین سے شاہ صاحب کو دیکھا فوراً پالکی تک خود آیا اور بہت عزت کے ساتھ شاہ صاحب کو کرسی پر بٹھلایا بہت خاطر کی اسپر شاہ صاحب کے حسن کا بہت رعب پڑا تب شاہ صاحب نے جب دیکھا کہ بن پڑی ہے تو خفا ہو کر کہنے لگے کہ تم نے فقیر کو تکلیف دی اُس نے جواب دیا کہ حضرت یہ تو بہانا تھا میرا زیارت کو دل چاہتا تھا۔

(۱۲۱۴) فرمایا کہ اخیر وقت اہل بدعت کا اچھا نہین ہوتا قلعی کھل جاتی ہے ایک شخص مکہ معظمہ مین تھے اُن کا میلان بدعت کی طرف تھا مرتے وقت وہ ہندوستان کو بہت یاد کرتے تھے کہ مجھے ہندوستان کو لے چلو دل مین اُن کے ہندوستان کی محبت تھی حالانکہ زندگی مین اُنھون نے کبھی ہندوستان کا خیال بھی نہین کیا۔

(۱۳۱۴) فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب نہایت نرم تھے پھر فرمایا کہ اس زمانہ مین اس سلسلہ کی جو حالت دیکھی وہ اور سلسلون کی نہین

(۱۴۱۴) فرمایا کہ عقل اگر اپنے مصرف مین صرف ہو تو بڑی نعمت ہے لوگ یہ خیال کرتے ہین

عقلمند آدمی دیندار نہیں ہوتے مین کہتا ہون کہ عقلمند کی برابر تو دیندار ہو نہیں سکتا۔

(۴۱۵) فرمایا کہ مولوی ... صاحب کانپوری ایک شخص کے پیچھے پیچھے پھرتے تھے وہ شخص ایسا ہی بھنگڑ سا تھا حقہ پیتا تھا ایسے ہی بہت سے آدمی جاہل فقیرون کے معتقد ہوتے ہین

(۴۱۶) ایک صاحب علم کی بابتہ فرمایا کہ وہ جونپور مین ہر ماہ مین اور بالخصوص محرم مین نوہین کیا کرتے تھے اور یہ حکمت اُس کی تبلاتے تھے کہ مین اس لیے کرتا ہون تاکہ لوگ شیعون کی مجلس مین نہ جاوین ایک غیر مقلد مولوی صاحب نے خوب جواب دیا کہ اگر ایسا ہی ہے تو ہندوؤن کی ہولی دوالی بھی اسی نیت سے کرنی چاہیئے تاکہ لوگ اُن کے مجمع مین نہ جاوین۔

(۴۱۷) فرمایا کہ لوگون کا خیال ہوگیا ہے کہ حدیث تو بغیر پڑھے آجاتی ہے اور معقول بغیر پڑھے نہین آتی حالانکہ معاملہ بالعکس ہے حدیث بے پڑھے نہین آسکتی اور اگر آدمی ذہین ہو تو معقول بے پڑھے نکال سکتا ہے۔

(۴۱۸) ہمارے قصبات مین یہ رواج تھا کہ شادیون وغیرہ مین گوشت بنیون سے تلواتے تھے ایک بنیا کہا کرتا تھا کہ لوگ بہت بے غیرت مین کہ جو تول آتے ہین میرا نمبر آنے دو جب نمبر آیا تو وہ بھی تول آئے لوگون نے جب پوچھا تو کہنے لگے کہ مین نے بھی ۴۰ سیر کی جگہ ۳۰ سیر ہی تولا۔ پھر ہنسکر کہا کہ اور قصائیون ہی کا بھلا کر دیا۔

۷ رجمادی الاخری ۱۳۳۵ھ بروز یکشنبہ

(۴۱۹) ایک صاحب افسر پولیس کی نسبت فرمایا کہ پہلے یہ غیر مقلد تھے پھر مقلد ہوگئے کانپور مین ایک پادری ان کے عیسائی بنانے کی فکر مین تھا مگر ایک بار جب اُنکی زبانی مولانا رشید احمد صاحب رح کا نام سُنا پھر پادری نے وہ خیال چھوڑ دیا مایوس ہوگیا مقبولین کا نام سُنکر لوگون کو دہشت ہوجاتی ہے۔

(۴۲۰) فرمایا کہ ایک مرتبہ مولانا رشید احمد صاحب رح کو ایک صاحب سے ایذا پہونچی مولانا خلیل احمد صاحب رح نے اس احتمال سے کہ کہین مولانا بددعا نہ کردین حضرت سے عرض کیا کہ حضرت بددعا نہ کیجئے مولانا رح بہت گھبرائے اور فرمایا کہ توبہ توبہ مسلمان کہین بددعا بھی کیا کرتے ہین۔ استغفراللہ۔

(۴۲۱) فرمایا کہ نفس کی باگ چھوڑنا غضب ہے جب چھوڑ دی پھر نہین رُکتی بالکل کچھ کہنا تو آسان ہے مگر کہنا اور موقع پر رک جانا سخت مشکل ہے یہ صدیقین ہی کا کام ہے یعنی اس کا اندازہ کرنا اسلئے بس اسلم یہی ہے کہ اس نفس کو روکے ہی رکھے۔

(۴۲۲) ایک بڑے میان نے تنگی کی شکایت کی اور کہا کہ آیہ کریمہ کے بہت چلّے پڑھے مگر کچھ نہوا فرمایا کہ بس اللہ میان سے دعا کرو کس جھگڑے مین پڑے پھر تفصیلی حالات پوچھنے کے بعد فرمایا کہ اب تم بڈھے ہو گئے اب گھر کا کام بیٹون کے سپرد کر کے یہان آپڑو معلوم ہوتا ہی تمھین دنیا کی محبت زیادہ ہے دنیا کی باتون مین جی لگتا ہے انھون نے جواب دیا کہ ہان کبھی کبھی بیٹون کی محبت آجاوے ہے فرمایا کوئی بیٹون کو تھوڑا ہی چھپاوے ہے دنیا کو چھوڑ دو جب مسجد مین اللہ اللہ کرو گے بیٹے بھی ہمین وہین آکر دیکھ لیا کرین گے۔

۸ رجمادی الاخری ۱۳۳۵ھ بروز دوشنبہ

(۴۲۳) عبدالرحمن خان صاحب مالک مطبع نظامی کا ذکر فرمایا کہ وہ تہجد گذار اور ذاکر شاغل تھے گھر کو خرچ کے لیئے ۳ روپیہ روز دیا کرتے تھے بے تکلف ایسے تھے کہ کنجڑن سے ترکاری لی اور کرتہ مین رکھ لی اور لیکر چلدیئے اگر کوئی میانجی اُنکی اولاد کو مارتا تھا تو اُن کو بہت ناگوار ہوتا تھا۔ اُن کے قلب مین دین کی اتنی عظمت تھی کہ اُن کے صاحبزادہ ابوسعید خان نے جو اُنکی خدمت مین تھے اور حافظ بھی ہین ایک مرتبہ اُن کا جوتہ سیدھا کر دیا تھا یہ دیکھ کر گھبرا گئے اور کہنے لگے کہ تمھارے سینہ مین قرآن ہے تم ایسا کام نہ کرنا اتنا ادب تھا اُن کا انتقال عجب طرح سے ہوا کہ سب اوراد و وظائف و نماز پڑھ کر لیٹے بس سوتے کے سوتے رہ گئے ایک ظریف مولوی صاحب نے کہا کہ شیطان کو بھی دھوکا ہوا وہ سمجھتا تھا کہ ابھی دو ایک روز اور رہین گے وہ کسی کام کو گیا وہ پیچھے چلدیئے وہ بہکا بھی نہ سکا مگر اُن کو جائداد کا بہت شوق تھا۔

(۴۲۴) فرمایا کہ کسی کا قول مین نے سُنا ہے کہ غالی شیعون کے علماء تو کافر ہین اور عوام فاسق ہین کیونکہ علماء کو تو خبر ہے اور پھر وہ ایسی حرکتین کرتے ہین کانپور مین ہمارے یہان ایک ماما نوکر تھی وہ اپنی بہن کی حکایت بیان کرتی تھی کہ وہ شیعہ تھی بعد اُس کے انتقال کے گڑھا لاگیا وہ کہتی تھی کہ مین یہ دیکھکر سنّی ہو گئی کہ میرا بھی یہی حال کرین گے۔ پھر فرمایا

کہ اللہ جانے ان کی وہان کیا حالت ہوگی مگر یہان تو صورت دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص دوزخی ہے۔

(۴۲۵) فرمایا کہ ایک صاحب کانپور مین وکیل تھے بڑے ظریف تھے ایک سائل آیا کہ مین سید ہون انھون نے مذہب پوچھا معلوم ہوا شیعی ہے انھون نے کہا کہ شیعہ سید نہین ہوسکتے وہ تو شید ہوتے ہین جس کے معنے مکروفریب کے ہین دونون مین ٹرا شین ہے البتہ سنی سید ہوتے ہین دونون مین چھوٹا سین ہے پھر فرمایا کہ کانپور مین ایک شخص پٹھان مسمیٰ امیرخان تھے وہ اَن پڑھ تھے اتفاق سے اُنھین ایک شیعی کے ساتھ چلنے کا اتفاق ہوا اُس کو کپتان کہتے تھے راستہ مین اُس نے خان صاحب سے کہا کہ جناب خان صاحب معلوم نہین حضرت امام شہید رح کو کس نے قتل کیا نہ معلوم ہم تھے یا تم تھے خان صاحب نے جواب دیا کہ اُن کو قتل کرنا کسی کافر ہی کا کام ہے اور مولویون سے سُنا ہی کہ حضرت کے یارون کو بُرا کہنا حضرت کو بُرا کہنا ہے اور حضرت کو بُرا کہنے والا کافر ہے اب سمجھ لیجئے کہ کس نے قتل کیا ہے یہ سنکر کپتان صاحب بہت خفا ہوئے اور اُن کی ہمراہی سے علحدہ ہوگئے۔

(۴۲۶) فرمایا کہ میر منصب علی تھانوی جب شیعی سے سنی ہوئے تو اُنکی مان بہت روئی اور تمام عمر اُنکی صورت نہین دیکھی اُن کے سنی ہونے کا یہ قصہ ہوا کہ اُن کو سنی شیعہ دونون طرف کی باتین سُنکر تردد ہوگیا جو کسی طرح دفع نہوتا تھا کسی نے کہا کہ پیران کلیر بڑی برکت کی جگہ ہے وہان حاضر ہو وہ پیران کلیر گئے اور مزار پر جاکر یہ کہا کہ آپ میرے لیئے حق تعالی سے دعا کیجئے کہ مجھکو حق واضح ہوجاوے اور جو آپ نہ کرین گے تو یاد رکھئے کہ مین قیامت کے روز یہی کہدونگا کہ مین وہان گیا تھا مگر اُنھون نے توجہ نہ کی اور یہ بھی یاد رکھئے کہ مین خواب وغیرہ سے نہین مانونگا بس یون ہی میرے قلب مین حق بات آجاوے کہ یہ حق ہے اور اُس کے خلاف کو دل ہی قبول نہ کرے اسکے بعد تھانہ بھون آئے اور اتفاقاً ایک حافظ صاحب نے آیت وضو مین الی المرافق کی تفسیر مین یہ کہا کہ دیکھو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پانی اُنگلیون سے کہنیون کی طرف لانا چاہیئے اُنھون نے شیعون کو بالعکس کرتے دیکھا تھا انھون نے اپنے مامون سے پوچھا جو کہ مجتہد تھے اُنھون نے کچھ تاویل کی اُنھون نے کہا کہ صاف بات چھوڑ کر تاویل کو قبول نہین کیا جاتا پس معلوم ہوتا ہے

کہ آپ لوگ قرآن کے تارک ہین اور سنی ہو گئے اللہ تعالے کو ہدایت کرنا تھا ورنہ ایسا قطعی استدلال نہ تھا

۱۰ جمادی الاخری ۱۳۳۵ھ بروز چہار شنبہ

(۴۲۷) فرمایا کہ اب مین کوئی لذیذ چیز بھی جی بھر کر نہین کھا سکتا کہ معدہ متحمل نہین ہوتا شاید اللہ تعالی نے جی بھر کر کھانے کے خاتمہ کا سامان کر دیا ہو کیونکہ آخر اس کے خاتمہ کا بھی تو کوئی وقت ہونا چاہیئے تھا۔

(۴۲۸) ایک عورت حضرت والا کے یہان کھانا پکانے پر ملازم تھین اُن کے لڑکے آج کل دہلی مین ملازم ہین وہ جب تھانہ بھون آئے تو حضرت والا کی خدمت مین بھی حاضر ہوئے حضرت والا نے اُن کو نہین پہچانا انھون نے خود اپنا تعلق صاف صاف ظاہر کر دیا حضرت والا نے فرمایا کہ مجھے بڑی قدر ہوئی اس بات کی کہ انھون نے پچھلا تعلق صاف صاف ظاہر کر دیا ورنہ لوگون کی یہ عادت ہے کہ پچھلی باتین بھول جاتے ہین واقعی دہلی مین رہ کر آدمی مہذب ہو جاتا ہے مشہور ہے کہ وہان کی بھنگنون کو کوئی بعد کمانے کے پہچان نہین سکتا۔

(۴۲۹) ایک صاحب رنگون سے تشریف لائے حضرت والا نے اُن سے اُن کے آنے کی وجہ دریافت کی اُنھون نے ایک مسئلہ کا جواب دکھلایا جو کہ یہان سے گیا تھا اور کہا کہ اس کی تحقیق کیغرض سے آیا ہون حضرت مولانا نے اُن کے ہٹ جانے کے بعد فرمایا کہ اپنی کسی تجارتی ضرورت سے آئے ہون گے ورنہ اتنی دور دراز کا سفر کر کے ایک مسئلہ کی تحقیق کے لیے کون آتا ہے خصوصاً جبکہ بذریعہ ڈاک جواب منگانے مین دو پیسہ مین کام چلتا ہے چنانچہ بعد مین یہی ثابت ہوا۔

۱۱ جمادی الاخری ۱۳۳۵ھ بروز پنجشنبہ

(۴۳۰) فرمایا کہ مجھے تو آج کل مناظرہ کے جواز مین بھی شبہ ہے بجز غلبہ کی نیت کے طلب حق تو بالکل نہین مقصود ہوتی

(۴۳۱) ایک صاحب نے تار مین لکھا تھا کہ اگر فلان جگہ سے خط مناظرہ کی بابت آیا ہو تو اس کا نہ دینا اور فلان مولوی صاحب کا نام بتلا دینا فرمایا کہ ہم اپنی طرف سے انکار مناظرہ کا کر دینگے

ہم دوسرون کا نام کیون بتلادین کیا وہ مولوی صاحب مفت کے ہین یا تمام مولویون کی طرف سے فدیہ ہین کہ جو اُن سے یہ کام لیا جاوے۔

۱۲ رجمادی الاخری ۱۳۳۵ھ بروز جمعہ

(۴۳۲) فرمایا کہ بازارون مین وعظ کہنے کا اچھا اثر نہین مین بھی پہلے کہا کرتا تھا مگر وہان وعظ کہنے کی وقعت نہین ہوتی جیسی مسجد وغیرہ مین بیان کرنے سے ہوتی ہے البتہ اگر تبلیغ نہو چکی ہوتی تو ضرورت تھی اس بات کی کہ میلون ٹھیلون وغیرہ مین سب جگہہ جا کر وعظ کہنا پڑتا۔

(۴۳۳) فرمایا کہ ایک ہجڑا زنانے کپڑے پہنکر بنئے کی دوکان پر آیا اور کُرمُرے کھانے لگا اب بنیا سوچنے لگا کہ اس کو منع کرنے کے لئے مؤنث کا صیغہ بولون یا مذکر کا بہت دیر کے بعد مذکر و مونث دونون کے صیغون کو ملا کر اس طرح بولا کہ بہت دیر سے کھا رہی ہے کھا رہے ہین نہین مانتی نہین مانتا بی کے ایک تھپڑ مارون گا بیہان کی پگڑی وہان جا کر گرے گی۔

(۴۳۴) فرمایا کہ کتابون مین یہان تک لکھا ہے کہ پیر کی خدمت مین کسی کا سلام بھی نہ پہنچاؤ سب باتین کتابون مین لکھی ہین میری گھڑی ہوئی نہین ہین مگر لوگون نے کتابون کا دیکھنا چھوڑ دیا۔

(۴۳۵) فرمایا کہ لوگ کیفیات و انوار کے پیچھے پڑے ہین ابھی حقیقی نور کو دیکھا نہین ہے لوگ چاہتے ہین کہ پہلے وہ نور حاصل ہو پھر ہم ان باتون کو چھوڑین اور ضرورت ہے اس کے عکس کی کہ پہلے ان باتون کا پیچھا چھوڑ دین تب وہ نور حاصل ہوگا۔

(۴۳۶) فرمایا کہ جب مین غار ثور کی (جس مین کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم چھپے تھے) زیارت کے واسطے گیا اور بہت سے لوگ بھی ہمراہ تھے جب پہاڑ پر سب لوگ چڑھنے لگے تو سب کا دل دھڑکنے لگا جیسا کہ اونچائی پر چڑھنے سے ہو جاتا ہے اور اُس کے دھڑکنے کی آواز آتی تھی اُسوقت مین نے کہا کہ لو سب کا قلب بلا مجاہدہ ہی جاری ہو گیا۔ حرارت سے قلب مین حرکت پیدا ہو جاتی ہے اُس کو لوگ بڑا کمال سمجھتے ہین۔

(۴۳۷) فرمایا کہ مولانا محمد قاسم صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ جلال آباد کی جائداد خریدنا جائز نہین کیونکہ وہان لڑکیون کا حق نہین دیا جاتا تھا البتہ جہان ایسا نہو کچھ حرج نہین۔

۱۳ ر جمادی الاخری ۱۳۳۵ھ بروز شنبہ

(۴۳۸) فرمایا کہ پہلے مدرسہ دیوبند کے کچے مکان تھے چھپر پڑے تھے مولانا محمد یعقوب صاحب رح نے خواب مین جنت میں کچے مکانات دیکھے جس سے تعجب ہوا کہ جنت مین اور کچے مکان پھر اُن چھپرون پر دفعۃً نظر پڑی تعبیر سمجھ مین آئی کہ یہ مکانات مقبول ہین۔

(۴۳۹) فرمایا کہ حضرت سید صاحب رح نے دیوبند کے متعلق فرمایا تھا کہ یہان سے بوئے علم آتی ہے پہلے دیوبند مین بہت جہل تھا۔

(۴۴۰) فرمایا کہ گنگوہ کے کسی صاحب علم نے تقویۃ الایمان کا رد لکھا تھا وہ مولوی فضل حق صاحب کو جب وہ دورہ مین تھے دکھلایا مولوی صاحب نے اُن کو بہت ڈانٹا اور کہا کہ تم تقویۃ الایمان کا رد لکھ سکتے ہو تمہارا اس قابل منہ ہے۔ وہ شخص بہت شرمندہ ہوئے مولانا اسمعیل صاحب شہید رح کی شہادت کی خبر سنکر مولوی فضل حق صاحب نے جو کتاب اُس وقت مین لکھ رہے تھے اُس کا لکھنا بند کردیا تھا۔ پھر ایک ذکی مولوی صاحب کا قصہ فرمایا کہ مولانا سراج الدین صاحب کو منطق کی کتابین کوئی اُستاد نہ پڑھا سکتا تھا آخر کار ایک مولوی صاحب نے سمجھایا کہ اس طرح تو تم ہمیشہ طالب علم ہی رہوگے یہ مانا کہ تم ذہین و ذکی ہو اور اُستادون کو تم خاموش کردیتے ہو مگر جب تک کہ باقاعدہ درسی کتابین کسی سے نہ پڑھوگے مولوی نہین ہوسکتے اس لیئے اول کسی اُستاد سے درسی کتابین باقاعدہ ختم کرلو اور وہ جو بتلاوے اُس کو مان لو پھر جب تم فارغ ہوجاؤ تو اختیار ہے خوب تحقیق کرنا۔

۱۴ ر جمادی الاخری ۱۳۳۵ھ بروز یکشنبہ

(۴۴۱) فرمایا کہ معدہ کمزور ہونے مین بھی حکمت ہے کہ لذائذ سے پرہیز ہوتا ہے یہ بھی سرکاری انتظام ہے زیادہ کھانے سے جسم تازہ اور قلب مکدر ہوجاتا ہے اور کم کھانے سے جسم کمزور ہوتا ہے مگر قلب کو تازگی ہوتی ہے حضرت حاجی صاحب رح کو تو بہت فاقے ہیش آتے تھے۔

(۴۴۲) فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب رح کا معمول تھا کہ جب کوئی کسی کی چغلی کھاتا تو نرمی سے راوی کی تکذیب فرماتے تھے اور مولانا رشید احمد صاحب رح کا یہ قول تھا کہ جب کوئی مجھ سے

کسی کی روایت بیان کرتا ہے تو مین سمجھتا ہون کہ ان مین آپس مین رنج ہے اور مولانا محمد قاسم صاحب رہ راوی کو ڈانٹتے تھے اور مولانا محمد یعقوب رہ صاحب خود استغفراً افادات فرماتے کہ کسی کو روایت کرنے کی نوبت ہی نہ آتی پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ ندوہ والون نے حضرت حاجی صاحب کی خدمت مین میری شکایت کی اس پر حضرت نے فرمایا کہ نہین انکی ایسی طبیعت نہین ہے اور مجھے خط مین یہ شعر تحریر فرمایا ؎

من نگویم کہ این مکن آن کن   مصلحت بین و کار آسان کن

پھر فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب سے ایک مرتبہ شریف صاحب کو کسی نے بدگمان کر دیا اور وہ شخص اتفاق سے ایکبار حضرت کی مجلس مین آگیا حضرت نے خوب لتاڑا حضرت کسی بڑے سے بڑے نواب کی بھی کچھ حقیقت نہین سمجھتے تھے اور شریف صاحب کی نسبت فرمایا کہ زیادہ سے زیادہ وہ یہان سے مجھے علحدہ کر دینگے سو کر دین مین جہان بیٹھون گا وہین مکہ ہے کچھ اسی شہر کا نام مکہ نہین ہے پھر اس کا راز فرمایا کہ حقیقت کعبہ کی تجلی الوہیت ہے اور حقیقت مدینہ کی عبدیت ہے تو اہل معنے ان حقائق پر نظر رکھتے ہین گو جامعیت یہ ہے کہ حقیقت اور صورت دونون کو لے

۱۵ رجمادی الاخری ۱۳۳۵ھ بروز دوشنبہ

(۴۴۳) ایک صاحب کی نسبت فرمایا کہ وہ فلان صاحب کو اپنے حالات باطنی لکھتے ہین مجھ سے آج تک کوئی بات نہین پوچھی اور پھر خادم ہونے کا دم بھرتے ہین

(۴۴۴) ایک صاحب نے اپنے پتہ کے لفافہ پر (جو لفافہ کہ جواب کے لئے بھیجا تھا) اپنے نام کے ساتھ لفظ "برخوردار" لکھا تھا حضرت والا نے تحریر فرمایا کہ کیا مین نے آپ کو اس سے پہلے یہ لفظ لکھا ہے یا آپ نے مجھے لکھکر بتایا ہے کہ یہ لکھا کرو

۱۶ رجمادی الاخری ۱۳۳۵ھ بروز سہ شنبہ

(۴۴۵) فرمایا کہ ایک مرتبہ مولوی سالار بخش گنگوہ آئے اسی وقت مین کسی نے مولانا رشید احمد صاحب رہ سے ایک فتوی پوچھا مولانا نے مولوی سالار بخش کیطرف اشارہ کر دیا کہ آپ سے پوچھو پھر تو مولوی سالار بخش نے مولانا کی بہت تعریف کی کہ بس مولوی وہ ہین جاؤ بس ان ہی سے پوچھ لیا کرو۔

۱۷ جمادی الاخری ۱۳۳۵ھ بروز چہار شنبہ

(۴۴۶) فرمایا لوگ مجھے کہتے ہیں کہ نہ معلوم یہ اپنے متعلقین کے خانگی معاملات میں کیون دخل دیتے ہیں ایک صاحب ماں کے شامل تھے اس سے بیوی پر ظلم ہوتا تھا اُن کو میں نے خود کہکر ماں سے علحدہ کرایا ماں کو جب معلوم ہوا تو وہ میرا نام سُنکر خاموش ہوگئیں

(۴۴۷) فرمایا کہ حضرت مولنا شاہ فضل الرحمن صاحب رح میں تصنع بالکل نہیں تھا جیسے معصوم بچہ ہوتا ہے ایسی حالت تھی۔ باقی رہا بزرگ ہونا سو بزرگی کا یقینی حال اور درجہ تو خدا کو معلوم ہے۔

(۴۴۸) فرمایا کہ نرم مزاج اہل اللہ میں بھی رعب ہوتا ہی چنانچہ مولانا محمد قاسم صاحب رح نہایت نرم مزاج تھے مگر جب تک وہ نہ بولیں کسی کو اُن کے سامنے بولنے کی ہمت نہ ہوتی تھی اور جب وہ گفتگو شروع کر دیتے تھے تو پھر لوگ مزاح تک کرتے تھے یہ رعب معیت حق کا ہوتا ہے حدیث میں ہے انا جلیس من ذکرنی۔

۱۸ جمادی الاخری ۱۳۳۵ھ بروز پنجشنبہ

(۴۴۹) فرمایا کہ اصلاح میں تو نہ معلوم کیا کیا نوبتیں آتی ہیں ایک شیخ نے اپنے مرید سے کان پکڑوا کر اٹھک بیٹھک کرائی تھی پھر فرمایا کہ اگر سزا دینے میں نفس کی آمیزش ہوگی تو شیخ خود مواخذہ دار ہے لیکن مرید کو تو ہر طرح آمادہ رہنا چاہیئے ایک صاحب یہاں آئے تھے انھون نے یہاں کی حالت دیکھ کر کہا تھا کہ ایک یہ کپڑا اچھا پہنتے ہیں دوسرے یہاں لطائف کی تعلیم نہیں ہے میں نے کہا کہ یہ تو شیخ بنکر آئے ہیں میری اصلاح کے لئے اپنی اصلاح کے لئے نہیں آئے ہیں پھر فرمایا کہ اکثر دیکھا ہے جسکی طرف میرے قلب کو التفات ہوا اُس کے امتحان کی کبھی ضرورت نہیں ہوئی وہ اچھا ہی نکلتا ہے۔

(۴۵۰) ایک صاحب کا خط آیا اُس میں لکھا تھا کہ یہاں پر ایک شخص آئے اور کہا کہ میں مولوی عبداللہ ہوں لوگ اُن سے مرید ہوگئے بعد میں معلوم ہوا کہ وہ مولوی عبداللہ نہ تھے اب یہ شخص جو مرید ہوئے ہیں حقیقی مولوی عبداللہ صاحب کے مرید ہوگئے یا نہیں ہمارے حضرت نے تحریر فرمایا کہ وہ لوگ مولوی عبداللہ صاحب سے مرید نہیں ہوئے اور ان شخصوں نے سخت غلطی کی کہ

جو اسقدر جلد بیعت کرلی۔

(۴۵۱) فرمایا کہ تعویذون کے ساتھ لوگون کا بُرا اعتقاد ہی سمجھتے ہین کہ تعویذ قلعہ ہین اب اللہ میان کچھ نہین کرسکتے بھروسہ اللہ میان پر نہین رہتا تعویذون کی وجہ سے۔

(۴۵۲) فرمایا کہ ایک پٹواری صاحب ایک جاہل سے بیعت تھے لیکن معتقد اُس سے بھی نہین تھے اور اہل حق سے تو پہلے سے معتقد نہین تھے ان کے عقائد مین رفض و بدعت بھی ہے اُن کا خط آیا ہے کہ کسی باطنی عقبہ مین پھنس گئے ہین اب ہم لوگون کی طرف رجوع ہوے ہین سو یا تو کسی حالت باطنی مین پھنس گئے ہین یا دماغ مین سوداویت وغیرہ ہوگی اُن کو مین نے یہ جواب لکھدیا ہے کہ اول مین یہ یقین دلاتا ہون کہ مصیبت زدہ صاحب حاجت سے حیلہ کرنا یا خواہ مخواہ تکلف کی تواضع کرنا میرے نزدیک ناجائز ہے اس لئے مین ان تکلفات سے قطع نظر کرکے جو کچھ عرض کرونگا وہ معاملہ کی بات ہوگی وہ عرض یہ ہے کہ اگر طبیب حاذق یہ اطمینان دلادیوے کہ یہ مرض نہین ہے تو اُس صورت مین اس حالت کی اصلاح کے دو طریقے ہین ایک تصرف اور ہم لوگ خصوصیت سے اس سے بالکل عاری ہین دوسرا طریقہ تعلیم سو اس کے لئے علاوہ طول مدت کے جسکی حد پہلے سے معین نہین ہوسکتی بڑی شرط نافع ہونے کی طالب و مطلوب مین مناسبت ہے اور وہ موقوف ہے اتحاد مذاق و مشرب پر سو چونکہ مجھ مین اسکی کمی ہے اس لئے اس طریق سے بھی مین آپ کی خدمت نہین کرسکتا بہتر ہے کہ آپ ایسے متبع سنت بزرگ سے رجوع کیجئے جو بابرکت بھی ہو اور کم از کم آپ کے مشرب کی اُس کو اطلاع ہو اور آپ کے دل مین اُسکی اسقدر عظمت ہو کہ اُس کی ہر قسم کی اطاعت کو خواہ سمجھ مین آئے یا نہ آئے اور اُسکے ہاتھون ہر طرح کے تذلل کو آپ گوارا کرسکین باقی دعا سے مجھکو بھی عذر نہین اس خدمت کے لئے کسی مسلمان سے انکار نہین والسلام۔

(۴۵۳) فرمایا کہ ایک ضلع مین ایک شخص ترکی ٹوپی پہنکر کچہری مین گئے صاحب کلکٹر اُن پر بہت ناراض ہوئے کہ تم سرکار کے مخالفون کی ٹوپی اوڑھکر کیون یہان آئے ہو اور سپرنٹنڈنٹ کو بلوایا کہ ان کو گرفتار کرلیا جائے فرمایا کہ مین تو کہا کرتا ہون کہ من تشبہ بقوم فھو منھم مسئلہ عقلی ہے دیکھو صاحب بہادر کو بھی ناگوار ہوا کہ یہ انکے دشمن کی ٹوپی ہے مگر ہمارا کہنا تو کوئی سُنتا

ہی نہیں جب صاحب بہادر کہدین تب صحیح ہے۔

(۴۵۴) ایک صاحب نے کہا کہ مجھ سے نماز کا حق ادا نہیں ہوتا فرمایا کہ بھائی نماز کا حق کس سے ادا ہو سکتا ہے تم تو یہ بھی سمجھتے ہو کہ ہم سے حق ادا نہیں ہوتا اور ہم تو اس جہل مین مبتلا ہین کہ ہم بہت اچھی نماز پڑھتے ہین اور حالانکہ خاک بھی نہین پڑھتے بس بھائی اللہ میان کو سجدہ کر لیتے ہین وہ رحیم ہین قبول فرمائین گے اُن سے امید قبولیت کی البتہ ہے گو ہماری نماز اس قابل نہین۔

۱۹ / جمادی الاخری ۱۳۳۵ھ بروز جمعہ

(۴۵۵) فرمایا کہ آج کل اپنے نامون کے ساتھ نسبتون کے لکھنے کا بڑا زور ہو گیا ہے چنانچہ ایک صاحب نے لکھا ہے سیفی۔ مگر آدمی کوئی نہین لکھتا جس کی نسبت آدم علیہ السلام کیطرف ہے آج کل آدمی لکھنے کی ضرورت ہے کیونکہ ڈارون لکھتا ہے کہ آدمی بندر کی اولاد سے ہین ڈارون کا قول اس وجہ سے نقل فرمایا کہ ایک حکیم صاحب نے عرض کیا تھا کہ آدم علیہ السلام کی طرف تو نسبت ظاہر ہے اس وجہ سے کوئی اپنے آپ کو آدمی نہین لکھتا پھر فرمایا کہ اب تو ضرورت ظاہر ہو گئی اور یہ لوگ آدم علیہ السلام کو مانتے بھی نہین ہین۔

(۴۵۶) فرمایا کہ کیفیات سے وصول یا حرمان پر استدلال کرنا یہ مستعلج کا کام نہین ہے کہ اول مین عجب کا خدشہ ہے اور ثانی مین ناشکری کا اور دونون سالب نعمت ہین طالب کا وظیفہ یہ ہے کہ حالت کی اطلاع دے اور اس حالت کی تحقیق یہ معالج کا کام ہے۔

(۴۵۷) ایک صاحب نے اپنی بی بی کی نسبت خط مین لکھا تھا کہ اُن کو ۷ ماہ کا حمل تھا وہ کسی شادی مین گیئن پیر رپٹ گیا گر گیئن بچہ ہوگئی ہین ضعیف العمر ہون اور یہ بچے چھوٹے ہین دعا فرمایئے کہ اللہ تعالے اُن کو صحت عطا فرماوین اسپر فرمایا کہ عورتیں رسومات نہین چھوڑتین اور اُن صاحب کو جواب تحریر فرمایا کہ آپ ایسے موقع پر پھر جانے کی اجازت نہ دین دوسرے یہ کہ خدا کرے آپکے دل مین ایسی خود غرضی نہ رہے کہ اُس کے لیے اس غرض سے شفا کی دعا کراتے ہین کہ بچے چھوٹے ہین۔

(۴۵۸) اپنے ضعف کے متعلق فرمایا کہ اگر کوئی اللہ کا بندہ دعا کردے تو پھر دوا وغیرہ سب ایک طرف ہی رکھے رہے۔

(۴۵۹) فرمایا کہ بُرے نام سے طبیعت کو تنفر ہوتا ہے تھانہ بھون میں ایک مسجد کا نام ڈھونڈن والی مسجد تھا جب پھر سے تعمیر ہوئی تو مین نے کہا کہ مسمی تو بدلا گیا اسم بھی بدلو مین نے اُس کا نام لال مسجد رکھا اب اسی نام سے لوگ اُس کو پکارتے ہین اور خطوط بھی اسی نام سے آتے ہین۔ مین نے اُسپر لال صندلا بھی کرادیا ہے۔

(۴۶۰) فرمایا کہ حضرت مرزا مظہر جانجاناں رح کی حکایت ہے کہ اُنھون نے ایک مرید سے کہا کہ اپنے بچون کو دکھاؤ ہم دیکھنا چاہتے ہین وہ مرید پہلو تہی کرتے تھے اس وجہ سے کہ بچے شوخ ہوتے ہین اور مرزا صاحب رح نازک مزاج تھے آخر کار حضرت کی چند بار کے تقاضہ پر ایکدن بچون کو نہلا دُھلا کر اور کپڑے پہنا کر خوب ادب سکھلایا کہ اِدھر اُدھر مت دیکھنا پست آواز سے بولنا دہلی کے بچے تو ویسے ہی ہوشیار ہوتے ہین اور پھر اُن کو سکھلایا گیا اس لیئے وہ خوب ٹھیک ہو گئے تب وہ اُن کو لے کر مرزا صاحب رح کی خدمت مین حاضر ہوئے مرزا صاحب نے اُن بچون کو چھیڑنا شروع کیا مگر وہ تو بندھے ہوئے تھے اس لئے اُن پر اثر کچھ نہوا اور بڑون کی طرح تمیز و سلیقہ سے بیٹھے رہے تب مرزا صاحب نے فرمایا کہ بچون کو نہین لائے جواب دیا کہ حضرت لایا تو ہون فرمایا کہ یہ بچے ہین یہ تو تمھارے بھی باوا ہین بچے تو وہ ہوتے کوئی ہمارا عمامہ اُتارتا کوئی کچھ کرتا پھر ہمارے حضرت نے فرمایا کہ اگرچہ مرزا صاحب بہت نازک مزاج تھے مگر بچون سے کچھ تکلیف ہوتی تھی ناگواری تو جاننے والے کی ہوتی ہے نہ کہ بچون کی جو کچھ نہین جانتے۔

(۴۶۱) فرمایا کہ محض اذیت پر غصہ نہین آتا ایذا رسانی پر آتا ہے دیکھو اگر کانٹا پیر مین چبھ جاوے تو کانٹے پر غصہ نہین آتا اور جو کوئی جانور کاٹے تو اگرچہ اُسمین پوری عقل نہین ہے مگر کسیقدر شعور ہونے سے اُسپر کچھ غصہ آتا ہے اور آدمی کے ستانے پر غصہ اور زیادہ آتا ہے اور اگر محض اذیت پر غصہ آتا تو سب جگہ آتا اور یہی وجہ ہے کہ اپنون پر غصہ زیادہ آتا ہے اور غیرون پر کم آتا ہے کہ تعلق کے ہوتے ہوئے ایذا رسانی کامل ایذا رسانی ہے

(۴۶۲) فرمایا کہ منشی ۔۔۔ تحصیلدار رشوت خوار تھے مگر اُن سے سب حکام خوش تھے اس لئے باوجود لوگون کے شاکی ہونے کے اُنکی بدلی نہین ہوتی تھی ایک گنوار نے کہا کہ مین اُنکی بدلی کرادون گا وہ گنوار کلکٹر کے بنگلہ پر شکایت کرنے کے لئے پہونچا کلکٹر نے پوچھا کہ کیون آئے ہو کہا مین یہ پوچھنے

آیا تھا کہ موروثی کسے کہتے ہین مجھے کسی نے ٹھیک نہین بتایا کلکٹر نے جواب دیا کہ ۱۲ برس تک جس زمین پر کاشتکار کا قبضہ رہے تو زمیندار اُس زمین کو کاشتکار سے چھڑا نہین سکتا گنوار نے کہا کہ یہ خوب سنائی مجھے یہ فکر ہوگیا کہ... تحصیلدار کو ۱۱ برس تو ہوگئے اگر ایک سال اور رہ گیا تو موروثی ہوجاوے گا پھر نہ تیرے باپو (باپ) سے جا نہ میرے باپو (باپ) سے جا کلکٹر نے یہ سُنکر تحقیقات کی تو واقعی رشوت لینا ثابت ہوا بس اُن کو تبدیل کردیا

(۴۶۳) فرمایا کہ علم سے خوف ہوتا ہے جو لوگ جاہل ہوتے وہ اسی وجہ سے نڈر ہوتے ہین پھر ڈرنے کے مضمون کے سلسلے مین ایک حکایت بیان کی کہ ایک بزرگ تھے اُجڈ قوم کے اور جنگل مین رہتے تھے کسی نے اُن کو غصہ دلانے کے لئے کہا کہ حضرت یہان تو بھیڑیے رہتے ہین اور آپ یہان تشریف رکھتے ہین آپ کو ڈر نہین لگتا کہنے لگے مین ان سے تو کیا ڈرتا مین تو خدا سے بھی نہین ڈرتا پھر ہمارے حضرت نے فرمایا کہ یہ حکایت گھڑی ہوئی معلوم ہوتی ہے کوئی مسلمان ایسا نہین کہہ سکتا۔

(۴۶۴) فرمایا کہ جہل کی حیا بھی بے ڈھنگی ہوتی ہے ایک شخص نے بیان کیا کہ مین ریل کے اندر سفر کر رہا تھا ہندوؤن کا مجمع تھا اس لئے مین نے نماز نہین پڑھی کہ مین نماز پڑھونگا تو یہ ہنسینگے اور اسلام کی توہین ہوگی پھر حضرت نے فرمایا کہ لوگ بہت ادب کرتے ہین نمازی کا۔ بہت سے تو نماز پڑھنے والون کے سامنے سے نہین گذرتے یہ بھی سمجھتے ہین کہ اگر نمازی کے ساتھ کوئی بے حرمتی کیگئی تو جھگڑا پھیلے گا یہ سمجھتے ہین کہ نمازی کو نماز کے وقت جوش بہت ہوتا ہی اور واقعی ہے بھی یہی بات۔

۲۰ جمادی الاخری سنہ ۱۳۳۵ھ بروز شنبہ

(۴۶۵) ایک صاحب بغرض بیعت ایک دوسرے صاحب کے ساتھ تشریف لائے حضرت والا نے اُن سے چند باتین دریافت فرمائین جن کا جواب اُنھون نے صاف نہین دیا اسپر فرمایا کہ بات کو صاف کہنا یہ عادت مفقود ہی ہوگئی اس واسطے صاف نہین بتلایا جاتا اور اگر یہ بیعت کا نام نہ لیتے تو اتنی جھجک جھجک نہ ہوتی اس لئے مین نے بیعت کا سلسلہ ہی موقوف کردیا ہے البتہ اصلاح کا سلسلہ آنے کے ساتھ ہی شروع کردیتا ہون جناب رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم جو مبعوث من اللہ تھے آپ بھی کوئی بات ۳ مرتبہ سے زیادہ نہ فرماتے تھے مین آپ سے ۳ مرتبہ کہہ چکا اور آپ کی طرف سے اُس کا جواب نہین ملا اب آپ نے جو یہ کہا کہ میری سمجھ مین نہین آیا اس سے آپ کا دعوی تبریہ ظاہر ہوتا ہے کہ متکلم نے ایسا کلام کیا کہ جو مخاطب کی سمجھ مین نہ آیا حالانکہ تین مرتبہ کہہ چکا ہون اور بالکل صاف صاف کہا ہے پھر اُن صاحب نے کہا کہ مین پھر آؤن اس پر فرمایا کہ اکثر پوچھنے کا منشا کہ مین پھر آؤن بیعت کا وعدہ لینا ہوتا ہے سو مجھے وعدہ کرنے کی کیا ضرورت ہے دوسرے مجھے یہ بہت ناگوار ہوتا ہے کہ سفارشی کے ساتھ آیا جاوے ہم نہ بزرگ ہین نہ کچھ حاکم وغیرہ یہان تو افعال واعمال واخلاق کی تعلیم ہوتی ہے یہ بزرگی کی الف بے تے ہے بڑے کام اور بڑے لوگون کے متعلق ہین مین تو چھوٹا سا میانجی ہون بڑون نے اپنے متعلق بڑے کام رکھے ہین مگر چونکہ کچے پن مین بڑے کام شروع ہو جاتے ہین اس لیئے کچے رہتے ہین جراح خدمت کرتا ہے نشتر چبھوتا ہے اس کی بہت ناگواری ہوتی ہے حتے کہ اگر بچے کے سامنے مان اُسکا نام لے دیتی ہے تو وہ سہم جاتا ہے گویا خادم کو اسقدر بُرا سمجھتا ہے مین تو خادم دین ہون جن کو ناگواری ہوتی ہے اُن کی بھی کچھ نہ کچھ خدمت تو کر ہی دیتا ہون۔

(۴۶۶) فرمایا کہ مین اکثر طالبان بیعت سے سوال کیا کرتا ہون کہ میری کیا کیا کتابین تم نے دیکھی ہین اور اُن کو دیکھ کر اپنی حالت مین کیا تغیر کیا چنانچہ ایک صاحب سے مین نے یہی دریافت کیا تھا انھون نے جواب مین لکھا ہے کہ مین نے گناہون سے توبہ کی اور یاد آلہی کا شوق ہو گیا ہے قرآن مجید کی تلاوت کرتا ہون درود شریف استغفار پڑھتا ہون بعد نماز تہجد اسم ذات کا ذکر کرتا ہون۔ اگر کوئی شخص اپنی حالت مین کچھ تغیر نہ کرے تو فائدہ کیا اُس کو بیعت کرنیکا اور جو اپنی حالت کو درست کرلے تو اس سے دل خوش ہو یا نہو کہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ کام کرنے والا آدمی ہے باقی نرے وعدہ سے کام نہین چلتا کرکے دکھلا دو مثلاً کوئی کہے کہ انٹرنس پاس کرلونگا اوّل تو کر رکھ لو۔ یا ایک شخص کہے کہ مین وضو پھر کرلون گا اول نماز کی نیت بندھوا دو یہی حاصل ہے اولاً بیعت کرلینے کے سوال کا کہ بس بیعت کرلو اور ہم کام کچھ کرکے نہ دکھلاوین پھر فرمایا کہ کبر خدا کے رستہ کا بڑا رہزن ہے اول اس کا علاج کرے بس یہی کافی ہے

نسبت اور چیز ہے وہ اللہ کا نام لینے سے حاصل ہو جاتی ہے لیکن جب تک کہ اودھر سے پورا تعلق نہو کیا فائدہ ذرا اللہ کا دھیان رہنے لگا بس سمجھ گئے کہ ہم اللہ والے ہو گئے اور آیت ونحن اقرب الیہ من حبل الورید سے یہ خیال اور قوی کر لیا حالانکہ اس سے خدا کا قرب بندہ کے ساتھ ثابت ہے نہ کہ بندہ کا قرب اللہ کے ساتھ اور چونکہ دونوں قربوں کی حقیقت جدا جدا ہے اس لئے ایک قرب دوسرے کو مستلزم نہیں۔ اصلی معیار نسبت معتبرہ کا سنت کی متابعت ہے کہ ظاہرا اقوال وافعال واخلاق سب سنت کے مطابق ہونے لگیں ورنہ کچھ بھی نہیں۔

(۴۶۷) ایک مولوی صاحب کا خط آیا تھا جس میں انھوں نے لکھا تھا کہ لوگوں کے جو بہت لمبے چوڑے خطوط آتے ہیں بجائے اسکے لوگوں کو ان کا جواب آپ کی کتب سے لینا چاہیئے اس پر حضرت والا نے فرمایا کہ واقعی تربیۃ السالک وغیرہ ایسی کتب ہیں کہ ان سے بہت سی باتیں حل ہو سکتی ہیں ہاں البتہ اگر کوئی بہت ہی غامض بات ہو تو وہ اور بات ہے اس کو مجھ سے پوچھ لینا چاہئے

(۴۶۸) فرمایا کہ مولانا محمد یعقوب صاحب فرمایا کرتے تھے کہ دو باتیں مجھے بہت ناپسند ہیں ایک تو تقریر میں لغت بولنا دوسرے تحریر میں شکستہ لکھنا مقصود تحریر و تقریر سے افہام ہے اور یہاں ابہام ہو جاتا ہے۔ ہمارے اکثر بزرگوں کے خط نہایت صاف تھے مولانا محمد قاسم صاحب رح کا خط تو نہایت صاف تھا نقطے و شوشے تک سب پورے پورے ہوتے تھے۔

(۴۶۹) فرمایا کہ بعضے احباب لوگوں کو بزرگوں کے پاس پھانس کر لاتے ہیں اس کا علاج وہی ہے جو کہ میرا طریقہ ہے کہ فوراً بیعت نہ کرے اور فوراً بیعت کر لینا تو اس کی امداد دینے گھیر کر لانے میں مصلحت بیان کی جاتی ہے کہ اہل باطل کے پنجہ میں پھنسنے سے بچ جاویگا لیکن اسکو اور ہمارا پاس آوے کیسے سمجھیں گے کہ بیعت میں تعجیل کرنا مضر ہے اور یہی سمجھنا اصل بچانا ہے اہل باطل سے اور اول تو وہ بھی نہیں پھنسے گا اور اگر پھر پھنس بھی جاوے تو میں تو اس کے پھنسنے کا سبب نہوا اور اس توقف کرنے سے اور لوگوں کو تو ہدایت ہوگی کہ بیعت احتیاط کی چیز ہے مشائخ جو انکار نہیں کرتے اور سب کو بھرتی کر لیتے ہیں یہ تو پارٹی بڑھانا ہے سو اہل حق کو ضرورت نہیں کیونکہ حق وہ چیز ہے کہ تمام عالم میں اگر ایک شخص صاحب حق ہو اس کو کسی کی پرواہ نہیں ہوتی دیکھئے جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالے عنہ نے مانعین زکوۃ پر جہاد کا مشورہ کیا تو سب کی یہ رائے ہوئی

کہ اس وقت مین تالیف قلب مناسب ہے اسپر حضرت ابوبکر صدیق رض نے فرمایا کہ تم مین سے اگر کوئی میرے ساتھ نہوگا تو مین اکیلا قتال کرون گا اللہ تعالے نے فرمایا ہے ان اللہ معنا حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ مین ہی تھا اس لیئے معنا مین ضمیر میری طرف راجع ہے جب میرے ساتھ خدا ہے مین خود سب کام کرلون گا حق کی معیت ہوتے ہوئے مجکو کسی کی معیت کی حاجت نہین۔

(۴۷۰) فرمایا کہ ایک مولوی صاحب کہتے تھے کہ بعض لوگون نے مجھے مصیبت مین پھنسادیا اس طرح سے مین نے ایک مقام پر وعظ کہا لوگ معتقد ہوگئے بیعت کی درخواست کی مین نے بہت انکار کیا مگر زبردستی ان صاحبون نے چند شخصون کو مجھ سے بیعت کرا ہی دیا مین نے ان مولوی صاحب سے کہا کہ ایک ایک شخص کو علحدہ علحدہ اطلاع کرکے کسی دوسرے بزرگ سے بیعت کرادو اور اگر عام اعلان کیا تو اس مین فتنہ ہے لوگ کہین گے کہ یہ سب ایسی ہی گڑبڑ کرتے ہون گے۔ پھر فرمایا کہ آفتاب تو وہ ہے جو بغیر دکھلائے نظر آوے البتہ اگر کوئی مثل خفاش کے ہو تو وہ اور بات ہے اُسے آفتاب نظر نہین آسکتا مولوی محب الدین صاحب حضرت حاجی صاحب کے خلیفہ ہین ولایتی ہین جو شخص اُنسے مشورہ بیعت لیتا کہ مین حضرت حاجی صاحب سے بیعت ہوجاؤن تو اُس سے یہ کہدیتے کہ نہین فلان فلان صاحبون سے ہوجاؤ جب اُن سے کہا گیا کہ آپ ایسا کیون کرتے ہین جواب دیا کہ جو شخص مشورہ پوچھتا ہے اُس کو اعتقاد نہین ہے اس لیئے ایسے شخص کو حضرت سے بیعت کرا کر اپنے شیخ کے یہان خوگیر کی بھرتی کیون بھرون پھر ہمارے حضرت نے فرمایا کہ مین تو یہ کرتا ہون کہ چند بزرگون کے نام لے دیئے اور یہ کہدیا کہ سب کے پاس ایک ایک ہفتہ رہ آؤ پھر جہان دل لگے وہین بیعت ہوجانا۔

(۴۷۱) ایک حکیم صاحب کی نسبت فرمایا کہ اُن مین انتظام بہت ہے مہینہ بھر کا نقشہ تیار کیا ہے کہ فلان تاریخ فلان کو خط لکھنا ہے اور فلان تاریخ فلان کو خواہ ان لوگون کا خط آوے یا نہ آوے مین نے اُن سے کہا کہ تم نے کہان کا جھگڑا لگایا کسی کا خط آوے جواب دیدو ورنہ نہین یا اگر بہت محبت کا جوش اُٹھے تو بھیجدو نہین تو کہان کا قصہ لگایا۔

۱۲ جمادی الاخرے ۱۳۳۵ھ بروز یکشنبہ

(۴۷۲) فرمایا کہ حُبّ دنیا و رسوم کے غلبہ سے سلامتی طبیعت رخصت ہوجاتی ہے ایک شخص مثلاً صاحب فرمائش تصریح کر رہا ہے کہ اس کام کو اس طرح کرو تو گو وہ غرض دوسرے طریق سے بھی حاصل ہوتی ہو مگر تاہم ہمین کیا استحقاق ہے اُس کام کو دوسرے طریق سے کرنے کا۔ غلبۂ رسوم مین جو کام آدمی ایک گھنٹہ پہلے اپنے لئے پسند نہین کرتا وہی دوسرے گھنٹہ مین دوسرے کے لئے پسند کرلیتا ہے۔

(۴۷۳) فرمایا کہ نواب سلطان جہان بیگم والئے بھوپال نے اسٹیشن تھانہ بھون کی مسجد بنوائی ہے جب بن چکی تو مین نے دہلی سے فوٹوگرافر کو بلوا کر فوٹو اسٹیشن کا مع مسجد کے کھچوا کر اور ایک نقشہ پیمایشی نقشہ نویس سے کھچوا کر اور ایک ایک پائی کا سب حساب لکھکر بذریعہ رجسٹری بیگم صاحبہ کو بھیجدیا تھا تاکہ اُنھین اطمینان ہوجائے کہ ہان واقعی اسٹیشن کے پاس مسجد ہے کیونکہ غیر واقعی چیز کا تو فوٹو کھچ ہی نہین سکتا حالانکہ وہان شبہ کا بھی احتمال نہین تھا کیونکہ وہ بڑے آدمی ہین اُنھین دیدینے کے بعد پھر پرواہ بھی نہین ہوتی کہ کیا تھا مگر مجھے امانت کے بارہ مین بہت احتیاط ہے مین نے معاملہ صاف کردیا چنانچہ اُس کا یہ اثر ہے کہ جب مین کسی درخواست پر دستخط کر دیتا ہون تو فوراً منظوری ہوجاتی ہے مگر مین بھی ہر درخواست پر دستخط نہین کرتا ایک صاحب نے حال مین بیگم صاحبہ کو درخواست لکھی تھی کہ آپ کی ریاست مین میرے والد ملازم تھے مین آج کل اسقدر روپیہ کا قرضدار ہون لہذا میری امداد فرمائی جاوے یہ کہکر وہ میرے پاس بغرض دستخط لائے مین نے کہا کہ مین یہ لکھون گا کہ سفارش کی تو میری عادت نہین اس لئے سفارش نہین کرتا اور تصدیق تفصیلی اس وجہ سے نہین کرسکتا کہ مجھے قرضہ کا علم نہین کہ اسقدر ہے یا نہین پس تصدیق اجمالی کرتا ہون کہ واقعی یہ فلان کے بیٹے ہین اور حاجتمند ہین اور حاجتمند کی اعانت موجب اجر ہے اُنھون نے یہ تصدیق پسند نہ کی اور ویسے ہی درخواست بھیجدی وہان سے ایک صاحب نے لکھا کہ جب تک اُنکی تصدیق نہ کراؤ گے منظور نہو گی بس وہ پھر میرے پاس آئے مین نے کہا وہی لکھون گا کہنے لگے مین رسیدین دکھلاؤن قرضہ کی تاکہ قرضہ کی مقدار کی تصدیق ہوجاوے مین نے کہا وہ رسیدین حجت شرعیہ نہین پھر اُنھون نے کہا اچھا وہی لکھدو مین نے لکھدیا پھر حضرت والا نے فرمایا کہ اس تصدیق مین تخمین یعنے

یعنی بیگم صاحبہ کو دھوکا نہین ہوسکتا صاف اور سچی بات ہے جی مین آوے منظور کرین یا نہ کرین اور اکثر اس طریق سے کام چل بھی جاتا ہے۔

(۴۷۴) فرمایا کہ بعض رافضیون نے علماء اہل سنت کے نام اسماء الرجال مین ٹھونس دیئے ہین تاکہ لوگون کو اُن کے بھی رافضی ہونے کا شبہ ہوجاوے

(۴۷۵) فرمایا کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کے عہدۂ قضاء قبول نہ فرمانے کا قصہ اسطرح ہوا کہ خلیفہ نے اپنی کوئی جائداد کسی کے نام ہبہ کی تھی اور سب نے تو دستخط کردیئے اس لیئے کہ ہم بادشاہ کو تو پہچانتے ہی ہین جب امام صاحبؒ کے پاس کاغذ دستخطون کے لیے گیا تو آپ نے فرمایا کہ بادشاہ میرے سامنے اقرار کرین تب دستخط کرون گا لوگون نے کہا کہ اس کاغذ پر بادشاہ کے دستخط ہورہے ہین فرمایا کہ دستخط حجت شرعیہ نہین اور یہ بھی فرمایا کہ سامنے اقرار دو صورت سے ہوسکتا ہے یا تو وہ میرے پاس آوین یا مین اُنکے پاس جاؤن اور میرا کوئی کام نہین جو مین جاؤن اُن کا کام ہے وہ یہان آوین بادشاہ کو اس بات کی خبر ہوئی اُنھون نے اپنے قاضی سے پوچھا کہ یہ مسئلہ شرعی ہے انھون نے کہا کہ ہان مسئلہ تو یہی ہے بادشاہ نے کہا کہ تم نے کیون دستخط کیے اُنھون نے کہا کہ آپ کے لحاظ سے بادشاہ نے کہا کہ جو شریعت کے مقابلہ مین لحاظ کرے وہ قاضی ہونے کے قابل نہین ہے اس لیئے امام صاحبؒ کو قاضی بنانا چاہیئے امام صاحبؒ نے منظور نہ کیا بس بادشاہ نے اُن کو جیلخانہ بھیجدیا وہان آپ کے سَو تازیانہ روز لگا کرتے تھے اور اسی مین انتقال فرمایا

(۴۷۶) فرمایا کہ پانی پت کے ایک درویش میرٹھ آئے اور اُنھون نے والد صاحب سے کہا کہ مجھے شیخ الٰہی بخش صاحب سے ملادو میری لڑکی کا نکاح ہے والد صاحب نے ملاقات کرادی اور یہ کہدیا کہ شاہ صاحب بزرگ آدمی ہین اور آپ کو اپنی لڑکی کا نکاح کرنا ہے اُنھون نے کہا کہ کل آپ آیئن مین اسکے متعلق تجویز کرلون گا اُن شاہ صاحب نے رات کو عمل پڑھا جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ شیخ الٰہی بخش صاحب نے رات کو ایک خواب دیکھا کہ کسی نے اُن سے کہا کہ فلان شاہ صاحب کو اتنا روپیہ دیدو حسب وعدہ صبح کو شاہ صاحب شیخ صاحب کی خدمت مین پہونچے اور جاکر کہا کہ رات آپ نے کوئی خواب دیکھا ہے شیخ صاحب نے کہا کہ ہان دیکھا ہے اور وہ یہ دیکھا ہے کہ ایک شخص کہتا ہے کہ اس کو ایک پیسہ مت دینا آخر کار والد صاحب کے کہنے سُننے سے کچھ

شاہ صاحب کو دیا مگر اتنی مقدار مین نہ دیا جتنا کہ پہلے یعنی خواب نظر آنے سے قبل ارادہ کیا تھا۔ پھر حضرت والا نے فرمایا کہ ایسے ہی ایک صاحب نے شیخ صاحب کو باتین ادھر ادھر کی سُنا کر پوچھا کہ آپ کسی سے بیعت بھی ہین انھون نے جواب دیا کہ ہان شیطان سے بیعت ہون لیکن اگر آپ کو اُس سے زیادہ کامل پاؤن گا تو آپ سے ہوجاؤن گا پھر حضرت نے فرمایا کہ شیخ صاحب نے مولانا سعادت علی صاحب سہارنپوری کی صحبت پائی تھی اسوجہ سے اس قدر پکے ہوگئے تھے مولوی صاحب مولود شریف کراتے تھے مگر شیخ الہی بخش صاحب اُسمین شریک نہوتے تھے پھر حضرت نے اُس خاندان کے اہلبیت کے مضمون مین فرمایا کہ ایک مرتبہ شیخ الٰہی بخش صاحب کے ایک بھتیجے نے مجکو لکھا کہ مولانا رشید احمد صاحب رح سے آپ میرے کارخانے کے لئے دعا کرا دیجئے مین نے دعا کرادی انھون نے بیس روپیہ کا منی آڈر میرے نام بھیجا کہ آپنے بہت تکلیف کی اس کو قبول فرمایئے مین نے اُن کو جواب مین لکھا کہ یہ کوئی آپ کا نیا نمک نہین ہے جو مین انکار کردون چونکہ مین پُرانا نمک خوار ہون اس لئے اس رقم کو رکھے لیتا ہون مگر یہ عرض کرتا ہون کہ آیندہ مجھ سے ایسی قیمتی خدمتین نہ لیا کیجئے پھر اسی سلسلہ مین فرمایا کہ شیخ الٰہی بخش صاحب کے بھائی باوجود متقی ہونے کے غایت تواضع کے سبب نماز پڑھانے سے انکار کرتے تھے

۲۲ جمادی الاخری ۱۳۳۵ھ بروز دوشنبہ

۴۷۷) ایک صاحب مقیم وطن کی نسبت فرمایا کہ انھین محبت تو بہت ہے مگر کبھی ملتے نہین یہ کہتے ہین کہ جب آتا ہون ملنے کے قصد سے تو فلان مسجد تک آکر بدن کانپنے لگتا ہے فرمایا کہ یہ تو شاعری ہے جس دن آجاتے ہین اُسدن بدن نہین کانپتا خیر جی مین تو ایسے شخص سے بھی خوش ہون جو کسی کو ستاوے نہین یہ صاحب ایسے ہی ہین کہ خود تو مضرت سے بچتے ہین مگر دوسرے کو بھی مضرت نہین پہونچاتے۔

۴۷۸) فرمایا کہ شاہجہانپور مین ایک ہندو رئیس نے بندر کا بیاہ کیا بڑے بڑے رئیس مہمان آئے یہ لوگ عاقل کہلاتے ہین عاقلون کی دیکھئے یہ حرکتین ہین دیندار بھی اگر دین پر نہ چلتے تو ایسے ہی ہوتے دین کا رستہ ایسا ہی کہ اگر کوئی عقل بھی نہ رکھتا ہو اور اُس رستہ پر چلے تو

بس عقلمند ہی ہو جاتا ہے کیونکہ عقلمند وہ ہے جو عقلمندون کے سے کام کرے اور جو دین کے رستہ پر نہ چلے چاہے وہ کتنا ہی بڑا فلسفی ہو چونکہ اپنی خواہش سے کام کرتا ہے اس لیئے وہ ایسے ہی کام کرتا ہے جیسے کہ ان رئیس صاحب نے کیئے۔

۲۳ جمادی الاخری ۱۳۳۵ھ بروز سہ شنبہ

(۴۷۹) فرمایا کہ ایک صاحب نے پہلے خط مین بہت دعوی لکھے تھے کہ یون انوار نظر آتے ہین یہ ہوتا ہے وہ ہوتا ہے مین نے جواب لکھا کہ جب تک ان سب انوار وغیرہ کو دل سے رخصت نہ کروگے تب تک ذکر کے حقیقی انوار سے محروم رہوگے اب اُن کا خط آیا ہے کہ مجھے خط پڑھکر ایسا معلوم ہوا کہ گویا آسمان سے زمین پر گر پڑا اپنے سب گناہ نظر آنے لگے اب آپ سے حقیقی محبت ہے۔

(۴۸۰) ایک صاحب نے حضرت والا کی نسبت کہا تھا کہ مین نے سُنا ہے کہ اُنھون نے جائداد نہین لی جس کے اولاد نہو اُس سے تو یہ ہو سکتا ہے اولاد دار سے کس طرح ممکن ہے اس پر حضرت والا نے فرمایا کہ یہ قصہ جائداد نہ لینے کا تو بیش برس کی عمر مین ہوا تھا جب مجھے کیا خبر تھی کہ میرے اولاد نہ ہوگی مگر یہ اعتقاد تھا کہ اگر اولاد بھی ہو جاتی تو کیا اللہ میان اولاد کو نہ دیتے آخر مین بھی تو کسی کی اولاد ہی ہون پھر مجھے بھی دے رہے ہین یا نہین۔ کبر حسد ریا کو اول ہی سے مٹانے کی ضرورت ہے یہ بڑے سخت مرض ہین مشائخ تک ان مین مبتلا ہین علما تو فنا نفس کا دعوے بھی نہین کرتے او مشائخ تو فنائے نفس کے دعوے پر بھی اس سے خالی نہین اس سے سخت تعجب ہے۔

(۴۸۱) فرمایا کہ ایک شخص مدرسہ کانپور مین چھہ روپیہ ماہوار چندہ دیا کرتے تھے ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ اُنھون نے کئی مہینہ تک چندہ نہین دیا مدرسہ والے اُن کے پاس رقعہ بھیجتے تھے وہ جواب نہ دیتے تھے مدرسہ والون کو شبہات ہونے لگے اس معاملہ مین مدرسہ والے کچے ہین مین نے کہا مین رقعہ بھیجون تمھارے رقعون سے کام نہ چلے گا مگر ایک شرط سے مین گفتگو شروع کرونگا کہ تمھین نیت یہ رکھنی چاہیئے کہ چاہے ہم کو گھر سے دینا آوے تو دیدینگے پھر مین نے ان کو لکھا کہ چاہیے تو آپ جسقدر چندہ دیا ہے وہ واپس لے لین اور آئندہ کو بھی صاف طور سے بند کر دین اور ایک صورت یہ ہے کہ پچھلا واپس نہ لین اور جو آپ کے ذمہ بقایا ہے اُسکو

چھوڑ کر آئندہ سے جاری رکھین اور یا یہ کرین کہ بقایا بھی ادا کر دین اور آئندہ کو بھی چندہ دین جون سی صورت آپکے نزدیک پسند ہو اور اُس مین آسانی ہو وہ اختیار کر لیجئے اسپر اُنھون نے جو کچھ چندہ باقی تھا سب بھیجدیا پھر ایک مرتبہ ۶۰۰ روپیہ کی زمین مدرسہ کے لیئے لینے کی ضرورت تھی مدرسہ والون نے اُن سے چھ سو روپیہ قرض لے کر زمین خریدلی اور اخبار مین چھاپ دیا کہ ہم فلان صاحب کا شکریہ ادا کرتے ہین کہ انھون نے اسقدر رقم مدرسہ کو مرحمت فرمائی یہ بات ان کو بہت ناگوار ہوئی کیونکہ وہ معاملہ کے بہت صاف تھے اسپر مین نے اُن کو مدرسے سے چھ سو روپیہ لے کر ادا کر دیئے کہ یہ مدرسہ والون کی کم فہمی تھی مجھے اسکی اطلاع نہوئی اب اگر آپ فرماوین تو اخبار مین اس کے خلاف طبع کرا دیا جاوے کہ غلطی سے ایسا لکھا گیا اور آپ کی رقم حاضر ہے اس کے جواب مین اُنھون نے لکھا کہ آپ مجھے کیون شرمندہ کرتے ہین پھر بعد مین انھون نے وہ چھ سو روپیہ ایک میت لاوارث کی طرف سے قرض مین ادا کر دیئے۔

(۴۸۲) فرمایا کہ نواب سعادت علی خان کے یہان ایک کہار ملازم تھا اُس نے اور بہت سے کہارون کو بھرتی کر لیا کسی خطا پر انھون نے اُس کہار کو علحدہ کر دیا اور اُسکے ساتھی جتنے اُسکے آورد ے تھے سب نکالے گئے اسپر سب کہارون نے مل کر عرضی دی کہ صاحب ہماری کیا خطا ہے نواب صاحب نے اس شعر مین اُن کو جواب دیا۔ ؎

چواز قومے یکے بے دانشی کرد — نہ کہ را منزلت ماند نہ مہ را

یہ شیعہ تھے مگر متعصب نہ تھے لفظ کہ مین اشارہ ہے مادہ کہار کیطرف اور مہرا بھی کہار کو کہتے ہین اسی سلسلہ مین فرمایا کہ امرا سے جو لوگ ہنسی کرتے ہین یہ بُرا ہے کبھی اُنکو برا بھی لگجاتا ہے لوگ بُرا کرتے ہین ایسا چاہیئے نہین اگر وہ بگڑ گئے تو پھر خرابی پڑجاوے گی۔

(۴۸۳) فرمایا کہ آج کل کے درویش سہروردی ہین یعنی اُنکے پاس وردی ہے درویشی کی یعنی رنگے کپڑے موٹا تسبیح پھر فرمایا کہ بعض وقت ایسا جوش ہوتا ہے کہ سب کے سینون مین آلہ کے ذریعہ سے حقیقت بھر دون لوگون کو حقیقت کا نہ علم ہے اور نہ حقیقت کی طلب ہے۔

(۴۸۴) ایک صاحب نے جو کہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب رح سے بیعت تھے خواب مین دیکھا کہ حضرت حاجی صاحب رح اُن کو کچھ تعلیم فرما رہے ہین یہ خواب اُن صاحب نے ایک صاحب سے

جو عالم اور ذاکر شاغل ہین بیان کیا انھون نے کہاکہ استغفار کرو کہ غیر شیخ سے تم نے رجوع کیا۔ مجھے یہ سنکر بہت تعجب ہوا کہ اللہ خواب پر اور ایسی بات کہنا۔ پھر فرمایا کہ صالح ہونا اور بات ہے اور مصلح ہونا اور بات ہے۔ جیسے کہ خود تندرست ہونا اور چیز ہے اور دوسرے کا علاج کرنا اور بات ہے اور حکیم ہونے پر بھی اپنے اوپر اعتماد نہ کرے۔ ایک حکیم صاحب سبحانک لاعلم لنا الخ پڑھکر نبض دیکھا کرتے تھے اُن سے کبھی نبض شناسی مین غلطی نہوتی تھی اور یہ بھی کہدیتے تھے کہ جب دوا تیار ہوجاوے تو لے آنا بس اسپر الحمد شریف پڑھ دیتے تھے خدا کے فضل سے شفا ہوجاتی تھی جب طب ظاہری مین اسقدر احتیاط کی ضرورت ہے تو طب باطنی مین تو بدرجہ اولے اسکی ضرورت ہوگی۔

(۴۸۵) فرمایا کہ مولانا اسمعیل صاحب شہید کے وعظ مین ایک ہجر آگیا اُس سے مولانا نے فرمایا کہ خدا سے ڈرو بس اسپر یہ سنکر ایک حالت طاری ہوگئی اور انگوٹھی چھلے جو پہن رہا تھا سب اُتار کر پھینک دیے اور سُرخ ہاتھ جنین مہندی لگی ہوئی تھی پتھر پر رگڑنا شروع کیے تاکہ سرخی چھوٹ جاوے یہانتک کہ خون نکل آیا لوگون نے منع بھی کیا مگر اُس نے کہاکہ یہ رنگ گناہ ہے اس لئے اس کو چھٹانا چاہیئے۔ پھر حضرت والا نے فرمایا کہ متقی کا معمولی طور پر چلتے ہوئے بات کہدینا ایسا اثر رکھتا ہی کہ جو کسی لکچرار کا پچاس برس کا کہنا بھی وہ اثر نہین رکھتا حدیث مین آیا ہے کہ ورع کی برابر کوئی چیز نہین مگر نفس کمبخت بزرگی مین سے بھی وہی چیز انتخاب کرتا ہے جس کی کچھ نمایان صورت ہو مثلاً رات کو جاگنا وغیرہ اور جن اعمال کی کوئی محسوس صورت نہین اُس کو اختیار نہین کرتا مثلاً اگر کوئی شخص غیبت نہ کرے تو کوئی نہین جان سکتا کہ آج اس نے غیبت نہین کی اس غلطی کی وجہ صرف یہ ہے کہ چون ندیدند حقیقت رہ افسانہ زدند۔ ایک جگہ امام غزالی رہ نے لکھا ہے کہ اے عزیز تیرے طبیب ہی بیمار ہین پھر کون علاج کرے بہت لوگون کا تو گمان ہے کہ اعمال باطنہ مین منہیات ہی نہین ہین۔ کبر وغیرہ کو ناجائز ہی نہین سمجھتے بس ظاہری اعمال ہی کو سمجھ رکھا ہے۔ اعمال باطنی کا کچھ خیال ہی نہین۔

۴ ۲ جمادی الاخرے سنہ ۱۳۳۵ھ بروز چہار شنبہ

(۴۸۶) ایک صاحب کا خط آیا تھا کہ میری طبیعت کبھی آپکی طرف رجوع ہوتی ہے اور کبھی اہل بدعت

کی طرف کیونکہ ان کے اخلاق اچھے ہین مگر آپ کی تصانیف روکتی ہے انکی مرتبہ مین جو آپ کے پاس سے آیا تو ظلمت معلوم ہوئی اور پہلے نورانیت معلوم ہوا کرتی تھی اس پر فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے وہ اصلاح کو بدخلقی مین داخل سمجھتے ہین اگر یہ بات ہے تو سب سے پہلے اسی کا علاج اسی کے ذریعہ سے کرنا چاہیئے۔

(۴۸۷) فرمایا کہ ایک مولوی صاحب کو جوش اُٹھا تھا کہ نوکری چھوڑ دون مین نے پوچھا کہ نوکری چھوڑ کر علم دین بھی کروگے یا نہین کہنے لگے ہان حسبۃ للہ کرون گا مین نے کہا مین پیشین گوئی کرتا ہون کہ آپ سے یہ نہین ہوگا سوچ کر بولے کہ ہان جی ہے تو صحیح پھر ہمارے حضرت نے فرمایا کہ نوکری تنخواہ کی وجہ سے تو کچھ کام کرتے بھی ہین کچھ لوگون کا خیال ہوتا ہے کچھ خیانت وغیرہ سے ڈرتے ہین اور نوکری چھوڑنے کے بعد تو کوئی بھی نہین کرتا شاید ہی کوئی ایسا ہو۔

۲۵ جمادی الاخرے ۱۳۳۵ھ بروز پنجشنبہ

(۴۸۸) ایک صاحب کا خط آیا جسمین تحریر تھا کہ دنیادار علماء نے بہت خرابی دین مین پھیلا رکھی ہے خدا کرے کہ آپکے سامنے بہت سے علماء تیار ہوجاوین جو اپنے آپکو محض حسبۃ للہ تعالی وقف کردین اور مولوی صاحب کو آپکا جانشین فرماوے اس کا جواب حضرت والا نے یہ تحریر فرمایا کہ آپکی دینی دلسوزی سے آپکے لیئے دعا نکلتی ہے مگر آپ زیادہ کوفت نہ کیا کیجئے جو خود گمراہ ہو اُس کا کیا علاج جتنا وقت تاسف مین خرچ ہوتا ہے اُس کو دعا مین خرچ کیا کیجئے۔

(۴۸۹) فرمایا کہ اللہ تعالے نے حضرت حاجی صاحبؒ کی خدمت مین پہونچا دیا تھا جس سے فتوحات مکیہ کے دیکھنے کی ضرورت ہی نہین ہوئی مین حضرت حاجی صاحبؒ کو شیخ اکبر رح سے کم نہین سمجھتا بڑے بڑے علوم اور معارف حضرت کی زبان مبارک سے نکلتے تھے اور پھر شریعت مطہرہ کے مطابق۔ اسی سلسلہ مین فرمایا کہ شیخ اکبر رح کے مزار پر بہت عرصہ تک گھوڑا بندھا کرتا تھا پھر ایک شہزادہ اُن کے معتقد ہوئے تب انھون نے مزار کو درست کرایا شیخ اکبر رح نے لکھا ہے کہ دوزخ کے دخول سے ایک مدت کے بعد عذاب نہ رہے گا اس پر مولانا محمد یعقوب صاحب رح نے فرمایا کہ ایسی حالت ایک لحظہ لطیفہ کے لیئے مشابہ سکر کے وارد ہوگی جس مین عذاب محسوس نہوگا جسطرح نفخ صور کے وقت ایک لحظہ کے لیئے دوزخ بھی ہالک ہوجاویگی اور اس لحظہ کے لطیف ہونے کے سبب اس کو انقطاع

عذاب نہ کہین گے شیخ کو اس سے آگے کا کشف نہین ہوا کہ اس کے بعد پھر وہی حالت سابقہ عود کر آوے گی۔

(۴۹۰) فرمایا کہ مین اپنے خسر صاحب سے گنگوہ ملنے کے لئے گیا اُن مین اور اُن کے بھائی صاحب مین ناچاقی تھی انھون نے مجھ سے دریافت کیا کہ تم اُن سے بھی ملے مین نے کہا نہین تو پھر اُنھون نے فرمایا کہ تم تو دونون کے چھوٹے ہو تمھین تو دونون کو بزرگ سمجھنا چاہیئے۔ پھر حضرت والا نے فرمایا کہ ہمین تو حضرت حاجی صاحبؒ نے یہ سکھایا ہے کہ اپنے سلسلہ کے بزرگون کو باپ سمجھو اور دوسرے سلسلہ والون کو چچا۔

(۴۹۱) فرمایا کہ قادیانی نے اول مین مجاھدہ بہت کیا اس سے دماغ مین یبس ہو گیا اس سے خیالات مین فساد آگیا مگر بعد کو اُسے اسباب زہد میسر نہین ہوئے اور یہ اچھا ہوا ورنہ اور زیادہ دین کو مضرت ہوتی اب تو لوگ اس وجہ سے بھی متنفر تھے کہ یہ معجون اور خمیرے کھاتا ہے یہ بزرگ کہان سے آیا۔

(۱۹۲) فرمایا کہ یہ تجربہ کر لیا ہے کہ دو شخص برابر حسن کے ہون اور ایک اُن مین سے اللہ والا ہو تو اللہ والے کیطرف زیادہ دلکشی ہوگی اگرچہ حسن مین وہ اللہ والا کم بھی ہو تب بھی اُسی کیطرف دل کھنچتا ہے

(۱۹۳) فرمایا کہ مولانا فخر نظامی ایک بزرگ دہلی مین کم عمری مین آئے بہت حسین تھے آوارہ لوگون نے مشورہ کیا کہ چلو گھورین لونڈا آیا ہے یہ بزرگ شروع ہی سے صاحب نسبت تھے کسی بزرگ کی صحبت ہو گئی ہوگی آپنے اُن لوگونکی طرف جو کہ گھورنے کے لئے آئے تھے ایک نظر اُٹھا کر دیکھا سب کے سب گر پڑے آپنے فرمایا کہ آؤ بھائی گھور لو بس پھر کسی کو مجال نہوئی کہ جو نظر بد کرے۔ مولوی احمد حسن صاحب نے عرض کیا کہ حضرت متقی کیطرف تو میلان مشکل ہی سے ہوتا ہے فرمایا کہ حضرت یوسف علیہ السلام متقی تھے پھر زلیخا کو ناپاک ہی میلان ہوا پھر ایک نو عمر شخص کا جن کا نام تاج تھا اور جو حضرت والا سے بیعت بھی تھے اور حسین تھے قصہ بیان فرمایا کہ ایک شخص کو اُنکی طرف ناپاک میلان ہوا تاج نے اُن شخص کو آگاہ کیا کہ تمھین میری طرف ناپاک میلان ہے اُن شخص نے اقرار کر لیا اور توبہ کی۔ فرمایا کہ اُس کا ایسا پاک قلب تھا کہ فوراً احساس ہو گیا تاج کا طاعون مین انتقال ہوا۔ شاہ لطف رسول صاحب نے بعد انتقال ایک دن عصر کی نماز کے لئے

وضو کرتے ہین تاج کو دیکھا کہ خانقاہ مین ایک ستون سے لگا ہوا کھڑا ہی انھون نے بعد وضو کے ملنے کا ارادہ کیا وہ نظر نہ آیا تھا شاہ صاحب نے کہا کہ مین نے ابھی تو دیکھا تھا۔ اُس وقت شاہ صاحب کو اُس کے انتقال کی خبر نہ تھی پھر لوگون نے خبر دی۔

(۴۹۴) فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب فرماتے تھے کہ جہان مین بیٹھتا ہون یہ مکان شیخ اکبرؒ کا ہے۔

(۴۹۵) فرمایا کہ کانپور مین ایک کالا لڑکا تھا اس کی مان اُس کو بہت پیار کیا کرتی تھی اور کہا کرتی تھی کہ ماشاء اللہ ایسا ہے جیسا چیونٹا چیمٹا اور ماشاء اللہ اس لیے کہتی تھی تاکہ نظر نہ لگجائے کیسی نگاہ مین فرق آجائے۔

۲۶ رجمادی الاخری ۱۳۳۵ھ بروز جمعہ

(۴۹۶) فرمایا کہ شہر والون مین یہ عادت نہین کہ اپنی غلطی کا اقرار کرین گانون والے بیچارے اپنی غلطی کا اقرار کر لیتے ہین شہر والے تو اور اُس غلطی کو بناتے ہین۔ مولانا محمد یعقوب صاحبؒ مین یہ بات دیکھی کہ ادنے سے طالب علم نے اگر کوئی غلطی بتلادی تو فوراً اقرار کر لیا کہ ہان بھائی میری غلطی تھی مولانا سے بڑے بڑے بھی دیکھے مگر کسی اور مین یہ بات نہ دیکھی مولانا اپنے ماتحت مدرسین کے پاس کتاب لے کر جا بیٹھتے تھے اور جو بات سمجھ مین نہ آتی تھی اُس کو پوچھ لیتے تھے۔ پھر اسی سلسلہ مین فرمایا کہ ایک مرتبہ مدرسہ دیوبند مین کسی نے آم بھیجے سب طالب علم وہین آم کھا رہے تھے اور مولانا محمد یعقوب صاحب بھی وہین کھا رہے تھے مگر مولانا نے طالبعلمونکی طرف سے پشت کر لی تھی طالبعلمون مین جو ثقہ تھے انھون نے مولانا کی پناہ لے لی تھی کیونکہ طالب علم آپس مین چھلکے چھلکے رس وغیرہ ایک دوسرے پر نچوڑ دیتے تھے پھر مولانا اُٹھکر حجرہ مین چلے گئے اور مولانا محمد قاسم صاحبؒ طالبعلمون کے ساتھ تماشا دیکھتے رہے طالبعلمون مین خوب گٹھلی بگل چلا پھر جب خوب چل پڑی تو مولانا محمد یعقوب صاحب باہر نکل آئے مولانا کو دیکھکر سب بھاگ گئے مولانا کی بڑی ہیبت تھی مین بھی مولانا کی پناہ مین تھا بعد مین لوگون نے بہت چاہا کہ میرے اوپر بھی رس اور گٹھلی بگل ڈالین مگر مین نے اپنے حجرہ مین جا کر اندر سے زنجیر لگالی تب لوگ مجبور ہو گئے ہر چند کھلوانا چاہا مگر مین نے نہ کھولا۔ پھر فرمایا کہ مولانا محمد یعقوب صاحب کو پڑھانے مین غصہ ہرگز نہ آتا تھا چاہے کوئی کیسی ہی غلط عبارت پڑھے مطلب مہمل بیان کرے مگر ہرگز تغیر نہ ہوتا تھا طالبعلمونکو

تعجب ہوتا تھا کہ یہاں مولانا کا غصہ کہاں چلا گیا۔

(۴۹۷) فرمایا کہ ہمارے قافلہ مین (جب ہم حج کو گئے تھے) ایک درویش تھے وہ بہت کھاتے تھے مین نے کہا کہ یہ کیا واہیات ہے کہا کہ مین نفس کو تنگ کرتا ہون کہ کھاتے کھاتے پریشان ہو جاوے اسپر حضرت نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نفس کو تنگ کرنے کا یہ طریقہ کبھی استعمال نہ فرمایا اور نہ ارشاد فرمایا۔ یہ درویش ایک ایسے بے نمازی مشہور شخص سے بیعت تھے جن کو لوگ ولی کہتے ہین اُنکی ترک نماز کا قصہ مجھسے ایک صاحب نے بیان کیا جو کہ نواب قطب الدین صاحب سے بیعت تھے وہ فرماتے تھے کہ جب یہ شخص حج کر کے لوٹے تو نماز ترک کر دی مین نے وجہ پوچھی کہا کہ مین نے ایک سفلی وظیفہ پڑھا ہے وہ جاتا رہے گا نماز پڑھنے سے۔ اُنکے خلفار کی پہچان یہ ہے کہ احرام باندھتے ہین اور کسی عورت سے ناجائز تعلق رکھتے ہین۔ ان بزرگ کے ایک مرید اُنکی یہ کرامت بیان کرتے تھے کہ ایک مرتبہ اُنکے مخالفین نے ایک عورت کے ساتھ خلوت کی حالت مین پکڑ لیا شبہ پر باہر بلایا بس انھون نے باہر آکر کپڑا کھولدیا دیکھا تو عضو ہی ندارد تھا وہ مرید کہتے تھے کہ یہ ہمارے حضرت کی کرامت ہے پھر حضرت نے فرمایا کہ شیاطین اُنپر مسلط تھے۔ ایک مرتبہ یہ ایک مرید کے یہان گئے اُسنے اپنے زنانہ مکان مین انکو نہین ٹھیرایا بس خفا ہو گئے اُس نے کہا کہ مجھ سے دیوث نہین بنا جاتا۔

(۴۹۸) حاجی وارث علی صاحب کے ایک مرید نے مجھے خط لکھا کہ مین تم سے بیعت ہونا چاہتا ہون مین نے لکھدیا کہ ہم حاجی صاحب کو کبھی کبھی بُرا بھی کہتے ہین اگر تمھین بُرا نہ لگے تو البتہ بیعت کر لونگا پھر ان صاحب کا جواب نہ آیا پھر حضرت نے فرمایا کہ یہان تو صاف معاملہ ہے چاہے کوئی مرید ہو یا نہو

(۴۹۹) ایک عرس کی بابت فرمایا کہ وہان صرف قرآن خوانی ہوتی ہے اور عرسون سے غنیمت ہے ایک قوال وہان کچھ گانے کے لئے چلا راستہ مین اُسکے پیٹ مین سخت درد اٹھا اور کسی آرام نہوا ایک اہل دل نے کہا کہ صاحب مزار متبع سنت تھے اگر تم اپنے ارادہ سے توبہ کرو تو ابھی جاتا رہیگا چنانچہ اس نے توبہ کی اور درد جاتا رہا ان ہی بزرگ کی بابت فرمایا کہ ایک مرتبہ ایک لڑکا تخت پر لکڑی مار رہا تھا فرمایا کہ یہ تو باجا ہے ہمارے گھر مین باجا بجتا ہے۔

(۵۰۰) فرمایا کہ آج جو مین مکان پر گیا تو دیکھا کہ رشیدہ (صاحب ملفوظات کی ربیبہ) مٹی کی ایک

گڑیا سے کھیل رہی تھی مجھے برا معلوم ہوا مین اُس سے لے کر باہر چلا آیا اور دیوار سے مار کر توڑ دی اُس کی والدہ کا بیان ہے کہ وہ پرائی تھی (ایک لڑکی جو رشیدہ کے پاس کھیلنے آئی تھی اُسکی تھی) پھر جب مجھے معلوم ہوا تو مین نے جنکی تھی اُنکے پاس دو آنے پیسے بھیجے اور کہلا بھیجا کہ اگر خلاف شرع ہوتا تو گڑیا خرید کر بھیجتا مگر چونکہ یہ خلاف شرع ہے اُس لئے یہ تو ہو نہین سکتا اس لیئے قیمت بھیجتا ہون پھر فرمایا کہ ایسی چیزون کا ضمان تو ہے نہین مگر چونکہ ہمارا اُن پر کچھ زور نہین ہے اس لیئے مین نے اُنپر سے ناگواری ہٹائی ہے کیونکہ اس صورت مین اگر آئندہ کوئی شرع کی بات بھی تبلاؤن گا تو قبول نہ کرینگے اور پیسہ بھیجکر تبلیغ بھی کردی اور کام بھی ہوگیا اب اُن پر ندامت ہوگی چنانچہ اُن لوگون نے وہ پیسے واپس کردیئے اور کہلا بھیجا کہ آپ کو ہر طرح حق حاصل ہے پھر فرمایا کہ یہ بڑونکی خطا ہے جو گڑیون کے کھیلنے سے نہین روکتے۔ اگر وہ بچہ سانپ بچھو جمع کرے تو آخر منع کرینگے یا نہین۔

(۵۰۱) فرمایا کہ ہمارے دیوان خانہ مین ایک بزرگ دھومی شاہ رہتے تھے والد صاحب نے اُن کو مکان کی آبادی کی وجہ سے رکھ لیا تھا اُنکی بہت خاطر کرتے تھے وہ بھی ہم لوگون سے بہت محبت کرتے تھے اُن کے عقائد تو اچھے تھے مگر ذرا کھیل تماشون مین اُنکے مزاج مین وسعت تھی بہت واہیات قصہ ہوتے تھے مرغ بازی بٹیر بازی شطرنج وغیرہ کا کھیل ہوتا تھا میری بابت اُس جلسہ کے لوگون نے پیشین گوئی کی تھی کہ یہ اس مکان کو ویران کرے گا جب ہم حج سے واپس آئے تو اُن بزرگ کا انتقال ہوا اور زمزم کے بھیگے ہوئے کپڑے کا کفن دیا گیا۔ اور وہ پیشین گوئی بھی صحیح ہوئی کہ پھر اُس مکان مین ان خرافات کا نام بھی نہ رہا جن سے وہ اُس وقت آباد تھا۔

(۵۰۲) فرمایا کہ لوگ کہتے ہین کہ اولاد ہوگی تو ہمارا نام چلے گا۔ بہت لوگ ایسے ہین جن کو اپنے دادا کے باپ کا نام بھی یاد نہین اور نام تو کیا چلتا قبر تک کا تو پتہ چلتا ہی نہین۔

(۵۰۳) حضرت علی رضؓ کی نعش مبارک کے متعلق فرمایا کہ چونکہ خوارج کی طرف سے نکالنے کا اندیشہ تھا اس وجہ سے آپ کی قبر کا نشان مٹا دیا گیا۔ پھر فرمایا کہ خوارج اعمال مین بڑے متقی ہین اُن کا عقیدہ ہے کہ گناہ کبیرہ کے مرتکب کو خلود فی النار ہوگا وہ شیعون کی طرح بیباک نہین ہین

(۵۰۴) فرمایا کہ یہان کے لوگ خوش عقیدہ ہین یہان مزارون کے ساتھ زیادہ واہیات

نہین ہوتی پھر فرمایا کہ شاہ ولایت صاحب کے مزار پر جانے سے بڑی برکت معلوم ہوتی ہی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاہانہ شان ہے بادشاہون کی قبرون کو کوئی پوچھتا بھی نہین۔ اکبر شاہ آگرہ سے دو مرتبہ اجمیر شریف کو پیادہ گیا ہے کوئی درویش بھی اسطرح معتقد ہوکر کسی بادشاہ کے دراز پر گیا ہے۔

(۵۰۵) فرمایا کہ والد صاحب حکایت بیان فرماتے تھے کہ ایک بادشاہ کسی بزرگ کی خدمت مین حاضر ہوئے اُن بزرگ کے ایک مرید نے جو دروازے پر بیٹھے ہوئے تھے بادشاہ کو اندر جانے سے روکا بادشاہ وہان کیا کہہ سکتے تھے مہذب تھے خاموش ہوگئے اور اُن بزرگ کی خدمت مین اول اطلاع کرائی جب اُنھون نے آنے کی اجازت دی تو اندر پہونچے اور کہا کہ کیا ہمارے واسطے بھی یہ حکم ہے کہ بغیر اجازت اندر نہ آوین اور یہ مصرعہ پڑھا ؎ در درویش را دربان نہ باید۔ اسکا جواب اُن بزرگ نے فوراً دیا ؎ بباید تا سگ دنیا نیاید۔

(۵۰۶) فرمایا کہ میان میر صاحب لاہوری کے بہت مرید اس غلطی مین مبتلا ہین کہ حبس دم مین جو آواز آتی ہے اس کو صوت سرمدی سمجھتے ہین حالانکہ وہ ہوا کا تموج ہوتا ہے حق سبحانہٗ تعالیٰ صوت سے پاک ہی اگر صوت ہوتی تو واجب کے مناسب اُسکے صفات و آثار ہوتے اور یہ صوت متجزی ہے جس سے اُس کا حادث ہونا لازم آتا ہے یہ غلطی عقیدہ کی ہے۔ اس کا لقب شغل انحدا بھی ہے اور یہ لفظ انادی کا بگاڑا ہوا ہے انادی کے معنے سنسکرت مین قدیم کے ہین۔ یہ جوگیون کا شغل ہے اور یہ قدیم ہونے کا اُن کا عقیدہ ہے شیخ عطار رح فرماتے ہین۔ نول اورا لحن نے آواز نے۔

(۵۰۷) فرمایا کہ مین نے ایک صاحب کو جو کہ مجھ سے بیعت ہین لکھا کہ چند روز پاس رہنے کی ضرورت ہے کیونکہ پاس رہنے سے مناسبت پیدا ہوجاتی ہے انھون نے جواب مین لکھا کہ سمجھ مین نہین آتا کہ طبعیات مین کس طرح مناسبت ہوسکتی ہے صحابہ رض کی شان جدا جدا ہے حالانکہ سبکو حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی صحبت مبارک کا شرف حاصل تھا اسپر حضرت والا نے فرمایا کہ بہت سی عادتین مشابہ طبعیات کے ہوجاتی ہین جو صحبت سے جاتی رہتی ہین مراد میری ایسے امور مین مناسبت پیدا ہونا ہی دوسرے بہت سے امور پاس رہنے سے سمجھ مین آجاتی ہین بلکہ پاس رہنے کی حالتین پوچھنے کی بھی ضرورت نہین ہوتی

حسن العزیز کے مکتوبات کی دوسری جلد

غرہ رمضان المبارک سنہ ۱۳۳۴ھ

دور جدید

یہی سرخی اس رسالہ حسن العزیز کی حصہ ملفوظات میں بھی غرہ رمضان ۳۴ سنہ ھ کی مضامین کی ابتدا میں ہے اُس سرخی کا تمام مضمون یہاں بھی ملحوظ معروض ہے (جامع)

۲۱۴ (مضمون خط یکے از خلفاء) ہم دونوں بھائیوں نے ایک مولوی صاحب اپنے لڑکوں کی تعلیم کیلئے بٹھلایا ہے ہم نے بھی صرف شروع کی ہے دعا فرمادیں اللہ تعالیٰ علم ہدایت نصیب فرمادیں۔ اب پڑھنے کا شغل شروع ہی ازاں سوا حافظہ بھی کم ہی اسلئے اکثر روز اُنکے یاد کرنے میں صرف ہوگا شاید دن کو جو ۶ ہزار اسم ذات پڑھتا ہوں وہ نہ ہو سکے گا باقی رات کو ۱۲ تسبیح تو عمل میں ہیں اب جس طرح حکم ہو ۔ اور حافظہ کم ہے دعا فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ ہمت دے۔

جواب۔ مولوی صاحب کے بیٹھنے سے اور آپ کے شغل علمی شروع کرنے سے بہت مسرت ہوئی حق تعالیٰ مدد فرماوے۔ شغل علم اہم ہے اگر اسکے سبب کچھ وظیفہ کم ہو جاوے مضائقہ نہیں۔ حافظہ کی کمی کے لئے تقویت دماغ کی تدبیر انشاء اللہ تعالیٰ نافع ہوگی۔ اور استغفار کی کثرت بھی۔

۲۱۵ مضمون۔ حسب الارشاد قصد السبیل کو بالاستیعاب مطالعہ کیا مگر بوجہ کثرت کارہائے متعلقہ کے حاضری سے معذور ہوں لہذا مجکو بیعت میں اللہ کیواسطے قبول فرمائیگا۔

جواب۔ میری اور کیا کیا کتابیں دیکھی ہیں اور اُنکو دیکھکر اپنے کس کس طریقہ کو بدلا اور درست کیا۔

۲۱۶ مضمون۔ اب رمضان شریف میں چونکہ قرآن سنانا ہوگا اور مدرسہ میں پڑھانا بھی پڑیگا اسوجہ سے پانچ ہزار مرتبہ اسم ذات کے ورد پورا کرنے میں دشواری ہوگی۔ حضور کی نہایت ہی عنایت ہوگی جو حضور اس حقیر کے لئے استقامت اور آسانی کی دعا فرمادیں کہ ہمیشہ ورد پورا کرتا رہوں۔

جواب۔ بیشک آجکل دشواری ہوگی۔ پس جسقدر آسانی سے ہوسکے ادتنا کیا جاوے۔
۲۱۷ مضمون۔ چند روز ہوئے دو مرتبہ دو خواب دیکھا ہوں چونکہ تعبیر خواب سے جاہل ہوں لہذا بہت پریشان ایک یہ کہ خواب میں دیکھتا ہوں کہ میرے ساری سر کے بال سفید ہوگیا اس خواب سے مجکو نہایت پریشانی ہوئی۔
جواب۔ سفید بال کو تو حدیث میں وقار فرمایا ہے مبارک خواب ہے
مضمون۔ دوسرا یہ کہ خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں اپنی اہلیہ کو لیکر تھانہ بھون حاضر ہوا اور وہاں حضور کے قبضہ میں ایک پورا مکان ہے۔ میں اہلیہ سے یوں کہا کہ تم جاکر اماں صاحبہ ماجدہ کے وسیلہ سے حضور کی خدمت شریف میں درخواست کرو کہ یہ مکان ہمکو رہنے کے لئے دیویں اس خواب کی کیا تعبیر ہے۔
جواب۔ اشارہ ہے طریق سنت کی طرف کہ طریق قدیم ہے انشاءاللہ تعالی بدعت سے حفاظت رہیگی جو کہ طریقہ محدثہ ہے۔
۲۱۸ مضمون۔ سفر میں چند تغیرات طبیعت میں ایسے پیش آئے کہ جنکا اثر بہت پریشان کن تھا اس سفر میں اولاً تو معمولات ناغہ ہوے اور یہ تو ہر سفر کا ادنے اثر ہے۔ دوسری صورۃ حسن اور صوت حسن کیطرف انجذاب زیادہ معلوم ہوا اگرچہ موافق حکم شریعت مطہرہ نگاہ اور خیال کو فوراً اُس طرف سے ہٹاتا تھا اور استغفار بھی کرتا تھا مگر خلش دل میں باقی رہتی تھی یہانتک کہ بعض دفعہ وہ خلش دوبارہ نگاہ اوپر اٹھادیتی تھی اور میں پھر نگاہ نیچی کر کے نفس کو ملامت کرتا تھا اس غم سے طبیعت بہت مکدر رہوئی۔ تیسرے جب کوئی دوسرا شخص وعظ کہتا تو دل میں جوش اوبھرتا تھا کہ اس مضمون کو تو میں خوب ادا کرتا۔ بعض دفعہ دوسروں کے وعظ کی حقارت دلمیں آتی تھی اس خیال سے بھی اندرون دل میں نفرت ضرور پیدا ہوتی اور میں اُسکو دفع کر کے استغفار کر لیتا تھا۔ بعض دفعہ کھانے پینے کی بے احتیاطی سے کسل اسقدر جبہ بڑھا کہ دو تین وقت کی جماعت فوت ہو گئی جس سے بیحد قلب کو صدمہ ہوا۔
جواب۔ اس حیثیت سے کہ یہ احوال نامرضی ہیں متاسف ہو کر دعائے عفو و توفیق کرتا ہوں اور اس حیثیت سے کہ یہ آثار سبب ہو جاوینگے نفرت عن السفر کی جو کہ

مبتدی سلوک کیلئے ضروری ہے انپر مسرور ہوتا ہوں کہ ایں بلا دفع بلاہائے بزرگ۔
مضمون۔ طبیعت کے ان تغیرات سے دلمیں دو اثر پیدا ہوتے کبھی یہ پریشانی کہ جب میری یہ گندی حالت ہے تو وصول الی اللہ سے مجھے کیا حصہ نصیب ہوگا اور مبادا میں کہیں اس دنیا سے محروم ہی نہ جاؤں ؎

کیف الوصول الی الحبیب ودونہ — شم الجبال ودونھن حتوف

اور اس خیال سے جو بیچینی ہوئی اُسکو بیان نہیں کرسکتا خدا تعالیٰ سے مفارقت کا اندیشہ بیحد صدمہ رساں تھا کیونکہ خدانخواستہ اگر اللہ تعالیٰ سے مفارقت رہی تو پھر ساری دولتیں مل بھی گئیں تو کیا ؎

بے تو جنت دوزخ است اے دلربا — یا تو دوزخ جنت است اے جانفزا ؎

لکل شیئ اذا فارقتہ عوض — ولیس للہ ان فارقت من عوض

جواب۔ یہ اثر بھی اس حیثیت سے کہ محبت کا پتہ دیتا ہے نعمت ہے۔
مضمون۔ دوسرا اثر ان تغیرات کا یہ ہوتا کہ اپنا عجز ظاہر ہو جاتا کہ جو کچھ بھی طاعات و ذکر ہوتا ہے سب اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہے وہ جب چاہے معصیت میں مبتلا کردے اور جب چاہے ذکر سے زبان بند کردے اس خیال سے .... دلکو ڈھارس بندھتی اور شکستہ ہمت پھر عود کر آتی۔
جواب۔ اس کا نعمت ہونا ظاہر ہے یہ شعبہ ہے عبدیت کا جو اکمل الاحوال ہے۔
مضمون۔ اسوقت ماہ رمضان میں احقر نے یہ ارادہ کیا ہے کہ انشاءاللہ تعالیٰ باتیں بہت کم کیا کرونگا۔ اور اکثر اوقات تنہا رہوں گا اور اللہ تعالیٰ سے بعجز وانکسار وزاری التجا کروں کہ میرے دلکو اخلاق رذیلہ سے اور حب غیر سے بالکل پاک فرمادیں۔
جواب۔ بہت اچھی تجویز ہے۔
مضمون۔ آنحضرت سے توجہ اور دعا کا ملتجی ہوں حق تعالیٰ شانہ قبول فرمائیں۔
جواب۔ آمین دعا کرتا ہون۔
مضمون۔ ایک بات قابل عرض یہ ہے کہ نماز یا ذکر یا تلاوت میں مجھے اگر کبھی وسوسہ

ریا کا ہوتا ہے تو میں دل میں یہ خیال کر لیتا ہوں کہ مخلوق سب حادث اور فانی ہی فانی کو عمل دکھلانا حماقت ہے پھر یہ تصور اتنا غلبہ کرتا ہے کہ اپنی اور اپنے عمل کی نیستی و فنا محسوس ہونے لگتی ہے اور اپنی ہستی کا خیال بھی ناگوار ہوتا ہے اور کسی بزرگ کا یہ مقولہ بہت یاد آتا ہے ؎ وجودک ذنب لایقاس بہ ذنب - اس تصور سے عظمت الٰہی دل میں بڑھ جاتی ہے اور ریا کا وسوسہ بھی باقی نہیں رہتا اسکے بارہ میں حضرت کیا ارشاد فرماتے ہیں

جواب - بہت اچھا علاج ہے -

مضمون - دوسری بات قابل عرض یہ ہے کہ مراقبہ پاس انفاس میں اکثر ایسی محویت ہو جاتی ہے کہ اپنی بھی خبر نہیں رہتی حق تعالیٰ شانہ کی طرف دل پوری طرح متوجہ رہتا ہی اکثر سکر کی حالت ہو جاتی ہے اس حالت میں شرعاً وضو کا کیا حکم ہے یہ سکر ناقض وضو تو نہیں -

جواب - اگر پاس بولنے والے کی بات کان میں پڑے گو سمجھ میں نہ آوے تب تو اسکا حکم نعاس کا سا ہے اگر سنائی بھی نہ دے تو اس کا حکم نوم کا سا ہے جو ہیئتیں اسمیں ناقض ہیں اسمیں بھی ہیں -

مضمون - آجکل میں اکثر حضرت والا کو خواب میں بہت دیکھتا ہوں اور حضرت کی طرف دل بہت متوجہ ہے

جواب - علامات کامیابی سے ہی فی عادۃ اللہ -

یکم رمضان ۱۳۳۴ھ

۲۱۹ **مضمون** - آج دوپہر ایک خواب دیکھا اوسکے عرض کرنیکو جی چاہا اسلئے جلدی ہی دوسرا عریضہ لکھنے کی نوبت آئی خواب یہ ہے کہ گویا فجر کی نماز کا وقت ہے اور حضرت مجھے تلاش فرما رہے ہیں میرے حاضر ہونے میں دیر ہوئی تو حافظ عبد اللہ صاحب کشمیری مصلے پر پڑھنے لگے حضرت نے ارشاد فرمایا کہ فلاں کو تو دیکھو آیا یا نہیں اپنا نام زبان مبارک سے میں نے خود سنا اور اسکی لذت خواب میں دلکو محسوس ہوئی (

میں نے جو ابدیا کہ حضرت حاضر ہوں حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ نماز پڑھاؤ اور یاد پڑتا ہی کہ سورہ قیامہ نماز میں پڑھنے کا امر فرمایا اس ارشاد سے میرے قلب پر بہت رقت طاری ہوئی اور میں نے اپنی نا اہلی کیوجہ سے عذر کیا حضرت نے فرمایا کہ ہمارا جی چاہتا ہے اسپر میں مصلے پر چلا گیا اقامت ہوئی اور میں نے تکبیر تحریمہ کہکر نماز شروع کی اور سورۃ قیامہ کا ایک ایک رکوع دونوں رکعتوں میں پڑھا نماز میں جو حالت رقت کی تھی عرض نہیں کرسکتا ان تعبد اللہ کا نک تراہ کا منظر بیداری میں تو نہ دیکھا مگر خواب میں اچھی طرح دیکھ لیا نماز کے بعد ایک شخص نے تلاوت کی تعریف کی اور کسیکا نام لیا کہ وہ تو ایک رکوع بھی نہ پڑھ سکا اسنے پوری صورت سنادی

جواب۔ مبارک ہو نماز پڑھانا بشارت ہے تقدم فی الدین کی سورہ قیامہ کا پڑھنا بشارت ہے تذکرہ آخرت کی توفیق کی یہ کہنا کہ جی چاہتا ہے بشارت ہے اُس سنت پر عمل نصیب ہونے کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے فرمایا تھا کہ کچھ قرآن سناؤ انہوں نے عذر کیا کہ کیا آپ ہی کو سناؤں اور حالانکہ آپ ہی پر نازل ہوا آپنے فرمایا کہ میرا دل یہی چاہتا ہے کہ دوسرے سے سنوں۔ (اور یہ قصہ اُس قصہ سے مغائر ہے کہ آپ نے خود ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو سورہ لم یکن سنائی جسمیں یہ ہے اللہ سمانی الحدیث۔)

مضمون۔ دوسری بات قابل عرض یہ ہے کہ آج دوپہر کو میں نے مراقبہ موت کیا کچھ دیر کے بعد بدن میں قوت کم معلوم ہونے لگی اور بدن بےحس سا ہونے لگا قلب میں یکسوئی اور ٹھنڈک زیادہ تھی آیا مراقبہ موت آئندہ بھی کرلیا کروں۔

جواب۔ ہاں مفید ہے مگر ہمیشہ نہیں گاہ گاہ کہ روزانہ سے زیادہ نافع اور مضار جسمیہ سے زیادہ بعید ہے۔

۳ رمضان المبارک ۳۴ھ

۲۲۰ مضمون۔ عرض خدمت فیضدرجت میں یہ ہے کہ حضور کے میرے پہلے خط

کی جواب نے پہونچکر مجکو بالکل مایوس اور شکستہ دل بنا دیا۔ ہمارے حضرت نے ارشاد کیا ہے
کہ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ دوسرے مسلمان کی مہم کو آسان کرنیکی حتی الوسع کوشش
کرے جو حضور نے فرمایا کہ میرا اوس شخص پر کچھ اثر نہیں کیا میں اس بات کو مان سکتی ہوں
کہ حضور جیسے معزز شخص کا اُسپر کچھ اثر نہ ہوا۔ میں کیا کوئی ادنےٰ سی عقل والا شخص
بھی اس بات کو نہیں تسلیم کر سکتا معلوم ہوتا ہے اس کار خیر سے بچنے کیلئے یہ وسیلہ قبول
کیا گیا۔ فرض کیجئے اگر اُس بد دین پر کچھ اثر بھی نہوتو کوشش تو لازمی ہے الخ
(اس جگہ اور بھی بہت سخت سخت الفاظ تھے جو نقل نہیں کئے گئے)۔
جواب۔ معلوم ہوتا ہے تمنے کچھ سوچا نہیں کوشش تو آدمی اُس کام میں کرتا ہے
جسمیں اختیار ہو کیا تمکو کبھی اسکا خیال آیا ہے کہ نیپال کے راجہ کو ایک خط لکھ بھیجوں
کہ اسلام قبول کرنے۔ ظاہر ہے کہ ایسا خیال نہیں آیا۔ تو اسکی وجہ بجز اسکے کیا تھی
کہ اس کام میں اپنا اثر اور دخل نہیں سمجھا۔ یہی بات یہاں ہے اور یہ جو لکھا ہے
کہ میں اسکو نہیں مان سکتی کہ ایسے معزز شخص کا اثر نہ ہو تو بھائی اول تو ہر ہر شخص
کی نظر میں معزز نہیں دوسرے ہر معزز آدمی کی ہر بات مانی نہیں جاتی تیسرے دنیا
میں لاکھوں حاجتیں ہیں اگر بدوں خاص مقتضیٰ کی ہر بات میں دخل دیا کروں تو
شاید کیا بلکہ یقیناً میں اپنا اصلی کام ذرا بھی نکر سکوں۔ البتہ اگر دوسرا فریق بھی مجھسے
مشورہ لے اور تمہارے بیانات کو بھی تسلیم کرے اس صورت میں البتہ ایسی رائے
دینا ممکن ہے
ضمیمہ۔ ایسے سخت خط کا اسقدر نرم جواب یہ دور جدید کی بدولت ہے۔ حیرت ہوتی
ہے کہ حضرت نے اپنے مزاج کس سہولت کے ساتھ دفعتہً بدل دیا اور بھی واقعات
اس فوری تغیر کے دیکھنے میں آتے ہیں۔ ابو الحال کی یہی شان ہوتی ہے کہ وہ کسی
حال سے مغلوب نہیں ہوتا بلکہ حسب ضرورت و مصلحت جس حال کو چاہتا ہے
اپنے اوپر طاری کر لیتا ہے بارہا ارشاد فرمایا کہ اگر مصلحت سمجھ میں آجاوے تو میں اپنی مدتوں کے
اصول کو دفعتہً چھوڑ دیتا ہوں اسطرح کہ گویا کبھی اُس اصول پر کاربند ہی نہ تھا بس

راے بدلنے کی دیر ہوتی ہے۔ مجھے اس تغیر تبدل میں ذرا تکلیف یا دقت نہیں ہوتی۔ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ عنقریب میں دکھلادونگا کہ خوش اخلاقی کسکو کہتے ہیں میں جو کچھ سختی کرتا ہوں محض مصلحت کے لئے کرتا ہوں خدانخواستہ میں مغلوب الغضب نہیں ہوں چونکہ لوگوں کو ناگوار ہوتا ہے اسلئے میں نے اپنا طرز بدلنے کا ارادہ کرلیا ہی کیونکہ میری کوئی مصلحت اس سختی میں نہیں ہے انہیں کی مصلحت کے لئے سختی کرتا ہوں۔

۲۲۱ مضمون۔ احوال کچھ بھی نہیں ہے۔

جواب۔ عدم تبدل بھی ایک فرع ہے استقامت کی اور ایک درجہ میں محمود ہے انشاءاللہ تعالیٰ۔

۲۲۲ مضمون۔ بندہ کا حال پہلے سے بہت ہی خراب معلوم ہوتا ہے جسمیں سخت پریشانی ہے قلب متنفر ذشل گنوار کے ادنیٰ بات پر غصہ آتا ہے قلب میں میلان الی المعاصی ہے بلکہ بعض اوقات میں احب ہے طرح طرح کے وسواس ہیں بہت اقسام خطرات پیش آتے ہیں جسمیں سخت تکلیف ہوتی ہے۔

جواب۔ سختی اور میلان اور وساوس یہ تینوں امور غیر اختیاریہ سے ہیں جنکی کوئی خاص تدبیر نہیں۔ ذکراللہ اور طاعت اور صحبت اہل اللہ کی ملازمت طویلہ سے انکا ازخود ازالہ ہوجاتا ہے اسوقت آپ کے ذمہ اتنا ہے کہ ان امور کے مقتضا پر عمل نہ کریں پھر آپ پر کوئی مواخذہ نہیں۔

۲۲۳ مضمون۔ عرض یہ ہے کہ اپنے بعض مواعظ حسنہ میں ارشاد فرمایا کہ ہر طالب علم کو ضروری ہے کہ تھوڑے وقت کچھ مختصر ذکر کے لئے معین کرے چنانچہ بندہ نے ایسا ہی ارادہ کیا ہے۔ نیز اسوقت تعطیل بھی ہے اور بندہ نے اکثر کلام کو ترک کیا ہے فقط ایک تلاوت قرآن مجید ہی میں ہے۔ لہذا دست بستہ گذارش ہے کہ بندہ کو کوئی ذکر و وظیفہ مختصر طریقہ پر بتلاویں۔

جواب۔ مجکو تو یاد نہیں کہ میں نے کسی وعظ میں طالب علمون کے لئے ذکر کا مشورہ دیا ہو البتہ معاصی سے بچنے اور ضروریات دین کی پابندی کرنیکی انکو تاکید کیا کرتا ہون

آپ نے جو ذکر کا طریقہ پوچھا ہے آپکو تو تجربہ نہیں اسلئے چاہئے کہ اہل تجربہ کا اتباع کریں میں تجربہ سے کہتا ہوں کہ متعارف طریقوں سے ذکر شروع کرنے کے لئے ایک معتد بہ زمانہ تک فراغ قلب ضروری ہے جب آپکا ارادہ بعد رمضان شریف کے پڑھنے کا ہے تو وہ زمانہ ابھی نہیں آیا آپ صرف تلاوت کی کثرت رکھئے کافی ہے۔

۴۲۲ مضمون۔ حضرت کے حکم کے موافق دو ماہ سے میں عالم مشغول کے دستور العمل پر عامل ہوں لیکن ورد اسم ذات بالجہر نہیں کر سکتا ہوں جہر سے سر میں کچھ تعب معلوم ہوتا ہے۔

جواب۔ آہستہ کیجئے۔

مضمون۔ تہجد کبھی کبھی چھوٹ جاتا ہے۔

جواب۔ ایسا تو بڑوں بڑوں کو ہوتا ہے۔

مضمون۔ دوازدہ تسبیح میں کوئی دن شوق ہوتا ہے کوئی دن بالجبر کرتا ہوں۔

جواب۔ شروع شروع میں یوں ہی ہوتا ہے کام کئے جائیں۔

مضمون۔ بوقت ذکر کوئی کوئی دن پستان چپ کے اوپر کچھ درد معلوم ہوتا ہے

جواب۔ ضرب موقوف کر دیں یا بہت آہستہ کریں۔

مضمون۔ مجھ میں ایک خرابی تھا اب وہ نہیں ہے دعا فرمائیں کہ پھر سرزد نہو۔

جواب۔ آمین۔

مضمون۔ ایک بار خواب میں حضور سے زیارت ہوئی مگر بپاس ادب میں نے کچھ عرض نہیں کیا۔ خواب میں اکثر وضو کرتا ہوں۔

جواب۔ خواب کیطرف التفات نہ کیا جاوے۔

مضمون۔ اب میری دلی آرزو ہے کہ خدمت والا میں حاضر ہوں مگر چونکہ میں قرضدار ہوں اور اہل وعیال بھی رکھتا ہوں اسلئے شاید شرعاً مجبور ہوں میری عقل ناقص کا گمان ہے کہ بغیر حاضری خدمت کچھ ہونیکو نہیں۔

جواب۔ نہیں یہ بات نہیں۔ کام اور اسکی اطلاع اور تعلیم کا اتباع کافی ہوگا۔

باقی آئندہ

مضمون۔ تعلیم الطالب کے شعر ع نفس نتواں کشت الا ظل پیر نے اس کشاکش کو اور بڑھا دیا ہے۔

جواب۔ یہ ظل دور بھی پہونچتا ہے۔

مضمون۔ اب اگر اجازت پاؤں تو حاضر ہوں ورنہ جو مرضی حضرت ہو۔

جواب۔ حقوق واجبہ کا اتلاف ناجائز ہے۔

۲۲۵ مضمون مجھ سے بعض وقت خطا ہوتی ہے گنہ کا خیال ہوتا ہے اور ہو بھی جاتا ہے۔ آپ کوئی ذریعہ یا دعا تحریر فرمائیں کہ اللہ میرا باطن سنوار دے کہ بہت گنہگار ہوں۔

جواب۔ میں دعا کرتا ہوں تم ہمت کرو اس سے کام چلتا ہے اور صرف دعا سے کفایت نہیں ہوتی

مضمون۔ آپ نے جامع مسجد سہارنپور میں اب کے سال فرمایا کہ جس شخص کے اندر حال نہیں ہے اُس سے گنہ ہوتا ہے وہ حال میرے اندر پیدا ہونیکی ترکیب فرمائیں کہ میں گنہ اور فسق سے بچوں۔

جواب۔ اُس وعظ میں ترکیب بھی بتلادی تھی وہ وعظ جبتک چھپے میرے دوسرے وعظ دیکھا کرو۔ اُنمیں بھی یہ مضمون ملیگا۔

مضمون۔ اور میری آنکھ سے بھی گنہ ہوتا ہے کوئی علاج فرمائیں کہ آنکھ پر دم کردوں۔

جواب۔ دم کرنے سے کام نہیں چلتا۔ خدا کا خوف دل میں پیدا کرو۔

۲۲۶ مضمون۔ بہ تعمیل حکم حضور ہر دو عریضے سرخ نشان دیکر پیش ہیں نیت تابعدار کی (گیارہویں میں) صرف خوشنودی اللہ تعالیٰ اگر بخشیں زہی قسمت نہ بخشیں تو شکایت کیا پہلے البتہ نیت درست نہ تھی اب جب سے حضور کا خادم ہوں دلی نیت یہ ہے جو عرض کیگئی صرف تعین تعداد رقم عہ ہے جو حکم ہوگا تعمیل ہوگی۔

جواب۔ یہ بات پوچھنا باقی ہے کہ حضرت پیران پیر رحمہ ہی کی تخصیص ایصال ثواب میں کرنے سے کیا مقصود ہے اور غالباً اصلاح الرسوم اب بھی نہیں دیکھی اسکو دیکھنے کے بعد جو شبہ رہے پوچھیے۔

مضمون۔ دوسرے تابعدار نے عرض کیا تھا کہ حضور کا خادم ہوگیا ہوں حضور درخواست

تصحیح

حسن العزیز جلد ۲ صفحہ ۵ مکتوبات سطر ۱۱

حضرت ابی بن کعب رضہ کا نام غلط لکھا گیا صحیح عبداللہ بن مسعود رضہ کا نام ہے۔

اشرف علی

قبول فرماویں منشاء یہ ہے کہ حضور خدمت مریدی میں تابعدار کو منظور فرمائیں۔
جواب۔ ابھی کیا جلدی ہے ذرا اور مناسبت پیدا ہونے دیجئے۔ چنانچہ گیارہوین کا بار بار سوال ابھی علامت ہے قلت مناسبت کی۔
۲۲۷ **مضمون** بعض اوراد میں لفظ یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم آیا ہے کیا یہ جائز ہے۔
جواب۔ کونسے ورد میں آیا ہے اور وہ کس سے منقول ہے۔
مضمون۔ اذکار میں حضور نے تحریر فرمایا ہے کہ ایسے تغیرات ہر ایک کو لاحق ہوتے ہیں کام میں لگے رہنا چاہئے مگر پہلے تو قلب کو یکسوئی بھی ہوتی تھی اور طبیعت چاہتی تھی کہ پڑھے جاؤ مگر اب جو پڑھتا ہوں تو طبیعت تو لگتی ہے مگر وہ ایک خاص لذت جو پہلے آتی تھی اب مفقود ہے طبیعت پر جبر کرتا ہوں مگر معلوم نہیں کیا بات ہے مزید علاج کا محتاج ہوں۔
جواب۔ اسکا بھی جواب وہی ہے کہ ایسے تغیرات ہر ایک کو لاحق ہوتے ہیں کام میں لگ رہنا چاہئے۔
۲۲۸ **مضمون**۔ اور حضور کی دعا و توجہ کی بدولت یہ معمولات تو مقرر کر رکھے ہیں مگر صرف ظاہری زبان ہی زبان پر ادا ہوتے ہیں ابھی تک کچھ باطن کا تغیر تبدل نہ ہو جیسا کہ پہلے تھا ویسا ہی کورا اپنے آپ کو پاتا ہوں اور نہ کوئی اور حالت جدیدہ پاتا ہوں۔
جواب۔ حالت تو ہے مگر آپکو اُس کی پہچان نہیں ہوئی۔ یہ استقامت معمولات کی اوسیکا اثر ہے انشاء اللہ تعالیٰ حالات میں اور ترقی ہوگی جبکو آپ بھی انشاء اللہ تعالیٰ سمجھکر تسلی حاصل کرینگے۔
مضمون۔ ہفتہ عشرہ میں حضور کو خواب میں دیکھتا ہوں اور اپنے شبہات رفع کرنے کا ارادہ کرتا ہوں مگر حضور کو بڑے بڑے مہتم بالشان امور میں مشغول پاتا ہوں اور ارادہ کرتا ہوں کہ حضور کو جب فراغ حاصل ہو رفع شبہات کروں مگر جب فراغ حاصل ہوتا ہی حضور فوراً روانہ ہو جاتے ہیں۔ بعض مواقع میں احقر نے سوال کیا حضور نے جواب دینا شروع کیا ابھی جواب ختم نہ ہونے پایا کہ احقر بیدار ہو گیا اور بعد میں ارادہ کرتا ہوں کہ صبح کو حضور کی خدمت میں بذریعہ عریضہ جواب دریافت کرونگا مگر وہ سوال ذہن سے نکل جاتا ہی خدا جانے میری قسمت میں کیا لکھا ہے۔

جواب۔ خواب کو ایسا مہتم بالشان نہ سمجھنا چاہیے جس سے اپنے حالات پر استدلال کیا جاوے
مضمون۔ ایک روز کا واقعہ یاد ہے کہ ہمارے علاقہ میں ایک دینی بڑا مدرسہ ہے اسکے مہتمم اور دوسرے لوگوں میں کچھ اختلاف ہوگیا تھا اوسکی اصلاح کیلئے حضور پر نور تشریف لائے ایک بڑا مجمع تھا حضور وعظ فرمانا شروع کرتے تھے کہ احقر نے حاضر ہو کر دست بوسی حاصل کی اور روبرو حضور کے مؤدب بیٹھ گیا حضور نے دست راست دراز کر کے میرے داہنے ہاتھ میں چمکتا ہوا نور کا گولہ جو مثل گیند کے تھا رکھ دیا جسکے باعث میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور جو لطف اُسوقت آیا اُسکے بیاں سے زبان و قلم قاصر ہے یہ کیا بات تھی جواب سے مطمئن فرمادیں۔
جواب۔ نسبت باطنی کی بشارت ہے۔

۲۲۹ مضمون خط یکے از خلفاء۔ بندہ نے ایکروز خواب میں دیکھا کہ ایک باغ ہے جسکی نظیر کبھی خیال میں بھی نہیں گذری اُسکی سب سے باہر کی روش سفید پتھر کی ہے اور بیچ میں پتھر کے نہایت صاف گملے ہیں اور گملوں کے نیچے نہایت صاف اور شیریں پانی بہ رہا ہے اور گملوں میں بھی ہر پھول کی بیچ میں سے پانی کی فوارے نکل رہے ہیں میں تنہا جسے دیکھتا ہوں وہ نظارہ ہے کہ میں بیان نہیں کرسکتا میں کہتا ہوں یہ وہ شاداب جگہہ ہے کہ یہاں دق کے مریضوں کو رکھا جاوے پھر ذرا اندر پہونچکر او قسم قسم کے پھل پھول دیکھے معلوم ہوا کہ یہ باغ حضرت والا کا ہے اور نظر آیا کہ اُسکے بیچ میں ایک مکان بھی سرخ رنگ ہے (بالکل صحیح یاد نہیں رہا) پلنگ حضور کا اوس مکان کے باہر بچھا ہوا ہے۔ خیال ہوتا ہے کہ کسی نے کہا کہ یہ زنانہ مکان ہے حضرت والا نے کچھ اسکی طرف توجہ نہیں فرمائی اور اپنا پلنگ باہر معمولی حیثیت کے ساتھ بچھار کھا ہے میں یہ سنکر کہ وہ باغ حضرت والا کا ہے بیحد خوش ہوا اور یہ معلوم ہو کر کہ اسکی طرف حضرت والا کو چنداں توجہ نہیں کر رہا ہوں حیرت کا مقام ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنے بندوں کو ایسا استقلال عطا فرمایا ہے کہ ایسے مکاں کی طرف بھی نظر نہیں اوٹھاتے۔ اور پرسوں خواب میں دیکھا کہ ایک سرسبز جنگل ہے جس میں بدرجہ اوسط دلچسپی ہے گھاس سبز لگی ہوئی ہے اور وسط میں اُسکے ریل کی سڑک ہے کوئی کہتا ہے کہ اس میدانمیں ایک جگہ ایسی ہے جہاں حق تعالیٰ نے ایک اپنے بندہ پر توجہ کی ہے میں ریل کی ایک گاڑی میں سوار گذر رہا ہوں ایک جگہہ

ہو نچکر خود بخود دل میں آیا کہ ہو نہو وہ جگہ یہ ہے اور فوراً گاڑی میں سے کود پڑا اور اُس زمین سے ایسی دلچسپی ہوئی کہ وہاں سے ہٹنے کو دل نہیں چاہتا معلوم ہوا کہ یہ جگہ تھانہ بھون ہے اور کسی نے کہا کہ اُس بندہ سے مراد حضرت والا ہیں۔ آج رات میں خواب میں دیکھا کہ میں ایک سڑک پر جا رہا ہوں اور بجلی کڑکنا شروع ہوئی گویا قدم قدم پر بجلی گرتی ہے اور ایسی کڑک ہوتی ہے کہ کانوں کو تحمل نہیں ہوتا اور چمک بھی بیحد ہے مجھے یقین ہوا کہ موت آگئی مگر دل میں ذرا ہراس نہیں بلکہ اطمینان کی ساتھ کہتا ہوں وہ وقت آگیا کہ سب کام ختم ہوئے چمک جب زیادہ ہوتی ہے تو آنکھیں مچ جاتی ہیں اور ایک روز خواب دیکھا کہ یوسف (یکے از خلفاء برادر کاتب) کا انتقال ہو گیا اور دفن کر دئے گئے بلکہ شاید حضرت والا نے اُنکو دفن کیا ہے اور پکا مقبرہ بنایا ہے اور اوسپر دو مادّے تاریخ کے متفقاً لکھے ہیں ایک عربی میں ہے اور ایک غالباً اُردو میں یہ دونوں مادّے مجھے اُٹھتے وقت یاد تھے مگر اب یاد نہیں رہے۔ ہاں اردو کے مادّے کا اتنا لفظ یاد ہے کہ اوباش کا لفظ اُسمیں تھا اور اسیکے وزن پر دیگر الفاظ تھے جسکا مضمون یہ تھا کہ اس شخص نے اپنے کام میں (خواب میں یہ بھی معلوم ہوا کہ کام سے مراد مدرسہ ہے) کامیابی حاصل کی اگرچہ اوباش لوگ مخالف رہے اور یہی مضمون عربی جملوں کا تھا میں خواب ہی میں کہہ رہا ہوں کہ موت سے مراد فنا ہے اُسکا حصول یوسف کو بدولت حضور کے ہوا اتنے میں یوسف بھی سامنے موجود ہیں اُنکو یہ جواب سنا کر کہتا ہوں دیکھو الحمد للہ میری تعبیر صحیح ہے تم موجود ہو اور تمہارا مقبرہ یہ ہے موت سے مراد فنا ہی تمہیں مبارک ہو۔ تو یوسف بہت خوش ہیں۔

جواب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ اول کے دو خوابوں میں حق تعالیٰ کی عظیم نعمتیں ہیں اللہ تعالیٰ نے ان نعمتوں کے ظہور کا آپکو واسطہ بنایا ہے اور واسطہ کے لئے دعا کرنا مسنون ہے اسلئے آپ کے واسطے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپکو اس سے بڑھکر نعمتوں سے سرفراز فرماوے۔ تیسرا خواب آپ کے لئے نسبت چشتیہ کے حصول کی بشارت ہے کہ وہ نسبت عشقیہ ہے مبارک ہو۔ چوتھا خواب بشارت ہے میاں یوسف کے لئے فنا کے بھی جیسا آپ نے سمجھا اور بقاء کی بھی جس کی طرف مقبرہ کی پختگی اشارہ ہے اللہ تعالیٰ مبارک کرے والسلام۔

۶ رمضان المبارک ۳۴ھ

۲۳۰ مضمون - ایک انگریزی خواں صاحب کا طویل خط آیا جسمیں اپنی ناکامیابی امتحان پر سخت افسوس اور صدمہ لکھا تھا اور لکھا تھا کہ مشرکانہ خیال آتے ہیں ایک روز مہم کے لئے آیت کریمہ کے پڑھنے کی بابت لکھا تھا کہ گڑبڑ ہوگیا جس سے بجائے نفع کے اور سب کام اُلٹے ہوگئے اسکا تدارک دریافت کیا تھا ترکیب پوچھی تھی کہ میں کیا کروں حضرت نے حسب ذیل جواب تحریر فرمایا اور زبانی ارشاد فرمایا کہ غصہ تو بہت آیا تھا لیکن یہ خیال ہوا کہ بیچارے ناواقف ہیں دوسرے دور جدید کا بھی زمانہ ہے۔

جواب - جس طرح ہمارے نوکر چاکر ہمارے بہت سے اسرار کو نہیں جانتے گو وہ نوکروں ہی کے متعلق ہوں اسیطرح ہم حق تعالیٰ کے بہت سے اسرار کو نہیں جانتے گو وہ ہمارے ہی متعلق ہوں یہ تو علم کی کیفیت ہے اور اسیطرح ہمکو تبدلِ قدر پر قادر نہیں کیا گیا پس اس سے دو امر معلوم کرنا چاہئے ایک یہ کہ جو واقعہ بھی پیش آیا اوسکی مصلحت اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے دوسرے یہ کہ بندہ تدبیر اور دعا کر سکتا ہے کوئی ترکیب ایسی نہیں جس سے بالیقین اپنی مرضی کی موافق کامیابی میسر ہو - میں بھی دعا کرتا ہوں -

۲۳۱ مضمون کبھی تو خادم کو جملہ مخلوق سے ملنے میں خوشی ہوتی ہے بعد کو کبھی سب سے علحدگی بہتر معلوم ہوتی ہے تو خادم مجبور ہے کہ کونسی حالت پر عمل کرے -

جواب - توسط و اعتدال بہتر ہے نہ تو بالکل کنارہ کریں کہ مبتدی سے اسکی برداشت نہیں ہوتی اور نہ زیادہ بلا ضرورت ملیں کہ دین میں مضر ہے -

۲۳۲ تعویذ ڈر کا - ایک شخص نے بچہ کے ڈرنے کا تعویذ مانگا کہ اُٹھ اُٹھ بھاگتا ہے حسب ذیل تعویذ لکھکر دیا گلے میں باندھا جائے بسم اللہ الرحمن الرحیم اعوذ بکلمات اللہ التامات من شر کل شیطان وھامۃ وعین لامۃ اللھم انی اعوذ بک من سوء الاحلام ومن ان تیلاعب بی الشیطان فی الیقظۃ والمنام ۵ -

۲۳۳ مضمون - ایک صاحب نے کسی چھوٹی سی ریاست کی یہ خبر لکھی کہ وہاں کے نواب نے لوگوں کے بہکانے پر بہشتی زیور کی تعلیم کو اپنے علاقہ میں جرم قرار دیدیا ہے جواب حسب ذیل تحریر فرمایا -

جواب - اور پالن پور کی خبر مجکو اس سے پہلے بھی معلوم ہو چکی ہے مگر یہ معلوم نہیں ہوا کہ ایسے واقعات کی خبر دینے میں احباب کو کونسی مصلحت مقصود ہوتی ہے چونکہ ایسا امر اکثر وقوع میں آتا ہے اسلئے اگر اسکا کوئی مقصود معلوم ہو جاوے تو اگر وہ ضروری ہے تو میری حیرت رفع ہوگی اور اگر فضول ہے تو احباب کی اصلاح ہو جاویگی۔

ضمیمہ - اس جواب کا طرز بھی دور جدید کے رنگ کو صاف ظاہر کر رہا ہے ورنہ سیاست کا دور ہوتا تو نہایت تنبیہ کے الفاظ ہوتے۔

۲۳۴ مضمون - مولوی .... صاحب کو حضور نے زنانہ مدرسہ میں لڑکیوں کی تعلیم کے لئے تجویز فرمایا ہے اور ان کے خط سے معلوم ہوا کہ انکی عمر ۲۷ سال کی ہے امید ہے کہ حضور نے اسکے مالہ و ماعلیہ پر ضرور توجہ فرمائی ہوگی۔

جواب - مجکو تو ہرگز یاد نہیں آتا کہ میں نے بجز اسکے کہ آپکا خط اونکو دکھلا کر جو جواب انہوں نے دیا اوسکی اطلاع آپکو کردی اس سے زیادہ میں نے کچھ مشورہ اس باب میں دیا ہو یا کوئی رائے دی ہو بلکہ کچھ ایسا بھی خیال ہے کہ میں نے خود انہیں کے ہاتھ سے لکھا کر بھیجا تھا بہرحال ابھی تک تو وہ نہیں آئے بیشک جوان ہیں گو بظاہر نیک ہیں مگر نہ نفس کا اعتبار اور نہ غیب کی مجکو خبر نہ انکا تجربہ - میں نے اگر رائے دی ہے تو میں اس سے رجوع کرتا ہوں البتہ یہ درخواست ضرور کرتا ہوں کہ میرا وہ خط بھیجدیا جاوے جس میں میرا تجویز کرنا مذکور ہو تاکہ میں غور کروں کہ میں نے اپنے مذاق کے خلاف ایسا کام کیوں کیا ہوگا۔

۲۳۵ مضمون - ناچیز رقم پچیس روپیہ کی ارسال ہے براہ کرم وصول فرما کر ممنون فرمائیں۔

ضمیمہ - انہیں صاحب نے پیشتر پندرہ روپیہ بھیجنا چاہے تھے جنکی حضرت نے ممانعت فرمادی تھی کیونکہ ایک امر پر اونکو تنبیہ کیگئی تھی۔

جواب - اس ڈر سے وصول کرلونگا کہ آپکا دل برا نہو دوسرے آپ یہ نہ سمجھیں کہ ہر بار ایک حیلہ نکالتا ہے ورنہ ایک تو اتنی زیادہ مقدار سے شرم آتی ہے ابھی ایک شخص نے ۲ ر دئیے ہیں بڑی خوشی سے لے لئے دوسرے اتفاق سے اسوقت بھی ایک ایسا ہی امر واقع ہوا ہے جیسا پہلے پیش آیا تھا جو کہ مانع ہوا تھا قبول ہدیہ سے یعنی ایک غلطی پر اطلاع دینا مگر اوسی ڈر سے وصول کرلوں گا۔ آپ کے لئے بھی دعا کرتا ہوں۔

۷ رمضان المبارک ۱۳۴۲ھ

۲۳۶ (تعویذ)۔ ایک شخص نے روزگار کے لئے تعویذ مانگا کہ کہیں لگ جاوے۔ باوجود کوشش کے روزگار نہ لگنے کا حال بیان کیا۔ حسب ذیل تعویذ لکھکر مرحمت فرمایا کہ اسے اپنے پاس رکھو۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم انصرنا فانک خیر الناصرین وافتح لنا فانک خیر الفاتحین واغفر لنا فانک خیر الغافرین وارحمنا فانک خیر الراحمین وارزقنا فانک خیر الرازقین واحفظنا فانک خیر الحافظین اللھم یسر لنا امورنا مع الراحۃ لقلوبنا وابداننا والسلامۃ والعافیۃ فی دیننا ودنیانا ۵ استفسار پر فرمایا کہ میں پڑہنے کے لئے یہ بتلایا کرتا ہوں یا مغنی بعد عشاء گیارہ سو مرتبہ اول آخر گیارہ مرتبہ درود شریف پھر دعا کرے اور فراخی رزق ہی کے واسطے یا وہاب بھی بعد عشاء (۱۴۱۴) مرتبہ اول آخر سات مرتبہ درود شریف بتلایا کرتا ہوں۔

۲۳۷ مضمون۔ مولوی محمد صاحب سندہی ناڑیوال برائے استرشاد عازم خدمت ایشان گردیدہ ازاین طرف روانہ بآن سمت گردیدہ است وحتی الآن از احوال اوشان بشمہ مسرور نہ گردیدہ ایم لہذا اشد انتظار ست اکنون الطاف مربیانہ درحق خاکساران مبذول فرمودہ از وشان اطلاع بخشند کہ درخدمت ایشان رسید یا نہ اگر رسیدہ است بعد الوف الوف تسلیمات برسانیدن استفسار خاکسار از انجناب بخدمت اوریہن منت بے پایان فرمایند۔

جواب۔ رسیدہ اند بخیریت قیام میدارند آن مکرم اگر خواہند خود باوشان خط فرستند سفیر بودن بعض اوقات خلاف مصلحت می باشد کہ دربیان آن طول ست۔

ضمیمہ۔ زبانی استفسار پر فرمایا کہ سفیر بننے میں یہ خرابی ہے کہ کاتب کے اور اُس کے جنکے پاس پیغام پہونچانے کیلئے لکھا ہے ہمکو معلوم نہیں کس قسم کے تعلقات ہیں ممکن ہے ایسی تعلقات ہوں کہ انکو اُس پیغام کا جواب دینا ناگوار ہو۔ اور ہمیں معلوم ہے کہ ہمارے ساتھ اُن کے (جنکے پاس پیغام پہونچانے کے لئے لکھا ہے) کیسے تعلقات ہیں یعنی وہ ہمارا لحاظ کرتے ہیں اور دباؤ مانتے ہیں ایسی حالت میں ہمارے پیغام پہونچانے پر ہمارے لحاظ سے خلاف اپنی طبیعت کے وہ اُس پیغام کا جواب دینے پر مجبور ہوں گے اسلئے ہم کیوں دوسرے کو تنگی

میں ڈالیں۔ اگر ہمکو اُن کے تعلقات کا علم ہوتا کہ ناگوار نہیں ہیں تو پیغام پہونچانے میں حرج نہ تھا اسلئے میں نے بعض اوقات کا لفظ لکھا ہے یہ مصلحتیں ہیں سفیر نہ بننے کی۔ لوگ مجھی وہی کہتے ہیں حالانکہ اکثر ایسے واقعات پیش آتے ہیں۔ اب یہ سمجھتے ہیں کہ کونسا بڑا کام تھا۔ ایک مسلمان کی اعانت تھی پیغام پہونچا دیتے ایک خیر کا کام تھا لیکن میں اس خیر کو شر کا سبب سمجھتا ہوں انہیں باتوں میں میرا دوستوں کا اختلاف ہے۔

۸ رمضان المبارک ۳۴ھ

۲۳۸ مضمون۔ حالات بد سے بدتر ہوگئے ذکر بالکلیہ بیس یوم تک ناغہ ہوگیا اور ہر وقت فحش باتوں میں خیال رہا کرتا تھا فرائض سحر بھی بے رغبتی معلوم ہوتی تھی اب عرصہ بارہ روز سے خدا کا شکر ہے کہ توجہات حضور وہ خیالات دفع اور حالت کچھ اچھی معلوم ہوتی ہے بارہ ہزار اسم ذات معمول تھا اب صرف دس ہزار بہ اجازت حضور اکتفا ہے دعا کا طالب ہوں۔

جواب۔ ایسے تغیرات بھی اسباب خاصہ سے پیش آجاتے ہیں بددل نہ ہونا چاہئے جب توفیق ہو تو ہمت کرکے پھر شروع کردینا چاہیئے۔ فان تاب تاب اللہ علیہ حدیث ہے والسلام۔

۲۳۹ مضمون۔ مناجات مقبول میں یہ لکھا ہے کہ اور وہ آٹھوں نام برکت سے بھرے ہیں جو پیشانی پر سورج کے لکھے ہیں۔ تو یہ کون سے اسم مقدس ہیں۔

جواب۔ چونکہ حدیثوں میں ان کی کہیں تعیین نہیں آئی اسلئے جزماً تو تعیین کا دعویٰ ممکن نہیں لیکن قواعد سے شاید یہ احتمال غالب ہو کہ یہ وہ نام ہوں جنکو علماء اہل کلام نے صفات ذاتیہ کہا ہے کہ بوجہ ذاتیت یہ دوسرے اسماء سے اعظم ہیں اور وہ یہ ہیں۔ علیم۱۔ قدیر۲۔ حی۳۔ سمیع۴۔ بصیر۵۔ مرید۶۔ مکوّن۷۔ متکلّم۸ واللہ اعلم

۹ رمضان المبارک ۳۴ھ

۲۴۰ مضمون۔ اب میرا داستان سنئے اور داد دینے کے قابل ہے آپ اللہ تعالیٰ کے خاص مقبول بارگاہ بندے ہیں میرا شوہر فلاں عہدہ پر ہے اور میری جانب سے محض عدم توجہ ہے یعنی جو برتاو مرد اور عورت منکوحہ میں ہوتا ہے وہ نہیں بلکہ ایک داشتہ عورت رکھے ہوے ہیں

باقی آئندہ

جو میرے مکان سے بیس قدم کے فاصلہ پر ہے شب کو وہاں سونا اور میں اکیلی سوتی ہوں اور بیحد تنگدست ہوں وہ عورت مجکو نکلوانا چاہتی ہے اور خادمہ شکل وصورت میں یکتا ہے مگر معلوم نہیں کہ میرے رب کو کیا منظور ہے اب میرا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ وہ ایسے ہو جائیں میرے کہنے پر عمل درامد کریں۔ اور داشتہ عورت کو چھوڑ دیں کیونکہ آپ حق تعالیٰ کے خاص بندوں میں سے ہیں اگر اس خادمہ کی حالت پر توجہ نہیں کی تو میدان حشر میں آپکا دامن پکڑ کر اپنے نانا میاں (صلعم) سے فریاد کرونگی فقط خادمہ ۔۔۔ بقلم خود۔

جواب۔ السلام علیکم۔ تمہارا خط آیا اصل تدبیر تو دو ہیں ایک خدمت اور اطاعت اور خوشامد دوسری دعا میں بھی دعا کرتا ہوں۔ اصل تدبیر تو یہ دو ہیں باقی شاید تم عمل وظیفہ چاہتی ہو سو میں عامل نہیں مگر بزرگوں سے سنا ہوا لکھے دیتا ہوں بعد عشا گیارہ سو بار یا لطیف یا ودود مع اول وآخر درود شریف ۱۱ بار پڑھکر دعا کیا کریں۔ اب ایک دو نصیحت لکھتا ہوں ۱؎ تمکو چاہئے تھا کہ گھر کے کسی مرد سے خط لکھواتیں غیر مرد کو خود خط لکھنا مناسب نہیں ۲؎ خط میں اپنی شکل وصورت کی تعریف لکھنا تہذیب کے خلاف ہے ۳؎ جس سے اعتقاد ہو اُسکو ایسی بات لکھنا کہ میں حشر میں دامنگیر ہونگی بہت بے تمیزی ہے پھر یہ تمہارے قبضہ کی بھی بات نہیں اور جس بات پر دھمکی دی ہے وہ میرے بھی قبضہ کی نہیں ۴؎ پھر جواب کے لئے ٹکٹ بھی نہیں بھیجا۔

۱۴۲ مضمون۔ ایک صاحب نے سیکڑوں صورتیں ناجائز آمدنی کی لکھکر درویشوں اور علماء پر طعن کیا تھا کہ اس زمانہ میں کھانا کھانے پر لوگ مرے ہوئے ہیں نہ کوئی عالم پوچھے نہ کوئی درویش کہ کھانا کیسا ہے کیسا نہیں اور واقع میں دیکھ بھال میں ہی مصیبت ہے تو آیا شرع شریف سے زیادہ تجسس کرنا منع ہے۔ پھر سود خوار اور غلہ کی ناجائز صورتیں بیع کی لکھکر لکھا کہ وہ سب نان وحلوا کے مثل سب کھا پی جاتے ہیں پیر جی اپنے نذرانے لے جاتے ہیں اور مولویوں نے تو اور بھی لُٹیا منجدھار میں ڈبو دی حرام بھی کرتے جاتے ہیں۔ اور کھاتے بھی جاتے ہیں یہ بھی لکھا کہ قبل اسکے ایک قطعہ خط خدمت آنجناب میں ارسال بغرض استفسار فرمایا تھا آپ نے اُسکا جواب یہ لکھدیا کہ تین سوالوں سے زیادہ نہ بھیجو اتنی باتوں کا جواب کیونکر دیا جاوے سو مولویصاحب سوال تو ایک ہی تھا اُسکی صورتیں جدا جدا تھیں تھوڑی سی عبارت میں آپ جواب دے سکتے تھے

اب میں وہ سوال مکرر روانہ کرتا ہوں سونچکر غور کر کے جواب تحریر فرمائیگا۔ یہ بھی لکھا تھا کہ مضمون ختم نہیں ہوتا ناچار ختم کر کے ملتمس ہوں کہ ان شبہات کو آپ رفع کر دیجئے اگر آپ نہ کرینگے تو اور کس سے یہ شبہات رفع ہو سکتے ہیں اور پتہ کن حضرت سے آپ نے لکھوایا تھا پتہ بھی پورا نہ لکھا ملنے پہ (....) پورا پتہ لکھدیا تھا افسوس پڑھے لکھوں میں ایسی لاپروائی۔ اور بد خلقی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے ہی اخلاق تعلیم کر گئے تھے اب میں ان کے سو سوال بناؤں اور دو تین مسئلے سے زاید نہ پوچھوں تو پچاس آنہ یا ۳؎ ٹکٹ لفافو نمیں خرچ کروں جب جواب آئے خیر میں اب اللہ واسطے آپسے ان اپنی گستاخیونکی معافی چاہتا ہوں میں تو آپکا معتقد ہوں مخالف نہیں مگر دور از دار باتیں قلم سے نکل گئیں

؎ ملامت کنان دوست دار تو اند ستائش سرایاں نہ یار تو اند

جواب۔ السلام علیکم۔ طالب ہو کر جس سے طلب کرتا ہو اسپر اتنا غصہ کرنا علامت عدم طلب کی ہے کیا اُمیدواروں کو اہلکاروں کے ناز اُٹھاتے نہیں دیکھا مریضوں کو اطبا کے ناز اُٹھاتے نہیں دیکھا اگر وہ زیادتی بھی کریں تو جھیلتے ہیں نہ یہ کہ اُنکو قواعد بتلانے اور نصیحت کرنے بیٹھ جائیں اور بتلانا بھی بے قاعدہ مثلاً آپنے جو بہت سے سوالوں کو ایک سوال قرار دیا دو حال سے خالی نہیں یا تو ان کا جواب آپکو معلوم ہے یا نہیں اگر معلوم ہے تو پھر پوچھنا بیکار اور اگر معلوم نہیں تو یہ کیسے خبر ہو گئی کہ ان سبکا ایک ہی جواب ہے۔ ممکن ہے کہ ہر ایک کا جواب جدا ہو پھر اگر سبکا ایک جواب ہو سکتا تھا تو اسیطرح سبکا ایک سوال بھی ہو سکتا تھا پھر خواہ مخواہ اتنا طول دیا۔ پھر طرز سوال سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ جوابونسے بے خبر نہیں۔ چنانچہ بعض بعض صور تو نکو نہایت طعن آمیز عنوان سے ذکر کیا ہے اور براہ زیادتی سبکو ایک لکڑی ہانکا ہے تو کون کہہ سکتا ہے کہ پوچھنا مقصود ہے صریح سب و شتم مقصود ہے جسمیں ایک کا جواب بھی ذمہ نہیں یہ تو سوال نہیں حکومت ہے جسکا آپکو کوئی حق حاصل نہیں۔ آپکو جس طرح اپنی مصلحت پر نظر ہے دوسرے کو بھی اپنی مصلحت پر نظر ہے پھر اگر کسی کثیر المشاغل نے اپنی سہولت کے واسطے کچھ خاص انتظامات تجویز کر دئے تو کون گناہ کیا۔ جو آپ خواہ مخواہ آپے سے باہر ہوتے ہیں۔ نا تمام پتہ کا آپ بہت آسانی سے انتظام کر سکتے تھے کہ خود لفافہ پر لکھکر وہ لفافہ خط کے اندر رکھدیتے گویا آپ تو نواب ہوئے اور دوسرا آپکا نوکر ہوا۔ اُسپر پھر اعتقاد کا دعویٰ۔ مہربانی کر کے جو بے نفس یا جو بے

حس اس خطاب کو بھی منافی اعتقاد نہ سمجھ اوس سے اپنے سوالونکو حل کر لیجیے۔ ہم خوشامد پسندونکو چھوڑ دیجے۔ آپ فتوے کیا پوچھ رہے ہیں خود فتوے دے رہے ہیں بہت صبر کر کے اتنا لکھا ہے قیامت میں معلوم ہوگا کسکی زیادتی ہے۔

ضمیمہ۔ ایسے سخت خط کا اسقدر سنبھلا ہوا جواب صریح فرق دور قدیم و دور جدید کا ظاہر کر رہا ہی جیسا کہ خود حضرت نے فرمایا کہ دور قدیم ہوتا تو ان کو بتلاتا ناگوار تو بہت ہوا لیکن ضبط کر گیا۔ پھر فرمایا کہ اب ناگوار تو ہوتا ہے لیکن جوش نہیں ہوتا۔ اس سے بھی حضرت کا ابو الحال ہونا بخوبی ظاہر ہوتا ہی۔

۲۴۲ مضمون۔ ایک تحصیلدار صاحب پنشن لینے والے ہیں اُنھوں نے بعضے ماتحتوں اور چپراسیوں پر تشدد اور سخت کلامی کی تھی قبل پنشن پر جانیکے سب سے معافی مانگنا چاہتے ہیں معافی کی تدبیر حضرت سے دریافت کی۔

جواب۔ طریقہ معافی چاہنے کا یہ ہے کہ ایسے اشخاص سے ملکر زبان سے یہ فرمائے کہ ہم سے جو کچھ زبانی یا دستی تکلیف پہونچی ہو معاف کر دو۔ اور بہتر یہ ہے کہ اُنکو کچھ دیکر بھی خوش کر دیجئے کہ وہ ویسے بھی راضی ہو جاویں ورنہ یہ احتمال ضعیف رہیگا کہ شاید آپکی وجاہت سے زبانی معافی دیدیں اور دل سے رضی نہوں گو یہ احتمال اگر بلا قرینہ ہو معتبر نہیں۔

۲۴۳ مضمون۔ مسجد میں کوئی مکان علیحدہ نہیں ہے اور مسجد ہی میں چارپائی بچھا کر سونا پڑتا ہے جائز ہے یا نہیں۔

جواب۔ اگر بہت ہی مجبوری ہے اور فرش پر آرام نہیں ملتا تو پائے پاک کر کے مسجد میں بچھا لینا درست ہے۔

۲۴۴ مضمون۔ ہمارے یہاں ایک مولوی صاحب نے خیرات وغیرہ کے جواز کے بارہ میں مع ادلہ و مفتی بہ قول کے ساتھ ایک فتوے لکھا اور یہ دعوےٰ کیا میں مفتی بہ قول کو نقل کیا آپ لوگ بھی عدم جواز کے بارہ میں مفتیٰ بہ قول دکھائے شامی وغیرہ میں مفتیٰ بہ قول نہیں ہے ہم اسکو نہیں مانتے۔ اسکا جواب ہم لوگوں سے بن نہ پڑا کیونکہ وہ جو جو کتاب کی دلیلیں وغیرہ الخ۔

جواب۔ اگر ہر قول حجت ہو تو کوئی مسئلہ ہی ثابت نہو سکے ہر مسئلہ میں مخالف اقوال پائے جاتے ہیں پس رسم المفتی کے قواعد پر ایک کو دوسرے پر ترجیح دیجاویگی اور ان قواعد کی بنا پر

قول شامی کی ترجیح ظاہر ہے باقی اسکات کی کوشش فضول ہے معاند سے کبھی اسکی توقع ہی نہیں مگر اُسکے نہ ماننے سے کسیکا کیا ضرر جو اس فکر میں پڑ جاوے۔

۲۴۵ مضمون آج ایک منی آڈر مبلغ پچاس روپیہ کا روانہ خدمت کیا ہے یہ رقم ادائگی زکوٰۃ کی ہے جو مستحقین مناسب ہوں اُنپر خرچ کیجاوے اگر اور ضرورت وہاں ہو اور جناب مزید شرکت تقسیم میں فرمادیں تو پچاس اور بھیجدوں۔ ورنہ جس طرح رائے عالی ہو۔ بے تکلف عرض کر دیا ہے۔

جواب۔ جسوقت منی آڈر آویگا انشاء اللہ وصول کر کے مستحقین میں تقسیم کر دئے جاوینگے۔ مزید رقم کی نسبت یہ ہے کہ اگر کچھ مستحقین وہاں ذہن میں ہوں تو وہ مقدم ہیں اور اگر نہ ہوں تو یہاں بھیجدیجئے۔ والسلام۔

۲۴۶ مضمون۔ بعض وقت طبیعت گھبراتی ہے ہر چند توجہ الی اللہ کرتا ہوں مگر نہیں ہوتی اور کبھی وقت ذکر کے طبیعت میں ایک قسم کی خوشی معلوم ہوتی اور شوق زیادتی کیواسطے پیدا ہوتا ہے اور کبھی ایسی حالت ہوتی ہے کہ کچھ کرنیکو بالکل جی نہیں چاہتا بجز اسکے کہ کسی تفکر میں پڑا رہتا ہوں۔ کبھی خواہشات نفسانی کا زیادہ غلبہ ہوتا ہے تفکرات بہت سے پیدا ہوگئے ہیں حضور دعا فرمائیں۔

جواب۔ ایسے حالات سبکو پیش آتے ہیں کچھ پریشانی و غم نکریں کام کئے جائے انشاء اللہ محرومی نہ رہیگی۔ البتہ حالات سے اطلاع دیتے رہئے۔

۲۴۷ مضمون۔ ایک اہل ہنود نے مجھے بہت تنگ کر رکھا ہے وہ کہتا ہے کہ ایک ملک وہ ہے کہ جسمیں چھ مہینہ کا دن اور چھ مہینہ کی رات ہوتی ہے اس جگہ پر روزہ کسطرح رکھتے ہیں اور میں نے اپنی کتاب میں دیکھا تھا کہ ایک قصہ ہوا کہ ریل میں کئی نوجوان اور مولوی صاحب سوار تھے سو وہاں پر نماز کی بابت جھگڑا تھا اب روزہ کا حکم جبکہ سورج سے نکلنے کے پہلے اور بعد غروب (عبارت اس خط کی بالکل غیر واضح ہے)۔

جواب۔ روزہ بھی انداز سے رکھنا کافی ہے اور ایسی گفتگو مت کیا کرو یہ کہدو کہ ہم عالم نہیں ہم نہیں جانتے اگر وہ کہے کہ پوچھکر بتلاؤ۔ تم کہدو کہ جسکو ضرورت ہو وہ پوچھے۔

۱۳ ر رمضان المبارک ۳۴ھ

۲۴۸ مضمون - کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ جو زاغ کہ شہروں میں اکثر پایا جاتا ہے اور دانہ اور اکثر نجاست کھاتا ہے حلال ہے یا کہ حرام براہ کرم اس سے جلد مطلع فرماویں کیونکہ اس مسئلہ پر یہاں بحث ہے۔

جواب - ایسے غیر ضروری مسائل پوچھنا جنکی اشاعت سے شورش پیدا ہو شرعاً نامناسب ہے جو شخص بحث کرے آپ بھی کہدیں کہ بھائی یہ کوئی ضروری بات نہیں ہم اس میں خاموشی اختیار کرتے ہیں۔

۲۴۹ مضمون - حضرت میرے چچا کو جس روز سے سہارنپور جلسہ میں گئے تھے یہ کہتے ہیں اُس روز سے ذکر کرتے میں حضرت کا دھیان بندھ جاتا ہے جیسے حضرت سامنے بیٹھے ہوں بہت خیال کو دور کرتے ہیں نہیں دور ہوتا۔ حضرت کچھ حرج تو نہیں۔

جواب - اسکا کچھ حرج نہیں دفع کرنے کی ضرورت نہیں البتہ یہ اعتقاد نکریں کہ یہاں حاضر ہے باقی خیال سے کوئی نقصان نہیں۔

۲۵۰ مضمون - گلے یا کسی مقام پر ورم ہو یا کوئی پھوڑا پھنسی ہو بلکہ طاعون کی گلٹی میں بھی حضرت حسب ذیل عمل کرتے ہیں اور بتلاتے ہیں بِسم اللہِ تربۃ ارضنا بریقۃ بعضنا یشفی سقیمنا باذن ربنا راکھ کو صاف کرکے یا ڈھیلہ پر یہ دعا سات بار پڑھکر اُس راکھ یا ڈھیلہ پر بطور تھتکارنے کے دم کرکے اُس موقعہ پر وقتاً فوقتاً ملا جاوے۔

۲۵۱ مضمون بعد نماز تراویح وتر جو جماعت سے پڑھے جاتے ہیں میں نہیں پڑھتا اور تہجد کے وقت ادا کرتا ہوں اور کبھی پڑھ لیتا ہوں اس خیال سے کہ نفل ہو جاوینگے۔ جو حکم ہو اس سے مجھے متنبہ کیا جاوے۔

جواب - جماعت کی رعایت افضل ہے اخیر شب کے وقت کی رعایت سے۔

مضمون - جب میں اسم ذات شریف کو پڑھتا ہوں تو آنکھوں سے اشک جاری ہوتے ہیں گڑگڑاہٹ زیادہ مگر لذت کم۔

جواب۔ یہ بھی لذت ہی کی ایک قسم ہے۔

۲۵۲ مضمون۔ در جناب ارشد خیرالرسل	اشرف الاعیان ہادی سبل
صدر و بدر کائنات کن فکاں	ایہا الناس اجعلوہ نور جہاں
ہل رایتم مثلہ تحت السما	ہل سمعتم مثلہ قولوا لنا
ما وجدتم مثلہ چوں در جہاں	چوں نمی گیرید قدمش از رواں
وائے بر حال شما اے مرداں	ان ترکتم حرز جاں غفلت کناں
خاک پائش کن مرا اے رب دیں	آرزوئے بس ہمیں دارم ہمیں
عاشق رویش مرا کن اے خدا	مثل پروانہ کنم جاں را فدا
جان و مال خود نثار او کنم	در سویدائے دلم اور انہم
کیست آں سلطان جاں کہف الوریٰ	فخر عالم جانِ جان شمس الہدیٰ
سید السادات روح چشتیاں	رونق گلزار عرفاں بیگماں
نور عین شہ علی مرتضیٰ	پہلوان پُردل شیر خدا
از من مہجور اسمعیل نام	صد نیاز و صد تحیات و سلام
نسخۂ فیہ شفاءٌ للالم	دافع حرص و ہواؤ رنج و غم
با ہزاراں لطف و ارشاد و کرم	تاج کرستا نہادہ بر سرم
حال بیمار تو اے طب القلوب	گہ خراب ست و گہے مرغوب و خوب
از یکم رمضان دو گونہ کردہ ام	آنچہ اول سر بسر بنوشتہ ام
روز سہ سیپارہ میخوانم کتاب	حزب اعظم ہم دلائل باحساب
امر صلوا اسلموا را باوقار	مے ادا سازم ہمیشہ یک ہزار
دو سیپارہ در تہجد من بدل	بشنوم مولا مکن ما را خجل
چار سبحہ ذکر الا اللہ بجاں	ذکر اثبات و نفی ہم نصف آں
اسم ذات حق تعالیٰ یکہزار	من ہمی خوانم بجان زار زار
لیک غفلت بر دلم گاہے زند	ذوق و شوقم را بدریا افگند

وائے ایں غفلت مرا کردہ خراب	دستگیرم ورنہ جانم شد تباب
لذتے در ذکر ہم گہ می چشم	کاش ازیں ماند ہمیشہ در دلم
ذوق وشوق و درد ہم سوز و گداز	انس ورقت ذلت و عجز و نیاز
کاشش باشد ایں ہمہ وزجاں وہم	تا ابد ہرگز نباشد ہیچ کم
مست مجنوں بس شوم در عشق ہو	کل شئی ہالک الا وجہہ
نسخۂ اکسیر مارا کن عطا	اے شہ جود و کرم بحر سخا
زاں نوشتم نامہ را در شعرہا	تا بماند ذکر تو تا دیرہا

(گو یہ نظم سست ہے لیکن چونکہ خلوص کی ساتھ لکھی گئی ہے اسلئے نقل کردیگئی)

جواب۔ بسم اللہ ۵ اندریں رہ میتراش و میخراش + تا دمِ آخر دمے فارغ مباش +
تا دمِ آخر دمے آخر بود + کہ عنایت با تو صاحب سر بود

۲۵۳ مضمون۔ ایک صاحب نے بہت سخت سخت مضامین مایوسی کے اپنی بدحالی اور عقیدہ کی بناء پر لکھے اور تفصیل بھی اپنے عیوب کی لکھی۔ گو پیشتر حالت اچھی تھی یہانتک مایوسی لکھی تھی کہ جب تجکو رسوائی تو یقیناً وقطعاً ہوگی پھر رہا سہا بھی اپنا ارماں پورا کرلے اور خوب دل کھولکر گناہ کرلے ۵ ابتو آرام سے گذرتی ہے + عاقبت کی خبر خدا جانے (نعوذ باللہ وغیرہ وغیرہ اخیر میں لکھا کہ واللہ حضرت مولانا صاحب اگر آپ کچھ بھی علاج نہ فرمائیں گے تو قیامت میں آپ ہی کا حوالہ دیکر کہونگا کہ آپ سے میں نے علاج چاہا لیکن انہوں نے ہماری خبر ہی نہ لی اور اُلٹا میرا دُہرہ خرچ کرادیا گو آپ میرے عقیدے میں خدا نہیں ہیں لیکن آپ واللہ خدا سے جدا بھی نہیں ہیں۔ اسپر بھی میری نہ سنو اور بہتور ضلالت و دین وہجر سے نہ چھڑاؤ باوجود خبر متواتر ہو جانیکے تو آپکو خود خدا ہی پکڑیگا اور ضرور پکڑیگا اللہم آمین بحرمۃ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ اجمعین (نعوذ باللہ) ۵

مخاطب اندکے نازک مزاج ست + سخن کم گو کہ کم گفتن رواج ست

ہائے اللہ میری کیا سے کیا حالت ہوگئی۔ اس سے پہلے اسوۂ حسنہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے قریب قریب اپنے آپکو پاتا تھا اب ہزاروں مراحل دور ابتو فرائض واسلام

ہی اگر محفوظ رہجائیں تو بیحد غنیمت ہے غرض ایسی ہی واہی تباہی باتین لکھی تہیں۔حضرت کے کمال
ضبط کو ملاحظہ فرمائے کہ حسب ذیل جواب دیا حالانکہ اگر دور قدیم ہوتا تو یہاں سے جو جواب
جاتا ظاہر ہے۔یکایک اپنے طرز کو اسقدر بدل دیتا ظاہر کرتا ہے کہ حضرت کو اپنے حال پر کسدرجہ
قدرت منجانب اللہ حاصل ہے واقعی ابوالحال کے یہی معنے ہیں۔

جواب۔مضامین بہت پریشان ہیں۔بالمشافہ جواب ہو سکتا ہے۔

۱۵ رمضان المبارک ۳۴ھ

۲۵۴ مضمون۔میں بہت غریب ہوں اور بی بی ہے لیکن بی بی بے پردہ رہتی ہے یہ اوقات
نہیں ہے کہ پردہ لگا دون تو ہم کیا کرین۔

جواب۔جب پردہ کے ساماں پر قدرت نہیں ہے تو معاف ہے البتہ عورت کو سمجھا دیا جاوے
کہ جب کسی نامحرم کا سامنا ہو اسوقت سر اور دونوں بازو اور گلا اور پنڈلیاں اور دونوں
کلائیاں ڈھکی ہوئی ہوں پس بجز چہرہ اور دونوں ہتیلیوں اور دونوں قدم کے ایک بال
بھی کھولنا نامحرم کے سامنے جائز نہیں۔

۲۵۵ مضمون۔تنگی معاش کی شکایت پر حسب ذیل عمل تحریر فرمایا۔

جواب۔بعد ہر نماز کے ۷۲ بار یا باسطُ پڑھ لیا کیجیے۔

۲۵۶ مضمون۔تبرکات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کس طرح کرنا چاہئے اور
زیارت کے وقت کیا پڑھنا چاہیے۔

جواب۔کوئی خاص طریقہ معین نہیں اور نہ کوئی خاص چیز پڑھی جاتی ہے بس اسکا خیال
رہے کہ خلاف شرع کوئی فعل نہ ہو جاوے۔

۲۵۷ مضمون۔احقر کو اپنے ایک خواب کے متعلق سخت پریشانی ہے بدیں وجہ کہ مبادا
مرتکب کسی گستاخی کا تو نہیں ہو گیا ہوں اُمید کہ اسکی تعبیر سے معزز فرمایا جاوں۔بحالت خواب
ایک میدان بہت وسیع نظر آیا جسمیں ہزارون مسلمان پریشان پھر رہے ہیں احقر بھی
اُس میدان میں داخل ہوا اور لوگوں سے باعث پریشانی و سراسیمگی دریافت کیا

باقی آیندہ

تو معلوم ہوا کہ اُسی میدان مین حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہین سب لوگ تلاش مین ہین کہ کس مقام پر ہین۔ احقر نے یہ سُنکر چندے تامل اور فکر کیا اور پھر اپنی رائے سے ایک جانب کو راہ لی اور بہت جلد جلد قدم بڑھانا شروع کیا تاکہ سب سے پہلے مین ہی زیارت سے مشرف ہون چلتے چلتے کہ راستہ مین خاردار جنگل نالیان پانی وغیرہ بھی آئے اُس میدان کو قطع کرکے ایک صحرا مین پہونچا جسمین ایک مکان نظر آیا۔ یہ خیال کیا کہ ضرور اس مکان مین ہون گے چنانچہ اُس مکان کے قریب پہونچا تو یہ دیکھا کہ ایک مستطیل مکان مثل سہ دری کے ہے جس مین ایک جانب برابر برابر چار گھوڑے نہایت خوبصورت بندھے ہوئے ہین اور دردازون کے متصل ایک نالی بنی ہوئی ہے جیسی کہ مسجدون مین وضو کے لیئے ہوتی ہے نالی کے آخری گوشہ پر ایک شخص نہایت نورانی چہرہ والے وضو کرتے ہوئے نظر آئے۔ خوف کی وجہ سے سلام نہین کرسکا مگر دیکھتا رہا اور یہ خیال کرتا رہا کہ ضرور یہی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہین وضو کے بعد اُسی سہ دری مین دو رکعت نماز ادا کی بعد نماز ایک گھوڑے پر جو متصل تھا اُسپر خاکی رنگ کا جھار جامہ بندھا ہوا نظر آیا اور بعد سلام پھیرنے کے حضور فوراً اسپر دفعتہً سوار ہو گئے اور گھوڑے نے اگلے دونون پیر اُٹھا کر دو رکعت نماز ادا کی ان وجوہات سے اب کامل یقین ہو گیا کہ حضور اکرم یہی ہین جب گھوڑا نماز سے فارغ ہوا تو حضور گھوڑے سے اُتر کر سہ دری کے باہر تشریف لائے۔ اُس وقت احقر نے سلام عرض کیا اور خوف کی وجہ سے یہ معلوم نہین کہ کیا عرض کیا لیکن اسقدر یاد ہے کہ اپنی حالت معصیت کا سچا فوٹو زبانی عرض کیا جس جس قسم کے گناہ صغیرہ و کبیرہ سرزد ہوئے ہین سب کی فہرست عرض کرکے دعا کا طالب ہوا اور گریہ وزاری کی یہ کیفیت تھی کہ کبھی تمام عمر مین اس لذت کا رونا نصیب نہین ہوا جسوقت زیادہ حالت خراب ہوئی تو حضور اقدس نے احقر کے دونون ہاتھ پکڑ کے سینہ سے لگا لیا تو کچھ سکون ہو گیا اور فوراً ہی وہ انبوہ مسلمانان جو تلاش مین تھا آ گیا اور حضور نے سب مسلمانون سے مصافحہ شروع فرمایا مصافحہ کرتے جاتے تھے اور آگے بڑھتے جاتے تھے احقر پیچھے ہٹتا جاتا تھا۔ حتے کہ احقر اسقدر پیچھے ہٹا کہ سب مسلمانون سے پیچھے ہو گیا اور حضور اکرم سب سے آگے ہو گئے بالآخر کچھ عرصہ مین سب مسلمان منتشر ہو گئے احقر بھی اُس میدان مین تنہا رہ گیا پھر یہ خیال ہوا کہ کچھ علاج اپنی معصیت کا تو حضور سے دریافت ہی نہ کیا

چلو پھر تلاش کرو چنانچہ پھر اسی میدان مین تلاش شروع کی تو ایک بہت بڑا مکان نظر آیا جس کے صحن چبوترہ پر جو قدآدم اونچا زمین سے تھا حضرت کو دیکھا ڈرتے ڈرتے سامنے پہونچا اور مثل سابق پھر اپنی حالت کا اظہار شروع کیا تو جواب مین یہ ارشاد ہوا (کہ لکھکر دو) یا (لکھکر دیا جاویگا) صحیح یاد نہین رہا کہ کیا حکم تھا یہ اندیشہ ہے کہ مکرر حاضر ہونا گستاخی تو نہین تھا۔

(**جواب**) حرفاً حرفاً خواب پڑھا۔ نہایت مبارک خواب ہے۔ دوبارہ کیا ہزار بارہ حاضری بھی گستاخی نہین کہ یہ حاضری ہین مطلوب ہے۔ غالباً آپ کو اس سے شبہ ہوا کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ لکھکر دو یا لکھکر دیا جاوے گا اور زبانی جواب مرحمت نہین فرمایا۔ اگر اس سے شبہ ہوا ہے تو وجہ اس کی یہ ہے کہ حقیقت اس جواب کی آپ کی سمجھ مین نہین آئی وہ عرض کرتا ہون یہ اشارہ ہے کہ علاج امراض کا سپردگی حضور صلے اللہ علیہ وسلم متعلق مرشد کے ہے چونکہ لکھکر دینا اس احقر کے معمولات سے ہے اس لئے اسمین اسطرف اشارہ ہوگیا۔ اور یہ اُس مسئلہ کی تائید ہے جسکو اکثر مین بیان کرتا ہون کہ اہل قبور کی تعلیم کا نفع نہین ہوتا۔ غرض نہایت مبارک خواب ہے کہ بشارت بھی اور سلسلہ کے صحیح اور معلم کے مقبول ہونے کی طرف اشارت بھی

(**مضمون**) صبح کو نہایت اطمینان ہوتا ہے اور جی خوش ہوتا ہے یہ حضور کی کرامت اور اللہ جلشانہ کا فضل ہے کہ جس روز سے صبح (تہجد) کو اُٹھنے کا قصد کیا ہے ایسی ایسی عجیب غریب صورتین پیش آتی ہین کہ وقت معینہ پر بلاناغہ آنکھ کھل جاتی ہے بعض بعض مرتبہ ایسا معلوم ہوا کہ کوئی شخص آواز دے رہا ہے اسطرح سے کہ فلان بن فلان بعض وقت تلاوت کلام مجید کرتے ہوئے غرضکہ وقت معینہ سے قبل ہی آنکھ کھل جاتی ہے اور الحمد للہ کہ کام کر لیتا ہون چونکہ آواز نہایت کریہ اور سخت ہے تاہم احقر کو بالجہر ذکر کرنے مین ایک لطف حاصل ہوتا ہے اور آہستہ آہستہ کرنے مین نیند غالب ہوجاتی ہے۔ پان کھانے کا ایسا مرض تھا کہ اسکی وجہ سے ایک گھنٹہ بلا پان سخت ناگوار تھا الحمد للہ کہ یکم رمضان المبارک سے احقر نے اس کو قطعی ترک کردیا۔ سخت تکلیف پہونچاتا تھا جی چاہتا تھا کہ ذکر کرون زبان پان مانگتی تھی۔ تمباکو کھا کر ذکر کرنے سے کراہیت آتی تھی اس لیئے قطعی ترک کردیا کبھی کبھی خود ہی وہ حالت گریہ و زاری جیسی کہ خواب مین عرض کیگئی اُسکے قریب قریب ہوجاتی ہے ویسی حالت تو ہوتی

نہین خود کوشش کر کے ویسی حالت بنانا چاہتا ہون نہین بنتی - اور کیا عرض کرون دعا کا طالب ہون یہ ماہ مبارک اور احقر بدستور مبتلائے عصیان امید کہ خاص وقت مین دعا فرمایئن کہ اللہ تعالی اصلاح قلب فرمایئن اور خاتمہ بالخیر ہو جاوے -

(**جواب**) دریافت حالت سے مسرت ہوئی - مداومت سے انشاء اللہ تعالی روز بروز نفع بڑہیگا جہر ہی سے کیجئے آواز سے کیا لینا ہے بس اب ہان ہمیشہ کے لیئے چھوڑ دیجئے گریہ اختیاری ہے گریہ کی شکل بنانا بھی بنص حدیث مطلوب و موجب اجر ہے - مین دعا کرتا ہون - کوتاہی کس سے نہین ہوتی - جہان تک ہو سکے بچنا چاہیئے اگر کوتاہی ہو جاوے استغفار کرنا چاہئے - البتہ حقوق العباد و معاملات بہت زیادہ قابل اہتمام ہین اور انکی کوتاہی کا معاف ہونا بھی صاحب حق کے راضی کرنے پر موقوف ہے خواہ حق دیکر یا معاف کر کے -

(۲۵۸ **مضمون**) تراویح مین حافظ کی اجرت لینے سے حرمت صرف مال مین آویگی یا نماز بھی غیر مقبول ہوگی اور مقتدی محتاط آیا علحدہ الم ترکیف سے تراویح پڑہ لے یا اسی جماعت مین شریک ہو -

(**جواب**) نماز امام کی یا اجرت ٹھیرانے والون کی غیر مقبول ہوگی نہ کہ اجرت نہ دینے والون کی اس عذر کے سبب جماعت نہ چھوڑنا چاہیئے -

(**مضمون**) دیہاتی کو اعتکاف مسنون اولے ہوگا یا شہر مین جمعہ جا کر پڑہنا اور اس وجہ سے اعتکاف نہ کرنا - ظاہر تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ فعل اول اولے ہوگا اس لئے کہ سنت مؤکدہ علے الکفایہ ہے اور فعل آخر صرف عزیمت -

(**جواب**) قواعد سے اعتکاف ہی اولے ہے -

(۲۵۹ **مضمون**) حضور کہ وقت صعود منبر یک چوب کہ آن را لاٹھی گویند در دست گرفتہ بود آیا صاحبان اکابر اسلام کہ بودند این چیز را بدست می گرفت یا عصا را و طول او چہ قدر بود -

(**جواب**) برائے راحت گرفتہ بودم نہ بطور عبادت -

(**مضمون**) وقت خواندن اشعار حضور انگشت سبابہ را زیر و بالا میکردا آیا منشاء این در کدام مقامے معلوم میشود -

جواب - این حرکت طبعی بود نہ کہ شرعی۔

(**مضمون**) حین ختم الوعظ یک سفید ریش انگشتان در گوشہا نہادہ چند آیۂ قرآنی محاذی منبر خواند آیا این خواندن باین کیفیت را اصل در کتب دین من غیر القیاس معلوم میشود یا نہ۔

(**جواب**) از نظرم نہ گذشتہ۔ غالبًا برائے رفع صوت کردہ باشد کہ دلیلے بر منعش قائم نیست۔

(۶۰۲ **مضمون**) مجھے جناب کے خدام مین شریک ہونے کی عزت ابھی تک حاصل نہین بلکہ مین حضرت مولانا محمود حسن صاحب سلمہ ربہ کے بدنام کرنے والون مین سے ہون۔ ایک زمانہ تھا کہ اذکار و اوراد کی برکت سے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو مرتبہ حضرت سیدنا ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کی ایک مرتبہ حضرت امام ابو حنیفہ و شافعی رحمہما اللہ کی ایک مرتبہ زیارت سے معزز و ممتاز ہوا۔ صحت جسمانی کمزور ہونے کے باعث اذکار کو ترک کرنا پڑا صرف پاس انفاس پر قناعت کی اور اب وہ بھی متروک ہے ادھر حضرت مولانا ممدوح تشریف لے گئے صحت اب تک خراب ہے خوابہاے پریشان تنگ کرتے ہین اکثر اپنے آپ کو برہنہ بدن دیکھتا ہون نماز مین لطف حاصل نہین ہوتا۔ تلاوت گاہے ہو جاتی ہے طبیعت مین اضطراب و پریشانی رہتی ہے اپنی نماز اور دیگر اعمال صالحہ پر اطمینان نہین ہوتا۔ انگریزی خوانون کا ہر وقت مجمع رہتا ہے نوافل متروک ہین اور کبھی کبھی سنن کو بھی ترک کر دیتا ہون صرف فرائض پر قناعت کرتا ہون۔ کاہلی کا غلبہ رہتا ہے اب اگرچہ رمضان ہے مگر نہ تو تراویح پڑھتا ہون اور نہ کسی قسم کے نوافل بلکہ عمومًا سحری کے بعد سونے کے باعث نماز صبح قضا کرنی پڑتی ہے مجھے اپنی نسبت قطعًا یقین ہے کہ میری یہ حالت بہت بُری ہے اب مین چاہتا ہون کہ جناب اس بدبخت کو اپنے سلسلہ خدام مین داخل فرمائین۔

(**جواب**) اسکے معنے تو یہ ہین کہ مرض تو دق ہے اور نسخہ زکام کا لکھدیا جاوے۔

(**مضمون**) اور یہ میرا عقیدہ ہے کہ اسوقت ہندوستان مین آپ سے بڑھکر حکیم الامۃ ہونے اور امت مسلمہ کے امراض کا علاج صحیح صرف آپ کے پاس ہے اس لیے میرے واسطے کسی استخارہ وغیرہ کی ضرورت نہین تھانہ بھون یہان سے بہت زیادہ فاصلہ پر ہے اسلیے

اگر حضور والا حاضری کی تکلیف معاف فرما کر ضروری ہدایات بذریعہ خط کے ارسال فرمادین تو انشاء اللہ ان پر عمل پیرا ہونے کی پوری سعی وکوشش کرون گا مگر جناب کی توجہ کامل اور دعاء مستجاب کی امداد کے بغیر یہ بیڑا پار نہوگا۔

(**جواب**) السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ مین نے جو جواب عرض کیا ہے وہ مرضی کے تو خلاف ہوگا مگر مرض کے موافق۔ والسلام۔

(**۲۶۱ مضمون**) امسال دو چاند شعبان ورمضان کے یکے بعد دیگرے تیس تیس کے ہوچکے ہین اور علم ہیئت کی رو سے دو سے زیادہ چاند مسلسل تیس یا انتیس کے نہین ہوا کرتے لہذا اسکی عید کا چاند از روے ہیئت ۲۹ کا ہونا چاہیے۔ اب صورت مسئولہ یہ ہے کہ اگر ۲۹ رمضان کو بوجہ گرد وغبار یا ابر وغیرہ کے چاند دکھائی نہ دیا تو ۳۰ رمضان کو روزہ ہوگا یا عید۔

(**جواب**) روزہ ہوگا ہیئت کا ان احکام مین اعتبار نہین۔

(**۲۶۲ مضمون**) اشتہارات سے معلوم ہوا کہ جناب مولوی احمد حسن صاحب زاد خلوصہ بہشتی زیور کی تصحیح وتوضیح کر رہے ہین اگر مثل بہشتی گوہر کے ہر مسئلہ پر کتب متداولہ کے حوالہ جات ہون تو ناعاقبت اندیشون کے طعن سے رستگاری ہوتی کیونکہ علم ودانائی تو نہین صرف عربی چند کتابون کے نام یاد ہین اگر وہ نام دیکھے تو سمجھتا ہے کہ شی ہے ورنہ لغو بات بکنے لگتا ہے اسطرف کے فرقہ رضائیہ کا بہشتی زیور پر یہی اعتراض ہے کہ اس مین کتب متداولہ وغیرہ کا حوالہ نہین۔

(**جواب**) مولوی احمد حسن صاحب مدت ہوئی حواشی بہشتی زیور کے لکھ چکے ہین اگر اُس زمانہ مین یہ مشورہ دیا جاتا رعایت ممکن تھی۔ اب مستقل طور پر دوبارہ محنت کرنا ایسے شخص کو بہت دشوار ہے جس کو بہت زیادہ کام ہین مگر مجکو آپ سے یہ تعجب ہے کہ آپ محض اس بنا پر اسکو ضروری بتلا رہے ہین کہ مخالفین طعن کرتے ہین سوا اس سے ضروری کیا ہے ایسے امور کا خیال کرنا میرے نزدیک شعبہ کبر کا ہے۔

۱۶ رمضان المبارک ۱۳۳۴ھ

(**۲۶۳ مضمون**) مکان پر جب حضور کی قدمبوسی حاصل کر کے واپس پہونچا تو جتنے میرے

دوست ملنے آئے اگر اُن مین سے کسی نے حضور سے خوش اعتقادی ظاہر کی اور حضور کا ذکر چھیڑا تو یہی جی چاہتا تھا کہ ہر وقت اگر حضور ہی کا ذکر ہوتا رہے تو اس سے بڑھ کر کوئی شغل نہین۔ اور مین گھنٹون بیٹھا ہوا حضور کی باتین کرتا رہ جاتا اور اپنے کل حالات اور حضور کے فیض اور برکت دعا کا اثر اس سے بیان کرتا تھا جب وہ شخص چلا جاتا تو مجکو یہ خیال ہوتا تھا کہ اپنے حالات کسی سے بیان نہین کرنی چاہئیں اس سے برکت جاتی رہتی ہے مگر جب پھر کبھی موقعہ حضور کے ذکر کا کسی ہم خیال سے آجاتا تو پھر وہی تذکرے سارے چھڑ جاتے اور اُس وقت دل کو ایسی فرحت اور سرور معلوم ہوتا تھا کہ جس کو مین بیان نہین کر سکتا اور جب تک کہ ہر ایک حال کو بیان نہین کرتا اُسوقت تک دل پر ایک نوع کی گرانی معلوم ہوتی تھی. اور اب بھی یہی حال ہے۔ اور جو شخص کہ حضور سے محبت رکھتا ہے اس سے بڑھکر میرے نزدیک کوئی میرا دوست نہین اور اگر یہ معلوم ہو جاے کہ یہ شخص حضور کے خلاف ہے تو اس سے زیادہ میرے لئے کوئی دشمن نہین اور جو لوگ حضور سے توسل رکھنے والے ہین اُنکی محبت میرے دل مین ایسی ہے کہ انکو دیکھکر میرے دل کو ایک قسم کی تقویت پیدا ہو جاتی ہے اور قلب کو انبساط حاصل ہوتا ہے میرا جی یہ نہین چاہتا کہ کوئی شخص سوائے حضور کے کسی اور بزرگ کی تعریف یا ذکر میرے سامنے کرے اگر میرے سامنے کسی اور بزرگ کا ذکر کوئی کرتا ہے تو میرا یہ خیال ہوتا ہے کہ یہ شخص چونکہ حضور کے دربار سے غافل ہے اس وجہ سے دوسرے کا ذکر کر رہا ہے ورنہ یہ بات اس سے نہوتی۔ مجکو یقین ہے کہ دنیا مین حضور سے بڑھ کر کوئی شخص نہین ہے اور جتنے لوگ ہین حضور سے کمتر درجہ مین ہین۔ بعض وقت خیال ہوتا ہے کہ میرے لیئے ذات نبویہ علیہا الصلوٰۃ والتحیۃ کے بعد حضور ہی باعث فیض ہین۔ حضور کا خیال و تصور میرے لیئے ایسا بابرکت ہے کہ اگر حال رنج و غم یا پریشانی مین خیال ہو تو میرے قلب کے لئے باعث تسکین ہے اور اگر کوئی شخص کسیکو حضور سے بزرگ ظاہر کرتا ہے تو مجکو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ اندھا ہے اس کو بھلے بُرے کی تمیز نہین یا دریافت حق سے بے بہرہ ہے۔ جب طبیعت کبھی گھبراتی ہے اُس وقت کچھ ذکر کرنے یا اللہ کہنے سے ایک گونہ اطمینان قلب ہوتا ہے اسیطرح اگر حضور کا ذکر ہو تو دل کو تسلی ہوتی ہے۔

(جواب) اصل اس کی محمود و نافع ہے کہ حب شیخ ہے باقی اسکے آثار خاصہ طبعیہ ہین نہ محمود نہ مذموم لیکن ہمیشہ خیال رہے کہ عملاً سنت سے تجاوز نہو۔

(۲۶۴ مضمون) ورد کی حالت یہ ہے کہ جب تک تعداد مقرر پوری نہین ہوتی اُس وقت تک دل بیچین رہتا ہے اور ایسی کیفیت ہوتی ہے جیسے کبھی نماز کا وقت تنگ ہوجاتا ہے اور پریشانی ہوتی ہے اور جب تک نماز ادا نہ ہوجائے اطمینان نہین ہوتا۔ گویا یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو ذکر مین کرتا ہون اپنے دل کے آرام کے لیے کرتا ہون اگر نہ کرون تو طبیعت مطمئن نہین رہ سکتی خواہ وہ ذکر یکسوئی کے ساتھ نہو نہ سہی۔

(جواب) ماشاء اللہ تعالے یہی مقصود ہے۔

(۲۶۵ مضمون) بعض وقت یہ خیال ہوتا ہے کہ شاید اس ذکر سے مجکو ثواب کے لحاظ سے فائدہ ہوا ہو یا نہو کیونکہ اسمین اپنا آرام مقصود ہوتا ہے تو اس حالت مین طبیعت متردد ہوتی ہے مگر خیال کرتا ہون کہ ذکر کرنا نہ کرنے سے ہر حال مین بہتر ہے۔

(جواب) یہ خیال بالکل صحیح ہے دوسرے اس مین تو زیادہ اخلاص ہے کہ اگر ثواب بھی نہو تب بھی ذکر کرتا رہے۔ رہا آرام سو اس آرام کا منشا بھی تو محبت ہی ہے ورنہ ہر شخص کو ذکر سے آرام کیون نہین ملتا پس یہ وہ آرام نہین جو خلوص کے خلاف ہو۔

(۲۶۶ مضمون) خادم نے قبل ازین ایک قطعہ نیاز نامہ ارسال خدمت کیا تھا لیکن جو احقر کا عزم قدمبوسی آنجناب کے اُسپر آنحضرت کی توجہ مبارک مبذول نہوئی اس لئے مکرر سماعت خراشی سے معافی کا خواستگار ہوکر عریضہ ہذا ارسال خدمت کیا ہے امید کہ پایۂ قبولیت کو پہونچکر دو جہان مین معزز فرمایئے گا حسب الارشاد (ملفوظات آنجناب جیسے مولانا امام غزالی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفات مین احیاء العلوم الدین و منہاج الدین وغیرہ کا فدوی نے مطالعہ آغاز کیا ہی روز افزون بوجہ لاعلمی و محرومی اُن مدارج علیا کے سخت پریشان خاطر ہو رہا ہے چونکہ اُن تمام ظاہری و باطنی علوم کی تحصیل و تکمیل بغیر راہنما و مرشد متشرع کامل کے غیر ممکن اور فی زمانہ مرشد و معلم متشرع کامل دستیابی نایاب صرف احقر کی جستجو و نظرون مین سوائے آنحضرت کے کوئی اُن اوصاف سے متصف نظر نہ آئے اس لیئے اپنے خواہش

عزیز و اقارب دوست واحباب وطن و گھر بار بلکہ لذات دنیوی و ملازمت وغیرہ کو خیر باد کہکر روکش ہوکر آنحضرت کے سایۂ عاطفت مین اس عمر ناپائدار کو گذارکر دونون جہان مین سرخروئی وفیضیابی علے الخصوص معرفت خداوندی واحمدی کی تحصیل کے لئے اخلاص دلی سے حاضر ہونا چاہا ہنوز درد دست برطلبی نہوئی لہذا اکر رعرض رسا ہون کہ حضرت خدمت والا مین احقر کو طلب فرماکر اپنے زمرۂ خدام مین شمر یاب فرمایئن۔ تاکہ اس گمراہ وعاصی کا شمار بطفیل و بتوجہ آنحضرت دنیا وعقبیٰ مین امت محمدی و بندگان خداوندی مین ہو اور روز جزا و سزا شرمندگی نہ اُٹھانی پڑے۔ ان ہی تصورات مین بوجہ دوری اقدام مبارک کی گاہ بگاہ ایسی حالت ابتر ہوجاتی ہے۔ کہ آبادی و متعلقین سے وحشت و دامن کوہ کی نشست سے انسیت بلکہ بخوف افزودی گناہ آئندہ کے بارگاہ سے امین ہونے کی تدبیر جان عزیز کی ہلاکی کا خیال دامن گیر ہوجاتا ہے وغیرہ وغیرہ اور اپنے کل علائقین سے روکش وعیش وعشرت دنیوی وملازمت وغیرہ سے دست بردار ہوکر صرف معرفت خداوندی وتکمیل منازل محمدی کی تحصیل کی غرض سے خدمت بابرکت مین حاضر ہونا چاہتا ہون وغیرہ اور نیز علوم کیمیا ریمیا سیمیا ہیمیا انکی حقیقت کیا ہے اور یہ کون سے علوم ہین براہ نظر ہمدردی اسلامی آگاہ فرمایئے۔ وغیرہ الخ

(جواب) اس کا جواب تنقیحات ذیل پر موقوف ہے (۱) آپ کتنا پڑھے ہوئے ہین (۲) آپ میرے رسالہ اصلاح الرسوم کے متعلق کیا خیال رکھتے ہین (۳) آپ یہان کتنا قیام کرسکتے ہین (۴) کیمیا وریمیا وغیرہ کا تصوف سے کیا علاقہ سمجھتے ہین (۵) طریق تصوف کا اصلی مقصود کیا سمجھتے ہین اگر جواب دیجئے یہ پرچہ بھی ہمراہ بھیجئے۔

(مضمون) اور مندرجہ ذیل مسائل کتب بسیط کے مطالعہ مین نظر سے گذرے جو سمجھ مین نہین آئے براہ کرم گستری جوابات با دلائل سے تفہیم وفہمائش ہو تو عین نوازش ہے

(جواب) دلائل سمجھنے کے لئے علم درسی کی ضرورت ہے آپ کو کتنا حاصل ہے۔

(باقی آئندہ صفر ۳۶ھ)

حکیم الامۃ حضرت مولانا تھانوی دامت برکاتہم

کے

ملفوظات و مکتوبات

کے

ایک نہایت نافع اور دلچسپ جدید و لذیذ عام فہم مجموعہ

ملقب بہ

حسن العزیز

کی چوتھی جلد

مرتبہ حکیم مولوی محمد یوسف صاحب و حکیم مولوی محمد مصطفی صاحب وغیرہما

باہتمام خاکسار رفیق احمد مالک مطبع

در مطبع امداد المطابع تھانہ بھون طبع گردید

رحمت اللہ پریسمین میرٹھی

حُسن العزیز ملفوظات کی چوتھی جلد

جسکو حکیم محمد مصطفیٰ صاحب وغیرہ نے اور قدرے حکیم محمد یوسف صاحب مرحوم نے مرتب کیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

واقعہ - ایک جگہ دعوت کھاکر چلنے کو ہوئے ایک صاحب نے شام کی دعوت کیلئے عرض کیا بعد عرض کرنیکے یہ معلوم ہوا کہ وہ شخص چار سال ہوئے بیعت ہوئے تھے حضرت نے فرمایا کہ کوئی خط اس عرصہ میں میرے پاس بھیجا اُنھوں نے کہا کہ نہیں (اسپر فرمایا -

ارشاد - پھر میں آپکی دعوت کیسے قبول کرلوں جائے قیام پر آئیے وہاں کہئے یہ تو دوسرے کا مکان ہے وہاں گفتگو ہوگی (چنانچہ وہ صاحب بعد ظہر جائے قیام پر آئے اور دعوت کے لئے پھر پیش کیا اسپر فرمایا) شکایت یہ ہی کہ آپ اتنے روز سے بیعت ہیں نہ خط کتابت کی نہ کوئی بات پوچھی اب تدارک یہ ہونا چاہئے کہ آپکی درخواست منظور نہ کیجائے (اُنھوں نے کہا غلطی ہوئی اسپر فرمایا) جب غلطی رفع ہو جاویگی تو ہم بھی عذر رفع کر دینگے بھلا ایسی بھی بے تعلقی کرتے ہیں کہ مجھکو ملکر یہ بھی نہیں معلوم ہوا کہ تم ہو کون جب غلطی چھوڑو گے ہم بھی چھوڑ دینگے یہ بات کچھ تو سزا ہونی چاہئے فقط

واقعہ - ایک جگہ دعوت تھی وہاں گئے جب کھانا کھاچکے تو ایک صاحب جو ہمراہیوں میں تھے حضرت کے سامنے کا بچا ہوا کھانا کھانے لگے جیسے رسم ہے کہ بزرگوں کے سامنے کا بچا ہوا متبرک سمجھکر اکثر لوگ کھاتے ہیں دوسری بات اُن صاحب نے یہ کی تھی کہ روٹیاں کہیں اُس کے سامنے اور کہیں اُسکے سامنے رکھنی شروع کر دی تھیں حالانکہ وہ مہمان تھے حضرت نے اُنپر اُن کو جھڑکا اور فرمایا

ارشاد - اسکے متعلق ایک تو مسئلہ ہی وہ یہ کہ جو کھانا بچا ہوا ہے وہ صاحب خانہ کی ملک

ہے اسمیں دوسرے کو تصرف بلا اجازت درست نہیں اگر بڑا شوق ہے تو کھانا اٹھ جانے پر مہتمم سے مانگ کر کھا لیجئے اور مسئلہ کے علاوہ اسمیں ایک خرابی یہ ہے کہ دوسرے شخص کو یعنی جسکے سامنے کا کھانا کھایا ہے بنانا ہے کہ آپ ایسے ہیں اور اپنی عقیدت جتلانا ہے کہ ہم ایسے معتقد ہیں ایک یہ کہ گھر والوں کو خود اس کھانے کا لینا منظور رہتا ہے وہ پسند نہیں کرتے دوسرے کو دینا اور یہ سب باتیں بالکل ظاہر ہیں مگر رسم غالب ہو گئی ہے حقائق کو نہیں دیکھتے (اور روٹیوں کا بندوبست کرنے پر فرمایا) آپ کوئی منتظم ہیں آپ تو خود مہمان ہیں جیسے میزبان بٹھائے بیٹھے اور جسطرح کھانا رکھے رکھنے دیجئے آپکو اس سے کیا بحث بات یہ ہے کہ آپ اپنے کو بڑا جانتے ہیں کہ ہم بھی کچھ ہیں۔ اسلئے ہر بات میں دخل دیتے ہیں ساری خرابی اپنے کو بڑا جاننے کی ہیں۔ اگر آدمی اپنے کو سب سے پست جانے تو ہر کام کی جرأت نکریگا (پھر ان صاحب نے راستہ میں کہا کہ حضرت یہ مسئلہ معلوم نہ تھا اسپر فرمایا) اسکا گر یہ ہے کہ ہر کام سوچکر کرے بے سوچے نہ کرے پھر غلطی بہت کم ہوگی اس طرح ہر کام میں سوچیگا تو سوال کرنیکی نوبت بھی کم آئیگی بہت سی باتیں خود ہی حل ہو جاوینگی ہمیشہ خیال رکھئے ان باتوں کا بعض وقت میزبان کو بعضی حرکت مہمان کی بہت ناپسند اور ناگوار ہوتی ہے ایسا نہیں چاہئے اور آپ میرے پاس کتنے دنوں سے ہیں مگر آپکو چھوٹی باتوں کی بھی خبر نہیں آپ صرف نفل پڑھنے کو کل مقصود سمجھتے ہیں فقط

ملفوظات سفر ہمیر پور ۱۴ر جمادی الاولی ۱۳۴۱ھ

واقعہ۔ ایک صاحب نے دریافت کیا کہ توسل کی کیا حقیقت ہے اسپر فرمایا۔

ارشاد۔ منقول تو دیکھا نہیں مگر یوں سمجھ میں آتا ہے کہ کسی شخص کا جو جاہ ہوتا ہے اللہ کے نزدیک اس جاہ کی قدر اسپر رحمت متوجہ ہوتی ہے توسل کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اے اللہ جتنی رحمت اسپر متوجہ ہے اور جتنا قرب اسکا آپکے نزدیک ہے اسکی برکت سے مجکو فلاں چیز عطا فرما کیونکہ ہمیں اس شخص سے تعلق ہے اسیطرح اعمال صالحہ کا توسل آیا ہے حدیث میں اس کے معنی بھی یہ ہیں کہ اس عمل کی جو قدر ہے حق تعالیٰ کے نزدیک اور ہم نے وہ عمل کیا ہے اے اللہ برکت اس عمل کے ہمپر رحمت ہو پس معنی یہ ہیں کہ وہ عمل رحمت کا سبب ہے اور واقع میں سبب ہے بھی

اور یہ توسل عمل کے ساتھ حدیث سے بھی ثابت ہے (ایک صاحب نے عرض کیا کہ اعمال کا واسطہ بندے تو حرج ہے (اسپر فرمایا) واجب تو نہیں جو شبہ ہوا- ایک جواز کی صورت تبلائی ہے پھر اس شبہ کو کہ اپنے اعمال کے توسل میں اُن کے مقبول ہونے کا گمان لازم آتا ہے دفع فرمایا کہ کبھی انسان پر رجاء کا غلبہ ہوتا ہے اور کبھی خوف کا کبھی انبساط ہوتا ہے اور کبھی انقباض جو حالت جسوقت غالب ہو اُسکا اتباع کیا جاوے (ایک صاحب نے پوچھا کہ رجاء افضل ہے یا خوف (اسپر فرمایا) اپنے موقع میں ہر ایک محمود ہے جیسے گھی اپنے موقع میں اور شہد اپنے موقع میں جیسے طبیب کہ حسب موقع مسہل منضج دونوں تجویز کرتا ہے اور سب محمود ہیں اب کوئی اعتراض کرنے لگے کہ اِسکو تو یہ نسخہ لکھا اور اسکو نہ لکھا تو اسکی حماقت ہے۔

رجاء افضل ہے یا خوف

واقعہ- ہمیر پور کے اسٹیشن سے چلنے کے وقت لوگوں نے سب سے پہلے حضرتِ والا کو سوار کرنا چاہا تو فرمایا-

ارشاد- کہ ہمراہی پہلے سوار ہولیں تو میں سوار ہوں چنانچہ ایسا ہی ہوا (حضرت نے اسپر عمل فرمایا سید القوم خادمھم کہ قوم کا سردار اُن کا خادم ہوتا ہے کیا ٹھکانا اُس مسکنت اور عمل بالشریعۃ کا) فقط

حضرت کا ہمراہیوں سے پہلے سوار نہونا

ارشاد- جب مدرسہ دیوبند کی حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ اور مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے بنا ڈالی ہے- تو بعض بانیانِ کالج علیگڈھ نے کہا تھا کہ اسکا نتیجہ کیا ہوگا- سوائے اسکے کہ چند قل اعوذ یے اور بڑھ جائینگے بھیک مانگینگے مولانا محمد یعقوب صاحبؒ فرماتے تھے کہ میں نے یہ سنکر حق تعالیٰ سے عرض کیا کہ اے اللہ اسکا عملی جواب آپ ہی دینگے تو فرماتے تھے کہ مجھ سے یہ وعدہ کرلیا گیا کہ جو یہاں سے نکلیگا اُسکی ماہواری آمدنی دس روپیہ سے کم نہوگی (حضرت نے فرمایا) چنانچہ واقعی دس روپیہ سے کم آمدنی والا کوئی نہیں خواہ بلاواسطہ وہاں کا تعلیم یافتہ ہو یا بواسطہ غرض وہاں کے تعلیم یافتوں کو ہاتھ پھیلانے کی ضرورت نہیں پڑتی (پھر فرمایا) یہ لوگ بہت سادی وضع سے رہتے ہیں اسلئے قلیل آمدنی بھی کافی ہوجاتی ہے آجکل تو زیادہ خرچ فیشن ہی کا ہے ورنہ انسان کا تھوڑی آمدنی میں بھی گذر ہوجاتا ہے۔

مدرسہ دیوبند کی خاص برکت اور ایک بزرگ کی دعا اور اسکا ظہور

واقعہ- اسٹیشن پر سپاہی قیدیوں کو لئے ہوئے تھے جیسا کہ معمول ہے اُسوقت

جاہ کے متعلق

حضرت والانے فرمایا۔

ارشاد۔ اس سے جاہ کی حقیقت معلوم ہوتی ہے جیسے قیدی مقید ہیں ایسے ہی سپاہی قیدیوں کے ساتھ مقید ہیں پس اہلِ جاہ بھی جاہ میں مقید ہوتے ہیں چنانچہ انکو ہروقت ایسے خیالات رہتے ہیں کوئی معتقد نہ ٹوٹ جاوے کوئی یوں نہ کہے کوئی طعن نہ کرے کہیں کسی کو یہ بُرا نہ معلوم ہو خصوص آجکل کے مشائخ میں ایک یہ بھی ہے کہ کوئی اپنا معتقد دوسرے کا معتقد نہو جائے

ریل میں تیسرا درجہ بہتر ہے

ارشاد۔ ریل کے ادنیٰ درجہ میں جسمانی تکلیف تو ہوتی ہے کہ ہجوم ہوجاتا ہے مگر روحانی راحت ہے کیونکہ متکبر لوگ نہیں ہوتے اور اعلیٰ درجہ میں جسمانی راحت تو ہے مگر روحانی تکلیف ہے کیونکہ اکثر مذاق کے خلاف لوگ ہوتے ہیں تیسرے درجہ میں لوگ ہماری رعایت کرتے ہیں اور بڑے درجہ میں ہمیں دوسروں کی رعایت کرنی پڑتی ہے ایک دفعہ ہم بڑے درجہ میں سوار تھے اُسمیں ایک عیسائی شخص مذہبی گفتگو کرنے لگے میں نے کہا کہ یہ موقع اس گفتگو کا نہیں کہنے لگے کہ تفریح سے راستہ کٹے گا میں نے کہا کہ مذہب تفریح کے لئے نہیں عمل کیلئے ہے پھر وہ نہیں بولے۔

حضرتؒ کے استقبال کیلئے گولے اور انکو حضرتؒ کا منع کرنا

واقعہ۔ ہمیرپور تقریبًا دو کوس رہا ہوگا وہاں لِئے ٹھیرے معلوم ہوا کہ ہمیرپور میں بعض لوگوں نے گولے بنوائے ہیں اِس غرض سے کہ جسوقت حضرت والا قریب شہر کے آجائیں تو اُنکو چھوڑا جاوے تو حضرت نے اُن صاحب سے جو اِسکے منتظم ہوئے تھے فرمایا۔

ارشاد۔ میزبان کو مناسب یہ ہے کہ ایسی بات کرے جس سے مہمان کو راحت پہونچے نہ وہ کہ جس سے کلفت ہو جناب ہمارے توپ گولے تو یہ ہیں کہ اللہ کا راستہ بتلائیں لوگوں کو ہدایت کریں اور وہ اُسپر عمل کریں (چنانچہ ایک شخص کو آگے دوڑاکر ممانعت کردی) (یہ نمونہ ہے اِسکا کہ حضرت والا کو ذرا بھی جاہ اور اپنا بڑا بننا مقصود نہیں آجکل یہ بات بعض علماء میں بھی مفقود ہے کوئی حضرت والا کی خدمت میں قیام کرکے دیکھے تو معلوم ہوگا کہ حضرت میں کتنی تواضع ہے آجکل کے محبانِ جاہ تو گولے چھوڑنے کو فخر سمجھتے ہیں) از جامع

عمدہ انتظام

انتظام۔ جس روز کانپور سے ہمیرپور جانے والے تھے حضرت والا نے کمترین سے فرمایا کہ اُن صاحبوں کے نام لکھ لو جو ساتھ جائینگے اوّل اُنکے جو ہمراہی ہیں پھر جو صاحب باہر سے آئے ہوئے ہیں اُسکے بعد اہلِ شہر چنانچہ میں نے سب کے نام موافق ترتیب مذکور کے لکھلئے

جو صاحب ہمیرپور سے لینے آئے تھے وہ ہمراہیوں کا بھی اور باہر سے آنیوالوں کا بھی کرایہ خود دینا چاہتے تھے حضرت نے فرمایا کہ آپ تو دینے کو تیار ہیں مگر ساتھ والوں سے بھی دریافت کر لیا جاوے کہ کون لیتا ہے اور کون نہیں ۔ پھر قبول کرنے نہ کرنے میں اُنکو آزادی دیجیے خواہ آسانی کے لئے یوں کیجیے کہ سب کا کرایہ حکیم صاحب کو دیدیجیے وہ سب سے الگ الگ دریافت کرلینگے اور جو صاحب نہ لینگے اُنکا کرایہ آپکو واپس دیدینگے اِس سے سب کا خیال معلوم ہو جاویگا نہایت آزادی کے ساتھ اور جو اہل شہر میں سے جاوینگے وہ جانیں اور آپ جانیں غرض ایسا ہی کیا گیا سوائے ایک صاحب کے سب نے کرایہ قبول کر لیا اور سب کو واپسی تک کا کرایہ دیدیا گیا چنانچہ ہمیرپور کے اسٹیشن سے تا شہر یکوں میں گئے دوسرے روز صبح کو حضرت والا نے ایک صاحب سے فرمایا کہ کل جو یکے شہر تک آئے تھے جن صاحبوں نے ریل کا کرایہ قبول کر لیا تھا اُن کا کرایہ تو صاحب خانہ کے ذمہ ہے اُنکے علاوہ جو صاحب تھے وہ اپنا کرایہ ایک صاحب کے پاس جمع کرکے صاحب خانہ کے سامنے پیش کریں وہ نہ لیں تو دوسری بات ہے مگر آپکو دینا چاہیے چنانچہ جمع کر کے جو صاحب خانہ کی طرف سے منتظم تھے اُن کے سامنے پیش کیا گیا اُنھوں نے لے لیا حضرت کا ہر کام نہایت انتظام سے ہوتا ہے اصول حضرت کا یہ ہے کہ کسی پر بار نہو (از جامع) فقط

واقعہ ۔ حضرت نے مجھ سے پوچھا کہ شامیانہ کو شامیانہ کیوں کہتے ہیں ۔ میں نے کہا مجھکو نہیں معلوم اسپر فرمایا

شامیانہ کی وجہ تسمیہ

ارشاد ۔ شامیانہ اہل شام کی ایجاد ہے حج میں جو شامی لوگ آتے ہیں تو اللہ اکبر اُنکے ساتھ بڑے بڑے خیمے اور شامیانے ہوتے ہیں گو یہاں کی بہ نسبت اُن شامیانوں میں کچھ تغیر ہے مگر ایجاد وہیں کی ہے فقط

ہمیرپور میں مستورات کا بیعت ہونا

مستورات کی بیعت ہمیرپور میں

جس روز حضرت والا ہمیرپور پہونچے بعد مغرب وعظ ہوا جسمیں مستورات بھی تھیں صبح کو چند مستورات کی طرف سے درخواست بیعت کی ہوئی چنانچہ حضرت والا اُن کے مکانوں پر خود تشریف لیگئے اور اُن کو بیعت فرمایا ۔ جب بیعت کرنیکے لئے اندر مکان کے پردہ ہو رہا تھا

بیعت کا مفصل بیان

تومیں نے عرض کیا کہ حضرت میں بھی اندر چلوں تو ارشاد فرمایا کہ مالک مکان سے اجازت لینے پر جاسکتے ہو ویسے جائز نہیں چنانچہ میں نے اجازت لیلی اور اسکے بعد جسجگہ اتفاق ہوا تو اجازت لیکر جاتا تھا اندر مکان کے پہونچنے پر پردہ درمیان میں تھا حضرت والا نے کسی محرم شخص کو اندر پردہ کے کھڑا کر دیا اور اس سے فرمایا کہ جو میں سوال کروں ان عورتوں سے اُسکا جواب لیکر مجھ سے کہتے جاؤ۔ سوال بہشتی زیور دیکھا یا سنا ہے یا نہیں، جواب سُنا ہے سوال کونسا حصہ۔ جواب پہلا حصہ اسپر حضرت نے فرمایا بہت کم سُنا ہے پوری کتاب سُنیں اپنے شوہر کسے سُن لیا کریں اور سات حصّے تو ضرور ہی سُن لینے چاہئیں پھر حضرت نے فرمایا کہ انسے پوچھو سنوگی عمل رکھوگی خواہ عمل کرنا نفس اور طبیعت اور عادت کے خلاف ہو غرض سبنے اقرار کیا۔ اُسکے بعد حضرت نے پردہ کے اندر اپنے رومال کا گوشہ بڑھا دیا کہ وہ بیبی ہاتھ میں لیلیں اور خطبہ پڑھا اور اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھکر یہ آیتیں تلاوت کیں یا ایھا الذین امنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ وجاھدوا فی سبیلہ لعلکم تفلحون ۰ یا ایھا الذین امنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصّٰدقین ۰ ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہؕ ید اللہ فوق ایدیھم فمن نکث فانما ینکث علی نفسہٖؕ ومن اوفی بما عاھد علیہ اللہ فسیؤتیہ اجرا عظیما ۰ اُسکے بعد حضرت نے فرمایا کہ جو میں کہتا جاؤں وہ اپنے دل میں کہتی جاؤ یہ کہو توبہ کی میں نے شرک سے کفر سے بدعت سے چھوٹے بڑے گناہوں سے ایمان لائی میں اللہ پاک پر اور اُسکے سچّے رسول پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ط عہد کرتی ہوں میں کہ پانچوں وقت کی نماز پڑھوں گی رمضان شریف کے روزہ رکھوں گی اگر مال ہوگا زکوٰۃ دوں گی زیادہ گنجائش ہوگی تو حج کروں گی اللہ رسول کے احکام جہانتک ہو سکیگا بجالاؤنگی اور جن باتوں سے منع کیا ہی اُن کو ہرگز نہ کرونگی اگر خطا ہوجاوے تو فوراً توبہ کرلونگی بیعت ہوتی ہوں چاروں سلسلوں میں چشتیہ قادریہ نقشبندیہ سہروردیہ اے اللہ ان سب خاندانوں کی برکت نصیب کر اور قیامت میں ان بزرگوں کے ساتھ مجکو اُٹھا آمین۔ اب دعا کرو کہ خدا سیدھا راستہ چلائے خاتمہ ایمان پر ہو نیک عملوں کی توفیق ہو

اسکے بعد حضرت نے اُن صاحب سے جو واسطہ تھے فرمایا کہ انہیں سمجھا دیجئیگا کہ مسائل بہشتی زیور پر عمل کریں اور جو کوئی نیا مسئلہ پیش آوے خط میں لکھ دیا کریں پتہ میرا لکھا کر اپنے پاس رکھیں پھر حضرت نے فرمایا اگر کچھ پڑھنے کا شوق ہو تو قرآن شریف پڑھا کریں یا سُنا کریں تہجد پڑھ لیا کریں بعد عشاء چار رکعت یا آٹھ اور پانچوں نمازوں کے بعد یہ پڑھا کریں سبحان اللہ ۳۳ بار الحمد للہ ۳۳ بار لا الٰہ الا اللہ ۳۳ بار اللہ اکبر ۳۴ بار چلتے پھرتے استغفار کی کثرت رکھیں اگر پورا استغفار یاد نہو تو اتنا تو یاد ہوگا استغفر اللہ اتنا ہی پڑھنا شروع کر دیں اور آگے یاد کر لیں دو ہفتہ کے بعد حالات کی اطلاع دیں تاکہ سلسلہ تعلیم کا جاری رہے بعض لوگ بیعت کے بعد خبر ہی نہیں لیتے اور جو اب پوچھنا ہو پوچھ لیں ورنہ بعد میں بذریعہ خط کے فقط (بہت سی مستورات بیعت ہوئیں البتہ جنکے خاوند موجود نہ تھے اور انھوں نے بیعت کی درخواست کی تو حضرت نے فرمایا کہ بلا اجازت خاوند کے بیعت نہونا چاہئے ہاں اگر قرائن سے اجازت معلوم ہو جاوے تو خیر ورنہ کبھی آپس میں پھوٹ پڑ جاتی ہے حضرت بیعت فرما کر مکان تشریف لے آئے تھانہ بھون میں ایک صاحب کا خط ہمیر پور سے آیا تھا لکھا تھا کہ جو مستورات حضرت سے بیعت ہوئی تھیں تھوڑے ہی عرصہ میں اُنکی حالت کچھ سے کچھ ہو گئی اور اُنکو بہت نفع ہوا دین کی طرف بہت توجہ ہو گئی اور لکھا تھا کہ اُنکی حالت دیکھکر دوسری مستورات کا رجحان آپکی جانب ہو رہا ہے جامع)

واقعہ۔ ایک صاحب نے کہا کہ سُرمہ مجکو موافق نہیں میں اس سنت سے محروم ہوں۔ میری قسمت۔ اسپر فرمایا۔

ارشاد۔ یہ سنت بالمعنی الاعم ہے یعنی عادات میں سے ہے عبادات میں سے نہیں سنت بالمعنی الاخص نہیں

واقعہ۔ ایک صاحب نے کہا کہ میں غریب ہوں چار روپیہ کا نوکر مجکو بیعت کر لیجئے توبہ کرا دیجئے۔ اسپر فرمایا۔

ارشاد۔ جلدی میں خرابی ہے بیعت میں جلدی نہ کیجئے بعض اوقات یہ خرابی ہوتی ہے کہ بیعت ہو جاتے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ ہم کہاں جا پھنسے جس سے بیعت ہونیکا ارادہ ہو

پہلے اُسکا طریقہ معلوم کرلیا جاوے ایسے شخص کو دھوکا نہیں ہوتا جب میرا طریقہ ہی نہیں معلوم تو دوسرا بہکا سکتا ہے میں نے ایسے واقعات دیکھے ہیں اور توقف میں حرج ہی کیا ہے دیکھو اگر کوئی کسی کو نماز پڑھاوے تو پہلے یوں کہیگا کہ وضو کرلو نماز سے پہلے وضو ہونا چاہئے طریقہ معلوم کرلینا بجائے وضو اور بیعت بجائے نماز ہے - پھر ایسا شخص پکا ہوتا ہے اندیشہ اُس کے ڈگمگانے کا نہیں ہوتا میں پرچہ پر کتابیں لکھے دیتا ہوں پہلے اُنکو دیکھ لیجئے پھر موقعہ ہوگا خط کے ذریعہ سے بیعت ممکن ہو - بہشتی زیور - اصلاح الرسوم تعلیم الدین جزاء الاعمال فروع الایمان - دعوات عبدیت کے جتنے حصے دیکھ سکیں اُنہیں وعظ ہیں ان سب کے ملنے کا ایک پتہ یہ ہے تھانہ بھون ضلع مظفر نگر مطبع امداد المطابع منشی رفیق احمد - اور دوسرا پتہ یہ ہے مولوی شبیر علی مالک اشرف المطابع تھانہ بھون ضلع مظفر نگر فقط

حضرت والا کی بیدار مغزی اور فہم کا اندازہ اس واقعہ سے

واقعہ - جب حضرت والا کانپور سے ہمیرپور روانہ ہوئے کو تھے اور بڑی پیرانی صاحبہ کا ارادہ بعد صحت کھانا پکانے کا تھا مساکین اور اہل خصوصیت کے لئے تو یہ رائے ہوئی تھی کہ گھی ہمیرپور سے خریدا جاوے کفایت رہیگی چنانچہ گھی وہیں سے خریدا گیا ایک پیپہ ٹین کا اُسکے لانے کو ہمراہ تھا مبلغ تیس روپیہ کا گھی تھا تین پاؤ گھی اُس سے بچ رہا بہت سے احباب کی رائے ہوئی کہ کسی گھر سے گھی کا استعمالی برتن منگا کر اُسمیں رکھکر لیجائیں چنانچہ ایک صاحب نے کہا کہ ہمارے یہاں سے منگا لیجئے اُسپر حضرت والا نے فرمایا -

ارشاد - ذرا عورتوں کے دل سے پوچھو آپنے تو کہدیا کہ گھر سے منگا لو عورتوں کو ایسے برتن کے مقابلہ میں اشرفی دینا آسان ہوتا ہے - آپکو کیا خبر اُنکو کتنی گرانی ہوگی میں گرانی نہیں چاہتا مجھے منظور نہیں گوارا نہیں اس تجویز کو ملتوی کرکے جو لوٹا ٹین کا ہمراہ تھا اُسمیں کانپور تک گھی کو لائے - **فائدہ** بظاہر بات تو ذرا سی ہے مگر واقعی ہے بڑے پایہ کی اس سے حضرت والا کی بیدار مغزی اور فہم کا خوبی اندازہ ہوتا ہے کہ کیسی چھوٹی چھوٹی باتوں پر حضرت کی نظر ہو ورنہ حضرت اگر ذرا زبان ہلاتے تو دس برتن موجود ہوجاتے فقط جامع

پھر فرمایا میں تو یہ پوچھتا ہوا بھی گھبراتا ہوں کہ خوشی سے دو تو لیلوں ورنہ نہ لوں کیونکہ اس کے جواب میں لحاظ سے بھی کہدیتے ہیں کہ خوشی سے دیتا ہوں چنانچہ ہمارے وطن میں ایک

شادی ہوئی بعد نکاح یہ دستور ہے کہ لڑکی والا لڑکے والے کو خرچ کی ایک فہرست لکھکر دیتا ہے کہ بھنگی کو اتنا دو اور بھشتی کو اتنا دو چنانچہ اُس فہرست میں ایک روپیہ مسجد و مدرسہ کا بھی تھا آٹھ آنہ مسجد کے اور آٹھ آنہ مدرسہ کے ایک حافظ صاحب جو مہتمم مسجد کے تھے۔ اُس روپیہ کو لیکر میرے پاس آئے میں نے کہا کہ یہ میرے نزدیک جائز نہیں کیونکہ لڑکے والا مجمع سے شرما کر دیتا ہے اسلئے مجھے شبہ ہی جواز میں وہ اینچ پینچ کرنے لگے کہ خوشی سے دیا ہے میں نے کہا اچھا پوچھ آؤ مگر اس طریقہ سے کہ اُن کو واپس کردو اور یہ کہنا کہ چونکہ رسم کے طور پر دباؤ سے دیا گیا ہے اسلئے یہ جائز نہیں ابھی امتحان ہوجاویگا کر لو چنانچہ وہ لیگئے اور اسی طرح کیا تو اُنہوں نے صاف کہا کہ سچ تو یہی ہے کہ میرا دل تو نہیں چاہتا تھا بیشک لحاظ سے دیا تھا اور اگر حافظ صاحب یوں کہتے کہ خوشی سے دیا ہو تو دیدو تو وہ ہرگز واپس نہ لیتے جب واپس کرکے وہاں سے چلے تو اُنہوں نے پھر بلایا اور کہا کہ اب تو یہاں کوئی مجمع نہیں اور میرے قبضہ میں بھی آگیا لیجئے اب خوشی سے دیتا ہوں چنانچہ وہ لے آئے اور کہا کہ آپ درست فرماتے تھے پھر میں نے اُنسے کہا کہ اتباع شریعت کی یہ برکت ہے اب جائز صورت سے ملا نقصان بھی نہوا اول تو اتباع میں دُنیا کا بھی ضرر نہیں ہوتا اور اگر ہو بھی تب بھی دین ہی کو مقدم رکھنا چاہئے امام غزالی رح نے لکھا ہے کہ اگر مجمع میں سوال کرنے سے زیادہ ملے اور خلوت میں کم تو وہ زیادتی حرام ہے کیونکہ دینے والے نے مجمع کے دباؤ سے دیا ہے جب تھانہ بھون کا مدرسہ شروع ہوا تو میں نے ایک مضمون لکھا جسمیں کسی کا نام نہیں لکھا مضمون یہ تھا کہ یہ ایک دینی کام ہے اگر آپ حضرات اس کام کو ضروری سمجھیں تو شریک ہوجاویں ایک بھنگی کا لڑکا تھا جو مسلمان ہوگیا تھا اُسکو وہ کاغذ دیا کہ لوگوں کے پاس لیجاوے اُسکی وجاہت سبکو معلوم ہے اُس سے کہدیا کہ جو کوئی کچھ لکھدے وہ لے آنا اور جو انکار کرے مجھ سے آکر اُسکا قول مت نقل کرنا۔ خیر کسی نے آٹھ آنہ لکھے کسی نے روپیہ لکھا لیکن یہ چندہ بالکل حلال تھا لوگ اس باب میں احتیاط نہیں کرتے حالانکہ حق العباد کا قصہ بڑا اہم ہے اسکے متعلق ایک کام کی بات عرض کرتا ہوں وہ یہ کہ خدا کی نافرمانی کرنے میں تو اپنا ہی نقصان ہے خدا کا نہیں اور معاشرت کی بدنظمی میں مخلوق کو تکلیف ہوتی ہے خواہ ذرا ہی سی تکلیف ہو اسلئے حق العباد میں بہت اہتمام چاہئے فقط

مکتبہ ابیر

مستورات کے پردہ کے متعلق ایک عجیب بیان

ارشاد - اگر پردہ کی شرعی تاکید بھی نہ ہوتی تو غیرت بھی تو کوئی چیز ہے بڑی غیرت کی بات ہے کہ ایک کی عورت کو دوسرا دیکھے روپیہ ادنیٰ درجہ کی چیز ہے لیکن اگر روپیہ ریل میں کسی کے پاس ہوتا ہے تو وہ ہر کسی کو نہیں دکھاتا کہ مرغوب شئے ہے دوسرے کو حرص نہ ہو جاوے بس مصلحت اسی کو مقتضی ہوتی ہے کہ کسی کو دکھایا نہ جائے تو عورت تو اُس سے زیادہ غیرت اور حفاظت کی چیز ہے فقہاء حکمائے اُمت ہیں اُنھوں نے جوان عورت کو سلام کرنے تک کو منع لکھا ہے کیونکہ جوان عورت جب سلام کرتی ہے اِس سے بھی اُسکی طرف میلان ہوتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کے بارہ میں ارشاد ہے فیطمع الذی فی قلبہ مرض حالانکہ اوّل تو صحابہ رضی خود اعلیٰ درجہ کے متقی پھر اُنکے قلب میں آپکی عظمت اور محبت ایسی جسکی کوئی نظیر نہیں پھر اُن بیبیوں سے ہمیشہ کیلئے نکاح بھی حرام باوجود اِن سب باتوں کے فرمایا فیطمع الذی فی قلبہ مرض اور فرمایا اذا سألتموھن متاعا فاسئلوھن من وراء حجاب تو جب نبی صلعم کی بیبیوں کی نسبت یہ قانون جاری کیا اور اسمیں یہ حکمت بتلائی کہ دونوں کے دل پاک رہیں ذالکم اطھر لقلوبکم وقلوبھن پھر آج کون ہے جو اُن سے زیادہ مدعی طہارت و تقدس ہو سکتا ہے یہ تو نصوص ہیں اِدھر فقہاء کے ہاں دلبست دیکھئے اور صوفیہ کے یہاں تو اور بھی تنگی ہے چنانچہ کہتے ہیں کہ امردوں اور عورتوں سے نرم برتاؤ اور گفتگو کرنا رہزن طریق ہے بہرحال مرد و عورت میں باہم میلان طبعی بات ہے بہت ہی احتیاط کی ضرورت ہے بعض عورتیں اسقدر بیباک ہیں کہ مضامین شائع کرتی ہیں اور اُسمیں اپنا نام بھی معہ پورے پتہ کے لکھدیتی ہیں حالانکہ مضامین سے مقصود جب محض افادہ ہے تو اسمیں یہ کیا ضرورت ہے کہ نام بھی ہو ایک لڑکی بڑی نیک ہے اُسنے کچھ مفید مضامین مرتب کرکے ایک نصائح کی کتاب بنائی اور میرے پاس بغرض اصلاح بھیجی نام بھی اپنا خطبہ میں لکھدیا میں نے اُسکو کاٹ کر یہ لکھدیا۔ راقم اللہ کی ایک بندی اور میں نے اُسپر کچھ سطریں بطور تقریظ کے ایسی لکھدیں کہ اگر وہ اپنا نام چھاپے تو تقریظ نہ چھاپ سکے اور اگر تقریظ چھاپے تو نام نہ چھاپ سکے اور وہ یہ مضمون تھا کہ میں نے یہ کتاب دیکھی سب سے زیادہ مجکو یہ بات پسند آئی کہ مؤلفہ نے اپنا نام ظاہر نہیں کیا۔ بعض فقہاء نے یہاں تک لکھا ہے کہ بھتیجی کو چچا تک سے علیحدہ رہنا چاہیئے گو وہ خود محرم ہے مگر اپنے لڑکوں کیلئے پسند

کرلینے کے واسطے اسپر نظر کریگا اور فقہاء نے فرمایا ہے کہ عورت کو اجنبی مرد کا جھوٹا کھانا جائز
نہیں کیونکہ اس کھانے سے بھی رغبت ہوتی ہے میں نے اسکا یہ انتظام کر رکھا ہے کہ جو کھانا بچا ہوا
گھر میں جاتا ہے اگر معلوم نہو کہ کس کا کھایا ہوا ہے تو تب کھالو ورنہ مت کھاؤ فقہاء نے یہانتک
احتیاط کی ہے کہ لکھتے ہیں اجنبی عورت کے چادرہ کو دیکھنا حرام ہے ہمارے یہاں ایک منشی
عبد الرزاق تھے وہ بیان کرتے تھے کہ اُن کے ایک افسر نے پردہ پر اعتراض کیا کہ مسلمان عورتوں
کو قید میں رکھتے ہیں میں نے کہا قید کسکو کہتے ہیں تو اُسنے کہا کہ کسی کو نہ نکلنے دینا یہ قید ہے میں نے
کہا کہ یہ ناتمام حقیقت ہے پوری حقیقت ہم سے سنئے ہمنے قیدخانے دیکھے ہیں جو وہاں شان
ہوتی ہے قید وہ ہے یعنی قیدی نکلنا چاہے اور اُسکو نہ نکلنے دیں پس حقیقت قید کی خلاف طبع
پر مجبور کرنا ہے اور ہمارے یہاں یہ حالت ہے کہ اگر عورت کو گھر سے نکالیں تو وہ اندر گھسے تو
اُسکے لئے قید باہر نکلنا ہوا نہ کہ گھر میں بیٹھنا کیونکہ گھر میں بیٹھنا اُسکے خلافِ طبع نہیں تو وہ قید
بھی نہیں اور باہر نکلنا خلاف طبع ہے اسلئے وہ قید ہے اور میں نے کہا بات یہ ہی کہ ہمارے یہاں
حیا ہے تمہارے یہاں نہیں پس بالکل لاجواب رہ گیا ایک رئیس تھے وہ اپنی بی بی کو باہر نکالنا
چاہتے تھے مگر شریف عورتوں کو مرنا قبول ہے لیکن باہر نکلنا قبول نہیں گھر میں بیٹھنا اُن کی
فطرت ہے چنانچہ اِسی اختلاف میں وہ جان سے ماری گئی ہماری طرف کی اکثر عورتیں ایسی ہیں کہ
حقیقی بھائی کے پاس تنہا بیٹھنا اُنکو گوارا نہیں نیز پردہ میں بڑی عظمت و وقعت بھی ہے۔

واقعہ۔ حضرت والا قبرستان میں تشریف رکھتے تھے ایک صاحب نے سوال کیا کہ قبر پر
ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگنی چاہئے یا نہیں۔

ارشاد۔ ثابت نہیں بس دل میں مانگ لے (چنانچہ حضرت نے کچھ پڑھکر بخشا اور ہاتھ
نہیں اُٹھائے) فقط

ارشاد۔ ایک شخص ہندو جو ایک بزرگ سے بیعت تھا اُنکی وفات کے بعد حضرت مولانا
گنگوہی رح کی حضور میں حضرت کے ایک مرید کا سفارش نامہ لیکر بغرض تجدید بیعت آیا
نے فرمایا کہ مسلمان ہو جاؤ تو مرید کرلوں وہ مسلمان نہیں ہوا اور چلا گیا اِسپر بعض لوگوں
حضرت مولانا رح سے عرض کیا کہ حضرت اگر مرید ہو جاتا تو کچھ اسلام سے قرب ہی ہوتا۔

نے فرمایا کہ نہیں بلکہ اور بعد ہوتا کیونکہ ذکر و شغل کرنے سے بعض اوقات کشف وغیرہ ہونے لگتا ہے تو وہ یہ سمجھتا کہ وصول الی اللہ کے لئے اسلام بھی شرط نہیں حالانکہ ان امور کو کمال میں کچھ بھی دخل نہیں دوسرے اور لوگوں کا عقیدہ بھی خراب ہوتا بعضے سمجھ جاتے کہ تصوف میں اسلام بھی شرط نہیں رہی یہ بات کہ پھر ان بزرگ نے کیوں بیعت کر لیا تھا تو اُسکی وجہ یہ ہے کہ اُن بزرگ کی حالت مجذوبانہ تھی کبھی چھوٹی چھوٹی باتوں پر نظر ہو جاتی تھی کبھی بڑی باتوں پر نہیں ہوتی تھی۔

واقعہ۔ غیر قوموں کی تہذیب کا ذکر تھا اسپر حضرت نے فرمایا۔

بدون اسلام تہذیب آ ہی نہیں سکتی

ارشاد۔ بدون اسلام کے تہذیب حقیقی آ ہی نہیں سکتی وجہ یہ ہے کہ تہذیب اخلاق چونکہ فعل اختیاری ہے اسلئے ضرور اُسکی کوئی غرض اور غایت ہوگی اور اغراض دو قسم کے ہیں ایک اغراض متبدل یعنی وہ غرض کبھی کسی فعل سے حاصل ہو جاتی ہے کبھی کسی فعل سے اور غیر متبدل یعنی جسکا طریقہ ایک فعل متعین ہے سو دوسری قوموں کی اغراض ان اخلاق سے دنیوی ہیں جو متبدل ہیں اسلئے جب اغراض بدلینگے تو افعال بھی بدلجاوینگے اور اہل اسلام کا مقصود اخلاق سے غرض دینی ہے اسلئے نہ غرض بدلیگی نہ فعل بدلیگا مثلاً رضائے حق تعالیٰ کہ وہ ہمیشہ افعال حسنہ پر مرتب ہوتی ہے پس جب مسلم کی غرض اُس فعل سے رضائے حق تعالیٰ ہوگی اسلئے اُسکے وہ افعال نہ بدلینگے یعنی جس فعل سے رضا حاصل نہوگی مسلم وہ فعل ہرگز نہ کریگا گو اُسمیں دنیوی نفع ہی کیوں نہو مثلاً جھوٹ نہ بولیگا کسی اپنے سے ادنیٰ کو تکلیف نہ دیگا رہیں دوسری قومیں سو اُنکی وہ غرض جس طریقہ سے بھی حاصل ہوگی اُسی کو اختیار کرینگے خواہ اخلاق سے یا ترک اخلاق سے مثلاً اگر سچ بولنے سے اُنکی غرض دنیوی تھی تو اگر سچ میں وہ غرض حاصل ہوگی تو سچ بولینگے اور جہاں جھوٹ بولکر غرض حاصل ہوگی وہاں جھوٹ بولینگے یا تواضع سے اُنکی غرض جاہ تھی تو جہاں اپنے سے چھوٹے کو دبانے سے حاصل ہوگی وہاں دبائینگے اور جہاں نرمی و تواضع سے حاصل ہوگی وہاں تواضع کرینگے اسلئے حقیقی مہذب مسلم ہی ہو سکتا ہے غیر قوم میں حقیقی تہذیب آ ہی نہیں سکتی فقط

ایک لڑکی کسی انا کا دودھ نہ پیتی تھی

واقعہ۔ ایک صاحب نے اپنے بچہ کی نسبت حضرت سے کہا کہ اسنے کسی انا کا دودھ ہی نہیں پیا بہتیری انائیں بلائیں اسپر فرمایا۔

ارشاد۔ دودھ ہر عورت کا پلانا بھی نہ چاہئے بچہ کے اخلاق میں اثر آتا ہے (پھر فرمایا)

کہ کیا عجب ہے کہ یہ اچھی علامت ہو اور رحمنا علیہ المراضع پر خود اللہ میاں نے عمل کرایا ہو فقط

ارشاد - بعض لوگ میرے معمولات پر اعتراض کرتے ہیں حالانکہ میرے معمولات کا سب کا خلاصہ یہ ہے کہ گرانی سے بچایا جائے اپنے کو بھی اور دوسرے کو بھی۔

واقعہ - ایک صاحب نے سوال کیا کہ جو قرآن سُن رہا ہو وہ کس طرف توجہ رکھے اسپر فرمایا۔

ارشاد - حضرت حق کی طرف توجہ رکھے گویا حضرت حق کا مشاہدہ کر رہا ہے نہ الفاظ کا لحاظ ہو نہ معنیٰ کا چنانچہ حدیث میں ہے ان نعبد اللہ کانک تراہ یہ نہیں فرمایا کانک تری الالفاظ او المعانی اور ارشاد ہے واذکر اسم ربک و تبتل الیہ تبتیلا ہ یعنی نام لینے کیوقت خاص اُسی کیطرف توجہ ہو اور یہ اعلیٰ درجہ ہے کہ خاص ذات کا تصور ہو ورجہ ادنیٰ قابلہ درنہ تو اور فرقوں سے توجہ الی الالفاظ و المعانی ہی بہتر ہے (ایک صاحب نے سوال کیا کہ حق کے تصور میں خیال تو الفاظ کی طرف بھی ہو ہی گا اسپر فرمایا) محبوب باتیں کرتا ہو تو عاشق کا خیال اسطرف بھی تو ہوتا ہے کہ کیا کہہ رہا ہے مگر مقصود محبوب ہی ہے (پھر فرمایا) ہر ایک کے لئے ایک ہی قاعدہ نہیں کسی کو الفاظ و معنی کا تصور مفید ہے کسی کو حضرت حق کا تصور مبتدی کو الفاظ و معنی کا تصور مفید ہے اور منتہی کو حضرت حق کا تصور ہر ایک کی استعداد جدا ہے یہی وجہ ہے کہ سلوک میں خفیہ تعلیم کیجاتی ہے تاکہ دوسرے کو حرص نہو کہ جو فلانا پڑھ رہا ہے وہی میں پڑھوں حالانکہ وہ اُسکے مناسب نہیں پس چونکہ استعدادیں مختلف ہیں اسلئے صوفیہ مختلف طریقہ سے تعلیم کرتے ہیں کیونکہ ہر ایک کی جدا تدبیر ہے سو اس طریق میں کوئی بات قابل اخفا کے نہیں ہے بلکہ بعضوں کیلئے دوسری طرف متوجہ ہو جانا مضر ہو جاتا ہے جیسے بعض بچّہ اپنا سبق تو یاد نہیں کرتے دوسروں کو گو یاد کر لیتے ہیں اور پھر پٹتے ہیں فقط

ارشاد - اگر بی بی اپنے مرض الموت میں مہر معاف کرے تو معتبر نہیں وجہ یہ کہ یہ وصیت ہے اور وصیت وارث کے لئے ناجائز ہے اور خاوند ہے وارث اسلئے اُسکے لئے وصیت نہیں ہو سکتی پس معافی بھی نہیں ہو سکتی فقط +

تحریر حکیم محمد یوسف صاحب ختم شد

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حَامِدًا وَّمُصَلِّیًا

خیر العبور سفرنامۂ گورکھپور

(کہ جزوے از حسن العزیز است)

اما بعد احقر الوریٰ محمد مصطفیٰ بجنوری عرض رسا ہے کہ مدت دراز سے خاکسار کو یہ تمنا تھی کہ کسی موقع پر اپنے پیر و مرشد زبدۃ المحققین مجدد الملۃ والدین حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب مدظلہ کے ساتھ طویل سفر کرے تاکہ حضرت والا کے اخلاق و معاملات و معاشرات و معمولات سے استفادہ کر سکے مگر اس آرزو کے پورا ہونے میں ہمیشہ کوئی نہ کوئی مانع موجود رہا اتفاقاً ماہ محرم ۱۳۳۵ھ میں بروقت تشریف آوری حضرت والا کے میرٹھ میں احقر نے یہ خواہش ظاہر کی فرمایا بہت قریب ایک سفر گورکھپور کا ہونے والا ہے اگر جانا ہے تو یہ موقع ہے اور خرچ سفر تیرا ہمارے ذمہ احقر کو جو کچھ خوشی ہوئی بیان نہیں کر سکتا اور باوجود کثرت علائق اور بعض خاص عوائق کے تہیہ کر دیا اور تاریخ ۱۶ صفر ۱۳۳۵ھ روز بدھ (مطابق ۱۳ دسمبر ۱۹۱۶ء) کو میرٹھ سے مرادآباد پہونچکر حضرت کے ہمرکاب ہو گیا۔

جن لوگوں نے حضرت والا کی صحبت اٹھائی ہے یا ایک دفعہ بھی زیارت کی ہے وہ بخوبی اس بات کی تصدیق کرینگے کہ حضرت والا کی ذات بابرکات کو حق تعالیٰ نے سچ مچ حکیم الامت بنایا ہے اور حضرت کا کوئی قول و فعل بلکہ ادنیٰ حرکات و سکنات بھی حکمت اور گہری حکمت سے خالی نہیں اور بلا شک و شبہ وجود باوجود اسکا مصداق ہے ؎

اے قبائے رہنمائی راست بر بالائے تو　　علم و حکمت اشرف از گوہر والائے تو

احقر کا ارادہ خود ہی پہلے سے تھا کہ اس سفر کے تمام واقعات و ملفوظات قلمبند کرے اور اس قصد کو بعض صمیم احباب مثل خواجہ عزیز الحسن صاحب اور میر معصوم علی صاحب کی فرمایش نے اور بھی موکد کردیا۔ اور کاغذ اور پنسل کافی مقدار میں ہمراہ لے لیا اور تمام سفر میں اسی کے سر رہا کہ حتی الامکان کسی ملفوظ اور واقعہ کو قلمبند کرنے سے نہ چھوڑے اُٹھتے بیٹھتے اور سوتے جاگتے ہر وقت کاغذ پنسل پاس رہتا افسوس ہے کہ قلم زبان کا ساتھ پورا پورا نہیں دے سکتا ورنہ ایک لفظ بھی حضرت والا کا ضائع نہ جانے دیتا تاہم جہانتک ہاتھ نے یاری کی کوشش کی اور وہ باتیں بھی جنکو لوگ بالکل معمولی سمجھتے ہیں حتی الامکان درج کرنے سے نہ چھوڑیں ع وللناس فیما یعشقون مذاہب

جو لوگ حضرت والا سے تعلق رکھتے ہیں اُنکے نزدیک تو کوئی بات بھی حضرت کی معمولی نہیں اور کم سے کم ان کے درج کرنے میں نفع استحضار واقعہ تو ضرور ہے اور بسا اوقات ایسا بھی ہوا ہے کہ بات کا شروع بہت معمولی صورت سے ہوا مگر بمصداق می تراود وچہ کنم انچہ در آرند من است اُسپر حضرت کی زبان سے اُن حکمتوں کی بنا ہوگئی جو سالہا سال کی محنتوں سے بھی حاصل نہو سکتیں مثلاً ایک جگہ آتا ہے کہ ہاتھی پر سوار ہوکر چلے اور اُسپر گھنٹہ بھی تھا اُسپر تقریر شروع ہوئی اور اُسکو ایسا امتداد ہوا کہ ۱۱ گھنٹہ تک ختم نہوئی اُسکا نام بھی علیحدہ ادب الاعلام رکھدیا گیا۔ علی ہذا کئی تقریریں ذرا ذراسی معمولی بات پر ایسی ہوئی ہیں کہ مستقل وعظ کہے جا سکتے ہیں اُن کے نام بھی مستقل رکھدئے گئے ہیں اور کوئی کچھ بھی کہے حق یہ ہے کہ حضرت کی چال ڈھال تک بھی ایسی ہے جسمیں حکمت کے سبق کے سبق بھرے ہوئے ہیں۔ اگر میرے امکان میں ہوتا تو ایک لفظ بھی جانے ندیتا تاہم جو کچھ ہوسکا ہدیۂ ناظرین ہے۔

جہری نمازوں میں جو جو سورتیں حضرت نے پڑھیں اور ہر موقعہ پر مجمع کی تخمینی تعداد اور مقام مقام پر پہونچنے کے اوقات اور مختلف اشخاص سے مکالمت میں لطائف وظرائف وغیرہ وغیرہ جہانتک قابو چلا منضبط کیں بالخصوص نماز جس جس طرح ریل وغیرہ میں پڑھی گئیں سب کو بہت تفصیل کے ساتھ لکھا ہے تاکہ نماز پڑھنے والوں کے لئے کافی بصیرت ہو اقول وباللہ التوفیق۔

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ میں تاریخ کو وقت غروب سے شروع کرونگا مثلاً بدھ کے دن عصر کے وقت مراد آباد سے روانگی ہوئی ہے اسوقت تاریخ ۱۶ صفر لکھی جاویگی اور مغرب سے ۱۷ اور روز جمعرات میں شمار کرونگا نیز بعد ختم سفرنامہ کے معمولات سفر کو تفصیل کے ساتھ علیحدہ لکھدونگا جیسا کہ معمولات حضر مفصلاً معمولات اشرفی میں لکھ چکا ہوں۔ اگر موقعہ ہوا تو ان معمولات سفر کو معمولات اشرفی کے اخیر میں طبع ثانی کے وقت ملحق کردیا جاویگا۔ اور نماز کی ترکیبیں بھی یکجا جمع کردیجاویں گی اور علوم غیر منقولہ کو جو از قبیل واردات قلبیہ حضرت والا ہیں علیحدہ نقل کرونگا۔

الحمد للہ کہ اس تمام سفرنامہ پر حضرت والا کی اصلاحی نظر بھی ہو چکی ہے اور ہر قسم کے انتخابات بھی ہوگئے۔ معمولات سفر کا نام (معمولات سفر حصہ دوم معمولات اشرفی) ہوا اور کیفیات نماز کا نام (صلوٰۃ السفر) رکھا گیا اور علوم غیر منقولہ کا نام (فرائد الفوائد) رکھا گیا۔

۱۶ صفر ۱۳۳۵ھ روز بدھ

احقر مراد آباد میں ۵ بجے شام کے اسٹیشن پر آکر حضرت والا سے ملگیا اور پچیس تیس آدمی مراد آباد کے حضرت والا کی زیارت کے لیے موجود تھے حالانکہ کسی کو حضرت والا نے اطلاع نہ کی تھی۔ حضرت کیساتھ رفیق سفر صرف مولوی محمد یوسف صاحب مدراسی داماد مفتی لطف اللہ صاحب رامپوری تھے جو تمام سفر میں ساتھ رہے ان کو لوگ مفتی صاحب کہتے تھے اور مراد آباد سے دو ایک طالب علم اور بھی ہمراہ ہو گئے تھے جو متفرق مقامات پر علیحدہ ہو گئے۔

۱۷ صفر ۱۳۳۵ھ شب پنجشنبہ

مغرب کی نماز مراد آباد سے ریل گذر جانیکے بعد ریل ہی میں پڑھی۔ دونوں بنچوں کے بیچ میں حضرت والا کھڑے ہوئے اور دونوں طرف بنچوں پر بندہ اور مفتی محمد یوسف صاحب کھڑے ہوئے اس طرح جماعت کی قبلہ کا رخ سیدھا نہ تھا بلکہ دائرہ سے کم منحرف تھا اسکا لحاظ نہ کیا گیا۔ اور پیچھے حضرت والا کے اور بائیں بنچ پر ایک ایک آدمی اور بھی تھا بنچوں پر کھڑے ہونیوالوں کے سر بوجہ اوپر کے تختوں کے پورے نہ اٹھ سکتے تھے سر بالکل جھکائے ہوئے بلکہ قدرے

پشت بھی جھکا کر قیام کیا۔ اور حضرت نے نماز میں معوذتین پڑھیں اور اوابین نہیں پڑھی حالانکہ ریل میں چنداں تنگی نہ تھی ادنیٰ ضیق مسافرین کا لحاظ فرمایا۔ ایک شخص شریک جماعت تھے جو وضع سے مولوی اور مقتدا معلوم ہوتے تھے اُنھوں نے بعد فراغ از نماز مصافحہ کیا اور پوچھا کہ اگر کوئی کسی کی غیبت کرے تو وہ معاف کرانے سے معاف ہو جاتی ہے یا نہیں فرمایا ہو جاتی ہے عرض کیا مبہم لفظ کہدینے سے یا غیبت کو سُنا کر کہ یہ غیبت کی ہے فرمایا مبہم لفظ کافی ہے۔ دوہرانے سے تو اور دوبارہ اذیت ہوگی۔ عرض کیا تو میں آپ سے معافی چاہتا ہوں میں نے آپکی ایک جلسہ میں غیبت کی تھی۔ فرمایا میں روزمرہ حق تعالیٰ سے عرض کرتا ہوں کہ میری وجہ سے کسی پر مواخذہ نکرنا میں نے اپنے حقوق سب معاف کردئے (مسکرا کر فرمایا حقوق مالیہ کے سوا کبھی کوئی میرا گھر بیچدے) عرض کیا مجھ سے تصریح کے ساتھ فرما دیجئے تجھے معاف کیا۔ فرمایا معاف کیا اور نہ صرف گذشتہ کی معافی نہیں بلکہ آئندہ کیلئے۔ اپنا معمول بھی عرض کر دیا کہ میں سب حقوق عامہ مسلمین سے معاف کرتا ہوں جب ضرورت ہو (مسکرا کر) بے تکلف میری غیبت کر لیا کیجئے۔ عرض کیا اب میرے لئے دعا بھی کر دیجئے فرمایا حق تعالیٰ اپنی محبت عطا فرماویں اور استقامت دین عرض کیا یہ کہدیجئے جو چیز عطا فرماویں واپس نہ لیں فرمایا اس لفظ کی کیا ضرورت ہے میرا لفظ اسکو بھی شامل ہے پھر اسٹیشن رامپور پر وہ صاحب اُتر گئے اور اُترتے اُترتے پوچھا کہ تکشف میں آپنے اس شعر کو حل کیا ہے کور کورانہ مرو در کربلا۔ مجھے اسکے حل میں کچھ شک ہے (گو نہ اعتراض کا سا پیرایہ تھا) فرمایا اسوقت یاد نہیں کیا لکھدیا اور آپنے ایسے وقت میں پوچھا کہ میں سوچ بھی نہیں سکتا۔ اگر ضرورت ہو تو میری تقریر پر جو اشکال ہو تھانہ بھون لکھکر بھیجدیجئے میں جواب دیدونگا۔ وہ صاحب چلے گئے اور ریل چھوٹ گئی۔ دریافت سے معلوم ہوا کہ یہ صاحب ایک بزرگ ...... ساکن اناؤ کے خلیفہ ہیں اور انکو رامپور میں رہنے کا حکم ہوا ہے۔ فرمایا افسوس ہے کہ لوگوں کو مقصود کا ہی پتہ نہیں چلا کیا یہ بھی ضرورت ہے صوفی ہونے کے لئے کہ ساری مثنوی بھی حل کی ہو اسکا بھی سوال ہوگا قبر میں اور ہمنے تو ان بزرگ (اناؤ میں) اس نام کے نہیں سُنے حالانکہ کانپور سے اناؤ بہت ہی قریب ہے اور وہاں

غیبت کی معافی کی صورت

دراز تک ہمارا قیام کانپور میں رہا معلوم ہوتا ہے کوئی نئے پیدا ہوئے ہیں یہ حالت مشیخت کی ہے اُسطرف پیر بُہت ہیں یہ اپنے زعم میں رامپور کے صاحب خدمت ہو کر آئے ہیں نہ معلوم خدمت کا مفہوم کیا ہے جو اِنکے سپرد ہوئی ہے (مسکرا کر) آجکل خلافت کے لئے کسوٹی کی بھی ضرورت نہیں یہ کیا خدمت کرتے ہونگے ضلوا واضلوا کے مصداق ہونگے اور لوگوں کی حس بھی ایسی باطل ہوئی ہے کہ تمیز ہی نہیں رہی۔ مراد آباد کے ایک بزرگ نے اپنے صاحبزادے کو بھیجا اور رقعہ بھیجا کہ جلسۂ قرارت میں حضرت شرکت کا وعدہ فرمالیں جو ماہِ ربیع الاول میں ہوگا۔ فرمایا اسکا جواب واپسی تھانہ بھون پہونچکر دونگا۔ پھر ذکر ہوا کہ جلسہ کے مہمانان کا خرچ کہاں سے ہوتا ہے خود ہی فرمایا خدام خدمت کرتے ہوں گے مفتی محمد یوسف صاحب نے پوچھا آمدنی جلسہ کو صرف مہمانان کرنا درست ہے یا نہیں کیونکہ لوگ مدرسہ کے لئے دیتے ہیں فرمایا اذن پر موقوف ہے مگر اذن عام کیسے معلوم ہو۔ ہے گڑبڑ ہی۔ ہاں مدات علیحدہ ہوں اور چندہ لیتے وقت الگ رقمیں رکھی جاویں تو احتیاط ہو سکتی ہے۔

جلسوں کا چندہ مہمانی میں خرچ کرنے کا حکم

لہجہ قرات کا بیان

لہجۂ قرارت کا ذکر ہوا تو فرمایا پانی پت والے لہجہ کے بڑے دشمن ہیں اور دوسری جگہ کے قرا لہجہ کے سر ہیں مگر کچھ بھی ہو پانی پت والوں کو فن قرارت کیطرف توجہ ہے اور پانی پت کی سرزمین میں قرارت سے دلچسپی ہے بعض عورتیں پانی پت میں سبعہ کو تمام قرآن میں جمع کر سکتی ہیں یہ اور بات ہے کہ لہجہ سے بالکل ضد ہے یہ باہم قراء کے لطیفے ہیں کہ پانی پت والے دوسروں کو کہتے ہیں یہ گاتے ہیں اور وہ کہتے ہیں پانی پت والے قرآن کیا پڑھتے ہیں روتے ہیں مفتی صاحب نے کہا کچھ تو لہجہ ہونا چاہئے فرمایا ہاں دلکشی کچھ ہونا چاہئے۔ ایک شخص عہ نے کہا کہ قاضی ضیاء الدین صاحب نے خواب میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ فرماتے ہیں تم تو عربی لہجہ جانتے ہو پھر پڑھا کیوں نہیں کرتے۔ فرمایا حضرت والا نے سہارنپور میں مکتب تجوید القرآن میں ایک خواب دیکھا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اُس مکتب کے لڑکے پیش کئے گئے اور عربی لہجہ میں اور پانی پت کے لہجہ میں دونوں میں قرآن سنوایا گیا تو (خواب صحیح یاد نہیں رہا یہ قول حضرت والا کا ہی)

عہ یہ ایک طالب علم قاری ضیاء الدین صاحب کے شاگرد تھے جو مراد آباد سے لکھنؤ تک ہمارے ساتھ رہے بعد ازاں الٰہ آباد چلے گئے ۱۲

مگر یہ یاد ہے کہ حضورؐ نے پانی پت کے لہجہ کی نسبت اَصَبْتَ یا اَحْسَنْتَ کا لفظ فرمایا فرمایا حضرت والا نے دونوں خواب ظاہراً متعارض معلوم ہوتے ہیں تاویل کی ضرورت ہے وہ یہ کہ حضور کا قاری ضیاء الدین صاحب کو عربی لہجہ کا حکم دینا اسواسطے کہ معلوم ہو کہ قاری صاحب عربی لہجہ میں افراط و تفریط نہ کرینگے اور سہارنپور کی مکتب تجوید القرآن کی نسبت معلوم ہوا ہو گا کہ افراط و تفریط ہوگی اسواسطے انکے لئے پانی پت کے طریقہ کو پسند فرمایا معلوم ہوا جہاں غلو ہو وہاں لہجہ میں مضائقہ نہیں ورنہ اڑا ہی دینا چاہئے

قرآن شریف کے عجائبات

فرمایا عجیب بات ہی کہ قرآن میں سب کچھ کھپ جاتے ہیں یہ بندش الفاظ کی تعریف ہے سچ ہے لاتنقضی عجائبہ - احقر نے عرض کیا علاوہ لہجہ کے تحریریں بہت سی صنعتیں ہیں جو دوسری کسی کتاب میں نہیں کھپ سکتیں مثلاً ایک شخص نے قرآن شریف چھاپا جسمیں ہر سطر الف سے شروع ہے اور ایک اور نے چھاپا جسمیں ہر سطر واو سے شروع ہے مع قید اسکے کہ ایک ورق میں پارہ بھی ختم ہے اور تحریریں کشادہ اور گنجان کا فرق بھی نہیں محسوس ہوتا فرمایا ہاں اور پنجاب میں ایک حمائل چھپی تھی جسمیں صفحہ کے اول و آخر سطر کے شروع کا حرف ایک تھا اور دوم اور قبل آخر کا مقابلہ تھا و علی ہذا تمام صفحہ میں اول آخر کا مقابلہ تھا دوسری کوئی کتاب ایسی نہیں ہوسکتی فرمایا میں نے ایک کتاب شجرہ نعمانیہ مکہ معظمہ کے کتب خانہ میں

ابن عربی کا قرآن سے تاریخ روم لکھنا

دیکھی اسکا نام میں نے ہندوستان میں سنا تھا اور مجھے اشتیاق تھا بڑی کوشش سے کتب خانہ سلطانی میں دیکھنے کو ملی اسمیں اول شجرہ ہے پھر اول آیت سورہ روم سے الی قولہ تعالیٰ غٰفلون شیخ اکبر محی الدین بن عربی نے قیامت تک کے واقعات لکھے ہیں اور یہ نہ صرف کشف و الہام سے بلکہ حروف کی بندش سے چند قواعد کے ساتھ مگر وہ رموز میں لکھے ہیں یہ بھی کھپ گیا قرآن میں اور اسکی کسی بزرگ نے شرح بھی لکھی ہے مگر وہ بھی رموز میں ہے یہ صنعت گو قرآن سے مقصود نہیں مگر اسکا مدلول تو ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ قرآن شریف میں اور جانے کیا کیا ہوگا اسمیں یہ عبارت بھی تھی اذا دخل السین فی الشین ظہر المیم اسکا مطلب یہ ہے کہ جب سلطان سلیم شام میں داخل ہوگا تو محی الدین کا ظہور یعنی شہرت ہوگی - شیخ محی الدین پر لوگوں نے زندیقیت کے فتوے لگائے تھے اور ان کی قبر

گھورے ڈالے تھے مگر سلطان سلیم ولیعہدی کے زمانہ سے انکا معتقد تھا جب اُسکی حکومت شام میں قائم ہوگئی تو اُسنے انکی قبر پر سے گھورے ہٹوائے اُسوقت سے انکی شہرت شروع ہوئی

حدیث انی احبک کی سند کا ذکر

کسی نے حضرت سے پوچھا کہ حدیث مسلسل بہ انی احبک کی سند آپکو حاصل ہے یا نہیں فرمایا مجھے نہیں پہونچی ہاں وہ کتاب اتحاف الاخوان اسانید حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب گنج مرادآبادی میں ہے یہ کتاب بھی اب کمیاب ہے۔

دلائل الخیرات پڑھنے کی ترکیب

کسی نے پوچھا دلائل الخیرات پڑھنے کی کیا ترکیب ہے۔ فرمایا جتنے قیود ہیں سب زائد ہیں میں تو صرف یہ بتلا دیتا ہوں کہ ہر روز ایک منزل پڑھ لیا کرو۔ مشایخ کا معمول یہ ہے کہ منزل ثامن ساتویں دن اور اول دن دونوں میں یعنی ختم کے دن اور شروع کے دن دونوں دن پڑھی جاتی ہے میں اسکی بھی ضرورت نہیں سمجھتا۔

علی مشکلکشا کہنے کا حکم

پوچھا علی مشکلکشا کہنا کیسا ہے فرمایا تاویلاً تو جائز ہے یعنی مشکلات علمیہ کے حل کرنیوالے مگر عوام کے لئے موہم ضرر ہے اسواسطے خلاف ہے۔ پوچھا گیا ہمارے شجرہ میں لفظ مشکلکشا موجود ہے فرمایا ہاں اور وہ شجرہ حضرت حاجی صاحب کا ہے بزرگوں کی نظر بہت عالی ہوتی ہے ذرا ذرا سی بات کیطرف نہیں جاتی اسکے مفسدہ کیطرف نظر نہیں گئی بنا بر شہرت لکھدیا۔ شیخ سعدی کے کلام میں بھی یہ معنی موجود ہیں

شعر کسے مشکلے بردپیش علی + مگر مشکلش راکند منجلی +

وسوسوں کا ایک علاج

ریل میں اس روز بھیڑ بہت تھی ہر اسٹیشن پر مسافروں میں باہم چپقلش ہوتی چلی جاتی تھی ایک جگہ کھڑکی پر بہت ہجوم دیکھکر فرمایا کسی بزرگ نے کہا ہے کہ وسوسوں کا جب ہجوم ہو تو قلب پر سے انکو جاتا ہوا سمجھو آتا ہوا مت سمجھو جیسے گاڑی کے دروازہ پر مسافروں کا ہجوم اُترتے وقت بھی ہوتا ہے اس سے یہ فائدہ ہوگا کہ قلب کو حزن نہ ہوگا اور شیطان کا بڑا مقصد وسوسوں سے تحزین ہی ہے جب وہ دیکھیگا کہ اسکو حزن نہ ہوا تو وسوسے نہ ڈالے گا اس سے علاج بھی ہو جاوے گا۔

[illegible]

بریلی کے اسٹیشن پر ریل تین گھنٹہ ٹھیری عشاء کی نماز اسٹیشن پر اُترکر پڑھی اُسمیں والتین اور والعصر پڑھی اور نفلیں مطلق نہیں پڑھیں۔

فرمایا تھانہ بھون کے اسٹیشن والوں یعنی گارڈ وغیرہ نے بہت دفعہ کہا کہ ہم تم کو قصبہ کے پاس اُتار دیا کریں مگر میں نے ٹال دیا اسکی وجہ تین ہیں احسان سے بچنا اور امتیاز سے بچنا کہ لوگوں

سے بچنا کہ لوگوں کی نظریں اُٹھیں گی کہ یہ کون شخص ہے جسکے واسطے ریل بموقع روکی گئی۔ اور اتنی مسافت کے کرایہ کا حساب نہ ہوسکتا۔

حضرت والا نے احقر سے پوچھا اسوقت تک وقت روانگی میرٹھ سے تیرا کیا خرچ ہوا عرض کیا چہ معہ کرایہ ریل تا گورکھپور۔ مفتی صاحب سے فرمایا گیارہ روپیہ مجکو دیدو (خرچ ان کے سپرد تھا) مفتی صاحب نے حاضر کئے وہ احقر کے سامنے رکھکر فرمایا اسکو قبول کر لیجئے۔ احقر نے عرض کیا مجھے کچھ تکلیف تو نہیں حضرت نے میرا سفر خرچ دینے کا وعدہ ہی فرمایا ہے مگر جلدی کیا ہے۔ فرمایا میری عادت ہے کہ جو کام کرنا ہے اُس سے جلد سے جلد قلب کو فارغ کر لیتا ہوں اسوقت کُل خرچ کا اندازہ نہیں ہوسکتا ورنہ سب حاضر کرتا اسکو رکھ لیجئے آگے کا حساب پھر دیکھا جاویگا۔

ریل میں ایک عورت اپنے بھائی کے ساتھ بذریعہ پاس سفر کر رہی تھی ٹکٹ کلکٹر نے اُس پاس میں کوئی غلطی نکالی مرد بعد حجت کے بعد مان گیا لیکن عورت برابر مُنہ زوری کرتی رہی۔ حضرت والا نے فرمایا خشیت کے لئے بھی علم کی ضرورت ہے چونکہ مرد کو اپنی غلطی کا علم ہوگیا اسواسطے وہ ڈر گیا اور خاموش ہوگیا اور عورت ناقص العقل ہوتی ہے غلطی کا علم اُس کو نہوا اسواسطے خاموش نہوئی۔

ریل میں بھیڑ اسقدر تھی کہ آدمی کھڑے کھڑے جا رہے تھے اور تمام راستے لڑائی دنگا ہوتا رہا اور ایک کے اوپر ایک چڑھ چڑھ کر بیٹھتے رہے مگر قدرت خدا کہ حضرت والا کے پاس کوئی نہ آتا ایک بنچ پر حضرت والا کا بستر لگا دیا تھا اور ایک پر مفتی صاحب کا بستر تھا اور نیچے بنچوں کے بیچ میں احقر نے اپنے لیٹنے کے لئے کپڑا بچھا لیا تھا۔ کہیں کہیں اتنا تو ہوا کہ پیر پوری طرح نہ پھیلائے جا سکے مگر یہ کسی کی ہمت نہ ہوئی کہ حضرت والا سے اُٹھ بیٹھنے کو کہہ سکے حتیٰ کہ ایک جگہ ایک سپاہی نے آکر زبردستی اور مسافروں کو بھرا اور بعض لیٹے ہوئے آدمیوں کو اُٹھا کر بٹھا دیا مگر اُسکی بھی ہمت ہمارے پاس آنیکی نہوئی حالانکہ حضرت والا کا اصول یہ ہے کہ مسافروں پر ریل میں تنگی نہیں کرتے اور اپنے اوپر تنگی گوارا کر لیتے ہیں خود حضرت اُٹھکر بیٹھ جاتے مگر قدرتی ہیبت مسافروں پر ایسی پڑی کہ پاس نہ آتے یہانتک کہ بعض مسافروں نے آپس میں جگہ کی تنگی کی وجہ سے چرچا کیا کہ سب کو تو دق کر رہے ہو ان دو آدمیوں نے دو بنچیں گھیر رکھی ہیں انکو کیوں نہیں اُٹھا دیتے کہ دیکر بیٹھ جاویں

کام فوراً کرنا

خشیت کے لئے علم ضروری ہے

اہل اللہ کا رعب

اسپر بھی کسی کی ہمت نہوئی اور ہم تماشہ دیکھتے رہے۔ ایک ولایتی بھی حضرت والا کی برابر بیٹھا تھا اُسنے صورت شکل سے پہچانا کہ یہ کوئی عالم و درویش ہیں اُسکے سر میں درد تھا حضرت سے دم کرایا فوراً آرام ہوگیا کچھ دیر تک اسکی وجہ سے مسافر اُس بنچ پر نہ آئے لیکن جب زیادہ ہجوم ہوا تو اُسکو بھی اُٹھا کر بٹھا دیا اور بہت تھوڑی جگہ اُسکو ملی لیکن حضرت والا کے پاس آ بیٹھنے کی کسی کو ہمت نہوئی۔

حضرت کے اسباب سفر کا ذکر

حضرت والا کے ساتھ کی اسباب کا ذکر۔ ایک بنڈل بستر کا تھا اُسمیں بچھونا مع اوپر کی چادر کے اور مومی چھینٹ کا لحاف تھا اور ایک کنٹوپ دوہرا بے روئی کا سیاہ رنگ غالباً کسی اُونی کپڑے کا تھا اُسمیں بند بھی لگے ہوئے تھے رات کو سوتے وقت اُسکو اوڑھکر سوتے اور سحر کو تا فراغ از ضروریات و وضو وغیرہ اوڑھے رہتے بعد ازاں عمامہ باندھ لیتے اور بستر میں ایک تھیلی سنگین کپڑے کی تھی جسمیں ایک جوڑی جوتا رہتا یہ جوتا وہ تھا جو حضرت ہوا خوری کے وقت استعمال کرتے۔ حضرت کے استعمال میں دو جوڑے رہتے ہیں ایک ہوا خوری کے واسطے اور ایک دوسرے اوقات کے لئے سفر میں ایک جوڑے کو اس تھیلی میں کرکے بستر میں باندھ دیا جاتا بستر کے اوپر ایک بستر پوش گاڑھے کا لپیٹ کر چمڑہ کے بستر بند سے باندھ دیا گیا تھا اور ایک چمڑہ کا بیگ تھا جسمیں دو تین جوڑے کپڑے اور مناجات مقبول اور چند اور کاغذات تھے یہ بیگ اٹاوہ میں کسی مخلص خادم نے بنوایا تھا اور چمڑہ میں لفظ (محمد اشرف علی) کندہ کرا دیا تھا۔

ادب و تعظیم

اسکا حضرت اتنا ادب کرتے تھے کہ حتی الامکان نیچے اور جگہ بے جگہ نہ رکھتے تھے اور ایک ٹوکری اوپر دستہ لگی ہوئی تھی جسمیں متفرق اشیاء رکھی جاتیں جیسے مسواک گھڑی دوا ناشتہ لوٹا سرمہ دانی خطوط کی تھیلی وغیرہ۔ لوٹا حضرت کے ساتھ ٹین کا تھا اور ایسا پرانا کہ تلی بھی گر گئی تھی ٹوکری میں کٹورے دو تھے ایک بہت چھوٹا اور ایک متوسط دو ہونے کی وجہ خود فرمائی کہ ایک پانی پینے کے لئے ہے اور ایک دوا پینے کے لئے کیونکہ بعض دوائیں ایسی ہوتی ہیں جنکی خوشبو برتن میں آجاتی ہے۔ پھر پانی اُس میں اچھا نہیں لگتا۔ گھڑی ایک کاغذ کے کیس میں تھی جسکا اوپر کا ڈھکن ندارد تھا۔ اسکو مع کیس کے ایک گلٹ کی ڈبیہ میں جو اکثر پانوں کے رکھنے کے لئے استعمال کی جاتی ہیں رکھکر ٹوکری میں رکھدیا تھا۔ رات کو سوتے وقت مع ڈبیہ کے سرہانے رکھدیجاتی اور دیا سلائی بھی رکھدیجاتی اور صبح کو

بدستور ٹوکری میں رکھدیجاتی حضرت گھڑی کو جیب میں نہ ڈالتے کیونکہ اسکی کوئی خاص ضرورت نہ تھی اور فعل لایعنی میں داخل ہے جسکی حضرت کو بالکل عادت نہیں حتیٰ کہ اگر رات کو آنکھ کھلتی اور اُس وقت کوئی خادم جاگتا ہوتا تو اُس سے پوچھ لیتے کیا وقت ہے خود گھڑی نہ دیکھتے اور اگر کوئی خادم بیدار نہوتا تو دیا سلائی جلاکر گھڑی دیکھ لیتے۔ اور ایک کمبل سیاہ سُرخ دھاری کا اوڑھنے کے لئے تھا ناشتہ کے لئے پوریاں آٹے کی اور قیمہ تھا اور کچھ چپاتیاں بھی تھیں قیمہ میں آلو بہت باریک کترے ہوئے پڑے ہوئے تھے (یہ سالن سفر میں حضرت کو مرغوب ہے اور خشک ہے اور اسمیں بکھیڑا بھی کم ہے) پوریوں کو ناشتہ میں اختیار کرنیکی وجہ یہ ہے کہ یہ خشک نہیں ہوتیں چنانچہ اس سفر میں تین وقت تک اسکی ضرورت تھی اور میدہ کی پوری سے آٹے کی پوری سریع الہضم ہوتی ہیں۔ قیمہ آلو ایک مٹی کی چھوٹی سی ہانڈی میں باندھا گیا تھا خالی ہونیکے بعد اس ہانڈی کو تلف نہیں کیا بلکہ برابر واپسی تھانہ بھون تک محفوظ رہی کیونکہ تلف کرنا اسراف ہی ناشتہ کھاتے وقت فرماتے جسکو پوری مرغوب نہو چپاتی کھاؤ اور کنارے خشک ہو گئے ہوں تو انکو نہ کھاؤ اور ان خشک شدہ کناروں اور دیگر خشک ٹکڑوں کو دسترخوان میں باندھکر ٹوکری میں رکھ لیا کہ یہ گورکھپور پہونچکر منشی اکرام الحق صاحب کی بکری کو یا بلّی کو کھلا دینگے (سبحان اللہ تکبر اور اسراف سے کسقدر احتراز ہے کہ حق تعالیٰ کی نعمت کو حقیر سمجھکر پھینک نہیں دیا جیسا کہ آجکل کے تعلیمیافتہ کرتے ہیں یہ انما انا فاکل کما یاکل العبد کی تعمیل ہے۔

ایک تھیلی جسمیں جوتا رہتا تھا اور بستر بند میں باندھی جاتی تھی احقر نے ایک دفعہ عرض کیا کہ اسکو ٹوکری میں رکھدوں فرمایا اُسمیں کھانے پینے کی چیزیں بھی رکھی جاتی ہیں دل نہیں چاہتا کہ اُسمیں جوتا رکھا جاوے۔ اسکا ذکر آگے بھی آتا ہے۔

ہم خدام نے ایک موقعہ پر اسباب کو آپسمیں تقسیم کرلیا تاکہ تھوڑا تھوڑا معین ہوکر ایک ایک کی ذمہ داری میں آجاوے حضرت نے اسکو پسند فرمایا اور واقعی اس سے اسباب کی حفاظت میں بہت سہولت ہوئی۔

اور ادویات ہمراہی حسب ذیل تھیں کشتہ طلا۔ معجون لبوب کبیر۔ دواء المسک معتدل۔ صبح کو کشتہ طلا معجون لبوب میں استعمال فرماتے اور اوپر سے ماء اللحم نوش

فرماتے اور شام کو دوا ر المسک کھاتے عرصہ ایک سال سے حضرت والا کی طبیعت کچھ کچھ ناساز چلی جاتی تھی اور ضعف بہت تھا یہ سفر دراصل اطبار کے مشورہ سے کیا گیا تھا کہ مشاغل علمیہ سے فراغ ہو اور دوا کا اثر اچھی طرح ہو سکے۔

صبح کا وقت قریب آیا اور لکھنؤ کا اسٹیشن بھی قریب آگیا فرمایا نماز کی تیاری کر لینا چاہیئے نماز ریل سے اُتر کر لکھنؤ کے اسٹیشن پر پڑھ لینگے چنانچہ سب لوگ تیار ہو گئے اور اسٹیشن پر پہونچکر اُس پلیٹ فارم پر جہاں دوسری ریل ملتی تھی نماز پڑھی نماز میں معوذتین پڑھیں حالانکہ وقت بہت تھا (لان السفر لایخلو عن جہد وبلاء وفتنۃ ولذا اقصر اللہ الصلوٰۃ فیہ ولو کان الانسان فی السفر فی عیش رخیص) لکھنؤ کے اسٹیشن پر مرتضیٰ خانصاحب مالک کارخانہ عطر قنوج اور حضرت والا کے بھائی منشی محمد اختر صاحب بھی ملگئے خانصاحب نے قریب ایک سیر کے حلوہ سوہن لکھنؤ کا نذر کیا۔ منشی محمد اختر صاحب یہاں سے واپسی الہ آباد تک برابر ساتھ رہے۔

زیادتی تشہد مخل فی الصلوٰۃ نہیں سجدۂ سہو کا ایک مسئلہ

احقر نے یہ مسئلہ پوچھا کہ ایک شخص نے قصر نماز پڑھی اور سہواً تشہد کے بعد کھڑا ہو گیا اور کھڑا ہوتے ہی یاد آیا کہ یہ قعدۂ اخیر ہے فوراً بیٹھ گیا تو اب سجدہ سہو کے لئے اور تشہد پڑھکر سجدہ کرے یا بلا تشہد پڑھے بیٹھتے ہی سجدہ کرلے اور بعد ازاں تشہد پڑھکر حسب دستور سلام پھیرے۔ فرمایا بیٹھتے ہی سجدہ سہو کرلے تشہد قبل السجود کی ضرورت نہیں وہ پڑھا ہوا تشہد کافی ہے اور اگر ایسا کیا کہ تشہد پڑھا اُسکے بعد سجدۂ سہو اور تشہد پھر ادا کیا تب بھی نماز ہو گئی خواہ یہ تشہد قبل سجود السہو عمداً ہی ہو۔ فرمایا زیادتی تشہد سے نماز میں خرابی نہیں آتی۔

عورتوں کا زیور ترک کرنا اور مردوں کا زیورات کو اختیار کرنا

لکھنؤ کے اسٹیشن پر فرمایا یہ عجیب بات ہے کہ یورپ کی عورتیں تو زیور ترک کرتی جاتی ہیں اور مرد مختلف صورتوں سے زیور اختیار کرتے جاتے ہیں۔ کف۔ کالر۔ جراب بند نکٹائی (ناک کٹائی) سب زیور ہی ہیں کیونکہ مقصود سب سے زینت ہی ہے کوئی اور غرض نہیں۔

چاندی کا خلال

پوچھا گیا چاندی کی خلال میں حرمت کی کیا وجہ ہے۔ فرمایا استعمال فضہ وجہ ہے پوچھا گیا اور کالر وغیرہ میں کیا وجہ ہے فرمایا تشبہ اور تفاخر نہ زینت پوچھا زینت سے

زینت اور تفاخر میں فرق

تفاخر ہو ہی جاتا ہے فرمایا لازم نہیں زینت سے مقصود کبھی اپنا اچھا لگنا ہوتا ہے اور کبھی رفع تذلل یعنی یہ کہ دوسرے کے سامنے حقیر نہو اور یہ دونوں غرضیں حد جواز میں ہیں - اور کبھی مقصود دوسرے سے بڑا بننا اور امتیاز ہوتا ہے یہ تفاخر ہے اور ناجائز ہے قریب طلوع چھوٹی لین بیٹھکر عیش باغ کے اسٹیشن پر پہونچے اور وہاں دوسری چھوٹی لین میں روانہ گورکھپور ہوئے اسوقت حضرت والا اور احقر اور مفتی محمد یوسف صاحب اور منشی محمد اختر صاحب کل چار آدمی تھے - کھانا قریب ۹-۱۰ بجے کے ریل میں کھایا - ظہر کی نماز ریل میں مکناپور کے اسٹیشن کے پاس پڑھی اور سنتوں اور فرضوں کے سوا نفل کسی نے نہیں پڑھی -

فیء زوال کے استثناء کی دلیل

مفتی صاحب نے پوچھا ظہر و عصر کے اوقات میں فیء زوال کے استثناء پر کوئی نص ہے فرمایا اسکا استثناء عقلی ہے اور بہت ہی بدیہی ہے ظہر کے وقت کا ثبوت آیۃ اقم الصلوٰۃ لدلوک الشمس سے ہے دلوک کے معنی زوال کے ہیں زوال کے بعد وقت شروع ہوتا ہے تو اس سایہ کا اعتبار نہوگا جس سایہ میں دلوک کو دخل ہو -

پوچھا کہ حدیث میں آتا ہے کہ حضور ظہر اسوقت پڑھتے تھے جبکہ سایہ سات قدم ہوجاتا موسم شتا میں اور پانچ قدم موسم صیف میں - فرمایا اس سے میری تقریر کی تائید ہوتی ہے کیونکہ اگر فیء زوال کو مستثنےٰ نکیا جاوے تو بعض موسموں میں فیء زوال خود ایک مثل کی برابر ہوتا ہے سات قدم ایک مثل کی برابر ہیں اور یہ موسم شتا میں ہوتا ہے تو جس روایت میں ایک مثل پر عصر پڑھنا آیا ہے اسکی بموجب ظہر کا وقت بالکل نادارد ہوا جاتا ہے کیونکہ ایک مثل سایہ تو زوال کے وقت موجود تھا اسی وقت عصر پڑھی تو ظہر کونسے وقت ہوا تو احادیث میں بانضمام آیت دلوک یہ قید بداہۃً لگ گئی کہ پانچ قدم اور سات قدم وہ مراد ہیں جو اس سایہ کے سوا ہوں جسمیں دلوک کو دخل نہو -

مکالمہ باری تعالیٰ کی تحقیق

سوال - مفتی صاحب نے پوچھا کہ حضرت جنید اور سری سقطی وغیرہ سے منقول ہے کہ اُنھوں نے حق تعالیٰ سے مکالمہ کیا جوابدیا مراد الہام ہے جسکی صورت یہ ہے کہ انہوں نے کچھ عرض کیا اُدھر سے قلب میں اسکا جواب القا ہوا اسکو مکالمت مع اللہ کہہ سکتے

ہیں کبھی یہ الہام صرف معانی کا ہوتا ہے اور کبھی الفاظ مخصوصہ کا بھی اور کبھی مع صوت بھی اور یہ صوت مخلوق ہوتی ہے مگر ایک توجیہ کی بنا پر جو آیندہ آتی ہے کلام باریتعالی کہہ سکتے ہیں جیسے شجرہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو آواز آئی وہ آواز آواز باریتعالیٰ تھوڑا ہی تھی مخلوق تھی۔ شیخ فرید جو اجل صوفیہ میں سے ہیں اور مسلم امام ہیں کہتے ہیں ع قول اور الحن سنے آواز نے + ان حضرات کے عقائد بالکل اہل سنت کے عقائد ہیں اُس صوت کو کلام باری تعالیٰ اسواسطے کہتے ہیں کہ درمیان میں کوئی واسطہ فاعل مختار کا نہیں ہے ورنہ جیسے وہ حق تعالیٰ کی مخلوق ہے ایسے ہی ہماری صوت بھی حق تعالیٰ کی مخلوق ہے چاہیئے کہ ہماری صوت کو بھی کلام باری تعالیٰ کہیں مگر چونکہ ہماری صوت میں واسطہ ہے انسان فاعل مختار اور ذی ارادہ اور مستقل کا اسواسطے ہماری صوت کو کلام باری تعالیٰ نہیں کہہ سکتے۔ عرض کیا گیا اس قسم کے قصوں سے اضلال عوام ہوتا ہے۔ فرمایا اس سے کہانتک بچ سکتے ہیں خود قرآن میں حق تعالیٰ نے شجرہ کی صوت کو اپنی ندا فرمایا ہے۔ اصل یہ ہے کہ جس بات کا بیان کرنا ضروری ہو اسمیں تو خوف ضلال عوام کا نہ چاہیئے اور جہاں کوئی ضرورت نہو وہاں صرف مجلس آرائی کیلئے بیان کرنے میں احتیاط کی ضرورت ہے اور مناسب ہے کہ جہاں ضرورت سے بیان کیا جاوے وہاں رفع اغلاط بھی کردیا جاوے۔

ضروری بیان میں خوف اضلال عوام نہیں کیا جا سکتا

مابین بستی وگورکھپور ایک سب انسپکٹر صاحب ریل میں آکر بیٹھے اور حضرت والا کی وضع قطع اور گفتگو سے عالم سمجھکر اصرار کیا کہ ہمارے یہاں ایک جلسہ ہونیوالا ہے دور دور کے میلاد خوان آوینگے آپ بھی ایک دن کے لیے اُتر لیں اور وعظ فرمادیں۔ فرمایا میں نے یہ سفر بمشورہ اطباء استراحت کے لئے کیا ہے اور وعظ اسکے خلاف ہے اور جب تک نشاط نہو مضامین کی آمد نہیں ہوتی اور آورد کی عادت نہیں۔ جب وہ اُتر گئے تو فرمایا نہ معلوم لوگوں کو یہ کیا شوق ہے کہ مختلف مذاق کے لوگوں کو جمع کرتے ہیں۔

مختلف مذاق کے لوگوں کو جمع نہیں کرنا چاہئے

پوچھا گیا جمع بین الصلوتین کی احادیث کے متعلق تحقیق کیا ہے فرمایا اول تو اکثر ان روایات کی صحت ہی میں کلام ہے اور برتقدیر صحت عمدہ تاویل یہ ہے کہ منسوخ ہیں یہ بھی

احادیث جمع بین الصلوتین کی تاویل

عہ احیاء السنن میں اس مقام کو دیکھ لیا جاوے ۱۲

جب ہے کہ اُنمیں کوئی لفظ محتمل التاویل نہو ورنہ جمع صوری کی تاویل بہت ہی ظاہر ہے اور غالبًا کسی روایت میں بھی ایسا لفظ نہیں جسکو جمع صوری پر محمول نہ کر سکیں۔ فرمایا میرے نزدیک نماز چونکہ بڑی مہتم بالشان چیز ہے اسواسطے احتیاط کی ضرورت ہر وقت میں بھی اور نواقض میں بھی کیونکہ اگر واقع میں غلطی ہوئی تو ترک صلوٰۃ کا حکم ہوگا اسیواسطے میں کہا کرتا ہوں کہ اگرچہ حنفیہ کے یہاں بھی عصر میں ایک مثل اور دو مثل دونوں کی روایتیں ہیں مگر چاہیئے کہ ظہر ایک مثل سے پہلے پڑھ لیجایا کرے اور عصر دو مثل کے بعد بڑی احتیاط کی ضرورت ہے

۸ار صفر ۱۳۳۵ھ روز جمعہ

شب جمعہ مغرب کی نماز گورکھپور کے قریب ریل میں پڑھی ایک آدمی داہنے حضرت کے اور دو بائیں تھے ایک جگہ جھٹکا لگا تو اسباب رکھنے کی بنچ کو حضرت والا نے پکڑ لیا اور کچھ دیر تک پکڑے رہے۔ حضرت والا اقامت خود کہا کرتے تھے اور ریل میں اذان کہیں نہیں کہی گئی بعد مغرب گورکھپور پہونچے حضرت والا کے بھتیجے داماد منشی اکرام الحق صاحب صدر منصرم گورکھپور کو اطلاع تھی وہ ایک فٹن اور ایک بارگاڑی لیکر اسٹیشن پر آئے تھے۔ ہم سب کو محلہ دل ازاک پور میں اپنے مکان پر لیگئے اول حضرت والا نے سب اسباب پر نظر ڈالی پھر سوار ہو کر شہر پہونچے اور مکان پر پہونچکر پھر ایک نظر اسباب پر ڈالکر ایک جگہ رکھوا دیا۔ حضرت نے عشاء کی نماز میں سورۂ انا انزلنا اور الم ترکیف پڑھی اور نماز مکان کے برابر والی مسجد میں پڑھی۔ حضرت کا پلنگ ایک کمرہ میں بچھا دیا گیا اور ہم تین آدمیوں کے پلنگ دوسرے برابر والے کمرہ میں بچھا دیئے گئے۔ معمول حضرت کا یہ ہیکہ اگر بلا تکلف سہولت سے ممکن ہو تو سونے کے کمرہ میں مجمع نہو ہاں ایک خادم رہے تو مضائقہ نہیں اور اگر تنہائی نہو سکے تو حضرت والا کو حق تعالیٰ نے ایسا متحمل بنایا ہے کہ ہر کس و ناکس کے مزاج سے سازگر لیتے ہیں چنانچہ یہاں پلنگ علیحدہ کمرہ میں بچھایا گیا اور اسٹیشن ڈوری گھاٹ پر (جسکا ذکر آگے آتا ہے) ایک چھوٹی سی کوٹھری میں آٹھ آدمی تھے جہاں لیٹنے کی بھی جگہ مشکل سے ملی حضرت نے وہاں اپنے بھتیجے میاں محمد علی کو بھی اپنے لحاف میں سلالیا۔ ایک دفعہ

سونے کے وقت کے حضرت کے بعض معمولات

حضرت خود فرماتے تھے کہ میں طبیعت پر عقل کو اور عقل پر شریعت کو غالب رکھتا ہوں۔ احقر نے اپنا پلنگ اُس کمرہ کے کواڑ کی برابر بچھایا اور عرض کیا کہ سحر کو جسوقت آنکھ کھلے احقر کو آواز دے لیں تاکہ وضو کے لئے پانی حاضر کرے۔ صاحب خانہ نے گرم پانی وغیرہ کا کافی انتظام کر دیا اور حضرت کا معمول یہ بھی ہے کہ مٹی کے تیل کی روشنی پسند نہیں کرتے اس سے دماغ کو تکلیف ہونے لگتی ہے ممکن ہو تو چراغ دیسی تیل کا ہو ورنہ لیمپ آڑ میں اور اتنی دور رکھدیا جاوے کہ نظر کے سامنے نہو اور اُسکا اثر دماغ کو نہ پہونچے اور بلاضرورت اُسکو جلتا بھی نہ چھوڑا جاوے۔ چونکہ مجمع چند آدمیوں کا تھا سہولت کے لئے ایک دیوارگیری باہر کے کمرہ میں بہت ہلکی کر کے جلتی چھوڑ دیگئی سوتے وقت صاحب خانہ نے حضرت کے واسطے قریب آدہ سیر کے دودھ حاضر کیا یہ اکثر حضرت کا معمول ہے۔

صبح کی نماز میں سورہ نباء اور سورہ انفطار پڑھی اور بعد نماز دوا پیکر حسب معمول قرآن کی منزل پوراکر نیکے لئے ہواخوری کو تشریف لیگئے۔ خدام بھی ہمراہ گئے اور ایک راستہ جاننے والے کو ہمراہ لے لیا۔

مال حرام سے احتیاط

ایک معمول حضرت کا یہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ حضرت مال حرام سے بہت نفرت رکھتے ہیں بلکہ مال مشکوک سے بھی بچتے ہیں ادنی شبہ سے بھی بلکہ آئندہ پیش آنیوالے شبہ سے بھی احتراز کرتے ہیں (جیسا کہ احقر نے اسکو مفصل معمولات اشرفی کے اخیر میں لکھا ہے) اسی سفر میں ایک جگہ دو وقت کھانا کھایا جسمیں صاحب خانہ نے خوب اپنا حوصلہ پورا کیا تھا متعدد قسم کے کھانے تھے اور حتی الامکان بہت اچھی طرح پکائے گئے تھے مگر حضرت نے کئی بار فرمایا کہ کھانوں میں نفاست ظاہری بہت تھی مگر یہ معلوم ہوتا تھا کہ مٹی ہے وجہ اسکی یہ معلوم ہوتی ہے کہ اُن کے یہاں حرام وحلال کی احتیاط نہیں ہے۔ منشی اکبر علیصاحب کے یہاں پہونچتے ہی فرما دیا تھا کہ نرخ مقررہ دورہ سے کوئی چیز نہ لیجاوے بلکہ عام بازار کے نرخ سے لیجاوے۔

ہندو حجام سے خط بنوانا

صاحب خانہ نے چار بسکٹ لاکر رکھے فرمایا میری عادت ناشتہ کی بالکل نہیں ہمراہیان کو پلائیے۔ حجام کو بلوایا معلوم ہوا کہ مسلمان حجام یہاں ایک ہی دو ہیں علی العموم ہندو ہیں اُس مسلمان کو تلاش کیا گیا مگر نہ ملا۔ فرمایا میں لینا ہے مسلمان ہی کیا کریگا ہندو

کو بلالو (بل ھو اولی لمثل تالک الخدمات) چنانچہ ہندو ہی نے خط بنایا - فرمایا تمام عمر میں یہ اول موقعہ ہی کہ ہندو حجام سے خط بنوایا -

ذکر فرمایا ایک شخص مجھ سے شاہجہانپور سے آتے ہوئے ریل میں ملا جسکی کسی وضع اور چہرہ سے یہ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ مسلمان نہیں ہو اور کہا میں کچھ پوچھ سکتا ہوں میں نے کہا کیا حرج ہے مگر کیسے پہچانا کہ میں اس قابل ہوں - کہا یہ بات چھپ نہیں سکتی چہرہ سے ظاہر ہے اور روح کے متعلق کچھ سوال کیا - مجھے یہ خیال ہوا کہ اگر یہ مسلمان ہی تو اسکے لیے جواب نقلی کافی ہوگا اور اگر مسلمان نہیں ہی تو نقلی کو کیوں مانیگا عقلی جواب دینا چاہیے اور یہ معلوم کرنیکے لئے کہ یہ مسلمان ہی یا نہیں یہ تدبیر کی کہ اُس سے کہا اول اپنا نام بتاؤ - ُسنے کہا میں ایک کافر ملحد ہوں آپکا سوال میں سمجھ گیا نام کے سوال سے مذہب سے سوال ہی میں - نے کچھ تقریر کی تو بہت مسرور ہوا اور کہا یہی ہمارے وید میں لکھا ہے - روح کے متعلق ایک سوال

شرافت خاندانی کا ذکر ہوا تو فرمایا میں اکثر قلب کو ٹٹولتا ہوں جتنا مجھے چھوٹے لوگوں سے ڈر لگتا ہے اتنا بڑے لوگوں سے نہیں لگتا وجہ یہ ہی کہ خاندانی آدمی سے ظلم کا خوف نہیں ہوتا اور کم درجہ کے آدمی سے ہر بات میں ڈر رہتا ہے کہیں ظلم نہ کرے - شرافت خاندانی

سوال جبکہ نوکری کیلئے حاکم نے قید لگادی ہی کہ مثلاً بائیس سال سے کم نہو اور پچپن سال سے زیادہ نہو اور نوکری عقد اجارہ ہی جسمیں تراضی طرفین شرط ہی تو ابتداءً عمر زائد بتانا یا انتہاءً خضاب وغیرہ کرکے دھوکا دینا جائز ہے یا ناجائز -

فرمایا یوں معلوم ہوتا ہی کہ اصل مقصود یہ معلوم ہوتا ہی کہ آدمی کام کرنیکے قابل ہو لہذا جب کام کر سکے تو نوکری کرنے میں کچھ حرج نہیں اور عمر کی قید بلالحاظ کام کر سکنے کے ایسی ہے جیسے کوئی کہے میں ایسے آدمی کو نوکر رکھونگا جسکا بال کالا ہو لہذا خضاب کرنا جائز معلوم ہوتا ہے (لعلہ اراد بالخضاب الغیر الاسود الممنوع عنہ) نوکری کیلئے خضاب لگانا

احقر کے شناسا منشی محمد صادق صاحب گورکھپور میں سکرٹری تھے اسطرح انکو حضرت کی تشریف آوری کی خبر ہوگئی اور اُنکی اہلیہ حضرت سے سخت علیل تھیں اُنہوں نے سکرٹری صاحب کو حضرت کی خدمت میں بھیجا اور اصرار احقر انسے ملنے گیا بیعت ہوئیں اور اُس وقت

کیا کہ بعد نماز جمعہ مکان پر تشریف لاویں چنانچہ حضرت نے وعدہ فرمالیا۔ جمعہ کا وقت آیا پوچھا گیا سواری میں جائیگا یا پیادہ۔ فرمایا پیادہ جانا اچھا معلوم ہوتا ہے الا آنکہ زیادہ فاصلہ ہو۔ کہا گیا فاصلہ زیادہ ہے اور دو گاڑیاں منگائی گئیں اور اُنمیں جامع مسجد گئے۔ چونکہ یہ سفر حضرت والا نے بغرض استراحت کیا تھا نیز قیام کا ارادہ گورکھپور میں ایک دن سے زیادہ کا نہ تھا اسواسطے یہ کوشش کیگئی تھی کہ قصداً کسی کو اطلاع نہ کیجاوے حتیٰ کہ شب میں پوچھا گیا تھا کہ ایک حکیم صاحب ہیں اور ایک اور شخص ہیں اُنکو اطلاع کردیجاوے حکیم صاحب تو بہت دیندار شخص ہیں اور بعد میں غالباً وہ شکایت کریں گے اور دوسرے شخص علماء سے تعلق رکھنے والے ہیں فرمایا ان صاحبان کو پہلے سے تعلق ہے یا نہیں کہا گیا تعلق ضرور ہوگا اکثر علماء سے ملتے رہتے ہیں حضرت سے بھی ضرور واقف ہونگے۔ فرمایا یوں بواسطہ تعلقات سب مسلمانوں کو ہیں دل نہیں چاہتا کہ کسی نئے آدمی سے تعارف پیدا کروں مجھے اس سے غیرت آتی ہے میں نے کسی کو خبر نہیں کی ہے کیونکہ قیام کا ارادہ نہیں ہے۔ نیز میں اس سفر میں مجمع کرنا نہیں چاہتا کیونکہ مقصود استراحت ہے۔ میں تو چاہتا تھا کہ مطلق کسی کو خبر نہو اور کسی سے نہ ملوں مگر آج جمعہ کی نماز کے لئے جانا ضرور ہے گو جمعہ میں نہ جانا بھی ممکن ہے کیونکہ ہم لوگ مسافر ہیں مگر دل نہیں چاہتا کہ موقع اور فرصت ہوتے ہوئے جمعہ چھوڑیں جو کوئی وہاں ملیگا ملجاویگا یہاں پہلے سے کچھ اشخاص سے تعارف ہے۔ جامع مسجد کے راستہ میں لوگوں کی نظریں حضرت والا پر پڑتی تھیں اور مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار گوید کا مصداق تھا جتنا چھپانا چاہا اُتنی ہی شہرت ہوتی تھی اور سیماھم فی وجوھہم کا ظہور تھا۔ جامع مسجد میں چپ چاپ جاکر بیٹھ گئے۔ اول صف میں حضرت والا اور پیچھے حضرت کے دوسری صف میں احقر تھا۔ نماز سے پہلے ایک بوڑھے آدمی نے حضرت سے مصافحہ کیا بس نماز پڑھتے ہی تمام آدمی ٹوٹ پڑے حضرت والا جلدی جلدی مصافحہ کرتے ہوئے باہر تشریف لے آئے اور فرمایا مجھے سکرٹری صاحب کے مکان پر جانا ہے چنانچہ سکرٹری صاحب کے مکان پر پہونچے سکرٹری صاحب نے احقر سے قبل نماز پوچھا تھا کہ کچھ انتظام مٹھائی اور چار وغیرہ کا کیا جاوے احقر نے کہا بالکل نہیں حضرت اسکو بالکل تصنع اور داخل رسم سمجھتے ہیں اگر آپکا دل نہ مانے

نئے آدمی سے از خود ملنا [illegible]

سفر میں بلا ضرورت جمعہ چھوڑنا

تو تھوڑی گنڈیریاں گنے کی بنوا لیجیئے گا مگر اُنھوں نے اسکو بھی اُڑا دیا اور صرف پان اور الائچی پیش کیا اور غالباً عطر بھی تھا بعض زائرین سکریٹری صاحب کے مکان پر پہونچ گئے۔ سکریٹری صاحب حضرت کو زنانہ مکان میں بلا کر لیگئے اسکے بعد احقر کو بھی اندر بلا لیا کیونکہ احقر مریضہ کا معالج رہ چکا تھا۔

درمیان میں پردہ ڈالکر اُسطرف مستورات ہوگئیں اور اِدھر حضرت والا اور بندہ رہے سکریٹری صاحب کے اہلخانہ نے عرض کیا میں سخت علیل ہوں بولنا بھی مشکل ہے اور اب مجھ سے کچھ بھی نہیں ہو سکتا سوائے اسکے کہ لیٹ کر نماز بمشکل پڑھ لیتی ہوں۔ فرمایا بس یہی کافی ہے زبان سے اللہ اللہ کیے جائیے اور اگر اسمیں بھی تکلیف ہو تو صرف دل سے کئے جائیے۔ کہا دعا کیجیے مجھے سخت تکلیف ہے فرمایا حق تعالیٰ شفا دیں کچھ گھبرانا نچاہیے کفارۂ گناہ ہو رہا ہے یہ سب حالتیں ختم ہو جاوینگی اسوقت تکلیف ہے مگر انکی قدر اجر ملتے وقت آویگی مسلمان کا کوئی حال بُرا نہیں نعمت میں رہے تو شکر کا ثواب ملتا ہے اور تکلیف میں رہے تو صبر کا غرض مسلمان کی ہر حالت اچھی ہے ہرگز غم نہ کیجیے۔ عرض کیا میرے واسطے حسن خاتمہ کی دعا کیجیے فرمایا ضرور دعا کرونگا۔ احقر نے عرض کیا میرا خیال آپکی حالت دیکھکر عرصہ سے ہے کہ مرض نہیں ہے آسیب کی خلش ہو یا سحر۔ سحر کے واسطے پانی پڑھکر دیا اور فرمایا ۴۰ دن تک اسکو پئیں اسمیں اور پانی ملا کر بڑھاتے رہیں اور تعویذ لکھکر دیا بعد تھوڑی دیر کے فرمایا اب مجھے اجازت ہو اور باہر تشریف لائے۔ دیکھا تو باہر بیس پچیس آدمی موجود ہیں اُن سے مل ملا کر جائے قیام پر واپس تشریف لائے۔ ایک صاحب نے ایک جوڑہ سلیپر سرخ رنگ نہایت مضبوط اور ایک جوڑہ سلیم شاہی بھی کام کا بہت بڑھیا پیش کیا فرمایا یہ کامدار تو میری عمر کے مناسب نہیں اور سلیپر پہننے کی عادت نہیں۔ کبھی پہنا نہیں۔ مگر اُنھوں نے اصرار کیا تب حضرت نے سلیپر لیا کہ وضو کر کے اسکو پہن لیا کروں گا اور دوسرے جوڑے کو واپس کر دیا اور فرمایا میرے پاس آجکل کئی جوڑے ہیں ضرورت سے زیادہ رکھنا خلاف عادت ہے۔ اور فرمایا اس سلیپر کو اُس تھیلی میں رکھ لو جسمیں ہوا خوری کا جوڑہ ہی احقر نے عرض کیا پھر اُس تھیلی کو زنبیل (ٹوکری) میں رکھ لوں فرمایا اُسمیں کھانے پینے کی چیز بھی رہتی ہے دل نہیں چاہتا کہ اُسمیں جوتیاں رکھی جاویں۔ گو یہ جوڑہ پاک ہے مگر پھر بھی

مریض کیلئے معمولات میں تخفیف

ضرورت سے زیادہ جوتے نہ رکھنا کھانے کا ادب

کھانے کا ادب نفاست و نظافت

پہننے کی چیز کھانے کے ساتھ رکھنا ایسا ہے جیسے کسی سے کہیں نیا جوتا اپنے باپ کے سر پر رکھدے تو ہرگز ہمت نہ ہوگی حالانکہ وہ پاک ہے۔ کھانے کا ادب بھی ایک چیز ہے۔ جواز اور بات ہے مگر نفاست اور نظافت بھی اچھی چیز ہے۔ میں ایک دفعہ ایک طبیب کے یہاں بیٹھا تھا ایک شخص قارورہ کی شیشی ہاتھ میں لایا اور قارورہ حکیم صاحب کو دکھا کر شیشی رکھکر مجھے مصافحہ کرنا چاہا میں نے کہا ہاتھ دھوکر آؤ شیشی خشک سہی مگر میرا دل نہیں چاہتا کہ جس ہاتھ میں قارورہ تھا اُس سے مصافحہ کروں۔ قریب مغرب ایک شخص حضرت والا کو اپنے مکان پر لیگئے جو ذرا فاصلہ پر تھا۔ خدام میں سے کوئی ساتھ نہیں گیا مغرب کی نماز حضرت نے وہیں پڑھی۔ سکریٹری صاحب نے دعوت کیلئے اصرار کیا فرمایا میں حاضر ہوں صاحبخانہ سے اجازت لیلیجیے۔ صاحبخانہ سے ہر چند اصرار کیا مگر اُنھوں نے نہ مانا۔ فرمایا مجبور ہوں۔ تاہم سکریٹری صاحب نے صبح کو سفر کے ناشتہ کے لیے کچھ کھانا بھیجدیا۔

۱۹ صفر ۱۳۳۵ھ یوم شنبہ

شب شنبہ میں قیام گورکھپور میں رہا۔ عشاء کی نماز میں سورۂ تین اور ماعون پڑھی اور فجر کی نماز میں سورۂ قیامۃ اور نازعات پڑھی۔ صبح کو حسب معمول حضرت ہوا خوری کیلئے گئے تو رستہ بھول گئے جب مکان پر واپس آئے تو وقت ریل کا ایسا تنگ ہوگیا تھا کہ کسی طرح امید گاڑی کے ملنے کی نہ تھی۔ اسٹیشن پر پہونچے تو ریل ایک گھنٹہ سے زیادہ لیٹ تھی تقریباً ۵ آدمی مشایعت کے لیے اسٹیشن پر تھے۔

صلۂ رحم

حضرت والا کے تین بھتیجے یعنی منشی اکبر علی صاحب کے صاحبزادے ایک مقام دیوریا ضلع گورکھپور میں تعلیم پاتے تھے۔ گورکھپور پہونچتے ہی حضرت نے فرمایا بچوں کو بلانا چاہیے کسی نے عرض کیا تار دیدیا جاوے فرمایا معمولی تار خط کے حکم میں ہے ۲۴ گھنٹہ کے اندر پہونچتا ہے اگر دیر میں پہنچا تو وہ دیر میں آوینگے اور بہت تھوڑی دیر میرے پاس رہ سکینگے۔ اسواسطے ایک آدمی بھیجدیا جاوے چنانچہ ایک آدمی تجویز ہوا اور خرچ اُسکا قریب ایک روپیہ کے حضرت نے اپنے پاس سے دیا دو صاحبزادے جمعہ کیدن عصر کے وقت آگئے اور ایک سنیچر کے دن اتنا سفر دُوری گھاٹ

میں دیوریا کے اسٹیشن پر ملگئے۔ شب شنبہ بمقام گورکھپور پہونچے ملازم منشی اکبر علی صاحب کا پہونچا حضرت والا نے منشی اکبر علیصاحب کو لکھدیا تھا کہ کوئی آدمی گورکھپور بھیجدینا تاکہ آپکے پاس پہنچنے میں اُسکے ذریعہ سے سہولت ہو (واقف کار آدمی کو سفر میں ساتھ لے لینے کی ضرورت اور مصلحت متفرق طور پر اس سفر میں بیان ہونگی)

واقف کار آدمی کو سفر میں ہمراہ لینا

بیعت میں جلدی نہ کرنا

اسٹیشن گورکھپور پر بوجہ لیٹ ہو جانے ریل کے قریب ایک گھنٹہ کے ٹھہرنا پڑا ایک شخص نے اسٹیشن پر بیعت کیلئے اصرار کیا فرمایا جبتک جانبین کا دل نہ ملجائے یہ تعلق مفید نہیں بلکہ مضر ہے کیونکہ شیخ کو یا مرید کو جلدی کرنے میں اکثر یہ ہوتا ہے کہ پچھتانا پڑتا ہے اور خیال ہوتا ہے کہ کہاں پھنس گئے بیعت کا تعلق کرنا جانبین کو تمام عمر کیلئے قید میں آجانا ہے ہرگز بلا اطمینان طرفین کے اس قید میں پڑنا نہ چاہیئے اور یوں میں تمام مسلمانوں کا دعاگو اور خادم ہوں بعض لوگوں کا خیال ہے کہ تعلیم اور نفع بیعت پر موقوف ہے یا اسمیں دریغ ہوگا بلا بیعت کے میں ایسے شخص کو راہزن اور ڈاکو سمجھتا ہوں جو بلا بیعت کے تعلیم میں طالب سے دریغ کرے۔ اور سچ عرض کرتا ہوں کہ میں کسی طالب سے دریغ نہیں کرتا رہا بیعت کرنا سو وہ ایسا ہے جیسے کسی کو متبنٰی بنالینا۔ خدمت تو آدمی پڑوسیوں تک کی اور پڑوسیوں کے بچوں اور نوکروں تک کی اور محض اجنبیوں کی بھی کرتا ہے لیکن بیٹا کسی کو نہیں بناتا مولوی عبدالغنی صاحب (یہ حضرت کے خلفا میں سے ہیں) سرائے میر سے آکر اسٹیشن گورکھپور پر ملے اور ہمراہ ہو لیئے۔

سنگدلی اور یکسوئی قلب میں فرق

اسٹیشن پر کسی مناسبت سے فرمایا جبتک واقعہ کا تدارک ہو سکے تا وقت تدارک اُس سے قلب کو سخت تعلق رہتا ہے اور جب تدارک کی امید نہ رہے تو قلب بالکل علیحدہ ہو جاتا ہے۔ کسی کے مرنیکا مجھے قلق نہیں ہوتا کیونکہ ناممکن التدارک ہوگیا اور اُسکی بیماری سے بڑا قلق رہتا ہے کسی کے مرنے میں میں نے ایک وقت کا بھی کھانا نہیں چھوڑا اور بیمار کو دیکھکر کھانا چھوٹ چھوٹ گیا ہے بعض بڑے محبوبین کا انتقال ہوا مگر بعد میں رنج نہیں ہوا مجھے ایکدفعہ خیال ہوا کہ یہ سنگدلی ہے لیکن غور کرنیسے سمجھ میں آیا کہ اگر اسکی منشا سنگدلی ہوتی تو بیمار کو دیکھکر کیوں دل پگھلتا ہے معلوم ہوا کہ اسکا منشا صرف یہ ہے کہ الیاس احدی الراحتین ناممکن التدارک جو

سے قلب کو سکون ہو جاتا ہے۔

اسٹیشن ہٹنی پر گاڑی نہیں ملی اور چار پانچ گھنٹہ قیام کرنا پڑا پلیٹ فارم پر حضرت کے لئے بستر لگا دیا۔ کچھ سو کر اور کچھ بات چیت میں وقت کاٹا۔ خدام نے عرض کیا یہ وقت فضول گیا۔ فرمایا ہاں لیکن حق تعالیٰ کی نعمتیں کسی وقت انسان سے الگ نہیں ہوتیں دیکھے یہاں ایسی نعمت عطا فرمائی کہ اور کہیں نہیں مل سکتی وہ یہ کہ ہر مجمع میں کوئی اجنبی آدمی ضرور ہوتا ہے اور اسوقت ایسا مجمع ہے کہ مختصر بھی ہے اور صرف اپنے ہی آدمی ہیں بشاشت محضہ کا سامان ہے یہ بڑا لطف ہے اس سفر سے غرض تفریح ہی ہے کسی کی پابندی نہیں ہے اتنا وقت تفریح کے ساتھ کٹے گا۔ اور فرمایا بتن ملازم کو ساتھ لے لینے میں یہ مصلحت ہے کہ اب طبیعت پریشان نہوگی اگر یہ نہوتا تو بوجہ ناواقفیت کیسی تکلیف ہوتی میرا معمول ہے کہ ہر جگہ کسی واقف کار آدمی کو ضرور بلا لیتا ہوں اسکو بعض لوگ تکبر اور بناوٹ کہتے ہیں حالانکہ تکبر اور بناوٹ کچھ نہیں بلکہ ضرورت ہے۔ ناشتا اسٹیشن ہٹنی پر کیا۔ اسوقت اتنے آدمی تھے حضرت والا اور بندہ اور مفتی صاحب اور حضرت کے بھتیجے میاں حامد علی اور محمود علی اور محمد علی اور مولوی عبد الغنی صاحب اور بتن ملازم سب نے ایک جگہ بیٹھکر کھانا کھایا۔ ظہر کی نماز اسٹیشن ہٹنی پر قریب ڈیڑھ بجے کے پڑھی عصر کی بھی وہیں پڑھی اور اول وقت پڑھی کیونکہ ریل کا وقت ہو گیا تھا۔ ایک دو آدمی محض اجنبی حضرت سے ملے جو ہٹنی جنگشن پر موجود تھے۔

تعطیف میں نعمت الٰہی کا شکر

۲۰ صفر ۱۳۳۵ھ یوم الاحد

مغرب شب یکشنبہ کی نماز اسٹیشن ہٹنی سے روانہ ہونیکے بعد اسٹیشن انڈار جنگشن کے قریب ریل میں پڑھی اس طرح کہ حضرت والا درجہ کی بنچوں کے بیچ میں بیچ کھڑے ہوئے اور کوئی مقتدی داہنے بائیں تختوں پر اسوجہ سے نہ کھڑا ہو سکا کہ اوپر اسباب رکھنے کی بنچ تھی اسکی وجہ سے کھڑا ہونا ممکن نہ تھا لہذا مقتدی داہنے بائیں درجوں میں دو دو آگے پیچھے کھڑے ہوئے فرمایا ریل کی ایک گاڑی مکان واحد کے حکم میں ہے اسوقت نماز نہایت جلدی جلدی

پڑھی اور انا اعطینا اور قل ھو اللہ پڑھی اور نفل کسی نے نہیں پڑھی حالانکہ جگہ کافی اور وقت بہت تھا۔

ریل میں اسٹیشن انڈارا کے قریب فرمایا دیکھئے ایک مخلوق تک پہونچنے میں بعض وقت کیسی مشکلیں پیش آتی ہیں اس سفر میں کیا کیا خلاف توقع باتیں پیش آئیں لوگ خالق تک پہونچنے کو خالہ جان کا گھر سمجھتے ہیں کچھ بھی تو نہیں کرتے طلب نہیں کرتے چاہتے ہیں گھر بیٹھے خدا ملجاوے اور اگر کسی نے بڑی بھلی طلب کی بھی اور ذکر شغل شروع کیا تو شروع کرتے ہی مزا چاہتے ہیں اور فوراً وصول الی اللہ کی خواہش ہوتی ہے۔

مفتی صاحب نے پوچھا شرطِ مصر کا ثبوت حضرت علیؓ کے قول سے ہے یا اور کسی حدیث سے فرمایا ہاں اس سے بھی ہے اور سب سے اچھی دلیل یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قبا میں چودہ رات قیام کیا اور کہیں روایت نہیں کہ حضورؐ نے وہاں جمعہ پڑھا۔ حالانکہ جمعہ فرض ہو چکا تھا۔ کیونکہ صحابہ سے جمعہ کا پڑھنا قبل ہجرت ثابت ہے مفتی صاحب نے عرض کیا عدم نقل تو دلیل نہیں ہو سکتی۔ فرمایا ایسے مہتم بالشان امور میں عدم نقل بھی دلیل ہو سکتی ہے بہت جگہ فقہا اور محدثین کسی امر کی نفی کے لئے فرماتے ہیں لم یثبت لم یثبت اور فرمایا حدیث میں آتا ہے کہ صحابہ جمعہ پڑھنے کے لئے قبا سے مدینہ طیبہ آیا کرتے تھے اور اسکے لئے آپس میں باری مقرر کر رکھی تھی اور کسی نے یہ نہ کیا کہ قبا میں جمعہ پڑھ لیں یہ کہیں ثابت نہیں۔ عرض کیا گیا امام کی شرط جمعہ میں کہاں سے ثابت ہے جسکی وجہ سے آج کہا جاتا ہے کہ ہندوستان میں جمعہ نہیں ہو سکتا کیونکہ امام مسلمان موجود نہیں۔ فرمایا آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ امام کا ہونا صرف رفع تنازع کیلئے ہے بالذات شرط نہیں دیکھئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایام فتنہ میں خود فتویٰ دیا تھا امام جائر کے ساتھ جمعہ صحیح ہونے کا حالانکہ وہ خلیفہ شرعی نہ تھا۔

سوال۔ جمعہ درست ہونے کے لئے شہر کی حد کہانتک مانی جاوے۔ فرمایا مصر اور فناء مصر سب میں جمعہ ہو سکتا ہے۔ احقر نے عرض کیا ریل کا اسٹیشن بھی فناء مصر میں داخل ہے یا نہیں۔ فرمایا میرے نزدیک داخل نہیں کیونکہ معد لمصالح الحضر نہیں بلکہ معد

لمصالح السفر والخروج عن البلد ہے۔

مفتی صاحب نے عرض کیا معد للخروج عن البلد بھی ہے اور للدخول فی البلد بھی۔ جواب غالباً یہ دیا گیا مصالح سکنی بلد کے متعلق تو نہیں اور فنا وہ ہے جو ان مصالح کیلئے معد ہو۔

عرض کیا گیا مصر کی تعریفات مختلفہ سے جو شرائط معلوم ہوتی ہیں وہ سب کی سب تو کسی شہر میں بھی مجتمعاً نہیں پائی جاتیں۔ فرمایا یوں معلوم ہوتا ہے کہ مصر کی تعریفات ہر زمانہ میں لوگوں نے وہ کی ہیں جن سے اسکی شناخت ہو جاوے کوئی تعریف جامع مانع نہیں ہے رسوم اور امارات ہیں اور اصل مدار عرف پر ہے پس کسی خاص امارت کا کسی بلد میں نہ پایا جانا مضر نہیں اور نہ ان تعریفات میں باہم تعارض ہے۔

عشاء کی نماز غالباً اسٹیشن انڈارا پر پڑھی۔ منشی اکبر علی صاحب کو لکھا گیا تھا کہ ۹ بجے دن کے ڈوری گھاٹ کے اسٹیشن پر پہونچینگے اسواسطے اُنھوں نے سواری وغیرہ کا انتظام اسی وقت کے لئے کر دیا تھا لیکن ریل کے لیٹ ہو جانیکی وجہ سے قریب ۱ بجے شب کے ڈوری گھاٹ پہونچے سواری وغیرہ سب واپس جا چکی تھی منشی اکبر علی صاحب کا ڈیرہ وہاں سے قریب ایک میل کے تھا اور بیچ میں دریا حائل تھا رات کو جانا مشکل تھا اسواسطے یہ تجویز ہوئی کہ رات کو یہیں رہیں اور صبح کو ڈیرہ پر چلیں۔ بتن ملازم نے بہت کوشش کے بعد دھرم شالہ متصل اسٹیشن میں ایک کوٹھری میں ٹھیرنے کا انتظام کیا اور مٹی کے تیل کی ڈبیہ ایک بنیہ سے لی اور ایک تخت قد آدم لمبا بہم پہنچایا تخت پر حضرت والا کا بستر لگا دیا کوٹھری ایسی تنگ تھی کہ سب آدمیوں کے لئے لیٹنے کی جگہ بھی کافی نہ تھی۔ چنانچہ مولوی عبد الغنی صاحب برآمدہ میں لیٹے اور صاحبزادہ محمد علی کو حضرت نے اپنے پاس سُلایا اُنکی وجہ سے رات کو نیند اچھی طرح نہیں آئی کیونکہ حضرت کو کئی بار اُٹھ اُٹھ کر اُن کو کپڑا اُڑھانا پڑا۔ سوتے وقت فرمایا کنواں قریب ہو تو اسکو دیکھ لینا چاہئے اور اگر کنواں نہو تو جہاں سے ممکن ہو پانی لیکر لوٹے بھر کر کوٹھری میں رکھ لئے جاویں ورنہ سحر کو پانی بہت ڈھونڈھنا پڑیگا۔ مٹی کے تیل سے حضرت کو سخت نفرت ہے اسواسطے ڈبیہ باہر برآمدہ میں رکھوا دی۔ فرمایا دیکھو اسوقت بتن ملازم نہوتا تو کہاں دھکے کھاتے پھرتے نئی جگہ ہے کسی سے تعارف نہیں یہاں وضو کیلئے پانی بھی نہ ملتا اور اسٹیشن پر پڑے رہتے

تو قدر عافیت معلوم ہو جاتی۔ دھرم شالہ کیطرف ہمارا تو خیال بھی نہ جاتا اگر کسی قدر جگہ تنگ ملی مگر قید کی جگہ تو ہے ہوا سے تو محفوظ رہے یہ مرتبہ ضرورت کا ہے نئی جگہ واقف کار آدمی کو ضرور ساتھ لے لینا چاہئے یہ تکبر اور بناوٹ نہیں ہے۔ سحر کو ۴ بجے کے قریب سب جاگ گئے اور تہجد اور ذکر شغل میں مصروف رہے۔ فجر کی نماز کسیقدر اسفار میں دھرم شالہ میں پڑھی اور سورۂ انفطار اور والشمس پڑھیں اور فوراً اسباب باندھا گیا اور کچھ دو مزدوروں پر اور کچھ خدام نے گھاٹ پر بفاصلہ نصف میل پہونچایا روانگی کے وقت فرمایا تخت اور دیا سلائی اور تیل کی ڈبیہ جس جس کی ہیں اُن کے پاس پہونچا دیجاویں اور ان کا کچھ کرایہ یا قیمت ہو تو ادا کر دیجاوے۔ عرض کیا گیا یہ سب چیزیں بنئے کی ہیں دیا سلائی اور ڈبیا اُسکے پاس پہونچا دی اور تیل کی قیمت دیدی گئی اور تخت کا کرایہ بھی دیدیا گیا وہ بنیا اسی دھرم شالہ میں دوسری طرف بیٹھتا ہے اُس سے کہدیا گیا تخت وہ اُٹھوا لیجائے گا۔ فرمایا کام تو لیا ہم نے اور اُٹھوا وہ لیگا عقد اجارہ میں کیا یہ بھی طے ہوا تھا کہ یہاں اُٹھا کر لیجانا اُسکے ذمہ ہے اسکو نکالکر اُسکے پاس پہنچا یا جاوے چنانچہ خدام نے کوٹھری میں سے نکال کر باہر رکھا اُس بنئے نے خود کہا یہاں سے میں اُٹھا لونگا تب وہاں سے روانہ ہوئے (حضرت والا کو معاملات کا بہت ہی زیادہ خیال رہتا ہے اور اسمیں تاخیر و اہمال کو بھی روا نہیں رکھتے) گھاٹ پر کشتی میں سوار ہوئے تو پوچھا مزدوروں کی مزدوری دیدی گئی عرض کیا گیا ہاں ایک مزدور نے کہا مجھے مزدوری کم ملی ہے لوگوں نے کہا یہی دستور ہے فرمایا دستور کوئی چیز نہیں اور دیدو اور خوش کر دو ناراض نہ رہے۔ کشتی میں سوار ہو کر دریا پار پہونچے تو منیجر صاحب کے عملہ والے سہ براہ کار وغیرہ لینے کو آگئے اور حضرت والا اور جملہ ہمراہیان پیادہ پا منشی اکبر علیصاحب کے ڈیرہ تک گئے ۹ بجے دن کو ڈیرہ پر پہونچے۔ روز یکشنبہ ۲۰ صفر ۱۳۳۵ھ ۱۷ دسمبر ۱۹۱۶ء وہاں چاء اور انڈے کے پراٹھے اور تلوے (تلشکری) پیش کئے گئے حضرت والا نے چاء سے معذوری ظاہر فرمائی اور تھوڑا پراٹھا اور تلوے نوش فرمائے اور ہم خدام نے چاء بھی پی۔ منشی اکبر علیصاحب نے یہ تلشکری خاص طور سے بڑے اہتمام کے ساتھ حضرت مدظلہ کے لئے بنوا کر رکھی تھی۔

مزدور کو ناخوش نہ کرنا

ہاتھی حلال ہے یا حرام

بعد ناشتہ کے منشی اکبر علی صاحب نے پوچھا کہیں گھومنے جائیے تو ہاتھی کسوا دیا جاوے فرمایا بہتر ہے چنانچہ ۹ بجے سے ۱۰ بجے تک ہاتھی پر ہواخوری کو گئے راستہ میں ذکر ہوا کہ ہاتھی اتنا بڑا جانور ہے مگر کیسا حق تعالیٰ نے ذرا سے انسان کے واسطے اسکو مسخر کیا ہے پھر فرمایا امام محمد صاحب کی ایک روایت میں ہاتھی نجس العین ہے اسیواسطے سواری کو بھی مکروہ کہا ہے اور امام مالک صاحب کے نزدیک حلال ہے چنانچہ سنا ہے کہ حبشہ میں افریقہ میں کھایا جاتا ہے ۱۰ بجے کے قریب ڈیرہ پر لوٹ آئے۔ دوپہر میں ایک لنگڑا آدمی مقطوع الرجل اپنے ایک چھوٹے سے بھائی کے ساتھ آیا اور بڑی عقیدت سے ملا اور تھوڑی دیر کے بعد چلا گیا۔ یہ شخص بڑہل گنج سے آیا تھا اسکے جانے سے تمام قصبہ بڑھل گنج میں خبر ہوگئی اور آدمیوں کا تار بندھ گیا حضور اس لنگڑے نے تو کوڑی پھیرا کر دیا جب تک حضرت کا قیام زہر پور میں رہا ذرا ذرا دیر میں آتا تھا۔ ظہر کی نماز ڈیرہ میں پڑھی اذان نہیں کہی گئی۔

ایک شخص کا صرف تین روزے ماننا

فرمایا آجکل ایسی خودرائی ہے کہ دین میں بھی جو جسکی سمجھ میں آتا ہے تراش خراش کرنے کو تیار ہے اور اس بیباکی کو دیکھئے کہ جو سمجھ میں آجاوے اُسمیں کسی سے مشورہ بھی نہیں کرتے گویا جو کچھ اُن کے دل میں آتا ہے وہ وحی قطعی ہوتی ہے (نعوذ باللہ) ایک شخص نے دعویٰ کیا ہے کہ روزے اسلام میں صرف تین ہیں اور ایسا خبط ہوا ہے کہ اسکو اشتہار میں چھاپ دیا۔ دلیل یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے قرآن میں کتب علیکم الصیام کے آگے فرمایا ہے ایاما معدودات اور القرآن یفسر بعضہ بعضاً یہی لفظ دوسری جگہ بھی ہے وہاں جو مراد ہے وہی یہاں بھی لینا چاہئے دوسری جگہ یہ ہے واذکروا اللہ فی ایام معدودات یہ حج کے بیان میں ہے اور اس سے مراد گیارہویں بارہویں تیرہویں تاریخ ہے تو روزہ بھی انہیں دن کا ہوا باقی مولویوں کی گھڑت ہے۔ فرمایا حضرت نے نہ معلوم یہ شخص لن تمسنا النار الا ایاما معدودات میں کیا مراد لیگا۔ شاید یہود کا یہ عقیدہ تھا کہ صرف گیارہویں بارہویں تیرہویں کو عذاب ہوا کریگا سو یہ بالکل خلاف واقع ہے۔ اپنے زعم میں دل خوش کرلیا اور سیاق وسباق سب کو بگاڑ دیا فمن شہد منکم الشہر فلیصمہ اور شہر رمضان الذی انزل فیہ القرآن وغیرہ سب سے آنکھ میچ لی اور ان احمقوں

کے یہاں حدیث کوئی چیز ہی نہیں قطع نظر حدیث کے ساتھ عقیدہ رکھنے کے تاریخ کے مرتبہ میں تو اسکو ماننا چاہیئے اور اسکا قائل ہونا چاہیئے کہ صحابہ نے اور جمہور امت نے تیس اور رکھے کیا آجتک کسی نے بھی قرآن کے مدلول کو نہیں سمجھا ان بیوقوفوں اور خود رائیوں کا کوئی جواب کہاں تک دے۔ لطف یہ ہے کہ کوئی کیسی ہی بدیہی البطلان بات کہے اُسکے بھی متبع کچھ نہ کچھ لوگ ہو ہی جاتے ہیں بلکہ حق کے متبع جلدی نہیں ہوتے اور باطل کے منہ سے نکلنے کی دیر ہے کہ متبع موجود ہیں۔

لفظ واجب الوجود کا ثبوت

فرمایا بیضاوی کے سبق میں ایک شخص نے کہا لفظ واجب الوجود کا اطلاق حق تعالیٰ پر بدعت ہے کیونکہ اسمار الٰہی توقیفی ہیں۔ مفتی صاحب نے عرض کیا اسماء توقیفی ہیں نہ صفات فرمایا واجب الوجود کا لفظ تو حدیث سے ثابت بھی ہو سکتا ہے کیونکہ لفظ قدیم کا اطلاق حدیث میں آیا ہے قدیم المعروف دائم الاحسان اور واجب الوجود ترجمہ ہے قدیم کا کیونکہ قدیم بالذات اور واجب الوجود ایک چیز ہیں۔

تقلید شخصی کی حقیقت

فرمایا سلامت اتباع میں ہے ورنہ ہمارے نفوس اُسی طرف چلتے ہیں جسطرف گنجایش ملے تحقیق کی طرف نہیں چلتے۔ ایک شخص سے تقلید شخصی کے متعلق گفتگو تھی میں نے اُس سے کہا وجوب اور فرضیت کی بحث چھوڑ دو اور تقلید پر واجب اصطلاحی کا اطلاق جانے دو مگر میں تم سے پوچھتا ہوں کہ ہمارے نفوس کی اصلاح ضروری ہے یا نہیں اور وہ کسی بات میں بنا بنائے جانیکے محتاج ہیں یا نہیں اور نفوس کا میلان بالطبع مفاسد کی طرف ہے یا نہیں۔ کہا ہاں یہ تو سب صحیح ہے میں نے کہا تجربہ سے یقین کے ساتھ ثابت ہے کہ اسکا علاج سوائے تقلید شخصی کے کچھ نہیں ہے اور نفس کا علاج واجب ہے اسواسطے واجب کا تقلید پر اطلاق صحیح ہوا۔ کہنے لگا اسوقت مجھے حقیقت تقلید کی معلوم ہوئی یہ تو بہت کھلی ہوئی بات ہے۔ مفتی صاحب نے عرض کیا فقہ مرتب ہے تقلید شخصی اسی کے ذریعہ سے ہو سکتی ہے لیکن علمار فقہ کی رائیں بھی بعض مسائل میں مختلف ہوتی ہیں اور ایسا اختلاف کہ بالکل تضاد کے مرتبہ میں ہوتا ہے تو اس صورت میں کسی روایت پر بھی عمل کرنے سے ایک کی تقلید نہیں رہتی تو کیا یہ جائز ہے۔ فرمایا کسی ایک کی تقلید چھوڑنا اگر عمل بالاحوط کیلئے ہو تو حرج نہیں یا مجبوری آن پڑے

تو ایک روایت کو اختیار کرلینا بھی ممکن ہی باقی توسیع امر کیلئے اور نفس کو گنجایش دینے کیلئے روایتیں تلاش کرنا تو سوائے اسکے کیا ہے کہ اتباع ہوی ہے - فرمایا اور یہ اجتہاد تو ختم بھی نہیں ہوا کہ دو روایتوں میں ایک کی ترجیح دلیل سے کرلیجاوے - جو اجتہاد ختم ہوگیا وہ وہ تھا جس سے اصول وضع کیئے جاتے تھے - مفتی صاحب نے عرض کیا بعضے اصول بھی ایسے ہیں جو ائمہ مجتہدین سے منقول نہیں متاخرین نے اُنکو وضع کیا ہے - فرمایا ہاں یہ ضرور ہے بعض بعض اصول ایسے ضرور ہیں مگر اس سے اجتہاد مطلق کا ثبوت متاخرین کے لئے نہیں ہوتا وہ النادر کالمعدوم کے حکم میں ہیں اور یہ مرتبہ اُنہیں کا تھا جو کر گئے ہم لوگ یہ بھی نہیں کر سکتے ہمارا فہم اُن کے برابر نہیں اُن کو حق تعالیٰ نے ایک فہم ایسا عطا فرمایا تھا جس سے وہ حضرت شارع علیہ السلام کی غرض کو سمجھ جاتے تھے ہمکو اپنی فہم پر اعتماد کیسے ہو آجکل کے استنباط دیکھے جاویں تو صراحۃً معلوم ہو جاتا ہے کہ ہماری فہموں میں کسقدر کجی ہے - اہل حدیث (غیر مقلدین) کے استنباط بعض مسائل میں دیکھئے کسقدر لغو ہیں مثلاً ایک صاحب نے حدیث حتی یجد ریحًا او یسمع صوتًا سے استدلال کیا اگر ریح خارج ہو لیکن بدبو یا آواز نہو تو اُس سے وضو نہیں ٹوٹتا - علی ہذا ایسے ایسے بیہودہ مسائل ہیں کہ سُنکر ہنسی آتی ہے - پیشاب کے بعد ڈھیلا لینے کے تو بہت ہی خلاف ہیں اور اُسکو بدعت کہتے ہیں - مفتی صاحب نے عرض کیا اسپر تو دلیل موجود ہے وہ یہ کہ قرن اولیٰ میں یہ عادت ثابت ہی کہ لبا اوقات پیخانہ کے بعد ڈھیلوں سے استنجے پر اکتفا کرتے تھے اور فوراً پانی سے طہارت نہ کرتے تھے تو موٹی سی بات ہی پیشاب کو کسی چیز سے خشک ضرور کرتے ہونگے یا ٹپکتا چھوڑ دیتے تھے خشک کرنے کیلئے اور کس چیز کو استعمال کرتے تھے سوائے ڈھیلے کے - فرمایا حضرت والا نے ہاں یہ کھلی ہوئی دلیل ہے - فرمایا تقلید شخصی اور وحدت مطلب دونوں کا مفہوم ایک ہی ہے اول لفظ احکام ظاہرہ میں مستعمل ہے اور دوسرا سلوک میں - بعد ظہر حضرت والا کے پاس احقر اور مفتی صاحب اور محمد اختر صاحب اور مولوی عبد الغنی صاحب ڈیرہ میں بیٹھے تھے اور اور کوئی اجنبی یا غیر اجنبی کوئی بھی نہ تھا - مولوی عبد الغنی صاحب نے عرض کیا حضرت کے یہاں حدیث کا دورہ

(ڈھیلے سے استنجے بعد البول کا ثبوت)

شوق لقاء اللہ

ہو تو خوب ہو فرمایا مشکل ہی اب قابل مطالعہ کاموں کی ہمت نہیں اور بلا مطالعہ پڑہانیکی کبھی عادت نہیں ہوئی۔ اور نہ دل گوارا کرتا ہے۔ دو وجہ سے ایک تو یہ کہ عادت تدریس کی چھوٹی ہوئی ہے بلا مطالعہ کیسے کام چلیگا۔ دوسرے جن باتوں کی طرف اب خیال جاتا ہے پہلے کبھی نہیں گیا گویا اگر اب درس ہوگا تو ایک نئے طرز سے ہوگا اور حدیث میں تصوف کی تعلیم ہوگی۔ اور یہ مضامین کتابوں میں ملینگے نہیں۔ لہذا بہت دماغ خرچ ہوگا۔ اور اب اتنا تحمل نہیں۔ عرض کیا اسی وجہ سے تو لوگ مشتاق ہیں کہ تصوف کے طریق سے حدیث کی تعلیم کہیں نہیں میسّر ہوتی۔ فرمایا یہی وجہ اشتیاق کی ہے اور یہی وجہ دشواری کی اسوقت تو سب اپنے ہی ہیں کوئی اجنبی نہیں ہے اسواسطے ظاہر کرتا ہوں کہ اب کسی ایسے کام کو جی نہیں چاہتا جسمیں کچھ دن بھی زندہ رہنے کی ضرورت ہو اب تو یہ دل چاہتا ہے کہ ایسے کام میں رہوں جسمیں جسوقت بھی موت آجاوے تامل نہو ایسا کام ذکر اللہ ہے اور سب کام پڑھنا پڑھانا مطالعہ وعظ تصنیف وغیرہ سب کچھ بُرے بھلے ہوگئے لوگوں کو پہونچا دیا اب بحمد اللہ اور کام تو سب ہورہے ہیں البتہ مجھ سے ذکر اللہ کی تکمیل نہیں ہوئی یہ بھی خدا کرے ہو جاوے۔ دوسرے کام ہلے ہیں تو نیابت بھی ہوسکتی ہے مگر یہ علی العین ہے گو اور اشغال اس سے بہتر بھی ہوں مگر یہ بھی تو ادا ہونا چاہئے اب تو کوئی لکھنے پڑھنے کی بات کرتا ہی تو اوپری سی معلوم ہوتی ہے۔ خیال تھا کہ اس سفر میں تفریح ہوگی اور دلبستگی ہوگی مگر مطلق حظ نہیں آیا سب سامان دلبستگی کے موجود ہیں رفقا ہیں فراغ ہے کسی کی پابندی نہیں ہر چیز خواہش کے موافق مہیا ہے مگر دل کسی چیز میں نہیں لگتا۔

(محمد مصطفےٰ کہتا ہے یہ تقریر حضرت والا کرتے جاتے تھے اور چہرہ مبارک پر تڑپ کے آثار نمایاں تھے یہ معلوم ہوتا تھا کہ اب کہیں کو اُٹھکر چلدینگے خدام کے دل پر جو گذر گئی وہ گذر گئی ایک سکوت کا عالم تھا اور سب کی آنکھ سے آنسو جاری تھے حضرت پر شوق لقاء اللہ کی حالت بہت دیر تک ایسی ہی کہ بات کے لہجہ سے نمایاں تھی ع) فرمایا حدیث کے جاننے والے تو بہت ہیں اگر پڑھنے پڑھانیکا اتفاق

ع وکفی بذلک فضلا وفخرا الحدیث عن ابن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فمن یرد اللہ ان یھدیہ یشرح صدرہ للاسلام فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان النور اذا دخل الصدر انفسح فقیل یا رسول اللہ ھل لذلک من علم یعرف قال نعم التجافی من دار الغرور والانابۃ الی دار الخلود والاستعداد للموت قبل نزولہ ۱۲ رواہ البیہقی ۱۲ المشکوٰۃ صفحہ ۴۶ عن البیہقی ۱۲ از جامع

ہو تو دو فنوں کو جی چاہتا ہے تصوف کو اور تفسیر کو کیونکہ انکے جاننے والے نہیں ہیں۔ تصوف کو تو لوگ بالکل ہی بھول گئے اور تفسیر بھی قریب قریب سی کے ہے مدرسوں میں صرف ایک جلالین پڑھائی جاتی ہے سو وہ کیا کافی ہوسکتی ہے۔

مابین ظہر و عصر بڑہل گنج سے تین چار آدمی آئے (یہ ایک قصبہ ہے جو ڈیرہ سے قریب ایک میل کے فاصلہ پر تھا) اور قصبہ میں لیجانیکے لیے اصرار کیا فرمایا گنجائش دیکھ لیجیے کل کو کوچ ہونے والا ہے میں بھائی سے ملنے کیلیئے یہاں آیا ہوں اُنکی ہمراہی نہیں چھوڑ سکتا چلنے سے مجھے انکار نہیں کیونکہ قریب جگہ ہے ہاں وقت کم ہے آدھے گھنٹہ کیلیئے چل سکتا ہوں مگر یہ خیال ہے کہ طبیعت اچھی نہیں ہے وعظ نہیں کہہ سکوں گا۔ اُنھوں نے کہا زیادہ تر اشتیاق تو وعظ ہی کی وجہ سے ہے وعظ کہلائے بغیر لوگ نہ مانینگے فرمایا تو مجبوری ہے اسپر وہ لوگ چلے گئے فرمایا بس ان لوگوں کا اشتیاق وعظ کی وجہ سے تھا وعظ نہونیکی خبر سنتے ہی سب اشتیاق جاتا رہا یہ کیا اشتیاق ہے بلا وعظ کے صرف ملاقات کا شوق ہو تو قابل شمار ہے۔

بعد نماز عصر تفریحاً قریب ڈیڑہ میل کے پیادہ گئے چند آدمی بڑہل گنج کے وہیں بیابان میں آکر ملے اور نماز مغرب سبنے بیابان میں پڑھی اور اُن لوگوں نے بڑہل گنج چلنے کے لیے اصرار کیا۔ فرمایا صبح کو میری عادت ہوا خوری کی ہے کل صبح کو بڑہل گنج کی طرف چلینگے وہاں لوگوں سے کہدینا تاکہ اب کوئی وہاں سے تکلیف نہ کرے۔

مفتی صاحب نے پوچھا اشراق اور چاشت الگ نمازیں ہیں۔ فرمایا ہاں حضرت علی رض سے روایت ہے کہ حضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک نماز اُسوقت پڑھا کرتے تھے جبکہ آفتاب مشرق میں وہاں ہوتا تھا جہاں ظہر کے وقت مغرب کی طرف ہوتا ہے اور ایک اُسوقت پڑھا کرتے تھے جبکہ مشرق کی طرف وہاں ہوتا تھا جہاں عصر کے وقت مغرب میں ہوتا ہے اس سے دونوں نمازوں کی تعیین اور دونوں کا وقت مستحب نکلتا ہے۔ مستحب کی قید اسواسطے ہے کہ مطلق وقت علماء کے نزدیک دونوں کا ایک ہے اسیواسطے حضرت حاجی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ اشراق میں چھ رکعت پڑھا کرے تاکہ اگر چاشت نہ ملے تو یہی کافی ہوجائے۔ احقر نے پوچھا دو رکعت بھی چاشت کے لئے کافی ہیں فرمایا ان جملہ

اشراق اور چاشت الگ الگ ہیں

نوافل میں یہی ہے اشراق میں بھی چاشت میں بھی تہجد میں بھی اور زیادہ سے زیادہ چاشت کی آٹھ رکعت ہیں فتح مکہ میں حضورؐ نے آٹھ رکعت پڑھیں ام ہانی اسکی راوی ہیں۔ مولوی عبد الغنی صاحب نے عرض کیا چاشت میں بارہ رکعت بھی ثابت ہیں۔ فرمایا یہ اُسوقت پر محمول ہے جبکہ تہجد نہ ملا گویا قضاء تہجد ہے۔

۱۲ صفر ۱۳۳۵ھ یوم دوشنبہ

تقریباً ۲۰ آدمی بڑھل گنج سے بعد مغرب حاضر ہوئے جسمیں بچے بھی تھے اور وہ لنگڑا آدمی بھی مع اپنے چھوٹے بھائی کے تھا یہ سب غریب لوگ تھے اکثر کے بدن پر روئی کا کپڑا بھی نہیں تھا۔ فرمایا سردی کے وقت بڑی تکلیف کی اور بچوں کو بھی دق کیا اور بہت چھوٹے بچوں کو دیکھکر فرمایا آہا بچے بھی ہیں میں نے تو ابھی کہلا بھیجا تھا کہ کوئی صاحب تکلیف نہ کریں ہم خود صبح کو وہاں آئینگے۔ لوگوں نے کہا ہمکو یہ خبر نہیں پہونچی شاید وہ لوگ جن سے یہ فرمایا گیا تھا ابھی بڑھل گنج نہیں پہونچے اور حرج بھی کیا ہے آپکی زیارت کے سب لوگ مشتاق ہیں فرمایا غریبوں ہی میں دین رہگیا ہے یہ آپ لوگوں کی محبت ہے کہ ایسے وقت کھینچ لائی نہ سردی کا خیال ہے نہ رات کا خیال ہے ذرا ذرا سے بچے بھی ساتھ ہیں اُمراء تو اسوقت گھر سے بھی نہ نکلیں میری طبیعت غرباء سے بہت ہی محظوظ ہوتی ہے۔ عشاء کی نماز میں سورۂ والتین اور الم تر کیف پڑھی۔ بڑھل گنج والے بھی موجود تھے اسوقت جماعت میں ڈیرہ کے اندر تین صفیں تھیں۔

سوال۔ اگر ایک قصبہ پہلے بہت بڑا تھا اور اُجڑکر چھوٹا رہ گیا تو وہاں جمعہ ہو سکتا ہے یا نہیں فرمایا قصبہ اگر اُجڑ بھی جائے تو اگر دو علامتوں میں سے ایک بھی باقی رہے تو استصحاباً قصبہ ہی کا حکم رہیگا۔ وہ دو علامتیں یہ ہیں بازار جسمیں اکثر ضروریات ملجائیں دوسری کثرت آبادی۔

سوال۔ دیہات میں اگر جمعہ پڑھ لیا جاوے تو حرج کیا ہے۔ فرمایا جمعہ کے لئے ہر ایک کے نزدیک کچھ نہ کچھ شرائط ضرور ہیں کسی کے نزدیک چالیس کا عدد ہونا کسی کے نزدیک مصر ہونا وغیرہ

وغیرہ تو اجماع مرکب ہوا اسبات پر کہ جمعہ مطلقاً بلا شرائط جائز نہیں بعض لوگوں نے دیہات میں جمعہ ہونے کیلیئے استدلال کیا ہے آیت اذا نودی للصلوٰۃ سے اس طرح کہ اس آیت میں کہیں قید نہیں کسی بات کی جہاں ندا ہو جائے نماز جمعہ فرض ہو جاوے گی ۔ اور صحیح ہوگی ۔ اس سے تو لازم آتا ہے کہ ایک شخص پر بھی اور صحرا میں بھی جمعہ ہو سکے حالانکہ یہ کسی کا مذہب نہیں پس ثابت ہوا کہ بلا شرائط جمعہ نہیں ہوتا ہاں شرائط میں اختلاف ہے کسی کے نزدیک کچھ ہیں کسی کے نزدیک کچھ ہیں ۔ تعجب ہے جمعہ دیہات میں پڑھنے والوں سے کہ صرف جمعہ جائز ہونے کیلیئے تو شافعی مذہب لے لیا اور دیگر شرائط شوافع کی چھوڑ دیں ۔ قراءۃ فاتحہ خلف الامام بھی تو چاہیئے اور اور جو جو احکام نماز کے ہیں وہ سب اُن کے مذہب کے موافق اختیار کرنے چاہئیں نہ یہ کہ ایک شرط کیلیئے شافعی کا قول لے لیا اور دوسری کے لئے دوسرے کسی کا ۔ یہ تو ایسا ہوا کہ جیسے کوئی مس مرأۃ بھی کرے اور فصد بھی کھلوائے اور مس ذکر بھی کرے پھر وضو نہ کرے اور نماز پڑھ لے تو جس امام سے پوچھیگا وہ اسکی نماز کو باطل کہیگا تو باجماع مرکب اسکی نماز باطل ہوگی اسکو تلفیق کہتے ہیں اگر کسی عمل میں بضرورت دوسرے مذہب پر عمل کیا جاوے تو اس عمل کی تمام جزئیات پر عمل کرنا چاہیئے اب اگر جمعہ دیہات میں پڑھا جاتا ہے تو مذہب حنفی پر اسواسطے جائز نہیں کہ مصر نہیں اور شوافع کے مذہب پر اسواسطے صحیح نہیں کہ قراءۃ فاتحہ خلف الامام نہوئی تو نہ حنفی مذہب پر نماز ہوئی نہ شافعی مذہب پر نہ معلوم کیا سمجھکر پڑھتے ہیں

عیب جوئی کا الزامی جواب

غیبت اور عیب جوئی کا ذکر ہوا تو منشی اکبر علیصاحب نے فرمایا ایک شخص نے میرے سامنے ایک عورت کے متعلق کوئی شبہ ظاہر کیا ۔ میں نے کہا کہ آپنے اسکو دیکھا نہیں جس سے اس عیب کا علم یقینی ہوتا اب اگر آپ اسکو روایت کر رہے ہیں تو ایک مشکوک بات کو روایت کرتے ہیں میں آپکو ایسی بات بتاؤں جو یقینی ہو بجائے اسکے اسکی روایت اچھی ہوگی وہ یہ ہے کہ آپنے بھی کچھ نہ کچھ افعال بد ضرور کئے ہوں گے ان کا علم آپکو یقینی ہے مہربانی کر کے کچھ اپنے عیوب میں سے بیان کیجئے منشی اکبر علیصاحب کے اس ملفوظ کو حضرت والا نے بہت پسند کیا ۔ اسواسطے یہاں درج کیا گیا ۔ یہ حدیث کے اس لفظ کے موافق بھی ہے یحجزك من الناس ما تعلم من نفسك رواہ فی المشکوٰۃ عن شعب الایمان للبیہقی

منشی اکبر علیصاحب نے پوچھا کہ چاء تو آپکو موافق نہیں کوئی اور ناشتہ بتائیے جو موافق مزاج ہو فرمایا چاء سے تو یہ عذر ہے کہ گرمی کرتی ہے اور کوئی چیز نقصان تو نہیں کرتی لیکن صبح کو ناشتہ کرنے کے بعد پھر دوپہر کو کچھ نہیں کھایا جاتا ہمیشہ سے یہ عادت ہے کہ اگر صبح کو کچھ کھانا ہو تو ایک چیز جو ملجائے پیٹ بھر کر کھا لیتا ہوں بس یہی کھانا ہے دوپہر کو پھر کچھ نہیں کھاتا۔ ہاں اگر کوئی بہت ہی خفیف چیز صبح کو کھاؤں تو حرج نہیں مثلاً مار اللحم یا نیم برشت انڈا۔ منشی اکبر علیصاحب نے ملازم کو حکم دیا انڈے بھی صبح کو ناشتہ میں ہوا کریں چنانچہ چار انڈے لائے جاتے تھے۔ لیکن حضرت نے اگلے دن فرمایا کہ دو انڈے کافی ہیں پھر جب تک منشی صاحب کے مہمان رہے دو انڈے آتے رہے۔

فجر کی نماز میں سورۂ مزمل اور سورۂ تکویر پڑھی۔ صبح کی نماز کے بعد چار انڈے کے پراٹھے اور کچھ مٹھائی لائی گئی حضرت والا نے تھوڑی مٹھائی اور قدرے پراٹھا نوش فرمایا اور خدام نے چاء بھی پی پھر حسب وعدہ بڑھل گنج چلنے کی تیاری ہوئی لوگوں سے پوچھا بڑھلگنج کتنی دور ہے کسی نے کہا بہت قریب ہے اور کسی نے کہا ذرا دور ہے حضرت والا کی تجویز پیادہ جانے کی تھی لیکن منشی اکبر علیصاحب نے اصرار کر کے ہاتھی کھچوا دیا۔ اور حضرت والا مع چار خدام یعنی مفتی صاحب اور منشی محمد اختر صاحب اور احقر اور مولوی عبدالغنی صاحب روانہ ہوئے۔ اس ہاتھی پر گھنٹہ بھی تھا حضرت والا اپنی قرآن کی منزل آج فجر کی نماز سے بھی پہلے پوری کر چکے تھے بہت تھوڑی سی باقی تھی وہ ہاتھی پر ذرا دور میں ختم ہو گئی لہذا بات چیت شروع ہوئی گھنٹہ کی آواز پر تقریر شروع ہوئی اور اسکو ایسا امتداد ہوا کہ بڑھل گنج بھی پہونچ کر ختم نہوئی مسجد میں جاکر بیٹھے وہاں بھی سلسلہ اسکا جاری رہا۔ بیچمیں اور باتیں ہو جاتیں پھر وہی تقریر شروع ہوتی وہ تقریر مسلسل لکھی گئی خلاصہ اسکا جرس کے بارہ میں علماء کا اختلاف اور سماع کی تحقیق اور تقلید ائمہ اعلام کی ضرورت اور اجتہاد کی حقیقت کا بیان تھا چونکہ وہ تقریر بہت ہی معنی خیز تھی جسکی نسبت حضرت نے خود ہی دوران تقریر میں فرمایا کہ یہ باتیں یاد رکھنے کی ہیں ہر وقت ذہن میں نہیں آتیں۔ اسواسطے اسکا نام بھی مستقل ادب الاعلام تجویز فرما دیا۔ بحمد اللہ وہ تقریر صاف بھی ہو چکی۔

چونکہ ممتد تقریر اس سفر کی سب سے اول یہی تھی اور اسکے نام میں ادب کا لفظ آیا اسواسطے جتنی ممتد تقریریں اس سفر میں ہوئیں سب کے ناموں میں ادب کا لفظ شامل رکھا گیا۔ مثلاً ادب الطریق اور ادب الاعتدال اور ادب النزاع وغیرہ جنکا بیان اپنے اپنے موقعہ پر انشاءاللہ آتا ہے۔

احقر نے عرض کیا کہ اس تقریر کے نام میں لفظ بڑھل گنج کی بھی رعایت کچھ ہو جاتی تو اچھا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد سوچکر فرمایا بڑھلگنج کی بھی رعایت ہو سکتی ہے وہ یہ کہ بڑھل کٹھل سے تو کچھ غرض نہیں بڑھل میں یعنی نو کے ہیں اور گنج کہتے ہیں خزانہ کو تو اس تقریر کا نام تو ادب الاعلام رہے اور لقب کنز نامی ہو جاوے۔ بڑھلگنج پہونچنے کے بعد ہاتھی کو واپس کر دیا تھا۔ واپسی ۹ بجے پیادہ پا ہوئی اہل بڑھلگنج نے عرض کیا آپکی کیا خاطر کریں چاء مٹھائی وغیرہ لائیں فرمایا کچھ نہیں کسی چیز کی عادت نہیں پس ہماری خاطر یہ ہے کہ ہمارے پاس بیٹھو

کافر کیلئے دعاء خیر کیسی ہے

سوال۔ کسی کافر کے لئے دعاء خیر کرنا کیسا ہے فرمایا دعاء ہدایت کرنا درست ہے دیکھو حضرت ابراہیم علیہ السلام ... اپنے باپ آذر سے فرماتے ہیں سوف استغفر لك ربی انه كان بی حفیا کہا گیا اور اسکا کیا مطلب ہے فلما تبین له انه عدو لله تبرأ منه۔ فرمایا دونوں میں تطبیق یہ ہے کہ وعدہ استغفار بمعنی دعائے توفیق للایمان جو مستلزم مغفرت ہے پہلے تھا اور تبری اُسوقت ہوئی جبکہ معلوم ہو گیا کہ وہ ایمان نہ لائینگے سوف استغفر لك ربی کا سیاق و سباق صاف بتاتا ہے کہ یہ قصہ ابتداء کا ہے۔

سوال۔ قیامت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا استغفار باپ کے لئے ثابت ہے حتی کہ جب اُن کو بجو نجاست آلودہ کی صورت میں دیکھینگے تب اُنسے گھنا ئینگے۔

جواب۔ صریح استغفار نہیں تعریض ہے نظراً الی قدرۃ الحق پھر وہ شکل دیکھکر تعریض بھی نہ رہیگی۔

کسی نے پوچھا مثنوی کے اس شعر کے کیا معنی ہیں۔ جملہ عالم آکل و ماکول داں۔ فرمایا اسکی شرح میں کلید مثنوی میں کر چکا ہوں اُسمیں دیکھ لی جاوے اور اس سے تناسخ ثابت نہیں ہوتا راقم کہتا ہے تقریر اسکی یہ ہے کہ اہل تناسخ تناسخ کے یہ معنی لیتے ہیں کہ روح کو بار بار نئے جسموں میں بطور جزا و سزا اسکے اعادہ کرایا جاتا ہے۔ یہ بات فی نفسہ ممکن تھی مگر نفس نے

اسکو رد کیا ہے اسواسطے باطل ہے رہا آکل وماکول ہونا اسطرح پہ کہ ایک جسم دوسرے جسم کا جزو بنتا ہے اور طرح طرح کے تقلبات ہوتے ہیں اسمیں کوئی شرعی اشکال نہیں)

فرمایا حضرت حاجی صاحب کا عجیب مذاق تھا کوئی بات پوچھی جاتی تو بعض وقت تو جواب دیتے اور بعض وقت فرماتے اسوقت طبیعت حاضر نہیں اور بعض وقت فرماتے اچھا منتظر رہو کسی وقت بیان ہو جاویگا۔ حضرت میں تصنع وتکلف ذرا نہ تھا۔ اہل ظاہر میں یہ بات نہیں ہوتی۔ انکو یہ خیال مارتا ہے کہ سوال کا جواب فوراً نہ دیا جاویگا تو لوگ کہینگے انسے یہ سوال حل نہ ہوا۔ لوگوں کا خوف ہے اور وہاں لوگوں کا گذر بھی نہیں (حضرت والا نے یہ عادت حضرت حاجی صاحب کی اپنے اس لفظ کی تائید میں بیان فرمائی کہ میں شعر مذکور کی شرح کر چکا ہوں اسوقت اُسکا اعادہ منظور نہ تھا یا ذہن میں حاضر نہو گا۔ کیونکہ اسوقت زیادہ ذہن کی توجہ ادب الاعلام کی طرف تھی)

۵ بجے وہ تقریر ختم ہوئی اُسکے بعد لوگوں سے بات چیت کرتے رہے دیکھا کہ صاحبزادہ محمد علی (حضرت کے چھوٹے بھتیجے) آ گئے پوچھا پیدل آئے یا سواری پر کہا شہزادہ گھوڑے پر۔ فرمایا سائیس ساتھ ہے کہا نہیں۔ فرمایا پھر گھوڑا کسکے پاس ہے کہا ایک لڑکے کو پکڑا دیا ہے فرمایا آپ کی سب پر حکومت ہے کہ جس سے چاہا کام لے لیا۔ مطلب یہ ہے کہ اس حرکت کو ناپسند کیا کیونکہ یہ جابرانہ تحکم ہے۔

۹ بجے اہل بڑھل گنج سے فرمایا اب اجازت ہے لوگوں نے با دل ناخواستہ اجازت دی اور حضرت مع خدام پیادہ پا واپس ہوئے۔

وہ لنگڑا آدمی جو بار بار آتا تھا بڑھل گنج سے پھر آیا۔ اور ہاتھ جوڑ کر عرض کیا کچھ تعویذ بھی بتا دیجئے فرمایا کیا چاہتے ہو اپنا مطلب صاف کہو جو میری سمجھ میں آویگا عرض کرونگا کہا میں بڑا خبیث ہوں میرے واسطے دعا کر دیجئے فرمایا دعا کرتا ہوں حق تعالیٰ آپکی اصلاح فرماوے۔ عرض کیا کوئی ایسی چیز بتا دیجئے جس سے میرا دل درست ہو جائے اور دین کی طرف رجوع ہو فرمایا استغفار کی کثرت رکھو کھڑے بیٹھے چلتے پھرتے استغفر اللہ پڑھا کرو اسوقت یہی مناسب ہے آپکی حالت کے۔ مجھ سے خط وکتابت رکھنا چند روز کے

اول استغفار پھر درود شریف چاہیئے

استغفار سے قلب کی صفائی ہوگی پھر میں ایسی چیز بتاؤ ونگا جس سے قلب میں رونق پیدا ہو دیکھو کپڑے کو پہلے دھوتے ہیں اور صاف کرتے ہیں اُسکے بعد عطر لگاتے ہیں۔ فرمایا یہ تقولہ حضرت ذوالنون مصری کا ہے کسی نے اُنسے عرض کیا تھا کہ استغفار افضل ہے یا درود شریف فرمایا میلے کپڑے کے لئے صابون زیادہ مناسب ہے اور اُجلے کیلئے عطر۔

بعد ظہر کچھ سیب امرود سنترے پپیتہ یعنی ارنڈ خربزہ لائے گئے حضرت والا نے بہت تھوڑے کھائے اور فرمایا شام کی بھوک جاتی رہیگی۔

شکار میں نیت خیر

بعد عصر پیادہ پا ہوا خوری کیلئے شمال کی جانب گئے اِسطرف کل بھی گئے تھے۔ ایک بڑی جھیل کے قریب یہ راستہ تھا اُس جھیل میں مرغابیاں تھیں اور سرخابوں کی تو بہت ہی کثرت تھی اُنکی آوازیں سُنکر شکار کا تذکرہ ہوتا رہا۔ واپسی میں فرمایا شکار کے گوشت میں ایک تو مصلحت ہے کہ حلال خاص ہو اگر شکاری یہی نیت کر لیا کریں تو تفریح کے ساتھ اجر بھی ہو ورنہ شکار صرف لہو ولعب رہگیا ہے۔

مقتدا بننے کی آفت

مولانا عبدالحی صاحبؒ لکھنوی کا ذکر ہوا تو فرمایا مولانا تقلید کے متعلق علمی تحقیق میں تو ذرا ڈھیلے تھے یعنی تقلید کو واجب کہنے میں متشدد نہ تھے مگر عملاً کبھی حنفیت کو نہیں چھوڑا۔ شہرت زیادہ ہونے اور مرجع بنجانے میں یہ بڑی آفت ہے کہ آدمی کو دعویٰ پیدا ہو جاتا ہے عجب نہ تھا کہ مولانا کو اجتہاد کا سا دعویٰ پیدا ہو جاتا اور تقلید سے نکلجاتے مگر اُنپر فضل یہ ہوگیا کہ مولوی صدیق حسن خانصاحب سے گفتگو ہوگئی اُس سے غیر مقلدی کے مفاسد کھلگئے ورنہ چل نکلے تھے میں نے مولانا کو دیکھا ہے متقی پرہیزگار تھے اور نظر بہت تھی گو بہت عمیق نہ تھی اور بقدر ضرورت عمیق بھی تھی بڑی خوبی یہ تھی کہ مولانا کے سب کاموں میں للّٰہیت تھی خدا اُن کی مغفرت فرماوے۔

بعضوں کو مزار [illegible] پھرنا

بعض اہل لکھنؤ کا ذکر ہوا تو فرمایا وہاں بعضے بڑے بدعتی ہیں ایک صاحب ذرا بچے تھے مگر اب وہ بھی بدلنے لگے بلکہ بدل ہی گئے اُنمیں شان علم کے خلاف یہ فعل ہے کہ وہ کشف کے بیحد قائل ہوگئے ہیں وہاں آجکل احکام کشف پر مترتب ہوتے ہیں حتیٰ کہ انتظامات اور عزل ونصب ترقی تنزل وغیرہ سب کشف پر ہوتے ہیں اور کشف بھی کسکا مریدین کا

مجھ سے ایک شخص نے وہاں کے واقعات بیان کئے۔ میں نے کہا شیخ کو کم سے کم اتنا تو ہونا چاہیئے کہ پہچان لے کون مدعی حق پر ہے اور کون باطل پر میں نے تنبیہات وصیت میں ایک فہرست اُن لوگوں کی شائع کی تھی جنکو قابل مشیخت کہا جاوے اُسمیں ایک ایسے صاحب کا نام بھی تھا۔ مگر اب دل کھٹا ہوگیا۔ اور ایک ضمیمہ میں چاہا کہ بالتصریح اُنکو خارج کردوں مگر اس آیت کی طرف خیال گیا ولا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبوا اللہ عدوا بغیر علم خوف فتنہ معلوم ہوا اور بعض احباب سے مشورہ بھی کیا اُنھوں نے بھی اتفاق کیا اسواسطے ابہام رکھا اور یہ لکھدیا کہ طالبین میرے کہنے پر نہ رہیں خود بھی غور کرلیں تب کسی سے بیعت ہوں منشی صاحب نے عرض کیا ذکر شغل تو یہ لوگ بھی کرتے ہیں۔ پھر نورانیت قلب میں کیوں نہیں پیدا ہوتی اور حق کی پہچان صحیح کیوں حاصل نہیں ہوتی۔ فرمایا ذکر سے استعداد قبول حق ہو جاتی ہے اور فعلیت کی شرط ہے تربیت بلا اسکے بصیرت نہیں ہوتی جیسے دہی میں ہے کہ استعداد پیدا ہوتی ہے ضامن دینے سے اور منعقد دودھ ہی ہے۔ نرا ضامن کیا کام دیسکتا ہے جبکہ دودھ ہی خراب ہو۔ یا جیسے قوت تولید منی مراۃ میں ہے اور قوت مصورہ منی رجل میں ہے منی رجل کافی نہیں تولید کے لئے یہ گفتگو کرتے ہوئے ڈیرہ پر پہونچ گئے۔ ذکر شغل بلا تربیت کافی نہیں

۲۲ صفر ۱۳۳۵ یوم شنبہ

اسوقت ہوا اچھی معلوم ہوتی تھی نماز ڈیرہ کے باہر میدان میں پڑھی۔ منشی اکبر علی صاحب نے ملازموں کو آواز دی کہ بچھانے کو کچھ لاؤ دو ہندو اردلی اپنے اپنے کمبل لے آئے پوچھا انکو بچھالیں یہ ہندو کے استعمال میں ہیں ریاست سے انکو ملے ہیں۔ فرمایا ہاں ان کے نجس ہونے کی کوئی دلیل نہیں۔ لہذا نماز جائز ہو سکتی ہے۔ چار پانچ آدمی برٹھل گنج کے بھی تھے۔ کافر کا کمبل بلا وجہ نجس نہیں

بعد نماز ڈیرہ میں جا بیٹھے مولوی عبد الغنی صاحب نے عرض کیا ہماری بستی میں مولوی شبلی وغیرہ نیا چرہ کا اثر بہت ہوگیا ہے۔ وہ ما کیجیے اور اُسکے انسداد کے لئے کسی تدبیر کو ضروری چاہتا ہے گو انسداد ہوتا معلوم نہیں ہوتا کیونکہ عام مذاق بگڑے ہوئے ہیں۔

درس اور وعظ کے فوائد

لیکن اپنے امکان بھر کچھ کرنا چاہیئے - دو باتیں خیال میں آتی ہیں یا تو درس تدریس شروع کریں یا وعظ کہیں اور ان دونوں میں سے وعظ ہی زیادہ مفید معلوم ہوتا ہے کیونکہ اُسکا نفع عام ہوتا ہے اور جس بات کے متعلق ضرورت دیکھی جائے وہی بیان کیجاسکتی ہے لیکن وعظ گوئی بڑی محنت کا کام ہے جو میرے اکیلے کے امکان سے خارج ہے ہاں چند آدمی مستعد ہوں اور جا بجا پہونچیں اور وعظ کہیں تو یہ کام اچھی طرح ہو سکتا ہے فرمایا دونوں میں سے جسکی زیادہ ضرورت ہو اُسکو اختیار کیجئے عرض کیا ضرورت تو دونوں ہی کی ہے - فرمایا ہاں یہ صحیح ہے کہ دونوں کی ضرورت ہے الانسب یہ ہے کہ مستقل شغل درس کا رہے اور کبھی کبھی وعظ بھی ہوا کرے یہ اوقع ہے آج کل وعظ گوئی میں یہ بھی ایک خرابی ہے کہ لوگ گداگر سمجھتے ہیں اور نفرت کرتے ہیں کیونکہ آجکل کے واعظوں کا طرز عمل یہی ہے ایسے وعظ کا اثر بھی نہیں ہوتا - اور جب یہ معلوم ہو جاوے گا کہ یہ گشتی واعظ اور محصّل چندہ نہیں ہیں اور سوائے دین کے انکی کوئی غرض نہیں کیونکہ مدرسہ سے تعلق رکھتے ہیں تو لوگوں کو نفرت نہوگی بلکہ اُنس ہوگا اور ایسے وعظ کا اثر ہوگا - اور یہ سہل بھی ہے کیونکہ روزمرہ پھرنا نہ پڑیگا اور دونوں کام ہوتے رہینگے -

ریاست کے اموال کا حکم

سوال - مفتی صاحب نے پوچھا ریاستوں میں بعض لوگوں کے وظیفے اور وثیقے مقرر ہیں انکا لینا کیسا ہے - فرمایا میری طبیعت ریاستوں کی عطا کی طرف سے کبھی صاف نہیں ہوئی - اسواسطے کہ یہ بات تحقیق طلب ہے کہ والی مالک ہے یا مَلِک - اگر مالک کہا جاوے تو اسمیں میراث ہونا چاہیئے جب والی مرجائے تو چاہیئے کہ حسب قاعدہ فرائض ریاست تقسیم کردیجاوے اور اُسمیں ملکیت تمام ورثہ کی ثابت ہو جاوے اور ایسا ہوتا نہیں بلکہ ایک شخص ولیعہد ہوتا ہے اور وہی مالک بنجاتا ہے تو ہر والی غاصب ہے اور دوسروں کے املاک میں بلا اذن کے تصرف کرتا ہے تو جملہ ملازمین اور وثیقہ دار حرام کھاتے ہیں مگر یہ شق بعید ہے - اور اگر مَلِک کہا جاوے تو اُسکے تصرفات بابت آمدنی کے موافق شرع کے ہونا چاہیئے - حالانکہ ایسا نہیں لہذا اُس آمدنی کو حلال کہنا مشکل ہے البتہ یہ معلوم ہوا ہے کہ ریاستوں میں دیہات مستاجری (ٹھیکہ) پر دئے جاتے ہیں یہ ظاہر اعلامت ہے والی کے مالک ہونے کی - گو مَلِک ہونے کی صورت میں بھی ایسا ہو سکتا ہے اور فرمایا میں ہمیشہ سے مسلمان ریاست کی تنخواہ سے انگریزی ملازمت کی تنخواہ اچھی سمجھتا ہوں کیونکہ ریاست

کی تنخواہ میں یہ خرابی ہے کہ اگر والی کو مالک کہا جاوے تو میراث نہ دینے کی وجہ سے ہزاروں کے حقوق اُسمیں شامل ہیں جو غصب کئے گئے ہیں اور سب مال حرام ہے اور اگر ملک کہا جاوے تب بھی محاصل بیقاعدہ لئے گئے ہیں اور والی مسلم مکلف ہے احکام شرعیہ کا جو محاصل خلاف شرع لئے جاتے ہیں وہ مال حرام ہوتا ہے تو حرام وحلال مخلوط ہوتا ہے غرض ریاست کے اموال یا توکل حرام ہیں یا مخلوط۔ غیر مسلم استیلاء سے مالک ہو جاتے ہیں اُن کا مال ملازم کے لئے حلال ہے۔

قصہ خلعت بھاولپور و سندھ

حضرت نے بھاولپور جانے اور خلعت اور انعام واپس کرنے کا قصہ بیان فرمایا (یہ قصہ مجالس الحکمت میں احقر لکھ چکا ہے) اسوقت اتنا اور فرمایا کہ جب خلعت اور عطیہ سب واپس ہو گیا جسمیں مولوی رحیم بخش صاحب کو بہت تکلیف گوارا کرنی پڑی۔ تو اخیر میں مولوی صاحب نے اور نیز دیگر ارکان ریاست نے جو اسوقت جلسہ میں موجود تھے کہا بے تکلفی سے عرض ہے کہ ریاست کے عطیات تو آپنے واپس کر دئے اگر ہم کچھ نذر کریں تب تو آپ لے لینگے یہ اُنھوں نے اُسکا جبر کرنیکی ایک عاقلانہ تدبیر نکالی میں نے کہا ہاں میں اسکو کچھ اپنی شان تھوڑا ہی سمجھتا ہوں کہ لوگ دیں اور میں واپس کروں میرا تو گذر اسی پر ہے لیکن آنکھ میچکر تو نہیں لیا جاتا حلال و حرام تو دیکھ لینا چاہئے یہ عطیہ سر آنکھوں پر لیکن میں بے تکلفی سے عرض کرتا ہوں کہ میں حلف لونگا کہ اس ہدیہ میں اسکا تو کچھ اثر نہ ہوگا کہ میں نے یہ رقم ریاست کی واپس کردی ہے نہ نفس ہدیہ پر نہ اُسکی تعداد پر۔ مولویصاحب نے کہا ہاں حلفاً ہم اتنا ہی نذر کرینگے جتنا پہلے سے ارادہ تھا چنانچہ مولویصاحب نے کچھ دیا اور وہ اُسکے نصف کی برابر بھی نہ تھا جو ریاست سے دیا گیا تھا۔ معلوم ہوا کہ وہاں کے اراکین نے کمیٹی کر کے یہ تدبیر نکالی تھی۔ اُس مجمع میں ایک ہندو ممبر بھی تھے اُنھوں نے مولویصاحب سے کہا کچھ میں نذر کروں مولانا لے بھی لینگے۔ میں نے کہا ہاں کیا حرج ہے یہ اسواسطے کہ یہ نہ کہا جاوے کہ تعصب کی وجہ سے نہیں لیا۔

ریاست خیر پور میں گئے وہاں عطیہ اور خلعت ملا میں نے اُسکو خفیہ ایک وہاں کے مدرسہ میں دیدیا تاکہ میرے واپس کرنے سے ایک صاحب مہتمم اور ایک مدرسہ کا نقصان نہو اخباروں میں بھی چھپ گیا کہ مجھے خلعت اور دعوت دیگئی۔ میں نے کہا چھپنے دو اپنا معاملہ

حق تعالیٰ سے صاف ہونا چاہیئے دنیا کچھ سمجھا اور کہا کرے ۔ رامپور میں جلسہ مناظرہ قادیانیان میں جانا ہوا تو چلتے وقت میں نواب صاحب کے ایک مصاحب کو رقعہ دے آیا کہ زادِ راہ میرا دینا چاہیئے جو قریب تین روپیہ کے ہے اور اس سے زیادہ لینا اسواسطے جائز نہیں کہ نواب صاحب مالک خزائن نہیں ہیں ۔ خیر اس طریق سے تبلیغ بھی ہو گئی ۔ اور حضرت والا نے انجمن ہدایت الاسلام دہلی کا قصہ بیان فرمایا کہ مجھکو بابت زادِ راہ کے پچیس روپیہ (عہ) دیتے تھے میں نے شاید چار یا پانچ روپے یعنی جو خرچ ہوا تھا لیکر باقی واپس کر دیا اور اُسمیں بھی یہ شرط کر لی تھی کہ انجمن سے نہ دیا جاوے جسکو بلانا ہو وہ زادِ راہ اپنے جیب خاص سے دے ۔

منگل کے فجر کی نماز میں سورۂ دہر اور نازعات پڑھی بعد نماز فوراً چا اور انڈے کے پراٹھے اور مٹھائی لائی گئی اور حضرت والا کے لئے دو نیم برشت انڈے حسب معمول لائے گئے حضرت نے انڈے نوش فرمائے اور خدام نے چا پی قدرے پراٹھا بھی حضرت نے نوش فرمایا اور ماء اللحم اور دوسری دوا حسب معمول پیکر ہوا خوری کو پیادہ پا تشریف لیچلے ۔ سرخابوں کی آواز سنکر فرمایا کئی دن سے میں اُنکی آواز سن رہا ہوں ۔ اس جانور کی آواز میں حزن ہے بعض جانوروں کی آواز سے سرور پیدا ہوتا ہے اور اسکی آواز سے طبیعت پر حزن کی کیفیت پیدا ہوتی ہے ۔ حضرت راستہ میں بچ بچ کر چلتے تھے خدام میں سے کسی نے عرض کیا راستہ خراب ہو اوس ہے اور مٹی جوتوں میں چپکی جاتی ہے اور نجاستیں بھی پڑی ہوئی ہیں فرمایا میں یا چلنے میں احتیاط رکھتا ہوں حتی الامکان گوبر سے بچکر چلتا ہوں اگر نجاست پر پیر پڑ جاتا ہے تو بڑی وحشت ہوتی ہے ۔

طہارت و نظافت

تذکرہ طہارت و نجاست کی مناسبت سے مولوی عبد الغنی صاحب نے عرض کیا شاہ ولی اللہ صاحب نے لکھا ہے کہ نسبت چشتیہ نسبت طہارت اور نسبت عشقیہ ہے اسکا کیا مطلب ہے ۔ فرمایا طہارت اس معنی کر فرمایا ہو گا کہ قلب کو ماسوی اللہ سے پاک کرتے ہیں اسکا اُنکو بڑا اہتمام ہے اور یہی اُنکے یہاں کا بڑا شغل ہے اسیواسطے اُنکی حالت مسکینانہ ہوتی ہے ۔ خواہ امیر ہی کیوں نہوں ۔ بخلاف نقشبندیوں کے کہ اُنکی حالت امیرانہ ہوتی ہے اور عشقیہ ہونا ظاہر ہے چشتیوں میں شورش بہت ہوتی ہے ۔

نسبت چشتیہ نسبت طہارت و عشقی ہے

مدعیان ہمدردی کے مشوروں سے علاج کو

فرمایا آجکل لوگوں کی عادت یہ ہے کہ مشورے بہت دیتے ہیں مدعیان ہمدردی کو اسمیں بڑا شغف ہے کہیں مدرسوں میں انتظامی امور میں دخل دیتے ہیں کہیں نصاب کی ترمیم کی رائیں دیتے ہیں کہیں اشاعت اسلام کے لئے تجاویز بتاتے ہیں اور اسکو بڑی ہمدردی کہتے ہیں حالانکہ اصلیت اسکی اس سے زیادہ نہیں کہ اپنا بار دوسروں پر ٹالکر کام سے بچنا چاہتے ہیں ۔ مجھے بھی بہت رائیں دی گئی ہیں ۔ میں نے کہا رایوں سے کام نہیں چلتا طریقہ عمل بتاؤ میں ہر امر میں یہی کہا کرتا ہوں ۔ کرانہ میں مجھ سے کہا گیا آپ کے وعظ میں خدا نے بڑی تاثیر دی ہے ہندوؤں سے بائیکاٹ کرنے کے لئے آپ وعظ میں زور دیجئے تو بڑی کامیابی ہو ۔ میں نے کہا رائے نہ دیجئے طریقہ عمل بتائیے اور وہ طریقہ اختیار کیجئے جو چلنے والا بھی ہو اُسکی ترکیب یہ ہے کہ اول عمائد اور اہل ثروت کو جمع کیجئے اور مشورہ کر کے مسلمانوں کی دکانیں کھلوائیے پھر ہم وعظ کہیں اور لوگوں کو مسلمانوں سے خرید نیکے فوائد اور ضرورتیں بتائیں اس سے یہ ہوگا کہ اگر لوگوں میں تحریک پیدا ہو تو اُس تحریک کو قائم تو رکھ سکیں گے ورنہ تکلیف مالایطاق ہوگی اور نری شورش ہوگی جو محض بے سود ہے

عوام و خواص پر تقسیم کام کی صورت

فرمایا دنیا کی صحیح اور گہری نظر بھی دینداروں ہی کو حق تعالیٰ نے دی ہے فہم ہو تو شریعت کے اصول ایسی راہ بتاتے ہیں کہ سلامت اور کامیابی دونوں قائم رہیں دیکھئے عوام و خواص کے تعلقات کو حق تعالیٰ نے اس آیت میں بیان فرمایا ہے واذا جاءھم امر من الامن اوالخوف اذاعوا به ولو ردوہ الی الرسول والی اولی الامر منھم لعلمه الذین یستنبطونه منھم جسکا مطلب یہ ہے کہ انتظامی امور کی اذاعت و اشاعت عوام میں نچاہیئے بلکہ اولی الامر اور اہل رائے پر چھوڑ دینا چاہئے اول وہ غور و خوض کریں پھر جو بات طے ہو اُسپر سب عمل کریں ۔ حاصل یہ کہ بات طے کیجاوے خاص جلسہ میں پھر عوام خود ساتھ ہوں گے ۔

قصہ رامپور بابت علم کلام جدید

رامپور جانا ہوا تو مدار المہام صاحب نے نہایت دلسوزی کے ساتھ رائے دی کہ زمانہ کا رنگ بالکل بدلگیا ہے اب ضرورت ہے کہ علم کلام جدید تیار کیا جاوے یہ نہایت ضروری بات ہے لیکن جنکے کرنیکا کام ہے یعنی علماء اُن کو اس طرف توجہ نہیں ۔ میں نے کہا جناب صرف

ئے سے کام نہیں چلتا کسی ایک کے سر کام کو رکھدینا ٹھیک نہیں یہ کام شرکت سے ہو سکتا
ے علماء بھی کام کریں اور آپ لوگ بھی علم کلام کبضرورت رد شبہات کے لئے ہے اور رد شبہات
لئے علم شبہات کی ضرورت ہے اُنکے جمع کرنے کی تدبیر یہ ہے کہ امراء ہمت کریں اور کافی
م چندہ سے جمع کریں اور یہ کام ایک دن کا نہیں ہے اسمیں کچھ عرصہ لگیگا اسواسطے چندہ ماہوار
ونا چاہئے جب تک یہ کام ختم کو پہونچے برابر ماہوار چندہ جاری رہے اور اسمیں پیسوں اور
نوں کے چندہ کا کام نہیں ہے اُمراء پچاس پچاس سو سو روپیہ ماہوار مقرر کریں اتنا
کام تو ہے آپکا اور چندہ کے بعد اس کام کو کرنا یہ کام ہمارا ہے اول اُس چندہ سے ملحدین
کی کتابیں خریدی جاویں پھر اُنکا ترجمہ کیا جاوے ہم انگریزی زبان نہیں جانتے اس ترجمہ کرنے
کے لئے تعلیمیافتوں کی ایک جماعت مقرر کریں گے جو ایم اے اور بی اے کی لیاقت رکھتے
ہوں اُن کو حسب اُنکی حیثیت کے معقول تنخواہیں دینگے جب ترجمے ہو چکینگے تو اُنکو موقوف
کرینگے (یہ کام ابتک مقدمہ ہوگا اصل کام کا اور اصل کام اب شروع ہوگا) اب علماء کی
ایک جماعت مقرر کیجاویگی جو اُنکا رد کرے اور حالانکہ اصل کام یہی ہوگا مگر ایسے علماء میں دو تا دو گنا
تو اُن گریجویٹوں سے نصف تنخواہ پر اس کام کو کردیں گے - اس طرح علم کلام جدید تیار
ہو جاویگا پھر وہ اُردو میں رہے یا اُسکا ترجمہ پھر انگریزی میں کرالیا جاوے - اور مترجمین کی
جماعت پھر ایک معتدبہ وقت تک کیلئے مقرر کرلیجاوے پھر وہ چھپیں اُسکے بعد جیسا
مشورہ ہو خواہ مفت تقسیم ہوں یا فروخت کیجائیں اسوقت تک چندہ برابر رہیگا یہ کام آپکا
ہے - یہ سب اہتمام ہو تب یہ کام ہو - نیز اُسوقت یہ بھی دکھایا جا سکتا ہے کہ ہمارے علماء
کام اچھا اور زیادہ کرتے ہیں یا آجکل کے مدعیان ہمدردی و تعلیم و تہذیب - بس یہ سنکر پھر
نام نہ لیا - کہ ایسا کرینگے - بات یہی ہے کہ ان مشوروں سے غرض کام کرنا نہیں ہے بلکہ کام کو
دوسروں پر ٹالکر خود بوجھ سے بچ جانا ہے - مشورہ میں تو زبان ہلتی ہے - زمین آسمان
کے قلابے جسکا جی چاہے ملالے کام کوئی کرے تب دم جانیں - چندہ بلقان میں بھی رائے
دینے والے تو بہت تھے طریقہ سے چلنے والے کم - تھے ملا رکو بہت اُبھارے دئے - میں نے
کہا جوش سے کام نہ لو ہوش سے کام لو حدودِ شرعیہ سے باہر نہ نکلو - شریعت نے سبحان اللہ

جوش سے کام لینا خلاف شریعت ہے

ہر کام کا طریقہ کیسا صحیح بتایا ہے یہ لوگ اپنے جوش پر نازاں تھے مگر میں پوچھتا ہوں کہ جوش میں حدود قانونی سے باہر نکلکر دیکھا ہوتا کیا ہوتا لوگوں کے اموال غصب کر کر کے اور چوری کر کر کے اور ڈاکے ڈال کے لائے ہوتے اور عدالت میں عذر کر دیا ہوتا کہ ہم نے جوش میں ایسا کیا اور جوش ایک صفت محمودہ ہے میں دیکھتا کہ عدالت اسوجہ سے اُنکو معذور رکھتی یا نہیں۔ جب حکام کے قوانین کسی حالت میں حدود کو نہیں چھوڑتے تو شریعت الٰہی حدود کو کیوں چھوڑ دیگی جب اُن کو کوئی حد شرعی بتائی جاتی تھی تو کہتے تھے بس مولوی لوگ نہ خود کام کرتے ہیں اور نہ دوسروں کو کرنے دیتے ہیں حکام سے جا کر کبھی نہ کہا کہ ہمیں کام کرنے سے روکتے ہو وہاں تو یہ کہتے ہیں کہ روکتے نہیں بلکہ کام کے لئے سلامتی اور خوش اسلوبی کا طریقہ بتاتے ہیں غصب اور ڈاکہ کی اگر اجازت دیدیں تو دنیا درہم و برہم ہو جاوے پھر کہاں چندہ رہے اور کہاں چندہ دینے والے۔ کیا احکام الٰہی میں مصلحتیں نہیں ہیں جیسا کہ امن قائم رکھنے والا قانون الٰہی ہے ایسا کوئی قانون ہو ہی نہیں سکتا غرض چندہ بلقان میں بہت لوگوں نے رائیں دیں یوں کرنا چاہئے اور یوں کرنا چاہئے میں نے کہا نری رائے سے کام نہیں چلتا طریقہ وہ تجویز کرو جسمیں کوئی مفسدہ نہو نہ حکام سے بگاڑ ہو نہ حدود شرعی چھوڑو مشورے دے دیکر علماء کو فتنہ میں نہ ڈالو بے عقلی کا جوش کس کام کا۔ مفتی صاحب نے عرض کیا اُنکا خیال ہے کہ جوش ہی سے کام ہوتا ہے۔ فرمایا ہاں یہ کسی درجہ میں مسلم ہے مگر اثمھما اکبر من نفعھما اسمیں مفاسد بھی تو ہیں۔ کانپور کے واقعہ میں لوگوں نے نرے جوش ہی سے کام لیا اسواسطے اُسکو اتنا طول ہوا ورنہ ہرگز نہوتا۔ حکام بالا کی یہاں سے میری نسبت بعض باتوں کی تحقیقات آئی تھی اُنمیں سے ایک یہ بھی سوال تھا کہ کانپور کے فیصلہ کی نسبت میری کیا رائے ہے میں نے لکھوا دیا کہ یہ فیصلہ مذہب کے خلاف ہے مگر اسکا الزام اُن لوگوں پر ہے جنھوں نے باوجود واقفیت احکام مذہبی ایسا کرایا۔ اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اب کیا کرنا چاہئے اسکا جواب یہ ہے کہ لوگوں کو چاہئے کہ بادب اُس فیصلہ کو منسوخ ہونے کی درخواست کریں اگر کامیابی ہو تو شکریہ کے ساتھ قبول کریں اور اگر کامیابی نہو تو صبر کریں شورش نہ کریں۔ یہ طریقہ ہے کام کرنے کا۔ نرے جوش کو میں پسند نہیں کرتا البتہ دلی

جوش میں نفع سے نقصان زیادہ ہوتا ہے

واقعہ کانپور کی نسبت صحیح رائے

نے جو کچھ جوش دکھائے وہ صرف شہرت کے لئے تھے کہ ہم ایسے بڑے ہیں کہ انگریزوں سے نہ ڈرے حاکم سے نہ ڈرنا .... کیا معنی بجز نا عاقبت اندیشی کے اسکو اُنھوں نے بہادری سمجھا ہے کہ حکام سے نہ ڈرے یہ صرف دھوکا تھا اور عجیب بات ہے کہ حاکم جیسے قدرت رکھنے والے سے تو نہیں دبتے مگر اپنے نفس سے دبتے ہیں جو انپر کچھ بھی قدرت نہیں رکھتا یعنی شراب خواری زنا ڈاڑھی منڈانے اور ایسے مضر افعال میں نفس کی مخالفت نہ کر سکیں اور حکام کی مخالفت کریں یہ بھی نفس ہی کی چال تھی کہ اس فعل کو بہادری کے دھوکے سے الٹے کرایا۔ طاعت اور کار خیر ہونے سے اسے کچھ علاقہ نہیں اور ایسی باتیں جن کی بنا صرف شہرت اور تقلید پر ہوتی ہے بے اثر بھی ہوتی ہیں حکام پر بھی ان لیڈروں کے جوش کا اثر نہیں پڑتا۔

[لیڈروں کا جوش صرف دھوکا ہے]

[لطیفہ]

لطیفہ۔ فرمایا ایک شخص نے مجھ سے کہا میں جماعت کی نماز اسواسطے نہیں پڑھتا کہ یا ابو حنیفہ ناراض ہوتے ہیں یا شافعی یعنی اگر فاتحہ پڑھوں تو ابو حنیفہ کے خلاف اور نہ پڑھوں تو شافعی کے خلاف لہذا میں علیحدہ پڑھتا ہوں جسمیں یہ جھگڑا ہی نہ رہے۔ میں نے کہا جماعت کی نماز میں تو آپکو ایک کی ناراضی کا خوف ہے اور ترک جماعت سے دونوں ناراض ہوتے ہیں اسکا خوف تو زیادہ ہونا چاہئے تھا۔ یہ تو جہالت کا مقولہ ہے۔ ایک شخص اسی سے ایک اچھی کام کی بات نکالی وہ یہ کہ امامت اختیار کی کہ دونوں کا اختلاف رہے ہی نہیں دونوں راضی رہیں نہ مقتدی بنیں نہ اختلاف کی نوبت آئے۔

[غدر ۱۸۵۷ء کی حقیقت]

غدر ۵۷ء کا ذکر ہوا۔ فرمایا اسمیں غور سے کام نہیں لیا گیا۔ نرے جوش سے کام لیا گیا۔ وہ لڑائی کوئی امر اسلامی نہ تھا ہندوؤں کی شورش تھی مسلمان شریک ہو گئے اور دونوں مجتہد فیہ ہیں اخلاص سے ماجور ہو جانا دوسری بات ہے۔

[تمنائے موت علامت ولایت ہے]

فرمایا حضرت حاجی صاحبؒ سے حافظ محمد ضامن صاحب نے کہا میرے اوپر تمنائے موت اسقدر غالب ہے کہ خوف ہے کہ میں خودکشی نہ کر لوں اور یہ حالت سنت کے خلاف ہے اسلئے خوف ہے کہ مذموم نہو فرمایا میں آپکو بشارت دیتا ہوں کہ

حق تعالیٰ نے مقام ولایت عطا فرمایا اور جو تمنائے موت مذموم ہے وہ وہ ہے جو کسی تکلیف اور مصیبت سے گھبرا کر ہو (فرمایا حضرت والا نے ان حضرات کی نظر دیکھئے حدیث میں لفظ من ضر اصابہ موجود ہے) اور جو تمنائے موت شوقاً للقاء اللہ ہو وہ امارت ولایت ہے لقولہ تعالیٰ ان زعمتم انکم اولیاء للہ من دون الناس فتمنوا الموت

حضرت حاجی صاحب کی پیشنگوئی

فرمایا بی صفیہ صاحبزادی حضرت گنگوہیؒ کی بالکل بچی تھیں حضرت حاجی صاحب گنگوہ میں مہمان ہوئے اور حضرت نے اُن کو دو روپے دئے اُنہوں نے وہ روپے حضرت کے پیروں پر رکھدیئے حضرت نے اُٹھا کر پھر اُن کے ہاتھ میں دئے اُنھوں نے پھر پیروں پر رکھدیئے۔ حضرت نے فرمایا یہ زاہدہ ہوں گی چنانچہ وہ ایسی ہی ہیں مال اور مٹی اُن کے نزدیک برابر ہے (یہ تمام گفتگو من ابتدائے صفحہ ۵۳ سے ۱۱ ہوا خوری سے واپسی میں ہوئی)

ہم لوگ حضرت والا کے ساتھ ڈیرہ میں بیٹھے ہوئے تھے فرمایا ڈیرہ بھی عجیب چیز ہے اچھا خاصہ گھر ہے یہ کھڑا کیسے ہوتا ہے اور اکھاڑا کیسے جاتا ہے دونوں کاموں میں بڑی دیر لگتی ہوگی۔ احقر نے عرض کیا کبھی حضرت ڈیرہ لگاتے دیکھیں تو سمجھ میں آجاوے کہ یہ چنداں مشکل کام نہیں خلاصی لوگ بہت جلد لگا لیتے ہیں سوت کی رسیوں سے سب اجزاء اسکے جڑے ہوئے ہیں اور لگے ہوئے ڈیرہ کو گرانا اور اکھاڑنا تو کچھ بھی کام نہیں اتنے میں دوسرا ڈیرہ جو سامنے کھڑا ہوا تھا گرایا گیا طنابیں ڈھیلی کرتے ہی گر گیا۔ فرمایا بس یہ ہستی ہے اتنے بڑے عالیشان محل کی اور فرمایا اتنی بڑی اونچی چوب جو سب اجزاء سے اونچی تھی اسکا قیام ان چھوٹے اجزاء سے تھا۔

اکابر بھی محتاج اصاغر ہیں دین میں بھی اور دنیا میں بھی

بعض اکابر اپنے آپ کو اکابر سمجھتے ہیں حالانکہ انکی اکبریت اصاغر کی وجہ سے ہوتی ہے انکا وجود اور قیام جب ہی تک ہوتا ہے کہ اصاغر کا وجود اور قیام ہو دیکھو یہ ڈیرہ کی چوب کیسی سیدھی کھڑی ہوئی تھی اور سب پر ناز کرسکتی تھی کہ میں ایسی اونچی ہوں حالانکہ اصلیت صرف اتنی نکلی کہ انہیں اصاغر نے اسکی اکبریت کو قائم کر رکھا تھا یہ دنیا میں تو ہے ہی میں ایک نازک بات عرض کرتا ہوں کہ اکابر دین بھی اصاغر ہی کی وجہ سے اکابر ہیں اور اسکا یہ مطلب نہیں کہ انکی تشہیر سے اکابر بنے ہوئے ہیں یہ کام تو جھوٹے اور متصنع اکابر کا ہے بلکہ جو لوگ

واقعی اکابر دین ہیں اُنپر بھی باطنی برکات اصاغر ہی کی وجہ سے نازل ہوتی ہیں۔ چنانچہ
بعض لوگوں کو اجازت دیدیجاتی ہے اور فوراً اُنکی حالت بدلجاتی ہے لوگوں کے حسن ظن
سے اُسکے اوپر برکات نازل ہوتی ہیں اور اصلاح ہو جاتی ہے۔ مولانا محمد یعقوب صاحب
فرماتے تھے ہم بس اپنے مجمع میں بڑے ہیں اور باہر نکلکر کچھ بھی نہیں۔ جیسے رڑکی کالج کے
کاریگر کہ جبتک کالج کے اندر ہیں سب کام کر سکتے ہیں کیونکہ وہاں مشین موجود ہے اور
وہاں سے نکلے تو کچھ بھی نہیں گویا ہاتھ پیر وہیں رکھ آئے۔ مطلب یہ ہے مولانا کا کہ ہم سے جو
کچھ برکات اپنے مجمع کو پہونچتے ہیں وہ ہمکو حق تعالیٰ کی طرف سے طالبین ہی کی بدولت عطا
ہوتے ہیں۔ یہی حالت ہے تمام اُمت محمدیہ کی اسکی مثال یہ دی گئی ہے ہم کحلقة واحدة
مفرغة لایدری این طرفاها یعنی تمام امت ایسی ہے جیسے ایک کڑا ڈھلا ہوا کہ
کسی جگہ اُسمیں کنارہ نہیں ہر جگہ کو کنارہ بھی کہہ سکتے ہیں اور وسط بھی اور ابتدا بھی اور انتہا بھی۔
بعض وقت مضامین کا جوش مجمع میں صرف ایک طالب کی وجہ سے ہوتا ہے ایک واعظ
کا قصہ ہے کہ وعظ کہہ رہے تھے اور مضامین عالیہ بیان ہو رہے تھے اُن کو خیال ہوا کہ مجھے
خوب آمد ہوتی ہے بس مجمع میں سے ایک شخص اُٹھ گیا اور اُنکی آمد بند ہو گئی۔ یہ انکا فیض نتھا
بلکہ اُسکا اثر تھا۔ اور یہ بات بہت ہی ظاہر اور مشاہد ہے بسا اوقات ایسا ہوا ہے کہ ایک
مضمون کتاب کا مطالعہ کرتے وقت سمجھ میں نہ آیا پھر اُستاد نے تقریر کی اور سمجھ میں آیا مدتوں
قلب کو اُسمیں انشراح نہ ہوا اور جب کسی کو پڑھانے بیٹھے تو فوراً سمجھ میں آگیا۔ طلبہ فارغ التحصیل
ہو جاتے ہیں اور لیاقت اُنکی معمولی ہوتی ہے کتابوں پر عبور نہیں ہوتا مگر پڑھانے بیٹھتے
ہیں تو ایسا پڑھا لیتے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے یہ مضامین انکو حفظ یاد تھے حالانکہ ایک دفعہ
پڑھنے سے کیا تمام کتاب یاد ہو سکتی ہے اصل یہی ہے کہ حق تعالیٰ کی طرف سے تائید ہوتی
ہے افادہ کے وقت پھر اُسکو طالب کی برکت کیسے نہ کہا جاوے۔ میں نے سہارنپور میں بیان
کیا تھا کہ بیان کو واعظ اپنا کمال نہیں کہہ سکتا۔ کیونکہ پستان میں دودہ جب ہی پیدا
ہوتا ہے جبکہ بچہ ہو۔ تو دودہ پستان کا کمال نہیں بلکہ بچّہ کا کمال کہنا چاہئے لیکن اس سے
مغرور نہ ہو جائے کہ ہم بڑے باکمال ہیں کیونکہ بچہ بھی دودہ پستان میں سے جب ہی نکال

اس امت کی مثال

برکات کا طالب کی وجہ سے نزول

سکتا ہے جبکہ اُسمیں دودھ ہو بھی تو بھلا خشک لکڑی میں سے تو کھینچ لے۔ بس حق تعالیٰ نے امت محمدیہ کو سب کو ایک کو دوسرے کے واسطے ممد و معاون بنایا ہے کوئی ایک دوسرے پر فخر نہیں کر سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے حضرات اپنے آپ کو بڑا نہیں سمجھتے۔ مولانا گنگوہی کوئی مضمون لکھتے تو اپنے چھوٹوں کو سُناتے اور فرماتے بنظر تنقید دیکھو اور غلطی ہو تو مطلع کرو۔ اسی طرح حضرت حاجی صاحب فرماتے کہ میں ناخواندہ ہوں تم میری غلطی تبلا دینا۔ ورنہ میں قیامت میں کہدونگا کہ میں نے ان لوگوں سے کہدیا تھا انہوں نے تصحیح نہیں کی۔ خلوص یہ ہے یہ صحابہ کی صفت تھی۔ کہاں ہیں وہ لوگ ہم لوگ کس مُنہ سے اُنکی ریس کر سکتے ہیں۔ مگر خیر ہم نے بھی اُن بزرگوں کی نقل ہی کی ہے۔ میں نے ایک سلسلہ جاری کیا ہے اُسکا سالانہ ایک رسالہ بنجاتا ہے ترجیح الراجح اُسکا نام رکھدیا ہے۔ سال بھر تک جس بات میں اپنی رائے کی غلطی ثابت ہوتی ہے اُسکو اُسمیں لکھدیتا ہوں۔ یہ نفس کا خوب علاج ہے کہ سال بھر تک اغلاط کی تلاش رہتی ہے خود اپنی نظر اُن کی طرف جاوے یا کوئی اور بتادے تاکہ رسالہ پورا ہو۔ میں تو غلطی بتانے سے بڑا ممنون ہوتا ہوں کہ ایک بات ہمکو بڑی مشقت سے معلوم ہوتی اُسنے بے محنت بتادی۔ الحمدللہ کہ ایسے لوگوں کے مُنہ تو ہم نے دیکھے ہیں جو بے نفس تھے اسی کی برکت ہے کہ قلب کو کسی کے غلطی بتانے سے ناگواری نہیں ہوتی۔ علم ایک دریائے ناپیدا کنار ہے یہ کیا ضرور ہے کہ سب کا احاطہ ہو اور نہ ہر وقت طبیعت حاضر ہوتی ہے۔ ذہول بھی ہو سکتا ہے۔ ایک دفعہ میں جلالین پڑھانے بیٹھا خطبہ ہی کی عبارت ایک جگہ سمجھ میں آئی احاطۂ معلومات تو حق تعالیٰ ہی کے ساتھ خاص ہے یہ بھی جہل ہے کہ ہمکو اپنے جہل کا علم نہو اور بعض ایسا بھی ہوتا ہے کہ اپنا جہل معلوم بھی ہو جاتا ہے اور دلمیں ہوتا ہے کہ یہ مقام ہماری سمجھ میں نہیں آیا۔ اور جو تقریر ہم کر رہے ہیں وہ صحیح نہیں ہے مگر عادت ہی لوگوں کی کہ لبڑ دھوندوں کئے جاتے ہیں اور طالب علم کو ساکت کرنا چاہتے ہیں حالانکہ طالب علم بھی سب برابر نہیں ہوتے بعضے بڑے سمجھدار ہوتے ہیں اور سمجھ جاتے ہیں کہ اسوقت اُنکی تقریر صرف زبان زوری ہے اُسوقت اُستاد کی وقعت بھی جاتی رہتی ہے مگر لوگ اسی کو اچھا سمجھتے ہیں کہ طالب علم کو ساکت ہی کردو چاہے مقام حل ہو یا نہو اور اُسکی تشفی ہو یا نہو

اور جب اُستاد میں یہ عادت ہوتی ہے تو شاگرد میں بھی متعدی ہوتی ہے اور وہ بھی اپنے شاگردوں کے ساتھ تمام عمر ایسا ہی کرتا ہے ہائے کتنے گناہ کی بات ہے جس قرآن میں اور نواہی سے ممانعت ہے اُسمیں یہ آیت بھی تو ہے وما انا من المتکلفین

خشوع ذکر ہی سے پیدا ہوتا ہے

ایک مولوی صاحب کا ذکر ہوا کہ وہ ایک وقت میں گالیاں بہت بکا کرتے تھے پھر حضرت گنگوہی رہ کی بدولت بالکل حالت بدلگئی۔ فرمایا معلوم ہوتا ہے اُنھوں نے ذکر شروع کردیا۔ عرض کیا گیا جی ہاں۔ فرمایا یہی وجہ ہے خشوع بلا اسکے پیدا ہوتا ہی نہیں فرمایا لوگوں نے لکھا ہے کہ ابوجہل بڑا معبر تھا علم تعبیر کے لئے محاورات کے جاننے کی بڑی ضرورت ہے اور بعض طبائع کو اس سے خاص مناسبت ہوتی ہے اہل اسلام میں اس فن کے ماہر ابن سیرین تھے اور اس اخیر زمانہ میں مولانا محمد یعقوب صاحب کو بھی بڑی مناسبت تھی اور اسی طرح مولانا گنگوہی کو۔

امرد پر نظر کرنا بڑا گناہ ہے

فرمایا ایک عالم کا انتقال ہوا اُن کو خواب میں دیکھا گیا پوچھا کیا ہوا کہا مزہ میں ہوں سب گناہ معاف ہوگئے مگر ایک باقی ہے اور اُسکی کلفت بھی باقی ہے مجھسے یوں کہا جاتا ہے کہ زبان سے اقرار کرلو تو معاف کردیں وہ گناہ ایسا شرمناک ہے کہ اقرار کی ہمت نہیں ہوتی وہ گناہ امرد پر نظر ہے اور سب گناہوں میں بھی یہی ہوا کہ اقرار کرلو اور معاف۔ سب کا اقرار کرلیا اور اسنے نجات ہوگئی۔ اسکا عذاب برداشت کرتا ہوں اور مارے شرم کے اقرار نہیں کرتا۔

امرد سے تعلق ہر طرح ناجائز ہے

فرمایا میرے پاس ایک خط آیا کہ ایک لڑکا ہے اُس سے ایک شخص کو پاک محبت ہے اُسکے حال سے تعشق ہے اور صرف ایک دفعہ وہ تقبیل کی تمکین چاہتا ہے لڑکا کہتا ہے کسی معتبر عالم سے فتویٰ منگا دو مجھے عذر نہیں اور بلا اسکے ناممکن ہے وہ شخص قسم کھاتا ہے کہ پاک محبت ہے تقبیل کے سوا اور کچھ ارادہ ہرگز نہیں اور درصورت عدم تمکین تقبیل کے اُسکے مرجانے کا اندیشہ ہے تو آپ اگر فتویٰ دیدیں تو اُسکی جان بچ جاوے۔ میں نے جواب لکھا یہ محبت ہرگز پاک نہیں اور ایسے ناپاکوں کا مرجانا ہی بہتر ہے اور شاباش ہے اُس لڑکے کو۔ فرمایا امارد سے تعلق بہت ہی خبیث النفس کو ہوتا ہے اور اسکا نام لوگوں نے محبت رکھا ہے حالانکہ

ایسے موقعوں پر دیکھا گیا ہے جہاں دونوں طرف سے فریفتگی تھی اور تعشق کیا جاتا تھا کہ حصول مقصود کے بعد دونوں میں عداوت ہوگئی اس تعلق میں خاصیت یہی ہے اور غضب ہے کہ بعض صوفی امردوں کو مظہر جمال حق سمجھتے ہیں کیا شیطان نے راہ ماری ہے پھر فرمایا جہاں حق تعالیٰ نے خود مظاہر قدرت کو بیان فرمایا ہے وہاں حیوانات میں سے ابل کو اختیار کیا ہے اور تین اور جو ہیں وہ جماد ہیں یعنی سماء و جبال و ارض) ان صوفیوں کے خیال کے موافق افلا ینظرون الی الامارد ہونا چاہئے تھا۔

لطیفہ۔ سلطان عبدالحمید خاں سے اُسوقت جبکہ بہت سی سلطنتیں ایک طرف ہوگئی تھیں کہا گیا آپ کی سلطنت بتیس دانتوں میں زبان ہے کہا ہاں مگر اخیر میں یہی رہجاتی ہے۔

منشی اکبر علیصاحب نے حضرت والا سے کہا ایک گرگابی جوتہ میرے پاس ہے وہ میرے یہاں کسیکے پیر میں نہیں آتا اگر آپکے پیر میں آوے تو آپ اُسکو لے لیں اور ہوا خوری کے وقت استعمال کریں۔ فرمایا لوگ طعن کرینگے کہ انگریزی وضع اختیار کی ہے کہا گرگابی تو انگریزی چیز نہیں ہے فرمایا نہ سہی مگر لوگ تو اُسکو انگریزی ہی سمجھتے ہیں۔ اور ہے انگریزی جوتہ ہی سے ماخوذ کچھ شکل بدل لی ہے۔

اہل بڑہلگنج بہت سے جمع ہوکر آئے اور کہا ہم حضرت کی دعوت کرنا چاہتے ہیں۔ فرمایا کیوں تکلیف کرتے ہو مگر اُنہوں نے اصرار کیا فرمایا اگر ایسا ہی ہے تو یوں مناسب ہے کہ کل صبح کو ہمارا یہاں سے کوچ ہوگا بڑہلگنج راستہ میں ہے صبح سویرے ہم پہنچینگے کھانا تیار ملے کھانا کھاکر ہم آگے روانہ ہو جائینگے کوئی تکلف نہ کیا جاوے جو کھانا بہت سویرے تیار ہو سکے تیار کر لیا جائے پلاؤ کی بھی ضرورت نہیں گوشت اور دال پکا لینا اور اگر چاول پکانے ہی ہوں تو خشکہ پکا لینا اور اتنا خیال رہے کہ سالن میں گھی اوپر سے داغ دیکر مت ڈالنا یہ مجھسے نہیں کھایا جاتا ہے اور کل آدمی ہمارے مع ملازمین وغیرہ دس کے قریب ہو جاویں گے۔

۱۲ بجے دن کے منشی اکبر علی صاحب بعض سرکاری ضرورتوں سے گورکھپور تشریف لیگئے

اور یہ قرار پائی کہ آج منگل کے دن جاکر جمعرات کے دن لوٹ آدیں اور حضرت والا یہاں سے کوچ کرکے شاہ پور پہونچ جاویں منیجر صاحب ع بھی وہیں آملیں اور نزہر پور سے کوچ جمعرات کے دن سیدھا شاہ پور کو ہو جسکا فاصلہ ٢٠ میل ہی مگر حضرت والا نے فرمایا ملازمین کو اتنے لمبے کوچ میں سخت تکلیف ہوگی اسواسطے درمیان میں مقام کرکے جائینگے اور بجائے جمعرات کے نزہر پور سے بُدھ کو چلینگے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ درمیان میں قصبہ گولا میں مقام کیا اسکا ذکر آگے آتا ہے۔

اسی دن یعنی بروز منگل ٢٢ صفر ۱۳۳۵ھ وقت گیارہ بجے دن کے مولوی ابوالحسن صاحب قصبہ مؤ ضلع اعظم گڈہ سے مع دس آدمیوں کے نزہر پور میں آئے ہم لوگ کھانا کھا چکے تھے اُن سبنے حضرت والا سے اصرار کیا کہ الہ آباد جاتے وقت مؤ میں بھی قیام فرمائیں مولوی ابوالحسن صاحب نے آبدیدہ ہوکر عرض کیا کبھی آنا تو ہوتا نہیں ہملوگ اس موقع پر تو محروم نہ رہیں۔ حضرت نے پوچھا آپ لوگوں نے کھانا بھی کھایا یا نہیں عرض کیا کچھ تو کھایا ہے۔ فرمایا کچھ تو کیا معنی۔ عرض کیا ناشتہ ساتھ لائے تھے تھوڑا تھوڑا کھایا ہی اور کچھ موجود ہے فرمایا یہاں تو ہم خود ہی سفر میں ہیں اور کوچ کا سامان ہو رہا ہے اسواسطے ملازموں سے کہنا کھانے کے لئے مشکل ہے ہاں دال چاول تو پکنا ممکن ہے عرض کیا ناشتہ بقدر ضرورت موجود ہے فرمایا تو بے تکلف بیٹھکر کھا لیجئے۔ اور فرمایا رات کو قیام یہاں ہوگا یا نہیں۔ کہا جو ارشاد ہو۔ فرمایا ارادہ معلوم ہو جاوے تو جو میرے ذہن میں آویگا میں عرض کر دونگا میں ابھی تو خالی الذہن ہوں دل تو چاہتا ہے کہ آپکا ساتھ رہے۔ عرض کیا ہاں دو تین دن کی ہمرکابی کی آرزو ہے۔ فرمایا عین مناسب ہے۔ مئو کے قیام کے لئے بہت غور کے بعد چار گھنٹہ کا وقت تجویز ہوا۔ مولوی ابوالحسن صاحب نے عرض کیا لوگوں کا اشتیاق بہت ہے یہ وقت تو کچھ بھی نہیں۔ فرمایا اشتیاق پورا ہونے کی صورت نکلی تو۔ عرض کیا الضعف نکلی۔ فرمایا الضعف میں نے نکالی اور الضعف مئو والے نکالیں اس طرح کہ غیر ضعفاء مئو سے سرائے میر چلے آویں اور ضعفاء سے مئو میں ملاقات ہو جاوے۔ چار گھنٹہ کا قیام مئو میں کافی ہی اس سے زیادہ

ع منیجر صاحب ...

گنجایش نہیں نکلتی آپ کے سامنے بڑی دقتوں سے یہ وقت نکلا ہے۔

خواجہ عزیز الحسن صاحب کا ذکر ہوا تو اُنکی بہت تعریف کی اور بہت سے اوصاف بیان فرمائے اُنمیں سے جو باتیں اُنکی ذات خاص سے تعلق رکھتی ہیں اُن کو اجمالاً اور جن باتوں میں دوسروں کے لئے بھی فوائد ہیں اُنکو تفصیل کے ساتھ لکھا جاتا ہے۔ قسم اول یہ ہے کہ خواجہ صاحب سراپا دین ہیں اور عامل بالعزیمت قانع متواضع مجاز خلیفہ با اثر غیر متصنع ہیں دنیا کا شائبہ بھی اُنمیں نہیں۔ صاحب حال۔ حب فی اللہ رکھنے والے ہیں۔ اور قسم دوم کے اوصاف یہ ہیں کہ فرمایا میرٹھ میں ایک جگہ مجھکو سوڈا پلایا گیا اُس سے پھندا ایسا لگا کہ دم کے دم میں خاتمہ کی صورت ہوگئی خواجہ صاحب بھی تھے۔ اُس سے بچ جانیکے بعد فرماتے ہیں اسوقت مجھے رنج تو جیسا کچھ ہوا ظاہر ہے مگر میں نے دل کو سمجھایا کہ جمعہ کا دن ہے آج کی موت بھی اچھی خاتمہ بخیر ہو جانا بڑی نعمت ہے یہ میرے مُنہ ہی پر بے تکلف کہدیا ظاہرا رنجدہ بات ہے مگر مجھے بڑی قدر ہوئی کہ دین انکی طبیعت پر غالب ہے طبعی رنج کو بھی دین کے خیال نے دبالیا اور فرمایا میں تو دنیا داروں کے مجمع میں لوگوں کے مذاق کی رعایت سے الفاظ بولتا ہوں مگر خواجہ صاحب دنیا داروں کے مجمع میں بھی وہی اصطلاحی الفاظ بولتے ہیں یہ حرام ہے اور یہ ناجائز ہے اور فرمایا کاش ان کے والد انکو علم دین پڑھاتے ایسے لوگ علم دین کے لائق ہیں اُنہوں نے اپنی اولاد کے لئے علم دین ہی تجویز کیا ہے۔ حالانکہ آجکل انگریزی تعلیم کا ایسا مذاق عام ہوا ہے کہ مولوی بھی اپنی اولاد کو انگریزی پڑھاتے ہیں حب الدنیا راس کل خطیئۃ اس نے خراب کیا لوگوں کو عالم ہو یا جاہل جسمیں یہ ہوگی وہ خراب ہوگا۔ اور جس دنیا دار میں بھی یہ نہو وہ مفاسد سے بچا رہیگا۔ اور فرمایا یہ خواجہ صاحب کی دینداری ہے مولوی عبد الغنی (یہ حضرت کے ایک بڑے خلیفہ ہیں) اور دیگر معاصرین سے اُنکو بڑی محبت ہے ورنہ معاصرین سے محبت نہیں ہوتی میرے نزدیک حب دنیا نہو تو پھر معاصرت سے بھی عداوت و نفرت نہیں ہوتی حب دنیا کے دو شعبے ہیں حب مال اور حب جاہ۔ ہیں دونوں بُرے مگر حب جاہ بدتر ہے۔ محب مال تو کہیں اپنے آپ کے لیے تذلل بھی پسند کرتا ہے اُسوقت تکبر سے بچ جاتا ہے اور محب جاہ کسی وقت

تکبر سے نہیں بچ سکتا۔

جو لوگ مؤ سے آئے تھے اُنھوں نے جانا چاہا تو فرمایا اسقدر تکلیف آپ لوگوں نے اُٹھائی مگر کیا فائدہ ہوا کچھ تو پاس بیٹھنا چاہیئے آج رہیں اور کل کو میرے ساتھ بڑہل گنج تک چلیں سب نے کہا بسر وچشم۔ فرمایا اب بے تکلّف عرض ہے۔ مولوی ابوالحسن صاحب نے بات کاٹ کر عرض کیا دعوت شام کی بڑہل گنج میں ہوگئی ہے آپ تکلیف نہ کریں۔ مسکرا کر فرمایا ہم آپ کے کشف کے قائل ہو گئے کیسے معلوم ہوگیا کہ میں کھانے کے لئے کہنے کو تھا مولوی ابوالحسن صاحب ہنسنے لگے۔ فرمایا تکلّف کی ضرورت نہیں میں بھی ہوں تو سفر ہی میں مگر دال چاول پکنا یہاں بھی ممکن ہے عرض کیا دعوت پہلے ہوچکی ہے۔ ذکر ہوا بدعتی لوگوں کی تعداد تو بہت ہے مگر انمیں علم کی کمی ہے انکو مدرسین نہیں ملتے اُن کے ایک سرغنہ کو خود اپنے مدرسہ کے لئے مدرس نہیں ملتا۔

ذکر ہوا کہ امام صاحب نے ماء مستعمل کو نجس کہا ہے۔ فرمایا ہاں اور اسکی توجیہ عبدالوہاب شعرانی نے یہ کی ہے کہ امام صاحب کو وضو میں گناہ جھڑتے نظر آتے تھے اسواسطے اُنھوں نے نجس کہا دوسرے کسی کو نظر نہیں آئے اسواسطے نجس نہیں کہا مجمع سے کسی نے کہا اسپر ایک عالم نے اعتراض کیا ہے اور اس روایت کی تغلیط کی ہے اسوجہ سے کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تو نظر آئے نہیں اور امام صاحب کو نظر آویں۔ مولوی ابوالحسن صاحب نے بگڑ کر کہا اسکی کیا دلیل ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تو نظر آئے نہیں جب حضورؐ نے فرمایا ہے کہ وضو میں گناہ جھڑتے ہیں تو ظاہر تو یہی ہے کہ نظر آتے ہونگے خلاف ظاہر کے واسطے دلیل چاہیئے نہ کہ ظاہر کیواسطے

فرمایا اولیاء اللہ کے تمام اقوال کے نظائر حدیث میں مل سکتے ہیں بعض بزرگوں سے منقول ہے کہ اُنھوں نے شیخ کی صُحبت سے بعد اختیار کیا اسکی نظیر حدیث میں موجود ہے کہ ایک صحابی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے فاصلہ پر مکان لیا تھا تاکہ آنے میں ثواب زیادہ ہو۔ میں نے تکشف میں اسکو بالاستیعاب لکھا ہے اور بزرگوں کی اکثر عادات کا ثبوت حدیث سے دیا ہے۔

بہشتی زیور پر اعتراض

کسی نے ذکر کیا کہ مولوی ...... صاحب فرنگی محل کے یہاں سے ایک رسالہ معارف نکلتا ہے اُسمیں بہشتی زیور کی بے طرح خبر لیجاتی ہے اور خوب اعتراض ہوئے ہیں ایک یہ بھی اعتراض تھا کہ اُسمیں یہ لفظ ہے کہ اگر عورت بُری ہو تو خاوند کے لئے جنم بھر کی قید ہے لفظ جنم ہندوؤں کا لفظ ہے اس سے اور لوگوں کی تعلیم ہوتی ہے اور ایک یہ کہ قصے وارد فی الحدیث لکھے ہیں اور اُنکی سرخی ہے سچّی کہانیاں قصوں کو کہانی کہدیا یہ بے ادبی ہے ۔ فرمایا ایسے اعتراضوں کی پروا نکرنا چاہیئے وہ خود ہی بتاتی ہیں کہ ہم اعتراض ہیں۔ اور فرمایا مولوی ..... صاحب کا خط میرے پاس آیا تھا کہ بہشتی زیور پر تنقید کیجارہی ہے اور میں اُسمیں شریک نہیں ہوں۔ میں نے جوابدیا میں جانتا ہوں جیسے آپ ہیں (اسکے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ آپ بھی معترض ہیں) وہ اس نکتہ کو نہ سمجھے مجھ سے وہ جب ملتے ہیں تو بڑے تپاک سے ملتے ہیں کہ میں آپ کو والد کی برابر جانتا ہوں ۔ اور قلب میں غیظ بہت ہے یہ کون طریقہ ہے میں خواہ مخواہ کی چھیڑ چھاڑ اور فتنہ سے بہت بچتا ہوں بلکہ بے ضرورت کسی بات میں بھی نہیں پڑتا۔

دیوبند میں کثرت استفتاء کا سبب

واقعہ کانپور کی نسبت اُن کے کئی خط آئے میں نے یہی جوابدیا کہ ہمیں علم نہیں کسی محقق سے پوچھو۔ نہ معلوم ایسے لوگ ہم سے کیوں پوچھتے ہیں جو ہمارے مجمع کے نہیں ہیں۔ اُنکو جو اُنکی تحقیق ہو کرنا چاہیئے۔ ہمارا کیوں انتظار رہے جب ہمکو اہل حق نہیں جانتے۔ دیوبند میں ہر قسم کے لوگوں کے استفتے آتے ہیں اس سے ظاہر ہے کہ اُنکے مجمع میں محقق لوگ نہیں ہیں اور خود اُنکو اطمینان نہیں ہوتا۔ لامحالہ ہمارے مجمع کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے۔ کسی نے کہا لوگ گو اہل دیوبند کے مخالف ہوں مگر تقدس کے تو سب قائل ہیں۔ مفتی صاحب نے کہا پھر نہ معلوم اور کس چیز کی تلاش ہے۔ فرمایا حضرت والا نے تقدس کے تو قائل ہیں مگر محقق نہیں سمجھتے کہتے ہیں نیک لوگ ہیں مگر علم سے کیا واسطہ حضرت گنگوہی کی نسبت بھی یہی کہا کرتے تھے کہ اچھے ہیں نیک ہیں با اثر ہیں مگر علم کم ہے

علم زبان دانی کا نام نہیں

اصل یہ ہے کہ آجکل علم عربی میں تقریر کرنے کو کہتے ہیں جو زبان جانتا ہو بس وہی علامہ ہے۔ آجکل کے اکثر علامہ ایسے ہی ہیں جنہیں علم سے مناسبت بھی نہیں مگر اُلٹی سیدھی

تقریر کر سکتے ہیں بس وہ معتمد علامہ ہیں۔ اور ہمارے مجمع کو اسطرف توجہ نہیں اسکو اپنا منتہائے علم نہیں کرنا چاہتے علم تو شئے ہی دوسری ہے یہ تو علوم کے مبادی ہیں مبادی کو مقاصد بنانا جہالت ہے۔ یہ تو زبان ہے اگر زبان علم ہے تو بدو بڑے عالم ہیں اور اگر غور سے دیکھا جاوے تو اسمیں بھی ہمارے مجمع سے وہ بڑھ نہیں سکتے بحمد اللہ بڑے بڑے تقریر کرنے والے موجود ہیں۔

عدل فی النساء

حضرت والا جب سفر میں گھر کو خط لکھتے تو دو لکھتے ایک اہلخانہ قدیم کو اور ایک جدید کو۔ چنانچہ آج بھی دو خط لکھے اور فرمایا آج بڑے لمبے لمبے خط لکھنا پڑے اصل میں ایک خط لمبا لکھنا تھا اُسمیں میں نے سفر کے کل حالات تفصیل کے ساتھ لکھے ہر ہر مقام پر پہونچنے اور روانگی وغیرہ کو مفصل لکھا ہے کیونکہ میں ایک کو بہت غمگین چھوڑ آیا تھا منتظر کی تسلی بلا تفصیل کے نہیں ہو سکتی اور دوسری کو مفصل اسواسطے لکھا کہ عدل قائم رہے پہلے خط کی بجنسہ نقل کر دی۔ چلتے وقت جدیدہ نے لفافے کارڈ مانگے میں نے دئے اور راستے ہی قدیمہ کو جا کر دئے حالانکہ اُنہوں نے مانگے نہیں۔ مفتی صاحب نے پوچھا دونوں کو خط یکساں لکھنا بھی عدل میں داخل ہے فرمایا نہیں مگر میں دل شکنی کا زیادہ خیال رکھتا ہوں۔ پھر فرمایا میرے جیسے قلب والے کو تعدد ازواج مناسب نہیں۔ احقر نے عرض کیا یہ اُلٹی بات ہے میرا خیال ہے کہ دوسرا کوئی نہیں کر سکتا۔ آپ ہی جیسے قلب والا عدل کر سکتا ہے اور تعدد اُسی کو جائز ہے جو عدل کر سکے فرمایا اسوجہ سے کہ تساوی کا خیال میں زیادہ رکھتا ہوں جسکا قلب تساوی کرنا چاہے اُسکو مصیبت ہے حقوق شرعیہ اور حقوق مروت دونوں میں تساوی کرنا کارے دارد۔ میں تکلف سے نہیں کہتا جو کلفتیں اس تساوی میں ہوئی ہیں اور جو مصائب اس واقعہ میں پیش آئے ہیں اگر دوسرا ہوتا تو مرجاتا مگر ایک چیز نے آسان کر دیا بلکہ خط آتا ہے اور وہ رجاء ثواب ہے مجھے اسقدر نفع ہوا ہے تربیت باطن کے متعلق کہ بیان نہیں ہو سکتا ہے اور میرے امراض کا علاج ہوگیا۔ ہاں جسم گھل گیا میں کبھی سمجھا ہی نہ تھا مجاہدہ کسکو کہتے ہیں۔ کیونکہ جسکو لوگ مجاہدہ کہتے ہیں یعنی ترک تعلقات تقلیل مال وغیرہ وہ میرے مذاق کے موافق تھا یہ البتہ مذاق کے مخالف پیش آیا اب معلوم ہوا کہ مجاہدہ کیسا

حقوق شرعی اور حقوق مروت دونوں کا ادا کرنا مشکل ہے

ثواب کی امید مصائب کو آسان کر دیتی ہے

ہوتا ہے وہ ناگوار باتیں پیش آئیں کہ موت کو اُنپر ترجیح ہوتی قدیمہ کی طرف سے جو کچھ ہوا اُنہوں نے فرط محبت سے کیا نہ مخالفت کی وجہ سے باسایہ ترا نمی پسندم اسیواسطے مجھے غصہ نہیں آیا اُن کے رنج سے رنج ہوتا تھا مگر غصہ نہیں آیا ورنہ ایسے وقت میں جو کچھ ہاتھ سے ہوجاتا عجب تھا مگر میں نے کچھ نہیں کہا اور اُنکو معذور سمجھا بلکہ اپنی حالت ایسی بنائی جیسے کوئی بڑا مجرم ہوتا ہے اور اسکے بعد سے اُنکی دلشکنی کا اسقدر خیال رکھتا ہوں کہ تکلیف اُٹھاتا ہوں مگر جس بات میں احتمال بعید بھی دلشکنی کا ہوتا ہے وہ نہیں ہونے دیتا۔ پانچ منٹ کو یہاں جاتا ہوں تو پانچ منٹ کو وہاں۔ اس خیال سے کہ ایسا نہو کہ خبر ہو اور موجب دلشکنی ہو مجھے ہمیشہ سے اسمیں بہت مبالغہ ہے کہ کسی کی دلشکنی نہ ہو میں محض اجنبی آدمی کے ساتھ بھی اسکا ہر طرح سے خیال رکھتا ہوں قلب کچھ اس قسم کا واقع ہوا ہے کہ کسی کو تکلیف دینا گوارا ہی نہیں ہوتا۔ اصلاح کیلئے تو کسی پر دجبر کرتا ہوں اور ویسے کسی کو کسی رنج میں دیکھ نہیں سکتا۔ کوئی بیماری میں مبتلا ہو یا افلاس میں یا اور کسی تکلیف میں تو میرا دل اُسکو دیکھکر کُڑھتا ہے۔

ایک شخص نے کہا مشہور ہوا تھا کہ حضور کے صاحبزادہ ہوا۔ فرمایا ہاں بھائی تعجب ہے جانے یہ کیسے مشہور ہوگیا۔ کیا عجب ہے اسکی کچھ اصلیت ہو جاوے جو بات مشہور ہوتی ہے وہ کبھی واقع بھی ہو جاتی ہے اور میں نے اپنے متعلق تو یہ دیکھا ہے اور بارہا تجربہ کیا ہے کہ کوئی مخفی سے مخفی بات بھی ہوئی تو دنیا میں مشہور ہو جاتی ہے اسیواسطے میں اپنی کسی حالت کو نہیں چھپاتا میرے دوست ایک مولویصاحب اسکے خلاف ہیں میں نے کہا آپکے مناسب یہ ہو مگر میں کیا کروں چھپا کر جبکہ چھپتی ہی نہیں۔

بعد عصر ہوا خوری کے لئے گئے۔ مولوی عبدالغنی صاحب اور مولوی ابوالحسن صاحب بھی ساتھ تھے۔ راستہ میں فرمایا میں بلا تصنع کہتا ہوں کہ مجھے اعظم گڈھ والوں سے کچھ خاص محبت ہے۔ مولوی عبدالغنی صاحب کے آنے سے میری ایک خاص کیفیت ہوئی اور آج مولوی ابوالحسن صاحب کے آنے سے اور زیادہ ہوئی۔

اس سفر میں ایک دو جگہ اُترنے کیلئے اور کہا گیا تو فرمایا جہانتک گنجایش نکلی میں نے دریغ نہیں کیا مگر گیا کیا جاوے کہ گنجایش ہی باقی نہیں جہاں جہاں وعدہ ہو چکا اب تبدیلی کرنے

میں اُنکو بڑی پریشانی ہوگی۔ اللہ کا شکر ہے کہ میں نے نظام الاوقات میں کبھی کسیکو پریشانی میں نہیں ڈالا۔ جو انتظام ایک دفعہ ہوگیا اُسکے خلاف کبھی نہیں کیا۔ اسیواسطے لوگوں کو میری تجویزوں پر اعتماد رہتا ہے اور بعض لوگوں کو دیکھا کہ ایسے آزاد ہوتے ہیں کہ کسی انتظام کا اُن کو پاس نہیں ہوتا ایک مولانا بہت مشہور شخص تھے ایک جلسہ ہوا جو صرف اُنہیں کی وجہ سے ہوا تھا اور لوگوں نے بڑے بڑے انتظام کئے تھے عین وقت پر لینے کو گئے معلوم ہوا کہ مولانا تو باہر تشریف لیگئے ہیں کس قدر پریشانی ہوئی اور تمام شہر میں زق زق بق بق ہوئی۔

نظام الاوقات کی پابندی

حالات اور صحبت کا ذکر ہوا تو اپنی حکایت بیان فرمائی کہ میں حجرہ میں دیوبند میں رہتا تھا خشیت کا غلبہ ہوا مولانا محمد یعقوب صاحب سے جاکر عرض کیا کہ بہت خوف ہے کوئی بات ایسی فرمائیے جس سے اطمینان ہو فرمایا توبہ کرو کفر کی درخواست کرتے ہو لا یامن مکر اللہ الا القوم الخٰسرون بس آنکھیں کھل گئیں۔ کامل کے پاس ہونیکے یہ فائدے ہیں۔ بعض لوگوں نے اپنے حالات مجھسے بیان کئے میں نے کچھ مختصر کلمات اُنکی حالت کے مناسب کہدئے اُسپر اُنھوں نے کہا عمر بھر کی گمراہی سے آج نکلے بعض مرض بالکل مخفی ہوتے ہیں مریض کو اُنکا احساس بھی نہیں ہوتا اسواسطے اُنکے علاج کا بھی خیال نہیں ہوتا۔ جاننے والے کے پاس بیٹھنے سے اُنکا علم ہوتا ہے۔ اسوقت معلوم ہوتا ہے کہ یہ مرض تو ہم میں موجود ہے اور مدتیں گذر گئیں اور علاج اُسکا گو بہت ہی سہل تھا مگر توجہ کی ضرورت تھی اسیوقت اسکا علاج بھی ہوگیا صحبت ایسی چیز ہے حافظ عبدالحی بہت مشوش رہتے تھے مولانا گنگوہی سے بیعت تھے مجھ سے بھی اپنی تشویشات بیان کیں میں نے تسلی کی تو کہنے لگے بس یہی مولانا کرتے ہیں جب میں کچھ حال کہتا ہوں تسلی کردیتے ہیں میں نے کہا توبہ کیجئے کیا آپکا خیال یہ ہے کہ غلط تسلی کردیتے ہیں اور واقع میں وہ مضمون تسلی کا صحیح نہیں۔ تو آپ شیخ کو خائن سمجھتے ہیں اگر شیخ تسلی کرتا ہے تو تم کو پریشانی جائز نہیں۔ اسپر یاد آیا کہ ملحدین کہتے ہیں جنت و دوزخ کا بیان قرآن و حدیث میں صرف تسلی کے لئے اور ڈرانے کے لئے ہے تاکہ جنت کی طمع سے اور دوزخ کے خوف سے اعمال صالحہ کریں اور واقع میں جنت دوزخ کچھ نہیں۔

کاملین کی صحبت کے فوائد

شیخ کی ترغیب و ترہیب سب [illegible]

قول ملاحدہ کا جواب کہ جنت و دوزخ [illegible]

میں کہا کرتا ہوں اگر بالفرض واقع میں ایسا ہی ہو تب بھی اُسکی نفی نہ کرنا چاہیے ورنہ جب لوگوں کو معلوم ہوگا کہ وہ کچھ نہیں تو پھر وہ مصلحت ترغیب و ترہیب ہی کی فوت ہو جاویگی، یہ بغاوت ہے کہ جس چیز کو خدا نے مفید سمجھکر کیا تم اُسمیں جارح ہو۔

حالات کے بارہ میں اور باب شیخ میں افراط و تفریط

فرمایا حالات کے بارہ میں لوگوں میں افراط و تفریط ہے بعض لوگ تو حالات کو مقصود اور کمال سمجھتے ہیں اور بعض لوگ بالکل منکر ہیں ایسے ہی ادب شیخ میں افراط و تفریط ہے آجکل لوگ تعظیم و تکریم تو بہت کرتے ہیں شیخ کی اور جو حق ہے اُسکا یعنی استفادہ وہ نہیں کرتے۔ ہر چیز کا حق وہی ہوتا ہے جسکے لئے وہ موضوع ہو جیسے کوئی مسجد بنا وے اور اُسکو سجا بنا کر رکھے مگر نماز اُسمیں نہ پڑھے تو نہیں کہا جا سکتا کہ مسجد کا حق ادا کرتا ہے ایک مولوی صاحب پر پہلے خشکی غالب تھی اور کہا کرتے تھے تصوف تام چند اصطلاحوں کا ہے اور کیا رکھا ہے۔ پھر میرے پاس چند روز رہے اور ذکر شغل کیا تو حالات طاری ہوئے ایک دن زار زار رونے لگے میں نے کہا مولوی صاحب کہیں اصطلاحات میں رونے کی بھی خاصیت ہوتی ہوگی۔ جبتک آدمی پر کوئی حالت طاری نہیں ہوئی اُسوقت تک وہ کیسے اُسکا مزہ جان سکتا ہے جسنے میٹھی چیز کبھی کھائی ہی نہیں ہے وہ کیا جانے کہ مٹھائی بھی ذائقہ ہوتا ہے۔

ایک خشک مولوی صاحب پر حالات طاری ہونا

ایک حافظ جی کا قصہ کہ نکاح میں بڑا مزہ ہے

کسی حافظ جی کا قصہ ہے کہ شاگردوں نے کہا حافظ جی نکاح میں بڑا مزہ ہے کہنے لگے اچھا ہمارا بھی نکاح کردو اُنھوں نے کوئی عورت تلاش کرکے نکاح پڑھوا دیا۔ حافظ جی پہونچے اور رات بھر روٹی لگا لگا کر کھائی مگر مزا کیا آتا۔ صبح کو کہنے لگے لوگ کہتے ہیں بڑا مزہ ہے ہمیں تو نمکین روٹی کی برابر بھی مزہ نہ آیا۔ لونڈوں نے کہا اجی حافظ جی یوں نہیں آتا مزہ مارا کرتے ہیں۔ اگلے دن حافظ جی نے بیچاری کی خوب زد و کوب کی اور جوتے ہی جوتے مارے جب بھی مزہ نہ آیا بلکہ اور محلہ میں غل مچ گیا اور فضیحتا ہوا۔ پھر کہنے لگے لوگ کہتے تھے بڑا مزہ ہے۔ کیا مزہ ہے پھر لونڈوں نے سمجھایا کہ مارنیکے یہ معنی ہیں اُسکے موافق عمل کیا تب معلوم ہوا کہ واقعی مزہ ہے۔ لوگ بے جانے اور بے سمجھے اعتراض کردیتے ہیں۔ پہلے ایک چیز کو دیکھ لو سمجھ لو اور اگر وہ چیز قالی نہو حالی ہو تو اُسکو اکتساب

مسئلہ وحدۃ الوجود کے متعلق حضرت کا ایک قصہ

کرلنے کے بعد کہو جو کچھ کہنا ہو کہو - مولوی محمد احسن صاحب مکہ میں ایک خشک ذی علم شخص تھے - حضرت حاجی صاحب کے پاس میں بھی موجود تھا اور وہ بھی تھے وہ وحدۃ الوجود کو ضلالت کہا کرتے تھے - مجھ سے اُنہوں نے دو ایک دفعہ پوچھا میں نے کہا یہ کام سرسری نہیں ہے کوئی دن مقرر کیجئے اور اپنے شبہات کو حل کر لیجئے چنانچہ جمعہ کا دن مقرر ہوا - مینے اول مقصود سے اصطلاحی الفاظ میں کتب تصوف کے موافق وحدۃ الوجود کے متعلق ایک تقریر کی اور اُنسے کہدیا کہ آپ غور سے میرے تمام الفاظ سن لیں اور ذہن نشین رکھیں ان سے باہر نجاویں پھر جو بھی اشکال ذہن میں آوے کریں - اُنھوں نے چند اشکال کئے مگر سب کا جواب فوائد قیود ہی میں موجود تھا ذرا دیر میں سب اشکال رفع تھے کہنے لگے آج سمجھا میں کہ وحدۃ الوجود یہ ہے - یہ تو موقوف علیہ ایمان ہے - پھر اُنھوں نے حضرت حاجی صاحب سے جاکر بیان کیا تو حضرت ایسے خوش ہوئے جیسے کوئی اپنی اولاد کی کارگذاری سُنکر خوش ہوتا ہے مفتی صاحب نے عرض کیا وحدۃ الوجود کے متعلق بعض الفاظ موحش ہیں فرمایا کتب فن کے الفاظ دیکھنے چاہئیں اشعار کے نہیں - خاصکر آجکل کے - انکا ذمہ دار کون ہو سکتا ہے خود مولانا فرماتے ہیں ؎

معنی اندر شعر جز باخبط نیست
چوں فلاسنگ است آنرا ضبط نیست

اور رموز کی نسبت فرماتے ہیں ؎

نکتہا چوں تیغ پولادست تیز
چوں نداری تو سپر واپس گریز

ائمہ فن کے الفاظ بالکل صاف ہیں اور یہ مسئلہ بالکل ثابت ہے اور حق ہے صاف ہونیکا مطلب یہ نہیں کہ آسانی سے اُنسے یہ مسئلہ سمجھ میں آسکتا ہے یہ مسئلہ حد سے زیادہ باریک ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ جب اس مسئلہ پر بحث کیجاوے اور بحث کرنیوالا غور و خوض سے کام لے اور منصف مزاج بھی ہو اور غور و خوض کی لیاقت بھی رکھتا ہو تو مسئلہ ایسا حق ثابت ہوگا کہ کوئی بھی اشکال نہ رہیگا - اور یوں مطلق اشکال سے تو کوئی بھی علمی مضمون خالی نہیں خود معقول کی بعضی باتیں ایسی ہیں جنپر اشکال پڑتے ہیں دیکھے اُستادوں کا ناک میں دم آجاتا ہے طالب علموں کو سمجھاتے سمجھاتے - پھر تصوف تو

اشکال سے تو کوئی علمی مسئلہ خالی نہیں

اور باریک ہے اسکے لئے تو معقول سے زیادہ بحث مباحثہ کی ضرورت ہونا چاہیئے اور نہ معلوم وحدۃ الوجود ہی کے مسئلہ کو لوگوں نے کیوں تختہ مشق بنا رکھا ہے اور کہتے ہیں اسپر اشکال پڑتے ہیں میں کہتا ہوں اسلام کا پہلا ہی کلمہ لا الہ الا اللہ بھی اشکال سے خالی نہیں۔ اگر کوئی کہے کہ جملہ خبریہ ہے اور جملہ خبریہ محتمل صدق وکذب ہوتا ہے تو مفید یقین کو نہوا بھلا ایک گنوار کو کوئی اسکا حل سمجھا تو دے۔ تو کیا اس سے یہ لازم آتا ہے کہ کلمہ (نعوذ باللہ) قابل ترک یا محل شک ہے۔ کسی بات کا باریک ہونا اور بات ہے اور غلط ہونا اور بات اشکال ہونیکے اگر یہ معنی ہوں کہ یہ مسئلہ مشکل ہے تب تو مسلم ہے مسئلہ وحدۃ الوجود بیشک دقیق اور مشکل ہے اور اگر یہ معنی ہوں کہ اس مسئلہ پر ایسے اعتراض ہیں کہ اُٹھ نہیں سکتے جیسے تثلیث پر بہت سے اشکال ہیں تو یہ مسلم نہیں مسئلہ وحدۃ الوجود بالکل صحیح اور ثابت ہے کچھ غبار اسپر نہیں ہے مشکل جس درجہ میں بھی کہا جاوے سارا ہی تصوف مشکل ہے۔ جب معقول مشکل ہے تو تصوف کیسے مشکل نہو۔ اور معقول تو قال ہے اور تصوف حال۔ حالی مسئلہ پورا پورا تو حل جب ہی ہوتا ہے جب حال حاصل کیا جاوے۔ آجکل لوگ بڑی دوڑ اسکو سمجھتے ہیں کہ مسئلہ وحدۃ الوجود میں بحث کرلیں کچھ اشکال نکال لیں جس مجلس میں پہنچیں اسی کو چھیڑ دیں جس سے معلوم ہو کہ یہ بڑے عارف ہیں حالانکہ اگر یہ مسئلہ سمجھ بھی لیا جاوے تو کچھ کمال نہیں تاوقتیکہ حال میں نہ آجاوے سو اتنی آجکل ہمت نہیں۔

معقول قال ہے اور تصوف حال

ایک بزرگ سے پوچھا گیا کہ سنا ہے کہ بزرگوں کے شیون مختلف ہوتے ہیں میں دیکھنا چاہتا ہوں۔ کہا فلاں مسجد میں جاؤ وہاں تین بزرگ بیٹھے ہیں وہاں جاکر ہمکو معلوم ہوجاویگا۔ اُنھوں نے ایسا ہی کیا جاکر دیکھا تو مسجد میں تین صاحب ذکر کر رہے ہیں۔ ایک بے ادب آیا اور اُسنے ایک بزرگ کے ایک دھول ماری وہ اُٹھے اور ان کے بھی ایک دھول ماری اور بدستور جاکر ذکر میں مشغول ہوگئے۔ پھر اُسنے دوسرے بزرگ کے دھول ماری وہ بولے بھی نہیں اور اپنے کام میں لگے رہے۔ پھر اُسنے تیسرے صاحب کے دھول ماری اُنھوں نے اُٹھکر اُسکا ہاتھ دبایا اور کہنے لگے بہت چوٹ لگی ہوگی۔ یہ حالات کے فرق کے آثار تھے۔ زبانی جمع خرچ سے حالات نہیں حاصل ہوتے اور حال ہی کوئی چیز ہے

بزرگوں کے شیون مختلف ہوتے ہیں

مجھ سے لوگوں نے پوچھا کہ حضرت حاجی صاحب کے پاس کیا ہے جو علماء کے پاس نہیں کہ یہ وہاں جاتے ہیں۔ میں نے کہا ہمارے پاس الفاظ ہیں اور وہاں معانی ہیں الفاظ تو معانی کے محتاج ہوتے ہیں اور معانی الفاظ کے محتاج نہیں ہوتے۔ احوال کتابوں کے دیکھنے سے نہیں حاصل ہوتے۔ دیکھئے اگر کوئی چاہے کہ کتاب میں ترکیب دیکھکر روٹی پکالے تو ہرگز بھی نہوگا اگر بُری بھلی روٹی گھڑ بھی لی تو آنچ کا انداز کیسے ہوگا اور روٹی کچی رہجاویگی یا جل جاویگی یہ ایسا ہے جیسے لوگ بذریعہ خط کے ضاد کے مخرج کی تحقیق کرتے ہیں۔ میں تو اس موقعہ پر یہ شعر پڑھا کرتا ہوں ؎

گر مصور صورتِ آں دلستاں خواہد کشید
لیک حیرانم کہ نازش را چساں خواہد کشید

یہ سب تقریر ہوا خوری کے راستہ میں ہوئی۔

حضرت حاجی صاحب کے پاس کیا تھا

ضاد کی تحقیق بذریعہ خط

۲۳ صفر ۱۳۳۵ھ روز بدھ

مغرب شب چہار شنبہ میں سورہ ھُمَزَہ اور سورۂ فیل پڑھی اور نماز ڈیڑھ سے باہر میدان میں ہوا خوری سے لوٹ کر پڑھی۔ نفلیں بیٹھکر پڑھیں۔ آج حضرت کو تکان زیادہ تھا۔ کچھ آدمی بڑھلگنج کے بھی غالبًا تھے۔

فرمایا میں اجمیر حاضر ہوا ہوں اسٹیشن پر اُترتے ہی معلوم ہوتا تھا کہ تمام شہر پر انوار برستے ہیں۔ نہ معلوم کس طرح سے اُن بزرگوں نے خدا کا نام لیا ہے۔ وہاں شرک و بدعت بھی ہے مگر ظلمات پر انوار غالب ہیں۔

اجمیر میں انوار

اُستاذی حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ایک عامی شخص نانوتہ کی مسجد میں نماز پڑھنے آتے اور وہ جب آتے تمام مسجد منور ہوجاتی اول تو پتہ نہ چلا کہ یہ انوار کس سبب سے ہیں پھر بعد غور معلوم ہوا کہ فلاں شخص کی آنے پر ہوتے ہیں اُنکی وضع سے اسکا گمان بھی نہوتا تھا اسلئے اُنسے اول اول تذکرہ ہی نہیں کیا احتمال رہا کہ شاید اور کچھ سبب ہو مگر جب تکرار مشاہدہ سے اسکی تعیین ہوگئی کہ یہی شخص اسکا سبب ہیں تو اُن سے دریافت کیا کہ اسکی وجہ کیا ہے کہ ذاکر شاغل بھی معلوم نہوتے تھے اُنہوں نے کہا کہ میں تو کچھ نہیں جانتا اگر حضرت سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں البتہ چند روز رہا ہوں یہ اُسکی برکت تھی اور مولانا یہ بھی فرماتے تھے کہ میں ایک اسٹیشن پر اُترا

پلیٹ فارم پر بیٹھا تو وہاں بڑے انوار پائے معلوم ہوا کہ کوئی صالح شخص یہاں بیٹھے تھے ابھی گئے ہیں ان حضرات کے حس ایسے صحیح اور تیز ہوتے ہیں۔

مزارات اولیاء پر فیض ہونا

فرمایا حضرت والا نے اپنے سلسلہ کے بزرگوں کے مزار پر بڑا فیض ہوتا ہے اور وہ فیض تقویت نسبت ہے۔

عشاء کی نماز میں والتین اور کوئی اور سورت پڑھی اور فجر کی نماز میں سورۂ تکویر اور انفطار پڑھی۔ منشی اکبر علی صاحب کل گذشتہ کے دوپہر کو روانہ گورکھپور ہو چکے تھے جیسا کہ صفحہ $\frac{62}{63}$ پر بیان ہوا اور ایک خیمہ روانہ کر دیا گیا تھا۔ اور اہل بڑہلگنج سے وعدہ فرمالیا گیا تھا کہ بدھ کی صبح کو اثنائے کوچ میں کھانا کھائینگے اور وہیں سے شاہپور کی طرف روانہ ہوجا ئینگے اور راستہ میں قصبہ گولا میں قیام کریں گے یعنی شاہ پور ایک پڑاؤ درمیان میں کر کے پہونچینگے شام کو بین ملازم سے پوچھا جنس کا حساب بنئے کا کر دیا گیا یا نہیں عرض کیا ابھی حساب ہوا جاتا ہے۔ فرمایا کسی قسم کا جبر نہونے پاوے۔ عرض کیا اول دن بنئے سے کہدیا گیا ہے کہ بنرخ بازار قیمت لگاوے کچھ اور رعایت نہ کرے اور میں ابھی حساب بے باق کر کے اُس کے ہاتھ کی رسید پیش کرتا ہوں چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

دورہ میں نرخ مقرر کرنا

رات کو ملازمین سے فرمایا مناسب ہے کہ صبح کو سویرے کوچ ہو تا کہ مقام پر جلد پہونچیں۔ صبح کی نماز پڑھتے ہی یہاں سے چلدیں۔ بین ملازم نے عرض کیا ایسا ہی ہوگا بعد نماز فوراً ناشتہ تیار ملیگا اُسکے بعد برتن صندوق میں بند کر کے گاڑی پر لاد دئے جائینگے اور روانگی ہوجاوے گی۔ فرمایا ناشتہ کی بھی ضرورت نہیں بڑہلگنج میں کھانا سویرے ملیگا۔ ناشتہ کی پھر کیا ضرورت ہے۔ مگر صبح کو ناشتہ لایا گیا اور تھوڑا تھوڑا حسب عادت کھا کر چلنے کی تیاری ہوئی اور نماز بھی ذرا سویرے پڑھی گئی معلوم ہوا کہ ابھی سامان کی روانگی میں دیر ہے فرمایا مصلحت یہ ہے کہ ہم بطور ہوا خوری پیادہ چلدیں اور بڑہلگنج پہونچ جاویں اور یہ سب لوگ وہیں پر ہم سے آکر ملجاویں اسمیں دو فائدے ہیں ایک تو یہ کہ یہاں کے ملازمین پر تقاضا ہوجاویگا

دوسرے بڑہلگنج والوں پر کھانے کا تقاضا ہوگا۔ ممکن ہے کہ وہاں کھانے میں کچھ دیر ہو چنانچہ خدام نے اسباب ملازموں کے سپرد کیا اور حضرت کے ہمراہ پیادہ روانہ ہوئے

روانگی از نرہرپور بجانب شاہپور بروز بدھ تاریخ ۲۳ صفر ۱۳۳۵ھ ۶ بجے ۲۰ دسمبر ۱۹۱۶ء

قرآن شریف صندوق میں رکھکر نیچے رکھنا

چلتے وقت منشی محمد اختر صاحب نے عرض کیا میرے بیگ میں قرآن شریف ہے اور بیگ گاڑی میں دیگر سامان کے ساتھ ہمارے نیچے رکھا جاویگا۔ فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت کے وقت مدینہ طیبہ میں حضرت ابو ایوب کے یہاں اُترے تو انہوں نے مکان میں نیچے حضور کو اُتارا اور اوپر آپ رہے۔ ایک دن اُن کو رات کو خیال آیا کہ یہ ادب کے خلاف ہے تو وحشت ہوئی اور اسوقت محاذات سے میاں بی بی دونوں ہٹ گئے اور صبح کو عرض کیا کہ حضرت مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا اور حضور ؐ کو اوپر منتقل کر دیا اور نیچے خود آگئے۔ اس سے محترم چیز کے نیچے ہونے کا جواز تو ثابت ہوا خود حضور ؐ نے اسکو جائز رکھا تھا مگر حضرت ابو ایوب کے دل نے گوارا نہ کیا اور ادب اسکا مقتضی ہوا۔ یہاں تو امر اباحت تھا اور بعض دفعہ امر وجوب ہوتا ہے اور ادب اسکو مانع ہوتا ہے۔ حضرت علی رض سے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا نام مبارک مٹانے کیلئے فرمایا یہ امر وجوب تھا مگر حضرت علی رض اسکی تعمیل نہ کر سکے اور عرض کیا حضور مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا۔ لہذا دل نہیں گوارا کرتا کہ قرآن شریف نیچے رکھا جاوے بیگ میں سے نکال کر بغل میں لے لو۔

بعض دفعہ ادب وجوب کی امر مانع ہوتا ہے

حضرت والا مع خدام بجانب بڑہلگنج روانہ ہوئے۔ بڑہلگنج کے قریب پہونچے تو قرآن شریف کی منزل کچھ باقی رہگئی تھی فرمایا ابھی قصبہ میں نہیں جاتے۔ شمال کی طرف ایک سڑک تھی اُسپر تھوڑی دور اور چلکر دوسری طرف سے قصبہ میں داخل ہوں گے۔ دو چار آدمی قصبہ کے مل گئے اور ہمراہ ہو لئے آگے چلکر دیکھا کہ راستوں پر بہت سے

آدمی منتظر ہیں وہ بھی ساتھ ہو لئے اُسوقت چھوٹا سا اچھا مجمع ہوگیا۔ دو آدمیوں نے داہنے بائیں حضرت سے ذرا آگے چلنا شروع کیا کہ لوگوں کو ہٹا دیں ایک جگہ بھنگن سڑک پر جھاڑو دے رہی تھی اُن آدمیوں نے اُسکو ڈانٹا ہٹ جا رستہ چھوڑ دے تو حضرت ناراض ہوئے اور فرمایا تعظیم میں یہ غلو ہے اسکو دل گوارا نہیں کرتا کہ امتیاز کی شان ہو اور پکار کر فرمایا سُن لو یہ مسئلہ ہے کہ راستہ پر حکومت جائز نہیں راستہ کسی کی ملک نہیں یہ تو ظالموں کی شان ہے کہ راستے اُن کے لئے بند کئے جاویں کہ جب ہم نکلیں سب معطل ہو جاویں مسلمانوں کا کام یہ نہیں پھر بڑھلگنج کی مسجد میں پہونچکر فرمایا بدعات جیسے کہ عقائد میں ہوتی ہیں اسیطرح اعمال میں بھی ہوتی ہیں۔ راستہ سے لوگوں کو ہٹانا بدعت ہے اس سے بچنا چاہئے خواص کو بھی اسطرف توجہ نہیں اکرام وہیں تک جائز ہے جبکہ دوسرے کا اضرار نہو۔

ایک بوڑھیا حضرت والا کے سامنے آئی اور زار زار رونے لگی اور بجد عقیدت ظاہر کی اور ڈھائی آنہ پیسے نذر کئے۔ حضرت نے بہت خوشی سے قبول فرمالئے۔ وہ عورت برابر مسجد تک روتی ہوئی ساتھ رہی۔ بعد ازاں جب کھانے سے فراغت پاکر روانہ ہوئے تب بھی وہ روتی ہوئی ساتھ تھی حتیٰ کہ جب قصبہ سے باہر ہوگئے تب وہ بمشکل رخصت ہوئی۔ مسجد میں پہونچکر فرمایا قرآن شریف جانمازوں پر رکھدو تاکہ گلا خالی ہو۔

سوال۔ محکمہ تعلیم کے مصارف محکمہ جنگی سے پورے ہوتے ہیں تو محکمہ تعلیم کی تنخواہ حلال ہے یا نہیں فرمایا استیلاء کا فر موجب ملک ہے امام ابو حنیفہ کے نزدیک یہاں بھی مسئلہ ابو حنیفہ ہی کا کام آتا ہے۔ ایک انگریز نے لکھا ہے کہ سلطنت کسی کے فقہ پر نہیں چل سکتی سوائے فقہ حنفی کے۔ ایک سیاسی کا یہ کہنا ضرور بڑے تجربہ کی خبر دیتا ہے۔ امام ابو حنیفہ کی عجیب نظر ہے دیکھئے امام صاحب کا قول ہے کہ آلات لہو کو توڑ ڈالنا واعظ کو یا کسی کو جائز نہیں اگر کوئی توڑ دے تو ضمان لازم آویگا یہ کام سلطان کا ہے وہ احتساب کرے اور توڑے چھوڑے اور سزا دے جو چاہے کرے

دیکھئے اسمیں کتنا امن ہے سوائے سلطان کے اور کسی کے احتساب کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ وہ کام بند تو ہوتا نہیں جنگ وجدل اور فتنہ ہوتا ہے اور باہمی منازعات بڑی دور تک پہونچ جاتے ہیں۔ علیٰ ہذا اقامت حدود سلطان ہی کے ساتھ خاص ہے۔ فقہ بڑی مشکل چیز ہے فقیہ کو بڑا جامع ہونا چاہئے۔ فقیہ بھی ہو محدث بھی ہو متکلم بھی ہو سیاسی دماغ بھی رکھتا ہو بلکہ کہیں کہیں طب کی بھی ضرورت ہے بعضے امور میں تشریح کی ضرورت ہوتی ہے۔ فقہ بڑی مشکل چیز ہے مگر آجکل بعض لوگوں نے اسکی کیا قدر کی ہے کہ فقہا پر سب وشتم کرتے ہیں۔ یہ گروہ نہایت درجہ مفسد ہے یہ لوگ جان جان کر فساد کرتے ہیں اور اشتعال دلاتے ہیں بعض وقت تو ذراسی بات میں بڑا فتنہ ہو جاتا ہے۔ ایک شخص نے کہا حضور ہاں یہاں ایک جگہ مقلدین کی جماعت میں ایک غیر مقلد کھڑا ہو گیا اور آمین زور سے کہی تو اسپر بڑا فساد ہوا اور پولیس تک نوبت پہونچی اور مقدمہ کو بڑا طول ہوا فرمایا حضرت والا نے اسپر جنگ وجدل کرنا ہے تو زیادتی لیکن تجربہ سے ثابت ہے کہ عمل کچھ ہو مگر جس نیت سے کیا جاوے اُسکا اثر ضرور ہوتا ہے اگر اسنے خلوص سے اور عمل بالسنت کی نیت سے کیا ہوتا تو یہ نوبت نہ آتی۔ غیر مقلدین کی آمین اکثر صرف شورش اور مقلدین کے چڑانے کے لئے ہوتی ہے۔ میرے بھائی محمد مظہر نے قنوج میں غیر مقلدین کی آمین سنکر کہا آمین دعا ہے اسمیں خشوع کی شان ہونی چاہئے اور ان لوگوں کے لہجہ میں خشوع کی شان نہیں ہے سننے سے معلوم ہوتا ہے کہ لڑ رہے ہیں اُسنے عرض کیا یہ واقعی بات ہے۔ مقدمہ مذکور جب پولیس میں پہونچا تو ایک ہندو تھانہ دار اسکی تحقیقات پر تعینات ہوا اور وہ بہت سمجھدار تھا اُسنے فساد کا الزام غیر مقلدین ہی پر رکھا اور رپورٹ میں لکھا کہ یہ لوگ شورش پسند ہیں اور بلاوجہ اشتعال دلاتے ہیں اور آمین صرف فساد اُٹھانے کے لئے کہتے ہیں۔ اسپر غیر مقلدین نے بڑا غل مچایا اور کہا آمین مکہ میں بھی ہوتی ہے داروغہ نے کہا مکہ میں آمین خدا کی یاد کے لئے ہوتی ہوگی دنگہ کے لئے نہوتی ہوگی یہاں دنگہ کے لئے ہے۔

فرمایا حضرت والا نے میرا شریک حجرہ ایک لڑکا بیان کرتا تھا کہ ایسے ہی ایک موقعہ پر

فقیہ جامع ہونا چاہئے

آمین بالجہر کا ایک قصہ

اکثر آمین بالجہر نیت خیر نہیں

آمین بالجہر اور بالسر

ایک انگریز نے تحقیقات کی اور اخیر میں گویا تمام واقعہ کا فوٹو کھینچدیا اور کہا آمین تین قسم کی ہے ایک آمین بالجہر اور اہل اسلام کے ایک فرقہ کا وہ مذہب ہے اور حدیثیں بھی اُسکے ثبوت میں موجود ہیں اور ایک آمین بالسّر ہے اور وہ بھی ایک فرقہ کا مذہب ہے اور حدیثوں میں بھی موجود ہے تیسری آمین بالشر ہے جو یہ آجکل کے لوگ کہتے ہیں ؎

پھر اُس شخص نے بیان کیا کہ اُسی ہندو داروغہ کے سامنے غیر مقلدوں نے امام ابوحنیفہ پر اعتراض کیا کہ امام صاحب قائل ہیں کہ اگر کوئی محرم عورت سے نکاح کرلے اور وطی کرے تو اُسپر حد واجب نہیں یہ کیسی غلطی ہے۔ فرمایا حضرت والا نے اسی مسئلہ میں امام صاحب پر فدا ہو جانا چاہیئے اسکے بیان کے لئے دو مقدموں کی ضرورت ہے ایک یہ کہ حدیث میں ہے ادرؤا الحدود بالشبہات ایک مقدمہ یہ ہوا۔ اور دوسرا یہ کہ شبہ کسکو کہتے ہیں۔ شبہ کہتے ہیں مشابہ حقیقت کو اور مشابہت کے لئے کوئی وجہ شبہ ہوتی ہے اور اُسکے مراتب مختلف ہیں کبھی مشابہت قوی ہوتی ہے کبھی ضعیف امام صاحب نے حدود کے ساقط کرنے کے لئے ادنےٰ درجہ کی مشابہت کو بھی معتبر مانا ہے اور صرف نکاح کی صورت پیدا ہو جانے سے حد کو ساقط کر دیا۔ انصاف کرنا چاہیئے کہ یہ کسقدر عمل بالحدیث ہے یہ اور بات ہے کہ ایک صحیح معنی کو بُرے اور مہیب الفاظ کی صورت پہنا دیجاوے۔ اس مسئلہ کی حقیقت تو غایت درجہ کا اتباع حدیث ہے لیکن اسکو اس طرح بیان کیا جاتا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ نعوذ باللہ امام صاحب نے نکاح بالمحرمات کو چنداں بُرا نہیں سمجھا اور بھی چند مسائل اسی طرح بُری صورتوں سے بیان کر کے اعتراض کئے جاتے ہیں البتہ اعتراض جب تھا کہ اُسپر امام صاحب کوئی زجر و احتساب تجویز نہ کرتے ایسے موقعوں پر جہاں حد کو ہمارے فقہاء ساقط کرتے ہیں تعزیر کا حکم دیتے ہیں ایسے موقع تمام ائمہ کے نزدیک بہت سے ہیں کہ شبہ سے حد ساقط ہو گئی۔ آخر حدیث کی تعمیل کہیں تو ہوگی۔ اور کوئی موقع تو ہوگا جہاں ادرؤا الحدود بالشبہات کر کے دکھلایا جاوے تو اسکا یہ مطلب ہے کہ وہ فعل جسپر حد شبہ سے ساقط ہو گئی چنداں بُرا نہیں سمجھا گیا

امام صاحب پر ایک اعتراض کا جواب

صرف فرق اتنا رہا کہ امام صاحب ادنیٰ شبہ کو بھی کافی سمجھتے ہیں اور اور لوگ تھوڑے شبہ کو معتبر نہیں کرتے پھر غایت درجہ کا اتباع حدیث یہ ہوا یا وہ - کیا اندھیر ہے کہ ایسے شخص کو تارک حدیث کہا جاوے جو حدیث ضعیف کو بھی قیاس پر مقدم رکھے وہ تو کسقدر عامل بالحدیث ہے - فدا ہو جانا چاہئے ایسے شخص پر امام مالک صاحب تو خبر واحد پر بھی قیاس کو مقدم رکھتے ہیں اُنکو تو لوگ عامل بالحدیث کہتے ہیں اور امام صاحب حدیث ضعیف پر بھی قیاس کو مقدم نہیں رکھتے اور اُن کو تارک حدیث کہتے ہیں ع

حضرت والا نے اہل بڑھلگنج سے فرمایا کل بوقت وعدہ دعوت ہم نے تخمینہ دس آدمیوں کا کیا تھا اسوقت اندازہ ہوتا ہے کہ چودہ پندرہ آدمی ہوجا دینگے لوگوں نے عرض کیا اسکا کیا خیال فرمایا پندرہ کیا سولہ ہو جاویں تو کیا ہے فرمایا اطلاع تو کر دینا چاہئے

سوال - رنگ (بُڑیہ) کا نرخ بدلتا رہتا ہے تو زکوٰۃ کس نرخ کے حساب سے دیجاوے فرمایا ادائے زکوٰۃ کے وقت کے نرخ کا اعتبار ہے اور اگر اسوقت بھی مختلف ہو تو نرخ اوسط کا اعتبار ہوگا یا عمدہ ترکیب یہ ہے کہ چالیسواں حصہ رنگ تولکر نکالدے اور زکوٰۃ میں دیدے - عرض کیا گیا کہ آجکل بڑیہ میں لوگوں کو بڑے بڑے نفع ہوئے ہیں اور لوگوں کا خیال ہے کہ ابھی نرخ اور بڑھے گا اسواسطے بہتوں نے بڑیہ کو روک روک رکھا ہے بلکہ خرید خرید کر رکھتے جاتے ہیں اگر یہ زکوٰۃ میں نکالا ہوا رنگ کسی مسکین کی ملک میں دیکر پھر خرید لیا جاوے اور رکھ لیا جاوے تو آیندہ نفع ہو سکتا ہے - فرمایا ہاں - مگر فقہاء نے زکوٰۃ میں نکالی ہوئی چیز کے خریدنے کو مکروہ لکھا ہے کیونکہ غالباً وہ مسکین قیمت میں رعایت کریگا - اور اگر رنگ خریدنے والا خریدتے وقت مالک نصاب نہ تھا اور اب زیادتی قیمت کی وجہ سے صاحب نصاب ہو گیا تب بھی زکوٰۃ واجب ہوگی -

مسجد بڑھلگنج میں بیٹھے ہوئے فرمایا عقلاء زمانہ کے رسوم اختراعیہ کو دیکھ کر وحی کی قدر ہوتی ہے کہ ہم کو بلا مشقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حقیقت تک پہونچا دیا - عقل سے حقیقت تک پہونچنا ہوتا ہی نہیں - دیکھئے طاعون کے بارہ میں

ع صرف احتمال ... پر تقریر میں ابتداء اور ب الا علام ... اخیر میں بھی نقل کر دی گئی ۱۲

جس چیز کا نرخ بدلتا ہو زکوٰۃ کس طرح دیا

زکوٰۃ میں نکالی ہوئی چیز کو خریدنا مکروہ ہے

حقیقت تک رسائی بدون وحی کے ممکن نہیں

لاعدویٰ کی تفسیر

اختلاف ہے ڈاکٹروں میں دو فریق ہوگئے ہیں ایک متعدی مانتا ہے اور ایک نہیں مانتا جب دو مذہب ہوگئے تو بس ایک شق یہ ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لاعدویٰ ہمیں حقیقت معلوم ہوگئی کہ شقین میں سے یہ شق واقعی اور حق ہے اور دوسری باطل۔ مولوی ابوالحسن صاحب نے عرض کیا حدیث میں لاعدویٰ وارد ہے اس سے نفی ہوئی متعدی ہونے کی اور یہ لفظ بھی ہے عن اجرب الاول اس سے اور تاکید ہوئی نفی تعدیہ کی اور ایک معنی اور بھی ادا ہوگئے وہ یہ کہ من سے مراد کون ہے ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ مراد ہیں تو یہ معنی ہوئے کہ حق تعالیٰ نے متعدی کر دیا۔ ایک عدویٰ کی نفی ہوئی اور ایک عدوی کا اثبات۔ تو اسکے یہی معنی ہوئے کہ عدویٰ جاہلیت کی نفی فرمائی اور عدویٰ بامر الٰہی کا اثبات تو اسمیں اور تحقیق سائنس میں اختلاف کیا ہے اہلِ سائنس بھی تو نہیں کہتے کہ بیماری خود اپنے اختیار سے لگجاتی ہے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ قانونِ قدرت یہ ہے کہ جب ایک کو طاعون ہوتا ہے تو دوسرے کو بھی ہوتا ہے۔ فرمایا یہ مسلم نہیں کہ اہلِ سائنس کا عقیدہ جاہلیت کا سا نہیں صرف یہ لوگ عدوائے جاہلیت کے قائل ہیں دلیل یہ ہے کہ اسکے خوف سے حقوق واجبہ تک تلف کرتے ہیں اس سے ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ کے خوف سے بھی زیادہ اسکا خوف ہے پھر کیسے مان لیا جاوے کہ عدویٰ باذنِ الٰہی کے قائل ہیں رہا اسکو قانونِ قدرت کہنا اسکے معنی اُن کے نزدیک ایسے ہیں جیسے حق تعالیٰ علت موجبہ قرار پاتا ہے اور اعتقاد اہلِ حق کا فاعل مختار ماننے کا ہے اور اہلِ اسلام اُسکے خوف میں اتنا مبالغہ نہیں کرتے کیونکہ اُسکو فاعل بالذات نہیں سمجھتے کوئی چیز بھی فاعل بالذات نہیں۔ اطبائے اسلام نے سمجھا ہے اس نکتہ کو وہ ہر جگہ باذن خالقہا کی قید لگاتے ہیں۔ تو اگر یوں سمجھیں کہ بیماری کوئی مؤثر چیز نہیں بلکہ ہوا کے تعفن سے دوسروں پر بھی اثر ہوتا ہے اور بیماری پیدا ہو جاتی ہے تو کچھ حرج نہیں۔ اس سے جمع ہو جاتی ہے احادیث میں مثلاً ایک میں ہے فر من المجذوم کما تفر من الاسد۔ نیز دوسری حدیث سے ثابت ہے کہ ایک جگہ وبا ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہاں سے ہٹ جاؤ ان دونوں حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ بیماری

متعدی ہے اور حدیث لاعدوی میں تصریح ہے اسکی نفی کی تو دونوں میں جمع کی یہی صورت ہے کہ عدوی بالذات کی نفی اور عدوی باذن اللہ کا اثبات کیا جاوے۔ محققین کی تحقیق یہی ہے (لاعدوی کی تحقیق حضرت والا کے قلم کی لکھی ہوئی کتاب اصلاح الطب مقالہ اول میں ہے)

رفقاء کا خیال رکھنا

اطلاع آئی کھانا تیار ہے۔ پوچھا ہمارے ہمراہی ملازموں میں سے کون کون آگیا۔ معلوم ہوا بعض آگئے ہیں اور بعض باقی ہیں اور عنقریب آنے والے ہیں۔ فرمایا ہم چلیں وہ لوگ بھی پہونچ جاوینگے۔ چنانچہ ایک مکان پر مسجد سے ذرا فصل پر کھانا کھانے کے لئے بلائے گئے۔ دستر خوان پر بلین پتڑے کی روٹیاں تھیں اور ارہر کی دال اور خشکہ اور گوشت تھا۔ کھانا شروع کرتے وقت پھر پوچھا دیگر لوگ آگئے یا نہیں معلوم ہوا ابھی نہیں آئے۔ فرمایا ممکن ہے کہ مسجد کے پاس آئے ہوں لہذا ایک آدمی وہاں رہنا چاہیئے تاکہ اُن کو یہاں لے آوے۔ چنانچہ ذرا دیر میں جملہ مسلمان ملازم آگئے حتیٰ کہ فیلبان بھی مع ہاتھی کے آگیا۔ فرمایا انکو کھانا ہاتھی پر دیدیا جاوے کیونکہ ہاتھی کو چھوڑ کر یہاں آنا مشکل ہے مگر فیلبان نے حضرت والا کی شرکت نہ چھوڑی اور ایک بچہ کو ہاتھی پر چھوڑ کر شامل ہوگیا۔ اسوقت ہمارے مجمع کے آدمی تخمیناً پندرہ تھے اور دیگر صاحبخانہ کے شناسا ملکر پچیس آدمی ہونگے۔ کھانا کھا کر سڑک کی طرف چلے لوگوں نے عرض کیا کھانے میں کسیقدر دیر ہوئی حضرت معاف فرمادیں اسکی وجہ یہ نہیں کہ لاپروائی کیگئی ہم تو تمام رات جاگے ہیں بلکہ وجہ یہ ہوئی کہ کھانا ایک دفعہ پکایا گیا مگر نمک ذرا زیادہ ہوگیا اسواسطے اُسکو الگ کیا اور دوبارہ گوشت کٹوایا قصائی کے ملنے میں دیر ہوئی غرض دوبارہ تیاری میں یہ دیر لگی۔ فرمایا بڑا افسوس ہوا آپ لوگوں کی تکلیف پر اگر نمک زیادہ ہوگیا تھا تو کچھ حرج نہ تھا ذرا سا پانی بڑھا دیتے ناحق اتنی تکلیف اُٹھائی اور نقصان کیا۔ یہ آپکی محبت ہے کہ اتنی تکلیفیں گوارا کیں حق تعالیٰ آپ کے یہاں برکت دے سڑک پر پہونچکر سوار ہونے سے پہلے معلوم کیا کہ سب لوگ آگئے یا نہیں جب سبکو دیکھ لیا تب سوار ہوئے۔ مولوی ابوالحسن صاحب بھی موجود تھے۔ بعض لوگوں کی

تجویز یہ تھی کہ حضرت والا اور تین خدام ہاتھی پر سوار ہوں باقی اسباب کی گاڑیوں پر اور غالب وجہ اسکی صرف حضرت والا کے واسطے امتیاز رکھنا تھی فرمایا جسمیں آرام ہوا سی کو اختیار کرینگے۔ احقر نے عرض کیا ہاتھی کی سواری پر منزل کرنا دشوار ہے جگہ تنگ اور حرکت زیادہ تکان بہت جلد ہو جاوے گا چنانچہ گاڑی ہی کو پسند فرمایا۔ گاڑی بہت بڑی تھی نیچے اسباب اور خیمہ وغیرہ بھر کر اوپر نواڑ کا پلنگ باندھکر قالین اسپر بچھا دیا گیا تھا آرام کے ساتھ حضرت والا اور احقر اور مفتی محمد یوسف صاحب اور مولوی محمد اختر صاحب اور مولوی ابوالحسن صاحب اسپر سوار ہوئے اور دوسری گاڑی پر ملازمان اور دیگر اسباب تھا مولوی عبدالغنی صاحب یہاں سے رخصت ہوئے تاکہ سرائے میر اور مئو کے لوگوں کو اطلاع دیں کہ حضرت والا شاہپور سے واپس ہو کر وہاں پہونچینگے اور مولوی ابوالحسن صاحب کے ہمراہی اشخاص بھی رخصت ہوئے۔ تقریباً پچاس آدمی گاڑی کیساتھ ساتھ مشایعت کے لئے بڑہلگنج کے باہر تک رہے بازار کے لوگ پوچھتے تھے یہ کوئی بارات ہے یا کیا ہے قصبہ ختم ہونے کے بعد با دل ناخواستہ سب لوگ واپس گئے انمیں وہ بڑھیا بھی تھی جو صبح کو قصبہ میں داخل ہوتے وقت روتی ہوئی ساتھ ہوئی تھی اُسپر اسقدر اثر تھا کہ قصبہ کے باہر تک روتی ساتھ چلی آئی حضرت فرماتے پُرانی عورتوں میں محبت بہت ہے بمشکل اُسکو قصبہ کے ختم پر واپس کیا۔ لوگوں کے رخصت ہونیکے وقت حضرت والا پر بھی ایک خاص اثر تھا۔ ۹ بجکر ۵۵ منٹ پر بڑہلگنج سے روانہ ہوئے۔ قصبہ کے باہر دیکھا کہ چھوٹا سا گھیرا بنا کر اُسکے اندر بہت سی مورتیں ہاتھی کی اور ہاتھی کے بچوں کی کوئی مع سوار اور کوئی بلا سوار کے ہاتھ بھر تک اونچی رکھی ہوئی ہیں۔ احقر نے ایک شخص سے پوچھا یہ کیا ہے کہا اسکا نام ڈہی ہے یعنی گاؤں کا مالک یہ اسواسطے بنا دیتے ہیں کہ چڑیل اور بھوت پریت کو یہ گاؤں کے اندر نہ جانے دے گویا گاؤں کے یہ محافظ ہیں۔ حضرت نے سنکر فرمایا خیالات بھی کیا عجیب ہیں توہم پرستی ان لوگوں میں بہت ہی زیادہ ہے ؎

تحقیق موروثیت گورنمنٹ کے متعلق

مولوی محمد اختر صاحب نے پوچھا قانون موروثیت کی بعض لوگ یہ توجیہ کرتے ہیں کہ گورنمنٹ نے ملک کو فتح کیا تو اُسکو ہر طرح سے اقتدار حاصل ہی اب اُسنے اپنی طرفسے لوگوں کو زمینیں واپس دیں اور کسی کو قبضہ مالکانہ دیا اور کسیکو حق آسایش تو حق موروثیت مان لینے میں کیا حرج ہی۔ فرمایا یہ توجیہ علم شریعت نہونیکی وجہ سے کیگئی بیان اسکا یہ ہے کہ اگر گورنمنٹ کا اقتدار مالکانہ بھی مان لیا جاوے تب بھی زمیندار کو مالکانہ دینا اسکا موجب ہے کہ کل حقوق مالکانہ اسی کی ملک ہوں کیونکہ قاعدہ مسلم ہے کہ الشئ اذا ثبت ثبت بلوازمہ قبضہ مالکانہ دینے کے بعد دوسرے کا قبضہ نہ اُوٹھ سکنا کوئی معنے نہیں رکھتا یہ ایسا ہے جیسے کسی کو ایک چیز دیں اور کہیں کہ تمھاری ملک ہی مگر کوئی تصرف اُس میں نہیں کر سکوگے تو ظاہر ہے کہ یہ شرط باطل ہے بعض لوگوں نے اور ایک توجیہ کی ہے وہ یہ کہ گورنمنٹ نے حق مالکانہ کسی کو بھی نہیں دیا نہ زمیندار کو نہ کاشتکار کو بلکہ سبکو زمینیں عاریتہً دی ہیں لہذا اُسکو اختیار ہے کہ جو تصرف اپنا چاہے باقی رکھے اور حق آسایش زمیندار کو اسی اختیار کی روسے دیا ہے۔ میں نے اعتراض کیا کہ اگر سب کے پاس اراضی عاریت ہیں تو آپسمیں بیع و شریٰ ہبہ وغیرہ کیسے ہوتا ہے یہ معاملات بلا ثبوت ملکیت کیونکر صحیح ہو سکتے ہیں حالانکہ آپسمیں بھی یہ معاملات ہوتے ہیں اور عدالت تک بھی نوبت آتی ہے اور عدالت بھی جملہ حقوق کو برقرار رکھتی ہے بیعنامے لکھے جاتے ہیں اور داخل خارج ہوتا ہی۔ زر ثمن دیا جاتا ہے۔ میراث میں اراضی منتقل ہوتی ہیں اسپر فیصلے دئے جاتے ہیں یہ امارات عاریت کے ہیں یا ملک تام کے اِنسے ملک کا پورا ثبوت ملتا ہے اور جب ملک ثابت ہی تو موروثیت سوائے اسکے کہ قبضہ غاصبانہ ہے اور کیا ہو سکتا ہے۔

ایک بزرگ کے [illegible]

فرمایا مولوی عبد الغنی صاحب ما شاء اللہ سپاہی آدمی ہیں بڑے مستعد ہیں پہلوان آدمی ہیں پھر علمی و عملی کمال جدا۔ مگر وضع سے مطلق نہیں معلوم ہوتا کہ یہ کچھ بھی ہیں یہ ذکر کا اثر ہے ذکر عجیب چیز ہے سب اصلاحیں اس سے ہو جاتی ہیں۔ مولوی عبد الغنی کسقدر سادے ہیں کہ یہ بھی نہیں معلوم ہوتا کہ یہ پڑھے لکھے بھی ہیں ذکر بناوٹ

کو تو بالکل ہی اُڑا دیتا ہے۔ مولوی عیسیٰ صاحب بہت خوش پوشاک تھے ایک دن کہنے بھی لگے کہ تزئین میں کیا حرج ہے یہ تو جمال ہے اور حدیث میں ہے انّ اللہ جمیل ویحب الجمال۔ میں سنتا رہا بعد میں مینے کہا مولوی صاحب یہ سب اُسیوقت تک ہے جبتک کہ حقیقت منکشف نہیں ہوئی اور جب حقیقت منکشف ہوگی تو ان اللہ جمیل ویحب الجمال سے استدلال رکھا جاویگا صحیح مفہوم اُسکا سمجھ میں آجائیگا۔ چنانچہ وہ تھانہ بھون میں رہے۔ اب اُنکی حالت دیکھئے کہ اچکن اور گھڑی اور وضع قطع سب بھول گئے غریبوں کی سی وضع ہوگئی۔ اب وہ ایک ضلع میں ہیڈ مولوی ہیں۔ طالب علموں کی طرح سے رہتے ہیں جھومتے جھامتے چلتے ہیں۔ راستہ میں ملنے والوں کو پہچانتے بھی نہیں اُنکی حالت دیکھکر الہ آباد میں اسکول کے طالب علموں نے میرے وعظ میں آنا چھوڑ دیا تھا اس ڈر سے کہ انہیں کی طرح ہم بھی نہو جاویں دیکھو اب کہاں گیا ان اللہ جمیل ویحب الجمال سے استدلال۔ بات یہ ہے کہ بناوٹ اُسیوقت تک ہوسکتی ہے جب تک کہ تن بدن کا ہوش ہو اور یہ ہوش جب ہوتا ہے جبکہ اور کوئی شغل نہو۔ ذکر ایسی چیز ہے کہ تمام ہوش کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے اپنا ہوش بھی نہیں رہتا۔ خواجہ عزیز الحسن صاحب کو دیکھئے کہ ڈپٹی کلکٹر تھے مگر چپراسیوں میں اور اُن میں کچھ فرق نہیں اُن کو لوگ وضع قطع پر بہت ٹوکتے ہیں مگر حالت کسی پر طاری ہو تب وہ جانے ایک دفعہ سردی کے موسم میں میں خواجہ صاحب کے یہاں مہمان تھا میں نے صبح کا وضو کیا رومال سے مُنہ پونچھا اور کنگھی کی اور عمامہ باندھا جرابیں پہنیں۔ خواجہ صاحب کے خاندان کی ایک بڑی بوڑھی بی بی کہیں سے دیکھ رہی تھیں (عورتوں کی عادت ہوتی ہے پیر کو جھانکنے کی) خواجہ صاحب سے کہنے لگیں دیکھ تو جنکا مرید ہے وہ تو انسانیت کے ساتھ رہتے ہیں رومال بھی ہے جرابیں بھی صاف ہے عمامہ بھی اچھا باندھتے ہیں صورت شکل سنوارے رہتے ہیں ایک تو ہے نہ کپڑے کا ہوش ہے نہ جوتے کا نہ رومال ہے نہ ڈاڑھی میں کنگھی ہے ایک ہونق سا رہتا ہے۔ خواجہ صاحب نے یہ قصہ آکر مجھسے بیان کیا میں نے کہا اور تو کچھ بھی ہو مگر اس سے یہ بڑا فائدہ ہوا کہ اُن کے ذہن میں اب یہ تو

تصنع جب ہی تک رہتا ہے کہ حقیقت منکشف نہو

ذکر سے اپنا ہوش بھی نہیں رہتا [illegible]

احوال و مواجید و خوارق اہل باطل پر بھی ہوسکتے ہیں — شعر کور کورانہ مرو در کربلا کا مطلب — شعر مر مرا تقلید شان برباد داد کا مطلب

نہ رہا ہوگا کہ میں نے آپکو بگاڑا ہے۔ بات یہی ہے کہ ذکر اللہ سے تعمیر باطن ہوتی ہے اور تعمیر ظاہر میں فرق ضرور آجاتا ہے۔ فرمایا احوال اور مواجید اہل باطل پر بھی ہوتے ہیں اور خوارق اہل باطل سے بھی صادر ہوسکتے ہیں تو یہ سب علامات حقانیت نہیں ہوسکتے اور مابہ الفرق صرف شریعت رہی اگر صاحب حال مواجید و خوارق متبع شریعت ہے تو کامل ہے ورنہ کچھ بھی نہیں کسی درجہ میں بھی نہیں۔

پوچھا گیا اس شعر کا مطلب کیا ہے ؎ کور کورانہ مرو در کربلا + تا نیفتی چوں حسینؓ اندر بلا + فرمایا تا بمعنی جبتک ہے یعنی جبتک حضرت حسینؓ کی طرح بلا یعنی جاہ میں نہ پڑ جاؤ کربلا یعنی مقام عشق میں جانیکا نام مت لو۔ اور اس شعر کا مطلب پوچھا گیا ؎ مر مرا تقلید شان برباد داد۔ حضرت نے فرمایا کہ اس شعر کا مطلب تو صاف ہے۔ کیونکہ یہ مقولہ ہے اس صوفی کا جسنے دوسروں کو خربرفت و خربرفت و خربرفت گاتے ہوئے بلا تحقیق مقصود خود بھی خربرفت و خربرفت کہنا شروع کیا تھا اور اس کورانہ تقلید کی بدولت اپنا گدھا کھو بیٹھا تھا۔ ہاں مولانا کے دوسرے اشعار جنمیں تقلید کی مذمت ہے۔ مثلاً یہ کہ زانکہ بر دل نقش تقلید است و بند + رو بآب چشم بندش را بر ند + زانکہ تقلید آفت ہر نیکوئی ست + کہ بود تقلید اگر کوہ قوی ست + قابل تحقیق ہیں۔ سو جواب یہ ہے کہ یہاں تقلید سے مراد مجتہدین کی تقلید نہیں ہے بلکہ اس سے مراد بلا اطلاع بر حقیقۃ الحال دوسروں کی نقل کرنا ہے سو یہ تقلید اگر بری باتوں میں ہے تو مطلقاً مذموم ہے کما ہو ظاہر اور اگر اچھی باتوں میں ہے تو مذموم اضافی ہے یعنی تحقیق کے مقابلہ میں مذموم ہے گو فی نفسہ محمود ہے۔ چنانچہ خود مولانا فرماتے ہیں ہم مقلد نیست محروم از ثواب + توحہ گر باشد مزد آن حزنا

مولوی ابوالحسن صاحب نے پوچھا کل آپ نے فرمایا تھا کہ وحدۃ الوجود کو میں افضل الاحوال وارفع المقامات سمجھتا ہوں۔ وحدۃ الوجود کے معنے میری سمجھ میں نہیں آئے فرمایا آپ کیا سمجھے ہیں۔ عرض کیا میں وہی سمجھتا ہوں جو حضرت مجدد نے کلید مثنوی میں لکھا ہے جسکا نام وحدۃ الشہود ہے کیا وہ اور یہ ایک ہے فرمایا ہاں صرف اختلاف عنوان کا ہے (اسکے بعد اسپر طویل تقریر فرمائی اور اس مسئلہ کو ایسی وضاحت سے بیان فرمایا جسکی نسبت بالامزید علیہ کہنا صحیح ہے اور خود ہی فرمایا کہ میں نے تو صفائی کی جنید کی کردی۔ اور اسی کے ضمن میں مقامات انبیاء کے متعلق بھی تقریر فرمائی اور حضرت کی درخواست پر اس تقریر کا نام ادب الالوہیۃ والرسالۃ تجویز فرمایا افسوس ہے کہ اسکا مسودہ بھی ایسا گڑبڑ ہوگیا کہ صاف نہیں ہوسکا انا للہ وانا الیہ راجعون

یہ تقریر نہایت مبسوط تھی اور شافی وکافی تھی۔ احقر نے عرض کیا افسوس ہے کہ آج کی تقریر کے الفاظ محفوظ ہے گو یہ تقریر حضرت کی تحریر میں کہیں ملجاویگی لیکن وہ ایسی مبسوط نہو گی فرمایا میری تقریر میں تو وسعت ہوتی ہی اور تحریر تنگ ہوتی ہے حتی کہ بعض دفعہ میں بھی نہیں سمجھتا (احقر کہتا ہے تنگی تحریر کے معنی یہ ہیں کہ وہ مختصر ہوتی ہی نہ یہ کہ وہ افادہ مطالب سے بھی تنگ ہوتی ہی کما ہو مشاہد فی جملۃ تحریراتہ اور وجہ اسکی یہ ہی کہ اختصار اور ترک لایعنی حضرت کی طبیعت میں داخل ہے گویا طبیعت ثانیہ ہے اور اسکا بیان حضرت کے ایک ملفوظ میں موجود ہے جسکو مختصر "حسن العزیز سے نقل کیا جاتا ہی صفحہ ۴۸ نمبر ۱۸ جی چاہتا ہے کہ قلب کو فارغ اور مہیا رکھا جاوے گو توجہ بحق کی توفیق نہو۔ مگر موانع تو کم رہیں یعنی قلب کو تیار تو رکھنا چاہیئے تا کہ جسوقت توفیق ہو آسانی کے ساتھ اُس کو متوجہ کر سکے۔ انتہی۔ ظاہر ہے کہ تحریر میں اگر بسط کیا جاوے تو دیر زیادہ لگتی ہے اس واسطے قلب اسکو گوارا نہیں کرتا اور تقریر میں دیر کم لگتی ہے اسواسطے تامل نہیں فرماتے)

انوار کیا چیز ہیں

سوال۔ مولوی ابوالحسن صاحب نے پوچھا انوار جو نظر آتے ہیں وہ کیا ہے فرمایا اکثر تو وہ اخلاط ہوتے ہیں جو منور ہو جاتے ہیں حرارت و یبوست سے اور کبھی ملکوتی بھی ہوتے ہیں مگر بہت شاذ و نادر۔ میں تو کہتا ہوں (اپنے تجربہ سے تو نہیں میں خود محروم ہوں) مجھے کوئی ذاکر اب تک ایسا نہیں ملا جسے ملکوتی انوار بھی نظر آئے ہوں کبھی قلب نے شہادت نہیں دی کہ اُن کے انوار ملکوتی ہیں اور جبروتی اور لاہوتی تو کہاں۔ مولوی صاحب نے عرض کیا یہ دونوں (جبروتی اور لاہوتی) ممکن بھی ہیں فرمایا ہاں تجلی مثالی کے طور پر (تجلی مثالی کی تحقیق تقریر ادب الالوہیۃ والرسالۃ میں ہے) فرمایا میں انوار سے بہت بدظن ہوں بعضوں کی طبیعت اسکے بہت مناسب ہوتی ہی چنانچہ بنگالیوں کو انوار بہت نظر آتے ہیں اسکی بڑی وجہ یکسوئی قلب ہی اور جسمیں عقل کم ہوتی ہے اسکو یکسوئی ہوتی ہے بنگالیوں میں سیدھا پن ہوتا ہے اسواسطے انوار زیادہ نظر آتے ہیں۔

مراقبہ مفید ہے یا نہیں

سوال۔ مولوی ابوالحسن صاحب نے پوچھا مراقبہ اور خیال باندھنا مفید ہے یا نہیں فرمایا ہاں مگر مقصود نہیں۔ مثلاً مراقبہ الم یعلم بان اللہ یریٰ بتایا جاتا ہی اس سے

کشف قبور کی اصلیت

ایک قصہ بابت ادائے امانت

تصوف اور فقہ کی نسبت امام مالک صاحب کا قول

حضوری میں ترقی ہوتی ہے۔

سوال۔ مولوی ابو الحسن صاحب نے پوچھا کشف قبور کی کیا اصلیت ہے کیا واقعی حالات معلوم ہو جاتے ہیں فرمایا یہی قوت جہاں چاہے صرف کر لو مگر بیکار ہے۔ کوئی کام کی بات نہیں لوگ اسکو بڑا کمال سمجھتے ہیں حالانکہ کچھ بھی نہیں۔ کشف قبور کبھی صحیح بھی ہوتا ہے چنانچہ ایک قصہ ہے کہ ایک قبر پر ایک مسافر شخص نے فاتحہ پڑھی اُسکو اُسکا حال منکشف ہوا کہ عذاب میں مبتلا ہے اور نظر آیا کہ وہ نہایت منت و سماجت کے ساتھ ہاتھ جوڑتا ہے اور کہتا ہے کہ میرے پاس ایک امانت تھی وہ میں نے رد نہیں کی بلکہ مرگیا اُسکی وجہ سے عذاب میں مبتلا ہوں اب وہ امانت میری بیوی کے پاس ہے تم للہ اُس سے واپس کرادو تاکہ میں عذاب سے چھوٹ جاؤں اُسکی بیوی سے کہا گیا اُسنے اقرار کیا اور اسکا علم بجز بی بی کے کسی کو نہ تھا۔ فرمایا امام مالک صاحب کا قول مشہور ہے من تفقه ولم يتصوف فقد تفسّق ومن تصوف ولم يتفقه فقد تزندق ومن جمع بينهما فقد تحقق + یہ روایت میں نے جامع التفاسیر مصنفہ نواب قطب الدین خانصاحب میں دیکھی ہے۔

قصبہ گولا کے قریب پہونچے تو ایک بہت ٹوٹی ہوئی جھونپڑی میں ایک بچہ کو پڑا ہوا دیکھا جو صرف اس قابل تھی کہ دھوپ سے بچا سکے فرمایا دیکھئے اسمیں بھی کوئی انسان ہی گذر کرتا ہے۔ بسر کے لئے یہ بھی کافی ہے۔ باقی ہوس ہے۔ مولوی ابو الحسن صاحب نے عرض کیا بڑا ڈر لگتا ہے آخرت سے۔ فرمایا رجا کو غالب رکھنا چاہئے۔ خدا تعالیٰ نے ایمان دیا۔ یہ امارت قصد رحمت کی ہے گو سزا اپنی نالائقیوں سے بھگتنی پڑے مگر انشاء اللہ تعالیٰ نجات ہو ہی جاویگی خوف غالب کرنے سے یاس ہوتا ہے پھر آدمی سے کچھ بھی نہیں ہوتا۔

۱۱ بجے دن کے قصبہ گولا میں پہونچے۔ ڈیرہ قصبہ سے آگے بڑھکر ایک باغ میں لگایا گیا تھا اُسمیں پختہ تالاب بھی تھا اور بڑا گرد وارہ تالاب کے غرب میں تھا اور شرق کی طرف ہمارا ڈیرہ تھا۔ قصبہ تقریباً نصف فرلانگ دور تھا عصر کی نماز

بھی ڈیرہ میں پڑھی۔ آج بوجہ تکان عصر کے بعد ہوا خوری کو نہیں گئے۔ پاخانہ کی قنات اسوقت تک کھڑی نہیں ہوئی تھی حضرت والا کو پیشاب کی حاجت ہوئی تو وہاں سے قریب نصف فرلانگ کے دُور تشریف لے گئے (اقول ہو موافق لحدیث البعد فی المذھب) کچھ شکر قندیاں بطور ناشتہ لائی گئیں۔ (قضائے حاجت کیلئے دور جانا)

۲۴ر صفر ۱۳۳۵ھ یوم الخمیس ۲۱ر دسمبر ۱۹۱۶ء

(کافر کی زمین میں اذان کہنا) شب پنجشنبہ میں مغرب کی نماز ڈیرہ کے اندر پڑھی مولوی ابوالحسن صاحب نے عرض کیا اذان کہدیجاوے۔ فرمایا ہندو کی زمین ہے وہ بُرا مانے گا احقر نے عرض کیا اور قصبہ بھی بہت ہی قریب ہے مسجد بھی قصبہ کے اخیر میں ہے اسمیں اذان ہوئی ہوگی۔ اذان الحی یکفینا پر عمل ہو سکتا ہے فرمایا ہاں۔ اسکے بعد عشاء کے وقت سامنے ٹھاکر دوارہ میں گھنٹا بجا تو فرمایا دیکھو یہ مجذور تھا اذان کہنے میں سامنے شوالا ہے اذان ہوتی تو مالک زمین بُرا مانتا اور خوشی سے اجازت ٹھیرنے کی نہ دیتا تو ٹھیرنا جائز نہ ہوتا۔

عشاء کی نماز میں سورۂ تین اور تکاثر پڑھی۔ رات کو یہ تجویز ہوئی کہ صبح کو سفر بہت سویرے ہو اور کھانا کل دوپہر کا یہیں سے تیار کر کے ساتھ لے لیا جاوے تاکہ شاہ پور میں پہونچکر ملازمین کو زحمت نہو اور دیر نہ لگے۔ بتن ملازم نے عرض کیا۔ برتن ہمارے پاس کم ہیں دو تین قسم کا کھانا کسطرح ساتھ لینگے فرمایا دو تین قسم کی ضرورت نہیں ایک قسم کا کھانا لے لو چنانچہ صرف آلو گوشت لے لیا گیا اور فرمایا اسباب بھی گاڑیوں پر لادکر رات ہی کو تیار کر دیا جاوے تاکہ صبح کو دیر نہ لگے معلوم ہوا کہ شاہپور میں بنگلہ موجود ہے اسواسطے ڈیرہ کے اُکھاڑنے کا بھی انتظار نہ کرنا پڑے گا ڈیرہ ہم سے پیچھے آتا رہیگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

(جانوروں کی آوازوں کے مدلولات) بعد مغرب جانوروں کی آوازوں کے مدلولات کا ذکر ہوا۔ فرمایا کسی کا قصہ ہے کہ وہ جانوروں کی بولی سمجھنے کا دعوی کرتا تھا۔ ایک دن لوگوں نے ایک ایسے شخص کو جو گیدڑ کی بولی بولنا جانتا تھا ایک جگہ جنگل میں ایک خندق کے اندر بٹھا کر بلوایا

اور اس شخص سے پوچھا اس آواز سے کیا سمجھ میں آتا ہے کہا یہ یوں کہتا ہے کہ میری موت بہت قریب ہے۔ لوگوں نے ہنسنا شروع کیا کہا آواز تو یہی کہتی ہے۔ وہ بولنے والا دیر تک نہ آیا۔ جاکر دیکھا تو وہ ایک خندق میں مرا پڑا ہے۔ معلوم ہوا کہ وہ نالی سے باہر کو چڑھنا چاہتا تھا گرا اور مرگیا۔ صبح کی نماز ڈیرہ میں پڑھی اور سورہ مطففین اور والفجر پڑھی۔

روانگی قصبہ گولائی بجانب شاہپور بروز جمعرات

۲۴ صفر ۱۳۳۵ھ ۷ بجے ۳۵ منٹ

مولوی ابوالحسن صاحب نے گاڑی پر بیٹھے ہوئے پوچھا انبیاء علیہم السلام کی مخالفت کرنے سے لوگوں پر عذاب آئے ہیں اولیاء کی مخالفت سے بھی عذاب ہوتا ہے یا نہیں فرمایا جیسے نبوت قطعی ہے ایسے ہی اسکی مخالفت پر عذاب بھی یقینی ہے اور ولایت قطعی نہیں اسواسطے عذاب بھی یقینی نہیں۔ تو اگر ایسے شخص سے مخالفت صادر ہو جو اسکی ولایت کو نجانتا ہو اس صورت میں عام مومن کی مخالفت کا سا گناہ ہوگا عام مومن کو بھی بلاوجہ آزردہ کرنا جائز نہیں۔ اور اگر مخالفت کرنے والا اسکی ولایت کا عالم ہو تو اگر مخالفت بلاوجہ ہے تو گناہ صورت اول سے ازید ہوگا اسی صورت کی نسبت وارد ہے من اذی لی ولیاً فقد اذنتہ بالحرب اور اگر مخالفت بوجہ ہو اور مخالفت حق پر بھی ہو تو اگر وہ فعل محتمل تاویل ہے اور اسنے تاویل نہ کی تو کوئی وبال دنیا کا آویگا ہلاک ہو جاوے یا کوئی صدمہ پہونچے اور اگر وہ فعل محتمل تاویل نہو تو مخالفت کرنے والا جبکہ حق پر ہے معذور ہے۔ اسپر سوال کیا گیا کہ مرید کے لئے تو شیخ کی مخالفت بہت ہی شدید ہوگی حدیث میں ہے الشیخ فی قومہ کالنبی فی امتہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مرید کو شیخ کی مخالفت نبی کی مخالفت کا سا حکم رکھتی ہے۔ فرمایا اسکا حدیث ہونا ثابت نہیں اور اگر حدیث ہو بھی تو شیخ سے مراد بوڑھا ہے (کیونکہ اس زمانہ میں شیخ بمعنی پیر مستعمل نہ تھا) اور اس لفظ سے کہ فعل محتمل تاویل ہو میری مراد فعل اجتہادی ہے اور اگر وہ فعل داخل عادات ہو تو تاویل کی ضرورت نہیں

مُردوں کی آواز سننے کا ایک واقعہ کا علم

اولیاء کی مخالفت موجب عذاب ہے یا نہیں

حدیث الشیخ فی قومہ ... موضوع ہے

یوں تو کوئی فعل بھی ایسا نہیں جسمیں تاویل قریب یا بعید نہو سکے۔ شیخ اکبر بڑے شخص تھے اُنکی بڑی مخالفتیں کی گئیں مگر لوگوں نے اُنکو پہچانا نہ تھا ظاہراً اُن کے اقوال خلاف معلوم ہوتے تھے۔ اگر بعد پہچان لینے کے اُنکی مخالفت کیجاتی تو عتاب ہوتا۔ رہا یہ کہ جب ظاہر خلاف تھا تو بعد میں پہچان کیسے ہو گئی کہ وہ ایسے شخص تھے۔ بات یہ ہے کہ حق بات چھپتی نہیں دل کھٹکتا ہے کہ اس ظاہر کے اندر باطن اور موجود ہے۔ پھر اُسکی تحقیق ہو جاتی ہے اور کوئی شبہ نہیں رہتا۔ اور جو صورتیں موجب ضرر بتائیں وہ بھی اگر بمصلحت شرعی اختیار کیجاویں تو موجب ضرر نہیں اور یہ بھی شرط ہے کہ مخالفت کرتے وقت اُسکا باطن مُکدر نہو ورنہ باطن کے مقتضا پر اہلِ باطن کو عمل ضرور ہے ورنہ باطنی ضرر ہوگا۔ اور برکات باطنی سے محروم رہیگا۔ اور گو اصل برکات اپنے ہی سلسلہ سے آتے ہیں مگر شرائط اور موانع بھی تو ہیں۔

بزرگوں کی مخالفت خطرناک چیز ہے

سوال۔ کیا اس مخالفت سے نسبت چھن جاتی ہے۔ فرمایا نسبت نہیں چھنتی مناسبت چھن جاتی ہے کیونکہ یہ ثابت ہے کہ الفانی لا یرد۔ مناسبت چھن جانے سے استعداد قبول فیوض کم ہو جاتی ہے گویا غباوت ہو جاتی ہے پھر یہ غباوت بالعرض مضر ہوتی ہے حقائق کا انکشاف نہیں رہتا اور عمل میں دشواری ہو جاتی ہے۔ اور اگر کوئی باوجود غباوت کے عمل کرے تو اجر ملیگا مگر مشکل ہے کیونکہ فعل اندر کے تقاضا سے ہوتا ہے۔ اور حال نہ رہنے سے تقاضا نہیں رہتا۔ غرض مخالفت بزرگوں کی ہے خطرناک چیز۔ میں درویشوں کے برا کہنے میں بڑا کم ہمت ہوں۔ جب تک تاویل کی بھی گنجایش ہو اعتراض نہیں کرتا۔ اسکا مطلب یہ نہیں کہ میں ہر شخص کو مقتدا بنا لیتا ہوں۔ ایک تو ہے عقیدت (بمعنی حسن ظن) اس میں تو میری طبیعت میں بہت وسعت ہے اور ایک ہے اتباع یعنی کسی کو متبوع اور مقتدا بنا لینا اسمیں میرے مزاج میں بڑی تنگی ہے اور یہی ہونا بھی چاہئے۔ اسمیں جو کوئی توسع کرے تو سخت خطرناک ہے ایسے ایسے راہزن آجکل موجود ہیں کہ خدا بچائے اسکے لئے بڑی چھان بین کی ضرورت ہے۔ جبتک پورا اطمینا نہو جاوے کبھی کسی کے

حسن ظن عموماً ہے اور اتباع و اقتدا میں احتیاط چاہئے

ہاتھ میں ہاتھ نہ دے چاہے کوئی کیسا ہی مشہور و معروف ہو اسکے لئے پوری جمعیت قلب چاہئے کسی نے کہا ہے ؎

با ہر کہ نشستی و نشد جمع دلت ❊ وز تو نرمید صحبت آب و گلت
زنہار ز صحبتش گریزاں میباش ❊ ورنہ نکند روح عزیزاں بحلت

اگر کسی ایسی جگہ جاکر پھنس جاوے جس سے اطمینان نہو تو چاہئے کہ اس سے استفادہ نہ کرے اور تعلیم و تلقین حاصل نہ کرے خواہ وہ ناراض ہی کیوں نہ رہے۔ کیونکہ یہ ناراض ہونا ناحق ہوگا اس سے کچھ اندیشہ نہیں ہاں مخالفت نہ کرے۔ اور اپنی طرف سے اُسکی گستاخی اور دل آزاری نہ کرے۔ ایسے شخص سے استفادہ کرنا فضول ہوتا ہے کیونکہ استفادہ کے لئے شرط ہے اعتماد اور جسپر اعتماد نہیں اُسکی تعلیم دل میں مؤثر کیا ہوسکتی ہے اسیواسطے میں بعض مریدوں کو دوسروں کے پاس بھیجدیتا ہوں جب دیکھتا ہوں کہ اُنکو میرے اوپر پورا اطمینان نہیں۔ ابھی کا ایک قصہ ہے کہ ایک شخص اپنی بیماری میں مجھ سے بیعت ہوگیا تھا مجھے بعد میں معلوم ہوا کہ اُسکو میرے ساتھ مناسبت نہیں۔ میں نے کہا جاؤ مولانا عبدالرحیم صاحب کے پاس۔ کہا نہایت ادب سے درخواست ہے کہ یہ دعا نہ کرنا۔ میں نے کہا اسکو اعتماد تو کیا عقیدت بھی نہ تھی۔ مجھے کبیرہ کا مرتکب سمجھا میں نے کہا ابھی کان پکڑوا کر نکلوا دوں گا آخر وہ چلے گئے حالانکہ مولانا ہے۔ یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ اگر قرائن سے علم ہوجاوے شیخ کو کہ اس شخص کو مجھسے مناسبت نہیں تو ضرور چلتا کردینا چاہئے جیسے طبیب یا اُستاد کو یہی کرنا پڑتا ہے کہ جب دیکھیں کہ مریض کا عقیدہ علاج پر نہیں جمتا یا شاگرد اُستاد کو نظر میں نہیں لاتا تو اُسکو الگ کردیتے ہیں اگر شیخ واقعی شیخ ہے تب تو یہی کریگا اور اگر کمانے کھانے والا ہے تو اُسکو نقصان کا خیال ہوگا وہ کاہے کو دوسری جگہ جانے دیگا۔ یا کوئی شیخ حد سے زیادہ شفیق ہو جیسے ہمارے حضرت کہ وہاں بڑی وسعت تھی جتنی خدمت جس کی ہوسکی دریغ نہ کیا ہمارا اتنا ظرف کہاں۔ میرے یہاں لوگ آتے ہیں میں ہمیشہ اُن کے فائدہ کا خیال رکھتا ہوں میں اُن کو خدا کا بندہ بنانا چاہتا

مرید اور شیخ میں مناسبت طبعی ہونا چاہیئے

پیر و مرید میں مناسبت موقوف علیہ اصلاح ہے

برکت کی حقیقت

ہوں اپنا بندہ نہیں بناتا - جب کسی کو نفع نہ ہوا ہو یا اسکی سیری نہ ہوئی ہو تو بلا بیعت کے واپس کر دیتا ہوں یا بعد بیعت کے بھی یہ معلوم ہو کہ نفع نہیں ہوتا یا سیری نہیں ہوتی تو کہدیتا ہوں اور جگہ جاؤ - مرید اور شیخ میں مناسبت طبعی ہونی چاہئے - تکلف اور تصنع اور کھینچا کھینچ سے کام نہیں چلتا - میاں بی بی کا سا قصہ ہے کہ دونوں میں نباہ جب ہی ہو سکتا ہے جبکہ طبعی مناسبت دونوں میں ہو اور اس مناسبت کا کوئی ضابطہ اور قاعدہ نہیں جیسے کہ مرد و عورت میں مناسبت کا معیار کچھ حسن و جمال نہیں بعضی عورت حسین ہوتی ہے مگر میاں سے نہیں بنتی اور بعضی عورت بدشکل ہوتی ہے اور میاں بی بی میں موافقت خوب ہوتی ہے اسیواسطے حدیث میں مخطوبہ کے دیکھ لینے کی اجازت ہے بلکہ اسکی تحریص ہے اور یہ لفظ حدیث کا ہے فانہ احریٰ ان یودم بینکما - مناسبت مزاج خانہ داری کا موقوف علیہ ہے - اسیطرح مناسبت بین الشیخ والمرید اصلاح کا موقوف علیہ ہے اسیواسطے تعدد شیوخ سے منع کیا جاتا ہے کیونکہ دو شیخوں میں باہم ضرور فرق ہوتا ہے تو مرید اس سے موافقت کریگا یا اس سے اسکی نسبت کہا ہے المرید بین الشیخین کالمرءۃ بین الزوجین یا اسکی مثال قرآن شریف میں ہے ضرب اللہ مثلا رجلا فیہ شرکاء متشاکسون ورجلا سلما لرجل ط

برکت کا ذکر ہوا تو احقر نے عرض کیا برکت کی حقیقت کیا ہے سمجھ میں نہیں آتا کہ چیز ہو تھوڑی سی اور بلا شمول دوسری چیز کے بہت سی ہو جاوے اور کہتے ہیں کہ وقت میں برکت ہو جاتی ہے تو کیا یہ ہوتا ہے کہ گھنٹہ بجائے ۶۰ منٹ کے ہنٹ کا ہو جاوے یا دن رات کے گھنٹے بجائے ۲۴ کے ۳۰ ہو جاویں یا کیا -

فرمایا برکت کی حقیقت تو معلوم ہے اور وہ لغت میں زیادت ہے - حاصل اسکا کسی شئے پر زیادہ نفع کا مرتب ہونا - ہاں کیفیت معلوم نہیں کیونکہ عادت کے خلاف ہوتا ہے بوجہ خارق عادت ہونیکے اسکو کرامت کہا جاتا ہے باقی اہل کشف کے نزدیک یہ بھی ثابت ہے کہ وقت قابل انبساط و انقباض چیز ہے ۵ گھنٹہ

برابر ہو جاتے ہیں بیس کے - مولوی ابوالحسن صاحب نے عرض کیا ضرور تو قابل لبط ہے - حضور نے تعلیم الدین چار دن میں لکھی ہے یہ بدیہی نظیر موجود ہے - فرمایا یاد نہیں کہ ایسا ہوا ہو ہاں میں نے یہ کتاب شوق سے ضرور لکھی ہے - عرض کیا مجھے تحقیق ہے کہ چار دن میں لکھی ہے اسوقت حضرت کو یاد نہیں رہا - اسکے بعد کچھ اور باتیں ہوتی رہیں - مولوی ابوالحسن صاحب سے حضرت نے فرمایا آپ کے حالات سے اور مختلف سوالات سے مجھے محسوس ہوتا ہے کہ آپ کچھ پریشان ہیں عرض کیا ہاں کچھ پریشانی تو ضرور ہے - فرمایا پریشانی کو چھوڑئے اور حصول مقصود میں جلدی نہ کیجئے اسکا نتیجہ سوائے حیرانی کے کچھ نہیں - آپ کا کام طلب ہے حصول مقصود کے آپ مکلف نہیں - میرے خیال میں یہی وجہ پریشانی کی ہے - مولوی صاحب کی حالت یہ کلمات تشفی بخش سنکر ایسی ہوگئی جیسے کوئی بچہ مصیبت میں مبتلا ہونیکے بعد یکلخت اپنی مادر مہربان کے پاس پہونچ جاوے اور اُس سے اپنی مصیبتیں کہنے لگے آبدیدہ ہو کر عرض کیا سارا قصہ ہی کہدوں اور اپنی تمام سرگذشت بیان کی جسکا خلاصہ مختلف شیوخ کی طرف رجوع کرنا اور کسی سے تسلی نہ پانا اور اس سے اضطراب و تشویش کا پیدا ہو جانا تھا - حضرت والا نے اُنکی نہایت درجہ تشفی کی اور ایسے موقع کے لیئے نہایت مفید ہدایات اور طریقے ارشاد فرمائے اور اس موضوع پر تقریر ڈیڑھ گھنٹہ تک جاری رہی اسکا نام بھی علیحدہ ادب الطریق اور لقب ادب الرفیق تجویز فرمادیا یہ تقریر قلمبند کرلیگئی اور بحمداللہ اسکی تبییض ۲۵۰ سطر میں ہوگئی وہ مستقلاً علیحدہ ہے۔

فرمایا حضرت گنگوہی فرمایا کرتے تھے کہ میں ہوتا تو منصور کے قتل کے فتوی میں کبھی شریک نہوتا - فرمایا حضرت والا نے منصور پر یہ ظلم فتوی کی آڑ میں کیا گیا جیسے کہ مثنوی میں موجود ہے ؎

چوں قلم در دست غدارے فتاد ... لاجرم منصور بر دارے فتاد

غدار سے مراد ایک وزیر ہے جو انکا دشمن تھا اور انکا نام منصور مشہور ہوگیا ہے حالانکہ حسین بن منصور ہے - حضرت گنگوہی فرمایا کرتے تھے کہ میں انا الحق کی تاویل

تعلیم الدین چار دن میں لکھی گئی ہے

منصور پر ظلم فتوی کی آڑ میں کیا گیا

انا الحق کی تاویل

یہ کرتا کہ مراد انا علی الحق ہے۔ فرمایا حضرت والا نے اور میں بلا تقدیر یہ تاویل کرتا ہوں کہ حق بمعنی ثابت ہے پس انا الحق رد ہے سوفسطائیہ کا جیسے اہل کلام نے کہا ہے حقایق الاشیاء ثابتۃ اور اسکی نظیریں موجود ہیں مثلاً کتابوں میں ہے الحوض حق الصراط حق والجنۃ حق والنار حق وغیرہ اور اگر یہ خیال ہو کہ انا الحق کی نظیریں یہ اسواسطے صحیح نہیں کہ انا الحق کی خبر معرف باللام ہے تو اسکی نظیر بھی قرآن شریف میں ہے والوزن یومئذ الحق یہاں الحق معرف باللام خبر ہے اور میرے خیال میں یہ تاویل بہت ہی سیدھی ہے۔ پس اسکا ترجمہ یہ ہوا کہ میں موجود ہوں اشارہ ہے عقائد کے اس مسئلہ کی طرف حقائق الاشیاء ثابتۃ تو معنی یہ ہوئے کہ موجود واقعی ہوں نہ موہوم جیسا کہ مذہب فرقہ لاادریہ کا ہے یہ بالکل سیدھی سی تاویل ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ کے متقشفین کو انسے عداوت ہوگی جو انکا یہ واقعہ ہوا ایک موقع ہاتھ آگیا وزیر سے ساز کرکے کینہ نکالا۔ اور یہ کہنا بھی مشکل ہے کہ تدین کی وجہ سے اُن کو عداوت ہوگی کیونکہ متقشفین کے اخلاق سے یہ امید نہیں یہ لوگ حب جاہ و مال میں ضرور مبتلا ہوتے ہیں۔

ایک موقع پر لنگیھ (گاڑی کا راستہ) اونچی نیچی زیادہ تھی حضرت والا ننگے پاؤں گاڑی پر سے اُتر پڑے اور ننگے پاؤں بہت دور تک چلتے رہے خدام نے عرض کیا۔ جوتے پہن لیجئے فرمایا کچھ حاجت نہیں حتّٰی کہ جب بہت دیر ہوگئی تو عرض کیا کانٹا لگجانے کا اندیشہ ہے تب جوتا پہنا (احقر کہتا ہے یہ وما انا من المتکلفین اور امرنا ان نختفی عزۃ کی تعمیل ہے)

قصبہ گولا سے روانگی کی صورت یہ ہوئی تھی کہ ایک گاڑی پر حضرت والا اور ہم خدام تھے اور ایک گاڑی پر ملازمین وغیرہ تھے اور ہاتھی پر دو صاحبزادے پیر جی صاحب کے میاں حامد علی اور محمود علی اور ایک دو ملازم تھے اور شہزادہ گھوڑے پر پیر جی صاحب کے تیسرے صاحبزادہ میاں محمد علی تھے۔ یہ صاحبزادہ بہت چلبلے مزاج کے اور تیز طبیعت ہیں حضرت والا نے روانگی ہی کے وقت ان سے فرما دیا تھا کہ تم گھوڑے کو تیز نہ ہانکنا

سب رفقاء کو ساتھ رکھنا چاہئے

اور گاڑی سے آگے نہ بڑھنا اور ساتھ سے الگ نہ ہونا مگر اُنہوں نے نہ مانا کئی بار ایسا ہوا کہ گاڑیوں سے ... گئے اور گھوڑے کو روک کر کھڑے رہے پھر گاڑی کے ساتھ ہو گئے ایک موقع پر ... بہت آگے نکل گئے اور جس سڑک پر گاڑیاں جا رہی تھیں وہ سیدھی گورکھپور کو جاتی تھی اور قریب تیس میل کے گورکھپور کا فاصلہ تھا اُس سڑک سے شاہپور کا راستہ ایک ایسی جگہ سے پھٹا جہاں گمان بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ یہ راستہ علیحدہ ہوتا ہے کیونکہ وہاں کوئی آبادی نہ تھی اور پھٹنے والا راستہ ایک غیر معلوم سی لیکھ تھی جب گاڑی وہاں موڑی گئی تو حضرت والا نے فرمایا نہ معلوم محمد علی سیدھے سڑک گئے یا اس لیکھ کو اور غالب یہ ہی کہ سیدھے گئے ہوں گے کیونکہ یہاں بتانے والا کون تھا۔ اور راستہ کی صورت ایسی ہے کہ ذہن کے اُس طرف منتقل ہونیکی کوئی وجہ نہیں لہذا مناسب ہے کہ ایک آدمی سڑک پر جاوے۔ اگر ملجاویں تو اُنکو پھیر لاوے

شفقت چھوٹوں کے ساتھ

چنانچہ اُس گھوڑے کا سائیس نرائن نام بھیجا گیا یہ نوجوان ضعیف الجثہ لڑکا تھا قریب ڈیڑھ دو میل کا چکر لگا کر وہ لوٹ آیا اور کہا کہیں پتہ نہیں راہگیروں سے بھی پوچھا مگر کوئی اُنکا پتہ نہیں دیتا۔ اسکو سنکر حضرت کو بڑا فکر ہوا اور غصہ بھی آیا۔ کہ لڑکے نے کیا نامعقول حرکت کی اسیواسطے ہم نے کہا تھا کہ گاڑیوں سے علیحدہ نہو آخر رائے یہ ہوئی کہ نرائن سائیس کو پھر جانا چاہئے ایک ہزار روپیہ کا گھوڑا ہے۔ خدانخواستہ کوئی چھین لے یا گھوڑا اُن کو گرادے۔ غرض نرائن سائیس پھر روانہ ہوا اُسکے چہرہ سے

ہمراہیان کے ساتھ ہمدردی

تکان اور ناخوشی کے آثار نمایاں تھے۔ جب وہ چلا گیا تو حضرت والا کی یہ حالت تھی کہ کسی طرح چین نہیں آتا تھا۔ کبھی فرماتے خدا خیر کرے لڑکا بخیریت لوٹ آوے۔ پھر فرماتے اسکا فکر تو تھا ہی اُس سائیس کی حالت سے اور زیادہ رنج ہے کہاں تک اُسکے پیچھے جاویگا سڑک گورکھپور تک گئی ہے خدا جانے لڑکے کو کہیں خیال ہو نہو گھوڑا مارے چلا جاوے وہ تو سواری پر ہے سائیس بیچارہ بیگناہ کس جرم میں پکڑا گیا۔ بے آب ودانہ کہاں تک دوڑیگا۔ اُمرا میں رحم نہیں ہوتا۔ بار بار پوچھتے کہیں پتہ ہے یا نہیں۔ حتی کہ شاہپور پہونچ گئے اور نہ گھوڑے کا پتہ اور نہ سائیس کا۔ حضرت والا کے چہرہ مبارک

پر رنج اور غصہ کے آثار نمایاں تھے۔ شاہپور سے نیچے ایک ندی ہے اُسکو بذریعہ کشتی عبور کر کے جانا ہوتا ہے جس گھاٹ پر اُترنا چاہئے تھا غلطی سے اُس سے آگے دوسرے گھاٹ پر پہونچ گئے جسکی وجہ سے تین ڈیڑھ میل کا فاصلہ بڑھ گیا۔ آج گولا سے چلتے وقت اندازہ یہ کیا گیا تھا کہ گیارہ بجے تک شاہپور پہونچ جاوینگے مگر اسکے خلاف ہوا اور راستہ میں دیر زیادہ لگی۔ ایک جگہ فرمایا یہ راستہ چھوٹا خیال کیا گیا تھا مگر بڑھگیا مسکرا کر فرمایا معلوم ہوتا ہے متبرک راستہ ہے کہ تھا چھوٹا اور ہو گیا بڑا اسمیں برکت ہو گئی جب اُس گھاٹ سے لوٹنا پڑا اور گو شاہپور ندی کے پار سامنے موجود تھا مگر دوسرے گھاٹ پر جانیکا راستہ ندی کے کنارہ کنارہ چکر کھا کر گیا تھا اور اسکے طے ہونے میں خلاف توقع دیر لگی اور گو یہ راستہ لب دریا ہونیکی وجہ سے نہایت تفریح کا موقع تھا.......... لیکن منزل مقصود سامنے ہونیکی حالت میں دیر لگنے سے انتظار کی تکلیف خلاف طبع تھی تو مسکرا کر فرمایا راستہ تو ختم ہو گیا مگر راستہ کا ضمیمہ باقی ہے گویا وہ متن تھا اور یہ حاشیہ ہے۔ راستہ میں گاڑی کے بیل چلتے چلتے دائیں بائیں ارہر کے کھیتوں میں مُنہ مارتے تھے گاڑیبان سے فرمایا اسکا خیال رکھو پرایا کھیت نہ کھانے دو۔ گاڑیبان نے کہا یہ بیل کھیت نہیں کھا بلکہ کھنیوں کی اوس (شبنم) سے مُنہ دھوتے ہیں فرمایا عجیب۔

۱۱ بجکر ۵۵ منٹ پر شاہپور پہونچے کھانا ہمراہ تھا کھاتے جاتے تھے اور نراُن سائیس کی مصیبت کو یاد کرتے جاتے تھے۔ کھانا کھاتے میں صاحب زادہ محمد علی گھوڑے پر سوار آ گئے اُن کو سامنے بلا کر بہت ڈانٹا اور کہا اب تمھاری سزا یہ ہے کہ اس گھوڑے پہ چڑھنا کبھی نہ ملیگا۔ میں بھائی سے کہدونگا کہ ہرگز ہرگز انکو سوار ہونے نہ دیا جاوے۔ اور پوچھا سائیس کہاں ہے عرض کیا مجھے وہ نہیں ملا مجھ کو ایک سادھو ملگئے تھے اُنہوں نے یہ راستہ شاہپور کا بتایا جس سے میں یہاں پہنچ گیا۔ یہ سُنکر جو حالت حضرت کی ہوئی وہ دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی فرمایا سخت بے رحمی ہے وہ بھی تو تم ہی جیسا انسان ہے بھوک پیاس اُس کو نہیں لگی ہوگی یا

یا اُسکے پیر لوہے کے ہیں یا وہ تمھارا زرخرید ہے کہ حیوانات کی طرح اُسکو دوڑاتے ہو بلکہ زرخرید غلام اور حیوان پر بھی رحم کرنا چاہیئے اسطرح بیدردی کے ساتھ کام لینا انکی بھی جائز نہیں۔ بہت دیر تک حضرت کا غصہ فرو نہیں ہوا۔ تھوڑی دیر کے بعد نرائن سائیس آگیا تو بیحد خوشی ہوئی۔ پوچھا کہانتک گیا اور کیسے واپس آیا کہا میں گھوڑے کے نشان قدم پر چلا گیا ایک جگہ راستہ مڑا نشان سے معلوم ہوا کہ گھوڑا ادھر ہی کو گیا ہے میں اُسی پر چلا آیا حتّٰی کہ یہانتک پہونچ گیا فرمایا الحمد للہ جاؤ آرام کرو احقر سے فرمایا چار آنہ پیسے اسکو میری طرف سے دے آؤ کہ تو نے بہت محنت اُٹھائی ہے اسکا دودھ پی لینا۔ وہ بیحد ممنون و مسرور ہوا۔ اور حضرت والا کا معتقد ہوگیا۔

قصبہ شاہپور کی آبادی سے قریب نصف میل کے فاصلہ پر ریاست کا بنگلہ بنا ہوا ہے اسمیں قیام ہوا۔ اسمیں ایک کمرہ بڑا اور ایک چھوٹا اور دو کوٹھریاں تھیں حضرت والا نے اپنے واسطے سب سے چھوٹی کوٹھری کو پسند فرمایا اور دوسری برابر والی کوٹھری میں منیجر صاحب کے تینوں صاحبزادگان حامد علی و محمود علی و محمد علی ٹھیرے اور چھوٹے کمرہ میں ہم چاروں خدام یعنی احقر اور مولوی محمد اختر صاحب اور مفتی محمد یوسف صاحب اور مولوی ابو الحسن صاحب کی چارپائیاں بچھائی گئیں۔ نماز ظہر کے بعد عرض کیا گیا کہ حضرت کچھ دیر کو آرام فرمالیں۔ حضرت نے اوّل سبکی چارپائیاں وغیرہ بچشم خود ملاحظہ فرمائیں بعد ازاں ذرا دیر استراحت فرمائی اسیطرح رات کو ہمراہیان کے آرام کا پورا انتظام معاینہ فرما کر استراحت فرمائی یہ حضرت کی دائمی عادت ہے کہ بغیر ہمراہیان کے آرام کے خود آرام نہیں فرماتے۔ بعد عصر ہواخوری کے لئے ندی کے کنارہ گئے اور مغرب کی نماز بنگلہ پر واپس آکر پڑھی۔ منشی اکبر علی صاحب بھی اسوقت گورکھپور سے واپس تشریف لے آئے تھے اُنہوں نے اپنے قیام کے لئے ڈیرہ الگ لگوا دیا تھا۔ کسی وقت آکر حضرت والا کے پاس بیٹھتے اور نماز میں شریک ہوتے اور باقی اوقات ڈیرہ میں رہتے۔

۲۵ صفر ۱۳۳۵ھ یوم جمعہ ۲۲ دسمبر ۱۹۱۶ء

شب جمعہ مغرب میں والعصر اور انا اعطینا پڑھی کیونکہ کسیقدر وقت تنگ ہوگیا تھا اور نفلیں بیٹھکر پڑھیں عشا کی نماز میں والتین اور سورۂ ماعون پڑھی چونکہ دن کو کھانا دیر میں کھایا گیا تھا وہ پورے طور سے ہضم نہوا اور حضرت والا کو شب کے وقت اشتہار صادق نہوئی اسواسطے رات کو کھانا نہ کھایا۔ اور فرمایا میرا یہ معمول ہے کہ بلا اشتہار صادق کھانا نہیں کھاتا ہوں۔ گھر پر بھی جب ذرا پیٹ میں ثقل ہوتا ہے تو عزہ کر دیتا ہوں بتن ملازم نے عرض کیا کہ بعد نماز عشا، یا جسوقت بھی طبیعت ہلکی معلوم ہو کھانا کھا لیجیے گا۔ فرمایا اب رات میں کچھ نہ کھاؤنگا۔ صبح کو سویرے کھچڑی پکا لینا میں وہ کھالونگا اور دیگر ہمراہیان اپنے وقت پر کھانا کھائینگے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ صبح نماز کے وقت کھچڑی تیار ہوگئی کچھ وہ اور کچھ رات کا باسی سالن اور روٹی نوش فرمائی۔

بلا اشتہاء صادق کھانا نہ کھانا اور پینا

رات کو ذکر ہوا کہ کل جمعہ کا دن ہے شاہپور میں جمعہ پڑھنے چلئے گا یا نہیں اور ضلعدار صاحب کورٹ نے آبادی کے حالات بیان کئے اُن حالات کے سُننے سے قابل اطمینان حالت نہ معلوم ہو سکی کہ شاہپور گاؤں میں داخل ہے یا قصبہ میں اور جمعہ صحیح ہو سکتا ہے یا نہیں۔ لہذا فرمایا یوں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ صبح کو ہواخوری کے لئے آبادی ہی کی طرف چلیں اور خود دیکھکر حالت معلوم کر لیں۔ فجر کی نماز میں سورۂ مدثر اور سورۂ قیامہ پڑھی اور بعد نماز بستی کی طرف ہواخوری کے لئے چلے۔ فرمایا تین چیز دیکھنا چاہئے بازار کیسا ہے اور مسجد کیسی ہے اور ڈاکخانہ ہے یا نہیں ان سے اندازہ ہوجاویگا کہ اس آبادی کو قصبہ کہنا چاہئے یا گاؤں۔

صحت جمعہ کے لئے آبادی کیسی ہونی چاہئے

ضلعدار صاحب کورٹ ہمراہ ہوئے اور آبادی میں اِدھر اُدھر لیگئے۔ معلوم ہوا کہ ڈاکخانہ یہاں ہے اور وہ راستہ ہی میں تھا جب اسکے قریب پہونچے تو برنچ پوسٹ ماسٹر نے باوجود ہندو ہونے کے حضرت والا کو بڑے تپاک سے لیا اور تکیہ پر بٹھایا۔ یہ مکان عالیشان پوسٹماسٹر ہی کا تھا اُسکی ایک کوٹھری میں برنچ پوسٹ آفس

رکھا تھا۔ غرض ڈاکخانہ بہت چھوٹا دیہات کا سا تھا۔ حضرت والا کو ایک منی آرڈر اور ایک رجسٹری روانہ کرنی تھی باوجود ضابطہ کا وقت نہونے کے پوسٹماسٹر نے اُنکو اُسی وقت لے لیا۔ اسکے بعد جامع مسجد میں پہونچے یہ وہاں کی اکبر مساجد ہے اندر باہر دیکھکر فرمایا مسجد تو کافی وسعت رکھتی ہے۔ احقر نے قدموں سے اُسکی پیمائیش کی تو یہ مساحت تھی دالان دُہرا۔ طول، اقدم عرض اندر کے دالان کا تین صف اور عرض باہر کے دالان کا دو صف۔ اور طول صحن کا، اقدم اور عرض چار صف تھا۔ فرمایا یہاں کے اعتبار سے مسجد اچھی وسیع ہے اسکے بعد بازار پر گذر ہوا یوں دُکانیں آبادی میں متفرق طور سے بھی بہت تھیں مگر یہ متصل بازار بھی تقریبًا سو قدم لمبا تھا جو ہر روز لگتا ہے آبادی کی تعداد ضلعدار صاحب سے پوچھی عرض کیا تقریبًا ڈھائی ہزار ہے پہلے اس سے بہت زیادہ تھی۔ فرمایا اسکی حالت گڈھی ضلع مظفر نگر کی سی معلوم ہوتی ہے اور گڈھی میں جمعہ ہوتا ہے۔ مولوی محمد اختر صاحب نے عرض کیا سنا ہے کہ حضرت گنگوہی نے بھی گڈھی میں جمعہ پڑھا ہے۔ فرمایا ہاں اور اُسوقت میں وہاں کی آبادی بھی زیادہ تھی قصبہ لوہاری ضلع مظفر نگر بھی ایسا ہی ہے طاعون میں بہت آدمی مر گئے اب ڈھائی تین ہزار سے زیادہ آبادی نہیں رہی عرض کیا گیا شاہپور بھی کسی وقت میں بڑا قصبہ تھا اور آبادی اس جگہ سے ہٹی ہوئی تھی جہاں اب ہے۔ یہ عالمگیر سے قبل کا ذکر ہے اُسوقت میں راجہ منجھولی نے کچھ سرکشی کی تھی اُسکے انتظام کے لئے سید شاہ عبدالعزیز صاحب یہاں کے چکلہ دار مقرر کئے گئے تھے جنکا مزار قصبہ کے کنارہ پر لب دریا ابتک موجود ہے اتفاق سے بازار وغیرہ دیکھنے کے بعد مزار مذکور کے قریب سے گذر ہوا فرمایا یہ تو پُرانی عمارت معلوم ہوتی ہے پُرانی عمارتوں میں ایک دلکشی ہوتی ہے عرض کیا گیا احاطہ کے اندر تشریف لیچلیئے فرمایا بہت اچھا۔ جب احاطہ کے دروازہ پر پہونچے تو لوگوں نے کہا جوتی یہیں اُتار دیجئے۔ چنانچہ سب نے جوتے اُتار دئے دروازہ گھستے ہی حضرت نے کہا السلام علیکم (کیونکہ اصل گنبد کے سوا احاطہ میں بھی چند قبریں تھیں) پھر گنبد کے اندر جاکر بھی کہا السلام علیکم اور سر اہنے کیطرف قبلہ رُخ کھڑے ہوکر تھوڑی دیر کچھ پڑھا

اور بلا ہاتھ اُٹھائے اور بلا فاتحہ مرّجہ کے واپس ہوئے۔ لوگوں نے کہا آبادی سے پچھم کی طرف ایک شہید کا مزار اور ہے مگر حضرت والا وہاں نہیں گئے اور یہ کہہ کر ٹال دیا کہ دور ہے۔ واپس آکر ہم خدام سے فرمایا بتاؤ شاہپور کی لنسبت کیا رائے ہے قصبہ ہے یا گاؤں اور جمعہ یہاں ہو سکتا ہے یا نہیں۔ مولوی ابوالحسن صاحب نے عرض کیا میرے نزدیک قصبہ ہے کیونکہ گاؤں میں بازار اتنا بڑا نہیں ہوتا۔ یہاں متصل تیس چالیس دوکانیں ہیں اور یہ بازار ہر روز رہتا ہے اور پینٹھ علیحدہ لگتی ہے۔ احقر نے بھی اس رائے کی تائید کی۔ فرمایا کیا اسکو بڑا گاؤں نہیں کہہ سکتے۔ پھر سوچکر فرمایا اُجاڑ قصبہ یا چھوٹا قصبہ ہے۔ مولوی ابوالحسن صاحب نے عرض کیا ہم مسافر ہیں جمعہ ہمپر واجب نہیں اگر صحت میں کچھ شک ہے تو نہ پڑھنا بہتر ہے۔ فرمایا یہ تو جی نہیں چاہتا کہ جمعہ ہوتا ہو اور ہم شریک نہوں رہا شک سو اُسکو مشورہ سے رفع کرلیا جاوے۔ احقر نے عرض کیا ہمارا مشورہ کیا رائے حضرت کی ہے ذرا دیر میں فرمایا چلینگے جمعہ پڑھنے انشاء اللہ۔ فرمایا کئی دن کے بعد آج کھانا کھاکر دل خوش ہوا کیونکہ رات کو کھانا نہ کھانے کی وجہ سے صبح رغبت صادق تھی۔ نیز میری ایک یہ بھی عادت ہے کہ مجمع کے ساتھ خواہ ایک ہی آدمی ہو کھانے کی مقدار کا اندازہ نہیں رہتا اور تنہا خوب بے فکری سے کھاتا ہوں اور اندازہ سے زیادہ نہیں کھایا جاتا اور ایک یہ بھی میری عادت ہے کہ مجھے مختلف قسم کے کھانوں سے رغبت نہیں ایک چیز جو ہاتھ میں آجاوے اُسیکو کھالیتا ہوں اور اسی سے طبیعت خوش ہوتی ہے۔ مولوی ابوالحسن صاحب نے عرض کیا سنت بھی یہی ہے۔ فرمایا یہ بات تو بڑوں کو نصیب ہوتی ہوگی کہ سنت سمجھکر ایسا کریں ہاں شکر ہے اور حق تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے کہ طبیعت ہی ایسی دی ہے کہ اُسی طریق کو پسند کرتی ہے جو موافق سنت ہو۔

[illegible]

[illegible]

آجکل کا فلسفہ فلس سفہ ہے

فلسفہ کا ذکر ہوا اور متفرق اہل کمال مثل افلاطون اور فارابی وغیرہ کا ذکر ہوا تو فرمایا اہل کمال ہمیشہ مستغنی رہے ہیں اور آجکل کا فلسفہ صرف کمائی کا نام ہے یہ فلسفہ کیا فلس سفہ ہے۔ افلاطون لوگوں سے بالکل علیحدہ رہتا تھا علی ہذا فارابی اور جتنے قدیم فلاسفر تھے ایسے ہی تھے۔

ہمعصری کمالات پر پردہ ڈالدیتی ہے

ذکر ہوا کہ ہمعصری ایسی چیز ہے کہ کمال پر پردہ ڈالدیتی ہے کیسا ہی کوئی صاحب کمال ہو مگر ہمعصروں کی نظر اُس پر وقعت کے ساتھ نہیں پڑتی۔ فرمایا ہاں اور ماموں صاحب فرمایا کرتے تھے موت عجیب چیز ہے کہ مرتے ہی آدمی رحمۃ اللہ علیہ ہو جاتا ہے اور پچاس برس بعد قدس سرہٗ ہو جاتا ہے۔ غوث اعظم جیسے مسلم شخص کے ہمعصر بھی ابن الجوزی سخت مخالف تھے حتیٰ کہ ایک کتاب تلبیس ابلیس نام لکھ ڈالی جسمیں تعریض ہے اور مرے وہ غوث اعظم سے پہلے۔ لوگوں نے حضرت غوث پاک سے اُن کے جنازہ کی نماز پڑھوائی اور اُنکی خطا معاف کرائی حضرت سفیان ثوری جیسے زاہد و عالم امام صاحب پر طعن کرتے ہیں اُن کے اقوال میں ہے ما یقول ھذا الشاب۔ غرض معاصرت ہے ہی ایسی چیز کہ کمالات پر پردہ ڈالدیتی ہے اسیواسطے بعض بزرگوں نے منع کیا ہے مبتدی کو اولیا کے تذکرے دیکھنے سے۔ کیونکہ تذکرہ پڑھنے سے صاحب تذکرہ کے کمالات نظر پڑتے ہیں اور اپنے شیخ کے کمالات پر ہمعصری کا پردہ پڑا ہوا ہے تو خیال یہ ہوگا کہ کمالات تو وہ نہیں لوگوں میں تھے ہمارے شیخ میں یہ بات کہاں اس سے مناسبت پوری نہ ہوگی اور مناسبت موقوف علیہ ہے فیض کی۔

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب لوگوں کو قبور اولیاء پہ جانے سے منع کیا کرتے تھے کسی نے اسکی وجہ پوچھی تو فرمایا وجہ یہ ہے کہ وہاں جاکر اُنکی نسبت محسوس ہوگی اور اُسکے سامنے شیوخ موجودین کی نسبت ضعیف معلوم ہوگی پھر اُنسے استفادہ نہ ہو سکیگا جو اولیا گذر گئے وہ تو اب آنے کے نہیں طالبین کی ہدایت کے لئے اور موجودین سے فیض یوں لیا تو نتیجہ یہ ہوگا کہ فیض سے مطلق محرومی ہوگی۔ مناسبت اور عقیدت ہی ایک چیز ہے جس سے فیض ہوتا ہے اگلے لوگ مریدوں کے بڑے بڑے امتحان کرتے

منہ ۱۲ فلس بمعنی پیسہ سفہ بمعنی کم عقلی ترکیب اضافی کے معنے ہوے کم عقلی کا پیسہ

فرمایا کیا کہئے خواجہ عزیز الحسن نہ ساتھ ہوئے اس سفر میں بڑا لطف رہتا خواہ کیسے ہی محزون دل جلسہ میں بیٹھ جاویں حزن و مبدل بسرور ہو جائے۔ اسقدر خوش طبع ہیں ڈپٹی کلکٹری کے زمانہ میں وہ مقدمات میں مجھسے مشورہ لیا کرتے تھے اور شرعی حکم پوچھا کرتے تھے اور جزئیات پر گفتگو کرتے بلا اسکے انکا اطمینان نہ ہوتا یہ کسقدر ہمت کی بات ہے ہم تو یہ کہہ کر چھوڑ دیتے ہیں کہ کسی پر زیادتی نہ کرنا مگر وہ ایک جزئی پہ بحث کرتے اور جب بتلایا جاتا تو تا وقت تشفی ہونے کے وجوہات پوچھتے وہ اگرچہ عالم نہیں مگر بہت واقف ہیں اور بڑے محتاط ہیں ہم تو تاویل بھی کر لیتے ہیں اور وہ عزیمت ہی پر عمل کرتے ہیں۔

ایک بجے کے قریب جمعہ کی نماز کے لئے چلے۔ منشی اکبر علی صاحب اور فصلیدار کورٹ بھی ساتھ تھے۔ راستہ میں منشی اکبر علی صاحب نے بیان فرمایا کہ اس علاقہ میں ایک قسم ہے زمین کی سفید رنگ جسمیں نمی اسقدر رہے کہ آبپاشی کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اس زمین کا نام بھاٹ ہے وہاں کے لوگوں میں یہ عام مرض ہے کہ گلے سب کے پھولے ہوئے ہوتے ہیں اور یہ وہاں حسن میں شمار ہوتا ہے حتی کہ جسکا گلا پھولا ہوا نہو اسکا بیاہ شادی نہیں کرتے۔

نیز منشی اکبر علی صاحب نے بیان فرمایا کہ یہاں مشہور ہے کہ عالمگیر نے راجہ منجھولی کو زبردستی مسلمان کر لیا تھا لیکن راجہ منجھولی کی سمدھی راجہ پنڈر ونا نے کتاب لکھی ہے جسمیں بہت سے واقعات سے اورنگ زیب کا غیر متعصب ہونا ثابت کیا ہے اور اسکی تغلیط کی ہے کہ راجہ منجھولی کو عالمگیر نے بالجبر مسلمان کیا اور وہ کتاب ان کے کتبخانہ میں مفت ملتی ہے۔

جامع مسجد میں پہونچے تو امام صاحب نے (یہ قصبہ کے قاضی بھی تھے) اصرار کر کے حضرت ہی کو امامت کے لئے کھڑا کیا۔ حضرت نے جمعہ کی نماز میں سورہ جمعہ اور منافقون پڑھی۔ جب بنگلہ سے جمعہ کی نماز کو چلے تھے تو راستہ میں منشی اکبر علی صاحب نے احقر سے پوچھا کہ آج بعد نماز جمعہ وعظ ہوگا یا نہیں۔ میں نے عرض کیا میں کیا کہہ سکتا ہوں حضرت کی رائے پر ہے ہاں اتنا مجھے معلوم ہے کہ ابتک کہیں وعظ

نہیں فرمایا ہے گورکھپور میں بھی درخواست کی گئی تھی تو جواب دیا کہ میں نے یہ سفر استراحت کے لئے کیا ہے طبیعت ضعیف ہے وعظ کے تعب کی متحمل نہیں بیان کرنے سے سفر کی غایت ہی فوت ہو جاویگی۔ یہ سنکر منشی اکبر علی صاحب خاموش ہو گئے۔ بعد نماز جمعہ قاضی صاحب امام مسجد کھڑے ہوئے اور پکار کر کہا کہ آپ لوگوں کو اگر شوق وعظ کا ہو تو مولانا صاحب سے عرض کیا جاوے۔ اسپر چند آدمیوں نے یکے بعد دیگرے شوق ظاہر کیا اور رفتہ رفتہ سب نمازیوں نے اتفاق کیا کہ ہاں وعظ ضرور ہونا چاہیئے۔ قاضی صاحب نے کہا حضرت کچھ بیان فرما دیجئے۔ فرمایا میں اس سے معذور ہوں کیونکہ تھوڑے بیان سے لوگوں کی سیری نہو گی اور زیادہ بیان کا میں متحمل نہیں ہوں۔ قاضی صاحب نے کہا ہم یہ اطمینان دلاتے ہیں کہ تھوڑے سے تھوڑا بیان بھی ہماری تسلی کے لیے کافی ہوگا۔ دیکھئے قرآن شریف میں بڑی سورتیں بھی ہیں اور قل ہو اللہ بھی ہے۔ فرمایا بس قل ہو اللہ پڑھ دوں تو آپ کافی سمجھینگے کہا ہاں چاہے آپ صرف قل ہو اللہ ہی پڑھ دیں اور اُسکا ترجمہ بھی نہ کریں اور یہ بات ہم صاف اور سچے دل سے کہتے ہیں۔ اسپر حضرت والا بیان پر آمادہ ہو گئے اور بیان سے پہلے فرمایا کہ میرا ارادہ اس سفر میں بیان کا بالکل نہ تھا مگر اسوقت ایسے پیرایہ سے فرمایش کیگئی ہے جسکا مجھپر بڑا اثر ہوا ایسا کہ اصرار کرنے سے ہرگز نہوتا وہ یہ کہ وعظ کی مقدار کو میری رائے پر چھوڑ دیا گیا ہے یہ ترک اصرار میرے اوپر اصرار سے زیادہ مؤثر ہوا۔ لہذا بیان کرتا ہوں اور اس آیت کا بیان فرمایا اقیموا الصلوٰۃ ولا تکونوا من المشرکین۔ یہ وعظ بحمد اللہ قلمبند ہو گیا ہے اور تبییض بھی ہو گئی۔ خلاصۂ بیان نماز کی تاکید اور عادات میں کفار کی مشابہت سے ممانعت تھا۔ ایک گھنٹہ اٹھارہ منٹ بیان ہوا نام اُسکا ادبُ الاسلام اور لقب ذم شبہ اھل الاصنام تجویز فرمایا۔ بیان کے لہجہ سے ضعف مترشح ہوتا تھا۔ احقر اس سے تعجب کر رہا تھا کہ قاضی صاحب نے درخواست کی اور اول دو چار آدمیوں نے اُس سے اتفاق کیا پھر تمام مجمع نے۔ اس ترتیب سے مترشح ہوتا تھا کہ باہم مشورہ تجویز سے ایسا ہوا ہے چنانچہ بعد میں معلوم ہوا کہ یہ سب منشی اکبر علی صاحب کی سعی

یہ تدبیر تھی کہ اس طرح درخواست اور تائید کرنا اور کوئی اصرار نہ کرنا نہ مطلق وعظ یہ نہ وعظ کی مقدار یہ۔ ۳ بجکر ۱۰ منٹ پر وعظ ختم ہوا اور حضرت والا بنگلہ کیطرف روانہ ہوئے۔

ایک شخص بعد وعظ مسجد ہی میں ملے۔ اور عرض کیا میں کانپور سے آرہا ہوں اول گورکھپور پہونچا پھر منجھولی گیا اور وہاں سے پتہ پاکر بزہر پور پہونچا اور وہاں سے گولا اور وہاں سے یہاں حاضر ہوا ہوں اور اُنہوں نے بیان کیا کہ کانپور میں ایک مہینہ سے مشہور ہے کہ حضرت والا ۲۸ر دسمبر کو کانپور پہونچینگے۔ حضرت نے یہ سنکر نہایت تعجب کیا کہ اب تک بھی تاریخ معیّن نہیں ہوئی کہ کانپور کب پہونچیں گے اور مہینہ پہلے تو کچھ بھی پتہ نہ تھا یہ تعین تاریخ کیسا (یہ خبر بالکل صحیح ہوئی اور ٹھیک ۲۸ر دسمبر ۱۹۱۶ء کو کانپور پہونچے حالانکہ درمیان میں کئی جگہ تجاویز میں ردوبدل بھی ہوا۔

ایک شخص جامع مسجد سے بنگلہ تک ساتھ آیا اور بیٹھتے ہی کہا مجھے ایک بات پوچھنی ہے۔ فرمایا پوچھئے۔ کہا فاتحہ خلف الامام پڑھنا کیسا ہے فرمایا جائز نہیں۔ کہا وجہ کیا ہے فرمایا ہم جو کچھ بتاوینگے اُسکا صحیح ہونا کیسے جانوگے۔ کہا ہم آپ کا اعتبار کرینگے فرمایا جو جواب اسکا مجھے بہت بعد میں دینا ہوگا وہ یہیں دئے دیتا ہوں کہ جب ہمارا تمہیں اعتبار ہے اور ہمارے اعتبار پر دلیل کو صحیح مان لوگے تو ابھی سے جو بتلایا ہے اُسکو صحیح مان لو اور اعتبار کرلو۔ اخیر میں جاکر بھی تو یہی کہنا پڑیگا اور میں پوچھتا ہوں کہ کوئی وجہ اعتبار کرنے کی بتاؤ ایک پردیسی راہ چلتے آدمی کا اعتبار ایک دینی مسئلہ میں کیوں کرلوگے۔ کہا آپ معزز آدمی ہیں آپ خلاف نہیں کہینگے۔ فرمایا معزز تو کلکٹر صاحب ہیں اُن سے پوچھ لو اور یہ ظاہر ہے اور کوئی بھی اسکا انکار نہیں کرسکتا۔ اول تو ہم معزز نہیں کیا بات آپ نے اعزاز کی دیکھی اور اگر ہوں بھی تو کلکٹر صاحب کی برابر تو معزز نہیں بہرحال کلکٹر صاحب کے قول کو ہمارے قول پر ترجیح ہوگی۔ یہ سخت غلطی ہے کہ راستہ چلتے آدمی سے مسئلہ پوچھا جائے۔ یہ علامت ہے اس بات کی کہ عمل کرنا نہیں ہے اور دین کی پرواہ نہیں ہے

دین سے محبت ہو تو کیا اُسکے بارہ میں راستہ چلتوں پر اعتماد کیا جاسکتا ہے کوئی اپنے گھر بار کو بھی کسی راہگیر کی سپردگی میں دیدیتا ہے وہ شخص خاموش ہوا مگر چہرہ سے معلوم ہوتا تھا کہ ابھی اور بھی کچھ سوال کرنا چاہتا ہے۔ حضرت نے فرمایا میں کام کی بات بتاتا ہوں۔ مجھے آپ کے سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف چھیڑ چھاڑ منظور ہے تحقیق منظور نہیں۔ ورنہ آپ کے عمل کے لئے اتنا ہی جواب کافی تھا کہ جائز نہیں وجہ پوچھنے کی کیا ضرورت تھی۔ کہا ہماری بستی میں اور بہت لوگ اس مسئلہ میں اختلاف رکھتے ہیں اگر وجہ معلوم ہو تو ہم اُنکو سمجھا تو سکیں اور امید ہے کہ کسی کو ہدایت ہو جاوے۔ فرمایا یہ مسئلہ بھی یاد رکھئے کہ جو شخص خود عالم نہو اُسکو دوسروں کی ہدایت ضروری نہیں۔ کسی کے جھگڑہ میں مت پڑو بس اپنی خبر لو جو کوئی پوچھے کہدو کسی مولوی سے پوچھو۔ اور اگر تم اس جھگڑہ میں پڑو گے تو میں کہتا ہوں کہ اگر میں نے تمھیں دلیل سمجھا بھی دی اور سننے والے نے اُسمیں کوئی خدشہ کیا تو تم سے اُسکا جواب آنے کا نہیں پھر سوائے اسکے کہ لوگوں میں ذلیل ہو یا تم بھی اُسکے ہمخیال بنجاؤ کچھ نتیجہ نہیں۔ اور خدشات کا حصر تم سے ہو نہیں سکتا اسکی صورت سوائے اسکے کچھ نہیں ہے کہ طالب علمی کرو اور باقاعدہ پڑھو سب دلیلیں معلوم ہو جاوینگی۔ اسوقت سمجھنے کی کیا صورت ہے اور اس تحقیق کا نتیجہ سوائے اسکے کیا ہے کہ تم اپنا بھی وقت خراب کرو اور میرا بھی۔ میں بے اصول چلنے کا ہمیشہ مخالف ہوں۔

جو شخص خود عالم نہو اسکو دوسروں کی ہدایت ضروری نہیں

حکایت بیان فرمائی کہ امام غزالیؒ کے بھائی شیخ احمد اپنے بھائی (امام غزالی) کے پیچھے نماز نہ پڑھتے تھے امام غزالی نے والدہ سے جاکر شکایت کی کہ بھائی میرے پیچھے نماز نہیں پڑھتے والدہ نے اُنکو بلاکر ڈانٹا کہ یہ کیسی مخالفت ہے اُنہوں نے کہا بہت اچھا آپکے حکم سے پڑھ لونگا۔ جب وقت نماز کا آیا تو وہ شریک ہوئے۔ امام غزالی اُس زمانہ میں ایک کتاب لکھ رہے تھے اُس روز اُس کتاب میں حیض کا بیان تھا کوئی مسئلہ حیض کا لکھ رہے تھے اُسمیں مصروفیت تھی اُسوقت نماز میں بھی اسکا

امام غزالی اور انکے بھائی کا قصہ متعلق حضور قلب فی الصلوٰۃ

خیال رہا شیخ احمد کو منکشف ہو گیا بس نیت توڑ دی اور والدہ کے پاس پہونچے اور مسئلہ پوچھا کہ اگر دم حیض کسی کے کپڑہ میں سنا ہوا ہو تو نماز ہو سکتی ہے یا نہیں کہا نہیں۔ کہا جب کپڑہ آلودہ ہونے سے نماز نہیں ہو سکتی تو قلب اگر دم حیض میں آلودہ ہو تو کیسے ہو جاوے گی والدہ سمجھ گئیں اور کہا حیض نجاست ظاہری ہے اگر اسکی آلودگی سے نماز نہیں ہو سکتی تو نجاست حقیقی یعنی گناہ کی آلودگی سے کیسے ہو جاویگی۔ وہ دم حیض کیطرف متوجہ تھے تم تجسس میں مبتلا تھے تمھاری حالت بدتر ہے یا اُن کی۔ متوجہ الی اللہ تم دونوں میں سے ایک بھی نہ تھا۔ دوسرے کی نماز پر اعتراض اور اپنی خبر نہیں کہ اس سے بھی بدتر ہے

ضروری چیز کے اسباب زیادہ ہوتے ہیں

فرمایا یہ قاعدہ تجربہ سے ثابت ہوا ہے کہ جو ضرورت ہوتی ہے اُسکے اسباب حق تعالیٰ زیادہ پیدا فرماتے ہیں۔ چنانچہ بن میں بارش زیادہ ہوتی ہے اور کسی کا تجربہ ہے کہ جب سے باغات کٹ گئے بارش کم ہوگئی۔ بعد عصر ہوا خوری کے لئے ندی کے کنارہ کنارہ گئے۔

۲۶ صفر سنہ ۱۳۳۵ یوم شنبہ

شب شنبہ مغرب میں سورہ ھمزہ اور سورہ فیل پڑھی اور عشاء میں والتین اور ارایت الذی پڑھی۔ اس رات میں یا اس سے قبل دن میں ایک مسن آدمی جو غالباً فتحپور ضلع اعظم گڈہ کے زمیندار تھے اور حضرت کے مرید یا معتقد تھے آگئے یہ صاحب نہایت سمجھدار اور مخلص معلوم ہوتے تھے ہر بات میں یہی کہتے تھے جو حضور کی رائے ہو اور یہ حضرت والا کو فتحپور لیجانے کے لئے آئے تھے اُنہوں نے بہت اشتیاق ظاہر کیا لیکن ساتھ ہی یہ بھی کہدیا کہ ہم حضور کی کسی مصلحت میں مخل ہونا نہیں چاہتے اگر کسی صورت سے ممکن ہو تو فتحپور کے لئے وقت ضرور نکالئے خواہ کتنا ہی کم ہو اور اگر نہ ہو سکے تو ہمکو حضور کی مصلحت اور آرام اپنی خواہش کے مقابلہ میں زیادہ پسند ہے۔

رات کو تجویز ہوئی کہ کل صبح کو یہاں سے روانگی بجانب ڈوری گھاٹ براہ دریا ہو جسکا فاصلہ ۲۰ میل ہے اور حتی الامکان سویرے چلدیں تاکہ ۴ بجے شام سے پہلے ڈوری گھاٹ

پہونچ جاویں اور مئو کی طرف روانہ ہو سکیں۔ چنانچہ کشتی کا انتظام رات کو کرلیا گیا اور اسباب فجر کی نماز سے پہلے تیار کردیا گیا۔ صبح کی نماز میں سورہ والنجم اور سورہ دھر پڑھی۔ ہمراہیوں نے ناشتہ کیا اور طلوع آفتاب سے پہلے گھاٹ کی طرف کشتی پر سوار ہونے کے لئے روانہ ہوئے۔ منشی اکبر علیصاحب اور اُن کے تینوں صاحبزادے بھی ساتھ تھے ایک ہندو صاحب سربراہ کار کورٹ اور ایک مسلمان صاحب ضلعدار کورٹ بھی ساتھ تھے اور اور چند آدمی بھی تھے گھاٹ کے راستہ میں سربراہ کار صاحب نے آگے بڑھکر حضرت والا کو کچھ نذر دینی چاہی۔ فرمایا مجھے اسکے لینے میں کچھ تامل نہوتا مگر ایک عذر شرعی ہے وہ یہ کہ اسکی طرف سے میرا دل صاف نہیں ہے کہ اس ہدیہ میں بھائی اکبر علی کے تعلق کو دخل نہیں ہے۔ عرض کیا مجھے آپ سے خاص عقیدت ہوگئی ہے مجھے آپ خاص نیازمند تصور فرمائیں اور اس ہدیہ کو قبول فرمالیں۔ فرمایا آپ ذرا غور سے کام لیں اور دل کو ٹٹول کر دیکھیں کہ اگر بھائی اکبر علی یہاں کے منیجر نہوتے اور میں کشتی واعظوں کی طرح یہاں آتا تب بھی آپ یہ ہدیہ دیتے یا نہیں آپ اپنے اخلاق کی وجہ سے چاہے اسکو بھی مان لیں کہ جب بھی آپ ایسا کرتے۔ مگر میرا قلب صاف نہیں ہوتا اور یہ بات دل سے نہیں نکلتی اور اسکے لیلینے میں بشاشت نہوگی اور جب بشاشت نہوئی تو جو غرض ہے ہدیہ کی یعنی محبت پیدا ہونا وہ حاصل نہوئی تو کیا نتیجہ ہوا بلکہ میں اسکو بالکل ناجائز سمجھتا ہوں۔ کیونکہ جیسا بھائی اکبر علی کو ماتحتوں سے لینا جبر اور ظلم ہے ایسا ہی اُنکے توسط سے دوسرے کا لینا ہے بلکہ یہ اُس سے اشد ہے اسپر سربراہ کار صاحب کچھ خاموش ہوئے تو فرمایا آپ تکلف نہ کریں لینے دینے ہی پر کچھ منحصر نہیں آپکے اخلاق نے مجھکو بہت گرویدہ کرلیا ہے اور اگر یہ مانع نہوتا تو میں ضرور لے لیتا۔ سربراہ کار صاحب خاموش ہوئے اور وہ رقم جیب میں ڈال لی۔ ندی پر پہونچے تو معلوم ہوا کہ کشتیاں دو قسم کی ایک چھوٹی اور ایک بڑی موجود ہیں جسکو حضرت پسند فرماویں اُسمیں اسباب رکھدیا جاوے۔ حضرت والا نے رفقاء کی طرف دیکھا احقر نے عرض کیا میری رائے میں بڑی کشتی مناسب ہے کیونکہ پانی کے

کیونکہ وہ واسطے نذرانہ لینا داخل رشوت ہے

موج کا اثر اسپر کم ہو گا اور حرکت نہو گی اگرچہ رفتار بہ نسبت چھوٹی کشتی کے کچھ کم ہو گی مگر آرام ملے گا اور وقت انشاء اللہ بہت کافی ہے اسی کو حضرت نے پسند فرمایا اور بڑی کشتی میں اسباب رکھا گیا۔ جب اسباب رکھدیا گیا تو مسلمان ضلعدار صاحب کورٹ حضرت کو علیحدہ لیگئے اور کچھ نذر دی اُن سے بھی حضرت والا نے وہی عذر کیا جو مہر براہ کار صاحب سے کیا تھا مگر اُنھوں نے بیحد اصرار کیا یہاں تک کہ حضرت ناخوش ہوئے اور فرمایا مجھے مجبور نہ کیجئے میں اپنے اصول کو کسی کی خاطر بدل نہیں سکتا۔ اُنھوں نے منشی اکبر علیصاحب سے عرض کیا کہ آپ سفارش کردیں مجھے واپس لینے کا بڑا ملال ہوگا۔ منشی اکبر علی صاحب نے حضرت سے معمولی الفاظ میں کہا کیا حرج ہے قبول کر لیجئے فرمایا آتی ہوئی چیز کس کو بُری معلوم ہوتی ہے اگر کوئی معمولی عذر ہوتا تب بھی میں قبول کر لیتا لیکن مانع شرعی موجود ہے۔ اصرار کی ضرورت نہیں۔ منشی اکبر علیصاحب نے ضلعدار صاحب سے فرمایا اصرار نکرو جو فرماویں اُسکو مان لو طبیعت مکدر کرنے سے کیا فائدہ اسپر وہ خاموش ہو گئے۔

کشتی کی صورت یہ تھی کہ سطح کے اوپر کسی درخت کی لمبی لمبی شاخیں دونوں طرف تمام کشتی کے عرض میں اس طرح لگائی گئی تھیں جس سے کوہان پشت سائبان بنگیا تھا اور وہ اتنا اونچا تھا کہ اندر اُسکے کھڑے ہو سکتے تھے ان کشتیوں میں دھوپ کے وقت اُس سائبان کے اندر بیٹھتے ہیں اور جب ہوا کھانی ہو تو اوپر بیٹھ سکتے ہیں اُسوقت صبح کا وقت تھا اسواسطے اوپر بیٹھنے کی تجویز ہوئی اُس کوہان پشت سائبان پر بہت سی گھاس ڈالدیگئی جس سے اُسکی سطح برابر ہوگئی۔ اور نہایت آرام کی جگہ بنگئی اور اسباب اندر رکھدیا گیا اول سب رفقار سوار ہوئے اور اخیر میں حضرت والا نفس نفیس تشریف فرما ہوئے اور تاختم سفر دریا کی سیر کرتے ہوئے اوپر ہی بیٹھے ہوئے چلے گئے۔ ضلعدار صاحب اور مہر براہ کار صاحب اور دیگر حاضرین مصافحہ کر کے نہایت آزردگی کیساتھ رخصت ہوئے اور چونکہ گذر کشتی کا بنگلہ کی طرف کو ہونے والا تھا جسکا فاصلہ یہاں سے قریب ایک میل کے تھا اسواسطے منشی اکبر علیصاحب مع صاحبزادگان کشتی پر سوار ہولئے کہ بنگلہ

کے محاذات میں اُتر جائینگے۔ محاذات میں پہونچکر لوگوں نے کہا اُتر لیجیے مگر منشی صاحب پر اور صاحبزادگان پر اسوقت مفارقت کا نمایاں اثر تھا۔ فرمایا آگے جہاں ندی اور دریا کا میل ہے جو قریب نصف میل کے ہے اُتر جائینگے چنانچہ وہاں کشتی رکی گئی اور منیجر صاحب مع صاحبزادگان کے بادل ناخواستہ رخصت ہوئے۔

سات بجکر دس منٹ پر کشتی روانہ ہوئی۔ منیجر صاحب نے ایک سپاہی اسواسطے ساتھ کر دیا تھا کہ ملاحوں کو تیز ہانکنے کے لیے تاکید کرتا رہے اور فرمایا کرایہ کا ڈیڑھ روپیہ ملاحوں کو دیدیا گیا ہے۔ اور ناشتہ بھی ٹفن کیریر میں ساتھ کر دیا اور فرمادیا کہ برتن خالی ہونیکے بعد یہ چپراسی لیتا آویگا۔ منشی اکبر علی صاحب نے بھی ایک رقم حضرت کی خدمت میں پیش کرنی چاہی تھی لیکن اسوقت مصلحت نہ سمجھی اور سلاوت کیا ہاں منشی محمد اختر صاحب کو مبلغ بیس روپیئے دئے اور فرمایا تم تو میرے چھوٹے ہو تم کو تو میں قبول کرنے پر مجبور کر سکتا ہوں انہوں نے قبول کئے۔

اسوقت کشتی پر یہ اصحاب تھے۔ حضرت والا۔ احقر۔ منشی محمد اختر صاحب۔ مفتی محمد یوسف صاحب۔ مولوی ابوالحسن صاحب۔ زمیندار صاحب فتحپور۔ شیر زماں نام چپراسی کورٹ۔ اور چار ملاح۔ مولوی محمد عثمان صاحب آمدہ از کانپور۔

راستہ میں بادبان بھی کھولدیا گیا اور قدرے ہوا بھی چل پڑی جس سے کشتی کی چال بدرجۂ اوسط اچھی رہی۔ اس سفر میں عجیب تفریح تھی کشتی ندی سے گھاگرا دریا کی شاخ میں پہونچی اور اُس سے گھاگرا کی بیچ دھار میں آئی تقریباً ۶ میل فی گھنٹہ کے حساب سے چلتی رہی یہ رفتار کشتی کے لئے اوسط سے زیادہ ہے لطف یہ تھا کہ حرکت محسوس بھی نہ ہوتی تھی۔ حضرت بھی فرماتے تھے یہ جزو سفر آئیں تمام سفر میں آرام کا ہو۔

کشتی پر بیٹھے ہوئے ذکر ہوا کہ بھنگی اپنے ٹھکانوں کو بیچتے اور رہن کرتے ہیں۔ فرمایا یہ سب جہالت ہے۔ حقوق کے بیع کے کوئی معنی ہی نہیں حق کوئی چیز متقوم نہیں پھر فرمایا یہ قوم تو جاہل ہے ہی انسے کسی فعل پر بھی تعجب نہیں ہونا چاہئے تعجب کے قابل اُن کے افعال ہیں جو صاحب مذہب اور جاننے والے شمار کئے جاتے ہیں یہ جہالت مطلوب

مطوفوں کا حجاج کو بیچنا

یں بھی ہے مکہ معظمہ میں بعض مطوف حاجیوں کو بیچتے ہیں جس سے اپنے حلقہ کے حاجی نہ سنبھل سکے یا دوسرے مطوف نے معقول رقم دی اسے فروخت کر دئے حجاج انکی جاگیر ہیں۔ اور فرمایا شرم آتی ہے کہتے ہوئے جتنی ہندوستان میں دینداری ہے اتنی وہاں نہیں ہے وجہ یہ ہے کہ یہاں حکومت کی طرف سے کوئی انتظام دین کا نہیں ہے مگر لوگ خود خیال رکھتے ہیں اور وہاں حکومت کی طرف سے انتظام نہیں اور خود لوگوں کو خیال نہیں پھر دینداری ہو تو کیسے ہو۔ یہاں کے لوگ دین کو اپنے سر سمجھتے ہیں کہ ہم ہی کچھ کرینگے تو ہوگا کیونکہ سلطنت کی طرف سے یاس ہے کیونکہ سلطنت دوسرا مذہب رکھتی ہے اُس سے غایت سے غایت یہ ہو سکتا ہے کہ مخل فی المذہب نہو ترقی مذہب تو اپنے ہی کرنے سے ہوگی اسواسطے دینی امور میں سرگرمی رکھتے ہیں۔ اور وہاں کے لوگوں نے سمجھ رکھا ہے کہ سلطنت خود مسلمان ہے اسواسطے اصلاح مذہبی بھی اُسی کے ذمہ ہے اپنے ذمہ کو اُس سے فارغ سمجھتے ہیں۔ اور سلطنت کچھ کرتی نہیں اُسنے سمجھ رکھا ہے کہ ہر شخص اپنا ذمہ دار خود ہے تو یہ اُسکے بھروسہ رہے اور وہ ان کے اور دین برباد ہو گیا۔ مجھ سے ایک ترک شیخ خلیل پاشا ملے وہ بڑے سیاح تھے کہنے لگے جیسے متقی ہندوستان کے علماء دیکھے ایسے کہیں کے نہیں دیکھے۔

ہندوستان میں دینداری زیادہ ہونے کی تحقیق

فرمایا حضرت والا نے یہاں مسلمانوں اور دیگر اقوام میں معاشرت میں امتیاز ہے کچھ تو یہ ہندوؤں سے سیکھا ہے (یعنی جیسے وہ چھوت مانتے ہیں اور ذات برادری میں بڑا امتیاز رکھتے ہیں ایسے ہی اُنکی دیکھا دیکھ یہ بھی کرنے لگے) اور کچھ غیرت کا اثر ہے یہاں کے مسلمانوں میں حمیت قومی بہت ہے اور وہاں جدہ میں مثلاً ایک ہی جگہ مسلمان اور عیسائی اور یہودی سب ایک ہی جگہ چاء پیتے ہیں۔ قہوہ خانے ہر جگہ ہیں برابر برابر دس آدمی بیٹھے ہیں کوئی مسلمان ہے کوئی عیسائی کوئی یہودی اور قہوہ خانہ مسلمان کا ہے یا عیسائی کا یا یہودی کا بے تکلف کھا پی رہے ہیں اور ایک دوسرے کے جنازہ میں شریک ہوتے ہیں بڑا افسوس ہے۔

ہندوستان میں حمیت قومی ہے

کمینوں کو فصلانہ دینے کا حکم

سوال۔ دستور ہے کہ کمینوں کو فصلانہ دیا جاتا ہے یہ کیسے جائز ہے کیونکہ عمل مجہول

ہے۔ فرمایا فقہاء نے اسکی نظیریں لکھی ہیں جنکا حاصل یہ ہے کہ جہالۃ یسیرہ کا تحمل کیا جاسکتا ہے۔ یسیرہ کی تفسیر میرے نزدیک یہ ہے کہ مفضی الی المنازعۃ نہو۔ فرمایا معاملات میں عرف پر بہت مدار ہے جس بات میں ابتلاء عام ہو اُسمیں حتی الامکان سہولت کرنا چاہیئے۔

سوال۔ قصائیوں وغیرہ کے لئے زمیندار اپنے دباؤ سے کوئی نرخ مقرر کردیتے ہیں یہ کیسا ہے۔ فرمایا حرام ہے۔

سوال۔ بعض جگہ رواج ہے کہ غلہ کی باربرداری بائع کے ذمہ مانی جاتی ہے اسکو قیمت جب دیتے ہیں جبکہ وہ مکان پر پہونچا دیوے فرمایا میرے نزدیک جائز ہے جیسے چمار سے گھاس خریدتے ہیں اور وہ مکان تک پہونچاتا ہے چونکہ اسکا رواج ہے اسواسطے اُسی کے ذمہ مانا جاتا ہے۔ اسپر سوال کیا گیا کہ حدیث نہی عن بیع وشرط کا کیا جواب ہے۔ فرمایا اس سے بعض شرائط مستثنے بھی ہیں۔ جنکے لئے جامع اصول یہ ہے کہ شرط سے مراد وہ شرط ہے جسمیں نفع احد المتعاقدین کی وجہ سے ضرر آخر ہو۔ اور جو ضرر متحمل ہو اُسمیں تراضی ہے۔

سوال۔ خفیہ پولیس کی ملازمت جائز ہے یا نہیں۔

جواب۔ اس نیت سے جائز ہے کہ میں نقصان سے لوگوں کو بچاؤنگا یا اس نیت سے کہ دوسرا جو ضرر پہونچاتا اُس سے کم پہونچیگا۔ اسپر پوچھا گیا تو کیا سب ملازمتوں کی یہی حالت ہے جیسے ڈپٹی کلکٹری وغیرہ اُسمیں بھی تو یہ فائدہ ہوسکتا ہے کہ لوگوں کو نقصان نہ پہونچے یا جتنا اور لوگ پہونچاتے اُس سے کم پہونچے۔ اسمیں اور اُسمیں کیا فرق ہے۔ فرمایا بعضے کام فی نفسہ ناجائز ہیں اور ملازمت پولیس ضرررسانی کی وجہ سے منع کی جاتی ہے اور ضرررسانی فعل اختیاری ہے ملازمت کا جزو نہیں اور ڈپٹی کلکٹری میں سود کی ڈگری وغیرہ سے بچنا غیر اختیاری ہے کیونکہ وہ جزو ملازمت ہے دونوں میں یہ فرق ہے۔

ملاحوں نے یہ دیکھا تھا کہ حضرت والا کے سوار کرانے کے لئے منیجر صاحب خود

تشریف لائے اور اور چند آدمی بھی ہمراہ تھے اس سے اُنکو گمان ہوا کہ حضرت ضرور کوئی بڑے آدمی ہیں نیز اُس قدرتی جلال سے جو حق تعالیٰ نے حضرت کو عطا فرمایا ہی ملاحوں کو اسکا یقین ہو گیا اور اپنی ایک فریاد حضرت کے سامنے پیش کرنا چاہی لیکن رعب مانع تھا چونکہ یہ سفر دریا نہایت تفریح کا ثابت ہوا اور حضرت والا کی طبیعت بشاش تھی خدام سے ہنستے بولتے چلے جاتے تھے۔ حضرت والا کی خوش مزاجی دیکھکر ملاحوں کو ہمت ہوئی اور اپنی فریاد پیش کی کہ ہمارے اوپر یہاں کے زمیندار بہت ظلم کرتے ہیں۔ زمیندارہ کے حقوق میں بیگار بھی ہم سے ٹھیری ہوئی ہے اور ہم اُسمیں کچھ عذر نہیں کرتے لیکن زمیندارہ شرکت کا ہے ایک شریک ہم سے بیگار لیتا ہے اور قرارداد سے بہت زیادہ لیتا ہے دوسرے شریک کو یہ معلوم ہو جاتا ہی تو وہ ہم سے دوبارہ بیگار لیتا ہے اور اُس سے بھی زیادہ لیتا ہے اور ہم اگر عذر کرتے ہیں تو ہرگز نہیں سنتے بلکہ گھر کا چکی چولہا تک اُٹھا کر لیجاتے ہیں بعض جگہ تین تین چار چار شریک ہیں اور آپسمیں اُن کے تنازع ہے سب ایک دوسرے کی ضد میں بیگار زیادہ لیتے ہیں ہم کسی کار روزگار کے نہیں رہے فاقوں سے مرے جاتے ہیں اور کوئی رحم نہیں کرتا اور ظلم یہ ہے کہ منیجر صاحب تک ہماری رسائی نہیں ہونے دیتے اور اگر ہم کسی طرح منیجر صاحب تک پہونچ بھی جاویں تو ڈر لگتا ہی کہ پھر وہ لوگ ہمکو زیادہ تنگ کرینگے غریب آدمی کی مشکل ہے۔

حضرت والا نے بہت غور سے اُنکی فریاد سنی اور بہت افسوس کیا اور پوچھا اُن زمینداروں کا کیا حال ہے۔ کہا وہ بھی سب تباہ ہیں اسی پر اُن کا بھی گذر رہگیا ہے کہ ہم جیسوں کو ستایا اور لوٹا مارا اپنا بھلا کر لیا۔ فرمایا ظلم کا انجام یہی ہے ظلم اصل ہے بربادی کی۔ اگر سلطنت کا دباؤ بھی نہو تو لوگ ایک دوسرے کو کھا جاوٗ اور ملاحوں سے فرمایا میرے کرنے کا جو کام اسمیں ہو وہ بتاؤ۔ اُنہوں نے کہا حضور منیجر صاحب کو ایک رقعہ لکھدیں وہ اگر توجہ کرینگے تو ہم لوگ اس مصیبت سے چھوٹ جاوینگے۔ فرمایا اچھا میں ڈوری گھاٹ پر پہونچکر لکھدونگا تم میرا پرچہ

منیجر صاحب کو دیا وہ ضرور خیال کرینگے اور خدا کرے مصیبت تمہاری جاتی رہے یہ دیکھکر اُس چپراسی نے بھی جو ہمراہ بھیجا گیا تھا عرض کیا کہ اتنی سفارش میری بھی کردیجئے کہ میرا تبادلہ خاص منجھولی کو کردیا جاوے کیونکہ میری تنخواہ بہت تھوڑی ہے بال بچے منجھولی میں ہیں اور میں یہاں ہوں دو جگہ کا خرچ نہیں چل سکتا۔ چنانچہ ڈوری گھاٹ کے قریب پہونچکر ایک پرچہ مختصر سا لکھا جسکا مضمون تجنبہ صفہ ۱۱۲ پر ہے۔

ذکر فرمایا کہ مولوی حبیب احمد صاحب کیرانوی مدرسہ امداد العلوم تھانہ بھون میں طالب علموں کو پڑھانے کے لئے آئے۔ مگر اب میں نے اُنکو درس کے کام سے نکالکر تصنیف کے کام میں لگا دیا ہے اسکی آجکل سخت ضرورت ہے مدرس تو بہت ہیں مصنف بھی ہونے چاہئیں یہ کام اگر علما اپنے ہاتھ میں لیلیں تو غیر علما کو مثل شبلی وغیرہ ہمت نہ ہو اور نہ کوئی ان کی تصانیف کے سامنے اُن کی قدر کرے۔ میرا ارادہ اس صیغہ کو مستقل کر دینے کا ہے۔

لطیفہ۔ فرمایا میں ایک ایسے مولوی صاحب کو جو ماشاء اللہ جامع ہیں بحر العلوم کہا کرتا ہوں وجہ تشبیہ کثرت علم بھی ہے اور غیر منتفع ہونا بھی کیونکہ وہ خود سبھی کچھ ہیں مگر دوسروں کو اُن کے علم سے فائدہ نہیں پہونچتا اور میں کہا کرتا ہوں کہ بحر العلوم سے نہر العلوم ہی اچھے کہ اُن سے آبپاشی تو ہوتی ہے اور اُنکا پانی تھوڑا سہی مگر کار آمد تو ہے۔

سوال کئی آدمیوں کا ایک جگہ بیٹھکر قرآن شریف جہراً پڑھنا کیسا ہے۔ فرمایا حنفیہ کا اصل مذہب تو یہی مشہور ہے کہ درست نہیں مگر بعض علماء حنفیہ نے جائز لکھا ہے۔ مولوی عثمان صاحب نے عرض کیا قاضی ثناء اللہ صاحب نے بعض صحابہ سے نقل کیا ہے کہ وہ ایسا کرتے تھے (یعنی چند اشخاص ایک جگہ بآواز پڑھتے تھے نیز مسجد نبوی میں تراویح کئی جگہ ہوتی تھی) فرمایا ہاں یہ بخاری کی روایت ہے اور یہ لفظ ہے اوزاع متفرقون اور میں بہت خوش ہوا کہ میرے خیال کی تائید ہوگئی۔ مولوی عثمان صاحب نے کہا قاضی صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ اذا قرئ القرآن سے مراد قرئ للتبلیغ ہے نہ للتلاوۃ۔ فرمایا میں اس سے اور بھی خوش ہوا میں نے بھی یہی لکھا ہے۔ فرمایا میں نے تفسیر میں یہ بھی لکھا ہے کہ آیت واذا

مستقل مصنف کی ضرورت

لطیفہ

کئی آدمیوں کو قرآن آواز سے پڑھنا

قرئ القرآن سے قرارت فاتحہ خلف الامام پر استدلال صحیح نہیں کیونکہ مقصود جب قرات للتبلیغ ٹھیری تو مقتدی کے لئے ممانعت نہوئی کیونکہ قرارت للتبلیغ نہیں ہے اور اس سے نفس مسئلہ ممانعت قرارت فاتحہ خلف الامام کی مخالفت نہ سمجھی جاوے کیونکہ انتفاء دلیل سے انتفاء مدلول لازم نہیں آتا یہ دلیل اس مسئلہ کی نہیں ہے دوسری ادلہ ہیں قرارۃ خلف الامام کی ممانعت احادیث سے ہے مجھے مخالفت مسئلہ سے نہیں بلکہ طرز استدلال سے ہے۔

مولوی محمد عثمان صاحب نے بیان کیا کہ ایک مولویصاحب نے سیاہ خضاب کے جواز پر اس سے استدلال کیا ہے کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے اور اور صحابہ سے خضاب کرنا منقول ہے۔ فرمایا اسکی کیا دلیل ہے کہ اُن کا خضاب سیاہ تھا بڑا استدلال لوگوں کا سیاہ خضاب کے جواز پر حدیث خیر ما غیرتم بہ الشیب الحناء والکتم سے ہے مگر معلوم ہوا ہے کہ حنار اور کتم سے سیاہی پیدا ہونا ضرور نہیں۔ ترکیب میں فرق ہے وزن کے فرق سے سیاہی بھی آسکتی ہے اور سیاہی نہیں بھی آتی۔ مفتی محمد یوسف صاحب نے عرض کیا مفتی سعد اللہ صاحب نے ایک رسالہ میں لکھا ہے کہ کتم نیل کو کہتے ہی نہیں وہ رسالہ مفتی فضل اللہ صاحب کے پاس ہے۔

ذکر ہوا کہ کشتی بھی عجیب چیز ہے دریا کیسی ہولناک چیز ہے مگر کشتی میں کیسا بیخطر سفر ہوتا ہے اور جو لوگ عادی ہیں کشتی کی سواری کے وہ تو ایسے دلیر ہو جاتے ہیں کہ ذرا ذرا سے ڈونگوں میں بھرے طوفان میں پھرتے ہیں اور اندھیرے اُجالے کی بھی پروا نہیں کرتے کسی نے کہا یہ لوگ بڑے شجاع ہوتے ہیں موت سے انکو ڈر ہی نہیں لگتا۔ گنگا میں دیکھا ہے کہ اندھیری رات ہے اور گھٹا ہے ہاتھ سے ہاتھ نہیں سوجھتا اُس حالت میں طوفان کا تماشہ دیکھنے ذرا ذرا سی کشتیوں میں پھرتے ہیں۔ لالٹین جلالی اور بیدھڑک کشتی کو لئے پھرتے ہیں فرمایا یوں معلوم ہوتا ہے کہ اسکی وجہ نہ شجاعت ہے بلکہ اپنی تدبیر پر بھروسہ ہے جب آلات کو باقاعدہ بنا ہوا دیکھ لیتے ہیں تو اُنکے اعتماد پر گھس پڑتے ہیں اور جہاں تدبیر کارگر نہیں ہوتی وہاں حد سے زیادہ بزدل ہیں۔

ذکر ہوا کہ ایک بے ادب نے حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخ لفظ سگ سے

نکالی ہے فرمایا کیا حال ہوگا ایسے لوگوں کا جو ایسے الفاظ جو کسی عامی مسلمان کو بھی کہنا جائز نہیں ایسے بڑے امام مقبول عند المحققین والائمہ کی نسبت کہیں ۔ اور فرمایا کہ مولوی عبداللہ صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت گنگوہی نے فرمایا کہ جسکا جی چاہے قبر کھولکر دیکھ لے مولوی ...... کا مُنہ قبلہ سے پھرا ہوا ہوگا ۔ اسپر مولوی ابوالحسن صاحب نے عرض کیا میں نے یہ بات حضرت گنگوہی سے خود سنی ہے حضرت کے لفظ یہ تھے جو کوئی ائمہ پر طعن کرتا ہے اُسکا مُنہ قبر میں قبلہ سے پھر جاتا ہے میں دیکھ رہا ہوں کہ مُنہ قبلہ سے پھر گیا یہ اُسوقت فرمایا تھا جسوقت کہ مولوی ...... صاحب کے انتقال کی خبر آئی ۔

فرمایا میں اپنے خلفا کو درج فہرست کرتا جاتا ہوں تاکہ بعد میں اور جگہ کیطرح جھوٹے مدعیان خلافت نہ کھڑے ہوجاویں اسمیں بہت سلامت معلوم ہوتی ہے اور یوں کوئی اپنی سے بھی بگڑ جاوے تو میرا کیا اختیار ہے ۔ مولوی عثمان صاحب نے عرض کیا اسکا بھی احتمال ہے فرمایا قلوب حق تعالیٰ کے قبضہ میں ہیں حضرت جنید بغدادی سے پوچھا گیا ایزنی العارف فاطرق راسہ ملیًا ثم رفع راسہ وقال وکان امر اللہ قدرا مقدورا اور جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا مانگیں اللھم ثبت قلبی علی دینک تو دوسرے کا کیا مُنہ ہے کہ بیخوف ہوجاوے ۔ اور حضرت ابوہریرہ نے جب انتصا کی اجازت مانگی تو حضور نے فرمایا جف القلم بما انت لاق فاختص علی ذالک او ذر کیا خبر ہے کہ کسی کی نسبت کیا لکھا گیا ہے ۔

سوال ۔ جب روحیں سجین میں چلی جاتی ہیں تو عذاب قبر کیا صرف جسم کو ہوتا ہے فرمایا قبر کہتے ہیں عالم برزخ کو سجین بھی قبر ہی میں داخل ہے اس سے بہت اشکال رفع ہوگئے ۔

اب نقل خط حضرت والا بسفارش ملاحان دجیراسی جسکا ذکر صفحہ ۱۱۲ پر آچکا ہے۔ جب کشتی قریب اُوری گھاٹ کے پہونچی تو حسب وعدہ ایک سفارشی خط حضرت والا نے لکھا اور ملاحوں کو حوالہ کرنے سے پہلے احقر کو دکھلایا۔ نقل اُسکی بجنسہ یہ ہے۔

برادر عزیزم سلمہ۔ السلام علیکم۔ میں منزل مقصود پر پہونچنے کی خبر تو گھاٹ پر اُتر کر لکھونگا ابھی تک دریا پر ہوں اسوقت دو باتیں ان دو غریبوں کی نسبت لکھتا ہوں وہ لوگ تو میرے لکھنے سے ڈرتے تھے کہ کہیں تم پر خفگی نہو مگر میں نے اطمینان دلایا کہ خفگی نہوگی۔ گو یہ بھی ضروری نہیں کہ تمہاری مرضی کے موافق کام ہو جاوے جو مناسب ہوگا وہی کیا جاویگا مگر میں اطلاعاً لکھے دیتا ہوں ایک تو یہ جیراسی چاہتا ہے کہ میری تعیناتی خاص جھولی میں ہو جاوے مصلحتیں طویل بیان کرتا ہے اگر پوچھا جاویگا زبانی کہیگا۔ دوسرے یہ ملاح زمینداروں وغیرہ کے ظلم و تعدی سے بیگار کے متعلق بہت نالاں ہیں اگر ان دونوں کی فریاد قابل سماعت و ممکن الانتظام ہو تو توجہ میں ثواب ہوگا۔ خط کی نقل ختم ہوئی۔

مولوی محمد شفیع صاحب کا ذکر ہوا اور اُن کے بھولے پن کی اور خوارق کی بہت سی حکایتیں حضرت نے بیان فرمائیں۔ کسی نے کہا یہ بھی ہوا کہ بارہا اُن کے کپڑوں میں آگ لگ گئی مگر حیرت ہے کہ اُن کا ایک رواں بھی نہیں جلا۔ مولوی محمد عثمان صاحب نے پوچھا یہ آگ کیسے لگجاتی تھی۔ فرمایا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ محبت کی گرمی بڑھکر لگ جاتی تھی ایسا ہوتا ہے۔ فرمایا اُنسے بہت کثرت سے خوارق ظاہر ہوتے تھے۔ سب سے پہلی کرامت اُنکی یہ ہوئی کہ نماز میں سوا اُنکی ران میں گھس گیا اور اُن کو خبر نہوئی۔ ایک شخص نے اُنکو بہت بڑے بڑے القاب و آداب لکھے تو خط کو پڑھکر اُنہوں نے کہا ان لوگوں کو جنون بھی تو نہیں ہو جاتا۔ وہ شخص عین اسیوقت باولا ہوگیا اُسکے گھر والوں کا خط آیا کہ خدا جانے کیا ہوا وہ دفعتہً باولے ہوگئے۔ مجھے یہ بات معلوم تھی میں نے مولوی محمد شفیع سے کہا میں دعا کردوں اور تم آمین کہو۔ چنانچہ میں نے دعا کی اور اُنہوں نے آمین کی پھر خط آیا کہ وہ اچھے ہوگئے۔ غرض بہت کرامات اُنسے ظاہر ہوئیں مجھسے وہ کوئی بات نہ چھپاتے تھے وہ مادر زاد ولی تھے۔ پھر ایک دفعہ مولوی محمد شفیع جا جمو گئے وہاں ایک

مخدوم صاحب کا مزار ہے وہاں اُنکو انوار نظر آئے تو بیہوش ہو کر گر پڑے جب ہوش ہوا تو اُسوقت دعا کی کہ اے اللہ اب میرا حال بہت کھل گیا بس اُس روز سے ایک خارق بھی نہیں ہوا۔

ایک بجے دن کے ڈوری گھاٹ پر پہونچے۔ دور سے دیکھا کہ مولوی عبد الغنی صاحب استقبال کے لئے کھڑے ہیں اور دس بیس آدمی اور بھی موجود ہیں۔ حضرت والا نے ایک روپیہ ملاحوں کو اپنی طرف سے بطور انعام دیا۔ عین دریا کے کنارہ ایک مسجد ہے جو نہایت خوش منظر جگہ ہے اُسمیں اُترے۔ فرمایا مناسب ہے کہ اول نماز پڑھ لیں کیونکہ کھانا اول کھائینگے تو نماز کو دیر زیادہ ہو جاویگی۔ معلوم ہوا کہ اسوقت تک مسجد میں جماعت بھی نہیں ہوئی تھی۔ سب نے استنجا اور وضو وغیرہ سے فراغت کرکے نماز پڑھی۔ حضرت والا نے اقامت کی۔ سلام پھیرتے ہی احقر نے گنا تو تیس مقتدی تھے انمیں سے کچھ لوگ بڑہلگنج کے تھے کیونکہ اُس پار دریا کے بڑہلگنج ہے اور اِس پار ڈوری گھاٹ۔ اور کچھ لوگ دیگر مواضع کے تھے اسوقت حضرت والا نے سلام پھیرتے ہی دعا مانگی اور مقیم مقتدیوں کے فراغ کا انتظار نہیں کیا جیسا کہ حضرت کی دائمی عادت ہے۔ ۲ بجے نماز سے فارغ ہوئے اور بعد نماز نفل مطلق نہیں پڑھی وجہ اس تمام عجلت کی غالباً رفقاء کے بھوکے ہونے کا خیال ہے۔ بعد نماز فوراً کھانا کھایا۔ مچھلی حضرت کو بہت مرغوب ہے قدرت خدا کی ایک شخص نے ایک بڑی ہانڈی رومال میں بندھی ہوئی پیش کی کہ یہ مچھلی پکی ہوئی مولوی محمود صاحب نے پورہ معروف گاؤں سے بھیجی ہے۔ حضرت بہت خوش ہوئے کھولکر دیکھا تو ہانڈی میں بڑی قسم کی ایک مچھلی سرخ رنگ نہایت عمدہ پکی ہوئی ہے اگرچہ اُس مچھلی میں کانٹے بیحد تھے مگر بھیجنے والے نے ایسے اخلاص سے پکائی تھی کہ بہت لذیذ تھی احقر کو اسوقت بھوک نہ تھی کھانا نہ کھایا اُس مچھلی کو کانٹوں سے صاف کر کر کے حضرت کے سامنے پیش کرتا رہا۔

کھانا کھانے میں حضرت والا نے پانی مانگا تو مشیر زماں چپراسی نے کسی سے ڈانٹ کر پانی منگایا تو حضرت فرماتے ہیں۔ یہاں معمولی فرمایش بھی امر ہے اور امر بھی وجوب کا جو ڈانٹ کر کیا جاتا ہے۔ یہاں چند روز کوئی رہے تو فرعون ضرور ہو جاوے

کھانا کھانے کے بعد تجویز ہوئی کہ اسٹیشن پر چل بیٹھیں اگرچہ دیر ہے مگر اطمینان

رہیگا۔ چنانچہ اسٹیشن پر پہونچ گئے اور ریل کے احاطہ کے باہر خدام نے چادر بچھادی اُسپر بیٹھ گئے۔ بیس پچیس آدمی اور بھی ہوگئے اور جب تک بیٹھے رہے برابر آدمی آتے رہے۔

فرمایا بلا بلائے جانے میں بڑی خرابیاں ہیں۔ صاحبخانہ فارغ ہو نہ ہو یا کہیں جانے والا ہو یا مکان پر موجود نہ ہو یا اسوقت پہونچنا اُسکی کسی مصلحت کے خلاف ہو یا جانے کے کسی مصلحت کے خلاف ہوجائے۔ بعض وقت ایسا ہوتا ہے کہ اُسکے کوئی مخالف یا ایسا شخص موجود ہوتا ہے جس سے یہ ملنا نہیں چاہتا وغیرہ وغیرہ چنانچہ مجھے اتفاق ہوا کہ ایک شخص مجھے ایک گاؤں میں کئی دفعہ بلا چکا تھا۔ مگر ہمیشہ کوئی نہ کوئی عذر رہتا تھا اُسکا اخلاص دیکھکر ایک دن موقع پاکر میں از خود چلا گیا معلوم ہوا کہ جس مکان میں وہ مجھکو ٹھیرانے والا تھا وہ اُسکے چچا کا تھا اور اُسمیں اُسکے ایک بارات ٹھیری ہوئی تھی جسمیں رنڈیاں بھی تھیں وہ شخص بہت تنگ ہوا۔ اور میں بھی اسقدر محجوب ہوا کہ آنکھ نہیں اُٹھتی تھی نہ اُسوقت لوٹ سکتا تھا نہ ٹھیر سکتا تھا کو ویسا پاتا تھا۔ میزبان کو ایسی صورت میں بڑی تنگی پیش آتی ہے۔ بعض دفعہ ایسا ہوا کہ میرے یہاں مہمان آئے اور میں اسباب باندھ چکا تھا اُسوقت کچھ نہیں ہو سکا سوائے اسکے کہ چپکے سے نوکر سے کہدیا کہ اسباب کھول ڈالو۔ اپنا سارا انتظام سفر غلط ہوگیا۔ اسواسطے میں کہا کرتا ہوں کہ اطلاع کرکے آیا کرو اور بعض جگہ بیقدری بھی ہوتی ہے۔ مولوی . . . . . صاحب کلکتہ میں ایک امیر شخص سے ملے ایک غریب مسافر کو ساتھ لیجا کر اُسکی سفارش کرنے گئے وہ شخص اُسوقت ہواخوری کے لئے جانے کو تیار تھے۔ مولوی صاحب سے کہا معاف کیجیے میں اسوقت سوار ہوتا ہوں مولویصاحب اپنا سا منہ لیکر چلے آئے۔ میں بدون بلائے جانے سے بہت عار رکھتا ہوں۔ اور نئی جگہ خصوصًا اُمرا کے یہاں جانے پر سخت شرطیں لگاتا ہوں جن سے غرض یہ ہوتی ہے کہ مجھپر کسی قسم کا دباؤ نہ ڈالا جاسکے اور آزادی میں فرق نہ آوے

اس سے دینی نفع یہ ہے مداہنت کا موقع نہیں آنے پاتا اور یہ شرائط سب جگہ یکساں
نہیں ہو میں حسب موقع ومحل تجویز کرلیتا ہوں ۔ چنانچہ جب وفد دیوبند نے مجھے
ڈھاکہ لیچلنے کا اصرار کیا تو میں نے شرط کی کہ میں کرایہ نہ نواب صاحب سے لونگا
نہ اُنسے جو لیچلنا چاہتے ہیں (یعنی وفد دیوبند سے) اور میں نواب صاحب کے یہاں
ٹھیرونگا بھی نہیں ایک مؤذن کے یہاں ٹھیرونگا ۔ نواب صاحب ملنا چاہیں تو وہاں
آکر مل لیں ۔ وفد کے ساتھ جاتا ہوا کلکتہ پہونچے نواب صاحب کی کوٹھی میں قیام
ہوا ایک شخص نواب صاحب کے معتمد آئے ناشتہ بھی لایا گیا میں اُسمیں بھی نہیں
شریک ہوا (الحمد للہ کہ نواب صاحب کا نمک نہ کھایا تھا کیونکہ اُنکے منیجر صاحب سے
لڑائی ہونے والی تھی) وہ صاحب کہنے لگے بڑی خوشی ہوئی آپکے آنے کی خصوصًا
جبکہ نواب صاحب مایوسی کرچکے تھے کہ آپ نے ایسی شرطیں لگائی ہیں کہ جنپر
عمل نہیں ہوسکتا تھا میں نے پوچھا نواب صاحب نے وہ شرط بھی بیان کی تھی ۔
کہا ہاں میں نے کہا کیا شرط بیان کی کہنے لگے وہ شرط یہ کہ مجھکو کچھ دیا نہ جاوے
میں نے کہا جناب یہ شرط تو آسان تھی (یعنی کچھ نہ دینا) یہ شرط سخت کس طرح ہے ۔
کہنے لگے آسان کیسے ہے محبوب کی خدمت کو تو جی چاہتا ہی ہے محبت نے تقاضا
کیا تو نواب صاحب نے اتنی دور سے جناب کو تکلیف دی یہ کیسے گوارا کیا جاسکتا ہے
کہ کچھ خدمت نہ کیجاوے ۔ میں نے کہا کہ خدمت کا تو یہ بھی طریقہ ہوسکتا ہے کہ جو کچھ
دینا ہو گھر بھیجدیا جاوے ۔ دروازہ پر بلاکر خدمت کرنا کیا ضرور ہے تو کیا کہتے ہیں
کہ جناب گستاخی معاف پیاسا کنویں کے پاس جاتا ہے کنواں پیاسے کے پاس
نہیں جاتا ۔ مجھے یہ لفظ سخت ناگوار ہوا میں نے کہا آپ اپنے آپ کو کنواں اور ہمکو
پیاسا سمجھتے ہیں حالانکہ واقع میں اسکا عکس ہے ۔ دلیل یہ ہے کہ ہمارے پاس
دین ہے جسکی تم کو بھی حاجت ہے اور تمھارے پاس دنیا ہے جسکی ہمکو بھی حاجت ہے
مگر اتنا فرق ہے کہ ہمارے پاس تو بقدر ضرورت دنیا موجود ہے جس سے ہم تمام
عمر تم سے مستغنی رہ سکتے ہیں ۔ اور تمھارے پاس دین بقدر ضرورت بھی موجود نہیں

سفر ڈھاکہ کا قصہ

اسلیے اتم ہم سے کسیطرح مستغنی نہیں رہ سکتے ۔ اور یہ آپکی بے حسی ہوگی اگر دین کی ضرورت محسوس نہو ۔ پس چپ رہ گئے اور سر نہ اُٹھایا ۔ چونکہ بات ہی اُن کے منہ سے بہت بیجا نکل گئی تھی اسواسطے شرمندہ ہوئے اور غصہ نہ آیا تو دیکھے اگر ہم اُنکا طالب بنکر گیا ہوتا تو کیا اسطرح گفتگو کرنا ممکن ہوتا ۔ اُس صورت میں ایسی گفتگو پر اُنکو غصہ آتا اور اب خاموش اور دم بخود رہتے) غریب غربا میری اور اُن کے اس واقعہ سے بڑے خوش ہوئے اور کہتے تھے اس متکبر کا تکبر کبھی نہ ٹوٹا تھا ۔ آج اسی نے توڑا ہے ۔ پھر تو وہ جہاں ملتے جھک کر سلام کرتے تھے پھر مجھے ایسا انقباض ہوا کہ نواب صاحب کے پاس بھی کیوں جاؤں اور میں اُسکی کوٹھی میں ٹھیرا ابھی نہیں ۔ حافظ اسمٰعیل خورجوی ایک مسجد کے . . . امام تھے میں نے اُن سے کہا کہ میں تمھاری مسجد میں ٹھیرونگا تم حافظ احمد صاحب کے پاس جاؤ اور اُنسے پوچھ آؤ کہ وہ آرام کرنے کے لیے میری مسجد میں جاتے ہیں اُنہوں نے اجازت دیدی بس میں اسباب لے اور اُنکے حجرہ میں جا ٹھیرا پھر حافظ احمد صاحب کو الہ آباد کی خبر ہو گئی خود آئے اور مجھے ہر چند سمجھایا مگر میں نے عذر کر دیا ۔ وہاں نواب صاحب کو خبر ہوئی کہ وہ نہیں آئیگا میں لوٹنے کو تیار ہو چکا تھا کہ نواب صاحب کا تار پہونچا کہ ضرور آویں مگر میں چلدیا اور الہ آباد پہونچکر میں نے جواب دیا کہ جب تار پہونچا تو میں تیار ہو چکا تھا ۔ لہذا مجبور رہا ۔ جب میں وطن پہونچگیا تو بعض اُن لوگوں کے جو دینداروں میں سے نہیں بلکہ اہل دنیا ہی میں شمار کیے جاتے ہیں خط آئے کہ آپ کا نہ جانا بڑا اچھا ہوا ۔ ہمیں یہ خبر سنکر کہ آپ جا رہے ہیں بڑا قلق تھا ۔ بات یہ ہے کہ جب آدمی لاگ لپیٹ رکھے تب ہی اُسکو لپٹنا پڑتا ہے اور جب لاگ لپیٹ نہو تو پھر لپٹنے کی کیا ضرورت ہے ۔ چاہیے کہ آدمی کسی کا احسان بلاوجہ نہ لے ورنہ دبنا ضرور پڑتا ہے ۔ ہمارے اکابر کا یہی اصول رہا ہے کہ بات صاف رکھتے چھوٹا ہو یا بڑا کسی کا احسان بلا وجہ نہ لیتے مولانا محمد قاسم صاحب رڑکی دیوبند سے مناظرہ کے لیے گئے اور بھی چند آدمی

قصہ مولانا محمد قاسم صاحب اور رامپور

گناہ سبب ہے کمی بارش کا

ساتھ ہو گئے تھے سنا ہے کہ مولانا ایک جگہ ٹھیرے اور ساتھ والوں سے کہدیا کھانا بازار سے کھاویں۔ مجسٹریٹ کو خبر پہونچی تو اول وہ سمجھا کہ یہی دعوت خورے آئے ہوں گے۔ مگر جب واقعی بات کی خبر ہوئی کہ وہ اسطرح کے لوگ ہیں تو اُسکے دل میں بڑی قدر ہوئی اور اُسنے مولانا کو بُلایا اور اشتیاق ظاہر کیا مولانا کی عادت تھی کہ کبھی کسی بڑے آدمی سے نہ ملتے تھے۔ ایک دفعہ رامپور گئے نواب صاحب کو خبر ہوئی تو مولانا کو بُلایا مگر مولانا نہیں گئے اور یہ حیلہ کیا کہ ہم دیہاتی لوگ ہیں آداب شاہی سے واقف نہیں خدا جانے کیا بے ادبی ہوجاوے نواب صاحب نے کہا آپکو آداب وغیرہ سب معاف ہیں آپ تشریف لائیے ہمکو آپ سے ملنے کا اشتیاق ہے مولانا نے جواب دیا کہ تعجب کی بات ہے اشتیاق تو آپ کو ہو ملنے کا اور آؤں میں۔ غرض نہ گئے۔ باوجود ایسی آزادی کے رڑکی میں مجسٹریٹ سے ملنے سے انکار نہ کیا۔ کیونکہ اُس سے ملنے میں دینی مصلحت تھی۔ اُسنے مولانا سے بارش کی کمی کی وجہ پوچھی تو مولانا نے دلائل عقلیہ سے ثابت کردیا کہ گناہ سبب ہیں کمی بارش کے وہ بہت ہی محظوظ ہوا اور مولانا کے علم کا قائل ہوگیا۔ اور بہت ہی اچھی طرح پیش آیا۔ پھر مولانا سے رڑکی آنے کی وجہ پوچھی فرمایا دیانند سے مناظرہ کے لئے آیا ہوں مگر وہ پہلے تو مناظرہ کی دعوت دیتا پھرتا تھا اب جو میں آگیا تو پیچھے ہٹتا ہے۔ مجسٹریٹ نے کہا ہم اُسکو بلاتے ہیں چنانچہ بلایا اور پوچھا کیوں مناظرہ نہیں کرتے کہا فساد کا خوف ہے۔ مجسٹریٹ نے کہا فساد کے ہم ذمہ دار ہیں۔ دیانند نے کہا میں اس ارادہ سے نہیں آیا ہوں۔ مولانا نے کہا ارادہ فعل اختیاری ہے اب کرلیجئے مگر وہ کسی طرح آمادہ نہوا۔ آخر بھاگ گیا۔ یہ شان ہے علماء کی کہ نہ تذلل کہ خواہ مخواہ نواب سے ملیں اور نہ تکبر کہ مجسٹریٹ سے بھی نہ ملیں۔ ضرورت دین کی وجہ سے ملے اور دنیا کی ضرورت کے لئے کبھی کسی بڑے سے بڑے کو بھی نظر میں نہ لائے۔

عصر کا وقت شروع ہوتے ہی تجویز ہوئی کہ ریل کے آنے سے پہلے نماز عصر سے فراغت کرلیں۔ مجمع اسوقت اچھا تھا لوگ اپنے اپنے برتن لیکر وضو کے لئے دوڑے اُن میں ایک لوٹا پیتل کا بھی تھا۔ احقر نے پوچھا پیتل کے برتن کا کیا حکم ہے۔ فرمایا جو

برتن ہنود کے ساتھ خاص نہوں جنکے استعمال سے تشبہ لازم آوے جائز ہیں جیسے ٹونٹی دار لوٹا کہ ہندو اسکو استعمال نہیں کرتے۔ ہاں ہندوؤں کی سی لٹیا کا استعمال نہیں چاہیئے۔ اور زیور بھی پیتل کا جائز ہے سوائے انگوٹھی کے کیونکہ اُسکے بارہ میں نص اجد منک ریح الاصنام آئی ہے قیاساً تو سب زیور جائز ہونا چاہئیں مگر نص کی وجہ سے انگوٹھی کے بارہ میں قیاس کو چھوڑ دیا گیا۔

عصر کی نماز میں تقریباً ساٹھ آدمی فتحپور ضلع اعظم گڈھ اور کوپا مئو اور پورہ معروف وغیرہ کے تھے۔ لوگوں نے عرض کیا حضور سے اسطرف کے لوگوں کی سیری نہیں ہوئی۔ فرمایا میں بلا تصنع عرض کرتا ہوں کہ مجھے بھی اس نواح کے لوگوں کی محبت اُسی قسم کی ہے جیسے اپنے نواح کے لوگوں کی کیونکہ یہ لوگ خوش عقیدہ ہیں اور متبع سنت ہیں بڑی بات یہ ہے اور مخلص ہیں۔ تمام دیہات کے لوگوں نے اصرار کیا کہ ایک ایک دن کو ہمارے یہاں چلیئے۔ فرمایا اسوقت تو بالکل گنجایش نہیں الہ آباد پہونچنا ضرور ہے۔ اب سوائے اسکے کچھ نہیں ہوسکتا کہ الہ آباد سے پھر لوٹ آؤں مگر اسکے لئے دو شرطیں ہیں ایک یہ کہ سب لوگ ملکر ایک شخص کو وکیل کر دیں اور وہ ایسا ہو کہ سب جگہ مجھے لیجا سکے وہ شخص الہ آباد میرے ساتھ چلے اور وہاں سے لوٹ کر ہر جگہ میرے ساتھ رہے۔ دوسری یہ کہ جو لوگ الہ آباد میں آئے ہوئے ہیں جنکی وجہ سے مجھکو جانا ہے اُن سے مشورہ کر کے گنجایش نکالونگا اور اگر کوئی مانع ہوا اور انکا مشورہ لوٹنے کا نہو سکا تو مجبوری رہے گی اُسوقت کوئی یہ نہ کہے کہ وعدہ خلاف کیا میں وعدہ نہیں کرتا ہوں وعدہ الہ آباد پہونچکر ہوگا۔

ذکر ہوا کہ پہلے بزرگوں نے بڑی بڑی ریاضتیں کی ہیں۔ فرمایا ہاں پہلے مشایخ کو اصلاح اخلاق کی طرف بہت توجہ تھی اور اُسکے لئے بڑی بڑی ریاضات شاقہ کرتے تھے کسی نے مدتوں حمام جھونکا ہے اور کسی نے مدتیں جنگل میں گذاری ہیں وعلی ہذا۔ ذکر شغل کی طرف اُسوقت زیادہ توجہ نہ تھی ہمتیں بہت تھیں سخت سے سخت محنتیں گوارا کر لیتے تھے۔ اور ذکر شغل کی یہ حالت تھی کہ بارہ تسبیح کو بہت ہی بڑا سمجھتے تھے۔ جو آجکل

ابتدائی تعلیم ہے۔ بات یہ ہے کہ اب نہ وہ قویٰ ہیں نہ وہ ہمتیں ہیں۔ اس ضعف کو دیکھکر مجتہدین فن نے سہولتیں کردی ہیں اور مجتہدین نے کیا کردی ہیں حق تعالیٰ نے اُن کے قلوب میں القا فرمایا۔ پہلے لوگوں کی تو جانچ کے .... بھی آجکل کے لوگ متحمل نہیں ہو سکتے۔ مولانا محمد یعقوب صاحب ایک بزرگ کی حکایت بیان فرماتے تھے کہ جب کوئی طالب اُن کے یہاں آتا تو اُسکو مہمان کرتے اور کھانا ایک خوراک سے ذرا زائد بھیجتے۔ جو کھانا بچکر جاتا اُسکو دیکھتے کہ سب چیز تناسب کے ساتھ بچی ہے یا نہیں۔ مثلاً ایک روٹی بچی تو سالن بھی ایک ہی روٹی کے قابل بچا ہے یا کم زیادہ ہے اگر تناسب کے ساتھ نہیں بچا تو اُسکو بیعت نہ کرتے اور کہتے تمہاری طبیعت میں انتظام نہیں تم سے کام کرنے کی کچھ امید نہیں۔ لوگ اہل اللہ کو بیوقوف اور بے حس سمجھتے ہیں حالانکہ اُن کے دماغ بادشاہوں سے بھی زیادہ ہوتے ہیں۔

حضرت گنگوہی کو دیکھئے مولانا نہایت درجہ نفیس مزاج تھے حتیٰ کہ خدام کو حکم تھا کہ چراغ جلانے کے لئے مسجد میں دیا سلائی نہ گھسو چراغ کو باہر لیجاکر جلاکر لاؤ کیونکہ گندھک کی بدبو گوارا نہ تھی اور ذکی الحس ایسے تھے کہ ایک روز مسجد میں عشا کے لئے آئے اور عشا دیر میں ہوتی تھی آتے ہی فرمایا آج کسی نے مسجد میں دیا سلائی جلائی ہے معلوم ہوا کہ مغرب کے وقت کسی نے دیا سلائی جلائی تھی۔ اللہ اکبر اس حس کو دیکھئے کیسے کہا جا سکتا ہے کہ بے حس ہوتے ہیں۔ اب دوسری حالت مولانا کی دیکھئے کہ دیا سلائی کے جلنے سے جتنی گندھک ہوا میں ملجاتی ہے اتنی دیر میں اسکا بقیہ کیا رہا ہوگا اس سے تو اسقدر نفرت اور ساتھ ہی اسکے تحمل اسقدر کہ ایک خارشتی طالب علم حدیث کے دورہ میں شریک تھا وہ گندھک ملکر سبق پڑھنے بیٹھتا اور کبھی مولانا چیں بجبیں ہوئے اور کسی وضع سے یہ ثابت ہونے دیا کہ مولانا کو تکلیف ہوتی ہے۔ طلبہ کا اسقدر احترام تھا دونوں واقعوں کے سننے کے بعد کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ لوگ بے حس ہوتے ہیں بے حس نہیں ہوتے ہیں ہاں بے حس بنجاتے ہیں جہاں اُن کو بے حس بننے کا حکم ہوتا ہے۔ شور و غل نہیں مچاتے کسی کی شکوہ شکایت غیبت طعن نہیں کرتے۔ اس لوگ سمجھتے ہیں کہ

یہ بات کو سمجھتے ہی نہیں عقل اور حس ہی نہیں رکھتے حالانکہ یہ بات نہیں حس و عقل تو دنیا سے زیادہ رکھتے ہیں مگر اُنھوں نے رسّی اپنی ایک دوسرے کے ہاتھ میں دے رکھی ہے وہ جدھر چاہتا ہے اُدھر لیجاتا ہے۔ خواہ اُنکی طبیعت کے موافق ہو یا مخالف۔ موافقت و مخالفت دونوں حالتوں میں یکساں رہتے ہیں کوئی اندازہ کر ہی نہیں سکتا کہ کون چیز انکی طبیعت کے موافق ہے اور کون مخالف اپنی طبیعت ہی نہیں رکھتے۔

حضرت مرزا جانجاناں رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھئے یہ سب سے زیادہ نازک مزاج مشہور ہیں۔ کسی عورت نے رضائی میں ڈورے جلدی میں ٹیڑھے ڈالدئے تھے تو مرزا صاحب کو رات بھر نیند نہیں آئی۔ اور اس نزاکت پر دوسری حالت سنئے کہ بیوی سخت بد مزاج تھیں وہ انکو بے نقط سناتی تھیں اور کبھی اُنکو کچھ نہیں کہا کوئی پوچھتا تو فرماتے وہ میری بڑی محسن ہے۔ میرے اخلاق کی اصلاح اُسی نے کی ہے۔ یہ فرق ہے اللہ والوں اور اہل دنیا میں۔

اسکے بعد ریل آگئی اور ڈوری گھاٹ سے مؤ کو روانہ ہوئے اُسوقت یہ اصحاب ساتھ تھے۔ منشی محمد اختر صاحب مفتی محمد یوسف صاحب مولوی ابو الحسن صاحب مولوی عثمان صاحب۔ حافظ خدا بخش صاحب احقر محمد مصطفی۔ مولوی عبد الغنی صاحب اسوقت اہل بڑہلگنج اور دیگر زائرین اور چپراسی کورٹ بادل ناخواستہ رخصت ہوئے ڈوری گھاٹ سے اگلے اسٹیشن پر تخمیناً پچاس آدمی ملنے کو آئے۔

ریل میں پوچھا گیا کہ امام اور مقتدی کا مکان ایک ہونا شرط ہے تو اگر ریل کے ایک درجہ میں امام ہو اور دوسرے میں مقتدی تو اقتدا صحیح ہوگی یا نہیں۔ فرمایا مکان کا واحد ہونا عرف سے معلوم ہو سکتا ہے معلوم ہوتا ہے کہ گاڑی کے درجہ آپسمیں ایسے ہیں جیسے کسی مسجد میں کئی درجے ہوں کوئی اندر کے دالان میں کھڑا ہو اور کوئی باہر کے دالان میں اور کوئی صحن میں تو اُسکو جداگانہ مکان نہیں سمجھا جاتا ہے ایسے ہی ایک گاڑی کے درجوں کو الگ الگ مکان نہ کہا جاویگا اور اقتدا صحیح ہوگی۔

پوچھا گیا۔ ریل میں نماز بیٹھکر بھی ہو سکتی ہے یا نہیں۔ فرمایا ہو سکتی ہے جبکہ کھڑا نہ ہو سکے

اور یہ قضیہ شرطیہ ہے تو ضرور اگر ضرورت ہو تو بیٹھکر نماز جائز ہے لیکن اس قضیہ کا مقدم
کو واقع ہوتے کبھی نہیں دیکھا میرے نزدیک ریل میں کبھی یہ ضرورت پیش نہیں آئی کہ نماز
بلا بیٹھے نہ پڑھی جا سکے - میں نے بہت لمبے لمبے سفر کئے ہیں اور مجمع بھی زیادہ رہا ہے
مگر ہمیشہ نماز کھڑے ہو کر پڑھی ہے - نماز ایسی چیز نہیں ہے جسکو لاپروائی سے ادا کیا جائے
آدمی کی طبیعت میں ذرا سا اہتمام اور پرواہ ہو تو کچھ دقت نہیں پیش آتی خصوصاً ہندوستان
کے سفروں میں تو کچھ بھی دقت نہیں ہوتی اور جب آدمی ارادہ ہی نہ کرے تو سیکڑوں
بہانے موجود ہیں - کاش مسلمان سب کے سب نماز کے لئے مستعد ہوتے گویا
اُنکے شعار میں سے ہوتا کہ نماز ضرور پڑھتے تو دیکھتے کہ کتنی سہولتیں ہوتیں - دوسری
قومیں بعض ایسی باتوں کی پابند ہیں جو نہایت ہی دشوار ہیں مگر چونکہ ایک قوم کی قوم
اُن کی پابند ہے اسواسطے ہر جگہ اُن کے انتظامات ہیں اور بُری بھلی پابندی کر ہی
لیتے ہیں - مسلمانوں کی عبادات میں تو بہت زیادہ توسع ہے اور اس صورت میں
دیگر اقوام پر نماز کو دیکھکر بڑا اثر ہوتا - ندوہ سے ایک پرچہ نکلتا تھا اُسمیں ایک
انگریز کے ایک رسالہ کا ترجمہ ہوا تھا وہ رسالہ فضائل اسلام میں اُس انگریز نے
لکھا ہے اور اُسکی ابتداء ایک واقعہ سے ہوئی وہ یہ کہ وہ انگریز عرب گیا تھا وہاں
اُسنے بدو نوکر رکھے جو اسکے ساتھ بطور اردلی چلا کرتے تھے آگے آگے یہ گھوڑے پر سوار
ہوتا تھا اور پیچھے وہ بدو سوار ہوتے تھے ایک دفعہ سب جا رہے تھے کہ نماز کا وقت
آگیا اُن بدوؤں نے بلا اُسکی اطلاع کے ایک دم گھوڑے روک لئے اور اُتر کر نماز
پڑھنے لگے اسنے پیچھا پھر کر دیکھا تو گھوڑے کھڑے ہیں اور سوار صف باندھے نماز
پڑھ رہے ہیں - وہ کہتا ہے کہ میں جسوقت اُن بدوؤں کے آگے چلا کرتا تھا تو یہ معلوم
ہوتا تھا کہ بادشاہ فوج کے ساتھ جا رہا ہے مگر اسوقت اُن کی صف سے الگ کھڑا
ہوا ایسا ذلیل معلوم ہوتا تھا کہ جیسے ایک کتا کھڑا ہے اور بے اختیار دل چاہتا
تھا کہ میں بھی اُنکی صف میں شامل ہو جاؤں - اُسی دن سے اسلام کی محبت دل میں
آئی اور فضائل اسلام میں وہ کتاب لکھی -

ایک انگریز کا رسالہ فضائل اسلام میں

فرمایا ایک انگریز کا قصہ ہے کہ اُسنے علیگڈھ میں نماز ہوتے دیکھی تو کہا یہی اصول مساوات کہ ادنی اور اعلی میں کچھ تفریق نہیں سب ایکجا تھیں نیز اور ایک امام کے حکم میں ہیں اس سے مذہب اسلام کا صدق ثابت ہوتا ہے۔ ایک دیندار نواب ٹونک کا قصہ ہے کہ یہ پابندِ جماعت بہت تھے ایک دفعہ مسجد میں پہونچے تو ایک غریب آدمی کے وہ برابر جاکر کھڑے ہوگئے وہ بچارا نواب صاحب کو دیکھکر بھنچا اور کچھ ایسا گھبرایا کہ سلام پھیرتے ہی بھاگا فارغ ہونیکے بعد نواب صاحب نے اُسکو بلایا تو وہ ڈرا کہ خدا جانے نواب کیا کریں بعض لوگوں نے مشورہ دیا کہ ڈرنا مت اور کوئی دنیا کا عذر مت کرنا دیندار بننا۔ چنانچہ اُس سے نواب صاحب نے پوچھا کہ کیوں بھاگا تھا تو کہا اسواسطے بھاگا تھا کہ نماز کام ہے دین کا اور آپ دنیادار میرے پاس آکھڑے ہوئے تو خیال ہوا کہیں دنیا مجھکو بھی نہ لگجاوے اسواسطے بچ بچ کر کھڑا ہوا اور پھر جلدی چلا گیا۔ یہ کلمہ کسقدر سخت تھا مگر یہ اثر ہوا نواب صاحب پر کہ سب حاضرین سے کہا یہ شخص بڑا اللہ والا ہے اُس سے مصافحہ کرو اور اُسکا دس بیس روپیہ ماہوار وظیفہ مقرر کردیا۔

۲۷ صفر سنہ ۱۳۳۵ھ روز یکشنبہ ۲۴ دسمبر سنہ ۱۹۱۶ء

شب یکشنبہ مغرب کے وقت گاڑی کوپامئو کے اسٹیشن پر پہونچی۔ پچیس تیس آدمی زیارت کے لئے حاضر تھے اُنہوں نے مصافحہ کرنا چاہا تو فرمایا نماز پڑھلیں وقت ہوگیا ہے سب کی جگہ گاڑی میں نہیں ہے ہم لوگ اندر گاڑی کے پڑھتے ہیں آپ باہر پڑھ لیں۔ لوگوں نے کہا ہم تو آپ کے ساتھ ہی پڑھینگے گاڑی سے اُتر آیئے پلیٹ فارم پر جماعت کرلیں فرمایا چھوٹا اسٹیشن ہے ریل کم ٹھیرتی ہوگی ایک دو منٹ گذر بھی لئے ہیں پلیٹ فارم پر پڑھنے میں بے اطمینانی رہیگی لوگوں نے کہا ہم گارڈ سے کہے دیتے ہیں تاوقتیکہ ہم نماز پڑھ نہ لیں گاڑی نہ چھوڑی جایگی چنانچہ گارڈ سے کہدیا اور نماز شروع کردی گئی اطمینان سے نماز پڑھی فرض پڑھکر حضرت والا نے دیکھا کہ گارڈ منتظر کھڑا ہے چاہا کہ سنتیں گاڑی میں پڑھ لیں لیکن لوگوں نے کہا سنتیں بھی پڑھ لیجیے گاڑی

جا نہیں سکتی۔ گارڈ اور تمام اسٹیشن والے دیکھتے تھے کہ یہ کون بزرگ ہیں۔ اطمینان سے سنتیں پڑھکر ریل میں سوار ہوئے اور سب لوگوں نے مصافحہ کیا تب ریل چھوٹی۔ اُن زائرین میں سے دس آدمی اسٹیشن انڈارا جنکشن تک ریل میں بھی ساتھ رہے اسٹیشن انڈارا پر گاڑی تبدیل ہوئی۔ گاڑی کے آنے میں قریب ایک گھنٹہ کے دیر تھی خدام اسباب اُتارنے میں مصروف تھے دیکھا کہ حضرت والا کو لوگ ویٹنگ روم میں لیگئے جسکو پہلے سے حضرت کے واسطے کھلوا رکھا تھا اُسمیں ایک میز کے آس پاس چار کرسیاں پڑی تھیں ایک کرسی پر حضرت والا بیٹھ گئے اور دیگر کرسیوں پر ایک ایک آدمی اور بیٹھ گیا اور زائرین نے پروانہ وار ہجوم کرنا شروع کیا دس آدمی وہ تھے جو کوپاگنج سے ہمراہ آئے تھے اور کچھ لوگ مؤ سے آئے ہوئے تھے اور ایک گاڑی مؤ سے اُسیوقت اور آئی اُسمیں بہت آدمی اور آئے غرض ویٹنگ روم میں بہت بھیڑ ہوگئی۔ ہم ہمراہی خدام ویٹنگ کے باہر کھڑے تھے اور یہ مشورہ کر رہے تھے کہ اسباب کے اعداد زیادہ ہیں مناسب ہے کہ تینوں خدام اُن کو تقسیم کرلیں اور اپنے اپنے حصہ کے ذمہ دار بنجاویں تاکہ اُٹھانے بٹھانے اور حفاظت میں سہولت ہو چنانچہ ایسا ہی کیا اسباب میں تین بستر تھے اور دو صندوق تھے اور ایک زنبیل اور دو چمڑہ کے بیگ اور دو عدد ناشتہ دان کے اور لوٹا وغیرہ متفرق اعداد تھے۔ بستر تینوں مفتی صاحب نے لئے اور دونوں صندوق اور چمڑہ کے دونوں بیگ مولوی محمد اختر صاحب نے لئے اور زنبیل وغیرہ متفرقات احقر کے حصہ میں آئے۔ یہ تقسیم کرہی رہے تھے کہ محسوس ہوا کہ ویٹنگ روم کے اندر حضرت بلند آواز سے کچھ فرما رہے ہیں احقر جلدی سے اندر پہونچا اور کان لگا کر سُنا تو معلوم ہوا کہ ایک تقریر شروع ہوگئی ہے احقر نے کوشش کی کہ لمپ کے قریب اچھی روشنی میں پہونچ جاوے تاکہ لکھنے میں سہولت ہو مگر زائرین کے ہجوم کی وجہ سے ممکن نہ ہوا بالآخر ایک طرف دیوار سے لگ کر زمین ہی میں بیٹھ گیا اور لکھنا شروع کیا وہاں روشنی صرف اتنی تھی کہ کاغذ پر سطریں دکھائی دیتی تھیں۔ فوت ہوجانے کے اندیشہ سے اُسی حالت میں لکھنا شروع کردیا۔ اور الحمد للہ کہ وہ تقریر اچھی طرح ضبط میں آگئی اُسکو تمنا امتداد ہوا

رفقاء سفر اسباب کو تقسیم کرلیں تو موجب سہولت ہے

کہ جبتک گاڑی نہیں آئی برابر جاری رہی کل وقت اُسکا پون گھنٹہ تھا خلاصہ اُس تقریر کا تکلفات کی تردید اور حقوق معاشرت کی نگہداشت کا ضروری ہونا تھا۔ شروع کا کچھ تھوڑا حصہ اُسکا سُننے سے رہگیا مگر مقصود بحمد اللہ پوری طرح منضبط ہوگیا۔

تقریر ادب العشیر

جب ریل میں سوار ہوکر اندارا سے چلدیئے تو احقر نے عرض کیا اس تقریر کا نام بھی علیحدہ ہونا چاہئیے کیونکہ ماشاء اللہ بسیط اور جامع مضمون ہے۔ حضرت والا نے اُسکا نام ادب العشیر تجویز فرمایا (یہ تقریر صاف ہوچکی۔ بلکہ دو تقریریں اسی موضوع پر اس سفر میں اور بھی ہوئیں اُن کو بھی اسی میں شامل کردیا گیا۔ حجم ادب العشیر کا ۳۲ صفحہ = ۴۰۵ سطر ہوا)

جب مئو کے اسٹیشن پر پہونچے تو زائرین کا مجمع بہت زیادہ تھا۔ حضرت والا کو گاڑی میں سے نکلنا مشکل ہوگیا ہر شخص کی یہ خواہش تھی کہ اسباب خود اُٹھائے۔ اسباب اس سرعت سے اُٹھا لیا گیا کہ پتہ نہ چلا کہ کہاں تھا اور کون لیگیا احقر نے پکار کر کہا اسباب کوئی لے نجائے بلکہ پلیٹ فارم پر جمع کرلیں۔ جب سب اسباب جمع ہوگیا تو احقر نے کہا ہم کسی کو اُٹھانے نہ دینگے تاوقتیکہ ایک صاحب سب کے ذمہ دار نہو جائیں اور وہ اُٹھانے والوں کو پہچاننے والے ہونے چاہئیں۔ تلاش کیا گیا کہ یہاں حضرت کا داعی کون ہے وہی یہ بھی کر سکتا ہے معلوم ہوا کہ وہ ایک حکیم صاحب ہیں چنانچہ وہ سامنے آئے اور پوچھا اسباب کے کل اعداد کتنے ہیں۔ احقر نے عرض کیا سترہ ہیں۔ حکیم صاحب نے سترہ آدمی پیش کئے کہ یہ سب جانے پہچانے ہوئے ہیں۔ ایک ایک عدد ہر ایک کو دیدیا جاوے چنانچہ اسیطرح لیگئے اُدھر حضرت والا پر زائرین کا وہ ہجوم ہوا کہ ہم خدام کو پتہ بھی نہ چلا کہ حضرت کدھر ہیں۔ تھوڑی دیر میں مولوی ابوالحسن صاحب گھبرائے ہوئے آئے اور ہم خدام سے کہا آپ لوگ جلدی چلیں اور سواری میں بیٹھکر روانہ ہوجاویں کیونکہ حضرت والا پالکی میں سوار ہوچکے لیکن فرمایا ہے کہ پالکی روانہ اُسوقت ہوگی جبکہ میں اپنی آنکھ سے ہمراہیان کو روانہ ہوتا دیکھ لونگا۔ یکہ اتفاق سے اُسوقت اسٹیشن پہ ایک ہی تھا اور خدام چار تھے۔

ہمراہیان کی آسائش کا پورا اہتمام

جیسے تیسے اُسی میں بیٹھکر روانہ ہوئے۔ مولوی ابوالحسن صاحب پیادہ پا چلدیئے حضرت والا کی پالکی کے ساتھ بہت ہجوم تھا اور لوگ پالکی کا پایہ پکڑ کر دوڑنے لگے۔ حضرت نے بتاکید فرمایا کہ پالکی کے ساتھ نہ دوڑو آگے چلو یا پیچھے مجھے اس سے تکلیف ہوتی ہے اور فرمایا اس قسم کی شان بنانا متکبرین کا کام ہے اور تصنع ہے۔

پالکی کے ساتھ دوڑنے سے ممانعت

قصبہ میں قیامگاہ پر ایسے وقت پہونچے کہ عشاء کی جماعت ہوچکی تھی۔ اسباب شمار ہو جانے اور ملنے ملانے کے بعد فرمایا اسباب اندر کمرہ میں ایک جگہ رکھدیا جاوے اور کمرہ کا دروازہ بند کر لیا جاوے تاکہ مجمع نہو پھر فرمایا ہم اور ہمارے ساتھی نماز اس کمرہ میں پڑھینگے اور اور لوگ مسجد میں پڑھ لیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کمرہ کا عرض چونکہ دو صف کے قابل نہ تھا اسواسطے حضرت والا وسط صف میں کھڑے ہوئے اور نماز میں الم نشرح اور والتین پڑھی۔ بعد نماز کھانا کھایا۔ ایک قصہ یہ ہوا کہ ایک مسلمان صاحب سربراہ کار ریاست منجھولی کے اسٹیشن انڈارا کے بعد کسی اسٹیشن پر ملے اور بہت اشتیاق ظاہر کیا اور عرض کیا مجھے جانا تو اپنے کام پر تھا۔ مگر حضرت سے الگ ہونے کو دل نہیں چاہتا۔ مئو تک چلونگا اور رات کو حضرت ہی کے ساتھ رہونگا اسپر حضرت نے سکوت فرمایا مئو کے دیگر اشخاص جو اسٹیشن انڈارا سے ہمراہ ہوئے تھے اُنمیں سے کوئی بولا کہ ضرور تشریف لیچلیئے رات کو مئو میں آرام کیجئے اور صبح کو منجھولی کو لوٹ جائیے گا۔ چنانچہ وہ ساتھ رہے۔ جب حضرت والا مئو میں قیام گاہ پر پہونچگئے اور ملنے ملانے سے فراغت ہوگئی تو پوچھا کہ سربراہ کار صاحب کہاں ہیں۔ مگر اسوقت اُنکا پتہ نہ چلا جب کھانا کھانے کی تیاری ہوئی تو مولوی ابوالحسن صاحب سے پوچھا سربراہ کار صاحب کہاں ہیں اُن سے کسی نے ریل میں کہا تھا کہ آپ بھی چلئے پھر اُسنے اُنکی خبر بھی لی۔ اور وہ کہنے والا کون تھا۔ تفتیش کی گئی مگر پتہ نہ چلا کہ وہ کہنے والا کون تھا۔ لیکن معلوم ہوا کہ سربراہ کار صاحب کمرہ کے باہر مجمع میں موجود ہیں۔ فرمایا اچھا ہوا معلوم ہوگیا کہ وہ آگئے بس تحقیق سے یہی غرض تھی وہ ہمارے ساتھیوں میں سے نہیں ہیں۔

رفیق کا خیال رکھنا

رفیق اور غیر رفیق میں امتیاز کرنا

لہذا ہمارا اُنکا ساتھ کھانے اور سونے میں بھی نہو گا۔ اور اس کہنے سے یہ غرض نہیں کہ ہمکو پہلے کھلایا جاوے۔ چاہے ہمکو دیگر مہمانوں کے بعد میں کھلایا جاوے۔ تاخر کا مضائقہ نہیں مگر معیت نہیں چاہتے اور سونے اور اُٹھنے بیٹھنے میں بھی غیر شناسا سے تکلف کرنا پڑتا ہے اسواسطے سوائے ہمراہیان کے کمرہ میں کوئی نہ رہے۔ فرمایا کھانے والوں کی دو جماعتیں ہیں ایک جماعت ہماری اور ایک دیگر مہمانان کی لہذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ دو دفعہ کرکے کھلادیا جاوے۔ اول دیگر مہمانان کو کھلادیا جاوے اور بعد میں ہمکو۔ صاحبخانہ نے عرض کیا انتظام کے لئے آدمی کافی موجود ہیں دونوں جماعتوں کو ایک دم کھلا دینگے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ بعد کھانا کھانے کے پھر پوچھا کہ سربراہ کار صاحب کو کھانا کھلادیا گیا یا نہیں معلوم ہوا کھلادیا گیا۔ کھانا کھاتے ہی فرمایا رات زیادہ گئی ہے اب لیٹ رہنا چاہیے کیونکہ صبح کو پھر سفر کرنا ہے۔ ایک صاحب مولوی عبد الرحمن نامی کھانے میں شریک تھے (یہ حضرت کے شاگرد ہیں مدرسہ جامع العلوم کانپور میں سند فراغ حاصل کی تھی) انہوں نے عرض کیا میں رات کو یہیں رہنے کی اجازت چاہتا ہوں حضرت نے اُنکو اجازت دی۔ حسب معمول سحر کو اُٹھے قبل نماز فرمایا دو چیز جسمیں ہوں وہ مجھے بہت محبوب ہے تقوی اور فہم۔ صحابہ میں بھی یہی دو چیزیں تھیں جن سے وہ کامل مکمل تھے ورنہ سب کے سب پڑھے لکھے بھی نہ تھے۔ تقویٰ اور فہم بڑی چیز ہے صحابہ کی فضیلت اسی سے ہے

فجر کی نماز مسجد میں پڑھی اور سورہ حاقہ اور مدثر پڑھی۔ لوگوں کا اسقدر ہجوم تھا کہ جگہ کا ملنا مشکل تھا۔ بعد نماز فوراً اسباب نہایت عجلت کے ساتھ تیار کیا گیا اور حضرت والا پالکی میں اور رفقاء مع اسباب کے دو یکوں میں بقصد سرائے میر روانہ ہوئے اور یہ قرارداد ہوئی کہ آج دن بھر سرائے میر رہکر رات کو چلکر ۴ بجے شب کو پھر مؤ آجاویں حضرت والا درمیان کے ایک اسٹیشن سے اُترکر موضع فتحپور وغیرہ ہو آویں اور رفقاء مؤ میں ٹھیریں۔ جسوقت سے اسٹیشن انڈارا سے چلے تھے برابر لوگوں کا اصرار تھا اور مؤ میں بھی اسپر برابر گفتگو رہی ہر شخص یہ کہتا تھا کہ ہمارے

یہاں چلئے کوئی ایک دن رہنے کی فرمایش کرتا تھا اور کوئی آدھے دن کی اور کوئی اسی پر راضی تھا کہ گھنٹہ دو گھنٹہ ہی کے لئے تشریف لیچلئے غرض اسقدر اصرار تھا کہ جواب دیتے دیتے تھک گئے۔ بالآخر حضرت نے فرمایا کہ مجھے انکار نہ تھا مگر پہلے سے قرارداد یہ ہو چکی ہے کہ ایک صاحب (خواجہ عزیز الحسن صاحب) الہ آباد آوینگے منگل کے دن مجھے وہاں پہنچنا ضرور ہے۔ مجھے آپ لوگوں کی فرمایشیں پورا نہ کر سکنے کا ازحد قلق ہے مگر اُن سے چونکہ وعدہ ہو چکا ہے اسواسطے مجبوری ہے اب صرف اتنا ہو سکتا ہے کہ منگل کے دن الہ آباد پہونچ جاؤں اور اُن سے یہ ساری حالت ظاہر کیجاوے اگر وہ اجازت دیں اور جو تجویزیں اُنہوں نے مجھے آگے لیجانے کی کر رکھی ہیں اُنکو ملتوی کریں تو میں الہ آباد سے پھر یہاں لوٹ آؤں اور آپکی تجویزوں کی موافق جگہ چلوں مگر اسمیں کئی شرطیں ہیں ایک یہ کہ خواجہ صاحب پر کسی قسم کا زور نہیں دونگا میرے ساتھ یہاں سے ایک ایک وکیل ہر جگہ کا چلے وہ اُن سے گفتگو کرے اور اُن کو راضی کرے جو بات طے ہو جاوے گی میں اُسپر عمل کرنے کو تیار ہوں۔ دوسری یہ کہ صرف ایک دو جگہ کے واسطے میں اتنی تکلیف نہ اُٹھاؤں گا۔ کم سے کم پانچ جگہ کی فرمایش بھی ہو جاوے گی اور وہ لوگ اپنے اپنے وکلا کا انتظام کر لیں گے تو میں چلا آؤنگا۔ لوگوں نے کہا ہمکو یہ شرطیں بھی منظور ہیں مگر سہولت اسمیں ہے کہ خواجہ صاحب کو تار دیدیں تاکہ اُن کو ان تجویزوں کی اطلاع ہو جاوے اور وہ اجازت دیدیں۔ فرمایا کہیں ایسی باتیں تار سے طے ہو سکتی ہیں تار کے قصے بہت دیکھے ہیں باتیں بالمشافہ بھی گھنٹوں میں طے ہوتی ہیں تاروں سے تو کیا کام چل سکتا ہے۔ نیز میری عادت ہے کہ میں کسی پر ذرا بھی بار نہیں ڈالتا اور کسی کو مقید کرنا نہیں چاہتا جو لوگ میرے ساتھ ہیں اسوقت کے میرے قیام سے وہ مقید ہو جاوینگے خدا جانے کسی کو کیا کیا ضرورتیں درپیش ہوں اور مقید ہو جانے سے کیا کیا مصلحتیں اُنکی فوت ہو جادیں اسواسطے ضرورت ہے اور مصلحت اسی میں ہے کہ اسوقت الہ آباد چلا جاؤں اور اگر بات طے ہو جاوے تو پھر لوٹ آؤں۔ لوگوں نے کہا ہمکو یہ سب منظور ہے اور ہم مشورہ کر کے ابھی وکلاء کو تجویز کرتے ہیں جو حضرت کے ساتھ جاوینگے۔ فرمایا اتنی بات میں دوبارہ گوش گذار

وعدہ کی پابندی

تار سے مجیدہ باتیں طے نہیں ہو سکتیں

رفقاء کا خیال رکھنا

کئے دیتا ہوں کہ اس گفتگو کو وعدہ نہ سمجھا جاوے یہ میں نہیں کہتا کہ آگرہ آباد سے لوٹ ہی آؤنگا بلکہ جو بات وکلا اور خواجہ صاحب سے طے ہو گی اُسپر غور کر کے عمل کروں گا۔ ممکن ہے کہ لوٹنا نہو تو اُس صورت میں یہ نہ کہا جاوے کہ وکلا کو ناحق دق کیا اور خرچ کرایا یہ سب دقتیں اور خرچ یقینی امید پر نہیں ہیں بلکہ امید موہوم پر گوارا کیجاویں لوگوں نے کہا سب کچھ منظور رہے اور چار جگہ کے نام لوگوں نے اُسیوقت لکھوا دئے وہ چار جگہ یہ تھیں ہمئی پور۔ پوروہ معروف۔ مبارکپور۔ بہادر گنج۔

بلاوے میں ایک آدمی کو ساتھ لینا

جب حضرت والا مئو سے روانہ ہو کر ریل میں بیٹھ گئے تو پوچھا جو لوگ بلانا چاہتے تھے نہ معلوم اُنھوں نے وکیلوں کے بھیجنے کا کیا انتظام کیا خدام نے عرض کیا صحیح تو معلوم نہیں غالب یہ ہے کہ سست ہو گئے کیونکہ اُنکو امید نہیں رہی کہ خواجہ صاحب ہماری تجویزوں کو منظور کرینگے۔ فرمایا بس جوش ختم ہو گیا۔

پھر فرمایا میں جب کسی کا بلایا ہوا جاتا ہوں تو اُسکے آدمی کو ساتھ لے لیتا ہوں۔ فرمایش کرنا تو سہل ہے مگر یہ مشکل ہوتا ہے انتظام کارے دارد اسمیں بہت سے فائدے ہیں پھر اس مضمون پر ملے گھنٹہ تک تقریر رہی۔ یہ تقریر مستقل طور سے ضبط کیگئی۔ خلاصہ اُسکا اعتدال عادات وافعال ہے۔ اسی وجہ سے اُسکا نام حضرت نے ادب الاعتدال تجویز فرمایا (یہ تقریر ۲۳ صفحہ = ۱۹ سطر پر صاف ہوئی)

تقریر بعنوان ادب الاعتدال

فرمایا ایک شخص جو ہمارے مجمع کے سخت مخالف ہیں بلکہ راس المخالفین ہیں اتفاق سے مجھے ایک اسٹیشن پر ملے اُنھوں نے مجھکو پہچانا نہیں کوئی معزز آدمی سمجھکر کئی دفعہ فرشی سلام کئے میں دوسری طرف متوجہ تھا اسواسطے اُنکو کئی بار سلام کرنا پڑا۔ اسکے بعد کسی نے اُنکو خبر دی کہ یہ فلاں شخص ہے تو اُنکو اسقدر غیظ آیا کہ پلیٹ فارم سے بھی باہر چلے گئے جب ریل میں ہم بیٹھے تو ایک آدمی اُنکے مجمع کا بھی ہمارے درجہ میں بیٹھ گیا مجھے بڑی کدورت ہوئی اور میں نے دعا مانگی کہ یا اللہ یہ یہاں سے چلا جاوے خدا کی قدرت ایک آدمی آیا کہ چلو تھیں اعلیٰ حضرت بلاتے ہیں تب وہ دفع ہوا (یہ اعلیٰ انا ربکم الاعلیٰ میں کا ہے) کسی نے اسپر خوب اعتراض کیا ہے کہ جب انکے واسطے تو اعلیٰ حضرت

ایک مخالف کا قصہ

کرامت

کالفظ بولا جاتا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے کونسا لفظ بولا جاویگا یہ بیہ بےادبی رسول ہے میں کسی کو بُرا بھلا نہیں کہا کرتا ہوں مگر اُن کے واسطے میرے دل سے بُرا نکلتا ہی اُسکی صورت ہی عالموں کی سی نہیں مجموعی ہیئت سے بھانڈ معلوم ہوتا ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ خالص کفار اتنے ممسوخ نہیں ہوتے جتنے یہ لوگ ہوتے ہیں اُسکی وجہ میں بطور لطیفہ کے ایک دفعہ کہا تھا کہ کفر فعل باطن ہی اور سب وشتم فعل ظاہر۔ فعل باطن کا اثر باطن تک محدود رہتا ہے اور فعل ظاہر کا اثر ظاہر ہو جاتا ہے جیسے تبرائی کہ صورت سے پہچانے جاتے ہیں اُنکے علماء دیکھے بالکل جیسے مخنث۔ انگریزی خواں لوگ حالانکہ دین سے مس بہت ہی کم رکھتے ہیں اور اُنپر اسلامی اثر محسوس نہیں ہوتا لیکن ظاہری شان تو ہوتی ہے انمیں وہ بھی نہیں ہوتی اہل اللہ کا سب وشتم بہت ہی بُری چیز ہے خدا بچاوے ؎

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد
میلش اندر طعنۂ پاکاں برد
چوں خدا خواہد کہ پوشد عیب کس
کم زند در عیب معیوباں نفس

اسٹیشن اعظم گڈھ پر کچھ لوگ زیارت کے لئے آئے منجملہ اُن کے مولوی فاروق صاحب شاعر چڑیا کوٹ کے صاحبزادہ محمد مبین صاحب ایڈیٹر رسالہ العلم بھی تھے ایک شخص ریل میں حضرت والا کے پیر دباتا رہا یہ حضرت سے بیعت تھا۔ ایک جگہ ریل کا میل ہوا ایک صاحب کانپور سے آرہے تھے نہ معلوم کس طرح اُنکو خبر ہو گئی کہ ریل میں حضرت والا جارہے ہیں وہ بڑے عقیدت کے ساتھ آکر ملے۔

ایک موقعہ پر فرمایا کہ بھائی اکبر علی سے ایک کلکٹر نے پوچھا تمہارا بھائی کس خیال کا آدمی ہی۔ جواب دیا اسکا معلوم کرنا بہت آسان ہے۔ اُنکے وعظ بکثرت قلمبند ہوئے ہیں اُنکو دیکھ لیجیے اُس سے بالکل صحیح حال معلوم ہو جاویگا۔

فرمایا میں استقبال میں ہجوم کرنے سے بہت گھبراتا ہوں اور اسمیں اخلاقی اور دینی اور دنیاوی بہت مصلحتیں ہیں۔ جیسا استقبال لوگوں نے مؤ کے اسٹیشن پر کیا مجھے یہ پسند نہیں۔ اس طرح تو چند روز میں آدمی فرعون بنجاوے اور اُسکے اخلاق

بالکل تباہ ہو جاویں اور اسمیں زیادہ قصور گشتی علمار اور فقرار کا ہے کہ وہ دھوم دھام اور اژدحام کو پسند کرتے ہیں۔ بس لوگ اسی کے عادی ہو گئے ہیں۔ داعی کا آدمی ساتھ لینے میں ایک یہ بھی مصلحت ہے کہ پھر استقبال میں اتنا مجمع نہیں ہوتا کیونکہ وہاں پہلے سے اطلاع بھی دینے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اور اترتے وقت سب اہتمام اسی آدمی کے سر ہوتا ہے مجھکو کسی طرح کی فکر نہیں ہوتی۔

حکام کا ادب ضروری ہے — حکام کے ساتھ کیا برتاؤ چاہئے

معاملہ مع الحکام کا ذکر ہوا تو فرمایا حکام کا ادب میں ضروری سمجھتا ہوں ترکِ ادب کوئی کام کی بات نہیں بلکہ اسمیں شرارت نفس یعنی شیخی ہے کہ ہم ایسے ہیں کہ حاکم سے بھی نہیں دبتے نہ دبنا کیا معنی جب اسکو خدا تعالیٰ ہی نے حاکم بنایا ہے یوں نہ دبو گے تو دبائے جاؤ گے اور رعایا ہو کر نہ دبنے سے کیا کوئی عقلمند یہ کہدیگا کہ رعایا ہونے سے نکل گئے رعایا ہونے کا دھبہ تو رہے ہی گا میں از طرف خود تو حکام سے میل جول بڑھانیکا مخالف ہوں خصوصًا علمار کے لئے کہ یہ انکی وضع کے بالکل خلاف ہے علمار کو تو گوشہ نشین ہونا چاہئے۔ لیکن اگر ملنا ہو یا کوئی کام پڑے تو ادب کرنا ضروری سمجھتا ہوں اور بے ادبی اور منہ زوری کو شرارت نفس سمجھتا ہوں۔

بریلی کا ایک قصہ — حکام سے ملنے نہ جانا بھی تکبر ہے — مہمان کا اکرام اسکے مذاق کے موافق ہونا چاہئے

میں بریلی گیا تھا صاحب جنٹ علم دوست آدمی تھے انہوں نے سنا تھا کہ میں نے تفسیر لکھی ہے مجھسے ملنے کا اشتیاق ظاہر کیا مجھسے بھائی اکبر علی نے کہا کہ ایسی بات ہے میں نے کہا ٹال دیجئے ہاں اگر کئی دفعہ کہیں اور اصرار کریں تو کیا مضائقہ ہے۔ انھوں نے پھر اشتیاق ظاہر کیا اور اسکے لئے بھی تیار تھے کہ مجھ سے خود آکر ملیں میں نے کہا نہیں میں خود ملونگا اگرچہ یہ خیال ہو سکتا تھا کہ اُن کے آنے میں علم کی وقعت ہے مگر سمجھ میں آیا کہ یہ صرف نفس کی تاویل ہے اور اصل اسکی شہرت اور عجب ہے۔ نیز خیال ہوا کہ اگر وہ آویں گے تو وہ مہمان ہوں گے اور مہمان کا اکرام اُسکے مذاق کے موافق ہونا چاہئے اور اُن کے مذاق سے میں واقف نہیں تو سوائے اسکے کہ مجھکو خلجان ہو اور مہمان کو بھی انبساط نہ ہو کیا ہوگا اور ہم جاوینگے تو ہم مہمان ہوں گے تو ہمارا اکرام اُنکے ذمہ ہو گا پھر ہم لوگ طالب علم ہیں ہماری کوئی شان نہیں

جسکے خلاف ہونے سے تکلیف ہو۔ چنانچہ میں اور بھائی اکبر علی گئے بنگلہ پر پہونچے تو معلوم ہوا کہ غسل کر رہے ہیں۔ نماز کا وقت ہوگیا ہم نے وہیں رومال بچھا کر نماز پڑھی اتنے میں وہ بھی غسل سے فارغ ہو گئے پھر کمرہ میں آئے اور بڑے اکرام سے پیش آئے خاص اپنی چوکی پر جو بڑے تکلف کی تھی مجھے بٹھایا مختلف باتیں کرتے رہے۔ پوچھا ہم نے سنا ہے کہ آپ نے قرآن کی تفسیر لکھی ہے۔ میں نے کہا ہاں۔ کہا قرآن تو بڑی کتاب ہے میں نے کہا ہاں تفسیر اُس سے بھی بڑی ہوگئی بارہ جلدوں میں ہے۔ کہا آپکو کتنا روپیہ ملا میں نے کہا ایک پیسہ بھی نہیں کہا پھر اتنی بڑی کتاب لکھنے سے کیا فائدہ میں نے کہا دو فائدے ہیں۔ ہمدردی قومی یعنی مسلمانوں کو دینی نفع پہونچا جو کہ دنیا میں ایک نفع ہے اور خوشنودی احکم الحاکمین جو کہ نفع آخرت ہے اُنھوں نے بہت تعجب کیا کیونکہ یورپ کے مذاق کے یہ بات بالکل خلاف ہے۔

فرمایا ترک تعظیم حکام میں دنیا اور آخرت دونوں کا نقصان ہے دنیا کا تو ظاہر ہے اور آخرت کا یہ کہ حکام سے بگاڑ کر آدمی بس اُس کام کا رہجاتا ہے کہ ہر وقت اُس سے بچنے کی تدبیر کرتا رہے قانون دیکھا کرے اور تیری میری خوشامدیں کرتا پھرا کرے۔ کیونکہ حاکم سے سر بر ہونا بڑا مشکل ہے اگر حاکم قانون قاعدہ کا پابند ہو تو تب تو ظاہر ہے اور اگر آزاد نہ بھی ہو تب بھی قانون کے اندر بھی اتنی گنجائشیں ملتی ہیں کہ گرفت سے بچنا مشکل ہے جو لوگ بڑے دلیر کہلاتے ہیں اور جنھوں نے حکام سے مقابلے کئے قلب اُنکا بھی فارغ نہیں رہتا گو وہ اپنی تشویشات کو ظاہر نہ کریں مگر رہتے ہیں بڑے فکروں میں ایسی حالت میں دین بھی کیا درست رہتا ہے۔ آدمی ایسا کوئی کام نہ کرے جس سے قلب کو مشغولی بغیر حق ہو ہر وقت قلب کو مہیا رکھے توجہ الی الحق کے لیے۔

کسی نے عرض کیا کہ حضرت کے بال اس عرصہ دو سال میں زیادہ سفید ہو گئے فرمایا ہاں مجھے ایک طاعونی بخار آیا تھا یہ اُسکا اثر ہے وہ ایسا بخار تھا کہ الامان میں سترہ روز بیہوش رہا بالکل بیہوشی نہ تھی بدحواسی تھی اور بدن ایسا بے قابو ہوگیا تھا

خدمتِ دینی بلا عوض

حکام کی بے ادبی سے دنیا و آخرت دونوں کا نقصان ہے

مشوش قلب کوئی کام نہ کرنا چاہئے

مرض میں حضرت والا کا استقلال فی الدین

حفظ حق تعالیٰ

ایک کرامت

کہ میں کھڑا نہو سکتا تھا مگر نماز برابر کھڑے ہوکر پڑھی دو آدمی کھڑا کر دیتے تھے بس جب نیت باندھ لیتا تھا تو ضعف بالکل نہیں معلوم ہوتا تھا مگر احتیاطاً ایک آدمی قریب کھڑا رہتا تھا کہ اگر گروں تو سنبھال لے مگر یہ نوبت کبھی نہیں آئی دوسرے یہ کہ اُس بدحواسی میں آنے والوں کے ساتھ کسی مناسب برتاؤ میں فرق نہیں آیا گویا حواس میں غلطی نہیں آئی - ایک شخص کا بیان تو یہ ہے (مجھے تو بعد افاقہ کے یاد نہیں کہ یہ واقعہ ہوا تھا) کہ میرا حقہ آپنے چھڑایا میں مزاج پرسی کے لئے آیا تھا آپ کے قریب بیٹھا تھا آپ نے بہت خفگی سے کہا مُنہ میں بُو آتی ہے الگ ہٹ کر بیٹھو - اُسوقت سے میں نے قطعی حقہ چھوڑ دیا - تیسرے یہ کہ اُس حالت میں آخرت سے غفلت نہوئی اس سے اُمید ہے کہ انشاء اللہ خاتمہ کے وقت بھی خیال رہیگا - ذکر کی طرف بھی بقدر ضرورت توجہ رہی اس سے بھی حسن خاتمہ کی اُمید ہے - چوتھے یہ کہ نامناسب کوئی بات منہ سے نہیں نکلی - کھانا اُن دنوں میں بالکل نہیں کھایا مگر دونوں وقت یہ معلوم ہوتا تھا کہ پیٹ بھر جاتا ہے جانے کون کھلا دیتا تھا -

اسٹیشن فراہری پر ایک صاحب مولوی ابوبکر نامی مع آٹھ دس آدمیوں کے زیارت کے لئے آئے - جب اسٹیشن سرائے میر پہونچے تو دیکھا کہ بڑا مجمع استقبال کے لئے موجود ہے جو تخمیناً دوسو سے کم نہوگا اور خواجہ عزیز الحسن صاحب بھی الہ آباد سے آگئے ہیں - حضرت والا سے خواجہ صاحب کی یہ قرارداد ہوئی تھی کہ منگل کے دن حضرت الہ آباد پہونچیں چنانچہ اسی کی کوشش کی جارہی تھی خواجہ صاحب الہ آباد سنیچر کو پہونچ گئے اور ابھی حضرت کے تشریف لانے میں دو روز باقی تھے اُنسے صبر نہوا اور سرائے میر میں آملے اور مولوی عبدالرحمن صاحب ساکن بکھرا ضلع اعظم گڈھ بھی اسی وقت سرائے میر پہونچے اور اسٹیشن پر ملے - یہ بزرگ تھوڑے عرصہ سے تھانہ بھون میں مقیم تھے اجازت وخلافت ملنے کے بعد اب گھر کو جا رہے تھے راستہ میں حضرت کے سرائے میر تشریف آوری کی خبر سُنکر یہیں رہ گئے - اسباب قصبہ کو روانہ کیا گیا اور حضرت کو پالکی میں لے گئے

قصبہ چونکہ قریب تھا ہم خدام نے سواری کا انتظام نہ کیا کیونکہ اسوقت سواری موجود نہ تھی اور قصبہ سے آنے میں دیر لگتی پیادہ پا قصبہ گئے پالکی کی چال تیز ہوتی ہے وہ پہلے پہونچگئی اور ہم خدام ذرا دیر میں پہونچے۔ راستہ میں زائرین اسقدر تھے کہ راستہ پوچھنے کی ضرورت نہ تھی جیسے عید کا راستہ چلتا ہے اسطرح راستہ چل رہا تھا بعض جگہ بازار والوں سے پوچھنے کا اتفاق ہوا تو یہ جواب ملا کہ بارات اسی طرف کو گئی ہے تمام قصبہ میں غل تھا بنئے یہ سمجھے ہوئے تھے کہ کوئی بارات آئی ہے ہم خدام جب قیامگاہ پر پہونچے تو دیکھا کہ ایک مسجد کے آگے ایک شامیانہ لگایا گیا ہے اور فرش بچھا ہوا ہے اور شمال میں ایک کھپریل پوش مکان کے برآمدہ میں کسیر بچھی ہوئی ہے وہ حضرت والا کے بیٹھنے کے لئے ہے اور شامیانہ زائرین کے لئے ہے اور تمام محلہ میں وہ خوشی ہے کہ گویا شادی ہے۔ حضرت والا خدام سے پہلے پہونچ چکے تھے۔ پہونچتے ہی رفقاء کے لئے ایک چھوٹا سا کمرہ جو اُس برآمدہ کے برابر میں تھا مخصوص کرا دیا۔ جسوقت احقر پہونچا تو اسقدر مجمع تھا کہ تل دھرنے کی جگہ نہ تھی حضرت والا کے قریب پہونچنا مشکل تھا۔ حضرت والا نے دیکھ پایا۔ فرمایا اندر آجاؤ یہ کمرہ آپ ہی لوگوں کے لئے ہے صاحبخانہ نے اُس کمرہ میں حضرت والا کی چارپائی بچھائی تھی اور اُس کمرہ میں نیچے کسیر بچھی ہوئی تھی اور اُسکے اوپر فرش تھا ہم خدام اُس کمرہ میں نہایت آزادی کے ساتھ رہے۔ مجمع کی حالت قابل دیکھنے کی تھی لوگ پروانہ وار حضرت پر گرتے تھے اور جوق جوق ہر طرف سے چلے آتے تھے۔ مجمع میں ایک نوجوان مجذوب تھے وہ اسٹیشن پر بھی استقبال کے لئے گئے تھے یہ صاحب عرصہ سے حضرت والا سے تعلق رکھتے ہیں اور رونا اُنپر غالب ہے اسٹیشن پر حضرت نے دیکھتے ہی فرمایا دیکھو رونا مت بس یہ کہنا تھا اور وہ زار زار رونے لگے۔

ع چھیڑ نا مت کہ بھرے بیٹھے ہیں + پھر برابر جب تک حضرت کے پاس بیٹھے رہے روتے رہے۔

رفقاء کا خیال رکھنا

لطیفہ ۶

ایک مولوی صاحب کا ذکر ہوا کہ اُنکو بخار رہتا ہے فرمایا اُنکو ایک بخار نہیں دو بخار ہیں ایک فصلی اور ایک وصلی (یعنی متعلقین کی وجہ سے کہ اُن سے اُنکو بڑا رنج پہونچتا ہے اور مرض میں زیادتی ہو جاتی ہے۔)

زائرین کے ہجوم نے حضرت کو بہت خستہ کر دیا تھا اسواسطے تقریباً دو گھنٹہ کے بعد برآمدہ سے حضرت والا اس کمرہ میں آگئے جسمیں خدام تھے اور اُسمیں چارپائی حضرت کی بچھی ہوئی تھی

تھی اور دروازہ بند کرلیا خدام نے عرض کیا چارپائی پر لیٹ جائیے اور خدام بدن دبادیں تاکہ کچھ تکان رفع ہو جگہ کی تنگی دیکھکر فرمایا چارپائی کھڑی کر دیجائے تو اچھا ہے فرش پر لیٹ رہونگا چنانچہ ایسا ہی ہوا خدام بدن دباتے رہے۔

ذکر ہوا کہ شامیانہ کو شامیانہ کیوں کہتے ہیں۔ فرمایا یہ اہل شام کی ایجاد ہے اسواسطے اُنہیں کی طرف منسوب ہے۔

کھانے کا وقت ہوا تو فرمایا ہمارے ساتھ ہمارے رفقاء کے سوا کوئی نہو حتی کہ صاحب خانہ بھی یہاں موجود نہوں کیونکہ ہم آزادی سے نہ کھا سکینگے چنانچہ کھانا آنے کے بعد دروازہ بند کرلیا گیا کھانے میں روٹیاں میدہ کی تنوری تھیں جو حضرت والا کی عادت کے بالکل خلاف تھیں چند لقمے کھاکر فرمایا ان کے ہضم کے لئے تو یہیں کے لوگوں کا معدہ چاہئے انکو نہ کھاؤ مگر خاموش رہو صاحبخانہ سنے گا کہ روٹی پسند نہ آئیں تو اُسکو ملال ہوگا اُسنے نہ معلوم کس جوش اور خلوص سے کھانا پکایا ہے چنانچہ سب نے چاول وغیرہ زیادہ کھائے (سفر میں ایسے موقعے بہت جگہ پیش آئے مگر حضرت والا نے قولاً و فعلاً کسی طرح ظاہر ہونے نہیں دیا کہ یہ چیز خلاف طبع ہے) دوسرے وقت صاحبخانہ سے فرمایا کہ دن میں روٹیاں ذرا سخت تھیں جسکی وجہ یہ ہے کہ میدہ کی تھیں اسوقت بغیر چھنے آٹے کی پکائی جاویں تو اچھا ہے۔

ظہر کے وقت اسقدر مجمع تھا کہ تمام شامیانہ کے نیچے صفیں تھیں اور برآمدہ اور کمرہ سب میں نماز پڑھی گئی۔ قبل نماز لوگوں نے عرض کیا کہ یہ مسجد بہت ذرا سی ہے جامع مسجد میں تشریف لیچلئے وہاں جگہ فراخ ہے اور لوگ وہاں منتظر بھی ہیں۔ فرمایا مسجد کو بالکل چھوڑ دینا مناسب نہیں کیونکہ اس صورت میں یہاں بالکل جماعت نہو گی حالانکہ مسجد محلہ کا حق ہے مناسب ہے کہ کچھ لوگ یہاں پڑھیں اور کچھ وہاں۔ لوگوں نے کہا حضور کے پیچھے نماز کے پڑھنے کے بہت لوگ خواہشمند ہیں اسی خیال سے وہ وہاں گئے ہیں کہ حضور وہاں جاوینگے اب اُن کو یہیں بلالیں۔ فرمایا یہ بھی مناسب نہیں کیونکہ وہاں پڑھینگے تو مسجد میں پڑھینگے اور یہاں مسجد میں جگہ نہیں مسجد کے باہر کھڑا ہونا ہوگا۔ مسجد کی فضیلت فوت ہو جاوے گی۔ لوگوں نے وعظ کے لئے اصرار کیا تو فرمایا طبیعت متحمل نہیں یہ سفر اسی غرض سے کیا گیا ہے کہ آرام ملے۔ لوگوں نے پھر اصرار کیا تو فرمایا یہی بات

کی قدر نہیں لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ نخرہ کرتے ہیں وعظ تو ہمارا فرض منصبی ہے یہ کام تو ہمکو بلا آپ کی خواہش کے بھی کرنا چاہئے اور خوشامد کرانے کی کبھی عادت نہیں ہوئی مگر عذر سے کیا کیا جاوے۔ اصرار کی عادت بُری ہے ہمیشہ خیال رکھئے کہ فرمایش کر کے واعظ کی رائے معلوم کر کے کچھ اصرار نہ چاہئے

کھانا کھاتے میں فرمایا خدا جانے یہ کیا رواج ہے کہ مہمان کے لئے کھانا اپنے مذاق اور خواہش کے موافق پکاتے ہیں حالانکہ موٹی سی بات ہے کہ جب اُس سے خوہش کرنا مہمان کا مقصود ہے تو اُسکے مذاق کے موافق ہونا چاہئے ورنہ اُسکی خوشی تو نہوئی اپنی خوشی ہوئی اُسکو تابع بنایا اور خود متبوع بنے۔ کھانے میں کھانے والے کے معمول کو دیکھنا چاہئے۔ اگر ذوق شوق نہ مانے تو اُسکے پورا کرنے کی صورت یہ بھی تو ہے کہ اپنی خوشی کے کھانے بھی پکائے جاویں مگر اُسکے مذاق کا کھانا ضرور ہونا چاہئے ورنہ بعض وقت وہ بالکل معذور رہتا ہے۔ فرض کرو کسی کو چاول نقصان کرتے ہیں تو یہ کیا انسانیت ہے کہ چاول ہی اسکو ضرور کھلائے جاویں اگر اُسکو چاولوں سے نقصان ہوا تو کیا مہمانی ہوئی مگر رسوم ایسے غالب ہوئے ہیں کہ اسکی کچھ پروا نہیں۔ میرے نزدیک مہمان کو وہی چیز کھلانا چاہئے جو اُسکو مرغوب ہو لیکن کہیں ایسا نہیں کیا جاتا۔ بس نہ عقل سے بحث رہی نہ آسایش سے رواج ایک چیز رہگیا ہے کہ اُسی پر سب مرتے ہیں دیکھئے گھروں میں بھی جہاں اپنا اختیار ہے اور کچھ تکلف وغیرہ کی ضرورت نہیں وہاں بھی آسایش پر اور طبیعت پر رواج ہی کو ترجیح دیجاتی ہے مثلاً رواج ہے کہ دو وقت ایک چیز نہیں پکاتے بعض دفعہ گھر میں مجھ سے پوچھتی ہیں کیا پکاویں اور میں جو چیز مرغوب ہوتی ہے بتاتا ہوں تو کہتی ہیں صبح تو یہ پکائی ہی تھی دونوں وقت ایک چیز بھی کوئی پکاتا ہوگا یہ کیا خرافات ہے جس چیز کو طبیعت چاہی کھا پکالی۔ رواج کے پیچھے خلاف طبیعت چیز کو کیوں اختیار کیا۔ اصل یہ ہے کہ تکلفات عادت کے اندر داخل ہوگئے ہیں اور طبیعت ثانیہ بنگئے ہیں۔ کھانے پینے کا بھی قاعدہ قانون بنگیا ہے صحابہ کے طریق کو چھوڑدیا وہ بالکل سادہ زندگی کو پسند کرتے تھے جو کا آٹا بے چھنا کھاتے تھے اتنا ہو تو کچھ تو مشابہت ہو۔ سادگی چاہئے۔

فرمایا دین کی تعلیم سے بہتر آجکل کوئی خدمت نہیں جسکو خدا تعالیٰ علم دے تو اُسکے لئے اس سے بہتر کوئی مشغلہ نہیں اسکی آجکل سخت ضرورت ہے اور فضیلت بھی اسکی اسقدر ہے کہ

کسی پر اصرار خلاف طبع نہ چاہئے

مہمان کے لئے کھانا اسکے مذاق کے موافق ہونا چاہئے

رواج کے پیچھے خلاف طبع چیز کیوں اختیار کیا جاوے

صحابہ کی سادگی

آجکل بہتر مشغلہ علوم دینیہ ہیں

شاید ہی کسی دوسرے عمل کی ہو جب تک سلسلہ تعلیم کا چلا جاویگا قیامت تک نامۂ اعمال میں ثواب بڑھتا جاوے گا۔

مناسبت سے اصلاح جلد ہوتی ہے

اصلاح باطن کا ذکر ہوا تو فرمایا اس طریق میں زیادہ نفع مناسبت سے ہوتا ہے طبعی مناسبت ہو۔۔۔۔۔۔ یا مناسبت پیدا کر لی جاوے تب نفع ہوتا ہے اسیواسطے میں طالبین کو پاس رکھتا ہوں بعض ناسمجھ لوگ اسکو بڑی سخت شرط سمجھتے ہیں حالانکہ اسکی سخت ضرورت ہے اور اس سے اتنی جلدی کام ہو جاتا ہے کہ ویسے نہیں ہوتا وجہ یہ کہ اس سے مناسبت پیدا ہو جاتی ہے اور جب تک مناسبت نہو تو ہزار مجاہدہ و ریاضت کرے نفع نہیں ہوتا

سفر الہ آباد کے لئے تجویزیں ہوئیں معلوم ہوا کئی لائنیں جاتی ہیں فرمایا جسمیں راستہ مختصر ہو اور وقت کم صرف ہو اسکو اختیار کرنا چاہئے۔ فرمایا ایسے موقعوں پر جغرافیہ کے جاننے کی ضرورت ہے جس سے طلبہ کم آشنا ہیں پھر فرمایا مگر جغرافیہ کے نہ جاننے سے کبھی بحمد اللہ نقصان نہیں ہوا اگرچہ لوگ علماء کو اسوجہ سے بیوقوف کہتے ہیں (حالانکہ ضروریات میں باہم حفظ مراتب نہ کرنے سے بیوقوف خود ہیں۔ زادہ الجامع)

اچھا کھلاوے تو کام بھی اچھا کرے

فرمایا اچھا کھانے میں بھی اسوقت کچھ حرج نہیں کہ کام بھی اچھا کرے ایک شخص مجاہدہ اسطرح کرتے تھے کہ نفس نے پلاؤ کی خواہش کی اُنہوں نے کہا اچھا پلاؤ ہی ملیگا اور پلاؤ پکایا اور نفس سے کہا دس رکعت نفل پڑھ لو تو یہ ملیگا۔ جب دس پڑھ لیں تو کہا آٹھ اور پڑھ لو تب ملے گا۔ جب آٹھ اور پڑھ لیں تو پلاؤ کھلا دیا۔ اور وعدہ پورا اسواسطے کرتے کہ اگر نہ کرتے تو پھر وہ کام کرکے نہ دیتا۔

ذاکر کا خاتمہ بہت صاف ستھرا ہوتا ہے

فرمایا ذکر اللہ میں جی لگے نہ لگے نباہے جاوے۔ ذکر اللہ عجیب چیز ہے اُسکی قدر مرتے وقت معلوم ہوگی جنکے قلب میں ذکر رچ جاتا ہے اُن کا خاتمہ بہت پاک صاف ستھرا ہوتا ہے۔

ذاکرین کو اور کوئی شغل نہ چاہئے

فرمایا میں ہر شخص سے وہ کام لیتا ہوں جسکے واسطے وہ میرے پاس آیا ہو حتی کہ ذاکرین اگر کسی کا خط لاتے ہیں یا استفتاء لکھا ہوا دیتے ہیں تو میں واپس کر دیتا ہوں اور کہدیتا ہوں کہ تم اپنے کام میں لگو یہاں دوسروں کے کام کے لئے نہیں آئے ہو۔ ایسا نہ کروں تو وہ اپنے کام سے رہجاویں۔ بزرگوں نے لکھا ہے کہ اپنے شیخ کے پاس جاوے تو کسی کا سلام تک نہ پہونچاوے

فرمایا آدمی تھوڑا سا لگاؤ اللہ تعالیٰ کے ساتھ پیدا کرلے پھر دیکھئے کیا کیا رحمتیں ہوتی ہیں۔ فرمایا حضرت حاجی صاحب فرمایا کرتے تھے کسی عمل کی ہمیشہ توفیق ہونا اسکی قبولیت کی علامت ہے اور اسکی مثال ہے کہ آنیوالے کو دوبارہ اجازت جیسے دیتے ہیں جبکہ اس سے ناخوش نہوں بعض وقت اعمال صالحہ میں ایسی کشش ہوتی ہے کہ آدمی اسکو چھوڑ نہیں سکتا اور اسپر حکایت بیان فرمائی کہ ایک آقا بے نماز تھے اور غلام نمازی تھا ایک دفعہ چلے جارہے تھے نماز کا وقت ہوا تو غلام نے کہا میں مسجد میں نماز پڑھ لوں آقا صاحب باہر کھڑے رہے اور غلام مسجد میں گیا غلام کو دیر لگی تو آقا نے آواز دی غلام نے کہا آتا ہوں مگر پھر دیر ہوئی تو آقا نے آواز دی جواب دیا آنے نہیں دیتا کہا کون نہیں آنے دیتا کہا وہ جو تجھکو اندر نہیں آنے دیتا۔

فرمایا اب وحی تو نازل ہونے سے رہی اب اگر کسی عمل کا مقبول ہونا معلوم ہو سکتا ہے تو صرف علامات سے ہو سکتا ہے ان نشانیوں سے معلوم ہوتا ہے کہ کام کرنے والا مردود نہیں ہے۔

لطیفہ - فرمایا ایک دوست نے عجیب نکتہ بیان کیا کہ عورتیں شیطان سے زیادہ ہیں کیونکہ حق تعالیٰ نے شیطان کے مکر کی نسبت تو فرمایا ہے ان کید الشیطٰن کان ضعیفا اور عورتوں کے مکر کی نسبت فرمایا ہے ان کیدکن عظیم - پھر فرمایا یہ صرف لطیفہ ہے ورنہ قرآن شریف کا مطلب یہ نہیں ہے کیونکہ مکر شیطان کو ضعیف فرمایا ہے بمقابلہ حمایت حق کے اور عورتوں کے مکر کو عظیم فرمایا ہے بمقابلہ مردوں کے اور درحقیقت مکر شیطان ہی کا بڑھا ہوا ہے کیونکہ عورتوں کو بھی مکر شیطان ہی سکھلاتا ہے۔

شاہ گنج ضلع اعظم گڈھ سے کچھ لوگ حضرت والا کو لینے کے لئے آئے مگر حضرت نے عذر کیا کہ وقت بالکل نہیں ہے۔ عصر کی نماز میں تخمیناً ۲۰۰ آدمی تھے۔

تبرک کا ذکر ہوا تو فرمایا تبرک کہاں تک کوئی تقسیم کرے عمدہ ترکیب یہ ہے کہ جو چیز تبرک کی لینی ہو وہ لاکر دیدے اور بعد چند روز استعمال کے اسکو لیلے عرب میں یہی طریقہ ہے تبرک کا کہ اپنے پاس سے کوئی چیز لائے کہ اسکو استعمال کیجئے پھر ہمیں دیدیجئے اسپر بھی حضرت حاجی صاحب کی گٹھری ایام حج میں خالی ہو جاتی تھی۔ مجمع میں سے کسی نے حضرت والا

سے پوچھا کہ اپنی چیز لاکر دینے اور واپس لینے سے وہ تبرک تو ہوا جسکو لوگ چاہتے ہیں کہ اپنی کوئی چیز دیں۔ یہ تو جب ہی ہو سکتا ہے جبکہ اپنی ملک میں سے کوئی چیز دیں فرمایا یہ تو بہت سہل بات ہے ترکیب یہ ہے کہ وہ چیز اُنکی ملک کر دے۔

کسی نے سوال کیا کہ جو کپڑا تبرکاً لیا گیا اُسکو دھو ڈالے تو کیا برکت جاتی رہیگی۔ فرمایا برکت کیا جاتی مگر اچھا یہ معلوم ہوتا ہے کہ نہ دھووے اُسکو ویسا ہی رہنے دے اور کبھی کبھی پہن لیا کرے۔

کہنے کی بات نہیں مجھے بھی شبہ تھا کہ تبرکات میں کیا اثر ہوگا مگر یہ قصہ پیش آیا کہ کرانہ میں ایک بزرگ تھے قوم کے وہ گوجر تھے اُنہوں نے مجھکو ایک چوغہ بناکر بھیجا۔ میری عادت چوغہ پہننے کی نہیں ہے مگر تبرکاً اُسکو رات کے وقت پہن لیتا تھا کئی دن کے بعد یہ بات معلوم ہوئی کہ جب تک وہ چوغہ بدن پر رہتا وسوسہ معصیت کا نہ آتا تھا فرمایا مگر باوجود اسکے مجھے زیادہ دلچسپی نہیں تبرکات سے حضرت حاجی صاحب کے تبرکات سب میں نے بانٹ دئیے میں نے اُنکو اس طرح نہ رکھا جیسے لوگ رکھتے ہیں کہ اعمال سے بھی زیادہ اُنکی تعظیم میں غلو کرتے ہیں اصل چیز اعمال ہیں اُنکا اہتمام چاہیے۔ حضرت حاجی صاحب نے چلتے وقت کچھ کتابیں مجھکو دینا چاہیں میں نے عرض کیا حضرت کچھ سینہ میں سے دلوائیے ان کتابوں میں کیا رکھا ہے حضرت بہت خوش ہوئے پھر کچھ بھیجنے بھجانے کا اہتمام چھوڑ دیا۔ میرے بعد حضرت نے حکم دیا خادم کو کہ کتابیں میرے لئے جہاز پر روانہ کردیں بعض حاسدوں کو یہ بات سخت ناگوار ہوئی اور اُنہوں نے یہ ترکیب کی کہ اُنپر وقف لکھکر حضرت کی مُہر کردی اور کہدیا حضرت یہ تو وقف ہو چکی ہیں حضرت کو اس قصہ سے رنج ہوا حضرت کے مذاق سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اسکا زیادہ اہتمام پسند نہ تھا۔ ربط قلوب چاہیئے اُس سے کام ہوتا ہے نہ یہ کہ نماز نہ روزہ بس موئے مبارک لیکر بیٹھ گئے۔

غلو کسی کام میں بھی اچھا نہیں کسی نے حضرت حاجی صاحب کو القاب میں رب المشرقین ورب المغربین لکھا تھا حضرت نے سُنا تو فرمایا جہل بھی کیا بُری چیز ہے۔

بزرگوں کے یہاں ہر قسم کے آدمی آتے ہیں چنانچہ حضرت حاجی صاحب کے یہاں رب المشرقین والا خط آیا اور اسکے مقابل ایک صاحب مولانا محمد یعقوب صاحب کی شان جلال وجمال دیکھکر فرماتے ہیں سبحان اللہ کیا بزرگ ہیں بس فرعون بے سامان ہیں (استغفر اللہ) سیدھا

آدمی تھا کہیں یہ لفظ کتاب میں لکھا ہوگا اور یہ دیکھا نہیں کہ اسکے معنی کیا ہیں اور کس موقعہ و محل کا یہ لفظ ہے بس یہ سمجھے کہ تعظیم کا کلمہ ہے اور کیا اچھے موقع پر اسکو استعمال کیا۔ بزرگوں کے یہاں فہم کی بڑی قدر رہی ہے۔ سرائے میر میں جس جلسہ میں حضرت یہ باتیں کر رہے تھے اُس جلسہ میں مولوی عبدالرحمن صاحب (خلیفہ حضرت) کے والد بھی موجود تھے اُنہوں نے بیان کیا کہ حضرت حاجی صاحب نے مولانا احمد حسن صاحب کانپوری کی بابت فرمایا کہ اُنکی نسبت اچھی ہے۔

فرمایا حضرت والا نے کہ حضرت حاجی صاحب کے یہاں خدام کی بڑی قدر تھی حضرت میں انکسار اور تواضع اسقدر تھا کہ چھوٹا تو کسی کو سمجھتے ہی نہ تھے۔ ایک مرتبہ حضرت گنگوہی نے ایک عمامہ بھیجا تو حضرت نے اُسکو سر پر رکھ لیا۔ اور وطن سے تو اسقدر تعلق تھا کہ مولوی معین الدین صاحب نے ایک ہرن تھانہ بھون سے شکار کیا تھا اُسکی کھال حضرت کے یہاں بھیجی تو فرمایا اسمیں بوئے وطن آتی ہے کہا گیا یہ کھال تھانہ بھون کے ہرن کی ہے فرمایا ہاں یہی وجہ ہے ایک شخص نہایت مسخرہ اور بیباک تھانہ بھون کے رہنے والے جنکو حضرت نے دیکھا بھی نہ تھا حضرت کے یہاں گئے اور زیادہ مجمع کی وجہ سے ایک طرف پیچھے بیٹھ گئے حالانکہ وہ کچھ دیندار اور حضرت کے مذاق کے نہ تھے مگر بیٹھتے ہی حضرت نے فرمایا اس مجلس میں کوئی شخص وطن کا ہے وہ پیچھے کو بیٹھے ہوئے تھے۔ عرض کیا حضرت میں ہوں تھانہ بھون کا حضرت کو وطن سے اسقدر محبت تھی کہ تھانہ بھون کے حالات مفصل پوچھا کرتے تھے در و دیوار کو الگ الگ پوچھتے۔ پوچھا کرتے کہ اگر میں اب تھانہ بھون جاؤں تو کہاں ٹھیروں۔ ایک دفعہ مولانا فتح محمد صاحب خلوت میں حاضر ہوئے حضرت اُن سے باتیں کرتے رہے وقت زیادہ صرف ہوگیا مولانا نے بطور معذرت عرض کیا حضرت کے اوراد و عبادات میں آج حرج ہوا۔ فرمایا احباب کی اور اہل دل کی دلجوئی کرنا کیا عبادت نہیں۔ غرض حضرت کو شفقت بہت زیادہ تھی اسکی وجہ سے حضرت سے نفع زیادہ ہوا ایسا ہی کسی نے کہا ہے ؎

بندۂ پیر خراباتم کہ لطفش دائم است | زانکہ لطف شیخ و زاہد گاہ ہست و گاہ نیست

ایسی شفقت کسی شیخ میں دیکھی ہی نہیں۔ ناراضی میں بھی کبھی کسی کو نہیں نکالا ایک شخص شاعرانہ مذاق کے تھے مدحیہ قصائد لکھا کرتے تھے ایک دفعہ ایک قصیدہ مدحیہ لیگئے اور حضرت سے اجازت

تک نہیں لی اور پڑھنا شروع کر دیا۔ حضرت کی پیشانی پر بل پڑ گئے۔ سنت حضرت کی طبیعت میں داخل تھی مدح سے طبعاً نفرت تھی اور یہی مقتضائے سنت ہے اور وہ حضرت ایک طرف دھیان کئے ہوئے سناتے ہی رہے اور بعد ختم کے داد کے منتظر رہے۔ داد سننے کیا ملی حضرت فرماتے ہیں بھائی کیوں جوتیاں مارا کرتے ہو نہ لکانا نہ چلانا طرز تو جانتے ہی نہیں تھے داد دی مگر کیسی سخت داد جسمیں تواضع بھی باقی رہی اور وہ شرمندہ ہوگیا۔

مدح سے نفرت

وعظ کے لئے حضرت سے درخواست کی گئی فرمایا طبیعت متحمل نہیں مجھے طبیبوں نے دو مہینے تک دماغی کام سے منع کر دیا ہے اور یہ سفر ہی میں نے اسواسطے کیا ہے کہ دماغی کاموں سے فراغ ملے کیونکہ وطن میں رہ کر کام بند نہیں ہو سکتے۔

بیان فرمایا کہ امام شافعی صاحب ایک شخص کے مہمان ہوئے میزبان کی عادت تھی کہ غلام کو کھانوں کی فہرست لکھوا دیتے کہ اسوقت یہ پکیگا۔ امام شافعی صاحب نے ایک دفعہ وہ فہرست غلام سے لیکر ایک کھانا وہ جو اُن کو مرغوب تھا اور بڑھا دیا۔ غلام نے وہ کھانا بھی تیار کیا جب کھانا آیا تو میزبان نے نیا کھانا دیکھکر پوچھا یہ کیوں پکایا گیا ہم نے تو یہ نہیں لکھا تھا اُسنے کہا یہ کھانا مہمان صاحب نے بڑھایا ہے میزبان بہت خوش ہوئے حتی کہ اُس صلہ میں کہ اس نے مہمان کے حکم کی تعمیل کی اُسکو آزاد کر دیا۔ مہمان کے ساتھ اہل اللہ یہ برتاؤ کرتے تھے۔

حکایت مہمان نوازی

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دسترخوان پر ایک دیہاتی تھا اُسنے لقمہ ذرا بڑا لیا تو حضرت معاویہ نے فرمایا بھائی اتنا بڑا لقمہ نہ لینا چاہئے وہ فوراً کھڑا ہوگیا اور کہا تم کریم نہیں ہو تم مہمان کے لقمے گنتے ہو تمہارے ساتھ کھانا نہ کھانا چاہئے۔ مہمان کو آزادی دینا چاہئے تاکہ اپنی طبیعت کے موافق سیر ہو کر کھا سکے۔

فرمایا مجھے پنجابیوں کا طرز پسند آیا کہ دو دو کے سامنے ایک ایک رکابی رکھتے ہیں بلکہ بڑی رکابی میں کئی کئی کو شریک کر دیتے ہیں اسمیں ایک یہ بھی فائدہ ہے کہ کوئی کسی مصلحت سے کم کھاتا ہے اور کسی کی خوراک زیادہ ہوتی ہے تو شریک ہونے سے بات کھلتی نہیں۔

ایک رکابی میں کئی آدمیوں کو شریک کرنا

سوال۔ عرب میں رسم ہے کہ چوکیاں سامنے رکھکر اُنپر کھانا رکھکر کھلاتے ہیں اور یہاں اُسکو بھی تشبہ کہتے ہیں۔ فرمایا ہاں وہاں کی تو رسم و عادت ہے اور یہاں جو ایسا کیا جاتا ہے تو

چوکی پر کھانا رکھکر کھانا کی تشبہ ہے

تشبیہ ناقص سے بھی بچنا چاہیے

میز کی نقل بنانے کے لئے۔ چوکی میز کی مشابہ ہے۔ مشابہت تام نہ سہی ناقص سہی غور کر کے دیکھ لیجئے کہ یہاں کیا غرض ہوتی ہے ضرور یہی ہوتی ہے کہ میز سے کچھ مشابہت ہو جاوے پوری مشابہت سے اسواسطے بچتے ہیں کہ لوگ اعتراض کرینگے۔ ہے یہ بھی بُرا یہ ایسا ہے جیسے کہ زنانے کپڑے پہننا کوئی مرد پسند نہیں کرتا اب اگر کوئی یوں کرے کہ اور کپڑے تو مردانے ہوں ٹوپی عامہ اچکن وغیرہ اور صرف پائجامہ زنانہ غرارہ دار گوٹا لگا ہوا پہن لے اور دلکو سمجھا لے کہ یہ تشبہ بالنساء نہیں ہوا کیونکہ پوری وضع زنانی نہیں ہے تو کیا آپ اسکی اس تاویل کو کافی سمجھینگے۔ تپائیاں میز کے بہت مشابہ ہیں اور میز کی مشابہت ہی کے لئے استعمال کیجاتی ہیں اگرچہ اتنا فرق ہے کہ پائے چھوٹے ہیں جیسے کہ اس شخص کو زنانہ ہی کہا جاتا ہے اگرچہ صرف ایک پائجامہ ہی زنانہ ہے۔ اور فرمایا اصل میں چوکی کھانے کے اکرام کے لئے ایجاد ہوئی ہوگی اور اب ابتدا اکرام مقصود ہے کہ جھکنا نہ پڑے کیونکہ جھکنا شان کے خلاف ہے یہ کبر ہے پنجاب میں ایک جگہ مجھے اتفاق ہوا کہ کھانا چوکیوں پر رکھا گیا اور اُس مجمع میں ایک مولوی صاحب بھی تھے وہ کچھ نہ بولے اور مجھے ناگوار ہوا لیکن قوی کا رنگ تو مناسب تھا کیونکہ ان مولوی صاحب کو خفت ہوتی اور وہ اسکے مٹانے کے لئے بحث کرنے لگتے آخر یہ کیا کہ میں نے کہا اس طرح کھانے میں مجھے لطف نہ آویگا اور میری زندگی میں تو اپنی عادت کے موافق کھاؤنگا میں اپنی عادت کو بے ضرورت کیوں بدلوں اور یہ کیا کہ اُن چوکیوں کو ملا کر بچھا لیا وہ تخت کیطرح ہو گئیں اور اُن کے اوپر بیٹھکر کھانا کھالیا۔ اصل وجہ چوکی کی تشبہ ہی ہے تاویل کوئی چاہے کچھ کر لے۔ اور اگر کسی ایک کی نیت اکرام طعام کی ہوئی بھی تو کیا اور اس سے تو جب بھی خالی نہیں کہ تائید ہوئی ایک رسم کی یہ تشبہ ہی ہے دل لوگوں کے خود بھی کھٹکتے ہیں مگر کھینچ کھینچ کر جائز کرتے ہیں میں تو یہ کرتا ہوں کہ جب کسی نے مسئلہ پوچھا اور بتانے کے بعد یہ کہا کہ آپ ناجائز کہتے ہیں اور فلانے تو اسکو جائز کہتے ہیں تو میں اُنسے پوچھتا ہوں کہ ایمان سے کہو کہ میرے بتانے پر تم نے مجھ سے تو کہا کہ فلانے جائز کہتے ہیں کبھی انسے بھی کہا کہ تم جائز کہتے ہو فلاں ناجائز کہتا ہے۔ ناجائز کہنے پر تو استعجاب اور اشکال کیا اور جائز کہنے پر نہیں کیا اسکی وجہ کیا ہے سوائے اسکے کہ ناجائز کہنا طبیعت کے خلاف ہے اور منظور ہے طبیعت کے موافق کرنا

بس جائز کرنا منظور ہے۔ اسواسطے پوچھتے ہیں۔

فرمایا ایک بزرگ کا قول ہے کہ بجائے ملفوظات جمع کرنے کے صاحب ملفوظ ہو جاؤ وہ بات پیدا کرو جس سے تمہاری زبان پر وہی ملفوظات جاری ہونے لگیں۔ صاحب ملفوظ بنو۔ حافظ ملفوظ ہونے سے کیا فائدہ۔

صاحب ملفوظ بنو حافظ ملفوظ نہ بنو

فرمایا ایک شخص نے کہا یا شیخ عبدالقادر کا وظیفہ کرنے میں بڑی برکت ہے میں نے کہا جی ہاں جنکو پکارتے ہو وہ بھی برکت کے لئے اسی کو پڑھا کرتے ہونگے اور اُن سے پہلے لوگ برکت کے لئے کیا پڑھتے ہونگے برکت کے لئے وہی چیز کیوں نہ اختیار کرو جس سے وہ خود اور اُنسے اگلے لوگ برکت حاصل کرتے تھے اور وہ وہ وظائف اور دعائیں ہیں جو حدیث و قرآن میں موجود ہیں۔

وظیفہ یا شیخ عبدالقادر پر اعتراض

فرمایا اہل دنیا اگر علماء سے خط کتابت رکھیں تو رفتہ رفتہ مناسبت ہو جاتی ہے اور دین سے وحشت نہیں رہتی آخر ہیں تو مسلمان ہی مسلمانوں کو تنبہ تو ہوتا ہی ہے۔

اہل دنیا علماء سے خط و کتابت رکھیں

غالباً ذکر ہوا کہ اہل دنیا دینداروں کو دیکھکر کہتے ہیں جانے کس چیز پر یہ مست ہیں انکو کیا حاصل ہوتا ہے کسی نے کہا کسی کی لگی کو کوئی کیا جانے۔ فرمایا حضرت والا نے کسی کی لگی پر یاد آیا ایک مرتبہ حضرت حاجی صاحب پانی پت کو جا رہے تھے دیکھا کہ ایک شخص دردنامہ غمناک پڑھ رہا ہے اور اُسپر بڑا اثر ہے۔ فرمایا کیا پڑھ رہا ہے اُسنے کہا جا کام کر تو کیا جانے۔۔۔۔۔۔ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حضرت گذر کرتے چلے گئے پھر وہ شخص بھی پانی پت پہونچا اور خبر ملی کہ دردنامۂ غمناک کے مصنف یہی ہیں بہت خفیف ہوا اور حضرت سے معافی مانگنے لگا کہ حضرت بڑی گستاخی ہوئی۔ فرمایا نہیں بھائی تو نے تو سچ کہا تھا تیری لگی کو میں کیا جانوں۔ فرمایا حضرت والا نے حق تعالیٰ سے تعلق پیدا ہونے کے بعد جو تغیر ہو جاتا ہے اُس سے لوگ تعجب کرتے ہیں اتنا بھی نہیں دیکھتے کہ ایک مخلوق کی محبت میں پڑ جانے سے کیا تغیر ہو جاتا ہے دراصل یہ لوگ معذور ہیں ؎

کسی کی لگی کو کوئی کیا جانے

اے ترا خارے بپا نشکستہ کے دانی کہ چیست — حال شیرانی کہ شمشیر بلا بر سر خورند

غالباً تصنع اور لایعنیت کا ذکر ہوا تو فرمایا یہ عادتیں ایسی داخل طبیعت ہوئی ہیں کہ خواجہ عزیز الحسن صاحب

تصنع اور لایعنیت داخل عادت نہیں

ہر البشیر اخبار نے کچھ اعتراض کئے تھے اُسکے جواب البرید اخبار نے دئے اور ایک پرچہ میرے پاس تھانہ بھون بھی بھیجا تو میں نے لکھا کہ میرے پاس یہ پرچہ بھیجنے میں کیا مصلحت ہے بس جواب ندارد ۔ آجکل کی یہ عقلیں رہگئی ہیں اور ان عقلوں سے دین کا تزاحم کرنا چاہتے ہیں ۔ ایک شخص کو میں نے دیکھا کہ سفر سے وطن میں آئے تھے وطن میں بھی نماز قصر پڑھی اور لطف یہ کہ مقیم امام کے ساتھ ۔ دو رکعت پر امام کے قبل سلام پھیر دیا ۔ اور بڑے شخص تھے کوئی معمولی آدمی نہ تھے مگر دین سے اسقدر اجنبیت ہوئی ہے کہ روز مرہ کے مسائل بھی معلوم نہیں ۔ اور پوچھنے کی بھی ضرورت نہیں سمجھتے پھر ایسے لوگ دین میں دخل دیتے ہیں اصل اسکی لاپروائی ہے جو اپنی سمجھ میں آیا کر گذرے یعنی دین کوئی ایسی چیز نہیں جسکے لئے کچھ بھی احتیاط کی ضرورت ہو ۔ جسطرح بھی کرلیں دین ہی ہوجاتا ہے دین کے تمام اجزا کے لئے عقل کو کافی سمجھتے ہیں حالانکہ فنون منقولہ میں رائے کیسے کام دیسکتی ہے دنیا کے تو کسی کام میں دخل نہیں دیتے زراعت کے متعلق کوئی اُنسے رائے لے تو صاف کہدینگے بھائی یہ کام جسکا ہے وہی رائے دے سکتا ہے کسی کاشتکار سے پوچھو ۔ پھر نہ معلوم دین کیوں سب کا تختۂ مشق ہوگیا ہے ۔ میں کہا کرتا ہوں کہ نہ تو بالکل قطع نظر چاہئے عقل سے اور نہ بالکل مدار عقل پر چاہئے صحیح طریق یہ ہے کہ دین کے اصول تو ہیں معقول وہ پورے طور سے عقلاً ثابت ہیں چنانچہ ان ابحاث سے علم کلام کی کتابیں بھری پڑی ہیں اور ان کے ثبوت کے بعد فروع ہیں ۔ منقول اُنمیں عقل کو دخل دینا غلطی ہے اور یہ طریقہ دین ہی کے ساتھ خاص نہیں دنیا میں بھی دیکھئے کہ ایک تو ہے جارج پنجم کی حکومت کا ماننا اسکے لئے تو دلیل عقلی کی ضرورت ہے اور بعد ثابت ہوجانے حکومت کے ہر ایک حکم کی علت یا حکمت پوچھنے کی کسی کو اجازت نہیں اگر کوئی عدالت میں پوچھے کہ فلاں قانون کی کیا وجہ ہے تو گستاخی میں لیکر چالان کردیا جاوے اور کون ایسا کرتا ہے قانون کے کسی حکم کی نسبت شبہ پیدا نہیں ہوتا ۔ بات یہ ہے کہ جس چیز کی وقعت ذہن میں ہوتی ہے اُسمیں شبہات پیدا نہیں ہوتے شریعت اور خدا تعالیٰ کی وقعت قلوب میں نہیں ہے اس سے شبہات پیدا ہوتے ہیں ۔ کبھی کارڈ کے ایجادات کے تغیرات میں بھی کسی نے تفتیش مصلحت نہیں کی بلکہ کوئی اُسمیں بحث کرے تو کہدیتے ہیں ۔ رموز مملکت خویش خسرواں دانند

فرمایا اپنے کسی دوست کو مقرب و مخصوص بنانے میں علاوہ اور نقصانات کے خود اُس شخص

عقل نہ بالکل قابل ترک ہے نہ بالکل قابل اعتبار ۔ اصول دین معقول ہیں اور فروع منقول [illegible]

کو بھی دنیاوی اور دینی دونوں قسم کے نقصان پہونچتے ہیں دنیوی تو یہ کہ وہ محسود ہو جاتا ہے اور دوسرے آدمی اسکی چغلیاں کھانے لگتے ہیں اور چغلی کا اثر جبکہ بار بار ہو کچھ نہ کچھ ہو ہی جاتا ہے اور اسکی خصوصیت وغیرہ ندارد ہو جاتی ہے اور دینی یہ کہ وہ اپنے آپ کو بڑا سمجھنے لگتا ہے۔

فرمایا حدیث یوضع له القبول فی الارض میں مقبولیت کی ترتیب حق تعالیٰ نے یہ رکھی ہے کہ اعلیٰ سے ادنیٰ کی طرف تدریج فرمائی ہے یعنی اول بندہ کو حق تعالیٰ مقبول فرماتے ہیں پھر سموات کے فرشتوں کو بترتیب حکم ہوتا ہے کہ زمین میں ندا دو کہ سب اس سے محبت رکھیں پس جسطرح اہل سموات میں بڑے فرشتوں میں اول اور ان کے بعد درجہ والے فرشتوں میں ان کے بعد اسیطرح اہل ارض میں اول خواص میں اسکی محبت ہوتی ہے پھر عوام میں اس سے ترتیب مقبولان الٰہی کی شناخت معلوم ہوئی وہ یہ کہ انکی طرف اول خواص و اہل فہم لوگوں کا رجوع ہو پھر عوام کا اور آجکل لوگوں نے اسکا عکس سمجھ رکھا ہے کامل اسکو سمجھتے ہیں جسکی طرف عوام و دنیادار امرا بلکہ بازاری لوگوں کی رجوعات ہو یاد رکھنا چاہیئے کہ قاعدہ ہے کہ الجنس یمیل الی الجنس جنکی طرف بازاری لوگوں اور عوام کی رجوعات ہو ضرور انمیں اور ان میں کوئی مجانست ہے یعنی وہ خود بھی بازاری اور عوام میں سے ہیں خواص میں سے نہیں ہیں۔ ہمارے بزرگوں کی طرف صلحا اور علما اور خواص ہی کی رجوعات زیادہ رہی ہے۔

حضرت حاجی صاحب سے بڑے بڑے کملا کو فیض ہوا ہے مگر اللہ رے تواضع کہ اسپر بھی اپنی طرف کبھی نظر بھلائی کے ساتھ نہیں پڑتی تھی بلکہ یوں فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی ستاری ہے کہ اہل کشف اور اہل نظر سے بھی ہمارے عیوب کو مخفی رکھا ہے۔

مولانا گنگوہی سے کسی نے پوچھا آپ تسخیر جانتے ہیں فرمایا ہاں جب ہی تو مولوی عبدالرحیم جیسے لوگ میرے یہاں ہیں۔ دیکھئے کیا تواضع کہ اپنے خادموں کی نسبت ایسا کہتے ہیں۔

فرمایا حضرت والا نے مجھے واللہ کبھی وسوسہ بھی نہیں آتا کہ مجھے کچھ آتا ہے اور کوئی فن بھی آتا ہے میں طالب علموں کو بھی اپنے سامنے زیادہ سمجھتا ہوں۔ وعظ کہنے بیٹھتا ہوں تو یہ خیال رہتا ہے کہ کوئی بات غلط نہ بیان ہو جائے۔ اللہ جانتا ہے کہ میں محض بلا تصنع کہتا ہوں ہاں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ جو خدمت دین کی مجھ سے ہو سکے اسکی توفیق دیدے اور اسمیں خیر

ہمارے بزرگوں کی طرف صلحاء و علماء کی رجوعات رہی ہیں

حضرت حاجی صاحب کی تواضع

مولانا گنگوہی کی تواضع

حضرت والا کی تواضع

ختم ہو جاوے۔

فرمایا میں چاہتا ہوں کہ بنا پڑ جاوے ہر کام کی پھر تکمیل کرنے والے کرتے رہیں گے۔

فرمایا مولانا عبدالرحیم صاحب بڑے نورانی قلب شخص ہیں میں اُن کے پاس بیٹھنے سے بہت ڈرتا ہوں کہ میرے عیوب نہ منکشف ہو جاویں۔

فرمایا چاند شاہ صاحب مرید ہیں ابوالحسن صاحب نصیر آبادی کے جو مرید تھے مولانا مراد اللہ صاحب کے اور مولانا مراد اللہ صاحب ہمعصر ہیں شاہ ولی اللہ کے۔

چاند شاہ صاحب کے ایک خلیفہ مولوی اسمٰعیل صاحب مجمع میں تھے اُنہوں نے حضرت والا سے کہا آپ مجدد ہیں۔ فرمایا اگر ہوں بھی تو یہ ایک سرکاری خدمت ہے حق تعالیٰ کام لے لیں تو نعمت ہے۔

فرمایا ایک شخص منشی صفدر حسین تھے اُنہوں نے حضرت معاویہؓ کے متعلق شبہ کیا کہ حدیث میں وارد ہے من سب اصحابی فقد سبنی اور حضرت معاویہ حضرت علیؓ کے ساتھ ایسا کرتے تھے پس یہ وعید اُن پر ضرور عائد ہوتی ہے۔ میں نے کہا یہ وعید غیر اصحاب کے لئے ہے اسکی نظیر ہمارے محاوروں میں یہ ہے کہ کہتے ہیں جو کوئی میری اولاد کو نگاہ بھر کر بھی دیکھے گا۔ میں اُسکو سمجھونگا تو اس سے مراد غیر اولاد ہوتا ہے اُنہوں نے کھسیانہ ہو کر کہا یہ تو ذہانت کے جواب ہیں میں نے کہا اور کیا غباوت کے جواب چاہئیں۔

عصر کی نماز سرائے میر میں پڑھی اسوقت مجمع ظہر سے بھی زیادہ تھا۔ مصافحہ میں لوگوں کو وہ شغف تھا کہ بیان سے باہر ہے یہ بھی خواہش تھی کہ امامت حضرت کریں مگر مصلے تک پہونچنا بوجہ مصافحوں کے دشوار تھا اور بعد فراغ نماز وہاں سے نکلنا مشکل تھا اور اطراف سے لوگ چلے آتے تھے نئے لوگ جب مصافحہ کرتے تو پہلے لوگ بھی مصافحہ کرتے ایسے ہی ایک موقع پر حضرت والا بعد نماز وظیفہ میں مشغول تھے ایک صاحب نے ہاتھ بڑھائے اور کہا مصافحا حضرت نے فرمایا وظیفا۔

بعض لوگ کندھا پکڑ پکڑ کر کھینچتے بعضے کپڑے پکڑ پکڑ کر کھینچتے۔ غرض ہر نقل و حرکت کے بعد مصافحہ کی تجدید اور کتنا ہی کہا جاتا مگر کون سنتا ہے۔

ع بعضوں نے اسکے جواب میں بھی لفظ وظیفا بوجہ مشاکلۃ جواب ترکی بترکی ہے۔ ۱۲

۲۸ صفر ۱۳۳۵ھ یوم دوشنبہ

شب دوشنبہ نماز مغرب سرائے میر میں ہوئی۔ یہ تجویز ہوئی کہ رات کو ایک بجے کی ریل سے مئو کو روانہ ہوں اور حضرت والا درمیان کے ایک اسٹیشن سے اُتر کر موضع فتحپور رنجاتال کو تشریف لیجاویں اور خدام سیدھے مئو کو چلے جاویں اور دوپہر کے قریب حضرت والا موضع مذکور سے براہ راست تشریف لے آویں۔ چنانچہ ایک بجے کی گاڑی سے روانہ ہونے کے لئے اسٹیشن کو روانہ ہوئے مشایعت کنندگان کا مجمع بہت تھا اول قصبہ سرائے میر میں مصافحہ ہوا پھر اسٹیشن پر پہونچکر دوبارہ مصافحہ کے لئے کشاکشی ہوئی تب حضرت والا نے پکار کر کہا کہ صاحبو ایک قصہ سن لو اور ایک مسئلہ سُن لو اور تھانہ بھون کا ایک قصہ لڑکوں کا بیان فرمایا۔ جسکا حاصل یہ تھا کہ کسی زمانہ میں شریر لڑکوں نے ایک کمیٹی قائم کی کہ شہر کا انتظام ہم اپنے ہاتھ میں لینگے اور اس انتظام کو باہم تقسیم کرلیا اور ایک باہر سے آئے ہوئے میاںجی کی خوب گت بنائی اور وہ گت یہ تھی کہ ایک لڑکا اُنپر مسلط ہوا اور قدم قدم پر اُنکو سلام کرتا آخر اُنکو نکال کر چھوڑا (مسکرا کر فرمایا کہ) اسیطرح اگر تم لوگوں کو مجھے نکالنا مقصود ہے تو مصافحہ کرکرکے کیوں تنگ کرتے ہو میں ویسے ہی نکل جاؤنگا۔ اور مسئلہ یہ ہے کہ حدیث میں آیا ہے ان من تمام تحیاتکم المصافحۃ یعنی مصافحہ تتمہ سلام ہے تو جیسا کہ سلام کے لئے کچھ قواعد مقرر ہیں مصافحہ کے لئے بھی ہیں جنکا خلاصہ یہ ہے کہ مشغولی کے وقت سلام و مصافحہ نہ کرو اور نہ اتنا اسمیں غلو کرو کہ باعث ایذا ہو جاوے۔

اس قصہ اور مسئلہ کو بہت مشرح بیان فرمایا اور اسکے ضمن میں اور بھی بہت سے آداب معاشرت بیان فرمائے غرض اُسوقت ایک مبسوط تقریر ہوئی۔

احقر نے اُسکو بمناسبت مضمون اُس تقریر کے ساتھ شامل کردیا جو اسٹیشن انڈارا پر شب یکشنبہ ۲۷ صفر ۱۳۳۵ھ میں ہوئی تھی اور نام اُسکا ادب العشیر ہے۔

ایک بجے رات کے سرائے میر سے مئو کو روانہ ہوئے۔ راستہ میں اسٹیشن کھرہٹ پر حضرت والا اُتر پڑے۔ فرمایا ایک گھڑی میرے پاس ہونی چاہئے تاکہ وقت کا اندازہ رہے اور ظہر تک مئو پہونچ جاؤں احقر نے گھڑی دیدی۔ اہل فتحپور نے پالکی تیار کر رکھی تھی اُسمیں سوار کرکے لے گئے۔

مضمون ۱۴ آداب مصافحہ بخوف تنگی ازدحام

فتحپور وہاں سے دس میل کے فاصلہ پر تھا اور جملہ خدام مع اسباب مؤ کو روانہ ہوئے۔ حضرت والا ایک بجے دن کے فتحپور سے مؤ میں واپس تشریف لے آئے۔ آتے ہی پوچھا ظہر کی جماعت تو نہیں ہوئی عرض کیا گیا نہیں کہا الحمد للہ اچھے وقت آگیا ہی میں نے تخمینہ کیا تھا کہ ایک بجے کے قریب پہونچ لونگا۔ مصافحہ کی یہاں بھی بھرمار ہوئی حتی کہ جب پالکی آکر رکھی گئی تو کھڑکی کے سامنے اسقدر ازدحام ہوگیا کہ پالکی میں سے نکلنا دشوار ہوا۔ فرمایا دم تو آنے دو ہوا تو بند نکرو باہر آجاؤں تب مصافحہ کرنا۔ بمشکل قیامگاہ کے کمرہ میں پہونچے۔ ذرا دم لیکر ظہر کی نماز کی تیاری ہوئی۔ کمرہ میں سے نکلتے ہی مصافحہ کا پھر زور ہوا خیریت ہوئی کہ وضو کمرہ کے اندر ہی کرلیا تھا بمشکل مسجد کے اندر پہونچے نماز سے فارغ ہونیکے بعد ابھی وظیفہ ہی میں تھے کہ پھر مصافحوں کا پل ٹوٹا۔ حضرت تنگ آجاتے مگر ہاتھ نہ کھینچتے جب بہت تنگ ہوتے تو نیچے کو سر کرکے وظیفہ میں مشغول ہوجاتے مگر مصافحہ کرنیوالے کب مانتے تھے کپڑے پکڑ پکڑ کھینچتے حضرت فرماتے وظیفہ کی حالت میں مصافحہ نہ کرونگا تب ذرا دیر کو امن ہوتا۔ غرض وہ طوفان بے تمیزی ہوا کہ باعث کلفت تھا حضرت فرماتے کہ یہاں کا مصافحہ کیا ہے ایک بلا ہے اور یہ خرابی ہمارے ہی ابنائے جنس یعنی علماء کی ہے کہ آتے ہیں اور انسداد مجمع کی کوششیں کرتے ہیں وہ اس مصافحہ کو منع تو کیوں ہی کرنے لگے اسکے اور زیادہ ہونے کی کوششیں کرتے ہیں کیونکہ اس سے گرم بازاری ہوتی ہے اور نام اسکا تعظیم دین رکھا ہے۔ پھر فرماتے مصافحہ کنندگان کی طرف سے تو اسکا منشاء محبت اور تعظیم و تکریم ہی ہے مگر کوئی حد بھی تو ہونا چاہیئے۔ ہر چیز کے لئے حد ہوتی ہے اور جسکی تعظیم کیجاتی ہے اسکے لئے یہ ایک فتنہ ہے اور بالکل اسکو ہلاک کرنا ہے۔

ظہر کی نماز کے بعد حضرت والا کو استنجے کی ضرورت ہوئی اسوقت مجمع کی یہ حالت تھی کہ تمام صحن بھرا ہوا تھا بیت الخلاء تک پہونچنا دشوار تھا ایک شخص حضرت کے آگے ہوا تاکہ لوگوں کو ہٹاتا جاوے اور لوگوں نے پھر مصافحہ شروع کردیا حتی کہ بیت الخلاء کے دروازہ تک اس سے فرصت نہ دی۔ اس شخص نے کہا اب تو ذرا ٹھیر جاؤ استنجہ کے لئے جارہے ہیں حضرت مسکرا کر فرماتے ہیں کیوں منع کرتے ہو آنے دو یہ تو میرے ساتھ پاخانہ کے اندر ہی جاوینگے اور مجھے استنجہ کرتے دیکھینگے آخر استنجہ کی کیفیت بھی کسی طرح سیکھیں باہر نکلتے ہی پھر وہی دور مصافحہ کا شروع ہوگیا۔ غرض ضلع اعظم گڈھ کا مصافحہ اس سفر کی عجائبات میں سے ہے۔

مولوی ابوالحسن صاحب نے عرض کیا کہ اسٹیشن کھرہٹ سے فتحپور جانا اہل فتحپور کی استدعا سے ہوا ہے اور فتحپور سے مؤ آنا ہم لوگوں کی درخواست سے ہے لہذا پالکی کا صرفہ فتحپور سے مؤ تک کا مجھ سے لیا یا جاوے۔ فرمایا میں فتحپور سے مؤ آپ کے بلانے کی وجہ سے نہیں آیا بلکہ الہ آباد جانے کے لئے آیا ہوں لہذا جنہوں نے درمیان میں یہ سفر کرایا ایک جزو یعنی لیجانیکے بھی وہی ذمہ دار ہیں اور دوسرے جزو یعنی مؤ پہونچانیکے بھی ذمہ دار وہی ہیں ایک شخص مؤ میں حضرت والا کو اعظم گڈھ لیجانیکے لئے آئے اور بالحاح درخواست کی مگر حضرت نے عذر کر دیا کہ الہ آباد کل کو پہونچنا ضرور ہے اب انتظامات کا پلٹنا دشوار ہے۔

سوال۔ مریض کو ایک دو دفعہ تجربہ ہو چکا ہے کہ جب وضو کرتا ہے تو سردی آجاتی ہے تو اس صورت میں تیمم درست ہے یا نہیں۔ فرمایا ہاں اباحت تیمم کے لئے اپنا تجربہ یا حکیم حاذق کی رائے کافی ہے۔ پھر فرمایا یہ ضابطہ کا جواب ہے۔ اور تجربہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے نام پر اگر ہمت کر لی اور وضو کیا تو کچھ ضرر نہیں ہوا لوگ ذرا ذرا سے مرض کے لئے گنجائش نکالتے ہیں اور ذرا سے عذر سے تیمم کر لیتے ہیں۔ بڑی احتیاط کی ضرورت ہے نماز نہ ہوئی تو کس قدر خراب بات ہے پھر یہ حکایت بیان کی کہ ایک شخص کو ریل میں احتلام ہوا اور سردی کا وقت تھا اور اسٹیشن پر گرم پانی کہاں اُسنے ہمت باندھ کر ٹھنڈے پانی سے غسل کر ہی ڈالا اور نماز قضا نہ کی وہ کہتا ہے کہ وہ لذت آئی نماز میں کہ سلطنت بھی اسکے سامنے کیا چیز ہے۔

میرا قصہ ہے کہ ابتدا بلوغ میں مجھے احتلام ہوا اور میں اُس روز اپنے پھوپا صاحب کے یہاں مہمان تھا مارے شرم کے کسی کے سامنے نہا نہ سکا مسجدیں تلاش کرتا پھرا کہ کوئی خالی ملجاوے تو نہالوں آخر ایک مسجد ملی اور جب مسجد ویران تھی تو گرم پانی اُس میں کہاں ہوتا۔ غسلخانہ میں ایک گھڑی میں بیحد سرد پانی کچھ موجود تھا۔ اور موسم بھی سرد تھا اگرچہ سردی خوب تھی مگر ہمت کر کے نہا ہی لیا آدھے گھڑے سے نہایا مگر کچھ بھی نہوا۔ وضو اور غسل میں ہر طرح کا اتفاق ہوا ہے اور کبھی کچھ بھی نہیں ہوا۔ یہ صرف کاہلی ہے کہ ذرا ذرا سی بات پر تیمم کے جواز کا فتویٰ لیا جاتا ہے آدمی کو چاہئے کہ اتنی سُستی نہ کرے اور خدا پر بھروسہ رکھے۔ اسپر چند آدمیوں نے کہا واقعی جب آدمی ہمت کرلے تو کچھ بھی نقصان نہیں ہوتا۔ خدا کے نام کی برکت بھی ہوتی ہے۔ اسپر

ایک شخص نے کہا خدا پر جب بھروسہ کرلے تو ہوتا تو یہی ہے مگر سوال ہے کہ کیا متوکل کیلئے ظاہری اسباب میں سے اثر جاتا رہتا ہے۔ فرمایا یہ غلط ہے اسباب واقعیہ میں سے اثر نہیں جاتا۔ مذکورہ صورتوں میں یہ نہیں ہوا کہ پانی میں سے سردی کا اثر خدا پر بھروسہ کرنے سے جاتا رہا بلکہ اسمیں اتنا اثر تھا ہی نہیں جس سے نقصان پہونچتا اور جو کچھ نقصان پہونچتا یہ قوت خیالیہ کا اثر ہوتا جو..... کم ہمتی کی وجہ سے غالب آجاتی۔ قوت خیالیہ کو حق تعالیٰ نے بڑا اثر دیا ہے۔ دیکھ لیجئے آدمی اونچی دیوار پر چل نہیں سکتا اور اتنے ہی چوڑے راستہ پر بلکہ اس سے کم پر بھی چل سکتا ہے۔ اور اگر متوکل کے واسطے آثار واقعیہ جاتے رہیں تو اسکے یہ معنی ہونگے کہ وہ بشر نہ ہو سید المتوکلین جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تو ایسا ہوا ہی نہیں۔ حضور کا دندانِ مبارک شہید ہوا۔ چاہئے تھا کہ پتھر میں سے یہ اثر سلب ہوجاتا کہ وہ دانت کو توڑے تصوف آجکل مجموعہ عجیب مسائل کا ہوگیا ہے۔ نئی نئی باتیں بیان کیجاویں اور زمین آسمان کے قلابے ملائے جاویں اسی کا نام تصوف ہے۔ حالانکہ تصوف نام ہے نسبت خاصہ بحق تعالیٰ کا۔ بعد تکمیل ان مقامات کے بھی صاحب تصوف ویسا ہی رہتا ہے جیسا پہلے تھا۔ اسباب میں جیسے اثر پہلے تھا اب بھی رہیگا اور بطور خرق عادت اسباب کا غیر مؤثر ہوجانا اور بات ہے اسمیں تخصیص متوکل اور غیر متوکل کی اور مبتدی اور منتہی کی نہیں ہے۔ (زادہ الجامع)

ایک شخص نے عرض کیا کہ میرے یہاں لڑکی ہوئی ہے اسکا نام تجویز فرمادیں پوچھا کوئی اور اسکی بہن ہے اور اسکا نام کیا ہے۔ کہا ہے اور اسکا نام رفیع النساء ہے فرمایا اسکا نام بدیع النساء مناسب معلوم ہوتا ہے۔ احقر کو یہ خیال ہوا کہ ناموں میں قافیہ بندی اور غور و خوض گونہ تکلف سے خالی نہیں۔ فرمایا قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی نے آیت لم نجعل له من قبل سمیا سے استدلال کیا ہے اسپر کہ شرف اسم شرف مسمیٰ کی دلیل ہے۔ ورنہ امتنان کیونکر ہوگا چاہئے کہ آدمی نام اچھا رکھے ہاں ایسے نام نہ رکھے جنمیں ترفع اور تکبر پایا جاوے جیسے آجکل بعض لوگ سوچ سوچکر ایسے نام رکھتے ہیں جیسے بر جیسقدر رفیع الشان وغیرہ

ذکر ہوا کہ آجکل الف لام کا بہت چرچا ہوا ہے عجمی الفاظ پر بھی اسکو لگایا جاتا ہے۔ فرمایا مولانا عبدالعلی صاحب کا اسپر ایک لطیفہ ہے کہ پہلے تو الف لام کی چار قسمیں تھیں اور اب ایک اور پانچویں پیدا ہوئی ہے جسمیں اسکی بھی ضرورت نہیں کہ عربی لفظ پر لگایا جاوے۔ یہ نیچریت کا الف لام ہے اسپر خواجہ عزیز الحسن صاحب نے کہا کہ الرشید اور القاسم اور الامداد میں بھی تو الف لام ہے فرمایا سب اسی لطیفہ میں داخل ہیں اور یہ تعجب نہ کیجئے کہ علماء کے یہاں یہ کیسے آیا حدیث میں ہے کہ ایک زمانہ ایسا آویگا کہ ربٰو کی اسقدر کثرت ہوگی کہ دھواں تو اسکا ہر ہر شخص کو ضرور ہی پہونچ جاویگا جب ربٰو کی نسبت یہ وارد ہے تو اور معمولی باتوں کا کیا پوچھنا ہے۔ آجکل معاشرت میں کوئی نہ کوئی جزو نیچریت کا اور طرز جدید کا ضرور شامل ہے۔ احقر نے عرض کیا تو یہ الف لام دخان نیچریت ہی لہذا الف لام دخانی کہنا چاہئے۔ مسکرا کر فرمایا ہاں یا اسکو (یعنی الف لام نیا چرہ کو) دکانی (یعنی ذریعہ تجارت) کہا جاوے (کیونکہ تجارتی اشیاء کے ناموں پر لگایا جاتا ہے) اور اسکو (یعنی علماء کے اس الف لام لگانے کو) زمانی کہا جاوے (یعنی صرف نقل زمانہ)

ایک شخص آکر ملا اور خاص طور سے مصافحہ کیا اور بہت ہی عقیدت ظاہر کی حضرت نے فرمایا میں نے پہچانا نہیں۔ مولوی ابوالحسن صاحب نے اسکا نام ونشان وغیرہ بتایا اور کہا یہ حضور سے بیعت بھی ہیں۔ حضرت خاموش ہورہے پھر اس شخص نے پاؤں دبانا چاہے تو منع فرمادیا اور باوجود اصرار کے منظور نہیں کیا۔ پھر فرمایا جانتے ہو کیوں منع کیا وجہ یہ ہے کہ تم نے مجھ سے ذرا بھی تعلق پیدا نہیں کیا آپ ایسے بیعت ہیں کہ میں نے پہچانا بھی نہیں۔ مولوی صاحب کے بتانے سے معلوم ہوا کہ آپ بیعت ہیں۔ بھلے مانس کبھی خط بھی نہیں لکھا۔ پاس آنے میں تو یہ عذر ہوتا ہے کہ وسعت نہیں خط لکھنے میں کیا خرچ ہوتا ہے۔ بس یہ بیعت صرف نام کی ہے۔ بس ایک رسم ہے کہ ادا کیجاتی ہے اسنے شرمندگی کے ساتھ پھر پاؤں دبانا چاہے۔ فرمایا خدمت کا شوق ہے تو پہلے تعلق پیدا کیجئے جب اجنبیت جاتی رہے تب خدمت کا بھی مضائقہ نہیں۔ اسکے متعلق کچھ دیر تک تقریر فرماتے رہے مگر اس شخص پر کوئی اثر محسوس نہوا۔ فرمایا صحبت نہونے کی خرابی ہے کہ اتنی باتیں سنیں مگر ایک دفعہ بھی منہ سے نہ نکلا کہ آئندہ تعلق پیدا کرونگا۔

سوال۔ وتر کے بعد نفل بیٹھکر پڑھنا چاہئے یا کھڑے ہوکر۔ فرمایا بیٹھکر پڑھنا ہر نفل کا

الف لام دخانی و دکانی و زمانی

جائز ہے خصوصًا اُنکا کیونکہ حضور سے ثابت ہے مگر ثواب آدھا ملیگا بموجب اُس قاعدہ کے جو اُسکے لئے مقرر ہے صلوٰۃ القاعد بنصف صلوٰۃ القائم۔ اور حضورؐ نے انکو بیٹھکر بعذر کبر سن پڑھا ہے کیونکہ حدیث میں لفظ فلما بدن موجود ہے تو انکا کھڑے ہوکر ہی پڑھنا اولیٰ ہے۔

سوال عدم محض سے وجود کیسے ہو سکتا ہے

ایک شخص دیر سے موقع کے منتظر بیٹھے تھے کئی بار کچھ سوال کرنا چاہا مگر رہ رہ گئے آخر ایک مرتبہ کہا مجھکو کچھ پوچھنا ہے فرمایا کہئے۔ کہا جب عدم محض سے کوئی چیز وجود میں نہیں آسکتی (آگے کچھ کہنے کو تھے غالبًا قدم مادہ کا سوال کرتے اُنسے کسی آریہ نے کیا ہوگا) فرمایا اسکا ثبوت۔ وہ صاحب خاموش ہوئے اور کچھ تامل کے بعد کہنے لگے اسکا ثبوت تو ہم نہیں دیسکتے فرمایا تو دعوےٰ بھی نہ کیجئے۔ وہ شخص متحیر ہوکر رہ گیا۔ فرمایا بس منہدم ہوگیا۔ اور دوسروں سے مخاطب ہوکر فرمایا یہ ہستی ہے آجکل کے شبہات کی کہ اپنے نزدیک اُنکو لاینحل سمجھتے ہیں حالانکہ ایک لفظ میں سب ندارد۔ پھر فرمایا یہ آریوں کا دعویٰ ہے جسکی کوئی دلیل نہیں۔ لوگ یہیں سے اُن کو نہیں پکڑتے۔ آگے اُنکو قیل وقال کی گنجائش نکل آتی ہے۔ استثنی منظوب کیوں ہو کیوں مطالبۂ دلیل نہ کریں وہ ہم سے ہر بات پر دلیل مانگتے ہیں اپنی بھی تو کسی بات پر دلیل لاویں۔ اُنھوں نے کہا میرا شبہ سن لیجئے فرمایا آگے سننا تو اس مقدمہ کا مان لینا ہے اسکو منوا لیجئے۔ تب آگے چلئے میں فضول وقت ضائع نہیں کرتا۔ میں کیوں اپنے اوپر بلائیں مول لوں۔ میں شروع ہی سے کیوں نہ قاعدہ سے چلوں جو زحمت اُٹھانی نہ پڑے۔ پھر فرمایا حضرت میں خیرخواہی سے عرض کرتا ہوں ایسی کتابیں نہ دیکھا کیجئے خواہ مخواہ کوئی شبہ دلمیں بیٹھ جاویگا۔ جسکا حل آپ سے نہ ہوسکیگا تو کیا نتیجہ ہوگا۔ لوگ اسکو معمولی بات سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم پچھے پچھے خیال کے آدمی ہیں ہمارے اوپر کیا اثر ہو سکتا ہے۔ مگر اس قصہ میں اُنکو غور کرنا چاہئے کہ حضرت عمر کو توریت اچھی معلوم ہوئی اور لاکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پڑھنے لگے بتایئے کہ اسمیں کیا خرابی تھی حضرت عمر جیسے کامل الایمان جنکی شان میں وارد ہے الشیطٰن یفر من ظل عمر اُن کے اوپر شیطان کا اثر ہونا تو کیا معنی جس مجلس میں وہ موجود ہوں وہاں بھی شیطان ٹھیر نہیں سکتا۔ اور توریت جیسی آسمانی کتاب تھی اور حضورؐ کے سامنے پڑھی گئی کہ اگر کوئی مضمون کی خرابی بھی ہو جائے تو حضورؐ اسکی اصلاح فرما دیتے۔ مگر حضورؐ کو سخت ناگوار ہوا۔ حضرت عمر کو جب حضرت ابوبکرؓ نے آگاہ کیا کہ دیکھتے نہیں

حضورؐ کے چہرہ مبارک پر کیا اثر ہے تو حضرت عمرؓ کانپ گئے اور بہت توبہ استغفار کی اور معافی مانگی۔ حضورؐ نے فرمایا میں تمھارے پاس ایک ملت سہل اور پکی اور صاف لایا ہوں اور اگر موسیٰ علیہ السلام بھی زندہ ہوتے تو سوائے اسکے کہ میرا اتباع کرتے کچھ نہوتا۔ یعنی پھر کیا ضرور ہے کہ اُس کتاب کو دیکھو جسمیں تحلیف ہو چکی ہے۔ توریت میں آمیزش تھی تحریف کی جب اُسکے دیکھنے سے منع کیا گیا تو جو کتابیں صرف الحاد اور زندقہ کی ہوں انکا حکم ظاہر ہے اور حضرت عمرؓ کو منع فرمایا گیا تو ہم کیا ہیں اور نہ معلوم کیوں دیکھتے ہیں لوگ اپنے یہاں کیا نہیں ہے۔ اپنے یہاں تو اتنے علوم ہیں کہ تمام عمر بھی اُنکے دیکھنے سے فرصت نہ ملے۔ اپنی کتابوں کو دیکھئے اور اپنی اصلاح کی فکر کیجئے اسی سے فرصت ملنا مشکل ہے۔ رہا جی لگنا سو میں کہتا ہوں کہ یہ صرف حیلہ ہے اور لاپروائی کی دلیل ہے ورنہ جناب اگر کسی پر مقدمہ فوجداری کا قائم ہو جاوے اور وہ سن پاوے کہ قانون میں کوئی نظیر میرے مفید ہے تو اگرچہ قانون کے دیکھنے میں جی نہ لگے بلکہ سمجھ میں بھی نہ آوے مگر جان ماریگا اور دیکھے گا اسوقت یہ نہوگا کہ بجائے قانون کے دلچسپ کتاب مثلاً الف لیلی کو لے بیٹھے اسوقت تو دل کو لگی ہوگی۔ ہم لوگوں کو دین کی طرف سے بیفکری بہت ہے یہ خرابی اسکی ہے ذرا ذرا سے عذر ترک دین کے لئے کافی ہو جاتے ہیں۔ پھر فرمایا آجکل لوگوں نے یہ وتیرہ اختیار کیا ہے کہ ذرا سا کسی نے شبہ کیا یا کسی کتاب میں شبہ دیکھ لیا اور بس اُسکے حل کرنے کے درپے ہو گئے یہ خرابی آداب مناظرہ نہ جاننے کی ہے کہ وہ کام ذمہ لے لیتے ہیں جسکی ذمہ داری عقلاً ہمارے ذمہ نہیں پھر اُسمیں خود بھی پریشان ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی پریشان کرتے ہیں اور اخیر یہ ہوتا ہے کہ کام چلتا بھی نہیں اور اپنے اوپر بات آجاتی ہے جب کسی سے کشتی ہو تو عقل کی بات یہ ہے کہ اسکو اُن اصول کے موافق پکڑ کر گرا دیا جاوے جو فن کشتی میں مقرر ہیں اور تجربہ سے مفید ثابت ہوئے ہیں اور اگر مخالف کے کہنے کے موافق چلا جاوے مثلاً وہ کہے کہ جب جانیں اسطرح کشتی لڑ کر مجھے پچھاڑ دو کہ میں تو دانوں کروں اور تم معلق ہاتھ پیر نہ ہلاؤ تو اسکا انجام تو سوائے اسکے کچھ بھی نہیں ہوتا کہ وہ تم کو چاروں خانے چت مارے اور سر مجمع ہنسائی ہو بتایئے اگر کوئی ایسا کرے اور پچھڑ

جاوے تو کیا یہ کہنے کی گنجائش ہے کہ فن کشتی کچھ بھی چیز نہیں دیکھو کچھ بھی کام نہ آیا اور بچھڑ گئے نہیں بلکہ فن سے کام ہی نہیں لیا گیا اسیطرح ہمارے بھائی ہیں کہ قاعدہ سے چلتے نہیں اور اور اسی کو بہادری سمجھتے ہیں کہ جیسے مخالف کہے ویسے ہی جواب دینا چاہئے۔ فن مناظرہ مستقل فن ہے اور اُسکے اصول عقلی ہیں جنکو مخالف بھی مانتا ہے اُن کو چھوڑ کر جب مناظرہ کیا جاویگا فضول اور بے سود ہوگا۔ دیکھئے فن مناظرہ کا اصول ہے کہ بینہ مدعی پر ہوتا ہے جب تک اپنے مدعا کو ثابت نہ کرے اُسکی تردید کی حاجت نہیں وہ خود باطل ہے ابھی وجود ہی میں نہیں آیا معدوم کسکو کہا جاوے۔ یہ بات کہ کوئی چیز عدم محض سے وجود میں نہیں آسکتی دعویٰ ہے اسکا اثبات دلیل کے ساتھ قائل کے ذمہ ہے۔ جب تک دلیل قطعی سے ثابت نہ کر دیا جاوے دعویٰ کا وجود ہی متحقق نہیں ہوگا اسکا موجود کرنا اُسکے ذمہ ہے اور پوچھا جاتا ہے ہم سے کہ اُسکے دعویٰ کا ابطال کرو جبکا وجود نہیں اُسکا ابطال فعل لایعنی ہے وہ خود ابھی بطلان سے ثبوت میں نہیں آیا۔ پھر ہم کیوں ابطال کریں ....

.... وہ تو خود ہی باطل ہے۔ مگر لوگ دیکھتے ہیں نہ بھالتے ہیں ذرا کسی نے چھیڑ دیا اور تیار ہو گئے۔ نہ تو یہ چال ٹھیک ہے اور نہ وہ جواب ہی ٹھیک ہوتے ہیں جو مخالف کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں ایک بات کا تو جواب دیتے ہیں اور دوسرا اعتراض اپنے ذمہ لیلیتے ہیں اور اسپر بڑا فخر کرتے ہیں۔ ایک صاحب نے داڑھی کا ثبوت قرآن شریف سے دیا اس لفظ سے لا تاخذ بلحیتی ولا برأسی یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے حضرت ہارون علیہ السلام نے کہا میری داڑھی نہ پکڑیے معلوم ہوا کہ حضرت ہارون کی داڑھی تھی۔ میں نے کہا جناب اس سے وجود لحیہ کا ثبوت ہوا نہ وجوب لحیہ کا اور وجود کے لیئے اتنا تکلف ناحق کیا اپنی داڑھی دکھا دینی تھی وجود کا ثبوت ہو جاتا۔ اور اگر وجوب کا ثبوت دیا ہے تو وہ تو آیت سے بھی نہوا۔

ایک صاحب نے مٹی میں کیڑے ہونے کا ثبوت قرآن سے دیا۔ سورہ اقرأ میں لفظ من علق سے۔ علق جونک کو کہتے ہیں جونک اور کیڑا ایک ہی چیز ہے ہمارے قرآن میں وہ چیزیں موجود ہیں جو اب تیرہ سو برس کے بعد لوگوں کو معلوم ہوئیں۔ دین میں

ایسی جرأت ہوئی ہے لوگوں کو کہ ہر شخص دخل دینے کو تیار ہے لغت تک کے علم کی ضرورت نہیں رہی ہر کیڑا تو جونک نہیں اور منی میں جونک نہیں اور مجاز کی کوئی دلیل نہیں پھر القرآن یفسر بعضہ بعضا دوسری آیات میں فرمایا ہے من نطفۃ ثم من علقۃ ثم من مضغۃ جس سے صاف واضح ہوا کہ علقہ کہ وہی علق ہے ایسی کوئی چیز ہے جو نطفہ و مضغہ کے درمیان میں ہے تو وہ خون بستہ ہے اور وہ کیڑا تو نطفہ کے ساتھ ہوتا ہے نہ کہ نطفہ کے بعد اور مضغہ کے قبل پس علق کے معنی لغت عرب میں خون بستہ کے ہیں۔ کیا قرآن سے عقیدت اور محبت ہے کہ اسمیں وہ چیزیں داخل کیجاتی ہیں جنکو اسکی زبان بھی شامل نہیں اور اس خرافات کو حمایت دین کہا جاتا ہے۔

ایک صاحب نے قرآن شریف سے یہ ثابت کرنا چاہا کہ دانہ میں نصف مادہ اور نصف نر ہوتا ہے یہ بھی سائنس جدید کی تحقیق ہے اسکے لئے انکو یہ آیت ملگئی سبحان الذی خلق الازواج کلھا مما تنبت الارض ومن انفسھم ومما لا یعلمون معلوم ہوا کہ مما تنبت الارض میں بھی ازواج یعنی میاں بی بی ہیں جو جسکی سمجھ میں آتا ہے وہ کہتا ہے۔ نہ معلوم یہ لوگ واذا النفوس زوجت کے کیا معنی کہینگے تزویج تفعیل ہے زوج سے اسکے معنی انکی تقریر کے موافق میاں بی بی بنانے کے ہوئے تو یہ معنی ہوئے کہ قیامت کے دن لوگوں کے نکاح کرائے جائینگے۔ قرآن شریف کو کیا کھیل بنایا ہے لوگوں نے۔ نہ معلوم عقلیں کیسی مسخ ہوئی ہیں۔ یہ طرفداری دین کی ہے یا سائنس کی۔ موٹی سی بات ہے کہ دین کی طرفداری تو جب ہوتی کہ دین کو تسلیم کر کے سائنس کو اسکی مطابق کرتے یہ طرفداری دین کی کیسی ہوئی کہ سائنس کو تسلیم کر کے دین کو اسکے مطابق کرنا چاہتے ہیں یہی فرق ہے علماء اہل حق اور آجکل کے لوگوں کی روش میں علماء اسلام نے بھی احکام شریعت میں عقلی مصالح دریافت کی ہیں اور اس مبحث پر کتابیں لکھی ہیں جنسے یہ لوگ بھی استدلال کرتے ہیں کہ علماء حال کا جمود اور تعصب ہی کہ ہمپر اعتراض کرتے ہیں جب ہم عقل اور نقل کو مطابق کر کے دکھاتے ہیں حالانکہ اگلے علماء نے بھی ایسا کیا ہے یہ صرف مغالطہ ہے۔ اگلے علماء نے دین کو مقدم رکھکر عقل سے اسکی مصلحتیں دریافت کی ہیں اور یہ لوگ عقل کو مقدم رکھکر دین کو اسکے مطابق کرنا چاہتے ہیں۔ میں سچ کہتا ہوں کہ سائنس کو قرآن میں داخل کرنا چند روز میں دین کو بالکل منہدم کرنا ہے کیونکہ سائنس کی

تحقیقات بدلتی رہتی ہیں آج جو بات بالاتفاق تسلیم کیجاتی ہے وہ کل کو ایسی غلط ثابت ہوتی ہے کہ اسپر وہی لوگ ہنستے ہیں جنکی وہ تحقیق تھی اگر آج قرآن کو بھی اُسکے مطابق کرلیا تو جسوقت اُسکی غلطی ثابت ہوگی اُسوقت قرآن غلط ہونا بھی ثابت ہوجاویگا پھر قسمت کو روئیو۔ لوگ ادھر اُدھر کے مسائل کو قرآن شریف سے ثابت ہونے کو فخر سمجھتے ہیں۔ میں کہتا ہوں قرآن کا فخر یہ ہے کہ اُسمیں غیر دین نہیں ہے جیسا کہ طب اکبر کے لئے فخر ہوسکتا ہے تو یہی کہ اُسمیں جوتیاں گانٹھنے کا بیان نہیں ہے نہ یہ کہ اسمیں کہیں کہیں جوتیاں گانٹھنے کی ترکیبیں بھی درج ہیں اگر کوئی طب اکبر میں یہ صنعت بھی شامل کردے تو واللہ کوئی اُسکو ہاتھ بھی نہ لگائے۔ میں نے بکثرت وعظوں میں اس مضمون کو بیان کیا ہے۔ لوگ انکو خشک مضامین کہتے ہیں۔ اور تر مضامین وہ ہیں جن میں ڈوب مرنا پڑیگا۔ آجکل کے حامیان اسلام حامیان اسلام نہیں ہیں ماحیان اسلام ہیں ان کی یہ حالت ہے ؎

یکے بر سر شاخ و بن مے برید ؛ خداوند بستاں نگہ کرد و دید
بگفتا گر ایں مرد بد میکند ؛ نہ با من کہ بالنفس خود میکند

فروعی مسائل اسلام تو عقل سے ثابت کرتے ہیں اور اسکی خبر نہیں کہ اسطرح جڑ اسلام کی کٹتی جاتی ہے اس مرض میں ہمارے بھائی بند بھی یعنی مولوی لوگ بھی مبتلا ہیں اور اسکی وجہ صرف حب شہرت اور بعض میں حب مال اور اپنی ضرورتوں کو اہل دنیا کے پاس لیجانا ہے اُنکے عطایا لینے کے بعد اُنسے دبنا پڑتا ہے اور اُنکی حسب خواہش دین کو سائنس کے ساتھ مطابق کرنا پڑتا ہے ورنہ اُنکی نظروں میں وقعت نہو اور عطایا میں کمی ہوجائے۔ یہ ہروہ چیز جسنے ناس کر رکھا ہے۔ لوگ ہر نذرانہ اور عطیہ کے لے لینے کو جائز سمجھتے ہیں۔ حالانکہ بڑی احتیاط کی ضرورت ہے ذراسی غلطی سے دین فروشی لازم آجاتی ہے۔ فتحپور میں مجھے چند آدمیوں نے نذر دی میں نے کہا تم کون ہو میں نے پہچانا نہیں اُنہوں نے اپنا حسب نسب بیان کیا مگر مجھے تب بھی یاد نہ آیا کہ اُن سے پہلے کب کی شناسائی ہے میں نے نذر لینے سے اب بھی انکار کیا اور کہدیا کہ میرا اصول ہے کہ میں بلا شناسائی نہیں لیتا اور یہ کیا شناسائی ہے کہ باوجود حسب نسب بیان کرنے کے بھی میں نے نہیں پہچانا۔ اول شناسائی پیدا کرو

قرآن کا فخر یہ ہے کہ غیر دین اسمیں نہ ہو

عطیہ ہر شخص کا قبول نہیں کرنا چاہیے

اور مجھ سے کچھ حاصل کرو تاکہ مجھے تم سے کچھ حاصل کرتے شرم نہ آوے اُسوقت تو یہ باتیں رُوکھی رُوکھی معلوم ہوئیں مگر تجربہ ہوا کہ جسکو میں نے اس طرح رد کیا اُسنے فوراً ہی خط کتابت شروع کردی۔ ہم لوگوں کو نظر صرف اپنے نفع پر نہ چاہیئے جو غرض ہے عطایا سے یعنی علماء کے ساتھ تعلق اور محبت اور جو اُسکا بھی اصل الاصول ہے یعنی تعلیم و تعلم وہ بھی تو حاصل ہونا چاہیئے۔

ڈاڑھی کی حد

کسی نے پوچھا ڈاڑھی کی حد کیا ہے فرمایا ایک قبضہ (مٹھی) سے کم نہ چاہیئے یہ حدیث فعلی سے ثابت ہے اور فقہاء کے قول سے بھی ثابت ہے فقہاء کا کوئی قول بلا سند نہیں ہوتا وہ حدیث کو زیادہ سمجھتے ہیں۔ پوچھا گیا عذارین کے بالوں کا کیا حکم ہے یہ بھی داخل ڈاڑھی ہیں یا نہیں۔ فرمایا مجھے اسمیں تردد تھا اُسکے رفع کرنے کے لئے میں نے بچوں کو بلا کر دیکھا تو ثابت ہوا کہ عذارین پر کچھ بال اُن کے بھی ہوتے ہیں اور ظاہر ہے کہ بچوں کی ڈاڑھی نہیں ہوتی تو یہ بال سر کے ہوئے اور انکا منڈانا بلا سر کے منڈائے ممنوع اور داخل قزع ہوگا کیونکہ قزع اسی کو کہتے ہیں کہ حلق بعض و ترک بعض۔ پوچھا گیا رخساروں کو صاف کرانا جائز ہے یا نہیں فرمایا جائز ہے پوچھا گیا بعض لوگ کانوں کے پاس کے بالوں کو زیادہ کٹواتے ہیں اور ٹھوڑی کے بالوں کو کم کٹواتے ہیں یعنی ٹھوڑی کے بال تو ایک مٹھی رہتے ہیں اور کانوں کے پاس کے بال بہت چھوٹے ہوتے ہیں یہ جائز ہے یا ناجائز فرمایا کانوں کے پاس کے بال بھی چار انگل سے کم نہونے چاہئیں۔

مصافحہ کی مشہور ترکیب موضوع ہے

فرمایا مصافحہ کی ترکیب میں مشہور ہے کہ انگوٹھوں کو دباوے یہ بے اصل ہے اور یہ حدیث موضوع ہے کہ انگوٹھوں میں رگ محبت ہے۔

پچھاں کے علماء اور عوام میں تصنع نہیں ہے

فرمایا ہماری طرف کے علماء مخدوم نہیں بنتے نہ اون میں ترفع ہے نہ امتیاز ہے نہ تکبر کچھ نہیں، مولانا محمد قاسم صاحب کی کسی لوہارنے دعوت کی اور وقت پر بارش ہونے لگی مولانا خود کمبل اوڑھکر پہونچے اور کھانا بھی یہ تھا کہ فقط دال ساگ پکایا تھا وہی بخوشی کھالیا ہماری طرف کے عوام میں بھی بناوٹ نہیں ہے خلوص تو بہت ہے۔ یہاں کے لوگ تو علماء سے حضور حضور کر کے خطاب کرتے ہیں اور ہماری طرف کے لوگ تو تک بولتے ہیں مگر یہ از راہ تحقیر نہیں بلکہ اسوجہ سے کہ انکو بناوٹ آتی ہی نہیں۔ عوام علماء سے اسطرح بولتے ہیں اور علما تحمل کرتے

ہیں اور یہ بھی نہ صرف ظاہراً بلکہ دل سے بھی بُرا نہیں مانتے اور بعض جگہ کے علماء اسقدر تنگ مزاج ہوتے ہیں کہ جناب اور حضور کہنے والے کے لہجہ میں بھی اگر ذرا قلت ادب کا شائبہ ہو جاوے تو کشیدہ ہو جاتے ہیں۔ ہماری طرف کے علماء میں یہ بات نہیں بلکہ سیدھے سادھے ہوتے ہوتے ہیں اور بعض تو بالکل ہی بےنفس ہوتے ہیں۔ حضرت گنگوہی ایک دفعہ حدیث کا سبق صحن میں پڑھا رہے تھے بارش آگئی سب طلبہ کتابیں لیکر مکان کے اندر کو بھاگے مولانا نے کیا کیا کہ سب کی جوتیاں جمع کر رہے تھے کہ اُٹھا کر لے چلیں لوگوں نے دیکھا کہ یہ حالت ہے تو کٹ گئے۔ سبحان اللہ نفس کا تو ان لوگوں میں شائبہ بھی نہ تھا۔ مولانا مظفر حسین صاحب (میں نے مولانا کو نہیں دیکھا) اپنے معمولات کے ایسے پابند تھے کہ تہجد سفر میں بھی ناغہ نہ ہوتا اسوقت میں ریل نہ تھی سفر بیل گاڑی میں ہوا کرتے تھے بہلی میں جاتے ہوتے اور اور لوگ بھی ساتھ ہوتے تو راستہ میں تہجد پڑھتے مگر بہلی کو ٹھیراتے نہیں اس خیال سے کہ رفقا کا رستہ کھوٹا ہوگا بلکہ تہجد کو اسطرح پورا کرتے کہ بہلی سے آگے بڑھ جاتے اور دو رکعت پڑھ لیتے پھر آگے بڑھ جاتے اور دو رکعت پڑھ لیتے اسی طرح تہجد پورا کر لیتے۔ ایک دفعہ ایک بڈھا بوجھ لئے جاتا تھا مولانا کو اسپر رحم آیا اور اُسکا بوجھ اپنے سر پر رکھ لیا جب اُسکا گانوں آگیا بوجھ اُسکے حوالے کر کے رخصت ہونے لگے بڈھا بولا کہ میں نے سُنا ہے کہ اسطرف مولوی مظفر حسین آئے ہوئے ہیں تجھکو کچھ خبر ہے مولانا نے فرمایا ہاں وہ بولا کہ اگر کہیں پاس آیا ہوا سنے تو مجھکو بھی تبلانا فرمایا اچھا اسکے بعد کہا مظفر حسین میرا ہی نام ہے وہ بہت شرمندہ ہوا اور پیروں میں گر گیا مولانا نے کہا بھائی شرمندگی اور معذرت کی کیا بات ہے ایک مسلمان کا کام میں نے کر دیا تو کیا ہو گیا پھر وہ اصرار کر کے اپنے گھر لیگیا۔

ایک قصبہ بڈولی ہے ایک دفعہ مولانا وہاں کی سرائے میں ٹھیرے برابر میں ایک بنیا مع اپنے لڑکے کے ٹھیرا ہوا تھا اور لڑکے کے ہاتھ میں سونے کے کڑے تھے۔ مولانا سے اُس سے بات چیت ہوتی رہی جیسا کہ سفر میں عادت ہے کہ مسافر آپسمیں بات چیت کیا کرتے ہیں۔ اُسنے پوچھا میاں جی کہاں جاؤگے مولانا نے سب بتا دیا کہ فلاں جگہ اور فلاں راستہ سے جاؤنگا۔ اسکے بعد مولانا تہجد پڑھکر روانہ ہوگئے۔ اُس لڑکے کے ہاتھ میں سے کسی نے کڑے

اُتار لئے بنیا اُٹھا تو دیکھا کپڑے ندارد ہیں بس اُسکی تو روح فنا ہوگئی دیکھا کہ وہ میانجی بھی نہیں ہیں جن سے رات بات چیت ہو رہی تھی اُسنے کہا ہو نہو وہی لیگئے یہ کوئی ٹھگ تھا وہ سیدھا اُسی راستہ پہ روانہ ہوا جسپر مولانا نے جانے کا ارادہ بیان کیا تھا یہانتک کہ مولانا اُسکو مل گئے بس پہونچتے ہی اُسنے ایک دھول رسید کی۔ مولانا نے کہا کیا ہے کہا پوچھتا ہے کیا ہے لا کپڑے کہاں ہیں۔ مولانا نے کہا بھائی میں نے تیرے کپڑے نہیں لیئے۔ کہا ان باتوں سے کیا چھوٹ جاویگا میں تجھے تھانہ لیجاؤنگا۔ کہا مجھے کچھ عذر نہیں میں تھانہ بھی چلا چلونگا۔ غرض وہ مولانا کو پکڑے ہوئے جھنجھانہ کے تھانہ میں پہونچا اتفاقاً تھانہ دار مولانا کا بڑا معتقد تھا اُسنے دیکھا کہ مولانا آرہے ہیں کھڑا ہوگیا اور دور سے ہی لیا یہ دیکھکر بنئے کے ہوش خطا ہوئے کہ یہ تو کوئی بڑے شخص معلوم ہوتے ہیں اور ڈرا کہ اب جوتے پڑینگے۔ مگر مولانا اُس سے کہتے ہیں بھاگ جا بھاگ جا تجھے کوئی کچھ نہیں کہیگا۔ تھانہ دار نے مولانا سے پوچھا یہ کون تھا کہا تم اسے کچھ نہ کہو جانے دو اسکی چیز کھوئی گئی اُسکی تلاش میں آیا تھا۔ دیکھئے کیا بےنفسی ہے۔ لطف یہ کہ نرا عفو ہی نہیں بلکہ مولانا اُسکے احسانمند بھی ہوئے۔ چنانچہ فرمایا کرتے تھے کہ اس سے مجھے بڑا نفع ہوا جب لوگ مصافحہ کرتے ہیں اور میرے ہاتھ پیر چومے جاتے ہیں تو میں نفس سے کہتا ہوں تو وہی تو ہے جسکے ایک بنئے نے دھول لگائی تھی بس اس سے عجب نہیں ہوتا۔

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب اپنے تمام مجمع میں خوش پوشاک نازک مزاج نازک بدن تھے اور حسین بھی ایسے تھے کہ معلوم ہوتا تھا شہزادہ ہیں اُنکی حکایت ہے کہ موضع املیا کے ایک شخص نے مولانا کی مع طالب علموں کے آموں کی دعوت کی وہ گانوں دیوبند سے تین کوس ہے سواری بھی نہیں لایا مولانا مع رفقا کے پیدل گئے اور وہاں آم کھائے جب چلنے لگے تو اُسنے بہت سے آم گھر لیجانے کے لئے دیئے اور بدتمیزی یہ کی کہ اُنکے پہونچانے کے لئے بھی مزدور تک نہ دیا بس سامنے لاکر رکھدیے کہ انکو لیتے جائیے مولانا کا حصہ بھی اوروں سے زیادہ ہی دیا گیا سب اپنے اپنے آم کپڑے میں باندھکر چلے مولانا بھی بغل میں لیکر چلے ایک طرف کی بغل دکھ گئی تو دوسری طرف لے لیا جگہ بھی دور بار بار کروٹیں بدلتے تھے یہانتک کہ جب دیوبند پہونچے تو

مولانا محمد یعقوب صاحب کا قصہ پایت بےنفسی

ہاتھ زیادہ تھک گئے مولانا نے اُس گٹھری کو سر پر رکھ لیا اور فرماتے ہیں کہ بھائی یہ ترکیب پہلے سے سمجھ میں نہ آئی اسوقت حالت یہ تھی کہ مولانا کو دونوں طرف سے بازار میں سلام ہو رہے تھے اور مولانا جواب دیتے جاتے تھے اور اس حالت سے مولانا کو ذرا بھی تغیر نہ تھا۔ سبحان اللہ کیا تواضع ہے نفس ان حضرات میں تھا ہی نہیں یہ قصہ میں نے مولوی ظفر احمد مرحوم تھانوی سے سنا ہے جو اُس زمانہ میں وہاں طالب علمی کرتے تھے۔ اسی طرح حضرت مولانا محمود حسن صاحب کا قصہ ہے کہ مراد آباد مدرسہ کے جلسہ میں گئے تھے لوگوں نے وعظ کے لئے اصرار کیا (مولانا وعظ سے بچتے تھے) عذر کیا کہ مجھے عادت نہیں مگر لوگوں نے نہ مانا آخر مولانا کھڑے ہوئے اور حدیث فقیہ واحد اشد علی الشیطٰن من الف عابد پڑھی اور اسکا ترجمہ یہ کیا کہ ایک عالم شیطان پر ہزار عابد سے زیادہ بھاری ہے وہاں ایک مشہور عالم تھے وہ کھڑے ہوئے اور کہا یہ ترجمہ غلط ہے اور جسکو ترجمہ بھی صحیح کرنا نہ آوے اُسکو وعظ کہنا جائز نہیں۔ بس مولانا فوراً ہی بیٹھ گئے اور کہا میں پہلے ہی کہتا تھا کہ مجھے وعظ کی لیاقت نہیں ہے۔ یہ کسقدر مشکل بات ہے بعد میں مولانا اُنکے پاس آئے اور پوچھا کیا غلطی ہوئی کہا اشد کا ترجمہ اضر ہے نہ کہ اثقل۔ مولانا نے کہا حدیث کیفیت وحی میں بھی یہ لفظ ہے ؔ یاتینی احیاناً کصلصلۃ الجرس و ھو اشد ھا علیّ وہاں اضر کا ترجمہ کیسے بنے گا بس اُن عالم صاحب کی یہ حالت تھی کہ رنگ فق تھا اور سر سے پیر تک عرق میں ڈوبے ہوئے تھے (یہ قصہ مولوی مرتضیٰ حسن صاحب کی زبانی ہے) ایک حکایت مولانا کی خود میری دیکھی ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ مولانا ہمارے مدرسہ جامع العلوم کانپور میں جلسہ دستار بندی میں تشریف لائے میں نے وعظ کے لئے عرض کیا۔ فرمایا مجھے وعظ کہنا نہیں آتا۔ میں نے کہا حضرت وعظ تو کہنا ہی پڑیگا۔ فرمایا تمھارے وعظ سے لوگ مانوس ہیں اور پسند کرتے ہیں تمھارا ہی وعظ ہونا مناسب ہے اور میرے بیان سے لوگ خوش نہ ہونگے اور اس سے میرا تو کچھ نہیں جائیگا تمھاری اہانت ہوگی کہ ان کے اُستاد ایسے بے علم ہیں۔ میں نے عرض کیا نہیں حضرت اس سے تو ہمارا فخر ہوگا کہ انکے اُستاد ایسے ہیں . . . .

. . . . فرمایا ہاں اسطرح فخر ہوگا کہ لوگ کہیں گے یہ اُستاد ایسے ہیں . . . . . .

غرض مولانا نے وعظ کو منظور فرمالیا اور بیان شروع ہوا مولانا کا علم سبحان اللہ بیہرز مع خطبہ

مولانا محمود حسن صاحب کا قصہ بابت تواضع

مولانا محمود حسن صاحب کا . . .

دعلمار کا مولانا کی طبیعت کھلی ہوئی تھی اور مضامین عالیہ بیان ہو رہے تھے اتنے میں مولانا لطف اللہ صاحب علیگڈھی تشریف لے آئے پس ایک دم مولانا بیٹھ گئے اور وعظ قطع کردیا مولوی فخرالحسن صاحب نے دوسرے وقت دریافت کیا کہ یہ کیا بات تھی فرمایا اسوقت مجھکو خیال ہوا کہ اب وقت ہے مضامین کا یہ بھی دیکھیں کہ علم کیا چیز ہے تو اسطرح سے وعظ میں خلوص نہ رہا میں نے قطع کردیا۔ سبحان اللہ یہ لوگ کیسے بے نفس ہیں۔

بعض لوگ حد سے زیادہ تہذیب اور ادب کا برتاؤ کرتے تو فرمایا حضرت والا نے کہ اس سے مجھے تکلیف ہوتی ہے انہوں نے عرض کیا حضرت یہ تو آپکے اخلاق ہیں مگر خادموں کو تو تہذیب اور ادب ہی چاہئے۔ فرمایا راحت رسانی مقدم ہے ادب پر اور یہی ادب ہے۔

راحت رسانی ادب پر مقدم ہے

علماء کے اخلاق کا ذکر ہوا تو فرمایا ہماری طرف کے علمار کو حق تعالیٰ نے بڑے اخلاق دئے ہیں اور ایک سے ایک زیادہ ہیں۔ اس مجمع میں تواضع میں سب سے زیادہ مولانا محمد قاسم صاحب مشہور تھے مگر مولانا محمد یعقوب صاحب کا بھی ایک عجیب قصہ ہے کہ ایک دفعہ مہتمم سے ناخوش ہو کر خفا ہو کر نانوتہ جانے لگے سواری نہ ملی نانوتہ کا ایک دھوبی سلام کرنے آیا جو گدھے بھی ساتھ لایا تھا وہ گدھے منگا اور ان پر کتابیں لادخود بھی ان کے ہمراہ کہیں سوار کہیں پیادہ چلدئے (تیزی اور چیز ہے اور کبر اور مولانا تیز مزاج تو بہت تھے ہر شخص مولانا سے ڈرتا تھا مگر کبر چھو بھی نہیں گیا تھا) دیکھئے کبر ہوتا تو ایسا کیوں کرتے یہ ہمارے مولانا کی حالت تھی۔ ان حضرات میں اخلاق رگ دپے میں سرایت کئے ہوئے تھے تواضع کرتے تو بلا اس وسوسہ کے کہ ہم میں تواضع ہے نہ بناوٹ اور تکلف سے بلکہ یہ اخلاق انکی جبلت ہی میں داخل تھے کہ اُسکے اُن کے خلاف قصد سے بھی ہونا مشکل تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اُن میں آپس میں اختلاف نہ تھا کیونکہ اختلاف ہمیشہ نفسانیت اور ترفع سے ہوا کرتا ہے اور اس سے ان حضرات کو مس بھی نہ تھا۔ نہ آجکل کے لوگوں کیطرح کہ اگر کسی میں کچھ اخلاق ہیں بھی تو بنائے ہوئے اور تکلف کے ساتھ چپکائے ہوئے یہی وجہ ہے کہ جب کوئی موقع پڑتا ہے تو سب نداردہو جاتے ہیں اور جبلیت اصلیہ کا ظہور ہونے لگتا ہے دیکھ لیجئے ذرا ذرا بات پر باہمیں اختلاف ہو جاتا ہے۔

دیوبندیوں کے اخلاق

تیز مزاجی اور چیز ہے اور کبر اور

اختلاف نفسانیت اور ترفع سے ہوتا ہے

فرمایا طبائع میں تفرد کا مادہ بدترین عیوب ہے عوام تو عوام میں تجربہ کی بات کہتا ہوں

خود رائی بڑا عیب ہے ۔ کشف پر مدار رکھنا غلطی ہے ۔ [illegible] ۔ موضع اختلاف میں احوط پر عمل بہتر ہے

کہ علیحدہ ہو جانا علمار سے بڑوں کے لیئے بھی بُرا ہے خود رائی سے آدمی ایسی غلطیوں میں پڑتا ہے جو قابل مضحکہ ہوتی ہیں اچھے اچھوں کو دیکھ لیجیے جہاں اُنمیں خود بینی اور خود رائی آئی اور عقل و صلاح رخصت ہوئی - ایک بڑی جگہ دیکھا کہ وہاں اس تفرد کی بدولت کشف کا ایسا اعتبار ہوا ہے کہ ہر کام کشف پر ہوتا ہے حتیٰ کہ عزل ونصب ملازمین اور ترقی و تنزل وغیرہ بھی - حدیث میں ہے ان الشیطان یاخذ القاصیۃ اور یہ اعتماد کتنی بڑی غلطی ہے گو لوگ اُسکو کمال سمجھتے ہیں کہ ہر کام باذن الٰہی ہوتا ہے - مگر کشف کبھی شیطانی بھی تو ہوتا ہے اسکو امر الٰہی سمجھ لینا کس درجہ کی غلطی ہے - ایک ذی علم اور مستند شخص سے ایسا ہونا سخت تعجب کی بات ہے - یہ اُسی خود رائی اور تفرد کے نتائج میں سے ہے - بھلا کسپر اطمینان کیا جاوے - اسیواسطے حدیث میں آیا ہے کہ مُردوں کا اتباع کرو کیونکہ زندہ آدمی کی طرف سے فتنہ کی طرف سے اطمینان نہیں ہوتا -

یوں دیکھا ہے (گو اسپر کوئی دلیل قطعی تو نہیں ہے مگر ہے صحیح) کہ بے غبار اگر ہے تو یہ ہمارا ہی مجمع ہے - اتقا - محدثیت - تفقہ علم وغیرہ ماشاءاللہ سب اس مجمع میں موجود ہیں -

فرمایا مواقع اختلاف میں احوط پر حتی الامکان عمل کرنا بہتر ہے مثلاً مس مرأۃ کے بعد حذراً عن الاختلاف تجدید وضو بہتر ہے اسپر پوچھا گیا کہ اگر مقتدی شافعی ہوں اور امام حنفی ہو تو اُسکو مس مرأۃ کے بعد وضو کرنا چاہئے تو کیا اس صورت میں ترک تقلید جائز ہوگا - فرمایا اس خاص صورت میں واجب ہے تاکہ اُنکا اقتدا صحیح رہے اور اسکو ترک تقلید نہیں کہتے عمل بالاحوط کہتے ہیں - امام ابوحنیفہ کے نزدیک مس مرأۃ کے بعد وضو ناجائز تو نہیں ہے ہاں ضروری نہیں اور یہ متاخرین کے قول پر ہے اور متقدمین کے قول پر اقتدا بالمخالف غیر مراعی للخلاف میں وسعت ہے

حضرت والا کو ایک شخص پالکی میں کہیں لے گئے اور عین مغرب کے وقت واپس لائے - پالکی میں سے اُترتے وقت ایک روپیہ حضرت والا کے ہاتھ سے گر گیا اُسوقت تلاش کیا گیا مگر نہ ملا مولوی ابوالحسن صاحب نے عرض کیا کہ روپیہ مجھ سے لے لیا جاوے میں اسکو ڈھونڈھ لونگا فرمایا اسکی کیا ضرورت ہے جاتا رہا جانے دیجئے - اگر ملجاوے تو میرے پاس منی آرڈر کرکے بھیجدیجئے گا - عرض کیا فیس منی آرڈر کون دیگا فرمایا اُسی میں سے دیدیجئے گا - پندرہ آنہ میرے

پاس پہونچ جاویگے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا وہ منی آرڈر قنوج میں حضرت کے پاس پہونچا۔

۲۹ صفر ۱۳۳۵ھ روز شنبہ

شب سہ شنبہ مغرب کی نماز مئو میں ہوئی اور یہ تجویز ہوئی کہ کھانے اور نماز عشا سے فراغت پاکر ذرا دیر کو سو رہیں اور ۱ بجے شب کے گاڑی سے الہ آباد کو روانہ ہوں۔ عشا میں مجمع بہت تھا بعدہٗ بیکدری کے ساتھ زائرین سے رخصت ہوکر تھوڑی دیر آرام فرمایا اور ریل کے وقت اسٹیشن پر پہونچے۔ ریل میں بیٹھ چکے تھے۔ امامت کا ذکر ہوا کہ اس سے بچنا بہتر ہے کیونکہ کچھ نہ کچھ عجب پیدا ہوتا ہی ہے۔ فرمایا مولانا محمد یعقوب صاحب فرماتے تھے کہ اپنے آپ کو مستحق سمجھکر امامت نہ کرے بلکہ تطییب قلوب مؤمنین کے لئے کرے کہ چند آدمی امام بناتے ہیں اُن کے کہنے کی تعمیل کرتا ہوں۔ نیز قبل روانگی ریل ایک شخص نے سوال کیا کہ آیت اتامرون الناس بالبر و تنسون انفسکم کا کیا مطلب ہے۔ اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ جسکے اپنے اعمال درست نہوں اُسکو دوسروں کو بھی نصیحت نہ چاہیئے۔ فرمایا یہ نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ آمر بالبر کو ناسی نفس نہونا چاہیئے نہ یہ کہ ناسی نفس کو آمر بالبر ہونا نہ چاہیئے ورنہ امر بالبر کا سلسلہ ہی مسدود ہوجاوے کوئی نہ کوئی کوتاہی تو ہر شخص میں ہوتی ہے۔ امر بالبر ضروری چیز ہے اور کچھ نہ کچھ نفع اُس سے ضرور ہوتا ہے سامع کو تو ہوتا ہی ہے آمر کو بھی ہوتا ہے میرا تجربہ ہے کہ جس بات کی میں اپنے آپ میں کسر پاتا ہوں اُسکا وعظ کہدیتا ہوں۔ بس اُسی دن سے وہ کام شروع ہوجاتا ہے کیونکہ شرم آتی ہے کہ میں لوگوں کو اُسکی تعلیم کرچکا ہوں اور میں اُس سے خالی ہوں۔

۱ بجے شب کے ریل میں مئو سے چھوٹی لائین میں براہ بنارس روانہ الہ آباد ہوئے۔ بروقت روانگی ریل کی گاڑی مسافروں سے بھری ہوئی تھی حضرت والا کے لئے ایک بینچ پر بستر کردیا گیا اور خدام بیٹھے بیٹھے رہے۔ احقر اور خواجہ عزیز الحسن صاحب اسباب رکھنے کی بینچ پر جو دو درجوں کے درمیان میں تھی لیٹ گئے۔ حضرت والا نے دیکھکر فرمایا مجھسے تو اسپر کبھی نہ لیٹا جاوے اسمیں تو قبر کا لطف آتا ہوگا۔ صبح کی نماز کی تیاری اول وقت سے کی

روانگی جانب الہ آباد

امامت کرنے کی ترکیب تطییب قلوب مؤمنین کے لئے

آیت تامرون الناس بالبر و تنسون انفسکم کا مطلب

مگر پانی کہیں نہ ملا۔ بالآخر بنارس کے اسٹیشن پر متوسط وقت پر پہونچے پانی وہاں بھی بدقت ملا۔ اور وقت نہایت سرد تھا اور پانی بھی بہت ٹھنڈا ملا اسی سے سب نے وضو کیا۔ گاڑی تقریباً سب خالی ہوگئی۔ وضو سے فراغت ہوئی تھی کہ گاڑی چھوٹ گئی۔ چلتی ریل میں نماز پڑھی۔ اسوقت حضرت کے ساتھ ہم چار خدام تھے احقر اور مولوی عبد الغنی صاحب اور مولوی محمد اختر صاحب اور خواجہ عزیز الحسن صاحب۔ قبلہ کی سمت بائیں جانب کو قریب ۴۵ درجہ کے منحرف تھی۔ جماعت کے لئے یہ تجویز ہوئی کہ درمیان کے ایک درجہ میں دونوں بنچوں کے درمیان میں حضرت والا کھڑے ہو جاویں اور داہنی بائیں ہر درجہ میں ایک ایک مقتدی کھڑا ہو جاوے۔ احقر نے عرض کیا جب حضرت والا درمیان میں ہیں اور قبلہ بائیں جانب کو منحرف ہے تو جو مقتدی بائیں طرف کے درجوں میں کھڑے ہوں گے وہ امام سے آگے ہوں گے فرمایا آگے کیسے ہونگے میں تو آگے کھڑا ہوں۔ احقر نے عرض کیا میری سمجھ میں نہیں آتا کہ حضرت مقتدیوں سے آگے کیسے رہینگے داہنی طرف والوں سے تو بیشک آگے ہیں مگر بائیں طرف والے حضور سے آگے ہوتے ہیں۔ ذرا غور کر کے فرمایا ہاں ٹھیک ہے میں سب سے بائیں درجہ میں ہو جاؤں تاکہ سب لوگ پیچھے رہیں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا اور اسطرح جماعت ہوئی کہ سب سے بائیں درجہ میں حضرت والا تھے اور حضرت کی بائیں طرف اسی درجہ میں ایک مقتدی اور داہنی طرف کے ایک درجہ میں کیچڑ تھی اسکو چھوڑ کر اس سے داہنے درجہ میں دو مقتدی اور اس سے داہنے درجہ میں ایک مقتدی تھا۔ فرمایا حضرت والا نے ریل کی ایک گاڑی مکان واحد کے حکم میں ہے تمام گاڑی میں اقتدا صحیح ہو سکتی ہے بنچوں کے بیچ میں کھڑے ہونے اور سجدہ دیکر بنچ کے نیچے کو کیا۔ اس اہتمام وغیرہ میں وقت قریب تنگ ہونے کے آگیا تھا سو پہلے صرف معوذتین پڑھیں۔ بعد نماز حضرت والا اپنی منزل پڑھتے رہے اور خدام اپنے اپنے اوراد میں مشغول رہے۔ مولوی محمد اختر صاحب نے پوچھا جائے نماز میں قرآن شریف کو لپیٹ کر رکھدیا جائے تو کیسا ہے فرمایا جائز تو ہے مگر جائے نماز پر رکھنے کی جیسے اسمیں قرآن شریف کو لپیٹنا سو ادب تو ضرور ہے۔ پوچھا گیا قرآن شریف کے اوپر اور کوئی کتاب رکھنا کیسا ہے۔ فرمایا یہ بھی سوء ادب ہے الا آنکہ قرآن شریف کی حفاظت کی غرض سے

جائے نماز میں قرآن شریف کو لپیٹنا

اس سفر میں حضرت والا نے چند ادویات بھی ساتھ لیلی تھیں اور اُنکا اہتمام احقر نے اپنے ذمہ لیا تھا۔ صبح کو کشتہ طلا اور دوا المسک معتدل اور ماء اللحم نوش فرماتے تھے اور شام کو جواہر مہرہ اور معجون لبوب کبیر حسب معمول احقر نے صبح کی دوا پیش کی اور عرض کیا کہ یہ دوا المسک کس کی بنائی ہے نہایت اعلیٰ درجہ کی ہے فرمایا یہ ایک مولوی صاحب ہیں جو مجھسے محبت مثل بیعت کے رکھتے ہیں اور میرے شاگرد بھی ہیں۔ شاگردی کا تعلق عجیب ہے میں وجدانی بات کہتا ہوں کہ جنہوں نے مجھ سے پڑھا ہے اُن سے مجھے تعلق زیادہ ہے جیسے اولاد سے ہوتا ہے شاگرد اور مرید میں بھی فرق ہے۔ مرید کے سامنے اپنے عیوب کھلنے کو آدمی گوارا نہیں کرتا اور شاگرد سے اسمیں بھی تکلف نہیں ہوتا۔

فرمایا محمد بن قاسم تابعی سندھ میں آئے تھے

فرمایا ہندوستان میں بھی بعض انبیا علیہم السلام کے مزار ہیں۔ براس ایک جگہ ہے انبالہ سے آگے بنجارہ کی سرائے اسٹیشن سے اُتر کر وہاں ایک احاطہ ہے اُسمیں مزار ہیں نشان کل قبروں کے نہیں ہیں حضرت مجدد صاحب کو مکشوف ہوا کہ یہاں انبیا علیہم السلام کے مزار ہیں۔ ہم بھی مولانا رفیع الدین صاحب مرحوم (مہتمم مدرسہ دیوبند) کے ساتھ گئے تھے مولانا نے مراقبہ کیا اُن حضرات کی ارواح سے ملاقات ہوئی گنتی میں تیرہ حضرات ہیں انمیں ایک باپ بیٹے بھی ہیں باپ کا نام حضرت ابراہیم ہے اور بیٹے کا نام حذر ہے (نہ معلوم بالضاد ہے یا بالذال) مولانا نے اُن سے اُنکی بعثت کا زمانہ پوچھا تو ایک راجہ کا نام لیا کہ اُسکے زمانہ میں ہم تھے (فرمایا حضرت والا نے یہ نام میں بھول گیا مگر اتنا یاد ہے کہ تقریباً اب سے دو ہزار برس پہلے ہوا ہے) اور فرمایا حضرت والا نے کہ مولانا نے مجھ سے یہ مراقبہ کا قصہ نہیں بیان کیا بلکہ اپنے ایک مرید سے بیان کیا اور اُنہوں نے مولانا کے داماد صاحب سے بیان کیا اور داماد صاحب نے مجھ سے بیان کیا اور اُن مرید صاحب کا نام حاجی حسینی ساکن بسی ضلع میرٹھ ہے اور داماد کا نام ضیاء الحق ہے

فرمایا سلوک میں چار چیزیں ضروری ہیں قلت طعام اور قلت منام اور قلت کلام اور قلت اختلاط مع الانام۔ مگر ان میں سے دو اول کے آجکل متروک ہیں۔ پیٹ بھر کر کھاوے اور نیند بھر کر سووے تاکہ کام کرے اور وجہ اس متروک ہونے کی ضعف ہے۔

مولود شریف کا طرز حسن

حکایت بیان فرمائی کہ کانپور میں ایک رئیس میرٹھ کے باشندہ تھے وہ وہاں نہر کے ڈپٹی مجسٹریٹ بھی تھے وہ مولود شریف کیا کرتے تھے ایک دفعہ اُنہوں نے مجھ سے مولود شریف پڑھوانا چاہا میں نے عذر کیا کہ تکان ہے یہ جواب اُن کے پاس پہونچا تو لوگوں نے کہا یہ حیلہ ہے اصل میں اُنکو مولود شریف میں کلام ہے کہتے ہیں کہ اسمیں خرابیاں ہیں۔ اُنہوں نے کہلا بھیجا کہ اگر ایسا ہے کہ آپ محض مفاسد کی وجہ سے منع کرتے ہیں تو اُن کو حذف کر کے نفس مولود پڑھ دیجیے میں نے جواب دیا وہ مفاسد دو قسم کی باتیں ہیں ایک وہ جو متعلق بیان کنندہ کے کے ہیں اور ایک وہ جو متعلق جلسہ کنندہ کے ہیں۔ میرے متعلق جو باتیں ہیں (یعنی تصحیح روایات وغیرہ) اُنکا انتظام میں کرلونگا اور دوسری قسم کا انتظام آپ کرلیں اُنمیں سے ایک یہ بھی ہے کہ تقسیم شیرینی نہو۔ اُنہوں نے مان لیا حالانکہ پندرہ روپیہ کی مٹھائی منگا چکے تھے میرے پاس کہلا بھیجا کہ اچھا ہم مٹھائی نہ بانٹینگے مجھے خبر ملگئی تھی کہ مٹھائی آچکی ہے خیال ہوا کہ آجانے کے بعد نہ بانٹنا مشکل ہے ایسا نہو کہ مولود شریف پڑھوالیں اور بعد میں اوپر کے لوگ مٹھائی بانٹ دیں اسوقت میں کیا کرلونگا۔ اسواسطے میں نے کہلا بھیجا کہ مجھے اسکا اطمینان جب ہو سکتا ہے کہ مٹھائی کو مقفل کر دیا جاوے اور کنجی کسی معتبر آدمی کو دیدیجاوے اُنہوں نے یہ بھی کیا میرے ہی ایک معتمد دوست کو کنجی حوالہ کر دی۔ میں نے بعد مغرب عشاء تک بیان کیا اور کوئی امر منکر نہیں ہوا عنوان مولود شریف ہی کا تھا۔ مٹھائی بھی تقسیم نہیں ہوئی۔ یہ ایک نئی قسم کا مولود شریف ہوا اُن لوگوں کی زبانیں بند ہو گئیں جو کہتے تھے کہ یہ لوگ نفس مولود ہی کے منکر ہیں۔ صبح کو میں نے کہلا بھیجا کہ وہ مٹھائی اب تقسیم کر دیں جو جو اشخاص مجلس میں آئے تھے اُن کے مکانوں پر بھیجدیں اور زیادہ حصہ مساکین کو دیں اور اُسکا ثواب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کر دیں۔ وہ ایسے سمجھدار شخص تھے کہنے لگے جبکہ مساکین کو دینے سے ثواب ہوگا تو کل مٹھائی مساکین ہی کو کیوں نہ دیدیجائے بس محلہ کے مساکین کو سب مٹھائی دیدی حتیٰ کہ بیان کنندہ کا حصہ بھی نہیں بھیجا۔

جزو لا یتجزیٰ کا ثبوت

فرمایا مولانا محمد قاسم صاحب نے رامپور افغانان میں وعظ کہا اُس میں جزو لا یتجزیٰ کا ثبوت دیا اذا وقعت الواقعۃ لیس لوقعتہا کاذبۃ سے اور یہ بھی اعلان کہا کہ میں معقول کے

تمام مسائل کو نفیاً یا اثباتاً قرآن شریف سے نکال سکتا ہوں مولانا کا علم لدنی تھا اور میرا خیال یہ ہے کہ مولانا میں ذہانت کے ساتھ ذکاوت بھی غالب تھی۔ مگر یہ ایسی بات ہے کہ اس سے ہمارے مجمع کا کوئی آدمی کم اتفاق کریگا۔ مولانا میں حق تعالیٰ نے بہت سے اوصاف جمع کر دئے تھے۔ شرمگیں ایسے تھے کہ نکاح کے بعد کسی نے غسل جنابت کرتے نہیں دیکھا سرد سے سرد موسم میں بھی قصبہ سے باہر جاکر تالاب میں نہاتے تھے۔ مولانا محمد یعقوب صاحب سے کسی نے میرے سامنے پوچھا کہ مولانا کو یہ کمالات کسطرح حاصل ہوئے۔ فرمایا کئی سبب جمع ہو گئے۔ مولانا میں یہ کمالات یکجا ہو جانے کے ایک خلقۃً مزاج کا معتدل ہونا کیونکہ حسب سنت اللہ اعتدال مزاج سے نفس کامل فائض ہوتا ہے۔ دوسرے اُستاد اُنکو کامل ملے جیسے مولانا مملوک علی صاحب کہ ہر فن کے محقق اور طرز تعلیم میں بے مثل تھے۔ تیسرے پیر کامل تھے۔ چوتھے قدرتی طور پر مولانا میں ادب بہت تھا اور جتنا ادب زیادہ ہوتا ہے اُتنا ہی فیضان زیادہ ہوتا ہے پانچویں تقویٰ کامل تھا۔ ادب اسقدر تھا کہ اللہ کا نام لینے والے بدعتیوں سے بھی ادب

تھا کہ ایک مقام پر

وہاں کے ایک بزرگ مولانا محمد قاسم صاحب کے یہاں آئے وہ اہل سماع میں سے تھے مگر دوکاندار نہ تھے۔ مولانا نے فوراً ایک روپیہ نذر کیا اور خدام سے کہا بدعت کا ذکر مطلق نہ کرنا کیونکہ مہمان کو رنج ہوگا۔ جب کھانے کا وقت ہوا تو کھانا شاہ صاحب کو تو خدام سے کھلوایا اور اُن کے سائیسوں کو خود کھلایا (اُن کے سائیس بھنگی تھے) چلتے وقت شاہ صاحب نے فرمایا کہ درویش آپ ہی ہیں اور ہم تو محض نقال ہی ہیں۔ یہ قصہ مولانا گنگوہی نے سنا تو فرمایا اچھا نہیں کیا من وقر اھل بدعۃ فقد اعان علی ھدم الاسلام حدیث ہے کسی نے یہ مقولہ حضرت کا وہاں جا نقل کیا تو مولانا نے کہا یہ تو بدعتی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو وفد بنی ثقیف کا جو کہ کافر تھا اکرام کیا پھر یہ جواب حضرت نے سنا تو فرمایا غور نہیں فرمایا مولانا نے اکرام کافر سے فتنہ نہیں ہوتا اور اکرام بدعتی سے فتنہ ہوتا ہے۔ پھر اُس شخص نے یہ خبر مولانا کو پہونچائی تو اُسکو ڈانٹ دیا اور کہا جاؤ تمھیں کیا پڑی یہ باہمی تعلقات تھے ان حضرات کے اور وہ شان علم تھی۔ باہم علمی اختلاف رہا اور جب وہ بڑھنے لگا فوراً روک دیا۔ مولانا گنگوہی

پر نقشبندیت کی شان غالب تھی اور مولانا پر چشتیت کی اور یہی چشتیت حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر غالب تھی۔ خواجہ صاحب نے عرض کیا اور حضور میں اعتدال ہے فرمایا کیا کچھ نہیں۔ پھر فرمایا کمال تو اہل کمال ہی میں ہوتا ہے مگر الحمد للہ ہم نے اہل کمال کو دیکھا تو ہے اور اب بھی اُن کے قائم مقام حضرات غنیمت ہیں ؎

چونکہ شد خورشید و مارا کرد داغ چارہ نبود بر مقامش از چراغ

پھر فرمایا کہ ظاہر میں ہے تو بے ادبی مگر بعضے متاخرین بعضے متقدمین سے افضل ہیں کمال کسی پر ختم نہیں۔ یہ نبوت تھوڑا ہی ہے جو ختم ہو جاوے مجھے مولانا گنگوہی کے ساتھ زیادہ عقیدت ہے بہ نسبت مولانا کے اور بعض لوگ اسکے برعکس خیال رکھتے ہیں۔ مولانا گنگوہی کی شان سلف کے بہت مشابہ ہے۔ زمانہ میں متاخر سہی مگر حالات وہی ہیں جو سلف کے تھے جیسے حضرت حاجیصاحب کہ اکابر سلف کی سی شان رکھتے تھے مثل جنید وغیرہ حضرات کے۔
حضرت حاجیصاحب کو وہ کمالات حق تعالیٰ نے دئیے تھے کہ نظیر ملنا مشکل ہے اور حضرت کے حالات شروع ہی سے عالی تھے۔ حضرت جوانی میں ہندوستان سے تشریف لیگئے اسی زمانہ میں حضرت کی شہرت امرا و غربا اور بیگمات تک میں سب میں ہو چکی تھی۔ ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔ حالانکہ حافظ ضامن صاحب وغیرہ حضرت کے معاصرین میں بھی بعض کمالات زائد تھے۔ ان حضرات کے سامنے حضرت سے کرامتیں بھی صادر ہوئی تھیں۔ ایک دفعہ حضرت کے یہاں مہمان بہت سے آگئے کھانا کم تھا حضرت نے اپنا رومال بھیجدیا کہ اسکو کھانے پر ڈھانک دو کھانے میں ایسی برکت ہوئی کہ سب نے کھالیا اور بچ بھی رہا۔ یہ کرامت تو کمال ہی ہے۔ دوسرا کمال دیکھئے کہ حضرت حافظ صاحب کو خبر ہوئی تو بطور اعتراض فرمایا کہ اب کیا ہے۔ آپکا رومال سلامت چاہئے اب قحط تو کیوں ہی پڑنے لگا اور انتقاص رزق میں جو حکمتیں ہیں اب وہ سب معطل ہو جاویں گی تو حضرت بہت شرمندہ ہوئے اور فرمایا واقعی خطا ہوئی۔ توبہ کرتا ہوں پھر ایسا نہ ہوگا یہ ہے کمال کہ جسکو لوگ کمال سمجھتے ہیں وہ اُنکے نزدیک توبہ کرنے کے لائق ہے حافظ صاحب بھی بڑے شخص تھے حافظ صاحب کا ایک مقولہ ہے جسکو حضرت مولانا گنگوہی نے بے حد پسند کیا وہ یہ کہ ذکر ہوا کہ بعض بزرگوں کا قول ہے کہ کھانا کھاتے میں ہر لقمہ پر بسم اللہ کہے اسپر

حافظ صاحب فرماتے ہیں ہمیں تو طریقہ سنت زیادہ پسند ہے کہ اول میں ایک دفعہ بسم اللہ کہہ لی اور اخیر میں الحمد للہ کہے اس سے زیادہ ثابت نہیں ان حضرات کو سنت کے ساتھ کسقدر عشق ہے اور حافظ صاحب نے یہ بھی فرمایا ہے کہ ذکر میں ہمیں تو صرف یہ نیت اچھی لگتی ہے جسکا وعدہ قرآن شریف میں ہے فاذکرونی اذکرکم اور واقعی یہی بات ہے اسمیں یہ بھی فائدہ ہے کہ اسکا معتقد کبھی بددل نہوگا۔ مولانا محمد قاسم صاحب میں شان ولایت کا رنگ غالب تھا اور مولانا گنگوہی میں شان نبوت کا۔ مولانا محمد قاسم صاحب سے حضرت حاجیصاحب کو بہت محبت تھی اور حضرت کے پاس تو جو کوئی جاتا تھا یہی معلوم ہوتا تھا کہ سب سے زیادہ حضرت کو میرے ہی ساتھ ہے حضرت مرید ہر شخص کو کرلیتے تھے بجز اس شخص کے جسکا پیر زندہ ہو اور اہل حق میں سے ہو۔ حق تعالی نے حضرت کا وجود رحمت مجسم بنایا تھا۔ بی بی ایسی دی تھی کہ اُن بی بی خیر النساء میں اور حضرت حاجی صاحب میں صرف فرق ذکورت و انوثت کا تھا ورنہ بڑی کاملہ تھیں۔ مثنوی کی عالم تھیں مثنوی انہوں نے اور حضرت نے ایک ہی بزرگ سے پڑھی تھی۔ بیعت کے متعلق حضرت فرمایا کرتے کہ دو وجہ ہیں کہ میں کسی کو انکار نہیں کرتا ایک تو یہ کہ وہ کہیں بے جگہ نہ پھنس جاوے دوسرے یہ کہ معلوم نہیں عند اللہ کون بہتر ہے ممکن ہے کہ کوئی مجھ سے اچھا ہو اور ہاتھ میں ہاتھ دینے سے قیامت میں اُسی کا ہاتھ مجھکو کھینچ لے۔ سبحان اللہ کیا تواضع ہے حضرت اپنے آپکو کچھ بھی نہیں سمجھتے تھے حضرت حاجی صاحب حافظ قرآن بھی تھے (اسوقت حضرت والا پر حضرت حاجی صاحب کے ذکر سے ایک خاص اثر تھا)

ذکر سے غرض

بی بی خیر النساء کا ذکر

حضرت والا نے ریل میں منزل قرآن اور منزل مناجات مقبول ختم کی اور خدام اپنے اپنے معمولات سے فارغ ہوئے تو اِدھر اُدھر کی باتیں خوش طبعی کے ساتھ ہوتی رہیں ۱۱ بجے دن کے قریب خدام نے اسباب تیار کرنے کا ارادہ کیا۔ خواجہ صاحب کا بستر بہت لمبا چوڑا اور بہت روئی دار اور موٹا تھا اُسکا نام حضرت والا نے خواجہ صاحب کا جہاز رکھا تھا خواجہ صاحب نے بمشکل اُسکو بستر بند سے باندھا پھر بھی بندش اُسکی سیدھی نہوئی تو حضرت والا فرماتے ہیں دیکھئے خواجہ صاحب کے بستر کی بندش ہی بتلا رہی ہے کہ خواجہ صاحب

چشتی ہیں جب بستر کو اُٹھانے لگے تو اُس میں سے ایک گٹھری نکل پڑی تو خواجہ صاحب حضرت نے اس نقطہ کو یاد کر کے بہت ہنسے کہ سارے ہی کام بے ڈھنگے اور کہا بمشکل تو اس گٹھری کو بستر کے اندر باندھ پایا تھا اور یہ سوچا تھا کہ ریل سے تو کسی طرح اوتر جاوے پھر اسٹیشن پہ باندہ بوندہ لینگے مگر یہیں نکل پڑی تو حضرت فرماتے ہیں یہ اسقاط قبل از وقت ہوا۔

۱۱ بجے دن کے الہ آباد پہونچے - الہ آباد میں بعض لوگوں کو اطلاع تھی مگر ٹھیک وقت مقرر نہ تھا نیز اسٹیشن کی بھی تعیین نہ تھی اسواسطے کوئی آدمی بطور استقبال نہ آسکا چھوٹی لین کے اسٹیشن پر اُترے اور گاڑی کرایہ کر کے مدرسہ احیاء العلوم کو روانہ ہوئے جب مدرسہ پر جاکر گاڑی رُکی تو مولوی مسیح الدین صاحب کو اطلاع ہوئی فوراً خدام کو لیکر دوڑے آئے اور ہاتھوں ہاتھ جائے قیام پہ لیگئے گاڑی کا کرایہ بارہ آنہ تھا وہ جملہ اشخاص پر تقسیم ہوا فی کس دو آنہ آئے حضرت والا کا حساب احقر کے پاس تھا فرمایا دو آنہ میرے بھی دیدو۔

حضرت والا نے تھوڑی دیر دوپہر کے وقت آرام فرمایا اور احقر اور خواجہ صاحب مولوی اسحاق علی صاحب کو اطلاع کرنے کے لیے محلہ کٹرہ گئے اور بعد ظہر واپس آئے تجویز ہوئی کہ مہیوا گانوں میں مولوی مسیح الدین صاحب کے مکان پہ چلیں یہ گانوں لب دریائے جمن دریا پار الہ آباد سے تقریباً دو میل کے فاصلہ پر واقع ہے چنانچہ دو گاڑیاں کرایہ کی گئیں اور حضرت والا اور ہم خدام اور مولوی مسیح الدین صاحب مع اپنے دو تین ہمراہیان کے روانہ ہوئے مولوی محمد اختر صاحب روانہ قنوج ہوئے اور یہ قرار داد ہوئی کہ حضرت والا جمعہ کے دن قنوج پہونچینگے اور اگر اس رائے میں کچھ تبدیلی ہوئی تو اطلاع کی جاویگی۔

عصر کی نماز مہیوا میں پڑھی - بعد عصر حضرت والا کو زنانہ مکان میں لیگئے چند منٹ کے بعد باہر تشریف لائے اور مختلف بات چیت ہوتی رہی ایک شخص آیا کہ مجھکو گوانے (سوتے میں ڈرنے) کا مرض ہے اُسکے لئے تعویذ لکھا۔

یکم ربیع الاول ۱۳۳۵ھ روز چہار شنبہ

شب چہار شنبہ مغرب کی نماز مہیوا میں پڑھی بعد مغرب محمد اختر صاحب کو یاد کیا اور فرمایا تعلق بھی

تکلیف کی چیز ہے۔ جسوقت سے محمد اختر گئے ہیں برابر اسوقت سے اسی طرف دھیان رہا عشاء کی نماز مدرسہ احیاء العلوم کی مسجد میں پڑھی اور کھانا بعد نماز عشاء کے کھایا۔ مولوی مسیح الدین صاحب نے دیگر پچیس تیس احباب کے کھانے کا بھی انتظام کیا تھا۔ فرمایا مجھے دوسروں کے ساتھ کھانے میں مزہ نہیں آتا اور یکسوئی کے ساتھ نہیں کھایا جاتا لہذا ہم سب کو الگ کھلا دیا جاوے۔ چنانچہ حضرت والا اور خدام کو اُس کوٹھری میں جسمیں حضرت والا کی چارپائی تھی کھلایا گیا۔ کھانا کھاتے میں پھر محمد اختر صاحب کو یاد فرمایا اور فرمایا یہ عجیب بات ہے کہ ہم سب بھائی ایک طبیعت ایک خیال ایک مزاج کے ہیں یہی نہیں معلوم ہوتا کہ بھائی بھائی ہیں بلکہ باپ بیٹے معلوم ہوتے ہیں۔ جائداد کا معاملہ بڑا نازک ہوتا ہے خاص خاص عزیزوں میں بھی ذراسی بات پر لڑائی ہو جاتی ہے۔ مگر والد مرحوم کی جائداد جب بٹی تو ہم بھائیوں میں ذرا بھی اختلاف نہوا گھر میں بیٹھکر ایک گھنٹہ میں سب قصہ ختم ہوگیا قرعہ نکالکر سب سے اچھا قرعہ سب سے چھوٹے کو دیدیا اور اُس سے کم درجہ کا اُس سے بڑے کو اور اُس سے کم درجہ کا اُس سے بڑے کو دیا۔ جو قرعہ محمد مظہر کو دیا گیا وہ سب سے اچھا تھا اب اُسکی آمدنی بہت بڑھ گئی ہے نہایت عمدہ زمین ہے۔ خواجہ صاحب نے پوچھا اس صورت میں تساوی کہاں ہوئی اور تقسیم تساوی کے ساتھ چاہئیے۔ فرمایا سب حصے مالیت میں برابر تھے مگر اُس قرعہ کی زمین نوعیت میں اچھی تھی۔ ہم میں سے کسی میں طمع اور حرص نہیں ہے تقسیم کے وقت ہر شخص اسپر تیار تھا کہ اگر مجھکو بالکل بھی نہ ملے تو میں راضی ہوں پھر منازعت کیسے ہوتی میں نے کوئی حصہ آمدنی میں نہیں لیا حالانکہ بھائی اکبر علی بہت اصرار کرتے رہے کہ لے لو مگر میں نے کہا یہ ابھی بچے ہیں اُنکی پرورش کرو اور تعلیم میں خرچ کرو یہ تو تقسیم کے وقت کے حالات ہیں اور اُسکے بعد کے معاملات یہ ہیں کہ بھائی اکبر علی کے یہاں سب کچھ ہے مگر میں نے کبھی اُنکے کسی نوکر سے بھی کام نہیں لیا اور کبھی ایک ٹوکرہ بھوسہ تک نہیں مانگا کام کے لئے اپنا نوکر رکھا یا احباب سے کام لے لیتا ہوں کبھی کبھی بھوسہ کی ضرورت ہوتی تو ہمیشہ مول منگایا کبھی اُن کے یہاں سے نہیں مانگا۔ مظہر کے یہاں بہلی تھی کبھی بے کرایہ اُس سے کام نہیں لیا۔ آج محمد اختر سے ایک ٹکٹ لیا تھا۔ تھوڑی دیر میں واپس کر دیا وہ سب میری عادت کو جان گئے ہیں کچھ چون و چرا نہیں کرتے میں معاملہ ہر شخص سے بالکل صاف رکھتا ہوں حتی کہ گھر میں کا ایک پیسہ بھی لیتا ہوں

تو ادا کرتا ہوں اور اگر میرا کوئی پیسہ وہ بیتی ہیں تو میں وصول کر لیتا ہوں۔ ہاں کبھی وہ ہدیہ دیتی ہیں مثلاً کوئی کپڑا اچھا ہوا اور انھوں نے مجھے دیدیا تو میں لیلیتا ہوں اور میں کبھی ہدیہ کپڑا یا اور کوئی چیز دیدیتا ہوں مگر حساب کتاب صاف رکھتا ہوں۔ ہمیشہ اپنی آمدنی نصف اُنکو دیتا تھا اور اب جب سے میں نے دوسرا عقد کرلیا ہے ثلث دیتا ہوں اُسے چاہے وہ جمع کریں اور چاہے زیور بنوائیں چاہے کسی کو بخشدیں جو چاہیں کریں۔ میں کسی کے معاملہ میں گنجلک رکھنا پسند نہیں کرتا اور اپنے دوستوں سے بھی یہی چاہتا ہوں کہ ایسا ہی کریں۔

شعر پر وجد کیوں آتا ہے

ذکر ہوا کہ شعر بھی عجیب چیز ہے اُسپر وجد آتا ہے۔ فرمایا ہاں موزونیت الفاظ کا یہ اثر ہے یہ موزونیت وہ چیز ہے کہ بدوؤں کی آواز سے بھی اونٹ رقص کرنے لگتے ہیں اور فرمایا موزونیت الفاظ سے جو وجد آتا ہے تو کبھی وجد بھی موزون ہوتا ہے یعنی آدمی باقاعدہ ناچنے لگتا ہے۔

باسی کھانا کھالینا

صبح کو بعد نماز فجر حضرت والا نے مولوی مسیح الدین صاحب (میزبان) سے فرمایا میں چاہتا ہوں کہ کھانا سویرے ملجائے جو کچھ رات کا بچا ہوا رکھا ہو وہی کافی ہے چنانچہ اُنہوں نے کچھ کھانا تازہ پکوایا اور زیادہ تر باسی لاکر رکھدیا۔ فرمایا منصف صاحب اکبرپور کے سامنے وعظ میں طعام واحد کی فضیلت بیان ہوئی اُنہوں نے دعوت کی تو صرف شوربا اور دہی لاکر رکھدیا اور کہا معاف کیجیے گا دو کھانے ہوگئے میں نے کہا دو سے مراد وہ دو کھانے ہیں جنمیں تناسب نہو اور جنمیں تناسب ہو وہ واحد کے حکم میں ہیں دیکھئے بنی اسرائیل پر حق تعالیٰ نے من و سلویٰ اُتارا یہ دو چیزیں تھیں مگر وہ کہتے ہیں لن نصبر علی طعام واحد چونکہ دونوں میں تناسب تھا اسواسطے ایک کہا۔ پھر میں نے کہا لیجئے میں ان دونوں کو صورت میں بھی دو نہیں رکھتا ہوں اور دہی کو شوربے میں ملالیا۔ اور حضرت والا نے فرمایا کہ میں نے ڈھاکہ میں جہاں کھانے میں باوجود ممانعت کے گھی بہت ہی زیادہ ہوتا تھا گھی زیادہ نہ کھانے کی فضیلت ایک مرتبہ آیت سے ثابت کی تھی اسطرح کہ حق تعالیٰ نے جنت میں چار نہریں رکھی ہیں فیھا انھار من ماء غیر اٰسن وانھار من لبن لم یتغیر طعمه وانھار من خمر لذة للشاربین وانھار من عسل مصفی اگر گھی بھی کوئی زیادہ کھانے کی چیز ہوتی تو نہر

ایک کھانا کی فضیلت

مسلمان دال

ایک نہر گھی کی بھی ہوتی۔ اور فرمایا میں ماش کی دال کو گائے کے گوشت میں ملا کر بڑے شوق سے کھاتا ہوں اور اسکو مسلمان دال کہا کرتا ہوں۔

غالباً عبدالباقی خانصاحب

قریب آٹھ بجے صبح کے تقریباً پچیس تیس آدمیوں کا مجمع تھا ایک شخص بڑی سی ٹوپی اوڑھے ہوئے اور کوٹ پہنے ہوئے تھے اُنکی وضع قطع سے معلوم ہوتا تھا کہ موٹر کے یا انجن کے ڈرائیور ہیں بولنے والے بہت تھے۔ ہر بات میں دخل دیتے تھے اُنہوں نے اُس مجلس میں ایک خانصاحب کو مخاطب کر کے کہا اب میں جرأت کرونگا کہ آپ سے عرض کروں کہ مولانا صاحب سے سفارش کر دیں کہ میرے وعظ کی درخواست کو منظور فرماویں۔ ہم لوگ جاہل ہیں علماء کا رونق افروز ہونا ہماری خوش قسمتی ہے تو اس موقع پر بھی ہمکو فائدہ نہ پہونچے تو بڑی محرومی ہے۔ خانصاحب نے کچھ جواب نہ دیا۔ حضرت والا نے فرمایا سفارش کا کیا موقع ہے یہ کام ایسا نہیں ہے جسکے لئے لوگوں کے بیچ میں ڈالنے کی ضرورت ہو ایک تو یہ کہ دین کا کام دوسرے سفارش کی ضرورت بڑے آدمیوں کے یہاں ہوتی ہے ہم طالب علم لوگ ہیں ہمارا کوئی دربار نہیں چوکی پہرہ نہیں جہاں دخل بلا سفارش کے مشکل ہو اور سفارش کا بھی یہ کیا طریقہ ہے کہ میرے منہ ہی پر آپ دوسرے کو مخاطب کر کے اور واسطہ بناتے ہیں جبکہ مجھ سے گفتگو براہِ راست ہو سکتی ہے تو بالواسطہ کہنا سوائے اسکے کہ تصنع اور بناوٹ ہے اور کیا ہے۔ تصنع آجکل داخل عادت ہو گیا ہے اُنہوں نے اسکے چند عذر ایسے پیش کئے جنمیں اور بھی تصنع ہی تصنع تھا۔ فرمایا حضرت والا نے اُسوقت تو ایک ہی تصنع تھا اب تو بہت سے تصنع جمع ہو گئے ان سب کو چھوڑ کر مجھسے براہ راست کیوں نہیں کہتے تعجب ہے کہ آپکو اپنی غلطی ابتک ظاہر نہیں ہوئی اُنہوں نے کہا اچھا میں براہ راست درخواست کرتا ہوں اور کسی کو واسطہ نہیں بناتا۔ فرمایا اسکے تو یہ معنی ہوئے کہ آپ میری خاطر سے ایسا کرتے ہیں غلطی ہنوز تسلیم نہیں ہے۔ کہا میں اپنی غلطی کو تسلیم کرتا ہوں اور درخواست کرتا ہوں کہ آپ وعظ ضرور فرمادیں۔

تشنیع بر تصنع

فرمایا اب سوال ٹھیک ہوا۔ فرمائیے کہ اتنا وقت جو تصنع سے آپنے ضائع کیا غلطی ہے یا نہیں۔ جب سوال ٹھیک ہی تو اب میں بھی جواب دیتا ہوں کہ یہ ہمارا کار منصبی ہے

ہم اور کسی کام کے تو ہیں نہیں اگر یہ بھی نہو تو ہمارا عدم وجود دیرابر ہے اور جب یہ ہمارا کار منصبی ہے تو اسکے لیے کسی کی خوشامد یا سفارش کا انتظار کرنا چہ معنی - اگر کوئی درخواست نکرے جب بھی ہمکو یہ کام کرنا ہے - اور درخواست کرنے پر تو کسی طرح بھی اس سے انکار نہوتا - لیکن عذر موجود ہے - میری طبیعت مضمحل ہے - یہ سفر میں نے آرام کے واسطے کیا ہے کوئی دماغی کام ہونا مشکل ہے - اُنہوں نے پھر اصرار کیا تو فرمایا آپ نے اپنی ہی طرح تصنع پر میرے قول کو بھی محمول کیا - تصنع جزو طبائع ہوگیا ہے - میں نے سچی بات کہدی تو اُسکی کچھ وقعت نہوئی اور یہی سمجھا گیا کہ یہ نخرہ ہے اور خوشامد کرانا مقصود ہے - اُنہوں نے کہا میں بلا تصنع عرض کرتا ہوں کہ جناب کے وعظ کا بڑا اشتیاق ہے فرمایا اسکو جب میں تسلیم کرتا جبکہ آپنے بلایا ہوتا اور یہاں پہونچ جانے کے بعد فرمایش کرنا تو بہت ہی سہل بات ہے اُس کی تعمیل کیجاوے تو ایسے فرمایش کنندگان تو اسقدر نکل آوینگے کہ مہینوں میں بھی اُن سے نجات پانا مشکل ہے - اسیواسطے میرے اوپر فرمایشوں کا اثر کم ہوتا ہے کہ میں کسی کا بلایا ہوا نہیں آیا ہوں - اگر آپکو شوق ہے تو مجھکو بلوائیے اور وعظ کہلوائیے اسوقت کی فرمایش کا کوئی اثر نہیں ہوسکتا - جب میں چلا جاؤں تب بلائیے - کہا بہت اچھا یہ بھی کردونگا - جسوقت آپ روانہ ہوجاوینگے تو میں اسٹیشن سے بلالاؤنگا - فرمایا میں بچہ نہیں ہوں جسے آپ بہلالیں اگر بلانے کا لفظ اتنے قریب سے بلانے کو محتمل ہے تو بعید سے بعید سے بلانے کو بھی محتمل ہے آپ نے یہ معنی لئے کہ اسٹیشن سے بلالونگا میں یہ معنی لیتا ہوں کہ خدا تعالیٰ اسکے یہاں سے بلالائیگا - کبھی کلکٹر صاحب کی دعوت اس طرح نہ کی ہوگی کہ کلکٹر صاحب کہیں معائنہ کو آئے ہوں اور اُنسے فرمائش کی ہو کہ کھانا کھاتے جائیے -

بیان فرمایا کہ ایک نابینا شخص نے مجھسے ایک فرعی مسئلہ کی وجہ پوچھی (وجہ سے مراد دلیل ہے) میں نے کہا آپ بڑے محقق معلوم ہوتے ہیں آپکو ہر بات کی تحقیق کا شوق ہے اس مسئلہ فرعی کی تحقیق سے مقدم تحقیق اصول دین ہے - وہ آپ غالباً کرچکے ہونگے تب تو نوبت فرع کے تحقیق کی آئی اگر یہ بات ہی تو میں اصل الاصول مسائل یعنی توحید کی دلیل پوچھتا ہوں اور اسپر ملاحدہ کے شبہات کرونگا ذرا میرے سامنے تو بیان کیجئے کیا کیا

تحقیق آپنے اس مسئلہ کے متعلق کرلی ہیں - اور جواب نقلی نہ دیتا کیونکہ توحید کے ثبوت کیلئے
دلیل عقلی چاہیئے کیونکہ اُسکے مخاطب غیر مسلمین نقل ہیں - کہا یہ تو میں نہیں کر سکتا - میں نے کہا
ڈوب مرو کہ اصل الاصول میں تو تقلید کرتے ہو اور فروع میں تحقیق کا شوق ہوا -

فرمایا ایک مرتبہ میں سہارنپور گیا مدرسہ میں بیٹھا تھا کہ ایک صاحب پرانی فیشن کے
بغل میں ایک کتاب دبائے تشریف لارہے ہیں میں دیکھتے ہی سمجھ گیا کہ بہشتی زیور پر کچھ اعتراض
کرینگے اس زمانہ میں اسکا چرچا تھا آکر بیٹھے السلام علیکم وعلیکم السلام کہنے لگے مجھے کچھ عرض
کرنا ہے میں نے کہا فرمایئے - بہشتی زیور کا ایک مسئلہ نکالکر سامنے رکھدیا کہ اسکی وجہ سمجھ میں
نہیں آتی - میں نے کہا اس مسئلہ کے سوا جتنے مسائل ہیں آپکو سب کی وجہ معلوم ہے یا بعض
کی معلوم نہیں اگر سبکی معلوم ہے تو میں آپکا امتحان لیتا ہوں اور اگر بعض کی معلوم نہیں تو
اس مسئلہ کو بھی اُن ہی بعض کے ساتھ ملالیا جاوے - بس کھوئے گئے اور مبہوت ہو کر رہ گئے -
دیر تک سوچتے رہے مگر کچھ جواب نہ تھا - بس کتاب اُٹھا اور چپ چاپ اپنا سا منہ لیکر چلے گئے
معلوم ہوا کہ یہ صاحب حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سے بہت دیر تک الجھ چکے تھے مولانا
اپنے اخلاق کی وجہ سے اُنکو مسائل سمجھا رہے تھے مگر سمجھتا کون اتنی لیاقت بھی تو ہو - مولانا کو
دق کردیا تھا اور اُنکی دلیری بڑھتی جاتی تھی کہ ہمارے ایسے سوال ہیں کہ اُنکا حل ایسے علما سے بھی
نہیں ہوتا - میں جو آگیا تو کسی نے کہا تصنیف را مصنف نیکو کند بیان خود کتاب والے ہی آگئے
اُن سے پوچھو - یہاں آکر یہ اُنکی گت بنی - مولانا تعجب سے فرمانے لگے کہ تم نے تو منٹ ہی بھر میں
اُنکی بحث ختم کردی - پھر تھوڑی دیر میں ایک صاحب نئی فیشن کے وارد ہوئے اسی مسئلہ کی
نسبت فرمانے لگے کہ جہلا جو علما کی شان میں گستاخی کرتے ہیں اسنے دل دکھتا ہے - ہم ایک
مجمع کریں آپ اس مسئلہ کی وجہ بیان کر دیجئے - میں نے کہا آپکو علما سے بہت محبت معلوم
ہوتی ہے مگر میں پوچھتا ہوں کہ صرف علما ہی کی شان میں گستاخیاں ہو رہی ہیں یا اُنسے بڑھکر
ائمہ کی شان میں بھی اور ان سے بڑھکر صحابہؓ کی شان میں اور اُنسے بڑھکر جناب رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم کی شان میں اور ان سے بڑھکر خدا تعالیٰ کی شان میں اور بقاعدہ الاہم فالاہم
آپ نے ان سب گستاخیوں کا کیا انسداد کیا ہے جو آپ ہم سے علما کے متعلق ایسی درخواست

کرتے ہیں آپ اُنکا پہلے انتظام کیجیے پھر میں اُنکا انتظام کردونگا - کہا یہ اگر نہ بھی ہو تب بھی علمار
سے ہی اعتراض اُٹھ جائیں تو کیا بُرا ہے یہ کچھ مضر تو نہیں - میں نے کہا یہ امر ہے یا مشورہ
گر امر ہے تو آپکو میرے اوپر وہ کوئی حق امر کرنے کا نہیں ہے اور اگر مشورہ ہے تو میں آپ کا
نکر گذار ہوں آپ اپنا حق ادا کرچکے اب آگے میری توفیق تشریف لیجائیے - بات یہ ہی کہ آجکل
ے اس قسم کے سوالات تحقیق پر مبنی نہیں بلکہ صرف ایک مشغلہ ہے اور علمار کے ساتھ تمسخر
رنا ہے تو کیا ضرورت ہے کہ علمار اُن کا کھلونا بنیں اُنکا مُنہ جواب الزامی سے بند کرنا چاہئے

سوال - چہلم و سویم وغیرہ میں کچھ مصلحتیں بھی تو ہیں - فرمایا محض رسم بلا مصلحت ہی
طلب یہ ہے کہ مصلحتیں صرف فرضی اور وہمی اور ایسی ضعیف غیر معتد بہا ہیں کہ اُن کو کسی شمار میں
ں لایا جاسکتا یوں کوئی فعل بھی حتیٰ کہ چوری اور زنا بھی مصلحت سے خالی نہیں) کوئی وجہ ان کے
سن ہونیکی نہیں ہے - اور تفاخر اور تکبر اور سمعہ وغیرہ انمیں موجود ہیں یہ وجوہات ان کے
ہونے کی البتہ موجود ہیں کون انسے انکار کرسکتا ہے - پوچھا گیا ان تقریبات کے کھانے میں
آجاتا ہے یا نہیں - فرمایا کھانے میں خبث نہیں اثر کرتا (یعنی یہ کھانے تعزیہ وغیرہ کے چڑھاوے
م میں نہیں جو ما اھل بہ لغیر اللہ ہونے کی وجہ سے میتہ کے حکم میں ہیں) ہاں بمصلحت
نکار کرے تو بہتر ہے (یعنی جہاں امید ہو کہ اسکے نہ کھانے اور کراہت ظاہر کرنے سے دوسرو
ہوگا تو نہ کھاوے) اور اگر عدم قبول سے دیگر مفاسد ہوں تو مجبوراً کھالے آجکل بعض جگہ
ایک بلا پھیل گئی ہے کہ کسی کو زجراً علیحدہ کیا جاوے تو بجائے اسکے کہ وہ شرمندہ ہوا
ت کرنے کے لئے تیار ہوتا ہے حتیٰ کہ نعوذ باللہ یہ دھمکی دیتا ہے کہ میں آریہ ہوجاؤں گا -
گاؤں میں ایسا ہوا کہ لوگوں نے ان رسوم کو چھوڑنا چاہا اور یہ تجویز ہوئی کہ جو کوئی کر
ے برادری سے خارج کیا جاوے - ایک شخص نے چہلم کیا تو لوگوں نے چاہا کہ اسکو خارج کریں
زمانہ میں آریوں کا اُس گاؤں میں زور تھا میں نے کہا ایسا نہ کرو خدانخواستہ
ہ نہو جائے -

فرمایا جب کوئی ذکر میں مشغول ہو تو اسکو سلام نہ کرنا چاہیے فقہا نے تو ایسے وقت میں
کو صرف مکروہ کہا ہے اور صوفیہ نے کہا ہے جو کوئی مشغول بحق کو اپنی طرف مشغول کرے

ادرکہ المقت فی الوقت یعنی اسیوقت اسکا وبال اسپر آجاتا ہے ذکر میں کچھ نہ کچھ مشغولی بحق تو ہوتی ہی ہے اگرچہ یہ مسلم ہے کہ ہمارا ذکر تو کیا چیز ہے نماز روزہ اور کوئی عبادت بھی کچھ نہیں سب میں رہتے ہیں مشغولی بحق ہوتی تو کیا کہنا تھا مگر تاہم کچھ نہ کچھ تو ہوتی ہے مشغولی کے مراتب ہیں ادنی درجہ یہ ہے کہ شروع کے وقت نیت واسطے اللہ کے ہو یہ ادنی درجہ کا حضور ہے مگر کیا عجب ہی کہ یہ حضور بھی کافی ہو جاوے ۔ اتنا بھی حضور قابل قدر چیز ہے بعض لوگ اسکو کچھ نہیں سمجھتے ہیں اور ثمرات کے منتظر رہتے ہیں یہ غلطی ہے ۔ ایک شخص ذکر کیا کرتے تھے مگر ثمرات کچھ ظاہر نہوئے تو بڑے رنجیدہ تھے مجھ سے شکایت کی میں نے کہا کام کئے جاؤ ذکر مقصود بالذات ہے نہ بالعرض ایک رئیس صاحب سے اُن سے کچھ پرانے تعلقات تھے کسی گذشتہ کام کی تکمیل یا اسکے کسی جزو کی تحقیق کے لئے وہ رئیس ان صاحب کو بلاتے تھے مجھ سے مشورہ کیا میں نے کہا ضرور جاؤ وہ محسن ہیں یہ تو صرف الفاظ تھے اور نیت میری کچھ اور ہی تھی چنانچہ وہاں گئے ذکر کی مشغولی چھوٹ گئی ۔ اب چاہئے تھا کہ جس چیز کو بیکار سمجھتے تھے اُسکے چھوٹ جانے سے اُنکو چین آتا مگر دو ہفتے گذرے تھے کہ ایک لمبا خط آیا پریشانی کا کہ میں سخت پریشان ہوں سفر میں سب معمول چھوٹ گیا ۔ میں نے کہا جب ذکر بلا ثمرات آپکے نزدیک کچھ نہ تھا تو اسکے چھوٹ جانے سے رنج کیوں ہے بس مطمئن ہو گئے اور پھر ذکر ہی کی قدر سمجھ گئے ۔ ادنی درجہ کا حضور بھی حاصل ہو تو بڑی چیز ہے اور شکایت اور ناشکری کا منشا کبر ہے کہ دل میں یہ بات ہوتی ہے کہ میں تو اس سے زیادہ کا مستحق تھا اتنا مجھے کیوں ملا حالانکہ سمجھنا یہ چاہئے کہ میں اسکا بھی مستحق نہ تھا ۔ غلو نے امت محمدیہ کو تباہ کر دیا حضرت حاجی صاحب سے کسی نے شکایت کی کہ ذکر کرتے ہیں مگر کوئی فائدہ نہیں حاصل ہوتا فرمایا کیا یہ فائدہ نہیں کہ ذکر کرتے ہو ؎

یابم اورا یا نیابم جستجوئے میکنم　　حاصل آید یا نیاید آرزوئے میکنم

کام کئے جاوے اُسکی برکت سے خود ترقی ہوتی ہے جیسے کوئی خوشخطی سیکھنا چاہتا ہے تو اسکو لکھنا چاہئے پہلے کیسا بدخط ہوتا ہے مگر لکھنے سے کبھی نہ کبھی خوشنویس بن ہی جاتا ہے اگر لکھیگا نہیں تو خوشنویسی کیسے آویگی خوشنویسی آنے کی تدبیر یہی ہے کہ بدخطی شروع کیا دے

یہی بدخطی ایک دن خوشخطی ہو جاویگی۔ جس مرتبہ کا کوئی طالب ہے وہ شروع میں کیسے ہوگا وہ تو اسپر موقوف ہے یہ الٹی چال کیسی۔

سوال۔ ریل میں اگر ایسی بھیڑ ہو کہ کسی طرح رکوع وسجدہ نہ کر سکے تو نماز بلا رکوع و سجدہ کے پڑھ لے یا نہیں۔ فرمایا یہ صورت صرف فرضی ہے ہم نے بھی لمبے لمبے سفر ریل میں کئے ہیں کبھی ایسا موقع نہیں ہوا کہ رکوع سجدہ کی جگہ نہ ملی ہو نماز کے اوقات ممتد ہوتے ہیں یہ بات بالکل بعید ہے کہ شروع وقت سے اخیر تک دو رکعت پڑھنے کا بھی موقع نہ ملے۔ اور خیر اگر یہ صورت واقع ہی ہو جائے تو مسئلہ یہ ہے کہ جب نماز پر قدرت نہو تو مشابہت بالمصلی بھی کافی ہے۔ پھر اعادہ کر لے۔ یہ گنجائش اسواسطے دیگئی ہے کہ تشدد کا نتیجہ یہ ہے کہ لوگ نماز قضا کر دینگے۔ نماز کی ضرورت سے ترک ریل تو کوئی کریگا نہیں ترک صلوٰۃ ہی کریگے۔ سفر کی نماز میں تشدد نہ چاہیئے۔ سفر میں جو کوئی فرض بھی ادا کر لے تو بڑی ہمت ہے ریل کے سفر میں لوگ کہتے تو ہیں کہ بڑی آسانی ہے مگر پابندی کرنے والوں سے پوچھئے بعض ایسی دقت ہو جاتی ہے کہ فرض کا ادا کرنا بھی مشکل ہو جاتا ہے میرا تو قول یہ ہے کہ نادانی ہے سختی کرنا دین کے اندر۔ اور قاعدہ کلیہ مسئلہ مذکور کے متعلق یہ ہے کہ اگر حبس من العباد کی وجہ سے ارکان نماز نہو سکیں تو جسطرح ممکن ہو نماز پڑھ لے مگر اسکا اعادہ واجب ہے۔ اور حبس من العباد مانع ارکان نہو تو نماز ہو جاوے گی اور اعادہ بھی واجب نہو گا (مثلاً کسی نے ظلماً کسیکو ستون سے باندھ دیا اور نماز کا وقت نکلا جاتا ہے تو اسکو چاہیئے کہ اسی طرح نیت نماز کی کر کے جو رکن ادا ہو سکے مثلاً قرارت وغیرہ وہ ادا کرے اور بعد میں قضا واجب ہوگی اور اگر مرض کی وجہ سے ارکان نہیں کر سکتا تو اشارہ سے پڑھ لے اور قضا بھی واجب نہو گی کیونکہ اول صورت میں مانع ازجانب بندہ ہے اور دوسری صورت میں ازجانب صاحب حق۔

فرمایا انقلاب جبلت ناممکن ہے ہاں انسان ضبط کر سکتا ہے اور اسکا مکلف بھی ہے (مطلب یہ ہے کہ اگر کسی کی طبیعت میں مثلاً حرص مال خلقۃً رکھی گئی ہے تو یہ ناممکن ہے کہ حرص مال اسکی طبیعت میں نہ رہے ہاں یہ اختیاری ہے کہ اسکو مرتبہ فعل میں نہ آنے دے اور کوئی فعل ناجائز نہ کرے) اور چند روز بطور مجاہدہ کرنے سے آخر میں سہولت ہو جاتی ہے۔ مجاہدہ کا منشا

لازمہ سہولت ہے اور اس بتکلف بچنے سے اجر ملتا ہے۔ عادت بھی کبھی طبیعت اور جبلت بنجاتی ہے اُسکا چھوٹنا بھی مشکل ہوتا ہے۔ ایک چور کا قصہ ہے کہ اُسنے ایک بزرگ سے بیعت کی اور چوری سے توبہ کی مگر جب مسجد وغیرہ میں آتا تو دل میں گدگدی اُٹھتی کہ جوتے چرانے چاہئیں مگر دل مار کر رہ جاتا اور یہ کرتا کہ جوتے گڑبڑ کر دیتا اِدھر کے اُدھر۔ اُدھر کے اِدھر۔ کسی نے کہا یہ کیا حرکت ہے۔ تو کہا چور چوری سے گیا ہیرا پھیری سے تو نجاوے۔ اسپر پوچھا گیا کیا چوری اخلاق میں سے ہے فرمایا نہیں بلکہ از جنس افعال ہے ہاں منشا اسکا یعنی حرص از جنس اخلاق ہے اور یہ خلق سب میں کچھ نہ کچھ ہے ضرور بالضرور الا ماشاء اللہ اور کیوں نہو حق تعالیٰ نے خبر دی ہے زین للناس حب الشھوات من النساء والبنین والقناطیر المقنطرۃ الآیۃ۔ آیت سے ثابت ہے کہ حرص انسان کی خلقت میں داخل ہے ہاں کسی میں متعلق بالمال ہے اور کسی میں بالنساء وغیرہ وغیرہ تو اس سے مستثنیٰ تو کوئی آدمی بھی نہیں ہو سکتا ہاں کمی بیشی کا فرق ہو سکتا ہے اور یہ ہو سکتا ہے کہ اپنے اختیار سے کوئی اُسکو بیجا موقعوں سے روکے رکھے اور یہ امر اختیاری ہے اور اختیار ہی پر مدار تکلیف کا ہے اور حرص کو داخل طبیعت کرنے میں مصلحتیں ہیں کیونکہ اگر مال کی طرف اور دیگر ضروریات کی طرف میلان نہوتا تو اُنکا اکتساب کیسے ہوتا تھوڑی حرص کی بھی ضرورت ہے اور بخل کی بھی اور اُنکے اضداد کی بھی علماء فن نے اخلاق سے بتفصیل بحث کی ہے اور اخلاق کی فہرست لکھی ہے اخلاق کبھی مفرد ہوتے ہیں اور کبھی متعدد اخلاق سے ایک خلق پیدا ہوتا ہے۔ میں نے ایک بیان میں کہا تھا کہ غضب کی اصل کبر ہے اور فرع حقد تو غضب اور کبر اور حقد میں یہ تعلق ہوا کہ کبر اصل الاصول ہے اور غضب اُسکی فرع اور حقد اُس غضب کی فرع اسکا علم ہونے سے معالجہ میں آسانی ہوتی ہے بعض وقت ایک خلق کا علاج کیا جاتا ہے اور نفع نہیں ہوتا وجہ یہ ہوتی ہے کہ جو اُسکی اصل ہے وہ موجود رہتی ہے اُسکے علاج کیطرف خیال نہیں جاتا اسواسطے نفع نہیں ہوتا اور بعض وقت مرض موجود کا علاج نہیں کیا جاتا بلکہ اُسکی اصل کا علاج کیا جاتا ہے جو بظاہر بالکل خلاف ہوتا ہے اور ظاہر بین لوگ اُس علاج کو صحیح نہیں سمجھتے مگر اُس سے نفع مرض موجود کو بھی ہو جاتا ہے اسوقت یہ حیرت میں رہجاتے ہیں کہ یہ کیسے ہوگیا یہ فن کے جاننے کے نتائج ہیں اخلاق کے متعلق

تحقیق یہی ہے کہ بالکل ازالہ اخلاق مذموم کا بھی نہ چاہیئے ورنہ انکی منفعت تخلیق باطل ہوتی ہے کبر سب جانتے ہیں کہ برا ہے مگر اسکا بھی بالکل ازالہ نچاہیئے وہ بھی بقدر ضرورت محمود ہے یعنی وہ کبر جو اپنے مصرف میں صرف ہو دیکھئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے رجز کے کلمات منقول ہیں انا النبی لا کذب انا ابن عبد المطلب اسی معنی کر کہا ہے ؎

اے لبا امساک از انفاق بہ   مال حق را جز بامر حق مدہ

یہ حضرت حاجی صاحب کی تحقیق ہے محققین اخلاق ذمیمہ کا ازالہ نہیں کرتے امالہ کرتے ہیں اگر ازالہ ہو جاوے تو پھر ان کے پیدا کرنے کی ضرورت پڑے گی۔ اسکی مثال انجن کی آگ کی سی ہے آگ کو بجھانا نہیں چاہیئے ورنہ پھر جلانیکی ضرورت ہوگی آگ کو رکھکر کل کو سیدھی کر دو یہ امالہ ہے۔ خواجہ صاحب نے پوچھا بد انتظامی بھی جبلی ہے۔ فرمایا درجہ میں خلق کے جبلی ہو مگر اسکے مقتضا پر عمل کرنا تو جبلی نہیں۔ بقراط کا قصہ ہے کہ اسکے زمانہ میں ایک شخص ایسا قیافہ شناس تھا کہ تصویر دیکھکر اخلاق معلوم کر لیتا تھا چنانچہ بقراط کی تصویر دیکھکر اسنے کہا یہ کس زانی کی تصویر ہے۔ یہ خبر بقراط کو پہونچی تو کہا از قیافہ اخلاق معلوم میشود نہ افعال خلق میل بزنا بیشک در من ست لیکن عفیف ام۔ مطلب یہ ہے کہ میل بزنا درجہ میں خلق کے تو جبلی اور غیر اختیاری ہے مگر درجہ میں فعل اور اکتساب کے اختیاری ہے چنانچہ میں اس سے بچا ہوا ہوں۔

ایک جگہ سے الہ آباد کے امرود اور سنترے اور کیلہ کی پھلیاں اور انگور آئے تھے حضرت والا نے اپنے ہاتھ سے چھیل چھیل کر کھائے اور کھلائے۔ بعد عصر سید اکبر حسین صاحب جج کے مکان پر گئے تقریبًا مغرب سے پاؤ گھنٹہ پہلے پہونچے اور ارادہ یہ تھا کہ مغرب کی نماز کے واسطے اٹھینگے تو جج صاحب سے رخصت ہو لینگے۔ لیکن جج صاحب علما سے نہایت عقیدت اور محبت رکھنے والے ہیں اور سخنور فاضل ہیں انہوں نے اس قسم کی باتیں چھیڑ دیں کہ ان کا سلسلہ ختم ہی نہوا اور درخواست کی کہ میں آپکے ساتھ نماز پڑھنا چاہتا ہوں اور مسجد میں جانیکی مجھ میں طاقت نہیں اگر یہیں پر جماعت کر لیجئے تو میں بھی شریک ہو جاؤں اسکو حضرت نے منظور فرمایا اور کوٹھی میں جماعت ہوئی جسمیں

اخلاق مذمومہ کا بھی بالکل ازالہ نہ چاہیئے

لطیفہ۔ اخلاق جبلیہ پر عمل کرنا اختیاری ہے

تقریباً چودہ پندرہ آدمی تھے۔

۲ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ روز جمعرات

بعد نماز مغرب حضرت والا نے اجازت چاہی تو جج صاحب نے فرمایا تھوڑی مٹھائی منگائی ہے ذرا توقف کیجئے تقریباً پندرہ منٹ میں مٹھائی دو سینیوں میں آئی پھر خدمتگار سے فرمایا اسکو مٹی کی دو ہانڈیوں میں کردو تاکہ ہمراہ لیجانے میں دقت نہو اسمیں تخمیناً ایک گھنٹہ لگا اُدھر جج صاحب نے کچھ شعر شاعری اور لطافت و ظرافت شروع کردی جس سے حضرت کو اور خدام اور جملہ حاضرین کو محو کرلیا غرض باوجود جلدی کرنے کے جج صاحب نے بلطائف الحیل حسب دلخواہ وقت لے لیا۔ جج صاحب نے فرمایا کہ آجکل زمانہ کی رفتار یہ ہے کہ جو کوئی اسلامی مدرسہ میں جاتا ہے تو لوگ کہتے ہیں عربی پڑھکر کیا کروگے (یعنی زندگی کیسے بسر کروگے) فرمایا حضرت والا نے یہ خرابی اسکی ہے کہ لوگ علم عربی کو ذریعۂ معاش بناتے ہیں اس علم کو تو جو کوئی پڑھے تو مقصود اصلاح نفس ہی ہونا چاہئے پھر یہ سوال پیدا نہو گا۔ رہی معاش سو اس کے لئے کچھ اور ہونا چاہئے تجارت زراعت حرفت وغیرہ اور عربی کو ذریعہ معاش بنانیکے قصد سے پڑھنا ٹھیک نہیں۔

سوال۔ خیر خیرات سے غیر قوموں کے ساتھ سلوک کرنا درست ہے یا نہیں فرمایا مسلم اور غیر مسلم میں اول وجہ ترجیح حاجت ہے مثلاً ایک کافر بھوکا ہے اور ایک مسلمان بھی موجود ہے جسکو اتنی حاجت نہیں تو چاہئے کہ مسلمان کو چھوڑ کر اُس کافر کو کھلایا جاوے۔ پھر فرمایا اسکی تفصیل یہ ہے کہ صدقات واجبہ میں تو اہل اسلام ہی کی تعیین ہے وہ تو غیر مسلم کو دینے سے ادا ہی نہیں ہوتی اور صدقات نافلہ میں حاجت پر مدار ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم منع فرمانا چاہتے تھے کہ صدقات مطلقاً غیر مسلم کو نہ دئے جاویں یہ آیت اُتری لیس علیک ھداھم ولکن اللہ یھدی من یشاء الی قولہ تعالی علیم اس سے حضورؐ نے وہ ارادہ ملتوی فرما دیا۔ فرمایا حضرت والا نے کہ اسپر شاید کوئی حدیث سے شبہ کرے لا یاکل طعامک الا تقی کہ اس میں

علوم دینیہ کو ذریعہ معاش بنانا ٹھیک نہیں — صدقات غیر مسلم کے ساتھ سلوک کرنا جائز ہے

سوائے پرہیزگار کے بھی اطعام طعام سے نہی ہے تا بکافر چہ رسد۔ جواب یہ ہے کہ علماء نے لکھا ہے کہ اس طعام سے مراد طعام دعوت ہے نہ طعام حاجت۔ حاجت کے وقت ترجیح اہل حاجت کو ہے مسلم ہو یا غیر مسلم۔ یہ اسلام کے صدق اور غیر متعصب ہونیکی دلیل ہے کہ کافر جو مسلمانوں کا دشمن ہے اُسکو کھلادیں مجاہدہ اسی کو کہتے ہیں۔

جج صاحب کے یہاں سے رخصت ہوکر مولوی محی الدین صاحب کے یہاں گئے اور پندرہ بیس منٹ ٹھیر کر رخصت ہوئے۔

اسوقت کا کھانا عبدالباقی خانصاحب کے یہاں تھا تقریبًا پندرہ آدمی کھانے میں تھے خانصاحب نے خوب جی بھر کر تکلف کیا تھا اور اقسام اقسام کے کھانے تیار کرائے تھے اور نہایت لذیذ کھانے تھے خصوصًا ایک حلوا تو نہایت ہی لذیذ تھا حضرت والا کو تکلفات سے مطلق دلچسپی نہیں ہوتی مگر بخیال دل شکنی کچھ نہ فرمایا بلکہ تعریف کر کر کے کھاتے رہے۔

قرآن شریف کو کافر کا ہاتھ بلا وضو لگنا کیسا ہے

کھانے کی مجلس میں ایک شخص نے سوال کیا کہ قرآن شریف کو کافر کا ہاتھ بے وضو لگنا کیسا ہے۔ فرمایا ظاہرًا تو کچھ حرج نہیں معلوم ہوتا کیونکہ کفار مکلف فروع کے نہیں ہیں گو ادب کے خلاف ہے کہ مسلمان قرآن شریف کو کافر کے ہاتھ میں دیدے۔ پھر ذرا دیر کے بعد فرمایا اسکی دلیل بھی سمجھ میں آگئی وہ یہ ہے کہ حضور کا والا نامہ ہرقل کے پاس جب گیا تو اُسکے ہاتھ میں دیدیا گیا حالانکہ اسمیں آیت بھی لکھی ہوئی تھی یا اھل الکتٰب تعالوا الی کلمۃ الآیہ۔ اور یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ آیت کے ساتھ اور مضمون بھی تھا کیونکہ اور مضمون بہت ہی تھوڑا تھا جو قابل شمار نہیں ہو سکتا اور ظاہر ہے کہ ہرقل با وضو نہ تھا بلکہ عجب نہیں کہ جنب بھی ہو اس سے ثابت ہوا کہ کافر کا ہاتھ بلا وضو لگنا جائز ہے۔ ہاں بلا ضرورت طبیعت اسکو گوارا نہیں کرتی۔

سفر میں سنتیں پڑھنا چاہئیں یا نہیں

سوال۔ سنن رواتب کا سفر میں پڑھنا ضروری ہے یا نہیں فرمایا بحالت سیر یعنی راستہ میں چھوڑ دینا جائز ہے سوائے سنت فجر کے جب مقام قیام پر ہو تو نہ چھوڑے۔

کھانا کھا کر قریب کی ایک عالیشان مسجد میں نماز پڑھی جسکی مرمت ہو رہی تھی اور بعض لوگ بقصد اُسکے دکھلانے اور دعا کرانے کے لئے حضرت کو وہاں لیگئے تھے۔ بعد نماز عجلت کے ساتھ مدرسہ احیاء العلوم میں پہونچے اور سو رہے۔ صبح کو تین بجے اُٹھکر کانپور کی روانگی کی تیاری ہوئی

سوائے بستروں کے جملہ اسباب رات ہی کو تیار کر لیا گیا تھا۔ بسترے اُسوقت لپیٹ کر روانہ ہوئے اور ۹ بجے کے قریب ریل چھوٹ گئی۔ اصحاب ذیل ساتھ تھے۔ مولوی مسیح الدین۔ خواجہ عزیز الحسن صاحب۔ مولوی عبدالغنی صاحب احقر منشی الٰہی بخش صاحب۔ مفتی محمد یوسف صاحب انہیں اصحاب میں سے ایک نے اپنا حال حضرت سے کہا کہ کل کی رات اور آج کا دن میرا ایسی بُری حالت میں گذرا ہے کہ نعوذ باللہ نعوذ باللہ مدت ہوئی کہ ایسی پریشانی جب تھی یا آج ہوئی یہ معلوم ہوتا تھا کہ قلب میں ایمان ہی باقی نہیں رہا۔ میں حضور کے ساتھ تھا لیکن آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتا تھا کہ کیوں اپنا وقت ضائع لیا اس سفر سے کیا حاصل ہوا حالانکہ بعد تمنائے بسیار یہ موقع ملا ہے اور بڑے شوق سے میں نے اس سفر کو شروع کیا تھا ایسے وقت میں کہ بہت سے قوی مانع بھی موجود تھے۔ یہ بُری حالت پاکر دل میں ایک ہول سی اُٹھتی تھی اور کہتا تھا الٰہ العالمین کیا ہونا ہے کیا میری قسمت میں گمراہی لکھی ہے کبھی قلب کی حالت کچھ ہوتی تھی اور کبھی کچھ ایک عجب کشمکش تھی جسکے بیان کے لئے میرے پاس الفاظ نہیں ہیں۔ بہت سوچا کہ یہ کیا ہوا مگر سمجھ میں نہ آیا بار بار دعا مانگتا تھا مگر کچھ نہ ہوتا تھا آخر بہت غور کے بعد دو باتیں سمجھ میں آئیں ایک یہ کہ ایک وقت کی جماعت بلا وجہ محض سستی سے کھو دی تھی دوسرے ایک ایسے شخص سے ملنے گیا تھا جنپر دنیا غالب ہے حالانکہ اُنسے ملاقات بھی نہیں ہوئی۔ مگر جسوقت اُن کے مکان پر پہونچا تھا اُسی وقت سے دل میں ایک اضطراب اور حب دنیا پیدا ہو گئی بعد ازاں جماعت فوت ہوئی بس یہ معلوم ہوا کہ حالت بالکل دگرگوں ہو گئی میں اسکو ایک معمولی قبض سمجھا مگر ذرا سی دیر میں بڑھکر وہ کیفیت ہوئی کہ حق تعالیٰ دوبارہ نہ دکھلاویں تھوڑی دیر کے بعد وہ شخص خود مجھ سے ملنے کو آئے میں قصداً اُن کے سامنے اُس زمین پر بیٹھ گیا جہاں جوتے رکھے جاتے تھے اُنہوں نے کہا بھی یہ جگہ بیٹھنے کی ہے میں نے کہا کیا حرج ہے غرض وہ حالت قلب کی بڑھتی گئی حتیٰ کہ میں نے چند نوافل پڑھکر استغفار کیا اور عہد کیا کہ اب ان باتوں کا بہت خیال رکھونگا بس خدا تعالیٰ نے فضل کیا اور وہ بُری حالت ایک دم رفع ہو گئی اب میں درخواست کرتا ہوں کہ حضرت والا جلد جواب پر مطلع فرما دیں اور میرے لئے دعا کریں۔ فرمایا تعجب نہیں کہ یہ اتنا نہیں

دونوں باتوں کا ہو علاج اسکا استغفار ہی ہے اور میں دعا کرتا ہوں۔

ریل میں ذکر ہوا کہ ایسا ہوا ہے کہ بعض لوگوں کو مشائخ نے اجازت بیعت کرنیکی دیدی حالانکہ کامل نہوئے تھے فرمایا ہاں ایسا ہوتا ہے۔ پوچھا گیا کہ بلا کمال کے خلافت دے کیوں دیتے ہیں فرمایا بعض وقت بمصلحت دیدیتے ہیں اس خیال سے کہ وہ شرماویگا اور اپنی تکمیل کریگا۔ کہا گیا کہ بعض لوگوں نے سادگی سے یہانتک کہدیا کہ کیا شیخ سے غلطی ہونا ممکن نہیں کیا عجب ہے کہ شیخ نے اہل خلافت کا سمجھ لیا ہو اور واقع میں اسکے خلاف ہو۔ فرمایا ہاں یہ بات بھی درجہ امکان میں ہے گو ایسا شاذ و نادر ہو سکتا ہے اور اہل ہونا نہ ہونا اپنی سعی پر موقوف نہیں اگر شیخ کی تجویز میں کچھ قصور بھی رہا ہو تو حق تعالیٰ اُسکی دعا کی برکت سے اُسکو اہل کر دیتے ہیں اور میں نے تو اکثر کو یہ دیکھ کر اجازت دی ہے کہ مجھ سے تو بہتر ہو گئے ہیں جبکہ مجھے باوجود عدم اہلیت کے اجازت مل گئی تو میں دوسروں کو کیوں نہ دیدوں اور میں تو دو باتوں کو دیکھ لیتا ہوں ایک مناسبت تامہ اور یہ کہ اُسکو دُھن لگی ہوئی ہو اور کمال میرے نزدیک یہی ہے۔ میں نے جس کسی کو اجازت دی ہی بے ساختہ کہتا ہوں کہ خوب ان دونوں باتوں کو دیکھ لیا ہے میں جلدی نہیں کرتا ہوں جب تقاضائے غیبی قلب میں آتا ہے تب اجازت دیتا ہوں اپنے نزدیک پوری تحقیق کر لیتا ہوں اور میں نے اسکی ضرورت سمجھی کہ ان خلفاء کے نام چھاپدیا کروں تاکہ بعد میں کوئی غیر شخص مدعی نہو سکے چنانچہ چھپتے رہتے ہیں۔

اسٹیشن سراتھو پر فجر کا اول وقت تھا مسکرا کر خواجہ صاحب سے فرمایا صاحب بہادر کا وضو ہے عرض کیا ہے اور میں صاحب بہادر کیسے ہو ا۔ فرمایا اس لقب کی لائق اسوقت مجمع میں آپ ہی ہیں اور تو غربا ہیں۔ خواجہ صاحب بہت ہنسے پھر فرمایا حضرت والا نے کہ بعض ہندوستانی افسروں کو لوگ صاحب بہادر کہتے ہیں کیسا برا معلوم ہوتا ہے لفظ سرکار کا تو مضائقہ نہیں کیونکہ یہ لقب افسروں کے لئے ہی علماء کے لئے لفظ سرکار بھی مناسب نہیں۔ خواجہ صاحب نے کہا پھر کیا کہیں حضور کہیں۔ فرمایا یہ بڑا لفظ ہے عرض کیا حضرت سہی فرمایا یہ اُس سے بھی بڑا ہے بس لفظ آپ کافی ہے عرض کیا لفظ جناب کیسا ہے؟

فرمایا یہ لفظ شیعوں کا ہے مجتہد کے لئے کہتے ہیں کسی نے کسی مشاعرہ میں جسمیں ایک مجتہد صاحب بھی تھے کہا تھا ؎

رات شیطاں کو خواب میں دیکھا ساری صورت جناب کی سی ہے

پھر فرمایا مولانا یا آپ کا لفظ بہت کافی ہے اس سے زیادہ کا تحمل نہیں محمد مظہر نے اور سعید مرحوم نے بھی مجھکو حضرت کہنا شروع کیا تھا میں نے اُنکو روکا اور کہا میں تمہارا کچھ رشتہ دار بھی تو لگتا ہوں وہی نام کیوں نہیں لیتے۔

فرمایا حضرت حاجی صاحب کے مرید بہت اچھے ہیں مرد تو اچھے ہیں ہی مگر عورتیں جتنی ہیں سب صالحہ ہیں مرد تو بعض بعض غیر صالح بھی ہیں۔

عدل بین النساء کا ذکر ہوا تو خواجہ صاحب نے کہا عدل کیا مشکل ہے کیونکہ فعل اعضا ہے۔ فرمایا سبحان اللہ آپنے تو بہت ہی مختصر عنوان سے اس مسئلہ کو بیان کر دیا جناب ایک بلّی کی میاؤں بھی ہے (اسپر ایک مختصر سی تقریر بھی ہوئی جسکو بمناسبت مضمون حسب اشارۂ حضرت والا تقریر ادب العشیر کے ساتھ ملحق کر دیا گیا۔)

فرمایا میرے یہاں دو شخص رہ سکتے ہیں۔ پورا عاقل یا پورا عاشق۔

فرمایا میر مینائی کا کلام عجیب ہے اور ادھر کے لوگوں میں مومن خاں کا کلام ہے۔ میں بہت سے مشہور اور مسلم شعرا پر اُنکو ترجیح دیتا ہوں مومن خاں معاملات لکھتے ہیں جسکے کلام میں معاملات ہونگے اُسمیں درد ہوگا۔

فرمایا حب خلق میں خواہ پاک ہو یا ناپاک یہ اثر ضرور ہے کہ پریشانی ہوتی ہے اور حب حق تعالے میں خواہ کسی درجہ کی ہو صوری ہو یا حقیقی یہ اثر ضرور ہے کہ انشراح و اطمینان ہو جاتا ہے حاضرین میں سے کسی نے عرض کیا المجاز قنطرۃ الحقیقۃ قول مشہور ہے جسکا مطلب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ عشق مجازی بھی ذریعۂ وصول الی اللہ ہے۔ فرمایا اسکے سمجھنے میں غلطی کی ہے وہ یہ کہ عشق کے معنی استمتاع کے لے لئے ہیں حالانکہ عشق صرف ایک کشش کا نام ہے گویا ایک آگ ہے کہ جلائے دیتی ہے اُسکو روکنا موجب قرب ہوتا ہے تو محبت کے قنطرہ ہونے کے یہ معنی ہوئے کہ محبت سبب بالعرض بنجاتی ہے قرب کا یا یہ کہ محبت سے مراد حب الٰہی ہے

جناب شیعوں کا لفظ ہے

حضرت حاجی صاحب کے مرید اچھے ہیں خصوصًا عورتیں

عدل بین النساء مشکل ہے

حضرت کے یہاں پورا عاقل رہ سکتا ہے یا عاشق

میر مینائی اور مومن خاں کا کلام

حب خلق میں پریشانی اور حب الٰہی میں اطمینان ضرور ہے

المجاز قنطرۃ الحقیقۃ اور اس کا جواب

اسکے بڑھانے میں منافع ہیں کیونکہ محبت کی دو خاصیتیں ہیں ایک تو یکسوئی کہ سوائے محبوب کے کسی کا خیال نہیں رہتا بس پھر ایک خیال کا دفع کر دینا سہل ہوتا ہے۔ نیز محبت کا خاصہ تذلل ہے یہ ضرور پیدا ہو جاتا ہے اور اسکے پیدا ہونے سے جتنے اخلاق اسکے تابع ہیں وہ سب پیدا ہو جاتے ہیں اور جن اخلاق کا یہ مقابل ہے وہ سب دفع ہو جاتے ہیں۔

صبح کی نماز اسٹیشن سہراتھو کے پاس ریل میں پڑھی اور وقت کافی تھا مگر معوذتین پڑھیں کیونکہ چلتی ریل میں بعض لوگوں کو نماز پڑھنا خالی از تکلف نہیں ہوتا کھڑے ہونے میں گر پڑنے کا ڈر رہتا ہے اور یہ داعی تخفیف ہے۔

۹ بجے دن کے کانپور پہونچے کچھ اسباب ہم خدام اور کچھ خود حضرت والا بنفس نفیس پلیٹ فارم سے باہر لائے تعداد سواریاں و اسباب اتنی تھی کہ ایک گاڑی اُنکو کافی نہ تھی اور دو گاڑیوں کے قابل بھی نہ تھی۔ خواجہ صاحب نے ایک گاڑی بارہ آنہ میں کرایہ کی جسپ اسباب رکھا گیا اور سب آدمی سوار ہوئے تو گاڑی والے نے کہا اتنا اسباب و سواریاں ایک گاڑی میں نہیں آسکتے مگر خواجہ صاحب نے سبکو بٹھا ہی دیا اور زبردستی کر کے گاڑی ہکوادی حضرت والا اور تین خادم اندر بیٹھے اور ایک آدمی کوچ بکس پر بیٹھا۔ اور احقر اور خواجہ صاحب پیچھے کھڑے ہو گئے اور محلہ پٹکاپور میں ابو سعید خانصاحب مالک مطبع نظامی کے مکان پر پہونچے جیسے ہی گاڑی رُکی چٹھی رساں سامنے آیا اور پوچھا کیا اس گاڑی میں مولانا اشرف علی ہیں کہا گیا ہاں کہا یہ اُنکے نام تار ہے لیکر کھولا تو معلوم ہوا کہ ڈیگ علاقہ بھرت پور سے خواجہ عزیز الحسن صاحب کے بھائی صاحب نے دیا ہے۔ مضمون یہ تھا کہ آجکل میں راجہ صاحب کے ساتھ شکار میں رہونگا لہذا حضرت والا یہاں کا قصد نہ فرماویں۔

خواجہ صاحب کو اور حضرت والا کو دونوں کو اس تار سے بہت ملال ہوا۔ خواجہ صاحب کو تو اسوجہ سے کہ مدتوں کی کوششوں کے بعد یہ موقع حضرت کو ڈیگ لیجانے کا ملا تھا وہ ہاتھ سے گیا اور حضرت والا کو اسوجہ سے کہ ضلع اعظم گڈھ کے لوگوں کی تمام تمناؤں کے خون اسی ڈیگ کے سفر کی بدولت کئے گئے اور یہ سفر خود بھی نہوا۔ خیر الخیر فیما وقع کہکر خاموش ہو گئے اسباب اُتارنے کے بعد ابو سعید خاں صاحب حضرت والا کو مکان کے اندر لے گئے۔

اور خواجہ صاحب نے گاڑی والے کو دام دئے اُسنے کہا گاڑی میں صرف پانچ آدمی بیٹھ سکتے ہیں آپکے آدمی زیادہ ہیں اور اسباب بہت زیادہ ہے آپ وہاں دو گاڑیاں کرنے کو تیار تھے میں ایک گاڑی میں دو گاڑی کا بوجھ لے آیا اور آپ یہ کرایہ دیتے ہیں خواجہ صاحب نے کہا جب ہم سب مع اتنے اسباب کے تمہاری گاڑی میں بیٹھ گئے تھے تو اُسیوقت تم کو گاڑی کو ہانکنا نہ چاہئے تھا اور جب تم اسطرح لے آئے تو یہ علامت اسی بات کی ہے کہ اسی کرایہ پر راضی ہوگئے ہم یہی سمجھ کر چلے تھے اُسنے کہا میں نے اُسیوقت کہا تھا کہ دو گاڑیوں کا بوجھ لئے چلتا ہوں کرایہ سمجھکر دیدیجئیگا غرض خواجہ صاحب میں اور گاڑی والے میں تکرار رہا مگر خواجہ صاحب نے اُسکو زیادہ نہیں دیا حتی کہ وہ نہایت ناخوشی کے ساتھ گاڑی لیکر چلدیا۔ احقر نے خواجہ صاحب سے کہا یہ معاملہ ٹھیک نہیں ہوا اجیر سے بات صاف کیوں نہیں کرلی تھی کہا صاف تو کرلی تھی۔ بندہ نے کہا بات صاف ہوچکی ہوتی تو جھگڑا کیوں ہوتا بات صاف ہرگز نہیں ہوئی اب اُسکا راضی کرنا ضرور ہے ورنہ حق العبد رہیگا خواجہ صاحب نے دوڑکر حضرت والا سے دریافت کیا تو فرمایا جلدی جائیے ایسا نہو وہ چلا جائے اُسکو راضی کیجئے۔ خواجہ صاحب دوڑے اور اُسکو روک کر دو آنہ پیسے اور دئے احقر نے کہا وہ راضی نہیں ہوا خواجہ صاحب نے اُس سے پوچھا کہ تم اب ناخوش تو نہیں ہو اور اگر ناخوش ہو تو کچھ اور دیدیں اُسنے کہا میں خوش ہوگیا اور کچھ نہیں چاہتا تب اُس کو رخصت کیا مطبع نظامی میں اوپر کے اُس کمرہ میں جسمیں حضرت والا کسی زمانہ میں بیٹھا کرتے تھے فرش وغیرہ بچھا کر حضرت کو ٹھیرایا گیا۔ خبر ملتے ہی مدرسہ جامع العلوم کے طالب علم اور چند اشخاص زیارت کے لئے آئے۔ کھانا کھانے کے بعد حضرت والا قیلولہ کے لئے لیٹ گئے اور بندہ اور خواجہ صاحب حضرت سے اجازت لیکر محلہ کرنیل گنج کو گئے بندہ کے والد ماجد کے ایک شناسا وہاں رہتے تھے جنکے مکان میں عرصہ دراز تک بندہ کی ہمشیر بھی رہی تھیں احقر کو اُن سے ملنا تھا اور خواجہ صاحب کو دلدار خانصاحب کو حضرت کی تشریف آوری کی اطلاع کرنی تھی نیز اُن کے یہاں سے کچھ اپنا اسباب لینا تھا۔ ظہر کے بعد ہم دونوں لوٹ آئے۔ حضرت والا نے کچھ حالات گنگوہ کے بیان فرمائے

اجیر کو اجرت پر راضی کر دینا

گنگوہ کے پیرزادوں کی صلاحیت　ایک گنگوہی پیرزادے صاحب کی اہلیت

از انجملہ یہ کہ وہاں کے پیرزادے کچھ ہمارے خلاف مسلک کہتے ہیں لیکن صلاحیت اسقدر ہے کہ ایک پیر صاحب نے اپنے گھر میں مجھ سے مرید کرایا کسی نے ان صاحب سے پوچھا کہ تمنے اپنے گھر میں اس سے کیوں بیعت کرایا کہا پیر تو وہی ہیں اور ہم تو بیعت کے پیر ہیں اسیطرح ایک سجادہ صاحب نے بیعت کرایا ہے سجادہ صاحب رسمیں کرتے ہیں اور انکی بی بی شریک نہیں ہوتیں

حضرت گنگوہی جب اول اول بیٹھے تو مخالفت ہوئی۔ مولانا نے وعظ کہنا چھوڑ دیا لوگوں نے کہا مولانا وعظ نہیں کہتے تو ایک پیرزادے صاحب کہتے ہیں کہ وعظ نہ کہنا بھی مولانا کی شفقت ہے کیونکہ انکے مضامین سے تم اختلاف کروگے اور وہ جو کچھ بیان کرتے ہیں عین شریعت ہوتا ہے اسکی مخالفت سے کافر ہو جاؤگے۔

گنگوہ میں حضرت شیخ (عبدالقدوس قدس سرہ) کا حجرہ بالکل بجنسہ محفوظ ہے اُسکے آگے سہ دری مولانا نے بنادی تو لوگ مخالف ہوئے۔ مولانا کشیدہ ہوکر شہر میں چلے آئے۔ پھر اُس طرف کے لوگ آئے اور منا کر لیگئے اور یہ شرط کی کہ سہ دری کی لاگت بھی ہم سے لے لیجئے۔ قصبہ بڑوت ضلع میرٹھ میں ایک پیرزادے ملازمت پیشہ تھے وہاں ایک واعظ آگئے وہ ایسے متشدد اور بیباک تھے کہ جوش میں آکر حضرت شیخ تک کو گالیاں دیں اور کہا یہ سب بدعتی تھے وہ اہلکار پیرزادے صاحب بڑے معزز اور بااختیار تھے وہ چاہتے تو روک سکتے تھے بلکہ کچھ تدارک بھی اس بیہودگی کا کر سکتے تھے اُن کے سامنے اُن کے اجداد کو اور مقتداؤں کو اور ایسے مسلم شیخ کو گالیاں دی گئیں انکو بہت طیش آیا مگر علم کا ادب کیا اور زبان سے کچھ نہ کہا حتی کہ جب ضبط نہ ہو سکا تو رونے لگے واعظ نے دیکھ لیا کچھ ایسا اثر ہوا کہ پگھل گیا اور تحقیق کیا کہ یہ کس جماعت کے ہیں ثابت ہوا کہ شیخ کی اولاد ہیں اسقدر اثر ہوا کہ واعظ نے کہا مجھے اُن کے پاس لیچلو (اب ہدایت کا وقت آیا) آیا اُن کے پاس اور پیر پکڑ لئے اور توبہ کی کہ مجھ سے بڑی گستاخی ہوئی۔ خاص گنگوہ میں شان ہے اتنا انقیاد اتنا سکون ہے یہ سب حضرت شیخ علیہ کی برکت ہے۔

بعد نماز ظہر طلبہ کا اجتماع رہا بعد عصر لوگ حضرت والا کو مدرسہ جامع العلوم کی

عمارات دکھانے کے لئے لیگئے اور درسگاہیں اور حجرے وغیرہ دکھائے حضرت والانے انکی طیب خاطر کیلئے معمولی الفاظ میں تعریف کی اسکے بعد اسی سفر میں ایک موقع پر فرمایا کہ مدرسہ جامع العلوم میں کسی وقت میں اسقدر عمارات اور شان وشوکت نہ تھی مگر تعلیم جو اصل مقصود ہے وہ اعلیٰ درجہ کی تھی اور اب عمارات ہی عمارات ہیں اور اصل مقصود درجۂ کفایت تک بھی نہیں مسجد کو دیکھکر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسٹیشن ہے بجلی کے متعدد لیمپ لگ گئے ہیں مسجد کیا ہے کھلونا ہے وہ انوار جو پہلے تھے اُن کا پتہ بھی نہیں قریب مغرب کے مولوی محمد سعید صاحب کے مکان پر گئے وہ سخت بیمار تھے پردہ کر کے حضرت کو اندر مکان میں بلالیا اور خدام باہر بیٹھے رہے قریب نصف گھنٹہ کے وہاں تشریف فرما رہے اور ایک دو جگہ اور بھی مکانوں میں لوگ لے گئے۔

۳ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ روز جمعہ ۲۹ دسمبر ۱۹۱۶ء

فجر کی نماز میں سورۂ مدثر اور سورۂ قیمہ پڑھی۔

قرارداد یہ ہوئی تھی کہ جمعہ کی نماز قنوج میں ہو اسواسطے ۸ بجے صبح کی ریل سے کانپور سے روانگی ہوئی حافظ ابوسعید خانصاحب سے حضرت والانے فرمایا کہ صبح کو کھچڑی پکوالیں تاکہ سویرے روانگی ہو سکے لیکن حافظ صاحب جیسے مہمان نواز اور سیر چشم شخص کی سیری ایسی دعوت سے کیا ہوتی کہا ہر قسم کا کھانا سویرے تیار ہو سکتا ہے میرا خیال تو یہ تھا کہ کم از کم ہفتہ بھر تو قیام ہوگا اور میں اپنے حسب دلخواہ کچھ خدمت کر سکونگا لیکن ایسا نہیں ہوا تو ایک دو وقت بھی کوئی تمنا پوری نہ کرلوں فرمایا کچھ تکلف نہیں میرا جی گوارا نہیں کرتا کہ آپکو تکلیف ہو حافظ صاحب نے طوعاً و کرہاً مان لیا مگر عرض کیا کہ گھر میں مستورات نہیں مانیں گی میں گھر میں جاکر کہتا ہوں چنانچہ گھر میں سے جواب آیا کہ ایسی باتیں آپکے فرمانے کی نہیں ہیں جو ہمارا جی چاہیگا کرینگے حضرت نے فرمایا آپکو اختیار بیشک ہے مگر مجھے یہ پوچھنا ہے کہ اس سے مقصود کیا ہے اکرام سے غرض مہمان کا خوش کرنا ہوتا ہے اور اگر مہمان کو اس سے تکلیف پہنچے

تو آپ ہی فرمادیں کہ میزبان کو یہ گوارا ہونا چاہئے یا نہیں مجھے اگر تکلیف پہونچانا ہے تو آپکی خوشی میں ہر طرح حاضر ہوں اسکا جواب کسی کے پاس کچھ نہ تھا۔ صبح کو بعد نماز ٹھنڈی سڑک کی طرف ہوا خوری کے لئے گئے احقر اور خواجہ صاحب اور غالباً مولوی عبد الغنی صاحب بھی ساتھ تھے قریب ایک میل کے جاکر لوٹ آئے ذرا دیر کے بعد کھچڑی (غالباً ارہر کی) لائی گئی اور کچھ روٹی سالن رات کا بچا ہوا لایا گیا اور کھچڑی کے ساتھ گھی اور دہی بڑے اور پھلکیاں اور اچار وغیرہ اسقدر اقسام کی تھیں کہ اتنا تکلف شاید باقاعدہ دعوت میں بھی نہ ہوتا۔ حضرت والا خدام سے فرمانے لگے میں نے دو ضرورت سے کھچڑی کو اختیار کیا تھا ایک تو یہ کہ تیاری میں دیر نہ ہو اور دوسرے یہ کہ کم خرچ رہے مگر حافظ صاحب کی کھچڑی پلاؤ اور بریانی سے بھی خرچ میں بڑھ گئی حافظ صاحب کی زیر باریاں اور عسرت کی حالت مجھکو معلوم ہے اس عسرت میں بھی اُن کے حوصلے وہی ہیں کیا کیا جاوے بڑا بار اُن کے اوپر ہوا۔ موقع ایسا تھا کہ اُنکی کچھ خدمت کیجاتی نہ کہ اور زیر بار کیا گیا۔ خدام میں سے کسی نے عرض کیا کہ بطور ہدیہ کچھ پیش کردیا جاوے۔ فرمایا مجھے اُنکی عادت معلوم ہے اس موقع پر ہرگز ہرگز منظور نہ کرینگے عرض کیا گیا کسی بچہ کے بہانہ سے دیا جاوے فرمایا اسمیں بھی عادت انکی معلوم ہے اسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ مثلاً اگر دس روپیہ بچہ کو دئے گئے تو وہ اُنکو خود ہرگز نہ لینگے بلکہ اُسکا زیور اُسکو بنوا دینگے تو اُنکی زیر باری کا تو کچھ تدارک نہ ہوا۔

روانگی قنوج

قنوج کی روانگی کے لئے اسٹیشن انورگنج کو روانہ ہوئے تقریباً پچاس آدمی کانپور کے مشایعت کے لئے ساتھ تھے جب اسٹیشن پر پہونچے تو ایک شخص نے جو حضرت کے خاص شناساؤں میں سے تھے عرض کیا کہ میں تھوڑی مٹھائی پیش کرنا چاہتا تھا اور ہر چند جلدی کی لیکن شہر میں نہ پہونچ سکا یہاں لایا ہوں اُسکو قبول فرمالیجئے یہ کہکر ایک بہت بڑی چینی کی رکابی میں مٹھائی پیش کی جو تخمیناً تین روپیہ کی ہوگی۔ فرمایا آپنے بہت تکلیف اُٹھائی اسباب اگرچہ اسوقت بندھا ہوا ہے مگر آپکی اس تکلیف فرمائی سے محجوب ہوں اور لئے لیتا ہوں۔ مشایعت کنندگان میں ایک ڈاکٹر صاحب تھے اُنھوں نے اسٹیشن ماسٹر سے اجازت لیکر سب کو پلیٹ فارم پر پہونچایا۔ ایک کرسی حضرت والا کے لئے لاکر بچھا دی اور عرض کیا تشریف رکھئے۔ فرمایا ایک کرسی ہے اور اتنے آدمی ہیں میں اکیلا بیٹھتا ہوا کیا اچھا معلوم ہونگا۔

سب نے عرض کیا حضور تشریف رکھیں - فرمایا نہیں یہ اچھا نہیں معلوم ہوتا - جیسے اور لوگ کھڑے ہیں میں بھی کھڑا ہی رہونگا - چنانچہ ریل کے آنے تک (تخمیناً بیس منٹ تک) کھڑے ہی رہے - سامنے ترازو تھی اُسکو دیکھکر فرمایا ترازو و باٹ اور حساب کتاب خداتعالیٰ کی کیسی نعمت ہے - عدل کے لیئے یہ آلات ہیں اور عدل دنیا کے قیام کا موقوف علیہ ہے - ادا حقوق بلا ان کے ہو ہی نہیں سکتا - ادائے حقوق نہایت مہتم بالشان چیز ہے حقوق کو لکھکر رکھنا چاہئے جبکا ایک پیسہ بھی واجب ہو فوراً لکھ لینا چاہیئے میں نے تو اپنے یہاں بہت سی تھیلیاں بنا رکھی ہیں ہر مد کی تھیلی علیحدہ ہے جو کچھ دیا لیا فوراً لکھ لیا - کسی نے عرض کیا کہ اس زمانہ میں حساب کا بہت چرچا ہے پہلے شاید ایسا نہ تھا - فرمایا ہاں آجکل تمام دنیا اسی میں کھپ رہی ہے اور پہلے زمانہ میں علوم الہیہ کو علوم اصلیہ سے بڑھایا نہیں جاتا تھا مگر تعجب ہے کہ کہا جاتا ہے کہ پہلے علم حساب کم تھا اور فرائض امام محمد صاحب کی ایجاد ہے جس سے کسقدر حساب دانی معلوم ہوتی ہے اسطرح سے اُسکو منضبط کیا ہے کہ دنیا میں اُسکی نظیر نہیں مل سکتی اور سہولت اسقدر رکھی ہے کہ کسر کا کام ہی نہیں رہا - ہمارے متقدمین ذکی اسقدر ہوئے ہیں کہ کسی قوم کے علماء میں اُسکی مثال ملنا مشکل ہے - حضرت علی رضہ کا قصہ مشہور ہے کہ آپ کے زمانہ میں یہ واقعہ پیش آیا کہ دو شخص راہ میں رفیق ہوئے کھانے کا وقت آیا ایک کے پاس پانچ روٹیاں تھیں اور دوسرے کے پاس تین روٹیاں تھیں - اتفاقاً ایک مسافر بھی آگیا اُسکو بھی بلا کر کھانے میں شریک کیا تینوں نے ملکر وہ روٹیاں کھائیں جب وہ مسافر اُنسے علیحدہ ہوا تو اُس نے اُنکے احسان کے صلہ میں آٹھ درم اُن کو دئے کہ تم آپسمیں تقسیم کر لیجیو - تقسیم میں دونوں رفیقوں میں اختلاف ہوا پانچ والے نے کہا کہ بھائی تیری تین روٹیاں تھیں تین درم تو لے اور میری پانچ تھیں پانچ درم مجھکو دے - تین والے نے کہا کہ نہیں نصفا نصف تقسیم ہونا چاہیئے اسلیئے کہ یہ دونوں عدد قریب قریب ہیں - یہ قصہ حضرت علی رضہ کے پاس پہونچا - حضرت نے دونوں کو سمجھایا کہ صلح کر لو وہ صلح پر راضی نہوئے - اور درخواست حساب سے دینے کی کی تو تین والے کو فرمایا کہ ایک درم تم لو اور سات اسکو دیدو - وہ سنکر بہت حیران ہوا کہ یہ کیسا فیصلہ ہے لیکن سننے کے بعد معلوم ہوگا کہ عین عدل ہے چنانچہ

اسکو اس طرح حل فرمایا کہ کل روٹیاں آٹھ تھیں اور تین آدمیوں نے کھائیں اور کمی بیشی کا اندازہ ناممکن اسلئے یوں کہینگے کہ تینوں نے برابر کھائیں۔ پس ہر روٹی کے تین تین ٹکڑے کرلو تو کل ۲۴ ٹکڑے ہوئے پس ہر شخص نے آٹھ ٹکڑے کھائے سو تین والے کی روٹیوں کے ۹ ٹکڑے ہوئے جسمیں سے آٹھ تو اُسنے خود کھائے ایک بچا وہ مسافر نے کھایا اور پانچ والے کی روٹیوں کے ۱۵ ٹکڑے ہوئے جسمیں سے آٹھ اُسنے کھائے اور سات مسافر نے کھائے پس یہی نسبت دراہم میں بھی ہونا چاہئے کہ سات درہم پانچ والے کو اور ایک تین والے کو ملنا چاہئے۔

حضرت علیؓ کا خطبہ بے الف

حضرت علیؓ کا ایک خطبہ بے الف مشہور ہے۔ آپکی مجلس میں ذکر ہوا کہ حروف تہجی میں سے کونسا حرف زیادہ مستعمل ہو کسی نے کہا الف بہت زیادہ مستعمل ہے کوئی کلام بھی اس سے خالی نہیں ہو سکتا۔ حضرت علی رضؓ نے بالبدیہہ پورا خطبہ بے الف کا لکھوا دیا۔ خدا جانے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک کیا چیز تھی جسنے اپنے ہم صحبتوں کو ایسا بنا دیا۔ کتاب مطالب السؤل میں حضرت علیؓ کے واقعات مذکور ہیں۔

مناسبت ہر کمال کی فطری ہوتی ہے

فرمایا مناسبتیں ہر کمال کی فطری ہوتی ہیں ہمارے بزرگوں سے بہت واقعات ذہانت اور کمال کے منقول ہیں۔

شاہ عبدالعزیز صاحب کی حکایت

شاہ عبدالعزیز صاحب کے زمانہ میں مولوی فضل حق صاحب خیرآبادی اور مفتی صدرالدین صاحب کا شباب تھا۔ مولوی فضل حق صاحب اور مفتی صاحب نے ایک ایک قصیدہ لکھا کہ شاہ صاحب کے پاس چلکر پیش کریں دیکھیں ادب میں کتنی مہارت ہے لیکر چلے اور راستہ میں یہ سوجھی کہ ہر ایک نے دوسرے کا قصیدہ لے لیا کہ میرے قصیدہ کو تم اپنا بتانا تمہارے والے کو میں اپنا بتاؤنگا۔ وہاں حاضر ہوئے شاہ صاحب نابینا ہو گئے تھے معمولی باتیں کرکے آنے کی غرض دریافت کی اُنھوں نے کہا ہم نے کچھ لکھا ہے اصلاح کے لئے حضور میں لائے ہیں فرمایا پڑھو سب پڑھ گئے کچھ نہیں بولے یہ سمجھے کہ یہ کچھ نہیں سمجھے پوچھا کسی جگہ اصلاح فرما دیجئے فرمایا کہ اصلاح تو دیکھی جاوے گی مگر یہ تو بتلاؤ کہ یہ تبادلہ قصیدوں کا کہاں ہوا حیرت ہو گئی شاہ صاحب نے اُن معمولی باتوں سے دونوں کی طبیعت کا رنگ پہچان لیا اس سے سمجھے۔ دونوں نے خجلت کے ساتھ اقرار کیا دوبارہ پھر سنا اور جابجا اصلاح دی۔

شاہ عبدالعزیز صاحب کی باتیں چاند کو چندا ماموں کیوں کہتے ہیں شاہ صاحب کا عمل سحر یاد دلا دینا

ایک مرتبہ شاہ عبدالعزیز صاحب کی مجلس میں ایک شخص نے کہا لفظ گھونسلا کے مرادفات کتنے ہو سکتے ہیں شاہ صاحب نے گنوانا شروع کیئے تو گیارہ لغت ہوئے اُس شخص نے کہا کہ مجھے تو تمام عمر میں سات لغت ملے تھے۔ شاہ صاحب سے کسی نے پوچھا چاند کو عورتیں اور بچے چندا ماموں کیوں کہتے ہیں تو شاہ صاحب نے اسکی توجیہ یہ کی کہ یہ ایجاد عورتوں کی ہے اور بچے اُنکی دیکھا دیکھی کہنے لگے ہیں۔ چاند کو ماموں کا لقب اسواسطے دیا ہے کہ ماموں ماں کا محرم ہوتا ہے اُس سے پردہ نہیں ہوتا اور چاند سے بھی کوئی نہیں چھپتا جیسا آفتاب سے چھپ جاتے ہیں۔ ایک جادوگر شاہ صاحب کے پاس آیا کہ میں سحر کا ایک عمل بھول گیا کسی طرح وہ پھر یاد آجاوے۔ ان باتوں سے شاہ صاحب کو کیا علاقہ مگر آپ نے ذرا دیر مراقبہ کیا اور سب عمل پڑھ دیا احقر نے حضرت والا سے پوچھا یہ کیا ہوا شاہ صاحب کو وہ عمل کیسے آگیا فرمایا یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ ہر حرف کی ایک روح ہے شاہ صاحب نے حروف کی ارواح کو حکم دیا کہ ترتیب وار حاضر ہوں انہیں کی ترتیب سے حرفوں کو مرتب کیا وہ کلام بنگیا چنانچہ شاہ صاحب نے یہی وجہ بیان فرمائی تھی۔

وعدہ نہ کرنا مگر بات کا خیال پورا رکھنا

ریل میں بیٹھے ہوئے فرمایا میں وعدہ تو کیا نہیں کرتا مگر خیال بات کا وعدہ سے زیادہ رکھتا ہوں۔ اور فرمایا اس مرتبہ اعظم گڈھ میں لوگوں نے تنگ بہت کیا وجہ تو اسکی غایت محبت ہے مگر محبت کے ساتھ جہالت ملگئی ہے اسوجہ سے تکلیف پہونچتی ہے اگر آئندہ وہاں جانا ہوا تو معمولات کا کوئی قانون ہونا چاہیئے خدام نے عرض کیا ضرور۔ فرمایا انتظام تو اپنی آسایش کا ہو سکتا ہے مگر اُسمیں صورت ترفع کی سی ہو جاتی ہے جو خلاف عادت ہے مثلاً وہاں بڑی تکلیف مصافحہ سے ہوتی تھی اُسکا انتظام یہ کیا جاوے کہ ملاقات کا وقت مقرر کر دیا جاوے اور لوگوں کے آنے اور ملنے کے وقت چار آدمی مقرر کر دیئے جاویں کہ ہجوم نہ ہونے دیں ایک ایک سے ملاقات ہو اور وہ مصافحہ کر کے دوسری طرف بیٹھتا جاوے۔ مگر یہ شکل بُری ہے حکام کے دربار کی سی شکل ہے جو میری طبیعت کے بالکل خلاف ہے بہت لوگوں کو یہ شکل ناگوار ہو گی واقع میں تو ضرورت کی وجہ سے ایسا کیا جاویگا مگر صورتاً کھلا ہوا تصنع ہے اور میں تصنع سے اور کسی پر بار ڈالنے سے بہت گھبراتا ہوں۔

معمولات کا قانون بنانے میں صورت ترفع کی ہے

کہنے کی تو بات نہیں میں پچھلے دنوں میرٹھ آیا تھا اور ہفتہ بھر کے قریب رہا بہت احباب ہیں جنکو میرے آنے کی بڑی مسرت تھی اور انکی عین خوشی ہوتی اگر کرایہ اُن سے لے لیا جاتا مگر میں نے نہیں لیا اسوجہ سے کہ میں اپنی ضرورت یعنی تبدیل آب وہوا اور استراحت کے لئے گیا تھا اور اگر احباب کی دلشکنی کا خیال نہوتا تو میں سرائے میں ٹھیرتا میں اسبات میں بہت ہی غیور رہوں۔ میں کسی دوسرے کی تکلیف کو ہرگز گوارا نہیں کرتا میں جس زمانہ میں کانپور میں تھا مولوی دوست محمد خانصاحب مدرسہ دارالعلوم میں مدرس تھے اُنہوں نے ایک طالب علم کو خارج کیا اُنہوں نے میرے مدرسہ میں آنا چاہا میں نے انکار کردیا انہوں نے کیا کیا کہ حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب گنج مرادآبادی کے پاس پہونچے اور حضرت کی سفارش لائے مگر میں نے تب بھی اُنکو داخل نہیں کیا اور کہدیا کہ ہم انتظامی امور میں مولانا کے متبع نہیں ہیں اور اس سے مولانا کے ساتھ بدعقیدگی لازم نہیں آتی۔ یہ تو ایک بہت ہی معمولی سی بات ہے اگر کوئی چھوٹی موٹی معصیت بھی میں بزرگوں میں دیکھ لوں تب بھی بدظن نہیں ہوتا جبکہ خوبیوں اور حسنات کو غلبہ ہو۔ میں ہمیشہ بزرگوں سے اسی بناء پر عقیدت میں فرق نہیں آنے دیتا کسی نہ کسی بات سے تو کوئی بھی خالی نہیں دیکھو امام مالک صاحب نے ایک بزرگ سے جو اہل روایت کے نزدیک مسلم ہیں روایت نہیں کی اسوجہ سے کہ اُنہوں نے امام مالک صاحب کے نسب میں طعن کیا تھا تو کیا اس سے ہم امام مالک صاحب سے بدظن ہوجاویں ہم اُن دونوں کا باہمی معاملہ اُن کے ساتھ چھوڑتے ہیں حق تعالیٰ جانیں وہ جانیں اور امام مالک صاحب کے ہم بہت معتقد ہیں لوگوں میں کچھ اس قسم کی افراط تفریط ہے کہ ذرا سے عیب سے کسی کو ہمہ عیب کردیتے ہیں اور کسی کو باوجود بڑے عیبوں کے کچھ بھی نہیں کہتے سبب اسکا جہالت ہے۔ عیب کی صورت کو دیکھتے ہیں بعضی باتیں صورتاً بہت بری معلوم ہوتی ہیں اور حقیقت میں اتنی بری نہیں ہوتیں اور بعضی اسکے برعکس صورتاً بہت ہلکی ہوتی ہیں اور حقیقت بہت شدید ہوتی ہیں میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آجکل کے بعض نقشبندی چشتیہ پر بدعتی ہونے کا الزام لگاتے ہیں لیکن غور کرکے دیکھیے کہ ایسے لوگ خود بدعتی ہیں اور چشتیہ بدعتی نہیں ہیں چشتیہ میں محبت کا غلبہ اسقدر رہے کہ

ازخود یا کسی کے کہنے پر وقت کسی سے کرایہ نہ لینا دوسرے کی تکلیف گوارا نہ کرنا

انتظامی امور میں کسی کی تقلید نہ کرنے سے بدعقیدگی لازم نہیں آتی

بزرگوں میں کوئی کوتاہی دیکھکر بدعقیدہ نہ ہونا امام مالک صاحب کا قصہ

ذرا سے عیب پر کسی کو ہمہ عیب کرنا جہالت ہے

کچھ لوگ خود بدعتی ہیں اور چشتیہ پر بدعتی ہونے کا الزام لگاتے ہیں

اُنسے عصیان ہونا بہت مستبعد ہے اور یہ معترض لوگ اس بات میں اُنسے گھٹے ہوئے ہیں تو عصیان کا ہونا انسے اتنا مستبعد نہیں اور جن باتوں کو وہ بدعت سمجھتے ہیں اُنمیں چشتیہ معذور ہوتے ہیں علاوہ بریں خود اُنکا بدعت ہونا محل کلام ہے کیونکہ معلل بالعلت ہونا اُنکا بہت ہی قریب ہے۔ نیز چشتیہ میں ایک صفت انکسار ایسی ہے کہ ہزار خوبیوں سے بڑھکر ہے اس خوبی پر بھی تو نظر کرنا چاہیئے اور بعض معترض نقشبندیوں میں خودداری ہے۔

پھر حضرت مولانا گنگوہی کا ذکر آیا کہ بعض لوگ اُنکو خشک سمجھتے تھے وجہ یہ تھی کہ پہلی ملاقات میں مولانا میں خودداری معلوم ہوتی تھی کیونکہ آجکل کے کھاؤ کماؤ پیروں کیطرح خوشامد اور نرم برتاؤ نکرتے تھے مگر جب کوئی پاس رہتا تھا تو معلوم ہوتا تھا کہ مولانا میں خودداری کی ہوا بھی نہ تھی بلکہ فنا محض تھے مولانا نازک مزاج اور نفیس طبع ایسے تھے کہ ایک روز عشاء کو مسجد میں پہونچے اور یہ اُس زمانہ کا ذکر ہے کہ مولانا آنکھوں سے معذور ہو چکے تھے مسجد میں پہونچکر فرمایا گندھک کی بو آتی ہے کسی نے دیاسلائی جلائی ہے تحقیق سے معلوم ہوا کہ اسوقت سے چار گھنٹہ پہلے جلائی گئی تھی اللہ اکبر کیا ذکاوت حس ہے اور کیا لطافت مزاج ہے یہ ذکر کی نورانیت ہی جو کوئی نیا آدمی اس قسم کی کوئی بات دیکھے تو کہہ سکتا ہے کہ بہت ہی تنک مزاج ہیں لیکن تنک مزاجی کی سنئے کہ ایک دعوت میں فرمایا کہ میں وہ کھانا کھاؤنگا جو سب کے آگے کا بچا ہوا ہو چنانچہ معمولی آدمیوں کے آگے کی جھوٹی بچی بچائی گھچولی ہوئی بے تکلف کھالی اسکو دیکھکر کیسے کہا جاسکتا ہے کہ مولانا تنک مزاج تھے وہ طبعی لطافت تھی اور یہ اختیاری تواضع ہے سبحان اللہ اہل اللہ کی کیا شان ہے آجکل کے بعض درویشوں کی یہ حالت ہے کہ لوگوں سے کہتے ہیں ہمارے پاس مت آؤ قلب کو ظلمت گھیر لیتی ہے۔ یہ ہے خودداری۔ خود نورانی بنتے ہیں اور دوسروں کو ظلمانی کہتے ہیں۔ یہ کیا واہیات ہے۔ نور تو وہ ہے کہ سارے جہان کی ظلمتوں کو مٹادے نہ کہ خود مٹ جاوے۔

فرمایا وقعت ہونا دوسرے کی نظروں میں بری نہیں بلکہ محمود و مطلوب ہے ہاں تکبر سخت خطرناک چیز ہے اور یہ بات بہت باریک ہے ۵

بحر تلخ و بحر شیریں ہمعناں برزخ بینہما لا یبغیان

دیکھئے حدیث میں دعا آئی ہے اللھم اجعلنی فی عینی صغیرا و فی اعین الناس کبیرا اعین الناس میں کبیر ہونے سے حفاظت رہتی ہے ذلت اور ظلم وغیرہ سے اور فی عینی صغیرا سے حفاظت رہتی ہے کبر سے۔

جاہ اور تواضع جمع ہو سکتے ہیں

فرمایا سید صاحب جب شاہ عبدالعزیز صاحب سے سلوک طے کرتے تھے شاہ صاحب نے سید صاحب سے تصور شیخ کرانا چاہا تو سید صاحب نے قبول نہ کیا شاہ صاحب نے کہا بے سجادہ رنگیں کن گرت پیر مغاں گوید۔ فرمایا اس شعر میں تو گناہ کی نسبت کہا ہے شراب پینا گناہ ہے اور تصور شیخ شرک ہے حافظ صاحب کے شعر میں یہ کہاں ہے کہ امر شیخ سے شرک بھی کر لو۔ شاہ صاحب نے سید صاحب کی کمر ٹھوکی اور فرمایا اچھا ہم طریق نبوت سے تمہارا سلوک طے کرا دینگے۔

چشتیہ کے یہاں تصور شیخ ممنوع نہیں

پھر فرمایا کہ چشتیوں کے یہاں تصور شیخ نہیں ہے تعجب ہے کہ پھر انکو وہ لوگ جو تصور شیخ کرتے ہیں بدعتی کیسے کہتے ہیں جبکہ انمیں تو اتنی احتیاط ہے اور وہ لوگ اسکو جائز رکھتے ہیں اور کرتے ہیں چشتیہ کے یہاں توحید و فنا بہت غالب ہے تصور شیخ کی نسبت مولانا شہید کہتے ہیں ما ھذہ التماثیل التی انتم لھا عاکفون مولانا اسمٰعیل صاحب سید صاحب کے اتنے اُستاد ہیں کہ سید صاحب نے مولانا سے کافیہ پڑھا ہے مگر مولانا باوجود اُستاد ہونے کے سید صاحب سے بیعت ہوئے اور شاہ صاحب سے مرید نہوئے۔ وجہ اسکی مناسبت ہی اس مناسبت کے لئے کوئی قاعدہ نہیں۔ بڑے سے نہو اور چھوٹے سے ہو جاوے اور فیض کا مدار مناسبت پر ہے پھر یہ حالت تھی کہ مولانا دہلی شہر کے اندر سید صاحب کی پالکی کے ساتھ بغل میں جوتیاں دبائے ہوئے دوڑتے جایا کرتے تھے یہ ہیں حالات اہل اللہ کے۔ کیسا کوئی کہہ سکتا ہے کہ ان میں خودداری ہے۔

مولانا اسمٰعیل صاحب سید صاحب سے بیعت ہوئے نہ شاہ صاحب سے

فیض کا مدار مناسبت پر ہے

فرمایا رسالہ صراط مستقیم میں دو طریق مذکور ہیں سلوک کے۔ سلوک نبوت اور سلوک ولایت۔ سلوک نبوت مولانا اسمٰعیل صاحب کا لکھا ہوا ہے اور سلوک ولایت مولانا عبدالحی صاحب کا۔

فرمایا چشتیہ میں دو قسم کی نسبت ہے۔ بکا کی یا ضحک کی۔ فرمایا بموجب حدیث

انا عند ظن عبدی بی بعض وقت خلافت دیدینے میں یہ بھی مصلحت ہوتی ہے کہ پچاس آدمی اُسکو اچھا سمجھنے لگتے ہیں تو حق تعالیٰ اُسکو اچھا ہی کر دیتے ہیں۔

اسی سفر کی ایک جگہ کی دعوت کی نسبت فرمایا کہ اُس سے بڑی تکلیف ہوئی باوجود بہت تکلف کے کھانوں میں بالکل مزا نہ تھا بالکل ایسے تھے جیسے مٹی ۔صاحبخانہ محتاط نہیں۔ ریل میں حضرت والا نے الہ آبادی امرود اپنے ہاتھ سے چھیل چھیل کر کھلائے اس لطف کا کیا پوچھنا ہے

فرمایا شیخ بدیع الدین صاحب عرف مدار صاحب کا مزار مکن پور ضلع کانپور میں ہے یہ بزرگ شامی ہیں۔

فرمایا جو علما درویشوں پر طعن کرتے ہیں اگر نیت اُنکی خالص اور حمایت شریعت کی ہے تب تو مخالفت سے کچھ ضرر نہیں پہونچتا لیکن اکثر یہ ہے کہ نیت سالم نہیں ہوتی اسواسطے نقصان پہونچ جاتا ہے۔

بارہ بجے دن کے قنوج پہونچے۔ اسٹیشن پر منشی محمد اختر صاحب اور شیخ مشتاق علی صاحب خلیفہ حضرت والا اور چند اشخاص استقبال کے لئے موجود تھے اور ایک بیل گاڑی اسباب کے لئے اور یکہ وغیرہ سواری کے لئے موجود تھے اسباب شمار کر کے ایک شخص کی سپردگی میں جائے قیام کو روانہ کیا گیا اور ہم سب لوگ سیدھے جامع مسجد کو روانہ ہوئے۔ لوگوں نے اصرار کر کے جمعہ کی نماز حضرت والا سے پڑھوائی۔ رکعت اول میں سورۂ جمعہ اور ثانی میں منافقون پڑھی۔ مولوی محمد اختر صاحب نے اہل قنوج کے اصرار کی وجہ سے حضرت سے وعظ کی استدعا کی۔ حضرت نے باوجود اضمحلال طبیعت کے منظور فرمائی اور حدیث من تواضع للہ رفعہ اللہ کا وعظ فرمایا ۲ بجے سے ۴ بجے تک بیان ہوا یہ وعظ علیحدہ لکھا گیا اور دیگر مواعظ سفر ہذا کے ساتھ اخیر میں ملحق ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ۔ نام اُسکا اوج قنوج تجویز فرمایا۔

وعظ سے فارغ ہونیکے بعد عصر کی نماز پڑھی جامع مسجد قنوج میں منبر بہت بڑا ہے۔ جس سے اول کی کئی صفیں قطع ہوتی ہیں چنانچہ جمعہ کی نماز میں شروع کی صفیں اسیطرح ہوئیں اور عصر کی نماز بھی اُسی مصلے پر پڑھائی گئی۔ بعد نماز خدام میں سے کسی نے عرض کیا کہ قطع صف بحالت مجبوری تو درست ہے جیساکہ جمعہ کے وقت ہوا اسوقت مجمع کم تھا پیچھے ہٹ کر نماز ہوتی

تو قطع صف لازم نہ آتا - فرمایا ہاں اسکا کسی نے خیال ہی نہیں کیا - قطع صف ناحق ہوا -
بعد عصر قیامگاہ پر تشریف لیگئے - قیام مصطفی خانصاحب تاجر عطر کی بیٹھک میں متصل مکان مولوی محمد اختر صاحب تھا - حضرت والا محمد اختر صاحب کے مکان میں تشریف لیگئے قریب مغرب باہر تشریف لائے اور نماز مغرب ایک مسجد میں پڑھی جو مکان سے ذرا فاصلہ پر ہے -

۴ ربیع الاول سنہ ۱۳۳۵ روز شنبہ ۳۰ دسمبر سنہ ۱۹۱۶ء

شب شنبہ بر مکان مولوی محمد اختر صاحب - فرمایا مولوی محمد یحییٰ صاحب نے حضرت گنگوہی سے پوچھا کہ آپکے یہاں بہت لوگ شکوہ شکایت کرتے ہیں آپ پر کچھ اثر بھی ہوتا ہے یا نہیں - فرمایا ہاں ہوتا ہے اور وہ یہ کہ میں سمجھ جاتا ہوں کہ ان دونوں میں رنج ہے اور ایک دفعہ مولانا محمد قاسم صاحب مسجد کے اندر بیٹھے باہر صحن میں دو شخص کسی جاہل درویش کی مذمت کر رہے تھے مولانا نے اُنکو ڈانٹا کہ یہ مذمت صرف مجھے خوش کرنے اور تقرب کے لیے ہے خبردار چھوڑو اس مشغلہ کو اور اُس شخص کے عیب کو تو دیکھ لیا اور یہ نہ دیکھا کہ وہ کتنے نوافل پڑھتا ہے اور اُسکے اندر ایک صفت محبت الٰہی کی ہے - اور حضرت حاجی صاحب کے یہاں کسی کی شکایت ہوتی تو خاموش بیٹھے رہتے لمبی چوڑی شکایت سننے کے بعد اخیر میں فرماتے وہ ایسا نہیں ہے اس سے شکایت کرنے والے پر مٹی سی پڑ جاتی ۔ اور ایک دفعہ مولانا گنگوہی حج کو گئے تھے حضرت حاجی صاحب کا پوتا یعنی بھتیجے کا بیٹا مقصود نام مولانا کے پاس آیا کہ میں بھی دادا جی کے پاس جاؤنگا مجھکو لے چلیے مولانا نے حضرت کی تکالیف کا خیال کر کے انکار فرما دیا وہ اور کسی قافلہ میں مولانا سے پہلے پہونچا مگر وہ حضرت حج کے ہنگامہ میں کھوئے گئے حضرت حاجی صاحب کو اسکی خبر ہوئی تو حضرت بہت محزون ہوئے عرفات میں حضرت نے فرمایا کہ مسجد میں فلاں سمت پر کنوئیں کے پاس ایک بچہ رو رہا ہے اُسکو لے آؤ وہ یہی حضرت تھے حضرت نے ان کو مزدلفہ تک اپنے اونٹ پر سوار کیا اُنہوں نے مولانا کی بھی شکایتیں کیں پیچھے مولانا اور حکیم ضیاء الدین صاحب کا اونٹ تھا حکیم صاحب بڑے پریشان ہوئے کہ آج خدا خیر کرے اور مولانا ذکر میں مشغول تھے حضرت نے سب سُنا اور کچھ نہیں کہا - مزدلفہ میں اُترتے وقت فرمایا

یہ سب کچھ ٹھیک ہی مگر سب مولانا نے میری محبت میں کیا ہے۔ غرض حضرت کے یہاں شکوہ شکایت کا مطلق اثر نہوتا تھا حتیٰ کہ ایک شخص نے اتنی بڑی شکایت پہونچائی کہ فلاں مولوی صاحب نے آپکی طرف سے ایک رقعہ بنالیا ہے اور حضرت کی مہر بھی اُسپر لگالی ہے اور اب وہ اُسکے ذریعہ سے لوگوں کو دھوکے دیتے اور کماتے پھرتے ہیں۔ فرمایا پھرنے دو۔ لوگوں نے عرض کیا اسکا انسداد ہونا چاہئے۔ فرمایا مجھے شرم آتی ہے کہ مجھسے دین کا نفع تو کچھ ہوا نہیں کسیکی دنیا ہی کا نفع ہوتا ہو تو اُسے بھی روکدوں تو میری ذات بالکل ہی بے سود ہوئی اور دنیا کے لئے کیا اتنا اہتمام کیا جاوے۔ فرمایا حضرت والا نے بزرگوں کی شانیں مختلف ہوتی ہیں۔ بعضوں پر شان ولایت غالب ہوتی ہے اور بعضوں پر شان نبوت۔ ہمارے حضرات علماء کا شان نبوت غالب ہی انتظام کی جگہ انتظام سیاست کی جگہ سیاست۔

اور فرمایا حضرت والا نے ایک دفعہ ہمارے گھر سے گیہوں چکی پر پسنے کو گئے وہاں یہ ہوا کہ چکی والوں نے گیہوں اور پیسے رکھ لئے اور آٹا پسا پسایا دیدیا۔ میں نے پوچھا آٹا بڑی جلدی آگیا معلوم ہوا کہ آٹا تیار رکھا تھا وہ دیدیا اور گیہوں رکھ لئے میں نے کہا اسکو لیجاؤ واپس کردو اور وہ گیہوں پسوا کر لاؤ کیونکہ آٹے کا بدلنا گیہوں سے اسطرح جائز نہیں کیونکہ ربوا سے خالی نہیں ہو سکتا۔ یہ ضرورت ہے ہر کام میں دخل دینے کی اب لوگ قطع تعلق کے معنی یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ کسی بھلی بُری بات سے مطلب نہ رکھے چاہے گناہ ہوتا رہے بعض مشائخ کی تعریف میں کہا جاتا ہے کہ ایسے تارک ہیں کہ روپیہ کو ہاتھ لگانا بُرا سمجھتے ہیں اور کسی سے کچھ کام نہیں) کھتے نہ اچھے سے مطلب نہ بُرے سے یہ جہالت ہی۔

فجر کی نماز کو جاتے وقت احقر حضرت والا کے پیچھے پیچھے جارہا تھا مسجد کے راستہ میں ایک ہی جگہ دو مزار ہیں جو بالکل ایک نمونہ کے بنے ہوئے ہیں اور بالا پیر صاحب کے نام سے مشہور ہیں اُنپر نظر پڑی تو فرمایا اولیاء اللہ کو حق تعالیٰ نے رفعت باطنی تو دی ہی ہے رفعت ظاہری بھی عطا فرمائی ہے کیسی عالیشان عمارت ہے اور کیسی پاکیزہ ہے۔ گو ان عمارتوں کا بنانا ناجائز ہو مگر لوگوں کو خیال تو ہوا اور اپنے نزدیک بہتر سے بہتر عمارت اُنکے واسطے تجویز کی وجہ اسکی یہی ہے کہ دلوں میں اُنکی وقعت عظمت ہے۔

حضرت والا پر جھوٹی شکایت کا اثر مطلق نہونا

امور خانگی پر بھی نظر رکھنا چاہئے

قطع تعلق کے غلط معنی

اولیاء کو حق تعالیٰ نے رفعت ظاہری بھی دی ہے

نماز فجر میں سورۃ قیمہ اور والفجر پڑھی۔ بعد نماز فجر مکان پر پہونچکر احقر سے فرمایا کہ ساتھ کی ٹوکریوں میں سے بیس امرود الہ آبادی اور جسقدر مٹھائی ہمراہ ہے اُسکی ایک تہائی مٹھائی گھر میں بھیجدو چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ سردی بشدت تھی محمد اختر صاحب ہم خدام کے لیے چاء لائے (حضرت والا چاء نہیں پیتے) چاء کا سامان نہایت مکلف تھا خواجہ صاحب نے پوچھا چاء کی پیالیاں اور سامان گھر میں رکھنا کیسا ہے فرمایا کیا حرج ہے۔ یہ اکرام ضیف ہے بعض مہمان چاء کے محتاج ہوتے ہیں اُن کے لیے ضروری ہے عرض کیا یوں تو اکرام ضیف کی کوئی حد نہیں تمام سامان دنیا کا اکرام ضیف کے کار آمد ہو سکتا ہے پھر تنعم کیا چیز ہوگی جس سے منع کیا جاتا ہے جتنا بھی تکلف کا سامان آدمی چاہے رکھ لے اور کہدے اکرام ضیف کے واسطے رکھا ہے اسقدر زرنگار اور چینی پیالیوں کی کیا ضرورت ہے۔ فرمایا اکرام ضیف مامور بہ ہے اور اتنا حدیث میں موجود ہے کہ ایک بچھونا اپنے واسطے چاہیئے اور ایک اہل کے لیئے اور ایک مہمان کے لیئے اور آگے حدیث میں ہے والرابع للشیطان مطلب یہ ہے کہ مہمان کی ضرورت کی چیز رکھنے میں کچھ حرج نہیں ہاں یہ بات قابل غور ہے کہ ضرورت کے رفع کے جب دو طریق ہیں ایک سہل اور ایک دشوار تو کونسا اختیار کرنا چاہیئے۔ ظاہر ہے کہ سہل کو لینا چاہیئے۔ آپ کے یہاں مہمان تو آتے ہی رہتے ہیں اگر چاء کا سامان رہے تو کیا حرج ہے میرے یہاں جب ضرورت ہوتی ہے چاء کی تو یہ ہوتا ہے کہ دیگچی میں چاء پکالی اور معمولی پیالیوں میں پلادی رفع ضرورت کے لیے بہت کافی ہے۔ اور آجکل کا عرف یہ ہے کہ ہر کام کا برتن بھی علیحدہ ہو حتی کہ برف گھولنے کا برتن بھی علیحدہ ہوتا ہے۔ حالانکہ اسکے لیے تخصیص کی کوئی وجہ ہی نہیں معلوم ہوتی

حضرت والا نے قنوج سے مبلغ سو روپیہ بذریعہ منی آرڈر تھانہ بھون کو روانہ کیئے۔ ایک روپیہ فیس میں خرچ کیا۔ احقر نے عرض کیا کہ ایک روپیہ فضول گیا۔ فرمایا فضول کیوں گیا اپنی آسایش کے لیئے خرچ کیا گیا۔ وہ آسایش یہ ہے کہ بوجھ ہلکا ہوگیا میں نے عرض کیا بوجھ کی تدبیر یہ ہو سکتی تھی کہ نوٹ خرید لیئے جاتے۔ فرمایا اُنکی حفاظت بھی ایک بوجھ تھا اس سے نجات ملی۔ پھر فرمایا اسی طرح میں نے ایک دفعہ کانپور سے مولوی محمد رشید

صاحب کی معرفت سو روپیہ روانہ کئے تو اُن کے گھر میں کہا یہ ایک روپیہ فیس میں خرچ کرنا اضاعت مال ہے۔ اتفاقاً ایک دفعہ کسی پرچہ میں میرا ایک مضمون چھپا۔ جسکا حاصل یہ تھا کہ اضاعت و اسراف وہ ہے جسمیں کوئی مصلحت نہو ورنہ کچھ حرج نہیں یہاں مصلحت بوجھ کم کرنا اور اپنی جان کو خطرہ سے بچانا ہے وہ مضمون کہیں اُنکی نظر سے گذرا تو مجھکو اُنھوں نے پرچہ لکھا کہ یہ خطا مجھ سے ہوئی تھی معاف فرماویں وہ نہایت فہیم اور نیک بی بی ہیں۔ عورتیں نیک تو اکثر ہوتی ہیں مگر فہیم کم ہوتی ہیں۔ فہم بھی ایک چیز ہے۔ ہمارے مجمع کے علماء سب وسیع النظر زیادہ نہیں ہیں اِل فہم حق تعالیٰ نے ایسا دیا ہے کہ نظیر ملنا مشکل ہے۔ صحابہ بھی سب مسائل پورے پورے نہ جانتے تھے بعض صحابی ایسے بھی ہیں کہ مسائل اُنسے پوچھے جاتے تو کہتے فلانے تابعی سے پوچھ لو۔ پھر صحابہ کی فضیلت کس چیز سے تھی؟ فہم سے۔ مولانا محمد قاسم صاحب تو کتاب سے کچھ کہتے ہی نہ تھے اُس فہم خداداد سے کہتے تھے جسکی نسبت وارد ہے من یرد اللہ بہ خیرا یفقہہ فی الدین۔ اور ہمارے بعض حضرات کی نظر بھی بہت وسیع تھی جیسے مولانا محمد یعقوب صاحب کہ فرماتے تھے کہ ایک ہزار کتابیں میں نے دیکھی ہیں۔ مولانا ....

.... ہر وقت کتاب دیکھا کرتے تھے اور ذکی اسقدر تھے کہ کوئی گھنٹہ دو گھنٹہ چادر اوڑھ لے تو اسکو سونگھ کر بتا دیتے کہ مرد نے اوڑھی ہے یا عورت نے پھر ایک دفعہ مولانا گھوڑے پر سے گر گئے تھے اور سر میں چوٹ آئی تھی جب سے یہ بات جاتی رہی تھی۔

صاحبزادہ احمد میاں صاحب خلف مولانا فضل الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر ہوا تو فرمایا ابتداءً اُنمیں امارت کی سی شان تھی لوگ اسکو بُرا سمجھتے تھے مجھ سے ذکر آیا تو میں نے کہا دیکھ لینا یہ حالت بہت جلد بدلجاویگی مولانا کا رنگ اُنمیں ہے یہ دوسرا رنگ عارضی سکھایا بہکایا ہوا ہے چنانچہ یہی ہوا بہت تھوڑے عرصہ میں سب چھوڑ چھاڑ دیا۔ نہایت نیک آدمی تھے اور بدعات کے خلاف تھے یہ اور بات ہے کہ بزرگی کی وجہ سے کہیں سکوت کرجائیں لیکن پسند نہ کرتے تھے۔

سوال۔ کان ناک چھیدنا حسب رواج ہندوستان ثابت ہے یا نہیں فرمایا کان کی

فیس دینا اور دوا میں خرچ اسراف و اضاعت نہیں

اسراف خرچ بلا مصلحت

عورتیں نیک تو بہت ہیں مگر فہیم کم ہیں

فہم عجیب چیز ہے صحابہ کو اسی سے فضیلت ہے

ہمارے بعض وسیع النظر حضرات

مولانا محمد یعقوب صاحب کی ذکاوت

حضرت والا کی صحیح تشخیص

کان ناک چھیدنا

صرف لو کا چھیدنا ثابت ہے اور ناک چھیدنا ثابت نہیں بُلاق تو بہت ہی بُرا معلوم ہوتا ہے
خواجہ صاحب نے پوچھا میں اپنی لڑکی کے ناک کان چھدواؤں یا نہیں فرمایا جواز تو ہے ہی اور یہ بات قابل غور ہے کہ بڑے ہو کر اُسکو خود یہ حسرت نہو کہ میرے کان ناک نہ چھدے یا اور عورتیں اُسکو نہ چھیڑیں اسکی بھی رعایت کرنا ضرور ہے۔ حضرت مولانا گنگوہی نے صاحبزادی کے کان سوائے لَو کے نہ چھدوائے تھے۔ گنگوہ میں ناک چھدوانے کا رواج تو قریب قریب بالکل جاتا رہا۔

تقسیم جائداد کا ذکر ہوا تو فرمایا اپنی حیات میں جائداد اولاد کو دیدینا ٹھیک نہیں اور اگر دے تو پھر اُنسے کچھ توقع نہ رکھے تکلیف توقع رکھنے سے ہوتی ہے۔

ایک صاحب نے عرض کیا کہ میں شاعری اور اخبار نویسی کا شغل رکھتا تھا مگر اب توبہ کرلی کیونکہ اخبار نویسی کے شغل میں ہر وقت یہی فکر رہتی تھی کہ فلاں مضمون کی یہ سرخی ہونی چاہیئے فلاں اقتباس فلاں جگہ سے ہوگا وغیرہ وغیرہ۔ فرمایا اس قسم کے کاموں میں تشویش قلب لازم ہے خواہ وہ دینی ہوں یا دنیوی گو دینی کاموں کو ضرورت کی وجہ سے کیا جاتا ہے اور وہ منافی بھی نہیں توجہ الی الحق کے۔ لیکن پھر بھی توجہ بلا واسطہ کی برابر نہیں۔ چنانچہ ایسے کام کرنیکے بعد بھی اہل اللہ کے قلب میں ایک طبعی کدورت پیدا ہو جاتی ہے اور استغفار کرتے ہیں یہی معنی ہیں اس حدیث کے لیغان علی قلبی یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میرے قلب میں بھی کدورت پیدا ہو جاتی ہے اور میں دن میں ستر مرتبہ استغفار کرتا ہوں۔

فرمایا بعضے امور ناگوار طبیعت ہوتے ہیں اور ناگواری کی وجہ دو ہوتی ہیں تکبر یا خلاف عادت ہونا۔ مابہ الامتیاز اور معیار تکبر اور خلاف عادت کا یہ ہے کہ اگر اُس شخص کا خلاف عادت اعزاز بھی کیا جاوے تب بھی شرماوے تو وہ ناگواری خلاف عادت ہونے سے ہے اور اگر ایسا نہو مثلاً ایک شخص ہے کہ بازار میں سر پر گٹھا لیکر چلنے میں تو شرماتا ہے اور ہاتھی پر چڑھنے میں نہیں شرماتا گو خلاف عادت ہو تو یہ تکبر ہے اور اگر دونوں میں شرماتا ہے تو خلاف عادت سے رُکنا خجلت ہے تکبر نہیں (فرمایا حضرت والا نے یہ مضمون مضامین غیر منقولہ میں سے ہے اسکی نسبت عرصہ سے خلجان تھا)

صبح کی دعوت شیخ معشوق علی صاحب کے یہاں تھی (یہ صاحب حضرت کے خلیفہ ہیں) قریب ۹ بجے کے اُن کے یہاں تشریف لیگئے اور قریب ایک بجے کے کھانا ملا وہاں بیٹھے ہوئے طرح طرح کی گفتگو ہوتی رہی از انجملہ یہ کہ فرمایا بعض بلا دوسری بلاؤں کا دفعیہ ہوتی ہے مولانا روم کہتے ہیں۔ کیں بلا دفع بلا ہائے بزرگ - میرے پیر میں موچ آگئی تھی ایک دفعہ پنجابہ میں پیر پھسلا تو وہ موچ نکل گئی۔

شیخ معشوق علی صاحب کے بھائی صاحب نے درخواست کی کہ ایک شادی میں حضرت مندیلہ تشریف لے چلیں تاکہ وعظ ہو اور امید ہے کہ بہت سے رسوم کی اصلاح ہو گی۔ فرمایا عین وقت پر جیسا موقع ہوگا عرض کر دونگا بہانہ تو کرونگا نہیں کوئی مانع ہوا تو عذر کر دونگا ورنہ نہیں ایک دو ہفتہ پہلے اطلاع ہونا چاہئے۔

ایک لڑکا لایا گیا کہ اسکا قاعدہ سُن لیجئے۔ حضرت نے اُسکا سبق سُنا اور حاضرین سے فرمایا دُعا کر دیجئے سب نے ہاتھ اُٹھاکر اور حضرت والا نے بھی دعا فرمائی کہ حق تعالیٰ ان کی عمر و علم میں برکت عطا فرماویں۔

ایک صاحب حضرت کی دعوت کرنا چاہتے تھے مگر وقت نہ مل سکا تو کہنے لگے حضور ایسے تشریف لاتے ہیں کہ میں ہمیشہ محروم رہتا ہوں فرمایا حاضر تو ہوں آپکے سامنے اور جیسں معنی کر آپنے فرمایا وہ تو میری محرومی ہے کہ آپکے یہاں کے کھانے سے محروم رہا آپکی محرومی کیسی ہے۔

پابندی وقت کا ذکر ہوا تو فرمایا جو لوگ وقت کی قدردانی کا دعویٰ کرتے ہیں اُنکا دعویٰ برائے گفتن ہے۔ یہ جب قابل تعریف تھا کہ سوائے اُن کاموں کے جنکو محض تقلید سے اختیار کر رکھا ہے دوسرے اپنے کاموں میں بھی پابندی کرتے مثلاً نماز کے بھی ایسے پابند ہوتے کہ کبھی ایک منٹ کی دیر نہوتی حالانکہ ایسا نہیں ہے اسمیں بھی دوسروں کی نقل ہی نقل ہے۔

صحت مستورات کا ذکر ہوا تو فرمایا مستورات کی صحت اکثر خراب ہے اور وجہ اسکی ترک ریاضت ہے چرخہ چکی اچھی ریاضت تھی مگر رواج بدل گیا جا بجا مشینیں ہو گئیں اُنکے سامنے رواج ہو بھی نہیں سکتا۔ اسپر ایک شخص نے حاضرین میں سے کہا کہ رپورٹوں سے ثابت کیا گیا ہے کہ ہندی پردہ اسکی وجہ ہے عربی اور ترکی پردہ کافی تھا مگر پردہ کو اسقدر بڑھا دیا کہ

بعض بلاؤں کا دفع ہونا [illegible]

ابنائے زمان کی پابندی وقت بھی محض تقلیداً اور برائے گفتن ہے

مستورات کی صحت پر لطیف بحث

پردہ کی مصلحتیں

عورتیں ہوا تک سے محروم ہیں - فرمایا اُس پردہ کا انجام بے پردگی ہے چنانچہ مصر کی حالت
ناگفتہ بہ ہے اُس سے تو بالکل پردہ اُٹھا دینا اچھا تھا اور بعض نواح ہندوستان میں پردہ کم ہو گیا
تو عفت بھی ندارد ہے اور پرانی عورتوں کی صحت اب بھی اچھی ہے حالانکہ پردہ تھا - اسپر کہا گیا کہ
پُرانی عورتوں کو غذا اچھی ملتی تھی یہ وجہ صحت کی ہے - فرمایا اب تمول زیادہ ہے غذا عمدہ مل سکتی
ہے اور ایسے گھر موجود ہیں جنھیں غذا اچھی کھائی جاتی ہے صاحب ثروت ہیں خدا کا فضل ہر
کسی بات کی تکلیف نہیں مگر صحت کی وہی حالت ہے - بس وجہ یہ ہے کہ تنعم اور تکلف بڑھ گیا
ہے اور ہم لوگوں نے جس قوم سے یہ سیکھا ہے وہ خود محنتی ہیں اور اتنا تکلف نہیں رکھتے سب
عمدہ چیز چکی ہے مگر یا پیکا کون - میں نے ایک جگہ مستورات میں کہا کہ چکی پیسا کریں تو کہنے لگیں
تو ج ہم ایسا کیوں کرتے اسپر کہا گیا کہ مستورات کو ریاضت کا وقت بھی نہیں ملتا ہے ہر وقت
گھر کے دھندوں میں پھنسی رہتی ہیں - فرمایا ہر شخص اپنے وقت کا حساب کرے تو ثابت ہو جاوے
کہ نصف سے زائد وقت خراب جاتا ہے وقت کو خراب نہ کیا جائے تو بہت کام ہو جاویں

مسلمانوں میں تضییع وقت شعار ہو گیا ہے

مگر پابندی وقت ہم لوگوں نے ایسی چھوڑی ہے کہ اب اُسکا کرنا نئی سی بات معلوم ہوتی ہے
بعضی بات شعار قومی ہو جاتی ہے پھر سب اُسکے خلاف کو عیب سمجھتے ہیں مسلمانوں کے لئے
تضییع وقت شعار ہو گئی ہے اب کوئی انضباط وقت کرے تو اُسکو بنایا جاتا ہے اسپر کہا گیا
کہ اب عورتوں میں تنعم کیسے ہو بعض لوگوں کو میلا کچیلا بدبودار رہنا عورتوں کا پسند
نہیں کوٹنے پیسنے میں صاف ستھری کیسے رہ سکتی ہیں فرمایا جب میل کچیل کی بدبو پسند
نہیں تو بیمار عورتوں کو خوشبو سونگھایا کریں بعضی عورتیں موسل سے دھان کوٹتی ہیں وہ
خوب تندرست ہوتی ہیں بیمار کے ساتھ کیا لطف زندگی ہے کوئی بی بی بیماری کے مارے

موٹے آدمیوں کے تکلفات

سوکھی کانٹا سی ہیں اور کسی کا جسم بادی سے پھول کر کُپا ہو گیا ہے اعتدال تو ریاضت سے
ہی ہو سکتا ہے ایک جگہ ایک چودھرائن تھیں (چودھری) وہاں رئیس کو کہتے ہیں) اُنکا
آبدست تو کرنی کیا کرتی تھی بعضے موٹے آدمیوں کو سُنا کہ اُنکا آبدست کپڑے کے تھان
سے کیا جاتا ہے دو آدمی کھڑے ہو کر ادھر اُدھر کو کھینچتے ہیں اور سقہ پانی ڈالتا ہے
یہ کیا زندگی ہے خدا بچا دے -

مجمع میں ایک صاحب نئے فیشن کے تھے انہوں نے اولاً باتوں میں بہت عقیدت ظاہر کی اور ان کے خاندان کو حضرت سے تعلقات تھے انہوں نے دو روپیہ حضرت والا کی خدمت میں پیش کئے حضرت نے عذر کیا مگر اصرار کیا گیا حضرت نے پرانے تعلقات کی وجہ سے وہ روپیے لے لئے۔ ذرا دیر کے بعد انہوں نے سوال کیا کہ روح اللہ لقب ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اور یہ ایسا لقب ہے جسکی برابر کوئی بھی لقب نہیں ہو سکتا (مطلب یہ ہے کہ قرآن شریف سے افضلیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ثابت ہوتی ہے) فرمایا خاص حالت کے لحاظ سے روح اللہ کہا گیا ہے یعنی نفخ روح بلا واسطۂ اب کی وجہ سے اور اسکا افضل القاب ہونا مسلم نہیں صرف خصوصیت موقع کا لقب ہے۔ سائل نے کہا یہ حالت یعنی نفخ روح بلا واسطہ افضل حالات ہے۔ فرمایا آدم علیہ السلام بلا ماں اور باپ کے پیدا ہوئے یہ حالت اس سے بھی زیادہ افضل ہوئی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے آدم علیہ السلام افضل ہوئے۔ کہا عیسائی اسکا جواب یہ دیتے ہیں کہ افضلیت حضرت عیسیٰ کی اُنپر یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے گناہ ہوا اور حضرت عیسیٰ سے کوئی گناہ نہیں ہوا۔ فرمایا وہ گناہ نہیں بدلیل فنسی آدم ولنسیت ذریتہ نسیان سے گناہ نہیں ہوتا اور نفس جواب دیدینا تو کوئی بات نہیں جب کوئی دوسرے سے بات کرتا ہے تو اُلٹی سیدھی کچھ نہ کچھ ہانکے ہی جاتا ہے کسی کے بند کئے زبان بند تھوڑا ہی ہو سکتی ہے۔ دیکھنا تو یہ چاہئے کہ جواب ٹھیک بھی ہے یا نہیں یوں تو شیطان نے بھی اللہ میاں کو جواب دیدیا تھا جب پوچھا گیا تو نے سجدہ کیوں نہیں کیا تو اُسنے کہا خلقتنی من نار و خلقتہ من طین حق تعالیٰ نے اسپر نکلجانے کا حکم دیا اور اس جواب کا جواب نہیں دیا۔ اگر کسی کے بک بک کئے جانیسے جواب ہو جاوے تو شیطان ایسا حاضر جواب تھا کہ حق تعالیٰ کو نعوذ باللہ جواب نہ آیا تو بات یہ دیکھنا چاہئے کہ جواب صحیح بھی ہے یا نہیں۔ بات لچر ہے تو نفس جواب کا نفظ آجانے سے ہم کیسے ڈرجائیں۔ سائل نے کہا وہ عیسائی جھٹ سے یہی جواب دیدیتا ہے۔ فرمایا ایک بات کو چند بار کہنے سے کچھ وقعت بات کی نہیں ہو جاتی اسی بات کا

ایک مغربی تہذیب کی دولت اور مشفقانہ نصیحت

روح اللہ افضل القاب نہیں ہے

نفس جواب کو کوئی بات نہیں شیطان نے حق تعالیٰ کو جواب دیدیا

جواب تو دیا آپ پھر اُسکو دُہراتے ہیں میں بار بار جواب کو دُہرانے میں وقت کو ضائع کرنا نہیں چاہتا (حضرت کو اُنکی اس گفتگو سے اُلجھن ہوتی تھی اور رات کو نیند بھی خراب ہوئی تھی اسوجہ سے طبیعت مضمحل تھی مکرر سہ کرر ایک بات کو سننے سے بڑا تکدر ہوا) فرمایا میں بطور نصیحت عرض کرتا ہوں کہ بلا کافی علم کے ان قصوں میں پڑنا بہت خطرناک ہے اُس سے کہدینا چاہیئے کہ اس بحث کو علما جانیں اُنسے گفتگو کرو۔ سائل نے کہا وہ علماء سے گفتگو نہیں کرسکتا عامی آدمی ہے اُسکی تسلی تو عام فہم جواب ہی سے ہونا چاہیئے فرمایا تو آپ کے لیئے اُسکی صحبت بھی اچھی نہیں اور اگر صحبت کی ضرورت ہے تو اُس سے یہی کہدیجئے کہ ہمارے علماء سے جاکر پوچھ لے کہا وہ لوگوں کے سامنے ایسی باتیں کرتا ہے اگر اسوقت اسکو جواب نہ ملے تو بڑی خفت کی بات ہے۔ فرمایا کچھ خفت کی بات نہیں جو بات آپ جانتے نہیں ہیں اُسکا جواب نہ دینے میں کیا بے وقعتی ہے آپنے طب نہیں پڑھی ہے اگر کوئی چاہے کہ آپ سے کسی مریض کے لیے نسخہ لکھوالے تو آپ یہی کہینگے کہ میں طبیب نہیں ہوں یا وہاں بھی اس خیال سے کہ بڑی خفت ہوگی نسخہ لکھنے کو بیٹھ جاوینگے یا کوئی آپ سے چارپائی بنوانا چاہے تو اس کہنے میں آپکو ذرا بھی باک نہوگا کہ یہ کام مجھے نہیں آتا کھٹبنے کے پاس جاؤ تمام کاموں میں جب یہ حالت ہے تو دین ہی میں اگر یہ کہدیا جاویگا کہ کام ہمکو نہیں آتا اس کام کے آدمیوں کے پاس جاؤ تو کیا بیوقعتی ہوجاویگی۔ دین کو لوگوں نے ایسا سہل سمجھ رکھا ہے کہ بے پڑھے لکھے ہی آجانا چاہیئے اور ہر شخص اسمیں گفتگو کرسکتا ہے نسخہ لکھنا اور چارپائی بننا تو سیکھنے کا محتاج ہے اور دین نہیں عجیب (یہ گفتگو حضرت نے ذرا تیزی کے ساتھ کی مگر سائل پر ذرا اثر نہوا اور بے تکلف بے باکی کے ساتھ بلا ربط ایک اور سوال شروع کردیا)

سوال۔ ازواج مطہرات کو سورہ تحریم میں سخت الفاظ سے تنبیہ کی گئی ہے اس سے اُنکی بے وقعتی ہوتی ہے۔ فرمایا سخت نہیں ہاں تعداد میں الفاظ بہت ہیں اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ حق تعالیٰ کے نزدیک اُنکی وقعت زیادہ ہے دیکھیئے سلطنت کے مقابلہ میں اگر کوئی سلطنت کھڑی ہو تو اُس سے جنگ کیجاتی ہے اور کوئی معمولی آدمی مقابلہ کیلئے کھڑا ہوجاوے تو اُسکا جواب بھی نہیں دیا جاتا تو کیا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ سلطنت کی

ازواج مطہرات کی نسبت ایک سوال

وقعت نہیں۔ نہیں بلکہ اسباب کی دلیل ہے کہ سلطنت کی وقعت ہے اور معمولی آدمی کے مقابلہ میں سکوت کیا جاتا ہے اس خیال سے کہ اسکو جب چاہینگے ایک چانٹے میں سیدھا کر لینگے حضرت والا نے سائل کو پھر فہمایش کی کہ یہ باتیں آپ عیسائیوں کی کتابوں سے نقل کر رہے ہیں یہ کتابیں دیکھنا چھوڑ دیجیے۔ کہا یہ ناممکن ہے بلکہ جواب حاصل کرنے کے لیے دیکھی جاتی ہیں فرمایا تو اسکی مثال اس ولایتی کی سی ہے جسکے ساتھ کسی نے یہ احسان کیا تھا کہ وہ زخمی تھا اسکی مرہم پٹی کی جس سے وہ اچھا ہو گیا اتفاق سے یہ شخص ولایتی کے ملک میں جا نکلا وہ اُنکو گھر لے گیا اور بٹھا کر کہا ٹھیرو ہم آتا ہے یہ کہکر باہر چلا گیا اُس شخص کی بی بی نے اسکا حال پوچھا اُسنے تبلایا اُسنے کہا کہ ہاں یہ تمہارا ذکر کرتا تھا کہ ہم اُسکو یہ بدلہ دیگا کہ زخمی کر کے علاج کریگا۔ اب وہ چھرا لائیگا اور تمکو زخمی کریگا پھر تمہارا علاج کریگا تاکہ احسان کا بدلہ احسان ہو۔ یہ وہاں سے بھاگے۔ جن جوابوں کی آپ کوشش کرتے ہیں وہ ایسے ہیں۔ جواب الزامی سے شبہ رفع نہیں ہوتا بلکہ وہ شبہ بحال اور جدید شبہ اور پیدا ہو جاتا ہے اور محققین کے جوابات بے رنگ ہوتے ہیں مگر محقق اور ٹھنڈے ہوتے ہیں اور یہ اسوقت آپکو وہ پسند نہ آئیں مگر دس برس کے بعد آپکو بھی یہی طریقہ اختیار کرنا پڑیگا اور میں بتائے دیتا ہوں کہ ایں کار بیکاران است اگر دنیا کا یا دین کا کوئی بھی مشغلہ ہو تو ان باتوں کی فرصت ہی نہو۔ سائل نے کہا کہ یہ بات تو ٹال دینے کی ہے کہ دوسروں کی کتابیں نہ دیکھو آپ اُن کتابوں کو دیکھیں تو آپکو بھی جوش آجاوے کسقدر بدتمیزیاں اُن میں بھری ہوئی ہیں میرے نزدیک علماء کو بھی اُنکا دیکھنا ضروری ہے۔ فرمایا مجھے آپ مشورہ نہ دیجئے میری بات سُن لیجئے یہ میرا مشورہ ہے جو عرض کیا مجھے آپ سے مشورہ لینے کی ضرورت نہیں آپ نے پوچھا جب ہم نے جو اپنے نزدیک سمجھا وہ مشورہ دیا۔ اگر آپ ہمکو جاننے والا اور تجربہ کار سمجھکر پوچھتے ہیں تو ہمارا کہنا مان لیں کہ اُنکی کتابیں نہ دیکھیں اور اگر جاننے والا نہیں سمجھتے تو پوچھنا فضول ہے اور جاننے والا سمجھکر مشورہ کو نہ ماننا اور اعتراضات کے جواب پوچھنے کا حاصل یہ ہے کہ ہم نوکر ہیں کہ اُنکے لیے سیدھے جس راہ آپ چلادیں ہم کو چلنا چاہیئے اگر حل کرنا ہے شبہات کا تو ترتیب وار چلیے اول خدا کے متعلق ملاحدہ کے شبہات پیش کرتا ہوں کتابیں دیکھکر یا علماء سے پوچھکر حل ہو گیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیوں تکلیف دیں اول مرتبہ تو خدا کا ہے اُسی کے متعلق پہلے

کرلیں۔ ہم سے عیسائی سوال کرتے ہیں نبوت کے متعلق ہم اُنسے پہلے خدا ہی کے متعلق سوال کرتے ہیں کہ کیسے بے دیکھی چیز کو مان لیا ہزار برس تک کوئی عیسائی جواب دیدے۔ جسکو کتاب دیکھ کر شبہات ہوتے ہوں اور وہ اُنکے حل کرنے کی قابلیت نہ رکھتا ہو اُسکو اُن کتابوں کا دیکھنا زہر قاتل ہے پہلے علم حاصل کرنا چاہئے ورنہ بلا ہتیار کے میدان جنگ میں جانا ہے۔ سائل کی تسلی باوجود اتنی تقریر کے نہوئی مگر طوعاً کرہاً خاموش ہو گئے۔ حضرت والا بھی ذرا دیر خاموش بیٹھے رہے

قصہ حضرت عمرؓ بابت نہی عن قرأت التورۃ

پھر فرمایا میرے اس مشورہ میں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت عمر کو قرأت توریت سے منع کرنے میں کیا فرق ہے۔ یہ بڑے کام کی بات ہے اسکی قدر خلوئے ذہن کے وقت آسکتی ہے مگر آجکل لوگ اسکو اسباب پر محمول کرتے ہیں کہ علماء سے جواب نہیں آتا حالانکہ علم کلام کی کتابیں مشکل سے مشکل اعتراضوں کے جوابوں سے بھری پڑی ہیں۔ اسلامی علماء کے اطفال مکتب ان کے جواب دیسکتے ہیں۔ علماء اسلام تو علم کلام کتابوں میں اعتراضوں کو پڑھتے پڑھتے عادی ہو گئے ہیں اور اُن کے نزدیک یہ اعتراضات کوئی بڑی اور نئی بات نہیں ہیں۔ سائل نے کہا مجھے افسوس ہے کہ عیسائی ہر شخص سے اُلجھتا ہے اور چھیڑ چھاڑ کرتا ہے اور ہماری طرف کوئی بھی ایسا نہیں فرمایا اہل باطل کو عادت چھیڑ چھاڑ کی ہوتی ہے اور اہل حق کو یہ عادت نہیں ہوتی سائل نے کہا اگر ہمکو اُنکا جواب معلوم ہو تو فوراً روک تو دیں۔ فرمایا اگر آپنے ایک شبہ کا حل سن بھی لیا تو کیا نتیجہ ہوگا ذرا دیر میں اور کوئی شبہ پیدا ہوگا اگر حلف نامہ داخل کیا جاوے کہ ہم آیندہ دوسروں کی کتابیں نہ دیکھینگے تو میں پرانے شبہات کے حل کرنے کے لئے تیار ہوں اور جتنا بھی وقت لگے پروا نہیں خواہ تمام عمر صرف ہو جاوے کیونکہ کچھ نتیجہ تو نکلے گا اور اس سے تو کچھ بھی نتیجہ نہیں کہ آج ایک شبہ حل کردیا کل کو دس اور موجود ہیں۔ سائل نے کہا اگر جواب ملجاوے تو اُسکا مُنہ بند ہو پھر ممکن ہے کہ وہ راہِ راست پر آجاوے۔ یا کم از کم دوسرے مسلمان تو بچ جاوینگے فرمایا آپ اپنی ہی کملی کی خیر منادیں دوسروں کی فکر کی آپکو ضرورت نہیں یہ کام آپکا نہیں نہ آپ سے اسکا سوال ہوگا کہ کیوں آپنے مسلمانوں کو نہ بچایا تھا جنکا یہ کام ہے اُنہیں سے بازپرس ہوگی۔ اور وہی اس کام کو کر سکتے ہیں اور کرتے ہیں۔ پھر فرمایا ایک اور بات یہ بھی ہے کہ محققین جواب بھی جب دیتے ہیں کہ ثابت ہو جاوے کہ واقعی سائل کو طلب ہے اور نفع کی امید ہے اور صرف

جواب جب دینا چاہیے کہ سائل کو طلب ہو اور امید نفع ہو

مشغلہ ہو اور آپ جو اسکا جواب دینے کی فکر میں رہتے ہیں اسکا نتیجہ کیا ہے بلا علم جواب دینے میں کبھی نہ کبھی تو خفت ہو ہی گی ان مباحثوں اور باہمی گفتگو مین علاوہ بیکار ہونے کے بہت سی خرابیاں ہیں مثلاً یہ کہ بے ادبی لازم آجاتی ہے سماعًا یا تکلمًا جیسے ایک عیسائی تعدد ازدواج پر اعتراض کر رہا تھا اور حضرت عیسی علیہ السلام کی فوقیت ثابت کر رہا تھا کہ آپنے ایک نکاح بھی نہیں کیا ایک شخص نے کہا اسکا بھی کچھ ثبوت ہی کہ عیسی علیہ السلام مرد بھی تھے۔ یا کسی نے عیسائی کے مقابلہ میں کہا تھا کہ ایک ہی بیٹا ہوا خدا کے میرے تو بیس ہو لئے اور اور ہونگے یہ کیا خرافات ہیں اور نتیجہ کچھ بھی نہیں۔ مجھے مناظرہ کا بڑا شوق تھا کہیں الزامًا اور کہیں تحقیقًا مگر اب اُتنی ہی نفرت ہے۔ حضرت حاجی صاحب نے سخت منع فرمایا۔ اسوقت دوپہر کا وقت ہوگیا تھا کھانے میں ذرا دیر تھی۔ حضرت والا کو صاحب خانہ گھر میں بلا کر لے گئے اور وہ سائل صاحب جوش میں بھرے بیٹھے رہے خواجہ صاحب سے اور احقر سے بہت دیر تک گفتگو ہوئی مگر وہ مرغی کی ایک ٹانگ ہانکتے رہے۔ یہ وہی صاحب تھے جنھوں نے ذرا دیر پہلے دو روپیہ ہدیہ دئے تھے۔ حضرت والا نے ایک موقع پر خدام سے فرمایا کہ اس گفتگو سے مجھے نہایت تکدر ہوا اور بے اختیار دل چاہا کہ اس ہدیہ کو واپس کر دوں مگر یہ خیال ہوا کہ واپس کرنے سے اور تنافر بڑھیگا بس میں ایسا بنگیا کہ گویا ہدیہ کو میں بھول گیا اور نہ یہ گفتگو مجھ سے ہوئی۔

ایک منی آرڈر پندرہ آنہ کا پہونچا۔ یہ منی آرڈر مولوی ابوالحسن صاحب نے مؤ ضلع اعظم گڈہ سے بھیجا اصلیت اسکی یہ تھی کہ ایک روپیہ حضرت والا کا پالکی میں سے اُترتے وقت مؤ میں گر گیا تھا اسوقت تلاش کیا گیا مگر نہ ملا مولوی ابوالحسن صاحب نے عرض کیا کہ یہ روپیہ مجھ سے لے لیا جاوے میں اُس گم شدہ روپیہ کو تلاش کر لونگا۔ فرمایا اسکی کیا ضرورت ہے اول تو ایک روپیہ چیز کیا ہے اگر ملجاوے تو آپ رکھ لیں یا اگر یہ گوارا نہو تو میرے پاس بذریعہ منی آرڈر بھیجدیں۔ عرض کیا فیس منی آرڈر کون دیگا فرمایا اسی میں سے دیدیجاوے۔ چنانچہ ایک آنہ فیس کا دیکر پندرہ آنہ یہ بھیجدئے اور لکھا کہ حسب وعدہ ایک آنہ کمیشن دیکر پندرہ آنہ بھیجتا ہوں اور مؤ میں میں نے حضرت والا کے واسطے مچھلی پکوا کر ساتھ کر دی تھی اُسکے چند قتلے یہاں بچوں نے کھالئے تھے اُسکو معاف فرما دیں۔ فرمایا حضرت والا نے مولویصاحب کے

مزاج میں کسقدر احتیاط ہے (راقم الحروف کہتا ہے یہ ہے حسن معاشرت جسکی نظیریں بعض صحابہ کے قصوں میں پائی جاتی ہیں یہ مچھلی حضرت والا کی ملک نہ تھی بلکہ مولوی ابوالحسن صاحب نے خود خرید کر پکوائی تھی چونکہ حضرت والا کا نام لگ گیا اسواسطے شرکت غیر سے گوارا نہیں کی) جب یہ منی آرڈر پندرہ آنہ کا ہوچکا تو ایک آنہ خواجہ صاحب نے مدیہ دیا تاکہ روپیہ پورا ہوجاوے۔

فرمایا عبدالرحمٰن خانصاحب مالک مطبع نظامی کا قصہ ہے کہ ریل میں ایک مرتاض ہندو سے انکی آنکھیں چار ہوگئیں تو ایسا اثر ہوا کہ قلب پر ظلمت چھاگئی۔ خانصاحب نے مجھ سے کہا میں نے کچھ اللہ کا نام بتادیا وہ بات رفع ہوگئی اسیواسطے حدیث میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں من سمع بالدجال فلینأ منہ یعنی جوکوئی دجال کے نکلنے کی خبر سنے تو چاہئے کہ اُس سے دور رہے خواہ مخواہ اُسکے سامنے نہ جاوے۔ یہ ہے اصل اس بات کی کہ بری صحبت سے منع کیا جاتا ہے لوگ بُری صحبت کو کچھ سمجھتے ہی نہیں ہیں۔ عیسائیوں سے دوستی ہے ہندوؤں سے دوستی ہے آریوں سے دوستی ہے اور اُن سے مذہبی چھیڑ چھاڑ رکھتے ہیں اور سمجھتے ہیں کچھ ہے نہیں حضرت بُرے آدمی کے پاس بیٹھنے کا بعض وقت یہ اثر ہوتا ہے کہ آدمی کی حالت ایکدم بدلجاتی ہے خدا بچاوے۔

فرمایا ایک جگہ لکھا دیکھا ہے کہ شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی کو مدینہ طیبہ سے حکم ہوا ہندوستان جانے کا تو منجملہ وصایا یہ بھی تھا کہ خاکسار ان ہند کے حال پر عنایت رکھنا۔ شیخ نے وقت رخصت عرض کیا کہ حضورؐ کی زیارت کیسے ہوگی ارشاد ہوا کہ روز ہوا کرے گی چنانچہ روز ہوتی تھی راستہ میں ایک فقیر کو سنا حسب وصیت ملنے گئے تو اُسنے شراب پیش کی اُنہوں نے انکار کیا اُسنے کہا پچھتاؤ گے اُنہوں نے کچھ التفات نہ کیا۔ رات کو دیکھا کہ حضورؐ کا دربار ہے اُنہوں نے جانا چاہا مگر دیکھا کہ وہ فقیر دروازہ پر کھڑا ہے اور کہتا ہے جب تک شراب نہ پیئے گا ہرگز نہ جانے پائیگا چنانچہ محروم رہے اُنہوں نے کہا زیارت واجب نہیں اور شراب سے بچنا واجب ہے۔ اگلے دن بھی یہی قصہ پیش آیا مگر اُنہوں نے انکار کیا تیسرے دن پھر ایسا ہی دیکھا بس اُنہوں نے مجلس

ہدیہ میں شرکت غیر گوارا نہیں

بُری صحبت سے بچنا

قصہ شاہ عبدالحق صاحب دہلوی

تصرفات اہل باطل

کے باہر سے آواز دی یا رسول اللہ اغثنی حضورؐ نے اُس فقیر کو ڈانٹا اور فرمایا اخسأ یا کلب۔ اور انکو اندر بلالیا۔ صبح کو اُنھوں نے اُس فقیر کے مکان پر جاکر دیکھا تو وہ فقیر ندارد تھا لوگوں سے پوچھا فقیر کہاں گیا کسی نے کہا معلوم نہیں ہاں اتنا دیکھا کہ ایک کتا یہاں سے نکلکر چلا گیا فرمایا حضرت والا نے ایسے تصرفات بھی اہل باطل کے ہوتے ہیں میرے یہاں کے دو طالب علم ایک مبتدع شخص سے مناظرہ کرنے گئے مگر خدا جانے کیا ہوا اُس سے بیعت ہو گئے مجھے خبر ہوئی تو میں نے وہ بیعت اُن سے علی الاعلان فسخ کرائی اُسکو خبر ہوئی تو اُسنے کہا میں چلہ کھینچتا ہوں دیکھنا ۴۰ دن میں کیا ہوتا ہے میں نے کہلا بھیجا کہ ۸۰ دن میں بھی کچھ ہوگا بعد میں اُسنے کچھ کیا ہوگا مگر پھر یہ ہوا کہ وہ شخص ایسا نرم ہوا کہ کبھی کبھی خط بھی بھیجا اس سے میں سمجھا کہ غالباً اُس نے کچھ کیا ہے جب کچھ نہوا جیسے وہ ڈھیلا ہوا واللہ اعلم۔

برکات سلسلہ حضرت حاجی صاحبؒ

لبس ھذا وان السکوت ھلا زمۃ البیوت قول بزرگاں ہے ہزاروں قزاق پھرتے ہیں۔ ایک بجے کے قریب کھانا کھایا بعد فراغ حاجی معشوق علی صاحب کے مکان کے متصل مسجد میں ظہر کی نماز پڑھی۔ بعد نماز قیام گاہ کو واپس آتے ہیں (ایک پنشن یافتہ سب انسپکٹر صاحب کے مکان پر گئے اُنھوں نے زیارت کا اشتیاق ظاہر کیا تھا اور خود پیروں سے معذور اور دائم المرض تھے اور مستعد ایسے تھے کہ اسی حالت میں صلوۃ التسبیح روزانہ پڑھتے تھے اور تہجد اور اشراق اور چاشت کے بھی پابند تھے اور بڑے ہی پڑھے کئی پارے قرآن شریف کے حفظ کر لیے۔ ان صاحب نے حضرت سے خاتمہ بخیر ہونے کی دعا کرائی۔ راستہ میں فرمایا یہ حضرت حاجی صاحب کے سلسلہ کی برکت ہے کہ امور باطنی کے متعلق دقیق دقیق باتوں پر نظر پڑے۔ حضرت سلطان جی نے حضرت سید گیسو دراز کی نسبت یہ شعر پڑھا تھا ؎

ہر کو مرید سیّد گیسو دراز شد | واللہ خلاف نیست کہ او عشقباز شد

مسئلہ متعلق کبوتران مزار حضرت بالا پیر صاحبؒ

راستہ میں بالا پیر صاحب کے مزار پر کبوتر بہت تھے کسی نے پوچھا مزار پر سے کبوتر مارنا جائز ہے یا نہیں۔ فرمایا جائز ہے اور بستی پر کے کبوتروں کا مارنا بھی جائز

ہے۔ لیکن احتیاط ہونا چاہیئے کہ مسجد ملوث نہ ہونے پائے کیونکہ حدیث میں اقامت حدود فی المسجد سے ممانعت آئی ہے اُسکی وجہ علماء نے یہی بیان کی ہے کہ مسجد کے ملوث ہو جانیکا خوف ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسجد میں کوئی کام ایسا کرنا جس سے ملوث ہو جانے کا اندیشہ ہو نہ چاہیئے۔

حضرت حاجی صاحب کے پاس تھانہ بھون میں ایک شخص ذکر شغل کے لیے آئے ایک روز اُنہوں نے شاہ ولایت میں مور مارا وہاں بڑا غل مچا کیونکہ لوگ شاہ ولایت کی تعظیم حرم شریف کی سی کرتے تھے۔ حضرت کو خبر ہوئی تو اُنسے کہا تم شکار کرنے کو آئے ہو یا ذکر کرنے کو جاؤ یہاں سے اُنہوں نے بہت معذرت کی تب معافی دی۔

فرمایا حضرت والا نے مزار پر تعمیر جائز نہیں حدیث میں ہے نھی عن تجصیص القبور و ان یبنیٰ علیھا و ان یسرج بلکہ چراغ جلانے پر لعنت آئی ہے حدیث کا لفظ ہے والمسرجین علیھا۔ فرمایا مزاروں پر شکار مارنا جائز تو ہے مگر بعض جگہ اس سے فتنہ ہوتا ہے لہذا مناسب نہیں۔

فرمایا حق بات نہ کہنے کی وجہ یا خود غرضی ہوتی ہے یا غلط فہمی جس شخص میں دونوں باتیں نہوں تو وہ حق بات کہنے سے کیوں چوکے گا۔

فرمایا مولانا محمد حسین صاحب الہ آبادی سے کسی نے پوچھا کہ آپ نے حضرت حاجی صاحب میں کیا دیکھا جس سے معتقد ہوئے فرمایا اسی سے معتقد ہوئے کہ کچھ نہیں دیکھا یعنی ڈھونگ نہ تھا۔

۵ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ روز یکشنبہ ۳۱ دسمبر ۱۹۱۶ء

شب یکشنبہ۔ پوچھا گیا نفلوں میں بھی تعیین سورت منع ہے یا نہیں فرمایا فقہاء نے مکروہ لکھا ہے مگر یہ جب ہے کہ کسی سورت کو افضل یا ضروری سمجھکر معین کرے اور یہ بھی اُن مواقع میں ہے جہاں فضیلت وارد نہو۔ اور اگر کسی وجہ سے اسکو ترجیح ہو تو مکروہ نہیں ہاں اسکو ضروری نہ سمجھے کہ یہ زیادتی علی الشرع ہے حضرت حاجی صاحب سورہ یٰسین تہجد میں پڑھنے کی نسبت فرمایا کرتے تھے یٰسین قلب قرآن ہے اور تہجد قلب لیل میں ہوتا ہے اور اسوقت قلب مصلی بھی حاضر ہوتا ہے مثل مشہور تو یہ ہے دو دل یک شود بشکند کوہ را۔ یہاں تین قلب مجتمع ہیں۔ نماز عشا

اول وقت قنوج میں مکان پر پڑھی کیونکہ مسجد میں ابھی جماعت میں دیر تھی اور ریل پر جانا تھا چند اہل محلہ بھی شریک تھے تقریباً بیس آدمی تھے اور سورہ الم نشرح اور والعصر پڑھی۔ اسباب پہلے سے تیار کرلیا گیا تھا بعد نماز روانہ اسٹیشن ہوئے۔ جائے قیام سے سڑک ذرا دور تھی وہاں تک پیادہ جانا ہوا اس راستہ میں فرمایا یہ آیت ان تتوبا الی اللہ فقد صغت قلوبکما وان تظاھرا علیہ فان اللہ ھو مولاہ وجبریل وصالح المؤمنین میں وان تظاھرا علیہ کی جزا محذوف ہے اور وہ لایضرہ ہے کیونکہ فان اللہ ھو مولاہ صلاحیت جزا کی نہیں رکھتا کیونکہ جزا متاخر عن الشرط ہوتی ہے اور ولایت حق تعالیٰ متاخر نہیں۔

مولوی عبدالغنی صاحب ڈیگ ریاست بھرت پور جانے کے لئے ہمراہ تھے چونکہ سفر ڈیگ ملتوی ہوگیا لہذا وہ قنوج سے واپس ہوگئے۔ قنوج کے اسٹیشن پر معلوم ہوا کہ جو ٹرین اسوقت جاتی ہے اسمیں صرف دو گاڑیاں تو ایسی لگائی جاتی ہیں جو ایک درمیانی جنگشن پر کاٹکر ہاترس جانیوالی ٹرین میں لگادی جاتی ہیں اُن دو کے سوا تمام گاڑیاں بمبئی کی طرف چلی جاتی ہیں یعنی ان دو گاڑیوں کے مسافروں کو ہاترس تک گاڑی بدلنا نہیں پڑتی اور اور گاڑیوں کے مسافروں کو اُس جنگشن پر تبدیلی کرنا پڑتی ہے۔ بعض خیرخواہان حضرت کا اسباب اُنہیں گاڑیوں میں رکھوا دیا تاکہ راستہ میں بدلنا نہ پڑے یہ تجویز تو خیرخواہی سے کی گئی مگر نتیجہ برعکس ہوا اور اسقدر تکلیف ہوئی کہ گاڑی تبدیل کرنے میں اُسکی عشر عشیر بھی نہ ہوتی وجہ یہ کہ لمبا سفر کرنیوالے جسقدر مسافر تھے سب اسی آسایش کی غرض سے انہیں دو گاڑیوں میں بیٹھتے تھے جس سے بہت زیادہ اژدحام ہوگیا۔ گاڑیاں چھوٹی آدمی زیادہ مختلف الطبائع اشخاص سرمائی سامان ہر ایک کے ساتھ عورتیں اور بچے اور وقت شب ہونیکی وجہ سے سب آسایش کے خواہاں اس تمام سفر میں ایسی تکلیف کہیں نہیں ہوئی تھی۔ بمشکل خدام نے حضرت والا کے لئے ایک چھوٹی سی بنچ نصف کے قریب خالی کرکے بستر بچھا دیا حضرت والا کی عادت ہے کہ جبتک ہمراہیان کی آسایش کا سامان نہو جاوے خود آرام نہیں فرماتے پوچھا کہ اور لوگ کہاں کہاں بیٹھینگے عرض کیا گیا جہاں موقع پائینگے بیٹھ جاوینگے اور جیسے ہوگا گذر کر لینگے حضرت آرام فرماویں کیونکہ آج دن میں بھی آرام کا موقع نہیں ملا ہے خیر طوعاً و کرہاً حضرت والا لیٹ گئے

آیت ان تتوبا الی اللہ کے متعلق — روانگی از قنوج

لیکن طبیعت سے مجبوری ہے بار بار مُنہ کھولکر دیکھتے کہ خدام کس حال میں ہیں خدام نے
اس خیال سے کہ حضرت والا کو ہماری تکلیف دیکھکر تکلیف ہوگی یہ کیا کہ دونوں بنچوں کے
بیچ میں اسباب تلے اوپر رکھکر اوپر بستر بچھایا خواجہ صاحب اُسپر لیٹے اور احقر کو لیٹنے
کی جگہ بالکل نہ ملی تو بنچ پر بیٹھکر خواجہ صاحب کے پیروں کے اوپر پیر پھیلا لئے اس بنچ پر آدمی
اسقدر تھے کہ بیٹھنا بھی مشکل تھا لیٹنا تو کیسا اور سب نیند میں جھوم رہے تھے ہر شخص کی
خواہش یہی تھی کہ ذرا دیر کو لیٹنے کی جگہ ملجاوے۔ اُدھر مولوی محمد یوسف صاحب برائے نام
بنچ پر بیٹھے ہوئے پیر نیچے کو پھیلائے ہوئے تھے اور سخت بیچین تھے درمیان میں اسٹیشنوں
پر اور دو چار مسافر بھی اسی حالت میں آکر بھر گئے خواجہ صاحب کی آنکھ کھلی تو احقر کی بیچینی اُنسے
نہ دیکھی گئی اور کہا تم میری جگہ لیٹ جاؤ اور میں تھوڑی دیر کے لئے تمہاری جگہ بیٹھ جاؤں۔ احقر
نے کہا اس سے کیا حاصل ہوگا ایک آدمی کو بہر حال تکلیف ضرور ہوگی وہ مجھ ہی کو سہی کہا
میں بنچ پر بھی جیسے ممکن ہوگا کمر ٹیکنے کی جگہ کر لونگا۔ خیر احقر نے جگہ بدل لی۔ لیکن آساں نمود
اول ولے افتاد مشکلہا کا مصداق ہوا خواجہ صاحب نے تو جیسے تیسے مسافروں کو دبا دبوکر
کمر ٹیک لی مگر وہ جگہ ایسی بُری تھی کہ احقر لیٹ تو گیا اور لیٹتے ہی غلبہ نیند سے خبر نہ رہی۔ ذرا
دیر نہ گذری تھی کہ ایکدم گھبرا کر آنکھ کھلی تو یہ معلوم ہوا کہ قبر کے اندر دفن کر دیا گیا ہوں نصف
حصہ جسم کا تو بستر کے اوپر ہے اور پیر نیچے ہیں اور میرے پیروں کے اوپر خواجہ صاحب کے پیر
ہیں اور خواجہ صاحب کے پیروں کے اوپر ایک اور مسافر کے پیر ہیں اور اس طرح سے دبا ہوا
ہوں کہ نکلنا مشکل ہی بدشواری تمام اُٹھ کر بیٹھا برابر میں بنچ پر حضرت والا لیٹے ہوئے
تھے احقر نے کوشش کی کہ اس طرح اُٹھے کہ حضرت والا کے آرام میں خلل نہ پڑے مگر حضرت
والا خدام کی تکلیف دیکھکر خود بیچین تھے اور گو لیٹے تھے مگر خدا جانے نیند آئی تھی کہ نہیں احقر
کے اُٹھتے ہی اُٹھکر بیٹھ گئے اور فرمایا کیا ہے عرض کیا کچھ نہیں فرمایا آرام نہیں ملا لہذا میری
جگہ آجاؤ میں سو لیا ہوں اب تم کچھ آرام کر لو عرض کیا حضرت جیسے کچھ سو لئے ہیں میں برابر
دیکھ رہا ہوں جناب وہیں آرام فرما دیں احقر کو کچھ تکلیف نہیں غرض ایسی تکلیف اس سفر
میں کہیں نہیں ہوئی تھی جیسی اس مسافت میں ہوئی وبضدہا تتعرف الاشیاء

حسلسلہ ۴

حق تعالیٰ نے گذشتہ سفر کی آسائشوں کی قدر اس حصہ سفر میں دکھادی۔ بہزار دقت ۴ بجے شب کے ہاترس کے اسٹیشن پر پہونچے ٹائم ٹیبل سے معلوم ہوا تھا کہ ہاترس سے ریل ۷ بجے چھوٹتی ہے لیکن اُترتے ہی معلوم ہوا کہ ۲ بجے والی اکسپرس لیٹ ہوکر ۴ بجے آئی ہے اور تیار کھڑی ہے سب کی رائے ہوئی کہ اسی میں چلدینا چاہئے چنانچہ بہت جلدی کرکے اُسمیں پہونچے وہ ایسی تیار کھڑی تھی کہ ملنا بھی مشکل تھا مگر اتفاق سے اُسمیں کچھ قیدیوں کی روانگی تھی اسوجہ سے ذرا دیر میں چھوٹی ہم سب بوجہ جلدی کے اُن قیدیوں ہی کے درجہ میں گھس گئے بعض سپاہیوں نے مزاحمت کی مگر ایک مسلمان تھا حضرت والا کو دیکھکر اُس نے کہا بیٹھ جانے دو۔ غرض اُسی گاڑی میں روانہ ہوئے اسمیں نہ پاخانہ تھا نہ پانی تھا نماز فجر کا وقت ہوگیا اور اسٹیشن بہت دور تھا۔ اخیر وقت میں علیگڈھ پہونچے بعض خدام کو پاخانہ پیشاب کی ضرورت تھی حضرت والا نے اور مفتی محمد یوسف صاحب نے جماعت کی اور معوذتین پڑھیں اور احقر اور خواجہ صاحب نے الگ الگ پڑھی۔

غازی آباد پہونچے تو میرٹھ کی ریل میں دیر تھی۔ حضرت والا نے فرمایا کہ ایک دو قلی کرلینا چاہئے اسباب زیادہ ہے اور پلیٹ فارم دور ہے۔ خدام نے عرض کیا وقت بہت کافی ہے حضرت والا اسباب کے پاس کھڑے رہیں اور ہم خدام ملکر اسباب پہونچائے دیتے ہیں ایک پھیرا اسطرح ہوا دوسرے پھیرے میں حضرت والا بھی ایک بھاری عدد لیکر سب کے ساتھ دوسرے پلیٹ فارم پر پہونچے اور روانہ میرٹھ ہوئے۔

ریل میں ذکر ہوا کہ بڑی پیرانی صاحبہ پر عقد جدید سے بڑا اثر ہے اور وہ ابتک رفع نہیں ہوا اور اُنہوں نے خود سکون قلب کا ارادہ نہیں کیا ورنہ سکون ہوجاتا۔ فرمایا ہاں مشکل یہ ہے کہ ایک کا قصد دوسرے کے فعل کیلئے کارآمد نہیں ہوتا میں نے بہت کافی تدبیریں کیں لیکن اُنہوں نے اُنسے انتفاع کا ارادہ ہی نہیں کیا۔ عرض کیا گیا اس سے حضرت کا عیش بھی منغص ہوگا۔ فرمایا ہاں اثر تو ضرور رہتا ہے خیر ہم نے تو سوچ لیا ہے کہ ہم عافیت کی فکر ہی کیوں کریں جو امر منجانب اللہ ہے اُسی میں مصلحتیں ہیں اسکا فکر ہی چھوڑ دینا چاہئے عرض کیا گیا ایسے موقع پر دعا کرنے میں تو کچھ حرج نہیں۔ فرمایا ہاں دعا تو کرنا چاہئے حقیقت

آیت ہل یستطیع ربک کے ایک لطیف معنی

تو عافیت کی نصیب نہیں ہو سکتی واقعات سے صدمہ ہوتا ہی ہے ہاں دعا سے پریشانی نہ ہونا لیکن نہیں ہو سکتی پوچھا گیا آیت ہل یستطیع ربک ان ینزل علینا مائدۃ من السماء کے کیا معنی ہیں ظاہرا تو ثابت ہوتا ہے کہ حواریین خدا تعالیٰ کو اتنا بھی قادر نہ مانتے تھے کہ مائدہ کو اتارے اس سے تو ان کے ایمان میں بھی شبہ ہوتا ہے۔ فرمایا اسکا بیان با قاعدہ تو یہ ہے کہ استطاعت کے دو معنی ہیں ایک بمعنی قدرت جو قبل الفعل ہے دوسرا استطاعت حقیقیہ جو مع الفعل ہے جسکے بعد وجود فعل لازم آتا ہے یہاں مراد یہ دوسرے معنی ہیں یعنی ہل ینزل ربک علینا مائدۃ۔ اور اس مضمون کو عام فہم کرنے کے لئے مجھے یہ نیا محاورہ بہت کار آمد معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ ہمارے اوپر مائدہ اتار سکتا ہے یہ ایسا ہے جیسے آجکل کہتے ہیں کیا آپ میرے یہاں آسکتے ہیں۔

مسجد میں بجلی کی روشنی اور پنکھا لگانا کیسا ہے

۱۱ بجے دن کے ۵ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ روز یکشنبہ کو میرٹھ پہونچے ۱۳ دسمبر ۱۹۱۶ء میرٹھ میں عصر کے وقت سیاہی والی مسجد محلہ کرم علی میں پوچھا گیا کہ مسجد میں بجلی کا پنکھا اور بجلی کی روشنی لگانا کیسا ہے۔ فرمایا پنکھا آدمی کے کھینچنے کا استعمال کرنا تو مخدومیت کا نشان ہے اور خلاف عبودیت ہے اور نماز میں نہایت تذلل کی ضرورت ہی اور بجلی کا پنکھا ایسا ہے جیسے قدرتی ہوا مگر یہ بھی تکلف سے خالی نہیں حق تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہوتے وقت تکلفات کا کیا موقع ہے اور نماز میں دیر ہی کتنی لگتی ہے صرف چار پانچ منٹ پھر سلام پھیرتے ہی جتنا چاہے پنکھا جھلو اور بجلی کی روشنی میں خرچ بہت ہے جو زائد از ضرورت ہے اسکا شمار بھی تکلفات ہی میں کرنا چاہئے اس مرتبہ کا ہنور کی جامع مسجد میں دیکھا کہ بجلی کی روشنی لگ گئی ہے اب وہ مسجد تو معلوم ہوتی نہیں اچھا خاصہ اسٹیشن معلوم ہوتا ہے۔ احقر کے سفر خرچ کا حساب پوچھا تو عرض کیا بارہ روپیہ بارہ آنہ احقر کے متعلق خرچ ہوئے ہیں۔ فرمایا میرا اندازہ تیرہ روپیہ کا تھا اس حساب میں جو اشیا اگا لینا جو سفر میں خریدی ہوں عرض کیا ایک ٹائم ٹیبل دو آنہ کی خریدی ہے اور حضرت مجھکو تیرہ روپیہ دیچکے ہیں ۲ آنہ اب بھی زیادہ ہیں۔ فرمایا اور کوئی چیز خریدی ہو تو یاد کر لینا اور حساب تیرہ روپیہ سے بڑھ گیا ہو تو لے لینا اور دیوبند چلنا ہو تو دو روپیہ اور یہ حاضر ہیں احقر نے ۱۵ روپیہ لے کر

سر پر رکھ لئے۔

ذکر لطائف کے متعلق سوال کیا گیا کہ بعض بزرگوں کے یہاں بالکل متروک ہے فرمایا ہاں ذکر بہت قسم کے ہیں کچھ ذکر لطائف پر منحصر نہیں۔ نہ ذکر لطائف ہر شخص کے مناسب ہے نہ مقصود بالذات ہے صرف اسوجہ سے اختیار کیا گیا ہے کہ ذریعہ یکسوئی ہے نہ یکسوئی مقصود بالذات ہے۔ ذکر لطائف کا حکم

۶ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ روز دوشنبہ یکم جنوری ۱۹۱۷ء

شب دوشنبہ سراہنے پائتی بیٹھنے کا ذکر تھا ایک قصہ بیان فرمایا کہ مولانا محمد مظہر نانوتوی پائتی بیٹھے تھے حجام خط بنانے آیا تو کہا بیٹھ جا اُسنے سراہنے بیٹھنے سے انکار کیا تو کہا جب میں سراہنے بیٹھا ہوا ہوں اُسوقت آنا بالآخر اُسکو سراہنے بٹھا کر خط بنوایا بس سراہنے پائتی میں کیا رکھا ہے اسپر حضرت والا سے کسی نے پوچھا کہ حفظ مراتب بھی تو ایک چیز ہے اگر چھوٹے آدمی بڑوں کے سراہنے بیٹھنے لگیں تو یہ تو ٹھیک نہیں اور کوئی زبان سے نہ کہے مگر بے موقع بات تو دل میں کھٹکتی ہی ہے فرمایا تعلیم تواضع میں تو یہی کہا کرتے ہیں کہ دونوں میں فرق نہیں (یعنی تواضع کی تعلیم کسی کو کرنا ہو تو یہی کہا جاتا کہ فرق کرنا سراہنے اور پائتی میں کبر ہے اور میں اسوقت تواضع کی تعلیم کر رہا ہوں اور تعلیم ادب کے وقت یہ کہا جائیگا کہ فرق ہے) اسیواسطے شیخ کی ضرورت ہے وہ سمجھتا ہی کہ کونسا موقع کس تعلیم کا ہے وہ جو کچھ کہے طالب اُسکو تعلیم سمجھے تحقیق کلی متعلم کا کام نہیں چنانچہ تعلیم ہر شخص کو کیجاتی ہے اگر عوام میں سے ہر شخص کے سامنے تحقیق بیان کیجاوے تو عوام الجھن میں پڑجاویں اور کوئی بات بھی سمجھ میں نہ آوے۔ حفظ مراتب کی حقیقت

پوچھا گیا کہ حجام و دیگر خدمتگاروں وغیرہ کو سراہنے بٹھانے میں یہ نقصان ہی کہ اُن کے دل میں رعب نہیں رہتا پھر وہ کام نہیں کرتے فرمایا ہاں انکو سراہنے بٹھانے میں اُنکا بھی نقصان ہے کہ وہ کہیں پٹ جاوینگے گو یہ اپنی تواضع ہے۔ کاندھلہ میں ایک حجام میرے پاس آیا اور اُسنے شیوخ ورؤساء کے مجمع میں تان کر بڑے زور

سے سلام کیا۔ پھر اُسنے دہیں مجھ سے پوچھا کہ جو کوئی سلام علیکم کہنے سے بُرا مانے وہ کیسا ہے یہ تعریض تھی شیخزادوں پر اور مقصود تھا انکو فتویٰ سُنانا میں سمجھ گیا میں نے کہا سلام سے برا ماننے والا بُرا ہے اور متکبرانہ لہجہ سے سلام کرنیوالا بھی بُرا۔ لہجہ نیازمندی کا چاہئے اپنی حیثیت سے بڑھنا نہیں چاہئے اور تحقیق اسکی یہ ہے کہ چھوٹوں کے افعال ناگوار ہونے کی وجہ کئی ہوتی ہیں ایک تو اپنے آپ کو اُس سے بڑا سمجھنا یہ کبر ہے دوسرے اُس فعل کو چھوٹے کیلئے ناموزوں سمجھنا کہ وہ اُسکے رتبہ سے بڑھکر ہو یہ افعال شرعیہ میں ہو ہی نہیں سکتا یا اور ایک وجہ اُس فعل سے کسی خلق ذمیم کا اُسکے اندر دریافت ہونا اس صورت میں درحقیقت ناگواری اُس فعل کی نہیں ہوتی بلکہ اُس ذمیمہ کی ہوتی ہے مثلاً اُس حجام کا سخت لہجہ سے سلام کرنا ناگوار ضرور ہے مگر وجہ اسکی جیسے یہ ہو سکتی ہے کہ سُننے والا اپنے آپکو بڑا سمجھتا ہے ایسے ہی یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اُس کا لہجہ اُسکے دل میں تکبر ہونے کا پتہ دیتا ہے تو ناگواری دراصل اُس خلق ذمیم کی ہے نہ کہ سلام کی جیسے اُسنے پوچھا کہ جو کوئی سلام سے بُرا مانے وہ کیسا ہے یہ بات باریک ہے اور ان صورتوں میں امتیاز کرنا مشکل ہے معیار یہ ہے کہ اگر وہ حرکت وہی شخص کسی دوسرے اُسکے ہمرتبہ شخص کے ساتھ کرے تب بھی اُسکو اُتنا ہی ناگوار ہو خصوصاً جبکہ وہ شخص اسکا مخالف بھی ہو۔ صراط مستقیم جو بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے یہی ہے۔ اس فن کے محقق حضرت حاجی صاحب تھے کیا مجال تھی کہ باریک سے باریک اور پیچیدہ سے پیچیدہ بات میں حضرت کی نظر تہ تک نہ پہونچ جاوے اور دودھ کا دودھ پانی کا پانی الگ نہ کردیں۔

چھوٹوں کے افعال ناگوار ہونیکی وجوہ

حضرت حاجی صاحب کی باریک بینی

رات میں حافظ فصیح الدین صاحب سوداگر صدر میرٹھ زیارت کیلئے تشریف لائے اور صبح کی دعوت کیلئے اصرار کیا فرمایا صبح کو ۹ بجے کی ریل سے دیوبند جانا ہے اگر کوئی ایسی چیز پکے جو صبح سویرے تیار ہو جاوے تو مضائقہ نہیں عرض کیا سب چیزیں پک سکتی ہیں فرمایا ایسی چیز کھچڑی ہے ہو بے تکلف صبح سویرے تیار ہو سکتی ہے باقی جملہ چیزوں میں کچھ نہ کچھ تکلف کرنا پڑیگا۔ لہذا بے تکلف کھچڑی پکوا لیجئے۔ سردی کی موسم میں میں اکثر گھر پر بھی کھچڑی کھایا کرتا ہوں۔ پوچھا کھچڑی مونگ کی ہو یا ماش کی فرمایا جسمیں سہولت ہو۔ غرض یہ قرارداد ہوئی کہ صبح بعد نماز صدر سے گاڑی آجائے اور مع اسباب روانہ ہو کر صدر میں کھانا کھاکر ریل کو روانہ ہوں۔ چنانچہ علی الصباح حافظ صاحب

نے ایک فٹن اور ایک پال گاڑی بھیجدی - اسباب کچھ فٹن میں رکھا گیا اور کچھ پالگاڑی میں - فٹن میں حضرت والا اور احقر اور دو آدمی اور سوار ہوئے اسباب پائدان میں اتنا بھر گیا کہ پیر رکھنے کو بھی جگہ نہ رہی حضرت والا کے پیر باہر کو نکلے ہوئے تھے - غالباً خواجہ صاحب نے کہا اسباب نے تو فٹن کو بھی شہر مادیا فٹن تو صرف ہواخوری کیلئے ہوتی ہو اس اسباب سے تو چھکڑا معلوم ہوتی ہے فرمایا اسی اسباب سے تو یہ فٹن ہے ورنہ پھر فتن (جمع فتنہ) ہی - ڈاکٹر عبد الرحمن صاحب کا واقعہ ہی کہ وہ حضرت حاجی صاحب کے پاس رہکر آئے تھے ایک کیفیت نورانی قلب میں پیدا ہو گئی تھی - مظفر نگر میں ایک بنیے نے بلایا اور فٹن بھیجی - اُنہوں نے کہا میں پیدل چلتا ہوں مگر ہمراہی آدمی نے نہ مانا فٹن میں پیر رکھنا تھا کہ وہ کیفیت جاتی رہی پھر کبھی نصیب نہیں ہوئی -

۹ بجے کی ریل میں دیوبند کو روانہ ہوئے حاجی وجیہ الدین صاحب سوداگر صدر بھی ہمراہ تھے - اور میر معصوم علی صاحب تاجر جو تہ بھی میرٹھ سے ہمراہ ہوئے راستہ میں خواجہ صاحب نے کہا دل چاہتا ہے کہ سب جھگڑوں کو چھوڑ کر محض متوکل بنجاؤں اور عبادت ہی میں رہا کروں - فرمایا حضرت یہ مباح تعلقات ہی کی برکت ہی کہ عبادت سے دل نہیں گھبراتا ورنہ دو ہی چار دن میں عبادت سب جاتی رہے یہ مکر شیطان ہی کہ ہر شخص کی موجودہ حالت کو خراب بتاتا ہے اور دوسری حالت کو تجویز کرتا ہے اور اس مکر میں اچھے اچھے سمجھدار لوگ بھی آجاتے ہیں آخری نتیجہ اسکا حیرانی اور ترک عبادت ہوتا ہے اس مضمون پر قریب چالیس منٹ کے تقریر رہی وہ تقریر مثل دیگر چند تقریروں کے علیحدہ لکھی گئی اور بحمد اللہ صاف ہو چکی نام اُسکا ادب الترک تجویز فرمایا -

فرمایا ڈاڑھی کٹوانا باعث ذلت ہی - دلیل یہ ہے کہ قیدیوں کی ڈاڑھی کٹوائی جاتی ہی ظاہر ہے کہ متمدن اقوام نے اسکو قیدیوں کیلئے باعث ذلت ہی سمجھکر تجویز کیا ہی نہ کہ باعث عزت سمجھکر اور کبھی قانون میں یہ نہ ملیگا کہ کسی اعزاز کے موقع پر ڈاڑھی منڈانا تجویز ہوا ہو تعجب ہی کہ جو لوگ ذلت سمجھتے ہیں وہ اسکو باعث ذلت تسلیم کرنے متمدن اقوام کے ... اختیار کرتے ہیں اور باعث عزت سمجھتے ہیں

ریل میں ذکر ہوا کہ آجکل موسم سرما میں سیاہ کا ... بہت آرام کی چیز ہی - فرمایا ہاں میں نے بھی ایک دفعہ پہنا تھا مگر میرا جی گھبرا گیا - اسمیں ... ثابت ہوئیں ایک تو یہ کہ پہر ٹھنڈا رہتا ہے دوسرے یہ کہ اسکو پھر جوتا نہیں پہنا جاتا ... ہی کیونکہ طبعی وضع جس ہی ... ہوگی تیسرے

یہ کہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ پیر گویا قید میں آگیا۔ اسمیں سوائے مسیح کے اور کوئی فائدہ نہیں۔ خواجہ صاحب نے مسح خفین کے متعلق کچھ مسائل پوچھے تو فرمایا استفتاء کیجئے جزئیات زبانی یاد نہیں اور اسکی وجہ یہ ہے کہ اب یوں جی چاہتا ہے کہ نماز روزہ میں رہوں اور سوائے اصلاح باطن کے مجھ سے کچھ نہ پوچھا جاوے ؎

ما ہر چہ خواندہ ایم فراموش کردہ ایم　　الا حدیث یار کہ تکرار مے کنیم

ریل میں ذکر ہوا کہ مولانا محمد قاسم صاحب کا مزار دیوبند میں ہے۔ خواجہ صاحب نے فرمایا بڑی برکت کی جگہ ہوگی فرمایا ہاں۔ خواجہ صاحب نے کہا میں تو وہاں ضرور جاؤنگا۔ فرمایا ہاں کیا حرج ہے۔ عرض کیا حضور بھی چلیں تو کیا مضائقہ ہے۔ فرمایا جتنا وقت زندوں کی خدمت میں گذرے میں اسی کو غنیمت سمجھتا ہوں مجھے مردوں کی خدمت سے چنداں دلچسپی نہیں نیز بعض مزارات پر میرے جانے سے عوام پر اثر برا ہونیکا احتمال ہے یہ عذر بھی ہے ہاں میں مردوں کیلئے دعا ضرور کیا کرتا ہوں۔ عرض کیا گیا مزاروں پر جانیسے نفع تو ہوتا ہوگا۔ فرمایا عوام کو تو صرف یہ نفع ہوتا ہے کہ یہ دعا کرتے ہیں مردوں کیلئے اسکا ثواب ہوتا ہے اور مردے انکے واسطے دعا کرتے ہیں نیز موت یاد ہوتی ہے اور باطنی نفع اہل باطن کو ہوتا ہے عرض کیا گیا اہل نسبت کو تو نفع بہت ہوتا ہوگا فرمایا صاحب نسبت کو بھی نفع قلیل ہوتا ہے یعنی صرف تقویت نسبت جو کہ ذکر اللہ سے بھی ہوسکتا ہے۔ باقی نفع تعلیم و اصلاح تو تعلیم تو ہوتا ہے بتانے سے اور اصلاح ہوتی ہے صحبت سے اور حالات کے دیکھنے سے سو یہ زندہ ہی سے ہوسکتا ہے نہ مردہ سے۔ ۱۱ بجے کے قریب دیوبند پہونچے اور مہتمم صاحب کے مکان پر قیام ہوا۔ مدرسہ دیوبند میں تھے فرمایا کہ تجربہ سے ثابت ہوا کہ چاہے کیسے ہی اسباب دلبستگی کے جمع ہوں مگر بغیر مجالست کے انبساط نہیں ہوتا لوگ اس سفر میں بھائی کے علاقہ سے بڑی مدارات کرتے تھے مگر ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کسی نے مانگے کے کپڑے پہن لئے۔ پھر کچھ لوگ غربا اہل عقیدت مل گئے اُنسے ملکر انبساط ہوا۔

۷ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ روز شنبہ۔ ۲ جنوری ۱۹۱۷ء

شب سہ شنبہ طلبہ کے اصرار سے بعد مغرب مسجد مدرسہ میں وعظ ہوا۔ اُسی حدیث کا بیان ہوا جسکا قنوج میں ہوا تھا من تواضع للہ رفعہ اللہ کا۔ اور اگلے دن سہارنپور میں پھر اسی حدیث کا وعظ ہوا تینوں بیان میں فرق یہ ہوا کہ قنوج میں عوام کے تواضع کا بیان ہوا اور دیوبند میں علماء کے تواضع کا اور سہارنپور میں مشائخ اور فقراء کے تواضع کا۔ وعظ قنوج کا نام ادیج قنوج اور وعظ دیوبند کا نام پند دیوبند اور وعظ سہارنپور کا نام دستور سہارنپور تجویز ہوا (خلاصہ درہ　من وا غظ) دیوبند میں وعظ

زیارت قبور میں غلو نہ چاہئے　زیارت قبور کے فوائد
نفع تام اور اصلاح ایمان صحبت سے ہوتی ہے زندوں کی
انبساط بغیر مجالست نہیں ہوتا

۳ گھنٹہ ۴ منٹ ہوا احقر نے اور خواجہ صاحب نے لکھا اور سہارنپور کا بیان اسعد اللہ نام ایک مولوی صاحب نے لکھا اور اسکی تبییض بھی کر لی۔ سحر کو اُٹھتے ہی فرمایا کہ آج نیند نہیں آئی رات کے وعظ سے بہت تکان اور یبس ہو گیا اور خواب عجیب دیکھا کہ مولوی یونس مرحوم آئے اور کہا مرغی کھائی تو ہے یہ بھی معلوم کیا کہ اُسکے دام دیے گئے یا نہیں (فرمایا حضرت والا نے یہ مرغی وہ ہے جو ناشتہ میں ساتھ کر دی تھی اور ریل میں کھائی گئی لوگ احتیاط نہیں کرتے) اسکے بعد مولوی یونس نے کہا آپکی طبیعت مضمحل ہے میں نے کہا کچھ تدبیر بتاؤ کہا تین چار روز دودھ پی لیجئے۔ صبح کو ۹ بجے بندہ اور خواجہ صاحب اور میر معصوم علی صاحب والپسی میرٹھ کا ارادہ رکھتے تھے اسواسطے تجویز ہوئی کہ کھچڑی پکالی جاوے کیونکہ سہل الحصول ہے چنانچہ کھچڑی ماش کی تیار ہوئی اور اچار اور گھی وغیرہ کے ساتھ کھائی گئی۔ حافظ احمد صاحب مہتمم نے بیان فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ فرماتے تھے کہ مولوی محمد قاسم صاحب سے جو کچھ میں نے تقریراً یا تحریراً کہا اُنہوں نے ہمیشہ خوشی سے قبول کیا مگر ایک دفعہ ایسا کورا جواب دیا کہ میں دیکھتا رہ گیا وہ یہ کہ نواب محمد علی صاحب رئیس ٹونک نے بعد معزولی مکہ معظمہ میں حرم شریف میں بخاری کا ختم کرانا چاہا اور حضرت حاجی صاحب سے سفارش کرائی حضرت نے مولانا سے فرمایا کہ میں وعدہ کر چکا ہوں آپ ختم میں شریک ہو جاویں مولانا نے جواب دیا کہ حضرت میں نے تو بخاری اسلئے نہیں پڑھی تھی۔ فرماتے ہیں حضرت حاجی صاحب کہ میرے اوپر اسکا بڑا اثر ہوا۔ فرمایا حضرت والا نے کہ مجھ سے حضرت حاجی صاحب نے ایک مرتبہ فرمایا کہ خلیل پاشا بزرگ آدمی ہیں اُنسے مل لو۔ میں اُنسے ملا تو اُنہوں نے علماء ہند کی بیحد تعریف کی کہ ایسے متقی علما کہیں کے بھی نہیں ہیں اور خاص بات یہ ہے کہ وہ امراء سے زیادہ تعلق نہیں رکھتے خلیل پاشا مولانا محمد قاسم صاحب وغیرہ سے ملے تھے اور خاص لوگوں میں سے تھے۔

ایک موقع پر (غالباً میرٹھ میں) فرمایا حضرت والا نے کہ میں نہایت مسرور ہوں کہ حضرت حاجی صاحب کے علوم میرے ملفوظات کے ذریعہ سے محفوظ اور قلمبند ہوتے جاتے ہیں یہ علوم وہ ہیں کہ کتابوں میں مل نہیں سکتے۔ اُنکی قدر کچھ دنوں کے بعد آویگی۔ اُنکی نظیر کتب تصوف میں کم مل سکیگی اور یہ ایسے وقت پر کام دینے والے ہیں جبکہ بہت سے رہبر بھی کام نہ دیسکیں۔ یہ حضرت حاجی صاحب کی مقبولیت کا اثر ہے کہ لوگ انکو شوق سے اور ہاتھوں ہاتھ لیتے ہیں کسی کو کوئی نوع انمیں سے پسند ہے اور کسی کو کوئی نوع۔

۲۱ یوم کے بعد یہ وہ وقت ہی کہ جدا ہوتا ہے بیحد قلق ہوا جسکا اثر کئی روز تک رہا ؎

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد روئے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد

انا للہ وانا الیہ راجعون کہکر سوار ہوگیا۔ اللھم یا من منّ علینا بمصاحبتہ ایاما عدیدۃً لا تجعلہا اخر مرۃ ومُنّ علینا مرۃ اخری واخری الی ان تمیتنا علی طریقتہ وتحشرنا فی زمرتہ۔ ربنا اتمم لنا نورنا واغفر لنا انک علی کل شئی قدیر ط فاغفر لنا ذنوبنا وکفر عنا سیاٰتنا وتوفنا مع الابرار ط وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا ومولانا محمد والہ واصحابہ ما طلع النیران وتعاقب اللیل والنہار۔

تمت رسالہ خیر العبور

ایک اہم مغالطہ کا ازالہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً ومصلیاً امابعد ہمارے پاس ایک رسالہ بنام مسئلہ سود اور مسلمانوں کا مستقبل آیا ہی چونکہ رسالہ مذکور عوام کو سخت مغالطہ میں ڈالنے والا ہی اور سنا گیا ہے۔ کہ عوام اس سے دھوکا کھا رہے ہیں اس لئے عام اطلاع کے لئے شائع کیا جاتا ہے کہ مولف رسالہ جیسا کہ اوس رسالہ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے مسائل شرعیہ پر کلام کرنے کی مطلق اہلیت نہیں رکھتا اور جو دلائل اسنے سود کے جواز پر قائم کئے ہیں سر اسر لغو اور حد تحریف تک پہنچے ہوئے ہیں۔ پس کسی مسلمان کو اسپر عمل جائز نہیں ہے مسلمان دھوکا نہ کھاویں۔ ہمارا ارادہ ہی کہ انشاء اللہ ہم اس رسالہ پر تفصیلی تنقید کرینگے لیکن چونکہ یہ معلوم نہیں کہ تنقید کب تک لکھا سکیگی اور کبتک شائع ہوگی اسلئے سر دست اجمالی اطلاع پر اکتفا کیا جاتا ہے تاکہ مسلمان دھوکے سے بچ سکیں۔ مؤلف رسالہ نے قرآن وحدیث میں تو تحریفیں کی ہی تھیں مگر ایک غضب کی جرأت اوسنے یہ کی ہی کہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہم العالی کے ایک فتوے سے اپنے مدعا پر استدلال کیا ہے مگر ہم مسلمانوں کو مطلع کرتے ہیں کہ حضرت مولانا مدظلہم العالی ہرگز مولف کے غلط خیالات سے متفق نہیں ہیں اور وہ ہر قسم کے سود کو مطلقاً ناجائز اور حرام فرماتے ہیں خواہ دار الحرب میں ہو۔ یا دار الاسلام میں چنانچہ حضرت عالا نے اپنے رسالہ تحذیر الاخوان میں اسکی حرمت کو نہایت بسط اور تفصیل کیساتھ ثابت کیا ہی۔ رہا وہ فتوی جو کہ مؤلف نے حسن العزیز سے نقل کیا ہی سو اوسمیں بھی کوئی ایسی بات نہیں ہے جسمیں مؤلف کے مقصود کی تائید ہو کیونکہ اسمیں تصریح ہی کہ بنک میں روپیہ جمع نکرنا چاہی پس اگر حضرت مولانا سود لینے کی اجازت دیتے تو بنک میں روپیہ جمع کرنیکی ممانعت کیوں فرماتے اور اگر اس سے شبہ ہو کہ حضرت مولانا نے فرمایا ہے لیکن اگر جمع کر دیا تو یہ بہتر ہے کہ جو نفع وہاں سے ملے اوسکو لیکر مساکین کو دیدے اور اگر کوئی شخص خود ہی مسکین اور قرضدار ہے تو بعض علماء کے نزدیک اسکو اپنی حاجت میں خرچ کرنیکی گنجائش ہے۔ اور تو وہ شبہ اس لئے صحیح نہیں کہ اس سے سود کا جواز ثابت نہیں ہوتا بلکہ حرمت ثابت ہوتی ہے کیونکہ تصدق کا حکم اسلئے کیا جاتا ہے کہ مال حرام ہی ہوتا ہے کہ اسکے مال ظاہر ہیں پس اگر سودی معاملہ جائز ہوتا تو تصدق کا حکم کیوں کیا جاتا۔ اور اپنے استعمال کیلئے مفلسی کی کیوں شرط لگائی جاتی اور گنجائش کو بعض علماء کی طرف منسوب کیوں کیا جاتا پس ثابت ہوا۔ کہ اس گفتگو کو اپنے مدعا کی تائید میں

پیش کرنا بالکل غلط ہے اور فتوی کا حاصل یہ ہے کہ سود لینا حرام ہے۔ اسلئے بنک میں روپیہ نہ جمع کرنا چاہئے لیکن اگر کسی نے اس فعل ناجائز کا ارتکاب کرلیا۔ اور سود لیلیا تو اسپر تصدق واجب ہے کیونکہ وہ مال خبیث اور واجب التصدق ہے اور اگر خود ہی صدقہ کا اہل ہو تو بعض علماء کی رائے پر نہ کہ خود حضرت مولانا کے مسلک پر اسکو اپنے صرف میں بھی لاسکتا ہے خلاصہ یہ کہ فتوی مذکورہ سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا کہ مسلمانوں کو سود لینا اور اس سود کو اپنے ذاتی اور قومی و ملکی کاموں میں صرف کرنا جائز ہے پس مؤلف کا اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ اس فتوے نے بعض افراد قوم مقروض و مسکین ہیں بلکہ مجموعی طور پر کل قوم دیگر اقوام دنیا کے مقابلہ میں حد درجہ مقروض و مسکین ہے اور کل قوم کی قرضداری اور مسکنت دور کرنے کا یہی ذریعہ ہے کہ پس انداز کیا ہوا روپیہ اور اسکا منافع ذاتی اور قومی اور ملکی کاموں میں لگے پس حضرت کا یہ فتوی قوم کے حق میں آب حیات کا کام دیگا اھ بالکل غلط اور سراسر تحریف ہے۔ اب ہم یہ تبلانا چاہتے ہیں کہ فتوی مذکور سے نتیجہ مذکور نکالنے میں مولف نے کتنی غلطیاں کی ہیں **غلطی اول** حضرت مولانا نے سود لینے کو نہ کسی امیر کیلئے جائز کہا تھا نہ کسی غریب کے لئے۔ مگر مولف نے امیر و غریب سب کے لئے جائز کردیا **غلطی دوم** حضرت مولانا نے سود کا مصرف صرف فقراء کو قرار دیا تھا۔ مؤلف نے اغنیا اور دولتمندوں کو بھی اسکا مصرف بنادیا **غلطی سوم** حضرت مولانا کے کلام میں مسکین سے مراد شرعی مسکین تھا مؤلف نے مسکین اضافی کو بھی اس میں داخل کردیا۔

غلطی چہارم حضرت مولانا کے کلام میں مساکین سے افراد مراد تھے مولف نے قوم مسلمان کو بحیثیت مجموعی کو بھی اس میں ٹھونس دیا **غلطی پنجم** جب مولف نے قوم کو بحیثیت مجموعی کو اضافۃ "مفلس قرار دیکر سود کو اسکے لئے حلال کردیا۔ تو اسکا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ اب مسلمانوں پر نہ زکوۃ فرض ہے۔ نہ حج۔ نہ قربانی۔ نہ صدقہ فطر وغیرہ حالانکہ یہ نتیجہ بالکل غلط ہے اور کوئی مسلمان اسے قبول نکریگا۔

اب مسلمان انصاف کریں کہ جو شخص ایک اردو کلام کے سمجھنے میں اتنی اور ایسی فاحش غلطیاں کرے وہ قرآن و حدیث میں اجتہاد کرنے کا کہانتک حق رکھتا ہے ہم صاف صاف کہتے ہیں کہ مولف نے خود اپنے نفس پر بھی اور مسلمانوں پر بھی نہایت ظلم کیا کہ بدون علم اور فہم کے ایک شرعی مسئلہ پر کلام کرکے آخرت کا وبال اپنی گردن پر لیا۔ ہم مؤلف کو خیر خواہانہ نصیحت کرتے ہیں کہ وہ اپنے خیالات سے رجوع کرے۔ ورنہ جس قدر مسلمان اس رسالے سے گمراہ ہونگے سب کا وبال مؤلف پر ہوگا۔ وما علینا الا البلاغ + اس مقام پر یہ بات بھی خصوصیت کے ساتھ قابل تنبیہ ہے۔ کہ گو مولف نے حضرت مولانا کے عبارت کو (انور ٹد کاماز) یعنی ان علامتوں ۔ ۔ سے بند کرکے اسکو اپنی عبارت سے ممتاز کردیا ہے مگر جو لوگ اس اصطلاح سے واقف نہیں انکو دھوکا ہوسکتا ہے اسلئے عوام کو مطلع کیا جاتا ہے کہ حضرت مولانا کی عبارت خرچ کرنیکے گنجائش ہے پر ختم ہوگئی ہے اور بعد کی عبارت جو کہ ان الفاظ سے شروع ہوئی ہے۔ اس وقت نہ صرف بعض افراد قوم الخ وہ حضرت مولانا کی عبارت نہیں ہے بلکہ خود مؤلف کی عبارت ہے جو کہ اسنے اپنے مقصود کے ثابت کرنیکے لئے بطور نتیجہ فتوے کے لکھی ہے لہذا انکو کوئی صاحب دھوکا نہ کھادیں۔ فقط حرره حبیب احمد الکیرانوی مقیم خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون

ادب الاعلام

ملقب بالکنز النامی

(بمناسبت بڑھل گنج)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقریر حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہ در کیمپ زہر پور ضلع گورکھپور مورخہ ۲۱ صفر ۱۳۳۵ھ بروز دوشنبہ شروع ۷ بجے ۳۲ منٹ صبح و ختم ۸ بجے در راہ بڑھل گنج مطابق ۱۸ دسمبر ۱۹۱۶ء کل وقت ایک گھنٹہ ۲۸ منٹ ماہ صفر ۱۳۳۵ھ میں حضرت والا کا سفر بغرض تبدیل آب و ہوا اور ملاقات اپنے بھائی صاحب منشی اکبر علی صاحب منیجر ریاست مجھولی ضلع گورکھپور کے ہوا چونکہ منشی اکبر علی صاحب دورہ پر تھے اور مقام زہر پور میں قیام تھا اس واسطے حضرت والا وہیں تشریف لے گئے وہاں سے ایک قصبہ بڑھل گنج قریب میل ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر ہے وہاں کے لوگوں کے اشتیاق ظاہر کرنے کی وجہ سے یہ تجویز ہوئی کہ صبح کو بوقت ہواخوری اسی طرف تشریف لے چلیں چنانچہ منیجر صاحب نے ہاتھی کھڑا دیا اور حضرت والا مع چار خدام کے بڑھل گنج کو روانہ ہوئے ہاتھی پر ایک صاحب بھی تھے راستہ میں اسی پر گفتگو شروع ہوئی اور اسی تقریر کو ایسا امتداد ہوا کہ بڑھل گنج پہنچ کر مسجد میں بھی دیر تک منقطع نہ ہوئی اور ڈیڑھ گھنٹہ تک سلسلہ جاری رہا۔ چونکہ مضمون نہایت مفید تھا اسواسطے دل چاہا کہ یہ تقریر علیحدہ دیگر مواعظ کی طرح ضبط ہو جائے چنانچہ ادباً حضرت سے عرض کیا کہ اس کا نام بھی علیحدہ تجویز فرما دیا جائے چنانچہ

حضرت نے مجموعہ مضامین پر خیال فرما کر ادب الاعلام نام تجویز فرمایا جس کی مناسبت مطالعہ
تحریر ہذا سے بخوبی واضح ہو جاویگی اور بمناسبت ہر فصل [illegible] لقب اس کا [illegible] تجویز فرمایا
فرمایا اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ یہ گھنٹہ جائز ہے یا ناجائز ترجیح اسی کو دی ہے کہ جائز ہے
احقر نے عرض کیا حدیث میں تو اس کی ممانعت آئی ہے فرمایا اسمیں اختلاف کیوجہ یہ ہے کہ کسی نے
اس کو معلل بعلت سمجھا اور کسی نے غیر معلل مجوزین نے علت اسکی تفاخر قرار دی ہے جہاں یہ
علت نہ ہو وہاں حکم منع بھی نہ رہیگا چنانچہ فقہاء نے لکھا ہے کہ راستہ والوں کو خبر کرنے کے
لئے یا جانور کو نشاط پر لانیکے لئے درست ہے ہاں جہاں کوئی فائدہ نہ ہو اور صرف
تفاخر ہی ہو تو درست نہیں جیسے امراء اکثر صرف نمود اور اظہار شان کے لئے لگاتے
ہیں معلوم ایسا ہوتا ہے کہ اسکی ایجاد تو غرض صحیح کیلئے تھی پھر اس میں نمود اور تفاخر شامل ہو گیا
اور اب تک بھی غرض صحیح اس میں موجود ہے چنانچہ میں نے ایک گاڑیبان سے پوچھا کہ تم
لوگ گھنٹہ اور ٹالیں کیوں لگاتے ہو کہا تجربہ ہے کہ اس سے بیل چلتے زیادہ ہیں اور
ہاتھی کے گھنٹہ سے راستہ والوں کی اطلاع کے علاوہ یہ بھی فائدہ ہے کہ آبادی میں
کو جاوے تو وہ عورتیں پردہ کر لیں جنکے مکانوں کی دیواریں پست ہیں محدثین نے اس کی
علت صرف یہ سمجھی ہے کہ جرس سے اسواسطے منع فرمایا گیا تھا کہ دشمن کو خبر ہو جاوے یہ
علت سوائے جہاد کے اور کہیں نہیں پائی جاتی اسواسطے سوائے مجاہدین کے قافلے کے
اور کہیں ان کے نزدیک منع نہ ہوگا اور فقہاء نے علت تفاخر کو سمجھا لہذا جس جگہ یہ علت
ہو منع ہوگا تو فتوی محدثین کا اس بارہ میں اوسع ہے فقہاء سے محدثین کا مطمح نظر روایت
ہوتی ہے اور فقہاء درایت سے کام لیتے ہیں جیسے غنا محدثین کے نزدیک بلا مزامیر جائز ہے
کیونکہ حدیث میں لفظ معازف کا آیا ہے اور فقہاء کے نزدیک بلا مزامیر بھی جائز نہیں
کیونکہ وہ علت کو سمجھتے ہیں اور وہ خوف فتنہ ہے وہ جیسے مزامیر میں ہے غنا صرف میں
بھی موجود ہے محدثین مورد نص سے تجاوز نہیں کرتے اور فقہاء علل استنباط کر کے اس کو
دیگر مواقع تک حکم کو متعدی کرتے ہیں [illegible] ایک مضمون کے سلسلہ میں [illegible] کا ذکر ہوا
فرمایا تحقیق کی نظر بہت وسیع ہوتی ہے [illegible] حقیقت کا جواب [illegible]

جرس کا حکم

فناء کے متعلق فقہاء و محدثین اور صوفیہ کا اختلاف

پڑتا نہیں چاہتا صحابہ کی شان بھی یہی تھی اُن کے آپس کے اختلافات دیکھ کر شبہ ہوسکتا ہے کہ اُن کے کیسے اخلاق تھے چنانچہ بعض جاہل ان حضرات پر اعتراض کرتے ہی ہیں لیکن تعجب کی بات یہ ہے کہ جہاں موقعہ اتحاد کا ہوتا تھا وہاں ایسے ایک جان دو قالب ہوتے تھے کہ کہیں دنیا میں اُسکی نظیر ملنی مشکل ہے یہ دونوں باتیں کیسے جمع کر اخلاق ایسے خراب ہوں کہ ایسی ایسی منازعتیں اُن میں ہوں اور دوسرے وقت وہی حضرات ایسے بدل ہو جائیں گویا منازعت کا ان میں مادہ ہی نہیں ضرور ہے کہ وہ منازعت فساد واخلاق پر مبنی نہ تھی بلکہ تحقیق پر مبنی تھا دو محقق جو انتہا درجہ کے محقق ہوں بہت کم ایک بات پر متفق ہوسکتے ہیں یہ بات ظاہر اُ بعید سی معلوم ہوتی ہوگی لیکن بالکل صحیح ہے اور یہ کچھ دین ہی پر موقوف نہیں دنیا کی باتوں میں بھی دیکھ لیجئے کسی فن کو اُٹھا کر دیکھیے دو محقق کی رائے کبھی موافق نہ ہوگی طبی مسائل میں جالینوس کی تحقیق اور ہے اور شیخ کی اور ہے اور بقراط کی اور ہے یہ اختلاف کیوں ہے ظاہر ہے کہ یہ سب آئمہ فن تھے اور اُن کو طب کی ترقی کی کوشش تھی طب کے ساتھ اُن کو عداوت نہ تھی پھر اُن کے اختلاف کے کیا معنے انصاف کی نظر سے دیکھا جائے تو یہ اختلاف اسی اصول پر مبنی ہے کہ دو محقق کی رائے متفق نہیں ہوتی محققین کی شان ہمیشہ یہی ہوتی ہے کہ حقیقت کو سمجھنا چاہتا ہے اور حقیقت کے بہت سے پہلو ہوتے ہیں اور احاطہ سب پہلوؤں کا۔ یہ خدا کا کام ہے تو ایک ایک پہلو پر نظر جاتی ہے اس لئے ایک دوسرے سے اتفاق نہیں کرتا وسیع النظر اتنا ہوتا ہے کہ دوسرے محقق کی نسبت کوئی بُرا لفظ بھی کہنا پسند نہیں کرتا آئمہ و مجتہدین کا اختلاف بھی اسی قسم کا ہے کہ آپس میں اتنا اختلاف ہے کہ ایک صاحب ایک چیز کو فرض کہتے ہیں اور دوسرے اُسی کو حرام کہتے ہیں یہ کتنا بڑا اختلاف ہے مگر ساتھ ہی اسکے یہ حالت بھی انہیں کی ہے کہ امام شافعی کا ادب امام ابو حنیفہ کے ساتھ مشہور ہے دیکھیے اتنا اختلاف اور اتنا اتحاد اس اختلاف کی وجہ سوائے غایت درجہ کے محقق ہونے کے کچھ نہیں ہے اور محقق ہمیشہ وسیع النظر ہوتا ہے اور ایک شان محقق کی یہ ہوتی ہے کہ فضول مباحثہ سے بچتا ہے اور غیر محقق اور غبی سے گفتگو نہیں کرتا بلکہ اگر غبی سے گفتگو ہو تو ذرا میں خاموش ہو جاتا ہے جس کو عوام ہار جانا سمجھتے ہیں اس کی وجہ

ف: صحابہ کا اختلاف تحقیق پر مبنی تھا

ف: دو محقق کی رائے متفق نہیں ہوسکتی

ف: محقق متشدد نہیں ہوتا

ف: ائمہ کا اختلاف بھی تحقیق پر مبنی تھا

ف: محقق فضول مباحث سے بچتا ہے اور جاہل سے ذرا میں ہار جاتا ہے

یہ نہیں ہوتی کہ اُسکے پاس دلیل نہیں ہی اور یہ کہ وہ واقع میں ہار گیا بلکہ وجہ یہ ہوتی ہے کہ نا حقیقت
شناس کو سمجھانا وہ مشکل سمجھتا ہے اور ہار مان جانیکو سہل سمجھتا ہے اس کی مثال یہ ہے
کہ ایک سوانکھا شخص آفتاب کو دیکھ رہا ہی اور ایک مادرزاد اندھا آفتاب کا انکار کر رہا ہی اگر وہ
اندھا اُس سوانکھے سے اُلجھے کہ آفتاب کے ہونیکا کوئی ثبوت لاؤ تو وہ کیا ثبوت دے سکتا ہی
اُسکو یہ کہنا سہل ہے کہ میں ہارا اور تو جیتا آفتاب کا وجود نہ سہی تو اپنے خیال میں خوش رہ ہم
اپنے خیال میں خوش ہوں اب بتایئے کہ یہ سوانکھا شخص ہارا ہوا ہی یا جیتا ہوا آجکل بعضے لوگ
کہتے ہیں کہ ہم حق کے متلاشی ہیں اور یہ لوگ آئمہ کے ساتھ اختلاف مسائل میں بے ادبی کر لیتے
ہیں اور اس اختلاف کی بنا احادیث کی مخالفت بتلاتے ہیں اگر اُن کے حالات کو دیکھیے تو
صاف ظاہر ہو جاوے کہ تحقیق کا تو پتہ بھی نہیں نہ تحقیق کی لائق علم اور نہ تحقیق کا ارادہ صرف
اس مخالفت کی بنا ہوائے نفسانی پر ہے کس درجہ سب و شتم صالحین کے بارہ میں کرتے ہیں آئمہ
کا اختلاف تو بلاشبہ اختلاف امتی رحمۃ میں داخل تھا اور ان لوگوں کا اختلاف یتبع غیر سبیل المومنین
کی جنس سے ہی بس آجکل خیریت ہی تو سلف کے اتباع ہی میں ہی اور اس کے خلاف میں مفاسد
ہی مفاسد ہیں تجربہ ہے کہ اتباع سے نکل کر آدمی بڑی دور پہنچتا ہی حتی کہ بعض اوقات
اسلام سے نکل جاتا ہی دیکھیے رائے پر عمل کرنے سے بڑے بڑوں سے ایسی غلطی ہوتی ہی کہ امام
رازی نے حدیث لم یکذب ابراھیم ؑ الا ثلث کذبات سے انکار کر دیا اس وجہ سے کہ کذب انبیاء
علیہم السلام سے محال ہے اور جمہور نے ایسا نہیں کیا بلکہ اس کذب میں تاویلیں کی ہیں امام
رازی نے تو اپنے نزدیک بڑا کام کیا کہ تاویل کی ضرورت ہی نہیں رکھی لیکن کس قدر فاحش غلطی
کی کیونکہ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اگر ایک ایسی حدیث کو جو سند صحیح سے ثابت ہی ایسی اشکال کی
کی وجہ سے رد کر دیا جاوے تو اس کا باب مفتوح ہوتا ہی کہ ہر شخص کو مجاز ہوگا کہ جس حدیث میں
اپنے نزدیک کوئی اشکال پاوے اُسکو رد کر دے اس سے تمام دین کی اساس ہی منہدم ہوتی ہی
ایسے امام سے یہ غلطی کس وجہ سے ہوئی صرف اتباع رائے سے میرا ایک خواب ہی جو موافقت
قواعد صحیحہ کیوجہ سے میرے نزدیک خوب ہی اور اس سے اچھا فوٹو اس بحث کا شاید ہی
ملے میرے دل میں کھٹک پیدا ہوئی اور یہ زمانہ طالب علمی دیوبند کا ذکر ہے کہ غیر مقلد اپنے

ف: آجکل کے اختلافات کی بنا ہوائے نفسانی ہے

ف: آجکل خیریت اتباع میں ہے

ف: حدیث کذب حضرت ابراہیم علیہ السلام صحیح ہے

ف: حدیث کو کسی اشکال سے رد کر دینا غلطی ہے

ف: حضرت والا کا ایک خواب متعلق تقلید

ہر مد عا بر حدیث پیش کرتے ہیں جو ہمارے امام کے خلاف ہوتی ہے شاید ان ہی کا طریق حق ہو - خواب دیکھا کہ میں دہلی میں ایک محدث میاں صاحب کے مکان پر ہوں دیکھا کہ وہاں چھاچھ تقسیم ہو رہی ہے مجھے چھاچھ کا شوق ہے انہوں نے مجھ کو بھی دی مگر میں نے نہیں لی بس آنکھ کھل گئی معاً تعبیر ذہن میں آئی کہ علم کی صورت دنیا میں لبن ہے جیسا کہ حدیث میں موجود ہے اور چھاچھ کی صورت تو دودھ کی ہے مگر حقیقت بالکل منتفی ہے یعنی اور مغز اس میں نہیں پس یہ سمجھ میں آیا کہ ان کا طریقہ صورتاً لبن تو ہے مگر اس میں معنی دین بالکل نہ اردہی یہ لوگ امام صاحب پر خلاف حدیث کا اعتراض کرتے ہیں امام صاحب نے بھی حدیث کے خلاف کوئی بات نہیں کہی مگر معنی اور مغز کو لیکر اور یہ لوگ صرف صورت سے شبہ کرتے ہیں تو یہ معارضہ معارضۂ حدیث نہ ہوا بلکہ معارضہ معنی و صورت حدیث ہوا اور ایسا ممکن ہے جیسا کہ میں چند نظیروں میں دکھاتا ہوں مثلاً حضرت علی رضی اللہ عنہ نے باوجود امر حضورؐ کے اس غلام پر حد جاری نہ کی اس سے کوئی ظاہر بین کہہ سکتا ہے کہ حضرت علی نے حدیث کے مخالفت کی جیسا کہ یہ لوگ ہر بات میں امام صاحب کو طعنہ دیتے ہیں کہ حدیث کی مخالفت کرتے ہیں لیکن معنی فہیم آدمی سمجھ سکتا ہے کہ حضرت علیؓ نے گو ظاہر حدیث کی مخالفت کی لیکن حقیقت میں مخالفت نہیں کی اور ان کو یہی کرنا چاہئے تھا چنانچہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے بعد میں اسی کی تصویب فرمائی حضرت علیؓ کو یہ مسئلہ معلوم تھا کہ از روئے کتاب و سنت غیر زانی پر حد نہیں ہو سکتی جبکہ وہ غلام مقطوع الذکر تھا تو اس سے زنا ممکن ہی نہ تھا پھر حد کیسی انصاف سے کہئے کہ تعمیل حدیث یہ ہے یا وہ ہوتی اسی طرح امام صاحب کے اقوال ہیں کہ وہ مغز حدیث پر مبنی ہیں اور ان لوگوں کے اقوال صرف صورت حدیث پر مغز کا نام بھی نہیں اور وہ بھی دو چار مسئلوں میں میں نے قنوج میں ایک مرتبہ وعظ کہا اور کچھ رسوم مروجہ کے متعلق گفتگو کی منصف غیر مقلدوں نے کہا کہ آج معلوم ہوا کہ متبع سنت ہم بھی نہیں صرف دو چار سنن پر عمل کر رکھا ہے اسی طرح ایک غیر مقلد گنددھی نے کہا کہ ہم لوگوں میں احتیاط بالکل نہیں ہے ہمارا عمل بالحدیث صرف آمین بالجہر اور رفع یدین میں ہے اسکے سوا کسی عمل کی طرف ہمارا ذہن ہی نہیں جاتا چنانچہ میں عطر میں تیل ملاکر بیچتا ہوں اور واقعی متقی جس کو کہتے ہیں وہ ان میں ایک بھی

امام صاحبؒ حدیث کے معنی و مغز پر نظر رکھتے ہیں

قنوج کا قصہ

نہیں الا ماشاء اللہ یہ کیسی گہری بات ہے اس میں سوچنے کی بات ہی کہ کیوں ان میں متقی نہیں ہوتے جبکہ ہر بات میں عمل بالحدیث کا دعویٰ ہے وجہ یہی ہے کہ کسی ایک کے پابند نہیں جہاں ذرا کوئی بات پیش آئی سوچ کر کسی ایک روایت پر عمل کر لیا اور روایتوں میں سے انتخاب کیلئے اپنی رائے کو کافی سمجھا پس اس کو صورۃً تو چاہے کوئی اتباع حدیث کہہ لے مگر جب اس کا منتہا رائے پر ہے تو واقع میں اتباع رائے ہی تو ہوا۔ اتباع ہوٰی سے بچنا جب ہی ہوتا ہے جب ایک سے بندھ جائے ورنہ نرے دعوے ہی دعوے ہیں مقلدین میں بہت سے لوگوں کی حالت اچھی نکلے گی بخلاف غیر مقلدین کے کہ کوئی شاذ و نادر متقی نکل آئے تو نکل آئے ورنہ بہت سے حیلہ جو اور نفس پرور ہیں ابو حنیفہؒ سے بندھنا ہی نفس ورنہ پھر نہ ڈر گا جیسے ہانڈی جا سونگھی وہ ہانڈی جا سونگھی یوں کوئی محتاط بھی نکل آئے لیکن حکم اکثر پر ہوتا ہے اچھے اچھے لوگوں کے حالات ٹٹول کر دیکھ لئے ہیں اتقاء ایک میں بھی نہ پایا الا ماشاء اللہ اس کا اقرار خود ان کے گروہ کو بھی ہے ہاں اگر کوئی احتیاط کرے اور مختلف اقوال میں سے احوط پر عمل کرے تو اسکو اتباع نفس کا ہوٰی نہ کہیں گے اور اس میں فی نفسہ کوئی حرج بھی نہیں لیکن اول تو ایسا کرتا کوئی ہے اور یہ بہت مشکل ہے کوئی کر کے دیکھے تو معلوم ہو کہ کس قدر دشواریاں پیش آئیں گی اور ایسے محتاط کو بھی اجازت اس واسطے نہ دیں گے کہ دوسروں پر اثر پڑتا ہے اس کی احتیاط کی تقلید تو کوئی نہ کرے گا ہاں اس کی عدم تقلید کی تقلید کریں گے اور پھر وہی اتباع ہوٰی باقی رہ جائیگا ہاں اگر یہ شخص گمنام جگہ ہو اور اطمینان ہو کہ دوسروں پر اثر نہ پڑیگا تو اس کا معاملہ اللہ پر ہے اگر اس کی نیت سچی ہے اور خوف خدا سے احوط کو اختیار کرتا ہے تو کچھ حرج نہیں لیکن ایسی نظیر شاید ایک بھی ملنا مشکل ہے یہ صرف توسیع ہی ہے مفتی صاحب نے پوچھا کہ اگر عامی شخص کو کسی مسئلہ میں ثابت ہو جائے کہ مجتہد کا قول حدیث کے خلاف ہے تو اس وقت بھی حدیث پر عمل کیوں جائز نہ ہوگا .... ورنہ حدیث پر قول مجتہد کی ترجیح لازم آتی ہے فرمایا یہ صرف فرضی صورت ہی عامی کو یہ کہنے کا منصب ہی کہاں ہے کہ مجتہد کا قول حدیث کے معارض ہے اسکو حدیث کا علم مجتہد کے برابر کب ہے نیز وجوہ تعارض اور تطبیق کو مجتہد کی برابر کیسے جان سکتا ہے تو اول تو یہ صورت فرضی ہے کہ قول مجتہد حدیث

اہل حدیث میں متقی کیوں نہیں ہوتے

[illegible]

احوط پر عمل کرنیوالے کو ترک تقلید جائز ہے لیکن مستلزم مفاسد ہے

عامی آدمی قول امام معارض نہیں کہہ سکتا

کے معارض ہو پھر میں تنزل کر کے کہتا ہوں کہ اگر اُس عامی شخص کا قلب گواہی دیتا ہو کہ اس
مسئلہ میں مجتہد کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے تو اس صورت میں بھی ترک تقلید جائز
نہیں اسکی نظیر یہ ہے کہ طبیب سے نسخہ لکھوا لتے ہیں تو اس نسخہ کو غلط کہنے کی کیا صورت ہو سکتی
ہے عامی تو عامی کوئی دوسرا طبیب بھی اس نسخہ کو غلط نہیں کہہ سکتا دوسرا نسخہ دوسرا طبیب
تجویز کر دیگا لیکن اس نسخہ کو غلط کہنے کا مجاز نہیں اُس وقت تک کہ اُس نسخہ کو بالکل صریح
غلط نہ ثابت کر سکے دوسری تجویز کے بہت سے وجوہ ہو سکتے ہیں حتیٰ کہ یہ بھی ایک وجہ ہوتی
ہے کہ ایک دہلی کا تعلیم یافتہ ہے دوسرا لکھنؤ کا لکھنؤ کا طرز مطب اور ہے اور دہلی کا اور اور
اوزان ادویہ تک میں فرق ہو تو ایک دہلی کے تعلیم یافتہ کو لکھنؤ کے نسخہ کو صرف اس وجہ سے
غلط کہہ دینا کہ اسکے اوزان میں فرق ہے کیسے درست ہو سکتا ہے علیٰ ہذا مجتہدین کے اختلاف
کے وجوہ بھی بہت ہیں بعض وقت رائے کا اختلاف موضع کے اختلاف سے بھی ہو جاتا ہے
چنانچہ امام شافعی صاحب کا فقہ جدید اور ہے قدیم کے منضبط کرنیکے بعد اُنہوں نے مصر کا
سفر کیا تو بہت سے اقوال میں تغیر کرنا پڑا جیسا فقہ کے جاننے والوں سے پوشیدہ نہیں
اسکی یہ وجہ نہیں کہ سفر کرنے سے دلیلیں بدل گئیں بلکہ وجہ یہ ہے کہ سفر سے لوگوں کے حالات کا
تجربہ مزید حاصل ہوا جس سے بہت سے مواقع حرج کے معلوم ہوئے جو پہلے معلوم نہ تھے۔
پہلے حکم اور تھا اور حرج معلوم ہونیکے بعد ظاہر ہے کہ وہ حکم بدلنا ضرور ہوا اسی طرح بہت سی
باتوں میں اختلاف ہوا غرض وجوہ اختلاف کا احصاء مشکل ہے لوگوں نے اس کے
واسطے قواعد منضبط ضرور کئے ہیں (جن کو اُصول فقہ کہتے ہیں) لیکن وہ قواعد خود محیط نہیں
اسکی مثال علم نحو کی ہے جس میں کلام کی ترکیب کے قواعد منضبط کئے گئے ہیں اور یہ علم بہت مفید
ہے لیکن تاہم اسکے انضباط کا مقصود یہ نہیں کہ اہل زبان اسکے پابند ہوں اور اس لئے اسکا
اتباع نہیں کیا گیا بلکہ محض غیر اہل زبان کو واسطے اہل زبان کا کلام سمجھنے اور اُن کے
مثل بولنے کی سہولت [illegible] البتہ اگر اہل زبان سے کوئی کلام ایسا ثابت ہو جائے جس میں
قواعد نحو جاری نہ ہو سکیں تو یہ کہنا صحیح نہ ہوگا کہ اہل زبان نے غلطی کی بلکہ یہ کہا جائیگا کہ علم
نحو میں [illegible] مجتہد کو اُصول فقہ سے الزام

۵۱ اختلاف کا احصاء ممکن نہیں
۵۲ اصول فقہ غیر محیط ہیں

دینا صحیح نہیں ہو سکتا بلکہ ایسے موقع پر جہاں مجتہد کا قول اُصول پر منطبق نہ ہوتا ہو یہ کہنا چاہیئے
کہ علم اصول ناقص رہا اس تقریر کے بعد یہ کہنا ذرا مشکل ہے کہ مجتہد کے پاس اُسکے قول کی
کوئی دلیل نہیں اس واسطے یہ کہا جاتا ہے کہ اگر قلب ذرا بھی گواہی دے کہ مجتہد کے پاس اپنے
قول کی دلیل ہوگی تو ترک تقلید جائز نہ ہوگا اگرچہ درجۂ امکان عقلی میں یہ بھی ہے کہ مجتہد کے پاس
دلیل نہ ہو یا اُس نے غلطی کی ہو جیسے کہ درجۂ امکان میں یہ بھی ہے کہ طبیب کیسا ہی بڑا ماہر
کیوں نہ ہو غلطی کر سکتا ہے لیکن اگر ایسی فرضی صورتوں سے مجتہد کا اتباع چھوڑ دیا جاوے
تو کارخانۂ دین درہم برہم ہو جائے جیسا کہ اسی کی نظیر یعنی امر معالجہ میں یہ فرضی صورت جاری
کر لیجیے کہ طبیب معصوم نہیں ہے غلطی کر سکتا ہے اور اُس کا اتباع چھوڑ دینے سے امر معالجہ درہم
برہم ہوتا ہے وہاں تو امر معالجہ کا انتظام قائم رکھنے کیلئے یہ بات عام طور سے مان لی گئی ہے کہ طبیب
زہر بھی کھلائے تو چون و چرا نہ کرنا چاہیئے حالانکہ یہ عقل کے خلاف ہے جب ایک چیز کو زہر کہا تو زہر
کے معنی قاتل نفس ہے پھر اسکے کھا لینے کو جائز کہنا کیا معنی مگر اس جملہ کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ زہر جو
طبیب کھلاتا ہے اُسکو نہ اس واسطے کھا لینا چاہیئے کہ وہ زہر ہے بلکہ اس واسطے کہ گو وہ صورۃً
زہر ہے مگر حقیقت میں زہر نہیں طبیب پر اطمینان ہے کہ وہ قاتل نفس شے نہ کھلائیگا اسی
طرح جب ایک شخص کو مجتہد مان لیا تو لفظاً تو بھلے ہی یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ تو اسکے زعم میں خلاف
دلیل بات بھی بتلائے تو کر لی جائے جیسا کہ کہا گیا ہے کہ طبیب زہر بھی کھلائے تو کھا لینا چاہیئے
جو تاویل وہاں تھی وہ ہی یہاں بھی ہے کہ طبیب زہر نہیں کھلائیگا ایسا ہی مجتہد خلاف دلیل
بات نہ بتلائیگا پھر یہ کہنا بڑا مشکل ہے کہ مجتہد کے پاس اپنے قول کی دلیل نہ ہوگی اسی وجہ سے
میں نے یہ کہا اگر قلب ذرا بھی گواہی دے کہ مجتہد کے پاس کوئی نہ کوئی دلیل ضرور ہوگی تو
ترک تقلید جائز نہیں البتہ کوئی متبحر عالم اگر کسی مسئلہ کو خلاف دلیل سمجھے تو اُس کا سمجھنا معتبر
ہوگا - اسپر مفتی صاحب نے پوچھا کہ مجتہد کس کو کہتے ہیں جبکہ ایک شخص کو مسئلہ کا علم دلیل سے
ہی تو اس مسئلہ کا یہ بھی مجتہد ہے پھر کیسے کہا جائیگا کہ ایک مجتہد کو دوسرے مجتہد کی تقلید
لازم ہے جواب دیا کہ لغۃً تو ہر شخص کچھ نہ کچھ مجتہد ہے اس بنا پر تو تقلید سے آزاد کر دینے کا
انجام یہی ہے کہ تقلید بالکل نہ ہے حالانکہ یہ بلا نکیر جاری ہے اس کی ایک مثال ہے

مجتہد کس کو کہتے ہیں

کہ مالدار ہمارے عرف میں کس کو کہتے ہیں کہا جاتا ہی کہ فلاں شخص مالدار ہے میں پوچھتا ہوں
ایسا کون شخص ہی جو مالدار نہیں لغۃً تو مالدار وہ شخص بھی ہے جس کے پاس ایک پیسہ یا
پھوٹی کوڑی بھی ہو تو جو احکام مالداروں کے ساتھ متعلق ہیں دنیا کے ہوں یا دین کے
ہر ہر شخص پر جاری ہونے چاہئیں زکوٰۃ کا مطالبہ بھی ہونا چاہئے اور خراج اور محصول
بھی بادشاہ کو ہر شخص سے لینا چاہئے فما ہو جوابکم فہو جوابنا اسی طرح لغۃً مجتہد ہر شخص ہے
لیکن وہ مجتہد جس پر احکام اجتہاد جاری ہو سکیں اُسکے واسطے کچھ شرائط ہیں جن میں ایک
ایک ذوق خاص شریعت کے ساتھ حاصل ہو جاتا ہے جس سے وہ معلل اور غیر معلل کو سمجھ
سکے اور وجوہ دلالت یا وجوہ ترجیح کو سمجھ سکے اور یہ اجتہاد ختم ہو گیا پس ایک مسئلہ کی
دلیل جان لینے سے اُس مسئلہ کا وہ محقق تو نہیں ہو گیا پھر محقق کے اتباع کو وہ کیسے
چھوڑیگا جیسے کہ محدث درجہ عبور میں ہر شخص ہو سکتا ہے لیکن کمال اُس کا بعض افراد
پر ختم ہو گیا اب کوئی محدث موجود نہیں۔ ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔ آجکل جو لوگ اجتہاد
کے مدعی ہیں اُن سے ایسی فاحش غلطیاں ہوتی ہیں کہ ہر شخص کا قلب اُن کے غلطی ہونے کو
تسلیم کر لیتا ہے جیسے کہ آجکل کوئی کچھ سندیں بنا کر محدث بننا چاہے تو اُس کی محدثیت
تسلیم نہیں کی جاتی آجکل تو سلامت اسی میں ہے کہ اجتہاد کی اجازت نہ دیجائے [illegible]

دین جو کچھ ہو گیا اس سے اُس میں بڑا خلل پڑتا ہی میں تو کہتا ہوں کہ آجکل وہ زمانہ ہے کہ
اگر کسی کام کو درجۂ اولویت پر کرتے ہیں عوام کے فساد کا احتمال ہو تو اُس وقت [illegible]
کرنے والا مثاب ہو گا۔ نظیر اس کی قصہ حطیم ہے جو حدیث میں [illegible]
ایسی ہے جس سے تقلید کی حقیقت ظاہر ہو جاتی ہے اور سچ تو یہ ہے کہ [illegible]
نے دین کی حقیقت کو سمجھا ہے پس جو لوگ تارک تقلید ہیں وہ کہنے کو تو [illegible]
مگر درحقیقت دین کے خلاف ہیں اس کی بنا صرف خود رائی پر ہے اور [illegible]
احباب سب جانتے ہیں کہ مہلک چیزیں ہیں جس کا جی چاہے تجربہ کر کے دیکھ لے
تقلید میں اکثر یہ دونوں مرض رگ و پے میں گھسے ہوئے ہوتے ہیں ہمارا عمل تو کچھ
ہم سے بڑوں نے اور اُن لوگوں نے جن کا علم مسلم ہے کیوں تقلید کو اختیار کیا [illegible]

کہ ہماری رائے غلط اور متہم ہے تقلید شخصی چھوڑ کر گنجائشیں نکالی جاویں تو نتیجہ اس کا بہت ہی جلد آزادی نفس پیدا ہو جاتا ہے ان میں سے بعض کے نزدیک اجتہادی کوئی چیز نہیں بدون نص کے اُن کے نزدیک کوئی حکم ہی ثابت نہیں حالانکہ احادیث میں اس کے ثبوت بہت ملتے ہیں دیکھیے حضرت عمر فاروق کا ذوق اجتہادی ہے تو جس پر ایسا اطمینان ہوا کہ حضرت ابو ہریرہ کو بشارت سے روکدیا اور یہ روکنا عنداللہ مقبول رہا حالانکہ حضرت عمر کی رائے کو قول رسول اور نص پر کسی طرح ترجیح نہیں ہو سکتی مگر اُن کے ذوق اجتہادی ہی نے بتا دیا تھا کہ یہ بشارت نظم دین میں مخل ہوگی اور باوجود ابو ہریرہ کے دلیل پیش کرنیکے اس شد و مد سے تردید کی کہ اُن کو دھکا دیکر گرا بھی دیا اور حضورؐ کے سامنے یہ سارا قصہ پیش ہوا تو حضورؐ سے حضرت عمر مجرم کیوں نہوئے اس قصہ سے اجتہاد کا بڑا ہی ثبوت ملتا ہے یہ کوئی کچا محل نہیں ہے دین کا اہل اجتہاد نے من گھڑت باتوں پر بنا نہیں رکھی ہے ان کے یہاں خود رائی کا تو کام ہی نہیں جیسے کہ مجتہدین دوسروں کو پابند بناتے ہیں خود بھی پابند ہیں کوئی بات بلا قرآن و حدیث کے نہیں کہتے تو اُن کی تقلید تقلید قرآن و حدیث ہوئی نام اُس کا چاہے کچھ رکھ لو جیسا صرف و نحو پڑھنے والا اولاً تو مقلد ہے اخفش اور سیبویہ کا لیکن اخفش و سیبویہ خود موجد زبان نہیں بلکہ مقلد ہیں اہل زبان کے اسواسطے صرف و نحو پڑھنے والا درحقیقت مقلد ہوا اہل زبان کا یہ کیسی غلطی ہے کہ مقلد فقہا رکو تو تارک قرآن و حدیث کہا جاوے اور مقلد اخفش و سیبویہ کو تارک زبان نہ کہا جاوے یہ مضامین یاد رکھنے کے ہیں ہر وقت ذہن میں نہیں آتے۔ ابن تیمیہ کی ایک کتاب ہے دفع الملام عن الآئمہ الاعلام اُس میں اُنہوں نے ثابت کیا ہے کہ وجوہ دلالت کے اس قدر کثیر ہیں کہ کسی مجتہد پر یہ الزام صحیح نہیں ہو سکتا کہ اُس نے حدیث کا انکار کیا یہ کتاب دیکھنے کے قابل ہے۔ ابن تیمیہ اور ابن القیم اُستاد شاگرد ہیں دونوں بڑے عالم ہیں بعض افاضل کا ان کے بارہ میں قول ہے کہ علمہا اکثر من عقلہما یہ دونوں حنبلی مشہور ہیں مگر ہیں نہیں حنبلی ان کی تحریروں سے معلوم ہوتا ہے خود مجتہد ہونیکے مدعی ہیں ایسا محقق کسی بات میں آئمہ مجتہدین کا خلاف کرے تو مضائقہ بھی نہیں اور یہ تھوڑا ہے کہ بولنے تک کی

اجتہاد فاروقی

تہ نہیں اور آئمہ کے مُنہ آنے لگے ایک شخص کہتا تھا کہ بلا قرأت فاتحہ نماز کیسے ہوسکتی
ہے حدیث میں تو ہے کہداج کہداج (خداج خداج) ایسے بیہودوں سے تو کلام بھی کرنے کو
دل نہیں چاہتا ایک صاحب کنیدہ میں ملے اور پوچھا کہ ترک فاتحہ پر کیا دلیل ہے مجھے
معلوم ہوا کہ یہ بھی ایسی ہی لیاقت رکھتے ہیں جیسے کہداج والا تھا مجھے سخت گراں گذرا کہ
انکے ساتھ کیا [illegible] یاروں میں سے کہا پہلے یہ بتائیے کہ یہ مسئلہ اصول میں سے ہے یا
فروع میں سے کہا فروع میں سے ہے میں نے کہا آپکے سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ
آپ کو دین کی تحقیق کی طرف خاص توجہ ہے جبکہ ایک فرعی مسئلہ کی طرف اس قدر توجہ
ہے تو اصول کی طرف اور زیادہ ہوگی اصول کی تو آپ شاید پوری تحقیق کر چکے ہوں گے
اور اب فروع کی طرف متوجہ ہوئے ہیں پس اصل الاصول توحید ہے اُسکو آپ ضرور
دلیل سے تحقیق کر چکے ہونگے اگر ایسا ہے تو میں چند شبہات توحید پر پیش کرتا ہوں
ذرا اُن کا حل تو کر دیجئے اور اگر ایسا نہیں ہے بلکہ توحید کو کسی کی تقلید سے مان لیا
ہے تو آپ دلیل سے تحقیق نہیں کر سکتے تو بڑے تعجب کی بات ہے کہ اُصول میں تو تقلید
کی اور فروع میں تقلید نہیں کرتے حالانکہ اصول زیادہ اہم ہیں تقلید سے خلع عنان کرنا
اول تو مجتہدین کی سب وشتم کی طرف مفضی ہوتا ہے پھر صحابہ کے سب وشتم کی طرف پھر
سب رسول کی طرف پھر حق تعالیٰ پر بھی کبھی نوبت پہنچتی ہے مولانا فتح محمد صاحب بیان
کرتے تھے کہ ایک غیر مقلد حدیث پڑھا رہے تھے اور جہاں حدیث کی تاویل نہ بن آتی
تو کہتے تھے تعجب ہے حضورؐ کہیں کچھ فرماتے ہیں کہیں کچھ فرماتے ہیں یہ کیا فرما دیا یہ
نتائج ہیں آزادی کے اس سے عار آتی ہے کہ ہم کسی کے محکوم کہے جاویں خیر صاحب
اُنہیں مجتہدین کی محکومیت سے عار ہوگی ہمیں تو بہت سوں کے حکومت میں رہنا
پسند ہے ابوحنیفہؒ کی بھی حکومت ہے ماں باپ کی بھی حکومت ہے شیخ طریقت کی بھی حکومت
ہے یہ بات نفس کے چاہے خلاف ہوگر یہ کتنا بڑا فائدہ ہے کہ ہمارے اتنے مصلح ہیں
نفس و شیطان ہمارا کچھ بھی نہیں کرسکتا بخلاف ان کے کہ آئمہ کی حکومت میں سے تو
نکل گئے اور شیطان کی حکومت میں آگئے ہم جن کے محکوم ہیں وہ سب ہمارے

غیر مقلد کا گستاخ ہونا

خیرخواہ ہیں اور یہ جس کی حکومت میں گئے وہ عدو مبین ہے اپنی اصلاح کیلئے اپنے اوپر کسی کو بھی اعتماد بنچاہئے دیکھو حضرت عمرؓ جیسے مبصر نے اُس شخص سے کیا کہا جس نے کہا تھا کہ اگر تم بگڑوگے تو ہم اس تلوار سے تم کو سیدھا کریں گے تو فرمایا تھا الحمدللہ میں ایسی قوم میں ہوں جس میں میرے محافظ بہت سے موجود ہیں بیعت مروّجہ میں یہی مصلحت ہے کہ جانبین کو خیال ہوجاتا ہی دونوں کو ایک دوسرے سے اعانت کی اُمید ہوتی ہے ایک دیہاتی آدمی مجھ سے بیعت ہوا میں نے پوچھا بیعت کی تمہارے نزدیک کیا ضرورت ثابت ہوئی نماز روزہ تو بلا اسکے بھی کیا جاسکتا ہو کہا میں بیعت اس واسطے ہوا ہوں کہ ویسے تو ذرا سستی بھی نماز روزہ میں ہوجاتی ہے بیعت سے ذرا خیال ہوجاتا ہی کیا کام کی بات ہے

تقریر ادب الاعلام ختم ہوئی

اسی سفر میں اس سے تیسرے دن یعنی بتاریخ ۲۳ صفر ١٣٣٥ھ روز بدھ اُسی مقام بڑھل گنج میں ایک مختصر سی تقریر اور ہوئی جس میں تقلید کی بحث ہے وہ بھی یہاں درج کی جاتی ہے۔

سوال[۵] محکمہ تعلیم کے مصارف محکمہ جنگی سے پورے ہوتے ہیں تو محکمہ تعلیم کی تنخواہ حلال ہو یا نہیں فرمایا استیلاء کافر موجب ملک ہی امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہاں بھی مسئلہ امام ابو حنیفہ ہی کا کام آتا ہے ایک انگریز نے لکھا ہے کہ سلطنت کسی کے فقہ پر نہیں چل سکتی سوائے فقہ حنفی کے ایک سیاسی شخص کا یہ کہنا ضرور بڑے تجربے کی خبر دیتا ہے امام ابوحنیفہؒ کی عجیب نظر ہے دیکھئے امام صاحب کا قول ہے کہ آلات لہو کا توڑ ڈالنا واعظ کو یا کسی کو جائز نہیں اگر کوئی توڑ ڈالے تو ضمان لازم آئیگا یہ کام سلطان کا ہے وہ احتساب کرے اور توڑے پھوڑے اور سزا دے جو چاہے کرے دیکھئے اس میں کتنا امن ہے سوائے سلطان کے اور کسی کے احتساب کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ وہ کام بند تو ہوتا نہیں جدل وفتنہ ہوجاتا ہے اور باہمی منازعات بڑی دور تک پہنچ جاتے ہیں۔

[۵] یہ تقریر سفرنامہ گورکھپور کے بعض میں بھی موجود ہے (ص ۶۷)

حبکلد

علی ہذا اقامت حدود سلطان ہی کے ساتھ ہیں فقہ بڑی مشکل چیز ہے فقیہ کو جامع ہونا چاہئے فقیہ بھی ہو محدث بھی ہو متکلم بھی ہو سیاسی دماغ بھی رکھتا ہو بلکہ کہیں کہیں طب کی بھی ضرورت ہی بعضے امور میں تشریح کی بھی ضرورت ہوتی ہی فقہ بڑی مشکل چیز ہے مگر آجکل بعض لوگوں نے اُسکی کیا قدر کی ہے کہ فقہاء پر سب وشتم کرتے ہیں یہ گروہ نہایت درجہ مفسد ہے یہ لوگ جان جانکر فساد کرتے ہیں اور اشتعال دلاتے ہیں بعض وقت تو ذراسی بات میں بڑا فتنہ ہوجاتا ہے ایک شخص نے کہا حضور ہاں ایک جگہ مقلدین کی جماعت میں ایک غیر مقلد آگیا اور آمین زور سے کہی تو اسپر بڑا فساد ہوا اور پولیس تک نوبت پہنچی اور مقدمہ کو بڑا طول ہوا فرمایا حضرت والا نے اسپر جنگ وجدل کرنا ہے تو زیادتی لیکن تجربہ سے ثابت ہی کہ عمل کچھ ہو مگر جس نیت سے کیا جاوے اُس کا اثر ضرور ہوتا ہی اگر اُس نے خلوص سے اور عمل بالسنت کی نیت سے کیا ہوتا تو یہ نوبت نہ آتی غیر مقلدین کی آمین اکثر صرف شورش اور مقلدین کے چڑانے کیلئے ہوتی ہی میرے بھائی محمد منظہر نے قنوج میں غیر مقلدین کی آمین سُنکر کہا آمین تو دعا ہی اس میں خشوع کی شان ہونی چاہئے اور ان لوگوں کے لہجہ میں خشوع کی شان نہیں ہی خود سُننے سے معلوم ہوتا ہی کہ جیسے کسی کو چھیڑتے ہوں اُس نے عرض کیا کہ یہ واقعی بات ہی مقدمہ مذکور جب پولیس میں پہنچا تو ایک ہندو تھانیدار اُس کی تحقیقات پر تعینات ہوا وہ بہت سمجھدار تھا اُس نے فساد کا الزام غیر مقلد ہی پر رکھا اور رپورٹ میں لکھا کہ یہ لوگ شورش پسند ہیں اور بلا وجہ اشتعال دلاتے ہیں اور آمین صرف فساد اُٹھانے کیلئے کہتے ہیں اسپر غیر مقلدین نے بڑا غل مچایا اور کہا کہ آمین مکہ میں بھی ہوتی ہے داروغہ نے کہا کہ مکہ میں آمین خدا کی یاد کیلئے ہوتی ہوگی دنگے کیلئے نہ ہوتی ہوگی یہاں دنگے کیلئے ہی فرمایا میرا شریک حجرہ ایک لڑکا بیان کرتا تھا کہ ایسے ہی ایک موقع پر ایک انگریز نے تحقیقات کی اور اخیر میں گویا تمام واقعہ کا فوٹو کھینچدیا اور کہا آمین تین قسم کی ہیں ایک آمین بالجہر اور اہل اسلام کے ایک فرقہ کا وہ مذہب ہے اور حدیثیں بھی اُسکے ثبوت میں موجود ہیں اور ایک آمین بالسر ہے اور وہ بھی ایک فرقہ کا مذہب ہے

ف غیر مقلدین اشتعال دلاتے ہیں

ف آمین کا ایک مقدمہ

ف عمل میں نیت کا اثر ضرور ہوتا ہے

ف آمین بالجہر و بالسر و بالشر

اور حدیثوں میں بھی موجود ہے اور تیسرے آمین بالشر ہے جو آجکل کے لوگ کہتے ہیں اُس
شخص نے بیان کیا کہ ہندو وغیرہ کے سامنے غیر مقلدوں نے امام ابو حنیفہؒ پر اعتراض
کیا کہ امام صاحب قائل ہیں کہ اگر کوئی محرم عورت سے نکاح کرلے اور وطی کرے تو اُس پر
حد واجب نہیں یہ کیسی غلطی ہے فرمایا حضرت والا نے اسی مسئلہ میں امام صاحب پر فدا
ہوجانا چاہیے اسکے بیان کیلئے دو مقدموں کی ضرورت ہی ایک یہ کہ حدیث میں ہی ادرؤا الحدود
بالشبہات ایک مقدمہ یہ ہوا اور دوسرا یہ کہ شبہ کس کو کہتے ہیں شبہ کہتے ہیں مشابہ حقیقت
کو اور مشابہت کیلئے کوئی وجہ شبہ ہوتی ہے اور اُسکے مراتب مختلف ہیں کبھی مشابہت قوی
ہوتی ہے اور کبھی ضعیف امام صاحب نے حدود کے ساقط کرنے کیلئے ادنی درجہ کی مشابہت
کو بھی معتبر مانا ہے اور صرف نکاح کی صورت پیدا ہو جانے سے کہ باوجود حقیقت نکاح نہ
ہونیکے مشابہ تو نکاح کے ہے حد کو ساقط کر دیا انصاف کرنا چاہیے کہ یہ کس درجہ عمل بالحدیث
ہی بات یہ ہی کہ ایک صحیح معنی کو بُرے اور مہیب الفاظ کی صورت پہنا دی گئی ہے اس فتوے
کی حقیقت تو نہایت درجہ کا اتباع حدیث ہی لیکن اُس کو بیان اس طرح کیا جاتا ہی جس سے
ثابت ہوتا ہی کہ نعوذ باللہ امام صاحب نے نکاح بالمحرمات کو چنداں برا نہیں سمجھا. اس کے
سوا اور بھی چند مسائل اسی طرح بُری صورت سے بیان کرکے اعتراض کیے جاتے ہیں
مسئلہ مذکور پر اعتراض جب تھا کہ اسپر امام صاحب کوئی زجر و احتساب تجویز نہ کرتے ایسے
موقعوں پر جہاں حد کو فقہاء ساقط کرتے ہیں تعزیر کا حکم دیتے ہیں ایسے موقعے تمام آئمہ کے
نزدیک بہت سے ہیں کہ شبہ سے حد ساقط ہو گئی آخر حدیث ادرؤا الحدود بالشبہات کی
تعمیل کہیں تو ہوگی اور کوئی موقع تو ہوگا جہاں اسکو کرکے دکھایا جائے - کیا غضب ہے
جو شخص حدیث ضعیف کو بھی قیاس پر مقدم رکھے وہ کسقدر عامل بالحدیث ہی فدا ہو جانا ایسے
شخص پر تعجب ہی کہ امام مالک صاحب خبر واحد پر بھی قیاس کو مقدم رکھتے ہیں اور اُنکو لوگ
عامل بالحدیث کہتے ہیں اور امام صاحب حدیث ضعیف پر بھی قیاس کو مقدم نہیں رکھتے
اور اُن کو تارک حدیث کہا جاتا ہے - فقط

عدم صحت نکاح بالمحرمات پر اعتراض

امام صاحب کا حسن ظن و احتیاط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً و مصلیاً

تقریر حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہٗ مسمیٰ ادب الطریق ملقب بادب الرفیق سفر گورکھپور میں مختلف موقعوں پر حضرت والا نے تقریریں فرمائیں اُن میں سے جن کو ذرا امتداد ہوا اُن کا نام بھی الگ تجویز فرما دیا منجملہ اُن کے ایک تقریر یہ ہے جس کی مناسبت نام کے ساتھ مطالعہ سے معلوم ہو جاویگی ۔ یہ تقریر اُس وقت ہوئی کہ حضرت والا مقام نرہر پور ضلع گورکھپور سے بیل گاڑی پر مقام شاہپور کو روانہ ہوئے بوجہ بعد مسافت راستہ میں ایک پڑاؤ قصبہ گولا میں کیا رات کو وہاں رہے صبح کو شاہپور کو روانہ ہوئے اُس رستہ میں یہ تقریر ہوئی حضرت والا کے ساتھ اُس وقت احقر اور مفتی محمد یوسف صاحب رامپوری اور حضرت کے بھائی منشی محمد اختر صاحب اور ایک خادم اور تھے موخر الذکر خادم ایک مولوی صاحب تھے اُن سے خطاب شروع ہوا فرمایا آپ کے حالات سے اور مختلف وقتوں میں سوالات سے اور بات چیت سے مجھے محسوس ہوتا ہے کہ آپ کچھ پریشان ہیں عرض کیا ہاں کچھ پریشانی تو ضرور ہے فرمایا پریشانی کو چھوڑیے اور حصول مقصود میں جلدی نہ کیجیے (یعنی اُس کے جلدی حاصل ہونے کا انتظار نہ کیجیے نہ یہ کہ اُسکی تحصیل میں جلدی نہ کیجئے) اس کا نتیجہ سوائے حیرانی کے کچھ نہیں آپ کا کام طلب ہی باقی حصول مقصود کے آپ مکلف نہیں میرے خیال میں یہی وجہ پریشانی کی ہے مولوی صاحب کی حالت ان کلمات کو سن کر ایسی ہوئی جیسے کوئی بچہ کسی مصیبت میں مبتلا ہونیکے بعد یکلخت اپنی مادر مہربان کے پاس پہنچ جاوے اور اُس سے اپنی مصیبتیں کہنے لگے آبدیدہ ہو کر عرض کیا سارا قصہ ہی کہدوں میں ابتدا میں گیارہ مہینے حضور کی خدمت میں تھانہ بھون میں رہا پھر کانپور چلا گیا پھر ... گیا حضرت قدس سرہٗ حیات تھے حضرت کی تجویز یہ ہوئی کہ مجھے نقشبندیت سے مناسبت ہے اور اُسی کے موافق تعلیم فرمائی اُس سے پریشانی بہت پیدا ہوئی حتیٰ کہ نیند بالکل نداردہو گئی اور دماغ مختل ہو گیا حضرت نے مجھے بیعت تو نہیں کیا

مگر تعلیم نقشبندیت کی کی۔ پریشان ہو کر مکان پر آگیا چند روز بالکل قطع تعلق کر کے متوکلانہ بسر کی لوگوں سے ملنا جلنا بالکل بند کر دیا حضرت قدس سرہٗ کا ۱۳۲۳ھ میں وصال ہو گیا مولوی محمد سمیع صاحب میرے بھائی کو شاہ گنج لیگئے وہاں ایک بزرگ تھے جو سلسلہ میں بڑے سید صاحب کے تھے میرے بھائی کو اُن سے بڑا نفع ہوا تب وہ مجھ کو بھی اُن کے پاس لیگئے اُنھوں نے اوّل درود شریف پڑھنے کو تبلایا اور اُسکے بعد مراقبہ اُنکے یہاں مراقبہ کا ہونا ضروری ہی پھر مراقبہ لطائف ستہ وغیرہ تبلایا پھر بیعت میں بھی داخل کر لیا مگر میں ہمیشہ حضور کی اجازت ہر کام میں لیلیا کرتا تھا اُن کے بعض مریدوں میں پریشانی اور بدعقیدگی پائی گئی اسواسطے میرا دل اُکھڑ گیا اور اُنکے پاس آنا جانا چھوڑ دیا اُس کے بعد بہت پریشانی بڑھ گئی اور یہ خیال ہوا کہ تو تو کہیں کا بھی نہ رہا اُن پر دل نہ جما اور اور کہیں جانیکی اسواسطے ہمت نہوئی کہ وہ ناراض ہونگے عجیب کشمکش میں پڑگیا میرے حواس خراب ہو گئے کہ کیا کروں اپنا سب سے بڑا مرجع حضور کو سمجھتا تھا ایسے وقت میں سوا حضور کے کسی پر نظر نہ پڑی مگر حضور تک جا نہ سکا اِدھر یہ خیال ستاتا تھا کہ بلا حاضری کے کچھ ہوگا نہیں تاہم حضور کو خط لکھا اور اس بات کی اجازت چاہی کہ . . . صاحب کے پاس جاؤں آپنے اس کی اجازت دی حضرت والا نے فرمایا اجازت اور چیز ہے اور مشورہ اور چیز۔ آپنے اجازت کو مشورہ سمجھا میں اجازت تو عام طور سے دیتا ہوں کہ صلحاء کے پاس جانیمیں کچھ حرج نہیں ہے اور مشورہ کے معنے یہ ہوتے ہیں کہ وہ بات بتاؤں کہ جو صرف غیر مضر نہیں بلکہ مفید بھی ہو اسکی مثال یہ ہی کہ طبیب سے اجازت چاہتے ہیں کہ گنا کھالیں وہ اُس کو اگر مضر نہیں دیکھتا تو کہدیتا ہے کھالو یہ اجازت ہے اور مشورہ یہ ہے کہ طبیب سے کہتے ہیں کہ آپ کے سپرد ہے جو مناسب تدبیر ہو تبلائیے وہ اس وقت ایسی تدابیر نہیں تبلائیگا جو غیر مضر اور غیر مفید ہوں بلکہ وہ تدابیر تبلائیگا جو مفید ہوں۔ اُس وقت یہ کبھی نہ کہیگا کہ گنا کھاؤ بلکہ اُس وقت کہیگا گلو پیو اور شاہترہ پیو اور کونین کھاؤ اُس وقت وہ آپ کا متبع نہو گا بلکہ اپنی رائے کا متبع ہو گا خواہ آپ کی طبیعت کے خلاف ہو اور یہ اتفاقی بات ہی کہ اُس کی رائے آپ کی طبیعت کے موافق آپڑے آپ نے مجھ سے اجازت چاہی تھی میں نے اباحت کے درجہ میں منع نہیں کیا مشورہ آج دوں گا میرا اُصول

اجازت درجہ اباحت اور مشورہ اور

کسی کے کام میں دخل دینا

یہ ہی کہ میں کسی کے کام میں دخل نہیں دیا کرتا جو لوگ مجھ سے کسی کام میں رائے لینا چاہتے ہیں
تو میں دیکھتا ہوں کہ اُن کا دل کسی طرف راغب ہی یا نہیں اگر دل اُن کا کسی طرف راغب ہوتا ہی
تو میں اُن کو مقید کرنا نہیں چاہتا اور اگر اس کام میں کوئی خاص محظور نہیں ہی تو اس کام سے منع
نہیں کرتا یہ مرتبہ اجازت کا ہے اور مشورہ کا موقع وہ ہے کہ رائے لینے والیکا دل کسی طرف
مائل نہو اُس وقت میں وہ رائے دیتا ہوں جو علاوہ غیر مستلزم محظور ہونے کے مفید اور ضروری
ہو بلکہ اپنے نزدیک وہ رائے منتخب کرتا ہوں جو مفید رایوں میں سے بھی اعلےٰ درجہ کی ہو اور
اُس وقت بھی میرا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ رائے لینے والیکو مجبور کروں کہ ایسا ضرور کرو بلکہ خلوص
کیساتھ وہ رائے پیش کر دیتا ہوں اور اس بات کا دعویٰ بھی نہیں ہوتا کہ میری رائے ٹھیک ہی
ہے مولوی صاحب نے عرض کیا کہ جو کچھ بھی ہو میں اپنا قصہ بیان کروں پھر آج حضرت مجھکو شروع
دن .... سے قرآن شریف اور درود شریف کی کثرت کی تعلیم فرمائی جس کا میں اتبک پابند
ہوں تین چار سال سے یہی حالت ہی کہ میں نہ ادھر کا ہوں نہ اُدھر کا پریشانیاں بڑھتی جاتی
ہیں حالانکہ میں اُسکے دفعیہ کی کوشش برابر کرتا ہوں جیسے کوئی کہتا ہو ویسے ہی کرتا ہوں
مگر کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوتی شیخ اوّل کو بھی چھوڑا طبیعت اُس میں پریشان رہی کہ اُن کا عتاب
نہ ہو دوسرے کسی نے بھی کوئی تسلی بخش بات نہ بتلائی جب کسی کے پاس گیا حضور سے اجازت
بھی لے لی خواب بہت دیکھے اپنے نزدیک اطمینان کر کے کسی کے پاس گیا فرمایا خوابوں کا کیا
اعتبار اوّل تو آجکل کسی کا خواب بھی معتبر نہیں خصوصاً اُس شخص کا جس کا دماغ مشوش ہو۔
(مولوی صاحب نے چند خواب بیان کئے) فرمایا کہ سب میں احتمال ہے کہ حدیث النفس ہو خوابوں
پر بنا کرنا میرے نزدیک صحیح نہیں ہاں استخارہ مسنون ہے استخارہ کے بعد جس بات پر دل جمے وہ
کرنا چاہئے اُس میں اُمید صلح ہوتی ہے اور جبتک جمعیت قلب حاصل نہو برابر استخارہ کرنا چاہئے
مولوی صاحب نے عرض کیا استخارہ بھی بہت کیا۔ استخارہ میں یہ آیت قلب میں آئی ہے اولٰئک
علی هدی من ربهم فرمایا حضرت مولانا نے کہ یہ غیر قابل اعتبار ہی میرے نزدیک یہ تصرفات
دماغی ہیں جس طرف رائے ہوتی ہے قوۃ واہمہ اسی طرف مائل ہو کر اجازت کی صورتیں دکھلاتی
ہے آپ مولوی آدمی ہیں علم رکھتے ہیں ہمیشہ کو یاد کر لیجئے کہ ایسی باتوں میں نہ پڑے عرض کیا

خوابوں کا کیا اعتبار

کاشفات اور تصرفات دماغی میں

یہ آیت بھی قلب میں آئی تھی لیکن شکوک بھی رہتے تھے - فرمایا تشویش بہت سے دماغ میں خبط آگیا ہے اور توہ واہمہ کا فعل قوی ہو گیا ہے یہ شکوک بھی اوہام ہیں - مولوی صاحب ساکت ہو گئے - تھوڑی دیر کے بعد حضرت مولانا نے فرمایا - ہے تو چھوٹا منہ بڑی بات - یہ تشخیص کہ آپ کو نقشبندیت سے مناسبت ہی - میرے دل کو بالکل نہیں لگی آپ کی مناسبت چشتیہ سے اتنی صاف ہی کہ شک کرنا بھی مشکل ہے آپ کی طبیعت میں فطرتاً شورش اور وارفتگی موجود ہے - یہ عشق اور محبت کا مادہ ہے اور یہی چشتیت کا حاصل ہے ایسے شخص کو نقشبندیت کی تعلیم کرنا فطرت کو بدلنا ہی جس سے کبھی نفع نہیں ہو سکتا - نقشبندی وہ لوگ ہوتے ہیں جن کی طبیعت میں متانت ہوتی ہے ان کے مزاج سلاطین کے سے ہوتے ہیں نقشبندی سلوک اہتمام کا ہے اس میں سب کام ضابطہ کے ہیں - آپ کے مزاج کے مناسب تو بے سروپا سلوک ہے آپ کو ضابطہ میں مقید کرنا تکلیف مالا یطاق ہے - عرض کیا آپ کی صحبت میں تو مجھکو سکون تھا اس کے بعد کہیں سکون نہیں فرمایا - سبیو لہا منہا علیہا شواہد - الحمد للہ خود آپ کو اس بات کا اقرار ہے معلوم ہوتا ہے کہ میری تشخیص صحیح تھی پھر آپ کو کیا سوجھی تھی کہ دوسری جگہ مارے پھرے مگر اس میں بھی ایک نفع ہے انا سشیا ء تعرف باضدادہا - اب آپکو زیادہ نفع کی امید ہے کیونکہ آپ کو حیرانی بہت ہو چکی اب اگر سکون ہوگا تو بہت آپکو اس کی قدر ہوگی اور فرمایا ہاں ...... کو نقشبندیت سے مناسبت تھی غالباً ان کو دوسری جگہ پریشانی نہیں ہوئی ہوگی اُن سے ہمارا دل زیادہ نہ ملتا تھا عرض کیا ہاں اُن کو دوسری جگہ نفع ہوا تھا تب ہی تو اُنہوں نے مجھکو بھی کھینچا فرمایا یہ عجیب بات ہے کہ دو بھائیوں کا مزاج ایک سا ہی ہوتا ہی یہ تجویز صحیح نہیں ہے کہ ان کو نفع ہوا تو آپ کو بھی نفع ہوگا نقشبندی نسبت عاقلانہ اور حکیمانہ ہے اور چشتیہ مجنونانہ ہے بس اب تو آپ کے حسب حال یہ ہے

آزمودم عقل دور اندیش را ۔۔۔ بعد ازیں دیوانہ سازم خویش را

آپ بہت در بدر پھر چکے اور دیکھ چکے کہ بھٹکے پھرنے سے کچھ نتیجہ نہیں ہوا اب تو آپ ایک ہی طرف کے ہو جائیے - ایک شخص نے عرض کیا سہروردی خاندان میں

چشتیہ سے مناسبت کی شناخت اور دیگر خاندانوں سے فرق

دو بھائیوں کو ایک خاندان میں مناسبت ہونا ضروری نہیں

کیا بات ہوتی ہے فرمایا وظائف زیادہ تر ہیں۔ اشغال بالکل نہیں اصلاح اعمال بہت (ان کا طریقہ سلف کا سا ہے) مولوی صاحب نے عرض کیا بیشک مجھے آپ کے پاس رہنے سے بہت نفع تھا لیکن کیا کروں مجبوری ہے میں دور بہت ہوں تھانہ بھون آنے اور رہنے کی مقدرت نہیں دور سے کیا ہو سکتا ہے فرمایا چند روز پاس رہنے کی ضرورت ہے پھر دور سے بھی کام ہو سکتا ہے اور فرمایا میں اور زیادہ وسعت کرتا ہوں کہ کسی طرف قلب کا کھنچنا سبب ہے آپ کی پریشانی کا آپ کو جن جن حضرات سے تعلق ہوا ہے اُن سے قطع تعلق کی نسبت آپ کا خیال ہے کہ باعث ناراضی ہے اور یہ خوف آپکے دل میں بیٹھ گیا ہے اور یہی اصل ہے آپ کی پریشانی کی اس کا ازالہ رفع سبب سے ہو سکتا ہے جب سبب اس کا قیود و تعلقات ہے تو اس کا ازالہ ازالہ قیود ہے میں کھلے الفاظ میں کہتا ہوں کہ ایک طرف ہو جائیے اتنا دل کمزور نہ کیجئے آخر کون چیز آپ کو یکسو ہونے سے مانع ہے کسی کی ناراضی کا خوف ہے ناراضی کا مضر ہونا کیسے معلوم ہو سکتا ہے اس کیلئے اگر کوئی معیار ہو سکتا ہے تو وہ شریعت ہے آپ غور کیجئے کہ یکسو ہونے میں آپ کوئی کام خلاف شرع کرتے ہیں جب کوئی کام خلاف شرع نہیں ہے تو حق تعالیٰ کی خفگی کا خوف تو ہے نہیں کسی انسان کی خفگی اگر ہو گی تو کیا ہو گا ؎

ساقیا برخیز و در دہ جام را — خاک بر سر کن غم ایام را
گرچہ بدنامی ست نزد عاقلاں — ما نمی خواہیم ننگ و نام را

اور میں کہتا ہوں جو انسان خفا ہو بعد اسکے کہ معلوم ہو جاوے کہ حق تعالیٰ اس کام پر خفا نہیں وہ کیا انسان ہے اور اسکی خفگی سے کیا ہو گا اگر وہ انسان ہے تو خفا ہو گا ہی نہیں آپ کے دل میں یہ وہم بیٹھ گیا ہے کہ پہلے شیخ خفا ہو جائیں گے میں اطمینان دلاتا ہوں کہ وہ اگر واقعی شیوخ ہیں تو ہرگز خفا نہ ہوں گے اس وہم کو دل سے نکال دیجئے ہاں اُن کی مخالفت نہ کیجئے اور اُن کو اطلاع کر دیجئے تاکہ اُن کو کسی دوسرے سے رجوع کرنے کا صدمہ نہ ہو اور کبھی اُن کی شان میں کوئی گستاخی نہ کیجئے مجھے پریشانی کا مرحلہ [illegible] آپکا ہے کہ کسی کو آیا ہو گا [illegible] ان کا علم [illegible]

کو ہوتا ہے جو خود اُن کو چکھ چکا ہے۔ مجھے بچپن سے خوش عقیدگی بہت تھی سوء ظن کا مادہ بالکل نہ تھا ہر شخص کے ساتھ اعتقاد ہو جاتا تھا اور اصلیت اس کی یہ تھی کہ مجھے طلب بہت تھی ایسی حالت تھی جیسے پیاسا پانی کو ڈھونڈھتا ہے ہر شخص پر یہی نظر پڑتی تھی کہ شاید اس سے کچھ مل جاوے یہ حالت بہت خطرناک ہوتی ہے مگر حق تعالیٰ نے فضل کیا کہ کسی جعلساز اور مکار کے پھندے میں نہیں پڑ گیا۔ اوّل حضرت گنگوہی سے تعلق پیدا کرنا چاہا مگر حضرت نے طالب علمی کے سبب انکار کیا پھر حضرت حاجی صاحب کے پاس پہنچا یہ ابتداء زمانہ شباب کا ذکر ہے حضرت کے پاس سے لوٹ کر آیا تو سیری نہ ہوئی تھی۔ جو کچھ حضرت حاجی صاحب نے تعلیم فرمایا وہ کرتا رہا مگر اس میں انتظار ہوا ثمرات کا اور انتظار بھی تعجیل کے ساتھ بس یہ چاہتا تھا کہ آج ہو جاوے جو کچھ ہونا ہے مل گئے .... صاحب اور اُنہوں نے خود خواہش کی کہ مجھ سے کچھ حاصل کرو میں طالب تھا ہی اور عقیدت کا مادہ بہت بڑھا ہوا تھا میں نے منظور کر لیا اُنہوں نے کچھ تبلایا میں نے اُسکے موافق شغل شروع کر دیا تو اس قدر پریشانی بڑھ گئی کہ میں بیان نہیں کر سکتا دل دو طرف کھنچتا تھا اور دونوں تعلیموں میں کچھ اختلاف بھی تھا ایسے وقت میں اُس شخص کی حالت جس کی پیاس بڑھی ہوئی ہو اور تعجیل حد سے زیادہ ہو آپ خود اندازہ کر سکتے ہیں دو مہینے تک یہ حالت رہی کہ خودکشی تک کے وسوسے آتے تھے اگر حق تعالیٰ کی دستگیری نہ ہوتی تو خودکشی میں کچھ بھی کسر نہ تھی حتیٰ کہ ایک روز تنہائی میں ایک شخص میرے پاس آئے اُنکے ہاتھ میں بندوق تھی اُس وقت میں بالکل آمادہ ہو گیا کہ اپنی خواہش ان سے ظاہر کروں کہ میں حیات سے تنگ آ گیا اب دنیا کو مجھ سے پاک کر دو اور قریب تھا کہ اُن سے کہہ ہی بیٹھوں پھر سوچا کہ یہ کسی طرح مانیں گے نہیں ہر شخص کو اپنا پس و پیش بھی تو ہوتا ہے قتل وہ شخص کر سکتا ہے جو اپنی جان کھونے پر پہلے آمادہ ہو جاوے پھر میرے وہ کوئی مخالف نہیں تھے بلکہ محبت رکھنے والے تھے یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ وہ ایسی بیہودہ بات کو مان لیں سو اُس کے کچھ ہوتا کہ میرا یہ چھچھوراپن ظاہر ہوتا اس خیال سے زبان پر آئی ہوئی بات کو خدا تعالیٰ کو بہتر کرنا تھا غرض اسقدر پریشانی تھی کہ یہ نوبتیں ہو ہو گئیں

جب سید

حاجی صاحب کو لکھا حضرت گنگوہی کو اس واسطے اطلاع نہ کی کہ میں خود جانتا تھا کہ مولینا بھی کہیں گے کہ سب کو چھوڑ کر ایک طرف ہو جاؤ اور میرے دل میں خیال یہ جما ہوا تھا کہ خذ ما صفا ودع ما کدر حضرت حاجی صاحب کو لکھا حضرت کو سخت تشویش ہوئی، حضرت کو مجھ سے بیحد محبت تھی حضرت پریشان ہو گئے اور سُنا ہے کہ فرماتے تھے کہ جوان آدمی ہے جوش بڑھا ہوا ہے تحمل نہوا وہاں سے کوئی صاحب آنیوالے تھے زبانی کہلا بھیجا کہ جبتک تمہارا یہ خادم زندہ ہے کیوں کسی سے رجوع کرتے ہو حضرت کی عادت کے یہ بالکل خلاف ہی کبھی کسی کو اپنی طرف رجوع کرنے کے لیے کوئی لفظ نہیں کہا مگر میرے ساتھ اسقدر خصوصیت تھی (حق تعالی کو یونہی منظور تھا کہ یہ لفظ فرمائے اور خط بھی لکھا میں کانپور میں تھا ظہر کا وقت تھا یہ پیام اور خط پہنچا وہ اثر کیا اُس نے جو آگ پر پانی کرتا ہے مغرب کا وقت نہ آیا تھا کہ سب پریشانی رفع ہو گئی پھر اطمینان سے کام کرتا رہا الحمدللہ حضرت کی برکت سے طریق کی حقیقت سمجھ میں آگئی پھر یہ وسوسہ ہوا کہ دوسرے صاحب سے قطع تعلق ہو گا تو ناراض ہوں گے سوچتا رہا کیا کروں سمجھ میں یہ آیا کہ گول مول بات رکھنا تو ٹھیک نہیں اطلاع کر دینا چاہیے پھر خفا ہوں یا کچھ ہوں جوانی اور ہوشیاری کا عالم تھا ایک تدبیر کے ساتھ اُن سے قطع تعلق کیا تاکہ قطع کی نسبت اُنہیں کی طرف ہے وہ ..... میں تھے میں نے اُن کو خط لکھا کہ بمقتضاے الدین النصیح میں نہایت ادب سے خیر خواہانہ عرض کرتا ہوں کہ بعضی باتیں آپکے خلاف شرع ہیں اُن کو چھوڑ دیجیے اور میں نے یہ بھی لکھا کہ میں دعا کرتا ہوں کہ آپ کی حالت شریعت کے مطابق ہو جائے اس سے وہ بیحد خفا ہوئے اور خود ہی قطع تعلق کر دیا اور نہایت خفگی کا خط آیا جس میں یہ بھی تھا کہ میں تم کو وہ دولت دینا چاہتا تھا جو حضرت علی سے پہنچی ہے تم اُسکے اہل تھے مگر قسمت تمہاری اور اخیر میں یہاں تک لکھا تھا کہ دعا کرو خدا میرا پیر سے زندقہ پر اور تمہارا تمہاری شریعت پر خاتمہ کرے میری جو غرض تھی یعنی قطع تعلق وہ پوری ہو گئی میں بے قصور رہا اسواسطے میں نے اس کی کچھ پروانہ کی پھر ..... صاحب تھانہ بھون آئے یہ وقت

ہیں مگر اسلئے بہت نازک تھا میں سوچتا تھا کہ اب اُن سے ملاقات ضرور ہی ہوگی میں
کیا عذر کروں گا اور یہ ممکن نہیں کہ میں ملوں نہیں مگر میں دل کڑا کر گیا تو اُن سے ملاقات ہوئی میں اُن
کے پاس گیا تو کچھ کہا نہ کچھ سنا اُنہوں نے جب ایسا دیکھا تو بہت بُرا بھلا کہا ایک لڑکا تھا
اُسکو مجھ سے نقل کرنا چاہا اور میرا طرفدار بنکر ... صاحب کی شان میں کچھ گستاخی کرنا
چاہی میں نے اُسکو ڈانٹ دیا کہ خبردار جو کچھ کہا ہم جانیں اور وہ جانیں تم کون بیچ میں
بولنے والے الحمد للہ میں نے تہذیب سے باہر کبھی قدم نہیں رکھا، وہ بہت نیک تھے
اُن کو بہت ستایا ہوگا اور جانے کتنی دفعہ اُنہوں نے ہم کو بچپن میں مارا ہوگا اور جانے کتنی دفعہ
اُن پر عتاب کیا ہوگا ہم اور وہ دو ہی ہیں اُس نے یہ باتیں جا کر اُن سے نقل کر دیں اس کا
بڑا اثر ہوا پھر ایک شخص نے اُن سے کہا آپ ہی مل لیجئے کہا مل تو لوں مگر میرا خیال ہے
کہ وہ مجھ سے نہ ملیگا اور کہیں مل جاونگا اُس نے کہا نہیں ایسا ہرگز نہ ہوگا میں ذمہ دار
ہوں مگر اُن کو بہت غیظ تھا کہا میں ملونگا بھی تو بڑا بنکر تو ملوں گا نہیں وہ بڑا سمجھتا تو خود
ہی آکر ملتا ہاں بدن پر کرتہ پہن لوں گا اور پائجامہ اُتار کر اُس کے سامنے جاؤں گا تو کیا اس حال
میں بھی وہ مجھ سے ملیگا اُس شخص نے کہا اس حالت میں میں ذمہ نہیں کرتا۔ اسی اثنا میں
عید آگئی اتفاق سے اُن سے مڈبھیڑ ہوگئی مگر میں نے سلام کیا اس پر بڑے خفا ہوئے
پھر بقرعید آگئی مجھے اُس وقت قرائن سے معلوم ہوگیا کہ آج امامت کرنا پڑیگی تردد ہوا کہ
میں اُن کے سامنے نماز کیسے پڑھاؤں گا اُن کو امام بنانا چاہتے مگر اس کو اور لوگ شاید
نہ مانیں اور میں امام بن گیا تو علاوہ بدتمیزی کے اُن کو کدورت رہیگی کیونکہ مجھکو باطل پر
سمجھتے تھے آخر یہ کیا کہ نماز جلال آباد جا کر پڑھی غرض اُن سے بول چال نہیں ہوئی پھر وہ
بیمار ہوگئے اور وفات بھی ہوگئی بس سن لیا آپ نے ہمت یوں کرنا چاہئے مولوی صاحب
نے عرض کیا اس سے پریشانی ہے کہ میں حضرت سے دور ہوں اور حضوری کی کوئی صورت
نہیں فرمایا آپ کچھ بھی کہیں لیکن بڑی وجہ پریشانی کی کشاکشی ہے اور میں کہتا ہوں کہ ان
قصوں سے نفع یہ ہے کہ آپ کو راہ کی بصیرت ہوئی مجھے اُس پریشانی سے بڑا نفع ہوا اُدھر میں
اُسکی مثال دیا کرتا ہوں کہ یہ ایسا ہے جیسے کوئی گلستان میں رستہ قطع کر رہا تھا اور میاں

برابر ایک خارستان آگیا یہ شخص اُدھر ہی جا گھسا پھر لوٹ پھر کے اسی گلستان میں آ
نکلنے لگا تو اس کو مقصود کی قدر زیادہ ہوئی ہے نیز اس کو اس خارستان میں گذرنے
سے تمام اُن دشواریوں کا علم ہو جاتا ہے جو راہ میں پیش آتی ہیں پھر وہ دوسروں کو
چلانے میں بڑا ماہر ہو جاتا ہے الغرض سمجھ اس فن کی بہت اچھی ہے ہاں عمل نہیں فرماتے
کہ ایسا آدمی کام نکرے۔ کام نہ کرنے سے بعضے اخلاق بھی بے اصلاح ہیں اور اس
پریشانی سے مختلف مشیوخ کے بعد حضرت کی دستگیری دیکھ کر بڑا نفع ظہور شان حاجی
صاحب کا ہوا زمانہ قبض میں اوروں سے بھی رجوع کیا حضرت کسی نے وظیفہ بتا دیا
اور کسی نے کچھ کسی سے کچھ محقق ایک بھی نہ ملا حضرت کا عجیب طریقہ تھا اور اصل مرض
کو ایسا صحیح پکڑ لیتے تھے کہ دوسرا کوئی نہیں کر سکتا اور شفقت ایسی تھی کہ نظیر ملنا مشکل ہے
اسی وجہ سے شفا جسکی ہوتی تھی حضرت مولانا گنگوہی بھی حضرت ہی کے طریقہ پر تھے اور
حضرت کے طریقہ کے پورے جامع تھے مگر لوگوں کو اس کا پتہ نہ چلتا تھا کیونکہ مولانا کو مجلس
میں اصول و فروع کے بیان کا اہتمام نہ تھا صرف ایک عالم معلوم ہوتے تھے اور میں ایسا واقعہ
ہوں کہ کسی بات کو نہیں چھپاتا میرا خیال ہے کہ فن تصوف کو آجکل طشت از بام کرنا چاہئے
ہزاروں قسم کی گمراہیوں اور تلبیسوں میں لوگ پڑے ہوئے ہیں اصلاح بلا اس کے کیسے ہو
میں اصول و فروع سب کو کھلم کھلا بیان کر دیتا ہوں چھپانے کی چیز اپنی حالت ہے میرا خیال
اسکی نسبت بھی یہ ہے کہ خاص خاص لوگوں کے سامنے بمصلحت اسکو بھی ظاہر کرے کیونکہ
اپنی حالت ایک راز ہوتا ہے حق تعالیٰ کے ساتھ دوسرے نیز اسکو ظاہر کرنا حق تعالیٰ کی
غیرت کے خلاف ہے اور فن کو تو علی الاعلان پکار پکار کر ظاہر کرنا اور شائع کرنا چاہئے ایک مولوی
صاحب نے عرض کیا کہ مجھے عقیدت راسخ تو آپ سے ہے کہ فرمایا مجھے اس کا انتظار ہی نہیں کہ
دوسرے کسی سے اتنا عقیدہ نہ ہو جتنا مجھ سے ہو محبت طلب کا تو انتظار ہے محبت اور عقیدت
الگ الگ چیزیں ہیں خدا کا کوئی طالب ہو اور مجھ سے موافقت قطع کرلے پھر میں ویسا ہی خادم
ہوں میں اسکو بڑی تنگ ظرفی سمجھتا ہوں جو آجکل کے مشائخ میں ہے کہ ذرا طالب جدا ہوا تو
مردود بنا لیا پھر کسی طرح راضی ہی نہیں ہوتے کوئی اُن سے پوچھے کہ تم سے بھی اپنے شیخ نے

ف — [illegible]

ف — [illegible]

ف — [illegible]

ف — [illegible]

ف — [illegible]

سائد کوئی غلطی ہوئی تھی یا معصوم تھے اور ایسا اوقات طالب سے غلطی کثرت محبت کی وجہ سے ہوجاتی ہے اُس کی تو قدر کرنا چاہئے اُس وقت اُس کو مردود بنانا خود ان ہی کی غلطی ہے ایسا طالب تو بے بہا نعمت ہی ہر چھوٹا چھوٹا نہیں ہوتا بعض وقت حق تعالے بڑے لوگوں پر چھوٹوں کی برکت سے فضل فرماتے ہیں اُس وقت بڑا بننا تکبر ہے حقیقت میں بڑا وہ ہے۔

فرمایا مولوی صاحب آپکے پاس تو عذر بھی ہے اوروں سے قطع تعلق کرنے کیلئے کہ میں پہلے سے تھانہ بھون ہی سے تعلق رکھتا ہوں ما الحب الا للحبیب الاول۔ بس ایک طرف ہوجائیے ہاں اتنا ضرور ہے کہ پہلے شیخ کو گو وہ کیسے ہی بےنفس ہوں اطلاع کر دیجئے تاکہ آپ کا اور اُن کا دونوں کا قلب مطمئن ہوجاوے اطلاع نہ کرنے میں آپ کو یکسوئی نہ ہوگی مولوی صاحب نے عرض کیا نہیں بلکہ میرے قلب کی حالت یہی کہ اطلاع کرنے میں یکسوئی نہ رہے گی فرمایا تو اطلاع کی ضرورت نہیں کوئی گناہ تو کرہی نہیں رہے بس ایک طرف ہوکر بنام خدا کام شروع کیجئے آپ کو چشتیت کی تعلیم ہونا چاہئے آپ کا ہر حال اس کا شاہد ہے چشتیہ اور نقشبندیہ دونوں کی شان میرے مذاق میں تو اسی ایک شعر سے واضح ہوتی ہیں ؎ رند عالم سوز را با مصلحت بینی چہ کار۔ یہ چشتی کی حالت ہی کہ ؎ کار ملک است آنکہ تدبیر و تحمل بایدش۔ یہ نقشبندی کی حالت ہے کہ ہر کام میں انتظام اور تدبیر ہوتی ہے جیسے سلاطین میں ہوتی ہے مولوی صاحب نے عرض کیا حضور کی دعا سے اس وقت میرے قلب کو بہت طمانیت حاصل ہوئی مگر مشکل یہ ہے کہ سامنے آپ کے اور حالت ہوتی ہے اور پیچھے اور فرمایا یہ ضرور ہے مگر یہ تقلب مضر نہیں پریشانی کبھی نہ ہوگی اس قسم کا تغیر ہر شخص کو پیش آتا ہے مرید تو کیا شیخ کی حالت میں بھی وقت افادہ اور غیر افادہ میں فرق ہوتا ہے مرید کو تو شیخ کے پاس بیٹھنے سے نفع ہوتا ہی ہے شیخ کو بھی مرید کی بدولت بہت سی باتیں حاصل ہوتی ہیں اُسی کو مولانا فرماتے ہیں شعر

بانگ می آید کہ اے طالب بیا ... جود محتاج گدایان چوں گدا

ایک شخص شیخ کو ترک کرکے دوسرے شیخ سے تعلق کرنا اور شیخ اول کو اطلاع بھی نہ کرے

شیخ کی حالت میں بھی وقت افادہ و غیر افادہ میں فرق ہوتا ہے

دیکھئے مدرسہ میں مدرس طالب علموں کے افادہ کیلئے مقرر ہوتا ہے اور طالب علموں کو اُس سے نفع پہنچتا ہے اور طالب علموں کا نفع اُسپر موقوف ہے لیکن کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ مدرس کو طالب علموں سے کچھ نفع نہیں پہنچتا آپ تو خود عالم ہیں اس بات کو بخوبی جانتے ہیں بارہا کا تجربہ ہے کہ کوئی مضمون کتاب میں پڑھتے وقت باوجود غور و خوض اور مطالعہ کے اور باوجود اُستاد کے سمجھانے کے سمجھ میں نہ آیا اور ہمیشہ اُس میں اُلجھن رہی اور جس وقت طالب علم کو پڑھنے بیٹھا قلب میں دفعۃً آگیا یہ اُس طالب علم ہی کی برکت ہے یا پھر افادہ کے وقت حق تعالیٰ کی طرف سے تائید ہوتی ہے طالب و مطلوب کی باہم احتیاج کیلئے یہ شعر حافظ کا خوب ہے شعر

سایۂ معشوق اگر افتاد بر عاشق چہ شد ما باو محتاج بودیم او بما مشتاق بود

اسی شعر میں مولانا کے شعر مذکور سے ادب زائد ہے اُس میں طالب و مطلوب میں مساوات کی پائی جاتی ہے اور اس میں لفظ بدل دیا طالب کیلئے احتیاج اور مطلوب کیلئے اشتیاق کا اطلاق کیا۔

تقریر ادب الطریق ختم ہوئی۔ تاریخ تبییض ۵ ربیع الاول ۱۳۵۳ھ روز چہار شنبہ

[illegible]

الصلح

اس کے بعد تاریخ کے اعتبار سے ترتیب میں وعظ ادب الاسلام ہے مگر چونکہ وہ ایک مستقل وعظ ہے اور وعظوں میں اس ترتیب تاریخی کی رعایت کی نہیں جاتی لہٰذا اس کو موقع سے حسن العزیز کے کسی مستقل پرچہ میں شائع کیا جاویگا اور سردست تقریر ادب الاعتدال کہ ترتیب میں ادب الطریق کے بعد ہے شائع کی جاتی ہے۔

ادب الاعتدال

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً و مصلیاً

تقریر حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی مدظلہ مسمی اداب الاعتدال یہ تقریر بھی منجملہ اُن تقریروں کے ہے جو سفر گورکھپور میں ہوئیں یہ تقریر ریل میں مابین اسٹیشن موؤ اعظم گڈھ ہوئی وقت ٹھیک لنہ گھنٹہ تاریخ ۲۰۔ صفر ۱۳۳۵ھ روز یکشنبہ بعد طلوع آفتاب مطابق ۲۴۔ دسمبر ۱۹۱۶ء۔ اُس وقت ہمراہیوں سے دو درجے بھرے ہوئے تھے تخمیناً چودہ پندرہ آدمی۔

موؤ[1] ضلع اعظم گڈھ میں زائرین کا بہت ہجوم ہوا اور بہت سے ان میں اس بات کے طالب ہوئے کہ ہماری بستی میں تشریف لے چلیئے۔ فرمایا وقت بہت تنگ ہے میں خواجہ عزیز الحسن صاحب سے وعدہ کر چکا ہوں کہ اُن کے ساتھ ایک مقام پر ریاست بھرت پور میں جاؤں اور اُن کو لکھا جس کا دل چاہے کہ مجھ کو منگل کے روز الہ آباد میں ملیں آج اتوار ہے مجھ کو پرسوں الہ آباد پہنچنا ضرور ہے بیچ میں سرائے میر اور فتحپور کا بھی وعدہ ہو چکا ہے اب اتنا وقت کسی طرح نہیں ہے کہ اور کہیں جا سکوں۔ فتحپور کیلئے بھی مشکل دو گھنٹے ملے ہیں اور مقامات پر جانیکی ایک صورت یہ ہو سکتی ہے کہ اس وقت تو میں الہ آباد چلا جاؤں اور خواجہ صاحب سے مشورہ کروں وہ وہاں ملیں گے اگر وہ اپنے ساتھ لیجانا ملتوی کر دیں تو الہ آباد سے پھر لوٹ آؤں گو مجھ کو اس میں تکلیف ہوگی مگر خیر میں اسکو گوارا کروں گا بدنظمی نہ ہونی چاہئے لیکن اسکے لئے بھی کئی شرطیں ہیں۔ ایک یہ کہ میں حتمی وعدہ نہیں کرتا کہ میں لوٹ آؤں گا۔ خواجہ صاحب سے مشورہ کے بعد

[1] یہ ایک موضع ہے ضلع اعظم گڈھ میں۔

جو کچھ طے ہوگا اُس پر عمل ہوگا دوسرے یہ کہ میں خواجہ صاحب پر زور نہیں دوں گا کہ وہ اپنے ساتھ نہ لیجائیں۔ اس واسطے مناسب ہے کہ جس جس کو مجھے اپنے یہاں لیجانا ہو وہ سب اپنا اپنا ایک ایک وکیل جو اُن کے نزدیک معتمد علیہ ہو میری ہمراہ بھیجدیں وہ وکلا وہاں خواجہ صاحب سے کہیں اگر خواجہ صاحب نے منظور کرلیا تو میں ان وکلا کے ساتھ واپس آجاؤنگا اور اسمیں بھی شرط یہ ہے کہ معتد بہ تعداد مقامات کی ہوجاوے ایک دو جگہ کیلئے اتنے لمبے سفر کو دہرانا نہیں ہوسکتا اس وقت لوگ مقامات کے نام لکھوادیں اگر تعداد معتد بہ ہو گئی تو خیر یہ طول گوارا کیا جاویگا۔ لوگوں نے کہا خواجہ صاحب کو تار دیدیں فرمایا تار کے قصے بہت دیکھے ہیں مشورہ طلب باتوں میں تار سے کچھ کام نہیں چلتا کیونکہ اتنا مضمون تار میں کیسے جاسکتا ہے آپ لوگ آپس میں مشورہ کرکے وکلا منتخب کرلیں اور میرے پاس لے آویں اگر پانچ مقام بھی ہوگئے تو میں چلا آؤں گا چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد چار جگہ کے آدمیوں نے آمادگی ظاہر کی وہ چار جگہ یہ ہیں ہلی پور۔ پورہ معروف۔ مبارک پور بہادر گنج ان سب نے پوری آمادگی ظاہر کی لیکن جب مؤ سے روانہ ہوئے تو اسٹیشن پر انبوہ میں کچھ پتہ نہ چلا کہ کس کس کے وکیل ساتھ ہیں جب ریل میں بیٹھ گئے اور روانہ ہوگئے تو فرمایا جو جو لوگ بلانا چاہتے تھے اُنہوں نے اپنے اپنے وکیلوں کے بھیجنے کا کیا انتظام کیا۔ خدام نے عرض کیا ہم کو نہیں معلوم ظاہرا تو لوگ سست ہوگئے اسوجہ سے کہ انکو پوری امید نہیں رہی فرمایا میں جب کسی کا بلایا ہوا جاتا ہوں تو اُس کے آدمی کو ضرور ساتھ لے لیتا ہوں بس یہ کام ساتھ رہنے کا مشکل ہے صرف بلاوا دیدینا تو کچھ بات نہیں تمام راستہ کا بار سفر کا اور انتظامات کا مدعو کے سر رہتا ہے بلانیوالے کی صرف زبان ہلتی ہے اور بہت سے بہت یہ کہ روپیہ خرچ کردیا جب انتظام کا بار اپنے ذمہ پڑتا ہے تب معلوم ہوتا ہے کہ بلانا کیا چیز ہے انتظام کا کسے دارد۔ اس سے طلب کی بھی جانچ ہوجاتی ہے جو طالب ہوگا وہ سو بکھیڑے اپنے ذمے لیگا اور اس میں اپنی آسائش بھی ہے راستہ اور سفر کی ضروریات سے جیسا کہ داعی کا آدمی واقف ہوسکتا ہے ایسا مدعو نہیں ہوسکتا اسی سفر میں اگر بھائی اکبر علی کا آدمی گورکھپور سے ساتھ نہ ہوتا

تو ڈوری گھاٹ کے اسٹیشن پر کس قدر مصیبت کا سامنا ہوتا۔ کچھ تو ہیں ہم نے اور بھائی اکبر علی
نے کی تھیں کہ سواری وغیرہ کا انتظام پورا کر دیا تھا وہ سب رہ جاتا میں ایک جگہ بیل نہ
ملنے سے الٹ پلٹ ہو گئیں اگر وہ خدمتگار نہ ہوتا تو سردی میں اور اندھیرے میں اُن کو اُٹھانا
پڑتے۔ وہ واقف تھا اس نے اتنا تو کر لیا کہ دھرم شالہ میں جا ٹھیرا یا میں کہیں از خود جانے
سے بڑی عار رکھتا ہوں الا آنکہ بہت ہی مخلص اور خاص آدمی ہو کہ اُسکے یہاں جانے میں
کچھ تامل نہیں کرتا اُس سے شرطیں لگانیکو تکلف اور ایذا سمجھتا ہوں اور بلا خاص تعلق کے
کسی کے یہاں جانے میں میں بہت ہی شرطیں لگاتا ہوں اور پوری طرح دیکھ لیتا ہوں کہ وہ
دل سے بلاتا ہی یا نہیں اور اور بھی کوئی دینی یا دنیاوی مفسدہ تو اسپر مرتب نہیں پوری
طرح چھان بین کر کے جب جاتا ہوں حتی کہ بعض لوگ میری ان شرائط کو دیکھ کر یہ سمجھتے ہیں
کہ اسکے مزاج میں بہت خود کشی ہے مگر تعجب ہو گا اس پر بھی ایک مہربان نے اس کو
آوارہ گردی سمجھ کر اعتراض کیا۔ یہ ایک صاحب ہمارے مجمع کے مخالف ہیں بڑے نازنخرو
سے سفر کرتے ہیں ایک موقع پر کسی نے بلایا تو طعنہ کے طور پر کہا کہ ہم بٹواریوں کی طرح
مارے مارے نہیں پھرتے اور ایک دفعہ بعض اہل بدعت نے وہابیوں کی شناخت
یہ بھی چھاپی تھی کہ دور دور کی دعوتیں کھاتے ہیں کیا مشکل ہے ایک طرف تو وہ اعتراض
کہ یہ اپنے آپ کو کھینچتے ہیں اور ایک طرف یہ کہ بٹواری بنا دیا اگر معترضین کے کہنے کا خیال
کیا جاوے تو زندگی محال ہے اس واسطے آدمی کو چاہیئے کہ اپنا معاملہ حق تعالے کے ساتھ
صاف رکھے اور دنیا کو بکنے دے کوئی کچھ کہا کرے احقر نے عرض کیا تعجب ہی کہ مخالفین یہ
اعتراض کرتے ہیں کہ ہم لوگ دعوتیں کھاتے پھرتے ہیں وہ خود تو بہت زیادہ دعوتیں کھاتے
ہیں اور تکلف کی دعوتیں چاہتے ہیں۔ منہ سے مانگ مانگ کر لیتے ہیں جیسے مناظرہ رامپور
میں ہوا کہ قادیانی لوگ فرمائش کر کر کے بہت سا گھی اور شکر اور انڈا اور مرغی اور بکرے کا
گوشت اور کیا کیا روزانہ لیتے تھے اور سفر خرچ میں بھی نواب صاحب سے سینکڑوں ہی کی
رقم وصول کی بخلاف ہمارے مجمع کے کہ کبھی کوئی فرمائش نہیں کی اور بہت اصرار کی بھی تو
ماش کی دال کی اور سالن میں گھی کم کر دینے کی۔ فرمایا ہاں بہت جگہ دیکھا کہ یہ لوگ گدر پکڑ

سے وصول کرتے ہیں کسی کے پانچ انڈے روز مقرر ہیں اور کسی کے ناشتے میں حلوا اور پراٹھے مقرر ہیں کسی کا کچھ ... سے زیادہ مقرر ہے جو علاوہ سفر خرچ کے وصول کی جاتی ہے غرض ان سیاحین میں کوئی مجمع صلحاء کا نہیں دیکھا کہیں یہ نہیں دیکھا کہ دس پانچ آدمی ایسے ہوں جن کو صالح اور دیندار کہا جاسکے کوئی شاذ و نادر اور اکیلا دیندار ہو تو ہو اور ہمارے یہاں بحمد اللہ اتنے دیندار موجود ہیں کہ مجمع کے مجمع ہو سکتے ہیں ہر مجمع میں ممکن ہے کہ دس پانچ آدمی ایسے دکھائے جاسکیں جن کا صالح ہونا مسلم ہو۔ اکثر غیر مقلد لوگ اپنا نام اہل حدیث رکھتے ہیں۔ لیکن حدیث سے ان کو مس بھی نہیں ہوتا صرف الفاظ پر رہتے ہیں اور حدیث میں جو بات سمجھنے کی ہے جس کی نسبت وارد ہے من یرد اللہ بہ خیرا یفقہہ فی الدین وہ اور چیز ہے اگر وہ صرف الفاظ کا سمجھنا ہوتا تو کفار بھی تو الفاظ سمجھتے تھے وہ بھی فقیہ ہوتے اور اہل خیر ہوتے تفقہ فی الدین یہ ہے کہ الفاظ کے ساتھ دین کی حقیقت کی پوری معرفت ہو سو ایسے لوگ حنفیہ میں بکثرت ہیں۔ حضرت حاجی صاحب ایک شیخ تھے عالم ظاہری پورے نہ تھے مگر تحقیق کی شان یہ تھی کہ ایک دفعہ بھوپال کے ایک غیر مقلد حضرت سے بیعت ہوئے جس کا قصہ یہ ہوا تھا کہ اول ایک صاحب جو بھوپال سے حج کرنے آئے تھے حضرت سے بیعت ہوئے اُن کے ساتھ ایک دوسرے شخص بھوپال کے تھے جو سخت غیر مقلد تھے اور اُن پہلے صاحب کو بھی وہ غیر مقلد سمجھتے تھے ان بھوپالی غیر مقلد صاحب نے اس سے سمجھا کہ حضرت غیر مقلد کو بھی بیعت کر لیتے ہیں اُنھوں نے اُن صاحب کی معرفت حضرت حاجی صاحب سے دریافت کرایا کہ میں بھی بیعت ہونا چاہتا ہوں مگر غیر مقلد ہی رہوں گا حضرت نے اس شرط کو منظور فرمالیا پھر وہ خود حاضر ہوئے اور تصریحاً پوچھا فرمایا ہاں کچھ حرج نہیں بس بیعت کر لیا لیکن بیعت ہونا تھا خدا جانے کیا اثر ہوا کہ اسکے بعد اول ہی وقت نماز میں نہ آمین کہی نہ رفع یدین کیا۔ حضرت کو خبر ہوئی تو حضرت چونک اُٹھے اور بلا کر اُن سے پوچھا کہ اگر آپ کی تحقیق اور رائے بدل گئی تب تو خیر اور اگر میری خاطر سے ایسا کیا تو میں ترک سنت کا وبال اپنے اوپر نہیں لیتا۔ دیکھئے تحقیق کی شان یہ تھی اور سنت سے

اہل حدیث اور غیر مقلدین میں علمی بات نہیں

اہل حدیث کو حدیث سے مس بھی نہیں

صرف الفاظ سمجھنے سے فقیہ ہو جاتے تو کفار بھی فقیہ ہوتے

حضرت حاجی صاحب کو علم و تفقہ

ہمارے حضرات کو اور خصوصاً حضرت حاجی صاحب کو سنت کے ساتھ غایت درجہ کا تعشق تھا پھر ایسے لوگوں کو متعصب کہا جائے تو کس قدر ظلم ہے ہاں متصلب ہیں متعصب نہیں۔ تصلب اور چیز ہے اور تعصب اور چیز متصلب فی الدین اُس شخص کو کہتے ہیں جو دین میں پختہ ہو اور متعصب ناحق ہٹ کرنے والیکو کہتے ہیں۔ علیگڑھ کالج کے بعض طلبہ نے مجھ سے کہا کہ علماء متعصب ہیں میں نے کہا میں ایک مثال دیتا ہوں اور آپ ہی پر فیصلہ رکھتا ہوں اُس سے بخوبی واضح ہو جاویگا کہ علماء متعصب ہیں یا نہیں وہ مثال یہ ہے کہ ایک شریف اور معزز آدمی کو یوں کہا جاوے کہ سُنا ہے تمہاری ماں اوّل رنڈی تھی پھر نکاح کر لیا اسکے بعد تم پیدا ہوئے کیا یہ بات صحیح ہے سو اول تو اس میں عیب کیا ہی کہ ایک عورت رنڈی تھی اُس نے توبہ کر لی اور نکاح کر لیا اسکے بعد جو اولاد ہوگی وہ تو حلال کی ہوگی اس سے اُس شخص کے نسب میں کچھ طعن نہیں ہوتا دوسرے اس سے قطع نظر اگر یہ بات واقعی ہو تب تو ایک واقعی بات کے تحقیق کرنے میں کچھ بھی حرج نہیں اب میں پوچھتا ہوں آپ سے کہ میں فرضی صورت کو چھوڑ کر یہی صورت اختیار کرتا ہوں کہ یہ بات واقعی ہو اور ایک مجمع میں بیان کی جائے تو کیا وہ شخص ٹھنڈے دل سے اس واقعہ کو سُنکر جواب دیگا یا جوش کے مارے آپے میں نہ رہیگا بلکہ اگر اس پر جوش نہو تو آپ کے نزدیک داخل بےغیرتی ہوگا یا نہیں اور اگر آپ انکار کریں تو ہم امتحان کر کے دکھادیں تبلائیے کہ اسکو جوش کیوں ہوگا اور یہ جوش کا ہونا آپ کے نزدیک بجا کیوں ہے اور جوش کا نہونا بےغیرتی کیوں ہے۔ اگر وہ شخص واقعی بات کہتا ہی تب تو سچی بات پر غیظ آنا کیا معنے اور اگر جھوٹی بات کہتا ہے تب بھی جوش کے کچھ معنے نہیں خدا کا شکر کرنا چاہیئے کہ اُسکی ماں میں یہ عیب نہیں اور اُس کہنے والیکو نرمی سے اور دلسوزی سے اور جن الفاظ کو وہ پسند کرے اُن الفاظ سے سمجھا دینا چاہیئے کہ بھائی یہ بات غلط ہے اور اگر نہ مانے تو اُس کے حال پر چھوڑ دینا چاہیئے اور اُس سے کچھ تعرض نہ کرنا چاہیئے تو اسپر جوش ہونے کی وجہ یہی ہے کہ اپنی ماں کی عزت ہر شخص کے دلمیں ہوتی ہے اُسکی نسبت کوئی بُرا لفظ سُننا قطع نظر واقعیت اور غیر واقعیت کے گوارا نہیں ہوتا بس ہم کہ ہماری نظر میں دین کی عزت

ف تصلب اور تعصب میں فرق

ف علیگڑھ کا قصہ تصلب اور تعصب کیلئے ایک مثال

ف علماء دین کی محبت ماں باپ سے زیادہ ہے

مال سے زیادہ ہو کوئی ناشائستہ لفظ دین کی نسبت سُننا گوارا نہیں ہوتا اور فوراً جوش آہی جاتا ہو اور جوش نہ آنیکو ہم بے غیرتی سمجھتے ہیں۔ سوال کی طرح سوال کرو تب دیکھو ہم ناراض ہوتے ہیں یا نہیں خود ہماری کتابوں ہی میں اللہ و رسول کی نسبت ایسے سوال لکھے ہوئے ہیں جن سے توحید اور رسالت اُڑی جاتی ہے اور علماء نے اُن کے جواب نہایت متانت سے دیے ہیں غیض و غضب کا کچھ کام نہیں اُن سوالوں میں تحقیق مدنظر ہو اور آپ لوگوں کو تحقیق مدنظر نہیں صرف استہزا بالدین اور چھیڑ چھاڑ منظور ہے سو اس کو تو ہم کبھی نہیں سن سکتے۔ یہ جواب ہے تمہارے سوال کا اور اگر اسکو بھی تعصب ہی کہتے ہو تو دوسری بات لیجئے آپ ایسے متعصبین سے تحقیق ہی نہ کیجئے ایسے جوش کے حضرات پرانے علماء ہیں۔ جنھوں نے کبھی ایسی بد دینی کی باتیں نہ سُنی تھیں آپ ہم سے پوچھئے ہم ایسے غیرت دار نہیں وجہ یہ کہ ہم تمہاری صحبت میں اور بار بار سُننے سے بے غیرت ہو گئے ہیں۔ ہم سے بے تکلف پوچھئے جو کچھ پوچھنا ہو۔ جن صاحب نے یہ کہا تھا کہ علماء میں تعصب ہے اُن پر تو ایسا اثر ہوا کہ وہ فوراً میرے موافق بن گئے اور طالب علموں کو بھی سُنا کہ آپس میں کہتے تھے جس کو جواب لینا ہو یہاں آجاؤ مگر کسی کو یہ توفیق نہوئی کہ سوالات کرتے۔ بلکہ اُن سے یہ بھی کہا گیا تھا کہ اپنے شبہات آزادی کیساتھ لکھ کر بھیجدو یہ بھی کسی سے نہوا ان لوگوں کی بائیں ہی بائیں ہیں دوسرے کے سر الزام رکھکر خود کام سے بچنا چاہتے ہیں غرض علماء سے بدگمانی دور ہی دور سے ہے ہمارے علماء تو ایسے کریم النفس اور شفیق ہیں کہ اُن سے نفرت ہو ہی نہیں سکتی لیکن تصلب کیسے چھوڑ دیں نرمی اور چیز ہے اور مداہنت اور چیز ہمارے علماء نرم تو بہت ہی زیادہ ہیں ہمارے علماء کی کوئی تحریر دل آزار نہیں دکھائی جا سکتی ہاں جواب ایسا ہوتا ہے کہ اُس کا جواب نہ آسکے تحقیق کی شان یہ ہے لیکن کہیں کوئی کلمہ بیہودہ نہوگا بات کا جواب پورا دینگے کسی کی رو رعایت نہ کرینگے اُن سے مداہنت نہیں ہو سکتی یہ طریقہ اُن کو پسند نہیں کہ گنگا پر گئے تو گنگا داس اور جمنا پر گئے تو جمنا داس۔ آجکل لوگوں نے یہ شعر یاد کرلیا ہے ؎

حافظا گر وصل خواہی صلح کن با خاص و عام ‏ با مسلماں اللہ اللہ با برہمن رام رام

یہ حافظ کا شعر کہا جاتا ہے مگر یہ حافظ شیرازی کا نہیں ہے کوئی آنکھوں کا حافظ ہوگا۔ وہ تو ہندوستان آئے بھی نہ تھے رام رام کیا جانیں ہمارے ان علماء سے جب کوئی ملتا ہے تو پھر کبھی نہیں کہتا کہ متشدد ہیں ہاں مخالفین کے علماء متشدد بھی ہیں اور ان کا علم بھی بہت ہی ناتمام ہے ایک غیر مقلد مجھ سے کہنے لگے کہ ہمارے علماء سوائے آمین اور رفع یدین کے کچھ نہیں جانتے اسی واسطے ہم معاملات کے مسائل آپ سے پوچھا کرتے ہیں حالانکہ یہ شخص بہت ہی سخت ہیں انکے دوسرے بھائی بھی غیر مقلد ہیں مگر وہ نرم ہیں وہ کہنے لگے ہمارا یہی دعویٰ غلط ہے کہ ہم غیر مقلد ہیں ہم تو نہ عالم ہیں نہ محدث جبتک حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ زندہ تھے اُن سے پوچھتے تھے اب آپ سے پوچھتے ہیں اور فرمایا ہم ایک دفعہ گڑھی گئے (یہ ایک قصبہ ہے ضلع مظفرنگر میں) وہاں کے رئیس نے کسی تقریب میں مجمع کیا تھا اور یہ دونوں بھائی بھی آئے ہوئے تھے وہاں انہوں نے آمین پکار کر نہیں کہی مجھے اسکی قدر ہوئی مولانا شیخ محمد کے زمانہ میں ایک دفعہ کیرانہ کے ایک آدمی جمعہ میں آئے ہوئے تھے انہوں نے مولانا کے پیچھے آمین کہی تمام جامع مسجد میں کھلبلی مچ گئی کسی نے کہا نکالدو کسی نے کہا مارو۔ مولانا نے سب لوگوں کو ساکت کیا اور کہا کوئی ایسی بات نہیں ہوئی جو اس قدر غل مچاتے ہو پھر اُن صاحب کو بلا کر پوچھا جنہوں نے آمین بالجہر کہی تھی کہ جن لوگوں نے آمین زور سے نہیں کی اُن کی نماز تمہارے نزدیک ہوئی یا نہیں۔ جواب دیا نماز تو ہوگئی فرمایا پھر کیوں اتنے مجمع کو پریشان کیا۔ تمہارے نزدیک جب آمین بالجہر نہ کہنے سے بھی نماز صحیح تو مجمع کو پریشان کرنا کیا ضرورت تھا۔ فرمایا حضرت والا نے ہم لوگوں کا بھی یہی مسلک ہے ہم آمین بالجہر کے ایسے مخالف نہیں کہ اسکے واسطے فوجداریاں کی جائیں قنوج کی جامع مسجد میں ایک دفعہ میرے وعظ کی خبر سن کر غیر مقلدین جمعہ میں شریک ہوئے اور آمین بھی بلند سے کہی جب کسی نے کچھ نہ کہا تو دوسری رکعت میں تھوڑے والوں نے کہی دیکھئے نرمی کا یہ اثر ہوتا ہے بعد نماز میں نے وعظ کہا اور بدعات رسوم کا بیان

حافظا گر وصل خواہی الخ

ایک غیر مقلد کا قصہ

حکایت

حکایت آمین بالجہر

قنوج کا قصہ

غیر مقلدین نے کہا آج معلوم ہوا کہ ہم بھی بدعات میں مبتلا ہیں آیت یہ تھی قل لازواجک ان کنتن تردن الحیوۃ الدنیا وزینتھا فتعالین امتعکن واسرحکن سراحاً جمیلا جس میں مَیں نے بیان کیا کہ قرآن شریف کے الفاظ تو بتلاتے ہیں کہ بیبیوں سے کہدینا چاہیئے کہ اگر تم دین کی پابندی نہ کرو گی تو تم کو طلاق دیدیں گے چند غیر مقلد گھر گئے اور بیبیوں سے کہا کہ آج ہم وعظ سُن آئے ہیں کہ رسوم ناجائز ہیں تم توبہ کرو ورنہ ہم طلاق دیدیا کریں گے یہ اُن کی محبت تھی دیکھئے ہم لوگوں نے آمین کے باب میں سختی نہیں کی ہمارے علماء میں تشدد ہی نہیں قنوج ہی میں مجھ سے ایک شخص نے مولود شریف پڑھنے کی درخواست کی میں نے کہا مجھے پڑھنے سے تو انکار نہیں ہے مگر میرا پڑھنا آپ کو پسند نہ آئیگا وہ بولے جس طرح سے پڑھو گے ہم کو پسند ہے میں نے وعدہ کر لیا وہاں ایک غیر مقلد بیٹھے تھے صاحب فرمایش نے اُن سے کہا تم بھی آنا جنکے مکان پر میں ٹھیرا ہوا تھا اُنھوں نے کہا لاحول ولا قوۃ الا باللہ میں نے کہا لاحول کا ہے پر پڑھی آپ کو کیا معلوم ہے کہ میں کیسے پڑھوں گا آپ آویں اور مجلس کے کنارہ پر بیٹھیں اور کوئی بدعت ہو فوراً اُٹھ جاویں چنانچہ بعد عصر بیان ہوا اور میں نے بطور وعظ بیان کیا وہ صاحب علیحدہ بیٹھے رہے میں نے اس آیت کا بیان کیا الٓرٰ کتٰب انزلناہ الیک لتخرج الناس من الظلمات الی النور الآیۃ مغرب تک بیان ہوا وہ برابر بیٹھے رہے اور بعد میں کہا ایسے مولود شریف سے کیا انکار ہے وہی غیر مقلد یہ بھی کہنے لگے کہ ہم اپنے آپ کو عامل بالحدیث کہتے ہیں مگر ہمارا عمل بالحدیث صرف آمین بالجہر اور رفع یدین تک محدود ہے اور دیگر امور میں یہ حالت ہے کہ میں عطر میں تیل ملا کر بیچتا ہوں کبھی وسوسہ بھی نہیں گذرا کہ یہ حدیث کے خلاف ہے فرمایا حضرت والا نے یہ حالت ہے ان لوگوں کی جو حدیث حدیث کہتے پھرتے ہیں خود ایک غیر مقلد کہتے تھے کہ ہم میں متقی کم ہیں اور حنفیہ میں خشیت اتقا زہد وغیرہ والے کثرت سے ہیں۔ محمد آباد کے اسٹیشن پر چار پانچ آدمی ملنے کو آئے اور بہت خلوص سے ملے فرمایا اس نواح میں دو چار دن رہنا ہوتا ہے تو سرور ہوتا ہے یہاں کے لوگ بڑے مخلص ہیں جانبین سے محبت ہو تو عجیب نعمت ہے یہ حب فی اللہ ہے۔ یہی کچھ جیز ہے

قنوج میں حضرت کا مولود شریف پڑھنا

حنفیہ میں اتقاء ہے

اور جو محبت کسی غرض سے ہوتی ہے وہ لاشئے اور محض دھوکہ ہے امام شافعی صاحب کا قول ہے کہ جنت کی تمنا یہ خبر سن کر ہوگئی ہے کہ وہاں احباب سے ملاقات ہوگی پہلے صوفی اور فقیہ اب لوگوں نے تصوف اور فقہ دونوں کے معنے بدل دیے ہیں اور دونوں کو متنافیین قرار دیا ہے حالانکہ ان میں منافی نہیں کیونکہ تصوف کے معنی ہیں تعمیر الظاہر والباطن ظاہر کی تعمیر اعمال سے اور باطن کی اخلاق سے اور فقہ کی امام صاحب نے تعریف کی ہے معرفۃ النفس مالہا وما علیہا یہ عام ہے اعمال ظاہری و باطنی سب کو تو تصوف اور فقہ میں منافات کہاں ہے پہلے لوگ فقہ اور تصوف کے جامع ہوتے تھے یہ بلا آجکل ہی پھیلی ہے کہ دونوں کو علیحدہ سمجھ کر دونوں کو خراب کیا حالانکہ ان دونوں کا ساتھ ہے شاہ ولی اللہ صاحب نے لکھا ہے کہ صحبت کیلئے اُس شخص کو اختیار کرو جو محدث بھی ہو اور فقیہ بھی صوفی بھی اعتدال اسی سے ہوتا ہے یہ قول ان کا قول جمیل میں ہے شاہ عبد العزیز صاحب کا خاندان ماشاء اللہ ان اوصاف کا جامع ہے جن میں مولانا اسمعیل صاحب بھی ہیں بعض لوگ مولانا کو غیر مقلد سمجھتے ہیں حالانکہ یہ بالکل غلط ہے میرے ایک اُستاد بیان فرماتے تھے کہ وہ سید صاحب کے قافلہ کے ایک شخص سے ملے ہیں اُن سے پوچھا تھا کہ مولانا غیر مقلد تھے اُنہوں نے کہا یہ تو ہم کو معلوم نہیں لیکن سید صاحب کے تمام قافلہ میں یہ مشہور تھا کہ غیر مقلد چھوٹے رافضی ہوتے ہیں اس سے سمجھ لو کہ اُس قافلہ میں کوئی غیر مقلد ہو سکتا ہے۔ ایک حکایت اور فرمائی سند یاد نہیں کسی نے مولانا سے مسئلہ پوچھا فرمایا کہ امام صاحب کے نزدیک یوں ہے اُس نے کہا آپ اپنی تحقیق فرمائیے فرمایا میں کیا کہتا ہوں امام صاحب کے سامنے مولانا کے غیر مقلد مشہور ہونے کی وجہ یہ ہوئی کہ مولانا نے بعض جاہل غالی مقلدین کے مقابلہ میں بعض مسائل خاص عنوان سے تعبیر کرائے اور ایک بار اُن کے مقابلہ میں آمین زور سے کہدی کیونکہ غلو اُس وقت ایسا تھا کہ میں نے ایک کتاب میں دیکھا ہے کہ ایک شخص نے زور سے آمین کہدی تھی تو اُسکو مسجد کے اونچے فرش پر سے گرا دیا تھا مولانا کو اس پر بہت جوش ہوا اُسی کتاب میں ہے کہ آپ نے تین مرتبہ آمین کہی شاہ عبد العزیز صاحب سے لوگوں نے یہ واقعہ بیان کیا اور کہا ان کو

ف تصوف اور فقہ متنافی نہیں

ف تصوف کی حقیقت

ف صحبت کیلئے کس کو تلاش کرنا چاہیئے

ف مولانا اسمعیل صاحب غیر مقلد نہ تھے

ف مولانا اسمعیل صاحب کی بابت ایک حکایت

سمجھائیے فرمایا وہ خود عالم ہیں اور تیز ہیں کہنے سے ضد بڑھ جاویگی خاموش رہو مولانا نے
ایک رسالہ بھی رفع یدین کے اثبات میں لکھا ہے لیکن غیر مقلد ہرگز نہ تھے۔ ایک حکایت
مولوی فخر الحسن صاحب بیان کرتے تھے اُس سے بھی مولانا کے حنفی ہونیکی تائید ہوتی ہے
وہ یہ ہے کہ مولانا کے ایک بیٹے محمد عمر نام مجذوب تھے اور بہت بھولے لیکن بہت ذہین
چنانچہ ایک شخص اُن کے سامنے کنز لیگیا کہ اس کا سبق پڑھائیے کہا میں نے یہ کتاب
کبھی دیکھی نہیں مگر جب وہ طالب علم پڑھنے بیٹھا تو بہت اچھی طرح سے پڑھا دی حتی کہ
تھوڑا پڑھ کر اُس نے کتاب بند کی تو کہا بھائی دس ورق تو پڑھ اور بھولے ایسے تھے کہ
ایک بار مولوی محبوب علی صاحب کے وعظ میں پہنچے مجمع بہت تھا مگر واعظ صاحب کی آواز
پست تھی ان کو آواز نہ آئی تو گھر لوٹ گئے اور کہا کہ دعا کرینگے کہ اس واعظ کی آواز بڑھ
جاوے اور دعا مانگی پھر فوراً آدمی بھیجا دیکھنے کیلئے کہ بتلاؤ آواز کچھ بڑھی یا نہیں۔ سو یہ
صاحبزادے ایک دفعہ جامع مسجد کے حوض کے پاس کو گذرے وہاں غیر مقلدین
میں مذاکرہ حدیث ہو رہا تھا یہ بھی بیٹھ گئے ہمراہیوں نے عرض کیا کہ حضرت یہ لوگ
غیر مقلد ہیں فرمایا بلا سے حدیث رسول کا تو بیان ہو رہا ہے۔ بیان کرنے والے نے
ایک مقام میں امام صاحب پر کچھ طعن کیا انھوں نے ایک دھول رسید کی اور کہا
چلو یہاں سے بے ایمان ہیں ان کی وجاہت بہت تھی کوئی بول نہ سکا سو اس قصہ سے
معلوم ہوتا ہے کہ مولینا غیر مقلد نہ تھے اگر غیر مقلد ہوتے تو اُن کا بیٹا ایسا کیوں ہوتا
واللہ اعلم جیسے ہمارے مجمع کو بھی تو بعض لوگ غیر مقلد کہتے ہیں اور غیر مقلد ہم کو مشرک کہتے
ہیں بات یہ ہے کہ ہمارے مجمع میں بعض مقلدین کیطرح تقلید جامد نہیں حتی کہ اگر امام صاحب
کی دلیل سوائے قیاس کے کچھ نہ ہو اور حدیث معارض موجود ہو تو قول امام کو چھوڑ دیا
جاتا ہے جیسے ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام میں ہوا ہے کہ امام صاحب نے قدر غیر مسکر کو
جائز کہا ہے اور حدیث میں اس کے خلاف کی تصریح موجود ہے یہاں امام صاحب کے
قول کو چھوڑ دیتے ہیں مگر اسکے لئے بڑے تبحر کی ضرورت ہے کسی مسئلہ کی نسبت
یہ کہنا بڑی مشکل ہے کہ اس میں دلیل سوائے قیاس کے کچھ نہیں ہے اس واسطے

مولانا اسمٰعیل صاحب کے ایک صاحبزادہ کی حکایت

ہمارے مجمع میں تقلید جامد نہیں

کہ کہیں احتجاج بعبارت النص ہوتا ہے اور کہیں باشارۃ النص اور یہ سب احتجاج بالحدیث ہے البتہ ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام کے خلاف واقعی کوئی دلیل سوائے قیاس کے نہیں ہے یہ ہے آثار صحابہ سو وہ حدیث کے مقابل نہیں ہوسکتے فرمایا ایک صاحب کہتے تھے کہ غیر مقلدین جو عمل بالحدیث کا دعویٰ کرتے ہیں اس سے کیا مراد ہے بعض احادیث مراد ہیں یا کل اگر بعض مراد ہیں تو ہم بھی عامل بالحدیث ہیں اور اگر کل مراد ہیں تو وہ بھی عامل بالحدیث نہیں کیونکہ تعارض کیوقت دو حدیثوں میں سے ایک کو ضرور ہی چھوڑنا پڑتا ہی فرمایا جو لوگ اہل حق کو سب وشتم کرتے ہیں اُن کے چہرہ پر نور ہم نہیں پایا جاتا بلکہ خالص کفار اتنے ممسوخ نہیں پائے جاتے جتنے یہ لوگ ہیں اس کی وجہ میں نے بطور لطیفہ کے کہا تھا کہ کفر فعل باطن ہے اُس کا اثر چھپا ہوا رہتا ہے اور سب وشتم فعل ظاہر ہے اس کا اثر نمایاں ہو جاتا ہے۔ انگریزی خوانوں پر ایمان نہ سہی مگر نشان تو ہوتی ہے ان میں وہ بھی نہیں خدا بچاوے۔ شعر

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد — میلش اندر طعنۂ پاکاں برد

دیگر

چوں خدا خواہد کہ پوشد عیب کس — کم زند در عیب معیوباں نفس

[illegible] بلکہ تعارض

سب وشتم والوں کے چہروں پر نور ایمان نہ ہونے کی وجہ

تبیض ختم ٨۔ ربیع الثانی ١٣٣٥ھ بمقام میرٹھ

یہ تقریر سب ریل میں ہوئی مابین اسٹیشن مئو و اعظم گڈھ۔

ادب الترک

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً و مصلیاً

تقریر حضرت مولٰنا اشرف علی صاحب مد ظلہ مسمّٰی بہ ادب الترک

یہ تقریر بھی منجملہ اُن تقریروں کے ہے جو سفر گورکھپور میں ہوئیں یہ تقریر ریل میں مابین میرٹھ و دیوبند ہوئی۔ تاریخ ۵۔ ربیع الاوّل ۱۳۳۵ھ روز دوشنبہ۔ یکم جنوری ۱۹۱۷ء قبل دوپہر حاضرین احقر اور میر معصوم علی صاحب اور خواجہ عزیز الحسن صاحب اور حاجی وجیہ الدین صاحب سوداگر صدر میرٹھ مقدار وقت یاد نہیں غالباً آدھا گھنٹہ۔

ترک تعلقات بالکلیہ مناسب نہیں

خواجہ صاحب نے پوچھا کہ میرا جی چاہتا ہے توکل کروں اور سب تعلقات چھوڑ کر اللہ اللہ کروں ہنس کر فرمایا جلدی نہ کیجئے جب سب اولاد کی شادی بیاہ ہو چکیں اور آمد بھی بند ہو جاوے اُس وقت مناسب ہے اور تعلقات والیکو ترک اسباب کرنا مشکل ہے ہفتہ میں دو ہفتہ میں اللہ اللہ کرنے سے جی اُکتا جاتا ہے یہ مباحات ہی کی برکت ہے کہ اشغال مختلف ہونے سے نشاط بحال ہو جاتا ہے میں اپنا تجربہ عرض کرتا ہوں کہ دیکھنے کی بات تو ہے نہیں مگر اسوقت سب اپنے ہی ہیں۔ میں نے بھی ایکدفعہ ترک تعلقات کیا تھا نتیجہ یہ ہوا کہ وساوس میں مبتلا ہو گیا کیونکہ حق تعالیٰ مرئی تو ہے نہیں محض خیال سے دفعۃً پر ہونا قلب کا مشکل ہے اور تعلقات سے قلب خالی کیا گیا اور پُر ہوا نہیں خالی قلب میں شیطان کو دخل کا موقع ملگیا اور وساوس پیدا ہوئے سمجھ میں آیا کہ یہ ٹھیک نہیں ذکر شغل طاعت میں مشغول رہے اور مباحات کو بھی بالکلیہ نہ چھوڑے سفر کرنا چلنا پھرنا احباب سے ملنا خط و کتابت یہ سب اشغال تھوڑے تھوڑے رکھے یہی حکمت ہے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی ادعیہ مختلفہ کی تعلیم فرماتے ہیں چلنے کی اور اُٹھنے کی اور سوار ہونے کی اور جاگنے کی اور کھانے کی اور پینے کی کہ ایک شغل سے طبیعت اُکتا جاتی ہے البتہ اگر مغلوب العشق ترک کرے تو مضائقہ نہیں مگر غلبہ عشق غیر اختیاری چیز ہے اپنے ارادہ سے حاصل نہیں کیا جا سکتا

ارادہ والیکے لئے یہی ترک ہی کہ انضباط اوقات کرے ایک وقت طاعت کیلئے ہو تو ایک وقت مباحات کیلئے بھی ہو وقت کو ضائع نہ کرے۔ غیر مفید یا مضر کام میں صرف نہ کرے

انضباط اوقات بھی ترک ہی ہے

ایک ڈپٹی کلکٹر منشی صاحب ایک بزرگ سے بیعت ہوئے اور ترک تعلقات کر دیا ملنا سفر کرنا خط کتابت سب چھوڑ دیا ضربیں ایسی لگاتے کہ محلہ بھر تنگ آ گیا سب کہتے تھے کہ یہ مر جاوے تو اچھا ہو اُن کے دماغ میں یبوست مفرط ہو گئی اور کوئی کیفیت اور مزہ بھی ذکر کا حاصل نہ ہوا پیر صاحب کو لکھا جواب ندارد مجھے لکھا میں نے جواب دیا کہ تفصیلی مشورہ تو بعد میں دونگا فوری علاج یہ ہے کہ جن اشغال میں آپ رہتے ہیں سب ایکدم چھوڑ دیجئے لوگوں سے ملئے ہوا کھایا کیجئے دیکھئے تفریح ہوا خوری کیجئے اوّل یہی ان میں سب پریشانی جاتی ہے پھر مفصل مشورہ دیا گیا کہ بالکلیہ ترک مباحات نہ کیجئے تقلیل کر دیجئے اور بہتر یہ ہے کہ یہاں چند روز کیلئے چلے آیئے میں آپکے حالات دیکھ کر انضباط اوقات کی صورتیں بتادوں گا چنانچہ وہ آئے میں نے بہت تھوڑا سا ذکر بتا دیا اور مختلف کاموں کیلئے اوقات مقرر کر دیئے بس شگفتہ ہو گئے پھر اہل محلہ دعا دیتے تھے کہ جس نے ان کی ضربیں چھوڑائی ہیں اُس کا خدا بھلا کرے اب اُن کو اپنا حال لکھنے کیلئے یہ الفاظ کافی ہوتے ہیں کہ الحمد للہ میری حالت اچھی ہے

ایک ڈپٹی صاحب کا قصہ

لوگوں کو مقصود کا ہی پتہ نہیں غیر مقصود کو مقصود سمجھ کر عمر بھر خبط میں مبتلا رہتے ہیں۔ مقصود کام کرنا ہے نہ ثمرات نہ حالات عرض کیا گیا سخت سخت مجاہدہ سے فائدہ تو بہت جلدی ہوتا ہوگا فرمایا اگر ایسا ہوتا تو اکھاڑہ کے پہلوان اور چکی پیسنے والی بڑے ولی ہوتے کیونکہ محنت سخت کرتے ہیں محنت قاعدہ کی زیادہ مفید ہوتی ہے ایک دفعہ ایک تالا بند ہو گیا تھا اُسپر لوگوں نے بہت زور لگائے مگر نہ کھلا میں نے کنجی سے آہستہ سے کھولا فوراً کھل گیا تالے کے ساتھ کشتی لڑنے سے کیا فائدہ تالا طریقہ سے کھلتا ہے ایسے ہی اصلاح کیلئے اور وصول الی اللہ کے لئے بھی طریقہ ہے اور وہ اتباع سنت ہے یہ ہمارے واسطے اس لئے مقرر ہوا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم طریقہ جانتے تھے ہمیں کوئی ضرورت غور و فکر و اختراع و ایجاد کی نہیں آنکھ میچ کر پیچھے چلے جاویں اب سنت کو دیکھئے حدیث میں آیا ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے کچھ آدمیوں کو خواب میں دیکھا کہ دریا کا

سخت مجاہدہ مفید نہیں

سفر کرتے رہتے ہیں۔ حدیث کا لفظ یہ ہے ملوک علی الاسرۃ بادشاہوں کی وضع سے تخت پر بیٹھے جارہے ہیں یہ بادشاہ ہی تھے جنہوں نے جہاد کیے حضور نے اُن کی فضیلت فرمائی اس سے معلوم ہوا کہ مال دین کے لئے مضر نہیں جبکہ اسکے ساتھ اتباع ہو حاصل یہ کہ مال قبیح لعینہ نہیں بلکہ مفاسد کی وجہ سے قبیح ہو جاتا ہے ہاں اگر کوئی شخص ایسا ہو جس کی طبیعت ہی ایسی ہو کہ اتباع اور مال دونوں جمع نہو سکیں تو اُسکو ترک مال ہی کا مشورہ دیا جائیگا خلاصہ یہ کہ بہت غلو ترک میں مناسب نہیں توسط اور اعتدال چاہیئے سب کو ترک اسباب کی تعلیم بھی نہ دینی چاہئے ہر شخص کی طبیعت اور حالت مختلف ہوتی ہے اس واسطے ترک کے درجات بھی مختلف بتانے چاہئیں۔ ساری دنیا اگر ایک سی ہو جاوے تو تارکین تو تارکین اسباب بھی پھر تارک نرہیں کیونکہ ضرورتیں اُن کی پوری نہوں اور مشغولی اختیار کرنی پڑے اُن کا اطمینان بھی ان ہی کے اطمینان کی وجہ سے ہے۔ ایک بزرگ کا قول ہے کہ شیطان ہر شخص کی موجودہ حالت کو بیوقعت بتاتا ہے اور اس سے اپنا کام خوب بناتا ہے اہل توکل سے تو کہتا ہے کہ اس حالت میں یہ خرابی ہے کہ اپنا بوجھ دوسروں پر ہے یہ نامردی ہے ؎

چو باز باش کہ صیدے کنی و لقمہ دہی　　طفیل خوارہ مشو چوں کلاغ بی پر و بال

اُن سے توکل چھوڑا کر اسباب میں گھسا دیتا ہے اور اہل تعلقات سے کہتا ہے تمہاری بھی کیا حالت ہے دن بھر تو توہیں میں رہتے ہو کوئی وقت بھی یاد خدا کا نہیں فلاں شخص کیسا تارک اسباب ہے تم کیا نہیں کر سکتے یہاں تک کہ اُن سے تعلقات کو چھوڑا کر ہی چھوڑتا ہے اور اُن میں اتنی ہمت ہوتی نہیں کہ ترک اسباب کے بعد مطمئن رہیں نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ پریشان ہو جاتے ہیں اور بعد چندے اس سے پشیمانی ہوتی ہے اور یہ ادھر کے رہتے ہیں نہ اُدھر کے لطف یہ ہے کہ اگر کوئی ترک اسباب کی ہمت کرے بھی تو اُس حالت پر بھی قیام نہیں رہنے دیتا اُسکو بھی پھر بے وقعت ثابت کرتا ہے یہ شیطان کا ایسا مکر ہے کہ ہر جگہ چل ہی جاتا ہے اور اس مکر کو پہچاننا آسان کام نہیں بہت ہی باریک نظر کی ضرورت ہے چاہیئے کہ اپنی طرف سے حالت کے بدلنے کی کوشش نکرے بلکہ اول کسی بڑے مبصر سے ضرور رائے لیلے اسی واسطے شیطان ایسے بزرگوں سے بہت گھبراتا ہے کیونکہ وہ اسکے مدت کے مکر

ذرا میں توڑ دیتے ہیں عرض کیا گیا کہ بلا ترک تعلقات اصلاح کیسے ہو فرمایا ترک ضروری بیشک ہے مگر ترک کی حقیقت تقلیل تعلقات ہی یعنی فضول تعلقات کو اور مضر تعلقات کو چھوڑ دینا نہ مطلقاً تارک بن جانا اسکے مبصر تو حضرت حاجی صاحب تھے تصوف بالکل مردہ ہو گیا تھا حضرت حاجی صاحب نے اسکو زندہ کیا اور حقائق بالکل محو ہو چکی تھیں ان کو تازہ کردیا تصوف رسم کا نام رہ گیا تھا۔ اوّل تو جعل سازیاں بہت اور سچے لوگوں میں بھی صرف ڈھچر رہ گیا تھا۔ حضرت نے اس کو بالکل زندہ کردیا حضرت کا الہامی طریقہ سب کے کام کا ہے حضرت کی مجلس میں بیٹھ کر ہر شخص کو حظ آتا اور امیدیں بڑھتی تھیں اور امنگیں پیدا ہوتی تھیں کہ ہم بھی کر سکتے ہیں۔

خواجہ صاحب نے کہا عمدہ ترکیب یہ سمجھ میں آتی ہے کہ تھوڑی جائداد خرید لے جو خرچ کیلئے کافی ہو بس پھر اللہ اللہ کیا کرے اس طرح ذکر بڑے اطمینان سے ہو سکتا ہے فرمایا جائداد سے بھی اطمینان نہیں ہو سکتا۔ اس میں بھی بکھیڑے ہیں اگر اسکی نگرانی نہ کرو اور دوسرے کے سپرد کردو تو تلف ہو جاتی ہے وہ بھی جب ہی باقی رہتی ہے جب خود اس میں کھپے رہو پھر اطمینان کہاں اور اصل بات یہ ہو کہ اپنی تجویز سے کچھ ہوتا نہیں حق تعالیٰ کی طرف سے جو پیش آوے اسپر راضی رہے اسمیں تائید بھی ہوتی ہے تجویز سے تفویض بہتر ہے ؎

گر گریزی بر امید راحتے ۔ زاں طرف ہم پیشت آید آفتے

اور فرمایا ہے ؎

چونکہ بر میخت بہ بندد بستہ باش ۔ چوں کشاید چابک و برجستہ باش

جو شیخ صاحب جائداد ہوتا ہی اس سے فیض کم ہوتا ہے نیز اسکی طرف کشش بھی کم ہوتی ہے کیونکہ اس میں شان مسکنت کی کم ہوتی ہے اپنی امتیازی شان سے اسکو طالبین کی طرف ایسا التفات ہونا مشکل ہے جیسے متوکل محض کو ہو کہ وہ اپنے کو مساکین کا ہمجنس دیکھتا ہے نیز لوگوں کے ذہن میں بھی یہ رہتا ہے کہ ہم کو وہ کیوں منھ لگائیں گے وہ بڑے آدمی ہیں اور امیر و مستغنی ہیں اس واسطے رجوع بھی کم کرینگے اور جو شیخ ہادیانہ

تجویز سے تفویض بہتر ہے

لینے والا ہوتا ہے اُس سے فیض بہت ہوتا ہے اور لوگوں کو اُس کی طرف کشش زیادہ ہوتی ہے کیونکہ ہدیہ میں خاصیت ہی تحابب کی لینے والیکو اور دینے والیکو دونوں کو ایک دوسرے کی طرف میلان ہوتا ہے۔ یہ حدیث میں بھی ہے اور تجربہ سے بھی ثابت ہے اور طالب اور مطلوب دونوں کو میلان ہونا ہی اصل ہے فیض کی گو ظاہر میں معلوم ہوتا ہی کہ ہدایا لینے والے شیخ میں حرص ہوگی اور اسوجہ سے بھی اُس سے فیض کم ہوگا لیکن یہ غلط ہی اس کو حرص نہیں کہتے حرص کے معنے ہیں شے ملنے کی صورت میں تلاش کرنا اور قلب کا اُس کی طرف کھنچنا یہ اگر پایا جاوے تو واقعی مرض ہے خلاصہ یہ کہ یوں تو ہدیہ لینے میں بھی کچھ خدشات ہیں مگر خیر ان کا علاج ہو سکتا ہے معاملہ فی ما بینہ و بین اللہ صاف رکھنا چاہیئے دوسروں کے شبہوں کو کہانتک مٹایا جاوے اور ان مفاسد سے بچنے کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ کسی کے سامنے ہدیہ نہ لے لیکن اسمیں بھی ایک مفسدہ ہے وہ یہ کہ بات چھپتی ہے نہیں معلوم ہو ہی جائیگا کہ یہ ہدایا لیتے ہیں پھر جبکہ کسی کو مقدار نہ معلوم ہوگی تو عام طور سے یہ خیال ہوگا کہ بہت ہدایا آتے ہونگے اور یہ بڑے آدمی ہیں پھر وہ ہی بات پیدا ہو جاویگی جو ریاست اور جائداد کے ہونے میں تھی اسی لئے میں دلیے کو چھپاتا نہیں اس واسطے کہ اصلی حالت ظاہر ہے چھپانے میں کسی کو تو یہ خیال ہوتا ہے کہ آمدنی بہت ہی اور یہ بڑے آدمی ہیں اور اُس میں وہ ہی خرابی ہے جو میں نے بیان کی اور کسی کو یہ خیال ہوتا ہے کہ یہ مطلق لیتے ہی نہیں ہیں اس خیال کے علم سے لینے والیکے دلمیں عُجب پیدا ہوتا ہے ان سب باتوں کے خیال رکھنے کی ضرورت ہی میں کچھ نہ کچھ سب پہلوؤں پر نظر رکھتا ہوں لیکن کچھ نہ کچھ مفسدہ مترتب ہو ہی جاتا ہے اور آنکھ تو ہر حال میں جھپکتی ہی ہے باوجود اتنی پُرانی مشق کے کہ مدت ہوگئی ہدایا ہی پر گذر ہے اسی سفر میں قنوج میں یہ واقعہ پیش آیا کہ ایک شخص نے جن سے کچھ تعلقات تھے گو مراسم نہ تھے دعا٘ دیے میں نے انکار کیا لیکن اُنھوں نے کسی طرح نہ مانا اور نہایت عاجزی کے ساتھ اصرار کیا اور دوسروں نے بھی سفارش کی مجھ کو روپے لینے پڑے اسکے بعد اُنھوں نے ایک سوال کیا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ ایک عیسائی کے پیشکردہ اعتراضوں کے جواب

ہدیہ کی محبت ضروری ہے جو دینا طبعی ہو تو حریص کہنا غلط ہے

معاملہ فیما بینہ و بین اللہ صاف رکھنا چاہئے

آمدنی کو نہ چھپانے کی مصلحت

قنوج کی ایک حکایت

لگئے تھے اور جواب بھی وہ جو اُس کے مذاق کے موافق ہوں میں نے اُن کو ناصحانہ فہمائیش کی کہ اسکی صحبت کو چھوڑ دیں اور اُس سے کہدیں کہ علماء سے تحقیق کرو مگر وہ یہی چاہتے تھے کہ اُسکے مذاق ہی کیموافق جواب مل جاوے گفتگو بہت بڑھ گئی تب میں نے اُن کو لتاڑا مگر قرائن سے معلوم ہوا کہ اس کا اثر بھی اُنپر اچھا نہیں ہوا مجھکو بہت کوفت ہوئی اور دماغ پر صدمہ محسوس ہوا اسکے بعد وہ مجھکو اپنے گھر میں لیگئے اور مستورات نے کچھ ہدیہ دیا اُس وقت مجھ کو نہایت شرمندگی ہوئی کہ میں نے تو ان کو لتاڑا اور ان کی طرف سے یہ احسان کیا جا رہا ہے تو اسپر انفعال ہوا کہ اُن سے وہ دو روپے لینے سے پہلے کیوں نہ سوچ لیا تھا اور کسی کے کہنے میں جلدی کیوں آگیا اب میں دو مصیبتوں میں مبتلا ہو گیا کہ جو ہدیہ گھر میں دیا گیا اُسکو یوں تو طبیعت کے خلاف ہی کہ ابھی ان کو لتاڑا ہے اور ابھی اُن کے گھر سے ہدیہ لیلوں اور اگر نہ لوں تو وہ دو روپے بھی واپس کرنے چاہئیں جو باہر لئے تھے اور اُن کے واپس کرنے میں کچھ فائدہ نہ تھا کیونکہ اس سے اُنپر کچھ اثر اچھا نہ پڑتا بلکہ عناد پیدا ہوتا اور اُن کے ظاہری مراسم قائم رہنے سے جو کچھ اُمید اصلاح کی تھی وہ بھی جاتی رہتی عجب کشمکش تھی غصہ بہت آیا ہوا تھا لیکن بالآخر یہی ذہن میں آیا کہ اُس بات کو نسیًا منسیًا کر دینا چاہیے اور یہ گھر میں کا ہدیہ بھی لے لینا چاہیے اور میں اُس وقت ایسا بن گیا کہ گویا اُن سے تیز گفتگو ہوئی ہی نہیں تھی دیکھیے اس لین دین میں یہ کشمکش پیش آتی ہے ۔ ہے تو یہ بہت جھگڑے کی جڑ مگر اس میں مصلحت بھی بہت بڑی ہی وہ یہ کہ اس میں علاج ہوتا ہے پندار اور دعولے استغنا کا ریاست اور جائداد ہونیکی صورت میں یہ مصلحتیں فوت ہوتی ہیں ۔ غرض شیخ کیلئے زیادہ مناسب ہی کہ ریاست و جائداد نہ رکھے رہے طالبین اُن کا حکم یہ ہے کہ اُن کے واسطے کوئی ضابطہ معین نہیں ہو سکتا بعضوں کیلئے ترک اسباب مناسب ہوتا ہے اور بعضوں کیلئے ترک اسباب زہر کا اثر رکھتا ہی لہذا تجویز حسب موقع مناسب ہی جو حالت جس طالب کی دیکھے اُسی کیموافق ہدایت کرے اور وقوع کیوقت سوچنے سے بات سمجھ میں آ ہی جاتی ہے اور حق تعالیٰ تائید فرماتے ہیں پہلے سے کاوش میں نہ پڑے ۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جب کوئی بات پوچھی جاتی تو فرماتے

بعض وقت ہدیہ نہ لینا موجب مفسدہ ہوتا ہے

کہ یہ واقعہ ہو لیت یا نہیں اگر کہا جاتا کہ نہیں ہوا ہے اور ویسے ہی فرضی صورت پوچھی جاتی ہے تو پوچھنے سے منع فرماتے تھے کہ غیر واقعہ بلائیں کیوں پڑے وقت پر ضرور کوئی بتلانے والا مل جاویگا اور اگر کوئی شبہ کرے کہ مجتہدین نے کیوں فرضی صورتیں نکال نکال کر فتوے لکھے اور کتابیں بنائیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ مجتہدین کو اس ضبط کی ضرورت تھی احکام ظاہری اگر ضبط نہ ہو جاتے تو دین بالکل گڑبڑ ہو جاتا اب دین منضبط ہو چکا اب فرضی صورتوں کے تراشنے کی ضرورت نہیں جب واقعہ پیش آویگا کوئی بتلانے والا مل جاویگا اور اگر کوئی بتلانیوالا نہو تو اُس وقت طالب کو چاہیئے کہ دعا کرے حق تعالیٰ کی طرف سے وہ مشکل حل ہوگی۔ خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ حضور نے توکل کیا تھا اور اسباب کو ایکدم چھوڑ دیا تھا فرمایا میری نہ کہئے میرے ساتھ کچھ بکھیڑا نہ تھا صرف ایک اہل کا فکر تھا اور نوکری چھوڑتے وقت یہ ضرور قلب پر بار تھا کہ خدا جانے اُنکی حالت کیا ہو یہ متحمل ہوں یا نہ ہوں خدا کی قدرت کہ اُنہوں نے مجھ سے بھی زیادہ مستعدی ظاہر کی تو ایسے شخص کو ترک اسباب کرنا کیا مشکل ہے ایسے شخص کی ریس عیالدار لوگ کیسے کر سکتے ہیں آگے کچھ تھوڑا سا مضمون اور تھا وہ ضبط سے رہگیا۔ فقط۔

تاریخ ختم بصفحہ ٦ رجادی الاول ۱۳۲۵ھ

ادب العشیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً و مصلیاً

تقریر حضرت مولینا اشرف علی صاحب دام ظلہم العالی مسمی بہ ادب العشیر بتاریخ ۲۷ صفر ۱۳۳۵ھ روز یکشنبہ بعد مغرب وقت تخمیناً ۱۳ منٹ مطابق ۲۴ دسمبر ۱۹۱۶ء۔

یہ تقریر سفر گورکھپور میں ہوئی اُس وقت کہ حضرت والا گورکھپور سے بجانب مئو روانہ ہوئے راستہ میں اسٹیشن انڈار اجنکشن پر گاڑی تبدیل کرنیکے لئے اُترنا ہوا گاڑی میں کچھ وقفہ تھا لوگوں نے ویٹنگ رُوم میں بٹھادیا اُس وقت تیس چالیس زائرین کا مجمع ہوگیا۔ وہاں یہ تقریر ہوئی۔

فرمایا ایک شخص نے جو پانی پت کے قریب کے رہنے والے تھے پندرہ روپے (۱۵ للعہ) تھانہ بھون کے مدرسہ میں دیئے میرا دل کھٹکا اُس سے پوچھا تم اس مدرسہ میں یہ رقم کیوں دیتے ہو کہا کارِ خیر سمجھ کر میں نے کہا کارِ خیر سمجھ کر دینا تھا تو کسی اپنے قریب کے مدرسہ میں جیسے پانی پت میں کیوں نہیں دیا مجھ کو یہ شبہ ہو کہ تھانہ بھون کے مدرسہ کو ترجیح دینے کی وجہ یہ ہے کہ مجھے بھی خوش کرنا منظور ہے اُس نے اس کا اقرار کیا میں نے کہا یہ نیت کس قدر فاسد ہے کارِ خیر میں شرک کی نیت کیسی میں ایسی رقم نہیں لیتا۔

لوگ ظاہر صورت عمل کی دیکھ لیتے ہیں کہ کارِ خیر ہے اور اُس کی اصل اور حقیقت پر نظر نہیں کرتے یہ کیا کارِ خیر ہوا جس میں مصلحت سے زیادہ مفسدے ہیں۔ آجکل عام طور سے یہ خیال ہو گیا ہے کہ نیک جگہ خرچ کرنا ہر حال میں اچھا ہے اور لینے والوں کو یہ خیال ہو گیا ہے کہ لے لینا کسی حال میں بُرا نہیں حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔

بعض جگہ لینے میں مفاسد بھی ہوتے ہیں۔ چنانچہ الہ آباد میں مجھ سے ایک شخص بیعت ہوا اور بعد میں ایک روپیہ نذر دیا میں نے لینے سے انکار کیا اُس نے کہا میں خلوص سے دیتا ہوں

میں نے کہا مانا تم خلوص سے دیتے ہو اور اس وجہ سے مجھ کو واپس بھی نکرنا چاہئے لیکن اسمیں ایک بڑا مفسدہ ہے وہ یہ کہ جن کے پاس روپیہ دینے کو نہیں ہے وہ بیعت نہ ہو سکیں گے تو غریب آدمیوں کیلئے بیعت کا سلسلہ مسدود ہی ہو جائیگا تو اسکے یہ معنے ہوئے کہ خدا تعالیٰ کا راستہ بھی روپیہ ہی سے مل سکتا ہی۔

میرے نزدیک بیعت کے بعد دینے کی رسم یصدون عن سبیل اللہ میں داخل ہے یہ بات اُس شخص کی سمجھ میں نہ آئی مگر طوعاً وکرہاً اُس نے روپیہ رکھ لیا۔ تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ اُسی مجمع میں سے ایک غریب آدمی کھڑا ہوا اور بیعت کی درخواست کی اور کہا میں بہت دنوں سے اس تمنا میں تھا مگر دینے کو کچھ پاس نہ تھا اس وجہ سے ہمت نہ پڑتی تھی میں نے اُس شخص سے کہا دیکھ لیجئے اسی وقت حق تعالیٰ نے دکھا دیا اب آپ بتائیے کہ یہ روپیہ میں لے لیتا تو اس سے کس قدر لوگوں کو ضرر ہوتا۔

حضرت رسوم میں یہی خرابیاں ہیں کہ ان کی بدولت حقائق بالکل مٹ گئے ہیں جس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ یہ رسمیں اہل بدعت کی نکالی ہوئی ہیں اور بدعت کا خاصہ یہ ہے کہ اُس سے نور قلب اور نور عرفان ندارد ہو جاتا ہے اور آدمی ایسے مغالطوں میں پڑ جاتا ہی چنانچہ اہل بدعت کے جتنے استدلال آپ دیکھیں گے سب ایسے ہی ہوں گے کہ اُن سے اپنا دل خوش کر لیتے ہیں لیکن جس کے قلب کو حقیقت شناسی سے ذرا بھی مس ہو وہ اسکو کبھی قبول نہیں کرتا حتی کہ اگر اُسکے خلاف پر دلیل بھی اُسکے پاس اُس وقت نہو مگر قلب سے کہ انکار کیے جاتا ہی۔ پھر یہ کہ رسوم اگر امور دنیا میں ہی ہوتے تب بھی اتنا مضائقہ نتھا مصیبت تو یہ ہے کہ دین میں بھی رسوم شامل کر لیے ہیں سوان رسوم میں ایک بڑی خرابی یہ ہے کہ اُن کو آدمی ہمیشہ دین ہی سمجھتا رہتا ہے اور تمام عمر اس پر تنبہ نہیں ہوتا اور غیر دین کو دین سمجھے جاتا ہے دنیاوی رسوم میں تو کبھی یہ بھی ہوتا ہے کہ اُس کی کوئی دنیوی خرابی وقوع میں آجاتی ہے تو متنبہ ہو سکتا ہے مثلاً شادی بیاہ کے رسوم کہ اُن کے نتائج تباہی و بربادی ظاہر ہونے لگتے ہیں تو لوگوں کو تنبہ ہو جاتا ہی اور مضر دین سمجھکر نہیں مضر دنیا سمجھکر تو چھوڑ دیتے ہیں بخلاف رسوم دین کے کہ اپر تنبہ ہونے کا کون باعث ہو سکتا ہے بلکہ بالعکس انمیں

بیعت کیوقت کا نذرانہ یصدون عن سبیل اللہ ہو

بدعت سے نور قلب جاتا رہتا ہے

رسوم بصورت دین اشد ہیں

ان میں عدم تنبہ کا ایک داعی موجود ہوتا ہے وہ یہ کہ ان رسوم میں چونکہ شک بہت ہوتی ہے جس میں دل خوب لگتا ہے پھر آدمی ان کو چھوڑے تو کیونکر اور ہمنے تو ایسے لوگوں کی صحبت پائی ہے جن میں رسمیں بالکل نہ تھیں سادہ زندگی بسر کرنے والے تھے انکی معیشت دیکھ کر ہم کو تو یہ بات بخوبی ثابت ہوگئی ہے کہ آسایش کی زندگی بھی وہی ہے جس میں تصنع اور تکلف اور بناوٹ نہو ہماری طرف کاندھلہ ایک قصبہ ہے وہاں کے رہنے والے ایک بزرگ مولوی مظفر حسین صاحب تھے اُن کے یہاں جب کوئی مہمان آتا تو پوچھ لیتے کہ کھانا کھا کر آئے ہو یا یہاں کھاؤ گے اگر اُس نے کہا یہاں کھاؤنگا تو پوچھتے کہ تازہ پکوایا جائے یا رکھا ہوا کھاؤ گے اگر اُس نے کہا کہ تازہ کھاؤں گا تو پوچھ لیتے کہ کونسی شے مرغوب ہے جو چیز مرغوب ہوتی وہی پکوا دیتے یہ کس قدر آرام کی بات ہے۔ انہیں بزرگ کا قصہ ہے کہ انھوں نے مولانا مملوک علی صاحب نانوتوی سے فرمایا جن کا قیام دہلی رہتا تھا کہ مولانا جب آپ وطن جایا کریں تو رستہ میں مجھ سے ملکر جایا کریں مولانا نے کہا اچھا لیکن میری منزل میں حرج ہوا کرے اُنھوں نے کہا نہیں جیسا آپ فرماتے ہیں ویسا ہی ہوگا۔ ایک دفعہ کا قصہ ہے کہ مولانا دہلی سے نانوتہ جارہے تھے رستہ میں مولوی مظفر حسین صاحب سے ملنے کیلئے ٹھیرے۔ مولوی مظفر حسین صاحب نے حسب معمول پوچھا کھانا کھالیا ہے یا کھاؤ گے اُنھوں نے کہا کہ کھائیں گے مولوی صاحب نے کہا کہ تازہ تیار کراؤں یا جو رکھا ہوا ہو وہی لے آؤں اُنھوں نے کہا جو رکھا ہوا ہو وہی لے آیئے مولوی صاحب ایک مٹی کے برتن میں کھچڑی کی کھرچن لے آئے اور کہا کہ رکھا ہوا تو یہ ہے بس وہ اسی کو کھا کر رخصت ہو گئے بتایئے اسمیں آرام ہے یا ان رسوم میں جن کے آجکل لوگ پابند ہیں اور جس کو تہذیب اور خاطرداری کہا جاتا ہے ان حضرات کا خود بھی معمول یہی تھا مولوی مظفر حسین صاحب جہاں جاتے فوراً کہدیتے میں تمہارا مہمان ہوں ایک دن ٹھیروں گا یا دو دن ایک دفعہ یہ بزرگ مولانا گنگوہی قدس سرہ کے مہمان ہوئے صبح کو مولانا نے ناشتہ کیلئے کہا آپ امپور جانیوالے تھے اس لئے آپنے کہا کہ کھانا تیار ہونے میں دیر لگے گی میری منزل کھوٹی ہوگی ہاں اگر رات کا رکھا ہوا ہو تو

حکایت مولانا مظفر حسین صاحب

لا دو مولانا نے ماش کی دال اور باسی روٹی لادی۔ آپ نے دال روٹی پر اُلٹ کر پلے میں باندھ لی اور رخصت ہو گئے جب رامپور پہنچے تو حکیم ضیاء الدین صاحب نے کہا کہ مولوی رشید احمد بڑے اچھے آدمی ہیں حکیم صاحب نے کہا کہ ہاں بڑے بزرگ ہیں۔ فرمایا میں اُن کے بزرگ ہونے کی تعریف نہیں کر رہا ہوں میں تو کہہ رہا ہوں کہ وہ بہت اچھے آدمی ہیں اگر خود نہیں سمجھتے ہو تو پوچھ ہی لو انہوں نے کہا اچھا حضرت فرمائیے آپ نے کہا کہ دیکھو کیسے اچھے آدمی ہیں انہوں نے مجھے کھانے کیلئے کہا مگر میرے کہنے پر جو کھانا رکھا ہوا تھا بلا تکلف لادیا میں اسواسطے کہہ رہا ہوں کہ وہ بڑے اچھے آدمی ہیں

ایک دفعہ حضرت مولانا گنگوہی مولانا محمد یعقوب صاحب کے صاحبزادہ حکیم معین الدین صاحب کے یہاں مہمان ہوئے یہ صاحب بہت ہی بے تکلف ہیں اتفاق سے ✝✝✝ اُن کے یہاں اُس روز کھانے کو کچھ بھی نہ تھا مولانا سے عرض کیا کہ ہمارے یہاں تو آج فاقہ ہے لیکن اکثر احباب آپکی دعوت کیا کرتے ہیں اگر آپ فرمائیں تو میں اُن کی دعوت منظور کرلوں فرمایا میں تو تمہارا مہمان ہوں جو حال تمہارا ہے وہی میرا بس فاقہ ہی سے بیٹھ رہے خدا کی قدرت شام کے قریب ایک جگہ سے گیارہ روپے آگئے وہ خوش خوش مولانا کے پاس آ لئے کہ لیجئے آپ کی برکت سے گیارہ روپے آگئے اب تو خوب بڑھیا دعوت کرینگے مولانا نے فرمایا نہیں معمولی کھانا پکوالو کہا اب ہم معمولی کیوں پکوائیں گے اب تو جس طرح جی چاہیگا دعوت کرینگے تو جب ہمنے ایسے لوگوں کو دیکھا ہے پھر ہماری نظروں میں آجکل کی خاطر داری کیا آسکتی ہے جس کی حقیقت سوائے تصنع اور دکھلاوے کے کچھ بھی نہیں اور جس میں مفاسد ہی مفاسد ہیں اگر دنیادار بھی نمایش چھوڑ کر یہی طریقہ اختیار کریں تو قطع نظر گناہوں سے بچنے کے دنیا میں بھی تو تباہ نہوں دیکھئے کیسی کیسی ریاستیں ان تکلفات میں تباہ ہو گئیں اور لطف یہ ہے کہ خود سب کے سب ان رسوم کے شاکی ہیں مگر چھوڑتے نہیں آدمی کو چاہئے اتنے پاؤں پھیلائے جتنی گنجایش ہو اور ان تکلفات میں اس کا خیال ہو ہی نہیں سکتا سب کو چاہئے کہ ایکدم ان رسوم کو الگ کریں سادہ زندگی عجیب چیز ہے اور حلال کی کمائی میں تو سوائے سادہ زندگی کے کچھ ہو ہی نہیں سکتا یہ ٹھاٹ باٹ جب ہی ہو سکتی ہے جب کمائی حرام کی ہوتی ہے۔ میرے ایک دوست ہیں

حضرت گنگوہی کی حکایت

تہذیب حال کی حقیقت تصنع ہے

حلال کی کمائی میں تکلفات نہیں ہو سکتے

ایک وکیل صاحب کی سادگی کا قصہ

مولوی ظہور الحسن صاحب سب جسٹرار اُن کو اپنے ایک بھائی کے مقدمہ میں الہ آباد جانا پڑتا تھا الہ آباد میں ایک وکیل تھے۔ مولوی محمد نام (مولوی جزو علم ہے لقب نہیں ہے) اُنھوں نے اُن کو وکیل کیا تو یہ جب الہ آباد جاتے اُنھیں کے یہاں ٹھیرتے ایک دفعہ کا قصہ ہے کہ یہ اُنکے یہاں ٹھیرے ہوئے تھے۔ اُنھوں نے اُن کے بچوں کو سنا یہ کہتے پھرتے تھے کہ آج ہمارے یہاں شیخ جی آئے ہیں یہ سمجھے کہ کوئی اور مہمان ہونگے مگر اُس روز وقت پر کھانا نہیں آیا اُنھوں نے خیال کیا کہ آج شیخ جی جو آئے ہوئے ہیں اُن کے لئے پر تکلف کھانے پکے ہونگے اسوجہ سے دیر ہو گئی ہے۔ جب بہت ہی دیر ہو گئی تو اُنھوں نے ایک نوکر سے پوچھا کہ وہ شیخ جی جو ان کے یہاں آئے ہوئے ہیں نظر نہیں آئے وہ کہاں ہیں نوکر یہ سُنکر بہت ہنسا اور کہا کہ ان کے یہاں کی اصطلاح ہے کہ شیخ جی فاقہ کو کہتے ہیں آج ان کے یہاں فاقہ ہے دیکھئے سادگی اس کا نام ہے کہ پاس ہوا تو خود بھی کھا لیا تو مہمان کو بھی کھلا دیا اور نہ ہوا تو قرض نہ کیا۔ اور تربیت دیکھئے کتنی اچھی ہے کہ اولاد کو بچپن ہی سے تنعم کے خلاف کا عادی بنا دیا آجکل تنعم اسقدر ہو گیا ہے کہ ایسی باتوں کو

آجکل کی وضع داری از قبیل تکبر ہے اور وہ رفتہ رفتہ طبعی بن گیا ہے

ذلت کی تعلیم سمجھتے ہیں۔ اپنے آپ کو کھینچنا بڑا سمجھنا کسی کے سامنے نہ لچنا آجکل کی یہی تہذیب ہے اور نوکر کو تو آدمی ہی نہیں سمجھتے ہر کام میں وہ بات اختیار کی جاتی ہے جس میں رفع تکبر بناوٹ ضرور ہو نئی وضع نئے نئے فیشن بنائے جاتے ہیں اور ان میں جو کچھ ایجادیں اور اضافے ہوتے ہیں ان سب کی بنا تکبر ہی پر ہوتی ہے پھر اسی کی عادت بچوں کو ڈالتے ہیں حتی کہ یہ معاشرت طبعی ہو جاتی ہے۔ بول چال میں کھانے پینے میں اُٹھنے بیٹھنے میں چلنے پھرنے میں غرض تمام حرکات سکنات تکلف سے خالی نہیں۔ ایک دفعہ ایک شخص

حکایت

میرے یہاں آئے اور نہایت انکساری سے کہا میں خادم ہونا چاہتا ہوں بعد تفتیش کے معلوم ہوا اُن کی مراد اس سے بیعت کی درخواست تھی کوئی آکر کہتا ہے دامن میں لیلو کوئی کہتا ہے غلام بنالو یہ کیا تکلفات ہیں۔ ایک صاحب تشریف لائے اور سلام کر کے

حکایت

کھڑے ہو گئے۔ بہت دیر ہو گئی میں نے کہا بیٹھتے کیوں نہیں کہنے لگے بلا اجازت کیسے بیٹھوں میں نے کہا اچھا ایک ہفتہ تک اجازت نہیں بس فوراً بیٹھ گئے میں نے کہا

یہ کیا واہیات ہی بات تو بلا امر بیٹھتے نہ تھے یا اب باوجود نہی کے بیٹھ گئے اور رواج یہ ہے کہ جب رخصت ہونگے تو اُلٹے پاؤں چلیں گے پشت کرنا بے ادبی سمجھتے ہیں ظاہری برتاؤ تو اس قدر اچھا مگر اطاعت کا نام نہیں ہاں رسمی تعظیم و تکریم بہت ہی ہم لوگوں کی طبیعتیں ہی بدل گئیں۔ صحابہ رسمی تعظیم بہت نہ کرتے تھے مگر مطیع اسقدر تھے کہ دنیا کو معلوم ہے صحابہ کو جو تعلق حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے تھا وہ تعشق کا مرتبہ ایسا رکھتا ہے کہ دنیا میں کسی محب اور محبوب میں اُسکی نظیر ملنا مشکل ہے لیکن حالت یہ تھی کہ اسکے بھی پابند نہ تھے کہ حضورؐ کو آتے دیکھ کر کھڑے ہی ہو جایا کریں خود حضورؐ نے بھی اُن کو اس سے منع فرما رکھا تھا۔ لباس میں وضع میں بیٹھنے کی جگہ میں کسی بات میں دوسروں سے امتیاز نہ رکھتے تھے اس سے زیادہ کیا ہو سکتا ہے کہ حضورؐ وقت چلنے میں اسکے بھی پابند نہ تھے کہ سب سے آگے رہیں بلکہ کبھی برابر ہو کر چلتے تھے کبھی پیچھے ہو جاتے تھے آجکل کی تہذیب تو یہ ہوتی کہ سب سے آگے حضورؐ رہا کرتے۔ سو غور سے دیکھئے کہ آجکل کے لوگ اپنے بزرگوں کے زیادہ جان نثار ہیں یا صحابہ حضورؐ کے زیادہ جان نثار تھے۔ تجربہ تو یہ بتلاتا ہے کہ جہاں ظاہری بناوٹ ہوتی ہے وہاں حقیقت نہیں ہوتی جس شخص کو بات بات میں جھکتا اور تسلیم اور آداب عرض کرتے دیکھئے سمجھ لیجئے کہ دل میں اسکے آپ کی وقعت ذرا بھی نہیں ہے زیادہ تعظیم و تکریم میں علاوہ اسکے کہ بے معنے چیز ہے یہ بھی بڑی خرابی ہے کہ دوسرے کو ضرر ہوتا ہے اُس میں رعونت پیدا ہو جاتی ہے اسی واسطے حدیث میں مدح فی الوجہ سے ممانعت آئی ہے اسی حدیث سے تعظیم و تکریم کی ممانعت بھی بدرجہ اولیٰ ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ مدح کی دو قسمیں ہیں قالی اور حالی تعظیم مدح حالی ہے۔ جب قالی سے ممانعت ہی تو حالی سے بدرجہ اولیٰ ہوگی نیز بہت زیادہ تکلف کرنے کا ادنیٰ اثر یہ ہے کہ اُس سے دل نہیں ملتا اور بعض لوگوں کی اُس سے یہ غرض ہوتی ہے کہ دوسرے کو اپنی طرف مائل کریں سو اُسکی تدبیر بھی یہ نہیں ہے بلکہ اس کی تدبیر بھی یہی ہے کہ زیادہ تکلف نہ کیا جائے۔ دیکھئے غور کی قابل بات ہی بعض بزرگوں کا برتاؤ مہمان کے ساتھ میں سنتا ہوں کہ وہ ظاہراً تو بدتمیزی ہے اور آجکل کی تہذیب کے خلاف ہے مگر درحقیقت بہت گہری بات اور عاقلانہ اور کریمانہ برتاؤ ہے وہ یہ ہے کہ انہوں نے

کھانا منگایا اور مہمانوں کے اور اپنے سب کے سامنے چنا گیا بس پہلے اپنے آپ کھانا شروع کر دیا
تا کہ مہمان سمجھ لے کہ یہاں تکلف نہیں ہے اور دل کھول کر کھاوے پھر وہ کھانا کھاتے
ہیں مہمان کی طرف دیکھتے بھی نہیں اور ایسے بن جاتے ہیں کہ گویا اُن کو کھانا کھلانیکا سلیقہ
ہی نہیں اور درحقیقت اسپر نظر رکھتے ہیں کہ کھانا دسترخوان پر ہے یا نہیں بلکہ خدمتگار کو تعلیم
ہے کہ ذرا کسی کے سامنے کھانا کم ہو فوراً لاؤ اس طریقہ سے مہمان کس قدر انبساط اور آزادی
سے کھاسکتا ہی مگر آجکل کی تہذیب یہ ہی کہ میزبان مہمان پر مسلط ہو جاتا ہے۔ قبلہ یہ کھائیے
قبلہ وہ کھائیے اس سے مہمان بالکل منقبض ہو جاتا ہے ممکن ہے کہ اُس کا جی اُس وقت
ایک چیز کو چاہتا ہو دوسری کو نہ چاہتا ہو اور اس جبر سے وہ کھالے تو انبساط نہوا اور بعض
وقت متعدد کھانے اس طرح سے کھلائے گئے کہ مقدار میں بڑھ گئے اور ہضم نہوئے آپکی
تو خاطرداری ہوئی اور مہمان کو تکلیف ہوئی یہ کیا خاطر داری ہے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ
عنہ کا دسترخوان نہایت وسیع ہوتا تھا ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ آپکے دسترخوان پر
ایک اعرابی بھی تھا وہ ذرا بڑے بڑے لقمے کھاتا تھا آپنے اُس سے کہا کہ بھائی بڑے بڑے
لقمے مت کھاؤ اس سے نقصان پہنچنا محتمل ہے وہ اعرابی فوراً کھڑا ہو گیا اور کہا کہ وہ
شخص کریم نہیں جس کی نظر مہمانوں کے لقموں پر ہو تمہیں کھلانیکا سلیقہ نہیں تمہارا کھانا نہ
کھانا چاہیے اُنہوں نے بہت کچھ عذر کیا کہ اسمیں یہ مصلحت تھی مگر اُس نے ایک نہ سُنی
خفا ہوتا ہوا چلدیا۔ امام مالک صاحب کے یہاں امام شافعی صاحب مہمان ہوئے جب کھانیکا
وقت آیا تو خادم نے پہلے امام شافعی صاحب کے سامنے کھانا رکھا امام مالک صاحب نے اسکو
منع کیا اور پہلے اپنے سامنے رکھوایا ظاہراً معلوم ہوتا ہی کہ مہمان کو اپنے سے کم سمجھا چنانچہ
اگر آجکل کوئی ایسا کرے تو ضرور یہی سمجھا جائے کہ مہمان سے اپنے آپکو بڑا سمجھا اور عجب
نہیں کہ مہمان خفا ہو کر اُٹھ جائیں اور بعض مواقع میں یہ بات بے اصل بھی نہ ہوگی آجکل
ہم لوگوں میں تکبر ہے ہی وہ لوگ بے نفس تھے اور اخلاق شرعی اُن کیلئے عادت بن گئے
تھے اُن کا یہ فعل ہرگز ازراہ تکبر نہ تھا بلکہ اس واسطے تھا کہ مہمان کو انقباض نہو دیکھئے کتنی
باریک نظر ہے اور چونکہ اس میں خلوص تھا اس واسطے مہمان پر بھی برا اثر نہ ہوا تھا اسے

ف میزبان کو مہمان پر مسلط نہ ہونا چاہیے

ف حضرت معاویہ رضی کا قصہ

ف امام مالک رح صاحب کی حکایت

ف: تکلف برطرف کی پوری تفصیل [illegible]

اور یہ بات بھی سمجھ میں آگئی ہوگی کہ آج کل ایسا کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ سمجھانا مشکل ہے کہ ہمنے کس واسطے ایسا کیا یہاں انہیں سلامتی ہے کہ اکرام کی صورت باقی رکھی جائے کیا کیا جائے کہ یہاں تکلفات عادت ہوگئے ہیں جن کو طبیعت ثانیہ کہا جا سکتا ہے یہاں تو تکلفات کی وہ مثال ہوگئی ہے جیسے ہمارے یہاں تھانہ بھون میں ایک شخص تھے کہ گالی بکنے کے بہت عادی تھے کسی سے بے گالی بات نکرتے گو ان کا گالی بکنا از راہ تکبر نہ ہوتا تھا صرف عادت تھی لیکن سننے والوں کو تو بُری بات گوارا نہیں ہوسکتی اس پر کون نظر کرتا کہ اس کا منشا کیا ہے لوگ اُن کی فکر میں تھے یہ تو سب کو ذلیل کرتا ہے کسی موقع پر اسکو بھی ذلیل کرنا چاہیئے۔ چنانچہ اُن کے یہاں ایک شادی کا موقع ہوا سب لوگوں نے یہہ اتفاق کر لیا کہ آج اسکے یہاں کوئی مت جاؤ اب یہ بہت پریشان ہوئے اور برادری کی خوشامد درآمد کرنا شروع کی مگر لوگوں نے کہا کہ ہم یوں نہ مانیں گے گالیاں بکنے سے توبہ کرو اور توبہ بھی شاہ ولایت صاحب کے مزار پر چل کر اور قبر پر ہاتھ رکھ کر کرو مجبور ہو کر گئے اور قبر پر ہاتھ رکھ کر کہا کہ شاہ صاحب میں نے ان لوگوں کو بہت گالیاں دی ہیں آج میں توبہ کرتا ہوں کہ ان کی ماں کو یوں نوں کروں کبھی گالی نہ دوں گا۔ لوگ ہنس پڑے اور کہا یہ شخص معذور ہے اس کی خطا معاف کرو۔ وہی حالت ہمارے تکلفات کی ہوگئی ہے کہ سمجھا دیا جائے

ف: ایک گالی بکنے والے کی حکایت

ف: تعلیم پر عادت غالب ہوتی ہے

اور بتلا دیا جائے اور جزئیات ایک ایک بیان کردی جائیں اور اُن کی زبان سے سب کچھ دہروا دیا جائے مگر جب کوئی کام کرینگے تو وہ ہوگا تکلف ہی کا۔ اصل میں یہ ہی کہ تعلیم پر عادت غالب ہوتی ہے جیسے ایک بادشاہ کا قصہ ہے کہ اُس نے وزیر سے دریافت کیا کہ طبع غالب ہوتی ہے یا تعلیم اُس نے کہا کہ طبع غالب ہوتی ہے بادشاہ نے کہا کہ ایسا نہیں ہے تعلیم وہ چیز ہے کہ حیوان کو بھی مہذب بنا دیتی ہی دیکھو یہ ہماری بلّی ہے اپنے سر پر شمع لیکر برابر کھڑی رہتی ہے۔ بتلایئے طبیعت غالب ہوئی یا تعلیم وزیر اُسوقت تو خاموش ہوگیا اگلے دن ایک چوہا پکڑ کر ساتھ لیگیا اور بادشاہ کے سامنے ہی اُس بلّی کے آگے وہ چوہا چھوڑ دیا۔ بس تعلیم وتہذیب سب ندارد ہوگئی اور بلّی شمع کو پٹک کر چوہے کے پیچھے دوڑی وزیر نے کہا حضور اب بتلائیں وہ تعلیم کہاں گئی بات یہی ہے کہ تعلیم طبیعت پر کبھی

ف: ایک بادشاہ کا قصہ

غالب نہیں ہوسکتی جب تک کوئی غرض مزاحم نہ ہو اُس وقت تک بناوٹ کی تہذیب رہتی ہے مگر کوئی غرض غالب ہو جاوے تو طبیعت اصلیہ کا ظہور ہونے لگتا ہے۔

بناوٹی تہذیب کام کے وقت ختم ہو جاتی

بس اب ریل آگئی اور یہ تقریر ختم ہوئی لیکن اسی سفر میں اور کئی موقعوں پر بھی اسی موضوع پر تقریریں ہوئیں جن کا الحاق خود حضرت والا نے اسی کے ساتھ مناسب سمجھا لہٰذا وہ بھی یہیں درج کی جاتی ہیں۔ از اں جملہ وہ تقریر ہے جو سرائے میر کے اسٹیشن پر شب ۲۸ صفر ۴۹ھ شب دوشنبہ ایک بجے شب ہوئی۔ جبکہ لوگوں نے مصافحہ میں بہت تنگ کیا اسٹیشن پر یہ حالت تھی کہ پلیٹ فارم پر پہنچنا مشکل ہو گیا اور دن بھر قصبہ سرائے میر میں بھی یہی ہوا تھا کہ ہر نقل و حرکت کے بعد جدید مصافحہ کرتے تھے حتیٰ کہ استنجے کو جاتے وقت بھی مصافحہ کرتے اور بیت الخلا سے نکلنے کے بعد پھر مصافحہ اور منع کرنے پر بھی نہ مانتے اور کپڑے اور ہاتھ پکڑ پکڑ کر مصافحہ کیلئے کھینچتے اسٹیشن پر فرمایا کہ تھانہ بھون کی ایک حکایت سن لو ایک وقت میں چند شریر لڑکوں کی ایک کمیٹی قایم تھی۔ وہ شہر کے انتظامات میں بھی دخل دیتے تھے اتفاق سے تھانہ بھون میں ایک میانجی تشریف لائے جو کہ بہت دین دار شخص تھے اُن کے آنے سے پہلے ایک میانجی تھے اُنکو یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ مجھ پر لوگ انہیں ترجیح دیں اسلئے اُنہوں نے اُن لڑکوں کو ایک عرضی لکھی کہ ان میانجی کے رہنے سے مجھے اپنے نقصان کا اندیشہ ہے ان کے یہاں سے نکالنے کا انتظام کر دیا جائے جب وہ عرضی پہنچی تو ایک لڑکے نے کہا کہ اس کا انتظام میں کردوں گا بس وہ لڑکا اپنے گھر آیا اور اپنی ماں سے کہا کہ میرے لئے دو روغنی روٹیاں پکا دو آج میں دوپہر میں نہیں آؤں گا مجھے کچھ کام ہے بس آپ روٹیوں کو باندھ وہیں پہنچے جہاں وہ نئے میانجی تھے وہ بیچارے اشراق کی نماز پڑھ رہے تھے جب وہ نماز سے فارغ ہو کر چلے تو آپ نے اُن کے سامنے جا کر سلام کیا انہوں نے جواب دیدیا آپ نے دو قدم کے بعد پھر سلام کیا۔ اُنہوں نے دوبارہ بھی جواب دیا۔ چار قدم کے بعد پھر تیسری مرتبہ پھر سلام کیا اب وہ متنفر ہوئے کہ یہ قدم قدم پر سلام کیسا۔ اُس نے جب دیکھا کہ یہ چڑنے لگے پھر تو سلام کا تانتا باندھ دیا اب وہ بیچارے بہت گھبرائے ارادہ کیا کہ جس مکان میں ٹھیرے ہوئے تھے وہاں چلے جائیں اُس نے ہاتھ

چند شریر لڑکوں کی حکایت

پکڑ لیا کہ کہاں چلے میں تو سنت ادا کر رہا ہوں اور آپ واجب کے ادا کرنے میں بھی سستی کرتے ہیں
بس زبردستی گھر میں جانے سے روک لیا جب کھانے کا وقت آیا اور انہوں نے اسوقت
جانا چاہا اس نے روٹیاں سامنے رکھ دیں کہ کھانا یہیں کھا لیجئے دوپہر میں سنت ادا
کر لیجئے وہ بیچارے ایسے گھبرائے کہ بستی چھوڑ کر بھاگ گئے مسکرا کر فرمایا یہ بار بار مصافحہ کرنا
ان میاں جی کی طرح سے میرے بھی نکلنے کی ترکیب ہے صاحبو! میں ایسے ہی نکل جاؤں گا۔
ترکیبوں کی کیا ضرورت ہے پھر فرمایا حدیث میں آیا ہے ان من تمام تحیاتکم المصافحة
جس کا مطلب یہ ہے کہ مصافحہ تتمہ سلام ہے اور سلام کیلئے کچھ قواعد مقرر ہیں تو
مصافحہ کیلئے چونکہ اس کا تابع ہے بطریق اولیٰ ہونگے مثلاً کھا رہے ہو اذان کیوقت
سلام نہ ہو، کھانا کھاتے وقت سلام نہ کرو اور بھی مواقع ہیں جن کا اصل یہ ہے کہ
مشغولی کے وقت سلام نہیں کرنا چاہئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مشغولی وقت مصافحہ
بھی نہیں چاہئے۔ بہت سے علماء تو وداعی مصافحہ کو بھی بدعت کہتے ہیں مگر خیر بعضے
علماء جائز کہتے ہیں۔ چونکہ وداع کے وقت سلام تو نصوص سے ثابت ہے اور مصافحہ تتمہ
سلام ہے تو مصافحہ بھی درست ہو مگر ہر چیز کی حد ہوتی ہے۔ یہاں مصافحہ کی کوئی حد
ہی نہیں ہے استنجے کے بعد بھی مصافحہ اٹھنے کے بعد بھی مصافحہ بیٹھنے کے بعد بھی مصافحہ
اسی واسطے میں نے یہ ترکیب کی تھی کہ کمرہ میں بیٹھ کر کواڑ بند کر لیتا تھا اس سے بہتوں کی
دل شکنی ہوتی ہوگی مگر کیا کیا جائے اپنا تحمل بھی تو دیکھنا چاہئے میری طبیعت کسل مند ہے
یہ سفر میں نے بغرض آسایش کیا ہے اور جب یہ بھرمار مصافحہ کی ہوگی تو پھر آسایش
کہاں نیز تعلیم کی بھی ضرورت ہے کبھی کسی کے کان میں یہ پڑا ہی نہیں کہ ایسا مصافحہ
نہ چاہئے مصیبت یہ ہے کہ آجکل کے مشایخ بجائے اسکے کہ اس سے منع کریں اور اسکی
کوشش کرتے ہیں کیونکہ اس سے ان کی گرم بازاری ہوتی ہے اس واسطے میں نے
اس دلشکنی کو گوارا کیا کہ یہ بات یاد تو رہیگی سنا ہے مدینہ طیبہ میں رجب کے دن خطیب
معراج شریف کا بیان کرتا ہے بعد ختم بیان کے لوگوں کا عقیدہ یہ ہے کہ اس کے بدن کو

مصافحہ میں بے تمیزی

مدینہ طیبہ کی حکایت

ملک یہ اگر التزام سے کیا جائے تو بدعت ہے جیسا کہ آجکل ہوتا ہے ۱۲ جامع انتخاب الالتفات

ہاتھ لگانا موجب برکت ہی مجمع بہت ہوتا ہی خطیب تنگ آجاتا ہے اسکے لئے پہلے ہی سے کپڑے کا ایک مقصورہ بنایا جاتا ہے بس وہ اُٹھ کر اُس میں چلا جاتا ہی اور پھر اُس کے چاروں طرف پہرا ہو جاتا ہی تب نجات ملتی ہے اور واقعی بات یہ ہی کہ ہر وقت کا مصافحہ مصیبت ہی۔ ہر چیز موقع کی اچھی ہوتی ہے۔ محبت کی بھی تو حد ہونی چاہیئے یہ نہیں کہ اپنا شوق پورا کرنیکے لئے دوسرے کی تکلیف کا بھی خیال نہ کیا جائے متبنی کہتا ہی ؎

واسکت سے کے ما لایکون جواب۔ یعنی میں خاموش رہتا ہوں تاکہ محبوب کو جواب دینے کی زحمت نہ اُٹھانی پڑے۔ مصیبت یہ ہے کہ دین صرف نماز روزہ کا نام سمجھ لیا ہے دین کا ایک جزو یہ بھی تو ہے جو حدیث میں ہے واحب لاخیک المسلم ما تحب لنفسک تکن مسلما یعنی دوسرے مسلمان کیلئے وہی بات پسند کرو جو اپنے واسطے کرتے ہو تب مسلمان ہوگے جب اپنی تکلیف گوارا نہیں ہوتی ہے تو دوسرے کی تکلیف کیوں گوارا کیجائے اسکی تعلیم سے حدیثیں بھری پڑی ہیں کہ اپنے کسی فعل سے بھی دوسرے کو تکلیف نہ پہنچائے نہ قولاً نہ فعلاً مسلم میں حدیث ہی۔ مقداد بن اسود اُس کے راوی ہیں۔ یہ اپنا قصہ بیان کرتے ہیں کہ ہم تیرہ ۱۳ آدمی حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے یہاں مہمان ہوئے صحابہ کی عادت تھی کہ مہمانوں کو تقسیم کر لیا کرتے تھے چنانچہ حضورؐ نے ان کو بھی تقسیم کر دیا چند آدمی اپنے حصے میں رکھے اُن میں یہ بھی تھے کہتے ہیں کہ حضورؐ عشا کے بعد تشریف لائے اور ہم لیٹے ہوتے تو حضور اس طرح سلام کرتے کہ جاگتا آدمی تو سُن لے اور سوتا آدمی جاگ نہ جائے۔ دیکھیئے تہذیب یہ ہی کہ دوسرے کو تکلیف نہ پہنچے اسکی رعایت ہر شخص کے ساتھ چاہیئے اور حدیث بقیع غرقد میں حضرت عائشہ فرماتی ہیں قام رویدا وانطلق رویدا یعنی حضور آہستہ آہستہ اُٹھے اور آہستہ آہستہ تشریف لیگئے تاکہ حضرت عائشہؓ کی نیند میں خلل نہ آئے اپنے سے چھوٹوں کی بھی یہ رعایت ہی آجکل بڑوں کے سامنے بھی نباہنا نہیں چاہتے اب لوگ تہجد کو اُٹھتے ہیں تو ڈھیلے چھوڑتے ہیں کھٹ کھٹ چلتے ہیں گویا تلانا چاہتے ہیں کہ ہم تہجد کو اُٹھے تہذیب کی حقیقت تو کہیں باقی ہی نہیں رہی ادب کے معنے لوگوں نے بار بار جھکنے کھڑے ہونے اور آداب و تسلیمات لے لئے ہیں حقیقت میں

دین صرف نماز روزہ کا نام نہیں ہے

مہمانوں کے ساتھ حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا برتاؤ

قصہ حدیث بقیع غرقد

تہجد کو اٹھنا اور ڈھیلے چھوڑنا

مؤدب تھے تو صحابہ تھے مگر نہ اُن میں بار بار اُٹھنا تھا نہ بار بار جھکنا تھا نہ چبا چبا کر باتیں کرنا تھا لیکن موقع پر دیکھیئے کہ جان دینے میں بھی تامّل نہ تھا۔ زیادہ صورت تعظیم و تکریم کو اختیار کرنا اس بات کی دلیل ہوتی ہے کہ یہ شخص وقت پر کچھ بھی کام نہ دیگا نیز ایسی تعظیم سے دوسرے شخص کا ضرر ہوتا ہے کہ اُسکے اندر عُجب پیدا ہوجاتا ہے۔ حدیث میں جو آیا ہی کہ حضورؐ جب چلتے تو کچھ آدمیوں کو آگے اور کچھ کو پیچھے کر لیتے جب اُسپر عمل کرکے دیکھا جاتا ہی تب اُس کی قدر ہوتی ہے کہ اس میں جانبین کی کس قدر منفعت ہے مگر ان باتوں کا خیال تو کیا ان کا داخل شریعت ہونا بھی اب معلوم نہیں رہا۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم اس طرح بیٹھتے کہ کوئی امتیاز نہوتا۔ عرب میں اب بھی یہ رسم ہے کہ سب یکساں بیٹھتے ہیں ایک مرتبہ مکہ معظمہ میں پاشا نے حجاج کو محمد حسین سندھی مطوف کے مکان پر جمع کیا سب لوگ وقت سے پہلے پہنچ گئے پاشا اپنے وقت پر آئے لوگ اُنکی تعظیم کیلئے کھڑے ہوگئے مگر وہ ایک کونہ میں بیٹھ گئے جہاں پہلے ایک معمولی آدمی بیٹھا تھا اور مجمع میں سے کسی نے اونچی جگہ بیٹھنے کی تواضع بھی نہ کی بتائیے اس میں کیا حرج ہوگیا تکلفات کے رواج ڈال لینے سے ایک خرابی یہی پیدا ہوتی ہے کہ اگر پھر تکلف نہ کیا جائے تو بُرا ماننے کی نوبت آتی ہے اور جب تکلفات کا رواج ہی نہیں تو بُرا ماننے کا موقع بھی نہوگا۔ حدیث میں آیا ہے حضورؐ مجمع میں اس طرح بیٹھتے کہ کوئی ناواقف آتا تو اُس کو پوچھنا پڑتا من محمدؐ فیکم صحابہ کہتے ھذا الابیض المتکئ متکے کے معنے ٹیک لگانے والے کے ہیں کسی وقت حضورؐ ہاتھ ٹیکے بیٹھے ہونگے اُس وقت یہ لفظ کہا گیا ہے اور اسکے یہ معنی نہیں کہ حضورؐ تکئے پر بیٹھتے تھے۔ کیونکہ عربی زبان میں اتکاء کے معنے مطلق ٹیک لگانے کے ہیں اور اگر حضورؐ تکیہ اور مسند پر بیٹھا کرتے تو آنے والا شناخت ہی نہ کر لیتا کیونکہ ظاہر ہے کہ مجلس میں جو تکیہ پر بیٹھا ہوتا ہے وہی بڑا ہوتا ہے۔ اور ہجرت کے واقعہ میں ہے کہ مسجد قبا میں آنیوالے حضرت صدیق اکبرؓ سے حضورؐ کے دھوکہ میں مصافحہ کرتے رہے جب دھوپ چڑھ آئی تو حضرت صدیقؓ حضورؐ پر چادر تان کر کھڑے ہوگئے تب معلوم ہوا کہ حضور یہ ہیں سو حضورؐ اس قدر سادگی سے رہتے تھے اب یہاں قابل لحاظ یہ بات

ف زیادہ تعظیم و تکریم کرنیوالا وقت پر کام نہیں دیتا

ف حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے چلنے کی منافع

ف عرب کا دستور بابت ترک تصنع

ف حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجمع میں کس طرح بیٹھتے

ف ہجرت کا واقعہ بابت ترک تکلف

ہے کہ معلوم ہونے پر دوبارہ حضورؐ سے کسی نے مصافحہ نہیں کیا نیز یہ کہ حضرت صدیق رضؓ حضورؐ کو تکلیف سے بچانیکے لئے خود ہی سب سے مصافحہ کیا کئے کیا ادب ہے حقیقی ادب اسکو کہتے ہیں کس جان نثاری سے لوگ آئے تھے اور اُن کے لئے مصافحہ کس درجہ نعمت غیر مترقبہ تھی مگر اپنی خواہشیں پوری کرنیکے مقابلہ میں حضورؐ کی تکلیف کا زیادہ پاس کیا۔ آجکل کا مصافحہ نہ تھا۔ آجکل تو لوگ غضب ہی کرتے ہیں ایک مرتبہ میں گردن جھکائے وظیفہ پڑھتا تھا ایک شخص آئے اور مصافحہ کیلئے کھڑے رہے میں نے آنکھیں بند کرلیں تاکہ وہ چلے جائیں مگر وہ اسپر بھی نہ گئے اور پکار کر کہا کہ مصافحہ[عہ] میں نے بھی کہدیا کہ وظیفہ اور بعض لوگ کہدھا پکڑ پکڑ کر کھینچتے ہیں کہ مصافحہ کرلیجئے مصافحہ کیا ہوا کہ بلائے جان ہوگیا اور پھر کتنا ہی کہئے کوئی سنتا نہیں۔ ابھی ایک شخص کو منع کیا اور دوسرا اُسی طرح مصافحہ کرنیکو تیار۔ فرمایا اور یہ رسم بھی قابل اصلاح ہے کہ مسافر چلتے وقت جبکہ اسباب باندھتا ہوتا ہے اُس وقت اُسکو گھیرتے ہیں اُس وقت اُسکو مخلی بالطبع چھوڑ دینا چاہئے جبتک اسباب باندھے اُس سے ہٹکر ایک طرف بیٹھ جانا چاہئے ہاں اُسکی اعانت کیواسطے اگر ایک دو آدمی پاس رہیں جن سے بے تکلفی ہو تو خیر جب تہیۂ سفر کرچکے تو اطمینان سے مل لیں فقط۔

سرائے میر کے اسٹیشن کی تقریر ختم ہوئی پھر ایک تقریر اسی موضوع پر ریل میں مابین الہ آباد و کانپور ہوئی بتاریخ یکم ربیع الاول ۱۳۳۵ھ شب پنجشنبہ وہ بھی حسب ایماء حضرت والا کے ادب العشیر کے ساتھ ملحق کی جاتی ہے وہ یہ کہ عدل بین النساء کا ذکر ہوا خواجہ صاحب[عہ] نے کہا عدل کیا مشکل ہے کیونکہ فعل اعضاء ہے دونوں کو ہر بات میں برابر رکھنا کسی بات میں ایک کو ترجیح نہ دی یہ مشکل کیا ہے فرمایا یہ عنوان تو بہت مختصر ہے آپ نے تو وہ مثال کردی کہ کسی نے ایک شعر لکھا تھا جس کا ایک مصرعہ بہت چھوٹا اور ایک بہت بڑا تھا کسی شاعر نے اعتراض کیا کہ میاں مصرعے برابر نہیں فرمایا ضرورت شعری میں ایسا ہوتا ہی ہے

عہ مصافحہ وظیفہ بصورت فرمایا ۱۲۔

عہ خواجہ عزیز الحسن صاحب سابق ڈپٹی کلکٹر خلیفہ حضرت والا۔

مسافر کو روانگی کے وقت مخلی بالطبع کردینا چاہئے

عدل بین النساء مشکل ہے

مولانا جامی کے کلام میں بھی موجود ہے ۔ آہی غنچۂ اُمید بکشا (اس کو ٹھیرا ٹھیرا کر پڑھا) گلے از روضۂ جاوید بنما - اس کو جلدی سے ادا کر دیا اور اس طرح ثابت کر دیا کہ مصرعے چھوٹے بڑے ہیں - ایسے ہی آپ نے مختصر عنوان لے لیا اور جلدی سے کہکر ثابت کر دیا کہ عدل کچھ بڑا کام نہیں ذرا سی بات ہے فعل اعضا ہی تو ہے اوّل تو خود فعل اعضا بھی کہنے ہی میں ذرا سا ہے مگر کرنے میں ذرا سا نہیں کیونکہ یہاں ایک بلّی کی میاؤں بھی ہے کہ اُس عدل کی مانع ہو جاتی ہے - آپنے اس کا قصہ سُنا ہوگا

چوہوں کا قصہ

کہ چوہوں نے بلّی کو زیر کرنے کی تجویزیں سوچیں کسی نے کہا میں کان پکڑونگا اور کسی نے کہا میں گلا دباؤں گا اور کسی نے کہا میں دُم کاٹ لوں گا ایک پُرانا تجربہ کار چوہا بولا کہ ایک چیز اور رہگئی وہ کون پکڑے گا جسوقت وہ میاؤں کریگی اُس کو کون پکڑے گا - تو حضرت ایک میاؤں بھی ہے کہ اُس کے سامنے آپ کا مختصر عنوان کام نہیں دیتا وہ یہ ہے کہ عورت کجی کرے گی اور سمجھانے سے جب وہ راضی نہ ہوگی تو مرد کیا کرے گا بہت سے بہت آپ یہ کہیں گے کہ اُس کا کہنا نہ مانے

عدل میں دقتیں

اور عدل پر قایم رہے جو فعل اعضا ہے مگر قلب کو رنج تو ضرور ہوگا اور دل اُس میں مشغول ہو جاویگا - پھر وہ رنج لیکر دوسری کے پاس جاویگا اُس سے بھی بے لطفی ہوگی عجب نہیں کہ اس رنج کی وجہ سے اُس کی بھی کوئی بات ناگوار ہو اور اُس سے بھی ناچاقی ہو جاوے اور ایک میاؤں کی جگہ دو میاؤں ہو جاویں بتائیے اس کی کیا ترکیب ہے سخت مصیبت کا سامنا ہے مگر یہ جب ہے کہ مرد سلیم القلب ہو رنج اور خوشی کا احساس اُسکو ہوتا ہو ایسے شخص کی تو اس صورت میں واقعی زندگی تلخ ہوگی اور جس کو احساس ہی نہ ہو تو اُس کا ذکر ہی نہیں وہ تو آدمیت سے ہی خارج ہے گر وہ عدل ہی کیا کریگا - بس یہ کام تو صابر کا ہے

عدل صابر کا کام ہے یا ظالم کا

یا سخت مزاج کا کہ رنج والم سہا کرے اور عدل کو ہاتھ سے نہ دے یا ڈنڈے مار کر سیدھا کرلے مار کے سامنے سب سیدھے ہو جاتے ہیں یا عدل کا لفظ ہی اُٹھا دے - بس ایک طرف کا ہو جاوے دوسری کو معلقہ کر دے اور اپنی زندگی

آسائش سے بسر کرے مگر یہ شخص وہاں کی زندگی تلخ پاویگا جس کی تلخی اس زندگی کی تلخی سے اشد ہے آپنے کہہ تو دیا کہ عدل کیا مشکل ہے مگر میں ایک مثال میں پوچھتا ہوں کہ ایک کپڑا آوے اور دونوں بیبیاں اُس کی خواہش کریں اور عورتوں کی ہٹ آپ جانتے ہیں اُس وقت تبلائیے مرد کیا کریگا۔ ایک کو دے تو عدل کے خلاف اور مصیبت کا سامنا اور دونوں کو نہ دے تو دونوں ناراض۔ بس یہ ہوسکتا ہے کہ دو ٹکڑے کردے مگر اس صورت میں کپڑا ایسے بیونت ہو کر ایک کے بھی کام کا نہ رہیگا اور پھر تو سب کا ناک مُنہ چڑھیگا پھر آخر یہ شخص کہاں تک ان امور کا تحمل کریگا کہدینا تو سہل ہے کرکے دکھائیے بس تخالف نہونے کی صورت ایک یہی ہوسکتی ہے کہ دونوں عورتیں سلیم الطبع ہوں اور خود ہی باہم تخالف نکریں جیسا کہ بعض جگہ موجود ہے۔ فقط

ادب الاسلام

لقب ذم شبہ جہل الاصنام

ضروری اطلاع } اس تقریر ادب الاسلام میں غلطی سے بجائے صفحہ ۲۹۹ کے ۲۶۷ لکھا گیا ہے
اس لئے آخر تک صفحات غلط ہو گئے لہذا صفحات مطبوعہ ارسال ہیں ناظرین اپنا رسالہ ٹھیک فرمالیں +

۲۹۹	۳۰۰	۳۰۱	۳۰۲	۳۰۳	۳۰۴
۳۰۵	۳۰۶	۳۰۷	۳۰۸	۳۰۹	۳۱۰
۳۱۱	۳۱۲	۳۱۳	۳۱۴		

جمعہ کی نماز کو چلے تھے اور راستہ میں منشی اکبر علی صاحب نے احقر سے پوچھا کہ آج بعد نماز جمعہ وعظ ہوگا یا نہیں میں نے عرض کیا کہ میں کیا کہہ سکتا ہوں حضرت کی رائے پر ہے ہاں اتنا مجھے معلوم ہے کہ ابتک کہیں وعظ نہیں فرمایا ہے۔

آسائیش سے بسر کرے مگر یہ شخص وہاں کی زندگی تلخ پاویگا جس کی تلخی اس زندگی کی تلخی سے اشد ہے آپنے کہہ تو دیا کہ عدل کیا مشکل ہے مگر میں ایک مثال میں پوچھتا ہوں کہ ایک کپڑا آوے اور دونوں بیبیاں اُس کی خواہش کریں اور عورتوں کی ہٹ آپ جانتے ہیں اُس وقت بتلائیے مرد کیا کریگا۔ ایک کو دے تو عدل کے خلاف اور مصیبت کا سامنا اور دونوں کو نہ دے تو دونوں ناراض۔ بس یہ ہوسکتا ہے کہ دو ٹکڑے کردے مگر اس

منہ

بس

ہی با

ادب الاسلام

لقب ذم شبہ اہل الاصنام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

این	متی	کم	کیف	ماذا	من ضبط	المستمعون	اشتات
کہاں ہوا	کب ہوا	کتنا ہوا	بیٹھکر یا کھڑے ہوکر	کیا مضمون تھا	کس نے لکھا	تعداد سامعین	متفرقات
قصبہ شاہپور ضلع گورکھپور جامع مسجد	۱۳ صفر ۱۳۳۵ھ یوم جمعہ	ایک گھنٹہ ۲۰ منٹ	بیٹھکر	عبادات اسلام کی ترغیب اور تشبہ بالکفار کی تردید	احقر محمد مصطفیٰ بجنوری عفی عنہ	۱۰۰ آدمی	سفر گورکھپور میں ہوا

تمہید۔ حضرت والا نے بغرض تبدیل آب وہوا و استراحت گورکھپور کی طرف ماہ صفر ۱۳۳۵ھ میں سفر کیا اور اپنے بھائی منشی اکبر علی صاحب مینجر ریاست مجھولی ضلع گورکھپور کے پاس دورہ میں تشریف لے گئے دو تین دن مختلف مقامات پر قیام رہا کیونکہ منشی صاحب دورہ میں تھے اسی دورہ میں منشی صاحب نے قصبہ شاہپور ضلع گورکھپور کا کوچ کیا حضرت والا بھی اسی مقام پر پہنچے اتفاقاً جمعہ کا دن اسی مقام پر آگیا قیام حضرت والا کا قصبہ سے قریب ایک میل کے فاصلہ پر تھا جمعہ کی نماز پڑھنے کے لئے قصبہ میں تشریف لیچلے۔ جب بنگلہ سے جمعہ کی نماز کو چلے تھے تو راستہ میں منشی اکبر علی صاحب نے احقر سے پوچھا کہ آج بعد نماز جمعہ وعظ ہوگا یا نہیں میں نے عرض کیا کہ میں کیا کہہ سکتا ہوں حضرت کی رائے پر ہے ہاں اتنا مجھے معلوم ہے کہ ابتک کہیں وعظ نہیں فرمایا ہے۔

گورکھپور میں بھی درخواست کیگئی تھی تو یہی جواب دیا تھا کہ میں نے یہ سفر استراحت کیلئے کیا ہے۔ طبیعت ضعیف ہے وعظ کے تعب کی متحمل نہیں بیان کرنے سے سفر کی غایت ہی فوت ہو جاویگی یہ سنکر منشی اکبر علی صاحب خاموش ہو گئے بعد نماز جمعہ قاضی صاحب امام جامع مسجد کھڑے ہوئے اور پکار کر کہا کہ آپ لوگوں کو اگر شوق وعظ کا ہو تو مولانا صاحب سے عرض کیا جاوے اسپر چند آدمیوں نے یکے بعد دیگرے شوق ظاہر کیا اور رفتہ رفتہ سب نمازیوں نے اتفاق کیا کہ ہاں وعظ ضرور ہونا چاہئے قاضی صاحب نے کہا حضرت کچھ بیان فرما دیجئے۔ فرمایا میں اس سے معذور ہوں کیونکہ تھوڑے بیان سے لوگوں کی سیری نہ ہوگی اور زیادہ بیان کا میں متحمل نہیں ہوں قاضی صاحب نے کہا ہم یہ اطمینان دلاتے ہیں کہ تھوڑے سے تھوڑا بیان بھی ہماری تسلی کیلئے کافی ہے دیکھئے قرآن شریف میں بڑی سورتیں بھی ہیں اور قل ہو اللہ بھی ہے فرمایا بس قل ہو اللہ پڑھ دوں تو آپ کافی سمجھیں گے کہا ہاں چاہے آپ صرف قل ہو اللہ ہی پڑھ دیں اور اس کا ترجمہ بھی نکریں اور یہ بات ہم صاف اور سچے دل سے کہتے ہیں۔ اس پر حضرت والا بیان پر آمادہ ہو گئے اور بیان سے پہلے فرمایا کہ میرا ارادہ اس سفر میں بیان کا بالکل نہ تھا مگر اسوقت ایسے پیرایہ سے فرمایش کی گئی ہے جس کا مجھ پر بڑا اثر ہوا ایسا کہ اصرار کرنے سے ہرگز نہ ہوتا وہ یہ کہ وعظ کی مقدار کو میری رائے پر چھوڑ دیا گیا ہے یہ ترک اصرار میرے اوپر اصرار سے زیادہ موثر ہوا لہذا بیان کرتا ہوں۔ احقر اس سے تعجب کر رہا تھا کہ قاضی صاحب نے درخواست کی اور اول دو چار آدمیوں نے اس سے اتفاق کیا بجز تمام مجمع نے۔ اس ترتیب سے مترشح ہوتا تھا کہ باہمی متفق تجویز سے ایسا ہوا ہے۔ چنانچہ بعد میں معلوم ہوا کہ جناب منشی اکبر علی صاحب کی سکھائی ہوئی یہ تدبیر تھی کہ اس طرح درخواست اور تائید کرنا اور کوئی اصرار نہ کرنا نہ مطلق وعظ پر نہ وعظ کی مقدار پر سو یہ تدبیر کارگر ہو گئی اور وعظ ہوا

خطبہ ماثورہ۔ اما بعد۔ فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اقیموا الصلوٰۃ ولا تکونوا من المشرکین ٥ یہ ایک آیت کا

ٹکڑا ہے اسمیں اللہ جل شانہ وعم نوالہ نے ایک بات کا حکم کیا ہے اور ایک بات سے منع کیا ہے۔ میں یہ بیان کرتا ہوں کہ کس بات سے منع کیا ہے اور کس بات کا حکم کیا ہے اور دونوں باتوں میں تعلق کیا ہے اس سے ایک بڑی بات نکلے گی کہ وہ ایک دستور العمل ہوگا اور تمام اعمال میں اس کا خیال نہایت نافع ہوگا۔ یہ حاصل ہے میرے اسوقت کے تمام بیان کا۔ ترجمہ۔ نماز کو قایم کرو اور مشرکین میں سے مت ہو قایم کرنے کے معنی ہیں درست کرنا اور سیدھے سیدھے پڑھنا اور پابندی کے ساتھ پڑھنا اسکے لئے دوسرا لفظ یہ ہے کہ نماز کے حقوق پورے پورے ادا کرو اور ظاہر ہے کہ کسی چیز کی درستی اُسی وقت ہوتی ہے جبکہ اسکے تمام اجزار ٹھیک ہوں اور جو نسبت باہم ان اجزار میں ہو وہ بھی قایم رہے اور اگر ایسا نہ کیا جاوے تو اس کو درست کرنا نہیں کہتے مثلاً کوئی کھانا پکائے تو کھانا اچھا جب ہی کہا جائیگا۔ کہ جب ساری اجزار اسکے ڈالے گئے ہوں اور اُن اجزار کی باہمی نسبت بھی ٹھیک ہو حتیٰ کہ اگر نمک بھی زیادہ کردیا گیا تو یہ نہیں کہا جاویگا کہ کھانا ٹھیک پکایا۔ اسی طرح اس حکم کی تعمیل کہ نماز کو درست کرو۔ جب ہی ہوگی جبکہ اس کے پورے حقوق ادا کئے جائیں اُس وقت کہا جائیگا کہ نماز کو درست کیا درست کرنے کا ترجمہ عربی میں اقامت ہے اور اگر ایسا نہ کیا اُس کے اجزار پورے ادا نہ کئے یا اُن اجزاء کے تناسب کو قایم نہ رکھا تو یہ نہیں کہہ سکتے کہ نماز کو درست کیا بلکہ یہ کہیں گے کہ نماز کو بگاڑا اور خراب کیا تو اقیموا الصلوۃ کے یہ معنی ہوئے کہ نماز پڑھو اور اس طرح پڑھو کہ پورے حقوق ادا ہوں نہ کہ ایسی نماز کہ فقط نام نماز کا لگ جاوے اسکو نماز ہی نہ کہا جائیگا دیکھو موٹی سی بات ہے کہ ایک حاکم یا آپ کا ایک دوست کہے کہ ایک نوکر ہم کو لادو اور آپ اسکے اس حکم کی تعمیل یہ کریں کہ چارپائی پر ڈالکر ایک آدمی لنجا اپاہج بیمار جو کسی کام کا نہو فقط جان اسمیں ہو لیجا کر پیش کریں اور وہ پوچھے کہ یہ کیا ہے آپ جوابدیں کہ آپ کے حکم کی تعمیل کی ہے آدمی لایا ہوں تو اسپر وہ حاکم کیا برتاؤ کرے گا یا وہ دوست آپ کا اس فرمایش کی تعمیل سے خوش ہوگا اور کیا جب وہ کہے کہ یہ کیسا آدمی لائے

ہو تو یہ جواب معقول ہوگا کہ آپ نے آدمی مانگا تھا آدمی آدم کی اولاد کو کہتے ہیں یہ اولاد آدم ہے اور جاندار ہے کون کہہ سکتا ہے کہ یہ آدمی نہیں ہے آپ کے حکم کی تعمیل پوری کردی گئی وہ اسکے جواب میں کہے گا کہ تم اسکو آدمی کہہ لو ہم نے نام کا آدمی نہیں مانگا تھا کام کا آدمی مانگا تھا ہم کو تو اس سے خدمت لینی تھی اور یہ اُلٹا خود خدمت کا محتاج ہے صاحبو یہ بات اسکی ٹھیک ہے یا وہ ضابطہ کا جواب کہ آپ نے آدمی مانگا تھا آدمی لادیا بالکل ظاہر ہے کہ ٹھیک بات اسی کی ہے بس ثابت ہوا کہ جس چیز کی فرمایش ہو اس میں ایک نام کا درجہ ہوتا ہے اور ایک کام کا نام کا درجہ کوئی منظور نہیں کرتا۔ ہر شخص کی غرض یہی ہوتی ہے کہ کام کی چیز ملے دیکھئے پنساری سے آپ بادام مانگیں اور وہ نام کے بادام دیدے یعنی ایسے بادام دے جن کے اندر مغز نہو تو آپ واپس کرینگے یا نہیں اگر وہ آپ کو کہے کہ بادام مانگے تھے میں نے بادام دیدیے تو آپ یہی کہیں گے کہ اصلی مقصود تو کام ہے اور وہ مغز سے نکلتا ہے نام کے بادام کس کام میں آویں گے لے صاحبو ذرا ہمکو شرم کرنی چاہیئے کہ اپنے معاملات میں تو درجہ کام کا چاہتے ہیں اور خدا کے معاملات میں نام کے درجہ کو کافی سمجھتے ہیں اور اُسپر اطمینان کرلیتے ہیں کہ ہم نے خدا تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کردی اور اسپر ثواب اور جزا کی اُمید لگائے بیٹھے ہیں۔ نماز ایسی پڑھتے ہیں کہ نہ طہارت کی خبر نہ کپڑے کی خبر بعض لوگ ایسا چھوٹا کپڑا باندھتے ہیں کہ رکوع اور سجدہ میں ستر کھل جاتا ہے۔ اگر چوتھائی گھٹنہ بھی کھل گیا تو نماز نہیں ہوئی[عـه] مگر اس کی کچھ پرواہ نہیں نہ سجدہ ٹھیک نہ رکوع نہ دو سجدوں میں فصل بعض لوگ سجدہ میں سے اتنا سر نہیں اُٹھاتے جو فاصل بین السجدتین ہو جائے کتابوں میں لکھا ہے کہ ایسے دونوں سجدے ایک ہی سجدہ کے حکم میں ہیں تو اس صورت میں ایک سجدہ ہوا جب دوسرا سجدہ ہی نہیں ہوا تو نماز کیسی ایک سجدہ کیلینے کے بعد چاہیئے کہ سیدھا بیٹھ جائے اور سب اعضا ٹھیر جائیں تب دوسرا سجدہ

نماز میں بے احتیاطی

[عـه] بعض کے نزدیک گھٹنا مستقل عضو ہے اور بعض کے نزدیک ان کے تابع ہے چوتھائی گھٹنا کھلنے سے نماز کا فاسد ہونا پہلے قول پر ہے حضرت مولانا نے احتیاطاً اسی کو اختیار کیا ہے ۱۲۔ ناظر

کرے اگر اتنا وقفہ بھی نہو تو اتنا تو ضرور ہے کہ اتنا سر اُٹھایا جائے کہ اقرب الی القعود ہو جائے گو ایسی نماز مکروہ ہوگی اور ایک اور نئی ایجاد ہوئی ہی نماز میں کہ بہت لوگوں نے عادت کرلی ہے کہ قومہ بالکل ہی ندارد کردیتے ہیں قومہ کہتے ہیں رکوع کے بعد سیدھا کھڑا ہونے کو یہ نماز میں واجب ہے بلا اسکے نماز نہیں ہوتی اور یہ مسئلہ سب نماز پڑھنے والوں کو معلوم ہے۔ گو بعض کو اس کا وجوب نہ معلوم ہو تب بھی یہ تو ضرور معلوم ہے کہ رکوع کے بعد سمع اللہ لمن حمدہ یا ربنا لک الحمد کہا جاتا ہے معلوم نہیں جن لوگوں نے قومہ کو اُڑا دیا ہی یہ دونوں لفظ وہ کس وقت کہتے ہونگے شاید رکوع میں کہتے ہوں مگر رکوع بھی ان کا لمبا نہیں دیکھا جاتا بس سوائے اسکے کیا کہا جاوے کہ نماز کا ایک جزو اُڑا ہی دیا یہ تو خدا کی بتلائی ہوئی نماز میں ترمیم ہے جب نماز پڑھتے ہی ہو تو اس سے کیا فائدہ کہ پڑھی پڑھائی کو غارت کرو اگر اعلےٰ درجہ کی نہیں ہوسکتی تو ادنیٰ درجہ کی تو ہو جائے اسکے اجزا ضرور یہ تو ادا ہو جائیں جس سے کسی درجہ میں تو کہا جا سکے کہ نماز ہی نماز کی صورت تو درست ہو جائے حقیقت نہ سہی مگر ہمنے تو صورت کی بھی یہ گت بنائی کہ روح تو الگ رہی ہماری اس نماز کی مثال تو وہ بھی صحیح نہیں رہی جو ابھی میں نے بیان کی تھی کہ پنساری کے یہاں جاویں اور بادام مانگیں اور وہ نرے چھلکے مغز سے خالی دیدے یا کوئی آدمی منگائے اور ایک اپاہج بیمار کو اس کے سامنے پیش کردیں اب یہ مثالیں

ہماری نماز کی مثال

بھی ہماری نماز کی نہیں بلکہ ہماری اس نماز کی مثال اب تو یہ ہوگئی کہ کسی سے بادام مانگیں اور وہ بادام کے کوئلے ہاتھ میں رکھدے یا آدمی مانگا جائے اور وہ مرگھٹ میں سے ایک مردہ لاکر پیش کردے صاحبو یہ کیا بیہودگی ہے کیا ایسی نماز سے ہمارا پیچھا چھوٹ سکتا ہے ذرا تو ہم کو خیال چاہیئے یہ کیسا غضب ہی کہ اپنی فرمایش پر تو نام کی چیز ملنے سے بھی ناراض اور خدا تعالیٰ کی فرمایش پر نام کی چیز بھی نہیں مہیا کی جاتی حالانکہ حق تو یہ تھا کہ حق تعالیٰ کی فرمایش پر وہ چیز پیش کی جاتی جو کام کی بلکہ اعلےٰ سے اعلیٰ ہوتی اگر یہ بھی نہ ہو تو علےٰ سبیل التنزل کہا جاتا ہی کہ ایسی چیز تو ہوتی جو اپنی فرمایش پر پیش کی جا سکے کام کی چیز تو وہ ہوتی ہے جس میں روح ہو نماز کی روح کیا چیز ہے اسکا بیان

آیت میں اس طرح ہے اقم الصلوٰۃ لذکری یعنی نماز کو درست کرو میری یاد کے واسطے خدا تعالیٰ کا تصور قلب میں اور اُسکو یاد رکھنا نماز کی روح ہے اس سے تو ہم کوسوں دور ہیں کام کی نماز تو یہی تھی جس میں حق تعالیٰ کی ہی طرف دھیان ہوتا یہ اگر میسر نہیں تو کاش نام ہی کی نماز ہوتی کہ رحمت خدا کیا عجب ہی اسی وقت قبول کرلیتی مگر جب کہ اسکے اجزا ضروریہ ہی ندارد ہیں تو اُس پر تو نماز کا نام بھی نہیں لگ سکتا صاحبو عمل کی صورت تو درست کرلو بڑوں کے یہاں کبھی محض صورت بھی مقبول ہو جاتی ہے بلکہ بعض اوقات حقیقت سے زیادہ صورت کی قدر کی جاتی ہی۔ جیسے مٹی کے خربوزے ککڑی بناکر رئیسوں کے یہاں لیجاتے ہیں تو انعام ملتا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ نقل تو ہو انعام اسی بات کا ملتا ہی کہ اس نے ہوبہو نقل اُتار دی۔ یہاں تو نقل بھی نہیں نماز کی صرف شکل بھی اگر بنائی جائے تو اُمید ہے کہ اس زمانہ میں قبول ہو جائے اس کا ثبوت حدیث میں ہی کہ فرمایا حضور نے صحابہ سے کہ تمہارا وہ زمانہ ہے کہ اگر کوئی دسواں حصہ مامور بہ میں کمی کرے تو ہلاک ہو جاوے قبول نہیں اور ایک زمانہ وہ آئے گا کہ اگر کوئی دسواں حصہ عمل کا بھی کرلیگا یعنی کیفاً تو نجات پا جاویگا تو ہم لوگوں کے واسطے تو بہت ہی آسان ہی مگر شاباش ہماری غفلت کو کہ ہم سے آسان کام بھی نہیں ہو سکتا ہم کو تو اس انعام کی بہت قدر کرنی چاہیے اس حدیث سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ وہ زمانہ وہ ہوگا کہ اس میں اعمال کے حقوق کی رعایت میں کمی ہو جائیگی اور یہی راز ہے معمولی عمل کے کافی ہو جانیکا کیونکہ جب کسی شے کی کمی ہو جاتی ہے تو تھوڑی چیز بھی غنیمت سمجھی جاتی ہی ہم لوگ تو اسقدر آسانی میں ہیں کہ ذرا سی توجہ سے اور ہاتھ پیر ہلانے سے بڑے بڑوں کی برابر حصہ پا سکتے ہیں ہمارے واسطے مشقت تو رہی ہی نہیں صحابہ نے ایسی مشقتیں اُٹھائی ہیں کہ ہمارا کیا حوصلہ ہے مگر اللہ اکبر اُن کا استقلال کہ جب جس نے بھی عمل کیا تو عزیمت کے اوپر کیا رخصت پر بھی عمل نہ کیا بدون کسی عذر یا مصلحت کے۔ حضرت ابوذر غفاری ایک صحابی ہیں اُنہوں نے اسلام کا چرچا سُنا تو اپنے گاؤں سے اپنے بھائی کو مکہ بھیجا

ف — کبھی صورت کی بھی قدر ہو جاتی ہی

ف — حضرت ابوذرؓ کا قصہ

تاکہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے حالات کی تفتیش کریں تاکہ حق کی تحقیق ہوجائے۔ اُنہوں نے واپس جاکر کچھ حالات بیان کئے مگر اُن سے اُنکی تسلی نہ ہوئی بآخر خود مکہ آئے مگر حضور سے مل نہ سکے کیونکہ اُس وقت میں حضور تک پہنچنا بہت مشکل تھا بچہ بچہ اسلام کا اور مسلمانوں کا دشمن تھا یہ پردیسی آدمی کوئی اُن کا ٹھکانا بھی مکہ میں نہ تھا جہاں ٹھیراتے اور کھانے پینے کا آرام ہوتا مگر زمزم شریف عجیب دولت ہے اُنہوں نے ایک مہینے تک اسی پر گذر کی جب بھوک لگتی تو اسی کو پی لیتے جب پیاس لگتی تو اسی کو پی لیتے ایک روایت میں ہے کہ ابوذر ایسے موٹے ہوگئے کہ پیٹ میں بٹ پڑ گئے مدت کے بعد حضرت علیؓ نے ان سے پوچھا تم یہاں کیسے ٹھیرے ہو اُنھوں نے اپنا سارا قصہ اُن سے خفیہ کہدیا حضرت علیؓ نے کہا کہ چلو حضور تک تمہیں میں پہنچا دوں مگر زمانہ خوف کا ہے اس طرح چلو کہ کوئی یہ نہ پہچانے کہ تم میرے ساتھ چل رہے ہو میں آگے آگے تھوڑے فاصلے پر چلوں گا اور تم میرے پیچھے آنا اور اسپر بھی اگر کوئی شخص مل گیا تو میں پیشاب کرنے کے بہانے راستہ کے کنارے بیٹھ جاؤں گا تم گذرتے چلے جانا کسی طرح یہ ثابت نہو کہ تم میرے ساتھ ہو ورنہ تمہارے واسطے بھی بُرا ہوگا اور میرے واسطے بھی یہ وہ وقت تھا کہ مسلمان کے ساتھ ہونا بھی جرم تھا دیکھئے کس قدر خطرناک وقت تھا کہ مسلمان کے ساتھ ہونا بھی جرم تھا مگر دل کی لگی اس کو کہتے ہیں کہ اسی ترکیب سے سیدھے حضور کے پاس پہنچے اور اوّل ہی جلسہ میں مسلمان ہوگئے حضور نے فرمایا کہ اس وقت تم اپنے گاؤں کو چلے جاؤ ہمیں اُمید ہے کہ ہجرت کی اجازت ہوجاویگی تب وہاں آجانا اور اپنے اسلام کو یہاں ظاہر نہ کرنا ابوذرؓ نے عرض کیا کہ حضرت کفر کو تو ہمیشہ ظاہر کیا اسلام کو کیا چھپاؤں گا یہاں یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ یہ مخالفت امر نہیں ہے کیونکہ طلب نہی شفقۃً تھی اس خیال سے کہ مبادا کوئی مخالف کچھ ایذا پہنچاوے اس صورت میں تعمیل امر نہ کرنا مخالفت نہیں ہے بلکہ عمل علے العزیمت ہے اور

اسی لئے یہ قصہ بیان کیا گیا ہے۔ غرض اُنہوں نے گوارا نہ کیا کہ اخفاء اسلام کریں
اور اظہار کے لئے بھی یہ غضب کیا کہ وہ صورت اختیار کی جس میں جان کا خطرہ
تھا مسجد حرام میں پہنچے وہیں کفار کی بیٹھک تھی جس کا نام دار الندوہ تھا جواب
حرم شریف کا جزو ہے وہاں سب کفار جمع تھے آپ نے کیا کیا کہ اپنے ایمان
کی اذان دیدی اذان بالمعنی المصطلح نہیں بلکہ معنی اعلان ایمان کے ہے یعنے
سب کے سامنے کھڑے ہو کر علے الاعلان کلمۂ شہادت پڑھا پھر کیا تھا کفار تو
مسلمانوں کے خون کے پیاسے تھے سب لپٹ پڑے اور بہت مارا۔ شعر۔

بجرم عشق توام میکشند وغوغائیست ... تو نیز بر سر بام آکہ خوش تماشائیست

اور اس سے کچھ تعجب نہ کیجئے کہ ایک شخص دین کیواسطے اتنی ہمت کرے کیوں کہ
ایک مخلوق کی محبت میں دیکھا ہو گا کہ کیا کیا ہو جاتا ہے ایک بازاری عورت
کے پیچھے لوگوں کی بعض دفعہ کیا کیا گتیں بنتی ہیں اس مار کی قدر وہی شخص جان
سکتا ہے جس کو عشق کا مزہ آچکا ہو حضرت ابوذرؓ نے نہ غل مچایا نہ کچھ ان کی خوشا
درآمد کی بلکہ چپ چاپ کھڑے پٹتے رہے عجب نہ تھا کہ کفار مار ہی ڈالتے مگر قدرت
خدا کہ حضرت عباسؓ آگئے یہ بڑے رحمدل تھے اور بڑے قوی تھے ان کی آواز بارہ
میل جاتی تھی اور کیوں نہو ہاشمی تھے خاندان بنی ہاشم تھا ہی بہت قوی خود حضور
صلے اللہ علیہ وسلم میں تیس آدمیوں کی قوت تھی چنانچہ حضور نے ایک پہلوان کو
پچھاڑا تھا ان کا نام رُکانہ تھا جو حضورؐ کے پاس آئے تھے اور کہا تھا کہ اگر آپ
مجھے پچھاڑ دیں تو میں مسلمان ہو جاؤں آپ نے ان کو پچھاڑ دیا اُنہوں نے کہا
یہ اتفاقی بات تھی کہ میں پچھڑ گیا اب کے پچھاڑیے تو جانوں حضورؐ نے پھر اُن کو
اُٹھا کر پھینک دیا یہ صاف ثبوت ہے اس بات کا کہ حضور میں قوت بدنی بھی
بہت تھی۔ غرض یہ بات ثابت ہے کہ حضور میں تیس آدمیوں کی قوت تھی
یہاں سے ملحدوں کے تعدد ازدواج پر اعتراض کا جواب بھی نکلتا ہے کہ جب
حضور میں تیس آدمیوں کی برابر قوت تھی اور ایک آدمی کو ایک بیوی رکھنے کی

حضرت عباسؓ کی قوت اور رحمدلی

بنی ہاشم کی قوت

حضور کی قوت

اجازت تمام دنیا دیتی ہے تو اس حساب سے بھی حضور کو تیس بیویاں رکھنے کی گنجایش تھی تیسؔ کی جگہ اگر نو ہی رکھی تو اس تعدد ازواج پر کیا اعتراض ہوسکتا ہے۔ بلکہ حضور نے بہت کمی کی حساب سے ایک تہائی سے بھی کم پر بس کیا ذرا انصاف سے کام لینا چاہیے اور یوں کوئی بک بک کرتا پھرے تو اس کا کیا علاج اور یہ تعدد ازواج بھی بطور نفس پروری نہ تھا کیونکہ اُس کے خلاف پر بہت سے قرائن ہیں۔ دیکھیے سوائے حضرت عائشہ کے سب بیواؤں سے عقد کیا اور سب سے اوّل جو شادی کی اُس وقت حضور کی عمر پچیسؔ برس کی تھی یہ وقت عین شباب کا تھا اس وقت میں تو کنواری سے کرنا تھا مگر حضورؐ نے حضرت خدیجہؓ سے کیا اُنکی عمر اس وقت چالیس برس کی تھی اور بیوہ تھیں دیکھیے یہ نفس پروری ہے یا نفس کشی اور جب تک وہ زندہ رہیں اُن کے سامنے اور کوئی نکاح نہیں کیا یہاں سے یہ شبہ بھی جاتا رہا کہ حضور نے بیوہ عورتوں سے اسواسطے عقد کئے کہ کنواری ملتی کہاں آپ کوئی گھر کے امیر نہ تھے اور شبہ اس طرح رفع ہوا کہ حضرت خدیجہؓ ملکۃ العرب کہلاتی تھیں اُنہوں نے خود اپنی خواہش سے حضورؐ سے نکاح کیا تھا جب حضور کی وقعت لوگوں کے دلوں میں یہ تھی کہ ملکۃ العرب نے خود خواہش کی تو غریب غربا کنواریوں کا ملنا کیا مشکل تھا نیز دوسری دلیل اس بیہودہ بکواس کی تردید کی کہ کنواری لڑکیاں مل کہاں سکتی تھیں سورۂ حم سجدہ کے پڑھکر سُنانے کا واقعہ ہے وہ اس طرح ہے کہ کفار نے ایک دفعہ اکٹھا ہوکر مشورہ کیا ان میں ابوجہل بھی تھا کہ یہ شخص جو دعوے نبوت کرتے ہیں اس کے فرو کرنے کے واسطے بجائے مخالفت کے تدبیر سے کام لیا جاوے تو بہتر ہے وہ یہ ہے کہ ان سے پوچھنا چاہیے کہ یہ دعویٰ کس غرض سے کرتے ہیں اگر وہ غرض بلا اس دعوی کے پوری کردی جاوے تو غالباً یہ دعویٰ آپ چھوڑ دیں گے اس طرح بہت سہولت کے ساتھ ہم کو کامیابی ہوجائے گی چنانچہ ان میں سے ایک شخص نے جو بہت فصیح اور بلیغ تھا اس کام کا بیڑا اُٹھایا اور حضور میں حاضر ہوا اور کہا کہ آپ

اس کا جواب کہ حضور کو کنواری لڑکیاں نہیں مل سکتی تھیں

یہ تبلا دیجئے کہ آپ کو اس دعوے سے کیا مقصود ہے اگر حسین لڑکیوں کی خواہش ہے تو وہ جتنی آپ کہیں ہم پہنچا دی جاویں اور اگر مال مقصود ہے تو جتنا آپ کہیں ہم مال جمع کر دیں اور اگر امارت اور سرداری منظور ہے تو ہم سب آج سے آپ کو اپنا سردار مانے لیتے ہیں۔ حضورؐ اس کی باتوں کو خاموشی کیساتھ سنتے رہے حضورؐ کی عادت تھی کہ جواب میں جلدی نہ کرتے تھے اوّل پوری بات سُن لیتے تھے تب جواب دیتے تھے۔ جب وہ جو کچھ کہنا تھا کہہ چکا تو حضورؐ نے اس سے فرمایا کہہ چکے اب جواب سُنو اور سورۂ حم سجدہ کے شروع کی آیتیں شروع کیں حم تنزیل من الرحمن الرحیم آگے تک جب حضور اس آیت پر پہنچے فان اعرضوا فقل انذرتکم صاعقۃ مثل صاعقۃ عاد و ثمود اور اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر تم نہیں مانوگے تو میں ڈراتا ہوں اُس عذاب سے جو عاد اور ثمود پر آیا تھا۔ اس آیت کو سُنکر وہ کہتا ہے۔ خدا کے لئے بس کیجئے اور وہاں سے بھاگا اور نہایت بدحواسی کے ساتھ اُسی مجمع میں پہنچا ابوجہل وہاں موجود تھا ہی اُس نے دور سے اُس کو دیکھ کر کہا کہ یہ گیا تھا اور چہرہ لے کر اور آرہا ہے اور چہرہ لیکر۔ ابوجہل فراست اور دانائی اور عقلمندی میں مشہور تھا وہ بشرہ سے یہ سمجھ گیا کہ اس پر بھی کچھ اثر ہو گیا کیونکہ قرآن شریف کی دلربائی کفار بھی جانتے تھے حتی کہ یہ تجویز ہوا کرتی تھی کہ جس وقت حضور قرآن شریف پڑھا کریں اُس وقت گڑبڑ کیا کرو اور غل مچایا کرو تاکہ کوئی سُننے نہ پاوے کیونکہ سُننے کے بعد ممکن نہیں کہ قرآن کی طرف کشش نہ ہو اس کا ذکر اس آیت میں ہے وقال الذین کفروا لاتسمعوا لھذا القرآن والغوا فیہ لعلکم تغلبون اور یہاں سے خدا کی قدرت بھی نظر آتی ہے کہ عقلمندوں کو ایسے گڑھوں میں گراتا ہے کہ قرآن سے اس قدر قائل اور فراست اور دانائی اور عقلمندی میں مشہور مگر ایمان نہ لاتے تھے سچ یہ ہے کہ ہدایت بلا توفیق خداوندی کے نہیں ہو سکتی دیکھئے عقلاء یورپ موجود ہیں ایسے صنائع کے جن کی ایجادوں سے حیرت ہوتی ہے مگر ایسے صریح مغالطہ میں پڑے ہوئے ہیں کہ

قرآن شریف کی دلربائی

نہایت درجہ قابل حیرت ہے جس قدر عقلمندی میں اعلےٰ درجہ رکھتے ہیں اُسی قدر اُن میں دہریت ہے اور خدا کے منکر ہیں دنیا میں تو کوئی فعل بلا فاعل کے نہ ہوسکے اور اتنے بڑے عالم کے لئے صانع کی ضرورت تسلیم نہیں کرتے یہ قدرت خدا کا نظارہ ہے۔ غرض ابوجہل نے اُسے دور ہی سے دیکھ کر کہا کہ یہ گیا تو تھا اور چہرہ لیکر اور آیا اور چہرہ لیکر وہ جب پہنچا اُس نے سارا واقعہ بیان کیا اور کہا کہ جب اُنھوں نے یہ آیت پڑھی ہے تو مجھے ایسا معلوم ہوا کہ اب بجلی گرنے کو ہے میں اپنی جان بچا کر بھاگا دیکھئے اس واقعہ سے ثابت ہے کہ عورتیں بھی آپ کے سامنے پیش کی گئیں تو اس کہنے کی گنجایش نہیں رہی کہ بیوہ عورتیں اس واسطے کی تھیں کہ کنواری لڑکیاں مل نہ سکتی تھیں۔ جبکہ آپ نے باوجود کنواریاں مل سکنے کے بیوہ عورتوں سے عقد کئے تو وہ شخص جس کو ذراسی بھی عقل ہے سمجھ سکتا ہے کہ کسی اور مصلحت پر اسکی بنا تھی اُن مصلحتوں کا بیان کرنا یہاں مقصود نہیں بلکہ صرف یہ تبلانا ہے کہ ایسے شخص کو شہوت پرست کہنا دین تو برباد کرنا ہے ہی عقل کے پیچھے بھی لٹھ لئے کر پھرنا ہے۔ غرض حضور میں ہر طرح کی قوت تھی اور یہ آپ کا ذاتی کمال تو تھا ہی خاندان سے بھی میراث میں پایا تھا۔ بنی ہاشم سب قوی تھے حضرت عباسؓ انہیں میں سے تھے حضرت ابوذرؓ کے پٹنے کے وقت وہ آگئے اُنھوں نے سب کو ہٹایا اس طرح کہ خود اُن پر اُلٹے پڑ گئے ان میں اسلام سے پہلے بھی یہ رحم تھا یہ عالی خاندانی کی دلیل ہے۔ خاندانی اور غیر خاندانی میں بڑا فرق ہوتا ہے حضورؐ کو خدا تعالیٰ نے ایسے خاندان میں پیدا کیا تاکہ کسی بڑے سے بڑے کو حضور کا اقتدار کرنے میں عار نہ ہو اسی واسطے حق تعالیٰ نے سب انبیاء کو خاندانی بنایا ہے اگرچہ خدائے تعالیٰ کے یہاں نسب کا چنداں اعتبار نہیں بلکہ کسب کا اعتبار ہے ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم مگر لوگوں کے مذاق کا اعتبار کیا تاکہ کسی کو بھی اتباع سے عار نہ ہو غرض حضرت عباسؓ نے اُن کو اپنی جان پر کھیل کر

خاندانی اور غیر خاندانی میں فرق ہوتا ہے

بچالیا یہ خون سے ایسے رنگین ہوگئے تھے جیسے بت قربانی کے خون سے رنگے جاتے تھے اب یہاں کوئی سننے والا کہہ سکتا ہے کہ آج کی مار سے سب نشہ اُن کا اُتر گیا ہوگا اور آئندہ ان کو ہمّت نہ رہی ہوگی کہ کسی کے سامنے اظہار ایمان کریں مگر

شعر

لن از دعشق را کنج سلامت خوشا رسوا ئیے کوئی ملامت

اگلے دن پھر اُسی مجمع میں پہنچے اور پھر اُسی اعلان کے ساتھ کہا اشھد ان لا الٰہ الا اللہ آج اُس سے بھی زیادہ غیظ کے ساتھ کفار لپٹ پڑے اور اور بھی زیادہ مارا خدا کی قدرت کہ پھر حضرت عباسؓ آگئے پھر اُنھوں نے اُسی طرح اُن کو مشکل بچایا۔ اسکو کہتے ہیں محبت اور یہ ہے اسلام ہمارا کیا مُنھ ہے کہ ہم بھی اللہ اور رسول کی محبت کا نام لیں پھر یہ اپنے گاؤں چلے گئے یہاں کوئی یہ شبہ کر سکتا ہے کہ دین تو مشکل اُس وقت تھا جیسا کہ ان شواہد سے معلوم ہوا پھر یہ بات کیسے صحیح ہوئی کہ آجکل دین کی گرانی ہے دین کی گرانی تو اُس وقت تھی اس کے جواب کے لئے ذرا سی سائینس دانی کی ضرورت ہے وہ یہ کہ سائینس کا اُصول ہے کہ جب کسی کا محبوب سامنے ہوتا ہے تو اُسکو قوت رہتی ہے اور وہ اُسی قوت کی وجہ سے بہت سے موانع کو دفع کر سکتا ہے صحابہ کے زمانہ میں یہ بات موجود تھی یہ کتنی بڑی بات تھی کہ ہمارے سر پر ہمارے پیغمبر موجود ہیں اس قوت کیوجہ سے موانع کا اثر کم ہو سکتا تھا تو اُس وقت حضورؐ کے وجود سے قوت تھی اسوجہ سے موانع کا چنداں اثر نہ ہوتا تھا۔ دوسرے اُس وقت صرف بیرونی موانع تھے اندرونی موانع نہ تھے اور اس وقت میں قسم قسم کے دواعی شر کے موجود ہیں اغیار تو باعث شر کے ہوتے ہی ہیں اپنے بھی داعی شر ہیں بلکہ کفار سے آجکل صرف ضرر ظاہری ہے اور جو کفار مہذب ہیں اُن سے ضرر ظاہری بھی نہیں ہے وہ زبان سے بھی کہتے ہیں کہ مداخلت مذہبی نہ کریں گے اور برتاؤ میں بھی اُن کے تہذیب ہے۔ دل آزاری بھی پسند نہیں کرتے وہ کسی طرح بھی مخل فی الدین

نہیں ہیں ۔ آجکل زیادہ مخل فی الدین وہ لوگ ہیں جو اغیار نہیں سمجھے جاتے ۔ وہ اس قدر داعی الی الشر ہیں کہ خدا کی پناہ کسی کو کھلم کھلا وہ شر کی طرف بلاتے نہیں پھرتے مگر کتابیں اس طرح کی تیار کردی ہیں جو کھلم کھلا بلانے سے بہت زیادہ اثر رکھتی ہیں بس وہ اپنا کام کر رہی ہیں اس اثر سے عوام کی آجکل وہ حالت ہے کہ صبح کو کچھ شام کو کچھ کسی کو اپنے ایمان پر بھروسہ نہیں رہا یصبح الرجل مؤمنا ویمسی کافرا اور سبب اس زہریلے اثر کا دین کی ناواقفی ہے اور دین سے اس ناواقفی کے بہت سے اسباب موجود ہیں مثلاً یہ کہ مسلمان عام طور سے معاش کی تعلیم وغیرہ میں لگے ہوئے ہیں اتنی فرصت ہی نہیں کہ دین کی طرف توجہ کریں پھر مذہب کی کیا خبر ہو ۔ اور اس میں بھی چنداں مضائقہ نہ ہوتا اگر ذہن میں یہ بات رہتی کہ ہم دنیادار ہیں مصیبت تو یہ ہے کہ باوجود دین سے مس نہ رہنے کے اپنے آپ کو دیندار سمجھتے ہیں بلکہ دوسروں کی رہبری کیلئے تیار ہیں اس وقت میں مسلمانوں کو مسلمانوں ہی سے زیادہ ضرر پہنچ رہا ہے یہ لوگ اس قدر آزاد ہیں جن پر مسلمان ہونے کا اطلاق ہونا بھی مشکل ہے ہمارے نواح کے ایک قصبہ کا ایک واقعہ ہے کہ ایک تعلیم یافتہ شخص ایکبار کہنے لگے کہ میں محمد صاحب کی بہت قدر کرتا ہوں آپ بڑے ریفارمر تھے اور بہت اصلاح قوم کی کی ۔ رہی نبوت سو وہ صرف ایک مذہبی خیال ہے مسلمانوں نے خوش عقیدگی کی وجہ سے مان لیا ہے بتائیے ایسے شخص کے کفر میں کیا شبہ ہے یا اسلام ایسی چیز ہے کہ کسی طرح جا ہی نہیں سکتا کفر کے عقیدے دل میں رکھو اور کلمات کفر زبان سے بکو اور اسلام ہے کہ اس میں فرق ہی نہیں آتا حضرت اسلام خداوند تعالیٰ سے ایک خاص تعلق کا نام ہے اور خداوند تعالیٰ کی ذات [illegible] زیادہ بے نیاز ہے اُس کو زبردستی تعلق قایم رکھنے کی ضرورت نہیں دنیا [illegible] جو ذرا سا بھی بڑا ہے وہ کسی کو منہ بھی نہیں لگاتا پھر کیسے ہو سکتا ہے کہ خدا [illegible] لی سے کوئی تعلق قطع کرے اور خدا تعالیٰ اُس سے زبردستی

ف اغیار سے اتنا ضرر نہیں جتنا اپنوں سے ضرر

ف ایک دہریہ کا قصہ

جوڑتے پھرہیں اگر مرنے کھپنے پر بھی بندہ کے
تعلق کو حق تعالیٰ منظور فرمالیں تو زہے قسمت اور زہے عنایت ہی سو ایسے کلمات بکنے سے یقیناً اسلام جاتا رہتا ہے اور غضب یہ ہے کہ اُس شخص کے نکاح میں ایک مسلمان عورت ہے نکاح کسی طرح قایم نہیں اور جھرا جھر بچے بے نکاح ہو رہے ہیں تعلیم یافتہ ہونے کا نام لگ جانے سے عوام الناس میں ایسے لوگوں کی عزت ہو جاتی ہے اور اُن کا اثر پڑتا ہے بتایئے کہ اتنا نقصان مسلمانوں کو غیر قوم سے پہنچ سکتا ہے ہرگز نہیں اب مولوی جو اس تعلیم سے منع کرتے ہیں تو لوگ تعجب سے پوچھتے ہیں کہ صاحب دنیاوی تعلیم میں کیا حرج ہے مگر جو نتایج ظہور میں آ رہے ہیں اُن کو دیکھیے۔ بریلی میں ایک لڑکا میرے سامنے لایا گیا کہ اس کو ذرا نصیحت کر دیجیے یہ نماز نہیں پڑھتا میں نے اُس سے پوچھا کہ بھائی نماز کیوں نہیں پڑھتے اُس نے کہا کہ سچ ہی کہدوں میں تو خدا تعالیٰ کے وجود ہی کا قایل نہیں یہ کہا اور کہکر رویا اور کہنے لگا کہ میرے ماں باپ سے مواخذہ ہوگا کہ مجھے علم دین نہیں پڑھایا اور نہ نیک صحبت کی طرف کبھی توجہ دلائی۔ یہ لڑکا ایک اسلامی کالج میں پڑھتا تھا اب دیکھیے اسکی کیا حالت ہی میں نے اُن لوگوں سے کہا کہ اس کو اس کالج سے نکالکر گورنمنٹ کالج میں بھیجیے وہاں یہ اتنا خراب نہوگا جتنا کہ یہاں ہوا کیا انتہا رہے کہ گورنمنٹ کالج کو ترجیح دینی پڑی اُس کالج پر جو مسلمانوں کا کالج کہلاتا ہے اور جس کو لوگ ہم سے لڑتے مرتے ہیں کہ اُس کالج کو علما بُرا کہتے ہیں دیکھیے یہ اثر آپ کے نزدیک بڑا ہے یا نہیں گورنمنٹ کالج میں یہ اثر نہیں ہوتا وجہ یہ کہ اُس میں ہندو بھی ہوتے ہیں جب دو قوم اجنبی ایک جگہ رہتی ہیں تو دونوں میں مقابلہ رہتا ہی۔ اُس مقابلہ میں مذہبی پختگی بڑھ جاتی ہے اور وہاں ایک قوم ہے کوئی ایک دوسرے کا مقابل نہیں اسلیے خوب آزادی ہے اور مذہبی امور کی طرف کسی کو توجہ ہے نہیں

بچپن میں تعلیم کے متعلق ایک واقعہ

گورنمنٹ کالج کو ترجیح

حمیت پیدا نہیں ہوتی اور وہاں اسقدر خرافاتیں ہوتی ہیں کہ بات بات میں کفر کی نوبت آتی ہے۔ ایک دفعہ چند شریر لڑکے اکٹھے ہوئے ڈاڑھی منڈاتے تو سب ہی ہیں مگر جہل کو مرکب بنایا اور معصیت کو کفر تک پہنچایا اس طرح کہ ایک لڑکا ڈاڑھی نہیں منڈاتا تھا اُس کو کہہ سن کر ڈاڑھی منڈانے پر راضی کیا اور ایک بکرا منگایا پھر لڑکوں میں اعلان کیا کہ آج فلاں کمرہ میں عقیقہ ہوگا جب سب جمع ہو گئے تو ایک باپ بنا اور اُس لڑکے کو بیٹا بنایا اور اُس کو سب کے بیچ میں بٹھا کر ڈاڑھی منڈوا دی اور اس پر خوب قہقہے اُڑے اور بکرا ذبح کر کے کھانا کھلایا گیا یہ ایک بہت ہی ادنیٰ حرکت ہے مگر اس کی حقیقت یوں معلوم ہو سکتی ہے کہ گورنمنٹ کے کسی حکم کے ساتھ اس کا نصف معاملہ کر کے دیکھو بغاوت ہوتی ہے یا نہیں پھر حق تعالیٰ کے احکام کے ساتھ یہ بغاوت کیسے نہیں ہے اس بغاوت ہی کو شریعت کی اصطلاح میں کفر کہتے ہیں عدالت میں اگر کوئی حاکم حکم سنائے اُس پر ذرا ہنس دیجئے کوئی کلمہ بھی منہ سے نہ نکالئے مگر دیکھئے اُسی وقت توہین میں چالان ہوتا ہے یا نہیں حضرات مسلمانوں کی یہ نوبت ہو گئی ہے وہ مضرتیں جو قوم کو مسلمانوں کے ہاتھوں سے پہنچ رہی ہیں اور غیر قوموں سے یہ نقصان نہیں پہنچے غرض وہ لڑکا گورنمنٹ کالج میں داخل ہوا۔ ایک سال کے بعد اس کی حالت یہ ہوئی کہ خدا کا بھی قائل تھا اور رسول کا بھی قائل تھا اور نماز کا بھی پابند تھا۔ بات یہ ہے کہ لوگ بچوں کو ابتدا سے فکر معاش میں اس طرح ڈالتے ہیں کہ بالکل اُسی میں منہمک کر دیتے ہیں اگر کتابی تعلیم دین کی نہیں ہو سکتی تو زبانی تعلیم تو ممکن ہے مگر یہ بھی نہیں کرتے کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ بچوں کو نماز سکھلائی جاوے۔ دین کے ارکان اُن کو سنائے جائیں اس میں تو اُن کو کچھ محنت نہیں پڑے گی اور کچھ وقت بھی زیادہ خرچ نہ ہوگا۔ اگر بڑوں کو خیال ہو تو دین کے تمام ضروری اُصول و فروع اُن کو سکھا سکتے ہیں مگر یہ سب کچھ جب ہی ہو جبکہ دین کی پرواہ ہو اصل یہ ہے کہ دین کی کسی کو پرواہ ہی نہیں چھوٹوں کو یہ عذر ہے کہ بڑوں نے ہم کو اس طرف نہ لگایا اور بڑوں نے یوں دل کو سمجھا لیا

ہے کہ علم معاش سے فرصت نہیں ہی کیوں صاحبو! قانون کی ضروری باتیں بچوں کے کان میں کیسے پڑ جاتی ہیں کسی بچہ کو ہم نے یہ نہ دیکھا کہ علم معاش میں منہمک ہو کر اُسے یہ معلوم نہ ہوا ہو کہ مارنا پیٹنا جرم ہے اور وہ سر بازار دنگا فساد کرتا پھرتا ہو اگر کسی بچہ نے ایسا کیا ہوگا تو اُس کے مربی نے فوراً ڈانٹا ہوگا کہ یہ طریقہ شرفا کا نہیں ہے اور قانوناً جرم بھی ہے اس سے جیل خانہ پہنچ جانیکا اندیشہ ہے میں اُنہیں مربی سے پوچھتا ہوں کہ اُسی بچہ نے جب نماز نہیں پڑھی تو کیوں نہیں ٹوکا کیا اس کا ان کے پاس کوئی جواب ہی بس اصل یہ ہے کہ دین کی پرواہ نہیں اس کا نتیجہ آنکھ میچنے پر معلوم ہوگا دین کو ایسا چھوڑا ہے کہ اُس کا نام ہی آنا غضب ہے اس کا نام آیا اور سو حیلے کھڑے ہوئے۔ تعلیمِ معاش پر ہماری اوّل تو یہی شکایت تھی کہ اُس میں انہماک افراط کے درجہ پر پہنچ گیا ہے جس سے دین سے بیخبری ہوگئی ہے اور دوسری شکایت یہ ہے کہ وہ صرف دین سے غافل کرنے والا ہی نہیں بلکہ دین سے مخالف بنانیوالا بھی ہے۔ غرض ہر چہار طرف سے دین سے غفلت ہی اور دین کو بگاڑنیکے سامان جمع ہیں جب یہ حالت ہی کہ دین کے ممد اسباب تو موجود نہیں اور دین کے مخالف اسباب موجود ہیں تو یہ زمانہ دین کی گرانی کا زمانہ ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ گرانی کے زمانہ میں تھوڑی چیز بھی بہت سمجھی جاتی ہے لہذا اسوقت دین کی قیمت خدائتعالیٰ کے یہاں بہت ہی۔ یہ مضمون اُس حدیث سے نکلتا ہے جس کو میں نے ابھی بیان کیا تھا کہ فرمایا حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اب زمانہ وہ ہے کہ اگر کوئی مامور بہ میں دسویں حصہ کی بھی کمی کرے تو ہلاک ہو جائے اور ایک زمانہ وہ آئیگا کہ اگر کوئی مامور بہ کا دسواں حصہ بھی بجا لاویگا تو وہ نجات پا جائیگا اس حدیث کا مضمون کافی طور سے بیان ہو چکا اور اس مضمون کی تائید ایک اور حدیث سے بھی ہوتی ہی وہ یہ ہی ثم یاتی زمانٌ القابض علی الدین کالقابض علی الجمر او کمال قال دیکھ لیجئے آجکل کوئی شریعت پر عمل چاہتا ہے تو ضرور رُکاوٹیں پیدا ہوتی ہیں عقاید سے تو کوئی ہٹا نہیں سکتا کیونکہ عقیدہ فعل قلب ہی اعمال میں رُکاوٹیں ہیں خصوصاً

ف موجودہ تعلیم صرف غافل کرنیوالی نہیں بلکہ دین کو برباد و غارت کرنیوالی ہے

ف یہ زمانہ دین کی گرانی کا ہی

ف اصلاح معاملات زیادہ مشکل ہے

معاملات ہیں کہ پچاس میں ایک بھی معاملات میں عامل باالدین نکلنا مشکل ہے اور معاملات میں رکاوٹیں اعمال سے زیادہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ عمل پر بھی شخص واحد کا فعل ہے آدمی تنہا اپنے اختیار سے کر سکتا ہے اور معاملات وہ اعمال ہیں کہ جن کا تعلق دوسرے سے ہوتا ہے جب تک کہ دونوں باہمت اور پکّے نہ ہوں معاملہ کی اصلاح کیسے ہو مذاق عام طور سے بگڑے ہوئے ہیں اگر ایک شخص اصلاح معاملہ کی کوشش کرتا ہے تو دوسرا پکا نہیں ہوتا اور آپڑوسن مجھ سی ہو اس کو بھی بگاڑ لیتا ہے بس اسی طرح سے ایک سے دوسرا دوسرے سے تیسرا متاثر ہو کر سب ایک بلائے عام میں مبتلا ہو گئے ہیں کہ سب کے معاملات بگڑ گئے ہیں اور مسائل شرعیہ پر اعتراض کرتے ہیں کہ بہت تنگ ہیں حالانکہ تنگی خود کر لی ہے جب ایک بات کا رواج سب ملکر چھوڑ دیں تو اسکے کرنے میں تنگی ہو ہی جائیگی مثلاً اب رواج بڑبہ کا ہو گیا اب لوگ پرانے زمانہ کو یاد کر کے کہتے ہیں کہ پہلے رنگ کی بہت تکلیف تھی کسم بھگویا جاتا تھا اور کئی کئی روز تک ٹپکایا جاتا تھا اور بڑے اہتمام کرنے پڑتے تھے جب کپڑے رنگے جاتے تھے اب اُن کو اُس طریقہ سے رنگنا دشوار نظر آتا ہے مگر اس کی وجہ یہ نہیں کہ واقعی دشوار ہے بلکہ رواج چھوٹ گیا ہے صرف اس وجہ سے دشوار معلوم ہوتا ہے ورنہ پہلے زمانہ میں رنگتے ہی تھے پہلے تو کچھ بھی دشواری نہ معلوم ہوتی تھی غرض جس ایک کام کو عام طور سے آدمی کرنے لگیں وہ کیسا ہی مشکل ہو آسان ہو جاتا ہے اور اگر آسان سے آسان کام کو بھی چھوڑ دیں تو مشکل ہو جاتا ہے اور جس کام کی عادت ڈال لیں خواہ وہ کیسا ہی بُرا ہو اس کی بُرائی نظر سے چھپ جاتی ہے جیسا ایک بادشاہ کا قصہ ہے کہ وزیر نے پیشین گوئی کی کہ کل کو ایسی بارش ہوگی کہ جو شخص اُس کا پانی پیوے گا وہ پاگل ہو جائے گا بادشاہ نے برتنوں میں پانی بھروا کر رکھ لیا اگلے دن بارش ہوئی تمام لوگوں نے اُس کا پانی پیا سب کے سب پاگل ہو گئے بادشاہ اور وزیر نے جو پانی پہلے سے بھروا کر رکھ لیا تھا وہ پیا اس لئے وہ جنوں سے محفوظ رہے

اصلاح معاملات زیادہ مشکل ہے

احکام شریعت تنگ نہیں تنگی رواج کے چھوڑنے سے ہوئی

رواج سے بُرائی چھپ جاتی ہے

اب لوگوں میں جلسے ہونے شروع ہوئے کہ بادشاہ اور وزیر پاگل ہوگئے ہیں اُن کو معزول کر دینا چاہیے بادشاہ نے وزیر سے کہا کہ اب کیا کرنا چاہیے وزیر نے کہا کہ تدبیر یہی ہے کہ ہم بھی بارش کا پانی پی لیں۔ غرض بادشاہ اور وزیر نے بھی وہ پانی پی لیا اور جیسے اور پاگل تھے ویسے ہی وہ بھی ہوگئے اب لوگوں میں یہ جلسے ہوئے کہ بادشاہ اور وزیر اچھے ہوگئے اب اُن کو معزول کرنے کی ضرورت نہیں تو جیسے ان پاگلوں نے بادشاہ اور وزیر کو اپنی طرح نہ ہونے کی وجہ سے پاگل سمجھا تھا اسی طرح اب بددین لوگ دینداروں پر ہنستے ہیں کیونکہ بددینی کا مذاق غالب ہوگیا ہے اس کی بُرائی ذہن سے جاتی رہی ہے اور دینداری کم رہ گئی ہے اگر کسی میں وہ ہے بھی تو ایک نئی سی بات معلوم ہوتی ہے۔ ریل کے معاملات میں بعض دفعہ مشاہدہ ہوا کہ حقوق ادا کرنے والے پر لوگ ہنستے ہیں حالانکہ ادائے حقوق جملہ عقلاء کے نزدیک بھی اور شرعاً بھی مستحسن ہے اور اس کی ضد بالاتفاق قبیح ہے مگر طبائع میں خیانت اور حق تلفی کا مادہ غالب ہو رہا ہے اس واسطے ادائے حقوق پر بھی تعجب ہوتا ہے ایک ڈپٹی صاحب ہیں جو بہت دیندار ہیں وہ اپنے ایک لڑکے کا ٹکٹ لیتے تھے اور گھر والوں سے اس کی تحقیق کر رہے تھے کہ اس کی عمر کیا ہے تحقیق کرنے سے معلوم ہوا کہ اس کی اتنی عمر ہے جس پر ٹکٹ پورا لگنا چاہیے آس پاس جو لوگ کھڑے تھے وہ سب ہنس رہے تھے کہ دیکھو اس بچہ کے لیے آدھا ٹکٹ بھی کھپ سکتا تھا اگر آدھا ٹکٹ لیتے تب بھی کوئی نہ ٹوکتا یہ خود ہی اپنا پیسہ پھینکتے ہیں۔ ایک اور شخص بی اے ہیں وہ ریل میں سوار ہوئے وقت کم تھا اسباب تلوا نہ سکے جہاں اُترے وہاں انھوں نے کہا اسباب تول لو بابو نے دیکھا اور کہا جاؤ لیجاؤ اُنھوں نے کہا نہیں اسباب زیادہ ہے (خدا جسے نیکی دے وہ ایسے ہی ہوتے ہیں) اُن کی وضع قطع سے یہ نہیں معلوم ہوتا تھا کہ یہ انگریزی جانتے ہیں اس لیے اسٹیشن ماسٹر اور وہ بابو انگریزی میں آپس میں گفتگو کرنے لگے ایک نے دوسرے سے کہا معلوم ہوتا ہے کہ اس نے شراب پی رکھی ہے

ف۔ ایک دیندار کا تقویٰ فی ادائے حقوق

ف۔ ایک دوسرے دیندار کا قصہ

اُس کے نشہ میں ہے اُنہوں نے کہا جناب میں شراب پیئے ہوئے نہیں ہوں میں مسلمان ہوں مذہب اسلام میں حق تلفی جائز نہیں محصول لے لیجئے بابو نے کہا کہ جائیے جی ہم کو فرصت نہیں (عجب بات ہو کہ چھپے ہوئے کو تو پکڑتے ہیں اس کے واسطے چلتی گاڑی میں بھی گشت کرتے ہیں اور یہ محصول دے رہے ہیں اور نہیں لیتے) اب انہیں فکر ہوئی کہ آخر میں کیا کروں میں محصول دے رہا ہوں اور یہ لوگ نہیں لیتے مگر حق تعالیٰ کا ارشاد ہے ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا فوراً سمجھ میں آگیا بس حساب کیا کہ کتنا محصول واجب ہے اُتنی رقم کا ایک ٹکٹ کسی اسٹیشن کا لے کر پھاڑ دیا اس طرح کرایہ ادا ہوگیا یہ خدا کا خوف تھا لیکن اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ طبائع میں بالکل انقلاب ماہیت ہوگیا ہے اور یہ اگرچہ ہدایۃً بُرا ہے لیکن اُسکے عام ہو جانے سے اُس کی بُرائی نظروں سے اُٹھ گئی ہے بلکہ بجائے بُرائی کے رواج عام ہو جانے سے اُس کی بھلائی ذہنوں میں آگئی ہے پھر ایسے فعل پر عمل کیسے ہو جس کے مقابل کی بھلائی ذہنوں میں موجود ہے یہ دشواریاں ہیں جس کی وجہ سے دین پر قایم رہنے والے کو چنگاری کے ہاتھ میں لینے کے ساتھ حدیث میں تشبیہ دی گئی ہے۔ لیکن جس طرح عمل اس وقت میں دشوار ہے اسیطرح (میں بشارت سُناتا ہوں آپ کو کہ) اس وقت عمل کا ثواب بھی زیادہ ہے فرماتے ہیں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کہ ایسے وقت میں ایک عمل کرنے والیکو ثواب پچاس آدمیوں کا ملیگا صحابہ نے سوال کیا اُن میں کے پچاس کا یا ہم میں کے پچاس کا (اُن کے پچاس ہوں گے تو سارے نکمے ہوں گے) جواب میں حضور فرماتے ہیں کہ تم میں کے پچاس کا۔ دیکھئے کتنی بڑی بات ہے اس حدیث کے موجب اس وقت ایک عمل کا ثواب حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ کے پچاس عمل کے برابر ملتا ہے کتنی بڑی فضیلت ہے یہ اور بات ہے کہ اُن کا ایک ہی حصہ ہمارے پچاس سے کیفاً بڑھا ہوا ہو۔ صحابہ کے اعمال ہم سے ضرور بڑھے ہوئے ہیں اُن کا ایک اور ہمارے سو بھی برابر نہیں ہو سکتے حدیث میں موجود ہے لو انفق احد کم

اس زمانہ میں عمل کا ثواب بھی زیادہ ہے

مثل الاحد ذھبا ما بلغ مد احدھم ولا نصیفہ او کما قال یعنی اگر کوئی اُحد پہاڑ کی برابر بھی سونا خیرات کردے گا تو صحابی کے ایک مد[عہ] یا اُس کے نصف کے برابر بھی نہ ہوگا ہمارے اعمال کیسے بھی ہوں لیکن اُن میں وہ چیز نہیں ہے جو صحابہ کے اعمال میں تھی اُن میں روح بھری ہوئی تھی اور ہمارے اعمال ہیں صرف صورت ہے اور کسی کے عمل میں روح ہو بھی تب بھی اُن کیسی روح نہیں ہی۔ خیر پچاس تو ہیں گو وہ پچاس ایک کے بھی برابر نہوں ہم صحابہ سے تو بن نہیں سکتے تاہم اُن کی نقل تو کرسکتے ہیں ہماری نماز نقل بھی ہوتی تو قدر سے دیکھی جاتی مگر کچھ بھی نہیں ہے ہم لوگوں نے نماز کو غارت ہی کردیا ہے نہ اُس میں روح ہے نہ صورت اگر پڑھتے ہیں تب بھی کسی کام کی نہیں ہوتی چہ جائے کہ پڑھیں بھی نہیں۔ ان ہی حالات کی وجہ سے فرماتے ہیں اقیموا الصلوٰۃ یعنی نماز کو درست کرو صرف پڑھنے کا حکم نہیں فرمایا بلکہ درست کرکے ادا کرنے کا حکم فرمایا درست کرنا کیا معنے درست کرنا یہ ہے کہ اُس کے حقوق ادا کیے جائیں سو اُن حقوق میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اُس پر پابندی ہو میں نے اس واسطے اس بیان کو چھیڑا کہ دیہات میں نماز کی پابندی نہیں ہے اوّل تو پڑھتے ہی نہیں اور اگر پڑھتے بھی ہیں تو گنڈے دار اور اگر کوئی پابند بھی ہے تو بہت سے بہت یہ کہ وقت کے اندر ادا کرلیتے ہیں باجماعت کی پابندی نہیں کرتے حالانکہ یہ سب ضروری باتیں ہیں اور اگر کوئی اس کا بھی پابند ہے تو صرف اُس کی ذات تک وہ پابندی محدود ہے گھر والوں دوسروں کو تاکید نہیں کرتے صاحبو! خود بھی پابندی کرو اور عورتوں اور بچوں کو بھی پڑھواؤ ان کا سوال بھی تم سے ہوگا سب سے پابندی کے ساتھ پڑھواؤ کسی کی نماز بھی گنڈے دار نہ ہو۔ ہمارے یہاں ایک مولانا شیخ محمد صاحب تھے ایک دفعہ چاند ہوا گاؤں کے لوگ اُن کے سامنے گواہی دینے کے لئے آئے اُنہوں نے ایک شخص سے پوچھا کہ نماز بھی پڑھتے ہو کہا ایک دفعہ مولویوں نے بہت

نماز کی درستی ادائے حقوق نماز ہے

حکایت

عہ ۵ موہلی کے تول سے تقریباً ایک سیر کا ہوتا ہی ۱۲

غل مچایا تھا اور سب لوگوں نے ایکا کر لیا تھا کہ جو کوئی نماز نہ پڑھے گا اُس کے جنازہ کی نماز نہ پڑھی جائیگی جب تو ہم نے نماز پڑھی تھی پھر تو ہماری توبہ ہے دیہات میں یہی حالت ہے (توبہ۔ توبہ) بعض لوگ نماز کو منحوس سمجھتے ہیں خیر ایسوں نے تو اگر کسی کے دباؤ سے نماز پڑھ بھی لی تو نمازیوں میں ان کا شمار نہیں کیونکہ دلمیں نماز کے قائل تک نہیں میرا خطاب اسوقت ان لوگوں سے ہے جو نماز کے قائل ہیں اور اسکو اچھا سمجھتے ہیں ان کو تو چاہیئے کہ نماز کو نماز کی طرح پڑھیں یعنی ایک تو یہ کہ پابندی ہونی چاہیئے اور ایک یہ کہ وقت کا خیال رہے بعض لوگ عصر کی نماز اُس وقت پڑھتے ہیں کہ جب سب کاموں سے نمٹ جائیں سورج ڈوب رہا ہے اور یہ نماز پڑھ رہے ہیں اور اس کی وجہ کچھ تو سُستی اور لاپروائی ہے اور کچھ یہ ہے کہ یہ خیال ہوتا ہے کہ ابھی پھر مغرب کی نماز پڑھنا ہے دو دو دفعہ کام کا حرج کون کرے ایک دفعہ ہی نمٹ کر دونوں کو پڑھ لیں گے صاحبو موٹی سی بات ہے کہ دونوں نمازوں میں جتنی دیر لگتی ہے دونوں کو جمع کر کے پڑھو تب اور دونوں کو علیحدہ پڑھو تب ہر حالت میں اُتنی ہی دیر لگے گی مثلاً پانچ پانچ منٹ دونوں میں لگتے ہیں تو اگر دونوں کو جمع کر کے پڑھو گے تو بھی دس ہی منٹ کا ہرج ہوگا اور اگر دونوں کو الگ الگ اپنے اپنے وقت پر پڑھو گے تو گو پانچ پانچ منٹ کر کے دو دفعہ ہرج ہوگا مگر ہوگا تو وہی دس منٹ کا تو اگر کام کو چھوڑ کر وقت پر نماز پڑھ لوگے تو نماز بھی ٹھیک ہو جائیگی اور ہرج بھی اُتنا ہی ہوگا پھر یہ خیال کیسے ٹھیک ہے کہ دُو دُو دفعہ ہرج کون کرے دو دفعہ کرنے میں ہرج بھی تو آدھا آدھا ہوتا ہے اسی طرح ایک حق یہ ہے کہ رکوع سجدہ ٹھیک کرو نیز جو تسبیح و اذکار نماز میں پڑھی جاتی ہیں وہ سب کسی کو سُنا لو۔ نیز قرآن شریف بھی صحیح کرو اگر شین قاف نہ نکلے تو زیر زبر کی تو غلطی نکال لو نیز خود بھی پڑھو جورو بچوں کو بھی پڑھاؤ اُن کے اوپر حق تعالیٰ نے تم کو حاکم کیا ہے جیسے دنیا کے کام اُن کو سکھلاتے ہو دین کے بھی سکھلاؤ ورنہ تم سے بازپرس ہوگی پھر جن پر قدرت ہے اُن میں سے

جو کوئی نماز نہ پڑھے اُس پر سختی کرو کوئی سزا مقرر کرو جرمانہ تو حنفیہ کے نزدیک جائز نہیں اور طرح سے اُس کے ساتھ سختی کرو مثلاً یہ کہ اُس کو اپنے ساتھ کھانا نہ کھلاؤ ایک ہی دفعہ میں عقل سیدھی ہو جائے گی اور میں خود اُسی شخص سے کہتا ہوں کہ نماز برادری والوں کا یا محلہ والوں کا تو کام نہیں خدا تعالیٰ کا کام ہے اُس کا ادا کرنا ضروری ہے جس شخص کی نماز فوت ہوتی ہو اُس کو چاہیئے کہ خود اپنے اوپر یہ سزا مقرر کرلے کہ جس دن نماز قضا ہو جاوے کھانا نہ کھاوے ایک وقت یا چند وقت ایسا کرے آپ ہوش درست ہو جاویں گے اور نفس قابو میں آجاوے گا اور یہ میں وعدہ کرتا ہوں کہ ایک وقت نہ کھانے سے یا چند وقت نہ کھانے سے مرے گا نہیں یہ بات طباً ثابت ہی کہ آدمی کئی کئی دن تک فاقہ کرنے سے مر نہیں سکتا غرض ہمت کرکے کام کرو اور بے ہمت تو لقمہ بھی مُنہ میں نہیں جاتا یہ تو بیان ہوا اقیموا الصلوۃ کا اور اُس میں خلاف ارادہ طول ہوگیا خیر اس سے بھی کچھ نفع ہی ہوگا انشاء اللہ۔ آگے فرماتے ہیں ولا تکونوا من المشرکین جس کا ترجمہ یہ ہے کہ مشرکین میں سے مت ہو اس میں غور کرنے کی یہ بات ہے کہ نماز کے حکم میں اور اس نہی میں جمع کیا ہے۔

ف: نماز نہ پڑھنے پر سزا مقرر کرنا

اس میں ایک نکتہ ہے وہ یہ کہ مشرکین عرب حج کرتے تھے مگر نماز نہ پڑھتے تھے چنانچہ حج کرنے والوں کو نہ روکتے تھے اور نماز پڑھنے والوں کو سخت تکلیفیں پہنچاتے تھے سو وہ حج کے تو خلاف نہ تھے لیکن نماز کے بالکل خلاف تھے اور یہود و نصاریٰ نماز پڑھتے تھے حج نہ کرتے تھے اس لئے حج نہ کرنے پر حدیث میں یہودی یا نصرانی ہو کر مرنے کی وعید کی گئی ہے اور یہاں آیت میں بے نمازی کو مشرک سے تشبیہ دی گئی اور گو یہ دونوں فرقے ہیں کافر لیکن یہود و نصاریٰ سے مشرک اور زیادہ بُرے ہیں کیونکہ یہود و نصاریٰ موحد تو ہیں گو اُن کی توحید کارآمد اور کافی نہیں اور عدم مغفرت میں دونوں برابر ہیں تو نماز کا ترک کرنا دوسرے عبادات کے ترک سے زیادہ بُرا ہوا پس مطلب یہ ہوا کہ نماز چھوڑ کر مشرکوں کے مشابہ نہ بنو اور اس عنوان سے

ف: بے نمازی کی تشبیہ مشرک سے

یہ بھی معلوم ہوا کہ ایسا کوئی کام نہ کرنا چاہیے جس میں کفار کیساتھ مشابہت ہو
اب رہا یہ کہ آیت میں اقیموا الصلوٰۃ پر کیوں نہیں اکتفا کیا تو اس میں نکتہ یہ ہے
کہ مسلمان بے نمازی سے نفرت پیدا ہو کیونکہ کوئی ایسا نہیں جس کو شرک سے
نفرت نہ ہو کیونکہ توحید ہر شخص کو محبوب ہی اور توحید کی ضد مبغوض ہے جب
فرمایا کہ نماز پڑھو اور مشرک نہ بنو تو اس لفظ سے وحشت ہوگی یہ ایسا ہے جیسے
کہا جائے کہ اطاعت اختیار کرو اور باغی نہ بنو تو اس کے معنی یہی ہوتے ہیں
کہ اطاعت اختیار کرنا بغاوت سے بچنا ہے اور ترک اطاعت بغاوت ہے۔
ایسے ہی نماز پڑھنا شرک سے بچنا ہے

اور نہ پڑھنا مشرک بننا ہے گو اسکے معنے یہ نہیں کہ نماز
نہ پڑھنے سے آدمی کافر و مشرک ہو جاتا ہی کیونکہ یہ عقیدہ اہلِ سنت کے خلاف
ہے بلکہ معنے یہ ہیں کہ یہ عمل مشرکوں کا سا ہے۔ جیسے حدیث میں وارد ہے۔ من
ترک الصلوٰۃ متعمدا فقد کفر ای عملاً یعنی کام کافروں کا سا کیا جیسے کہتے ہیں
کہ فلانا چمار ہو گیا اسکے یہ معنی نہیں کہ واقعی چمار ہو گیا بلکہ مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ چماروں کے سے کام کرنے لگا تو
نماز نہ پڑھنے والے کو مشرک فرمانا معنی حقیقی تو نہیں ہے مگر جس معنی میں بھی ہو لفظ
نہایت موحش ہے مشرک سے بڑا کوئی نہیں اس واسطے اللہ تعالیٰ اسے نفرت دلانے
کیلئے اقیموا الصلوٰۃ کے ساتھ ولا تکونوا من المشرکین بھی بڑھا دیا کیونکہ صرف
نماز کے حکم سے اتنی تاکید نہ ہوتی اور اس سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ مشرک
بننا ترک نماز سے بہت زیادہ بُرا ہے کیونکہ یہ قاعدہ ہے کہ جب ایک چیز کو دوسری
چیز سے تشبیہ دی جاتی ہے تو وجہ شبہ مشبہ میں زیادہ ہوتی ہے خواہ زیادتی
کسی حیثیت سے ہو مثلاً کہتے ہیں کہ زید شیر ہے یعنی ایسا بہادر ہے جیسا شیر
تو اس میں ضرور ہے کہ بہادری شیر میں زید سے زیادہ ہے ایسے ہی جب ترک
نماز کو مشرک بننے کے ساتھ تشبیہ دی گئی تو یہ بات مسلم ہوئی کہ شرک ترک نماز سے
بھی زیادہ بُرا ہے تو شرک کس قدر بُری چیز ہوئی دیہات میں شرک بھی کثرت سے ہے

من ترک الصلوٰۃ متعمدا کے معنی

شرک کی برائی

خصوصاً عورتوں میں شرک کا اثر بہت ہی مسلمانوں کے گھروں میں یہ بلا ہے کہ دیوی اور سیتلا کو پوجتی ہیں کسی کے چیچک نکلتی ہے تو اُس سے ڈرتی ہیں اور اُس کو کوئی متصرف چیز سمجھتی ہیں اور سیتلا کی پوجا کرتی ہیں یہ کیا خرافات ہے جیسے اور مرض ہیں ایسے ہی چیچک بھی ہے اور مرضوں کو کیوں نہیں پوجتے اور مسلمان کے نزدیک تو کوئی بااِرادہ اور موثر چیز بھی خواہ وہ کتنی ہی بڑی با تصرف کیوں نہو پوجنے کے قابل نہیں ہو سکتی مسلمان کے نزدیک تو پوجنے کے قابل بس ایک خدا ہے اُسی کا اُسکو خوف ہو سکتا ہے اور اُسی سے امداد چاہ سکتا ہے۔ اُسکے سوا اور کوئی چیز مسلمان کی نظر میں قابل خوف اور قابل استعانت نہیں تمام دنیا خدا تعالیٰ کے سامنے ایسی ہی بندی ہے جیسے ہم ہیں پھر ہم کو اپنے جیسے عاجزوں کا کیا خوف مگر جہالت نے راہ مار رکھی ہے۔ فرضی چیزوں کی پوجا کرتے ہیں ہندوؤں کے مندروں پر چڑھاوے چڑھاتے ہیں اور ہیں مسلمان اور شرک کے اور بھی شعبے ہیں مثلاً بعض لوگ کسی دن کو منحوس سمجھتے ہیں یا اور کسی چیز کو منحوس سمجھتے ہیں بعض لوگ شگون لیتے ہیں اور بعض سمجھتے ہیں کہ شہید پٹتے پھرتے ہیں کوئی بیمار ہوتا ہے تو کہتے ہیں کہ شہید مرد آگئے اور اُن کے چڑھاوے چڑھاتے ہیں پھر اُن شہید مرد صاحب سے غیب کی خبریں پوچھتے ہیں اوّل تو یہی غلط ہے کہ شہید لپٹتے پھرتے ہیں شہیدوں کو نعم آخرت کے سامنے اس کی کیا ضرورت ہی کہ دنیا میں آویں اور آویں بھی کاہے کے لئے لوگوں کے ستانے کیلئے جنہوں نے اللہ اور رسول کے حکم پر گردنیں کٹوا دی ہیں وہ اس گناہ کے مرتکب ہونگے کہ خلق خدا کو ستاتے پھریں یہ تو صریح اللہ اور رسول کے حکم کے خلاف ہے اور معمولی گناہ نہیں بلکہ بہت سخت گناہ ہے کیوں کہ حق العبد ہے جو توبہ کرنے سے بھی معاف نہیں ہوتا اُن کی نسبت یہ خیال جنہوں نے اللہ کے لئے گردنیں کٹوائی ہیں کس قدر لغو خیال ہے اور اُن کو عالم الغیب سمجھنا یہ دوسری غلطی ہے کیا شہید ہو جانے سے غیب کا علم ہو جاتا ہے لاحول ولاقوۃ الا باللہ شریعت نے ان باتوں کو

دن وغیرہ کا منحوس سمجھنا اور شگون لینا

شہید مردوں کا پٹنا

ردکیا ہے شہیدوں کا لپٹنا جس کو کہتے ہیں صرف شیطانی اثر ہے وہ کبھی شہید بنتا ہے اور کبھی کوئی مشہور نام سے دیتا ہے کہ میں شیخ سدو ہوں یا فلانا ہوں مسلمان کو بڑا پکا ہونا چاہیے شیاطین کا کیا ڈر یہ سب شرک کی باتیں ہیں ۔ مرد عورت سب اس میں مبتلا ہیں صاحبو ہمارے حالات کس قدر ابتر ہیں دین کا کوئی جزو بھی باقی نہیں عقاید کی تو یہ حالت اور اعمال کو دیکھئے کہ جو فعل اوّل اعمال ہے یعنی نماز علے العموم وہ بھی متروک ہی ہے مسلمانوں کی بستی ہے اور مشکل سے دو چار نمازی نکلتے ہیں ہر کام میں حکم اکثر پہ ہوا کرتا ہی مسلمان آدھے سے زیادہ نمازی ہوئے تو کہا جاسکتا تھا کہ مسلمان نماز پڑھتے ہیں لیکن آدھے سے کم بھی نمازی نہیں فیصدی دو چار بھی مشکل سے نمازی نکلتے ہیں تو بروئے قاعدۂ مذکورہ یعنی للاکثر حکم الکل یہ کہنا صحیح ہوگا کہ مسلمان بے نماز ہیں نماز کی تو یہ حالت ہوئی ایک عمل روزہ ہے اُس کی حالت یہ ہے کہ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ اس کی طرف سے بعض جگہ اس قدر جہالت ہے کہ بعض عورتوں نے سُنا بھی نہیں کہ روزہ بھی مسلمانوں کے یہاں کوئی چیز ہے جب ان روزمرہ کے اعمال کی یہ حالت ہی تو اُن اعمال اسلام کی نسبت کیا کہا جائے جن کا کوئی معین وقت نہیں جیسے زکوٰۃ اور حج اعمال کی حالت یہ ہوئی اور ایک جزو دین کا معاشرت ہے اُس میں تو نہ صرف جہالت ہی بلکہ شرعی معاشرت کے مقابلہ میں ایک دوسری معاشرت کھُلم کھُلا موجود ہے جو کا دیتے ہیں پیتل کے وہ برتن جو ہندوؤں کے ساتھ مخصوص ہیں مسلمان رکھتے ہیں جیسے لوٹیا وغیرہ عورتیں لہنگا پہنتی ہیں پیٹ اور دوسرے وہ اعضا جو ستر میں داخل ہیں کھُلے رہتے ہیں شادی بیاہوں میں ہندوؤں کی رسمیں کرتے ہیں جیسے کنگنا باندھنا وغیرہ تمام معاشرت بالکل ہندوؤں کیسی ہے ۔ دھوتی باندھتے ہیں بعض دھوتی باندھنے والے نماز کیوقت دھوتی کو پیچھے سے کھول لیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اب تو کچھ حرج نہیں رہا میں کہتا ہوں اس سے یہ تو معلوم ہوا کہ باندھنے والے خود بھی دھوتی کو بُرا جانتے ہیں جب ہی تو نماز کے وقت اُس کے کھولنے کو ضروری سمجھتے ہیں ورنہ کھولنے کی کیا ضرورت ہی ہو پھر صاحبو جب بُرا جانتے ہو تو بجائے دھوتی کے لُنگی اور پائجامہ پہنو کھیت کیار کے کام سب

معاشرت بھی جزو دین ہے

ہندوانی برتن اور لباس وغیرہ کا استعمال دھوتی باندھنا

ہماری طرف بھی ہوتے ہیں اور ہماری طرف اکثر لوگ لنگی اور پائجامہ ہی پہنتے ہیں دھوتی بہت کم لوگ باندھتے ہیں اُس کی جتنی ضرورتیں بتلائی جاتی ہیں وہ سب خیالات ہیں یا بس صرف رواج اور رسم ہے میں کہتا ہوں بڑے شرم کی بات ہے کہ ہم نے تو کثرت سے ہندوؤں کی رسمیں اختیار کر رکھی ہیں بھلا ہندوؤں نے بھی کوئی رسم ہماری لی ہے قطع نظر گناہ سے غیرت بھی تو کوئی چیز ہے یہ اور بات ہے کہ ہندوؤں میں سے کوئی خاص شخص مسلمانوں کی کوئی عادت اختیار کر لے مگر ساری قوم میں کوئی رسم ہماری نہیں پھیلی اور ہمارے یہاں اُن کی رسمیں ساری قوم میں موجود ہیں حالانکہ مشرکین کی کوئی بات بھی نہیں لینا چاہئے ہمارے اسلام میں اپنی عادات اور تعلیمات بہت کافی اور سب سے اچھی موجود ہیں پھر کیا ضرورت ہے کہ ہم دوسروں کی معاشرت لیتے ہیں پھر اور معاشرت کوئی دین سے الگ چیز نہیں ہے وہ بھی دین کا ایک جزو ہے کیونکہ دین کے پانچ جزو ہیں۔ عقائد عبادات۔ معاملات۔ معاشرت۔ اخلاق پانچوں جزو کسی کے اندر پورے ہوں تب اُس کو دیندار کہیں گے۔ دیکھئے حسین وہ شخص ہے جس کا چہرہ بھی ٹھیک ہو آنکھیں بھی ٹھیک ہوں قد بھی ٹھیک ہو اگر ایک بات میں بھی کمی ہو اور ذرا سا بھی عیب ہو تو حسین نہ کہا جائیگا مثلاً سارا جسم ٹھیک ہو لیکن نکٹا ہو تو اُسکو حسین نہیں کہا جائیگا اور آجکل مسلمانوں کی حالت یہ ہے کہ پانچوں چیزوں میں سے ایک چیز بھی نہیں اور حسین بننے کو طیار ہیں اور اگر بعض افراد میں اجزائے دین ہیں بھی تو سارے اجزا نہیں ایک دو کو لیکر باقی کو چھوڑ دیا ہے اور سمجھتے ہیں کہ ہم کامل ہو گئے یاد رکھو کامل وہ ہے جو سب اجزا کو لے سب چیز مسلمانوں کی سی ہو کوئی چیز بھی مشابہ کفار نہو حدیث میں آیا ہے کہ میری اُمت میں تہتر فرقے ہو جائیں گے اور سب دوزخ میں جائیں گے سوائے ایک کے پوچھا گیا کہ وہ ایک کونسا ہے ارشاد فرمایا وہ وہ ہے کہ جو میرے اور میرے اصحاب کے طریقہ پر ہو۔ سو یہ لفظ جو ترجمہ ہے ما کا عام ہے کیا مطلب کہ وہ اجزائے خمسہ میں متبع ہو قولاً بھی فعلاً بھی اور اتباع قول سے عام ہے خواہ قول جزئی ہو یا قول کلی ہو جس سے کہ قاعدہ کلیہ ثابت ہو پس اجازت کے موقع پر جائز فعل کا

کرنا بھی قول کلی کا اتباع ہی ہے میرے اس جملہ سے یہ اعتراض اُٹھ گیا جو ممکن ہے کہ کسی کو ہوتا کہ مولوی لوگ بھی پورے متبع نہیں مثلاً اچکن پہنتے ہیں حالانکہ حضورؐ سے یا صحابی سے اچکن پہننا ثابت نہیں اصل یہ ہی کہ عادات میں اصل اباحت ہے جو وضع شریعت میں ممنوع نہ ہو (تشبہ بھی ممانعت کی علت ہے) تو اُس میں کچھ حرج نہیں تو یہ بھی اتباع ہی ہوا کہ شریعت نے جس چیز کو منع نہیں کیا اُس کو اختیار کر لیا جائے یعنی شریعت کی حدود سے قدم باہر نہ رکھا جائے مثلاً شریعت نے لنگی یا جامہ کی حد مقرر کر دی ہے کہ ٹخنوں سے نیچا نہ ہو تو ٹخنے کھلا یا جامہ خواہ کسی وضع کا ہو بشرطیکہ تشبہ بالکفار نہ ہو شریعت جائز رکھتی ہے تو جواز کی حد میں رہنا بھی قولاً اتباع ہے اگر بالکل حضورؐ کے موافق ہو کہ سنن عادیہ میں سے بھی کوئی سنت نہ چھوڑے تو سبحان اللہ۔ مگر ہم میں اتنی ہمت نہیں ایسے لوگ بھی ہوئے ہیں جنہوں نے سرمو اتباع سے قدم باہر نہیں رکھا۔ ایک بزرگ نے صرف اس وجہ سے خربوزہ نہیں کھایا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی کیفیت قطع کسی حدیث میں نہیں ملی۔ صحابہ نے بے چھنا جَو کا آٹا کھایا صرف پھونک مار کر بھوسی اُڑا دیتے تھے اور گیہوں کا آٹا ہوتا تو اُس کی روٹی بے سالن کے کھاتے کیونکہ گیہوں خود سالن ہے خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ خدام سے فرمایا کہ صحابہ جو کے آٹے کی روٹی بغیر چھانے ہوئے کھایا کرتے تھے اس سنت پر بھی عمل کرنا چاہیے اب سے اسی طرح روٹی پکائی جائے کہ جو کا آٹا ہو اور اُس کو چھانا نہ جائے چنانچہ اُسی طرح روٹی پکائی گئی اُس کے کھانے سے سب کے پیٹ میں درد ہوا آپ نے فرمایا کہ ہم سے بڑی بے ادبی ہوئی کہ ہم نے حضور کی برابری کا دعویٰ کیا ہم کو نیچے کے درجے میں رہنا چاہیے اور رفقاء سے کہا تو بہ کرو آٹا چھان کر کھایا کرو بے چھنا آٹا کھانا حالاً حضور کی برابری کا دعویٰ ہے کس قدر باریک بات ہے یہ بات ذکر اللہ اور صحبت سے حاصل ہوتی ہے کہ آدمی حق تعالےٰ کے معاملات کو سمجھنے لگتا ہے شیخ نے وسعت بھی

ف: اس شبہ کا جواب کہ علماء بھی پورے متبع نہیں

ف: ایک بزرگ کا اتباع سنت

ف: حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کا اتباع سنت اور ادب

ف: ذکر اللہ اور صحبت سے فہم حاصل ہوتی ہے

اختیار کی تو کس نیت سے پھر وسعت پر عمل کرنے میں سنت کے ادب کو بھی ملحوظ رکھا ہم سوال ہوتے تو کہتے اچھا عمل بالسنت کیا کہ پیٹ میں درد ہی ہو گیا گویا (نعوذ باللہ) سنت سے وحشت ہو جاتی ہماری حالت یہ ہے کہ جو بات اپنے آپکو پسند ہوئی اور اتفاق سے شریعت نے بھی اُسکا امر کیا تو اُس پر تو عمل کر لیا اور شریعت کی تعریف کرنے لگے اور جو بات اپنے آپ کو پسند نہ ہوئی یا اُس میں اپنا کچھ نقصان ہوا تو اُس کے پاس کو بھی نہ جاویں یہ وہ حالت ہے کہ جس کو حق تعالیٰ نے اس طرح بیان فرمایا ہے ومن الناس من یعبد اللہ علیٰ حرف فان اصابہ خیر اطمأن بہ وان اصابتہ فتنۃ انقلب علی وجھہ خسر الدنیا والاخرۃ ذلک ھو الخسران المبین یعنی بعض آدمی وہ ہیں جو حق تعالےٰ کی عبادت کا دم بھرتے ہیں مگر کنارے پر رہتے ہیں اگر ان کو کچھ نفع پہنچا تب تو مطمئن ہو گئے اور اگر کوئی تکلیف پہنچی تو بس منہ پھیر کر چلدئے فرماتے ہیں کہ اُنھوں نے دنیا بھی کھوئی اور دین بھی۔ آجکل یہ حالت ہے کہ لوگ فرائض کے مسئلے پوچھتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ شرعی علم کی طلب ہے حالانکہ مقصود صرف یہی ہوتا ہے کہ ہم کو میراث مل جائے اگر ان کو دور کے رشتہ سے پانچہزار میراث کے ملگئے تو کہتے ہیں شریعت کیسا اچھا قانون ہے کسی کا حق نہیں مارتا ہر ایک کا پورا پورا حق دلواتا ہے حق تلفی تو اس قانون میں ہے ہی نہیں اور اگر انہیں معلوم ہو گیا کہ ہمیں کچھ نہ ملیگا تو کہتے ہیں بس رہنے دیجئے فرائض نکالنے کی ضرورت نہیں ہم سے تو یہ مال گیا حتیٰ کہ بعض لوگوں نے فرائض نکلوائے جب دیکھا کہ اُن کا حصہ نہیں ہے تو کہا بس رہنے دو آگے کیوں تکلیف کرتے ہو اب ضرورت نہیں رہی ایک شخص نے مجھ سے ایک فرائض لکھوائی اُس میں اُن کا حصہ نہ آیا تو پوچھنے لگے کہ میرا حصہ کیوں نہ آیا مجھے تو بڑی اُمید تھی میں نے کہا کہ فلاں وارث موجود ہے اُس کے ہوتے آپ کو نہیں مل سکتا تو کہنے لگے کہ پھر اُس وارث کو نہ لکھو سبحان اللہ واقعات میں تراش خراش ہونی اختیاری ہو گئی

فرائض پوچھنے میں صرف میراث حاصل کرنی مقصود ہوتی ہے

یہ حالت ہی ہم لوگوں کی کہ بس دنیا کے نفع نقصان کو دیکھتے ہیں اگر دین بھی ساتھ میں آگیا تو خیر ورنہ کچھ اُس کی پروا نہیں تو ہم لوگ دین کو بھی دین ہونے کی نیت سے نہیں لیتے اور اہل اللہ اگر دنیا بھی لیتے ہیں تو دین کی نیت سے ۔ دیکھئے حضرت خواجہ نقشبند ؒ نے وسعت بھی اختیار کی تو کس نیت سے ہم لوگ اگر وسعت اختیار کرنے میں بھی نیت کریں کہ عزیمت پر عمل کرنے میں تکلیف ہی اور ہمکو اُسکے تحمل کی ہمت نہیں تب بھی غنیمت ہے مگر ایک تو حدِ جواز سے باہر نہ جانا چاہیئے۔ دوسرے صرف کسی ایک جزو دین کو منتہا نہ قرار دے لیں بلکہ تمام اجزاء دین میں پورا پورا اتباع کریں کیونکہ ما انا علیہ میں ما کلمہ عموم ہے جو شامل ہے اجزاء خمسہ کو عقائد میں عبادات میں معاملات میں معاشرت میں اخلاق میں سب میں دین کے پابند رہیں سلام کھانا پینا سونا اُٹھنا بیٹھنا سب اسلام کا سا ہو دیکھو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے عشار کو عتمہ کہنے سے منع فرمایا حالانکہ یہ بھی ایک لغت تھا مگر چونکہ اہل جاہلیت اسکو بولتے تھے اس واسطے پسند نہیں فرمایا تشبہ کے بارے میں بہت لوگوں کی طبیعتوں میں اُلجھن ہوتی ہے کہ اس میں کیا حرج ہے مگر میں اس کا پتہ آپ ہی کے برتاؤ میں بتاتا ہوں دیکھئے اگر اسوقت زمانہ حرب میں کوئی جرمنی لباس پہنے بلاضرورت زبان جرمنی بولے محض اترانے اور تفاخر کے لئے تو حکام کو کیسا ناگوار ہو جبکہ تشبہ کوئی چیز نہیں ہے تو یہ ناگواری کیوں ہوتی ہے پھر شریعت پر کیا اعتراض ہے اگر وہ منکرین اور مخالفین کی مشابہت سے منع کرتی ہے ۔ غرض حضور اُن الفاظ کی بھی اجازت نہیں دیتے جن کو کفار استعمال کرتے تھے اس سبب وہ الفاظ گو بالکل حرام نہیں ہو جاتے مگر اُن کا استعمال بے ادبی تو ہے بلکہ یہ سُن لینے کے بعد کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے ممانعت فرمائی ہے پھر حرام اور مکروہ کا سوال کرنا ہی دلیل ہے عدم محبت کی ۔ حرام اور مکروہ کی تحقیق کیوں ہے جس کو اللہ و رسول نے منع کیا اُس سے رُک جانا چاہیئے آجکل لوگوں نے

ف تشبہ بالکفار کی تردید حدیث سے

ف تشبہ کی تردید عقلی دلیل سے

ف حرام اور مکروہ کو دریافت کرنا دلیل عدم محبت ہے

متکبرانہ انگریزی کے الفاظ ایسے زبان پر چڑھائے ہیں کہ کوئی جملہ اُن سے خالی نہیں ہوتا پھر علماء سے پوچھتے ہیں کہ کیا انگریزی کا لفظ بولنا حرام ہے علماء اُن کو حرام تو کہیں گے نہیں۔ بس اُن کو گنجائش مل جاتی ہے کہ جب حرام نہیں تو پھر ہم پر کیا اعتراض۔ میں کہتا ہوں کبھی کچہری میں جاکر عربی اور فارسی کے پُرانے الفاظ نہ بولے ذرا یہ بھی تو کیجئے یہ بھی تو حرام نہیں اور میں ذمہ لیتا ہوں کہ انکے بولنے سے آپ پر کچہری میں کوئی مقدمہ بھی قایم نہوگا اور کسی قسم کا خطرہ بھی نہیں بلکہ آپ کی لیاقت کی دلیل ہوگی کہ آپ کو یہ زبانیں بھی آتی ہیں مگر آپ کبھی ایسا نہ کریں گے وجہ کیا ہے کہ حکام اُسکو اگرچہ ناجائز اور کوئی جرم نہیں کہتے مگر پسند بھی نہیں کرتے بلکہ میں ترقی کر کے کہتا ہوں کہ ناپسند بھی نہیں کرتے صرف اتنی بات ہے کہ خود نہیں بولتے بس آپ صرف اسبات سے کہ وہ خود استعمال نہیں کرتے اُن الفاظ کو ناپسند کرنے لگے اتباع کے یہ معنی ہیں جس شخص کو اللہ ورسول سے محبت ہے اسی طرح اُسکو بے دین قوم کے الفاظ استعمال نہ کرنے کیلئے یہ وجہ کافی ہے کہ اللہ ورسول نے اُن کو خود استعمال نہیں کیا نہ عارض کی وجہ سے اُن کو پسند کیا۔ حرام اور مکروہ کیا چیز ہے جیسے عربی و فارسی کے الفاظ حکام کے سامنے اس واسطے نہیں بولے جاتے کہ حکام اُن کو خود نہیں بولتے ہیں مگر آجکل اس کا عکس ہے کہ جان جان کر کفار کے الفاظ بولتے ہیں۔ کانپور میں ایک مرتبہ دو لڑکے مسجد میں نماز پڑھنے آئے اُن میں سے ایک دوسرے سے انگریزی میں گفتگو کرنے لگا دوسرے نے کہا کہ بھائی مسجد میں تو انگریزی مت بولو اُس نے کہا کیوں کیا مسجد میں انگریزی بولنا گناہ ہے پھر اُنہوں نے ایک ملازم کو مجھ سے دریافت کرنے کیلئے بھیجا میں نے کہا گناہ تو نہیں مگر ادب کے خلاف ضرور ہے لوگ اس کو معمولی بات سمجھتے ہیں گو اس پر فتویٰ کوئی نہ لگایا جاسکے مگر آخر ادب بھی تو کوئی چیز ہے

مسجد میں انگریزی بولنا

دیکھئے بعض آداب کے ترک پر عدالت میں ناخوشی ہوتی ہے میرے ایک ملنے والے کا مقدمہ عدالت میں تھا وہ پیشی کیوقت عطر مَل کر گئے مقدمہ سے وہ رہا کردیے گئے مگر پھر بُلا کر سمجھایا گیا کہ دیکھو یورپین کے سامنے عطر مَل کر کبھی مت جانا۔ سو عطر مَل کر آنا کوئی جرم نہ تھا چنانچہ عدالت نے بھی اُس کو جرم قرار نہیں دیا۔ اس کی وجہ سے کوئی مقدمہ اُن پر قائم نہیں ہوا لیکن فہمایش کی گئی اُس وقت کسی نے یہ نہ کہا کہ عطر ملکر آنا کیا جرم ہے بلکہ یہی کہا ہوگا کہ بہت اچھا حضور قصور ہوا پھر کیا وجہ ہے کہ خدا کا اور خدا کے گھر کا ادب نہ ہو اور وہاں وہ الفاظ استعمال کیے جائیں جو مخالفین و کفار کے الفاظ ہیں۔ ادب ایک بڑی چیز ہے اور ترک ادب کوئی معمولی بات نہیں حرام اور مکروہ کا تلاش کرنا یہ جبھی ہو سکتا ہے کہ جب دل میں ادب نہ ہو اور جب دل میں ادب ہوتا ہے تو حکم سنتے ہی آدمی گردن جھکا لیتا ہے صحابہ رضؓ کی یہی شان تھی صحابہؓ نے کبھی حرام اور مکروہ نہیں پوچھا جب بعد میں اس قسم کے سوالات ہونے لگے تب فقہاء نے احکام کے مراتب کو استنباط کر کے قائم کردیا۔ غرض اجزا جمہ دین میں یہی برتاؤ رکھیئے کہ جس بات کی نسبت معلوم ہوجاوے کہ یہ دین کی بات ہے اُسکو اختیار کیجئے اور جس کی نسبت معلوم ہوجائے کہ یہ دین کے خلاف ہے اُس سے الگ رہیئے یہ ہے اسلام کامل اسپر کاربند ہوکر دیکھئے کہ پھر کسی بات کی دوسروں سے حاصل کرنے کی کونسی احتیاج رہتی ہے جس کو کسی چیز سے اُنس ہوتا ہے دوسری چیز کی طرف میلان نہیں ہوتا جس کو اسلامی مذاق حاصل ہے وہ دوسروں کے افعال کی طرف کیوں مائل ہوگا بلا ضرورت کوئی چیز بھی غیر قوم کی نہ لیجئے۔ اس وقت مجھکو بالقصد یہ بیان کرنا تھا لا تکونوا من المشرکین سے یہ مسئلہ بخوبی مستنبط ہوگیا۔ جس چیز میں بھی مشرکین کی مشابہت ہو وہ سب اسمیں داخل ہیں سب صاحب رسوم مشرکیہ چھوڑ دیں چال ڈھال میں کھانے پینے میں لباس میں

ادب بڑی اور ضروری چیز ہے

شادی بیاہ میں کوئی عادت اور رسم کفار کی نہ رکھیں اور نماز پابندی سے پڑھیں اور خود بھی پڑھیں اور اپنے گھر والوں سے اور اوروں سے بھی پڑھواویں۔ اب دعا کریں کہ حق تعالیٰ توفیق دیں + آمین ثم آمین

مکتوبات حُسن العزیز

از آغاز سنہ ۱۳۳۶ھ

(مضمونؔ) میں اپنے لڑکے کو داخل مدرسہ کرنا چاہتا ہوں کفیل خرچ میں ہی ہونگا حضور کے ذمہ کوئی الزام نہوگا فقط۔

(جواب) الزام نہ سہی لیکن کسی کی آوارگی سے اپنا بھی دل دُکھتا ہے پھر دوسروں پر اثر پہونچتا ہے نیز مجمع بھر کی بدنامی ہے اور جب تک لڑکے کے داڑھی نہ نکل آئے بدون نگرانی خاص کے احتمال قوی آوارگی کا ہے اور یہاں کوئی نگراں نہیں ہے اگر آپ سے ہوسکے کوئی اپنا معتمد یا عزیز ہمراہ بھیجے جو نگرانی کا ذمہ دار ہو۔ فقط

(مضمونؔ) ایک صاحب کے باپ اور خسر میں جائداد کے متعلق سخت رنجش پیدا ہو گئی حتیٰ کہ اُن کے باپ نے یہ کہا کہ اپنی بیبی سے مفصلۂ ذیل برتاؤ کرو (۱) اسکو باپ کے گھر نہ جانے دو (۲) جو چیز اسکے باپ کے گھر سے آوے اُسکے لینے سے منع کرو (۳) جو نذر کردہ طعام یا غیر نذر کردہ تمہارے خسر لوگوں کو دینگے وہ تم لو نہ اسکو لینے دو (۴) تمہارے خسر کے یہاں بوجہ بیماری اگر کھانا پکانے سے مجبور ہوں تو تم اپنی بیبی کو کھانا مت پکانے دو۔ سائل پوچھتا ہے کہ ایسے امور میں باپ کے حکم کی تعمیل چاہیئے یا نہیں۔

(جواب) دنیوی معاملات میں ایسا بغض رکھنا جس سے علائق قطع کردی جاویں خود ناجائز ہے پس بناءً ان تجویزات کی خود غیر مشروع ہے اسلیئے باپ کے ان احکام کا امتثال ضروری نہیں بلکہ جائز بھی نہیں

(مضمونؔ) دعا ہے استقامت وخاتمہ بالخیر ہونے کی بوقت ملاحظہ تحریر بندہ بھی بالخصوص فرمائیگا

(جواب) ادعیہ مطلوبہ بجناب باری تعالے سے مانگی گئیں اللہ تعالے قبول فرمائیں۔ مجکو یہ قید بہت پسند آئی کہ بوقت ملاحظہ الخ فقط

(مضمونؔ) حضور نے گذشتہ ۴ شعبان کو جواب میں ارشاد فرمایا تھا کہ آپکے مجموعی حالت لکھکر النسب علاج بتلاتا ہوں کہ آپکو کم از کم ایک برس کسی ایسے شخص کے پاس نیازمندی اور اطاعت کے ساتھ

رہنا چاہیئے جو علم و عمل و تحقیق حال کے ساتھ موصوف ہو اور جسکے ہاتھ سے آپ ہر طرح ذلت و خواری گوارا کر سکیں، باقی خطوں سے ایسے علاج نہیں ہوا کرتے اب بندہ حضور کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت چاہتا ہے۔

(جواب) آپ نے اپنے مصارف کا اور اپنے عیال کے مصارف کا اس مدت کے لئے کیا انتظام کیا ہے اور اس سفر سے کوئی حرج معاش کا تو نہیں۔ فقط

(مضمون) ایک عورت آپکی معتقد ہے آپ سے یہ دریافت کرتی ہے کہ میں دو بجے رات کے اٹھکر کلمہ شریف و قل ہو اللہ پڑھتی ہوں اور سوا لاکھ مرتبہ پڑھنے کا ارادہ رکھتی ہوں اگر میں کسی سے اس کو کہدوں تو ثواب میں نقصان ہوگا یا نہیں اور اس کو پڑھ کر سو رہنے میں حرج ہے یا نہیں۔ اور سوا لاکھ پر کیا اجر ملے گا۔

(جواب) اُس عورت سے پوچھا جائے کہ اُسکا یہ کہنا بطور اظہار کے تھا یا معمولی طور پر۔ پڑھنے کے بعد سو رہنے میں حرج نہیں۔ اور یہ کہ سوا لاکھ تعداد کس بنا پر ہے۔

(مضمون) تتمہ مناجات مقبول کی دعائیں عام ہیں یا بعد اجازت شروع ہوتی ہیں۔

(جواب) اجازت کی ضرورت نہیں۔

(مضمون) کونسی باتیں بغیر ارشاد مرشد ضروری ہوتی ہیں اور کونسی بغیر اجازت شروع کر سکتا ہے۔

(جواب) اسکے جواب میں تو رسالہ تصنیف کرنے کی ضرورت ہے۔

(مضمون) حضور کی تالیفات پر صرف عمل سے مسائل فقہیہ وغیرہ مراد ہیں یا دیگر نوافل اشراق و چاشت و اوابین وغیرہ بھی اسمیں شامل ہیں۔

(جواب) ہاں مسائل فقہیہ مراد ہیں اور نوافل بھی تو مسائل فقہیہ میں سے ہیں۔

(مضمون) ٹکٹ دو آنہ ہدیۂ مرسل ہست نذر

(جواب) بسر و چشم نہادم جزاکم اللہ تعالےٰ۔

(مضمون) ... یہ تھا در ہوا تھا اُسی روز یعنی اتوار کی صبح سے یہ حال تھا کہ ذکر اسم ذات زبان سے جاری تھا اور سونے سے قبل بند ہو جاتا ہی رہا اور آنکھ کھلنے پر بھی فوراً جاری ہو جاتا تھا دوسرے روز کچھ کمی رہی تیسرے روز اور کم چوتھے روز پھر زیادہ لیکن اول روز کی برابر نہیں۔ آج پانچواں روز تھا

ہے آج بھی جاری لیکن اول سے کم علاوہ روزانہ معمولی ۶۰۰۰ اور ۱۲۰۰۰ کے قریب ہر وقت جاری رہتا ہے۔ کبھی بالجہر کبھی آہستہ آہستہ جو کہ مجکو مسموع ہوتا ہے۔

(جواب) مبارک بار بار مبارک

فائدہ ان ہی صاحب نے دو خواب دیکھے تھے ایک تو یہ کہ درخت سے شریفہ توڑ کر خوب دل بھر کر کھائے اور دوسرا یہ کہ خیمہ کے اندر بیٹھا ہوں اور حقہ سامنے رکھا ہے اور کچھ کاغذات سامنے ہیں وہ کاغذات اُٹھا کر چلم میں ڈالدیئے جن سے ایک شعلہ بن ہوا اور خیمہ کی چھت کے اوپر کا حصہ جلنے لگا۔ پہلے خواب کی نسبت حضرت نے یہ الفاظ تحریر فرمائے انشاء اللہ تعالیٰ اعمال کے ثمرات نصیب ہونگے اور دوسرے کی نسبت یہ۔ یہ آتش عشق ہے کہ ہستی کو جلا دیتی ہے۔

۲۸ محرم ۱۳۳۶ھ

(مضمون) ایک صاحب کا لڑکا گم ہوگیا تھا اُسکے ملجانے کے لیئے کوئی وظیفہ طلب کیا تھا

(جواب) آپ یا اور کوئی گھر والا بعد عشاء کے گیارہ سو بار یَالَطِیفُ یَاخَبِیرُ معہ اول آخر درود شریف ۱۱ بار پڑھ کر دعا کریں۔

(مضمون) خود جواب سے مفہوم ہوتا ہے۔

(جواب) خواب زیادہ قابل التفات نہیں۔ جب پریشان خواب نظر آئے آنکھ کھلتے ہی ۳ بار اعوذ پڑھ کر تھتکار دیا جاوے اور کروٹ بدل لی جاوے پھر کچھ ضرر نہ ہوگا۔

(مضمون) میں نے سُنا ہے کہ آپنے دیوبند میں ایسا لڑکا دیکھا ہے جسکی عمر ۴ سال کی ہے اور قرآن شریف اور فارسی پڑھا ہوا ہے اور یہ سُنا ہے کہ آپنے وعظ میں فرمایا تھا کہ فیروزپور میں ایک سکھ کی صورت خنزیر کی سی ہوگئی فقط

(جواب) یہ تبلاؤ تم معلوم کرکے کیا کروگے۔

(مضمون) بندہ اور بندہ کی اہلیہ کو ایک مدت سے آرزو ہے کہ منسوبہ کہ سلسلہ ارشاد و ہدایت میں داخل ہوکر فیوض ظاہری و باطنی سے مستفیض ہوں۔

(جواب) وہ میرے رسالہ بہشتی زیور و اصلاح الرسوم کی پابندی کا وعدہ پختہ کریں تو بیعت منظور ہے

(مضمون) ایک صاحب نے مثنوی زیر وبم کا ترجمہ اردو اشعار ہی میں کرنے کی اجازت طلب کی تھی

جسپر حضرت نے نمونہ طلب کیا تھا اس خط میں سائل نے نمونہ بھیجا تھا۔

(جواب) خدائتعالیٰ آپکی کوشش پر ثواب دے یہ ترجمہ لوگوں کو پسند نہ آویگا آپ تکلیف نہ فرماویں۔ فقط

راقم الحروف کہتا ہے کہ حضرت والا نے سائل کی اپنی جانب سے دلشکنی نہیں فرمائی یہ نہیں لکھا کہ مجھکو پسند نہیں۔

(مضمون ۱۳) رہبر کا کام صرف یہی نہیں کہ وہ راہ راست پر لگائے بلکہ یہ ہے کہ جہاں لغزش کھائے اسکی مدد کرے جہاں رنج والم ہو وہاں دلدہی اور تسلی کرے اگر کسی شخص نے ایک ہادی کامل کی صدق دلسے پیروی کرنی شروع کی اور وہ کسی باعث اسکی پیروی نہ کرسکا تو اسپر لازم ہے کہ وہ خود اسکو راہ راست پر لگائے اور اسکو اپنی طرف بلائے اگر کسی مظلوم نے ایک بزرگ مہربان کا دامن پکڑ لیا ہے اور زمانہ کے صدمات ومصائب سے اُن کا دامن مبارک ہاتھ سے چھوٹ گیا ہو تو بزرگ کو چاہیئے کہ خود وہ اسپر رحم کرے جب آپ جام جہاں نما ہیں تو میری حالت کیوں نہیں دیکھتے جناب والا آجکل میں نہایت پریشان رہتا ہوں شیطانی وسواس رات دن پریشان کرتے ہیں نماز وغیرہ میں بالکل دل نہیں لگتا۔ دل لگنا کیا بالکل پڑھتا نہیں ہوں ہر وقت متفکر وپریشان رہتا ہوں رات دن سر میں درد رہتا ہے جس سے قرآن شریف کی تلاوت نہیں کرسکتا ہوں امتحان سر پر کھڑا ہے بیمار ویسے رہتا ہوں جو خدا کے واسطے میرے حق میں صدق دلسے بارگاہ کبریا میں دعا کیجئے کوئی تعویذ ارسال فرمایئے کہ دافع بلیات وصحت بخش ہو۔ کوئی وظیفہ تحریر فرمایئے کہ خداوند کریم کچھ سن لے فقط

(جواب) جسقدر مجکو تلقین کیا ہے اسکا جواب تو یہ ہے کہ سب غلط ہے اور جس امر کے لئے دعا چاہی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ دعا کرتا ہوں مگر دعا کے ساتھ تدبیر کی بھی ضرورت ہے وہ تدبیر اگر مجھسے پوچھی جائیگی تبلا دونگا۔

(مضمون ۱۴) دلائل الخیرات محض حصول برکت ورضاء الٰہی کے واسطے شروع کرنا چاہتا ہے اس کی اجازت مرحمت فرمائیں اور حزب البحر کی اجازت بھی مرحمت ہو کیونکہ یہ صفر کا مہینہ ہے ۱۶ تاریخ سے اسکی زکوٰۃ بھی انشاء اللہ ہو جائیگی پھر موقعہ شاید نہ ہو۔

(جواب) اگر سہولت سے ممکن ہو زکوۃ دے لیجئے دلائل الخیرات بھی برکت کی چیز ہے پڑھئے البتہ اسمیں بعض روایات غیر ثابت ہیں اُن کو نہ پڑھا کیجئے چھوڑ دیا کیجئے بلکہ کسی روایت کو بھی نہ پڑھئے کیونکہ بوجہ صیغہ صلوت ہونے کے وہ ویسے بھی خبر و رد نہیں ہیں۔

(مضمون ۱۵) ایک صاحب نے کچھ غلطی کی تھی اور اپنی غلطی کی کچھ تاویل کی تھی حضرت نے اسپر فرمایا تھا کہ اس قسم کی تاویل کو تسلیم کر لینے میں طالب کا نقصان ہے اسپر اُن کو تنبہ ہوا اور طلب معافی کے لئے خط بھیجا

(جواب) مجکو یاد بھی نہیں پھر آپ خود نادم ہوئے اسلئے سب معاف ہے اور میں خوش ہوں

(مضمون ۱۶) زید کے عزیزوں کی آمدنی بعض کی تو تنخواہ سے زائد ناجائز ہے اور بعض کی کم توجسکی آمدنی ناجائز تنخواہ سے کم ہو اُسکی اعانت زید کو قبول کر لینا چاہیئے غلام نے ایسے گاؤں میں جمعہ پڑھنا قطعاً ترک کر دیا چونکہ غلام یہاں کا امام و خطیب تھا اسلئے لوگوں کو خیال ہوا یہ طریقہ بتقاضائے مصلحت کیا ہے کہ خود تو نہیں پڑھتا اور نہ کسی کو منع کرتا ہے جو صاحب پوچھتے ہیں عقیدہ اپنا ظاہر کر دیتا ہے۔

(جواب) جس کی ناجائز آمدنی تنخواہ سے کم ہو اُس کی اعانت قبول کرنا جائز ہے دربارہ جمعہ آپ کا حسن عمل پسند آیا۔

(مضمون ۱۷) ایک شخص نے میری لڑکے سے لڑائی کی مجھے معلوم ہوا تو میں نے اُسکے ساتھ بہت غصہ سے لڑائی کی اُس روز سے قلبی حالت بہت خراب ہو گئی ہر وقت پریشانی و غفلت سی رہنے لگی جناب دعا فرماویں۔

(جواب) اگر اُس شخص پر زیادتی ہوئی ہے تب تو اُس سے معاف کرانا چاہیے اور اگر اُسکی زیادتی ہے اور معاف کرانے سے اُسکا دماغ بگڑ جائے تب بھی صفائی اور معاف کرا لینا بہتر ہے اور اگر اُسکی زیادتی تھی اور معاف کرانے سے اندیشہ ہے کہ وہ پھر زیادتی کرے گا تو اُس سے کچھ نہ کہو استغفار کثرت سے پڑھو دل صاف ہو جائیگا

(مضمون ۱۸) تخمیناً ۲ یا ۳ سال سے اپنے بعض امور دینی و دنیوی کے متعلق معروض کر کے طلب مشورہ و طلب دعا کی خواہش تھی جو آج پوری ہو رہی ہے۔

(جواب) بلا وجہ دیر فرمائی میں تو مسلمانوں کی خدمت کو سعادت جانتا ہوں

(مضمون) پربھنی جو حیدرآباد کا ایک ضلع کا مستقر ہے اسمیں ایک مدرسہ دینی ہے جسمیں مبلغ ۵۰ ماہوار سرکار نظام سے بھی ملتے ہیں یہ صاحب چاہتے ہیں کہ سرکار آصفیہ اور دیگر ہمدردان قوم کی طرف سے اس مدرسہ کا کوئی معقول انتظام ہو جاوے۔ اور اسکی دعا کی طالب ہوتے

(جواب) دل وجان سے دعا کا بہانہ گزرتا ہوں۔

(مضمون ۱۹) ہمارا قصد ہے کہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر فیضیاب ہوں لیکن علائق دنیا اسکی نوبت نہیں آنے دیتے اسلئے اب یہی آرزو ہے کہ حضرت کے مکتوبات سے فیضیاب ہوتے رہیں حضرت اپنی نئی تصنیف ارسال فرمانے کا بندوبست فرمائیں۔

(جواب) بے تکلفی سے عرض ہے کہ اس کا انتظام مجھ سے نہ ہو سکے گا کیونکہ جب کوئی تصنیف جدید تیار ہوتی ہے جو صاحب اسکا مسودہ طبع کے لئے مانگتے ہیں اُن کو دیدیا جاتا ہے پھر مجھ سے کوئی تعلق نہیں رہتا نہ طبع کا نہ فروخت کا بعض اوقات مجھکو خبر بھی نہیں ہوتی البتہ تاجر اسکا انتظام کر سکتا ہے اگر ایسے تاجروں کا نام مجھسے پوچھا جاویگا عرض کردوں گا۔

(مضمون ۲۰) کسی مضمون کے ذریعہ سے حضرت کا یا حضرت کے معتقدین کا قصد معلوم ہوا تھا کہ تھانہ بھون سے ایک رسالہ ماہانہ الامداد کے نام سے جاری کیا جاوے یہ معلوم نہیں کہ جاری ہوا یا نہیں

(جواب) میرے قصد کے متعلق خیال غیر صحیح ہے۔ معتقدین کی نسبت صحیح ہے رسالہ الامداد مدت سے جاری ہے ذیل کے پتہ سے ملسکتا ہے تھانہ بھون ضلع مظفر نگر مطبع امداد المطابع منشی رفیق احمد۔

(مضمون) حضرت کے تمام قومی کام اپنے ذاتی اغراض سے مبرا ہیں لیکن اس زمانہ میں کسی مصنف یا مفسر کی کسی گورنمنٹ یا کسی رئیس کیجانب سے کافی امداد جبتک نہو اسکے تصنیفات کا عوام میں نشر ہونا مشکل معلوم ہوتا ہے اسلئے میری آرزو ہے کہ سرکار نظام جسطرح قدیم سے دیگر علماء کی امداد کرتی ہے بلکہ موجودہ فرمانروا نواب میر عثمان علیخاں بہادر اس جانب زیادہ متوجہ ہیں تو وہ اس سلسلہ میں حضرت کے نام (اما) (صما) ماہانہ کا وظیفہ جاری فرمائیں تاکہ وہ حضرات جو دور دور سے تھانہ بھون میں حاضر ہو کر حضرت سے فیضیاب ہونیکا اشتیاق رکھتے ہیں خاطر خواہ فیضیاب

ہوں اور حضرت کی تالیفات تصنیفات سے عام طور پر تمام مملکت ہند میں غریب و نادار طلبہ مستفید ہوتے رہیں فقط

(جواب) یہ آپکی محبت ہے مگر مجھ سے یہ بار نہیں اٹھ سکتا جسکی وجہ لکھنے سے سمجھ میں نہیں آسکتی پاس رہنے پر موقوف ہے لہذا آپ کوشش نہ فرماویں ورنہ عین وقت پر جب ادھر سے انکار ہوگا ساعی کو شرمندگی ہوگی۔

(مضمون) بوجہ اسکے کہ دینیات کی تعلیم مدارس سرکاری حیدرآباد میں بہت ہی ناقص ہوتی ہے اور جو رسالہ انجمن حمایت اسلام لاہور کے پڑھائے جاتے ہیں وہ صرف عبادات تک محدود ہیں اسلئے بندہ کی خواہش ہے کہ بچوں کی ابتدائی تعلیم کے لیئے سلیس اردو میں دو تین رسائل مرتب کرے جسمیں علم دین کے ہر چہار ابواب مصرحہ ذیل کے ضروری امور مندرج ہوں۔

(۱) باب اول عقائد۔ باب دوم عبادات۔ باب سوم معاملات۔ باب چہارم اخلاق۔ بندہ کے اس قصد کو خدا تعالےٰ پورا فرماویں۔

(جواب) مبارک خیال ہے حق تعالےٰ پورا فرماویں۔

(مضمون) کیا یہی شان علمائے کرام و مفتیان شرع اسلام ہے کہ اگر انکی خدمت میں احکام شرعیہ کی نسبت کچھ استدعا کی جائے اور اُسکا جواب ہم جیسے ناواقف لوگ دریافت کریں تو جواب بھی کافی طریق سے عنایت نہو علما کس مرض کی دوا ہیں جبکہ ہم لوگوں کو طریقہ اسلام و حکم شریعت سے آگاہ نہ کریں۔ معلوم ہوا کہ آج کل علمائے کرام کے اندر بھی زمانہ حال کا تکلف اثر کر گیا۔ اگر آپ ہی اپنے قلم مبارک سے فتوے لکھ دیتے تو شان میں کچھ فرق آجاتا کسی شخص کا اسراف بیجا کرانا کس جگہ جائز ہے۔ بالفرض اگر آپ فتوے تحریر نہیں فرماتے تو وہ لفافہ مولانا احمد حسن صاحب کی خدمت میں روانہ کر دیا ہوتا۔ فتویٰ روانہ کرنا تو درکنار جواب بھی آپنے چھ یوم کے بعد عنایت فرمایا تو کاغذ کے پرزوں پر۔ براہ کرم آپ مسئلہ کا جواب مفصل طریق سے عنایت فرمایئے ورنہ اجازت دیجئے کہ یہ خبر عوام میں بذریعہ اخبار رسالت کلکتہ مشتہر کر دی جائے تاکہ آئندہ کوئی آپ کو فتوے کی تکلیف نہ دے۔ وہ رقعہ بھی جو پیشتر ارسال خدمت ہوا تھا دوبارہ ارسال ہے فتوے عنایت فرمایئے ورنہ جواب سے مطلع کیجئے۔

(جواب) اگر کسی کو کسی کی مصلحت معلوم نہیں جو کچھ مینے کیا ہے اگر وہ شرعاً جائز ہے تو مجھپر ملامت نہیں اور اگر ناجائز ہے تو آپ مجھکو نصیحت کر کے بری ہو چکے ہیں پھر اُسی مضمون کا اعادہ کرتا ہوں اگر آپ ہی اُس طریق سے پوچھیں تو آپ کا کیا حرج ہو آپ ہی کو اپنی بات پر کیوں اصرار ہے اور اشتہار دینے سے نہ آپ کو منع کروں نہ مشورہ دوں جو سمجھ میں آوی اول اُس کا جواز و عدم جواز شرعاً کسی معتبر عالم سے تحقیق کر کے کیجئے۔

(مضمون ۲۲) ان صاحب نے حضرت کی کسی کتاب میں ایک عمل دیکھا جسکے متعلق چالیس روز رکھنا بھی تھا اُسکی اجازت چاہی اور اُس عمل کا خلاصہ طلب کیا اور یہ کہ کن کن چیزوں سے پرہیز چاہیئے۔

(جواب) کس واہیات میں پڑے۔

(مضمون ۲۳) اجازت ہو تو ماسوای نماز کے اور اوقات میں جہاں تک ہوسکے حضور کی صورت مطہرہ کا خیال دلمیں رکھا کروں کیونکہ دل بہت چاہتا ہے۔

(جواب) صورت کا تصور جمانے میں کیا فائدہ سمجھتے ہیں بیان کر کے پھر دریافت کریں۔

(مضمون ۲۴) تہجد کے بعد دوازدہ تسبیح بجہر پڑھنے سے دن کو تعلیم طلبہ کے وقت سر دردی اور چکر آتا ہے۔

(جواب) جہر کی جگہہ خفی کیجئے یا مقدار کم کر دیجئے یا اعشار کا وقت بدلدیجئے۔

(مضمون ۲۵) در اصل تا وقتیکہ قیام نہ کیا جائیگا حالت ظاہری و باطنی پر قابو نہیں پاسکتا ہوں۔ تادیب گاہ میں لڑکا درست ہو جاتا ہے بوجہ اسکے کہ استاد کا خوف اور اُستاد کے حرکات و سکنات و اخلاق کو پسندیدہ کر کے اختیار کرتا ہے میں نے تو اپنی ناقص عقل سے اسوقت تک یہی خیال کر رکھا ہے کہ روح کا بھی مدرسہ ہے وہ تھانہ بھون ہے صحبت بڑی شے ہے۔

(جواب) ماشاء اللہ صحبت کی حکمت کو جو کچھ سمجھا ہے بہت ہی خوب ہے اللہ تعالیٰ افہم میں مزید برکت فرماوے۔

(مضمون ۲۶) اگر یہ امر کچھ رواج زمانہ کے خلاف ہے کہ میں آپکو اپنا شناسا کر دوں کیونکہ آپ مجھسے واقف صرف صورت سے ہیں اور چونکہ ایک عرصہ دراز گذرا ہے کہ حضور سے شرف حضوری

حاصل نہیں ہوا اور حضور کو یاد بھی نہ ہوگا کہ میں کون ہوں اسوجہ سے میں حضور کو یاد دلاتا ہوں الغرض کوئی وظیفہ تحریر فرما کر روانہ فرما دیں (ناخوشی حکام کے لئے کہ میری طرف سے لوگوں نے حکام کو بہت بدظن کر دیا ہے ۱۲ ناقل) از حد پریشان ہوں اور اپنی عزت و آبرو کا ہر وقت خیال رہتا ہے۔

(جواب) واقعی آپکی صورت تو ذہن میں نہیں آئی لیکن کسی خاص بات کے جاننے کے لئے اسکی ضرورت بھی نہیں آپ روزانہ ایک بار حزب البحر پڑھکر دعا کیا کریں میں بھی دعا کرتا ہوں۔

(مضمون) قبلہ ام جناب حافظ محمد حلیم صاحب کو اللہ تعالیٰ نے توفیق دی ہے اور انہوں نے ایک یتیم خانہ اسلامیہ بمقام سرہند شریف اپنے صرف سے کھولا ہے اور اس کا انتظام انہوں نے میرے سپرد کیا ہے۔ یتیم خانہ کی تعمیر تیار ہوکر غالباً ماہ فروری کے شروع میں یا آخر ماہ جنوری میں مکمل ہو جاویگی اور یتیمے کی درخواستیں آنی شروع ہو گئی ہیں از راہِ نوازش بزرگانہ آنجناب مجھے نصاب یتیم خانہ اور پرورش یتیمے اور انکی تعلیم و تربیت کے متعلق ہدایات فرمائیگا کہ کیا کیا تجویں اس یتیم خانہ کے متعلق آپ مفید خیال فرماتے ہیں موجودہ یتیم خانہ باوجود اپنی انتہائی کوشش کے راہ مستقیم پر نہیں ہیں میں یقین کرتا ہوں کہ جناب کے ذہن میں یتیم خانوں کے متعلق کوئی نہ کوئی سکیم ضروری ہوگی مہربانی فرما کر نیاز مند کو اس سے ضرور مطلع فرمادیں اگر آپ مجھے اجازت دیجئے تو میں حاضر خدمت ہو کر آنجناب سے بالمواجہہ یتیم خانہ کے متعلق مشورہ حاصل کروں۔

(جواب) میں اس مسرت کا اندازہ نہیں کر سکتا جو مجھکو یتیم خانہ کی بنار کی خبر سنکر ہوئی حق تعالیٰ اس بنار میں اور بانی میں برکت فرمائے۔ یتیم خانوں کی نسبت کوئی مفصل مضمون تو میرے ذہن میں اسلیئے نہیں کہ مجھکو کبھی ایسے کام کرنے کا اتفاق نہیں ہوا مگر ممکن ہے کہ مجمل مضمون جو پہلے سے ذہن میں ہے آپ سے گفتگو کرنے کے وقت کسیقدر مفصل ہو جاوے مگر اسکے لئے آپکے سفر کرنے کی ضرورت نہیں۔ اتفاق سے خود احقر ہردوئی اور لکھنو ہوتا ہوا کانپور آرہا ہے تاریخ ابھی معین نہیں کر سکتا آپ کو اس کا علم تفصیلی دلدار خاں صاحب سے ہو جاوے گا جن کو حسب وعدہ میں عنقریب اطلاع دینے والا ہوں اگر ایسے موقعہ پر آپ کانپور ہی میں

ل لیجئے آسانی ہو۔

(مضمون ۸۳) عرصہ سے والا نامہ صادر نہیں ہوا خدا بہتر جانتا ہے جسقدر حضور کے دیدار کو طبیعت چاہتی ہے یہ علاقہ جس میں ملازم ہوں عنقریب چھوٹ جانے والا ہے حضور دعا فرماویں کہ بطفیل حضور صلعم ریاست دیرہ جو کورٹ ہے جگہہ ملجاوے

(جواب) دعوی محبت اور اُسپر خط میں اتنی دیر اور مزید لطف یہہ کہ مجکو لکھا جاتا ہے کہ عرصہ سے والا نامہ صادر نہیں ہوا کاش بجائے اُسکے یہہ ہوتا کہ مجکو مدت سے خط بھیجنے کی توفیق نہیں ہوئی اور سب سے بڑھ کر افسوس اسکا ہے کہ تمام خط میں ایک بات بھی دین کی نہ پوچھی لکھا تو یہ لکھا کہ یہ علاقہ جسمیں ملازم ہوں عنقریب چھوٹ جانے والا ہے الخ عجب نہیں کہ اسواقعہ نے یہ خط لکھوایا ہو ورنہ ابھی شاید نہ لکھتے اس سے تو نہ لکھتے تو اچھا ہوتا اور اپنے نام کے ساتھ اشرفیہ نسبت میں کیا مصلحت ہے۔

(مضمون ۸۴) ان صاحب نے پہلے کبھی ایک خط لکھا تھا جسمیں خواب کے اندر حضرت والا کی زیارت سے دوبار مشرف ہونا تحریر کیا تھا اور وساوس کا ہجوم ہونا لکھا تھا۔ اُسکے بعد دوسرا خط لکھا جس میں یہہ تھا کہ ایک ہفتہ سے کچھ زیادہ ہوا کہ خواب میں حضور کی زیارت نصیب ہوئی۔ حضور نے فرمایا کہ قرآن مجید میں لفظ ثُمَّا یا کمَّا مگر ظن غالب میں ثمّا تھا فرمایا کہ ستر جگہہ ہے امیدوار ہوں کہ ترکیب ذکر نفی اثبات اور لفظ ثمّا کے راز سے مطلع فرمایا جاؤں۔

(جواب) خواب کی طرف التفات نہ کیا جاوے وساوس کیطرف التفات نہ کیا جاوے بس ذکر کیطرف متوجہ رہیں وساوس از خود رفع ہوجاوینگے۔ ترکیب کے متعلق یہ کہ کوئی خاص ترکیب نہیں نشست میں سہولت کا لحاظ اور ذکر میں قدرے ضرب وجہر کا خیال رہے وبس۔ عدد تو گننے سے معلوم ہو۔ غالباً یہہ اشارہ ہے ضرورت تجوید کیطرف یعنی لمّا یا ثمّا میں غنہ کی رعایت چاہیئے صرف تشدید پر کفایت نکی جاوے اور یہ محض ایک مثال ہے محل رعایت تجوید کی اور مراد عموم ہے۔

(مضمون ۸۵) ان صاحب نے اپنے ایک عزیز دوست کا قادیانی ہونا لکھا تھا اور اُسپر افسوس ظاہر کیا تھا اور اُنکے راہ راست پر آجانے کی تدبیر دریافت کی تھی اور یہ لکھا تھا کہ قرآن شریف

اور احادیث نبویہ سے ایسے دلائل لکھے کہ اُن کو جواب ہی نہ آئے اور جدید مذہب سے توبہ کریں۔ ان صاحب نے ایک طبعشدہ پرچہ بھی بھیجا تھا جس میں مرزا غلام احمد قادیانی کی نسبت مسیح موعود ہونا تحریر تھا۔

(جواب) جواب دو طرح کا ہوتا ہے الزامی اور تحقیقی الزامی کے لئے ضرورت ہے خصم کی کتابیں دیکھنے کی جسکی مجکو نوبت نہیں آئی اسکے لئے مونگیر خانقاہ رحمانیہ مولوی محمد علی صاحب سے۔ یا لکھنؤ محلہ پاٹا نالہ میں مولوی عبد الشکور صاحب سے۔ یا مراد آباد مدرسہ امدادیہ میں مولوی مرتضی حسن صاحب سے خط وکتابت مناسب ہے اور تحقیقی کے لئے میں حاضر ہوں۔ مگر وہ خط وکتابت سے نہیں ہوا کرتا اور نہ اسقدر مجکو فرصت۔ اگر طالب تحقیق خود اگر زبانی سمجھنا چاہیں حاضر ہوں لیکن اگر طالب کو علم واستعداد کافی نہو تو پھر بھی وہ دوسرے کی تسلی نہیں کرسکتا اب جو رائے ہو۔

(مضمون) بندہ ... سب انسپکٹر پولیس ہیڈ تھانہ وسکونتی مکان مجھہ سب انسپکٹر کا ایک مزار بڈھن شاہی صاحب ولی کا ہے ... ہی درستی ہوکر مجلس میلاد و مرثیہ خوانی وتقسیم طعام مسلمانان قصبہ معہ غربا وغیرہ کے کھچڑا یعنی حلیم سیوم کے روز کھلوایا گیا اسی درمیان میں مجکو تپ ولرزہ شروع ہوا (یہ واضح رہے کہ میں شیعہ مذہب نہیں ہوں بلکہ حنفی المذہب ہوں) محض اردو ہندی دیہاتی جانتا ہوں) ایک روز بخار بشدت تھا۔ مزار پر جاکر عصر کی نماز ادا کرکے دو چار مناجات باواز بلند پڑھا اُسکے بعد بیٹھے بیٹھے غش آیا و سجدہ کے طور سر رکھا معلوم ہوا کہ کوئی صاحب فرماتے ہیں کہ تم نے کیوں ایسا کیا یہ الفاظ عربی میں تھے میں نے جواب دیا کہ میں عربی نہیں جانتا تب فقرہ اول اردو میں کہا گیا بعدہ نذر حسین ضرورت۔ میں نے کہا کہ میں نہیں جانتا کہ اسکا کیا مطلب ہے۔ فرمایا کہ کیا ضرورت ہے میں نے کہا کہ صرف مستقل سب انسپکٹر کردیا جاؤں خدا سے ایسی دعا فرمایئے غرضکہ دو گھنٹہ تک بات چیت رہی اُسکے بعد گرمی امراض پیش آئی طبیب کی رائے سے مرغ باندھا اُس سے جنون ہوگیا۔ اسی حالت میں پھر مزار پر گیا عرض کیا۔ حکم ہوا کہ دیدو جو تمہارے پاس ہوئے ہیں لے تیرہ سو روپیہ نقد ۲۱ جوڑے کپڑے کے کل سامان خیرات لوگوں کو دیدیا پولیس کی نوکری چھوڑنے کا اشارہ ہوا۔ میں نے ہیڈ محرر کو چارج دیدیا پھر اشارہ ہوا کہ دہلی جاؤ اور فلاں فلاں

مزار پر جاکر ۳ مرتبہ سلام کرنا جواب ملے تو فاتحہ پڑھنا ورنہ نہیں۔ پھر مزار شاہ نظام الدین اولیاء میں جاکر ۷ مرتبہ اسی طور سے سلام کرنا دروازہ کھلجائے تو فاتحہ پڑھنا ورنہ نہیں پھر جان جاناں کے مقبرہ پر جانا پھر جامع مسجد میں مولوی سید احمد صاحب سے ملنا اور وہ جو فرماویں اسپر عمل کرنا۔ علم انگریزی وعربی ہم نے دیا اور سبکو تابع تیرے کیا۔ میں انگریزی کا ایک حرف بھی نہیں جانتا تھا عربی کے معنے صرف بسم اللہ شریف کے جانتا تھا دونوں زبانیں اچھی طور سے بولنے لگا۔ کئی مولوی صاحبان سے عربی اور کئی انگریزوں سے انگریزی میں بات چیت کی۔ ایسی حالت میں میرے والد صاحب و چھوٹا بھائی وطن سے آکر مجھکو وہاں لے گئے وہاں چند مزار ہیں وہاں گیا وہاں پر جواب ملا کہ تونے پیر کے حکم کی تعمیل نہیں کی اب واپس جا۔ چنانچہ ۴ یوم کے بعد اسی حالت میں رہا جو جبلپور کے پاس ہے وہاں آیا وہاں بزرگوں کے مزار ہیں وہاں سے بھی ایسا ہی جواب ملا۔ چنانچہ جبلپور میں کئی انگریز [illegible] مولوی صاحبان [illegible] حالت قائم فرمایا۔ بھوپال آکر بالکل اچھا ہو گیا اور جو جو [illegible] خیالات تھے جاتے رہے۔ اسی جنون کی حالت میں چند باتیں اور بھی ہوئیں چار چھ آدمی آشوب چشم والے اور ۳ آدمی ایک سال کی آنکھوں کے اندھے مجکو ملے صرف آیت مازاغ البصر وما طغیٰ کو ہم پانی پر دم کرکے دھونے سے روشنی پا گئے اور اچھے ہو گئے اور کئی آدمی چند امراض میں مبتلا تھے صرف لا یستوی پڑھ کر دم کرنے سے اچھے ہو گئے جبلپور مانکپور میں بزبان عربی وانگریزی لکچر بھی دیئے میں قسمیہ عرض کرتا ہوں کہ دونوں علم سے محض ناواقف تھا۔ کلام شریف کوئی کسی جگہہ سے پڑھے میں اسکے معنی بیان کرتا تھا اور بعد صحت کے سب جاتا رہا اب میں بالکل نہیں جانتا اور میں سب انسپکٹری پر مستقل بھی ہو گیا ولی صاحب نے بحالت میرے جنون کے مجھے اپنا لڑکا و مرید بنایا۔ کیا مردہ پیر کی مریدی جائز ہے میرا دل نوکری کرنے کو نہیں چاہتا میری خواہش ہے کہ کوئی ایسا راستہ بتایئے جو سہل ہو

(جواب) آپکو سخت ضرورت ہے کہ رخصت لیکر چندے کسی زندہ بزرگ متبع سنت کی خدمت میں رہیئے یہ وساوس تحریرات سے رفع نہیں ہونگے۔

(مضمون ۳۲) زید مسلم کی ایک قطعہ زمین ایک کاشتکار [illegible] میں ہے کاشت کرتا ہے [illegible]

کاشت کرتے ہوئے زائد بارہ سال ہو گئے ہیں کاشتکار مالک زمین یعنی زید کو جو اُس قطعہ زمین کا لگان ادا کرتا ہے وہ اُس زمین کی حیثیت سے بہت کم ہے اگر وہ کاشتکار اُس سے استعفا دیدے تو اُس سے دو گنے لگان پر زمین کا ٹھیکہ ہو سکتا ہے مگر چونکہ وہ موروثی ہو گئی ہے اسلئے زید قانوناً اُس سے لگان موافق حیثیت زمین نہیں لے سکتا تو اب سوال یہ ہے کہ اگر کاشتکار لگان ادا نکرے یعنی مدت ادای لگان گذر جائے اور وہ ادا نہ کرے اسوجہ سے اُسپر نالش کیجائے اور سود لگا کر نالش کیجائے تو زید کو جو مذہب اسلام رکھتا ہے اُس کاشتکار ہندو سے سود لینا جائز ہے یا نہیں اور صورت سابق میں اگر کاشتکار مسلم ہو تو اُس سے سود لینا جائز ہے یا نہیں اور کفار کی بنکوں سے اور ڈاکخانوں اور عام کفار سے ہندوستان میں اور گورنمنٹ برطانیہ سے سود لینا جائز ہے

انتہیٰ فقط

(جواب) کفار یا ... لینے کا تحقیق میرے رسالہ تحذیر الاخوان میں مذکور ہے باقی جس بناء پر اُسکے جواز کا شبہ ہوا ہے وہ بنا استحقاق زیادت سے ... کی ایک امر ہو سکتا ہے مگر اُسکو زبانی سمجھ لینا آسان ہے تحریر سے غلط فہمی کا احتمال ہے

(مضمون ۳۳) ایک مسماۃ کے بھائی باپ کی جائداد سے مسماۃ مذکور یعنی اپنی بہن کو حصہ شرعی نہیں دیتے تھے مسماۃ مذکور نے حضرت والا کی خدمت میں لکھا کہ مولوی رحیم بخش صاحب جو ریاست بہاولپور کے پریسیڈنٹ اعلیٰ افسر ہیں آپ اُن کو سفارشی خط تحریر فرماویں کہ بھائیوں اور بہن میں باہمی فیصلہ کرادیں۔

(جواب) پریسیڈنٹ صاحب خدا ترس شخص ہیں خدا تعالیٰ کا خوف جسقدر ایسے شخص کے لئے محرک ہو سکتا ہے کسی کی سفارش مؤثر نہیں ہو سکتی خصوص جبکہ سفارش کنندہ کو واقعہ کا ذاتی علم بھی نہیں تو اُسکا لکھنا بالکل تمہارا ہی کہنا ہے۔ سو تم براہ راست کیوں نلکھو۔

(مضمون ۳۴) بیل بھینسا بکرا وغیرہ کا بدھیا کرنا جائز ہے یا نہیں اور بدھیا جانور کا خریدنا یا پالنا جائز ہے یا نہیں۔ کچھ روز ہوئے میں نے خواب میں دیکھا کہ آپ سہارنپور تشریف لائے اور اسٹیشن سے تشریف لا رہے تھے کہ میں پہونچگیا السلام علیکم اور زیارت کے بعد بے انتہا خوشی ہوئی اور ایسا یاد ہوتا ہے کہ خواجہ عزیز الحسن صاحب سے مُسکرا کر فرمایا کہ آگیا انکو خیال

تھا کہ اسٹیشن پر ملیگا اور ریش مبارک جناب کی کچھ لانبی تھی اور سفید بال زیادہ تعبیر ارشاد فرمائی جاوے۔

(جواب) بدھیا کرنا اور اسکا بیچنا خریدنا سب جائز ہے۔ خواب اچھا ہے علامت ہے مناسبت کی جو کہ اس طریق میں انفع الاشیاء ہے۔

(مضمون ۳۴) ان صاحب نے حضرت سے کمال اشتیاق بیعت کا ظاہر کیا۔

(جواب) میرے یہاں بیعت کا طریقہ یہ ہے کہ اول میرے رسائل وکتب کا مطالعہ کیا جائے اور ان کو دیکھکر اپنی حالت میں جو اصلاح کیجائے اُس سے مجکو مطلع کیا جائے اور میں کچھ ذکر وغیرہ تعلیم کردوں اُسکی پابندی کر کے مجکو اطلاع دی جایا کرے چند روز تک ایسا کر کے پھر درخواست کیجائے

(مضمون ۳۵) میں آجکل خواب نہایت پریشان دیکھتا ہوں اور اُنکی تعبیر کا خیال رہتا ہے ایک خواب یہ دیکھا کہ میرے سامنے کا نیچا حصہ ایک دانت کا گر گیا اور کل یہ خواب [illegible] بری جسکے چار بچے سیاہ رنگ [illegible] یں پڑی ہے اور ان کو میں بھگاتا ہوں اور وہ پر بچے ہیں میں نے غصہ میں چاروں کو پانی میں ڈالدیا اور وہ مرگئے دیگر گذارش یہ ہے کہ میری والدہ بدمزاج ہیں اور وہ چچی بھاوج وغیرہ سے بہت لڑتی ہیں جس سے میں تنگ ہو گیا ہوں اور وہ ہمیشہ مجھسے علیحدہ ہونے کو کہا کرتی ہیں آپ دعا فرمائیں یا کسی ترکیب سے آگاہ فرمائیں۔

(جواب) اول تو مجکو ان واقعات کے خواب ہونے ہی میں کلام ہے غالبًا متخیلہ کے تصرفات ہیں اور اگر خواب بھی ہوں تب بھی مجھکو تعبیر سے زیادہ مناسبت نہیں اور تکلف کی تاویل ناپسند ہے لہذا معذور ہوں۔ میرے نزدیک تو سبکا علیحدہ علیحدہ ہو جانا اسلم ہے یہ آپکو کیوں ناپسند ہے باقی دعا سے انکار نہیں

(مضمون ۳۶) سفر میں جب جناب والا جونپور تشریف لائے تھے تو بندہ بھی بغرض زیارت و استماع مواعظ حسنہ جونپور حاضر ہوا تھا۔ بندہ خدام والا کی کوئی خدمت کر کے سعادت دارین تو کیا حاصل کرتا اُلٹی میری حماقت اور بیوقوفی سے حضرت والا کو اذیت پہونچی جسکی وجہ سے مجکو نہایت ندامت اور صدمہ ہے صورت یہ ہوئی تھی کہ جب حضور والا جونپور سے بنارس تشریف لیجا رہے تھے تو عین ریل پر سوار ہونے کے وقت جو مسافر کے لئے پریشانی کا وقت ہوتا ہے بندہ نے مصافحہ کے ساتھ دعا کی بھی درخواست کرنی چاہی جو حقیقۃً بے موقعہ ہونے کے سبب

عنایت فرمایند تا سبب ہدایت آدمیاں گردیدہ موجب رضائے پروردگار عالمیاں باشد
(جواب) اگر آں کس فی الواقع جویائے حق ست در پنجا بیاید ورنہ با غیر طالباں مغز پاشیدن دماغ ندارم۔
(۸۳ہم مضمون) بہت مدت سے حضور کی کوئی خبر خیریت وغیرہ نہیں سُنی۔ دل ناپاک بہت پریشان ہے۔ خبر سُنی ہے کہ حضور اپنا مکان چھوڑ کر دوسری جگہ تشریف فرما ہیں اور وہاں سے کب تشریف فرما ہوئے اور فی الحال مکان پر تشریف فرماتے ہیں یا اور کوئی جگہ میں۔ از روئے مہربانی و غریب نوازی اطلاع بخشنا۔
(جواب) میں خیریت سے ہوں جس شخص سے یہ خبر سُنی اول اُس سے تحقیق کریں پھر اگر اُس کے جواب پر اطمینان نہ ہو تو اُس ہی سے ثبوت پوچھو وعلے ہذا۔
(۸۴ہم مضمون) طبیعت کسلمند رہنے کی وجہ سے اکثر اوقات وردِ معمولہ ناغہ ہو جاتا ہے بہت کوشش کیجاتی ہے مگر استقامت نصیب نہیں ہوتی اور حضرات کی اچھی حالت معلوم کر کے دل میں نہایت ندامت اور خجلت اور حسرت پیدا ہوتی ہے اور بڑی کوفت ہوتی ہے ہمیشہ اسی خیال میں رہتا ہوں کہ اپنی حالت درست کر کے حضور کو اطلاع دوں مگر نہیں ہونے پاتی اور ارسال عریضہ میں بہت تاخیر ہو جاتی ہے۔ آخر اس کسلمندی کا کوئی علاج بھی ہے یا نہیں۔ حضور دل تو یہ چاہتا ہے کہ خدمت کثیر الموہبت میں پڑ مروں شاید ایسے ہی ناکارہ کی اصلاح ہو جائے جو حضور فرمائیں کیا جائے۔ آخر میں کیا کروں۔ نہایت پریشانی ہے جب تک وردمیں استقامت میسر نہ ہوگی طبیعت نہایت پراگندہ رہیگی۔
(جواب) ایسے جاہلانہ مضمون کے جواب دینے کا میرا دماغ نہیں
(۸۶ہم مضمون) خادم کا نہایت خراب حال ہے پرسوں سے یہاں پر ایک فقیر دہریہ طبع کے آئے ہوئے ہیں میں بھی ان کے دیکھنے کو چلا گیا تھا۔ جانے کو طبیعت تو نہ چاہتی تھی مگر دو تین عزیزوں کے کہنے سے

چلا گیا۔ وہاں بیٹھنے سے قلب میں ایک قسم کی کدورت سی معلوم ہوئی۔ میں نے ذکر جلدی جلدی پڑھنا شروع کر دیا پھر تو ایسی طبیعت خراب ہوئی کہ کچھ ٹھیک نہیں جی چاہا کہ یہاں سے چلدوں مگر وہ عزیز جو میرے ہمراہ آئے تھے انکی نہ اٹھنے کے سبب میں بھی نہ اٹھ سکا جب بہت ہی طبیعت میں پریشانی معلوم ہوئی تب میں نے ان عزیز سے کہا کہ بھائی میں تو جاتا ہوں نماز کا وقت قریب آگیا اور یہ کہکر میں چلا گیا جب سے ایسی حالت ہے کہ طبیعت میں ایک قسم کی کاہلی سی پیدا ہو گئی نوافل بھی قضا ہو جاتی ہیں ذکر و شغل میں طبیعت نہیں لگتی۔ تسبیح لیکر بیٹھتا ہوں پر طبیعت اُچاٹ ہو جاتی ہے یہ خیال ہوتا ہے کہ اب کیا پڑھوں قضا تو ہونے لگے جب تہجد کی نماز قضا ہو گئی تو اب نہیں تو کیا پڑھوں۔ کل کو پابندی سے سب ادا کرونگا مگر پھر حسب بالا صورت ہوتی ہے مگر بحمد اللہ فرائض میں کسی قسم کی کمی نہیں آئی ہے سخت پریشان ہوں کیا کروں کیا نہ کروں۔ جب سے حسب بالا قصہ پیش ہوا اس فقیر کے پاس تو جانا قطعی ترک کر دیا اور کچھ ایسی اُس سے نفرت ہوئی ہے کہ اگر کوئی اُسکا میرے سامنے ذکر بھی کرتا ہے تو اُس سے بھی نفرت ہوتی ہے اب خادم حضور سے ملتجی ہے کہ کیا کرے ۔ ۲ اسم ذات جو ہر وقت زبان سے کرتا ہوں اگر بعض وقت ہونٹھ بند کرکے کروں تو کچھ حرج تو نہیں ۔۳ فجر کے اور تہجد کے بعد جو ذکر دو جلسوں میں کرتا ہوں اگر ذوق میں کچھ اشعار جو امواجِ طلب میں ہیں پڑھ لئے جاویں تو کچھ حرج تو نہیں۔ ۔۴ ذکر جہر کے وقت جو تہجد کے اور فجر کے بعد کرتا ہوں یہ خیال ہوتا ہے کہ کوئی سُن لیگا تو نفع ذکر کا جاتا رہیگا یعنی مقصود حاصل نہ ہوگا اور ایسا نہ ہو کہ یہ ریا ہو جاوے بدیں وجہ خفی ...... کرنے لگتا ہوں مگر جو جہر سے ذکر نے میں مزا آتا ہے وہ خفی میں نہیں آتا اور خفی میں وساوس کا زیادہ ہجوم ہوتا ہے اب خادم کے لئے جو حضور ارشاد فرمائیں عمل کرے۔

(جوابؒ) بحالت موجودہ ہمارا دل جواب دینے کو نہیں چاہتا۔ افسوس ہدایت کے بعد گمراہی۔ انا للہ

(۸۷۴ مضمون) کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید پنجوقتہ نماز کا جماعت سے پابند ہے اور روزہ رمضان بھی ہمیشہ رکھتا ہے۔ ظاہری صورت شرع شریف کے موافق ہے داڑھی مونچھ بھی حسب شرع ہے۔ والا بدعت کے امور پر اصرار کرتا ہے مثلاً کسی پیر کا عرس کرنا قبروں پر صندل چڑھانا چراغ روشن کرنا۔ مردہ کی برسی، چہلم وسوم وغیرہ کرنا اجرت دیکر فاتحہ و ختم قرآن کرانا مستحب کہتا ہے تو ایسے شخص کو امام بنانا اور اُس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں اور اگر جائز ہے تو با کراہت یا بلا کراہت۔ امید کہ ان جملہ امور کا جواب

؎ اس جواب کے بعد وہ خط آیا جو آیندہ نمبر (۵۴۰) میں درج ہے۔

مذہب حنفیہ کے موافق کتب حنفیہ سے مفصل عنایت ہو۔
نیز مولوی صاحب مذکور کتب شوافع سے اکثر حجت پکڑتا ہی اور اپنے آپ کو حنفی المذہب کہتا ہی تو کیا شوافع کے اقوال حنفیہ کے لئے حجت ہوسکتے ہیں یا نہیں بینوا توجروا
(الجواب) صاحب بدعت کے پیچھے فقہاء نماز پڑھنے کو مکروہ کہتے ہیں بشرطیکہ یہ بدعات حد کفر تک پہنچی ہوں سوال میں جسقدر بدعات مذکور ہیں اُن کے مرتکب شخص کے پیچھے نماز مکروہ ہوگی اور جماعت کا ثواب اُسقدر نہ حاصل ہوگا جیسا کہ ایک متقی اور متبع سنت کے پیچھے حاصل ہوتا ہی۔
صلّی خلف فاسق او مبتدع نال فضل الجماعة (در مختار) (قوله فضل الجماعة) افاد ان الصلوٰة خلفهما اولی من الانفراد لکن لاینال کما ینال خلف تقی ورع (رد المحتار) کتب شوافع حنفیہ کے لئے حجت نہیں ہوسکتی البتہ کسی خاص ضرورت کیوقت مفتی دیگر ائمہ کے مذہب کے موافق فتویٰ دیسکتا ہی محمد کفایت اللہ عفی عنہ سنہری مسجد دہلی الجواب صحیح خلیل احمد عفی عنہ
(۴۸۸ مضمون) حضرت والا کی طرف سے دربارہ آنکھ کھلنے کے جو ہدایت ہوئی تھی اُسپر عمل کرنے سے بفضل خدا کچھ فائدہ معلوم ہوا آج منگل کی رات کو ہمیشہ معمول کے بموجب بارہ تسبیح پڑھ کر سورہا تو قریب پانچ بجے کے ایک خواب دیکھا کہ میں چند آدمیوں کیساتھ بیٹھا ہوا ہوں اُن میں سے ایک آدمی نے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شان مبارک میں ایک غزل پڑھی جسوقت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا نام مبارک آیا تو فدوی پر وجد طاری ہوگیا اور فدوی کے منہ سے یہ الفاظ نکلتے تھے الا اللہ الا اللہ یہانتک کہ وہ آدمی چپ ہوگیا اور میری آنکھ کھل گئی۔
(جواب) احوال باطنہ و مسائل فقہیہ ایک خط میں جمع کرنا یہاں کے معمول کے خلاف ہی۔
۳ محرم الحرام ۱۳۳۶ھ
(۴۸۹ مضمون) بہت بڑی میرے نصیب ہیں جو حضور نے میرے خط کا جواب دیا مگر حضور اس حقیر کو سمجھنے کی قوت نہیں جس پیاس کے بارے میں ہم نے شکایت کیا تھا وہ پیاس ابھی تک دفع نہیں ہوا۔

ف غالباً صاحب ملفوظات کی پسندیدگی کے سبب یہ خط یہاں نقل کیا گیا ہی ۱۲
ف یہ تدبیر خط نمبر ۴۰۹ کے اخیر مضمون میں مذکور ہی۔ ۱۲
ف اس خط میں کچھ سوالات فقہیہ بھی ہونگے اُن کو جواب میں مقدم رکھکر اس مضمون کا جواب نہ دیا گیا ۱۲

(جواب) وہ خط مع اس خط کے واپس بھیجئے تو اپنی جواب کو دیکھوں وہ مجھ کو یاد نہیں۔

(ضمیمہ س) بات یہ ہو کہ ہمارا ایمان کمزور ہو رہا ہی مگر الحمد للہ کہ حضور کی تصنیفات دیکھنے سے شرک و بدعت کا پتہ تو معلوم ہوا اور پہلے تو جانتے بھی نہ تھے کہ شرک و بدعت کیا چیز ہے ایسا ہی درمیان میں اور مسئلوں کا پتہ نہیں لگتا ہی جیسے کوئی عالم کہتے ہیں کہ امام کے پیچھے مقتدی کو سورہ فاتحہ پڑھنا چاہیئے اور کوئی کہتے ہیں کہ آمین زور سے کہنا چاہیئے اور کوئی کہتے ہیں آمین آہستہ کہنی چاہیئے اور کوئی کہتے ہیں کہ اپنے مذہب کو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنا چاہیئے اور کوئی کہتے ہیں کہ امام کی طرف جیسے حنفی شافعی وغیرہ مگر حضور یہ بتلائے کہ کس کے کہنے پر عمل کریں۔

(جواب) ایسے سوالات کا جواب زبانی ہو سکتا ہی۔

(ضمیمہ س) لیکن یہ حقیر سورہ فاتحہ پیچھے امام کے پڑھتا ہی اور آمین بالجہر کو اچھا سمجھتا ہی لیکن اُس پر عمل نہیں ہی اور نسبت کرتا ہی اپنے مذہب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف یہی اچھا سمجھتا ہے مگر کسی ائمہ اور بزرگان دین کو کچھ بُرا نہیں کہتا سو اسواسطے ہم چاہتے ہیں کہ حضور سے بیعت ہوں۔

(جواب) واقعات مذکورہ پر بیعت کی درخوست کے متفرع ہونے کے کیا معنے۔

(۴۹۰) مضمون) عزیزم مولوی .... قصد السبیل پر عمل کرتا تھا اسوقت حالت تبدیل ہو گئی یعنی حالت جنون لاحق ہو گئی۔

(جواب) اس میں قصد السبیل کے عمل کو کیا دخل۔

(ضمیمہ س) شفا کے واسطے دعا کی درخواست ہی۔

(جواب) دعا سے کیا انکار ہے۔

(ضمیمہ س) اور اگر کوئی حکمت عملی ہو تو تجویز فرماویں۔

(جواب) مرض ہی اس کی حکمت عملی طبیب سے پوچھئے۔

(۴۹۱ مضمون) اے عطا پاش خطا پوش واے جرم بخش عذر نیوش فی الواقع ناچیز کی تحریر میں لغزش اور قصور سرزد ہوا ہی لیکن ناچیز کی اس تحریر کی غرض اہم اور مقصد اہم کی بنا صرف اپنے اظہار شوق اور بیقراری اور اضطراب پر ہے اب بحضور کریم الاخلاق عمیم الاشفاق دست بستہ عرض پرداز ہی کہ ناچیز کی

عسہ اول ملاحظہ ہو خط نمبر ۴۳۵۔ ۱۲

تحریر میں جو خطا و قصور واقع ہوا ہے از روے بندہ نوازی اور شفقت گستری کے عفو فرمادیں۔ میرے کام حضور کی رائے اور تجویز ہی پر موقوف ہیں۔ ذکر اسم ذات چھ سو مرتبہ اور نفی اثبات گیارہ سو بار کر رہا ہوں۔ حضور کا تالیفات قصد السبیل الی المولی الجلیل اور تعلیم الدین اور کلید مثنوی دیکھ رہا ہوں۔ بندہ کے اس خط میں اگر خطا و قصور واقع ہوا ہو معاف فرمادیں۔

(جواب) سب معاف ہیں اگر معمولات و حالات سے مطلع کرتے رہینگے انشاء اللہ تعالیٰ تعلیم کا سلسلہ جاری رہیگا۔

۴ محرم الحرام ۱۳۳۶ھ

(۴۹۲۔ مضمون) نیازمند نے ایک فتوی بمقام مظفر نگر خدمت عالی میں پیش کیا تھا جسپر آپ نے فرمایا کہ تھانہ بھون بھیجدینا وہاں سے لکھکر بھیجدیا جائیگا۔ یٰایہا الذین آمنوا اوفوا بالعقود جسوقت حسب الحکم معروضہ فدوی خدمت عالی میں پہنچا تھا وعدہ وفا فرمانا چاہیئے تھا۔ آگے اور فرمایا ہے اوفوا بالعہد انّ العہد کان مسئولا خیر اس سے کچھ غرض نہیں۔ بمے سجادہ رنگین کن گرت پیر مغاں گوید + کہ سالک بیخبر نبود زراہ و رسم منزلہا جواب دینے میں تین روپیہ کا خرچ ہی ہیں تین روپیہ بذریعہ منی آرڈر بھیجنے کو بالکل طیار ہوں۔ مگر یہ جو ارشاد فرمایا ہے کہ اُس فتوے پر دستخط نہ ہونگے۔ آپ ہندوستان میں چراغ ہند مشہور ہیں اور واقعی آپ جیسا عالم فاضل اسوقت ہندوستان میں ہو جو نہیں ہے فرمائیے فتوے پر آپ کے دستخط نہ ہوں تو شرعی امور اب طے کسطرح پر ہوں۔ آپس میں تصفیہ کسطرح پر ہو اگر شرع شریف کے موافق آپس میں مصالحت کرنے کو طیار ہیں تو علماء دین فتوے دینے میں اغماض فرماتے ہیں اور اگر عدالت میں جاتے ہیں تو علاوہ خرچ کے جھوٹے سچے گواہ پیش ہوتے ہیں میرے معاملہ میں یہ طے شدہ بات تھی کہ جس طریق پر علماے دین فتوے دیں دونوں فریق آپس میں ویسا ہی شرعی فیصلہ کر لینگے جب دستخط نہیں ہونگے تو فریق ثانی کیسے اسکو معتبر خیال کریگا۔ گرچہ مشکل نہ گرنہ گیرم مشکل۔ شرعی مسائل و حقوق آج تک طے نہیں ہوے یہ آج کل لوگوں نے جھوٹے سچے معاملوں میں فتوے لے کر اور پریشان کر کر فرو بستگی کا سلسلہ نکلوادیا اگر ارشاد عالی ہو تو تین روپیہ بھیجدوں آپ اُس کے حقوق شرعی کے موافق تحریر فرما کر دستخط فرمادیں ورنہ جواب مرحمت فرمائیں تا کہ کسی اور عالم کی خدمت میں تحریک کروں۔ آپ دستخط فرمادیں تو میں تین روپیہ بھیجدوں ورنہ جواب مرحمت فرمایا جاوے یہ خیال نہ فرمایا جاوے کہ تین روپیہ کا نام سنکر چپ لگا گئی

میں بسر و چشم خدمت کرنے کو طیار ہوں اسی لئے جوابی عریضہ ارسال خدمت عالی ہی۔
(جواب) آپ کے خط سے جو کہ سراسر بیجا اعتراض و الزام و شکایت و طعن سے بھرا تھا بہت دل دُکھا اور بیجا ہونا اسکا اجمالاً اس سے معلوم ہو جاویگا کہ جس خط میں وہ مضمون تین روپیہ اور مُہر نہ ہونے کا ہی اُسکو دوبارہ دیکھئے آیا میری طرف سے ہے یا کسی اور کیطرف سے ہے مجھ کو اس قصہ کی خبر بھی نہیں ممکن ہے کہ آپ کا خط آیا ہو تو حسب قاعدہ میں نے فتوے لکھنے والے صاحب کو دیدیا ہو گا مجھ کو تو کثرت خطوط کی سبب یاد نہیں اُنہوں نے ضابطہ کے موافق جواب دیدیا ہو گا تو اس صورت میں مجھ کو خطاب کرنے کا کیا حق تھا۔
(۳ ۹ ۴ مضمون) پہلے خط میں حاضری کیواسطے عرض کیا تھا حضور نے جواب میں تحریر فرمایا تھا کہ مدرسہ کا کام کسی کے سپرد کر کے اور جن تاریخوں میں آؤ قیام وطن دریافت کر لینا سو عرض ہی کہ بروز بدھ بتاریخ ۶ محرم ۳۶ھ کو براستہ کیرانہ یہاں سے روانہ ہو نگا یا تو بدھ ہی کے دن حاضر خدمت ہو گیا یا جمعرات کو حاضر خدمت ہو گیا اب عرض ہی کہ پانی پت کی کوئی اشیاء حضور کو پسند ہو اور اُس کی قیمت دو روپیہ تک ہو تحریر فرما ہیں
(جواب) بہتر ہے ، ۷ محرم کو آجائیے انشاء اللہ تعالےٰ وطن میں ملونگا۔ پانی پت کے اندر سے اچھی ہوتی ہیں ۸ ؍ سے کم نہ ہوں اور روپیہ سے زائد نہ ہوں اگر بازار سے ملجاویں تو لیتے آویں۔
(۴ ۹ ۴ مضمون) ہدایت نامہ کہ مشتمل بر عتاب و زجر بود شرف ورود فرمود از مرض شفائے کلی بخشید طبیبنا و مرشدنا بوقت تحریر عریضہ سابقہ امر اختیاری بمنزلہ غیر اختیاری فرض نمودہ عرض کردم زیرا کہ دراں وقت در دلم اینچ بے انتہا پیدا شدہ بود کہ اگر بغتۃً باجنبیہ نظر اُفتد باز دل میخواہد کہ بسوے او نظر اندازم اگرچہ در امر غیر اختیاری کہ دل خواستن ست فکر و رنج نیا مد فاما چنانکہ خطرہا در نماز و ذکر بر برکت کثرت ذکر کم میگردد ہمچناں آن امر شنیع چرا زائل نگردد حضرت بفحوائے فلا تزکوا ہیچ عرض نتوانم اما بطبیب روحانی خود بطور تحدث نعمۃ عرض مے نمایم کہ از برکت خدمت اقدس ازیں حرکت شنیعہ بفضلہ تعالی از ادعیہ حضور الحمد للہ محفوظم و نیز عہد می کنم انشاء اللہ تعالےٰ تا موت ازیں فعل قبیح باز می مانم۔ حضرتا انچہ از قلم فیض رقم عتابے درباره عبارت سرسری

عـــہ یہ سوال فرائض کا ہو گا جس میں معمول یہ ہے کہ مسائل خود لکھدئے جاتے ہیں اور حساب کی فرصت نہیں کسی محاسب کو اُجرت دیکر اُس سے لکھوا لیا جاتا ہی۔ تخمیناً فی بطن مہر اسپر کاتب کا حق ہی علاوہ بھی دوسروں کی تالی مجھ پر توڑتے ہیں ۱۲ منہ

عـــہ اول ملاحظہ ہو خط (عـــہ ۳۹۲) ۱۲

ارشاد سے فرمودہ اند ایں خادم در تحریر عبارت عمدہ و رنگین بسکہ قاصر ست ہمیشہ مرا شرم مے آید۔ ہیہات ہیہات کہ آں درگاہ و ایں عبارت۔

(جواب) وھوالذی یقبل التوبۃ عن عبادہ مگر مراد آں توبہ است کہ توبہ نصوح باشد۔ ایں معاملہ باخدا تعالی است یحلفون باللہ لیرضوکم واللہ ورسولہ احق ان یرضوہ ان کانوا مومنین راپیش نظر دارند چوں خدا تعالی راضی شود بندگان بلا ارضاء راضی باشند۔

(۹۵ ہم مضمون) جواب سے ظاہر ہے۔

(جواب) اس جواب کا سمجھنا موقوف ہے واقعات متعلقہ مرحوم و بھائی وغیرہ پر اسلئے میری سمجھ میں نہیں آیا۔

(۹۶ ہم مضمون) میں نابکار نالائق گنہگار حضرت مولانا حاجی غلام محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوں مولانا صاحب موصوف حضرت حاجی صاحب قدس اللہ سرہ العزیز کے مریدوں میں سے تھے اور آپ کو اجازت بھی تھی لیکن مرید نہیں کرتے تھے صرف آپ کا کام یہ تھا کہ شرک بدعات کے رد میں جو رسالے بزرگان دیوبند کے لکھے ہوئے ہیں انکا ترجمہ گجراتی زبان میں کرتے تھے علاوہ اس کے رد آریہ اور عیسائی ہنود وغیرہ کا کرتے تھے اور آپ کی تصنیفات بہشتی زیور کے نو حصہ اور بہشتی گوہر کا عین گجراتی میں ترجمہ کردیا اور حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کرامات جو اُن کے سامنے ہوئی وہ بھی خلاصہ وار بیان کئے میں اُن سے مرید ہوا لیکن تعلیم سے محروم رہا۔ میری کم نصیبی سے اُن کا انتقال ہوگیا۔ حاصل کلام میں حضور کی تعلیم کا خواستگار ہوں بامید کہ اس ناچیز کو اپنی خادمی میں قبول فرماویں۔

(جواب) تسہیل السبیل سے دستور العمل مناسب اپنی حالت کے لیکر شروع کرکے اگر حالات و معمولات سے اطلاع کرتے رہینگے تو سلسلہ تعلیم کا جاری رکھونگا۔

(ضمیمہ مضمون) میں تین چار ماہ سے اختلاج قلب میں مبتلا ہوں۔ علاج کیا کچھ تخفیف ہے حضور میرے لئے دعاء فرماویں اور اگر مناسب سمجھیں تو اس کے متعلق تعویذ یا پڑھنے کے لئے دعا وغیرہ بتلادیں۔

(جواب) دعاء کرتا ہوں تعویذ بھی مرسل ہے۔

(ضمیمہ سس) اور حضور والا سے درخواست کرتا ہوں کہ میں جو کچھ ہدیہ روانہ کروں وہ قبول فرماویں اور یہ ہدیہ محض محبتانہ روانہ ہوگا اور وہ ہدیہ یہ ہے کہ کچھ روپیہ خدمت والا میں روانہ کروں اگر قبول فرماویں۔

(جواب) جب تک خوب بے تکلفی باہم نہ ہوجائے ہدیہ کا لطف نہیں لہذا اسوقت اجازت نہیں۔

(۷ ۹ ۴) مضمون تین ہفتہ سے ضلع شاہ آباد وگیا پٹنہ میں ہندو جمع ہوکر مسلمانوں کے گھر لوٹ رہے ہیں عورتوں کی سخت بے حرمتی کرتے ہیں کپڑے بالکل چھین لیتے ہیں بچوں کو ذبح کر ڈالتے ہیں مردوں کو شہید کرتے ہیں ہم تابعدار چھپے ہوئے کلکتہ پڑے ہیں اب گھر جانا چاہتے ہیں تو راستہ بالکل خطرناک ہو گیا۔ ہندو جمع ہوکر میری بستی دھمول پر بار بار آتے ہیں لیکن وہاں مسلمان کچھ تعداد میں زیادہ ہیں اسوجہ سے ناکام واپس جاتے ہیں۔ اب نہ معلوم وہاں کی حالت کیا ہے اسوقت فدوی اپنی بیقراری کا اندازہ حضور میں اظہار نہیں کرسکتا ہے۔ ایک بڑا خطرہ میرے دل میں پیدا ہوگیا جس سے عقیدہ میں خرابی کا خوف ہے وہ یہ ہے مسجدیں ڈھائی جاتی ہیں وہ تو پھر بن جاوینگی بچے ذبح ہوتے ہیں تو صبر کرنیوالے کے لئے اسکا اجر ہوگا عورتوں کی ایسی بے عزتی ہوتی ہے کہ سُنکر خودکشی کرنے کو جی چاہتا ہے بار بار میرے دل میں یہی بات آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو مسلمان عورتوں کی ایسی بے حرمتی کیوں منظور ہے کیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ مسلمان ہیں یا نہیں ایسی حالت کسی گذشتہ زمانہ میں مسلمانوں کی ہوئی یا نہیں اگر آبرو بچانے کے لئے کوئی عورت خودکشی کرے تو جائز ہوسکتا ہے یا نہیں۔ خلاصہ یہ کہ میری حالت عجیب ہو رہی ہے ایسے وقت دستگیری فرماویں کہ رفع اشتباہ ہو ورنہ بڑا اندیشہ ہے۔

(جواب) صدمہ کسکو نہیں ہوتا اور ہونا بھی چاہئے مگر خط کا آخری مضمون ناشی ہے کچھ حمیت سے اور کچھ جہل سے۔ یہ بھی ایک قسم کا ظلم ہے ظلم کی خواہ کوئی نوع ہو سب موجب اجر ہے یہ عدم اسلام عند اللہ کی کیونکر دلیل ہے مصیبت میں تدبیر وصبر کرنا چاہئے یا اور معصیت کرکے خسر الدنیا والاٰخرۃ کا مصداق بنے کیا خودکشی معصیت نہیں یہ حمیت جاہلیت ہے کہ معصیت کو ترجیح دیجاوے مصیبت پر۔

۵ محرم الحرام ۱۳۳۶ھ

(۸ ۹ ۴ مضمون) والانامہ ملا ملک سندھ سے اور امرتسر سے درخواست مدرسی کی آئی ہے اگر ارشاد ہو توان دونوں کو فی الحال جواب دیدوں اور حسب الارشاد حاضر ہوجاؤں اور اگر ارشاد ہو توان دونوں میں سے کسی ایک جگہ چلا جاؤں جیسا فرماویں عمل کیا جائے۔

(جواب) اسوقت مدرسی قبول کرلینا مناسب ہے پھر جب موقع آنے کا ہو بعد مشورہ آجائیے اور آنے تک خط وکتابت انشاء اللہ تعالیٰ کافی ہوگی۔

(۹ ۹ ۴ مضمون) گرامی نامہ شرف صدور لایا مفتخر فرمایا قصد السبیل دیکھی ہے اور اب بھی دیکھ رہا ہوں

مگر مناسب یہ ہی تھا کہ حضور اقدس تجویز فرماتے۔

(**جواب**) گویا آپ مجھ کو تعلیم کا طریقہ بدلیل سکھلاتے ہیں تو پھر آپ خود شیخ ہیں۔

(**ضمیمہ س**) کیونکہ اپنی تجویز پر چنداں التفات نہیں ہوتا اور نہ کچھ نفس پر زور پڑتا ہے اگرچہ اجازت مرحمت فرمادی ہے حضور کی تجویز میں برکت بھی ہوگی اور زیادہ تر موثر ہوگا۔ فہرست اوراد بطور اطلاع دہی لکھدی تھی بطور رای نہیں لکھی۔

(**جواب**) وہ خط دیکھنے کو بھیجدیجئے تاکہ اُس کی حقیقت کی آگاہی ہو۔

(**۵۰۰ مضمون**) عریضہ نویسی کا باعث یہ ہے کہ یہاں پر شہد خالص اکثر دستیاب ہوجاتا ہے اور شہد اکثر ادویہ میں اور ویسے بھی استعمال ہوتا ہے اسلئے دست بستہ عرض پرداز ہوں کہ تھوڑا سا خدمت اقدس میں بھیجدوں تو حضور والا مقبول و منظور فرمالینگے چونکہ بندہ کو اس کے ارسال کرنے میں کسی قسم کی پریشانی اور دردسری نہ ہوگی اسلئے حضور بلا کسی پس و پیش کے منظوری تحریر فرماویں۔ گر قبول اُفتد زہے عزو شرف۔

(**جواب**) یہ سب آپ کی محبت ہے مجھ کو کیا عذر ہوتا مگر یہاں بھی کبھی ضرورت نہیں واقع ہوتی یوں ہی رکھا رہیگا۔ لیکن اگر کبھی ضرورت ہوئی تو بشرط پتہ کے یاد رہنے کے لکھدونگا۔

۶ محرم الحرام ۱۳۳۶ھ

(**۵۰۱ مضمون**) میرے اوپر کئی دفعہ جادو ہوچکا ہے مگر زندگی ہی اللہ تعالے دوبارہ عنایت فرماتے ہیں اور جادو کے اندر بیماری میں بُری بُری حالتیں ہوئی ہیں جو ناگفتہ بہ ہیں لہذا عریضہ حضور کی خدمت اقدس میں اسلئے روانہ کرتا ہوں کہ کوئی تعویذ مجرب سحر کے معاملہ میں عنایت فرمادیں اور ساتھ ہی کوئی عمل بھی جو سحر کے لئے مجرب ہو ارشاد کریں تاکہ میں اُس عمل کو پڑھوں۔

(**جواب**) میں عامل نہیں اسلئے میرے پاس نہ تعویذ مجرب ہے نہ عمل مجرب اگر مجرب کی قید سے تعویذ اور عمل کی ضرورت ہو تو معذور ہوں اور اگر یہ قید نہ ہو تو جو کچھ عین وقت پر میرے ذہن میں آویگا اُس سے عذر نہیں مگر کاغذ میں تعویذ کیسے آسکتا ہے۔

(**۵۰۲ مضمون**) آج چار یوم سے بخار نہیں آتا ہے اور ذکر اذکار بحمد اللہ شروع ہوگئے ہیں لیکن ضعف ابھی بہت باقی ہے جو اذکار بوقت بیماری رہ گئے ہیں اُن کے اعادہ کی ضرورت ہے یا نہیں۔

(جواب) دعا کرتا ہوں لاحاجۃ الی اعادۃ مافات

(۵۰۳) مضمون حال تہجد کی چھ تسبیح لا الٰہ الا اللہ اور اللہ اللہ کی پڑھتا ہوں اور سوتے وقت سوم تیسرا استغفار پڑھتا ہوں اور تہجد کبھی عشاء کے بعد پڑھتا ہوں کبھی نیند آجاتی ہے اور آدھا پارہ تلاوت ایک منزل مناجات مقبول اور اشراق مسجد میں ادا کرکے اپنے کام میں لگ جاتا ہوں اور اکثر وقت بارادہ زبان سے لا الٰہ الا اللہ نکل آتا ہے اور ہر وقت کی اجازت چاہتا ہوں۔

(جواب) ہر وقت بھی اجازت ہے جب عشاء کے بعد تہجد پڑھ لیتے ہو پھر کیوں ناغہ کرتے ہو۔

۵۰۴ ایک صاحب نے رسالہ منظوم موسوم بہ حقیقت کلمہ بحضور مولانا صاحب مدظلہ بدیں غرض ارسال کیا کہ حضرت والا اس رسالہ پر تقریظ تحریر فرما کر مفتخر و مزین فرماویں اور زیر پرچہ منسلکہ میں یہ بھی تحریر تھا کہ اصحاب مطبع دینیہ امداد المطابع کو ارشاد فرماویں کہ طبع کرکے بذریعہ الامداد شائع کریں اگرچہ فدوی بخوبی جانتا ہی کہ حضور کا مطبع سے کوئی تعلق نہیں مگر یہ ایک ضروری کار دین ہونیکی نظر سے استدعا کی گئی اُس کا جواب حسب ذیل دیا گیا

(تقریظ) بعد الحمد والصلوٰۃ میں نے اس نظم کو اول سے آخر تک حرفاً حرفاً پڑھا حق تعالے اسکو نافع فرماوے کہیں کہیں اصلاح وزن کے لئے مشورہ بھی دیا گیا ہے۔ باقی زبان اور محاورات کا اختلاف یہ چنداں قابل نظر نہیں فقط دستخط ۵ محرم ۱۳۳۶ھ

(جواب بابت طبع) چونکہ میرا عذر شرعی ہے اسلئے میں اُس کے خلاف کر نہیں سکتا اور وہ عذر یہ ہے کہ میرے کہنے کو وہ ٹال دینگے تو نہیں اگرچہ اُن کو طیب خاطر نہ ہو اور ظاہر ہے کہ یہ امور واجبہ سے نہیں اور غیر واجب میں جبر حرام ہے۔ کہیں کہیں وزن ٹوٹتا تھا اُس جگہ حاشیہ پر نشان کر دیا ہے کسی شاعر سے درست کرالیں

۸ محرم الحرام ۱۳۳۶ھ

(۵۰۵) مضمون عرصہ سے خدمت عالی میں کوئی خط روانہ نہیں کیا اسکی وجہ یہ تھی کہ میری تبدیلی

جو رہاٹ آسام سے سب ساگر ہو گئی یہاں تمام شہر کا کام دیکھنا ہوتا ہے اسلئے ذکر اذکار میں بھی کبھی ناغہ ہو جاتا ہے اور بہت دن سے حضور کو خواب میں نہیں دیکھا اسکا کیا سبب ہے۔

(جواب) کیا کوئی اختیاری بات ہے یا لازمی بات ہے۔

(ضمیمہ س) اب عرض خدمت اقدس میں یہ ہے کہ مدام حضرت اپنی توجہ سے احقر کو محروم نفرمادینگے تاکہ وحدہ لاشریک ترقی دارین بخشے اور حضور کی زیارت رویائی سے مشرف ہونے کا متمنی ہوں۔

(جواب) اس میں کچھ بھی نفع معتد بہ نہیں۔

(س) اور کبھی سے ایک بات کے شبہ میں ہوں اسلئے جواب سے تسلی بخشیں۔

ا۔ ایک شخص کا ڈاک خانہ میں روپیہ جمع ہے ہر سال سود کا روپیہ جمع ہوتا ہے اور وہ روپیہ سودی لاکر کسی غریب مسلمان کو دیسکتا ہے یا نہیں۔

۲۔ اور وہی سود کا روپیہ غریب مسلمان کیواسطے حلال ہوگا یا نہیں۔

۳۔ سود کا روپیہ اگر کسی مسلمان غریب کو بغیر نیت ثواب کے دینا چاہے تو اس کو یہ کہکر دیوے کہ یہ روپیہ سودی ہے یا نہ کہے۔

۴۔ ڈاک خانہ میں جو روپیہ مسلمان جمع کرتا ہے اسکا سود لیکر کسی غریب مسلمان کو بغیر نیت ثواب دینا بہتر ہے یا گورنمنٹ کو وہ سود کا روپیہ چھوڑ دینا اچھا ہے تاکہ پاس بک میں لکھدیوے کہ مجھ کو اصل روپیہ درکار ہے سود نہیں لونگا۔

(جواب) جواب ان سوالات کا یہ ہے کہ اول تو بنک میں جمع کرنا نہ چاہیے لیکن اگر جمع کر دیا تو یہ بہتر ہے کہ جو نفع وہاں سے ملے اسکو لیکر مساکین کو دیدے اور اس اطلاع کی ضرورت نہیں کہ یہ سود کا ہے اور اگر کوئی شخص خود ہی مسکین اور قرضدار ہے تو بعض علماء کے نزدیک اس کو اپنی حاجت میں خرچ کرنے کی بھی گنجائش ہے۔

(۵۰۶ مضمون) بندہ کو بزمرۂ غلامان بذریعۂ خط منسلک فرمایا شکریہ اسکا ادا نہیں کر سکتا حسب الحکم بہشتی زیور و اصلاح الرسوم اور تعلیم الدین سننے کا ارادہ کر لیا ہے۔ میرا اعتقاد پہلے ہی سے ان کتابوں پر ہے اور حسب ضرورت سنتا بھی رہتا ہوں مگر اول سے آخر تک نہیں سنی۔

(جواب) مجھ کو یاد نہیں وہ میرا خط دیکھنے کے لئے بھیجدیجئے اور یہ بھی لکھئے کہ کتنے دنوں کی بات ہے

اور میں نے کچھ تعلیم کیا تھا یا نہیں اور آپ نے اُس پر کیا عمل کیا۔

(۵۰۷ مضمون) جواب سے ظاہر ہے۔

(جواب) آپ نے لکھا ہے کہ ضروری تحصیل پوری کرلی اس سے یہ پتہ نہیں لگا کہ آیندہ اور بھی پڑھنے کا ارادہ ہے یا نہیں اور بدون اس کے آپکے اس خط کا جواب ممکن نہیں اسلئے جواب سے معذوری ہے۔

(۵۰۸ مضمون) حضور ذکر و شغل میں مشغول ہوں ذکر کی کیفیت اور تعداد کی اجازت دیکر سرفراز فرماویں اور میں کونسی کتاب کا مطالعہ کروں۔ دلائل الخیرات کے عمل کرنیکی اجازت ہے یا نہیں اگر کوئی کتاب میرے لئے مفید ہو تو اُس کی اجازت دیجئے۔

(جواب) کس ذکر و شغل میں مشغول ہو اُس کی تفصیل لکھ کر جو درخواست کرنا ہو کرو اور یہ لکھو کہ میری کیا کیا کتاب دیکھی ہے اور یہ بھی کہ تم علمی استعداد کسقدر رکھتے ہو۔

(۵۰۹ مضمون) جواب سے ظاہر ہے۔

(جواب) مولوی صاحب چنداں مدت قیام نہ فرمودہ اند کہ بہ نسبت اخلاق ایشاں ہیچ حکم کنم۔

۹ محرم الحرام ۱۳۳۶ھ

(۵۱۰ مضمون) قاعدے کی بات ہے کہ جسطرح مریض جسمانی کے ذمہ طبیب حاذق کے پاس جانا اور اپنے مرض کو مفصل بیان کرکے دوا کا طلبگار ہونا ضروری ہے ویسا ہی مریض روحانی پر بھی حکیم روحانی کے پاس اپنی حالت کو عرض کرکے نسخہ کا خواہشمند ہونا ضروری بلکہ اشد ضروری ہے خاکسار کو معتبر ذریعہ سے خبر پہنچی ہے کہ ذات والا حکمۃ روحانی میں اعلیٰ حکیم ہیں اور اگر کوئی مریض حضرت اقدس کے سامنے اپنے حالات کو بیان کرے تو اُسکو نسخہ متبرکہ سے رہین منت بھی فرمادیتے ہیں ٹال نہیں دیتے اسی قاعدہ مذکورہ بالا کو مدنظر رکھتے ہوئے جناب والا کے سامنے اپنے مرض کو پیش کرکے اکسیری نسخہ کا متمنی ہوں امید کہ حسب دستور العمل خود ضرور خاکسار کے حال زار پر توجہ فرماوینگے۔ خاکسار اسوقت مدرسہ اسلامیہ میں تفسیر بیضاوی ہدایہ آخرین مقامات حریری صدرا پڑھتا ہے مگر حالت یہ ہے کہ نہ پڑھتے ہوئے دلچسپی ہے اور نہ آئندہ کے لئے کچھ امید ہے دل ہر وقت پریشان ہی رہتا ہے۔ اہالیان مدرسہ کی دلی منشاء مرضی ہے کہ ہم سے امتحان مولوی فاضل دلوائیں۔ مگر مجھ سے اتنا حوصلہ نہیں ہوسکتا کہ امتحان دیسکوں۔ اخلاقی حالت بھی چنداں قابل اعتماد نہیں ہے نامہ اعمال ایسا سیاہ کیا ہے کہ کسی جگہ یک

تل کی جگہ بھی خالی نہیں اب بہت سخت پریشانی ہو رہی ہے کہ اُس ذات صمدی کی بارگاہ میں جب دفتر اعمال کھولکر سوال کرینگے تو کیا جواب پیش کرونگا۔ ذات والا سے بصد عجز و نیاز معروض ہے کہ حضور مہربانی فرماکر خاکسار کے واسطے دعا بھی فرمادیں اور کوئی ایک وظیفہ جو کسی وقت پڑھ لیا کروں ارقام فرماکر دستگیری فرمادیں۔

(جواب) تحصیل علوم کے متعلق جو اشکال پیش کیا ہے وہ بدون مواجہہ کے طے نہیں ہوسکتا اور اخلاق و اعمال کے متعلق جو کچھ تحریر فرمایا ہے نہایت مجمل ہے اُس کی ایسی مثال ہے کہ جیسے کوئی مریض طبیب کو لکھے کہ میں بہت سی بیماریوں میں مبتلا ہوں مجھ کو کوئی نسخہ لکھدو اگر یہ درخواست ناکافی ہے اور یقیناً ناکافی ہے تو بس اسی سے اپنی درخواست کی حقیقت سمجھ لیجئے۔ منشا آپ کی اس غلطی کا یہ ہے کہ آپ ان امراض باطنی کا علاج وظائف کو سمجھ رہے ہیں جیسا کہ آپ کے خط کی اخیر سطر سے معلوم ہوتا ہے اور یہی سمجھنا غلط ہے اگر کوئی خاص امر کی شکایت ہے تو اُس کو متعین کرکے لکھئے اور اگر متعدد شکایتیں ہیں تو کسی شیخ محقق کی خدمت میں رہکر علاج کرائیے اس کے سوائے اور کوئی تدبیر نہیں۔

(۵۱۱ مضمون) احقر کی طبیعت علیل رہتی ہے جس سے حسب دلخواہ معمولات پورا نہیں کرسکتا ہوں اس وجہ سے طبیعت میں سخت اُلجھن ہوتی ہے خاصکر رات کو بعونہ تعالیٰ اور دعائے آں قبلہ ضرور جاگتا ہوں مگر مرض ریاحی ہے تہجد کبھی ناغہ بھی ہوتی ہے اور کبھی بارہ تسبیح بھی طبیعت میں نہایت عجلت ہے ہر کام کو جی چاہتا ہے کہ بہت ہی جلدی کرلوں اور بفضلہ تعالےٰ اور بہ برکت آں قبلہ بقدر وسعت کر بھی لیتا ہوں خواہ امورات خانہ داری کے ہوں خواہ پڑھنا پڑھانا اسیطرح ادائے دین میں جلدی کرتا ہوں۔ دل یہی چاہتا ہے کہ صاف رہوں کسی کا حق اپنے ذمہ ہو تو جلد دیدوں اور اپنا ہو تو لیلوں۔ مسجد مدرسہ کتب خانہ مکان دکان کپڑے وغیرہ میں میل کچیل دیکھنے سے ہی جی گھبراتا ہے اسیطرح دوسروں کو بھی بدچلنی میں دیکھنے سے نہایت بُرا معلوم ہوتا ہے جی یہی چاہتا ہے کہ برملا کہدوں بمشکل برداشت کرتا ہوں کہ شاید دل کو دکھ پہنچے کبھی کبھی کوئی جملہ وغیرہ اثنائے تقریر میں بقدر طاقت للہ کچھ کہہ بھی دیتا ہوں۔ حافظہ نہایت کمزور ہے جن نمازوں میں قرأت سراً پڑھی جاتی ہے بہ نسبت جہری نماز کے حدر کیساتھ پڑھتا ہوں بلکہ بلا قصد کے جلدی جلدی قرأت ہوتی ہے آیا قصداً تدویراً پڑھنا چاہیئے دل چاہتا ہے کہ حق سبحانہ وتعالےٰ روزی میں فراخی دیدیں کہ اہل عیال پر خوب وسعت اور زیادتی کروں جس سے باسمیان خود بھی علم

دین پڑھ سکوں اور متعلقین بھی۔
(جواب) سب حالات ماشاءاللہ محمود ہیں کام میں لگے رہیں اور حالات سے اطلاع دیتے رہیں
(۵۱۲ مضمون) جواب سے ظاہر ہے۔
(جواب) خوابوں کی طرف التفات نہ کیجئے ناغہ کا کوئی تدارک نہیں البتہ اُسی روز اگر فرصت ہو کسی وقت میں پڑھ لینا چاہئے خواہ کل یا بعض۔ میری پیشی میں کوئی صاحب نہیں ہیں کبھی اپنے ہاتھ سے لکھ لیتا ہوں کبھی جو کوئی سامنے ہوتا ہے اُس سے لکھوا لیتا ہوں ایسی بات نہ کبھی خیال میں رکھئے نہ مجھ کو لکھئے۔

۱۰ محرم الحرام ۱۳۳۶ھ

(۵۱۳ مضمون) والانامہ صادر ہوا نہایت سرفرازی بخشی احقر کو یہ معلوم نہ تھا کہ مسائل فقہیہ اور دوسرا مضمون یکجا جمع نہ کیا جائے لہذا اب دوبارہ عرض ہے کہ بندہ نے جو خط سابق میں ایک مشورہ چاہا تھا اور بعد مشورہ دعا کا طالب بھی ہوا تھا اس کا جواب مرحمت فرما کر سرفراز فرماویں یاد دہانی کی وجہ سے دوبارہ تحریر ہے کہ فی الحال بندہ کا ارادہ ہے کہ مثنوی زیر و بم جو کہ آں جناب کی شرح و تصنیفات ہو ہے اُسکو سلیس اُردو زبان میں نظم کروں اور اپنی طرف سے کچھ کم و بیش نہ کروں اور بعد طیار ہونے کے حضور کی خدمت میں گذران کر اور حضور کی نظر ثانی کرا کر شائع کروں تا عوام بھی اس سے نفع اُٹھاویں آں جناب کی رائے عالی کا امیدوار ہوں کہ جیسی رائے شریف ہو اُسپر عمل کروں اور بعد اجازت دعا کا خواستگار ہوں۔
(جواب) ایک صفحہ بلکہ دو صفحہ کا ترجمہ کر کے پہلے بھیجدیجئے اگر وہ نمونہ موافق مذاق کے ہوگا تو اجازت دینے سے دریغ نہ ہوگا۔
(۵۱۴ مضمون) چند یوم سے بندہ کا کچھ حال نہیں ہے یعنی علاوہ پنجگانہ نماز کے نہ تو کچھ معمولات ادا ہوتے ہیں اور نہ کچھ دنیوی کام ہوتے ہیں طبیعت پریشان رہتی ہے دوکان پر آتا ہوں تو وہاں بھی کچھ کام کرنے کو طبیعت نہیں چاہتی حضور دعا فرماویں۔

(جواب) کام کرنے کو جی نہ چاہنا یہ تو اور بات ہے اور غیر اختیاری ہے باقی کام کا نہ ہونا یہ اختیار سے ہے اور محض کم ہمتی ہے کبھی کسی بیمار کو بھی دیکھا ہے کہ باوجود جی نہ چاہنے کے نفس پر جبر کے دوا پی لیتا ہے کیا اسی طرح اگر آپ اعمال ادا کرنا چاہیں تو کیا نہیں ہو سکتا یہ محض کم ہمتی ہے۔

اور تم ہی سے بہتر یہ کہ مجھ سے فریاد کیجاتی ہے۔ جو کام ایک سے کریگا ہو دوسرا اُس میں کیا کر سکتا ہے۔
(۵۱۵ مضمون) درمیان نماز کے اگر امام کو حدث لاحق ہو تو فقہ کی کتابوں میں اس کے بابت یہ لکھا ہے کہ امام ایسے وقت اپنے مقتدیوں سے کسی ایک شخص کو اپنا خلیفہ بناوے یعنی ایک مقتدی کا ہاتھ پکڑ کر اپنی جگہ کھڑا کر دے اور خود وضو کرنے جماعت کے بیچ ہی میں کو نکلکر چلا جائے اور وضو کر کے اُس نماز میں شریک ہو جاوے اور آخر نماز تک جو کچھ ارکان قرأت اور رکوع سجود وغیرہ پہلا امام ادا کرتا اب وہ اس امام ثانی کو ادا کرنے ہونگے اسیطرح سے وہی نماز سب کی درست اور صحیح ہو جاویگی مگر بعض صورتیں ایسی پیش آتی ہیں کہ امام کو خلیفہ بنانا دشوار ہوتا ہے مثلاً جماعت میں امام کے پیچھے ایسے لوگ کھڑے ہیں جو بہت ہی ادنے طبقہ کے ہیں اور ناخواندہ ہیں اور الحمد اور قل ہو اللہ شریف کو بھی صحیح طور سے نہیں پڑھ سکتے غرضیکہ کسی طرح امام بننے کے اہل نہیں نیز یہ صورت چونکہ بہت ہی قلیل الوقوع ہے اسلئے اس مسئلہ سے عموماً امام لوگ ناواقف ہیں اگر امام ایسے وقت میں اپنے پیچھے سے ایک آدمی کا ہاتھ پکڑ کر کھینچے تو وہ مقتدی یہ نہ سمجھیگا کہ امام مجھ کو خلیفہ بنانے کے واسطے کھینچ رہا ہے اور اُس گڑبڑی میں نماز کا ستیاناس ہو جائیگا پس حضرات علماء سے سوال ہے کہ امام ایسی صورتوں میں کیا کرے نیز امام کو حدث اس صورت سے لاحق ہوا ہے کہ حدث کے ساتھ اُس کا کپڑا بھی ناپاک ہوا مثلاً اُس کی بدن سے اچانک خون یا پیپ جاری ہوا یا نکسیر پھوٹی اور وہ کپڑے پر گری یا ایک دو قطرہ بول خارج ہوا ایسی صورتوں میں کیا کرنا چاہئے امید کہ جناب عمدہ تحقیق کرکے شافی جواب سے خاکسار کو ارشاد فرماوینگے میں ایک مسجد کا امام ہوں ایک روز مجھ کو ایسا واقعہ پیش آیا اور گاہ بگاہ پیش آجاتا ہے اُس روز تو نماز دوبارہ نیت کر کر پڑھی گئی آئندہ جسطرح حضرات محققین کا ارشاد ہو عملدرآمد کیا جاوے۔
(جواب) یہ خلیفہ بنانا جائز ہے نہ کہ واجب اولیٰ یہی ہے کہ نماز از سر نو پڑھی جائے جیسا کہ آپ نے اپنا فعل ایک بار کا ایسا ہی لکھا ہے۔ یہی بہتر ہے۔
(۵۱۶ مضمون) چونکہ خاکسار مدت دراز سے توقع رکھتا ہے کہ خدمت بابرکت میں حاضر ہو کر اصلاح نفس کی کوئی صورت تجویز کراوں اور طبیب روحانی سے فیض حاصل کرے لیکن چونکہ لوگوں سے معلوم ہوا کہ طالب علم کے لئے فارغ از تعلیم شرط ہے لہذا اپنے قصد سے باز رہا اب چونکہ حالات بندہ روز بروز ابتر ہوتے جاتے ہیں نہ پڑھنے میں جی لگتا ہے اور نہ کوئی

کاموں میں بلکہ دل ہمیشہ پراگندہ اور قسم قسم کے خیالات سے پُرسے اور روزہ نماز میں بھی دل نہیں لگتا ہے لہذا ذات بابرکات سے التماس کرتا ہوں جو احقر کے مناسب ہو ارشاد فرماویں۔

(جواب) میں خلاف اپنے معمول کے نہیں کر سکتا اِلّا بمقتضی خاص اور اوس مقتضی کا علم بدون معائنہ کے ہو نہیں سکتا۔ اگر آپکا دل چاہے آپ یہاں آکر ملجائے او آتے ہی کارڈ مجکو دکہلا دیجے اگر اوس مقتضی کا معائنہ کر لونگا تو آپکو بھی مستثنے کر دونگا ورنہ اپنے معمول کے محفوظ رکہنے میں میں معذور ہونگا۔

(۷۱ مضمون) حسب الاجازت والارشاد حضور کے بفضلہ تعالیٰ تقریباً دو مہینے سے قصد السبیل دیکھکر حالم مشعول کا شغل احقر نے شروع کیا ہے اور اپنا معمول پانسو سے سات سو تک رکہا تہا لیکن ذکر کیوقت جو ایک شوق اور ذوق معلوم دیتا ہے اوس سے جی چاہتا ہے کہ خوب زور زور سے ضربیں لگائے۔

پہر ریا کے اندیشہ سے اسلئے اپنی جان کو بہت کوشش سے بچا کر رکہتا ہے ہو وجہ سے کہ احقر جس مسجد میں مقیم ہے اوسکے قریب جوار میں اور ایک گہر بہی نہیں اور بالکل لب سٹرک واقع ہے لہذا خوف کرتا ہوں کہ کسی کی نیند نہ خراب ہو جاوے اور راستہ کے گذرنیوالوں میں سے کوئی سن نہ لیں کہ یہاں ذکر ہوتا ہے اگر حضور کی اجازت ہو تو معمول میں سات سو سے سات ہزار تک بڑہا دیا جاوے اور ضربوں میں بحسب شوق کچھ زور سے ضرب بھی لگائی جاوے۔

(جواب) شروع خط سے معلوم ہوتا ہے کہ مینے آپکو اجازت ذکر کی دی ہے اور لفافہ کے پتہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ طالب علمی کرتے ہیں اور میں طالب علموں کو ذکر کرنیکا مشورہ دیا نہیں کرتا تو معلوم نہیں آپنے اپنے استدعائی خط میں اپنا طالب علم ہونا ظاہر کیا تہا یا نہیں اگر نہیں ظاہر کیا تو کیا وجہ حالت کا اخفا کیا اور اگر ظاہر کیا تہا تو میرا وہ خط اجازت بہیج دیجئے شاید میں اوسکو دیکہکر سمجھ لوں کہ مجھسے یہ غلطی کیوں ہوئی پہر جو سوال کرینگے اوسکا جواب دیا جاویگا اور اگر وہ خط بہیجئے تو یہہ کارڈ بھی اوسمیں رکہدیجئے۔

۱۱ محرم الحرام ۱۳۳۶ھ

۵۰۲ (مضمون) ایک لڑکا بیس برس کی عمر کا ہے کہ جسکو آسیب کا کچھ دخل معلوم ہوتا ہے حضور والا اوسکے واسطے دعا فرمادیں اور ایک تعویذ مرحمت فرمادیں۔

(جواب) میں عامل نہیں ہوں دعائے خیر کرتا ہوں اگر دل چاہے سورہ جن اور آیۃ الکرسی اور معوذتین باوضو لکھکر اوسکے گلے میں ڈالدیں۔

۵۰۳ (مضمون) عرصہ سے اس غریب کو اشتیاق ملاقات ہے لاکن بوجہ مسافت بعیدہ سوء قسمت لاحق حال ہے۔ میں حضرت جلالپوری مرحوم کے زمانہ میں حاضر ہوا تھا جبکہ وہ ملک جاؤدانی میں چل بسے تب میں اپنی ابتری حال کیوجہ بزرگان گردونواح کے پاس بہت دفعہ گیا لاکن حصول مدعی سے ابتک محروم ہے کیا وجہ ہے جو ترقی محبت الی اللہ سے حارج ہے اور دلائل الخیرات کبریت احمر۔ پاس انفاس وقوف قلبی وغیرہ سے حضرت مرحوم سے اجازت تھی بلاناغہ ادا بھی کئے جاتا ہوں اور حتی الوسع منکوستا اور ہر قسم کا پرہیز بھی ہے پھر کیوں محبت اللہ حصول میں نہیں آتی اسواسطے سخت نیاز اور عجز سے التجا خدمت میں ہے کہ آپ بھی چشتی المشرب ہیں ضرور توجہ خاص سے مشرف فرماوینگے اور اوراد ترقی بندہ کو اجازت بخشینگے یا کہ جنکی اجازت ہے اونکی تجویز اور اجازت بالتفصیل تحریر فرمائینگے بندہ نہایت شکر گذار ہے اسوقت مایوسی درپیش ہے اور جناب کے تصنیف شدہ کتاب بھی مطالعہ کی جاتی ہے مثلاً کلید مثنوی وغیرہ اگر اور کوئی کتاب مناسب حال ہو تو پتہ تحریر فرمادیں کہ منگائی جاوے نہایت ادب سے عرض ہے کہ ضرور غریب کی عرضی پر حرف بحرف لحاظ فرماکر تسکین قلبی فرمادیں۔

جواب - اسکا جواب بالمواجہہ ہوسکتا ہے۔

۵۰۴ (مضمون) بحمد اللہ معمولات برابر جاری ہیں گو گاہ گاہ طبیعت پر جبر ہوتا ہے اور بے ذوقی سے ہوتا ہے اپنے قلب کی حالت معلوم نہیں ہوتی کہ کیا ہے نہ تو طاعت کیطرف ذوق شوق ہے اور نہ معاصی سے نفرت گو اپنے اوقات پر سب کام کرتا رہتا ہوں اور معاصی سے بحد امکان تجنب جو کام ہوتا ہے بیدلی سے معلوم نہیں کیا بات ہے تہجد کے وقت اوٹھنا میسر نہیں ہوتا عشا کے بعد ہی پڑھ لیتا ہے معمولات بعد صبح کرتا ہے اب التجا یہ ہے کہ حضرت ناکارہ کیطرف توجہ فرمادیں کہ اسکی حالت

درست ہوجاوے اور خدا کی رضا اور خوشنودی حاصل ہو اللہ تعالیٰ حضرت کے مراتب میں ترقی فرماویں

جواب - تمام مضمون کا منشا بے سمجھی معلوم ہوتا ہے آپکو تربیت السالک کی جلدیں بغور دیکھنا لازم ہیں۔

۵۰۵ مضمون حسب الارشاد خط ارسال خدمت ہیں۔ جملہ خطاؤں اور غلطیوں سے معافی چاہتا ہوں براہ مہربانہ معاف فرماکر اصل مقصد سے بہرہ مندی فرمائیے خدا تعالیٰ حضور کو جزائے خیر عطاء فرماویگے تازندگی خودبخود حضور کے (بجز ا) کسی دوسرے صاحب سے رجوع نہیں ہونگا خواہ تعلیم وتلقین فرماویں یا نہیں حضور کو اختیار ہے آپ کے نزدیک یہ میرا لکھنا محمول دروغ ہو یا سچ ہے ؎

زندہ کنی عطائے تو ور بکشی فدائے تو ✼ جاں شدہ مبتلائے تو ہر چہ کنی رضائے تو

(**جواب**) مجھکو ان متعدد خطوط میں یہ نہیں پتہ چلتا کون پہلے کا ہے کون پیچھے کا اور بدون اس کے مطلب سمجھنے میں پریشانی ہوتی ہے لہذا سب خطوط پر نمبر لگاکر بھیجنا چاہیے تھا چونکہ ایسا نہیں کیا گیا لہذا بلا جواب واپس ہیں۔

۵۰۶ مضمون) ماہ رمضان میں قدمبوس ہونیکا قصد تھا اور یہ بھی ارادہ تھا کہ چالیس یوم خدمت اقدس میں حاضر رہوں اندنوں میرے موضع کی ایک جامع مسجد جسکی حالت بیحد خراب ہوگئی تھی اوسمیں خاکسار نے بامداد خداوند کریم از سرنو مرمت شروع کرادی جو بفضلہ اب تیار ہوگئی ہے اور ایک نیا چبوترہ بھی نہایت پرلطف بنادیا گیا جو انشاء اللہ تعالیٰ حضور والا کے ملاحظہ سے گذریگا مسجد مذکور کی مرمت میں خاکسار نے اور نیز ساکنان موضع نے چندہ دیا تھا۔ مولوی میرے موضع میں لغرض تحصیل چندہ تشریف لائے تھے میں اونکی خدمت میں ایک رقم صرف اونکے لئے پیش کی میری موجودہ حالات اکثر حضرات نے میری عدم موجودگی میں اون سے کہا جب میں اونکی خدمت میں حاضر ہوا تو اونہوں نے حضور والا کے اکثر مسئلہ شرعیہ سے اختلاف کیا اور بیحد مخالفت ظاہر کی یہ فعل اونکا مجھے بیحد ناگوار ہوا اور مجھے اپنے اوس حق خدمت کے ادا کرنے پر افسوس ہوا کہ میں نے مولانا کے مخالف کی خدمت کیوں کیا مجھکو تو اونکے پاس نہ آنا چاہیئے تھا منجملہ ان شکایات کے ایک بات یہ بھی کہی کہ جب تک مولانا (یعنی حضور والا کے یہاں) کوا کا گوشت نہیں کہالیتے اوسوقت کسی طالب علم کو دستار بندی نہیں کیجاتی۔ مجھے بیحد جوش ہوا کہ میں

کچھ سخت جواب دوں مگر یہ خیال ہوا کہ یہ بھی نائب رسول ہیں انکی اس سخت گوئی کا نتیجہ انکو اللہ دیگا میرا کہنا داخل بے ادبی اور گستاخی ہوگا۔ نماز جمعہ کے متعلق جب سے حضور والا نے ارشاد فرمایا ہی اوسوقت سے میں نماز جمعہ الہ آباد میں جاکر ادا کرتا ہوں مگر اکثر حضرات نے مجھ سے یہ کہا ہی کہ اپنے موضع کی حالت سے مولانا کو اطلاع دیدو اوسکے بعد اگر وہ ارشاد فرمادیں کہ نماز جمعہ کی الہ آباد میں جاکر پڑھا کرو تو وہاں پڑھنا۔ لہذا نہایت ادب سے حسب ذیل عرض ہی۔ میرے موضع کی مردم شماری ۵۰۰ یا ۶۰۰ کی ہوگی جسمیں زیادہ سے زیادہ غالباً ۷۰۰ نفر مسلمان ہیں گے۔ جامع مسجد عیدین میں بھر جایا کرتی ہی اس موضع میں پہرہ چوکی کا انتظام منجانب گورنمنٹ عالیہ بذریعہ چوکیدار مقرر ہی بازار اس موضع میں نہیں ہوتا مگر اسی موضع کے قریب جو اس موضع کا مزرعہ ہی اور نصف میل کے کم فاصلہ پر ہے ہفتہ میں دوبار بازار ہوتا ہی معمولی دوائیں مل سکتی ہیں زیادہ سے زیادہ ۴۰۔۵۰ مسلمان شریک جمعہ ہوجاتے ہیں۔ اور اگر الہ آباد پڑھوں تو کہاں پڑھوں۔

(**جواب**) اگر بیعت کرنے پر اصرار نکیا جاوے صرف ملاقات کے قصد سے آیا جاوے تو بخوشی تشریف لانیکی اجازت ہی مگر یہ ضرور ہے کہ میں کسی شخص کے آنے سے پابند قیام ہونا نہیں چاہتا گو اکثر قیام وطن ہی میں رہتا ہے لیکن گاہ گاہ باہر جانیکا بھی اتفاق ہوجاتا ہی اور دفعۃً ہوجاتا ہی اسلئے ممکن ہے کہ کوئی صاحب آویں اور میں دو چار دن تک اونسے نہ مل سکوں پس اگر آپکو یہ گوارا ہو تو تشریف لائیے آپ کے حالات سے دل خوش ہوا کہ آپ نے معترض صاحب کو جواب نہیں دیا ایسے موقع پر قیل وقال کرنا میرے مذاق کے بالکل ہی خلاف ہی اور میں اپنے طرفدار سے سب سے پہلے ناراض ہوتا ہوں اس واسطے کہ یہ حرکت محض لا یعنی اور غیر مفید ثابت ہوئی ہی اور لا یعنی امر کو مبغوض رکھنا امر شریعت ہے اسلئے ایسے شخص سے مجھکو نفرت ہوتی ہی دوسرے دنیا کے اعتبار سے بھی ایسا شخص سبب بنجاتا ہی زیادہ سب وشتم کا تو گویا یہ شخص صورۃً خیر خواہ ہی مگر معنےً بد خواہ ہی الحمد للہ کہ آپ نے میرے مذاق کے موافق عمل کیا جزاکم اللہ۔ باقی معمولات وحالات سب ماشاء اللہ اچھے ہیں دعائے ترقی کرتا ہوں۔

اور جمعہ کی نماز آپکے گانؤں میں صحیح نہیں ہی اور الہ آباد میں جمعہ پڑھنے کا اچھا موقع وہاں ہے جہاں مجمع زیادہ ہو لیکن اگر تھوڑے مجمع کا امام خوش عقیدہ زیادہ ہو تو پھر اوسکو ترجیح ہی

ضمیمہ (س) وتر قبل ادائے تہجد پڑھے جائیں۔

(جواب) اگر آپ وتر اور تہجد ایک ہی وقت پڑھتے ہیں تو وتر بعد میں پڑھنا افضل ہی اور اگر وتر اول شب پڑھتے ہیں اور تہجد آخر شب میں تو آپ کے لئے وتر پڑھکر سونا افضل ہی۔

ضمیمہ (س) نماز تہجد میں ہر رکعت میں تین بار قل ہو اللہ پڑھنا چاہئے یا جو سورت چاہے پڑھے۔

(جواب) جو سورت چاہے پڑھے۔

ضمیمہ (س) اندر مسجد کے طلباء کو تعلیم کلام پاک کی دیجاوے کوئی حرج تو نہیں ہے۔ طلبا بھی نابالغ ہیں۔

(جواب) اُجرت پر تعلیم دینا مسجد کے اندر ممنوع ہے۔

ضمیمہ (س) احاطہ مسجد کے اندر کچھ مقبرے ہیں معلوم نہیں کہ کن بزرگوں کے مقبرے ہیں مقبرے کے قریب اور حدود مسجد سے علیحدہ کچھ زمین خالی پڑی ہوئی ہی اگر اوس خالی زمین پر ایک بنگلہ طلباء کے بیٹھنے کے لئے ڈالدیا جاوے تو کوئی حرج تو نہیں یعنی بجائے مسجد کے محض بنگلہ مذکور میں تعلیم

(جواب) فقہاء نے منع لکھا ہی۔

ضمیمہ (س) خادم نے ایک مدرسہ جسمیں صرف کلام پاک تعلیم دیجاتی ہی بذریعہ آمدنی کھال قربانی وبذریعہ چندہ مسلمانان موضع سے قائم کردیا ہی اسوقت ۱۲ لڑکے زیر التعلیم ہیں۔

(جواب) خود قربانی کی قیمت کسطرح صرف کیجاتی ہی مفصل لکھکر دریافت کیا جاوے۔

(ضمیمہ س) اس سے پہلے یہاں کوئی مدرسہ نہ تھا یہ سب محض حضور کا فیض ہی جو ایسے کام میرے ہاتھوں سے ہوتے ہیں ورنہ ایسے کار خیر کیطرف تو کبھی خواب میں بھی خیال پیدا ہوا تھا ایک بات حضور سے اور دریافت کرتا ہوں میں نے اسوقت تک کبھی سفر نہیں کیا میں یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ میں الہ آباد سے شاہدرہ کا ٹکٹ لوں اور شاہدرہ سے تھانہ بھون شریف کا یا الہ آباد سے سہارنپور اور سہارنپور سے تھانہ بھون شریف جو راستہ سیدھا ہو اور جلد پہونچانے والا ہو اوس راستہ سے روانہ ہوں

(جواب) کیا میں ریلوی جغرافیہ کا حافظ ہوں شاہدرہ یا سہارنپور سے یہانتک کے متعلق دریافت کرنیکا مضائقہ نہ تھا باقی الہ آباد سے سفر کرنیکے متعلق مجھسے دریافت کرنا مجھکو سخت تکلیف دینا ہی اور جس سے اعتقاد کا دعویٰ ہو اوسکے حقوق کا خون کرنا ہی

ضمیمہ (مضمون) اگر کسی دن تہجد اور ذکر ناغہ ہو جائے تو اور کسی وقت میں ادا کر لیا جاوے

یا نہیں اور ادا کیا جائے توکسوقت بفضلہ تعالیٰ ایک سال سے حسب الحکم حضور والا اسکا پابند ہوگیا ہوں اس عرصہ میں صرف تین دن ناغہ ہوئی ہیں عریضہ ہذا کے لکھنے کی تاریخ چھ روز قبل کہ دل کا رمعصیت کیجانب زیادہ مائل تھا خط کا لکھنا اور اظہار حال کرنا تھا کہ اوس حالت سابق میں فرق آنا شروع ہوا ۲۴ راکتوبر کو یہ عریضہ لکھا گیا اور انتظار پوسٹ مین میں کئی روز تک رکھا رہا۔ اسوقت تک بفضلہ کسی قسم کی شکایت نہیں ہوئی یہ سرکار والا کا فیض ہی حضور والا میرے واسطے خاص طور سے دعا فرماویں بخدمت مولوی شبیر علیصاحب سلام علیک حضرت آجتک کلام مجید مرحمت نہیں ہوا۔

(**جواب**) کر لیا جاوے جسوقت فرصت ہو دعا سے مجھکو انکار نہیں اور لفظ سرکار۔ یہ آجکل انگریزی محاورہ ہوگیا ہی مجھکو ایسے اعزاز سے معاف فرمایا جاوے مولوی شبیر علی کا جو پیام لکھا ہی کیا میں کسی کا ڈاکیہ ہوں یہ دوسرا نمبر ہی تہذیب طریقت کے خون کرنیکا آپ حضرات ان امور کو سرسری سمجھتے ہیں اور باطنی برکات کو ایسے امور سے گھن لگ جاتا ہی۔

۱۲ محرم الحرام ۱۳۳۶ھ

۵۰۷ (مضمون) خاکسار بموجب ارشاد حضور کے دستور العمل عامی مشغول کا کیا کرتا ہوں کچھ روز سے برابر اللہ اللہ بہت سے ذریعہ سے سنائی دیتا ہی مثلاً پانی برس رہا ہی اور کوئی آیا اوسکی آہٹ سے یا کپڑے پہننے میں یا برتن وغیرہ گرنے میں جو آواز ہوتی ہی یا چھوٹے بچے کے رونے سے ساتھ ہی اوسکے اللہ یاد ہوتا ہی اوسوقت سنائی دیتا ہی حضور کا ارشاد ہو تو باعث برکت ہی تو میں اوراد مختصرہ کے موافق عمل کیا کروں کیونکہ ایک عرصہ تک کرتا رہا ہوں جب سے حضور نے بیعت کیا اور دستور العمل عامی مشغول کا بتلایا جب سے میں یہی کرنے لگا اوسکو نہیں کرتا اجازت پاؤں تو پھر کروں مجھے شروع جب سے حضور کا بیعت ہوا ہوں لوگ یہاں کے وہابی کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں مانتے اور کبھی کہتے ہیں کہ شرع والے ہیں یہ حقیقت طریقت معرفت کو کیا جانیں۔ ایک پرچہ لائے اوٹھتے جسمیں آپکی طرف اشارہ لکھا تھا کہ حفظ الایمان اور بسط البنان میں لکھا ہی اتفاق سے وہ دونوں کتابیں بھی میں نے اوس موقع پر منگالیں تھیں دونوں کتابیں دکھلائیں چپکے رہگئے اور بعد میں انہوں نے کئی کتابیں بریلی سے منگوائیں جسمیں مہریں لگی ہوئی ہیں عالمونکی کبھی کہتے ہیں بہشتی زیور مردود ہی دلکو رنج ہوتا ہی

حضور کی کتابیں پڑھنے سے دل خوش ہوتا ہے

(جواب) جو کیفیت لکھی ہے اگر دماغ میں خشکی نہیں ہے تو یہ کیفیت محمود ہے اور خشکی ہونے نہ ہونے کی تشخیص کسی طبیب سے کرالیجئے یہ دستور العمل بھی جاری رکھا جاوے اور اوراد مختصرہ بھی پڑھے جاویں اور یہاں دشمنوں کے قصے اور حکایتیں مت لکھا کرو تکلیف ہوتی ہے

۵۰۸ (مضمون) سابق میں جو سلسلہ وظائف کے یہ عرض کیا تھا کہ سورہ مزمل گیارہ مرتبہ اور یا مغنی گیارہ سو گیارہ مرتبہ ہر روز پڑھتا ہوں اسکی مواجہہ میں حضور والا نے زیب تحریر فرمایا تھا کہ اسکو کس غرض سے پڑھتا ہے جناب عالی کیفیت اسکی یہ ہے کہ عرصہ تیس چالیس سال کا ہوتا ہے کہ بندہ کے والد مرحوم نے اسکے پڑھنے کو فرمایا تھا اور یہ بھی فرمایا تھا کہ اسکو میں جب کہ نے ایک بزرگ کے بیس پچیس برس سے پڑھتا ہوں تم بھی یعنی بندہ اسکو ورد رکھو مستغنا کیواسطے مضمون ہے لہذا احقر... بموجب فرمانے والد مرحوم کے تیس چالیس سال کے زمانہ سے اب تک پڑھتا ہے حالت بیماری وغیرہ میں البتہ ناغہ ہو جاتا ہے ورنہ برابر پڑھتا ہوں بندہ کو اس سے بڑا فیض معلوم ہوتا ہے۔

(جواب) کیا فیض

ضمیمہ (س) اور عرصہ پندرہ سال کا ہوا کہ ایک بزرگ نے احقر سے فرمایا تھا کہ دو رکعت نماز نفل حق الوالدین بعد نماز مغرب کے پڑھ لیا کرو چنانچہ دو تین برس تک یہ نماز نفل پڑھا کیا بعدہٗ بوجہ بیماری وغیرہ قضا ہوگئی جب سے اب تک وہ نماز نفل مذکورہ نہیں پڑھا لہذا گذارش ہے کہ اب وہ نماز مذکورہ پڑھا کروں یا نہیں جیسا ارشاد ہو عمل کروں۔

(جواب) بالکل گنجائش ہے۔

ضمیمہ (ش) اور ایک عرض یہ ہے کہ ایک مرتبہ روئے مبارک کی زیارت ہو جاوے تو بندہ اپنی مراد کو پہونچ جاوے اس کو احقر فلاح دارین سمجھتا ہے اور بندہ کو بوجہ ضعیفی کے سفر میں گونہ تعب ہوتا ہے اگر اجازت حضور والا ہو تو حاضر خدمت اقدس ہوکر باریابی حاضری کی حاصل کرکے فخر دارین حاصل کرے اس ماہ محرم میں خواہ جس تاریخ میں حضور پرنور تشریف رکھتے ہوں مطلع و سرفراز فرمایا جاوے۔

(جواب) کسی تاریخ میں بھی پختہ طور سے نہیں کہہ سکتا۔

۵۰۹ (مضمون) رمضان شریف میں احقر بیمار رہا اور اسکے بعد بھی احقر اور بیمار رہا اہل و عیال کی بیماری اور کم فرصتی کیوجہ سے حضور اقدس میں کوئی عریضہ روانہ نہ کر سکا اب نادم ہوں اور ڈرتا ہوں کہ کہیں حضرت اقدس اس نالائق کو لاپرواہ سمجھکر نظر التفات کم نہ کردیں اور خفا نہوں براہ کرم اس مرتبہ معاف فرمائیے آیندہ انشاء اللہ تعالیٰ اپنے احوال اور اپنے امراض روحانی کی کیفیت برابر لکھتا رہونگا

(جواب) مجھکو خود اتنی پرواہ نہیں کہ کسیکی لاپرواہی کی پرواہ کروں۔ آپ اس سے بے پرواہ رہیئے جو مجھسے خدمت لینا چاہے اوسکے لئے حاضر ہوں جو نہ لینا چاہے خواہ بعذر خواہ بلا عذر مجھکو کوئی افسوس اور قلق نہیں

۵۱۰ (مضمون) قبلہ گاہا اللہ اس ناچیز کے واسطے دعا فرمادیں کہ اللہ پاک شیاطین الانس و جن کے شر و فساد سے محفوظ و مصئون رکھکر استقامت علی الدین نصیب فرماوے آجکل احقر پر بیحد دشمنان عقل و دین کے ظلم و تعدی ہورہا ہے اگر فضل ایزدی و دعائے حضرت والا شامل حال نہو تو نفس ایمان ٹھیک رکھنا مشکل معلوم ہورہا ہے حضرت والا کے اسم مبارک سے جو مدرسہ اس جگہ قائم ہے بفضلہ تعالیٰ اسمیں آجکل تعداد طلبہ ستر سے تجاوز ہے بہشتی زیور پڑھنے والے بھی قریب ۸۰ کے ہیں جس سے علوم حقہ اور مسائل دینیہ کے اشاعت بخوبی ہورہا ہے اس سے دشمنان عقل و دین جل بھن کر خاک سیاہ ہورہا ہے اور جس طور سے ہو اس مدرسہ کو توڑینگے اور احقر کو آزار اور ایذا دینے کے واسطے آمادہ کار ہے احقر حضرت والا کے توسل سے درگاہ باری میں مناجات کرتا ہے کہ اللہ پاک حضرت کے نام کی برکت سے اس دینی کام کو جاری رکھے علاوہ فرقہ کیطرفسے اشتہارات اردو و بنگلہ خاصکر کلکتہ سے شائع ہوکر اسطرف آتا ہے جس سے اور بھی لوگ گمراہ ہورہا ہے دعا فرمادیں کہ اللہ پاک ہم سب کو عقل و سمجھ و علم و عمل عنایت فرمادیں۔

(جواب) اللہ تعالیٰ تمام تشویشات سے نجات دے دعا کی درخواست کا مضائقہ نہیں لیکن واقعات مفصل نہ لکھا کیجئے مثلاً فلاں فرقہ کی طرفسے اشتہارات شائع ہورہے ہیں و مثل ذالک کہ اس سے قلب میں کدورت و ظلمت پیدا ہوتی ہے۔

۱۴ محرم الحرام سنہ ۱۳۳۶ھ

۵۱۱ (مضمون) احقر نے ایک خواب دیکھا وہ اگرچہ خواب سابقین سے بڑھکر تو نہیں لیکن چونکہ اوسمیں ایک اندیشہ ناک صورت ذہن میں آئی اسلئے طبیعت چاہتی ہے کہ تحریر کروں وہ یہ

کہ میں نے دیکھا کہ احقر اور جناب حافظ محمد عمر صاحب سلمہم اور جناب مولوی سراج احمد صاحب امروہی
سلمہم کسی ہر حسب تھانہ بھون ہونچگئے ہیں پہلے ایک مسجد میں جاکر جمعہ کی یا اور کسی وقت کی نماز
ادا کی ہی اور یہ خیال ہی کہ آج جمعہ ہی اور یہ کہ پھر ہم اوس مسجد میں نماز کو کیوں نہیں گئے جسمیں کہ
حضرت صاحب تشریف لیگئے ہونگے پھر ہم نے دیکھا کہ احقر اور جناب مولوی سراج احمد صاحب
ایک حجرے میں نماز پڑھ رہے ہیں اور حافظ محمد عمر صاحب سلمہ گویا تو وہاں نماز پڑھتے دیکھا ہی یا اونکی
بابتہ صرف یہی خیال ہی کہ نماز پڑھکر خانقاہ میں چلے گئے ہیں اور خانقاہ میں آنیکو راستہ ہی تو وہ حجرہ
وہاں بنا ہوا ہی اور گویا کہ ابھی تک ہمیں حضور کی زیارت نہیں نصیب ہوئی جب سے تھانہ میں
آئے ہیں بس ابھی اثنا میں خانقاہ میں شمال کیطرف سے سہ دری کیجانب تشریف لیجاتے ہوئے
حضور کو دیکھا گویا باہر سے تشریف لارہے ہیں دروازہ بھی خانقاہ کا گویا شمال کیطرف کو ہی پھر
جناب مولوی صاحب امروہی نماز پڑھکر حضور کے پاس تشریف لیگئے ہیں احقر ہنوز نماز ہی پڑھ رہا
ہی اور حضور کی باتونکی آواز سہ دری سے سن رہا ہے کبھی تو خیال ہوتا ہی کہ ابھی خدمت میں حاضر
ہو جاؤں پھر یہ خیال ہوتا ہی کہ نماز سے فارغ ہو کر اٹھا جاؤں اور دل میں بھی حضور کے پاس
حاضر ہونے اور زیارت کا بہت شوق ہی اور حضور نے اپنی غلام نوازی سے دو ایک آدمی
بھی بلانیکے واسطے بھیجے ہیں جنمیں سے ایک تو منشی رفیق احمد صاحب کے بڑے صاحبزادہ محمد میاں ہیں
اور ایک چھوٹے صاحبزادہ سے چھوٹے ہیں اور میں مولوی الیاس خان صاحب ساکن برلہ ضلع
علیگڈہ کا عطا کردہ سبز عمامہ باندھکر نماز پڑھ رہا ہوں تو منشی صاحب کے چھوٹے سے چھوٹے صاحبزادہ
نے میرے عمامہ کو پکڑ کر ایک جھٹکا مارا کہ وہ کھل کر گرنیکے قریب ہو گیا ہی لیکن میں نے اوسکو
سنبھال لیا ہی اور دلمیں خیال کر رہا ہوں کہ اگر تو نے برا مانا تو اسمیں تکبر کہیں نہو جاوے بس
برا نہ ماننا چاہیے اور دلمیں حضور سلمہم کی زیارت کا بہت شوق ہی اور خیال ہی کہ اب نماز سے
فارغ ہوا اور حاضر ہوا بس جوں ہی سلام پھیرا فوراً آنکھ کھل گئی اور بیداری کے بعد بھی
اپنی زبان سے الفاظ سلام نکلتے ہوئے سن رہا تھا بس ایسا ہو گیا کہ جیسے پیاسا رات کو خواب
میں پانی کو دیکھکر پینا چاہی اور قبل پینے کے بیدار ہو جاوے مجھکو رنج تھا
(**جواب**) یہ حاضر نہونا بھی حاضر ہونا ہی ہی کیا آپکو معلوم نہیں کہ عزم عمل بھی عمل ہی ہے

بلکہ ایک حساب سے یہ حاضری سے بڑھکر ہے کیونکہ حاضری کی غایت یہی طریق طاعت کا درست کرنا ہی تو ہے سو آپ نے اپنے کو ہمیں مشتغل پایا۔

۵۱۲ (مضمون) ۱۱ اور ۱۲ محرم کی درمیانی رات شب دوشنبہ میں تابعدار نے ایک خواب دیکھا جو بغرض اطلاع حضرت قبلہ گذارش ہے وہ یہ کہ میں تھانہ بھون حاضر ہوا ہوں حضرت دولت خانہ سے مسجد تشریف لائے ہیں حضرت کے ساتھ ایک خوبصورت نئے قسم کی رضائی ہے جسکو حضرت نے بچھا دیا میں اپنے جی میں کہتا ہوں کہ حضرت کی جو چیز ہے سو اعلیٰ درجہ کی ہے حضرت لیٹ گئے اور میں حضرت کے پیروں پر پوٹ رہا ہوں اور اسطرح سے شوخی اور ناز کر رہا ہوں جسطرح چھوٹے بچے کرتے ہیں کہہ رہا ہوں کہ حضرت مجھے عربی پڑھا دیجئے حضرت فرماتے ہیں کہ اچھا تم فلاں کتاب تک (صحیح نہیں یاد میزان الصرف ویا میزان منشعب یا کونسی کتاب) پڑھ لو میں کہتا ہوں کہ پڑھا دیجئے (یا کوئی اور کام کر دیجئے) نہیں تو ہم آپ کے پیر میں دانت سے کاٹ کھائیں گے حضرت میری شوخی اور ناز پر ہنس رہے ہیں اور خوش ہو رہے ہیں اور مجھسے محبت اور لطف فرما رہے ہیں حضرت کے تشریف لانیسے پہلے صرف کاہلی کیوجہ سے میری ظہر کی نماز قضا ہو گئی ہے اور میں ڈر رہا ہوں کہ حضرت کو اسکی اطلاع نہو اتنے میں شاید عصر کی اذان ہوئی اور ایک مجمع کثیر مسواک و وضو اور نماز کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ یہ خیال ہوتا ہے کہ اوس شب میں سوتے وقت میں نے شاید دعا مانگی تھی کہ حضرت کی زیارت سے مشرف ہوں یا ممکن ہے کہ یہ بھی خواب ہی ہو قلب اکثر بے چین اور پریشان رہا کرتا ہے چودہ مہینے ہوئے شوال گذشتہ میں حاضری نصیب ہوئی تھی کام میں لگا ہوا ہوں اور شکر کرتا ہوں کہ یہ اللہ کا فضل اور احسان ہے بہت زیادہ احسان ہے میرے حال پر ہے حالت زار اور زبون سے رنج ہوتا ہی تو اللہ تعالیٰ جلد طمانیت اور سکون عطا فرما دیتے ہیں۔

(جواب) حالات مبارک ہیں خواب بھی مبارک ہے انشاء اللہ بشارت مقصود ہے کام میں لگے رہیئے قرب روحانی کے ہوتے ہوئے بعد جسمانی مضر نہیں انشاء اللہ کبھی ظاہری ملاقات بھی ہو ہی جاویگی۔

۵۱۳ (مضمون) الحمد للہ کہ عرصہ کے بعد جمعرات اور جمعہ کے درمیان شب میں حضور

گے روئے مبارک کی زیارت خواب میں ہوئی وہ اسطرح پر کہ یہ نظر آیا کہ کسی مسجد میں حضور تشریف رکھتے ہیں اور وہاں میں بھی ہوں اور بھی موجود ہیں میں نے حضور کیخدمت میں کچھ عرض کیا اوسکے جواب میں حضور نے کوئی ایسا لفظ ارشاد فرمایا کہ جسکے معنی یہ تھے کہ (تم واصل الی اللہ یا ولی اللہ ہو گئے) اصلی لفظ حضور نے کچھ اسطرح جلدی میں ارشاد فرمایا کہ یاد نہیں رہا اور چونکہ کان اس لفظ کے سننے کیلئے مخاطب نہ تھے اسلئے کچھ طرح یاد نہیں رہا اور یہ خیال کر رہا ہوں کہ یہ خیال ہی علیحدہ ہو گیا اوسوقت...... سے دریافت کرونگا کہ حضور نے کونسا لفظ استعمال فرمایا تھا جب حضور نے یہ فرمایا تھا کہ تم (بھی) یا صرف تم واصل الی اللہ یا ولی اللہ یا خلیفہ ہو گئے تو حضور نے میری طرف کچھ اس لطف کی نظر سے دیکھا تھا کہ اوسکا حظ دن بھر قلب میں محسوس ہوتا رہا اور اب بھی جب اوس نظر کی یاد آجاتی ہے تو اتنی طراوت اور فرحت قلب کو ہوتی ہے کہ بیان نہیں کی جاسکتی ورسے یہی کہنے کو جی چاہتا ہے

دزدیدہ نگہ کردی بمن از ناز نگاہے ۔ قربان نگاہ تو شوم باز نگاہے

حضور وہ عجب نظر ہی کہ جسکے اثر کی صفت میں خود بھی نہیں جانتا کہ کیا اور کیا اوسکا اثر ہے جو کہ نہ لذیذ کہا جاسکتا ہی نہ خوش ذائقہ بلکہ مجھ تو یہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ اوسکو بہت مزیدار کہوں اور بے اختیار یہ جی چاہتا ہی کہ پھر ویسی ہی نظر دیکھوں کیونکہ اوسکے دیکھنے کے شوق سے سیری نہیں ہوتی اور جب ذکر سے ذرا طبیعت گھبرائی بس قلب کی طرف خیال کیا اور اسکی فرحت محسوس ہوتی ہے اور ذکر میں جی لگنے لگا خدا ہمیں استقامت فرمادیں

دل کے آئینہ میں ہے تصویر دوست ۔ جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

مجھے تو حاتم طائی کا وہ سوال یاد آگیا کہ ایک مرتبہ دیکھا ہی دوبارہ دیکھنے کی ہوس ہی خیر یہ تو نظر کی صفت میں جو کچھ ہوسکا تحریر کیا حالانکہ جیسا جی چاہتا ہے ویسا بیان نہیں ہوسکتا کیونکہ اوسکے لئے ظاہراً الفاظ نہیں مل سکتے۔

منہ ہے یہ دل کے لئے تھی نہ اس زباں کیلئے ۔ سو ہمنے دل میں منہ ہے شورش نہاں کیلئے

اب بقیہ خواب کا حال سنئے جب حضور نے وہ لفظ ارشاد فرمایا اور اس نظر سے مجھکو دیکھا اسوقت میں نے دل میں یہ خیال کیا کہ حضور نے مجھکو مرید تو اسوقت نہیں کیا پھر میں ولی اللہ اور خلیفہ کیسے ہو گیا مگر پھر یہ خیال دلسے جاتا رہا اور اسکے کہنے کی کچھ ضرورت نہ پڑی اور

اوسوقت کچھ ایسا سرور تھا جو بالکل نہیں بیان کیا جاسکتا پھر یہ معلوم ہوا کہ ایک تخت بچھا ہوا ہی اسپر میں یا کوئی دوسرے صاحب بیٹھے ہوئے ہیں اور حضور کرسی پر ہم لوگوں کے قریب رونق افروز ہیں اور میں دل میں خیال کررہا ہوں کہ جب حضرت نے میرے لئے یہ فرمایا ہی تو کیا اب مجھسے کوئی گناہ ہوتا ہی نہیں ہے اب میں دلمیں غور کررہا ہوں کہ آیا مجھسے کوئی گناہ ہوتا ہی یا نہیں لیکن کچھ سمجھ میں نہیں آتا پھر یہ خیال ہوا کہ ابھی حضور سے مجھے محبت تامہ نہیں ہے اور میں حضرت حافظ رحمۃ اللہ علیہ کا وہ شعر جسکا دوسرا مصرعہ یہ ہی + درمیان پختگاں عشق او خامم ہنوز + باآواز بلند حضور سے کہنے والا ہوں لیکن اس فکر میں ہوں کہ پہلا مصرعہ بھی اس شعر کا یاد آجاوے تو کہوں ہنوز میں کہنے نہ پایا تھا کہ آنکھ کھل گئی قلب بہت مسرور و فرحاں تھا روزانہ معمول برابر کئے جاتا ہوں اور ذکر اسم ذات سے سیری نہیں ہوتی اور کبھی کبھی قلب کی ایسی حالت ہوجاتی ہے کہ حضور کی محبت میں غرق ہوجاؤں یا غرق ہوگیا ہوں غرض یہ ہی کہ آجکل میری کچھ ایسی حالت ہورہی ہی کہ میں خود بھی نہیں جانتا کہ کیا حالت ہی میں اس اخفا سے تسکین دل ناشاد کرتا ہوں لیکن جب یاد آجاتی ہے تو یہ ہی جی چاہتا ہی کہ نہ کسی سے بات کروں نہ کچھ کام کروں بس اللہ ہی اللہ کئے جاؤں اگر کسی کتاب کے پڑھنے کیلئے جی چاہتا ہے تو یہ طبیعت چاہتی ہے کہ اچھا اتنا ذکر اور کرلوں پھر پڑھونگا جب اتنا ذکر کر چکتا ہوں پھر یہ ہی کہتا ہوں کہ اچھا اتنا اور کرلوں تب پڑھونگا غرض یہ کہ بڑی مشکل سے ذکر چھوڑ کر کسی اور کام میں جی لگتا ہی اور کچھ عجیب قسم کی ناقابل بیان میری حالت رہتی ہی

(جواب) آپ کے مزے لینے کا تو یہ ایک شاہد ہے کہ آپکے خط پڑھنے میں مجھکو خود بھی مزا آیا اللہ تعالیٰ آپکو مبارک کرے اور استقامت عطا فرماوے کام میں لگے رہئے کام ہی سے کامیابی ہوتی ہے دل و جان سے دعا کرتا ہوں۔

۵ محرم ۳۶ھ

۴۵۱ (مضمون) دن رات میں تین سو مرتبہ اسم ذات کرتا ہوں اسکے بعد حبس دم ایکبار جو شاید تین منٹ سے زائد ہوتا ہو جسمیں اجمالاً اپنے نفس کے کیدوں اور برائیوں کو سوچتا ہوں آیا یہ ہر دو امور میرے مناسب حال ہیں یا ایک انمیں سے کونسا اور ذکر کو تدریجاً بڑھا دوں اور کونسا

وقت ذکر کے لئے مناسب ہے حضرت اگر کوئی کام یا بات خلاف شرع شریف خود مجھ سے ہو جاتی ہے تو سخت غصہ اور اپنے آپکو ہلاک کرنیکی بار بار ہمت ہوتی ہے کہ چاقو لیکر اپنا کام ہی تمام کر دے اور پھر ایسا نہو نے پاوے اور دوسروں پر بھی خلاف شرع کام کرتے دیکھکر سخت برہمی ہوتی ہے آیا یہ حالت محمود ہے یا مذموم۔

(جواب) جس دم کسکی اجازت سے آپ نے شروع کیا ہے مقدار ذکر کی بہت کم ہی جب ضعف کم ہو جاوے مقدار بقدر تحمل بڑھانا چاہئے آپ نے جو ذکر کا وقت پوچھا ہے کیا ابتک اتنی بھی خبر نہیں ضرورت ہے کہ اپنے مفصل حالات و معمولات لکھکر بھیجئے تاکہ مفصل مشورہ دیسکوں جس حالت کی نسبت پوچھا ہی وہ فی نفسہ محمود ہے مگر اوسمیں کچھ غلو ہی اُتنا حصہ مذموم ہی ہر امر مین اعتدال محمود ہوتا ہے۔

۷ محرم ۳۶ھ

۵۱۵ (مضمون) جواب سے ظاہر ہے۔

(جواب) میں خیریت سے ہوں آپ سب کے لئے دعا کرتا ہوں میرا بھتیجا اور میرے بھانجے جب یہاں مدرسہ میں پڑھتے تھے مجھکو خبر نہیں ہوئی کہ وہ کیا کرتے اور کیا پڑھتے ہیں مجھکو اپنے کاموں سے ان تحقیقات کی اصلا مہلت نہیں بس برخوردار کے بارہ میں جو کچھ آپ نے پوچھا ہی مولوی احمد حسن صاحب یا حافظ عبد الحمید صاحب کے پاس براہ راست خط بھیجئے نیز میرے پاس کبھی اگر بھی نہیں بیٹھتا جو اس سے پوچھکر تبلادیتا اور مولوی صاحب اور حافظ صاحب کو کہاں تکلیف دوں یا میں کام چھوڑ کر کہاں جاؤں۔

۵۱۶ (مضمون) حق تبارک وتعالیٰ جب توفیق تہجد کی دیتے ہیں ضرور پڑھتا ہوں یا حضرت وضو کی حاجت بار بار پڑتی ہے اگر بلا وضو یا تیمم ۱۲ تسبیح میں مشغول رہوں تو کوئی نقصان و خسران تو نہیں طالب علمی کے زمانہ سے کتب بینی سے سیری نہیں ہوتی جی چاہتا ہی کہ امداد العلوم میں حضور کے یا جامع العلوم میں داخل ہو جاؤں۔ اس حالت میں حضور کی کیا رائے ہی۔

(جواب) حق تعالیٰ آپکو شفا عطا فرماوے ذکر کے لئے طہارت شرط نہیں ہے آپ نے تعلیم

کے بارہ میں جو مجھسے مشورہ دریافت فرمایا ہی سو مشورہ دینا میرا معمول نہیں ہی ہاں دعا سے انکار نہیں

۵۱۷ (مضمون) خادم عارض حال ہی کہ حضرت مجھکو بیعت کر لیجئے میں نے حضرت کا وعظ بھی میرٹھ صدر میں محرم سے پہلے سنا بھی ہے میں حضرت کے ہمراہ میرٹھ سے بیگم آباد تک ساتھ آیا میں وہاں ریل سے اوتر کر کلچھنہ میرا مکان ہی میں وہاں چلا گیا اور حضرت کی اجازت ہو تو قصد اسبیل میں جو ذکر ہے ۱۲ تسبیح انکو پڑھا کروں اور بہشتی زیور میں نے ایک میانجی سے سنی تھی بہت روز ہوئے اب وہ میانجی یہاں سے چلے گئے اونکی ہی بہشتی زیور تھی میں بے پڑھا ہوں حضرت میں نے جو کچھ بہشتی زیور سُنی ہے سب رسمیں چھوڑ دیں اور حضرت سے دو شخص بیعت ہیں اُنکے پاس بہشتی زیور ہے وہاں جا کر سُن آتا ہوں مگر دو کوس کا فاصلہ ہے میری بہت روز سے ملاقات ہی میں کاشتکار کی زمین بوتا ہوں میرے پاس کل آٹھ بیگہ کچی زمین ہی اور موروثی کسی کی نہیں اور نہ کسی کی رہن ہے غریب آدمی ہوں جب سے میں نے بہشتی زیور کا مسئلہ دیکھا ہی میں سود کا کسی سے روپیہ نہیں لیتا بغیر سود روپیہ ملجاتا ہی تو لیتا ہوں

(جواب) میں نے تمکو توکلاً علے اللہ بیعت کر لیا اللہ تعالیٰ برکت فرماویں ذکر و شغل کے متعلق مولوی محمد مصطفےٰ صاحب سے جا کر بیر کھیڑہ میں پوچھ لیا جاوے وہ مناسب حال تبلادینگے

۵۱۸ (مضمون) میرا کام صرف عرض کرنیکا ہی میرا اعتقاد پکا ہے اسپر بھی اگر آپ خادم کو خدمت میں قبول نفرمائینگے تو بندہ بری الذمہ ہی اور آپ مالک الملک کے سامنے جوابدہ ہونگے

(جواب) کیا اچھا طریقہ ہی بیعت کی درخواست کا کہ دھمکا کر مرید ہوتے ہو جب اتنا بھی ادب نہیں تو بیعت ہی کی کیا ضرورت ہی ابھی تو میں ہی آپکی تعلیم کا محتاج ہوں تو پھر میں پیر کیا ہونگا

۵۱۹ (مضمون) مفاخرت نامہ حضور والا کا موصول ہو کر باعث اعزاز و افتخار ہوا مجھے و نیز تمام اراکین انجمن کو بے حد مسرت اس سے ہوئی کہ اس مرتبہ بجائے نامنظوری درخواست ہم لوگوں کے ہمیں لوگوں سے حضور والا نے یہ دریافت فرمایا ہی کہ اگر ایسا اتفاق درپیش آجاوے کہ کوئی صاحب حضور والا کے یہاں تشریف فرما ہوں جنکو نہ حضور ساتھ لاسکیں اور نہ جو وہاں تنہا چھوڑے جاسکیں یا طبیعت کچھ خدانخواستہ کسی وجہ سے کسلمند یا آنیکے قابل نہو تو کیا کیا جاوے اوسکے جواب میں بموجب استفسار حضور والا ہم لوگ دست بستہ عرض پرداز ہیں کہ حضور والا

شرعی وعدہ اور وہ بھی مشروط فرماویں تاکہ ہم لوگ آپکی تشریف آوری کی اطلاع اون لوگونکو جو جوانب و اطراف سے استفسار کر رہے ہیں اطلاع کرسکیں کہ حضور والا نے مشروط شرعی وعدہ فرمایا ہی آیندہ ہم لوگوں کی تقدیر اور خدا کی مرضی جو ہوگی وہ تو ہونا ہی ہے۔ اس کے ساتھ جو کچھ کہ تمام مسلمانونکی جانب سے بالاتفاق اور ضرورۃ ومصلحت وقت کے خیال سے طے ہوا ہے وہ یہ ہی کہ ۱۹ یا ۲۰ نومبر ۱۹۳۰ء کو بجانب انجمن اسلامیہ آپکا خادم یا مولانا انوار احمد صاحب تھانہ بھون اور دیوبند حاضر ہوکر جو صاحب کہ وہاں مقیم یا موجود ہوں انکو بھی شرکت کے لئے مدعو کریں اور اسطرح سے اول دقت کے بظاہر رفع ہونیکی صورت معلوم ہوتی ہے وما توفیقی الا باللہ دوسری صورت وہ تو سب کے ساتھ مشروط ہی کہ اگر بہمہ وجوہ خیریت ہوگی بس صرف اس امر کی اجازت کی اور ضرورت ہی کہ آنجناب کے اس مشروط شرعی وعدہ کا ہم لوگ اعلان کردیں تو کوئی حرج تو نہیں ہی تمام مسلمان یہاں امیر و غریب بہت ہی اشتیاق کے ساتھ منتظر جواب ہیں۔

(جواب) الطاف نامہ بجواب نیاز نامہ پہونچا۔ ماشاء اللہ نہایت معقول مضمون ہی اور عین میرے مذاق کے موافق آپ بے تکلف اس شرط کے ساتھ وعدہ کا اعلان فرما دیجئے مگر مجھکو زیادہ اطمینان ہوگا اگر آپ مضمون اعلان کا اول مجھکو دکھلا دیجئے۔ البتہ ایک جزو کی ترمیم کی خود میری درخواست ہے وہ یہ کہ قریب تاریخ کے اپنی یا مولانا کی تشریف آوری کو جو لکھا ہے اوسمیں مجھکو راحت نہ ملیگی کوئی ایسا شخص آنا چاہئے جسپر میں سفر میں حکومت کرسکوں مگر وہ شخص کم از کم مجھکو پہچانتا ہو اور مجھسے مناسبت رکھتا ہو دوسرا امر جسکی اجازت چاہتا ہوں یہ ہی کہ اگر اسپر بھی میری رائے میں یہاں سے کسی کو ہمراہ لینے کی مصلحت ہوگی تو آیا مجھکو اوسکی اجازت ہوگی تیسرا امر ضروری یہ ہی کہ مصارف سفر نہ انجمن سے لینا چاہتا ہوں نہ چندہ سے اگر کوئی ایک صاحب بطیب خاطر اسکے متحمل ہو جاویں تو اوسکو گوارا کرلونگا اسیطرح سے اور کسی صرف میں انجمن کا ایک حبہ خرچ ہونا اپنے لئے گوارا نہیں کرتا ہوں۔ چوتھا امر یہ ہے کہ میں نہ کسی مضمون کا مقید ہونگا نہ کسی وقت کا اور پانچواں امر یہ ہی کہ ایک بار سے زیادہ بیان کی مجھسے درخواست نہ کیجاوے

تتمیمہ اسکے بعد ان صاحب کا دوسرا خط آیا جسمیں سب شرائط بدل و جان منظور کرلیگئی اور مضمون

اعلان جسمیں حضرت کی تشریف آوری کے وعدہ کی شرائط مندرج تہیں بغرض اصلاح ارسال خدمت کیا گیا حضرت نے اوس مضمون میں حسب ذیل اضافہ فرمایا ع۱ اور بھی کوئی وقتی مانع پیش نہ آگیا جسکا کثیر المشاغل لوگوں کو پیش آجانا ہر وقت محتمل ہے ع۲ احتیاطاً یہ بھی عرض ہی اگر خدا نخواستہ کسی اتفاقی مانع سے فلاں شخص (یعنی حضرت مدظلہم العالی) کا آنا نہوا تو وعدہ خلافی کا الزام نہ لگایا جاوے علاوہ اس اضافہ کے حضرت نے خط کا جواب یہ تحریر فرمایا الطاف نامہ یادداشت میں رکھ لیا ہی آج ایک کارڈ روانہ خدمت کیا ہی (جسمیں دریافت کیا گیا تھا کہ کس کس مشرب کے علماء مدعو ہیں ۱۲) اوسکے جواب پر عنایت نامہ کا جواب موقوف ہی اسلئے کہ بعض صاحبوں کا شریک ہونا بھی منجملہ موانع کے ہو جاتا ہے جو کہ ع۱ کے عموم میں داخل ہے - ۱۲ ناقل

(۵۲۰ مضمون) یہ عرض کرتا ہوں کہ حضور کو عالم رویا میں کسطرح دیکھنا میرے نصیب ہو اسکے واسطے اذن عنایت فرمائے

(جواب) دعائے خیر کرتا ہوں خواب میں کسی کو دیکھنا امر اختیاری نہیں اسلئے اسکے لئے نہ اذن لیا جاسکتا ہی نہ اذن دیا جاسکتا ہے۔

(۵۲۱ مضمون) کمترین از اول شوال ہیچ خواست کہ قدمبوسی حضور حاصل نمایم لیکن خواستہ خدا سبقت نمودہ قدم بوسی یکطرف ازنیاز نامہ ہم قاصر ماندم یعنی بمرض معدہ مبتلا گشتم چندانکہ از انگہ تا اوائل محرم صحتم رونمود الحمد اللہ علی کل حال اما بحمد اللہ کہ ہم دراں حال بیاد حضور مونس جانم بود۔

(جواب) الحمد اللہ بعافیتم حق تعالی بندگاں خودرا در حالتے کہ دارد خیر محض ست انشاء اللہ انجام بخیریت دعا میکنم۔

۱۸ محرم ۱۳۳۶ھ

(۵۲۲ مضمون) خادم نے عالم مشغول کا مشغلہ شروع کر دیا ہی بوجہ عدیم الفرصتی وزیادتی کام ذرا وقت سے بارہ ہزار مرتبہ ہوتا ہے پندرہ میں روز گرانی سر کی شکایت رہی مگر

اب الحمدللہ کسی قسم کی شکایت نہیں دعا کیجئے خدا تعالیٰ استقلال عنایت فرمائے اور اس شغل کو شروع کئے ہوئی آج پورا ایک ماہ ہوگیا ہے لیکن میں بہت پست آواز سے ذکر کرتا ہوں تاکہ دوسرے لوگ بے خبر رہیں

(جواب) دعائے برکت کرتا ہوں۔

(ضمیمہ س) آج شب کو ایک خواب دیکھا اگر اضغاث واحلام سے نہو تو اسکی تعبیر کا خواستگار ہوں مجھے معلوم ہوا کہ بلا کسی ذریعہ کے ہوا میں اوڑ رہا ہوں اور اوڑتے اوڑتے ایک دریا کے کنارہ اوترا مگر دریا وہانسے کچھ دور تھا لوگوں نے کہا کہ تھوڑی دور پر سمندر ہے سمندر دیکھنے کی خوشی میں چلا گیا وہاں جاکر دیکھا کہ ایک معمولی نالہ سا بہہ رہا ہے میں نے کہا یہی سمندر ہے تو میرے ہمراہی کہنے لگے تو تمہارے یہاں کیسے سمندر ہوتے ہیں میں نے کہا کہ بھائی میرے یہاں سمندر تو نہیں ہے مگر ندیاں ہیں جو موسم گرما میں خشک ہو کر ایسی ہی ہو جاتی ہیں تو میرے ہمراہی کہنے لگے بھلا اوسطرف جاؤ میرا ارادہ ہوا مگر اوسکو ذرا گہرا دیکھکر میں سٹ پٹایا کہ معاً ایک چھتری میرے ہاتھ آگئی میں فوراً اوسکو کھولکر ہوا میں اوڑنے۔ اوڑتے خیال ہوا اب دوسری طرف پہونچگئے ہونگے لہذا اب اوترنا چاہئے بس اس خیال کے آتے ہی اوترنے لگا مگر اترنے میں بہت خوف طاری تھا اور جب اوترا تو بجائے کنارہ کے کسی شہر میں ایک مکان کی دیوار پر اترا وہانسے نیچے آیا۔ تو میں خوف کیوجہ سے پسینہ میں بالکل تر تھا زمین پر اتر کر اپنے کپڑوں سے پسینہ نچوڑنے لگا۔

(جواب) اگر یہ خواب ہے تو تعبیر اسکی یہ ہے کہ جو کام آپ نے شروع کیا ہے انشاء اللہ تعالیٰ اس میں کامیابی ہوگی۔

(ضمیمہ س) اگر میرے لئے مناسب ہو تو میں ملازمت چھوڑ کر دہلی یا لکھنؤ میں علم طب پڑھ لوں ورا سمیں حضرت کی رائے نہیں دریافت کرتا بلکہ اس طور سے عرض کرتا ہوں جیسا کہ باپ کو بیٹے کی برائی یا بھلائی کا خیال ہوتا ہے اور بُرے کام سے منع کرتا ہے اور اچھے کام کی فرمائش کرتا ہے میرے مخدوم بھی میری بُرائی بھلائی سے مطلع فرماویں

(جواب) چونکہ مجھکو آپکے تمام حالات جزئیہ پر نظر نہیں ہے لہذا میرا اسبارہ میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔

۱۹ محرم الحرام سنہ ۱۳۳۶ھ

۵۲۳ (مضمون) جواب سے ظاہر ہے۔

(جواب) کچھ زیادہ۔ جی لگا نہیں کہ یہ خواب ہے لیکن اگر یہ خواب ہے تو معنی اسکے جو بیساختہ خیال میں آئے ہیں یہ ہیں کہ اس میں آپکے اہل خانہ اور والدہ صاحبہ کی دینداری اور آپکی پھوپھی کی دنیاداری دکھلائی گئی ہے۔ اگر اُن کو کسی لطیف طریق سے اسکی اطلاع دی جاوے تو شاید اُن کی اصلاح ہو جاوے۔

۵۲۴ (مضمون) جواب سے ظاہر ہے۔

(جواب) آپکا خط اور کوئی دیکھنے نہیں پایا۔ آپکی پریشانی رفع ہونے کے لئے دعا کرتا ہوں۔ اپنے بزرگوں کو اکثر اس مقصود کیلئے یہ تبلاتے ہوئے سنا ہے کہ بعد عشاء کے گیارہ سو بار یا مُغنِیُ اور اول آخر گیارہ بار درود شریف پڑھکر دعا کی جایا کرے اگر امداد سے یہی مراد ہے تو میں عرض کرچکا اللہ تعالیٰ آپ کو تسلی اور کامیابی عطا فرماوے اور اگر کچھ اور مراد ہے تو اُس کو مع اُس کے طریقہ کے ظاہر فرمائیے جواب کے لئے ٹکٹ نہ بھیجا جایا کرے بلکہ ہمیشہ لفافہ آنا چاہیے کیونکہ یہاں لفافہ تیار کرنے میں سخت دقت ہوتی ہے اور علیحدہ ٹکٹ گم بھی ہوجاتا ہے۔

۵۲۵ (مضمون) رات کو جب میں سوتا ہوں تو میرے کپڑوں پر ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے چھوٹا چھوٹا جانور چلا کرتا ہے اور سر پر تمام دن ایسے رہتا ہے جیسے چیونٹیں چلا کرتی ہیں اور اُنکی سرسراہٹ سے طبیعت بیچین رہتی ہے لہذا عاجزانہ التماس ہے کہ کوئی تعویذ یا عمل تبلادیں

(جواب) یہ مرض ہے طبیب سے رجوع کرنا چاہیئے۔

۵۲۶ (مضمون) آپ دعا کردیویں...... خداوند کریم کی درگاہ میں کہ ساتھ خیریت کے مکان پر پہونچ جاؤں۔ آپ اگر خیال کردیں تو کیا مشکل ہے اس غلام کے اوپر۔ آپ ہمارے پیشوا ہیں اس غریب کے اوپر ذرا خیال کردیجئے اگر آپ سے نہ کہیں تو اور کس سے کہیں آپ تو ہمارے راہ بر ہیں۔

(جواب) میں نے آپکو نہیں پہچانا۔ باقی خیال کرنے کو جو لکھا ہے اسکا مطلب اگر دعا کرنا ہے

تو کیا انکار ہے اور اگر کچھ اور مطلب ہے تو صاف لکھئے۔

(**مضمون۵۲**) نو دس برس کے عرصہ سے تمام مراسم مروجہ غیر مشروعہ اس دیار کے دفع کرنے کے واسطے حتی الوسع کوشش کیا اور کر رہا ہوں۔ خدا کے فضل سے اکثروں نے امر حق کو جان بھی لیا ہے مگر عمل درعمل نہیں ہوا اب یہ عرض ہو کہ ہمارے اطراف میں جناب مولوی..... صاحب جملہ خاص وعام کے نزدیک بڑے باقدر اور معزز شخص ہیں اور وہ کسی قسم کے مکار اور فریب باز بھی نہیں اور سب آدمی اُن پر صدق اعتقاد رکھتے ہیں لیکن وہ ذرا زبان کھول کر کچھ کم کہتے ہیں اور ہتک عزت سمجھتے ہیں حب جاہ رکھتے ہیں لہذا جناب والا کی خدمت میں شکایت ہے اُن کی اگر حضور والا مناسب سمجھیں عام لوگوں کو امر بالمعروف کے واسطے کچھ ذکر وشغل کی طرف رغبت دلانے کے واسطے ذرا سختی سے ارشاد فرماویں تو بہت لوگ راہ راست پر آجاویں (یعنی مولوی صاحب موصوف کو تاکید کریں کہ وہ ذکر وشغل میں مشغول ہوں۔

(**جواب**) آپکی ہمت اور کوشش دریافت کر کے بہت مسرت ہوئی۔ دل سے دعا ہے برکت کرتا ہوں۔ مولوی صاحب کو لکھنے کے متعلق جو آپنے لکھا ہے میرا معمول نہیں کہ ایک کے کہنے سے دوسرے کو کچھ لکھوں ہاں اگر مولوی صاحب خود مجھ سے مشورہ چاہیں تو اس سے زیادہ اُنکو لکھ سکتا ہوں اور مولوی صاحب کے ذریعہ سے جو کام آپ کرنا چاہتے ہیں اور اس ضرورت سے خود مولوی صاحب کیلئے ایک امر آپنے تجویز کیا ہے سو ہر مقصود کے لیے ایک خاص طریق ہوا کرتا ہے اس مقصود کا یہ طریقہ نہیں ہے اس امر تجویز کردہ کا مدار نہ علم پر ہے نہ استعداد پر نہ شہرت و امتیاز پر بلکہ ایک خاص مناسبت پر ہے جسکو صاحب فن سمجھ سکتا ہے محض عاقل اور ذی رائے ہونا بھی اُس کے سمجھنے کیلئے کافی نہیں خود میرا جی چاہتا ہے کہ مولوی صاحب چند روز یہاں قیام فرمائیں اور کام میں مشغول ہوں نہ اس توقع پر جو کہ آپنے لکھی ہے بلکہ محض اپنی اصلاح و تہذیب کیلئے۔ آگے معلم کے قلب میں جو کچھ خدا تعالیٰ القا فرمادے پس اب بجائے اس کے کہ مجھکو مشورہ دے رہے ہیں اور اس مشورہ کے اجراء کیلئے کوشش کر رہے ہیں آپ خود مولوی صاحب کو کیوں نہ مشورہ دیں کہ وہ یہاں رہکر کام میں لگیں اور اس کے لئے کیوں نہ کوشش کریں مولوی صاحب کے نام کا لفافہ بھیجنا بیکار تھا لہذا وہ نہیں بھیجا گیا۔

۲۰ محرم الحرام ۱۳۳۶ھ

نمبر ۵۲۸ (مضمون) حضور مہربانی فرماکر اس مسکین کو دعائے حزب البحر مرتبہ مولوی احمد حسن صاحب دامت برکاتہم پڑھنے کی اجازت مرحمت فرماویں حضور کی اجازت کے بعد ماہ صفر کی ۲۷ روز تاریخ کو اس دعا کی زکوٰۃ ادا کر کے ہر روز ایکمرتبہ واسطے رضاء الٰہی پڑھا کروں گا۔

(جواب) اسمیں اجازت کی کچھ ضرورت نہیں۔ اگر باوجود اسکے غیر ضروری سمجھنے کے بلا ضرورت ہی اسکا شوق ہے تو اجازت ہے۔

نمبر ۵۲۹ (مضمون) ایک مدرسے کے مہتمم مدرسہ و متولیان مدرسہ کی باہم شکر رنجی کے باعث مخالفت ہوگئی جسکے باعث مدرسہ کی خرابی ہوئی جسکی شکایت متولیان مدرسہ نے تحریر کی تھی

(جواب) اگر مقصود اس اطلاع سے محض دعا کی درخواست ہے تو دل و جان سے دعا کرتا ہوں۔ اور اگر کچھ کام لینا مقصود ہے تو اس کام کی تعیین کیجئے تاکہ اسکو سمجھکر مناسب عمل کر دوں

نمبر ۵۳۰ (مضمون) احقر بموجب ارشاد جناب کے بارہ تسبیح اور چھ سو اسم ذات کا ذکر کیا کرتا ہے اور اللہ حاضری اللہ ناظری اللہ معی کا مراقبہ کیا کرتا ہوں اور جو کچھ مناسب ہو ارشاد فرماویں

احقر العباد .... امدادی ثم اشرفی۔

(جواب) اسم ذات بقدر تحمل اور بڑھالیا جاوے اور میری کتابیں بھی مطالعہ میں رکھئے۔ خصوص بہشتی زیور و اصلاح الرسوم اور تبلیغ و مخط میسر ہوں اور اپنی نسبت میں امدادی لکھنا کافی ہے اشرفی لکھنے میں بہت سے شرعی محذورات ہیں جن کی تفصیل اگر تامل سے معلوم نہو تو تصریحاً دریافت کرنے سے لکھ سکتا ہوں۔

نمبر ۵۳۱ (مضمون) مجھکو عرصہ بیس پچیس روز سے بخار آتا ہے مگر ۲۹ اکتوبر ۱۹۱۷ کو تپ و لرزہ بہت شدت سے آیا یہانتک نوبت ہے کہ رات کو نیند نہیں آتی ہے اگر بیداری میں آنکھیں بند ہوجاتی ہیں تو صورتیں بری ہولناک دکھلائی دیتی ہیں امید کہ آپ میرے واسطے دعا فرماویں

(جواب) حق تعالیٰ آپکو صحت کاملہ عطا فرماویں سوتے وقت آیۃ الکرسی ایک بار قل اعوذ برب الفلق و قل اعوذ برب الناس ایک ایک بار پڑھکر سو یا کیجئے اور کسی طبیب سے دریافت فرماکر

سرپر روغن کدو کی مالش کیجئے حق تعالیٰ سے میں بھی دعا کرتا ہوں۔

۱۲ر محرم الحرام ۱۳۳۶ھ

(مضمون ۵۳۲) آج میرے قلب میں ایک دریا علوم کا موج زن ہے جس کی ابتدا و انتہا کو میں دیکھ رہا ہوں بوجہ قلت بیانی کے تحریر و تقریر میں نہیں لا سکتا۔ مگر امید ہے انشاء اللہ اسکا استخراج حق تعالیٰ ضرور فرماوینگے مجھ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے راستہ پر قایم کیا ہے یعنی جو کام حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کروایا تھا اس راستہ پر مجھکو بھی قائم فرمایا ہے اور حضرت صحابہ رضی اللہ عنہم نے جو کام کیا ہے اُس کا علم مجھ کو عطا کیا میرے دل میں ایک آگ موج زن ہے اسکو میں بیان نہیں کر سکتا مگر اپنے احباب سے عرض ہے کہ وہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو زندہ کرنے کی کوشش کریں میں ان سے قسم کھا کر بیان کرتا ہوں کہ ان کی غیب سے مدد فرماوینگے جیسے صحابہ رضی اللہ عنہم کی مدد فرمائی گئی ہے میں نے حق تعالیٰ کے وعدہ کو پایا جیسا کہ حق تعالیٰ کا فرمان ہے جو لوگ ہماری راہ میں کوشش کرتے ہیں ہم اُن کو اپنا راستہ دکھاتے ہیں۔ اے دوستو اپنی رائے سے درگذر کرو راہِ حق تعالیٰ میں جیسے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم دنیا میں کر کے دکھلا گئے ہیں واللہ میں پھر قسم کھا کر عرض کرتا ہوں اے میرے دوستو اپنے شیخ کی نصیحتوں کو سخت مضبوط طور سے اختیار کرو اگر دونوں جہان کی فلاح چاہتے ہو میرے شیخ کی نصیحتیں مثل آفتاب کے ہیں جو شخص انکو اختیار کریگا وہ شخص کبھی محروم نہ رہیگا دین و دنیا کی برکتیں حق تعالیٰ اسکو عنایت فرماوینگے حضرت یہ باتیں جوش سے تحریر ہو گئی ہیں جناب دعا فرماویں حق تعالیٰ مجھپر اپنی کل رحمت نازل فرماویں راہِ مستقیم پر ہمیشہ قایم رکھیں اور مجھ کو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر صحابہ رضی اللہ عنہم کے طرز طریق پر پورا پورا قایم فرمادیں میرے رگ و بال میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے طرز و طریق کا جوش پیدا ہو جاوے میں نے چند روز ہوئے ایک خواب دیکھا تھا گو اب میں خواب کا کچھ بھی یقین نہیں کرتا کہ یہ اکثر بخارات معدہ کی وجہ سے ہوتا ہے اور تخیل کا بھی اسمیں بہت اثر ہوتا ہے مگر یہ خواب بہت عجیب ہونے کے سبب عرض کرتا ہوں اور اس کا بلکہ کچھ اثر بھی دیکھتا ہوں وہ خواب یہ ہے میں نے ایک دریا دیکھا جس کا پانی مجھکو گھٹنوں گھٹنوں تک آتا ہے اور میں اُس میں گذر رہا ہوا

جارہا ہوں پھر کیا دیکھتا ہوں اس دریا میں بہت زور سے طغیانی آرہی ہے اور میں اس دریا کے درمیان میں ہوں اسکے کنارے بہت دور ہیں مگر میں نے اس کے پچھلے کنارہ کو نزدیک خیال کرکے پیچھے کی طرف بھاگا اس طغیانی نے مجھ کو بہت ہی جلد اپنے بہاؤ میں لے لیا اور میں نے بالکل امید منقطع کر دی کہ میں اب نہیں بچونگا اس دریا کا پانی مجھکو شبہ ہے کہ مثل دودہ کے تھا دو روز ہوئے یہ دیکھا تھا جناب اپنے کسی دوست کو بہت سی مٹھائی بھیج رہے ہیں ایک ایسے شخص کو کہا کہ اسکو باندہ کرکے پارسل کردو مگر اُن کو ٹھیک طرح باندھنی نہیں آئی میں نے اس سے لیکر اچھی طرح باندہ دی اور کچھ اسمیں سے لیکر کھا بھی گیا اور ڈرتا بھی تھا کہ کہیں چوری نہو اور وہ مٹھائی بالوشاہی تھے پھر اسکے بعد ایک دریا دیکھا پیچھے سے تو بہت چوڑا ہے مگر جہاں میں گذرا ہوں وہاں بالکل خشک ہوگیا ہے اور میں گذر بھی گیا اور پھر اسکے اسی طرف آگیا جس طرف سے دوسری طرف پار گیا تھا۔

(جواب) ان امور کی طرف نہ توجہ کرو اور نہ کسی سے کہو بس ضروری کام میں لگے رہو جو ہونا ہوگا خود ہو جاویگا۔ توجہ حجاب ہے اور کہنا محتمل دعوے کو ہے۔

۵۳۲ (مضمون) للہ اس نیازمند کے واسطے براہ خدا و رسول استخارہ فرمائیے کہ میں کیا کروں آیا مدرسہ طبیہ میں داخل ہوں یا موٹر سکول میں یا کونسے مدرسہ میں داخل اور کیا کروں۔

(جواب) استخارہ خود صاحب معاملہ کا معتبر ہے آپ خود کریں۔

(س) اور طبیہ مدرسہ میں تین سال کی قید ہے اور موٹر سکول میں ایک سال کی اور ان دنوں نیازمند سخت پریشان ہے امید کہ جناب والا نیازمند کیلئے دعا فرما کر بندہ کو کوئی وظیفہ تحریر فرماوینگے

(جواب) حزب البحر روزانہ ایک بار۔

۵۳۳ (مضمون) شب جمعہ کو حسب دستور تہجد میں مشغول ہوا ۸ رکعتیں پڑھیں بعد ۱۲ تسبیح حسب قاعدہ پڑھنے لگا۔ بعونہ تعالیٰ جب اسم ذات دو ضربی میں پہونچا تو کچھ غنودگی سی آئی غلبہ نیند کا معلوم ہوا مگر بیٹھا ہی رہا تو دیکھتا ہوں کہ سامنے کے جانب اوپر ایک پیڑ امرود کا جسمیں امرود پختہ اکثر اور بعض قریب پختگی کے لدا ہوا ہے ایک ٹہنی میری طرف جھک رہی ہے اتنے میں آنکھ کھل گئی بدستور ضربیں لگاتا رہا پھر سابق کی سی حالت ہوئی دیکھتا ہوں کہ بائیں جانب سے کوئی شخص ایک روپیہ جو کہ معلوم ہوتا تھا کہ میرا حق ہے مجھے دے رہا ہے یہانتک کہ میری گود میں ڈالدیا۔ اور ایک شخص دو تین روپیہ میرے

سامنے آکر دیتا ہے تو میں انکار کرتا ہوں کہ یہ میرے نہیں ہیں میں نہ لونگا قبلہ تحقیق فرمادیں۔

(جواب) ایسے واقعات بتدیوں کو پیش آتے ہیں جو قابل التفات نہیں۔

(مضمون) ایک صاحب نے دریافت کیا کہ میں کونسی تفسیر دیکھوں۔

(جواب) جبتک کہ آپ خود سامنے موجود نہوں آپکے لیے تفسیر کا تجویز کرنا مشکل ہے۔

۲۴ محرم الحرام ۱۳۳۶ھ

(مضمون) ایک صاحب نے خط میں لکھا تھا کہ میرا ارادہ حاضری کا ہے حضور اپنے قیام یا سفر سے مطلع فرمادیں بجواب اس کے حضرت والا نے تحریر فرمایا تھا کہ وعدہ نہیں ہوسکتا اکثر سفر دفعۃً پیش آجاتا ہے اگر میں نہ ملا تو یہ امر گوارا ہوگا بجواب اس کے یہ خط آیا حضور کا والا نامہ موصول ہوا بے شک مجکو گوارا ہوگا۔ حضور کے متوسلین و مکان قیام و خانقاہ و مسجد وغیرہ کی زیارت تو ہوجاویگی۔ اگر حضور تشریف فرما ہوسے تو فہو المراد۔

(جواب) عالی ہمتی اسی کا نام ہے بارک اللہ

(مضمون) معمولات کو بفضلہ تعالیٰ اور دعا عالیجناب سے بہت اچھی طرح پورے کرتا ہوں اور حالت بھی اچھی ہے آج شب کو ایک خواب دیکھا کہ چند مرد اور عورتیں اوپر کو چڑھے جارہے ہیں اُن کی طرف دیکھکر بندہ بھی اُڑا۔ تھوڑی دور جاکر پھر لوٹ آیا اور پھر ایک آدمی مجکو کہتا ہے کہ ہم کو اُڑکر دکھاؤ بندہ نے کہا کہ کسی کے سامنے نہیں اُڑا کرتے پھر اُنھوں نے کہا اچھا میرے کندھوں پر چڑھکر اُڑ جاؤ میں نے کہا نہیں پھر آنکھ کھل گئی طبیعت پر ایسی خوشی تھی آنکھوں سے آنسو جاری تھے کل ایک روپیہ کا منی آرڈر کیا ہے قربانی کی کھال کا ہے حضور جہاں چاہیں خرچ کریں۔

(جواب) خواب کی طرف زیادہ التفات نہ کیا جاوے کام میں لگے رہیں اگر کوپن میں بھی یہ مضمون لکھا ہوا ہو تو وصول کرلونگا ورنہ اس خط کا مضمون یاد رہنا مشکل ہے

(مضمون) حضور نے بجواب پرچہ تحریر فرمایا تھا کہ غیبت ایک ہفتہ چھوڑ دیکھے بعد ہفتہ کے غیبت کرنا بہت ناگوار ہوگا اور اب جبکہ کمترین خدمت حضور میں حاضر تھا حضور فرمارہے تھے کہ حضرت حاجی صاحب بھی غیبت سنا نہ کرتے تھے جبکبھی کوئی غیبت کرتا تو حضرت حاجی صاحب

فرمادیا کرتے تھے کہ وہ ایسے نہیں ہیں گویا اُن کی گفتگو کو رد کر دیا کرتے تھے اب عرض ہے کہ جس جگہ غیبت ہو یا کوئی اپنے سے آکر غیبت کرے تو وہ بالکل نہ سُنے یا اُس کو رد کر دیا کرے اگر کوئی معزز آدمی آکر غیبت کرے تو رد کرے یا خاموش رہے جیسا حکم ہو تعمیل کیا جاوے کمترین نے حضور کے پاس سے آکر یہ انتظام کیا ہے جو غیبت اور جھوٹ بولا جاوے اُسکو روزانہ لکھ لیتا ہوں اب عرض ہے کہ اس عمل کی اجازت ہو تاکہ برکت ہو۔

(جواب) اگر رد کرنے میں فتنہ نہ ہو تو یہی بہتر ہے ورنہ کسی بہانہ سے اُٹھ کر چلا جاوے اللہ تعالیٰ آپ کی مدد فرماوے۔

(مضمون ۳۳۵) عنایت نامہ وارد ہوا ممنون فرمایا خدا کا شکر ہے کہ آپنے میرے الحاح کو بغیر مشاہدہ کے تسلیم کیا یہ تو میں ہر خط میں لکھتا ہوں کہ میں اس قابل نہیں ہوں کہ جناب کے ساتھ بحث کروں مگر چونکہ آپنے فرمایا ہے کہ اس کا جواب لکھو کہ اگر وقت پر کوئی ایسا مانع درپیش آیا جو میرے اختیار میں نہ ہو۔ اسلئے بمقتضائے الامر فوق الادب جواب عرض کرتا ہوں وہ یہ ہے خدا نے جسقدر احکام بندوں پر فرض کئے ہیں اسمیں استطاعت بمعنی اختیار شرط لگایا گیا ہے (قال تعالیٰ فاتقوا اللہ ما استطعتم) پس آپ ان بندگانِ خدا کے خوش کرنے کیلئے جن کیطرف سے میں بار بار آپ کو خط لکھتا ہوں وعدہ فرماوینگے اور اُسکا ایفار شرعاً آپ پر لازم ہوگا تو ضرور اس میں بھی استطاعت بمعنی اختیار کا شرط ملحوظ ہوگا کیونکہ ایجاب عبد ایجاب معبود سے بڑھ نہیں سکتا فقط چونکہ میں نے جناب کے اس رقعہ سے یہ سمجھا کہ اتفاقی موانع کا ڈر نہ ہوتا جو میرے اختیار میں نہیں ہیں تو میں وعدہ کرتا۔ اسلئے بطور دلالت التزامی کے ہم لوگوں نے اس وعدہ کو مقید بقید مذکور سمجھا اسی بنا پر آیندہ جمعہ کو جو ۲۲ محرم کو ہوگا بندہ اور مولوی فاروق احمد صاحب حاضر خدمت ہونگے امید ہے خدا سے کہ کوئی مانع جو اختیاری نہیں پیش نہیں آویگا۔

(جواب) آپنے جو کچھ لکھا ہی باستثناء اسکے کہ آپنے میرے سوال کو وعدہ مقیدہ سمجھا باقی سب درست ہے مگر عوام بلکہ اکثر خواص بھی عدم الیفا بعدم الاستطاعۃ کے وقت خلف وعدہ کا الزام لگا دیتے ہیں جس سے تاذی ہوتی ہے اسلئے اسلم یہ ہے کہ جو وقت بلانے کا تجویز کیا جاوے اگر تجویز کے وقت ہی عدم استطاعت معلوم ہو جاوے تو تجویز ہی کے وقت عذر کر دے اور اگر اُس وقت

عدم استطاعت معلوم ہو تب بھی وعدہ نہ کرے بلکہ اُسوقت پر کوئی لینے آوے اگر استطاعت ہو چلا جاوے ورنہ عذر کردے تو کسی کو خلف وعدہ کے الزام کا موقع نہ ملے اب عرض کرتا ہوں کہ جو وقت آپنے تجویز فرمایا ہے اسمیں استطاعت نہیں ہے۔

(**مضمون**) از مدت یک سال بعد تلاوت قرآن مجید بعونہ تعالی مناجات مقبول را ہمیشہ می خواند لیکن چند رسالہ حضور دیدہ معلوم گردید کہ بغیر اجازت وظیفہ ہم نفع نشود لیکن باجازت نفع زیادہ وفائدہ از دیاد باشد فلہذا امر جو کہ از روئے مہربانی و بندہ نوازی اجازت مناجات مقبول مرحمت فرمودہ ممنون ومشکور سازند۔

(**جواب**) ایں انفعیت باجازت از کدام رسالہ من معلوم گردید۔

(**مضمون**) حالت خادم کی بفضلہ تعالی اچھی ہے بعد نماز تہجد نفی اثبات ۲۰۰ مرتبہ۔ اثبات ۴۰۰ مرتبہ اسم ذات دو ضربی ۶۰۰ مرتبہ وغیرہ وغیرہ بعد نماز فجر اوراد مختصر جو معہ تنبیہات الوصیت تمۂ ثانیہ کے پشت پر لکھے ہوئے ہیں اس کے بعد ایک پارہ کلام مجید پھر ایک منزل مناجات مقبول پھر اسم ذات ۶۰۰۰ مرتبہ پھر حضور کی تصانیف میں سے جو مواعظ وغیرہ ہیں مطالعہ میں رہتے ہیں اور ہر وقت اسم ذات کا ورد رکھتا ہوں بعض اوقات درمیان اذکار کے قلب میں رقت محسوس ہوتی ہے لیکن ہر وقت یہ حالت نہیں رہتی حضور کی ناراضگی کی وجہ سے ہر وقت طبیعت پریشان رہتی ہے للہ آپ خطا معاف فرمادیں اور مجھ سے راضی ہو جائیے آیندہ کبھی نامشروع یا نامناسب شخص کی صحبت میں نہ بیٹھونگا اور اوراد حتی الامکان قضا نہ کروں گا۔

(**جواب**) جب آیندہ بھی عزم کرلیا ہے انشاء اللہ تعالی ماضی معاف ہوگیا میں بھی راضی ہوگیا۔

(**مضمون**) اصلاح الرسوم سنکر ہم نے ناچ دیکھنا چھوڑ دیا اور داڑھی منڈانا چھوڑ دیا اور ہمارے یہاں پر دو لڑکیوں کا انتقال ہوگیا جسپر محلہ کی عورتیں اور برادری کی عورتیں رونے آئیں ہم نے منع کردیا اور تیجا دسواں وغیرہ کچھ نہیں کیا۔ اور گنجفہ شطرنج وغیرہ وغیرہ جو رسمیں تھیں اور فعل اپنے اندر برے پائے فوراً توبہ کرلی اور آیندہ کو عہد کرلیا۔

(**جواب**) اگر آیندہ بھی اُس کتاب پر پورے طور سے عمل کرنے کا ارادہ پختہ ہو تو میں توکلاً علی اللہ بیعت کرتا ہوں۔

ع۵ اول خط مخبری (المعی) صفحہ ۱۲

۲۳ محرم الحرام ۱۳۳۶ھ

۵۴۲

(مضمون) میں نے درخواستیں دوسری ملازمتوں کے واسطے کر رکھی ہیں ابھی تک کوئی جگہ نہیں خالی ہے وعدہ ہو رہا ہے بشرطیکہ مقدر میں ہے آپ بھی دعا فرماویں نفس نے ایک تاویل یہ کی ہے کہ چونکہ حق التحریر جو ملتا ہے وہ بحق وکیل صاحب جمع ہوتا ہے اور وکیل صاحب سے [illegible] روپیہ کا مشاہرہ مجکو ملتا ہے لیکن چونکہ مرتکب تو میں خود ہی ہوتا ہوں گو نفع اس کا کسی ہی ذریعہ سے کوئی نہ لے لیکن میں مؤاخذہ دار ضرور ہوں اسوقت اس کوفت سے نجات ملنے کی دعا کا خواستگار ہوں

(جواب) دعا کرتا ہوں حق تعالیٰ اچھی صورت پیدا کرے۔

(ضمیمہ میں) اور تو بفضلہ تعالیٰ میری بہت اصلاح ہو گئی جو مجکو محسوس ہوئی اور میں اس کو حضور کا طفیل خیال کرتا ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ اگر آئندہ بھی ایسی ہی توجہات رہیں تو نتیجہ اچھا نکلے گا لیکن دو باتیں جن کو ذیل میں عرض کرتا ہوں ابھی تک بدستور حالت میں ہیں چونکہ اندیشہ ناک ہیں اسلئے دعا ر کا خواستگار ہوں مجکو قیافہ کا ملکہ ہو گیا تھا اور میں نظر سے دیکھکر عورتوں کی اکثر حالتوں پر عبور کر جاتا تھا اور کثرت تجربہ اور مشاہدہ سے ہمیشہ صحیح ہوتا تھا اس خبط نے نظر کا مریض کر دیا اور ابتک باوجود اسکے کہ اس خیال سے توبہ کر لی اور بالکل چھوڑ دیا لیکن نگاہ اٹھنے اور دیکھنے بغیر چین نہیں آتا ہر چند ضبط کرتا ہوں بعض وقت ضبط ہو جاتا ہے لیکن بعض اوقات نفس بے قابو کر دیتا ہے خداوند عالم اگر اس نفس پر قدرت دیں تو اس سے نجات ہو سکتی ہے ورنہ اپنا امکان نہیں تھا

(جواب) جب فعل اختیاری ہے اختیار سے کام لینا چاہیئے۔

(ضمیمہ میں) بحالت تندرستی اور اطمینان تو بفضلہ معمولات ٹھیک وقت پر اور حسب دلخواہ ہوتے ہیں لیکن بیماری خصوصاً ایک عارضہ درد سر کا مجکو ہے جس کا دورہ ہوتا ہے اگر یہ دورہ نہایت خفیف بھی ہو تو میرے تمام معمولات اور اوقات میں فرق پڑ جاتا ہے بلکہ اکثر قضا ہو جاتے ہیں حالانکہ خیال ذہن میں رہتا ہے کہ وقت نزع نہایت تکلیف کا وقت ہو گا اسوقت تو کیا کریگا۔ لہذا مجکو اس حالت تندرستی سے زیادہ فکر اور شغل کرنا چاہیئے لیکن ناچار ہوں نہیں کر سکتا اور اس خطرہ سے یہ ہوتا ہے کہ اگر خدانخواستہ آخری وقت کی تکالیف میں یہ حالت بھی نہ معلوم کیا حشر ہو اور نتیجہ ہمیشہ خاتمہ پر

مرتب ہوتا ہے اس خیال سے نہایت بے چینی رہتی ہے۔

(جواب) ذرا بھی فکر کی بات نہیں اخیر وقت بھی ایسا ہونا مضر نہیں

(ضمیمہ) آج اتفاق سے وقت جماعت سے زیادہ قبل مسجد میں چلا گیا ادھر یہ جی چاہا کہ اسوقت نماز قضاء عمری پڑھوں چنانچہ پڑھی بعد فراغ نماز جماعت ایک صاحب نے فرمایا کہ بعد طلوع صبح صادق سوائے دو سنت اور دو فرض صبح کے اور کوئی نماز نہ پڑھنی چاہیے اور میرا خیال یہ تھا کہ وہ سنت فجر کے صرف فرض پڑھ سکتا ہے عام اس سے کہ وقتی ہوں یا قضا لہذا تصحیح کی ضرورت ہوئی آیا طلوع صبح صادق کے بعد طلوع آفتاب تک باستثنائے نماز صبح کے اور کوئی نماز پڑھی جا سکتی ہے یا نہیں۔

(جواب) آپ کو صحیح یاد رہے

(ضمیمہ) مثل دلائل الخیرات کے مناجات مقبول میں بھی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے اول سیدنا و مولانا اور آخر میں صلی اللہ علیہ وسلم لگانا چاہیے یا نہیں۔

(جواب) اختیار ہے۔

(س) اگر کسی روز تہجد کی نماز قضا ہو جاوے تو صبح صادق ہونے پر نفل تہجد پڑھی جاویں یا نہیں۔

(جواب) نہیں۔

(س) اگر نہیں تو دوازدہ تسبیح بغیر نفل کے پڑھ لیجاویں یا اُن کے بھی قضا کرنے کی ضرورت ہی یا کیا طریقہ رکھا جاوے اسوقت تک تو معمول یہ تھا کہ سنت صبح کے قبل عام اس سے طلوع صبح صادق ہو گیا ہے نماز سنت کی نیت کر کے پڑھ لیں اور بعد کو دوازدہ تسبیح پڑھیں۔

(جواب) بہتر ہے مگر نوافل بعد طلوع شمس۔

(مضمون) اس غلام نے عرصہ بیس پچیس برس کا ہوا کہ شہر لکھنؤ میں بعد سماعت وعظ شرف بیعت حاصل کیا تھا اُسوقت سے آجتک بوجہ عسرت و تفکر معاش و شومی طالع سے حاضر ہونیکا موقع نہیں ملا

(جواب) کیا خط و کتابت بھی دشوار تھی۔

(س) بعد اکثر خواب میں حضور سے قدمبوسی ہوتی رہی اور اکثر خواب میں حضور نے ہدایت تا دینداری اعمال کی

(جواب) اس کا اعتبار نہیں

(س) ایک خواب نظر آیا کہ ایک معزز صاحب نے ایک صاحب کو حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم

کو بلانے کے واسطے بھیجا ہے چند صاحبان اُن کی پیشوائی کو جارہے ہیں میں اُن کے ہمراہ ہولیا تھوڑی دور جاکر دیکھا کہ دو تین صاحبان مع ایک کوتل کے پاپیادہ تشریف لا رہے ہیں قریب جاکر دریافت کیا کہ کون حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو ایک صاحب نے انگشت اُٹھا کر فرمایا کہ حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم یہ ہیں میں نے جو آپکے رُخ پُرانوار پر نظر کی تو سیاہ داڑھی متوسط لمبائی ہیں اور صاف چہرہ اور لباس بہ رنگ کتھئی بصورت جامہ زیب بدن دکھائی دیا آپکے سینہ مبارک سے الگ ہٹتے ہیں اور حضرت بھی بہت خوشی سے اپنے سینہ سے چمٹاتے ہیں میں نے بھی کوشش کی لیکن کامیابی نہ ہوئی۔

(جواب) تعبیر پوچھنے کی ضرورت نہ بتلانے کی ضرورت جو ضروری کام ہے وہ کیجئے۔

(س) اب مجھے کیا کرنا چاہئے جن جن باتوں کی آپ ہدایت فرماوینگے بسروچشم بجالاؤنگا۔

(جواب) سبحان اللہ اچھے مرید ہیں ابھی تک اسکی بھی خبر نہیں۔

(س) ایک مسئلہ بھی دریافت طلب ہے کہ بہ سبب علالت بیماری ایک سال ماہ صیام میں بشوہ اظہار روزہ نہیں رکھ سکی قضا روزہ رکھنا چاہیئے۔

(جواب) ہاں۔

(س) یا کہ تیس محتاجوں کو کھانا کھلا دیا جاوے

(جواب) نہیں۔

(مضمون) اشتیاق ہے کہ خدمت میں حاضر ہوں لیکن تنگدستی کی وجہ سے حاضری سے قاصر ہوں معمولات برابر جاری ہیں حضرت اگر میرے لئے مناسب ہے خدمت میں حاضر ہونا تو ارشاد فرماویں اور بلا خرچ کے بندوبست کے لئے دعا فرماویں۔

(جواب) میں کسی کو لئے نہیں دیتا۔ لہذا یہ لکھنا کہ اگر میرے لئے حاضری مناسب ہے بالکل میرے مذاق کے خلاف ہے مجکو تکلیف ہوتا ہے۔

(مضمون) آج شب کو بندہ کے گھر میں تاریخ لڑکا پیدا ہوا اگر حضور کے مذاق کے خلاف نہ ہو تو ایک کپڑا استعمال شدہ جناب حکیم محمد یوسف صاحب کو دیدیں اگر موجود ہو تو روانہ کردینگے۔

(جواب) حکیم صاحب کو لکھدیں کہ دعا کریں۔

(مضمون ۶۷۶) بجواب احقر نامہ مفخر نامہ موصول ہوا باعث اعزاز ہوا بے شک بزرگوں کے خادموں کے واسطے حاضری کیلئے اجازت کی ضرورت ہوا اجازت ہی نہیں بلکہ اگر دعا فرماویں تو بہت جلد قدمبوسی ممکن ہے۔

(جواب) وہ خط بھی ہمراہ آتا تو اس خط کا جواب دیا جاتا۔

(مضمون ۶۷۷) مدرسہ سے تنخواہ نہیں لیتا صرف کھانا البتہ ایک شخص کے یہاں کھالیتا ہوں اور تنخواہ نہ لینے سے کچھ طبیعت میں بے اطمینانی نہیں معلوم ہوتی اور نہایت ہی اطمینان ہے اور بھروسہ ہے اللہ تعالیٰ پر کہ اللہ تعالیٰ ضرور امداد فرماوینگے چنانچہ ایک روز کا واقعہ ہے کہ میں بیٹھا تھا ایک شخص نے تین روپیہ لاکر دیئے میں نے تھوڑی دیر سوچا کہ ناجائز تو نہیں جب دل نے گواہی دی کہ ناجائز کی تو کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی اللہ تعالیٰ کی نعمت سمجھکر قبول کرلیا اور شکر الٰہی بجالایا مجھے تو کھانے میں بھی شبہ ہوتا ہے اگر اجازت ہو تو اسکو بھی چھوڑ دوں۔

(جواب) نہیں بلکہ اگر ضرورت ہو تنخواہ بھی لیجئے

(س) حضرت والا توجہ الی اللہ و دھن برابر لگی ہوئی ہے مگر حاضری آستانہ کے وقت جو کیفیت تھی اُسکے اعتبار سے اپنے کو نافق کہنے کو جی چاہتا ہے۔

(جواب) اس کا جواب خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم دے چکے ہیں۔

(س) اور جو کتابیں پڑھی نہیں ہیں اور بظاہر سخت معلوم ہوتی ہیں نہایت سہولت سے پڑھا لیتا ہوں یہ فیض مرشدی ہو ورنہ بندہ اس قابل نہ تھا ان کتابوں کے مطالعہ کے بعد ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے کسی نے کہدیا کہ یہ حضرت مولانا کی برکت سے سمجھ میں آگئیں ورنہ تم اس قابل نہ تھے اسی طرح بعض اوقات کوئی حالت رہتی ہے اُسپر کوئی دوسری حالت طاری ہوجاتی ہے تو فوراً معلوم ہوتا ہی کہ جیسے حضرت کے پاس ہی بیٹھا ہوں کیا حضرت والا یہ میرے سب خیالات صحیح ہیں

(جواب) صحیح ہی سمجھنا نافع ہے۔

(س) اگر مناسب ہو تو کوئی شغل مثل مراقبہ وغیرہ کے تبلایا جاوے۔

(جواب) جس سے دلچسپی ہو اجازت ہے۔

(س) پہلے نیند میں لفظ اللہ جاری ہو جاتا تھا جسوقت وظیفہ میں نیند آتی تھی اب کثرت نہیں ہے کبھی کبھی ہو جاتا ہے۔

(جواب) اس طرف التفات نہ کیا جاوے یہ کوئی معتد بہ حالت نہیں۔
(س) اب وظیفہ تو آہستہ پڑھتا ہوں مگر یک بیک زور سے لفظ اللہ نکلتا ہے اُس وقت دل کو بے چینی ہو جاتی ہے اور دل میں آتا ہے کہ بیٹھ کر رو یا کروں۔
(جواب) پھر کس نے منع کیا ہے۔

۲۴ محرم الحرام ۱۳۳۶ھ

(مضمون) سید ...... کے چھ بچے مسان وغیرہ کے مرض میں مبتلا ہو کر انتقال کر گئے جنمیں سے ایک لڑکی باقی ہے مہربانی فرما کر کوئی تعویذ حفظ حمل مرحمت فرماویں۔
(جواب) مرسل ہے گلے میں اس طرح ڈالا جاوے کہ شکم پر پڑا رہے۔
(مضمون) ایک مرتبہ جناب والا نے کانپور میں میرے گھر کے لئے سیاہ مرچ پر کچھ پڑھ کر استعمال کے لئے فرمایا تھا جو کہ خیال نہیں رہا اگر مناسب خیال فرماویں تو تحریر فرماویں۔
(جواب) دونوں چیزیں پاؤ پاؤ سیر مخلوط کر کے اُن پر ۴۱ بار سورۂ والشمس مع بسم اللہ و درود شریف ہر بار میں دم کر کے حاملہ کو روزانہ تھوڑا تھوڑا کھلادیں بچہ کے دودھ چھوٹنے تک۔
(س) بندہ چونکہ کچھ پڑھا لکھا نہیں ہے غالباً خط کے پڑھنے میں دقت ہو زیادہ القاب آداب بھی نہیں جانتا معاف فرمادیں۔
(جواب) بس ایسا ہی طرز تو میرے مذاق کے موافق ہے زیادہ آداب القاب کو میں خود روکتا رہتا ہوں۔
(مضمون) میں رہنے والا نمازی پور کا ہوں میرے بڑے بھائی مچھلی شہر میں نائب تحصیلدار ہیں اور میں چونکہ وکالت کا امتحان دینے والا ہوں اسلئے اپنے بھائی کے پاس چار ماہ سے ہوں میرے والد ڈپٹی کلکٹر تھے اب پنشن پاتے ہیں اور اسپیشل مجسٹریٹ ہیں میرے خاص چچازاد بھائی ...... صاحب و .... وغیرہ ہیں مگر حضور سے یہ بھی اطلاع کر دینا غالباً غیر مناسب نہ ہوگا کہ گو میرے بھائی ہیں مگر بالکل دنیا دار ہیں اور مجھے اُن سے اِن معاملات میں بالکل رغبت نہیں ہوتی عرس وغیرہ کرتے ہیں اور بہت سی ناجائز باتیں ہوتی ہیں مگر جب سے میں یہاں آیا ہوں حضور کی کتابیں تو دیکھنے کا کم موقع ملا مگر سید علی سجاد صاحب تحصیلدار اکثر وعظ فرمایا کرتے ہیں۔

جسکا اثر میرے دل پر بہت ہوا اور میں نے داڑھی بھی رکھ لی ہے میری عمر نومبر میں ۲۲ برس کی ہو جائیگی
چونکہ والد صاحب کا حکم ہے اسلئے امتحان وکالت کا دیتا ہوں نماز کی پابندی کرتا ہوں میں حضور
کی خدمت میں آنے والا تھا مگر بھائی ...... صاحب کی انتظار کی ہے جس وقت وہ آجاوینگے
انشاء اللہ حاضر ہونگا - ابتک میرا تمام زمانہ گناہوں میں گذرا ہے ہر قسم کے گناہ مجھ سے سرزد ہوئے ہیں
مگر اب توبہ کرلیا ہے حضور دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ استقامت بخشے اگر حضور تلقین فرماویں تو تا
حاضری میں اس کو کرتا رہوں بڑا گنہگار ہوں حضور میرے حال پر رحم فرما کر کچھ تلقین فرماویں

(جواب) حق تعالیٰ آپکے خلوص فی الدین میں ترقی فرماوے ہر کام ترتیب سے اچھا ہوتا ہے پہلے
میری تالیفات خود ملاحظہ فرمایئے اور پوری پوری دیکھئے متفرق طور سے دیکھنا کافی نہیں یہ سب سے
پہلا کام یہ ہے اور دوسرے درجہ میں رائے قائم کرنا کہ ایسی ہی رائے معتبر ہے نہ وہ جو سماعی ہو پھر
پھر تیسرے درجہ میں وہ درخواست جو اس خط میں لکھی گئی ہے اگر فائدہ کیلئے کام کرنا ہے اس
ترتیب کیجئے

(مضمون) بسم اللہ آج بعد تین ماہ کے خدمت بابرکت میں احقر نامہ بھیجنے کی جرأت کرتا ہوں
اس درمیان میں قریب قریب پھر انھیں حرکات میں مبتلا ہو گیا تھا کہ جنمیں حضرت کی خدمت
میں خط لکھنے سے پیشتر مبتلا تھا صرف اتنا فرق ضرور تھا اب دل میں ایک قسم کی کھٹک ضرور
پیدا ہوگئی تھی کہ جو پہلے مفقود تھی اب کسی برائی کیطرف اگر طبیعت مائل بھی ہوتی ہے تو یہ خیال
ہو جاتا ہے کہ مرنا ہے اور اللہ کے سامنے جانا ہے اپنی حرکات سے سخت نادم ہوں اور آج پھر
گناہوں سے توبہ کر کے اہم فوائت اور تہجد کے پڑھنے کا مصمم قصد کرلیا ہے خدا امداد فرماوے
کیونکہ حضرت والا میں بہت کمزور طبیعت واقع ہوا ہوں دو چار روز کی بری صحبت بھی اپنا
اثر کئے بغیر نہیں رہتی ہے حضور دعا فرماویں کہ میں مستقل طور سے گناہوں سے کنارہ کش ہو جاؤں
ع قلندر آنچہ گوید دیدہ گوید ؛ پہلے خط میں حضور نے تحریر فرمایا تھا کہ تیرے آنے کی ضرورت
ہے مگر محرومی قسمت کہ ابتک حاضر نہیں ہو سکا ہوں میرے دل میں اب بھی خیال ہوتا ہے
کہ جبتک حضور کی خدمت میں حاضر نہ ہونگا اسوقت تک میرا دل زنگ سے صاف نہ ہوگا
اسلئے کہ جو کچھ حضور نے فرمایا ہے اس کا پورا ہونا بھی لازمی ہے میرا ارادہ ہے کہ بڑے دنکی تعطیل

میں انشاء اللہ تعالیٰ حاضر ہوکر قدمبوسی حاصل کرونگا۔

(جواب) مگر میں قطعی طور پر نہیں کہہ سکتا کہ میں وطن میں موجود ہی ہونگا کیونکہ بعض دفعہ سفر پیش آجاتا ہے جس کی پہلے سے اطلاع مجکو بھی نہیں ہوتی سو اگر ایسا ہوا تو آپ پر کیا اثر ہوگا۔ اس کو سمجھکر سفر کیجئے۔

(مضمون) اسوقت میری عمر قریبًا چھبیس سال کی ہے اور بفضلہ تعالیٰ دو برس سے نماز پابندی سے ادا کرتا ہوں اور اس سے قبل بھی کبھی کبھی ادا کرتا تھا۔ مگر دو برس سے خوف باری تعالےٰ دل پر بہت ہی ہے یہاں مچھلی شہر میں بعہدۂ سب رجسٹراری متعین ہوں اور میرا عرصہ سے خیال تھا کہ پیر کامل کی خدمت میں حاضر ہوکر شرف بیعت حاصل کروں یہاں آکر بھائی علی زین العابدین صاحب و بھائی علی سجاد صاحب تحصیلدار کی زبانی اکثر حضور کی تعریف سننے میں آئی اور اکثر حضور کی تصانیف دیکھنے میں آئی پہلے تو طبیعت کچھ اس طرف متوجہ نہوئی لیکن کچھ دنوں سے یہ جی چاہتا ہے کہ شرف قدمبوسی حاصل کروں لہذا التماس ہے کہ جبتک خداوند کریم مجکو اس ارادہ میں کامیاب کرے اسوقت تک کیلئے اگر حضور مناسب خیال فرماویں تو میرے لئے کچھ تعلیم ارشاد فرماویں میں کشف کرامات کچھ نہیں چاہتا صرف اپنی عاقبت بخیر کرنا چاہتا ہوں اور حضور میرے واسطے دعا فرماویں اور جو کچھ مناسب رائے عالی ہو حکم فرماویں

(جواب) آپ پہلے میری تالیفات دیکھ لیجئے صرف سماعی روایات پر رائے قائم نہ کیجئے جو کتب دیکھئے پوری پوری دیکھئے اور اُنکی تفصیل سے مجکو اطلاع دیجئے اور اُس اطلاع کے ساتھ یہ خط بھی بھیجئے

(مضمون) بندہ در شہر دہلی مدرسہ حسینیہ بجماعت دورہ حدیث درس گیر است اما از چندے روز آتشے کہ در دل بعقیدت منزل بحکم خاکسار روشن گردید الحمد للہ کہ متاع خاطر ہمہ خشک و تر را بسوزید۔ اکنوں روز و شب دریں فکر میگذارد کہ کجا رود و ایں مرض اندرونی را چارہ چگونہ جوید اگر اجازت فرمائید دورہ حدیث را ترک نماید دگرنہ فرصت بندہ در آخر شب دو ساعات یا قدرے زیادہ و بعد عصر تا وقت مغرب و بعد مغرب نصف ساعت و بغیر ایں ہوفق گنجایش و اوقات باقیہ بحسب امکان بکتب بینی مشغول ماند بوفق اوقات مذکورہ بحق بندہ چیزے ارشاد فرمائید تا احقر بجان و دل بآں عمل نماید و دل بیقرار را تسکین دہد و بعد فراغت از جماعت دورہ اگر خدا توفیق بخشد فیض خدمت

بابرکت حاصل نمودہ سعادت دارین بکار گیرد و دربارۂ احقر للّٰہ دعا فرمایند تا خداوند تعالیٰ حظے از معرفت اللہ عطا نماید ہرچہ عرض نمودہ اضطراری است نہ اختیاری گستاخی عفو فرمایند۔

(جواب) لزوم تقویٰ درہر حال ضروری است اما ورادلپس ورد افضل از اشتغال حدیث نیست

(مضمون) ایک شخص نے زنا کیا بہت کچھ کیا لیکن اُس نے توبہ کرلی بعد توبہ کے پھر اُس نے زنا کیا اب اس زنا کے خوف سے اتنا ڈر ہے کہ عقل ٹھکانے نہیں ہے بہت افسوس ہے اب توبہ قبول ہوگی یا نہیں

(جواب) اب بھی توبہ قبول ہوجاویگی خداوند تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہ ہونا چاہئے مگر آئندہ کو بہت ہی زیادہ نفرت و اجتناب رکھئے۔

(مضمون) آج پانچ روز سے میرے لخت جگر دل شاد سلمہا مرض طاعون میں مبتلا ہے اور مرض ترقی پر ہے میرے دل پر جو کچھ صدمہ و پریشانی ہے وہ قابل اظہار نہیں خدا ہی کو حال معلوم ہے خدا رحم فرماوے دست بستہ گذارش ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ سے اسکی صحت کی دعا فرمائیے

(جواب) اے اللہ اس مریض کو اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے صحت کاملہ عاجلہ عطا فرما ہر روز غذا و پانی پر سورۂ انا انزلنا پڑھکر کھلانا پلانا چاہئے۔

(مضمون) جناب نے اس خاکسار کو دعا حزب البحر پڑھنے کیواسطے رفع پریشانی کے فرمایا تھا خاکسار نے اپنی حالت پریشانی کی ظاہر کی تھی آپ کی دعا اور فضل خدا سے وہ پریشانی کم ہے حزب البحر کی بابت حضرت حضور نے یہ فرمایا تھا کہ دن بھر میں ایک مرتبہ اور چلتے پھرتے لاحول پڑھ لیا کرو چنانچہ اب تک پڑھتا ہوں اور پڑھتا ہوں وقت بعد مغرب ہے مگر حضور نے زکوٰۃ کی بابت کچھ نہیں فرمایا دعا حزب البحر زکوٰۃ و اخذ کی وقت کی بابت تحریر ہے اگر میرے واسطے زکوٰۃ واعتکاف ضروری ہے تو ادا کروں ورنہ جیسے حضور نے ارشاد فرمایا عمل کئے جاؤں۔

(جواب) ویسے بھی کافی ہے۔

۲۵ محرم الحرام سنہ ۱۳۳۶

(مضمون) حضرت شکر ہے اللہ میاں کا کہ کم ہمت تو نہیں ہوں مگر نیند بہت ہے کہ آنکھ نہیں کھلتی اور تہجد قضا ہوجاتی ہے پھر اشراق کے بعد نفل اور ذکر کرلیتا ہوں آپ دعا کریں اللہ میاں

لام بنالیں وہ اپنی محبت عطا فرماویں اور نیند کی کمی کی تدبیر بتلا دیں حضرت قابل پوچھنے
و بہت باتیں ہیں مگر بوجہ طول کے خط میں تو لکھ نہیں سکتا اور حضرت سب میں حاضر ہوتا
ں اور آپ سے بات کرنے کا موقع ہوتا ہے تو بوجہ رعب اور دہشت کے پوچھ نہیں سکتا اور
ل بھی چاہتا ہے تو بھول جاتا ہوں دل کی دل میں ہی رہتی ہے

جواب) نیند کی زیادتی یہ ایک مرض ہے جس کا علاج طبیب سے کرانا چاہئے
فی اس سے کوئی دین کا ضرر نہیں ہے لا تفریط فی النوم خود حدیث میں ہے ایسی حالت
یں بہتر ہے کہ سب معمولات عشاء کے بعد کر لیا کرو پہلے بھی میں تم کو لکھ چکا ہوں - اور
ہاں آکر بھول جانے کی جو شکایت لکھی ہے سو اوس کا طریقہ آسان
ہے کہ جو بات وہاں یاد آیا کرے لکھ لیا کرو اور اوس لکھے ہوئے کو
دیکھکر یہاں پوچھ لیا کرو

۵۵ (مضمون) برادر مسمی مولوی ...... آپ سے اجازت لیکر
قصد السبیل پر عمل کرتا تھا نہیں معلوم کثرت اذکار سے ہے یا خلاف
ترتیب سے ہے یا کوئی اور عوارض سے دیوانہ ہو گئے آپ کی
لاجاہ عظمت میں عرض ہے ہمارے برادر مذکور موصوف کے حق میں
دعا فرماویں اور کوئی حکمت عملی ہو تو ارشاد فرماویں

جواب) مرض کا علاج طبیب سے کرانا چاہئے اور ذکر و شغل اگر
ممکن ہو تو بالکل چھڑا دینا چاہئے پھر بعد صحت اون سے کہئے کہ جو کچھ
کرتا ہو مجھ سے مشورہ کرکے کریں اپنی رائے سے نہ کریں پھر انشاء اللہ
تعالیٰ کبھی خطرہ نہو گا

الحمد للہ ریاض الفوائد ختم ہوئی

باقی آئندہ بابت ربیع الاول ۱۳۳۹ھ

[illegible] ✻ ہمہ آفاق پر از فتنہ و شر می بینم ✻

تحذیر المسلمین

عن

موالاۃ المشرکین

ہر کسے روز بہی می طلبد از ایام ۔ مشکل این است کہ ہر روز بتر می بینم

آجکل تمامیاں اسلام سے نمایت اسلام کے دعوے ہیں دربارہ اسلام کو جو ضرر پہونچایا ہے اور ہندوؤں کے جوش اتحاد میں اسلام سے وہ جسقدر دور ہو گئے ہیں اوس کی صحیح تصویر اس رسالہ سے آپ کو معلوم ہوگی

مولوی عبد الباری صاحب کے ایک خط پر جو انہوں نے نان کو اپریشن یا قطع موالات کے متعلق خواجہ حسن نظامی کے نام لکھا ہے اسلامی نقطۂ نظر سے تنقید کی گئی ہے اور دکھلایا گیا ہے کہ بت پرستی اور گئو سالہ پرست قوم کی محبت میں آکر آپ نے اسلام کی کس قدر توہین اور بیخ کنی کی ہے گاندھی صاحب کے اتباع کو سنت نبویہ بتاتے اور اوس کو اپنا مطاع مطلق اور رہنما بنا لیتے ہیں امید ہے کہ برادران اسلام اس رسالہ پر نظر فرما کر ان ناعاقبت اندیش لیڈران قوم کے اندرونی حالت کا پتہ لگائیں گے اور سمجھیں گے کہ آجکل جن مسائل پر وہ سب سے زیادہ زور دے رہے ہیں ان میں دنیوی پالیسی کا پلہ بھاری ہے اور صرف ہنود کی خوشامد اور دوستی ہی سے ان کو گاؤ کشی وغیرہ بند کرنیکے خواب نظر آرہے ہیں جن کو اسلامی تعلیم سے کوئی تعلق نہیں ۔ والسلام ۔ قیمت ۲ر

[illegible]

دفتر رسالہ الامداد تھانہ بھون ضلع مظفر نگر

IDARAH-I ADABIYAT-I DELLI
2009, Qasimjan Street,
DELHI-6 (India)

IDARAH-I ADABIYAT-I DELLI
2009, Qasimjan Street,
DELHI-6 (India)

Author Thān
Title
MGI .T367